لاکھوں بے خانماں مہاجرین

قسطنطنیہ کی گلیوں میں

الہلال کلکتہ - سالانہ قیمت مع محصول صرف آٹھ آنہ !!

آج دفتر الہلال میں دو تار دفتر تحفظ افکار اور ڈاکٹر مصباح کے پہنچے ہیں کہ " خدا کے لیے یورپین ترکی کے ان لاکھوں بے خانماں مہاجرین کے مصائب پر دھیان کرو ' جنمیں ہزارہا بیمار عورتیں اور جاں بلب بچے ہیں - جو جنگ کی دل ہلا دینے والی مصیبتوں کی وجہ سے یکایک اپنا گھر بار چھوڑنا پڑا ' اور جنکی حالت جنگ کے زخمیوں سے بھی زیادہ درد انگیز ہے - جو مر گئے ' انکو دفن کردیں ' جو زخمی ہیں انکو شفا خانے میں لے آئیں ' لیکن جو بد نصیب زندہ ' مگر مردوں سے بد تر ہیں ' انکو کیا کریں ؟ "

دفتر الہلال حیران ہے کہ اس وقت اعانت کا کیا سامان کرے ؟ مدد کیلیے نئی اپیلیں کرنا شاید لوگوں کو ناگوار گذرے کہ ہلال احمر کا چندہ ہر جگہ ہو چکا ہے ' اور تمسکات کا کام بھی جاری ہے - مجبوراً جو کچھہ خود اسکے اختیار میں ہے ' اسی کیلیے کوشش کرتا ہے -

(۱) کم از کم وہ ایک ماہ کے اندر دو ہزار پاونڈ یعنی ۳۰ - ہزار کی رقم مخصوص اعانۂ مہاجرین کیلیے فراہم کرنا چاہتا ہے ' کیونکہ ہلال احمر کے مقصد سے جو روپیہ دیا جاتا ہے ' اسکو خلاف مقصد دوسری جگہ لگانا بہتر نہیں - اسکی اطلاع آج ہی ترکی میں بھیجدی گئی ہے -

اِس بارے میں جو صاحب درد اعانت فرمائیں گے فاجرہ علی اللہ '

ورنہ وہ دوسروں پر بار ڈالنے کی جگہہ ' خود ہی اس رقم کو اپنی جانب سے پیش کرنا چاہتا ہے -

(۲) اسکی صورت یہ ہے کہ بلا شک دفعتہ تیس ہزار روپیہ دینا دفتر کے امکان سے باہر ہے ' مگر یہ تو ممکن ہے کہ تیس ہزار روپیہ جو اسے مل رہا ہو ' وہ خود نہ لے ' اور اس اشد ترین ضرورت اسلامی کیلیے وقف کردے ؟

(۳) یقیناً وہ ۳۰ - ہزار نہیں دیسکتا ' لیکن آپ کیوں نہیں ۳۰ - ہزار روپیہ دیدیں ' تاکہ وہ دیدوں ؟

(۴) پس آج اعلان کیا جاتا ہے کہ **دفتر الہلال چار ہزار الہلال کے پرچے ایک ایک سال کیلیے اس غرض سے پیش کرتا ہے - آج کی تاریخ سے ۳۰ جون تک جو صاحب آٹھہ روپیہ قیمت سالانہ الہلال کی دفتر میں بھیجدینگے ' اُنکے روپیہ میں سے صرف آٹھہ آنہ ضروری** اخراجات خط و کتابت کیلیے وضع کرکے باقی ساڑھے سات روپیہ اس فنڈ میں داخل کردیا جائیگا ' اور ایک سال کیلیے اخبار انکے نام جاری کردیا جائے گا - گویا ساڑھے سات روپیہ وہ اپنے مظلوم و ستم رسیدہ برادران عثمانیہ کو دینگے ' اسکا اجر عظیم اللہ سے حاصل کرینگے ' اور صرف آٹھہ آنے میں سال بھر کیلیے الہلال بھی (جو جیسا کچھہ ہے ' پبلک کو معلوم ہے) انکے نام جاری ہوجائیگا - اس طرح چار ہزار خریداروں کی قیمت ۳۰ - ہزار روپیہ فراہم ہو سکتا ہے اور دفتر الہلال آپنے خود فائدہ اٹھانے کی جگہہ اس کار خیر کیلیے وقف کردیتا ہے -

(۵) اس وقت ماہوار آمدنی سے تک ملنے والوں کا اوسط ہے - لیکن دفتر ۳۰ - دن تک کیلیے اپنی تمام آمدنی اپنے اوپر حرام کرتا ہے - دفتر اس وقت تک کئی ہزار روپیہ کے نقصان میں ہے ' اور مصارف روز بروز بڑھتے جاتے ہیں ' تاہم اس تار کو پڑھکر طبیعت پر جو اثر پڑا ' اس نے مجبور کیا ' اور جو صورت اپنے اختیار میں تھی ' اس سے گریز کرنا ' اور صرف دوسروں ہی کے آگے ہاتھہ پھیلائے رکھنا ' بہتر نظر نہ آیا - یورپ میں اخبارات کے دفتر اپنی جیب سے ہزاروں روپیہ کار خیر میں دیتے ہیں - شاید اردو پریس میں یہ پہلی مثال ہے ' لیکن اسکی کامیابی اس امر پر موقوف ہے کہ برادران ملت تغافل نہ فرمائیں اور اس فرصت سے فائدہ اٹھا کر فوراً درخواست خریداری بھیجدیں - ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم -

اورپین ترکی کے بے خانماں مہاجرین جامع ایاصوفیا کے سامنے

(۶) الہلال - اردو میں پہلا ہفتہ وار رسالہ ہے ' جو یورپ اور ترکی کے اعلی درجہ کے با تصویر ' پر تکلف ' خوشنما رسائل کے نمونے پر نکلتا ہے - اسکا مقصد تجدید دعوت الی القرآن ' اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر ہے - محققانہ علمی و دینی مضامین کے لحاظ سے اسکے امتیاز و خصوصیت کا ہر موافق و مخالف نے اقرار کیا ہے - اس نے ہندوستان میں سب سے پہلے ترکی سے جنگ کی خبریں براہ راست منگوائیں ' اسکا باب " شئون عثمانیہ " ترکی کے حالات جنگ کے واقعات صحیحہ معلوم کرنے کا مخصوص ذریعہ ہے - " ناموران غزوۂ طرابلس و بلقان " اسکی ایک با تصویر سرخی ہے ' جسکے نیچے نہ عجیب و غریب موثر اور حیرت انگیز حالات لکھے جاتے ہیں ' جو اپنے مخصوص نامہ نگاروں اور خاص ذرائع معلومات سے حاصل کیے جاتے ہیں - مقالات ' مذاکرۂ علمیہ ' حقائق و وثائق ' المراسلة و المناظرة ' اسئلہ و اجوبتہا اسکے دیگر ابواب و عنوان مضامین ہیں - آٹھہ آنے میں شاید ایک ایسا اخبار برا نہیں -

(۷) درخواست میں اس اعلان کا حوالہ ضرور دیا جائے ' اور کارڈ کی پیشانی پر " اعانۂ مہاجرین " کا لفظ ضرور لکھا جائے -

الہلال

فہرس المجلد الثالث

از
۱ - جولائی سنہ ۱۹۱۳ ع
تا
۲۴ - دسمبر سنہ ۱۹۱۳ ع

القسم المنثور

القسم المنظوم

الرسوم و الصور

— دوسرا گا

ولا تهنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان كنتم مومنين

الہلال

AL-HILAL

Proprietor & Chief Editor

Abul Kalam Azad

7 / 1 McLeod Street,

CALCUTTA.

Telegraphic Address.

"AL-HILAL"

Yearly Subscription, Rs. 8.

H-yearly „ „ 4-12

مدیر مسئول و خصوصی

ابو الکلام الدہلوی

عنوان تلغراف

« الہلال »

مقام اشاعت

۷ / ۱ مکلاوڈ اسٹریٹ

کلکتہ

قیمت

سالانہ ۸ روپیہ

ششماہی ۴ روپیہ ۱۲ آنہ

ایک ہفتہ وار مصور رسالہ

جلد ۳ — کلکتہ: چہار شنبہ ۲۶ رجب ۱۳۳۱ ہجری — نمبر ۱

Calcutta Wednesday July 2, 1913.

فہرس

تصاویر

اطلاع

زر اعانۂ مہاجرین

اور

الہلال

(۱) اعلان کیا گیا تھا کہ ۳۰ - جون تک جو درخواستیں آئیں گي انکي قیمت زر اعانۂ مہاجرین میں داخل کردي جائیگی - ۳۰ - جون گذر گیا ' مگر اب تک جو زر خریداروں کي رہی ہے ' وہ مدیر کیلیے بہت دلشکن ہے - اب ایک ہی چارۂ کار باقی رہگیا ہے کہ مدت اور بڑھا دي جائے - چنانچہ اعلان کیا جاتا ہے کہ ۳۰ - جولائی تک اس مدت کو تصور کیا جائے - اس عرصے کے نئے خریداروں کی قیمت بھی بعد وضع ۸ - آنہ کے داخل خزینۂ اعانت کردي جائیگی -

(۲) گذشتہ پرچے میں اعلان کیا گیا تھا کہ جن حضرات کي قیمت ختم ہوچکي ہے ' انکے نام یہ پرچہ نہیں جائیگا ' تا آنکہ وہ آیندہ کیلیے قیمت نہ بھیجدیں یا وي - پی کي اجازت دیں - لیکن احتیاطاً یہ نمبر بھی تمام موجودہ خریداروں کے نام بھیجا جاتا ہے -

لیکن اگر اس ہفتے بھی انکي جانب سے کوئی اطلاع نہیں ملی تو پرچہ مجبوراً بند کردیا جائیگا -

(۳) گذشتہ جلد کي مفصل فہرست مضامین نظم و نثر و تصاویر اور علحدہ لوح چھپ رہی ہے - ناظرین جلد بندھوانے میں جلدي نہ کریں - غالبا آیندہ نمبر کے ساتھہ شائع ہو جائے -

(۴) بعض حضرات اب بھي رعایت کے لیے خط لکھتے ہیں اور اسطرح دفتر کا وقت بے فائدہ ضائع ہوتا ہے - بکمال ادب گذارش ہے کہ دفتر کے مالي مصارف اب اس درجہ پہنچ گئے ہیں کہ رعایت کسي طرح [illegible] نہیں - بارہا اسکي نسبت اعلان ہوچکا ہے -

شذرات

فاتحة السنة الثانية

المجلد الثالث

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله الذي سهل لعباده المومنين الی مرضاته سبیلا ، و اوضح لهم طرق الهدایة و جعل اتباع الرسول علیها دلیلا و انزل کتابا " یهدي للتی هي اقوم و یبشر المومنین الذین یعملون الصالحات ان لهم اجراً کبیرا (۱۷ : ۹) " و کتب في قلوبهم الایمان و ایدهم بروح منه لما رضوا بالله ربا ، و بالاسلام دینا ، و بمحمد رسولا ، و اتخذهم عبیداً له فاقروا له بالعبودیة و لم یتخذوا من دونه ولیا ولا نصیرا - و قال فی حقهم " ان عبادی لیس لك علیهم سلطان ، و کفی بربك وکیلا (۱۷ : ٦۸) " و الحمد لله الذی اقام فی ازمنة الظلمات من یکون باشراق انوار الشریعة کفیلا - و اختص هذه الامة بانه " لا تزال فیها طائفة علی الحق ، لا یضرهم من خذلهم و لا من خالفهم ، حتی یاتی امره " و لو اجتمع الثقلان علی حربهم قبیلا - یدعون من ضل الی الهدی ، و یصبرون منهم علی الجحود و الاذی ، و یبصرون بنور الله اهل العمی ، و یحیون بکتابه الموتی ، فهم احسن الناس هدیا و اقومهم قیلا - یجاهدون في الله حق جهاده ، و لا یخافون لومة لائم " و للاخرة اکبر درجات و اکبر تفضیلا (۱۷ : ۲۳) " - فحاربوا في الله من خرج عن دینه القویم ، و صراطه المستقیم ، الذین عقدوا الویة الضلالة و البدعة ، و اطلقوا اعنة الفتنة ، و اعرضوا عن الکتاب و نبذوا السنة ، و ارتضوا غیرهما بدیلا " و قل جاء الحق و زهق الباطل ، ان الباطل کان زهوقا ، و ننزل من القرآن ما هو شفاء و رحمة للمومنین ولا یزید الظالمین الا خسارا (۱۷ : ۸۴) "

و اشهد ان محمداً عبده و رسوله ، ارسله " بالهدی و دین الحق لیظهره علی الدین کله (٦۱ : ۹) " و کفی بالله شهیدا - ارسله " کافة للناس بشیرا و نذیرا (۳۷ ، ۲۸) " و " داعیاً الی الله باذنه ، و سراجاً منیرا (۲۳ : ۴۹) " فهدی به من الضلالة ، و علم به من الجهالة ، و بصر به من العمی ، و ارشد به من الغي ، و فتح به اعیناً عمیا ، و آذانا صما و قلوبا غلفا - الی ان اشرقت برسالته الارض بعد ظلماتها - و تالفت القلوب بعد شتاتها - فصلی الله علیه و علی آله الطیبین الطاهرین ، و اصحابه المهتدین ، صلواة دائمة بدوام السماوات و الارضین ، مقیمة علیهم ابداً ، لا نروم انتقالا عنهم ولا تحویلا -

و اسئلك اللهم هدایة هذه الامة الی اقوم سبیل ، و الهامها عرفان الجمیل ، و تمییز العدو من الخلیل ، و بلغها اللهم تلك الدرجة السامیة التی تترحزح بها عن مذلة التقلید ، و تتجافی جنوبها عن مضاجع الاسر و التعبید - فلا تنقاد لمن یوردها حتفها ، و یملك علیها امرها ، حتی اصبحت بحالة لا تعرف قوتها من ضعفها - وهب لمرشدیها وجدانا صادقا ، و علماً نافعاً ، و قلبا صافیا ، و لسانا بالحق ناطقا ، ولا تدع منهم مفتنا ولا منافقا - یلبس ثوبا علی ظاهره مسحة من الصلاح و باطنه انت به علیم : " و منهم من یومن به و منهم من لا یومن به ، و ربك اعلم بالمفسدین (۱۰ :) "

(و بعد) فقد مضی علی (الهلال) عام و هو دائب علی صادق الخدمة ، التی تعقد بها فلاح الملة ، و نجاح الامة ، غیر مبال بما یصده به الصادون الجاهلون ، و یرمیه به المتفرنجون الدجالون اطفاء لنور الحقیقة ، و طمسا لمعالم الصدق " و یابی الله الا ان یتم نوره و لو کره الکافرون "

فهو - بعون الله القدیر - کان و لم یزل متبعا سنن الحق بعلمه و ایقانه بان الحق احق ان یتبع ، و لن ینصت له و یستمع ، و الباطل اجدر بالدثور ، و اقتلاع الجذور " و الله ولی الذین امنوا یخرجهم من الظلمات الی النور (۲ : ۲۵۷) "

اللهم ثبتني بالقول الثابت ، و العمل النافع ، و العزم الراسخ ، و " ادخلني مدخل صدق و اخرجني مخرج صدق و اجعل لی من لدنك سلطانا نصیرا (۱۷ : ۸۳) " ولا تجعل للاهواء علی سبیلا -

و اعذنی من کل شیطان رجیم ، و افاك اثیم ، و اهدني صراطك المستقیم ، " صراط الذین انعمت علیهم غیر المغضوب علیهم ولا الضالین (۱ : ٦) " و اجعلني من " الذین لا خوف علیهم ولا هم یحزنون (۴٦ - ۱۲) "

اللهم انی ابرأ الیك یا ذا الحول و الطول ، من الطول و الحول ، و اشهدك بانی غیر معصوم عن الزلل و الخطل ، فهب لی من ینتقد اقوالی ، و یمحص اعمالی ، و رحم الله امرأ هدانی الی عیوبی و یرشدني بالاحتساب ، و السلام علی " الذین یستمعون القول فیتبعون احسنه ، اولئك الذین هداهم الله ، و اولئك هم اولو الالباب (۳۹ : ۱۹) "

دشمن دوست نما !!

غیر اقوام پر حکمرانی کے باب میں روسی قوم دیگر اقوام یورپ سے بہت پیچھے ہے -

دیگر اقوام نے لفظی ہمدردیوں، خوش آیند قرار دادوں، اور دلکش وعدوں سے محکوم اقوام کے دل اپنے دست فریب و خدع میں لے لیے ہیں، اور پھر اسکے بعد جو کچھ کرنا مقصود ہوتا ہے، پس پردہ پوری خوش اسلوبی سے انجام دیا جاتا ہے، لیکن روس کی حالت اسکے بالکل برعکس ہے - وہ ہمیشہ اپنی رعایا کو خشونت و درشتی اور تیغ و تفنگ سے اپنے ہاتھ میں رکھنا چاہتا ہے، اور حق یہ ہے کہ تلوار بکف دشمن، در آستین خنجر سے ہزار درجہ بہتر ہے -

تازہ عربی ڈاک سے معلوم ہوتا ہے کہ ادمان کے مدرسۂ عثمانیہ کے تمام معلمین و متعلمین نے متفقہ طور پر ایک یادداشت (میموریل) حکومت کے نام بھیجی تھی، جسمیں اصلاح تعلیم کی درخواست کی گئی تھی، مگر حکومت روس نے اپنی دیرینہ خشونت کے ساتھ یادداشت کو نامنظور کر دیا -

اسی ڈاک میں ایک زیادہ شرمناک و عبرت انگیز واقعہ کا ذکر ہے -

مسلمانان ید شیفروستی ایک جامع مسجد تعمیر کرنا چاہتے تھے - حسب قانون میونسپلٹی انہوں نے اجازت کی درخواست دی - جو جگہ تجویز کی گئی تھی، اس کے پاس ایک گرجا تھا - میونسپلٹی کے چیئرمین نے پادری کو بلایا، اور اس سے درخواست کی بابت مشورہ کیا - پادری نے جواب دیا کہ گرجا کے قریب مسجد بنانا مذہباً جائز نہیں، اسلیے درخواست واپس کر دی گئی -

الشر قد یدفع الخیر

سطحی نظریں ان حرکات شنیعہ کی بناء پر روس پر نفریں بھیجیں گی، اور اسکو محکوم اقوام کے لیے قہر الہی خیال کرینگی، مگر دقیقہ رس نظریں جانتی ہیں کہ یہ قہر الہی نہیں بلکہ تازیانۂ بیداری ہے - حاکم کا علانیہ ظلم و ستم اور خشونت و درشتی محکوموں کے جذبات کو بیدار کرتا ہے، انہیں حریت و استقلال کی تعلیم اور جانبازی و سر فروشی کا درس دیتا ہے - دنیا میں قوموں نے علم استقلال اسی وقت بلند کیا ہے، جب یا تو حکمران قوم کی علانیہ ظلمرانی حد سے گذر گئی، یا محکوم قوم کا احساس اس قدر تیز ہو گیا کہ مخفی مظالم کا بھی احساس ہونے لگا - پس ترکستان و کوہ قاف میں روسی مظالم، عذاب الہی نہیں بلکہ معلم حریت ہیں، جو غلامی اور محکومی کا جوا پھینکدینے کے لیے انہیں تیار کر رہی ہے -

لیکن اسکے مقابلے میں جو حکومتیں بظاہر نرمی و رافت، اور حسن سلوک و مسامحت کی پالیسی پر کاربند ہوتی ہیں، اور اپنے ہر سخت سے سخت استبدادی اور ظلم آمیز عمل کو بھی آزادی کا نقاب پہنا کر ظاہر کرتی ہیں، انکا وجود مخلوقات الہی کیلیے سب سے بڑا قہر ہے - کیونکہ طبیعتیں انکی ظاہر فریبیوں کا شکار ہو جاتی ہیں، اور انکی نرمی و رافت، حس و بیداری کو کروٹ لینے کی مہلت نہیں دیتی -

یاد رکھنا چاہیے کہ بے نقاب دشمن، دوستی کے نقاب پوش دشمن سے بدرجہا بہتر ہے : وان فی ذلک لآیات لقوم یتفکرون -

---

فتنۂ جنگ موجودہ حکومت نے چاہا تھا کہ قسطنطنیہ کی فضا کو سازش کے جراثیم سے پاک کردے، مگر یہ کیونکر ممکن ہے، جب پیرس میں اسکی پرورش کے لیے تربیت خانے قائم ہوں، اور لندن کے ماہرین فن نقشہ ہاے تربیت بلا انقطاع بھیج رہے ہوں ؟

مرحوم محمود شوکت پاشا کے قاتل کے ساتھ اسکے اعوان و انصار کے حق میں بھی موت کا فتوی صادر کیا گیا تھا کہ اس فتنۂ اسلام سوز کا خاتمہ ہو جائے - مگر کار فرما ہاتھ کی چابک دستی دیکھو ! اس تعذیب و تنکیل سے کیسی طلائی فرصت کا کام لیا ہے ؟ اگر رپورٹر کا بیان صحیح ہے تو اس قتل عام کے متعلق غلط فہمی سے پورا فائدہ اٹھایا جا رہا ہے، اور انتقام کے پردے میں دولت عثمانیہ کے اصلی فرزندوں کے قتل کے لیے بھی سازشہاے تازہ کے ساتھ وسیع تیاریاں ہو رہی ہیں !!

جس قوم کی یہ حالت ہو کہ دشمن کے لگاے ہوے زخموں سے جسم چور چور ہو، مگر با ایں ہمہ غیروں پر چلانے کی جگہ، آپس ہی میں تلوار چلا رہی ہو، اسکا خدا ہی حافظ ہے -

مگر اس تلوار کے قبضے کن ہاتھوں سے متحرک ہیں ؟ پس پردہ کن ہاتھوں میں ڈور ہے، جو پتلیوں کو نچا رہی ہے ؟

ایک طرف تو یہ حالت ہے کہ سازشوں کی بدولت حکومت کی بنیاد کشتی طوفانی ہو رہی ہے، دوسری طرف (بقول رپورٹر) خزانہ کی یہ حالت کہ سرکاری ملازمین کی تنخواہیں وسط مارچ سے واجب الاداء ہیں، اور اب جنگی کے عہدہ داروں کی تنخواہیں بھی نہیں ملتیں - روپیہ کے اسدرجہ قحط اور بعض اشد ضرورتوں سے عاجز آکر حکومت کو چند رسدوں کے فروخت کا فیصلہ کرنا پڑا -

روس کا توسط اب تک سرویا نے منظور نہیں کیا - ۲۴ - جون کے تار میں جو خبر دی گئی تھی، اسکی تغلیط ۲۷ - کے تار میں کر دی گئی ہے - بلغاریا نزاع انگیز مقامات سے اپنی فوج ہٹانے پر راضی نہیں - اسکا قدرتی نتیجہ یہ ہے کہ یونان اور سرویا کو بھی اپنی اپنی فوجوں کے ہٹانے سے انکار ہے - سالونیکا سے آئی ہوئی خبروں سے معلوم ہوتا ہے کہ رلیتو میں جنگ روز بروز ترقی پر ہے - فریقین کا سخت نقصان ہو رہا ہے - اور اسوقت تک سرویا کے اعوان و انصار کی تعداد برابر بڑھتی جاتی ہے -

وائنا میں بیان کیا گیا ہے کہ رومانیا بلغاریا کو دھمکی دے رہی ہے کہ اگر بلغاریا نے سرویا کے خلاف اعلان جنگ کر دیا تو وہ بھی اسکے خلاف اعلان جنگ کر دیگی - اسکوب میں بارہ ہزار مانٹی نگری پہنچ گئے ہیں - سروی فوج نے پرجوش نعروں اور دستکوں سے انکا استقبال کیا - ایک نامہ نگار بلغراد سے لکھتا ہے کہ ۲۰ - ہزار البانی سرویا کی طرف سے لڑنے کے لیے تیار ہیں، جسمیں سے ۶ - سو اسکوب پہنچ گئے -

جسم زخموں سے چور، گھر میں سازشوں کی آگ مشتعل، خزانہ خالی، مگر با ایں ہمہ دولت عثمانیہ پھر میدان جنگ میں اترنے کے لیے تیار ہے ! اخبار مذکور کا نامہ نگار لکھتا ہے کہ ایک جلسے میں تمام وزراء نے بالاتفاق طے کیا کہ اگر سیرس، کیولا، ڈراما سے بلغاریا نے اپنی فوجیں نہ ہٹالیں، اور جنگ چھڑ گئی، تو یونان کی طرف دولت عثمانیہ اپنا دست اعانت دراز کریگی - نامہ نگار کا بیان ہے کہ مجھسے ایک ذمہ دار جماعت نے بیان کیا کہ " اگر ان حلفاء میں باہم جنگ ہوئی، اور وہ جنگ بلغاریا کے حق میں مضر ثابت ہوئی، تو ممکن ہے کہ مؤخر الذکر بالکل پیچھے ہٹا دیا جائے، اور اپنی فتوحات کے نہایت ذرا سے حصے پر قانع ہو جائے - یہ ناممکن ہے کہ ہم جنگ کے وقت بالکل علحدہ رہیں - فوجوں کا منتشر ہونا ابھی ملتوی رہیگا " -

مگر سوال یہ ہے کہ کیا عثمانیوں نے ابھی تک یورپ کو نہیں پہچانا ؟ کیا ہلال کے پاس سے جو صلیب کے پاس جا چکا ہے، اسکو یورپ پھر ہلال کے پاس واپس آنے دیگا ؟ کیا اسکو نہیں معلوم کہ گلاڈسٹون کی روح کا بھوت اسوقت تمام یورپ میں حلول کر چکا ہے ؟ فما لہا ؤلاء القوم، لا یکادون یفقہون حدیثا !!

۲۶ رجب ۱۳۳۱ ہجری

ابتداء و انتہاء

یعني
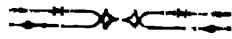
جماعت " حزب اللہ " کے اغراض و مقاصد

(۲)

ان الـذین کذبوا بایاتنا و استکبروا عنها ' لا تفتح لهم ابواب السماء ولا ید خلون الجنة ' حتے یلج الجمل فی سم الخیاط ' وکذالک نجزي المجرمین - (۷ : ۳۹)

جن لوگوں نے ہماري آیتوں کو جھٹلایا ' اور ہمارے آگے جھکنے کي جگہہ غرور سے اکڑ بیٹھے ' تو یاد رکھو کہ انکے لیے نہ تو کبھي آسماني برکتوں کا دروازہ کھلیگا ' اور نہ کامیابیوں اور کامرانیوں کی بہشت حیات میں داخل ہوسکیں گے - ہاں اگر ایسا ہوسکتا ہے کہ سوئي کے ناکے میں سے اونٹ گذر جاے ' تو یہ بھي ممکن ہے کہ وہ بھي بغیر اسکے فلاح پا جائیں -

بیا کہ روے بمحرابگاہ نور نہیم * بناے کعبۂ دیگر ز سنگ طور نہیم !
حطیم کعبہ شکست و اساس قبلہ بریخت * دوازہ طرح یکے قصر بے قصور نہیم !
علو طاق حرم تا بچند مصلحت ست * کہ داغ عشق نہ پیشانی غرور نہیم !
تو نطع دبر فروچین کہ ما قرابۂ مے * بشہپر ملک و طیلسان حور نہیم !
وجوش جرعہ کشان صد قیامت انگیزم * جہان جہان ز صراحي بادہ صور نہیم !
بعربدہ کہ دسود دماغ خلوتیان * خطاے صومعہ در عرصۂ ظہور نہیم !

نفس بگرمي ایں بزم تا بکے (فیضی) ؟
دگر بمجلس روحانیان بعور نہیم !

و الشمس و ضحاها ' و القمر اذا تلاها ' والنہار اذا جلاها ' واللیل اذا یغشاها ' و السماء و ما بناها ' و الارض و ما طحاها : کہ زمین کا ذرہ ذرہ مستعد ' آفتاب کي شعاعیں درخشندہ ' آسمان کے بخار مدہوش امادۂ نزول ' قوتوں کا نمو ' بالیدگیوں کا ظہور ' اور معرکات کا اجتماع ہر طرف موجود ہے ' اور عالم نشو و نما کے ملائکہ صبح وقت کے منتظر ' اور تخم ریزي کے استقبال کیلیے چشم براہ ہیں - دہقان کي قسمت اوج پر ' اور زمین کا طالع کامراني کے افق پر چمک رہا ہے - وقت ہے کہ کل کو کاٹنے والے آج بولیں ' اور دل جو اپنی زمینیں بھرنے والے ہیں ' آج اپنے دامن کو چند بیجوں سے خالي کردیں - پر ضرور ہے کہ ہاتھ تجربہ کار ' دانہ صحیح و سالم ' اور دہقان محافظ و نگراں ہو - تا زمین کي مستعدي بیکار نہ جاے ' اور اس سے جیسي بہتر غذا کل کیلیے طلب کی جاتي ہے ' ویسي ہی بہتر غذا آج اُسے دي بھی دي جاے :

و سخر لکم اللیل و النہار ' و الشمس و القمر و النجوم مسخرات بامرہ ' ان فی ذالک لایات لقوم یعقلون - وما ذرا لکم في الارض مختلفا الوانہ ' ان في ذالک لایات لقوم یذکرون (۱۶ : ۱۴)

" اور اللہ نے رات کي رطوبت ' اور دن کي حرارت کو ' اور اسکے سرچشموں یعني سورج اور چاند کو ' نیز تمام ستاروں کے خواص و تاثرات کو اپنے حکم سے تمہارا تابع کردیا ہے ' اور صاحبان عقل کیلیے ان میں حکمت الہیہ کي بہت سي نشانیاں ہیں ! اور پھر وہ زمین کي پیداوار اور زراعت کے نتائج ' جو تمہارے لیے پیدا کر رکھے ہیں - جنکی طرح طرح کي رنگتیں اور صورتیں ہیں - سو غور و فکر کرنے والوں کیلیے ان میں بھی صدہا بصیرتیں اور حکمتیں پوشیدہ ہیں ! ! "

حکمت امثال

میں نے اس مضمون کو موسموں کے تغیرات ' بارش کے نزول ' اسکے علائم و اثار ' اور زمین کي خشک سالي اور نشاط و شگفتگي کي تمثیل سے شروع کیا ' جو بظاہر نفس موضوع سے کوئي ربط نمایاں نہیں رکھتي ' اور ایک غیر مربوط گریز کے ذریعہ تمہید مقصد

ے ملا دی گئی ہے - پھر لوگوں کو تو انتظار معجزہ جماعت کے اغراض و مقاصد کا ہے' دنیا کے طبعی تغیرات' اور انکے اثار و ما بعد نتائج کے معمّوں کو اس سے کیا تعلق ؟

معلوم نہیں پچھلے نمبر کو پڑھتے ہوے یہ خیال آپکے ذہن میں پیدا ہوا یا نہیں ؟

لیکن خدا تعالی نے قران کریم کے ذریعہ اس بارے میں ہمیں ایک بصیرت بخشی ہے: ولہ المثل الاعلی فی السماوات والارض وھو العزیز الحکیم (۳۰ : ۲۶) اور اس کا درس ہمیں بتلاتا ہے کہ مطالب عالیہ و مقاصد الہیہ کے اظہار کیلیے بہترین وسیلۂ اظہار' تمثیل ہے - یہی سبب ہے کہ تم ہر جگہ اس کتاب عزیز میں امثال و نظائر کا ایک ذخیرہ وافر پاتے ہو' اور کہیں ہواؤںکی تصریف' کہیں بادلوں کے انبساط' کہیں زمین کے نشو و نما' کہیں لیل و نہار کے اختلاف' کہیں موجودات و مخلوقات کے مختلف اشکال و الوان' کہیں کواکب و سیارات کے طلوع و غروب' کہیں انقلابات طبیعیہ کے مناظر جمیلہ' اور کہیں رعد و برق کے مرایاء مدہشہ و مخوفہ کے اندر' وہ اسرار حکمیہ اور معارف الہیہ بیان کردیے گئے ہیں' جو فہم انسانی کا منتہاے ادراک ہیں: ولقد ضربنا فی ھذا القرآن من کل مثل لعلھم یتذکرون (۲۹ : ۳۹)

منجملہ امثال قرانیہ کے' ظہور اثار و علائم بارش کی ایک لطیف و بدیع' اور جامع و مانع تمثیل ہے' جس پر سب سے زیادہ زور دیا گیا ہے' اور جسکے اندر انسان کی قلبی و روحی حیات و ممات' اقوام و ملل کے انقلابات' ملکوں اور حکومتوں کے تسلط و تنزع' اور ھدایت الہی اور شقاوت انسانی کے مختلف مدارج و مراتب کی نسبت صدہا اشارات و بیانات پوشیدہ ہیں: وما یعقلھا الا العالمون -

پس غور کیجیے تو آج بھی پیش نظر مطالب کے اظہار کے لیے اس تمثیل سے بڑھکر اور کوئی جامع اور بین ذریعہ نہ تھا - بظاہر یہ تمہید آپکو اصل مقصود سے غیر متعلق نظر آتی ہے - لیکن آگے چلکر سیر مطالب میں ہر قدم پر آپ دیکھیں گے' کہ جو کچھہ مقصود اصلی تھا' وہ در اصل اسی کے اندر عرض کردیا گیا' اور عرض مقصد کے ہر موقع پر یہی تمثیل ہے' جو اپنے اشارات کی شرح و تفسیر کر رہی ہے: وکذلک یضرب اللہ الامثال' لعلھم یتذکرون ! !

عصر انقلاب و ظہور استعداد

فصل کاٹنا آسان اور دلخوش کن ہے' پر بیج کا بونا مشکل اور محنت کا محتاج ہے - جس طرح زمین پر سال میں ایک یا دو مرتبہ ہی وہ موسم آتا ہے' جب اسکا ذرہ ذرہ قوت نمو سے لبریز' اور اسکا چپہ چپہ استعداد نموء سے امادۂ تخم ریزی ہوتا ہے' بعینہ اسی طرح قوموں اور ملکوں کی حیات و ممات اور عروج و زوال کے بھی مخصوص و معدود اوقات ہیں' جو اپنے اپنے وقتوں پر ظہور کرتے ہیں - وہ زندگی اور ارتقا کی استعداد و صلاحیت کا ایک دور ہوتا ہے' جو صرف اسلیے آتا ہے تاکہ اس فرصت سے فائدہ اٹھانے والے فائدہ اٹھالیں' اور جنکے پاس کاشت کاری کیلیے بیج موجود ہیں' وہ وقت کو مساعد دیکھکر تخم پاشی کرلیں -

اسوقت قوموں کے اندر تغیر و انقلاب کی موجیں لہرانے لگتی ہیں' تنبہ و اعتبار کی ہواؤں کا زور ہوتا ہے' مصائب کے اشتداد اور غموم و ہموم کے استیلاء سے سوئی ہوئی قوتیں بیدار ہوجاتی ہیں - پرانے زخم ہرے ہوجاتے ہیں' مندمل زخموں کے ٹانکے کھل جاتے ہیں' اور نئے زخموں کے اندر سے خون کے چشمے ابل ابل کر بہنے لگتے ہیں - پس یہ ایک عصر انقلاب اور ایک دور استعداد حیات ہوتا ہے جو ہر طرف چھا جاتا ہے' اور سرزمین روح و قلب کے ذرے ذرے کے اندر حیات ملی کے نشو و نما کی استعداد تام پیدا ہوجاتی ہے -

پھر اُس وقت زمین کی جستجو نہیں ہوتی' جو سیر حاصل ہو - پانی کی تلاش نہیں ہوتی' جو آسمان سے برسے - آفتاب کی ضرورت نہیں ہوتی' جو اپنی تمازت و حرارت سے زندگی بخشے - بلکہ صرف ایک دانہ کی ضرورت ہوتی ہے' جو موسم کو دیکھے' فرصت کو سمجھے' اور ایک صحیح و سالم بیج اس زمین مستعد کے سپرد کردے' تا وہ گلے اور پھٹے' اور پھر زندگیوں اور کامیابیوں کا درخت تناور اور شجرۂ طیبہ بنکر' قدرت الہی اور حکمت ربوبی کا ایک معجزۂ محیر العقول ہو:

ھو الذی انزل من السماء ماء لکم منہ شراب ومنہ شجر فیہ تسیمون - ینبت لکم بہ الزرع والزیتون والنخیل والاعناب ومن الثمرات' ان فی ذلک لایات لقوم یتفکرون (۱۶ : ۱۰)

" وہی تو قادر مطلق ہے' جس نے اسمان سے پانی برسایا - اور وہ ایک طرف تو دریاؤں' آبشاروں' اور تالابوں کی صورت میں جمع ہوکر تمہارے پینے اور سیراب ہونے میں کام آتا ہے' اور دوسری طرف زمین کی روئیدگی کے ظہور کا وسیلہ بنتا ہے - اُس سے درخت پرورش پاتے ہیں اور تم اپنے مویشیوں کو ان میں چراتے ہو - اسی پانی سے خدا تمہارے لیے زمین کی زراعت و کاشت کو سر سبز کرتا ہے' اور طرح طرح کے پھل اُن میں پیدا ہوتے ہیں ! غور کرو تو ارباب فکر و بصیرت کیلیے اسمیں حکمت الہیہ کی ایک بہت بڑی نشانی ہے ! ! "

اس فصل کیلیے تخم

" اصلاح " اور " عمل " کی دعوتیں ہی وہ تخم ہیں' جنکی اس موسم نمو اور دور استعداد میں سرزمین ارواح و قلوب کو ضرورت ہوتی ہے - ایک بیج کے بار آور ہونے کیلیے جن جن شرائط کی ضرورت ہے' وہ سب کی سب قدرتی طور پر اُس وقت مہیا ہو جاتی ہیں - زمین کی درستگی کی ضرورت نہیں ہوتی' کیونکہ حس و بیداری کی رحمت سے دلوں میں اضطراب و جوش موجود ہوتا ہے - افتاب کی تمازت و حرارت بھی مطلوب نہیں ہوتی' کہ مظالم کا اشتداد' خونریزیوں کی کثرت' اور ذلت و رسوائی کی انتہا' سوزش و تپش کی آگ سلگا دیتی ہے - باران رحمت الہی جو اقلیم نباتاتی کا سلطان و حکمران ہے' وہ بھی امادہ کار ہوتا ہے کہ پانی کی جگہہ قاتلان ظلم و استیلا کا سیلاب خونین زمین کو سینچنے اور بیج کو گلانے کیلیے ہر طرف موج زن ہوتا ہے - پس اس وقت صرف ایک صحیح صداے دعوت' ایک صداقت آگین تحریک عمل' اور ایک موصل الی المقصود سفر کے بیج ہی کی ضرورت ہوتی ہے' جو طیاریوں اور آمادگیوں کے اس نامیہ زار حیات میں سپرد خاک کردیا جاے' پھر زمین اپنی استعداد کو' حرارت اپنی آمادگی کو' اور پانی اپنی طیاری کو فوراً صرف کارکردے' اور تھوڑے ہی دنوں کے اندر قدرت الہی اس ذرۂ تخم کو اشجار و اثمار' اور برگ و بار کی ہیئت عظیمہ اور منظر فخیمہ کی صورت میں' اپنی غیبی نشؤ و نما' اور الہی ربوبیت کی توفیق فیضان سے بلند و استوار فرمادے:

الم تر کیف ضرب اللہ مثلا کلمۃ طیبۃ کشجرۃ طیبۃ' اصلھا ثابت وفرعھا

" اللہ تعالی نے نیک دعوت اور پاک تحریکوں کی کیسی اچھی مثال دی ہے ؟ یعنی دعوت الہی مثل ایک مبارک اور

في السماء، تؤتي اكلها
كل حين باذن ربها،
ويضرب الله الامثال
للناس لعلهم يتذكرون،
(۱۴ : ۲۹)

ملکوتی درخت کے ہے، کہ اسکی جڑ زمین کے اندر مضبوط، اور اسکی بلند ٹہنیاں آسمان تک پہنچی ہوئیں!! وہ قوۃ الہیہ کی نشو نمائی سے ہر وقت کامیابی کا پھل لاتا رہتا ہے - اور یہ درخت کا ذکر در اصل ایک تمثیل ہے جو اللہ بیان کرتا ہے، تاکہ لوگ سوچیں اور غور کریں "

عالم اسلامی اور عصر استعداد

آج دنیا اسی عصر انقلاب، اور عالم اسلامی اسی دور استعداد سے گذر رہا ہے - ارتقا بعد از انحطاط، عروج بعد از محاق، اور حیات بعد الممات کا موسم ہمیشہ ایسا ہی رہا ہے، جیسا کہ آج ہے - طوفانوں کے بعد جب امن ہوا ہے، زلزلوں کے بعد جب سکون ہوا ہے، صرصر مخالف کے بعد جب نسیم مراد چلی ہے، تاریکی کے بعد جب روشنی چمکی ہے، ظلمت کے بعد جب نور نمایاں ہوا ہے، رات کے بعد جب دن نکلا ہے، ظلم کے بعد جب انصاف کا علم لہرایا ہے، خزاں کے بعد جب سرچشمۂ حیات بہا ہے، اور طغیان و فساد کے بعد جب صداقت و عدل کی فوجیں نمودار ہوئی ہیں، یعنی ڈوبنے کے بعد جب کبھی ڈوبنے والے ابھرے ہیں، گرنے کے بعد جب کبھی گرنے والے اٹھے ہیں، اور مرنے کے بعد جب کبھی مرنے والے زندہ ہوے ہیں، تو دنیا کے چہرۂ کہانت پر ایسی ہی علامتیں پڑھی گئی ہیں، جیسی کہ آج ہر چشم حقائق آگاہ پڑھ سکتی ہے - اسکی صدائیں ایسی ہی پر اسرار رہی ہیں، اور اسکی نگاہ گویا نے ہمیشہ ایسے ہی اشارے کیے ہیں - اس نے جب کبھی کروٹ لی ہے، تو اس سے پہلے سمندروں میں ایسی ہی لہریں اٹھی ہیں، اور اس نے جب کبھی اپنی جگہ بدلی ہے تو آسمان پر اضطراب و شورش کی ایسی ہی بدلیاں چھائی ہیں -

آج عالم اسلامی بھی اور کسی شے کی طلبگار نہیں - وہ اٹھنے اور ابھرنے کیلیے نہ تو آفتاب کی منتظر ہے، اور نہ پیغام بارش لانے والی ہواؤں کی - اسکی زمین خود بخود درست ہوگئی ہے - لاشوں نے کھاد کا کام دیا ہے، اور خون کے سیلاب نے پانی سے مستغنی کردیا ہے، یعنی ہوائیں جتنی چل رہی ہیں موافق ہیں، موسم اپنے عین عروج اور کمال تاثیر پر ہے، اور بارش کی خبریں ہر طرف سے آ رہی ہیں - پس اگنے اور شاداب ہونے کا کوئی سامان ایسا نہیں، جسے رحمت الہی نے آج امۃ مرحومہ کی کشت امید کو سرسبز و شاداب کرنے کے لیے مہیا نہ کردیا ہو - اور یہ جو کہہ رہا ہوں تو:

والشمس وضحاها، آفتاب کی اور اسکی شعاعوں کی قسم،
والقمر اذا تلاها، جنکی حرارت زمینوں کو معتدل بناتی ہے
والنهار اذا جلاها، اور چاند کی، جب وہ اسکے بعد نکلتا ہے
والليل اذا يغشاها، اور زمین کی قوت نمو کو متاثر کرتا ہے،
والسماء وما بناها، اور دن کی، جب وہ آفتاب کو نمایاں
والارض وما طحاها، کرتا اور رات کی، جب وہ آفتاب کو
(۹۱ : ۶) چھپالیتی ہے، اور اسطرح زمین کے

نشو و نما کو اپنے اپنے وقت پر آسمان سے مدد ملتی ہے - پس اسکی بھی قسم، اور در اصل اسکی، جس نے اسکی تمام موجودات کو بنایا، اور نیز زمین کی، اور اس حکیم و قدیر کی، جس نے زمین کو طرح طرح کے اشجار و اثمار کا ایک دسترخوان نعالم بنا کر بچھا دیا ہے " !!

بیج کا آخری وقت اور انتظار

جس طرح بارود کی سرنگ طیار ہو جاتی ہے، اور اسکے پھٹنے اور پھر پہاڑ کے ریزہ ریزہ ہوجانے کیلیے صرف ایک چنگاری کی کمی باقی رہجاتی ہے - اور جس طرح سوکھی لکڑیوں اور خشک برگ و گیاہ کے ڈھیر کے مشتعل ہونے کیلیے صرف دیا سلائی کی ایک تیلی اور اس کی رگڑ کی ضرورت ہوتی ہے، جو آگ کا ایک شعلہ اشتعال پیدا کرکے شعلوں کا ایک تنور گرم کردے: بالکل اسی طرح کارساز قدرت نے زراعت و کاشتکاری کا تمام سامان مہیا کردیا ہے اور صرف ایک بیج ہی کی ضرورت ہے، جو ہوشیار ہاتھوں سے زمین پر گرے، اور اس تمام ساز و سامان نمو و ظہور کو ضائع جانے سے بچالے -

اس دہقان کی قسمت پر کسے رونا نہ آئیگا، جسے برسوں کے بعد اچھا موسم اور عمدہ بارش نصیب ہوئی ہو - جسکے لیے زمین طیار اور وقت مساعد ہو - ہل پھر چکا ہو، اور صرف تخم ریزی کے دانوں کا زمین انتظار کر رہی ہو - لیکن یہ تمام ساز و سامان ضائع جا رہا ہو، اور جس نے اسی وقت کے انتظار میں بے چین راتیں اور مضطرب دن کاٹے تھے، وہ یا تو بالکل بے خبر ہو، یا اگر بھی تو بیج ڈالنے کی جگہ پانی کے ڈول بھر بھر کے پھینکنے لگے، یا فصل کاٹ کر جمع کرنے کیلیے ایک گھر بنانا شروع کردے، حالانکہ جس بیج سے فصل طیار ہوگی، ابتک اسکا ایک دانہ بھی زمین کو نصیب نہیں ہوا ہے !

پھر کہتا ہوں کہ آج عالم اسلامی کی زمین اپنی طلب میں بیقرار ہے، اسکی خاک کے ذرے ذرے سے فغان طلب اور عشق مقصود کی صدائیں اٹھہ رہی ہیں - اسکا چپہ چپہ اپنے مطلوب کو پکار رہا ہے، مگر پانی کیلیے نہیں، روشنی کیلیے نہیں، آفتاب کیلیے نہیں، اور گو ان میں سے ہر شے زمین کی روئیدگی اور بیج کی بالیدگی کیلیے ضروری ہو، مگر ان میں سے کسی کے لیے بھی نہیں - صرف بیج کیلیے، ایک عمدہ اور سالم بیج کیلیے، اور صرف بیج کیلیے - کیونکہ بیج کی بالیدگی کیلیے ان تمام چیزوں کی ضرورت ہے، پر انکے لیے بیج کی ضرورت نہیں - کیونکہ بیج کے بعد یہ سب مفید ہیں، پر بیج کے بغیر ان میں سے کوئی چیز بھی کار آمد نہیں ہوسکتی !!

ان هذا صراطي مستقيما

فاتبعوه ولا تتبعوا السبل، فتفرق بكم عن سبيله، ذلكم وصاكم به لعلكم تتقون (۶ : ۱۰۵)

میں نے کہا کہ صرف بیج کی ضرورت ہے، اور کسی شے کی نہیں اور ہمیشہ یہی کہتا رہونگا - مگر سوال یہ ہے کہ وہ بیج کیا ہے ؟

کیا ایک انجمن، جسکی بہت سی شاخیں ہوں ؟ ایک فنڈ، جسمیں بے شمار روپیہ ہو ؟ ایک دفتر، جسمیں کسی خاص قول و قرار پر بہت سے دستخط ہوں ؟ کوئی شاندار اسکیم، جسکی بے شمار دفعات ہوں ؟ کوئی عہدہ داروں اور ممبروں کا مجمع، جنکے لیے بہت سے القاب و خطابات ہوں ؟ کوئی بڑے بڑے شاندار کاموں اور دنیا بھر کی ضرورتوں کو اپنے میں جمع کردینے والا ادعا، جسمیں از سر تا پا صدہا وعدے ہوں ؟

نہیں، کیونکہ یہ تمام چیزیں تو اس سے منٹوں اور لمحوں میں مہیا ہو جا سکتی ہیں، پر وہ انسے پیدا نہیں ہوسکتی -

تلاش تو بیج کی ہے، جو ہر قوت نمو بخشنے والی چیز سے کام لے، اور پھر ایک درخت بنکر شاخیں، پتے، ٹہنیاں ؟ اور پھل پھول، سبھی کچھہ پیدا کردے - آج بیج کو بار آور کرنے والے اسباب موجود ہیں پر وہی نہیں ہے، جسکے بغیر ان میں سے کوئی بھی کام نہیں دیسکتا -

تنور گرم ہوجاتا ہے تو بہت سی انگیٹھیاں اس سے گرم کرلی جا سکتی ہیں، پر انگیٹھی تنور کا تو کام نہیں دیسکتی !

پھر وہ کونسی شے ہے ؟ ؟

پس میں کہتا ہوں، اور از فرق تا بقدم ایک صداے ربانی بنکر کہتا ہوں - جبکہ یقین کی وہ لازوال طاقت میرے ساتھہ ہے، جسکے لیے کبھی فنا نہیں - جبکہ وہ بصیرۃ الہی میرے دل کے اندر موجود ہے، جسمیں کبھی تذلل و تذبذب نہیں - اور جبکہ وہ شہادت ایقانی میرے سامنے ہے، جسکی رویت میں کبھی دھوکا اور فریب نہیں - کہ زندگیوں اور کامیابیوں کا وہ تخم مقدس، کوئی انجمن، کوئی اسکیم، کوئی بے شمار خزانہ، کوئی عہد حفاظت، کوئی اقرار خدمت، غرضکہ دنیا کی کوئی آواز اور انسانوں کی کوئی تدبیر نہیں ہو سکتی، مگر

صرف وہ ایک ہی تحریک حق و صداقت، جو مسلمانوں کو انکی حیات انفرادی و ملی کی ہر شاخ میں "مسلمان" بننے کی دعوت دے،

اور اپنی اس آواز کو انکے تمام صغار و کبار، رجال و اناث، اعالی و ادانی، شہری و دیہاتی، عوام و خواص، غرضکہ ہر فرد ملت کے دل و جگر میں اتار دے کہ :

یا ایہا الذین آمنوا ! ادخلوا فی السلم کافۃ و لا تتبعوا خطوات الشیطان، انہ لکم عدو مبین !! (۲ : ۱۳۶)

اے وہ لوگو کہ ایمان اور اسلام کے مدعی ہو ! صرف دعوا کافی نہیں، اگر زندگی چاہتے ہو تو اسلام میں پورے پورے آجاؤ، اور شیطان کے قدم بقدم نہ چلو ! وہ انسانی ہدایت اور ارتقا و عروج کا ایک بالکل کھلا دشمن ہے !

اور اس طرح اتار دے کہ خدا کے بندے پھر صرف اسی کے ہو جالیں - اسکے رشتے سے ٹوٹے ہوے پھر اسی کے ساتھہ جڑ جائیں، اسکے دروازے سے بھاگے ہوے پھر اسی کی غلامی کی زنجیریں پہن لیں - اسکے چاہنے والے پھر ہر طرف سے کٹکر صرف اسی کو پیار کرنے لگیں - اسکے پکارنے والے پھر اسی کی جستجو میں نکل جائیں، اس سے غفلت کرنے والے پھر اس روٹھے ہوے کو منا لیں - اور اس ایک کی غلامی کا حلقہ پہن کر تمام دنیا کو اپنا غلام بنانے والے، پھر اسی کی چوکھٹ پر جھک جائیں - تا کہ اسکے آگے جھک کر سب کے آگے سر بلند ہوں، اور اسکے آگے جبین نیاز جھکا کے سب کو اپنے آگے مسجود دیکھیں - یعنی ہجر کے بعد پھر وصال کی بزم آرائی ہو - محرومی کے بعد پھر کامرانی کے راز و نیاز ہوں، اور نامرادی کے بعد پھر دولت مقصود و مطلوب سے دامن و آستین امید مالا مال ہو جاے !!

و ہو الذی یقبل التوبۃ عن عبادہ و یعفوا عن السیئات و یعلم ما تفعلون، و یستجیب الذین آمنوا و عملوا الصالحات و یزید ہم من فضلہ (۴۲ : ۲۴)

" اور وہی غفور اور رحیم تو تمہارا معبود کارساز ہے، کہ اسکے بندوں نے خواہ کتنی ہی اسکی نافرمانیاں کی ہوں، اور خواہ کتنی ہے سخت مصیبتوں میں مبتلا ہو گئے ہوں، لیکن جب وہ اسکے آگے توبہ کا سر جھکاتے ہیں، اور ہر طرف سے کٹکر صرف اسی کے ہو جانا چاہتے ہیں، تو وہ انکی توبہ کو قبول فرما لیتا ہے اور انکی خطاؤں سے درگذر کر دیتا ہے - اور تم لوگ جو کچھہ کر رہے ہو اسے رتی رتی معلوم ہے - اور پھر جو لوگ اسکے احکام پر ایمان لاے اور اعمال صالحہ اختیار کر لیے، تو وہ ان پر اپنی رحمت کا دروازہ کھول دیتا ہے، انکی دعاؤں کو سنتا ہے، اور انکی آرزوؤں کو پورا کرتا ہے، اور اپنے فضل بلندہ نواز سے انکو انکے حق سے بڑھکر اسکا بدلہ دیتا ہے !! "

اور پھر صدا سے میرا مقصود کیا ہے ؟ صداؤں کی تو کبھی بھی کمی نہیں رہی ہے - زبانوں نے ہمیشہ قدموں سے زیادہ کام کیا ہے، اور دنیا میں ہمیشہ خاموش رہنے والوں سے چیخنے والوں کی تعداد زیادہ رہی ہے - پس صدا سے مقصود وہ آواز نہیں ہے، جو کھوکھلے سینوں، تاریک دلوں، اور بے سوز حلقوں سے اٹھکر دوسروں کے اندر وہ چیز پیدا کرنا چاہتی ہے، جو خود اسکے اندر نہیں ہے :

اتامرون الناس بالبر و تنسون انفسکم (۲ : ۴۱) اور وہ انسانی آواز بھی مقصود نہیں ہیں، جو گو کتنی ہی اچھے ارادوں اور دلفریب خواہشوں کے اندر ملفوف ہیں، مگر خود انکے اندر ایک صداے محض اور آواز تہی سے زیادہ اور کچھہ نہیں ہے -

بلکہ میں اس صداے رعد آساے قلب شکن، اور نداء ضلالت ربائے ہوش افگن کی طرف اشارہ کر رہا ہوں، جو گو انسانوں کے حلقوں سے نکلتی ہو، مگر در اصل ہدایت ربانی اور توفیق حقانی کی ایک صداء مقلب القلوب ہو، جس نے لسان عباد کو اپنا ظاہر بنا لیا ہو - اور حق و صداقت کا ایک حسن مخفی ہو، جو انسانی خال و خط کے اندر سے اپنے جمال حقیقی کی شعاعیں دکھلا رہا ہو - یعنی وہ صدا، جسکا صدور زبان کی حرکت کی جگہ دل کا اضطراب ہے - جسکے اعلان کے لیے حلق سے اٹھنے والی آواز بس نہیں بلکہ دل کے پھڑکنے اور تڑپنے کی آواز مطلوب ہے جسکے سننے کے لیے دنیا کی تمام آوازوں کی طرح کان کی ضرورت نہیں بلکہ دل کی ضرورت ہے - جو گویائی کی زبان سے نہیں، بلکہ خاموشی کے لبوں سے بولتی، اور انسان کے پردہ ہاے سماعت سے نہیں، بلکہ ایوان قلب و روح کی دیواروں اور محرابوں سے ٹکراتی ہے !!

لسانی اعیی فی الہوی، و ہو ناطق
و دمعی فصیح فی الہوی و ہو اعجم

کیونکہ گو بظاہر وہ آواز انسانی جماعتوں اور فردوں سے اٹھتی ہے، مگر در اصل اس راز حقیقت کا نعرہ کچھہ اور ہی ہوتا ہے اور اس محمل صورت کے اندر ایک دوسری ہی لیلی ہے، جسکے حسن حقیقت کا جمال خلوت گزیں مخفی ہوتا ہے -

بالفاظ سادہ تر

بہتر ہے کہ میں اپنے مطلب کو زیادہ واضح کردوں - میرا مقصود اس صداے دعوت سے ہے، جو محض آجکل کی مصطلحہ تحریک اور ایک رسمی آواز ہی نہو، بلکہ اسکی داعی ایک ایسی جماعت ہو، جو اپنی زبانوں کی طرح اپنے اعمال کے اندر بھی ایک صداے دعوت رکھے - جو سر سے لیکر پیر تک اس دعوت کا ایک پیکر مجسم ہو، جو دنیا کو اللہ کی طرف بلانے سے پہلے خود اللہ کے لیے ہو چکی ہو - اور بیماروں کو نسخہ دینے سے پہلے خود بھی اپنے لیے نسخہ لکھہ چکی ہو - اسکے اندر حقیقت اسلامیہ کی عملی روح ہو - اسکا دل جمال الہی کا مسکن، اور اسکا چہرہ حسن حقیقت کا حجاب ہو - وہ دنیا کی تمام طاقتوں اور ماسوا اللہ قوتوں سے باغی ہوکر صرف خداء اسلام کی وفادار اور تابع احکام ہو، اور ایک کے استغراق و استہلاک میں اسطرح فنا ہو گئی ہو، کہ پھر دنیا کی صدہا قواء شیطانیہ کیلیے اسکے پاس کوئی متاع باقی نہ رہی ہو، اور ہر آن و ہر لمحہ اسکے اعمال کی زبان حال " من رآنی فقد رای الحق " کی صداے توحید سے غلغلہ انداز اقلیم روح و معنی ہو - و للہ در ما قال :

انا من اہوی، و من اہوی انا
نحن روحان حللنا بدنا
فاذا ابصرتنی، ابصرتہ
و اذا ابصرتہ، ابصرتنا

جبکہ میرا اشارہ ایک ایسی جماعت کی طرف ہے ' تو پھر کیوں متعجب ہوتے ہو اگر میں نے اسکی صدا کو صداء حق ' اور اسکے جمال کو جمال الہی کہا ؟ حالانکہ جو نفوس قدسیہ نفس و شیطان کے تسلط کی زنجیریں توڑ کر " حقیقت اسلامیہ " کی محویت و خود فروشی کے مقام کو اپنے اوپر طاری کرلیتے ھیں ' یعنی اپنی تمام قوتوں اور خواھشوں کے ساتھہ اللہ کے ھاتھہ بک جاتے ھیں ' اور ھر طرف سے گردن موڑ کر صرف اسی قبلۂ ارواح و کعبۂ قلوب کے آگے منہ کر لیتے ھیں ' پھر وہ " مسلم " ہوتے ھیں ' اور " اسلام " کے معنے گردن کے رکھدینے ' حوالہ کردینے اور جھکا دینے کے ھیں - پس جمال الہی انکی تمام قوتوں کا احاطہ کرلیتا ہے ' اور انکی ہر چیز کو اپنے حسن کی تجلیات کا آئینہ بنا دیتا ہے - وہ بولتے ھیں تو اللہ کی آواز نکلتی ہے ' چلتے ھیں تو اللہ کے پانوں سے چلتے ھیں ' اور دیکھتے ھیں تو اللہ کی بصیرت سے دیکھتے ھیں :

گفتن او گفتن اللہ بود
گرچہ از حلقوم عبد اللہ بود

صحیح بخاری کی مشہور " حدیث ولی " تم کو یاد ہوگی :

فاذا احببتہ کنت سمعہ الذی یسمع بہ ' و بصرہ الذی یبصر بہ ' و یدہ التی یبطش بہا ' ولسانہ الذی یتکلم بہ ' ولئن سألنی لاعطینہ ' ولئن استعاذنی لاعیذنہ (بخاری - کتاب التواضع)	جب میں اپنے کسی بندے کو محبوب بنا لیتا ہوں تو میں اسکا کان ہوجاتا ہوں ' وہ میرے کان سے سنتا ہے - میں اسکی آنکھہ ہوجاتا ہوں ' میری آنکھہ سے دیکھتا ہے - میں اسکا پاوں ہوجاتا ہوں ' میرے پاوں سے چلتا ہے - میں اسکی زبان بن جاتا ہوں ' میری زبان سے بولتا ہے ' پھر وہ جو کچھہ مانگتا ہے اُسے عطا کرتا ہوں ' اور جب میری طرف آتا ہے ' اُسے پناہ دیتا ہوں " !

وراء ذاک فلا اقول ' لانہ
سر لسان النطق عنہ اخرس

مصر کیلیے بھی رفارم اسکیم

آجکل مصر کے تمام اخبارات اس جدید قانون پر بحث کر رہے ھیں ' جو سنہ ۱۸۸۳ ع کے قانون نظامی کے قائم مقام ہوگا ' اور " مجلس شوری القوانین " اور " جمعیۃ عمومیہ " کے بدلے " جمعیۃ تشریعیہ " کو (یہی اسکا نام تجویز کیا گیا ہے) قائم کریگا -

اسکے اعضاء کی تعداد اتنی ھی ہوگی ' جتنی کہ جمعیۃ عمومیہ کے اعضاء کی ہوتی تھی - ان اعضاء کا انتخاب اس اصول پر ہوگا کہ فی دو لاکھہ آدمی ایک عضو لیا جائیگا -

اس اصول کی بنا پر قاھرہ سے ۴ - اعضاء لیے جائینگے - اسکندریہ سے ۳ - غربیہ سے ۷ ' بحریہ سے ۶ ' وھلم جرا - کل منتخب اعضاء کی تعداد ۶۶ - ہوگی -

ان منتخب اعضاء کے علاوہ ۱۵ - اعضاء کو خود حکومت نامزد دریگی - اس نامزدگی میں مختلف فرقوں اور پیشوں کی نسبت باھمی کا لحاظ رکھا جائیگا - یہ وھی مسئلہ ہے جس پر ھندوستان میں ھندو مسلمان باھم جوتی پیزار کرچکے ھیں اور کر رہے ھیں -

قبطی ۸ لاکھہ ھیں - اب فرض کرو کہ انکے دو ھی ممبر منتخب ہوے ' تو اس ۱۵ - میں دو قبطی مقرر کیے جائینگے ' تاکہ فی دو لاکھہ نفوس میں ایک عضو کا قاعدہ محفوظ رہے - فرقوں کے علاوہ پیشہ ور جماعتوں ' اطبا ' وکلاء ' علماء مذھب وغیرہ - کی طرف سے بھی مندوب (ڈیلیگیٹ) لیے جائینگے - لیکن ان تمام نامزدگیوں میں یہ امر ملحوظ رہیگا کہ کسی حالت میں بھی اس قسم کے اعضاء کی تعداد ۱۵ - سے زیادہ نہ ہونے پائے -

لارڈ کرومر کے عہد میں مصر میں دو مجلسیں تھیں : ایک مجلس شوری القوانین ' اور دوسری جمعیۃ عمومیہ - اول الذکر کا کام وضع قوانین تھا ' اور دوسرے کا انفاذ قوانین - گویا یہ ایگزیکیٹو اور لیجسلیٹو کونسلوں کی قایم مقام تھیں - گو جمعیۃ عمومیہ کے اوامر و احکام کی پابندی حکومت کے لیے لازمی نہ تھی -

رعایا کے سینوں کو ھمیشہ گونہ گوں خوشگوار امیدوں کا تفرجگاہ رکھنا ' انگریزی قوم کی ما بہ الامتیاز خصوصیت ہے - لارڈ کرومر نے اپنی آخرین رپورٹ میں مصریوں کو امید دلائی تھی کہ اگر وہ وطنی جد و جہد سے باز آجائیں تو عنقریب انکو نیابتی اصول پر ایک مجلس دی جائیگی - لارڈ کرومر کے عہد تک مصر کی دونوں مجلسوں کی کارروائی ایسے حریم اسرار میں ہوا کرتی تھی ' کہ جمہور کو یہاں کی تمام کارروائیوں میں سے صرف اپنی قسمت کا فیصلہ ھی معلوم ہوتا تھا -

لارڈ کرومر کے بعد سر ایلڈن گورسٹ معتمد برطانیہ مقرر ہوے - مجلس موعود کا وقت ابھی شاید نہیں آیا تھا ' اسلیے اسکے متعلق تو امیدیں ھی امیدیں رھیں - البتہ اتنی نوازش کا اظہار کیا گیا کہ ایوان مجلس کے دروازے وقائع نگاروں کے لیے کھولدیے گئے -

غالباً ھندوستان کے تجربے کے بعد قارئین کرام کو یہ سنکے بالکل تعجب نہ ہوگا کہ ان دونوں مجلسوں کی تمام زندگی میں صرف ایک واقعہ ھی قابل ذکر ہے -

مصر پر انگریزی پنجے کی گرفت کسیقدر مضبوط ہو چلی تھی ' اسلیے امید تھی کہ اب اسکی فرما یشیں کبھی مسترد نہ ہونگی - یورپ کے نقطۂ نظر سے نہر سویز کی اھمیت معلوم ہے کہ اسکو کلید عالم سمجھیے تو بجا ہے - لیکن دراصل یہ مصری ملکیت ہے ' اور اسماعیل پاشا کی بد بختانہ غفلت سے انگریزوں کے ھاتھہ چلی گئی ہے - اب اسکے معاھدے میں بہت زیادہ مدت باقی نہ رھی تھی - اسلیے آیندہ کیلیے اسکی توسیع مدت کی تجویز پیش کی گئی -

تعلیم یافتہ جماعتوں نے اس تجویز کے خلاف نہایت سختی سے صداے احتجاج (پروٹسٹ) بلند کی - اور اس طرح اسکے خلاف ایجی ٹیشن پیدا کیا گیا کہ اسکی آواز بازگشت ھر در و دیوار سے آنے لگی -

خدیو کی براے نام حکومت مجلس شوری اور جمعیۃ عمومیہ سے مشورہ کرنے کے لیے مجبور تھی -

لیکن انگلستان کے زرخرید غلام مرقس بک سمیکہ قبطی ممبر کے علاوہ ' دونوں مجلسوں کے تمام ممبروں نے بالاتفاق اس تجویز سے اختلاف کیا ' اور پوری جرأت سے تجویز مسترد کردی - اسی اختلاف کا نتیجہ تھا کہ انگلستان اس مرتبہ اپنی کوشش میں ناکام رہا ' اور آیندہ پھر اُسے ایک دوسری کوشش کرنی پڑے گی -

دونوں مجلسوں کی اس جرأت نے اپنے آپ کو انگلستان کی نگاھوں میں سخت مبغوض کردیا - اور غالباً اسی وقت سے طے کرلیا گیا کہ کسی نہ کسی طرح دونوں کو توڑ دیا جاے -

اس مجوزہ مجلس کی تقریب میں ظاھر کیا گیا ہے کہ اس کا مقصد مصر میں بتدریج پارلیمنٹری حکومت کو روشناس کرانا ہے - مگر ارباب نظر جانتے ھیں کہ یہ ایک کھلونا ہے ' جو ھندوستانیوں کی طرح مصریوں کو بھی اسلیے دیا گیا ہے ' تاکہ وہ اسی میں بہل جائیں ' اور اسطرح الجھے رھیں کہ تخلیۂ وطن کے مطالبے سے غافل ہو جائیں ' اور (حسب تجویز ٹائمس) افریقہ میں سب سے پہلی اور سب سے آخری اسلامی سلطنت کو بھی " شاھنشاھی انگلستان کی آغوش شفقت و پناہ میں بے غل و غش جگہ مل جاے " ! فیا لیتہم یعلمون ای منقلب ینقلبون !

الحرية في الاسلام

نظام حكومة اسلاميه

و امرهم شوري بينهم (۴۲ : ۳۶)

(۱)

تمام دنیا میں جمہوریت کے خیالات پھیل رہے ہیں ' شخصی استبداد و مطلق العنانی سے ہر جگہ نفرت کی جا رہی ہے ' اور اس حقیقت کا اعتراف پیہم ہے کہ قانونی و سیاسی آزادی میں تمام انسان مساوي الرتبه ہیں - قوم کو اپنے ثمرات ملک سے تمتع کا حق حاصل ہے - وہ اس حق میں دوسروں پر مقدم ہے -

دنیا کی تمام قومیں اس حقیقت پر ایمان لا چکی ہیں ' اور ہر ممکن ذریعہ و کوشش سے اسکے حصول کیلیے کوشاں ہیں - بعض کوششیں ہدف مقصود تک پہونچ چکی ہیں ' اور بعض پہونچنے کے قریب ہیں -

لیکن مسلمان جو دنیا کی آبادی کا پانچواں حصہ ہیں ' اب تک اس حقیقت سے بیخبر ہیں ' اور جو باخبر ہیں وہ اس کے تصور میں اسکی صورت مہیب ہے - حالانکہ اس حق طلب اور داد خواہ جماعت میں سب سے آگے مسلمانوں کو ہونا چاہیے تھا ' کیونکہ انکا پیغمبر دنیا میں صرف اسلیے آیا ' تا کہ انسانوں کو انسانوں کی غلامی سے نجات دلائے -

یورپ کی قومیں دور سے کھڑي مسلمانوں کے اعمال و حرکات جہل عن الحقیقه کا تماشا دیکھ رہي ہیں - ہمکو از راہ لطف و کرم اس راستے کے شدائد و خطرات سے مطلع کیا جا تا ہے ' اور وعید و تہدید کي کڑک میں یہ تنبیہ کرنے والي آواز سنائي دیتي ہے کہ " دیکھنا ! اس زنجیر کو جس سختي سے کاٹنا چاہوگے ' اوسي سختي سے یہ پاؤں میں اور زیادہ لپٹ جائیگي " اکثر واعظین سیاست از راہ شفقت و نصیحت دیتی ہمکو یہ بھي تلقین کرتے ہیں کہ حریت حکومت کیلیے اس قسم کی کوششیں اور جد و جہد ' تعلیمات قرآنیه کے خلاف اور تاریخ اسلام کے منافي ہیں -

لیکن واقعہ یہ ہے کہ واقعات تازہ نے مسلمانوں کي حسیات زندہ کردیے ہیں ' اونکو اپنا ایام رفتہ خواب پھر یاد آگیا ہے - اتباع احکام رباني کیلیے ان میں ایک نیا ولولہ پیدا ہوگیا ہے ' اور اسلام کي حریت و آزادي کے اسباق پر پھر اونھوں نے نظر ڈالني شروع کردي ہے ' اسلیے اونکے ناصحین و مشفقین سیاست کو اوسکی ہدایت سے مایوس ہوجانا چاہیے کہ اونکا اب گمراہ ہي ہونا اونکے حق میں ہدایت سے بہتر ہے - و اللہ یهدي من یشاء الی صراط مستقیم -

نوبت زهد فروشان ریا کار گذشت

وقت شادي و طرب کردن رندان برخاست !

اسلام خود اپنے بیان کے مطابق " ربنا آتنا في الدنیا حسنة و في الاخرة حسنة " دین و دنیا کی اصلاح کیلیے آیا تھا ' اور اسي لیے دونوں جہان کي برکات اسکے ساتھہ تھیں - پھر اگر یہ فرض کرلیا جاے کہ اسلام کے خزانۂ ہدیٰ میں حسنات سیاست دنیاوي کا وجود نہیں ' تو اسکے یہ معنی ہونگے کہ نصف خدمت انساني کي انجام دہي سے وہ مقصر تھا ' جسکا تخیل بھي کوئي مسلمان نہیں کرسکتا ' اسلیے ضروري ہے کہ ہر مسلمان اسلام کے کارنامہ ہاے سیاسیہ اور طرق اصلاح حکومت دنیویہ سے آج واقفیت حاصل کرے -

ظهر الفساد في البر و البحر

آج سے ۱۳۳۱ - برس پہلے کا واقعہ ہے کہ دنیا استبداد و استعباد کے عذاب الیم میں مبتلا تھی - غلامي کي زنجیروں نے اوسکا بند بند جکڑ رکھا تھا ' فرمانروایان ملک ' امراے شہر ' رؤساے قبائل ' اپنے اپنے حلقۂ فرمانروائي میں " اربابا من دون اللہ " تھے ' اور انکے ہاتھہ میں اونکے اطاعت گذار اور بے بس بالکل مثل معدوم الارادہ آلات عمل کے تھے ' جنکی زندگي کا موضوع واحد صرف اپنے قادر قاہر کی تکمیل ہواے نفس ' و اتباع مرضیات تھا - صداقتوں کي حقیقت اور امور و واقعات کي صداقت کا فیصلہ سلاطین و امرا کے چشم و ابرو کا ایک اشارہ ' اور ملوک و رؤسا کے کام و دہن کی ایک جنبش کرتي تھي - مسیح سے ۱۷۰۰ - برس پہلے ' ذات شاہي ہر تقدیس سے متصف ' ہر احترام فوق العادہ سے مقدس ' اور ہر نقص و عیب سے مبرا تھي ' کیونکہ وہ خدا تھي ' خدا کا سایہ تھي ' یا کم از کم مرتبۂ انسانیت سے ایک بالا تر شے ضرور تھي !

فراعنۂ مصر دیوتا تھے - اسي لیے مصر کے ایک فرعون نے مسیح سے ۱۷۰۰ - برس پہلے اپنے درباریوں کو کہا تھا " انا ربکم الا علی یعنی موسی کا خدا کون ہے ؟ تمہارا بڑا خدا تو میں ہوں " کلدانیوں کے ملک میں نمرود بابل کي پرستش کیلیے ہیکل بنتے تھے ' ہندوستان کے راجہ دیوتاؤں کے اوتار بنکر زمین پر اترتے تھے ' روما کا پوپ خدا کے فرزند کا جا نشین تھا ' اور اسکا آستانۂ قدس سجدہ گاہ ملوک و سلاطین -

روم کے قیصر اور فارس کے کسری ' دو دیوتا نہ تھے ' لیکن فطرۂ بشریہ سے منزہ ' اور مرتبۂ انسانیہ سے بلند تر ہستي تھے ' جنکے سامنے بیٹھنا ممنوع ' جنکے سامنے ابتداے کلام گناہ ' جنکا نام لینا سوء ادب ' اور جنکی شان میں ادنی سا اعتراض بھي موجب قتل تھا - بیت المال انکي سامان مصرف ' رعایاے ملک غلامان درگہ شاہنشاہی تھے -

دنیا اسي تعبد و غلامي اور ذلت و نکبت میں تھي کہ بحر احمر کے سواحل پر ریگستاني سرزمین میں ایک " عربي پادشاہ " کا ظہور ہوا ' جسنے اپنے معجزانہ زور و توانائي سے قیصر و کسری کے تخت الٹ دیے ' تاباے روضۃ الکبری کے ایوان قدس کي بنیادیں ہلا دیں ' تعبد و غلامي کی زنجیریں اوسکی شمشیر غیر آہني کی ایک ضرب سے کٹکر ٹکڑے ٹکڑے ہوگئیں ' اور استقلال ذات و فکر ' حریت ' خیال و راے ' و شرف و احترام نفس ' مساوات حقوق ' اور ابطال شاہنشہي کي روشنی دنیاے

قدیم (۱) کے قلب سے نکلکر تمام دنیا میں پھیل گئی - شاہان عالم مرتبۂ قدوسیت و معصومیت سے گرکر عام سطح انسانی پر آگئے ' اور عام انسان ' سطح غلامی و حیوانیت سے بلند ہوکر مصر و بابل کے دیوتاؤں اور روم و ایران کے قیصر و کسری کے پہلو بہ پہلو کھڑے ہوگئے ' اور بقول گبن (مشہور مورخ) " فرائے عمل و رلندہ دلی جو صومعوں اور خانقاہوں میں پڑی سوتی تھی ' عسکر حجاز کی آواز دہل سے چونک پڑی ' اور اسلام کی اس نئی سوسائٹی کا ہر ممبر حسب استعداد مہارت و حوصلہ اپنے اپنے مرتبے پر پہونچ گیا " (۲)

یہ معجزانہ قوت و توانائی کیا تھی ؟ جلال روحانی سے بھری ہوئی ایک آواز تھی ' جو بوقبیس کی پہاڑی سے بلند ہوئی ' اور جس سے گنبد عالم کا گوشہ گوشہ گونج اٹھا ' کہ اے اہل عالم !

تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا و بینکم ان لانعبد الا اللہ ولا نشرک بہ شیئاً ولا یتخذ بعضنا بعضاً ارباباً من دون اللہ (۳ : ۵۷)

آؤ ' ایک بات جو اصولاً و عقلاً ہم میں تم میں متفق علیہ ہے ' اوسکو عملاً بھی تسلیم کرلیں ' یعنی خدا کے سوا کسیکی پرستش نکریں ' نہ اوسکی خدائی میں کسیکو شریک ٹھہرالیں ' اور نہ ہم خدا کے سوا ایک دوسرے کو اپنا خدا اور آقا بنا لیں -

اس ایک آواز سے انسانی جباری و الوہیت کے بت سرنگوں ہوکر گر پڑے - شہنشاہیوں کا پر اسرار اور عجیب الخواص طلسم ٹوٹ گیا ' بادشاہ ' خادم رعایا - بیت المال ' خزانۂ عمومی ' اور تمام انسان مساوی الرتبہ قرار پاگئے - عرب کے بادشاہ نے نہ اپنے لیے قصر و ایوان طیار کرایا ' نہ قاقم و دیبا کے فرش بچھائے ' نہ سونے چاندی کی کرسیوں سے دربار سجایا ' اور نہ اوسنے اپنی ہستی کو انسانیت سے مافوق بتایا ' بلکہ علی الاعلان کہدیا .

انما انا بشر مثلکم — میں بھی تمہاری ہی طرح ایک آدمی ہوں !

یہ تو عرب سے باہر کا حال تھا - خود عرب کا حال کیا تھا ؟ اطراف عرب یمن ' یمامہ ' غسان ' حیرہ ' بحرین ' عمان میں روم و فارس کے ماتحت جو ریاستیں تھیں ' وہ تو سرتا پا روم و ایران کے رنگ میں رنگی ہوئی تھیں - لیکن وسط عرب کی بھی حالت یہ تھی کہ اسلام سے پہلے وہ بالکل مبتلائے فوضویت تھا - جسطرح ہر قبیلے کا خدا الگ تھا ' اسی طرح ہر ہر قبیلے کا شیخ بھی الگ تھا ' آپس کی جنگ و جدال اور حرب و قتال نے تمام ملک کو کارزار بنا رکھا تھا ' بے اطمینانی و بے امنی عرب کے گوشے گوشے میں موجود تھی ' قبائل کا ایک دوسرے کے مملوکات پر غارتگری بہترین کسب معاش تھی - اس پر شعرائے قبائل ' مخربہ قصائد لکھتے تھے ' اور ہر شخص دوسرے کی عزت و مال کو اپنے لیے بہترین مصرف قرار دیتا تھا -

درحقیقت دنیا کے اس خشک و بے آب ملک کا چپہ چپہ انسانوں کے خون سے سیراب کیا جا رہا تھا کہ دفعۃً سلطنت الہی کا ظہور ہوا ' اور وادی مکہ میں عرب کے سب سے بڑے مجمع کے اندر اسکے اس فرمان کا اعلان کیا گیا ' کہ : اے اولاد آدم !

الا ان دماءکم و اموالکم حرمت علیکم کحرمۃ یومکم ھذا ' فی شھرکم ھذا ' فی بلدکم ھذا ' الا کل شئ من امر الجاھلیۃ تحت قدمی موضوع ودماء الجاھلیۃ موضوعۃ وان اول دم

ہوشیار ہو جاؤ کہ آج جان اور مال کی حرمت قائم کی جاتی ہے ' جسطرح کہ آج کے روز کی اس شہر مکہ میں - اور اس ماہ حج میں حرمت ہے - ہوشیار ہو کہ جاہلیت کی تمام باتیں آج میرے پاؤں کے نیچے ہیں - ایام جاہلیت کی خونریزی اور اوسکے انتقام کے تمام واقعات آج سے فراموش ہوں -

اضعہ من دمائنا دم ابن ربیعۃ الحارث ! (الحدیث : صحاح)

سب سے پہلے میں خود اپنے عم زاد بھائی ابن ربیعہ بن حارث کا خون فراموش کرتا ہوں -

یہ ایک آواز تھی ' جس سے عرب کے پر شور و شر فضا میں سکوت طاری ہوگیا ' امن عام کا ابر چھا گیا ' حکومت الہی کے اس داعی نے نصرانی شہزادہ طے سے فرمایا تھا کہ " عرب کی بے اطمینانی سے نہ گھبراؤ - وہ وقت آئیگا کہ ایک بڑھیا سونا اچھالتی ہوئی عرب کے ایک گوشے سے دوسرے گوشے میں نکل جائیگی ' اور کوئی اوس سے تعرض نکریگا " پس وہ وقت آگیا کہ بڑھیا سونا اچھالتی ہوئی ایک گوشے سے دوسرے گوشے میں نکل گئی اور کسی نے اوس سے تعرض نکیا -

تاسیس اصلاحات حکومت

اس سلسلہ میں یہ عجیب بات ہے کہ اسلام نے حکومت اسلامی کا جو نظام قرار دیا ' وہ ایک ایسی چیز تھی ' جو اوسکے گرد و پیش کے نظامات حکومت میں کہیں بھی موجود نہ تھی - اوسنے ایک باقاعدہ قانونی و جمہوری حکومت کی بنیاد ڈالی - حقوق عامہ کی تشریح و تعیین کی ' تعزیرات و حدود و جرائم کے مناسب قائم کیے - مالی ' ملکی ' اور انتظامی قوانین وضع کیے ' عدل و انصاف کی تعلیم دی ' قانونی تسامح و استثناء شخصی کی ممانعت کی ' شخصی حکومت و ذاتی امتیاز کو یک قلم مٹا دیا -

یہ مجمل بیانات ہیں جنکی تفصیل و اثبات کیلیے موجودہ اصول جمہوریت و عمومیت کی بنا پر متعدد مباحث طے کرنے جاہئیں -

نظام جمہوریہ

ایک بہتر سے بہتر حکومت کے تخیل کے لوازم کیا ہیں ؟ اسکے جواب میں ہمارا موجودہ سیاسی لٹریچر ان دفعات سے بہتر کوئی شے نہیں پیش کرسکتا ' جو (انقلاب فرانس) کے شدائد و مصائب کے بعد اٹھارہویں صدی میں مرتب ہوے ' اور جن پر آج جمہوری حکومتوں کا عمل ہے - یعنی :

(۱) حکومت جمہور کی ملک ہے ' وہ ذاتی یا خاندانی ملک نہیں -

(۲) تمام اہل ملک ہر قسم کے حقوق و قانون میں مساوی ہیں -

(۳) رئیس ملک (پریسیڈنٹ) جسکو اسلام کی اصطلاح میں امام یا خلیفہ کہتے ہیں ' اوسکا تقرر ملک کے انتخاب و اختیار عام سے ہو ' اور اوسکو دیگر باشندگان ملک پر کوئی ترجیح نہو -

(۴) تمام معاملات ملکی اور امور انتظامی و قانونی ملک کے اہل الرائے اشخاص کے مشورہ سے انجام پائیں -

(۵) بیت المال یا خزانۂ ملکی عام ملک کی ملکیت ہو - رئیس کو بغیر مشورۂ ملک و اہل حل و عقد کے اوس پر تصرف کا کوئی حق نہو -

حکومت جمہور کی ملک ہے - وہ ذاتی یا خاندانی ملک نہیں

یہ بحث درحقیقت ریڑۂ مباحث اور خلاصۂ جمہوریت ہے ' اور آیندہ کی تمام بحثیں درحقیقت اسی اصل کی فروع اور متعلقات ہیں - اس دعوی کے اثبات کیلیے کہ " اسلام میں حکومت جمہور کی ملک ہے ' اور کسی خاص شخص کی ذاتی یا خاندانی ملک نہیں " بہترین دلیل خود اوسی کی زبان ہے - قران مجید کا یہ حکم ہر شخص کو معلوم ہے :

(۱) ملک عرب دنیاے قدیم کے قلب میں واقع ہے ' جیسا کہ بعض احادیث میں آیا ہے اور جغرافیۂ جدیدہ سے بھی ثابت ہے -

و شاورهم في الامر	امور (۱) حکومت میں اے نبی ! مسلمانوں سے مشورہ لیے لیاکرو - (۳ - ۱۵۳)

دوسری جگہ حکومت اسلامیہ کی مدح میں ارشاد فرمایا :

و امرهم شوری بینهم	انکی حکومت باهمی مشورہ سے ہے - (۴۲ : ۳۶)

ان دونوں آیتوں میں سے پہلی آیت میں حکومت کیلیے شورا عام کا حکم دیا گیا ہے' اور دوسری آیت میں اس حکم کی تعمیل کی تصدیق کی گئی - ان دونوں آیتوں سے چند باتیں ظاهر هوتی هیں :

(۱) حکومت اسلامیہ میں مشورۂ عام شرط ہے -

(۲) حکومت کی اضافت عام مسلمانوں کیطرف کی گئی ہے ' جس سے نفیئی طور پر ثابت هوتا ہے کہ حکومت اسلامیہ کسی کی ذاتی ملک نہیں بلکہ جمہور اسلام کی ملک ہے -

(۳) تیسری بات ان سے یہ ثابت هوتی ہے کہ مسلمانوں کا صدر اول میں اسی پر عمل تھا ' کیونکہ بغیر تاریخ سے سند لیے هوے ' خود قرآن هم کو بتلاتا ہے کہ " انکی حکومت باهمی مشورے سے ہے "

قرآن مجید کی ان آیات میں همکو اپنے دعوے کے اثبات کیلیے کسی دوسری دلیل کی احتیاج نہیں ' لیکن واقعات کے سلسلۂ ترتیب اور اعداے اسلام کی تشکیک کیلیے همکو چند دیگر واقعات کا بھی اضافہ کرنا ہے جس سے اسکا عملی رخ اور زیادہ واضح هوجاے :

(۱) آنحضرت صلعم نے اور خلفاے راشدین نے اپنا جانشین کسی عزیز یا اپنے بیٹے کو نہیں بنایا -

(۲) تمام معاملات ضروری میں آنحضرت اور خلفاے راشدین مہاجرین و انصار سے خصوصاً اور عام مسلمانوں سے عموماً مشورہ لیتے تھے -

(۳) خلفا کا تقرر عموماً مشورۂ عام سے هوتا تھا -

(۴) بیت المال عام مسلمانوں کا حق تھا - کبھی ذاتی طور پر اسکو صرف میں نہیں لایا گیا ' اور اسی لیے اسکا نام " بیت مال المسلمین " تھا -

حالانکہ اگر اسلام شخصی حکومت کی بنیاد رکھتا تو ضرور تھا کہ امور مذکورہ ' بالکلیہ حکومت اسلامیہ میں مفقود هوتے -

الغرض آیات مذکورہ کے علاوہ خلفا کا عام مجمع میں انتخاب' آزادی و حریت کے ساتھہ انکے احکام و اعمال کا انتقاد ' امور مہمہ میں خلفا کا اهل الراے اور ارباب حل و عقد سے استشارہ ' بیت المال کی شخصی حرمت اور اسکا " خزینہ عمومیہ " هونا ' اس امر کا محکم ترین ثبوت ہے کہ اسلام میں حکومت ' جمہور ملک کی طاقت کا نام ہے - وہ کوئی شخصی استبداد نہیں -

تمام اهل ملک مراتب حقوق ' قانون ' اور قواعد مملکت میں مساوی هیں -

در حقیقت یہ اسلام کی واضح ترین خصوصیت ہے کہ اسکی نظر میں آقا اور غلام ' معزز اور حقیر ' چھوٹا اور بڑا ' امیر اور فقیر ' سب برابر هیں - صہیب و بلال جو آزاد شدہ غلام تھے' سردار ان قریش کے پہلو بہ پہلو انکا نام ہے - اسلام کے سامنے صرف ایک هی چیز ہے جس سے انسانوں کے باهمی رتبے میں تفریق هو سکتی ہے ' یعنی تقوی اور حسن عمل -

ان اکرمکم عند الله اتقاکم (۴۹ : ۱۳)	تم میں زیادہ معزز وهی ہے جو زیادہ متقی ہے -

رسول الله (صلعم) نے صرف ایک فقرے میں مراتب کی تفریق کردی :

الکرم : التقوی (ترمذی باب مفاخرت)	بزرگی اور بڑائی ' صرف تقوی و حسن عمل ہے -
لیس لاحد علی احد فضل الا بدین و تقوی - (مشکوۃ باب مفاخرت)	ایک کو دوسرے پرفضیلت دینی اور تقوی کے سوا اور کوئی حق ترجیح و فضیلت نہیں ہے -
الناس کلهم بنو آدم ' و آدم من تراب - (مشکوۃ باب مفاخرت)	تمام انسان آدم کی اولاد هیں اور آدم مٹی سے بنا تھا ' پس سب آپسمیں برابر هیں -

مساوات قانونی کی اصلی تصویر صرف اسلام کے مرقع هی میں مل سکتی ہے - دنیوں اسلام کی نگاہ میں حاکم و محکوم اور امرا و عامۂ ناس یکساں هیں - کیا اسلام سے پہلے یہہ ممکن تھا کہ بادشاہ اپنی رعایا کے مقابلہ میں ایک معمولی آدمی کی طرح عدالت میں حاضر هو؟ حضرت عمر اور ابی ابن کعب میں ایک معاملہ کی نسبت نزاع هوئی - زید بن ثابت کے هاں مقدمہ پیش هوا - حضرت عمر جب انکے پاس گئے تو انہوں نے تعظیم کیلیے جگہ خالی کردی - حضرت عمر نے فرمایا : " ابن ثابت ! یہہ پہلی بے انصافی ہے جو تم نے اس مقدمے میں کی " یہہ کہکر اپنے مدعی کے برابر بیٹھہ گئے - (کتاب الخراج)

اسی طرح حضرت امیر جب ایک مقدمہ میں مدعا علیہ بنکر آئے تو انکو مدعی کے برابر کھڑا هونا پڑا - (عقد الفرید)

عہد عباسیہ میں حکومت اسلامی کی خصوصیات بہت کم باقی تھیں' لیکن پھر بھی جب مدینہ کے ملاوں نے خلیفہ منصور پر دارالقضا میں دعوی کیا' تو خلیفہ کو تنہا ان قلیوں کے دوش بدوش قاضی کے سامنے آنا پڑا - مامون کے دربار میں اسکے بیٹے عباس پر ایک بڑھیا نے نالش کی ' اور شہزادہ عباس کو بر سر دربار بڑھیا کے سامنے کھڑے هوکر اپنے مقدمہ کی سماعت کرنی پڑی !

قانون اسلامی میں قریب و بعید کا بھی کوئی امتیاز نہیں' آنحضرت نے صاف فرما دیا :

عن عبادة بن الصامت قال قال رسول الله صلعم اقیموا حدود الله علی القریب و البعید ' ولا تاخذ کم فی الله لومة لائم (ابن ماجہ کتاب الحدود)	خدا کے حدود یعنی خدا کے مقرر کردہ قوانین و آئین دور و نزدیک رشتہ دار وغیر رشتہ دار سب پر یکساں جاری کرو' اور خدا کے معاملہ میں تم ملامت کرنے والوں کی ملامت کی پروا نکرو -

(۱) " امر " کے معنی عام مفسرین نے امور جنگ کے لیے هیں ' لیکن وہ شخص جو صدر اول کے لٹریچر سے واقف ہے یقین کریگا کہ " امر " سے عموماً باقتضاے موقع " حکومت و خلافت " مراد لیاگیا ہے - احادیث میں سیکڑوں مواقع پر لفظ امر اسی معنی میں آیا ہے' مثلاً " من یصلح لهذا الامر " " لا تصلح هذه الامر " " ان هذا الامریتم " اور بے شمار احادیث صحیحہ میں یہ استعمال و محاورہ موجود ہے - اس بنا پر کوئی وجہ نہیں کہ صرف امور جنگ کی تحدید کردی جاے ' اور حسب محاورۂ صدر اول عام امور حکومت و خلافت نہ مراد لیے جائیں' جیسا کہ بعض علما نے مراد لیا ہے - مزید تفصیل کیلیے ایک مستقل مضمون کی ضرورت ہے ' تاهم میں ان تمام احادیث کا حوالہ دیتا هوں جنمیں خلافت و حکومت اسلامی کا ذکر ہے - ان کو دیکھیے کا تو اکثر جگہ لفظ " امر " انہیں معنوں میں نظر آئیگا - کما لا یخفی علی العلماء با حادیث النبی صلعم -

المکاتیب الحربیہ

یعنی مراسلات جنگ

موجودہ تاریخ حرب کا ایک صفحہ

(۲)

چنانچہ یہ نشانہ کارگر ہوا' اور تھوڑی دیر کے بعد ہم سب چٹلجا روانہ ہوگئے!

راستہ سخت تکلیف کی حالت میں طے ہوا - جب ہم لوگ قرق کلیسا پہونچ گئے' تو دونوں پروفیسر ہم سے علحدہ ہوگئے -

بدقسمتی سے موٹر کارہانی کی دلدل میں پھنس گئی - مجبوراً اسے وہیں چھوڑ دینا پڑا -

قرق کلیسا سے روانہ ہونے سے پہلے میں اسکے واقعوں میں گیا اور حالات دریافت کیے - معلوم ہوا کہ جسوقت ان قلعوں پر قبضہ کیا گیا' اسوقت ایک نامہ نگار بھی موجود نہ تھا - نامہ نگاروں نے اس معرکے کے جسقدر حالات لکھے ہیں' وہ درحقیقت بلغاری خرافات و اباطیل کا صد آئینہ اعادہ ہے -

دیگر نامہ نگاروں نے بھی یہاں قدم تک نہیں رکھا - محض بلغاریا کی روایات کی بنا پر لکھدیا کہ قلعہ نہایت مضبوط و محکم' اور اپنی تسخیر کیلیے جنوں کی سی طاقت کا طلبگار تھا!!

مجھکو جب وہ مضامین یاد آتے ہیں' جو اس زمانے میں نامہ نگاروں نے لکھے تھے' تو اپنی بے اختیارانہ ہنسی ضبط نہیں کرسکتا! کئی نامہ نگاروں نے (جنکے بوٹ کے تلے بھی یہاں کے ذرہ ہاے خاک سے آلودہ نہیں ہوے تھے) اپنے اپنے اخبارات کو لکھا تھا:

" قلعہ نہایت مضبوط و مستحکم ہے - اسکے متعلق شاہنشاہ جرمنی کے ماہرفن حرب کی راے تھی کہ تین مہینے سے کم میں کسی طرح مفتوح نہیں ہوسکتا' مگر با ایں ہمہ اولو العزم بلغاریوں نے چند گھنٹوں میں لے لیا - انھوں نے ۴۰ - ہزار فوج' کئی سو توپیں' اور نا قابل اندازہ سامان رسد پر بھی قبضہ کرلیا ہے!! "

لیکن میں نے معرکہ قرق کلیسا کے متعلق لکھا تھا کہ قرق کلیسا کوای مستحکم مقام نہ تھا - اسمیں صرف دو ہوائی باتریاں تھیں - بڑی توپ ایک بھی نہ تھی - چند چھوٹی چھوٹی قابل نقل و حرکت توپیں تھیں - محتسب تلغرافات نے جب میری تحریر دیکھی' تو مجھ سے پوچھا کہ میں بھی اپنے دیگر اخوان صحافت کی طرح کیوں نہیں لکھتا؟

میں نے کہا کہ آپ ان مزخرفات کو اخبارات کے پاس بھیجنے کی اجازت کیوں دیتے ہیں؟ محتسب مدرسہ حربیہ کا پروفیسر تھا - وہ مسکرایا اور کہا: " ہمارا کام یہ ہے کہ مضر چیزوں کو شائع نہ ہونے دیں - رہیں وہ خبریں جو ہمارے لیے مضر نہ ہوں' تو اگرچہ وہ کذب محض ہی کیوں نہ ہوں' مگر ہمیں انکے روکنے کی ضرورت ہی کیا ہے؟ "

جو نامہ نگار فوج کے ہمراہ جاتے ہیں' انکو اپنی تمام مراسلات پہلے محتسب کو دکھانی پڑتی ہیں -

محتسب اس قلمرو کا ایک خود مختار بادشاہ ہوتا ہے - وہ جو چاہتا ہے حذف کردیتا ہے' اور جو چاہتا ہے رہنے دیتا ہے - مگر اس سے کسی قسم کی پرسش نہیں کیجا سکتی - بعض محتسب اپنے اس اختیار کا استعمال بقدر ضرورت و بہ اندازہ اعتدال بھی کرتے ہیں' جیسے جنرل ڈیف' جو لڈمی اسمتھ میں محتسب تھے - یا سر فرانسس ریگنٹ' جو ام درمان میں محتسب تھے - مگر بلغاریوں کا عالم ہی دوسرا تھا -

سوڈان کی آخری لڑائیوں میں بھی مجھے ایک ایسی ہی بلغاری خصلت انگریز محتسب سے سابقہ پڑا تھا - وہ میری مراسلات کو اسقدر کاٹ دیتا تھا کہ آخر کو اسمیں کچھ بھی باقی نہیں رہتا تھا - جب میں اسدرجہ تشدد سے رنج ہوگیا' تو آخر ایک دن میں نے نہایت محنت سے ایک مراسلت لکھی' اور کوشش کی کہ عبارت کا دروبست ایسا ہو' جسمیں سے ایک لفظ بھی اپنی جگہ سے نہ ہٹایا جاسکے - اس مراسلت کے وسط میں ان محتسب صاحب کے متعلق بھی چند مدحیہ فقرے لکھدیے تھے - جب میں لیکر گیا تو حسب عادت اسکا ظالم قلم اسکے ہاتھ میں تھا - قطع و برید کے مستعد چشم و ابرو سے پڑھنا شروع کیا - اسوقت کی حالت مجھے کبھی نہ بھولیگی - آپ ایک ایک لفظ پر قلم رکھتے جاتے' اور پھر پڑھنے لگتے - یہاں تک کہ ان مدحیہ کلمات پر پہنچے - یہاں پہنچکے کسی قدر رکے اور کہنے لگے:

" اسکے رکھنے میں تو کوئی حرج نہیں مگر چند لفظ ضرور حذف کردینا چاہئیں "

میں نے کہا:

" یہ مراسلت لارڈ کچنر ضرور دیکھینگے - اگر بھیجیے تو پوری بھیجیے ورنہ بالکل حذف کردیجیے "

لارڈ کچنر کی اطلاع کے خیال سے انھوں نے کوئی لفظ حذف نہیں کیا' اور اسکے بعد میرے ساتھہ اپنی عادت ہی بدل دی!

اختیارات کا قاعدہ ہے کہ جب انکے استعمال میں تعسف و تشدد کو کام فرمایا جاتا ہے تو فریق ثانی اس سے بچنے کے لیے فریب و مکر' حیلہ و کذب' پیمان گسلی اور قانون شکنی' غرض کہ وہ تمام تدابیر اختیار کرتا ہے' جنکو انسانی ضمیر کبھی بھی جائز نہیں رکھہ سکتا - مگر اسکا ذمہ دار اصل میں وہی شخص ہے جو اپنے افعال و اعمال سے اس نامردانہ ضمیر کی تحریک کرتا ہے -

جیسا کہ میں نے ابھی بیان کیا' بعض محتسب حد سے زاید سخت ہوتے ہیں - انکے مقابلے میں بعض نامہ نگار بھی حد سے زاید شاطر و عیار ہوتے ہیں' اور وہ کسی نہ کسی طرح اپنے اخبارات کو بعض اہم امور کی اطلاع دے ہی دیتے ہیں - یہی وہ مراسلات ہیں جنکے متعلق ارباب جرائد " غیر محتسبہ " لکھدیا کرتے ہیں -

اسمیں شک نہیں کہ جنگ روس و جاپان میں جاپانیوں کے طرف سے نگرانی سخت تھی' مگر نامناسب اور بیجا نہ تھی -

مصنف ایک بوڑھی شخص تھا - اسکے ساتھ مدرسۂ حربیہ کے دو پروفیسر بھی تھے - یہ لوگ اسقدر خوش مزاج تھے کہ بہت جلد ہم میں اور انمیں دوستی ہوگئی -

بلغاریوں نے احتساب کے لیے جاپانیوں کی طرح مدرسۂ حربیہ کے پروفیسر تو ضرور مقرر کیے ' مگر دونوں میں بہت فرق تھا - جاپانی پروفیسروں کا علم و تجربہ ' دونوں وسیع تھا ' مگر بلغاری پروفیسروں کی حالت اسکے بالکل مختلف تھی - ان میں نہ رائے تھی اور نہ جرأت - اگر مراسلات میں کہیں توپ یا بندوق کا لفظ آجاتا تو گھبرا جاتے تھے - بسا اوقات تو یہ کرتے تھے کہ تمام نامہ نگاروں کو بلاکر کہتے کہ ایک دوسرے کو اپنی اپنی مراسلت سناؤ ' اور پھر اسکے بعد بھیجنے کی اجازت دیتے !

لیکن جیسا کہ دعوی ہے ' ان کا ذاتی برتاؤ بعض اوقات اچھا بھی تھا - چنانچہ تمام افسران جنگ میں سے جس کرنل گوسٹف کا ممنون رہونگا -

جب ہم جنگلا پہنچے تو ہمیں میدان جنگ (بیٹل فیلڈ) دیکھنے کا پورا موقع اسی کی بدولت ملا -

۱۷ - نومبر کو جب جنگ شروع ہوئی تو جنرل دیمتریف اور کرنل گوسٹف کے ہمراہ جانے کے لیے ہم بھی بلائے گئے - شام کو جب واپس آئے تو میں نے تار بھیجنا چاہا - محتسب نے اجازت نہ دی - میں نے سمجھ کا بہت فرانسیسی افسر کے ساتھ جاکر ' اور فرانسیسی زبان میں تار لکھکر کرنل گوسٹف کے سامنے اجازت کے لیے پیش کردیا - کرنل نے بلا تکلف اجازت دیدی ' اور اس طرح ایک غیر معمولی اطلاع حالات کی منگئی ' اگرچہ راہ کے موانع کی وجہ سے میرا تار ۱۰ - دن کے بعد منزل مقصود پہنچا -

نامہ نگار جنگ کو سب سے زیادہ دقت خبر کے بھیجنے میں ہوتی ہے ' کیونکہ عموماً جنگ کے علاقے سے تار گھر بہت دور ہوتے ہیں ' اور عام طور پر خط لشکر گاہ سے کئی کئی میل دور ہوتے ہیں -

جاپانیوں نے بھی تو جنگ منچوریا کے دنوں میں نامہ نگاروں کے تار بھیجنے سے بالکل انکار ہی کردیا تھا ' مگر اسکے بعد تمام نامہ نگاروں کے لیے ۱۰۰ - لفظ روزانہ مقرر کردیے - انہیں اختیار تھا کہ خواہ ہر نامہ نگار روزانہ یہ حصہ رسد بھیجے ' خواہ کوئی ایک ہی ہر شخص بھیجے - جنگ ٹرانسوال میں بھی یہی حالت تھی -

محاصرۂ لیڈی اسمتھ کے وقت میں اپنے تار (ہوٹنٹوٹ) کے تار والوں کے ہاتھ بھیجتا تھا ' اور ایک ایک تار کے صرف لیجانے کی اجرت ۲۰۰ سے ۵۰۰ گنی تک دیتا تھا - اکثر ایسا ہوا کہ میں نے اپنے تار متعدد آدمیوں کے ہاتھ بھیجے ' تاکہ اگر ایک شخص پکڑ لیا جائے ' تو دوسرا بھیج دے ' اور اگر دوسرا پکڑ لیا جائے تو تیسرا پہنچا دے -

جنگ بلقان تمام دیگر جنگوں میں اس لحاظ سے ممتاز ہے کہ نامہ نگاران جنگ پر جیسی سخت نگرانی اسمیں کی گئی ' ایسی کسی جنگ میں نہیں ہوئی - اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ نامہ نگار جسقدر جانتے تھے ' وہ بھی نہیں لکھ سکتے تھے - لفٹننٹ ونگنر نے دیکھا کہ اخبارات بطیعہ اس خاموشی کو زیادہ عرصے تک برداشت نہ کرسکینگے ' اور طرح طرح کے شکوک پیدا ہونے لگینگے ' اسلیے انہوں نے پنسل اپنے ہاتھ میں لی ' اپنا ہاتھ تخیل کے ہاتھ میں دیدیا ' اور جنوں کی تیزی ' افسوں کی بندشوں ' انشاپردازی کے نظاروں کو بے دریغ قلمبند کرنا شروع کردیا - اسی حالت میں وہ دشوار گزار دلدلیں طے کرتے ہوئے چتالجا پہنچ گئے - جبکہ وہاں ایک گولی بھی نہیں چلی تھی ' تو لفٹننٹ ونگنر عظیم الشان معرکوں کی خبریں بھیجنے میں مصروف تھے - لندن ' پیرس ' اور برلن کے اخبارات اپنے نامہ نگاروں کی خاموشی پر حیران تھے ' لیکن ہم لوگ کیا کرتے ' جبکہ ہمیں لفٹننٹ ونگنر سا تخیل و ضمیر نصیب نہیں " ؟

ایک اخبار نے لکھا کہ ۴ - دن کے معرکے کے بعد ۱۵ - نومبر کو بلغاری فوج چتالجا کی عثمانی فوج کا قلب چیرتی ہوئی نکل گئی - لطف یہ ہے کہ جس وقت لندن میں یہ خبر شائع ہوئی اسکے دو دن کے بعد چتالجا میں پہلی گولی سر کی گئی ہے !!

ٹائمس کے نامہ نگار نے خوب لکھا تھا :

" لفٹننٹ ونگنر نے جتنے معرکوں کے حالات لکھے ہیں ' وہ اس دنیا میں نہیں بلکہ انکی تخیل کی دنیا میں ہوئے ہونگے "

' الغرض جنگ سے پہلے بلغاریوں اور ترکوں میں صرف تین معرکے ہوے :

(۱) معرکہ قرق کلیسا جو ۲۲ - سے ۲۳ - اکتوبر تک ہوا -

(۲) معرکہ لولو برغاس و بنار حصار ' جو ۲۸ سے ۳۱ - اکتوبر تک ہوا -

(۳) معرکہ چتالجا ' ۱۷ - سے ۱۸ - نومبر تک -

رہا ادرنہ ' تو اسکے متعلق ابتدا ہی سے صرف محاصرہ کا ارادہ تھا -

نامہ نگاروں کے ساتھ بلغاریوں کے برتاؤ کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ انہوں نے اکثر نامہ نگاروں سے تار کے فارموں کی اجرت تک لیلی - ہمیشہ ایسا ہوا کہ اجرت تو اپنی جیب میں رکھلی ' اور فارم چاک کر کے پھینکدیے !!

یہ مختصر داستان ان نامہ نگاروں کی ہے ' جو بلغاری فوج کے ہمراہ تھے - اسکے پڑھنے کے بعد اندازہ ہوسکتا ہے کہ وہ مراسلات کہاں تک قابل اعتماد ہیں جو نامہ نگاروں نے بلغاریوں کی ہمراہی کے زمانے میں بھیجے ہیں ؟ سچ یہ ہے کہ اس بیسویں صدی میں دنیا کو اصلی حالات سے جسقدر بے خبر رکھنے کی کوششیں اس جنگ میں کی گئی ہیں ' ایسی نظیر شاید ازمنۂ مظلمہ میں بھی نہ ملیگی ' اور افسوس کہ یہ ان لوگوں کے ہاتھوں ہوا ' جو اتحاد ثلاثہ (انگلستان ' روس ' فرانس) کے دامن سے وابستہ ہیں ' انکے مصنوب ہیں ' انکے ممدوح اور قدر رہیں ' اور انکے مشورے کی روشنی میں چلنے والے ہیں ! "

اطـــــلاع

دفتر الہلال کے ذریعہ پریس کا تمام سامان ' اور لیتھو اور ٹائپ کی مشینیں ' نئی اور سکینڈ ہینڈ ملسکتی ہیں -

ہم چیز دفتر اپنی ذمہ داری پر دیگا -

سردست دو مشینیں فروخت کیلیے موجود ہیں :-

(۱) ٹائپ کی ڈبل کراؤن سائز ' پدن کی مشین ' جو بہترین اور قدیمی کارخانہ ہے - اس مشین پر صرف دو ڈھائی سال تک معمولی کام ہوا ہے - اسکے تمام کل پرزے درست اور بہتر سے بہتر کام کیلیے مستعد ہیں -

ابتدا سے الہـــلال اسی مشین پر چھپتا ہے - دو ہارس پاور کے موٹر میں سولہ سو فی گھنٹہ کے حساب سے چھاپ سکتی ہے -

چونکہ ہم اسکی جگہ بڑے سائز کی مشینیں لے چکے ہیں - اسلیے الگ کردینا چاہتے ہیں -

(۲) ٹیڈل مشین ' جو پاؤں سے بھی چلائی جاسکتی ہے ڈیمائی مولیو سائز کی - اس پر ہاف ٹون تصاویر کے علاوہ ہر کام جلد اور بہتر ہوسکتا ہے -

قیمت بذریعہ خط و کتابت طے ہوسکتی ہے - جو صاحب لینا چاہیں ' وہ مطمئن رہیں کہ ہم اپنی ذاتی ضمانت پر انہیں مشین دینگے ' اور اپنے اخلاقی وقار کو لین دین کے معاملات میں ضائع کرنا نہیں چاہتے -

مینیجر الہـــلال پریس

وثایق و حقایق

دعوۃ الی الحق کی اسکیم

قرآن نے کیا راہ نمائی کی ہے ؟

ابن رہ منزل قدس است میندیش و بیا
میل ازین راہ خطا باشد ہین تا نکنی

بابل کے آثار قدیمہ نے جو ابھی حال میں بر آمد ہوے ہیں علماے اثریات (Archaeologist) کی توجہ کو موجودہ صدی سے ہٹا کر آج سے تیس صدی پیشتر کی جانب پھیر دیا ہے - جب کہ عرصہ کی ایک کمزور مخلوق نے سیاروں کے طلوع و غروب سے خدا شناسی کا سبق لیا تھا ' اور ایک ستارہ پرست قوم کو ظلمات کفر سے روشنی میں لانے کی کوشش کی تھی -

دنیا نے اپنے ابتدائی عہد میں ایک زمانہ وہ بھی دیکھا ہے ' جب انسانی تمدن کی بدیع المثال ترقی نے قدرت اور بندوں میں کوئی حد فاصل باقی نہیں رکھی تھی - قدرت کے صدھا راز آشکارا ہو چکے تھے ' اور جس قدر حیرت انگیز قدرتی طاقتیں مخفی تھیں ' انسان نے تقریباً سب سے کام لینا سیکھ لیا تھا -

آگ ' پانی ' ہوا ' مٹی ' کوئی چیز ایسی نہ تھی ' جس پر انسان نے حکومت نہ کی ہو - ستارۂ زمین کی عنان اختیار گویا ہاتھ میں تھی - اتنا ہی نہیں بلکہ فضاء محیط کے کروں اور سیاروں کو بھی ایک طرح سے اپنا بنا لیا تھا ' اور اپنی ضروریات میں انکی مہیب طاقتوں سے بھی نہایت آسانی و سہولت کے ساتھہ فائدہ اٹھا سکتے تھے -

نقولا تسلا (نکولاس ٹارلے) کو ہنوز مریخ کی آدمی سے تعلقات پیدا کرنے میں کامیابی نہیں ہوئی ہے ' لیکن تاریخ کو اس ابتدائی زمانے کی علمی و عملی ترقی پر حیرت ہے کہ زمین والے آسمان تک پہونچ گئے تھے ' اور آسمانی آبادی سے جو چاہتے تھے کام لیتے تھے !
بستیاں بسائے ' شہر کے برج بنائے ' تو اس کا قبہ آسمان تک پہونچا دیتے - سیر گاہیں اس شان کی ہوتیں کہ مکانات ہیں ' عمارتیں ہیں ' محلسرائیں ہیں ' آبادی ہے ' اور اوپر نظر اٹھاؤ تو ایک وسیع اور بہت ہی وسیع باغ آویزاں ہے - شہر میں آیند و روند کی چہل پہل ہے ' سڑکیں ہیں ' گاڑیاں ہیں ' دکانیں ہیں ' اور اوپر دیکھیے تو ایک عظیم الشان دریا لہریں مار رہا ہے !!

یہ عجیب و غریب مدنیت کلدانیوں کی تھی ' جو ارض عراق کے فرماں روا تھے - جن کی حالت کا یہ عالم تھا کہ تورات کے پیغمبر بھی انہیں عشر (محصول دہ یک) دیتے تھے ' اور ان کے قانون سے تالیف تورات میں مدد لیتے تھے -

وسائل تمدن کی فراہمی و فراوانی ایک عالم کو سرکش بنا چکی ہے : " ان الانسان لیطغی ان راہ استغنی -

ایک ذرا سی ملکی و مالی عظمت ' جو انسان کو انسانیت سے گزار دیتی ہے - جو اس قدر مغرور بنا دیتی ہے کہ لندن ٹائمس کے صفحات پر زبان سیاست کو اس اعلان سے بھی باک نہیں ہوتا کہ " ایک معمولی انگریز سپاہی کے خون کے مقابلے میں تمام ایرانی آبادی کی کچھہ وقعت نہیں " ! - جو ایک با اختیار ملکہ کی حیثیت میں ایک غاصب و ظالم و خونریز سلطنت کو انسانی قتل عام پر مبارکباد دیتی ہے - جو ایک فرماں روا سے یہ عصبیت ظاہر کراتی ہے کہ ایک ملک کو چند قومیں پامال کر چکی ہیں ' اور اب اسے مجبور کرتی ہیں کہ اس پامالی پر قانع ہو جائے ' جس نے ۲۵ - برس پہلے ایک وزیر اعظم کی زبان سے ایک ایسے ملک کا خون چوس لینے کی تلقین کرائی تھی ' جو خود اسی کا محکوم تھا ' جس پر اس کی ثروت کی بنیادیں قائم تھیں ' جو اس کے تاج سلطنت کا درخشندہ گوہر مانا جاتا تھا ' اور جس کے باشندوں نے اپنا ملک و مال خود اس کے تصرف میں دے کر اسے مطلق العنان کر دیا تھا کہ :

محابا کیا ہے ؟ میں ضامن ' ادھر دیکھہ !
شہیدان نگہ کا خوں بہا کیا ؟

غرضکہ وہی عظمت جب اپنے انتہائی مظاہر میں نمایاں ہو تو انسان میں کہاں تک سرکشی نہ آ جائیگی ؟ مادہ کی الوہیت کلدانیوں پر چھا گئی تھی ' خدا کو بھول گئے تھے اور بندگان خدا کے ساتھہ اسی ظلم اور زبردست آزاری کے ساتھہ پیش آتے تھے ' جو آج موجودہ تمدن کے مخصوصات نمایاں میں سے ہے -

کلکتہ ' بمبئی ' برلن ' اور لندن میں جس طرح عظماء رجال کے جا بجا بت نصب ہیں ' اسی طرح کلدانیوں نے بے شمار مجسمے قائم کر رکھے تھے ' اور ان کی بے انتہا عزت کرتے تھے ' چونکہ قدرت کو روے زمین سے تاریکی مٹانی تھی ' اسلیے اسی قوم اور اسی ملک سے ایک ایسے نامور اور عظیم الشان خدا شناس کو اٹھایا ' جس نے اس طلسم کی حقیقت واضح کر دی ' اور کواکب پرست کلدانیوں پر ملکوت السماوات و الارض کے اسرار فاش کر دیے !

یہ خدا شناس ہستی ابراہیم علیہ السلام ابن آزر (تارخ) کی تھی ' جن کو توحید و صداقت کی دعوت و اشاعت میں سخت سے سخت زحمتیں برداشت کرنی پڑیں - ملک کا ملک دشمن تھا ' قوم کی قوم تشنۂ خون تھی ' حکومت اپنی پوری طاقت سے مقاومت پر آمادہ تھی ' ایک زمانے نے فیصلہ کر لیا تھا کہ اس خدا پرست مظلوم کو آگ کے حوالے کر کے رہینگے ' با ایں ہمہ ان کے عزم و استقلال کا یہ عالم تھا کہ بقول مسیحی مورخ (مارگری گوری ابو الفرج ملطی) کے " انہوں نے تن تنہا کلدانیوں کے بت خانے میں آگ لگا دی (مختصر الدول - ص - ۲۱) اور اتنی بڑی مہم انجام دینے پر بھی کوئی زبردست طاقت ان کا کچھہ نہ بگاڑ سکی - وہ بقول تورات " عراق سے ترک وطن کر کے صحیح و سلامت اس ملک میں چلے گئے ' جہاں خدا نے ان کو برکت دینے اور انہیں ایک بڑی قوم بنانے کا وعدہ کیا تھا " (تکوین : ۱۲ + ۱-۵)

یہودیوں کی مقدس کتاب (تلمود) میں یہ واقعات شرح و بسط سے مذکور ہیں ' جن کو قرآن کریم نے اور زیادہ پہلے کر بیان کیا ہے - سورۂ انبیا میں ہے :

ولقد آتینا ابراہیم رشدہ من قبل ' وکنا بہ عالمین - اذ قال لابیہ وقومہ . ما ہذہ التماثیل التی انتم لہا عاکفون ؟ قالوا : وجدنا آباءنا لہا عابدین ' قال : لقد کنتم انتم و آباؤکم فی ضلال مبین ' قالوا : اجئتنا بالحق ام انت من اللاعبین ؟ قال : بل ربکم رب السماوات و الارض الذی فطرہن وانا علی ذلکم من الشاہدین '

حضرت ابراہیم کو ہم نے ابتداء عمر ہی سے فہم سلیم اور درجۂ رشد و حکمت عطا فرمایا تھا ' اور ہم اس سے اچھی طرح واقف تھے -
دعوت الہی کے اس مقدس وقت کو یاد کرو ' جب انہوں نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے کہا کہ یہ پتھر کی مورتیں جن کی پرستش پر تم جمے بیٹھے ہو ' کیا ہیں ؟ انہوں نے کہا : " اسکے سوا ہم کچھہ نہیں جانتے کہ اپنے بڑوں کو انکی پرستش کرتے دیکھتے آئے ہیں " حضرت ابراہیم نے کہا : " پس یقیناً تم اور تمہارے بڑے '

وتالله لاكيدن اصنامكم بعد ان تولوا مدبرين ' فجعلهم جذاذا الا كبيرا لهم لعلهم اليه يرجعون ' قالوا : من فعل هذا بالهتنا انه لمن الظالمين - قالوا : سمعنا فتى يذكرهم يقال له ابراهيم ' قالوا : فاتوا به على اعين الناس لعلهم يشهدون ' قالوا : أ انت فعلت هذا بالهتنا يا ابراهيم ؟ قال . بل فعله كبيرهم هذا فاسئلوهم ان كانوا ينطقون - فرجعوا الى انفسهم ' فقالوا . انكم انتم الظالمون - ثم نكسوا على رؤسهم : لقد علمت ما هؤلاء ينطقون ' قال أ فتعبدون من دون الله ما لا ينفعكم شيئا ولا يضركم ؟ أف لكم ولما تعبدون من دون الله ' افلا تعقلون ؟ قالوا : حرقوه وانصروا الهتكم ان كنتم فاعلين ' قلنا يا نار كوني بردا و سلاما على ابراهيم (۱) و ارادوا به كيدا فجعلناهم الاخسرين ' و نجيناه و لوطا الى الارض التى باركنا فيها للعالمين (۲۱ : ۴۷ - ۶۳)

دونوں صریح گمراہی میں پڑے رہے " اسپر انہوں نے کہا " یہ جو تم کہہ رہے ہو ' کیا واقعی یہ تمہارا کوئی حقیقی خیال ہے ' یا محض دل لگی کررہے ہو ؟ " انہوں نے جواب دیا کہ " دل لگی کی اسمیں کیا بات ہے ؟ یہ تو اصل حقیقت ہے کہ وہ جس نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا ' وہی تمہارا بھی پروردگار ہے ' اور میں اپنی بصیرت اور یقین سے اسپر شہادت دیتا ہوں "

ساتھہ ہی انہوں نے یہ بھی کہدیا کہ میں بخدا ضرور بالضرور تمہارے ان بتوں سے تمہارے جانے کے بعد ایک چال چلونگا -

چنانچہ حضرت ابراہیم لوگوں کے جانے کے بعد بت خانے میں گئے ' اور بتوں کو توڑ پھوڑ کر ٹکڑے ٹکڑے کردیا - صرف سب سے بڑے بت کو چھوڑ دیا تاکہ شاید وہ اسکی طرف رجوع کریں -

جب لوگ آئے اور یہ حال دیکھا تو لگے آپسمیں کہنے کہ ہمارے معبودوں کے ساتھہ کسنے یہ گستاخی کی ؟ جس شخص نے ایسا کیا یقیناً وہ بڑا ظالم تھا -

اسپر بعضوں نے کہا کہ وہ نوجوان جسے ابراہیم کے نام سے پکارتے ہیں ' ان بتوں کا ذکر کررہا تھا - ہو نہ ہو یہ اسی کی کار روائی ہے - لوگوں نے شور مچایا کہ اسکو یہاں سب کے سامنے پکڑ کے حاضر کرو تاکہ جو کچھہ سوال و جواب ہو اسکے لوگ گواہ رہیں -

چنانچہ لوگ حضرت ابراہیم کو لیکر آئے ' اور ان سے پوچھا کہ " اے ابراہیم ! کیا ہمارے معبودوں کے ساتھہ یہ حرکت تو نے کی ؟ " انہوں نے الزاماً کہا :

" نہیں ' بلکہ یہ بت جو سب میں بڑا ہے ' اسی نے کی ہوگی - انہیں سے پوچھہ لو اگر وہ جواب دیسکتے ہیں " !!

اس دندان شکن جواب کو سنکر سب کے سب ششدر رہگئے ' اور اپنے دل میں اپنی گمراہی کے قائل ہوکر آپسمیں کہنے لگے کہ سچ ہے ' تم ہی برسر ناحق ہو !

مگر با ایں ہمہ سرکشی اور ہٹ دھرمی سے باز نہ آے ' وہ پھر اپنے سروں کے بل اوندھے گمراہی کے گڑھوں میں دھکیل دیے گئے ' اور حضرت ابراہیم سے کہنے لگے کہ یہ تم نے کیا کہا ؟ تم کو تو معلوم ہے کہ بت بولا نہیں کرتے -

انہوں نے کہا : پھر یہ کیا بدبختی ہے کہ تم اللہ کو چھوڑ کر ایسی چیزوں کو پوجتے ہو ' جو خود ہی مجبور محض ہیں ؟ نہ کسی کو کچھہ نفع پہنچائیں اور نہ نقصان ؟ تف ہے تم پر اور تمہاری اُن چیزوں پر ' جنکو تم خدا کو چھوڑ کر پوجتے ہو ! یہ کیا ہے کہ ایسی ظاہر اور کھلی بات بھی تمہاری سمجھہ میں نہیں آتی ؟ ؟

جب وہ لوگ حضرت ابراہیم سے عاجز آگئے تو اور تو کچھہ نہ کرسکے - غیض و غضب سے پاگل ہوکر آپسمیں شور مچانے لگے کہ بس اگر کچھہ کرنا ہے تو اسکا یہی جواب ہے کہ اس بے باک شخص کو آگ میں ڈالکر جلا دو اور اس طرح اپنے معبودوں کی حمایت کرو !

جب کہ وہ یہ تدبیریں کر رہے تھے ' تو ہم بھی اپنی تدبیروں سے غافل نہ تھے - ہمنے اپنی قدرت کا اعجاز دکھلایا ' اور کہا کہ اے آگ ٹھنڈی ہوجا ' اور ابراہیم کیلیے سلامتی -

انسانوں نے ہمارے داعی الی الحق کو نقصان پہنچانا چاہا تھا ' پر ہم نے ان کو ناکام و خاسر کیا !!

بظاہر تو یہ ایک قصہ ہے ' اور بد قسمتی سے ابتک اسی حیثیت سے اسپر نظر ڈالی گئی ہے ' مگر غور کیجیے تو قرآن کریم نے اپنے اندازِ خاص میں ایک دفتر معارف کھولدیا ہے ' جسکے ایک ایک لفظ کے اندر صد ہا رموز اخلاق و سیاست اور حقائق و نوامیس اصلاح و دعوت پوشیدہ ہیں - مہلت ملے تو اس واقعہ کے ایک ایک ٹکڑے پر ایک ایک مقالہ مستقل طور پر لکھنا چاہیے - سر دست صرف چند مناسب وقت اشارات آپکے سامنے ہیں -

فکر و تدبر سے کام لیجیے تو اس واقعہ سے چند خاص نتائج حاصل ہوتے ہیں

(۱) جس ملک میں ظلم عام ہوگیا ہو ' خدا اور بندوں کے حقوق سرمشی تعدی و تطاول ہو رہے ہوں ' شرک جیسے ظلم عظیم کے ارتکاب میں باک نہو ' اللہ کو چھوڑ کر دوسری طاقتوں اور انسانی قوتوں کے آگے لوگ سربسجود ہوں ' وہاں ہر اُس شخص کا ' جس میں ایک ذرہ بھی ایمان و اسلام ہو ' یہ ایک مقدس فرض ہے کہ مظالم و مفاسد کے استیصال کے لیے آمادہ ہوجائے ' اور بغیر کسی مداہنت و نفاق کے ' کامل آزادی اور نڈر اور بے باک لب و لہجے میں خدا کے بندوں کو خدا کی جانب بلاے ' اسلام کی علانیہ دعوت کرے ' اور کفر و ضلالت کے مٹانے میں ذرا بھی متامل نہو -

(۲) خدا کو استبداد پسند نہیں ' جو لوگ ارباب اقتدار ہوں ' دولت و حکومت رکھتے ہوں ' انسانوں پر اُن کا تصرف ہو ' دنیا کی ہر ایک چیز پر انہیں فرماں روائی کی طاقت دی گئی ہو ' پھر اتنی سب نعمتیں ملنے پر بھی خدا کو بھول جائیں - مستبد بن بیٹھیں ' قانون الہی کو توڑنے لگیں ' نظام اسلام کی توہین کریں ' استبداد میں اتنا غلو رکھتے ہوں کہ انسان ہوکر خدا بن بیٹھیں ' اور اپنے آئین استبداد کے خلاف کسی کی کچھہ بھی سماعت نہ کرتے ہوں ' تو ایسی قوم کو اُس کی غلط کاریوں سے علانیہ آگاہ کردینا چاہیے ' علم حق و معروف لیکر مفاسد و منکرات کے خلاف آمادۂ جہاد ہوجانا چاہیے - اور نہایت آزادی و استقلال کے ساتھہ اس طرح اس خطرناک و سنگلاخ وادی

(۱) حضرت ابراہیم کے حق میں آگ کیونکر برد و سلام (ٹھنڈک اور سلامتی) بن گئی تھی ؟ مفسرین نے اس باب میں بہت سی توجیہیں کی ہیں - ابو مسلم محمد بن بحر اصفہانی کا قول ہے " قلنا یا نار کونی برداً و سلاماً ' المعنی انه سبحانه جعل النار برداً و سلاماً ' لا ان هناك كلاماً ' كقوله ان يقول له كن فيكون - اى يكونه (تفسیر کبیر - ج - ۴ - ص - ۵۱۷) یعنی قرآن کریم کا یہ ارشاد کہ ہم نے کہا اے آگ ابراہیم کے حق میں ٹھنڈک اور سلامتی بن جا - اس کے یہ معنی ہیں کہ خدا نے آتش افروز اور منتہ کر کلدانیوں کی آگ سے حضرت ابراہیم کا کچھہ نقصان نہونے دیا - یہ مطلب نہیں ہے کہ خدا نے یہ الفاظ بھی کہے تھے - اس کی نظیر کن فیکون والی آیت ہے ' جس کے معنے یہ بتائے جاتے ہیں کہ خدا نے پیدا ہونے والے عالم کو مخاطب کرکے حکم دیا کہ ہوجا - وہ ہوگیا ' یہاں بھی کچھہ لفظوں میں یہ حکم نہیں کیا تھا اور نہ خدا نے واقعی گفتگو کی تھی ' بلکہ صرف مطلب یہ ہے کہ ارادۂ الہی ظہور عالم سے متعلق ہوا ' اور اسی مشیت کے مطابق ضرورت و مناسب طریق پر اُس کی تکوین ہونے لگی -

میں قدم رکھنا چاہیے کہ یہ طلسم فریب ٹوٹ جائے ' اور دنیا میں پھر خدا کی بادشاہی قائم ہو جائے -

(۳) مسلم کی حدیث مشہور ہے : من رای منکم منکراً فلیغیرہ بیدہ ' فان لم یستطع فبلسانہ ' فان لم یستطع فبقلبہ ' و ذالک اضعف الایمان -

اس حدیث کو تم نے بارہا سنا ہوگا ' مگر کبھی اسکی تعلیم کے اصول و حقیقت پر نظر نہ ڈالی ہوگی - حضرت ابراہیم کے اسوۂ حسنہ سے اسکے سمجھنے میں مدد لو - یہ حدیث بتلاتی ہے کہ قانون الہی کے مقاصد اور احکام کے خلاف جہاں کوئی ایک برائی بھی نظر آئے ' تو ہر شخص پر لازم ہے کہ اپنے زور بازو سے اُس کے مٹانے کی کوشش کرے - یہ حد رجہ حقیقی ایمان داروں کی ہوگی - ایمان جس میں اتنی قوت نہو ' وہ زبان سے برا کہے ' اور برائی کے خلاف بہ آواز بلند احتجاج (پروٹسٹ) کرتا رہے - اس درجہ کے لوگ ایک طرح ناقص الایمان سمجھے جائینگے - جس سے یہ بھی نہوسکے ' وہ کم از کم اپنے دل ہی میں اس آگ کو سلگاتا رہے - یہ ایمان کا بالکل ہی آخری اور بہت ہی ضعیف و کمزور درجہ ہے - لیکن جو طبیعتیں اتنا احساس بھی نہ رکھتی ہوں اُن میں مراقب کی خواہ کتنی ہی پابندی موجود ہو ' مگر یقین رکھنا چاہیے کہ ایمان سے اُن کو مطلق سروکار نہیں -

مگر یاد رہے کہ ازالۂ منکرات و مفاسد کے لیے دل میں کڑھنے اور زبان سے نالہ و فریاد کرنے کی صورتیں اسی وقت تک کے لیے ہیں ' جب تک کہ ان سے کچھ کار ممکن ہو - جہاں یہ باتیں بے سود ہوں ' وہاں ایمان کا صرف ایک ہی مقتضا ہے - اور وہ یہی ہے کہ اپنے آپ کو استعمال طاقت کے قابل بنائیں ' اور پھر اُس طاقت سے منکرات اور مفاسد و مظالم کو مٹائیں -

براءة من الله و رسوله الی الذین عاهدتم من المشرکین

جن مشرکوں کے ساتھہ تم نے عہد کر رکھا تھا ' اب اللہ اور اُس کے رسول کی طرف سے اُنھیں صاف جواب ہے -

و ان تولیتم فاعلموا انکم غیر معجزی الله ' و بشر الذین کفروا بعذاب الیم -

اگر اب بھی تم پھرے رہے تو جان رکھو کہ تم اللہ کو عاجز نہ کرسکوگے ' اور کافروں کو عذاب درد ناک کی بشارت سنا دو -

لا یستاذنک الذین یؤمنون بالله و الیوم الاخر ان یجاهدوا باموالهم و انفسهم ' و الله علیم بالمتقین - انما یستاذنک الذین لا یؤمنون بالله و الیوم الاخر و ارتابت قلوبهم فهم فی ریبهم یترددون (۹ : ۴۰)

جو لوگ خدا کا اور روز آخرت کا یقین رکھتے ہیں ' وہ تو تم سے اس بات کی رخصت مانگتے نہیں کہ اپنی جان و مال سے شریک جہاد نہوں ' تم سے جواہاں اجازت تو وہی لوگ ہوئے ہیں جو اللہ کا اور روز آخرت کا یقین نہیں رکھتے ' اور اُن کے دل میں شک پڑے ہیں ' پس وہ اپنے شک کی حالت میں حیران و سرگرداں پھر رہے ہیں ؟

حضرت ابراہیم کے واقعات بتلا رہے ہیں کہ ایسی حالت میں کیا طریقہ اختیار کرنا چاہیے ؟ دنیا میں اس وقت بھی ایک مسلمان ہے ' مگر وہ یہ نہ سمجھیں کہ اُنھیں دعوت الی الحق سے مانع ہوسکے - پھر وہ کفر کے رد مظالم اور ازالۂ منکر کے لیے صرف وظیفۂ قلب و زبان ہی کی کفایت کیں ' البتہ جب یہ کوشش سودمند ہوتے نہ دیکھیں تو دست و بازو سے بھی طاقت آزمائی کیلیے آمادہ ہو جائیں - پس ایمانداروں ضرور ہے کہ اسکی پیروی کریں -

(۴) دعوۃ الی الحق کی ابتدا اپنے گھر سے چاہیے ' یہی صورت حضرت ابراہیم نے اختیار کی ' اور اسی کی تعلیم اظہار دعوت کا حکم دیتے ہوے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دی گئی تھی کہ و انذر عشیرتک الاقربین (اپنے قریب ترین اعزہ کو ڈراؤ) ان مبادی میں کامیابی ہو یا ناکامی ' تاہم تجربہ و اختبار اور بصیرت کو اس سے مدد ملیگی ' اور پھر دعوت عام کے لیے اسکیم مرتب کرنے میں صرف دماغ کی قوت متخیلہ ہی پر زور دینا نہ پڑیگا ' بلکہ تجربۂ و عمل کے نتائج سامنے ہونگے -

(۵) دعوۃ الی الحق کو مداہنت ' پاس مراتب ' لحاظ عظمت سے کچھہ سروکار نہیں - کسی بزرگ کی بزرگی یا کسی عزیز کی محبت کا اس پر کوئی اثر نہ پڑنا چاہیے - اولاد پر والدین سے زیادہ کس کے احسانات ہونگے ؟ لیکن دیکھتے نہیں کہ حضرت ابراہیم کو جو کچھہ کہنا تھا ' سب سے پہلے اپنے باپ ہی سے کہا ' اور جو کچھہ کرنا تھا اُس کے سرانجام دینے میں باپ کے حقوق ابوت ذرا بھی مانع نہوسکے -

(۶) احیاء صداقت اور اقامت حق اور عدل کے لیے مخفی تدابیر بھی کرنی پڑتی ہیں - پوشیدہ طور پر لیت و تدبیر سے بھی کام لینے کی حاجت پڑتی ہے ' اور اس مدعا کے لیے یہ تمام باتیں جائز و درست بلکہ ضروری و لازم العمل ہیں - حضرت ابراہیم نے بت خانے میں کیا کیا تھا ؟

(۷) کفر و شرک و استعداد نے دلوں میں خواہ کیسی ہی تاریکی پھیلا دی ہو ' انسان اپنی انسانیت سے کتنا ہی گزر گیا ہو ' اور اعداء حق و باطل کی طاقتیں خواہ کیوں نہو جائیں ' تاہم حقیقت ایک ایسی چیز ہے کہ اخلاص کے ساتھہ موثر انداز میں جب اُس کو پیش کیا جائیگا ' تو سخت سے سخت منکروں کے سر بھی اُس کے آگے جھک جائینگے - مستبدین کے غرور و جبروت سے مرعوب ہوکر دعوۃ الی الحق کی تحریک رکی نہیں جاتی ' اور اگر رکتی بھی ہے تو اس طرح کہ :

رکتی ہے مری طبع تو ہوتی ہے رواں اور

(۸) دعوۃ الی الحق کے لیے شجاعت قلب درکار ہے ' جرات لسان کی حاجت ہے ' زور آور دست و بازو کی ضرورت ہے کہ خواہ کچھہ ہی پیش آئے اور خواہ کیسی ہی زحمتیں سالک راہ ہوں مگر اپنے مشن کو سنبھالے رہے ' کام کیے جائے ' اور کبھی مرعوب نہو

(۹) بڑے کام کے لیے بڑی قربانی کی ضرورت ہے ' صرف دفع الوقت سے دفع استبداد ممکن نہیں - اس قربانگاہ پر سب سے پہلے اپنی جان کی بھینٹ چڑھانے کے لیے آمادہ ہو جانا چاہیے ' اس راہ میں سنگلاخ منزلیں طے کرنی پڑینگی ' مشکل سے مشکل امتحان دینے ہونگے ' شدائد و نوازل سے طرف مقابل ہونا پڑیگا ' اور ہر قدم پر اس دستور العمل کی پابندی کرنی پڑیگی کہ :

ترک جان و ترک مال و ترک سر
در طریق عشق اول منزل ست

حضرت ابراہیم نے کیسی خطرناک جرات کی تھی ؟

(۱۰) حق و صدق کی مقاومت ہمیشہ ناکام رہی ہے ' دست ستم اس میں خلل ڈال سکتا ہے ' ضرر پہونچا سکتا ہے ' پر اسکو فنا نہیں کرسکتا - عزم و ثبات سے تمام بندشیں ٹوٹ جاتی ہیں ' مشکلیں زائل ہوتے ہیں ' استبداد سے نجات ملتی ہے ' اور انجام کار برکت حاصل ہوتی ہے کہ و العاقبۃ للمتقین !

دعوۃ الی الحق کی یہ نتیجہ خیز اسکیم خود حضرت الہی کی ترتیب دی ہوئی ہے - اب صرف اس پر عمل کرنے کی ضرورت ہے - نئی اسکیم بنانے کی ضرورت نہیں - جو لوگ شب و روز نئی اسکیموں کا خواب دیکھتے ہیں ' اگرچہ پیام پہنچا دو - یہ پاک موضوع اس سے زیادہ تشریح کا طالب تھا ' مگر افسوس :

کہ بادۂ حوصلہ سوز است و جملہ بد مستند

مسئلہ شرقیہ

بلقانی اقوام کی تحریک

سو برس کی تجاویز

(۱)

(مقتبس از مانچسٹر گارجین : ۳۱ - مئی)

صلح کے ابتدائی مراتب طے ہوگئے ہیں ' اور اب یورپین ترکی کے بجز قسطنطنیہ اور ایک چھوٹا سا ٹکڑا زمین کا جسمیں درہ دانیال

یورپ سے ترکوں کی جلا وطنی !

بقیہ یورپین ترکی ' اور موجودہ جنگ کے حسا

[illegible] کا بڑا حصہ جو زیادہ غبار آلود اور سیاہ ہے ' وہ جنگ سے پیشتر کی یورپین ترکی تھی ' جو سب کی سب نکل گئی - اب صرف وہ چھوٹا سا ٹکڑا باقی رہگیا ہے ' جو آپکے دہنی جانب ہے ' اور جسمیں سیاہی کی جگہ صرف لکیریں کھینچ دی ہیں - یعنی قسطنطنیہ اور نصف تھریس ! کذالک نفصل الایات لقوم یعقلون !

شامل ہے باقی رہ گیا ہے - باقی حصہ اسکے قدیم مالکوں کے پاس پھر واپس ہوگیا - ایسے موقع پر یہ زیادہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ گذشتہ چند سالوں کے اس فقرے کو پھر دہرایا جائے جو بلقانی اقوام نے اپنے پیش نظر رکھا تھا ' یعنے " بلقان بلقانیوں کے واسطے ہے "

اب یہ فقرہ محض خیالی ہی نہیں رہا ' بلکہ اس خواب کی تعبیر بھی حاصل ہوگئی - یہ بلقانی قومیں تمام فرنگی طاقتوں کی زیر نگرانی کام کر رہی تہیں ' اور ترکی بھی اس بلقانی جزیرہ نما کی صرف انہی طاقتوں اور ان ریاستوں کے علی الرغم محافظ تھی -

ابتدائی تدابیر

اگر پچھلی تجاویز و دسائس کو ' جو فرنگی دول نے ترکی کے حصے بخرے کرنے میں اختیار کیے ' یاد کرلیں ' تو معلوم ہوگا کہ تاریخ

سے مدبرین فرنگستان کو کس تذبذب میں ڈال رکھا تھا ؟

سنہ ۱۷۷۲ ع میں سب سے پہلے سلطانی مقبوضات کی تقسیم کرنے کی عملی تجویز ظہور پذیر ہوئی - یہ وہی سال تھا جسمیں پولینڈ کی پہلی تقسیم ہوئی تھی - اس تقسیم کی کامیابی سے یورپین حکومتوں کی اور بھی حوصلہ افزائی ہوگئی کہ وہ بلقانی جزیرہ نما کا تصفیہ بھی اسی وقت کردیں - اسکی پہلی تحریک میں کتھرائن ملکہ روس نے چند خطوط جوزف ثانی شاہ آسٹریا کو لکھے کہ سلطنت عثمانی کا کیوں تصفیہ نہیں کردیتے ؟ اسنے اسطرح حصے لگائے تھے کہ قسطنطنیہ ' اور آبنائے باسفورس و مرمرہ مع تھریس و غاریہ لیلے - مالداویہ اور ولیشیا روس لے لے ' اور بوسنیہ ' سرویا ' البانیہ ' مقدونیہ ' تھسلی ' اور سالونیکا آسٹریا لیلے -

یہ تجویز ہر دو حکومتوں کے واسطے نہایت ہی مبارک اور عمدہ تھی ' اور کتھرائن اس معاملہ میں بہت عجلت اور پیشقدمی چاہتی تھی ' مگر جوزف کو اس میں تامل تھا -

سنہ ۱۷۸۱ ع میں تجویز کچھہ بدل گئی - اب تمام یورپ سلطنت ترکی کے حصوں میں شریک کیا گیا - یہ تغیر آسٹرین مدبر کونزلی کی راے سے ہوا ' کیونکہ اسکو دول فرنگ سے مناقشہ کا اندیشہ تھا -

یہ ترمیم یافتہ تقسیم یوں کی گئی تھی :

روس کو صرف بحیرہ اسود کے سواحل زیرین ڈینیوب تک ملیں - آسٹریا کو سرویا ' بوسینہ ' سقوطری تک ملے - اور باقی

مشہور فتنہ پرداز البانی سرغنہ :
اسمٰعیل کمال بے
جسکو اندسار نے فتنۂ البانیا کیلیے آلۂ عمل بنایا تھا -

حصہ مالا دیریہ اور والیشیا کو ایک ریاست میں ملاکر ختم کردیا جائے ' جسکا نام رومانیہ ہو ' اور اسکے بعد قدیم بزنطینی سلطنت کو پھر قسطنطنیہ میں قائم کردیا جائے - اس تقسیم کا نام " یونانی " رکھا گیا تھا -

اس تقسیم میں اٹلی کو بھی حصہ ملنا چاہیے تھا ' کیونکہ جب وہ آسٹریا کے حقوق اور اثر کو بحرادریاٹک اور جزائر موریا ' کریٹ ' اور قبرس میں بڑھتے ہوے دیکھیگی ' تو ضرور مزاحمت کریگی - فرانس کو بھی ان ممالک میں سے پسند کرنیکا حق دیا گیا تھا - خواہ وہ شام یا جزائر بحر سفید کو منتخب کرلے ' یا مصر لے لے -

مگر اس تجویز پر اسوجہ سے کچھہ عمل نہوسکا کہ ترکوں نے سختی سے مدافعت کی - فرانس ان مسائل پر راضی نہیں ہوا ' اور جرمنی کو ان معاملات میں بدگمانی پیدا ہوگئی -

اسی عرصے میں فرانس کا مشہور انقلاب شروع ہوگیا ' جسکی وجہ سے یورپ اپنی تدابیر کو عمل میں نہ لاسکا - مگر نپولین نے خود آپ تدابیر کرنی شروع کردیں - نپولین خود مشرق ادنی پر نظر جماے ہوے تھا ' کیونکہ وہ جانتا تھا کہ ہندوستان کا صرف یہی ایک راستہ ہے - اس نے رفتہ رفتہ جزائر ایونین ' دلمانیہ استریہ اور اسیریہ پر قبضہ کرلیا - تمام بلقان میں ایک کھلبلی سی مچ گئی ' خود قسطنطنیہ کے محل میں بغاوت ہوگئی ' اور سلطان سلیم ثالث کو معزول کردیا گیا - اسی زمانے میں نپولین نے تلسٹ کے مقام پر زار روس سکندر اول سے مشہور ملاقات کی -

اس بغاوت کی خبر نپولین کو اسوقت ہوئی ' جب وہ اپنی افواج کا معائنہ کررہا تھا - اس نے زار سے یہ کہا کہ یہ تقدیری امر ہے کہ قدرت ہمارے ہاتھہ میں خود وہ چیزیں دے رہی ہے جنکی ہمکو آرزو تھی ' اور جو قسطنطنیہ کی شورش سے حاصل ہوسکتی ہے -

چنانچہ فوراً اس معاملہ میں گفتگو شروع ہوگئی ' اور ایک تقسیم قرار پائی ' جسکی رو سے روس کو مالدیویہ ' بلغاریہ ' اور والیشیہ ' اور فرانس کے حصے میں بوسینہ البانیہ اور یونان قرار پاے - آسٹریا کو سرویا ' مقدونیہ ' سالونیکا دیکر خوش کردیا جاتا -

جملہ امور طے ہوگئے تھے - صرف قسطنطنیہ کا فیصلہ باقی تھا جسکو نپولین کلید دنیا یا کم سے کم کلید ہندوستان کہتا تھا - یہی مسئلہ تھا جس نے تمام نقشے کو بگاڑ دیا ' اور فریقین راضی نہیں ہوے ' چنانچہ لڑائی شروع ہوگئی - مگر یہ مسئلہ کہ " بلقان دول فرنگ کے واسطے ہے " ابھی ہمیشہ کے واسطے مدفون نہیں ہوا تھا -

سنہ ۱۸۲۹ ع میں پھر اس مسئلے کی تجدید اسطرح ہوئی کہ شہزادہ پولنیک نے جو چارلس دہم کا وزیر اعظم تھا ' ایک نقشہ مرتب کیا جو صرف بلقان ہی کا نہ تھا بلکہ کل یورپ کا - اسمیں دکھلایا گیا تھا کہ ترکوں کو تو بالکل یورپ سے نکال دیا جائے -

روس ' بلغاریہ ' مقدونیہ ' اور تھریس کا تھوڑا سا حصہ لے ' آسٹریا بوسینہ اور سرویہ پر قناعت کرے ' اور قسطنطنیہ کے ساتھہ دیگر ملحقہ ممالک کو ملا کر ایک نئی بازنطینی حکومت کی دوبارہ بنا ڈالی جاے - اسی طرح نیوزی لینڈ کا پرشیا سے الحاق کردیا جاوے ' اور بلجیم فرانس میں مدغم ہو جاے - اب رہا انگلستان ' تو اسکو کچھ نوآبادیاں دیدی جائیں -

اسکے بعد عثمانی سلطنت کی تقسیم کی جو عملی تجاویز ہوئیں انکو بالتفصیل بیان کرنے کی چنداں ضرورت نہیں -

۹ - جنوری سنہ ۱۸۵۳ ع کو زار نکولس اول نے اپنے مشہور سرمائی محل میں سر ہملٹن سیمور سے ملاقات کی ' اسی کا نتیجہ کریمیا کی لڑائی تھی -

سیمور تحریر کرتا ہے کہ زار چاہتا تھا کہ عثمانی سلطنت کو انگلستان اور روس تقسیم کرلے ' اور ملحقہ دیگر ممالک کے مصر بھی انگلستان ہی لے لے - لیکن یہ تجویز انگریزوں نے اپنے مصالح کی بنا پر منظور نہیں کی - نکولس نے خود ترکی پر حملہ کردیا ' اور ترکی کو فرانس اور انگلستان نے مدد دی - جنگ کریمیا کی ابتدا یہیں سے ہوئی تھی - مگر اسمیں شاہ روس کے حملے کے تجاویز پامال ہوگئیں -

۸ - جولائی سنہ ۱۸۷۶ ع کو زار الکزنڈر ثانی اور فرانسس جوزف شاہ آسٹریا - ریشٹاٹ کے مقام پر ملے - مگر یہ تمام باتیں اب برلن کانگریس میں پیش ہوگئیں - اس ملاقات میں طے پایا تھا کہ روس ترکی پر حملہ کرے ' اور بلغاریہ اور رومانیا پر اپنی سیادت قائم کردے - یعنی بلقان کا مشرقی حصہ روس لے لے - اور مغربی حصے پر آسٹریا قبضہ کرکے ہرزیگولیہ ' بوسینہ ' اور سرویہ کو اپنی زیر سیادت لے آے - لیکن یہ ایک دور تھا جو ختم ہوگیا ' اور برلن کانگریس نے نقشہ ہی الٹ دیا - اسکے بعد سے بلقان بلقانیوں کیلیے ہے " کا نعرہ اس سرے سے اس سرے تک سنا جانے لگا - اور یہ شک کہ شاید کوئی یورپین حکومت اسکی مخالفت کرے ' قرق قلیسہ کی لڑائی کے بعد بالکل ہی جاتا رہا - بلقانی اقوام نے صرف اپنے ناقصوں ہی پر فتح نہیں پائی ہے بلکہ یورپ کی طامعانہ تدبیروں پر بھی فتح حاصل کرکے اپنی ہستی کا عظیم الشان مستقبل خود اپنے ہاتوں میں لے لیا ہے -

سقوطری میں انگریزی فوج
مانٹی نیگری فوج کے ساتھ

تاریخ حسیات اسلامیۂ مسلمانان ہند کا ایک ورق

زر اعانۂ مہاجرین اور الہلال ۳۰ جون کے بعد

(از جناب محمد اشرف صاحب وکیل درجہ اول کوہاٹ)

امداد مہاجرین کے فنڈ کے لیے جو ایثار آپنے کیا ہے ' اسکا اجر عظیم خداوند کریم آپ کو دے - بہت سے خریدار اس شش و پنج میں ہیں کہ اگر آپکی مقررہ تعداد کی درخواستیں تاریخ مقررہ تک آپکے پاس نہ پہونچیں تو کیا آپ درخواست ہائے موصولہ کی رقوم حسب شرائط مشتہرہ فنڈ مذکور میں داخل فرمائینگے یا نہیں ؟ گو معاً یہ سمجھا جاتا ہے کہ آپ جیسا فدائے قوم ضرور ایسا کریگا - مگر لوگ اسکی تصریح چاہتے ہیں - براہ عنایت میعاد مقررہ کو کم از کم اگست سنہ ۱۹۱۳ ع تک بڑھاکر اس امر کی تصریح ضرور کردیں کہ جسقدر درخواستیں اس فنڈ کی امداد کے متعلق اشتہار کی بنا پر آئینگی ' آنکی رقم میں سے سات روپیہ آٹھہ آنہ فنڈ مذکور کو دیے جائینگے -

الہلال

۳۰ - جون تک کی مدت اس غرض سے کم نہ تھی ' لیکن اصل مقصود تو رقم کی فراہمی ہے ' نہ کہ کوئی اعلان رعایت ' پس ایک ماہ کی مدت اور بڑھادی جاتی ہے - یعنے ۳۱ - جولائی تک یہ سلسلہ برابر جاری رہیگا - جن لوگوں کو یہ شبہہ ہے کہ پوری رقم کی وصولی پر خریداروں کی رقم داخل خزانہ کی جائیگی ' انکے ظن و گمان پر متعجب ہوں - میری سعی تو یہی ہے کہ ۳۰ - ہزار فراہم ہو ' لیکن اس سے یہ معنی کہاں نکلتے ہیں کہ ۳۰ - ہزار کے بغیر روپیہ بھیجا نہ جائیگا ؟ جب میں نے اتنے عرصے کی آمدنی کو وقف کردیا تو اب اسکا کل اور جزو ' دونوں مجھپر حرام قطعی ہے -

(انیس حامد بیگم صاحبہ - اہلیہ مسٹر حامد حسن کوتوال)

آج کل ہمارے ترک بھائی اور بہنوں پر جو مصیبت نازل ہو رہی ہے ' وہ محتاج بیان نہیں - ہر شخص انکی مصیبت سے واقف ہے - انکی بے کسی اور بے بسی گھر کی بیٹھنے والی عورتوں اور بچوں کو بھی آٹھہ آٹھہ آنسو رلاتی ہے ' لیکن کچھہ کرتے دھرتے بن نہیں پڑتا - ننھے ننھے بچوں اور آفت کی ماری بہنوں پر جو مصیبت کے پہاڑ ٹوٹ رہے ہیں ' انکو دیکھکر کلیجہ پاش پاش ہو جاتا ہے اور سمجھہ میں نہیں آتا کہ آخران مظالم کی کوئی انتہا بھی ہوگی یا نہیں ؟ آخر پروردگار عالم کا غیظ و غضب ان معصوموں کی مصیبت پر کیوں جوش میں نہیں آتا ؟ مجھکو ان واقعات نے اس درجہ حواس باختہ کردیا ہے ' کہ باوجود رات اور دن غور کرنے کے میرے سمجھہ میں نہیں آتا کہ دنیا میں میرا وجود ان مصیبت کی ماری اور بے کس بہنوں کے لیے کس طرح مفید ثابت ہو ؟ اور میں کس طرح انکی امداد کرسکوں ؟ جناب مجھکو مشورہ دیں کہ میں اس معاملہ میں کیا کروں ؟ بالفعل میں نے یہ ارادہ کرلیا ہے کہ اپنے روزانہ اخراجات میں سے ایک نمایاں حد تک کمی کرکے جو کچھہ پس انداز ہوگا ' اسکو ہر مہینے آپکی خدمت میں بھیجتی رہونگی -

آپنے جو تجویز اخبار الہلال میں مفت اخبار دینے اور اسکی قیمت مہاجرین کی امداد میں بھیجنے کی شائع کی ہے ' اسکو دیکھکر دل باغ باغ ہوگیا لہذا درخواست ہے کہ مہربانی فرماکر دور آ اخبار الہلال کا پرچہ آٹھہ روپیہ - وی - پی کرکے میرے شوہر کے نام روانہ کردیجیے - میں نے انکو بھی براہ راست اطلاع دیدی ہے -

---

کیا بہتر ہو کہ ہر ایک شخص ایسی ہی ہمدردی اپنے مصیبت زدہ ترک بھائیوں کے ساتھہ دکھلانے کی کوشش کرے - خداے تعالی آپکو اجر عظیم عطا فرمائے - حتی الوسع سردست بعد ترغیب و تحریص چند احباب کو میں نے فراہم کرلیا ہے ' اور آیندہ بھی کوشش جاری رہیگی - افسوس اس بات کا ہے کہ یہاں جوش ہمدردی روز بروز ٹھنڈا پڑتا جاتا ہے ' اور جیسا کہ ابتداے جنگ میں تھا ' اب باقی نہیں رہا - تعلیم یافتہ اصحاب تو ہر حالت میں امداد کی تحریک کے مؤید اور انجمن اتحاد و ترقی کے طرفدار ہیں ' مگر عام لوگ مخالف ہیں - یہ ساری خرابی اختلاف راے کی ہے - اسلیے اب سخت ضرورت اسباتکی ہے کہ ترکوں کے مفصل حالات ابتداے انقلاب حکومت سے آجتک کے ایک بہترین پیرایہ میں از سر نو درج اخبار کرکے انپر مدلل بحث کیجاے ' اور سابقہ حکومت اور جدید حکومت سے جو جو برے نتائج ظہور پذیر ہوئے ہیں اونکو اچھی طرح عوام کے ذہن نشین کرا دیا جاے ' ورنہ ٹرکی کی طرح ہند میں بھی دو پارٹیاں ایک دوسرے کی مخالف بنی رہینگی جسکا اثر قوم کے حق میں مضر ثابت ہوگا - امید کہ جناب میری اس نا چیز راے کو شرف قبولیت عطا فرما کر ضرور اس مسئلہ کو چھیڑ دینگے -

الہلال

اب اس بحث میں پڑنا بھی وقت کو ضائع ہی کرنا ہے - یہ تحریک اعانت مہاجرین کی ہے نہ کہ اعانت حکومت کی - اسکو ٹرکی کی پارٹیوں سے کیا واسطہ ؟ اب تو تمام وقت اس بحث میں خرچ کرنا چاہیے کہ ہمیں کیا کرنا ہے ؟ اور کس طرف چلنا ہے ؟ اور بس -

(از حسن جان صاحبہ دختر برکت اللہ خاں پروفیسر - ہزارہ)

آداب عرض ہے - میں نے الہلال میں چندہ کی فہرست میں عورتوں کا بھی نام دیکھا ہے - میں ایک دس برس کی لڑکی ہوں اور سوا ان پیسوں کے جو خرچ کیلیے مجھے ملتے ہیں اور کچھہ میرے پاس نہیں ہے - اسوقت آٹھہ آنے ہے جو میں نے اسی نیت سے جمع کیا ' براے مہربانی اس کو بھی فہرست میں ملا دیں اور میرے حق میں دعا کریں -

(از جناب قاضی محمد لطیف حسین صاحب بڑا ڈیہہ)

میں یکے از خریداران الہلال ہوں - دس روپیہ بنظر اعانت مہاجرین ترک بے خانماں بذریعہ منی آرڈر ترسیل خدمت ہے - اسکو قیمت اخبار سے کچھہ تعلق نہیں الہلال کی قیمت اپنے وقت پر جایا کریگی -

(از جناب محمد گوہر علی صاحب سکریٹری انجمن مفید المسلمین معروفگنج - گیا)

۲۱ - مئی کے الہلال میں تحت عنوان (لاکھوں بے خانماں مہاجرین) اک درد ناک مضمون دیکھکر دل بے چین ہوگیا -

آنکھوں میں آنسو بھر آئے مگر سوائے اشک ریزی کے بس میں کیا تھا ؟ اہلی نے سر مالیکی پر صدمۂ عظیم ہوا - لیکن درد اخوت نے چین لینے نہ دیا - خیال ہوا کہ اگر مسلم رسید کاں ملت کی مدد خود نہیں کر سکتا " تو الدال علی الخیر کفاعلہ ھی کا مصداق بنیں - چنانچہ فوراً اہلی انجمن مفید المسلمین واقع محلہ معروف کلم میں گیا (یہ محلہ غریبونکا ہے) اور ایک خاص جلسہ بغرض اعانت مہاجرین ۱۹ - جون کو منعقد کر کے چندہ کی تحریک کی - چنانچہ مبلغ بیس روپیہ وصول ہوا - آجکی ڈاک سے ارسال خدمت ہے -

فہرست زر اعانۂ مہاجرین عثمانیہ

(۳)

	آنہ	پائی	روپیہ
چندہ بزرگان جہیو بذریعہ مسٹر محمد عمر صاحب	۰	۰	۹۰
جناب رہنوار خانصاحب ہڈ ماسٹر اسلامیہ - اسکول قصور	۰	۰	۸۰۰
ایک مجاہد غیور از قصور ایک جوڑہ لبدہ طلائی قیمتی	۰	۵	۲۵۱
رجال ہمت خواتین کانپور بذریعہ جناب محمد یسین صاحب	۰	۰	۹۵
جناب مصطفی احمد صاحب حیدر آباد دکن	۰	۸	۷
جناب رعایت اللہ خانصاحب مثل خوان - گورداسپور	۰	۸	۵
جناب عبد الرحمن صاحب - سب اور سیر - کوہ مری	۰	۱۲	۲۱۴
جناب ڈاکٹر عبد اللہ خانصاحب - بکانی - کوٹہ	۰	۰	۱۰
جناب محمد عبد الصمد صاحب - بہار - پٹنہ	۰	۰	۱۰
جناب محمد غوری صاحب - سوداگر باکام	۰	۵	۰۱
جناب امتیاز علی صاحب ہیڈ ماسٹر - ھاہل اسکول - ملیم آباد	۰	۰	۹
جناب غلام علیشاہ صاحب نائب تحصیلدار - پاک پٹن	۰	۰	۷
جناب محمد خلیل صاحب از گیا	۰	۰	۲۲
جناب سید علی صاحب سشن جج - ورنگل - دکن	۰	۰	۲۴
جناب سید ضمیر الدین حیدر صاحب عرف پیارے صاحب مخدوم پور - گیا	۰	۷	۲
جناب غلام حیدر صاحب گجراتی - لائل پور	۰	۴	۹
جناب عبد الحفیظ صاحب - بریکہا - مونگیر	۰	۴	۶
جناب احمد محی الدین صاحب - مدد گار ناظم جنگلات - نظام آباد - دکن	۰	۰	۸
جناب ماسٹر دین محمد صاحب (ندوۃ العلما) لکھنؤ	۰	۰	۵
جناب مفتی سعادت علی صاحب - مدرسہ عالیہ - ریاست رامپور	۰	۰	۱
جناب عطا محمد صاحب - از شملہ	۰	۰	۵
جناب سید بذل الحسین صاحب	۰	۰	۱
جناب مشرف حسین صاحب	۰	۰	۱
جناب سید یانگ چانگ صاحب دیار پور -	۰	۰	۱۰
جناب غلام محمد صاحب - کہولہ شریف - ملتان	۰	۵	۹
جناب فصیح الدین - غیاث الدین صاحب - احمد آباد	۰	۸	۲
جناب محمد کاظم صاحب جہالسی	۰	۰	۵
جناب محبوب علی صاحب ہوشیار پور	۰	۰	۸
جناب قاضی محمد لطیف حسین صاحب پادری - اکرام گڈہ	۰	۰	۱۰
جناب قطب الدین احمد صاحب انصاری - فتح پور	۰	۰	۹
والدہ سید محمد طاہر صاحب - لکھنؤ	۰	۰	[illegible]
جناب احمد حسین صاحب اڈیٹر کلکٹری گورکھپور	۰	۰	۸
جناب غنی حیدر صاحب محمد منزل - بہار	۰	۸	۱
جناب عبد الجلیل خانصاحب حسن پور علیگڈہ	۰	۳	۲۵
بذریعہ جناب مشتاق حسین صاحب - کانپور	۰	۰	۴۴
جناب کاظم حسین صاحب فارسٹ منیجر - دندور	۰	۰	۲۵
بذریعہ جناب نذیر احمد صاحب بانکی پور	۰	۷	۵۷
جناب مفتی محمد انوار الحق صاحب ایم - اے - بہوپال	۰	۰	۷
جناب عبد الحکیم صاحب پلیڈر - بانکی پور	۰	۰	۵۰
جناب عبد الجلیل صاحب - اگرہ	۰	۰	۵
جناب منشی چراغ دین صاحب پٹہ دار لشاری	۰	۰	۸
بذریعہ جناب یسین احمد صاحب - گیا	۰	۰	۲
جناب محمد اسمعیل خانصاحب کوتوال - ہیر پور	۰	۰	۸
جناب ڈاکٹر ابو الحسن صاحب موضع نبی نگر مونگیر	۰	۰	۱۰
جناب حبیب رضا صاحب مختار - دنیا پور پٹنہ	۰	۰	۱۵
جناب عبد الرحیم صاحب مرحوم	۰	۰	۱
جناب عبد الرحمن خانصاحب - باندہ	۰	۰	۹۸
خواتین کانپور بذریعہ محمد قاسم صاحب کانپور	۰	۰	۹۰
ایل - بی - اچھن خا صاحب - کالن - برہما	۰	۰	۷
بی بی حرمت بذریعہ امین الدین صاحب رنگون برہما	۰	۰	۴
از وقف شیخ ولایت علی صاحب مرحوم کانپور معرفت جناب شیخ باقر علی صاحب متولی وقف مذکور	۰	۰	۱۰۰
جناب امام صاحب - دوبی مارکٹ - بلگام	۰	۵	۱
جناب متم محمد خانصاحب - گونکہ	۰	۷	۲۴۲
جناب حبیب احمد خانصاحب - منگولی ریاست رامپور	۰	۰	۸
جناب منصور خانصاحب جمعدار		۰	۴
جناب محمد علاؤ الدین صاحب فرخ - جلال آباد	۰	۰	۲
جناب حاجی طاہر حاجی طیب صاحب - اٹاوہ	۰	۱۳	۱۲
جناب سید نثار حسین صاحب - ہزاری باغ	۰	۰	۴
مسلمانان اکبر پور بذریعہ حافظ عبد الغفور صاحب - نوادہ - گیا	۰	۰	۱۳
جناب احمد رضا صاحب - پٹنہ	۰	۰	۸
میزان	۰	۱۳	۲۴۱۵
میزان سابق	۹	۰	۲۸۸۷
میزان کل	۹	۱۳	۵۱۰۲

PRINTED & PUBLISHED BY A. K. AZAD, AT THE HILAL ELECTRICAL PRTG. PBLG. HOUSE, 7/1 MCLEOD STREET, CALCUTTA.

لا تهنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان كنتم مؤمنين

AL-HILAL

Proprietor & Chief Editor

Abul Kalam Azad

7/1 McLeod street,

CALCUTTA.

Telegraphic Address

"AL-HILAL"

Yearly Subscription, Rs. 8.

Half-yearly „ „ 4-12

الہلال

ایک ہفتہ وار مصور رسالہ

مدیر مسئول و خصوصی

مولانا ابوالکلام الدہلوی

مقام اشاعت

۷ . ۱ مکلوڈ اسٹریٹ

کلکتہ

عنوانِ تلغراف

« الہلال »

قیمت

سالانہ ۸ روپیہ

ششماہی ۴ روپیہ ۱۲ آنہ

جلد ۳ | کلکتہ: چہار شنبہ ٤ شعبان ۱۳۳۱ ہجری | نمبر ۲

Calcutta : Wednesday, July 9, 1913.

فہرست

تصاویر

اطلاع

(۱)

ایڈیٹر الہلال کی نسبت

خود اپنی ، اور گھر کی علالت سے مجبور ہوکر کچھہ دنوں کیلیے مولانا دفتر سے غیر حاضر رہیں گے - اسلیے خط و کتابت میں مندرجۂ ذیل امور کا تا اطلاع ثانی لحاظ رکھا جاے :

(۱) تمام ڈاک بدستور دفتر کے پتے سے آے ، لیکن جن حضرات کو خاص طور پر مولانا سے خط و کتابت کرنی ہو ، یا کسی امر کے متعلق انکو ذاتی طور پر اطلاع دینی ہو ، انکو چاہیے کہ اس پتے سے خط و کتابت کریں :

اسمی لاج - لنڈھور - مسوری -

Esme Lodge : Laudhour

Mussoorie

(۲) براہ ہدایت اُن خطوں میں دفتر کے متعلق اطلاعات نہوں - انکو براہ راست دفتر بھیجیے - اگر ہوں تو اسطرح الگ کاغذ پر ہوں کہ انکو بجنسہ دفتر میں بھیجا جاسکے -

(۳) " حزب اللہ " کے متعلق تمام خط و کتابت براہ راست مولانا سے ہونی چاہیے -

(۲)

(۱) اس ہفتے گذشتہ جلد کی فہرست کا دوسرا فارم چھپ نہ سکا - انشاء اللہ آیندہ ہفتے مع لوح شائع ہوگا -

(۲) جن حضرات کو دوسری جلد کی ضرورت ہو وہ اطلاع دیں - مثل جلد اول کے یہ مجلد ہے - الہلال کا بلاک طلائی منقش - قیمت ۸ - روپیہ مکمل جلدیں شاید دس پانچ ہی نکلیں گی -

(منیجر)

شذرات

یا لیتنی مت قبل ھذا ، و کنت نسیاً منسیا !

اما علی الدین انصار و اعوان ؟

سودا قمار عشق میں خسرو سے کوهکن بازی اگرچہ پا نہ سکا ، سر تو کھو سکا !
کس منہ سے اپنے اپ کو کہتا ہے عشق باز ؟ اے روسیاہ ! تجھسے تو یہ بھی نہو سکا !

پچھلا پرچہ چھپنے کیلیے جا چکا تھا کہ کانپور کی مسجد کے متلازم فیہ حصے کے بالجبر انہدام کا تیلی گرام کلکتہ پہنچا :

هذا الذی کنتم به تکذبون (۲۲ : ۳۰)

یہ ہے وہ نتیجہ تمھارے اعمال اور غفلت کا جس کو تم نادانی سے جھٹلایا کرتے تھے !

انا للہ وانا الیہ راجعون - نہیں سمجھتا کہ اس واقعہ کی نسبت کیا لکھوں ؟ سوا اسکے کہ دعا مانگوں کہ اللہ تعالے مسلمانان کانپور پر رحم فرمائے ' اور جس بے غیرتی اور بے حمیتی کی مثال مسلمون نے قائم کی ہے ' اسکو اور زیادہ متعدی نہ کرے -

لیکن کیا اب ہم ایسی ہی خبروں کے سننے کیلیے زندہ رہنگے ہیں ؟ اور کیا یہ سچ ہے کہ اب هندوستان ہمارے لیے دار الامن نہ رہا ' اور شعائر اسلامیہ اور عمارات دینیہ کا انہدام علانیہ شروع ہوگیا ؟

کیا اب کرچیں چڑھالی جائیں گی ' تاکہ مسجدوں کا محاصرہ کیا جائے ؟ کیا فوجیں پھیلیں گی ' تاکہ پرستاران الہی اور انکی مساجد کے احترام سے روکیں ؟ کیا شہروں کی ناکہ بندی کی جائیگی ' تاکہ مسجدوں کے حصے گرائے جائیں ' اور ان دیواروں کو جنکے اندر پانچ مرتبہ خدائے واحد کے نام کی منادی ہوتی تھی ' جبر و قہر اور آلات و اسلحہ کے زور سے غبار بنا کر اوڑا دیا جائے ؟ پھر کیا اسلام کی مسجدیں بے یار و مددگار ہوگئیں ' اور کیا آج خدا کی زمین پر کوئی نہیں کہ اسکی پرستش گاہوں کی عظمت کو برقرار رکھے ؟

الا نفوس ابیات لہا ھمم
اما علی الدین انصار و اعوان ؟

(ایڈریا نوپل) کی مسجد سلیم کا نوحہ سننے والو جو آنکھیں رو رہی تھیں ' کاش انکو کوئی یہ پیام پہنچا دے کہ اب سمندروں کے پار جا کر ماتم کرنے کی ضرورت نہ رہی - ایڈریا نوپل کی مسجد نے اپنے نمازیوں کو چار مہینے تک اپنی حفاظت میں سرگرم جانفروشی دیکھنے کے بعد اپنے صحن میں کفار و ملاعنۂ بلغار کے جوتوں کی گرد دیکھی ' پر ایک مسجد مقدس " کانپور " نامی آبادی میں بھی ہے ' جس نے اپنی راہ میں بغیر ایک قطرہ خون کے بہے ' یہ دیکھا کہ اسکے بازؤں پر تیشہ ہاے بے اماں کی ضربیں پڑ رہی تھیں ' اور ایک آواز بھی نہ تھی ' جو اسکے لیے نالہ و فغاں کرتی ہوا !

فاہ ! اہ ! ثم اہ ! علی ما فرطتم فی جنب اللہ ! و یا لیتنی مت قبل ھذا و کنت نسیاً منسیاً !!

نہ داغ تازہ می کارد ' نہ زخم کہنہ می خارد '
بدہ یا رب دلے کیں صورت بیجاں نمی خواہم !

پھر اے کانپور کے وہ اسلام فروش ' اور کفر پرست لیڈرو ! اور اے وہ ناپاک و نجس انسانی صورت حیوانو کہ تمہاری موت تمہاری زندگی سے بہتر ہے ' اور تمہاری بربادی و ہلاکت مسلمانوں کیلیے رحمت و برکت الہی ہے ' بتلاؤ کہ یہ سب کچھ ہو جانے کے بعد تم کس فکر میں ہو ؟ اس فکر میں کہ اللہ کے گھر کی دیواروں کا ایک حصہ تو گرا دیا گیا ' لیکن محراب و منبر اب تک محفوظ ہیں ؟ اگر اسی کا افسوس ہے تو میں تمکو - تمکو کہ میں نہیں سمجھتا کہ کن لفظوں سے مخاطب کروں ' تم کو - اطمینان دلاتا ہوں کہ غمگین مت ہو کہ وہ وقت بھی کچھ دور نہیں - جس قوم میں تمہارے ایسے اجسام خبیثہ و اجساد ملعونہ موجود ہوں ' انکی مسجدوں کی محرابوں اور منبروں کو بھی اگر کھود دیا جائے تو کچھ بعید نہیں -

* * *

افسوس کہ ہماری اصلی بدبختی یہ نہیں ہے کہ ہمارے اوپر کون ہے ' بلکہ بد بختی یہ ہے کہ ہمارے اندر کون ہے ؟ ہماری بد قسمتیوں میں ہمیشہ غیروں سے زیادہ خود اپنوں کا دست کفر و نفاق مخفی ہوتا ہے - گورنمنٹ اور حکام کو کیا کہیے کہ توقع ہی کسے تھی ؟ شکایت تو جب ہونی چاہیے کہ توقع ہو - پس دین الہی کی اس اشد شدید بے حرمتی کی ساری ذمہ داری ان بندگان خدا پر ہے ' جنکے ہاتھ میں مسلمانان کانپور کے معاملات کی باگ ہے - یہی دین فروش ہیں جنہوں نے ابتدا سے معاملہ کو غارت کیا - جنہوں نے عام مسلمانوں کو عرصہ تک بے خبر رکھا ' جنہوں نے انکے جوش و اضطراب کو اپنے دسائس و شرارت سے ہر مرتبہ دبا دیا ' جن میں سے بعض ایک طرف تو غریب مسلمانوں کا بھی ساتھ دیتے تھے ' اور دوسری طرف حکام کے آگے بھی سر بسجود رہتے تھے - یہی وہ ذریات ابلیس اور پرستاران شیطان ہیں ' جنہوں نے ہمیشہ لوگوں کو کام کرنے سے روکا ' اور کسی نہ کسی فریب سے انکو باز رکھا - اول تو جلسے ہی نہیں کیے ' پھر بعض لوگوں کے پاس روتے پیٹتے آتے جاتے رہے - پھر جلسہ بھی کیا تو مارے خوف و دہشت کے انکی زبانوں سے آواز نہ نکلی ' اور مسلمانوں کو محض رزولیوشنوں ' میموریلوں اور عرضداشتوں میں اولجھاے رکھا - غرضکہ :

الذین یستحبون الحیاۃ الدنیا علی الاخرۃ ' و یصدون عن سبیل اللہ و یبغونہا عوجا ' اولئک فی ضلال مبین (۱۴ : ۳)

" وہ لوگ ' جنہوں نے حیات آخروی پر حیات دنیوی کو ترجیح دی ہے ' جو بندگان الہی کو اللہ کی راہ سے باز رکھتے ہیں ' اور جو اسکی راہ میں کجی پیدا کرنا چاہتے ہیں ' تو یہی لوگ ہیں ' جو انتہا درجہ کی گمراہی میں مبتلا ہیں ' اور ہدایت انسے کوسوں دور ہے ! "

لیکن یاد رہے کہ گو انکو اپنے اعمال شیطانیہ کی اس دنیا کے سوا کسی دوسری زندگی کا تصور کرنے کی توفیق نہ ملی ہو ' تاہم ایک دوسری دنیا ضرور ہے - ایک وقت آنے والا ہے ' جبکہ جلال خداوندی کا آخری تخت بچھیگا ' جبکہ وہ عدالت قائم ہوگی ' جسکا فیصلہ کرنے والا خود علام الغیوب ہوگا ' اور پھر اس وقت انسے پوچھا جائیگا کہ " اے وہ لوگو ! کہ ہواے نفس تمہارا معبود تھا ' دراہم و دنانیر تمہارا قبلہ تھا ' حکام کی پرستش تمہاری شریعت تھی ' اور

" اصابع الرحمان " کی جگہ " اصابع الشیطان " میں تم نے اپنے دلوں کو دیدیا تھا ' بتلاؤ کہ آج وہ تمہارے معبودان باطل کہاں ہیں ' جو تم کو میری پکڑ سے بچا سکتے ہیں ؟ این شرکاؤ کم الذین کنتم تزعمون ؟ (٦ : ١٥) کیا تم ہی وہ نہیں ہو کہ تمہاری آنکھوں کے سامنے میرے دین مبین کی علانیہ بے حرمتی ہوئی ' اور میری عبادت گاہ کی دیوار مسمار کی گئی ' پر تم کچھہ نہ بولے بلکہ اپنی بزدلی اور فساد انگیزی سے اسکا سامان کرتے رہے ؟ ؟

تم نے میری راہ سے میرے بندوں کو روکا ' اور انکو میرے گھر کی عزت کیلیے اٹھنے ندیا ؟ پھر کیوں نہ آج میری لعنت تم پر چھا جائے ' اور کیوں نہ ان لوگوں کے جسموں کے ساتھہ وہ سب کچھہ عمل میں لایا جائے ' جسکو انہوں نے میرے مقدس گھر کے ساتھہ گوارا کیا - فذ وقوا العذاب بما کنتم تکفرون ! ! "

* * *

ایک ضروری سوال یہ ہے کہ یہ سب کچھہ کیونکر ہوا ؟

کیا اسلیے کہ کانپور کے مسلمانوں کو اسکا بالکل حس نہ تھا ؟

مجھے معلوم نہیں کہ پایونیر کے آفس کی رصد گاہ میں کوئی ایسی تلسکوپ ایجاد کی گئی ہو ' جسمیں قریب کی بڑی چیزیں چھوٹی ہوکر دکھائی دیتی ہوں - البتہ مجھے معلوم ہے کہ گلیلیو (Galileo) نے ایک آلہ ایسا دریافت کیا تھا ' جس سے دور کی چیزیں بڑی ہوکر نظر آسکتی ہیں - لیکن اسکے استعمال کرنے کی ضرورت مریخ کے دیکھنے میں ہوتی ہے ' نہ کانپور کی مسجد کو دیکھنے کیلیے -

اس جوش و اضطراب اور غیظ و غضب سے کوئی آنکھہ غفلت نہیں کرسکتی ' جو ابتداء معاملہ سے خبروں کے پھیلنے کے بعد عام مسلمانوں میں پیدا ہوگیا تھا ' اور جو بساطی بازار کے بے غیرت و بے حیا دکانداروں ' اور مسجد کے ایمان فروش متولی کے سوا (جس کا نام شاید کریم الدین ہے :

برعکس نہند نام زنگی کافور !

آگ کے شعلے بھڑکا رہا تھا - ملوں کے مزدور ہزاروں کی تعداد میں دیوانہ وار پھر رہے تھے ' اور مجھے معلوم ہے کہ ابتک جوش و اضطراب سے مجنوں ہو رہے ہیں - شہر کے عام باشندے بھی دھکتے ہوے کوئلوں پر لوٹتے رہے ' اور کچھہ شک نہیں کہ ابتک لوٹ رہے ہیں ' مگر ہزار حیف اُن چند منافقین پر ' اور صد ہزار لعنت اُن مفسدین مارقین پر ' جو قوم کی طاقت کو چھپانا اور مٹانا چاہتے ہیں ' اور جنھوں نے ہمیشہ خدع و فریب اخفاء حال ' اور طرح طرح کے اکاذیب و اباطیل سے لوگوں کو دھوکے میں رکھا ' اور کسی پر قوت کارروائی کے کرنے کی مہلت نہ دی : کذالک یجعل اللہ الرجس علی الذین لا یومنون (١٥ : ١٧)

میں نے الہلال میں اس مسئلہ پر نظر ڈالتے ہوے لکھا تھا کہ آنکھیں کھولو ' اور اپنے تئیں ان مفسدوں کے دام ضلالت سے بچاؤ ! عاجزی کے آنسوؤں ' اور فریادوں کی صداؤں سے کبھی بھی کسی فوج نے میدان سر نہیں کیا ہے - اصلی چیز اجماعی قوت ہے ' اور ہزاروں دلوں اور زبانوں کا کسی کام کیلیے ایک ہوکر ظاہر ہونا ہی کلید فتح و مراد ہے -

اگر تم حکام کے خوف سے لرزتے ہو ' تو تم سے اُس وقت کس نے کہا تھا کہ قانون کو توڑو اور فتنہ و فساد کی راہ اختیار کرو ؟ اگر کام کرنا چاہتے تو راہیں کھلی تھیں - بغیر قانون کو توڑے ' بغیر نظم و امن کو معطل کیے ' بغیر حکام کے مقابلے علم بغاوت بلند کیے ' بہت آسانی کے ساتھہ ممکن تھا کہ تم اپنی طاقت کا اظہار کرتے ' اور اپنی اجماعی قوت کا ایسا مظاہرہ دکھلاتے کہ قوتوں کو اسکے آگے سر بسجود ہو جانا پڑتا -

پرستاران صلیب کی اذیتوں کا ترک تو انتقام نہ لے سکے ' لیکن ترکوں کا خدا کیونکر خاموش رہتا - **ہفتۂ جنگ**

حلفا و بلقان کے جس باہمی جنگ و جدل کا وقت کسی نہ کسی دن آنے والا تھا ' اور جسکے تصور سے ہمیشہ سرایکزوق گرے خوف زدہ رہتے تھے بالاخر وہ آگیا - بلغاریا اور یونان و سرویا میں جنگ شروع ہوگئی ہے ' یونان و سرویا ' دونوں ایک ہوکر افواج بلغار کو متواتر ہزیمتیں دے چکے ہیں ' جبل اسود اور رومانیا کی جنگی طیاریاں ان کی شریک ہونے اور ساتھہ دینے پر مائل ہیں ' سلانیک سے بلغاریوں کا قبضہ اٹھہ گیا ' فوج نے ہتیار ڈال دیے ' حریفوں کی اطاعت مان لی ' اور صرف ہو گھنٹے کی گولہ باری میں پامال ہوگئے - بے سروپا ہوکر بھاگے ' اور دس توپیں اور ایک ہزار تین سو سپاہی گرفتار کرتے گئے ' سلانیک سے باہر نکل کر یہ گریز پائی تھم گئی - دشت کلکیش میں نئے سرے سے مورچے باندھے گئے ' اور پھر مقابلے کو بڑھے ' مگر ہزیمت ہی اٹھانی پڑی ' اور ۹۰ توپیں ہاتھہ سے جاتی رہیں ' اور پولی کی بلند سطح پر جرار و جنگ آزما سپاہ بلغار نے سرویوں پر حملے کیے ' سروی بے تو پسپا ہوگئے ' لیکن پھر سنبھلے اور بازی کے پانسے سنبھال لیے - چار ہزار بلغاری اسیر ہوے ' اور کتنی جانیں آگ کی بھینٹ چڑھیں - دوسری جنگ میں چوبیس بلغاری پلٹنیں نہایت ابتری کی حالت میں دریاے زبلو را کے پار بھگا دی گئیں - آٹھہ سو بلغاری ہلاک اور اٹھارہ سو مجروح ہوے - شوکیل و نگریتہ کی لڑائیوں میں بلغاری اس بد حواسی و سراسیمگی سے بھاگے کہ دریاے وار دار میں ان کے کئی سپاہی غرق ہوگئے ' اور بھاگتے بھاگتے پوری پندرہ ہزار فوج قید ہوگئی -

سلانیک سے کچھہ فاصلے پر بلغاریوں نے ایک مستحکم مورچہ باندھہ رکھا تھا ' قسطنطین شاہ یونان نے فوج کی کمان اپنے ہاتھہ میں لے کر آٹھہ ڈویژنوں کو چڑھائی کا حکم دیا ' اور تین ہزار گز کے فصل سے حملہ کرکے اس مورچہ کو فتح کرلیا ' سروی فوج بلغار کی سرحد کو عبور کرکے اندرون ملک پہونچ گئی ہے ' اور اسوقت مقام زرنوک کی بلندیوں پر قابض ہے جہاں سے صوفیا دار الحکومۃ بلغار صرف پچاس میل کے فاصلے پر رہ جاتا ہے - لاچانا کو بھی یونانیوں نے بلغار سے چھین لیا ' رگسٹر کے قرب و جوار میں بلغاریوں نے حدود سرویا میں داخل ہونے کی بڑی کوششیں کیں مگر ہر مرتبہ منہزم ہوے اور بڑی ذلت سے منہزم ہوے - کرمولک کو بلغاریوں نے واپس لے لیا تھا مگر سرویوں نے حملہ کرکے دوبارہ قبضہ کرلیا ' اور بلغاری بڑی بری طرح پسپا ہوگئے - یونانیوں نے ڈویژن پر سپاہ بلغار کو نہایت فاش شکست دی - اور علاقے پر قابض ہوگئے - ۵ جولائی کی جنگ کوشانا میں جبل اسود کی آٹھہ ہزار فوج نے سرویا کا ساتھہ دیا ' اور اُس کی اعانت سے کوشانا پر سرویا کا قبضہ ہوگیا ' اس جنگ میں بلغاریوں کا ایک حصۂ لشکر جو وزیر جنگ بلغار کے ماتحت تھا بالکل تباہ ہوگیا ' یہ سب کچھہ ہوا ' مگر ستم پیشہ بلغاریوں کے مظالم میں نہ کمی آئی تھی نہ آئی - سلانیک میں مقابلہ تو یونانیوں سے تھا لیکن محاصرہ ایک مسجد کا کیا گیا ' نگریتہ اور پرتکیشر کے تمام باشندے جن میں ناکردہ گناہ مسلمان بھی تھے قتل کر ڈالے ' اور ساری آبادی غارت کردی -

دوسرے جانب لفٹننٹ ویکلر نے ' جن کی صداقت کا خاطر خواہ امتحان ہوچکا ہے ' جو تار دیے ہیں اُن سے معلوم ہوتا ہے کہ سرویوں اور یونانیوں کو سپاہ بلغار نے اتنی متواتر و مسلسل شکستیں دی ہیں کہ اب اُن میں دم بھی نہیں رہا - یہ بیان مبالغہ آمیز تو ضرور ہے لیکن کچھہ نہ کچھہ اس میں واقعیت بھی ہوگی ' اور ہم کو تسلیم کرنا چاہیے کہ یونان و سرویا جو مسلمانوں کے قتل عام میں پیچھے نہ تھے اس جنگ نے اُن کو بھی خستہ کررکھا ہے ؟

٤ - شعبان ١٣٣١ ہجری

الـداء و الـدواء

یعني جماعة " حزب الله " کے اغراض و مقاصد

(٣)

ولو ان اهل القرى آمنوا و اتقوا ' لفتحنا عليهم بركات السماء و الارض ' ولكن كذبوا ' فاخذناهم بما كانوا يكسبون - افامن اهل القرى ان ياتيهم باسنا بياتا و هم نائمون ؟ او امن اهل القرى ان ياتيهم باسنا ضحى وهم يلعبون ؟ افامنوا مكر الله ؟ فلا يامن مكر الله الا القوم الخاسرون ! (٧ : ٩٨)

اگر ان بستیوں کے لوگ الله اور اسکے احکام پر ایمان لاتے ' اور راہ اتقا وخشیت اختیار کرتے ' تو هم آسمان اور زمین ' دونوں کي برکتوں اور نعمتوں کا دروازہ اُن پر کهول دیتے ' لیکن افسوس کہ انهوں نے سرکشی اور تمرد سے همارے احکام کی پروا نہ کی ' اور انکو جهٹلایا ' پس اعمال بد کی پاداش میں هم نے انہیں مبتلاے عذاب کر دیا ! !

پهر کیا یہ لوگ اس سے نہیں ڈرتے کہ ان پر همارا عذاب راتوں رات آ نازل هو اور وہ خواب غفلت میں سرشار هوں ؟ یا وہ اس سے با لکل مطمئن هوگئے هیں کہ همارا عذاب دن دهاڑے آ نازل هو اور وہ لهو و لعب میں مشغول هوں ؟ کیا وہ الله کی پکڑ سے با لکل مطمئن هوگئے هیں ؟ اگر ایسا هی هے تو جان لیں کہ الله کي گرفت سے تو صرف وهی نڈر هوسکتے هیں ' جو آخر کار برباد هونے والے هیں !

قصۂ عشق کہ مانند ایں همہ ناگفتہ بسے * تا تو گوئیم بشرطیکہ نگوئي بہ کسے
کس بمنزلگہ مقصود نرفت الله پا * بو الفضولي دو سہ دبدم برا و بو الهوسے
همت ست ابن کہ دهد کام دل ' اما چہ کني * کہ بابن طاق بلندت نبود دست رسے
حیرتم سوخت کہ همراز نگوشم آمد * صوت زنجیر در کعبہ ببانگ جرسے
اگر اینست گل تازہ کہ من دارم ' نیست * بلبلان را رہ پر و بال گران تر قفسے
آستان حرم عشق مقام ادب ست * دست بکشاے دریں پردہ بهر ملتمسے
(فیضي) ار زندگي مردہ دلان مي خواهي
باهدت گرم تر از صبح قیامت نفسے

و الذاریات ذروا ' فالحاملات وقرا ' فالجاریات یسرا ' فالمقسمات امرا (٥١ : ٤) قسم هے اُن هواوں کي ' جو بادلوں کو اڑاے لیے پهرتي هیں - پهر مینہ کا بوجهہ اُٹهاتي ' پهر آهستہ آهستہ چلتي ' اور پهر باران رحمت الهي کو زمین پر تقسیم کرتي هیں ' کہ زمین کا استعداد ' موسم کی موافقت ' هواوں کا ظهور ' اور بادلوں کا پیام ' آپ دیکهنے والوں سے اشارہ کرتا ' اور سننے والوں سے کچهہ کہرها هے -

اسکا اشارہ صاف ' اور اسکی آواز غیر مشتبہ هے - اسکی صورت امید پرور ' اور اسکے چشم و ابرو کي گردش همت افزا هے - وہ درختوں کے جهنڈ ' کهیتوں کی لہلاهٹ ' پهولوں کي شادابي باغوں کی شگفتگی ' پتوں سے چهپی هوئي ٹهنیاں ' اور میووں سے جهکي هوئی شاخیں ' غرضکہ هر چیز جسکي دنیا میں تلاش کي جاتي هے ' تم کو دیسکتا هے ' لیکن اسکے معاوضے میں ایک چیز آپ تم سے بهي مانگتا هے - وہ یہ نہیں کہتا کہ پانی کو تلاش کرو ' تا زمین سیراب کی جاے ' اور فصل کاٹ کر جمع کرنے کیلیے گهر بناؤ ' تا وقت پر حیرانی نہو- کیونکہ پانی کي ضرورت تخم ریزی سے پہلے نہیں بلکہ اسکے بعد هوتي هے اور کل کے دن فصل وهي کاٹیں گے ' جنهوں نے آج کے دن بو دیا هے - ان دونوں میں سے وہ کسي کیلیے غمگین نہیں هے - اسکی پکار صرف بیج کیلیے هے ' اور اسکا اشارہ صرف اُس کي طرف هے ' جسکے هاتهہ میں ڈول کي رسي نہیں ' بلکہ جسکي جهولي میں بیج کے دانے هوں - پس آغاز کي برکت ' اور اتمام کی کامیابی هو انکے لیے ' جو اُس کے اشارے کو سمجهیں ' اور اسکی آواز پر کان دهریں : وکذ لک انزلناہ ایات بینات ' و ان الله یهدي من یرید -

قہرمان مدافعۂ بحریہ

کپتان رؤف بک

حمیدیہ جہاز شکستگی کے بعد
جسمیں گیارہ گز مربع سوراخ ہوگیا ہے

حمیدیہ مرمت کے بعد

رؤف بک حمیدیہ میں

حمیدیہ بحالت شکستگی قسطنطنیہ
جارہا ہے! حصہ پیشیں زیر آب ہے

انجمن [illegible]

پھر کیا وہ بیج ' کوئی [illegible] انجمن ' کوئی لنبی چوڑی اسکیم ' کیا [illegible] کا رجسٹر ' اور کوئی بہت بڑا وسیع قلک ہے ؟

کہہ [illegible] پھولوں میں پھولوں کی شاداب رنگت پر عاشق [illegible] خشک بیج کا متلاشی ' جس کا ایک [illegible] کیلیے کافی ہے -

[illegible] یہ باقی رھگیا ہے کہ اپنے اغراض کا نظام پیش [illegible] احباب کرام کو انتظار کی ایک آزمایش میں اور [illegible] اور " انجمن خدام کعبہ " کے متعلق تفصیل سے ایک [illegible] میں اپنی معروضات پیش کردوں ' کیونکہ آج اس زبان سے بڑھکر اور کوئی ھستی خالی اور گنہگار نہیں ھوسکتی ' جو جانتی ھو لیکن نہ بولتی ھو -

اس مضمون کے پہلے نمبر میں جو کچھہ عرض کرچکا ھوں ' ضرور ہے کہ وہ آپکے پیش نظر رہے -

کعبے کی خصوصیت

حاجی براہ کعبہ رواں گیں رہ دان ست
خوش میروہ ' اما رہ مقصود نہ انست

انجمن کا مقصد تاسیس صرف دو چیزیں ھیں :

(۱) خانۂ کعبہ کی حفاظت اور خدمت کیلیے تمام مسلمانوں سے ایک غیر شرعی اقرار لیا جاے -

(۲) ہر شخص بقدر استطاعت اس کام کیلیے روپیہ دے تاکہ ایک عظیم الشان خزینہ اس غرض سے فراہم ھوجاے - مثلاً ایک روپیہ سال -

روپیہ کی نسبت مضمون کے پہلے نمبر میں عرض کرچکا ھوں کہ گویہ وقت کی ضروریات میں سے ایک نہایت اھم اور اقدم ضرورت ہے ' لیکن اصل مرض کا علاج نہیں - ھمارے مصائب صرف اسکا نتیجہ نہیں ھیں کہ ھمارے اعمال ملی کی جیب خالی ہے ' بلکہ یہ سب کچھہ اسلیے ہے کہ ھمارے دل اندر سے کھوکھلے اور خالی ھو رہے ھیں - وہ اگر بھر جائیں تو پھر خزانوں کا بھرنا کچھہ بھی دشوار نہیں !

درازی شب و بیداری من این همه نیست
ز بخت من خبر آرید تا کجا خفتست ؟

اس سے قطع نظر ایک اصولی اور بنیادی امر اھم یہ ہے کہ محض " خدمت و حفاظت کعبہ " کی تخصیص سے بھی میں ابداً متفق نہیں ھوسکتا - بلکہ نہایت مضطرب اور غمگین ھونگا ' اگر دیکھوں گا کہ لوگ اسپر قانع اور اس سے متفق ھیں - یہ سچ ہے کہ آج بڑی ضرورت مسلمانوں میں تنظیمات عمل (آرگنا ئزیشن) کی ہے ' اور بظاھر مسلمان کعبے کی حفاظت ھی کیلیے اسلامی ممالک کے بقا کے بھی خواھشمند ھیں - مگر نہایت ضروری ہے کہ اسی وقت اسکی تشریح بھی کردی جاے کہ حفاظت کعبہ سے مقصود کیا ہے ؟ اس وقت بنیاد رکھی جا رھی ہے ' اور لوگوں کے دلوں اور دماغوں کو آپ طیار کر رہے ھیں - پھر ایسا تو نہ کیجیے کہ لوگوں کی تمام قوتیں اور طیاریاں صرف اسی دائرے میں محدود ھوجائیں ' اور حدود حرمین کی خدمت گذاری کے نام پر ایک رقم ادا کرکے سبکدوش ھوجائیں -

اگر آپ ایسا کر رہے ھیں ' تو اسکے یہ معنی ھیں کہ آپکو ایک بارش دی گئی تھی تاکہ اس سے دریا چڑھہ آئیں ' نہریں بہنے لگیں ' تالاب بھر جائیں ' اور کھیتیاں لہلا اٹھیں ' لیکن آپ نے اس سے صرف اتنا ھی کام لیا کہ اپنے صحن خانہ میں چند مٹکے اور طشت رکھدیے - یا کپڑے اتار کر غسل کی طیاری کرنے لگے !!

میں جو کچھہ عرض کر رھا ھوں ' اسکو سرسری نظر کے حوالے نہ کیجیے - ممکن ہے کہ ان تمثیلوں ھی میں کوئی حقیقت بھی ھو :

مدار صحبت ما بر حدیث زیر لبی ست
کہ اھل شوق عوام اند و گفتگو عرییست !

بہت سے معانی مخفیہ ھیں ' جنکے جمال حقیقت کیلیے پردۂ الفاظ و امثال ناگزیر ہے :

ھر چند ھو مشاھدۂ حق کی گفتگو
بنتی نہیں ہے بادۂ و ساغر کہے بغیر

پھر یہ امر ان چیزوں میں سے بھی نہیں ہے ' جنکے لیے آپ کہیں کہ اعلان و غلغلے کی ضرورت نہیں ' کیونکہ اس سے اسلام کی دعوت و مقصد ' اور امۂ مرحومہ کے اس نصب العین کو صدمہ پہنچنے کا اندیشہ ہے ' جو روز اول سے صرف اعلان ھی کیلیے قرار دیا گیا ہے ' اور اسکا اثر اس اصل اصول اسلامی اور اساس حیات ملی پر پڑتا ہے ' جسکی زندگی سے مسلمانوں کی زندگی اور جسکی موت سے انکی موت وابستہ ہے - پس ضرور ہے کہ اسکا اعلان ھو ' اور اس زور سے ھو کہ دشت و جبل اور بحر و بر اسکی صدا سے گونج اٹھیں ' اور عالم اسلامی کے بچے بچے کی زبان پر اسکا ترانہ جاری ھوجاے ' و لو کرہ الکافرون الظالمون !

مسلمانوں کا قومی نصب العین :

خدمت کعبہ نہیں بلکہ خدمت عالم ھے !!

خیال کن تو کجائی و ما کجا واعظ ؟

یہ سچ ہے کہ ھم نے جب کبھی دولۃ علیہ عثمانیہ سے اپنے تعلقات گنائے ھیں ' تو اس امر کو بھی ظاھر کیا ہے کہ وہ خادم حرمین الشریفین ہے ' اور چونکہ وہ محافظ امکنۂ مقدسہ ہے ' اسلیے اسکا وجود اور زیادہ ھماری نظروں میں محبوب ہے -

میں نے کہا کہ منجملہ اسباب تعلقات مسلمانان ھند اور دولۃ علیہ کے ایک امر یہ بھی تھا ' اور اسکی تخصیص اسلیے کی کہ میں اس تعلق کو اس سے زیادہ وقعت نہیں دیتا کہ وہ بھی اصلی سبب کے بعد ایک سبب ہے ' اور بس - کیونکہ میرے عقیدے میں دولت عثمانیہ کی اعانت کا سبب اصلی صرف یہ تھا کہ آج وہ مسلمانوں کی دنیا میں آخری وسیع حکومت ہے ' اور مسلمان جو دنیا میں حکومت کیلیے آئے ھیں ' انکا فرض دینی ہے کہ وہ حکومت اسلامی کی مدد کریں ' اور ھمیشہ اپنا ایک سیاسی مرکز قائم رکھیں - رھا تعلق خدمت حرمین ' تو بیشک یہ بھی اسکے بعد ایک سبب ضروری تھا ' کیونکہ حرمین شریفین اور جمیع مقامات مقدسۂ اسلامیہ کی حفاظت باسباب ظاھری جبھی ھوسکتی ہے ' جبکہ ایک قوی حکومت اسلامی باقی ھو -

لیکن بہت سے لوگ ھم میں ایسے بھی موجود تھے ' جنکو ایک طرف تو ان معاملات میں بھی بمجبوری و بمصالح حصہ لینا تھا ' دوسری طرف اپنے معبودان باطل اور طواغیت سیاست کے آگے بھی سر بسجود ھونا تھا - پس انہوں نے اپنا بچاؤ صرف اسی طریقے میں دیکھا کہ مسلمانان ھند بل جمیع مسلمانان عالم کے تعلق عثمانیہ کا سبب اصلی ' حتی الامکان چھپائیں ' اور صرف یہ ظاھر کریں کہ محض خادم حرمین الشریفین اور اسکے محافظ ھونے کی وجہ سے ھم ترکوں کی مدد کر دیا کرتے ھیں ' ورنہ

خدا نخواستہ اسلامی حکومت کے تحفظ کی کوئی خواہش یا کسی سیاسی مرکز کی محبت اب ہم مسلمانوں میں باقی نہیں رہی ہے - کبرت المة تخرج من افواههم ' ان یقولون الا کذبا -

لیکن اس امر پر زور دینے کا نتیجہ یہ نکلا کہ مسلمانوں کے ذہن میں اسلامی حکومت کا تصور محض حفاظت حرمین الشریفین کے مقصد میں محدود ہوگیا؟ اور ترکوں کے زوال پر چونکہ بار بار کہا گیا کہ اسلامی حکومتوں کی بربادی کے بعد مقامات مقدسہ کی حفاظت حسب اسباب ظاہری خطرے میں ہے' اس سے اور زیادہ اس خیال کو تقویت ہوئی - حتی کہ اب لوگ سمجھنے لگے کہ ہمارا اعلی سے اعلی کام صرف یہ ہے کہ کعبے کے نام سے عہد خدمت لینا شروع کردیں' اور پھر اسکا وسیلہ صرف یہ قرار دیا گیا کہ روپیہ جمع ہوجاے !!

لیکن میں اس پکار کے بلند کرنے پر مجبور ہوں کہ :

خوش مبرری ' امارہ مقصود نہ اینست

ہم مسلمان ہیں' اور ہم دنیا میں اسلیے نہیں آئے ہیں کہ کعبۂ معظمہ کی خدمت کریں' بلکہ ہم اسلیے پیدا کیے گیے ہیں تا کہ تجلی گاہ کعبہ کے ساتھہ ہوکر تمام عالم کی خدمت کریں - ہم کعبے کے محافظ نہیں ہیں' بلکہ ہم میں ایک چیز ہے' کہ اگر اسکو پالیں تو خود ہمارا وجود تمام عالم کیلیے کعبہ بنے - دنیا ہمارا طواف کرے' اور مخلوقات الہی احرام نیاز باندھکر ہماری طرف دوڑیں -

ہماری کوششوں کا نصب العین کبھی بھی حفاظت کعبہ نہیں ہوسکتا' کیونکہ ہم خواہ کتنا ہی اپنے تئیں بھول گئے ہوں' مگر ہمارا خداے ذو الجلال ہمیں یہ یاد دلانے کیلیے موجود ہے کہ ہمارا نصب العین زندگی تمام عالم کی محافظت ہے - ہم سے کسی نئے اقرار لینے کی ضرورت نہیں' بلکہ ہم کو ہمارا بھولا ہوا اقرار یاد دلا دینا کافی ہے - جبکہ خداوند خداے قدوس نے داؤد کے ہیکل سے اپنا رشتہ توڑا' اور جبل بوقبیس کی غاروں کو اپنی معبد کا نشیمن بنایا تو ہم سے کہا کہ :

ثم جعلناکم خلائف فی الارض ' لننظر من بعد ہم کیف تعملون ؟ (١٠ : ٥)

اور بنی اسرائیل کے بعد پھر ہم نے تم کو زمین کی وراثت دی تاکہ دیکھیں کہ تمہارے اعمال کیسے ہوتے ہیں ؟

پس ہم صرف کعبہ کے وارث نہیں ہیں کہ اسکی خدمت کریں' بلکہ ہم تمام عالم کے وارث ہیں' اور ہمیں اسی کی خدمت کیلیے بلانا چاہیے - ہمارا نصب العین ہمارے خدا نے مقرر کردیا ہے' اور اب کسی نئے نصب العین کی ضرورت نہیں - ہماری کوششوں اور ہمدوں کا مرکز ہم کو قران نے بتلا دیا ہے' اور اب ہمارے لیے اسکے سوا کسی خود ساختہ راہ سعی پر لگانے کی دعوت بیکار ہے - ہمارا مقصد زندگی بلند اور اعلی ہے - اور اسکا طول و عرض تمام کرۂ زمین پر پھیلا ہوا ہے - پھر یہ کیا ہے کہ تم اسے تنگ کر رہے ہو؟ زمین جبکہ ہم پر تنگ ہورہی ہے' تو پھر کہ ہماری ہمت کی وسعت بھی ان آوارون سے تنگ ہوجاے

مقصد وحید امة مرحومہ

یہ جو میں کہہ رہا ہوں تو تفکر کا محتاج' اور ہمہ تن دل ہوجانے کا طالب ہے - آج جو کچھہ ہم پکار رہے ہیں' کل کو یہی ہمارے دل و دماغ پر نقش ہوگا - پس مقصدوں اور ارادوں کی عمارت بناتے ہوے پہلی اینٹ کی غلطی خطرناک اور نا قابل تلافی ہوتی ہے - ہم کو صرف قران حکیم کی طرف رجوع کرنا چاہیے اور اسی میں اپنے مقاصد حیات و مساعی کیلیے ایک نصب العین تلاش کرنا چاہیے -

قران حکیم نے اس بارے میں جو کچھہ کہنا تھا روز اول ہی کہدیا :

کنتم خیر امة اخرجت للناس' تامرون بالمعروف و تنہون عن المنکر و تومنون باللہ (٣ : ١٠٩)

تم دنیا کی تمام امتوں میں سے بہترین امت ہو کہ اچھے کاموں کا حکم دیتے ہو' برائیوں سے روکتے ہو' اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو !

دوسری جگہ فرمایا :

و کذلک جعلناکم امة وسطا لتکونوا شہداء علی الناس و یکون الرسول علیکم شہیدا (٢ : ١٣٧)

اور اسی طرح ہم نے تم کو عدل و اعلی امت بنایا تاکہ انسانوں کیلیے تم گواہ ہو' اور تمہارا رسول تم پر گواہ ہو !

تیسری جگہ کہا :

ولتکن منکم امة یدعون الی الخیر' و یامرون بالمعروف و ینہون عن المنکر' اولائک ہم المفلحون (٣ : ١٠٢)

تم میں سے وہ جماعت ہونی چاہیے' جو دنیا کو نیکی کی طرف بلاے' بھلائی کا حکم دے' اور برائیوں سے روکے - ایسے ہی لوگ دنیا میں فلاح پانیوالے ہیں -

چوتھی جگہ زیادہ تصریح کی :

و جاہدوا فی اللہ حق جہادہ ہو اجتباکم وما جعل علیکم فی الدین من حرج ' ملة ابیکم ابراہیم ' ہو سماکم المسلمین من قبل وفی ہذا ' لیکون الرسول شہیدا علیکم' وتکونوا شہداء علی الناس' فاقیموا الصلوة و اتوا الزکوة واعتصموا باللہ' ہو مولاکم فنعم المولی ونعم النصیر! (٢٢ : ٧٨)

اور اللہ کی راہ میں جہاد کرو' جو حق جہاد کرنے کا ہے - اس نے تم کو تمام دنیا کی قوموں میں سے برگزیدگی کیلیے چن لیا - پھر جو دین تم کو دیا گیا ہے' اسمیں تمہارے لیے کوئی رکاوٹ نہیں - یہی ملت تمہارے مورث اعلی ابرہیم کی ہے' اور اس نے تمہارا نام " مسلم " رکھا ہے گذشتہ زمانے میں بھی اور اب بھی تاکہ رسول تمہارے لیے' اور تم تمام عالم کی نجات اور ہدایت کیلیے شاہد ہو - پس اللہ کے رشتے کو مضبوط پکڑو' جان اور مال دونوں کو اسکے لیے لٹاؤ' وہی تمہارا ایک آقا ہے' اور پھر جس کا خدا آقا ہو' اسکا کیا ہی اچھا مالک ہے' اور کیسا قوی مددگار !!

پانچویں آیة میں صاف صاف تصریح کردی :

الذین ان مکناہم فی الارض' اقاموا الصلوة واتوا الزکوة و امروا بالمعروف و نہوا عن المنکر' وللہ عاقبة الامور (٢٢ : ٤٣)

مسلمانوں کی قوم وہ قوم ہے کہ اگر ہم انکو حکومت و بزرگی دیکر دنیا میں قائم کردیں' تو وہ اللہ کی عبادت اور اسکے نام کی تقدیس کو قائم کرینگے' مال و دولت سے انسانوں کو فائدہ پہنچائیں گے' اور دنیا سے برائیوں کو مٹائینگے - اور سب کا انجام کار اللہ ہی کے ہاتھہ ہے -

اور بھی آیات کریمہ ہیں جو اس بارے میں روشنی بخشتی ہیں' لیکن سردست انہی پر اکتفا کرتا ہوں -

ان آیات میں سے ایک ایک پر غور کرو' اور دیکھو کہ تمہارا خداے قدوس تم کو مقصد حیات و سعی کے لحاظ سے بلندی

و عظمت کی کیسی [illegible] ہے ؟ اور تم کن لئے مقصدوں کی تلاش میں [illegible] ہو ؟

ان آیات سے [illegible] امور واضح ہوتے ہیں :

(۱) مسلمانوں کو [illegible] تعالی نے " امة وسطاً " فرمایا - یعنی کہا کہ وہ تمام [illegible] میں بہترین امت ہیں - " وسطا " سے مراد [illegible] یعنی وہ دنیا میں قیام " عدل " کا موجب ہونگے -

[illegible] آیت میں " کنتم خیر امة ' اخرجت للناس " کے بعد [illegible] بالمعروف " فرمایا - اور یہ وصف بیان کرکے ' پھر اسکی [illegible] کو بیان کرتا ہے - جیسا کہ کہتے ہیں : " زید کریم ' یطعم الناس ویکسوھم " یعنی زید کریم الطبع ہے ' اسلیے کہ وہ لوگوں کو کھانا کھلاتا اور کپڑا دیتا ہے - پس اس سے ثابت ہوا کہ مسلمانوں کا بہترین امت ہونا ' اور خیر امة کے لقب الہی سے ملقب ہونا صرف اس بات پر موقوف ہے کہ اللہ کی زمین پر حق کے قیام و اعلان ' اور برائیوں کے استیصال کے وہ ذمہ دار ہیں - اور تمام عالم میں صداقت کو پھیلاتے ' اور ہر طرح کی برائیوں کی کثافت سے انسانوں کو پاک کرتے ہیں -

(۳) پھر انکے اسی وصف حقیقی ' اور علة شرف و اجتبا کی دوسری جگہ یوں تعبیر کی کہ " لتکونوا شہداء علی الناس " یعنی تم بہترین امت اسلیے ہو ' تا کہ تم تمام عالم کی اصلاح و بہتری کی کی کوشش کرو ' اور اسطرح دنیا کی صلاح و فلاح کیلیے گواہ بنو - شہادت سے یہاں مراد اسی دنیا میں شہادت ہے نہ کہ قیامت کے دن ' جیسا کہ بعض مفسرین کرام نے سمجھا ہے - حضرت عیسے کا قول قرآن نے نقل کیا ہے - وہ قیامت کے دن اللہ سے کہیں گے :

و کنت علیہم شہیدا	اور خدایا ! میں تو اپنی امت پر اسی
مادمت فیہم ' فلما	وقت تک شاھد تھا ' جب تک کہ دنیا
توفیتنی کنت انت	میں انکے اندر موجود تھا ' پھر جب
الرقیب علیہم وانت علی	تو نے مجھے وفات دی ' تو تو ھی انکا
کل شی شہید (۵:۱۱٦)	نگراں حال تھا !

یہاں شہادت سے خود دنیا کے قیام و حیات ھی کی شہادت مراد ہے نہ کہ آخرت کی ' کیونکہ حضرت عیسے دنیا میں اپنی قوم کے اندر تھے نہ کہ کسی اور جگہ ' پس یہاں بھی شہادت کا یہی مطلب ہے -

(۴) پھر ایک آیت میں اس کو مسلمانوں کا فرض بتلایا : " ولتکن منکم امة یدعون الی الخیر " کہ تم میں سے وہ جماعت ہونی چاہیے جو دنیا کو صلاح و فلاح کے طرف بلاے اور برائیوں سے روکے - یعنی امت مرحومہ کا مقصد زندگی دنیا میں دعوت الی الحق والخیر قرار دیا -

بعض مفسرین اور فقہاء کرام رحمہم اللہ نے اس آیت سے استدلال کیا ہے کہ امر بالمعروف فرض کفایہ ہے نہ کہ فرض حقیقی و عام - یعنی ضرور نہیں کہ امر بالمعروف کا فرض ہر فرد قوم انجام دے - کیونکہ " منکم امة " فرمایا ہے - اور اسکے معنی یہ ھیں کہ تم میں صرف ایک گروہ اس غرض سے ہونا چاہیے -

لیکن یہ صحیح نہیں اور ایسا قرار دینا ھی در حقیقت عالم اسلامی کے تمام مفاسد کا سرچشمہ ہے - یہاں " من " تبعیض کیلیے نہیں ہے جس سے استدلال کیا جاتا ہے ' بلکہ تبئین کیلیے ہے - وہ کسی خاص جماعت کی خصوصیت اسکے لیے نہیں کرتا ' بلکہ مسلمانوں کا ایک ایسی جماعت ہونا بتلاتا ہے جو امر بالمعروف کیلیے اپنے تئیں ہر حال میں وقف سمجھتی ہو -

" امر بالمعروف " کے مضمون میں اسے بالتشریح لکھ چکا ہوں : فمن شاء التفصیل فلیرجع الیہ -

(۵) چوتھی آیۃ کریمہ مقصود بعثت کیلیے عجیب و غریب ہے - اسپر ایک اور مرتبہ نظر ڈال لیجیے - اسمیں بالترتیب حسب ذیل امور پر زور دیا ہے :

(۱) اللہ کی راہ میں قیام عدل و انصاف اور استیصال ظلم و عدوان کیلیے جہاد کرو -

(۲) اس نے تم کو تمام دنیا میں بزرگی اور برائی کیلیے چن لیا ہے -

(۳) تمہاری شریعت ایسی صاف اور سادہ ہے ' جسمیں مثل دیگر شرائع کے ترقیات دنیویہ و سیاسیہ ' اور مدنیہ و عمرانیہ میں کسی طرح کی رکاوٹ اور حرج نہیں -

(۴) یہ ملة حضرت ابراھیم کی قائم کی ہوئی ہے ' جنہوں نے راہ اسلام میں اپنے نفس کی قربانی کی ' اور اپنے بیٹے کی گردن پر چھری رکھدی - چونکہ یہی جان فروشی اصل حقیقت اسلام ہے ' اسلیے اس نے تمہارا نام " مسلم " رکھا ' اور اب بھی اسی نام سے متصف رہوگے -

(۵) یہ اسلیے ہوا تاکہ جو ھدایت تم کو رسول سے ملی ہے ' وہ تمام دنیا تک پہنچاو -

(٦) پس تمہارا کام دنیا میں یہ ہے کہ صلوۃ الہی کو دنیا میں قائم کرو ! اپنے مال کو اللہ کی راہ میں لٹاؤ ! اسکے ہو جاؤ ! وہی تمہارا ایک آقا اور شہنشاہ ہے ' اور جسکا وہ آقا ہو ' اس غلام کی قسمت کو کیا کہیے !

طوبی لعبد تکون مولاہ !!

(۷) چھٹی آیت کو تمام مطالب بالا کا خاتمہ سمجھیے کہ صاف صاف لفظوں میں مسلمانوں کا مقصد بتلا دیا ہے - یعنے فرمایا کہ مسلمانوں کی قوم ایسی ہوگی کہ اگر اسے زمین پر قائم کردیا جاے ' تو وہ اللہ کے نام کی پکار بلند کریگی ' اسکی بندگی و عبادت کی طرف داعی ہوگی ' عدل و صداقت اور معروف و حقانیت کا حکم دیگی ' برائیوں سے روکیگی ' اور اس طرح دنیا اور دنیا کے رہنے والوں کی اصلاح میں اپنی زندگی و قیام ' اور حکمرانی و تسلط سے کام لیگی -

الہلال کی ایجنسی

ھندوستان کے تمام اردو ' بنگلہ گجراتی ' اور مرھٹی ھفتہ وار رسالوں میں الہلال پہلا رسالہ ہے ' جو باوجود ھفتہ وار ھونے کے ' روزانہ اخبارات کی طرح بکثرت متفرق فروخت ہوتا ہے - اگر آپ ایک عمدہ اور کامیاب تجارت کے متلاشی ھیں تو اپنے شہر کے لیے اسکے ایجنٹ بن جائیں -

فاتحة السنة الثانيه

المجلد الثالث

مباش غمزہ عرفي که زلف قامت دوست
جزاے همت عالي و دست کوته ماست

(۲)

تمثيل حيات انساني

الهلال کي دو ششماهی جلدیں ختم هوگئیں ' اور اب تیسري کا آغاز ہے - یعنی اسکی اشاعت پر کامل ایک سال گذر گیا ' اور اس جلد سے اپني عمر کے دوسرے سال میں قدم رکھتا ہے -

انسان کی حیات شخصي ' اس ارتقا آباد عالم کی هر شے کیلیے ایک بهترین تمثیل ہے - وہ پیدا هوتا ہے ' طفولیت کے عهد ابتدائي کے بعد سن شعور میں قدم رکھتا ہے ' پھر زندگی کے بهترین دور لوری' یعنے جواني سے گذرتا ہے - آخرمیں جب اسکي ترقی عهد کمال تک پهنچ جاتی ہے ' تو پھر پردا عدم میں مستور هو جاتا ہے که وهیں سے اسکا ظهور بهي هوا تها :

الله الذي خلقكم من ضعف ' ثم جعل من بعد ضعف قوة ' ثم جعل من بعد قوة ضعفا و شيبه ' يخلق ما يشاء و هو العليم القدير (۳۰ : ۴۳)

" الله هي وہ حکیم و قدیر ہے ' جسنے تم کو کمزور حالت میں پیدا کیا ' پھر طفولیت کي امزوري کے بعد جوانی کی طاقت و توانائي عطا فرمائي - پھر طاقت کے بعد دوبارہ ضعف و نقاهت اور بڑھاپے کي کمزوري میں ڈالدیا - وہ جس حالت کو چاهتا ہے ' پیدا کردیتا ہے - اور وہ تمهارے تمام حالتوں سے واقف اور هر حالت کا انک اندازہ کردینے والا ہے "

یهي حالت دنیا میں هر شے کي ہے - آغاز و اتمام ' اور ارتقا و انحطاط کے قانون طبیعي کے اثر سے کوئي حیات جسماني و غیر جسماني خالي نہیں -

لیکن با ایں همه ' هر آغاز اپنے اندر وسط و انتها کیلیے آثار رکھتا ہے ' اور هر بیج جو سطح خاک سے سر نکالتا ہے ' بتلا سکتا ہے که اسکا مستقبل کیسا هوگا ؟ انسان کي حیات شخصي کا ابتدائي عهد ایک متشکل و متحرک مضغۂ گوشت سے زیادہ نہیں هوتا - اسکي تمام جسماني و دماغي قوتیں پردۂ خفا میں مستور هوتي هیں ' اسکے قواے حیات اس درجه ضعیف هوتے هیں که انکي هستي و ظهور [illegible] کے درمیان معلق نظر آتی ہے - تاهم ' انهي میں اسکے آثار و علائم بهي هوتے هیں ' جو اپنے مستقبل کي نسبت پیشین گوئي کردیتے هیں ' اور صاحبان فراست و توسم (۱) کیلیے ان میں بہت سي بصیرتیں پوشیدہ هوتي هیں :

ان في ذالك لايات للمتوسمين (۱۵ : ۷۵)

بیشک ' اسمیں بهت سي نشانیاں هوتي هیں ' صاحبان فراست کیلیے

دعوت و اصلاح

یهی حال هر اصلاح و عمل کي دعوت ' اور هر ارشاد و هدایت کي تحریک کا هوتا ہے - گمراهیوں کے بعد جب کبهي هدایت کا ظهور هوا ہے ' تاریکیوں کے بعد جب کبهي روشني چمکي ہے ' شیطاني قوتوں کے تسلط کے بعد جب کبهي سلطان الهی کا تخت بچھا ہے ' تو اسکي ابتدا همیشه ایسی هي هوئی ہے - وہ مثل ایک طفل ضعیف کے پیدا هوتی ہے - اسپر بهي ابتدائی عهد ضعف و نقاهت کا گذرتا ہے ' جبکه اسکا وجود حیات ابتدائي کا ایک ضعیف ترین نمونه هوتا ہے - اسکا ظاهري جسم بهي ایک طفل شیرخوار کي طرح صغیر و حقیر هوتا ہے ' اور اسکی تمام باطنی قوتیں اور طاقتیں ایک مضغۂ گوشت کے اندر پوشیدہ هوتی هیں - لیکن اسکے بعد پھر وہ بڑھتی ہے اور پھیلتی ہے ' اسکي پوشیدہ قوتیں ابھرتی هیں ' اسکی مخفی طاقتیں ظاهر هوتی هیں ' اور اسکے جسم و قوی میں حیرت انگیز اور سریع السیر نشو و نما هونے لگتا ہے - یہاں تک که ایک زمانه آتا ہے ' جب وہ دعوت صداقت کا طفل شیرخوار ' جو اپني زندگی کیلیے دوسروں کا محتاج تها ' جسمیں صورت اور حرکت کے سوا اور کوئی انسانی قوت نمایاں نه تهی ' جسکا قد حقیر ' اور جسکا جسم کمزور و صغیر تها ' ایک طویل القامة ' عریض الکتفین ' قوي البدیه ' شدید الباس ' اور داراے قواء گونا گوں و بو قلموں ' و خصائص و خصائل عجیبه و غریبه بکر ' ایک عظیم الشان آیۃ قدرت و حکمت الهیه هو جاتا ہے :

ولقد خلقنا الانسان من سلالة من طين ' ثم جعلناه نطفة في قرار مكين ' ثم خلقنا النطفة علقة ' فخلقنا العلقة مضغة ' فخلقنا المضغة عظاما ' فكسونا العظام لحماً ' ثم انشاناه خلقاً اخر ' فتبارك الله احسن الخالقين - (۲۳ : ۱۵)

" اور هم نے انسان کو جوهر گل سے بنایا ' پھر هم نے اسکو مادۂ حیات کي صورت میں ٹھیرنے کي جگه دي ' پھر اس مادہ کو ایک لوتھڑا سا بنا دیا ' پھر اس لوتھڑے کو ایک مضغه کی شکل میں بدلدیا ' پھر اسمیں هڈیاں پیدا هوگئیں ' اور هڈیوں پر گوشت چڑھایا - ان تمام مراتب تخلیق کے بعد ' آخر کار اسے بالکل ایک دوسري هی مخلوق بنا کر کھڑا کر دیا - پس سبحان الله ! کیسی عجیب خدا کي قدرت و حکمت ہے ' جسکي تخلیق بہترے بہتر اور احسن سے احسن تخلیق ہے ! ! "

اختلاف نشو و ارتقا

پھر جسطرح مختلف طفولیتوں کا آغاز مختلف قسم کا هوتا ہے ' اور نشو و نما اور رفتار عروج و ارتقاء کي حالت بهي یکساں نہیں هوتي - اسي طرح تحریک و دعوت کے نشو و ارتقا کي حالتوں میں بهي اختلاف هوتا ہے - آپ نے بعض بچوں کو دیکھا هوگا که ابتدا هی سے ضعیف و نزار هوتے هیں ' یا ذهن و قوی کی تیزي و حدّت کا کوئي ظهور انکي عهد طفولیت میں نہیں هوتا -

(۱) توسم کے معنی فراست کے هیں - احادیث میں بهي آیا ہے : ان لله تعالی عبادا یعرفون الناس بالتوسم (صحه)

برخلاف اسکے بعض بچے روز اول هی سے اپنی ظاهری و باطنی قوتوں کی خبر دیدیتے هیں - انکے جسم کی شگفتگی ' انکے اعضاء کی قوت ' انکے قد و قامت کا غیر معمولی اٹهان ' اور انکے ذهن و دماغ کے ما فوق العادة ظهور ایسے هوتے هیں ' جو انکے اقران و امثال سے انکو ممتاز و نمایاں کردیتے هیں - جبکه بہت سے بچے جهولے میں پڑے نقل و حرکت سے مجبور هوتے هیں ' تو ایک غیر معمولی استعداد ترقی رکهنے والا بچه هوتا هے ' جو گهٹنوں کے بل صحن خانه میں دوڑتا پهرتا هے ' اور اگر ذرا سا بهی سہارا مل جاے ' تو اپنی قوة نمو کے جوش سے بے صبر هوکر کهڑے هوے اور پانوں پانوں چلنے کے لیے طیار هو جاتا هے !

دعوت الهلال

(الهلال) صرف خبروں کے ایک هفته وار اخبار اور دلچسپ مقالات و رسائل کے کسی مجموعے کا نام نہیں هے ' بلکه وہ ایک دعوت هے ' جو قوم کو بلاتی هے - اور ایک تحریک هے ' جو جماعتوں میں انقلاب و تغیر دیکهنا چاهتی هے - پس آج که اسکی عمر کا پہلا سال ختم هوچکا هے ' اور دوسرے سال میں قدم رکهه رها هے ' ضرور هے که حیات انسانی کی اس تمثیل کو پیش نظر رکهکر ' اسپر ایک نظر ڈالی جاے که اسکی گذشته حالت کیسی رهی ' اور اسکا ماضی اپنے مستقبل کے لیے کن علائم و آثار کو نمایاں کرتا هے ؟

خطة المجمله

(الهلال) کو شائع هوے کامل ایک سال کا زمانه گذر گیا ' مگر آجتک اسکے " اغراض و مقاصد " کے عنوان سے کوئی مستقل مضمون نہیں لکها گیا - نه اسلیے که اس ضروری موضوع سے پہلو تہی کی گئی ' بلکه اسلیے که آغاز اشاعت سے لیکر اس وقت تک ' اسکی هر تحریر اور هر چهوٹا سے چهوٹا نوٹ بهی اسطرح اسکے اغراض و مقاصد کا لسان حال اور ترجمان ضمیر تها ' که کسی مستقل مضمون کی اسکے لیے ضرورت هی نه هوئی - اس عرصے میں تقریباً هر موضوع اور هر رنگ کے مضامین اسمیں نکلے - اسکے مخصوص طرز کے مضامین کے علاوہ عام سیاسی حالات پر بحث کی گئی - واقعات و حوادث پر نظر ڈالی گئی - سوالات کے جواب دیے گئے ' خالص دینی اور خالص ادبی مقالات بهی شائع هوے - شذرات کے کالم میں اسکا دائرۂ بحث عام تها - مقالات افتتاحیه میں عموماً کوئی سیاسی یا دینی مضمون هوتا تها ' یا قرآن حکیم اور تعلیمات اسلامیه کے متعلق کوئی بحث هوتی تهی - مقالات کے تحت میں تراجم اور اقتباسات هوتے تهے ' یا کوئی مستقل عنوان بحث - کارزار طرابلس و بلقان میں پہنچکر معرکه قتال و جدال گرم هوتا تها ' اور جنگ کے کسی خاص منظر کے دکهلانے کی کوشش کی جاتی تهی - نامورانِ غزوۂ طرابلس و بلقان میں کسی خاص شخص کے حالات هوتے تهے ' اور ان مجاهدانه جانفروشی کی تعبیر و تبئین کی کوشش کی جاتی تهی ' جو صدیوں سے عالم اسلامی فراموش کرتا جاتا هے - مذاکرۂ علمیه کا باب بہت کم رها ' تاهم دو چار مضمون شائع هوسکے - اسئلة و اجوبتها اور مراسلة و مناظرہ میں عام استفسارات کے جوابات هوتے تهے ' اور یه مختلف امور و مباحث سے تعلق رکهتے تهے - غور کیجیے توان میں سے هر باب دوسرے باب سے اپنے موضوع و اطراف بحث میں مختلف هوتا تها ' اور مختلف قسم کی نظروں کی اسکے لیے ضرورت هوتی تهی - تاهم احباب کرام اس سے متفق هونگے که ان تمام مختلف خطه هاے بحث و نظر میں (الهلال) کا مقصد خاص هر جگه موجود تها ' اور اسکی دعوت حقیقی اپنی اصلی صورت کے ساتهه هر صحبت میں بے نقاب هوتی تهی -

خواہ کوئی میدان هو ' لیکن اسنے اپنا هاتهه جس دلیل راه کے هاتهوں میں دیدیا تها ' اس سے وہ کبهی علحده نہیں هوتا تها - و ذلك فضل الله يؤتيه من يشاء ' والله ذو الفضل العظيم -

یک چراغیست دریں خانه که از پرتو آں
هر کجا می نگری انجمنے ساخته اند

اسکا مقصد وحید هر جگه نمایاں تها ' اسکی آواز هر گوشے سے اٹهه رهی تهی ' اسکی صورت کسی حجاب سے بهی مستور و محجوب نہیں هوسکتی تهی - وہ کوئی انسانی جمال عام و تعدل نه تها ' جسپر کوئی انسانی هاتهه پرده ڈال سکتا - وہ تعلیم الهی کے نور مبین کا تجلی گاہ تها ' اسلیے اسکی شعاعیں آهنی دیواروں سے بهی مستور نہیں هوسکتی تهیں : افمن شرح الله صدره للاسلام فهو على نور من ربه ' فويل للقاسية قلوبهم من ذكر الله -

صراط مستقیم

اس نے روز اول هی سے اپنے لیے صرف ایک راه اختیار کرلی هے - پس اسکو اپنے اغراض و مقاصد کیلیے کسی لمبی چوڑی فہرست کی ضرورت نه تهی ' جیسی که بہت سے لوگوں کو هوا کرتی هے - وہ " علمی ' تمدنی ' اخلاقی ' سیاسی ' ادبی ' اصلاحی ' وکذا وکذا " کو اپنے لوح پر لکهوانے کی ضرورت نہیں سمجهتا تها - اس نے الهلال کی لوح کی جگه صرف اپنے لوح دل پر ایک هی مقصد لکهه لیا تها ' یعنے " دعوة الى القرآن " یا " امر بالمعروف و نهی عن المنکر " اور یه ایک ایسا چراغ هدایت اسے میسر آگیا تها ' جس سے اصلاح و دعوت کی هر شاخ کو وہ روشن کرسکتا تها - پس اسکے لیے " تمدن ' معاشرت ' علم ' اخلاق ' اور سیاست " کے الفاظ بالکل بیکار تهے - کیونکه اسکے پاس وہ تها ' جس سے وہ اپنے عقیدے میں سب کچهه حاصل کرسکتا هے - پر جنکے پاس وہ نہیں هے ' انہیں گهر گهر کی ٹهوکریں کهانی اور دروازے دروازے دریوزہ گری کرنی پڑتی هے ! : و من لم یجعل الله له نورا ' فما له من نور ؟

امر بالمعروف و نهی عن المنکر

بارها گفته ام و بار دگر می گویم

آپ تکرار بیان سے مکدر نہوں که اعلان صداقت میں کبهی نئی ندرت نہیں هوتی ' بلکه صرف تکرار و اعاده هی هوتا هے - جو چیز نئی هے ' اسکی جدت سے لطف اٹهالیجیے ' لیکن صداقت جو ایک هی هے ' اور همیشه سے هے ' اسکے اعلان و دعوت میں جدت و ندرت کہاں سے آئیگی ؟ سوا اسکے که بار بار دهرائی جاے ' اور ایک هی بیج کی مختلف موسموں میں بار بار تخم ریزی هو - شاید کسی وقت زمین آنے قبول کرلے اور برگ و بار و شجر و اثمار سے مالا مال هوجاے -

ما طفل کم سواد و سبق قصه هاے درست
صد بار خوانده و دگر از سر گرفته ایم

قرآن کریم میں ایک هی بات کا بار بار اعاده کیا گیا هے - اسکی علت پر تدبر کیجیے که کیا تهی ؟ فرمایا که :

انظر كيف نصرف الايات لعلهم يفقهون (۱۶ :)

" دیکهو ' هم اپنی آیتوں کو کس کس طرح پهیر پهیر کر مختلف صورتوں اور مختلف اطراف و تدلیج کے ساتهه بیان کرتے هیں تاکه لوگ سمجهیں اور عقل و بصیرت حاصل کریں - "

فضل الهی نے روز اول هی سے اس عاجز کی زبان پر " امر بالمعروف و نهی عن المنکر " کا لفظ جاری کردیا هے ' اور کره

المنافقون المفسدون ' و الملحدون السارقون - و یابی الله الا ان یتم نورہ و لو کرہ الکافرون -

یه کاروبار الہیه کا وہ مقصد وحید ہے که دنیا میں شریعتوں کا ظہور اسی لیے ہوا ' انکے متبعین اور ائمہ و خلفا کی زندگیاں اسی غرض سے مقدس کی گئیں ' صداقتوں کے علم اسی کے اعلان کیلیے لہرائے ' تاریکیوں میں روشنی کے منارے اسی کے واسطے ظلمت ربائے عالم ہوے ' اور حق و ہدایت کے معبد جب کبھی تعمیر ہوے تو اسی کے نام پر پکارے گئے -

یه ایک تلوار ہے ' جسکو الله کا ہاتھ چمکاتا ہے ' تاکہ شیطان اور اسکی فوجوں کو خاک و خون میں لوٹائے - یه ایک علم حقانیت ہے ' جو الله کے مخفی ہاتھوں سے بلند ہوتا ہے ' تاکہ شیطان آباد ضلالت میں الله کی حکومت کا اعلان کردے - یه نصرت و فتح مندی کی ایک جنود مخفی ہے ' جسکو خدا اپنے بندوں کے تابع کردیتا ہے ' تاکہ وہ ضلالت و مفاسد کے شیاطین سے حرب و قتال کریں ' اور انکی پھیلائی ہوئی خباثت سے اسکی زمین کو پاک کردیں - یه شہنشاہوں کی سی عظمتوں اور ملکوں اور قوموں کی سی طاقتوں کا ظہور ہوتا ہے ' تاکہ جو پرستاران ابلیس الله کی جلال صداقت کی تحقیر کرتے ہیں ' انکو الله کی عزت کی خاطر ذلیل و رسوا کرے ' انکے مغرور سروں کو اپنی جبروت حق و صداقت کے پاؤں سے ٹھوکر مارے اور ظالمانہ روندے ' انکے غلیظ و تاریک سینوں کو اعلان و ارشاد کے نیزہ ہائے بے امان سے چھلنی کردے ' انکے دعوا ہائے باطلہ و اعلانات کاذبه کی بڑی بڑی عمارتوں کو ' جنکی بنیادیں شیطان کے ہاتھوں سے مستحکم ' اور جنکی محرابیں ارواح خبیثہ کی پرواز سے بلند کی گئی ہیں ' یکسر مسمار و منہدم کردے -

انسانی استبداد و استعباد کے وہ مہیب بت ' جنہوں نے اپنی غلامی کی زنجیروں سے خدا کے بندوں کو جکڑ دیا ہے ' اور جنکی قوا شیطانیه کے مظاہر کبھی حکومتوں کے جبر و تسلط کی صورت میں ' کبھی دولت و مال اور عز و جاہ کے غرور میں ' کبھی جماعتوں کی حکمرانی اور رہنمائی کے ادعا میں ' اور کبھی علم و فضل اور زہد و تقوی کے گھمنڈ میں ' غرضکہ مختلف شکلوں اور مختلف ناموں سے الله کے بندوں کو الله سے چھیننا چاہتے ہیں ' در حقیقت ارض الہی پر طغیان و فساد کا اصلی منبع ' اور شر و فتن کا حقیقی سرچشمہ ہیں - پس خدا ' جو صداقت کی پرورش کرنے والا ' اور باطل کو اسکی مرادوں میں ناکامی بخشنے والا ہے ' کبھی بھی اپنے قدرت کی نیرنگیاں دکھلانے سے غافل نہیں ہوتا - وہ اعلان حق اور قیام امر کیلیے ہمیشہ ایک یکساں اور غیر متغیر قانون کے ماتحت صداقتوں کو ظاہر کرتا ' اور اسکے ذکر کو اپنی عظمت و جبروت سے علو و رفعت بخشتا ہے - تا حق و باطل میں معرکۂ قتال گرم ہو - جنود الہی اور جنود شیطانی باہم صف آرا ہوں - تلواریں چلیں ' اور لہوؤں کے سرے دل و جگر میں آ دبیں - بالآخر جب حوصلے نکل جائیں ' ہمتیں ختم ہوجائیں ' غرور اور گھمنڈ کی حسرتیں ایک ایک کرکے پوری ہو رہیں ' اور انسان اپنی ساری طاقت کو آزمالے ' تو پھر بالآخر جس طرح که ہمیشہ ہوا ہے قدرت الہی کو فتح ہو ' امر بالمعروف کی چھنی ہوئی حکومت پھر واپس آجائے ' اور یه نصرت عظیم اور فتح مبین حق و صداقت کیلیے ایک کھلی ہوئی نشانی ہو :

و لقد سبقت کلمتنا لعبادنا المرسلین - انہم لہم المنصورون و ان جندنا لہم الغالبون (۱۷۱ : ۳۸)

" اور ہم نے اپنے جن بندوں کو ارشاد و ہدایت کیلیے لوگوں کی طرف بھیجا ' انکی نسبت پہلے ہی دن سے ہمنے کہہ دیا ہے که ہماری تائید و نصرت سے یقیناً وہی فتحیاب و مظفر ہونے والے ہیں ' اور بیشک ہماری ہی فوج سب پر غالب آکر رہیگی "

ظہور و ورود !!

شریعت الہی ایک ہے ' اور صداقت کے بہت سے نام ہوں ' مگر اسکا وجود ایک سے زائد نہیں - و لله در ما قال :

عباراتنا شتی و حسنک واحد
و کل الی ذاک الجمال یشیر !

پس صداقتوں کا ظہور ہمیشہ یکساں ہوا ہے ' اور خواہ وہ کسی نام سے ظاہر ہوئی ہوں ' مگر اسی امر بالمعروف کی حقیقت میں داخل ہیں - حضرت ابراہیم نے کلدانیوں کا بت خانہ توڑا ' مگر حضرت موسی نے فرعون کی شخصی حکمرانی کے ظلم و استبداد کا بت اور بنی اسرائیل کی غلامی کی زنجیریں توڑیں -

پس چونکہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر بھی ایک حقیقت ہے ' جو حقائق نبوت سے ماخوذ اور اسی کے فیضان جاری کا اقتباس ہے ' اسلیے اسکے متبعین کی سنت بھی ہمیشہ ایسی ہی رہی ہے ' اور ہمیشہ ایسی ہی رہیگی - وہ ہر باطل پرستی کا استیصال کرنا چاہتی ہے ' جو مرضات الہیه کے خلاف ہو ' خواہ اسکا نام دنیا نے سیاست رکھا ہو ' خواہ مذہب ' اور خواہ تم اسکو اخلاقی اباطیل سے موسوم کرو خواہ تمدنی سے ' مگر جب کسی تاریکی کے مقابلے میں روشنی چمکے ' جب گمراہیوں کی رات کے بعد صداء ہدایت کا آفتاب طلوع ہو ' اور جب شیطان کی جوشیوں کی جگہ خدائے رحمان کی خوشیوں کی پکار ہو ' تو تم یقین کرو کہ وہ صداقت ' جو ہمیشہ آیا کرتی تھی ' آگئی - وہ جمال ہدایت و سعادت ' جس نے سخت سی سخت تاریکیوں میں اپنے چہرۂ منور کو بے نقاب کیا تھا ' اب پھر نظارہ کیاں حقیقت کیلیے بے نقاب ہوگیا ' اور خدائے قدوس و قیوم نے " امر بالمعروف و نہی عن المنکر " کی سنت مرسلین و صدیقین کو پھر از سر نو زندہ کردیا : و من یطع الله و الرسول ' فاولئک مع الذین انعم الله علیہم من النبیین و الصدیقین و الشہداء و الصالحین ' و حسن اولئک رفیقا (۷۱ : ۴)

اطلاع

دفتر الہلال کے ذریعه پریس کا تمام سامان ' اور لیتھو اور ٹائپ کی مشینیں ' نئی اور سکینڈ ہینڈ ملسکتی ہیں -

ہر چیز دفتر اپنی ذمه داری پر دیگا -

سردست بعض مشینیں فروخت کیلیے موجود ہیں :-

(۱) ٹائپ کی ڈبل کراؤن سائز ' پین کی مشین ' جو بہترین اور قدیمی کارخانہ ہے - اس مشین پر صرف دو ڈھائی سال تک معمولی کام ہوا ہے - اسکے تمام کیل پرزے درست اور بہتر سے بہتر کام کیلیے مستعد ہیں -

ابتدا سے الہلال اسی مشین پر چھپتا ہے - دو ہارس پاور کے موٹر میں سولہ سو فی گھنٹہ کے حساب سے چھاپ سکتی ہے -

چونکہ ہم اسکی جگہ بڑے سائز کی مشینیں لے چکے ہیں - اسلیے الگ کردینا چاہتے ہیں -

(۲) ٹریڈل مشین ' جو پاؤں سے بھی چلائی جاسکتی ہے ڈیمائی فولیو سائز کی - اس پر ہاف ٹون تصاویر کے علاوہ ہر کام جلد اور بہتر ہوسکتا ہے -

قیمت بذریعه خط و کتابت طے ہوسکتی ہے - جو صاحب لینا چاہیں ' وہ مطمئن رہیں که ہم اپنی ذاتی ضمانت پر انہیں مشین دینگے ' اور اپنے اخلاقی وقار کو لین دین کے معاملات میں ضائع کرنا نہیں چاہتے -

منیجر الہلال پریس

الحریۃ فی الاسلام

نظام حکومۃ اسلامیۃ

و امرھم شوری بینھم (۴۲ . ۳٦)

(۲)

جبلہ بن ایہم الغسانی

جبلہ بن ایہم غسانی ایک عیسائی شاہزادہ نے عہد فاروقی میں اسلام قبول کیا تھا - طواف کعبہ کے موقع پر اوسکی چادر کا ایک گوشہ ایک شخص کے پانوں کے نیچے آگیا - جبلہ نے اوسکے منہہ پر ایک تھپڑ کھینچ مارا - اسنے بھی برابر کا جواب دیا - جبلہ غصہ سے بیتاب ہوگیا اور حضرت عمر کے پاس آکر شکایت کی - آپنے سنکر کہا کہ تم نے جیسا کیا تھا ' ویسی ہی اوسکی سزا بھی پالی - اسنے کہا:

" ہمارے ساتھہ کوئی گستاخی کرے تو اوسکی سزا قتل ہے "

مگر حضرت عمر نے فرمایا :

" ہاں ' جاہلیت میں ایسا ہی تھا ' لیکن اسلام نے شریف و ذلیل اور پست و بلند کو ایک کردیا "

جبلہ اس ضد میں پھر عیسائی ہوگیا اور روم بھاگ گیا ' لیکن خلیفۂ اسلام نے مساوات اسلامی کی قانون شکنی گوارا نکی -

خود آنحضرت کا اسوۂ حسنہ

مساوات قانونی کو چھوڑ کر اسلام کی عام طرز مساوات پر غور کرنا چاہیے - انحضرت تمام مسلمانوں کے آقا اور سردار تھے ' تا ہم آپ نے عام مسلمانوں سے اپنے لیے - کبھی کوئی زیادہ امتیاز نہیں چاہا -

ایک سفر میں کہانا پکانے کیلیے صحابہ نے کام تقسیم کر لیے ' تو جنگل سے لکڑیاں لانیکی خدمت سرور کائنات نے خود اپنے ذمہ لی !

حضرت انس دس برس خدمت نبوی میں رہے - لیکن اونکا بیان ہے کہ اس مدت طویل میں میں نے جتنی خدمت آپکی کی ' اوس سے زیادہ آپ نے میری کی - مساوات کا یہ عالم تھا کہ " ما قال لی فی شی لما فعلت ؟ " یعنی تحکمانہ کام لینا یا جھڑکی دینا تو بڑی بات ہے ' کبھی آپنے اتنا بھی نہ کہا کہ فلاں کام یوں سے یوں کیوں کیا ؟

غلام اور آقا

ایک صحابی نے اپنے غلام کو مارا تو آپ نے فرمایا :

" یہ تمہارے بھائی ہیں ' جنکو خدا نے تمہارے ہاتھہ میں دیا ہے - جو خود کھاؤ - وہ انکو کھلاؤ ' جو خود پہنو ' وہ انکو پہناؤ "

اسلام نے نہایت شدت کے ساتھہ اس سے روکا کہ کوئی انسان کسی دوسرے انسان کو ' خواہ وہ کیسا ہی ادنی درجہ کا کیوں نہ سمجھا جاتا ہو ' " غلام " اور " باندی " کہے ' کیونکہ سب خدا ہی کے غلام ہیں - اسی طرح غلاموں کو فرمایا کہ اپنے مربیوں کو آقا نہ کہیں کہ مساوات اسلامی میں اس سے فرق آتا ہے -

ایک بار ایک صحابی نے آنحضرت کو ان الفاظ سے خطاب کیا کہ " اے آقاے من " آپ نے فرمایا : " مجھکو آقا نہ کہو - آقا تو ایک ہی ہے ' یعنی خدا "

صحابہ کا طرز عمل

خلفاے راشدین جو تعلیم اسلامی کے زندہ پیکر تھے ' اونکا بھی ہمیشہ یہی طرز عمل رہا - حضرت عمر اور انکا غلام سفر بیت المقدس میں باری باری سے سوار ہوتے تھے - بیت المقدس کے جب قریب پہونچے تو غلام کی باری تھی - غلام نے عرض کیا کہ آپ سوار ہوں کہ شہر نزدیک آگیا - آپ نے نمانا ' اور آخر خلیفۂ اسلام بیت المقدس میں اسطرح داخل ہوا کہ اوسکے ہاتھہ میں اونٹ کی مہار تھی ' اور اونٹ پر اوسکا غلام سوار تھا ! حالانکہ یہ وہ وقت تھا ' جب کہ تمام شہر خلیفۂ اسلام کی شان و عظمت کا تماشا دیکھنے کیلیے امڈ آیا تھا - یہ واقعہ مشہور ہے - تفصیل کی ضرورت نہیں -

واقعۂ اجنادین میں رومی سپہ سالار نے ایک جاسوس مسلمانوں کے دریافت حال کیلیے معسکر اسلام میں بھیجا - جاسوس اسلام کے ان سچے نمونوں کو دیکھکر جب واپس آیا ' تو رومی سپہ سالار سے ایک تحیر کے عالم میں بول اٹھا :

هم باللیل رهبان	یہ لوگ راتوں کو استغراق عبادت میں
و بالنهار فرسان -	راہب ہوتے ہیں مگر دن کو شہسوار - اگر
لو سرق ابن ملكهم	انکا شاہزادہ بھی چوری کرے تو ہاتھہ
قطعوه ' و اذا	کاٹ ڈالیں ' اور اگر زنا کرے تو اسے بھی
زنی رجموه	رجم کردیں

خصائص مسلم کی یہ اصلی تصویر تھی !

مساوات قانونی کی ایک مثال وحید

قبیلۂ مخزوم کی ایک عورت چوری میں ماخوذ ہوئی - قریش نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سفارش کرنے کیلیے حضرت اسامہ کو آمادہ کیا ' جنکو آپ بہت عزیز رکھتے تھے - لیکن جب اس واقعہ کے متعلق اسامہ نے آپ سے سفارش کی تو آپنے لوگوں کو جمع کرکے فرمایا :

انما أهلك الذین	اے لوگو ! تم سے پہلے قومیں اسلیے ہلاک
قبلكم ' انهم كانوا اذا	کی گئیں کہ جب اُن میں سے کوئی
سرق فیهم الشریف '	بڑا آدمی چوری کرتا تھا (چوری کا
تركوه ' و اذا سرق فیهم	ذکر صرف خصوصیت واقعہ کی بنا پر ہے
الوضیع ' اقاموا علیه	ورنہ اس سے مراد عام جرائم ہیں)
الحد - وایم الله ' لو ان	تو لوگ اوسکو چھوڑ دیتے تھے ' پر جب

لو ان فاطمة بنت محمد سرقت لقطعت يدها (بخاري الشفاعة في الحدود)	کوئی عام آدمی چوری کرتا تو اسکو سزا دیتے - لیکن خدا کی قسم اگر محمد کی بیٹی فاطمہ بھی چوری کرتی تو اسکے ہاتھ بھی ضرور کاٹے جاتے -

یہ ہے اسلام کی فرماں روائی کی اصلی تصویر اور یہ ہے وہ مساوات کی حقیقی تعلیم، جسکے ساتھ اعمال نبوت کا اسوۂ حسنہ بھی پیش کردیا گیا تھا - یہ سچ ہے کہ انقلاب فرانس نے یورپ کو استبداد و تسلط اور امتیاز افراد سے نجات دلائی، اور اس نے معلوم کیا کہ ہر انسان بلحاظ انسان ہونے کے انسان ہے، اگرچہ وہ سر پر تاج، اور ہاتھ میں عصاء حکومت رکھتا ہو - لیکن با ایں ہمہ آج بھی، جبکہ تمام یورپ سے شخصی فرماں روائی کا جنازہ اٹھ چکا ہے، جبکہ قانون کی عزت سب سے بالا تر سمجھی جاتی ہے، جبکہ مساوات و آزادی کے عاشقوں سے اسکا گوشہ گوشہ گونج رہا ہے، ایک نظیر بھی ایسی پیش کی جا سکتی ہے، جسمیں فرماں روائے وقت نے ایسے صاف اور سچے لفظوں میں مساوات انسانی کا اعلان کیا ہو، اور خود اپنے اوپر اسکا نمونہ پیش کرنے کیلیے آمادہ ہو؟

انگلستان میں پادشاہ قانون کا تابع بیان کیا جاتا ہے، اور امریکہ و فرانس میں پریسیڈنٹ ایک عارضی مشورہ فرماے حکومت سے زیادہ نہیں، لیکن اگر واقعات و نظائر کے جمع کرنے پر متوجہ ہوں تو صدہا واقعات پیش کیے جا سکتے ہیں، جنسے ثابت ہوتا ہے کہ قانون نے اس دور مدنیۃ و آزادی میں بھی اعلی و ادنی اور بادشاہ و رعایا کا ویسا ہی فرق قائم رکھا ہے، جیسا کہ ہندوستان میں (منو) کے زمانے میں تھا، یا دور مظلمہ کی ان انسانی پرستش گاہوں کے عہد میں، جس کو آج تاریخ لعنت و نفریں کے ساتھ یاد کرتی ہے!

ہم کو یورپ کی ان عدالتوں کا نشان دو، جہاں پادشاہ وقت ایک معمولی مرد رعایا کے دعوے کی جواب دہی کیلیے آکر کھڑا ہو، کیونکہ ہم نہ صرف مدینے کی اس سادہ عدالت کدۂ مسجد ہی میں، بلکہ دمشق اور بغداد کے پر شوکت عدالت خانوں میں بھی ایسا ہی دیکھ رہے ہیں - ہمکو وہ قانون بتلاؤ جس نے چوری کی سزا سپاہی کے لڑکے کی طرح، پادشاہ کی لڑکی کو بھی دینی چاہی ہو، کیونکہ عرب کے اس قدوس پادشاہ کا اعلان ہم پڑھ رہے ہیں، جو پادشاہتوں کو مٹانے کیلیے آیا تھا -

کیا آج بھی قانون عملاً ادنی و اعلی میں تمیز نہیں کرتا؟ کیا کل کی بات نہیں ہے کہ انگلستان میں ایک مدعی کے جواب میں پارلیمنٹ نے اعلان کردیا تھا کہ پادشاہ عدالت میں حاضر نہیں ہو سکتا؟ اور نہ کوئی اعلی سے اعلی عدالت اسکے نام سمن جاری کرسکتی ہے؟ یہ اعلان ہی نہیں ہے بلکہ قانون ہے، کیونکہ قانون نے با ایں ہمہ ادعاء مساوات، پادشاہ کو عدالت کی حاضری سے بری اور مستثنی کردیا ہے!!

صدیوں کی جد و جہد کے بعد دنیا کا آج حاصل حریت اس سے زیادہ نہیں، پھر وہ دعوت کیسی مقدس و محترم، اور وہ مؤید من اللہ ہاتھ کیسا عظیم و جلیل تھا، جس نے چھٹی صدی کی تاریکی میں حقیقی حریت و مساوات انسانی کا چراغ روشن کیا، اور اعلان کردیا کہ:

"لو ان فاطمة بنت محمد سرقت، لقطعت يدها"! صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وصحبہ وسلم!

خلیفۂ اول کا اعلان

اور مساوات کا تخیل عمومی

حضرت ابو بکر نے خلافت کی جو پہلی تقریر کی تھی، اسکے حسب ذیل فقرے پڑھو:

وان اقواكم عندي الضعيف حتى اخذ له بحقه، وان اضعفكم عندي القوي حتى اخذ منه الحق (ابن سعد ج ۳ ص ۱۲۹)	تم میں جو قوی ہے وہ میرے نزدیک ضعیف ہے، یہاں تک کہ میں اوس سے حق وصول کروں - اور جو ضعیف ہے وہ قوی ہے، تا آنکہ میں اوسکو اوسکا حق نہ دلوا دوں -

اس مساوات کی تعلیم نے پیروان اسلام کے قلب و دماغ کو حریت و مساوات کے تخیل سے لبریز کردیا تھا - فارس کی لڑائی میں جب مغیرہ بن شعبہ ایرانی سپہ سالار کے پاس سفیر بنکر گئے، اور تخت پر اس کے برابر بیٹھ گئے، تو درباریوں نے یہ سوء ادب دیکھکر تخت سے اتار دیا تھا - اسپر اونکے منہ سے کس بیساختگی کے ساتھ یہ الفاظ نکلے ہیں:

انا نحن معشر العرب لا يتعبد بعضاً بعضاً (طبري ص: ۱۰۸)	ہم مسلمانوں میں تو ایک دوسرے کو غلام سمجھنے کا دستور نہیں ہے، یہ تمہارا کیا حال ہے؟

امتداد زمانہ نے خصوصیات اسلام بہت کچھ مٹادیے تاہم اس واقعہ سے کون انکار کرسکتا ہے کہ آج بھی مہذب ترین ممالک میں سیاہ و سپید قومیں اپنی عبادت گاہوں میں ایک دوسرے کے ساتھ صف میں نہیں بیٹھ سکتیں، لیکن مساجد اسلامیہ میں ایک ادنی ترین مسلمان ایک امیر الامرا بلکہ شاہ افغانستان کے پہلو بہ پہلو کھڑا ہوتا ہے، اور کوئی اوسکو اپنی جگہ سے ہٹا نہیں سکتا - کیا ان تعلیمات و واقعات کے بعد بھی کہا جا سکتا ہے کہ اسلام میں مساوات نہیں؟ اور اس بارے میں وہ آج یورپ سے درس حریت لینے کا محتاج ہے؟

نظام جمہوری کا تیسرا رکن:

امام یا خلیفہ کا تقرر انتخاب عام سے ہو، اور دوسروں پر حقوق میں اوسکو کوئی ترجیح نہو -

اس مبحث کو ہم دو حصوں میں بیان کرینگے:

(۱) تاریخ شاہد ہے کہ خلفاے راشدین میں سے کسی کا تقرر بحق وراثت یا باستبداد راے نہیں ہوا بلکہ مجمع عام میں مہاجرین و انصار کی کثرت راے سے (جو بمنزلۂ ارکان خاص تھے) اور عام مسلمانوں کے قبول سے ہوا (جو بمنزلۂ ارکان عام تھے) - حضرت ابو بکر کا انتخاب نشستگاہ بنو ساعدہ میں حضرت عمر کی تحریک، مہاجرین و انصار کی تائید، اور عامۂ مسلمین کی پسندیدگی سے ہوا - حضرت عمر کا انتخاب حضرت ابو بکر کی تحریک، مہاجرین و انصار و عامۂ مسلمین کی تائید و قبول سے ہوا - حضرت عثمان کو عبد الرحمن بن عوف وغیرہ کی ایک مجلس نیابی کے انتخاب اور علم اہل مدینہ کے مشورہ سے خلیفہ بنایا گیا - اسی طرح حضرت امیر اہل مصر و اہل مدینہ کی تجویز و قبول سے خلیفہ منتخب ہولے -

حضرت عمر نے تو صاف فرما دیا "لا خلافة الا عن مشورة" (کنز العمال ج - ۳ ص ۱۲۹) یعنی خلافت صرف عام مشورہ سے طے ہو سکتی ہے، شریعت میں اسکے تعین کا اور کوئی ذریعہ نہیں -

واقعۂ تحکیم میں حضرت امیر علیہ السلام اور امیر معاویہ کی معزولی میں بھی قوم ہی کی راے سے مدد لینی پڑی، کو

اسمیں امیر معاویہ کے نائب نے مکر و خدع سے کام لیا تھا، اور قوم کو دھوکا دینا چاہا تھا -

حضرت امیر کی تصریح

امیر معاویہ نے حضرت علیہ السلام کو لکھا تھا کہ تمکو خلیفہ کس نے بنایا ؟ حضرت جواب میں فرماتے ہیں :

انہ بایعنی القوم الذین بایعوا ابا بکر و عمر و عثمان، و علی ما بایعوہم علیہ، فلم یکن للشاہد ان یختار، ولا للغائب ان یرد - و انما الشوری للمہاجرین والانصار فان اجتمعوا علی رجل و سموہ اماماً، کان ذلک رضی، فان خرج من امرہم خارج بطعن او بدعۃ ردوہ الی ما خرج منہ، فان ابی قاتلوہ علی اتباعہ غیر سبیل المومنین - (نہج البلاغہ ج - ۲ - ص - ۷ - مصر)

جس قوم نے ابوبکر و عمر و عثمان کی بیعت کی تھی، اور جن شرائط پر بیعت کی تھی، اوسی نے، اونہی شرائط پر میری بھی بیعت کی - جو مجلس انتخاب میں موجود ہو اوسکو حق نہیں کہ اپنی راے پر اڑا رہے، اور جو غیر حاضر ہو اوسکو حق نہیں کہ اپنی غیر حاضری کی بنا پر انتخاب عام کو رد کردے - حق مشورہ مہاجرین و انصار کو ہے، اگر وہ کسی ایک شخص پر متفق الراے ہوجائیں اور اسکو امام مقرر کردیں تو یہ اونکی رضاے عام پر دال ہے، پس اگر کوئی اوسکی متفق علیہ راے سے کسی طعن یا بدعت کے سبب سے علحدہ ہو تو اوسپر واجب ہوگا کہ جس سے وہ علحدہ ہوا اوسکے قبول پر مجبور کیا جاے - اگر وہ اب بھی نمانے تو اجماع راے مسلمین کی مخالفت کی بنا پر اوس سے جنگ کریں "

حقیقت یہ ہے کہ جناب امیر نے ان چند فقروں میں انتخاب خلافت و جمہوریت کے تمام ارکان کی بہترین تفصیل کردی ہے، اور ایسی تفصیل، جس سے بہتر تفصیل آج بھی نہیں ہوسکتی -

یزید کی خلافت سے انکار

امیر معاویہ کے عامل نے جب یزید کی نسبت مدینے میں خطبہ پڑھا اور کہا کہ خلافت کیلیے امیر المومنین یزید حسب سنت اسلام خلیفہ ہوتے ہیں، تو فوراً ایک مسلمان نے کھڑے ہوکر علانیہ کہدیا کہ تم جھوٹے ہو - اسلام سے اس استبداد اور وراثت کو کیا تعلق ؟ یوں کہو کہ وہ شاہان روم و فارس کیطرح پادشاہ ہوتا ہے ! یہ واقعہ تمام تاریخوں میں موجود اور مشہور ہے -

اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی رئیس کا تقرر اگر بشکل انتخاب نہو تو وہ مسلمانوں کے نزدیک امام اسلام نہیں ہوسکتا تھا، بلکہ قیصر و کسراے اسلام سمجھا جاتا تھا - آنحضرت نے اپنی مشہور حدیث میں اسی قسم کی حکومت کو " ملک عضوض " فرمایا ہے - اسی لیے حضرت عمر نے انتقال کے وقت اعلان فرما دیا کہ میرے بیٹے عبد اللہ کا خلافت میں کوئی حصہ نہیں -

بنو امیہ

خلافت راشدہ کے بعد بنو امیہ کا دور فتن و بدعات شروع ہوتا ہے، جنھوں نے نظام حکومت اسلامی کی بنیادیں متزلزل کردیں - تاہم جب اونہی میں قامع بدعت، محی السنۃ، حضرت عمر بن عبد العزیز پیدا ہوے، تو گو حسب سنت " ملک عضوض " سلیمان بن عبد الملک نے انھیں اپنا جانشین مقرر کردیا تھا، تاہم چونکہ از روے شریعت اسلام کسی امام کے نصب کے لیے اسقدر کافی نہ تھا، اسلیے انہوں نے مسجد عام میں فرما دیا : مسلمانو ! چونکہ از روے اسلام تمہارے انتخاب عام سے میرا تعین نہیں ہوا، اسلیے میں خلیفہ نہیں ہوں - تمھیں حق ہے کہ میرے سوا کسی اور کا انتخاب کرلو - انکے اصل الفاظ یہ تھے :

ایہا الناس انی ابتلیت بہذا الامر من غیر رای منی ولا طلبۃ ولا مشورۃ من المسلمین، و انی قد خلعت ما فی اعناقکم من بیعتی، فاختاروا لانفسکم غیری -

لوگو ! میں اپنی راے اور خواہش اور مسلمانوں کے عام مشورہ کے بغیر امارت کے عذاب میں مبتلا ہوگیا ہوں، اسلیے میں تمکو اپنی بیعت کے بار سے سبکدوش کردیتا ہوں - اب تم اپنی راے میں بالکل مختار ہو - میرے سوا جسکو چاہو اپنا امام بنا لو -

طریق بیعت بقیۂ شوری ہے

جسطرح ارتقاے انسانی کے بعد بھی گذشتہ اعضاے اثریہ کا وجود باقی رہ گیا ہے، ٹھیک اسیطرح گو بعد کی اسلامی حکومتوں سے خصوصیات حکومت اسلامیہ ایک ایک کرکے رخصت ہوگئیں، تاہم گذشتہ طرز حکومت کے بعض اعضاے اثریہ کا وجود اب تک باقی ہے - میری مراد اوس سے " بیعت " ہے - بیعت کے یہ معنے ہیں کہ تمام اورات ملک اپنے اپنے حکام شہر کے دربار میں جمع ہوکر بادشاہ کی حکومت تسلیم کرلینے کا اقرار کریں، اور دار الحکومت میں بھی عہدہ داران ملک مثلاً وزرا، سرداران فوج، قضاۃ، امراء حکام، اور اعیان ملک، بادشاہ کے حضور میں اوسکی حکومت کا اعتراف و وعدۂ اطاعت کریں - دولت امویہ، دولت عباسیہ، اور تمام اسلامی سلطنتوں میں ہمیشہ اسپر عمل رہا - ہندوستان کی دولۃ مغلیہ کی تاریخ اسپر شاہد ہے - اور ترکی میں ہر نئے سلطان کی تخت نشینی کے بعد اولین دربار بیعت کا ہوتا ہے -

فقہا و متکلمین

فقہا و متکلمین اسلام نے " امامت و حکومت " کی جو شرطیں قرار دی ہیں، ان سے بھی مسئلہ " انتخاب امام " پر روشنی پڑتی ہے - گو انہوں نے جو کچھ لکھا ہے وہ صرف حضرت ابوبکر و عمر کے طریق انتخاب کو اصول قرار دیکر لکھا ہے، تاہم انتخاب اور شوری کو اصول اسلامی تسلیم کرتے ہیں -

قاضی " ماوردی " المتوفی سنہ ۴۰۵ لکھتے ہیں :

الامامۃ تنعقد بوجہین : احدہما باختیار اہل الحل والعقد، والثانی بعہد الامام من قبل - (الاحکام السلطانیہ ص - ۵ - مصر)

خلافت چند طریقوں سے منعقد ہوتی ہے : ایک تو ملک کے اہل الراے اشخاص کے انتخاب سے، دوسرے اس سے کہ امام سابق خود کسی کا نام معین کردے -

علامہ " تفتازانی " شرح مقاصد میں لکھتے ہیں :

وتنعقد الامامۃ بطرق : احدہما بیعۃ اہل الحل والعقد من العلماء والرؤساء و وجوہ الناس - (بحث امامت)

خلافت چند طریقوں سے منعقد ہوتی ہے : ایک تو یہ کہ معزز لوگ، رؤسا، اور علما و عمدہ اہل الراے اشخاص بیعت کریں -

سید سند اور قاضی عضد الدین مواقف و شرح مواقف میں جو عقائد اہل سنت کی موثق ترین تصنیف ہے، لکھتے ہیں .

وانہا (الامامۃ) تثبت بالنص من الرسول ومن الامام السابق بالاجماع وتثبت ایضاً ببیعۃ اہل الحل والعقد عند اہل السنۃ والجماعۃ والمعتزلہ والصالحیۃ من الزیدیۃ (ص ۶۰۶)

خلافت، رسول اور امام سابق کی تعیین سے اجماعاً، اور اہل حل و عقد ملک کی بیعت سے منعقد ہوتی ہے، اہل سنت و جماعت، معتزلہ، اور صالحیہ زیدیہ کے نزدیک ایسا ہی ہے .

دوسری جگه اسی کتاب میں مذکور ہے :

ولامة خلع الامام و عزله بسبب یوجبه مثل ان یوجد منه ما یوجب اختلال احوال المسلمین وانتکاس امور الدین کما کان لهم نصبه و اقامته لانتظامها و اعلائها و ان ادی خلعه الی فتنة احتمل ادنی المضرتین (ص ۲۰۷)

" قوم کو حق حاصل ہے که کسی سبب سے خلیفه کو معزول کرا دے - مثلاً اس سبب سے که مسلمانوں کے حالات اور امور دین کے انتظامات و تدابیر اوسکے باعث خلل پذیر هوجائیں ' جسطرح که اوسکو خلیفه کے تقرر و انتخاب کا حق امور اسلامیه کے انتظام و ترقی کیلیے تھا ' اسی طرح معزولی کا بھی ہے - اور اوسکی معزولی سے فتنه برپا هو تو پھر معزولی اور خلل احوال مسلمین ' ان دونوں میں سے جسکا ضرر کم هو ' اوسکو برداشت کرلیا جائیگا "

عام کتب عقائد موجودہ اور نظام حکومة اسلامیه

یه موقعه نہیں که ان تصریحات متکلمین و اصحاب عقائد کی نسبت زیادہ بحث کی جاے ' تاهم چند اشارات ضروری هیں :

(۱) کتب کلام و عقائد میں اصل اصول شوری ' و اجماع امت ' و انتخاب امام ' و عدم تشخص و تعیین شخصی ' صاف طور پر لکھا ہے ' اور گو اس سے انکا مقصد نظام حکومة اسلامیه کی تعبیر نه تھا بلکه زیادہ تر نوعانه بحث و جدل اور خلافة راشدہ کا اثبات ' تاهم اصول مشورہ و جمہوریت کے اکثر مباحث اسکے ضمن میں آگئے -

لیکن اسمیں شک نہیں که جس اهمیت و وسعت کے ساتھه اس مسئلے کو کتب عقائد و کلام کی جمیع مفردات اسلامیه میں هونا چاهیے تھا ' اور ایک ایسے اصولی اور بنیادی مسئله کیلیے جس توجه و اعتنا کی ضرورت تھی ' اگر اسکو پیش نظر رکھیے ' تو نہایت درد و افسوس کے ساتھه کہنا پڑتا ہے که جو کچھه لکھا گیا وہ کافی نہیں ' اور جس نظر اهمیت کا وہ مستحق تھا ' اس نظر سے عام طور پر ائمۂ اسعار و اساطین قوم نے آج نه دیکھا -

لیکن اس اعراض سے نفس مسئله کی اهمیت کی تصغیر صحیح نہوگی ' بلکه در اصل یه حالت بھی مثل اور بہت سی حالتوں کے ' نتیجه ہے بنی امیه کے اُس تسلط اور احاطۂ مستبدہ کا ' جس کے اثر سے همارے هرفن کا لٹریچر متاثر هوا اور بد قسمتی سے عقائد و کلام کے تو بہت سے گوشے هیں ' جنسے اسکی صداے بازگشت آجتک آرهی ہے - بنی امیه کی سب سے پہلی بدعت ' اور اسلام و مسلمین پر انکا اولین ظلم یه تھا ' که نظام حکومت اسلامیه کا تخته یکسر الٹ دیا ' اور خلافة راشدۂ جمہوریۂ صحیحه کی جگه ' مستبدہ و ملک عضوض کی بنیاد ڈالی - یه انقلاب بہت شدید تھا ' اور بہت مشکل تھا که ملک کو اسپر راضی کیا جاے - صحابۂ کرام ابھی موجود تھے ' اور خلافة راشدہ کے واقعات بچے بچے کی زبان پر تھے ' اسلیے اس احساس اسلامی کو مٹانے کیلیے تلوار سے کام لیا گیا ' اور جس نے قوة حق و معروف سے زبان کھولی ' اسکو زور شمشیر و خنجر سے چپ کرا یا گیا - رفته رفته احساس منقلب ' اور خیالات پلٹنے لگے ' اور حقیقت روز بروز مستور و محجوب هوتی گئی -

انکے بعد بنی عباس آئے - اس میدان میں یه بھی انکے درش بدرش نہے - تصنیف و تالیف اور تدوین علوم اسلامیه کا عروج هوا تو وہ اثر مخفی موجود تھا ' اور کام کر رہا تھا - یه جو امام اور خلیفه کے حق خلافت کیلیے فسق و معصیت کو بھی مضر نہیں سمجھتے '

تو یه کتاب و سنت کا اثر تو نہیں هوسکتا ' جو " و اجعلنا من المتقین اماما " کی دعا تلقین کرتا ہے ؟ پھر اگر یزید اور ولید کی خلافت کی صحت منوانا اس سے مقصود نه تھا تو اور کیا تھا ؟

(۱) ان تصریحات میں تم دیکھتے هو که انتخاب خلیفه کیلیے انتخاب عام و مشورۂ اهل حل و عقد کے ساتھه خلیفۂ سابق کی تعیین کو بھی ایک شکل صحیح قرار دیا ہے - در اصل اسمیں حضرت عمر رضی الله تعالے عنه کے انتخاب کی مثال پیش نظر ہے - لیکن غور کیجیے تو حضرت عمر کیلیے گو حضرت ابوبکر نے تحریک کی لیکن اسپر تمام ارباب حل و عقد ' اور پھر عامۂ مسلمین نے پسندیدگی کا اظہار کیا ' اسلیے وہ بھی تعیین شخصی نہیں ' بلکه بمنزلۂ انتخاب عام کے تھا -

اس بنا پر نتیجه یہی نکلتا ہے که اسلام نے سوا انتخاب عام کے اور کوئی صورت تعیین خلفا یا ولی عہدی وغیرہ کی قرار نہیں دی ہے ' اور اسلیے کتب عقائد کی تقسیم و تعدد طرق نصب امام بالکل غیر ضروری ہے -

حضرات امامیه گو امامت و خلافت کیلیے اجماع امت نہیں تسلیم کرتے ' تاهم انکا ایک فرقه (جارودیه زیدیه) حق امامت کو آل حسن و حسین صلوة الله علیهما میں محدود قرار دیلے کے باوجود بھی آل طاهرین میں سے ایک کا انتخاب حوالۂ شوری کرتا ہے -

ان تشریحات کے بعد کون کہه سکتا ہے که اسلام میں جمہوریت کا جزء اعظم یعنی مسئله انتخاب مفقود ہے ؟

نامورانِ غزوۂ بلقان

افان مات فانتم الخالدون ؟

مسلمانوں کے بحری کارنامے

به تذکرۂ " حمیدیہ "

دنیا میں کیا کیا انقلاب ہوے ' کیا کچھ تبدیلیاں پیش آئیں ' مگر زمانہ کی بے اعتنا پیشانی پر نہ کبھی شکن آئی ' نہ آنے کی امید ہے - سلطنتیں مٹ مٹ گئیں - بنیں اور پھر بگڑیں - قومیں گریں اور پھر ابھریں - نئے نئے تمدن قائم ہوئے اور فنا ہوگئے - سب کچھ ہوا ' مگر زمانہ کے اطمینان و استقلال میں ایک ذرہ برابر بھی فرق نہ آیا :

ہزاروں اٹھ گئے ' باقی وہی رونق ہے محفل کی !

آج دنیا یورپ کے جنگی بیڑہ کو دیکھ رہا ہے ' اسکی بحری طیاریوں کا غلغلہ ہے ' جہازوں اور جہاز رانوں کی استعداد حربی کا نظارہ سامنے ہے - لیکن کل اسی کی نظر سے یہ کیفیت بھی گذر چکی ہے کہ خلافت راشدہ کا دور ہے - حضرت عثمان کا عہد خلافت ہے گورنر بحرین (علاء بن حضرمی) نے اسلام میں سب سے پہلے ایک بیڑہ مرتب کیا ہے ' اور مسلمان بحری معرکے سر کر رہے ہیں - امیر معاویہ کے جنگی بیڑہ میں (بقول موسیو گستاؤلی بان) بارہ سو جہازوں کے ہولناک سلسلے نے ایک دنیا کو مبہوت و مرعوب کر رکھا ہے - عبد الملک اور ولید بن عبد الملک نے تونس میں جہاز سازی کے کارخانے (دار الصناعہ) قائم کیے ہیں - بنی الاغلب کا بیڑہ - جس میں تین سو جنگی جہاز ہیں - جنوبی اطالیا کو زیر و زبر کر رہا ہے - مصری بیڑے کی تمام سواحل افریقہ ملکہ یورپ تک دھاک بندھی ہے ' اور وہ عظیم الشان کارخانۂ جہاز سازی قائم ہے ' جسکی تفصیل (مقریزی) نے کئی جزوں میں بیان کی ہے - عبد المومن نے مراکش میں جہاز رانی اور بحری جنگ کی تعلیم کے لیے ایک مدرسہ قائم کر رکھا ہے ' جس میں اس فن کا باقاعدہ درس ہوتا ہے ' اور مشق کرائی جاتی ہے - سلطان سلیمان عثمانی کی بحری طاقت سے دنیا لرز رہی ہے - طور غود و باربروس نے تہلکہ ڈال دیا ہے - عملی مشق کے لیے علمی کتابیں اس فن میں تالیف ہو رہی ہیں ' جن کا تذکرہ کشف الظنون میں موجود ہے -

زمانے نے مسلمانوں کے بحری کارناموں کے تمام دور دیکھے ' عظمت و جبروت کے یہ تمام نظارے ایک ایک کرکے اسکے سامنے سے گذرے - خشکی اور تری ' دونوں پر انکو حکمراں و فرماں فرما پایا - لیکن عروج کے بعد زوال ' اور بہار کے بعد خزاں ناگزیر ہے - جو آنکھیں بہار کے عیش کدۂ گلزار کی شادابیوں کو دیکھ رہی تھیں ' پھر انھیں آنکھوں نے خزاں کی بربادیوں کو خشک پتوں ' اور بے برگ و بار ٹہنیوں کے المناک منظر میں بھی دیکھا : و تلک الایام نداولھا بین الناس !

* * *

چراغ جب بجھنے لگتا ہے ' تو ایک مرتبہ اسکو چمکنے اور ابھرنے کی آخری مہلت دیدی جاتی ہے - شاید چشم زمانہ کیلیے مسلمانوں کی بحری زندگی کا یہ تیسرا منظر بھی شمع سحر کا آخری سنبھالا تھا ' جو موجودہ جنگ کے واقعات میں عثمانی امیر البحر (رؤف بک) نے جہاز (حمیدیہ) کے یادگار کارناموں سے دکھا دیا ہے !

جبکہ موجودہ جنگ کے الم ناک خسائر بربادیوں اور ناکامیوں کی ایک ظلمت محیط تھی ' تو یکایک تاریکی کا پردہ چاک ہوا ' اور بطل عظیم (رؤف بک) کے روے منور نے کامیابی کی ایک شمع روشن کر دی !

شاید ہماری زندگی کے یہ آخری مناظر ہیں - زمانے کی آنکھوں نے یہ منظر بھی دیکھ لیا - اگر یہ بیمار مرگ کا سنبھالا تھا ' تو خوش ہیں کہ اسکی بیمار حرکت زندگی بھی ایسی تھی ' جو صحت و توانائی کو شرمندہ کرتی تھی !

حمیدیہ کی زلزلہ اندازی ' ناگہانی نمودادی ' اچانک ظہور ' حریفوں کو تہ و بالا کر ڈالنا ' نظروں سے غائب ہوجانا ' پھر پہونچنا ' اور پانی میں آگ لگا دینا ' پھر دم کے دم میں ازمیر جا رہنا ' یکایک بیروت میں نظر آجانا ' دن میں بندرگاہ سویس سے گولہ بار کرنا ' اور شب کو سواحل بلقان پر چھاپا مارنا ' ابھی ابھی یونان کے جہازوں کو غرق کرنا ' دوسرے ہی لحظہ میں بے نشان ہو رہنا ' اور پھر دمشق و طرابلس کے سواحل پر دکھائی دینا ' یہ سارے طلسم زمانے کی نظروں میں پھرتے رہے - مانوس خیال میں طرح طرح کی شکلیں آئیں ' اور جاتی رہیں : کانہ لم یکن شیئاً مذکورا -

نمود اپنی دکھا کر گھڑی میں ڈوب گیا
کہیں تو مدر بھی ایک بلبلہ تھا پانی کا

رؤف بک - جن کا ابھی تذکرہ ہوا ہے - محمد مظفر پاشا رکن مجلس بحریۂ عثمانی کے فرزند ہیں - سنہ ۱۸۷۱ ع میں پیدا ہوے ' زاد بوم خاص استنبول ہے - انکو ابتدا ہی سے بحریات کا مذاق تھا ' اور یہی تعلیم بھی انہیں دی گئی - تکمیل کے بعد جہاز (مجیدیہ) میں متعین ہوے ' اور پھر کروزر (سوکت طورغود) میں ترقی پائی - سنہ ۱۹۱۱ ع میں جزیرۂ ساموس کی بغاوت فرو کرنے پر (حمیدیہ) کی افسری ملی ' یمن میں عزت پاشا کی مدد کے لیے گئے اور نیکنامی کے ساتھ واپس آئے - جنگ طرابلس کے موقع پر اطالیوں نے سمندر کے ناکے بند کر رکھے تھے ' مگر رؤف بک کی حیرت انگیز قابلیت نے اس بندش کی ذرا بھی پروا نہ کی ' اور سامان حرب کی کافی مقدار طرابلس پہنچا دی - جنگ بلقان میں گو ہلال کو خم کھانا پڑا ' مگر تاریخ میں ان کے سربلند کارنامے ہمیشہ علو و رفعت کا سبق دیتے رہینگے - ترکی کے علاوہ جو آنکی

وثائق و حقائق

جرائیم استبداد

استبداد، غلامی، حکومت مطلقہ، اور فنائے حریت کے یہی جراثیم ہوتے ہیں - جس قوم یا ملک میں ان چیزوں کا دخل ہوا وہاں معاً یہ جراثیم پھیلے، اور جسم انسانی میں اسطرح سرایت کرگئے کہ ملک کا ملک ولولۂ آزادی، حب استقلال، اور بغض محکومیت کے جذبات سے محروم ہوگیا - اس دور مہجوری کا جب کسی کو احساس ہوتا ہے، اور وہ چارہ گری کیلیے اُٹھتا ہے، تو ایک دنیا اُس کی مخالف ہوجاتی ہے، اور ایک زمانہ اُس کی تذلیل کیلیے اٹھ کھڑا ہوتا ہے - انبیا (علیہم السلام) دلوں اور دماغوں کو انھیں میکروبوں سے نجات دلانے کیلیے عمر بھر کوشش کرتے رہے، جس پر ان کو ساحر، مجنون، سخن ساز، اور دروغ باف کے القاب ملے - قران کریم کی اصطلاح میں ان جراثیم کا نام بھی (شیطان) ہے، اور ان کے تسلط کے لیے اس ناپاک زندگی کی تخصیص کر دی گئی ہے، جو یاد الہی سے بے پروا اور غافل و بے خبر ہو - کیونکہ یہی ایک چیز ہے جس سے دلوں میں جھوٹی ہستیوں کے نمود استبداد سے نفرت اور حریۃ صادقہ سے الفت پیدا ہوتی ہے :

و من یعش عن ذکر الرحمن نقیض لہ شیطانا فہو لہ قرین (۲۷ : ۳۴)	خدا کی یاد سے جو غافل ہوتا ہے، ہم اس پر ایک شیطان مسلط کردیتے ہیں - پھر وہی اس کا ساتھی ہوتا ہے -

فنائے حریت کے جراثیم ہی کا یہ اثرتھا کہ غلاموں کی آزادی کیلیے جب پچھلی صدی میں جد و جہد شروع ہوئی، تو اس تحریک کا پر جوش مقابلہ سب سے زیادہ انھیں ذلیل ہستیوں نے کیا، جن کو ترقی دینے کے لیے سلسلہ جنبانی کی گئی تھی - زنگبار میں غلاموں کو آزاد کرایا جاتا ہے تو وہ اس آزادی سے بیزار ہوتے ہیں، اورغلامی ہی کی زندگی بسرکرنے کے لیے روتے ہیں - ہندوستان کو استبداد سے بچانے کے لیے تحریک ہوتی ہے مگرخود ہندوستانی اس کے مخالف ہیں اوراسی استبداد پر جان دیتے ہیں - آئرلینڈ کو اندرونی آزادی عطا کرنے کی تجویزدیوان عام برطانیہ (ہاؤس آف کامنس) کی مکرر منظوری حاصل کر لیتی ہے، لیکن خود آئرلینڈ ہی کا علاقہ (السٹر) اس آزادی کا دشمن ہے، اور اس کے خلاف نہایت سختی سے جد وجہد کر رہا ہے - مینچسٹر گارڈین کی روایت بلفاسٹ کو بھی السٹرہی کا ہم خیال بتلاتی ہے - بلفاسٹ کے ایک پر جوش ممبرکواس مخالفت میں اتنا غلو ہے کہ حال میں اسنے ایک جلسہ میں تقریرکرتے ہوے بیان کیا :

" آئرلینڈ کے لیے لائحۂ استقلال اداری اگرمصدق مان لیا گیا تو آئندہ سے قومی ترانہ سے "خدا بادشاہ کو زندہ رکھے" کے الفاظ حذف کردیے جائینگے " ! !

یہ جرثومۂ ہلاکت آزادی پسند فرنگیوں کو نہایت پریشان کر رہا ہے، اور وہاں اس کے با قاعدہ علاج کا سوال درپیش ہے - ہم بھی اس وقت بیمارہیں، جاں بلب ہیں، قریب الموت ہیں، ساری قوم میں یہی بیماری متعدی ہوتی جاتی ہے، اور سارا ملک اسی کے اثر سے تباہی کے کنارے آ لگا ہے - مگر نہ علاج کی فکر ہے، نہ تیمارداری کا خیال -

فرصت ز دست رفتہ و حسرت فشردہ پائے
کار از دوا گذشتۂ و افسوں نکردہ بس !

فتلک بیوتہم خاویۃ بما ظلموا، ان فی ذلک لایۃ لقوم یعلمون (۲۷ : ۴۶)	اس بے موقع و بے محل وضع کا نتیجہ دیکھو، کہ یہ ان کے گھر ایسے اجاڑ ہوگئے ہیں ؟ حقیقت میں جنھیں علم ہے، ان کے لیے اس ماجرے میں عبرت کی ایک بڑی نشانی ہے -

---

مسلمانان آسام

اور گورنمنٹ کا عطیہ

کہتے ہیں کہ ایک حاجتمند نے ایک با اختیار رئیس سے مالی امداد طلب کی تھی - حکم ہوا کہ عرضی دفتر میں پیش ہو - دفتر میں وہ دو تین دن تک حاضری دیتا رہا، وہاں سے تحقیقات کا حکم ملا کہ سائل کی مالی حالت واقع میں مستحق امداد ہے یا نہیں ؟ بیس بائیس دن میں یہ مراتب تحقیق پورے ہوے - اعانت کے لیے رپورٹ پیش ہوئی - ایک ہفتہ کے غور و خوض کے بعد سر دفتر نے تصدیق کی جو دوسرے دن خود بدولت کے حضور میں پیش ہوئی، اور وہاں سے یہ توقیع نافذ ہوئی کہ خزانہ سے بقدر ضرورت سائل کی مدد کی جاے -

یہاں دس دن تک اس امر کی تنقیح ہوتی رہی کہ میزانیہ (بجٹ) میں اس اعانت کے لیے کس قدر گنجایش نکل سکتی ہے ؟ کافی غور و خوض کے بعد پچاس روپے کی تجویز ہوی جو آخری منظوری کے لیے بھیج دی گئی - دو دن میں یہ منظوری بھی مل گئی - غرضکہ تقریباً ڈیڑہ مہینے کے بعد - جس کے دوران میں مصارف قیام و طعام کے علاوہ متعلقین دفتر کو خوش کرنے اور اپنے حق میں رپورٹ کرانے کی ذیل میں عرضی گزار کے اسی نوے روپے خرچ ہوچکے تھے - غریب کو پچاس روپے ملے، جن میں

[بقیہ مضمون صفحہ ۱۵ کا]

مادری زبان ہے، عربی، اطالی، اور فرانسیسی زبانوں میں بھی ماہر ہیں، اور بحریات میں تو آنکی بدیع المثال مہارت کم ازکم بلاد مشرق کے لیے سرمایۂ نازمان لی گئی ہے - مگر:

و ما ینفع الاداب و العلم و الحجی
و صاحبہا عند الکمال یموت

علم و فن کا کمال اُس بیمارغم کے لیے کیا مفید ہوسکتا ہے، جو بستر مرگ پر پڑا ایڑیاں رگڑرہا ہو؟

جب بظاہر اظہار قابلیت کی سبیل ہی مسدود ہوگئی ہو، جب قومی ترفع کو موت نے پست کر ڈالا ہو، جب ادرنہ میں قومیت کا جنازہ اُٹھے اور قرق کلیسا اور سقوطری کی زمین اُنکی گز نیچے تک ہمارے خون سے سینچی جاچکی ہو، تو پھر ان قابلیتوں کے لیے کام کرنے کی گنجایش ہی کیا رہگئی ؟ اور جو رہی بھی تو حریفانہ کوششیں اُس سے فائدہ اُٹھانے کا موقع ہی کب دیتے لگیں ؟

یہ جتنی نمودیاں اور بربادیاں پیش آتی رہیں، زمانہ ان سب کو دیکھتا رہا، اور اب اُس آنے والے وقت کی راہ دیکھ رہا ہے جب آجکل کی آگ اور پانی کا طوفان بھی خشک ہو جائیگا - بیڑے کے لیے تول بیڑے کی جگہ نہ رہیگی، اور اس وقت کی ساری بحری طیاریاں ایک لمحے کے اندر غبارکی طرح اوڑ جائیں گی :

نظر ہو جس کی دقیق دیکھے، سمجھ ہو جس کی بلیغ، سمجھے
ابھی وہاں خاک بھی اڑیگی، جہاں یہ قلزم اُبل رہا ہے !

بیس روپے خدام دولت کی بخشش و انعام کے نکل گئے' اور بقیہ میں بھی یہ مراقبت رہی کہ ہفتہ میں ایک بار سائل اس عطیہ کے مصارف پیش کرتا رہے' جس سے اندازہ یہ ہو سکے کہ روپیہ مصرف صحیح میں خرچ ہوتا ہے یا نہیں ؟

حال میں مسلمانان آسام کے لیے حکومت نے جو تعلیمی وظایف منظور کیے ہیں' معلوم نہیں اس واقعہ سے اُس کی حیثیت کہاں تک ملتی جلتی ہے ؟

مسلمانوں کی تعلیمی حالت یوں تو ہر جگہ محتاج سعی ہے مگر آسام کے مسلمان تو اس بارے میں بالکل ہی پسماندہ ہو رگئے گزرے ہیں - اسکولوں میں خال خال کچھہ مسلمان بھی نظر آجاینگے ' لیکن شاید اس نظریہ میں ملابار کے عربی الاصل موپلے اور حدود قطب کے اسکیمو اُن سے زیادہ بدتر حالت میں' نہیں ہیں !

سالہا سال سے مسلمانان آسام اس کوشش میں تھے کہ سرکار سے تعلیمی وظایف ملیں تو یہ مشکل آسان ہو - عرضیاں دیتے ' عرض حال کرتے ' اور محضر بھیجتے ایک مدت گزر گئی تھی ' چیف کمشنر جب جب دورے کرتے ' یہی درخواست پیش ہوتی رہی -

مختلف اوقات میں انجمن اسلامیہ نے سلہٹ میں ' علم مسلمانوں نے چور ہاٹ میں ' اور باشندگان ضلع گوالپاڑہ نے دھوبری میں جو ایڈریس دیے تھے ' سب میں اس پہلو پر زور دیا تھا ' اور سب نے آنریبل سر - آرچ ڈیل ارل سے مخصوص اسلامی ضروریات تعلیم کے لیے گذارش کی تھی - مجلس وضع قوانین (ایجسلیٹیو کونسل) میں بھی اس مسئلہ کی تحریک ہوئی تھی ' اور اس کے ساتھہ بعض اچھوت ذاتوں کے لیے بھی سلسلہ جنبانی کی گئی تھی -

---

آخر گورنمنٹ کے فیض رحمت میں طغیانی آئی اور ایک زمانہ کے بعد پچھلے ہفتہ غیر مستطیع مسلمانوں کے لیے پچیس ' اور اچھوت ذاتوں کے لیے اکیس وظایف کا اعلان ہوا - ان وظایف کے لیے شرط یہ ہے کہ مستحق وظایف کا پہلے ناظر معارف (ڈائرکٹر سر رشتۂ تعلیم) کی نظر انتخاب امتحان لے' جس میں حسب معمول بہت سے طلبہ ناکام ثابت ہونگے - امتحان و اختبار کی مشکلیں انگیز کر کے جو خوش قسمت اپنی کامیاب اہلیت و استحقاق کا ثبوت بھی دینا چاہینگے ' اُن کیلیے یہ قید ہوگی کہ امتحان میٹریکولیشن کے پہلے یا کم از کم دوسرے درجہ میں پاس ہوے ہوں - ظاہر ہے کہ ایک پسماندہ اور بہت ہی پسماندہ صوبہ میں جہاں مسلمانوں کو تعلیم سے دلچسپی ہی نہیں ہے' اور جن کو ہے بھی ' اُن کے لیے تعلیمی وسائل مفقود ' اول و دوم درجہ کے کتنے کامیاب طلبہ مل سکینگے ؟ لیکن اگر کسی سخت جان نے (جو قدرۃً کسی مفلس و بے استطاعت گھرانے کا ممبر ہوگا) تمام مراحل طے بھی کرلیے تو اُس کو کیا ملیگا ؟ یہی کہ کالج کے پچیس تیس روپیہ ماہوار مصارف کی ذیل میں گورنمنٹ سے اُس کو دس روپیہ ماہوار کا وظیفہ ملیگا !

اور یہ ایک کھلی ہوئی بات ہے کہ جب پندرہ بیس روپیہ ماہوار خرچ تعلیم کا اُس سے تحمل ہی نہو سکیگا ' تو پھر دس روپیہ کا عطیہ کیونکر ملیگا ؟ لیکن اگر کوئی اس میں بھی پورا اُترا تو وظیفہ میں معمول کے مطابق اسکی بھی قید ہوگی کہ ضمیر اجازت دیتا ہو یا نہیں ' مگر ہر حال میں اپنے افسروں کو خوش رکھنے کے لیے اُن کی دربار داری کرتا رہے !!

یہ سنگلاخ راہیں اگر اُس نے طے کرلیں : تو دو برس تک وظیفہ ملتا رہیگا -

مغرب اقصی

فرانس کو اپنی جمہوری حکومت پر ناز ہے ' اور واقع میں جمہوریت کا مبدء' تفاخر کی چیز ہے بھی - وہ حکومت ' جس میں بادشاہی کو دخل نہو' جس نے کسی مخصوص خاندان میں حکمرانی کی تحدید نکر دی ہو' جہاں ہر فرد رعیت کو فرماں روائی کی حد تک ترقی کرسکنے کے حقوق حاصل ہوں ' جو اعلی و ادنی ' سب کو ایک نظر سے دیکھتی ہو ؛ اور سب پر ایک ہی قانون کا نفاذ فرض سمجھتی ہو' ایسی حکومت کو آیۂ رحمت نہ سمجھنا ' حقیقت میں انسانکے لیے سب سے بڑی معصیت ہے -

لیکن سوال یہ ہے کہ آجکل کی دنیا میں کیا کسی ایسی حکومت کا وجود بھی ہے ؟ یورپ کی مثل خود یورپ میں اور خاص اہل یورپ کے لیے بے شبہہ موثر ہوسکتی ہے ' مگر اکس ریز (Xrays) میں جو روشنی ہوتی ہے ' کیا کبھی اُس کے رت کی تاریکی بھی مثالی ہے ؟

سنہ ۱۷۹۰ ع کے ابتدائی مہینوں میں جمہوریۃ فرانس نے ایک اعلان شائع کیا تھا کہ فرانسیسی قوم ملکی فتوحات کا دائرہ وسیع کرنے کی غرض سے اب کبھی جنگ نہ کریگی ' اور نہ کسی قوم کی آزادی چھیننے میں اپنی طاقت کو صرف ہونے دیگی - دوسرے سال (سنہ ۱۷۹۱ ء میں) جمہوریت کا جب قانون اساسی مرتب ہوا ' تو اس اعلان کو بھی اُس کے ساتھہ شائع کیا گیا - بعد میں بہت سے تغیرات ہوے ' بہت سی تبدیلیاں پیش آئیں ' مگر اس دوران میں کوئی ترمیم نہوئی ' اور قانون میں اس کا مفاد بدستور برقرار رہا -

یہ تو زبان قول کی ایک بات تھی - زبان فعل کی یہ ادا ہے کہ سنہ ۱۸۵۲ ع سے الجزائر پر' اور سنہ ۱۸۸ سے تونس پر فرانس کا قبضہ ہے - الجزائر اور اُس کے ملحقات کا رقبہ تین لاکھہ مربع کیلومیٹر ہے - صحراے سوڈان کے علاقے بھی اسی ذیل میں شامل ہیں - تونس کی مساحت ڈیڑہ لاکھہ کیلومیٹر مربع ہے - اس پانچ لاکھہ پچاس ہزار مربع کیلومیٹر سرزمین کو اول سے آخر تک دیکھہ جاؤ ' مسجد کلیسا کی صورت میں نظر آئیگی ' مانعان اسلام کے مزاروں پر عمارتیں بن رہی ہونگی ' مداخل اوقاف سے نشر مسیحیت کو امداد ملتی ہوگی ' عرب جو ان علاقوں کے اصلی باشندے ہیں ' ذلیل و خوار دکھائی دینگے ' اور باوجود ان اعمال استبدادیہ کے ' فرانس کی جمہوریت پر کسی کو اعتراض کا حق نہوگا !!

توسیع استعمار (کالونیز) کا سودا ایسا نہ تھا کہ اسی حد تک کفایت کی جاتی - پچھلے سال مراکش کی آزادی بھی سلب ہوچکی ہے اور اس سال ارض شام کو زیر اثر لانے کی طیاریاں ہو رہی ہیں !

تا ارادم چہ بہ پیش آید ' ارینسم چہ شود ؟

تہذیب کی تو یہ ادائیں تھیں - اُس توحش کے مناظر بھی دیکھیے ' جس کی نسبت مسٹر گلیڈ اسٹون نے کہا تھا : " دنیا میں جب تک قران نامی کتاب موجود ہے ' استیصال وحشت کی کوئی تدبیر کارگر نہیں ہو سکتی "

مسلمانوں نے ایک زمانہ میں قدرس (سائپرس) کے عیسائیوں سے معاہدہ کیا تھا کہ اُن کی قومی و ملکی اور مذہبی آزادی میں خلل انداز نہونگے - کوئی سو برس اس معاہدہ پر گزرے ہونگے

شئون عثمانیہ

مسئلۂ شرقیہ

بلقان لیگ

(ملخص از لنڈن ٹائمز ، ۱۳ جون سنہ حال)

سنہ ۱۹۱۰ ع کے اختتام پر بلقانی ریاستوں کا نازک وقت تھا - جو خونریزیاں مقدونیہ میں بہار اور خزاں کے موسموں میں ہوئی تھیں ، انسے اس بات کی ضرورت محسوس ہوئی کہ ان دونوں ریاستوں (یونان و بلغاریہ) میں کسی طرح معاہدہ ہو جائے - اس بات کے لیے ضرورت تھی کہ دونوں قوموں میں سے انکے قدیمی نزاعات اور قومی عداوتوں کو دور کیا جائے ، تاکہ انکے اتحاد سے عیسائیت کی دیرینہ آرزو پوری ہو - اس اتفاق سے جو فوری خطرات پیش آنے والے تھے ، وہ مقدونیا کی دو اہم مسیحی جماعتوں کا اتفاق تھا ، جسسے سلطان عبد الحمید ہمیشہ ڈرتے تھے ، اور ہمیشہ اتفاق نہ ہونے کی تدابیر کیا کرتے تھے -

دوسرا عثمانی ہوائی جہاز

جس نے طرابلس کے ملہوں پر اڑ کر سات مرتبہ اطالیوں پر گولا باری کی ، اور ہر مرتبہ کامیاب واپس آیا -

سنہ ۱۹۱۱ ع کے موسم بہار میں راقم مضمون کو جو پہلے صوفیہ میں تھا ، اکثر موقع ایسے پیش آئے رہے کہ وہ ایتھنز میں ایم - ویلزلر سے بلقان کے معاملات میں گفتگو کرے - اس زمانہ میں دولۃ عثمانیہ یمن اور البانیا کی بغاوت فرو کرنے میں مشغول تھی ، اور البانی ملیسوری قوم نے سخت شورش مچا رکھی تھی ، مگر بلقانی اتحاد کا خاص سبب مقدونیہ میں بے رحمانہ سلوک تھے ، جنکو اگر دول نے اطمینان سے نہیں دیکھا تھا تو چشم پوشی تو ضرور کرلی تھی -
(اس دعوے کی تکذیب خود یورپ کررہا ہے - الہلال)

اگر عیسائی اقوام کو بالکل فنا کردینے کا اندیشہ نہ بھی تھا تو بھی انکی قومیت میں تفریق اور اختلاف کا اندیشہ ضرور ہوگیا تھا - اس وجہ سے ایم - ونزلو نے خود بلغاری حکومت سے ایک خفیہ معاہدہ کرلیا - اپریل سنہ ۱۹۱۱ ع کو مخفی مراسلات کے ذریعہ ایک تحریر موسومہ گئی - اسکے خاص ابواب یہ تھے :

(۱) ایک اتحاد ہو جسمیں ترکی کی عیسائی رعایا اور اسکے حقوق کا تحفظ -

(۲) اگر ترکی کسی اتحادی پر حملہ کرے تو تمام ریاستوں کا مدافعانہ اتحاد -

اسی زمانے میں بڑے بڑے خطوط شاہ فرڈیننڈ اور ایم - گوشاف کو لکھے گئے ، جسمیں ظاہر کیا گیا تھا کہ اتحاد بلقانی ریاستوں کی ترقی کا ایک زینہ ہے -

اسکی کہنے کی ضرورت نہیں ہے کہ اس معاملہ میں سب سے اول شاہ جارج کی منظوری حاصل کرلیگئی تھی - شاہ جارج اور ایم - ونزلو کے سوا اور کسی یونانی کو اس معاملے کی خبر نہ تھی -

کچھہ عرصے کے بعد ایم - گریپارس ، جو پہلے یونان کا وزیر خارجیہ تھا اور اب سفیر قسطنطنیہ ، اس راز میں شریک کیا گیا - یہ تحریر ایک معتبر آدمی کے ذریعہ براہ کارفو ویانا میں ایک مشہور انگریز کے پاس بھیجی گئی ، جسنے بلغاری سفیر مقیم ویانا کو دیا ، اور وہاں سے یہ تحریر اسی طرح سر بمہر ایم - گوشاف (Gucspoff) کو بلغاریہ بھیجدی گئی -

یونان سے معاہدہ

یونان بلغاریہ سے جلد جواب نہیں چاہتا تھا ، مگر آخر ستمبر میں ایک نیا واقعہ ظہور میں آگیا جس سے تمام بلقانی ریاستوں کو اپنے اپنے ہتیار سنبھال لینے پڑے -

طرابلس کی لڑائی کے شروع ہوتے ہی تمام بلقانی ریاستوں نے محسوس کیا کہ اب ایک معاہدۂ اتحاد کا اصلی وقت ہے - مگر ابھی کوئی باقاعدہ بات طے نہیں پائی تھی - یونان کا بلغاریہ سے تجاویز پیش کرانا اس بحث میں پڑا تھا کہ شاہ فرڈیننڈ اور ایم - گوشاف کے خیال میں سرویا کے ساتھہ معاہدہ کرنا ان معاملات میں سخت ضروری تھا ، اور اسوجہ سے اس بات کی ضرورت تھی کہ اسے بھی شریک کیا جائے - مگر ابتداے سنہ ۱۹۱۲ ع

[بقیہ مضمون صفحہ ۱۷ کا]

کہ نصرانیت نے عہد شکنی کی - دربار بغداد نے انتقام کے لیے علماے اسلام سے فتوی طلب کیا - سفیان ثوری و ابن عیینہ جیسے اکابر نے جواب دیا کہ قبرس پر لشکرکشی جائز نہیں - علامہ بلاذری نے یہ تمام فتوے (فتوح البلدان) میں نقل کیے ہیں ، اور انہیں پر عمل درآمد بھی ہوا !!

با ایں ہمہ اسلام پر وحشیانہ عصبیت و بربریت کا الزام بدستور قائم ہے ، اور مدنیت فرنگ حسب معمول ، معیار تہذیب ہی سمجھی جاتی ہے - مرحوم داغ نے شاید اسی دن کے لیے کہا تھا :

اک وفا تیری کہ کچھہ بھی نہیں پر سب کچھہ ہے
اک وفا میری کہ سب کچھہ ہے مگر کچھہ بھی نہیں

میں جب ایم - سپلیکوچ (M. Spalai Kovitch) سفیر سرویا صوفیہ مقرر ہوکر آیا ' تو اس معاملے میں بہت جلد گفتگو ہوگئی ' اور سروی بلغاری معاہدہ مکمل ہوگیا - صوفیہ میں شہزادہ بورس کے جشن سالگرہ شباب میں ولیعہد یونان اور دیگر ولیعہد جب آئے , تو اس معاہدہ کے تمام امور طے کرلینے کا عمدہ موقعہ مل گیا -

جب یہانکی رسوم ادا ہوگئیں تو مضمون نگار فوراً صوفیہ سے روانہ ہوگیا' اور اسکے بعد ہی ایم گوشاف (Gucspoff) کی زبانی یہ پیغام بھیجا گیا :

" یونان سے ہمارے تعلقات نہایت عمدہ ہیں مگر ہم انکو اور زیادہ مضبوط اور گہرے بنانا چاہتے ہیں - ہم چاہتے ہیں کہ جو تجاویز آپ کے ذریعہ ہم تک پہونچی ہیں ' بہتر ہے کہ حکومت یونان اپنے سفیر ایم - پاناس (M. Panas) کے ذریعہ طے کراے "

یہ مرحلہ بذریعہ ایم - پاناس طے ہونے لگا - اسکی ابتدا مروری میں ہوئی تھی' اور اپریل تک نہایت خاموشی اور خوش اسلوبی سے مکمل ہوگئی - آخری معاہدہ صوفیہ میں ایم - گوشاف اور ایم - پاناس کے درمیان طے ہوا' اور ۲۹ مئی کو دستخط کردیے گئے -

" بلقان لیگ " کی تاسیس

سنہ ۱۹۱۲ ع نے تاریخ میں ہمیشہ کیلیے ایک ممتاز و یادگار جگہ حاصل کرلی ہے ' کیونکہ اسکی نظروں نے اُن واقعات کو دیکھا ہے جن کی بنا پر ایشیا کی سیادت یورپ سے ہمیشہ کے لیے معدوم ہوگئی - اس زمانہ میں واقعات کچھہ اس تیزی سے بدلتے رہے ہیں کہ اسی اہم موقعہ کے آنے کی بھی مطلق خبر نہیں ہوئی - پولیٹکل مسائل جنکی وجہ سے یورپ کے بڑے بڑے اہل الراے پریشان تھے ' اس سال بڑی آسانی سے طے ہوگئے' اور یہ عقدۂ لاینحل جو کسی سے حل نہیں ہوتا تھا ' آخر کار ننھے منے بادشاہوں نے اپنے اتحاد سے ہمیشہ کیلیے حل کردیا -

حلفاء بلقان کا اپنے مخفی مقاصد کیلیے ایک لیگ کا قائم کرلینا درحقیقت کوئی تعجب کا مقام نہیں ہے - جو کچھہ تعجب ہے - وہ اس حیرت انگیز عاملانہ قوت اور سرعت رفتار عمل پر ہے ' جو اس زمانہ میں ظہور پذیر ہوئی -

سنہ ۱۸۷۷ ع میں روسی عثمانی رفتار عمل پر سے لڑائی کے بعد نقاب اخفا یکایک اٹھہ گیا ' اور بلقانیوں کو برلن کے معاہدے کے بعد سے ایک گونہ بے چینی پیدا ہوگئی -

ان ریاستوں نے اسکے سوا چارہ کار نہیں دیکھا کہ اصول قومیت کو بالکل نظر انداز کر دیا جاے' اور دول یورپ کی زیر نگرانی ایک متحدہ انجمن بنا کر اپنے مقاصد کے حصول میں بلا توقف مشغول ہوجائیں - اس تحریک کو سب سے پہلے ایم - اسپنش سروین مدبر نے پیش کرکے اتحاد بلقانی کی تائید کی - اسکا یہ بھی خیال تھا کہ اگر ترکی میں کسی قسم کی آئینی اصلاح ہوگئی ' اور پارلیمنٹ قائم کردی گئی تو وہ بھی اس لیگ میں شامل ہوسکتی ہے -

شاہ چارلس رومانیا اور شاہ بلغاریہ بھی اسکے مرید تھے -

مگر سنہ ۱۸۹۸ ع میں مشرقی رومیلیا میں بغاوت ہوگئی تو سرویا اور یونان میں سخت جوش ترکی کے خلاف پھیل گیا -

چنانچہ اس خیال کی تجدید سنہ ۱۸۹۱ع میں یونان میں پھر ہوئی -

ایم - ٹریکوپس نے اس سال کے موسم گرما میں صوفیا اور بلغراد کا سفر کیا ' اور وہاں کی حکومتوں کو آمادہ کیا کہ اس لیگ میں شریک ہوجائیں - مگر یہ تجویز کچھہ قبل از وقت تھی ' کیونکہ اسوقت تک ان چھوٹی چھوٹی ریاستوں کے مدبر اپنے اپنے مقاصد کی مراعات کا اندازہ نہیں لگا سکتے تھے -

ایم - ٹریکوپس کی تجویز بیس سال تک پھر معرض التوا میں پڑگئی' اور اس عرصے میں کسی قسم کی تحریک نہیں ہوئی -

اگر اس بات کو دیکھا جاے کہ ان کے اندر آپس میں قومی مخالفت کسقدر بڑھی ہوئی تھی ' اور عداوت کس درجہ شدید تھی ' اور پھر با این ہمہ موانع ' یہ کل حلیف اپنے ایک دشمن قدیم (دولت عثمانیہ) کی مخالفت میں کس قوت اتحادی کے ساتھہ متحد ہوگئے ؟ تو حیرت اور تعجب کی کوئی انتہا نہیں رہتی -

اس کل تجویز کی تعمیل نوجوان ترکوں کی قوت پکڑنے کے بعد ہوئی - انقلاب دستوری میں اس بات کا وعدہ کیا گیا تھا کہ تمام اقوام کو برابر کے حقوق و مراعات دیے جائینگے - بلقانیوں نے اس تجویز کا بظاہر جوش و خروش سے استقبال کیا اگرچہ یہ خیال تھا کہ ترکی موجودہ حالت کو قائم رکھیگی اور اسمیں کسی طرح کی اصلاحات نہیں کرسکیگی ' تاہم اُسکی طرف سے اسقدر نا امیدی بھی نہیں تھی - جب انقلاب ہوا ہے تو محمود شوکت پاشا مرحوم کے ہمراہ عیسائی والنٹیر دار الحکومت تک گئے -

مگر اس انقلاب کی اصلی حالت بہت جلد ظاہر ہونیوالی تھی - کیونکہ مسلم آبادی با وجود اقلیت کی کثیر التعداد غیر مسلم رعایا کے مقابلے میں بڑھنے کی زبردستی' اور پھر دول یورپ کی عجیب و غریب سیاست عمل سے یہ کام سر انجام پاتے نظر نہیں آتا تھا -

یہ بات کہ عثمانی حدود کے باہر سے ان عیسائیوں کے ہم مذہب اور ہم قوم ' ان لوگونکے حقوق کی نگرانی کرینگے ' اور انکا اسطرح سے اتفاق کرنا بلقانی ریاستونکے لیے مخالفانہ اعمال کا ایک سبب قوی ہوجائیگا ' نوجوان ترکوں کی نظر سے بالکل پوشیدہ رہی -

سنہ ۱۹۱۰ ع کے اندر مقدونیہ میں واقعات و حوادث برابر پیش آتے رہے - جسکی وجہ سے بلقانی حلفاء نے کارروائی شروع کرنے میں جلدی کی - اسی سال کے موسم بہار میں ترکوں نے ایک البانی بغاوت کو سختی سے فرو کرکے اپنی توجہ مقدونیہ کی طرف مبذول کی - وہاں کوئی بغاوت نہیں تھی مگر جو تجویز البانیہ میں کی گئی تھی' یعنے ہتیار لے لینے کی ' وہ البانیا میں بھی عمل میں لائی گئی -

دول یورپ نے اپنے عہدہ دارونکو اس ملک سے بغیر اس بات کا اطمینان لیے ہوے بلا لیا تھا کہ یہاں حکومت کا عمدہ انتظام رہیگا ' حکومت کی طرف سے کسی قسم کی رپورٹ شایع نہیں کی گئی' اور تمام یوروپین پریس نے خاموشی اختیار کرلی -

اصلاحات کی جب امید نہیں رہی تو مقدونیہ میں نصارے کی ایک جماعت نے قومونکو اپنے اپنے جھگڑے بالکل فراموش کردینے کی صلاح دی' اور اسطرح جس بلقانی اتحاد کی تحریک با وجود پوری سعی کے ملتوی رہگئی تھی ' یکایک پھر شروع ہوگئی -

پادری اور تمام اعلی طبقے کے لوگ اس تحریک اتحاد میں شریک ہوگئے - یونانی اور بلغاری پادریوں میں یکایک صلح ہوگئی' اور بالآخر پادریوں نے اپنی مقدس متحدہ درخواست بابعالی میں پیش کرنا شروع کردی -

یونانی ہمیشہ بلغاری پادریونسے سخت دشمنی رکھتے تھے ' مگر اب یہ حالت ہوگئی تھی کہ ایک پادری کو مقدونیہ کے کاشتکاروں نے ترکی حکام سے چھپا کر اپنے یہاں پناہ دی تھی !

موسم سرما کے ابتدا میں شاہ نکولس (جبل اسود) کی جوبلی کے موقع پر فرڈیننڈ شاہ بلغاریہ اور ولیعہد یونان و سرویہ کے تحایف بھیجنے سے اور زیادہ رشتۂ ارتباط قایم ہوگیا -

چند مہینوں کے بعد اس اعلان نے ' کہ رومانیا ترکوں کو اسوقت ضرور مدد دیگا ' بلقانیوں کے دل میں اور بھی فکر پیدا کی - اگر اسوقت بلغاریہ اس ترکی رومانیا معاہدہ کے انعقاد پر خاموش رہجاتی ' تو دیگر بلقانی ریاستوں کا کیا حال ہوتا ؟

تاریخ حسیات اسلامیۂ مسلمانان ہند کا ایک ورق

زر اعانۂ مہاجرین

(از جناب سید محمد عبد الودود صاحب - بریلي)

آج کي ڈاک میں مبلغ ایک سو بارہ روپیہ کا مني آرڈر ارسال خدمت کیا گیا ہے - یہ رقم بمد اعانۂ مہاجرین بلقان ہے جو انجمن ہلال احمر بریلي کیطرف سے روانہ کیجاتی ہے' اور ۱۹ - ناموں کي ایک فہرست منسلک ہے - ان احباب کے نام اخبار الہلال ایک سال کیواسطے جاري فرما کر ممنون فرمائیے اور اس رقم کي رسید با ضابطہ مرحمت فرمائیے یا الہلال میں اعلان کردیجیے - (جزاکم اللہ تعالی - الہلال)

(از جناب مشتاق حسین صاحب مکدیا بازار کانپور)

بعد آداب و تسلیمات کے عرض ہے کہ بساطي بازار و مچھلي بازار و مکفیا بازار والے لڑکوں نے جنکي عمر ۷ - برس سے ۲۰ برس تک تھي' امداد مہاجرین کے لیے جو روپیہ جمع کیا ہے' وہ ارسال خدمت ہے -

(از جناب محمد ترابعلي خان صاحب - تحصیلدار)

(۱) میري پھوپھي امیر بیگم صاحبہ نے مبلغ پچاس روپیہ کا مني آرڈر آپ کے نام سے آج روانہ کیا ہے -

(۲) یہ رقم اون کے مال کی زکواۃ ہے جسکا بہترین مصرف انھوں نے یہ خیال کیا کہ جو چندہ آپ مہاجرین بلقان کے لیے جمع فرماتے ہیں اوس میں یہ رقم بھي شریک کردیجاے -

(از جناب کاظم حسین صاحب مارسٹ منیجر)

۵ - رجب کا الہلال دیکھا' اور دیگر برادران دین کو بھي دکھایا - اول تو اس کافرستان میں مسلمان بہت ھي کم ھیں' اور جو ھیں بھي تو انھوں نے کروٹ نہ لی' جسکا مجھے افسوس ہے - خیر' جو کچھہ مجھسے ھوسکا اور جسطرح ھوسکا آج بذریعہ مني آرڈر ارسال خدمت کرتا ھوں - نہ نام ظاہر کرنیکی ضرورت اور نہ رعایتي اخبار ھي جاري کرنیکی - عرض صرف اسقدر ہے کہ الہلال کے نام سے رقم مذکورہ مظلوموں کو بھیجدي جائے - اگر خدا کو منظور ہے تو اور بھي ھاتھہ پیر' قلم و زبان ھلا دیکھونگا' اور جو کچھہ مل جاویگا بھیجدونگا -

(از جناب قطب الدین احمد صاحب انصاري طالب علم)

آٹھہ روپیہ کي ناچیز رقم اسلیے بھیجتا ھوں کہ ترک مہاجرین کي امداد میں دیدیجائے - اس سے " الہلال " کي خریداري مقصود نہیں ہے - خدا کرے آپ کو اپنے مقاصد میں (کہ وہ سچے پیروان اسلام کے مقاصد ھیں) کامیابي ھو - آمین

(از جناب سید فضل شاہ صاحب سب اسسٹنٹ سرجن)

پیشتر ازیں بارہ مومنین نے اس کار خیر میں اس اسٹیشن سے حصہ لیا ہے - جن کے اسماے گرامی آپ کي خدمت میں مع پتہ کے یکے بعد دیگرے ارسال کرچکا ھوں - چنانچہ دس اصحاب کے نام الہلال کا وي - پی پہنچ چکا ہے -

اب تین اور اصحاب ھیں جنمیں سے منشی چراغ دین صاحب کي رقم صرف اعانہ مہاجرین میں ہے - مبلغ آٹھہ روپیہ دیتے ھیں - الہلال بھیجنے کی آپ کو تکلیف نہیں دینگے - دوسرے صاحب منشی روشن خان صاحب پتہ دار سرائے پور ھیں' انکے نام الہلال جاري کردیں - دوسرے ھر دو اصحاب کي رقم بذریعہ مني آرڈر ارسال خدمت ہے - تیسرے صاحب منشي محمد عبد اللہ صاحب ریٹرنری انسپکٹر سول ویٹرنری ڈیپارٹمنٹ بلوچستان کوئٹہ میں رہتے ھیں - انکے نام وي - پي اسي پتہ پر بھیجدیں -

فہرست زر اعانۂ مہاجرین عثمانیہ

(۶)

	پائي	آنہ	روپیہ
بذریعہ جناب برکت اللہ صاحب کارو منڈل	-	۸	۰
جناب محمد شریف خانصاحب بي - اے	۶	۹	۲۶
جناب عبد الرحمن خانصاحب باندہ	۰	۱۲	۱۱
جناب غلام رسول دین محمد صاحب امرتسر	۰	۰	۵۰
بزرگان چک نمبر ۷۰ شاخ جنوبي - تحصیل سرگودھا ضلع شاہ پور بذریعہ دفعدار پناہ خانصاحب	۰	۰	۳۶
بی بی زبیدہ صاحبہ از بھاگلپور	۰	۰	۲
جناب عبد الکریم خانصاحب قانونگو اعظم گڈہ	۰	۰	۵
جناب مولوي میر عالم صاحب کلرک - گورنمنٹ پریس - پشاور	۰	۰	۲
جناب نظام الدین احمد صاحب دریا پٹنہ مدراس	۰	۸	۰
جناب سید محمد حسین صاحب - حیدر آباد دکن	۰	۰	۳۶
جناب سید احمد علي صاحب - مظفرنگر	۰	۲	۱
جناب فضل الہی صاحب - جالندھر	۰	۴	۸۳
جناب محمد حسن صاحب کولیارہ (پالاملو)	۰	۰	۴۳
جناب حکام الدین - دھگانا (فیروز پور)	۰	۰	۱۹۳
جناب ڈاکٹر سراج الدین صاحب فیروز پور جلال آباد	۰	۰	۸
جناب عبد العلي خانصاحب سب ڈویزنل افیسر جونا گڈہ	۰	۰	۲
جناب سبحان خان صاحب - جھانسي	۰	۵	۱
بذریعہ احمد خلیل صاحب اصفہاني - باڈنگ رنگاسي	۰	۰	۷
جناب عبد الغفار خانصاحب اوتمان زاي - پشاور	۰	۰	۸
اھلیہ جناب یسین احمد صاحب - گیا	۰	۰	۴
جناب عبد المجید صاحب صدیقي لاڑکانہ - سندھ	۰	۰	۳
جناب صغیر حسین صاحب - علیگڈہ	۰	۰	۲
جناب عباس صاحب - دھام پور	۰	۰	۸
مسلمانان بارید پور	۰	۷	۲
جناب سلیمان خانصاحب اورنگ آباد	۰	۰	۵
جناب نصیر الدین احمد صاحب انصاري - نگینہ	۰	۰	۱۰۰
جناب میر حبیب اللہ صاحب سب اورسیر مالا کنڈ	۰	۰	۵
جناب مصطفی خانصاحب اکبر پور - کانپور	۰	۰	۲۵
جناب محمد اکبر صاحب زین ساز - لائل پور	۰	۰	۹۲
جناب امیر الدین صاحب ممبر کمیٹي قصور - لاھور	۰	۰	۱۶
جناب محمد اسحاق خانصاحب مالک رئیس برلہ علیگڈہ	۰	۰	۱۹
جناب محمد اسرار الحق صاحب انصاري	۰	۰	۸
میزان	۶	۷	۸۱۷
سابق	۶	۱۳	۵۱۰۲
کل	۰	۵	۵۹۰۲

PRINTED & PUBLISHED BY A. K. AZAD, AT THE HILAL ELECTRICAL PRTG. PBLG. HOUSE, 7/1 McLEOD STREET, CALCUTTA.

ولا تهنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان كنتم مومنين

الہلال

AL-HILAL

Proprietor & Chief Editor

Abul Kalam Azad

7/1 McLeod Street,

CALCUTTA.

Telegraphic Address.

"AL - HILAL"

Yearly Subscription, Rs. 8.

Half-yearly " " 4 - 12

مدیر مسئول و خصوصی
احمد الکلام الدہلوی

مقام اشاعت
۷ - ۱ مکلاود اسٹریٹ
کلکتہ

عنوان تلغراف
" الہلال "

قیمت
سالانہ ۸ روپیہ
ششماہی ٤ روپیہ ۱۲ آنہ

ایک ہفتہ وار مصور رسالہ

جلد ۳ — کلکتہ : چہار شنبہ ۱۱ شعبان ۱۳۳۱ ہجری — نمبر ۳

Calcutta : Wednesday, July 16, 1913.

فہرست

تصاویر

شذرات

ڈاکٹر انصاری

ڈاکٹر انصاری ۴ - جولائی کو بمبئی پہنچ گئے -

اپنے خطوط میں انہوں نے لکھا تھا کہ وہ ہندوستان پہنچکر کوشش کرینگے کہ ملک کا دورہ کریں' اور اپنی معلومات سے مسلمانوں کو ترکوں کے متعلق صحیح حالات معلوم کرنے کا موقعہ دیں - میں سمجھتا ہوں کہ اگر ایسا ہوا' اور ضروری اور صحیح حالات لوگوں کو معلوم ہوسکے' تو یہ اس مشن کا سب سے زیادہ قیمتی نتیجہ ہوگا -

آج سب سے بڑا اہم مسئلہ عالم اسلامی کی وحدت اور باہم دگر رشتۂ اخوت کی تجدید کا ہے - مسلمانان عالم کی تعداد سب جانتے ہیں کہ بہت ہے' اور تیس کروڑ سے بھی متجاوز' لیکن غور کیجیے تو چند کروڑ کی تعداد بھی ایسی نہیں جسے تعداد کہا جاسکے - تعداد کی ساری قوت اس پر موقوف ہے کہ اسکا ہر فرد دوسرے سے جڑا ہوا' اور زنجیر کی کڑیوں کی طرح گو ہر کڑی کا ایک علحدہ وجود نظر آتا ہو' لیکن در اصل زنجیر کے وجود مرکب ہی کا ایک جزو ہو -

جنگ کے موقعوں پر ہمیں ترک یاد آجاتے ہیں' اور ہم پکارے ہیں تو وہ بھی سلام کہلا دیتے ہیں - فرانس' مراکش میں قتل عام کرے' یا مشہد روسیوں کے ظلم و ستم سے فریادی ہو تو ہم کو بھی محسوس ہو جاتا ہے کہ اسلام صرف ہندوستان ہی میں نہیں ہے - لیکن اس کے بعد باہمی تعلق کوئی نہیں - تعلقات کا بڑا وسیلہ سیر و سفر اور باہم آمد و رفت ہے - اسکا یہ حال ہے کہ قرنوں میں اگر کوئی شخص ترکی چلا جاتا ہے تو واپسی پر اسکو سفر نامہ لکھنا پڑتا ہے' اور پڑھنے والے شوق سے پڑھتے ہیں' کہ کیسے دور دراز ملک اور غیر معلوم و مجہول دنیا کے حالات ہیں ؟

موجودہ جنگ ختم ہو جاے مگر ہماری بدنصیبیاں تو ختم نہیں ہوئیں ؟ غور کیجیے تو انکا آخری دور ختم ہونے کی جگہ اب سے شروع ہوا ہے - پس ہمکو چاہیے کہ اسکے اصل نتائج سے بہرہ اندوز ہوں -

ایک بڑی چیز یہ ہے کہ ہم میں اور تمام عالم اسلامی میں ایک دائمی رشتہ قائم ہو جاے ' اور یہ اس درجہ ترقی کرے کہ ترکی عرب ' افغانستان ' افریقہ ' چین ' مسلمانان ہند کیلیے ایک شہر کے محلے بن جائیں ' اور وہاں کے حالات سے بچہ بچہ واقف ہو -

اسلام کسی خاص ملک اور وطن کا مذہب نہیں ہے - وہ تمام دنیا کی برادری ہے - جس طرح ایک وسیع خاندان بہت سے محلوں میں آباد ہوتا ہے ' اسی طرح تمام دنیا کو سمجھیے کہ خاندان اسلام کے مختلف محلے ہیں - کسی کا نام چین ہے ' کسی کا سماٹرا ' کوئی افریقہ ہے اور کوئی قسطنطنیہ - گھر کے عزیزوں کو گھر سے نکلنا چاہیے ' اور ایک دوسرے محلے میں اپنا ہی گھر اور اپنا ہی محلہ سمجھکر آمد و رفت رکھنی چاہیے - گو باہم فاصلہ بھی ہو -

جماعت " حزب اللہ " کا ایک بہت بڑا کام یہ بھی ہوگا -

بہر حال امید ہے کہ ڈاکٹر انصاری کا ارگن پر جوش استقبال کرینگے اور انکا یہ سفر ترکوں کے متعلق اشاعت معلومات و حالات کا وسیلہ ثابت ہوگا -

ہمدرد دہلی

بالاخر روزانہ " ہمدرد " اپنی پوری ضخامت اور ترتیب مضامین کے ساتھہ شائع ہو گیا :

اے آتش فراقت دلہا کباب کردہ !

اس وقت تک ۴۴ - نمبر نکل چکے ہیں ۸ - صفحہ کی ضخامت ہے ' اور ڈھائی سالر کی چوتھائی ایک متوسط تقطیع ہے ' جو پیشتر سے روزانہ اردو اخبارات کی قرار پا چکی ہے - ٹائپ بیروت کا ہے ' جس کو اس ایکار خانے کا اصلی حسن سمجھنا چاہیے - کاغذ بھی اب بدل دیا گیا ہے ' اور دبیز اور چکنا لگایا جاتا ہے - ایسا کاغذ روزانہ اخبارات کیلیے ضروری نہیں ' اور اسلیے یہ ایک مزید اور غیر معمولی اہتمام ہے -

جو چیز جتنے زیادہ انتظار کے بعد ملے ' اتنی ہی زیادہ محبوب بھی ہوتی ہے - تلاش مطلوب میں آپ جسقدر زیادہ سرگرداں رہینگے ' اتنا ہی زیادہ اسکا حصول مسرت بخش بھی ہوگا -

ہمدرد کی اشاعت میں تاخیر کے عجیب عجیب اسباب پیدا ہوتے رہے ٹائپ کے مسئلے نے امیدوں کو مایوسیوں سے بدل دیا :

کہ عشق آساں نمود اول ' ولے افتاد مشکلہا !

پبلک کو انتظار کی تکلیف تھی ' اور کام کرنے والوں کو تلاش مقصود میں سرگردانی - اسکا انتظار بھی شدید تھا ' اور اسکی تلاش کی سختیاں بھی کم نہ تھیں - پس ان مشکلات کے بعد جو چیز میسر آے ' کیوں نہ اسکا میسر آنا مطبوع و مسرت بخش ہو ؟

اردو پریس پر نصف صدی گذر گئی ' لیکن اب تک وہ اپنے دور طفولیت سے آگے نہیں بڑھا - یہ میدان اب تک بالکل خالی ہے - بہت سے عظیم الشان کام ہیں جو کام کرنے والوں کو یہاں انجام دینے ہیں - یورپ کے فن صحافۃ سے قطع نظر کیجیے - ترکی اور مصر کے روزانہ اخبارات ہی کو سامنے لائیے تو خود اپنی نظروں میں آپ حقیر معلوم ہونگے - مگر پریس کی اصلی قوت روزانہ اخبارات ہیں ' اور وہی اردو میں کالمعدوم !

ہمیں ورق کہ سیہ گشتہ ' مدعا اینجاست

پس یہ ایک نہایت مبارک آغاز ہے ' جو " ہمدرد " کی صورت میں ہوا ہے - اس طرح کے وسیع انتظامات سے اب پبلک آشنا ہوتی جاتی ہے ' اور اخبار بینی طبقہ موجودہ حالت پر قانع نہیں - سب سے بڑا لاینحل مسئلہ ٹائپ کا مسئلہ تھا - لوگ اسکا نام لیتے ہوے ڈرتے تھے کہ نہیں معلوم کیسی گذریگی ؟ لیکن اب عوام و خواص میں ہزاروں اشخاص ہیں جو ٹائپ کے مطبوعہ صفحات پڑھتے ہیں اور شوق و ذوق سے پڑھتے ہیں - حتی کہ تعلیم آشنا مستورات اور خواتین بھی ' جو درسی کتب میں صرف نستعلیق ہی کی عادی ہیں ' بلا تکلف ٹائپ کے اخبار منگاتی ہیں - ایک سال کے اندر اردو پریس کا یہ تغیر عظیم الشان اور غیر متوقع ہے -

" ہمدرد " کے پہلے پرچے کا سر آغاز ڈاکٹر اقبال کی ایک موثر نظم تھی ' جسمیں انہوں نے ایک عرب مجاہد لڑکی کی شہادت کا واقعہ نظم کیا ہے - قارئین الہلال کو یاد ہوگا کہ گذشتہ نومبر میں بسلسلۂ " نامہ ران غزوۂ طرابلس " ایک مضمون " الاحیاء الذین لا یموتون " کے عنوان سے الہلال میں نکلا تھا ' اور اسمیں " فاطمہ بنت عبداللہ " نامی ایک یازدہ سالہ مجاہدۂ غیور عربیہ کے حالات شہادت مع اسکے مرقع خونیں کے شائع کیے گئے تھے - اسی واقعہ کو ڈاکٹر اقبال نے اس نظم میں درج کیا ہے - یہ ' اور اسی طرح کے بعض زہرہ گداز و عظیم الاثر حالات جو الہلال میں لکھے گئے ہیں ' انکے متعلق احباب کرام کو معلوم ہونا چاہیے کہ انکے ذرائع علم اس درجہ نادر اور غیر معمولی ہیں کہ مصر و شام کے عربی اخبارات کا بھی ان پر دسترس نہیں - چنانچہ " فاطمہ بنت عبد اللہ " رضی اللہ عنہا کا واقعۂ شہادت مصر کے تمام مشہور و غیر مشہور جرائد میں سے کسی اخبار کو بھی نصیب نہوا - ترکی میں بھی صرف ایک ماہوار رسالے کو یہ حالات معلوم ہوے تھے -

اسی طرح اب انشاء اللہ " نامہ ران غزوۂ بلقان " کا سلسلہ بھی الہلال میں جاری رہیگا -

بہر حال " ہمدرد " کی اشاعت پر ہم دفتر کامریڈ کو مبارکباد دیتے ہیں - اور دعا کرتے ہیں کہ اسکو مہلت ملے ' تا کہ وہ اس ابتدائی نمونے کو حد تکمیل تک پہنچا سکیں -

اس اہتمام اور صرف کثیر کے ساتھہ اسکی سالانہ قیمت صرف ۱۵ - روپیہ ہے - اور ششماہی ۷ - روپیہ آٹھہ آنہ - امید ہے کہ لوگ اسکی قدر دانی کرینگے ' کام کرنے والوں کی قدر افزائی کی ایک عمدہ مثال قائم کرینگے -

ہفتۂ جنگ رپورٹر ایجنسی نے بلقانیوں کی باہمی آویزش کی جو خبریں اس ہفتہ میں بہیجی ہیں وہ اس حقیقت کی تفسیر ہیں کہ ولاتزد الظالمین الا تبارا کے مفہوم ذہنی کو عالم شہود میں لانے کے لیے قدرت کاملہ کیا روش اختیار کرتی ہے ؟

بلغاریا کی جانب سے لڑائی چھیڑنے کا الزام سرویا کو دیا جاتا ہے ' لیکن اس حقیقت کا کیا جواب ہے کہ پچھلے ہفتے مال غنیمت میں بلغار کی ایک پرانی جنگی دستاویز دستیاب ہوئی تھی جس میں سرویا پر فوراً حملہ کردینے کے لیے بہت سی ہدایتیں درج تھیں -

یورپ کی کسی سلطنت کا یہ خیال نہیں کہ ترک بھی اس جنگ میں حصہ لیں ' یعنی ترکوں کو اس سے فائدہ نہ پہونچنے

پائے' ترکوں نے خود تو اس جنگ میں بے طرف (نیوٹرل) رہنے کا اعلان کردیا تھا لیکن اگر تازہ ترین خبروں کی بنا پر اس میں تبدیلی پیش آئی تو یورپ پھر خاتمۂ جنگ کی سلسلہ جنبانی شروع کردیگا -

اس وقت تو یہ حالت ہے کہ یورپ کی وہی سلطنتیں جو بلقان کی مسیحیت کو باہمی خون ریزی سے محفوظ رکھنے کے لیے تلواروں کی آب اور توپوں کی آگ سے امن عام قائم رکھنے پر آمادہ تھیں' اس وقت بالکل خاموش ہیں -

سالنیک میں یونانی فوج کے آٹھہ ہزار زخمی تڑپ رہے ہیں لیکن تیمار کے لیے یورپ کے کسی ملک سے کوئی مشن نہیں روانہ ہوتا - سرویا کے پندرہ ہزار سپاہی جنگ کے قابل نہیں رہے' بلغاریا کے بیس سے پچیس ہزار تک مجروح و مقتول ہو چکے ہیں' یونان کو دس ہزار یونانی فوج کا نقصان اٹھانا پڑا ہے' جبل اسود بھی نقصان سے محفوظ نہیں' اور بلغاریوں کے نقصانات تو ان سب سے کہیں زیادہ بیان کیے جاتے ہیں' با ایں ہمہ نہ کوئی ان حوادث کا ماتمدار ہے اور نہ کہیں ان شہداے نصرانیت کا مرتبہ سننے میں آتا ہے جن کو مسلمانوں کے قتل عام کرنے پر کلیسا میں برکت دی گئی تھی' اور سوسائٹی میں اُن کی تقدیس کی جاتی تھی -

پانچ روز کی مسلسل جنگ کے بعد یونانیوں نے دوبرن میں فتوحات کے جھنڈے گاڑ دیے' بلغاریوں کو اس لڑائی میں ایسی ناکامی ہوئی کہ مسلور کے خلاف وہ اپنی کامل شکست آپ تسلیم کرنے لگے ہیں' مگر اعلان یہ ہوتا ہے کہ بلغاریا کے لیے یونانی فتوحات ناقابل اعتنا ہیں' یعنی قابل اعتنا اُس وقت ہونگی جب صوفیا کا صفایا ہو جائیگا - بلغاریوں نے بڑی کوشش کی کہ کستندل سے پیررست اور درنجہ کو بڑھ جائیں اور بلغراد سے سپاہ سرویا کا سلسلہ قطع کردیں' مگر یہ کوشش اب تک ناکام ہی رہی -

دشت کلکیش کی جنگ کی جو مزید تفصیل رئیٹر ایجنسی نے شایع کی ہے اُس سے معلوم ہوتا ہے کہ بلغاریوں کو شکست بھی ہوتی ہے تو نہایت شرمناک طریق پر ہوتی ہے - فوجیں موجود ہیں' اسلحہ موجود ہیں' برابر کا مقابلہ ہے' مگر حوصلے ہیں کہ ذرا سے حملے میں چھوٹ جاتے ہیں' اور سپاہی ہیں کہ خفیف سے مقابلے میں سامان حرب تک کو چھوڑ بھاگتے ہیں -

سرویا نے بلغاریا سے تمام تعلقات منقطع کرلیے' ستینا (ستنجی دارالحکومۃ جبل اسود) سے سفراے بلغار بھی واپس طلب کرلیے گئے ہیں' اور سرویا و یونان سے تو انقطاع سفارت پہلے ہی سے ہے - سرویا نے قطع تعلق کی نسبت دول یورپ کو جو یادداشت بھیجی تھی اُس میں بلغاریا پر دغابازی سے اتحاد بلقان کو توڑنے کا الزام لگایا تھی - بلغاریوں نے اس کے جواب میں الزامات سے انکار کیا ہے اور اپنے معاملات روس کے حوالے کردیے ہیں کہ جس طرح بنے اس عذاب سے اُس کو نجات دلائے' لیکن اگر قدرت کو اُس کی پامالی ہی منظور ہے تو ان یخذلکم فمن ذا الذي ینصرکم من بعدہ (خدا ہی جب تم کو مخذول کرنا چاہے تو کون ہے جو اُس کے بعد تمہاری مدد کو کھڑا ہو سکتا ہے) کی وعید پوری ہونے سے کب رک سکتی ہے ؟

سروی صوفیا سے ۴۰ میل کے فاصلہ پر یعنی کستندل تک پہنچ گئے ہیں' یونانیوں نے بھی اس ہفتہ میں اسٹر مٹنزا پاٹرچ اور کلکیش وغیرہ متعدد مقامات میں بلغاریا کو شکست دی ہے -

صوفیا سے اس ہفتہ میں فتح کے متعلق صرف دو تار آئے ہیں - ایک میں ظاہر کیا گیا ہے کہ تمام بلغاری خط سے سروی فوج کو ہٹا دیا گیا' دوسرے میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ شمال دوزرین میں سخت نقصان کے ساتھہ یونانیوں کو شکست ہوئی - لیکن ان دونوں فتوحات کی قدر و قیمت معلوم !

درندہ خصلت بلغاریوں کے مظالم نے اتھینس میں غیر معمولی جوش پیدا کر دیا ہے' قسطنطین شاہ یونان نے اپنے وزیر خارجہ کو تار دیا ہے کہ اسکے نام سے ان "انسان صورت درندوں" کے خلاف دول یورپ کے وکلاء کے سامنے اعتراض کرے - اُس کا بیان ہے کہ "میں نہایت مجبوری کے عالم میں بلغاریوں سے انتقام لے رہا ہوں' یہ انسان نہیں ہیں درندے ہیں' ان میں ہیبت و خوف پیدا کرنے کی ضرورت ہے' پچھلے زمانے کے تمام وحشیانہ مظالم کو ان ستم پیشہ درندوں کی جفا کاریوں نے ماند کر دیا ہے - وہ اپنی حرکتوں سے ثابت کر چکے ہیں کہ کسی مہذب قوم سے اُن کو ہرگز تعلق نہیں ہے' اور نہ اب اُن کو مہذب اقوام میں اپنے تئیں شمار کرنے کا کوئی حق حاصل ہے" یہ پروٹسٹ اگر صحیح ہے تو سوال یہ ہے کہ یہی مظالم جب مسلمانوں پر ہو رہے تھے اُس وقت یہ اعتراض کیوں نہ ہوا ؟ سچ ہے :

" اس دھر میں سب کچھہ ہے پر انصاف نہیں ہے "

اتھینس میں نیم سرکاری طور پر یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ وکلاء دول یورپ کی ملاقاتوں کے جواب میں یونان نے یہ کہا کہ اب صلح میدان جنگ میں ہوگی -

رومانیا کو جمع افواج میں امید سے زائد کامیابی ہوئی ہے - یعنی ۴ - لاکھہ کے بدلے ۶ - لاکھہ فوج جمع ہوگئی' جسمیں ۳۰ - ہزار یہودی بھی ہیں - سپہ سالار خود ولی عہد ہے - رومانیا نے اعلان جنگ کردیا' اور سلسیٹریا کو اسطرح فتح بھی کرلیا کہ تین سو بلغاریوں نے بغیر کسی قسم کے مقابلے کے ہتھیار ڈالدیے - بخارسٹ کے تار میں یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ رومانی فوج ۱۵ - کیلو میٹر بلغاری مقبوضات میں بڑھتی ہوئی چلی گئی - اس مداخلت سے رومانیا کا منشا ریاستہاے بلقان میں موازنۂ قوت کا محفوظ رکھنا ہے -

موجودہ ترکی وزارت نے نہایت دانشمندی کی تھی کہ ریاستہاے بلقان میں خانہ جنگی کے آثار دیکھکے فوج کا متفرق کرنا ملتوی کردیا تھا - ۸ جولائی کو باب عالی نے ڈاکٹر ڈنیف سے فرمایش کی کہ خط اینوس و میڈیا کے مابین جسقدر زمین ہے فوراً خالی کر دیجاے - دوسرے ہی دن فوج کو تیاری کا حکم ملا اور اُس نے پیشقدمی بھی شروع کردی -

اس فرمایش کے جواب میں ایک بلغاری وکیل صلح گفتگو کرنے کے لیے قسطنطنیہ آیا' مگر اپنے مشن میں ناکام رہا - ۱۱ - جولائی کو عثمانی فوج نے حرکت شروع کی - ۱۴ جولائی کا تار ہے کہ عثمانی فوج چتلجا اور بلیر سے بڑھتی ہوئی بغیر کسی مقابلے کے چارلو تک پہنچ گئی ہے - قسطنطنیہ میں بڑی مستعدی سے جنگی تیاریاں ہو رہی ہیں' فوج' توپخانے' اور سامان رسد وغیرہ ایشیاء کوچک سے مسلسل آ رہا ہے -

دولت عثمانیہ اور سرویا میں ایک معاہدہ ہے' عثمانی بیان کے موجب اس معاہدہ کے رو سے عثمانیوں کو تھریس کا ایک بڑا حصہ پھر واپس ملسکیگا -

بلغاریا نے روس سے مداخلت کی جو درخواست کی تھی اُس کے متعلق روس کوشش کر رہا ہے کہ ریاستہاے بلقان میں ہنگامی صلح ہو جاے' اور نزاع انگیز امور کا فیصلہ ایک کانفرنس کے ذریعہ کیا جاے - جو سینٹ پیٹرسبرگ میں منعقد ہو - ممکن ہے یہ تجویز ناکام نہ رہے' لیکن جب تک اس پر عمل کی نوبت آئیگی اُس وقت تک نہ معلوم بلغاریوں کی کیا حالت ہو جائیگی ؟

۱۱ - شعبان ۱۳۳۱ ہجری

دعوۃ الی الحق و امر بالمعروف

انبیاے کرام کا اسوۂ حسنہ

اُسوۂ نوحي (ع)

هشدار که سیلاب فنا در پیش است

هاں مغرور مغرور بر حلم خدا ‘ قدرت کی آنکھیں سب کچھہ دیکھ رہی ہیں ‘ جور و ظلم ‘ تشدد و تعدی کاری ‘ استبداد و مردم آزاری ‘ ان سب پر خدا کی نظر ہے ‘ جس طرح مسجدیں گرائی جاتی ہیں ‘ خانقاہیں بند کرائی جاتی ہیں ‘ کمزور جماعتیں ستائی جاتی ہیں ‘ خدا ان تمام باتوں کو دیکھتا ہے ‘ سنتا ہے ‘ اور خاموش رہتا ہے کہ لعلهم یرشدون (شاید یہ خود ہی راہ راست پر آجائیں) زبردست ہستیوں کو جب اس پر بھی تنبہ نہیں ہوتا ‘ زیر دست آزاری میں مطلق کمی نہیں آتی ‘ طغیان و سرکشی حد سے بڑھ جاتی ہے ‘ تو ان بطش ربک لشدید (پروردگار عالم کی گرفت بڑی سخت ہے) کی وعید ہیجان میں آتی ہے ‘ ” دیرگیرد سخت گیرد مرد را “ کا طوفان جوش کھاتا ہے اور تر و خشک سب کو بہا لے جاتا ہے -

اس ذیل میں سب سے پہلا طوفان وہ تھا جس نے عصر حجری و عصر نباتی کے بعد عصر حیوانی کے آغاز عہد میں تقریباً تمام دنیا کی حالت بدل دی تھی - علمی زبان میں اس طوفان کو ” طوفان علم جیولوجی “ کہتے ہیں ‘ سطح زمین کی غلظت نے اندر کی مشتعل حرارت کے تمام منافذ و مخارج بند کر رکھے تھے ‘ بخارات کا التہاب بڑھتا رہا اور زمین کی ابتدائی حالت آتش افشانی کی گنجایش بھی نکال نہ سکی ‘ استبداد کی تنگ گیریاں بہت دیر تک قائم نہیں رہ سکتیں ‘ سمندر کے وسط میں دفعۃً پہاڑیوں کا سلسلہ کھل گیا ‘ ملتہب مادے جوش و خروش سے پھوٹ بہے ‘ ہولناک سیلاب نے تمام کرۂ زمین کو چھالیا ‘ اور تقریباً جتنی جاندار ہستیاں تھیں سبکو بہا لے گیا - یہ طوفان جس کی عمومیت ناقابل انکار ہے ‘ موجودہ نسل انسانی سے قبل کا ہے ‘ اس کے بعد جتنے طوفان آئے وہ خاص خاص ممالک و مقامات تک محدود تھے -

نوع انسانی کی تاریخ کے بعد جو طوفان آئے ہیں ان میں سے سب سے بڑا اور سب سے پہلا طوفان غالباً ہندوستان کا تھا جس کی نسبت ” ویشنو “ نے اپنے ایک معتقد پوجاری کو اطلاع دی تھی کہ ” سات دن میں ایک طوفان آئیگا جو ان تمام مخلوقات کو کہ میری توہین کرتے ہیں ہلاک کر ڈالے گا ‘ تم ایک کشتی میں سات رشیوں اور اپنی عورتوں کے ساتھہ بیٹھہ جانا ‘ اور ہر طرح کے حیوانات کو بھی بٹھا لینا “ اساطیر ہند (آرین میتھولوجي) کے مطابق یہ پیشینگوئی حرف بہ حرف پوری ہوئی - ویشنو نے خاتمۂ طوفان کے بعد شیطان کو قتل کر ڈالا - وید مقدس کے جتنے نسخے تھے سب چھپا ڈالے ‘ اور اپنے مخلص پوجاری کو الٰہیات کی تعلیم دیکر ساتویں ” منو “ کا خطاب عنایت کیا -

دوسرا ہولناک طوفان جس کے واقعات قدیم کلدانی روایتوں میں ملتے ہیں ‘ بابل میں آیا تھا ‘ یہ واقعہ پادشاہ ” ذی زوتروس “ کے عہد کا ہے جس کو ” کرونس “ دیوتا (زحل) نے اس کي اطلاع دي تھی ‘ اور خواب میں کہدیا تھا کہ انسان کے فتنہ و فساد نے مجھے غضبناک کر رکھا ہے ‘ میں ان کو تعزیر دونگا اور سب کو طوفان سے ہلاک کر ڈالونگا ‘ تم اور تمہارے خاندان والے البتہ بچ رہینگے ‘ مبدء و منتہا و اوساط اشیا کے متعلق جو تحریریں ہیں ان سب کو لیکر ” سیپاریس “ (مدینۃ الشمس) میں دفن کردو ‘ اور ایک کشتي بناؤ جو طول میں پانچ استاد اور عرض میں دو استاد کي ہو (ایک استاد ایک سو پچیس فیٹ کے برابر تھا) اہل و عیال کو لیکر کشتي میں سوار ہو جاؤ ‘ اور اپنے آپکو پاني کے سپرد کردو ذي زوتروس نے امتثال امر میں بڑي سرگرمی دکھائي ‘ طوفان کم ہوا تو کشتی سے ایک دو چڑے (کنجشک) اڑا دیے ‘ خشکي کا نام و نشان نہ تھا - پہلی مرتبہ چڑا واپس آیا ‘ دوسري مرتبہ کي آمد میں پنجوں میں کیچڑ بھري تھي اور چونچ میں کوئي سبز گھانس تھي - معلوم ہوا کہ خشکي نمودار ہو چلي ہے - تیسري مرتبہ گیا تو پھر واپس نہ آیا - خشکي کا اب ٹھیک اندازہ ہوگیا تھا - کشتي آگے بڑھائي گئي - سامنے ایک پہاڑ نظر آیا - وہیں ٹھہر گئي - اہل کشتي اتر پڑے ‘ دیوتاؤں کے آگے سر کے بل گرے ‘ قربانگاہ بنائي ‘ بھینٹ چڑھائی ‘ مدینۃ الشمس سے دفینہ نکالا ‘ بابل کو پھر آباد کیا اور بستیاں بسالیں -

علماے طبیعت و آثار کی راے میں تورات کے واقعۂ طوفان نوح کي تفصیل اسي روایت سے ماخوذ ہے -

تیسرا واقعہ ” طوفان هیرابولیس “ کا ہے جسکي تشریح ” لوسیانوس “ نے کی ہے ‘ واقعات سب ملتے جلتے ہیں ‘ حسب معمول اس طوفان کي نسبت بھی یہی ادعا ہے کہ صرف ” دیکالیون “ اور اس کے گھرانے والے بچ رہے تھے ‘ اور ساري آبادي غرق ہو گئی تھی - دیکالیون کی کشتی ” هیرابولیس “ کو پہونچ کر ٹھہري تھي ، وہیں اس نے ایک ہیکل بنایا جس کو پسینہ آتا تھا ‘ اس پر وحی اترتی تھی ‘ اور وہ آدمیوں کی طرح باتیں کرتا تھا -

چوتھا طوفان جزیرۂ ساموتراس کا تھا جس سے - مورخ ڈیوڈورس کی راے میں - بحیرۂ مرمر (مارمورا) نکلا -

پانچویں غرقابي قدیم یونان کے علاقہ ” بویسی “ کے طوفان سے ہوئی جو پادشاہ ” اوجیج “ کے عہد میں حضرت مسیح سے نو سو برس پیشتر بحیرۂ ” کوبایس “ میں سیلاب آنے سے آیا تھا ” آگسٹینس “ نے جو مندر ” هیبرن “ کا بڑا پوجاري تھا ‘ اس کے جزئیات پر نہایت شرح و بسط سے گفت و گو کی ہے اور ” وینس “ (زہرہ) دیوتا کے دفعۃً رنگ و صورت و حجم و رفتار بدل جانے کا اسے نتیجہ ٹھہرایا ہے ‘ ادبیات مشرق میں یونان کي غرقابی یہیں سے نکلي ہے -

چھٹا طوفان پادشاہ ” دیکالیون “ فرماں رواے تھسلي کے عہد میں میلاد مسیح سے ایک ہزار چھہ سو برس قبل آیا تھا ‘ اور تھسلي کو بہا لے گیا تھا - هیرودوٹس کی روایت ہے کہ تھسلي ایک بڑا دریا

بقیہ دولت عثمانیہ ایشیا میں

مسئلہ عراق

بغداد، دجلہ، بازار، بیرون شہر، ایک پل، اور عرب مسافر عراق

تھا، سمندر کے دیوتا " نبتون " نے اُس کا پانی بہادیا اور ملک میں طوفان آگیا -

ان واقعات پر خرافات کا اثر تو ضرور غالب ہے ، مگر اصلیت سے خالی نہیں - علم الطبیعہ کے مشہور ترین فرانسیسی مولف (موسیو لوبے) نے تاریخ الانسان الطبیعی (ص ٢٤ - ٢٨ و ٣٥ - ٤٢) میں ان پر نہایت حکیمانہ نظر سے ریویو کیا ہے -

ساتواں طوفان حضرت نوح کے عہد میں آیا تھا ، یہ حادثہ میلاد مسیح سے تین ہزار ٣٣٨ برس قبل کا ہے ، اور اس وقت پانچ ہزار دو سو ا ٥ برس اس کو ہوچکے ہیں - قران کریم نے اسکی پوری تشریح کی ہے ، سورۂ ہود میں ہے :

ولقد ارسلنا نوحا الی قومه انی لکم نذیر مبین ، ان لا تعبدوا الا الله ، انی اخاف علیکم عذاب یوم الیم ، فقال الملاء الذین کفروا من قومه : ما نراک الا بشراً مثلنا ، و ما نراک اتبعک الا الذین هم اراذلنا بادی الراٸ ، و ما نری لکم علینا من فضل ، بل نظنکم کاذبین ، قال : یا قوم ، ارایتم ان کنت علی بینة من ربی و اتانی رحمة من عنده فعمیت علیکم ، أ نلزمکموها و انتم لها کارهون ؟ و یا قوم لا أسالکم علیه مالاً ، ان اجری الا علی الله ، وما انا بطارد الذین امنوا ، انهم ملاقوا ربهم ، و لکنی اراکم قوماً تجهلون ، و یا قوم من ینصرنی من الله ان طردتهم ؟ أ فلا تذکرون ؟ ولا اقول لکم عندی خزاٸن الله ، و لا اعلم الغیب ، ولا اقول انی ملک ، ولا اقول للذین تزدری اعینکم لن یؤتیهم الله خیراً ، الله اعلم بما فی انفسهم ، انی اذا لمن الظالمین ، قالوا : یا نوح قد جادلتنا فاکثرت جدالنا فاتنا بما تعدنا ان کنت من الصادقین ؟ قال : انما یاتیکم به الله ان شاء ، وما انتم بمعجزین ، ولا ینفعکم نصحی ان اردت ان انصح لکم ان کان الله یرید ان یغویکم ، هو ربکم والیه ترجعون

ہم نے نوح کو اُن کی قوم کے پاس یہ پیغام لے کر بھیجا کہ " لوگو ! میں تم کو صاف صاف خطرہ سے آگاہ کیے دیتا ہوں کہ خدا کے سوا اور کسی کی عبادت نہ کیا اور ، مجھکو تمہاری نسبت ایک روز درد ناک کے عذاب کا خوف ہے " سردار ان قوم کفار نے اس پیغام کو سن کر کہا کہ " ہم تو دیکھ رہے ہیں کہ ہمارے ہی جیسے بشر تم بھی ہو ، بظاہر ہم میں جو ادنی درجہ کے لوگ ہیں انہوں نے تمہاری پیروی بھی کی ہے ، اپنی نسبت تم لوگوں میں ہم کو تو کوئی برتری بھی نظر نہیں آتی ، بلکہ ہم تو تم کو جھوٹا سمجھتے ہیں " نوح نے جواب دیا کہ " تم لوگوں کی کیا راے ہے ؟ میں اگر اپنے پروردگار کے کھلے رستے پر ہوں ، اُس نے مجھکو اپنے جناب سے نعمت و رحمت بھی عطا کی ہے ، تم کو وہ رستہ دکھائی بھی نہیں دیتا ، تو اس حالت میں کہ تم اُسکو مکروہ جانتے ہو کیا ہم اُسپر تمہیں مجبور کر رہے ہیں ؟ لوگو ! میں ان کو اگر نکال بھی دوں تو خدا کے مقابلے میں کون میری مدد کریگا ؟ کیا تم اتنی بات بھی نہیں سمجھتے ؟ میں یہ نہیں کہتا کہ (١) میرے پاس خدا کے خزانے ہیں (٢) نہ میں غیب جانتا ہوں (٣) نہ اپنے آپ کو فرشتہ کہتا ہوں (٤) اور جو لوگ تمہاری نظروں میں حقیر ہیں میں اُن کی نسبت یہ بھی نہیں کہتا کہ خدا ان پر فضل ہی نہ کریگا ، ان کے دل کی بات تو خدا ہی جانتا ہے - میں ایسا کہوں تو ایک ظالم میں بھی ہونگا " کفار نے کہا : " نوح ! تم ہم سے بہت جھگڑ چکے ، سچے ہو تو جس عذاب سے ہمیں ڈراتے ہو اُسے لاؤ ؟ " نوح نے جواب دیا کہ " خدا کو منظور ہوگا تو وہی عذاب بھی تم پر نازل کریگا ، تم خدا کو عاجز نہ کر سکوگے ، خدا ہی کو اگر تمہیں گمراہ کرنا منظور ہے تو میں کتنی ہی نصیحت کرنی چاہوں میری نصیحت تمہارے کام نہ آئیگی ، وہی تمہارا پروردگار ہے ، اور اُسی کی طرف تم کو لوٹ کر جانا ہے "

ام یقولون افتراه ، قل : ان افتریته فعلی اجرامی و انا بری مما تجرمون !

کیا وہ کہتے ہیں کہ " یہ باتیں بنا رکھی ہیں " ؟ تم کہہ دو کہ " میں نے اگر یہ باتیں بنائی ہیں تو اس کا گناہ مجھ پر ہے ، اور تم جو گناہ کرتے ہو میں اُس سے بری الذمہ ہوں "

و اوحی الی نوح انه : لن یومن من قومک الا من قد امن فلا تبتئس بما کانوا یفعلون ، و اصنع الفلک باعیننا و وحینا و لا تخاطبنی فی الذین ظلموا انهم مغرقون ،

نوح کو وحی ہوئی کہ " تمہاری قوم میں سے جو لوگ ایمان لاچکے ہیں اُن کے علاوہ اب ہرگز کوئی ایمان نہ لائیگا ، یہ لوگ جو کچھ کر رہے ہیں تم اُس کا کچھ غم نہ کرو ، تم ایک کشتی ہماری نگرانی میں اور ہماری وحی کے مطابق بناؤ ، اور ان ظالموں کے متعلق مجھ سے خطاب نہ کرو ، یہ ضرور غرق ہونگے "

و یصنع الفلک ، و کلما مر علیه ملاء من قومه سخروا منه ، قال : ان تسخروا منا فانا نسخر منکم کما تسخرون ، فسوف تعلمون من یاتیه عذاب یخزیه و یحل علیه عذاب مقیم -

نوح کشتی بنانے لگے ، قوم کے رئیس اور روادار لوگوں کا جب اُن پر گزر ہوتا تو وہ اُن سے تمسخر کرتے ، نوح جواب دیتے کہ " تم ہم سے تمسخر کرتے ہو تو جیسے آج تم ہم پر ہنس رہے ہو اسی طرح کل کو ہم بھی تم پر ہنسیں گے ، عنقریب تم کو معلوم ہو جائیگا کہ رسوائی بخش عذاب کس پر آتا ہے - اور دائمی تکلیف کس کی راہ میں حائل ہوتی ہے ؟ "

حتی اذا جاء امرنا و فار التنور قلنا : احمل فیها من کل زوجین اثنین و اهلک الا من سبق علیه القول و من امن وما امن معه الا قلیل ،

یہ کیفیت اسی طرح رہی ، یہاں تک کہ جب ہمارا حکم آیا اور تنور نے جوش کھایا تو ہم نے نوح کو کہا کہ " ان سب کو کشتی میں بٹھا لو : ہر جوڑے کے دو دو جفت کو - اپنے گھر والوں کو - اُن کے علاوہ جن کی نسبت پہلے قول ہوچکا ہے - اور اُن کو جو ایمان لاچکے ہیں " اور اُن کے ساتھ تھوڑے ہی لوگ ایمان لائے تھے -

و قال : ارکبوا فیها ، بسم الله مجریها و مرساها ، ان ربی لغفور رحیم ، و هی تجری بهم فی موج کالجبال ، و نادی نوح ابنه - و کان فی معزل : یا بنی ارکب معنا ولا تکن مع الکافرین ، قال : ساوی الی جبل یعصمنی من الماء ، قال : لا عاصم الیوم من امر الله

نوح نے ان سب سے کہا " آؤ کشتی میں بیٹھ جاؤ ، بسم الله مجریها و مرساها ، حقیقت میں میرا پروردگار غفور رحیم ہے " کشتی ان سب کو پہاڑ جیسی موجوں میں لیے چلی جارہی تھی ، اس حالت میں نوح نے اپنے بیٹے کو - جو الگ تھا - پکارا کہ " بیٹا ! آؤ ہمارے ساتھ سوار ہو جاؤ ، کافروں کے ساتھ نہ رہو " اُس نے کہا " میں ابھی کسی پہاڑ کے سہارے جا لگتا ہوں ،

الا من رحم ' و حال بینهما الموج فکان من المغرقین -

وہ مجھے پانی سے بچا لیگا " نوح نے کہا " آج کے دن خدا کے غضب سے کوئی بچانے والا نہیں ' بچے تو وہی بچے جس پر خدا رحم کرے " اسی حالت میں باپ بیٹے کے مابین ایک موج حائل ہوگئی ' ڈوبنے والوں کے ساتھہ نوح کا بیٹا بھی ڈبو دیا گیا -

و قیل : یا ارض ابلعی ماءک ' و یا سماء اقلعی ' و غیض الماء ' و قضی الامر ' و استوت علی الجودی ' و قیل بعداً للقوم الظالمین '

کام تمام ہو چکا تو حکم دیا گیا کہ " اے زمین اپنا پانی جذب کرلے ' اور اے آسمان تھم جا " پانی اتر گیا ' حکم کی تکمیل ہوگئی ' کشتی کوہ جودی پر جا ٹھہری ' اور کہدیا گیا کہ " ظالموں کی جماعت دور ہو "

و نادی نوح ربه فقال : رب ان ابنی من اهلی و ان وعدک الحق و انت احکم الحاکمین ' قال : یا نوح انه لیس من اهلک ' انه عمل غیر صالح ' فلا تسئلن ما لیس لک به علم ' انی اعظک ان تکون من الجاهلین ' قال رب انی اعوذ بک ان اسئلک ما لیس لی به علم ' و الا تغفرلی و ترحمنی اکن من الخاسرین ' قیل : یا نوح اهبط بسلام منا و برکات علیک و علی امم ممن معک و امم سنمتعهم ثم یمسهم منا عذاب الیم (۱۱ : ۱۹ — ۴۰)

نوح نے اپنے پروردگار کو پکارا اور عرض کیا " اے میرے پروردگار ' میرا بیٹا بھی میرے ہی گھر والوں میں ہے ' تیرا وعدہ سچا ہے ' اور تو سب حاکموں سے بڑا حاکم ہے " جواب ملا کہ " اے نوح وہ تمہارے گھر والوں میں شامل نہیں ' وہ بدکار ہے ' جو بات نہ جانتے ہو ہم سے اس کی درخواست نہ کرو ' ہم تمہیں سمجھائے دیتے ہیں کہ نادانوں کی سی باتیں نہ کرو " نوح نے عرض کیا کہ " اے میرے پروردگار میں ایسی جرأت سے تیری ہی پناہ مانگتا ہوں کہ جس چیز کی حقیقت معلوم نہو تجھہ سے اسکی درخواست کروں - میری گستاخی تو اگر نہ بخشیگا اور مجھہ پر رحم نہ کریگا تو میں تباہ ہوجاؤنگا " سب کچھہ جب ہوچکا تو حکم دیا گیا کہ " اے نوح ہماری طرف سے سلامتی اور برکتوں کے ساتھہ کشتی پر سے نیچے اترو - یہ برکتیں تمہارے اور ان اقوام کے شامل حال رہینگی ' جو تمہارے ساتھہ ہیں - بعد کی قومیں بھی ہم سے نفع اٹھائینگی ' لیکن آخر کار ہماری جانب سے ان کو درد ناک عذاب پہونچیگا "

یہ واقعات کسی قدر اضافہ و اختصار کے ساتھہ تورات میں بھی مذکور ہیں ' تورات نے ان میں کچھہ باتیں بڑھادیں ' کچھہ حذف کردیں ' کچھہ خبط کر ڈالیں ' مثلاً :

(۱) تورات کا بیان ہے کہ طوفان عام تھا ' روے زمین کے جتنے براعظم اور جزیرے تھے سب غرق ہوگئے تھے " پانی زمین پر بے انتہا چڑھ گیا ' تمام اونچے پہاڑ جو آسمان کے نیچے ہیں سب چھپ گئے ' سارے جاندار جو زمین پر چلتے تھے : پرند ' چرند ' جنگلی جانور ' اور کیڑے مکوڑے جو زمین پر رینگتے تھے ' اور جتنے انسان تھے ' سب مرگئے - ہر ایک متنفس مخلوق جو خشکی پر تھی مرگئی - روے زمین کے تمام موجودات جن میں جان تھی سب کے سب مٹ گئے - انسان سے لے کر حیوان تک ' کیڑے مکوڑوں اور آسمانی پرندوں تک سب مٹ گئے - فقط نوح اور جو اس کے ساتھہ کشتی کے اندر تھے بچ رہے (تکوین ۷ : ۱۹ - ۲۳)

یہ عمومیت عقل کے بھی خلاف تھی ' تاریخ بھی خاص اس واقعہ کی تعمیم میں اس امر کی مؤید نہ تھی ' علم الآثار بھی تکذیب کر رہا تھا ' طبقات الارض کی شہادت بھی اس کے حق میں نہ تھی ' اور یہ بات تو کسی طرح قیاس میں آسکتی ہی نہ تھی کہ صرف ایک گناہ گار قوم کو سزا دینے کے لیے خدا نے سارے جہان کو جس میں بہت سی بے گناہ جماعتیں بھی رہی ہونگی ' بہت سے بے قصور اشخاص بھی ہونگے ' بہت سی ناکردہ گناہ آبادیاں بھی ہونگی - غرق کر ڈالے ' اور روے زمین پر کسی متنفس کو زندہ ہی نہ چھوڑے -

یہ ایرادیں آج اس زمانے میں وارد کی جارہی ہیں ' لیکن قرآن کریم نے اس عہد میں جبکہ طوفان نوح کی عمومیت سے کسی کو انکار نہ تھا صاف لفظوں میں اعلان کردیا کہ الذین ظلموا انهم مغرقون (جن لوگوں نے ظلم کیا ہے وہی غرق کیے جائینگے) قوم نوح اسی ظلم و ستم کی خوگر تھی ' وہی غرق ہوئی ' انہیں بستیوں میں طوفان آیا ' اور سیلاب صرف انہیں ظالموں کو بہا لے گیا -

(۲) فرزند نوح کے تذکرے سے جو کافروں کا شریک حال تھا اور طوفان میں ڈوب کر مرگیا - تورات خاموش تھی ' قرآن نے یہ فرو گذاشت ظاہر کردی ' اور دکھا دیا کہ مؤلفین تورات کی جمع و تالیف کس پایہ کی ہے -

(۳) واقعہ طوفان کے بعد حضرت نوح کی توجہ کاروبار زراعت کی جانب مصروف ہوئی - انگور کا ایک باغ لگایا ' شراب نکالی ' اور پی کر مست ہوگئے ' گھر میں پہونچے تو نشے کا عالم تھا ' کپڑے اتار دیے اور سو رہے - حام نے ان کو برہنہ دیکھکر اپنے بھائیوں کو خبر دی - سام و یافث گئے اور برہنگی چھپا دی - بیدار ہونے پر جب حضرت نوح کو واقعہ معلوم ہوا تو کنعان کو بد دعا دی - تورات نے اس بد دعا کے الفاظ بھی نقل کردیے ہیں کہ " کنعان ملعون ہو ' وہ اپنے بھائیوں کے غلاموں کا غلام ہوگا ' خداوند سام کا خدا مبارک ' کنعان اس کا غلام ہوگا ' خدا یافث کو پھیلائے ' وہ سام کے ڈیروں میں رہے ' اور کنعان اس کا غلام ہو " (تکوین - ۹ : ۲۵ - ۲۷) حام حضرت نوح کا بیٹا تھا (تکوین - ۶ : ۱۰ و ۱۸ و ۱۰ : ۱) اور کنعان حام کا لڑکا تھا (تکوین - ۱۰ : ۶ و ۹ : ۲۲) گستاخی کنعان سے نہیں بلکہ اس کے باپ حام سے سرزد ہوئی تھی (تکوین ۹ : ۲۳ و ۲۵) لیکن تورات صاف کہہ رہی ہے کہ حضرت نوح اس سے ذرا بھی نہ بولے ' نہ ناراض ہوے - اظہار جلال ہوا بھی تو کنعان پر جو بالکل بے قصور تھا ' اور جسے اس واقعہ سے براہ راست کچھہ بھی تعلق نہ تھا ' قرآن نے اس کہانی کا تذکرہ تک نہ کیا ' اور خاموشی کی زبان میں بتا دیا کہ سرے سے یہ مذکور ہی غلط ہے ' بل کذبوا بما لم یحیطوا به علما -

قرآن موعظہ و عبرت ہے ' اخلاق و آداب ہے ' بشیر ترقی و نذیر تنزل ہے ' لیکن تاریخ و تمثیل نہیں ہے ' با این همه جو غلط واقعے مشہور ہوجاتے ہیں کبھی کبھی ان کی تصحیح کردیا کرتا ہے - حضرت نوح کا واقعہ بیان کرکے وہ بڑے دعوے سے اعلان کررہا ہے :

تلک من انباء الغیب نوحیها الیک ' ما کنت تعلمها انت و لا قومک من قبل هذا ' فاصبر ' ان العاقبة للمتقین (۱۱ : ۴۱)

یہ غیب کی چند خبریں ہیں ' ہم ان کو بہ طریق وحی تم کو سناتے ہیں ' اس سے پیشتر تم اور تمہاری قوم کسی کو بھی اس کا علم نہ تھا - اب صبر و ثبات کو شیوہ بناؤ - جو لوگ متقی ہیں انہیں کا انجام بخیر ہے -

---

طوفان کیونکر آیا ؟ مفسرین کي غالب اور عام راے یه ہے که کہانا پکانے کا ایک تنور تھا ' اُسي سے طوفان کا چشمه پھوٹا ' لیکن اس خیال میں کوئي انداز مجاز یا تمثیل مضمر تھي جو نہیں سمجھي گئي -

تورات کا بیان ہے که " جب نوح کی عمر چھه سو برس کی ہوئی ' دوسرے مہینے کي سترھویں تاریخ کو اُسی روز بحر محیط کے تمام سوتے پھوٹ نکلے' آسمان کی کھڑکیاں کھل گئیں' اور چالیس شبانه روز تک زمین پر مینھه کی جھڑی لگی رھی " (تکوین ۷ : ۱۱)

قرآن کریم نے بھی اسی حقیقت کی تائید کی ہے ' سورهٔ قمر میں ہے :

ففتحنا ابواب السماء بماء منهمر ' و فجرنا الارض عيوناً فالتقى الماء على امر قد قدر (۵۴ : ۱۱ و ۱۲)

هم نے موسلا دھار مینھه سے آسمان کے دروازے کھول دیے ' زمین کے سوتے جاري کردیے ' آخر جو اندازه مقرر ہوا تھا اُسی کے مطابق آسمان و زمین کے پانی مل گئے -

بے شبه فار التنور (تنور جوش میں آیا) کے الفاظ بھی قرآن کریم میں موجود ہیں ' لیکن واقعه یه ہے که قدیم محاورهٔ عرب میں " تنور " " روے زمین " کو کہتے تھے ' حدیث میں ہے :

عن ابن عباس انه قال في قوله " و فار التنور " قال التنور وجه الارض ' قال قيل له اذا رأيت الماء على وجه الارض فاركب انت و من معك ' قال : و العرب تسمى وجه الارض تنور الارض (۱)

" تنور نے جوش کھایا " کی تفسیر میں عبد الله بن عباس سے روایت ہے که " تنور کے معنے روے زمین کے ہیں ' یعنی حضرت نوح کو حکم ہوا که جب دیکھو که روے زمین پر پانی چڑھ گیا تو اپنے ساتھیوں کو لے کر کشتی میں سوار ہو جاؤ ' اهل عرب نے " روي زمین " کا نام " تنور زمین " رکھه چھوڑا ہے " (۱)

تورات کے موجوده تراجم نے کشتی نوح کا مستقر کوہ اراراط کو قرار دیا ہے (تکوین ۸ : ۴) لیکن علامه یاقوت حموي نے اصل زبان سے توراة کا جو لفظی ترجمه پیش کیا ہے اُس میں بجاے اراراط " جودي " مذکور ہے (۲) (معجم البلدان طبع مصر - ج ۳ ص - ۱۶۳) یه پہاڑي (جودي) موصل کے علاقه میں دریاے دجله کے مشرقی جانب واقع ہے ' اور یہی وہ علاقه ہے جس کے مضافات میں قوم نوح آباد تھی ' اصل میں " جودي " ایک گانوں کا نام تھا (معجم البلدان - ج ۷ ص - ۵۱) اور پہاڑي کا وہ سلسله جو اُس گانوں سے متصل تھا کوہ جودي کے نام سے مشہور تھا - اسي نواح میں " قردا " و " بازبدا " کي مشهور آبادیاں بھي تھیں - وہاں یه پہاڑي انھیں بستیوں کے نام سے موسوم تھي ' ابوحنیفه دینوري نے اسي مناسبت سے کشتي نوح کا مستقر جبل قردا و بازبدا کو ٹھہرایا ہے (اخبار الطوال ص - ۳۰) اور ابن قتیبه نے بھی یہي روایت نقل کي ہے (معارف - ص - ۸) مشهور مسیحي مورخ گریگوري ابو الفرج ملطي نے ان سب کي تطبیق کردي ہے که جبل قردا اور کوہ جودي دونوں ایک هي ہیں (مختصر الدول - ص - ۲۱۰) کوہ اراراط کا وسیع سلسله جابجا مختلف ناموں سے مشہور تھا ' تورات کے موجوده ترجمه میں صرف پہاڑ کا اصلي نام بتا دینا کافی سمجھا گیا ' لیکن قرآن نے اُس پہاڑي چوٹي کي جگه بھي بتادي جہاں کشتي ٹھہري تھي -

---

واقعهٔ نوح کي ذیل میں تعلیم الہی کے خاص خاص پہلو یه ہیں :

(۱) ماده کي گوناگوں صورتگري جب کسی قوم کو خدا سے بالکل هي غافل بنا دے ' قانون الہي کے حدود توڑنے لگیں ' طغیان و سرکشي عام هو جاے ' علم کي فراوانی حجاب اکبر کا کام دینے لگے ' تمدن ضلالت کي جانب رہ نمائي کرتا هو' خداے واحد کي پرستش سے اتنا بھي سروکار نہو که اُس کي پرستشگاہوں کا ادب کیا جاے ' تو ان حالتوں میں دعوة الی الحق فرض ہے - اس فرض کے ادا کرنے میں خواہ کتني هي مشکلیں حائل ہوں' زبان تقریر کو روکنے کے لیے مجرمانه سازشوں کے نام سے قانون بنائے جائیں ' لسان تحریر کو بند رکھنے کي غرض سے تعزیري ایکٹ پاس ہو' با ایں همه ان بندشوں سے جو نتائج پیش آنے والے ہوں اُن کے اظہار سے خاموش نه رهنا چاهیے ' اور علانیه کہه دینا چاهیے که اس گمراهي کا کیا حشر ہونے والا ہے -

(۲) دعوة الی الحق کے لیے جو لوگ کمر بسته ہونگے اُنھیں اس فرض ادا کرنے میں اپني شاندار امتیازي حیثیت قائم کرنے کي فکر نہوني چاهیے که ارباب اقتدار کي نظروں میں درخور حاصل کرکے پہلے اپني ممتاز پوزیشن قائم کرلیں پھر کام شروع کریں - یه بے راهه روي کا طریقه ہے ' اور ایسی خصوصیت کی تمنا خام خیالي ہے - داعی الی الحق کو بظاہر اُس کی کمزور پوزیشن پر طعنے دیے جائینگے ' تعریض ہوگي ' بے وقعتي کي جائیگي ' اُن کو چھوٹا کہا جائیگا ' هنسي اُڑائی جائیگي ' وہ ان سب کو انگیز کرلینگے ' اور اپنے فرض کو پورا کرکے رهینگے -

(۳) داعي الی الحق کي جماعت کچھه ایسي وسیع نہوگي ' معمولي افراد اُس کے شریک عمل ہونگے ' جو عام نظروں میں ذلیل و ردیل دکھائي دینگے - اُن میں یه بھي خصوصیت نہوگی که جن مقتدر جماعتوں کی دعوت کرنی هو اُن پر کچھه احسان کیے ہوں یا اُنھیں مدت پدرتدانے کے لیے چندے دیے ہوں ' ریزولیوشن پاس کرائے ہوں ' وہ اس طلسم فریب سے اپنے کام کو تقویت نه دینگے ' بلکه نہایت صفائی اور سادگی کے ساتھه اُٹھه کھڑے ہونگے ' اور جو کرنا ہوگا کر گزرینگے -

(۴) دعوة الی الحق کے لیے صاف بیاني ' تلخ گوئی ' اور درشت گفتاري ' ناگزیر ہے ' البته صداقت کو تسلیم کرانے میں کسی کو مجبور نہیں کیا جا سکتا -

---

(۱) رواه ابو جعفر قال حدثنی يعقوب بن ابراهيم قال حدثنا هشيم قال اخبرنا العوام بن حوشب عن الضحاك عن ابن عباس انه قال الخ ' و بطريق آخر عن المثنى قال ثنا عمرو بن عون قال اخبرنا هشيم عن العوام عن الضحاك بنحوه - و برواية اخري عن ابى كريب و ابى السائب قالا ثنا ابن ادريس قال اخبرنا الشيبانى عن عكرمة في قوله وفار التنور قال وجه الارض ' و برواية اخري قال حدثنا زكريا بن يحيى بن ابى زائدة و سفيان بن وكيع قالا ثنا ابن ادريس عن الشيبانى عن عكرمة وفار التنور قال وجه الارض -

(۲) سرياني و کلداني زبان میں توراة کے جو نسخ ہیں اُن میں بھي سفینهٔ نوح کا مستقر کوہ جودي مذکور ہے - دائرة المعارف العربیه کے مسیحي مولفین لکھتے ہیں که روایات اب تک اسی قول کي تائید میں ہیں که اس حادثه کا مرکزي پہاڑي (جودي) تھي ' بروسس جو اسکندر اعظم کا معاصر تھا ' اُس کي بھي یہي راے ہے - کوہ جودي کي چوٹي پر کشتي کے آثار بھي اُس کو ملے تھے (دائرة المعارف حرف جیم)

(۵) دعوۃ الی الحق حصول جاہ و کسب مناصب کا ذریعہ نہیں ہے کہ اُس کے نام سے اچھے اچھے عہدے حاصل کیے جائیں ' پبلک سروس میں نمایاں جگہیں ملیں ' مال و دولت بڑھے ' اس مقدس فرض کا معاوضہ دینے والا صرف خدا ہے ' اجر یا اُجرت جو پیش نظر ہو اُسی سے طلب کرنی چاہیے -

(۶) جو لوگ داعی الی الحق کے شریک عمل ہوں اُن سے بے تعلقی و علاحدگی کے لیے خواہ کیسا ہی دباؤ ڈالا جائے مگر سختی سے انکار کردینا چاہیے -

(۷) داعی الی الحق کے پاس نہ خدائی کے خزانے ہونگے ' نہ اُس میں فرشتوں کی صفت ہوگی ' نہ غیب داں ہوگا ' انسان کی معمولی حیثیت رکھتا ہوگا ' اور اسی حالت میں بڑے بڑے جباروں کی حیثیت بگاڑ دینے کا الٹمیٹم دیگا -

(۸) دعوۃ الی الحق کے لیے موقع و محل کی تلاش بے سود ہے کہ مستمعین کی طبیعت جب حاضر دیکھ لیں اُس وقت تبلیغ کا کام شروع کریں ' یہ موقع شناسی ضروری نہیں - ہر حالت میں کام کرتے رہنا چاہیے ' اور اس شدت سے کرنا چاہیے کہ دیکھنے والے گھبرا اُٹھیں ' سننے والے تنگ آجائیں ' اور برملا کہنے لگیں کہ مقابلے کے لیے ہم طیار ہیں ' جو کچھ کرنا ہو تم بھی کر دیکھو -

(۹) نتیجہ ناکامیاب ہی کیوں نہ رہے ' استبداد میں خواہ کچھ بھی فرق نہ آئے ' مگر دعوۃ الی الحق کی سرگرمی میں فرق نہ آنا چاہیے ' جو لوگ دھمکی دے رہے ہوں کہ ہم نے تلوار سے فتوحات حاصل کیے ہیں ' تلوار ہی کے زور سے اس کو قائم بھی رکھینگے ' اُن کو جواب دے دینا چاہیے کہ خدا کو اختیار ہے ' چاہے تم کو تباہ کرڈالے یا زندہ رہنے دے ' دعوۃ الی الحق کو ان امور سے تعلق نہیں ہے -

(۱۰) دعوۃ الی الحق مشکوک و مشتبہ نظروں سے دیکھی جائیگی ' اُس کے داعیوں کو سحر ساز و مفتری کہا جائیگا ' لیکن سلسلۂ سعی و تدبیر میں ان باتوں سے سستی نہ آنی چاہیے ' البتہ اپنی پوزیشن کو واضح کر دینا چاہیے -

(۱۱) طغیان و جبروت کا انہماک دلوں اور دماغوں میں قبول حق کی صلاحیت باقی ہی نہیں رہنے دیتا - ایسی طبیعتیں کبھی راہ راست پر نہیں آسکتیں ' اُن سے کنارہ کش ہوجانا چاہیے ' قطع نظر کرلینی چاہیے ' اور اُنہیں بالکل ہی بائیکاٹ کردینا چاہیے - وہ ظالم ہیں ' ستم پیشہ ہیں ' سیلاب فنا میں غرق ہوجائینگے ' اُن کے متعلق کسی قسم کی گفت وگو نہ کرو ' اپنے بچاؤ کی آپ تدبیر نکالو ' طوفان حوادث سے محفوظ رہنے کے لیے سفینۂ نجات بناؤ ' اُس کے بنانے میں سرگرمی کے ساتھ لگے رہو ' اور خدا نے جو تعلیم دی ہے اُسی کے مطابق کام کرو -

(۱۲) اس کام میں انہماک و سرگرمی کو دیکھ کر لوگ ہنسینگے ' ہنسنے دو ' تمہیں اپنے کام سے کام ہے -

(۱۳) حفاظت کا جو ذریعہ اختیار کیا جائے وہ صرف اپنے لیے مخصوص نہ ہونا چاہیے ' بقدر گنجائش - ارباب استبداد کے علاوہ جو عذاب الہی کے مستحق ہیں - ایک حد تک دوسرے بندگان خدا کے لیے بھی سامان حفاظت بہم پہونچانا چاہیے ' مگر اس کی نوعیتیں مختلف نہ ہوں ' اور جامعۂ وحدت میں خلل نہ پڑے -

(۱۴) جباروں سے بے تعلقی و بائیکاٹ میں قرابت و رشتہ داری کا پاس و لحاظ ممنوع ہے ' کوئی خاص عزیز ہی کیوں نہ ہو ' نہایت اہم خصوصیت کیوں نہ رکھتا ہو ' مگر ڈالرا حق و صدق سے جہاں باہر قدم نکالے کہ تباہی آئی ' ایسے لوگ وہی ہیں جو عمل صالح اور حقیقی کیرکٹر سے بیگانہ ہوتے ہیں - کفار کی طرح اُن کو بھی بائیکاٹ کردینا چاہیے - اُن پر رحم کرنا یا اُن کے حق میں سفارش کرنی جرم ہے ' اور سخت جرم ہے - اس سے توبہ کرنی چاہیے -

(۱۵) ظالموں اور جباروں کو ہدایت نہیں ہوا کرتی - درہم فی طغیانہم یعمہون ' اُن کی سرکشانہ ضلالت کچھ زمانے تک قائم رہیگی - کچھ مدت تک بندوں پر خدائی کرتے رہینگے ' آخر خدا کی حجت پوری ہوگی ' اپنی روش تبدیل کرنے کے لیے اُنہیں متعدد موقعے دیے جائینگے ' مگر اُن کے استبداد میں کیوں فرق آنے لگا ' انجام کار سب کے سب نیست و نابود ہوجائینگے - حکومت جاتی رہیگی ' سطوت و عزت فنا ہوجائیگی ' نام و نشان تک مٹ جائیگا ' دنیا میں خدا کی پادشاہی قائم ہوگی ' اور پھر اُنہیں مظلوموں کو برکات الہی نصیب ہونگے جن کی آزار رسانی میں ایک دنیا کو مزہ آرہا ہے -

(۱۶) فنائے استبداد کے بعد مسلمان کامیاب ہونگے ' اُن پر خدا کی رحمت نازل ہوگی ' زمانے بھر کی نعمتوں سے مستفید ہونگے ' لیکن بعد کی نسلیں جب خدا کو بھول جائینگی ' جب اضطہاد و استعباد رنگ لائیگا ' جب پھر عزم و ثبات و استقلال میں ضعف آنے لگیگا تو اُن پر بھی تباہی آئیگی ' کامیابی کے لیے صبر و ثبات و تقوی ایک لازمی چیز ہے ' جو قوم اس کی خوگر نہوگی ' جس نے قدرت کو اپنے استقلال و اتقا (اعلی کیرکٹر) کا ثبوت نہ دیا ہوگا اُسے کامیابی کی توقع ہی نہ رکھنی چاہیے -

ام حسبتم ان تدخلوا	کیا تم اس خیال میں ہو کہ بہشت
الجنة و لما یعلم	میں داخل ہوجاؤگے حال آں کہ ابھی
اللہ الذین	تک اللہ نے نہ تو اُن لوگوں کو جانچا
جاہدوا منکم	جو تم میں سے جہاد کرنے والے ہیں
و یعلم الصابرین ؟	اور نہ اُن کا امتحان کیا جو ثابت قدم
(۳ ع - ۱۴)	رہتے ہیں ؟

یہ واقعات پیش آنے والے ہیں اور ضرور پیش آنے والے ہیں ' فارتقب حتی یاتی اللہ بامرہ -

اس میں کامیابی مطلوب ہو تو سلسلۂ عمل کی توسیع ' صبر و ثبات کا اعتصام ' اور تقوی و طہارت نفس کا تعود پیدا کرو : لتستخلفنکم فی الارض کما استخلف الذین من قبلکم و لیبدلنکم من بعد خوفکم امنا -

---

اطلاع

(۱) ٹالپ کی ڈبل کراؤن سائز ' پین کی مشین ' جو بہترین اور قدیمی کارخانہ ہے - اس مشین پر صرف دو ڈھائی سال تک معمولی کام ہوا ہے - اسکے تمام کل پرزے درست اور بہتر سے بہتر کام کیلیے مستعد ہیں -

ابتدا سے الہلال اسی مشین پر چھپتا ہے - دو ھارس پاور کے موٹر میں سولہ سو فی گھنٹہ کے حساب سے چھاپ سکتی ہے -

چونکہ ہم اسکی جگہ بڑے سائز کی مشینیں لے چکے ہیں - اسلیے الگ کر دینا چاہتے ہیں -

(۲) ٹریڈل مشین ' جو پاؤں سے بھی چلائی جاسکتی ہے ڈیمائی فولیو سائز کی - اس پر ھاف ٹون تصاویر کے علاوہ ہر کام جلد اور بہتر ہوسکتا ہے -

موضوع علم الانسان

ایک فرد اور ایک جماعت کے خصائص نفسانیہ میں کسقدر شدید مماثلت ہے ؟ ہر فرد انسانی فطرۃً اپنی ذات سے پہلے دوسروں کی ذات کی طرف توجہ کرتا ہے ' اونکے محاسن و معائب کی تنقید کرتا ہے ' اونکے احوال شخصیہ کا غور و فکر سے مطالعہ کرتا ہے ' یہی حال مجموعۂ افراد اور جماعات انسانی کا ہے - تمام علوم کا موضوع کائنات اور اوسکے خصائص و صفات کی وا تفییش ہے - عہد تاریخ کی ابتدا سے معلوم ہے کہ انسان ان علوم کی تحقیقات و اکتشافات میں مصروف ہے ' لیکن خود انسان نے اپنی ذات کی طرف کب توجہ کی ؟

علم الانسان جسکو انتھراپولوجی کہتے ہیں ' اور جسمیں انسان خود اپنی ذات کے خصائص و اوصاف سے بحث کرتا ہے ' اٹھارویں صدی کے حاصلات علمیہ میں سے ہے - فرانسیسی عالم بروون متوفی سنہ ۱۷۸۸ ع اسکا مکتشف اول اور جرمن محقق پلونم بوش متوفی سنہ ۱۸۴۰ ع اسکا مدون اول ہے -

علم انسان کا کیا موضوع ہے ؟ اور اسکے مباحث کیا ہیں ؟ جماعات و اقوام انسانی ' کی ترتیب ' اونکے اوصاف و خصائص متحدہ و متباینہ کی تشریح ' باہمی علاقات نسبی و تعلقات نسلی کی تحقیق ' علم تشریح ' مشابہت ترکیب اعضاے جسمانی ' اتحاد و مشارکت السنہ ' اور مماثلت اخلاق و جذبات ' کے رو سے اونکی نوعی و قومی تقسیم ' نیز سلسلۂ کائنات میں مرتبۂ انسانی کی تعیین ' قواعد و نوامیس طبیعت و فطرت سے اوسکا تعلق ' ان قواعد طبعی و نوامیس فطری کا انسان کے صفات ' خصائص اخلاق اور جذبات کی زیادت و نقص ' یا فنا و بقا پر اثر ' موثرات و تغیرات خارجی ' خصائص موروثی ' تعلقات عصبی ' اور تاثیرات اعتقادی سے اوسکی اثر پذیری و تغیر و تاثر ' زمانۂ وجود نوع انسانی کی تحقیق ' اوسکے قدیم متروکات و آثار کی تفتیش ' انسان قدیم کے کارنامہاے عہد غیر تاریخی کی تلاش و جستجو ' نوع انسانی کے درمیانی مدارج ارتقاے جسمانی و عقلی ' اوسکے علل تکون و آفرینش اور اوسکے استقلال (۱) تکون یا ارتقاے تکون کی ' تحقیق و تفتیش -

ان مباحث کی تحقیق کے بعد حسب ذیل سوالات کی تحلیل و تفصیل بھی ایک محقق فن انسانیات کا فرض ہے :

(۱) نوع انسانی کیا کسی ایک اصل واحد سے متفرع ہوئی ہے یا مختلف متعدد اصول سے ؟

(۲) عالم انسانی کسی دو متعین ماں باپ سے پیدا ہوا ہے یا اوسکی مختلف شاخیں متعدد آبا و امہات سے متعلق ہوئی ہیں ؟

(۳) از روے طبقات الارض نوع انسانی کی کیا عمر ہے ؟

(۴) انسان و حیوان کے درمیان وسائط امتیاز و فصل بتدریج پیدا ہوگئے ہیں ' یا بالطبع ہیں ' اور انسان مستقل و براسہ اپنے اول یوم خلقت سے نوع کی حیثیت رکھتا ہے یا بتدریج و بارتقاے درجات وہ یہاں تک پہونچا ہے ؟

(۵) انسان اور دوسرے حیوانات میں جو تشابہ جسمانی موجود ہے کیا اوس سے باہمی تعلقات نسبی کا بھی اثبات ہوتا ہے ؟

(۶) اگر یہ فرض کرلیا جاے ' کہ اس تشابہ جسمانی سے تعلقات نوعی و نسبی کا اثبات ہوتا ہے تو انسان میں قوت نطق و فہم ' مدارک اخلاق و نفس کیونکر پیدا ہوگئے ؟

اس فہرست سوالات سے ظاہر ہوگا کہ انکی تحلیل و عقدہ کشائی کے لیے دوسرے متعدد علوم کی بھی احتیاج ہوگی ' مثلاً :

جغرافیہ : کہ انواع و جماعات انسانی کے مقامات سکونت اور خصائص اقطاع عالم معلوم ہوں -

طبقات الارض : جس سے خصائص طبقات زمین اور اوسکے مختلف طبقات کا زمانہ اور آثار انسانی کا اونمیں وجود ظاہر ہوتا ہے -

علم الآثار : اس فن کے ذریعہ سے نوع انسانی کے حالات و آثار قدیمہ جو غیر تاریخی زمانہ کی یادگار ہیں ' انکی تحقیق ہوتی ہے -

علم النباتات و علم الحیوان : ان سے یہ معلوم ہوگا کہ خصائص نباتات و حیوانات و انسان میں کیا تشابہ اور کیا تباین ہے اور ان سے کیا نتائج پیدا ہوے ہیں ؟

علم الحیات : نوع انسانی کی حیات ' وجود و عالم حیات ' خصائص حیات انسانی ' اور امتیازات حیات ' سے موضوع علم الانسان کو شدید تعلق ہے -

علم النفس : اس سے انواع و اجناس انسانی کے اخلاق و جذبات کا باہمی تشابہ و تباین ظاہر ہوتا ہے -

علم التشریح : اس فن کے ذریعہ سے مختلف انواع و اجناس حیوانی و انسانی میں تشابہ و تباین جسمانی اور اونکے باہمی تعلقات ترقی و انحطاط اعضا کا اظہار ہوتا ہے -

علم اللغات : السنۂ مختلفہ کے تشابہ و اتحاد و مشارکت اصول و الفاظ سے باہمی اجناس و اقوام انسانی کا اتحاد و اختلاف نسل ظاہر ہوتا ہے -

یہ تمام علوم اپنے اندر نہایت دل آویز مباحث رکھتے ہیں ' جن پر کسی دوسری فرصت میں نقد و نظر کی جائیگی -

(۱) تکون نوع انسانی کے متعلق علماے علم الانسان کے دو گروہ ہیں ' اول : انسان مستقل اور بلا ارتقاے تدریجی موجودہ حالت پر مخلوق ہوا ' اسی کو ہم نے استقلال تکون کہا ہے ' دوم : انسان موجودہ مرتبۂ انسانیت تک بتدریج ' جمادی ' نباتی ' اور حیوانی ارتقاآت کے بعد پہونچا ہے ' اس دوسری راے کو ہم ارتقاے تکون کہتے ہیں -

وثائق و حقائق

ایوان شینوسو

انسان نے اپنی راحت کے لیے کیا کیا سامان کیے ' دشت سنعار میں ایک برج کی تعمیر شروع کی جس کا منارہ آسمان سے باتیں کر رہا تھا - صحراے صعید میں ایک سر به فلک ایوان کی بنیاد ڈالی جس کی رفعت و بلندی کے ذریعہ سے لعلی ابلغ الاسباب ' اسباب السمرات کی تحقیق کا حوصلہ پیدا ہوا تھا ' لیکن قدرت کے زبردست ہات کی ایک معمولی جنبش نے یہ سارے حوصلے خاک میں ملادیے - ساری عمارتیں نقش برآب کردیں ' اور ایسا نام و نشان مٹایا کہ اس آرزو کے لیے بھی کوئی سبیل نہیں رہ گئی کہ :

قف بالديار وحيي اربعا درسا
ونادها لعساها ان تجيب عسى

(عمارتوں کے سامنے کھڑے ہو' ڈھلے ہوئے کھنڈروں کو سلام کرو' اور انہیں پکارو' شاید وہ جواب دیں)

" الزہراء " کیا ہوا ؟
" الخلد " کہاں گیا ؟
" الحمراء " کس کے ماتم میں سوگوار ہے ؟ " لعاب مینار " کن کا مرثیہ پڑہ رہا ہے ؟ " المعة معلی " اور " تاج محل " کس منی ہوئی عظمت کو رو رہے ہیں ؟ ایسے ایسے ہولناک و مہیب انقلاب کے بعد کس کو وثوق ہے کہ موجودہ دنیا کی سب سے بڑی عمارت اور سب سے اچھی نزہت گاہ (ایوان شینوسو Chenouceux) اب تک قائم رہیگی ' اور زمانے کے ہاتھوں اس کا کیا حشر ہوگا ؟

سنه ۱۵۱۵ ع میں طامس بوہر (Thomas Böher) نے اس محل کی تعمیر شروع کی تھی ' عمارت ہنوز پوری بھی نہ ہوئی تھی کہ زندگی کے دن پورے ہوگئے' ارمان نکلنے بھی نہ پائے تھے کہ نومبر سنه ۱۵۲۳ ع میں جان نکل گئی - مرنے سے قبل محل کے ایک منارے پر اس نے یہ کتابہ لگادیا کہ " یہ عمارت اگر بن گئی تو میری یادگار ہوگی " انسان کی آرزوئیں بھی کیسی غرابت آمیز ہیں ؟ عمارت بن بھی گئی ' یادگار قائم بھی ہوگئی' مگر جسکی یادگار تھی آج اسکا کوئی نام بھی نہیں لیتا - محل کا ایک وسیع حصہ دریا میں ستونوں پر بنایا گیا ہے' جو منظر و موقع ہر حیثیت سے بدیع المثال ہے - ہر ایک دل و دماغ میں تفریح کے ولولے پیدا ہوتے ہیں ' لیکن جب آرزو بر آتی ہے تو قدرت یہ پیغام سناتی ہے کہ :

در بزم عیش یک دو قدح درکش و برو
یعنی طمع مدار وصال دوام را

تعمیر کے بے شمار مصارف نے طامس بوہر کو نہایت مقروض کر دیا تھا ' اس کے بیٹے نے اداے قرض کے لیے بادشاہ کو یہ محل دے دیا ' اور خود اس میں ایک دن بھی نہ رہنے پایا - بادشاہ فرانسس اول (Francis I) اس کو شکارگاہ کے طور پر استعمال کرتا تھا ' مگر تھوڑے ہی زمانے میں دست قضا نے اس سے بھی یہ عمارت چھین لی - اس کے بعد یہ محل بہت سے مشاہیر کے پاس رہا - بڑے بڑے دولتمندوں نے اسکو خریدا اور بیچ ڈالا ' بہت سے عظمت پسند ہات اس پر قابض ہوے ' اور پھر دست بردار ہوگئے - چار سو ۹۷ • برس ہوچکے ہیں ' لیکن اس طویل مدت میں کسی ایک شخص کو بھی کامیاب زندگی کا لطف یہاں حاصل نہوسکا - حال میں چاکو لیٹ کے ایک سوداگر ہنری میئر (Henri Menier) نے ۷۰ - ہزار - ۸۰۰ پونڈ (۱۰ - لاکھ ۹۲ - ہزار روپیہ) میں اسکو خریدا ہے ' دیکھیے اس کے پاس کب تک رہتا ہے ؟ پیغام آسمانی کے بہت سے حصے تو پورے ہوچکے ہیں ' دیکھنا ہے کہ اب آخری حصہ کس شکل میں پورا ہوتا ہے ؟ صدیوں سے اس پیغام عبرت کو ہم سنتے آئے ہیں ' مگر ایوان شینوسو کے حالات پڑھنے کے بعد بھی ایک لحظے کے لیے اس پر غور نہیں کرتے کہ :

أتبعون بكل ريع آية تعبثون ؟ ' تتخذون مصانع لعلكم تخلدون (۲۶ : ۷۲)

اولم نمكن لهم حرماً امنا يجبى اليه ثمرات كل شي رزقاً من لدنا ؟ ولكن اكثرهم لا يعلمون ' وكم اهلكنا من قرية بطرت معيشتها ' فتلك مساكنهم لم تسكن من بعدهم الا قليلا ' وكنا نحن الوارثين (۲۸ : ۵۰ و ۵۱)

کیا ہم نے ان کو حرم سراے امن میں جگہ نہیں دی جہاں ہر چیز کا ثمرہ کھنچا چلا آتا ہے ؟ ہمارے ہاں سے انکو رزق پہونچتا ہے ؟ لیکن اکثروں کو یہ بھی علم نہیں ' ہم نے کتنی آبادیاں تباہ کر ڈالیں جو وسائل عیش کے افراط سے وارفتہ ہوگئی تھیں ' یہ ان کے مکانات ہیں جو ان کے بعد شاذ و نادر موقعوں کے سوا آباد ہی نہیں ہوے' آخر ہم ہی وارث ٹھہرے -

مدنیت فرنگ

انسانوں کو تیل میں زندہ جلانا

پوٹومئو (Putumayo) کی رپورٹ

(مقتبس از انگلشمین - ۲ - جولائی - سنہ ۱۹۱۳ ع)

مظالم پوٹومئو کی تحقیق کے لیے جو کمیٹی منتخب ہوئی تھی، امید کے مطابق اُس کی رپورٹ بہت سخت الفاظ میں شائع ہوئی ہے -

کمپنی کے ڈائرکٹروں کے خلاف گو کوئی ایسی شہادت تو نہیں ملی جسمیں بہ علانیہ غلاموں کی تجارت کی ذیل میں خلاف قانون کام کرتے ہوے معلوم ہوے ہوں، تاہم اُن پر یہ الزام لگایا گیا ہے کہ انہوں نے بے انتہا غفلت کی - ایک جگہ کمیٹی نے لکھا ہے کہ " خواہ کتنا ہی ان وحشیانہ اور ظالمانہ کارروائیوں کے ہونے سے انکار کیا جاے مگر انڈینز (اصلی باشندگان جنوبی امریکہ) کو تیل میں جلانیکے واقعات کی کامل طور پر تصدیق ہوگئی ہے " -

کمیٹی نے مسٹر - هارڈنبرگ اور کپتان ویفن (Mr Hardenberg) (Capt. Whiffen) کے الزامات کو تسلیم نہیں کیا - موخرالذکر نے ڈائرکٹروں پر یہ الزام لگایا تھا کہ اُسنے دھمکی دے کر زبردستی روپیہ لیا ہے - کمیٹی نے لکھا ہے کہ " ڈائرکٹر بہت جلد اُن باتونکو قبول کر لیتے ہیں جو ان لوگونکی شہادت کے خلاف ہوں - انہوں نے مسٹر هارڈ نبرگ اور کپتان ویفن کی برات کے متعلق دریافت تک نہیں کیا " کمیٹی نے مظالم کے وجود اور اُس کے ثبوت کو قبول کرتے ہوے ڈاکٹر پاریڈز (Dr. Pardes) کے بیان کی - جو پیرو کی گورنمنٹ کے کمشنر ہیں - تصدیق کی کہ بے شک انہوں نے بہت سے ایسے واقعات کو ظاہر کیا ہے، جو پہلے ظاہر نہیں ہوے تھے -

کمیٹی نے انگریزی ڈائرکٹر سر راجر کیسمنٹ (Sir Rodger Casement) کے بیان سے جو اہم اکتشافات ظاہر ہوے تھے اُن پر کوئی سوال نہیں کیا سینر ارینا (Senor Arena) نے یہ مان لیا کہ مظالم کے واقعات ضرور صحیح ہیں اگرچہ کچھہ اس میں مبالغہ کی آمیزش ہے - بعض جگہ ممبران کمیٹی نے " عجیب و غریب قصہ " ان روایات کا نام رکھا ہے -

ایک کارٹون میں وہاں کی رعایا کے مصائب دکھانے گئے ہیں جسمیں اُن کو بید لگائے جارہے ہیں - جلایا جا رہا ہے اور انکو گولیاں ماری جاتی ہیں - مسٹر ریڈ (Mr. Read) اس واقعے کو ایک ڈائرکٹر کی قابل نفرت رپورٹ کہتے ہیں، مگر کمیٹی نے اسے بھی صحیح تسلیم کرلیا ہے، اور لکھا ہے کہ " جو بات کارٹون میں ظاہر کی گئی ہے اُس سے کہیں زیادہ مظالم وہاں ہوتے ہیں "

اس رپورٹ میں یہ بھی شائع ہوا ہے کہ " باوجود اس کے کہ وزارت خارجہ سے اُنکی خبرگیری کی ہدایت ہوچکی تھی پھر بھی اسکا کچھہ خیال نہیں کیا گیا، وہانکے کام پر ملازم رکھنے والے نہایت درجہ کے بدمعاش ہیں، قاتلونکا ایک غول ہے جو اپنی تفریح طبع کے واسطے وہانکے لوگونکو گولیوں سے مارتا ہے، یا انکو زندہ جلا دیتا ہے " مسٹر ریڈ نے باوجود کوشش اخفا کے یہ ظاہر کیا کہ " لیما میں انہوں نے انڈینز کو گولی سے نشانہ بنتے ہوے خود دیکھا ہے " کمیٹی نے اکثر الزامات ڈائرکٹروں پر عائد کیے ہیں، اور اس بات کو وثوق کے ساتھہ تسلیم کر لیا ہے کہ " تمام گرم ممالک میں یہ لوگ غلامونکی تجارت کرتے ہیں، قانون انسداد غلامی کو زیادہ سختی سے استعمال کرنا چاہیے اور اگر کوئی انگریز اس جرم کا مرتکب ہو تو اُسکو انگریزی حکومت سے سزا ملنی چاہیے "

لا تلقوا بایدیکم الی التهلکة

غلطیہاے مضامین مت پوچھہ، کہتے ہیں: انسان کو اپنے تئیں ہلاکت میں ڈالنا منع ہے، اصول کی صحت میں کلام نہیں، لیکن جو فروع نکالے جاتے ہیں خود اُن کی تفریع ہلاکت آفریں ہے - طبیعت میں استقلال ہے تو ہوا کرے، عزم و ثبات پر تیقن ہے تو ہونے دو، تم کوئی بڑا کام نہ کرو، مہمات امور میں کبھی اقدام نہ کرو -

ہندوستان پر حکومت کرنے کے لیے اگر انگلستان میں انگریزوں کو سول سروس کی تعلیم دلانے کی غرض سے ہر سال کچھہ کم ۱۶ - ہزار پونڈ (دو لاکھہ چالیس ہزار روپے) خزانۂ ہند کو ادا کرنے پڑتے ہیں، اور پھر ان سویلینوں سے ہندوستانیوں کی قسمت وابستہ ہوتی ہے، تو اُن کو رعایا کی عبادتگاہیں ڈھانے، خانقاہیں گرانے کے احکام نافذ کرانے میں بھی باک نہیں ہوتا، جب بھی کچھہ نہ کہو -

اگر پنجاب کی نہری آبادیوں میں رعایا کی ضروریات زندگی میں گورنمنٹ کی جانب سے کوئی مدد نہیں ملتی، اور مزارعین سے نہایت گراں شرح پر مالگذاری وصول کی جاتی ہے، تو اس شکایت کی تلافی کے لیے دیوان عام (ہاؤس آف کامنس) میں نائب وزیر ہند (مسٹر مانٹیگو) کا صرف یہ جواب کافی سمجھہ لینا چاہیے کہ " ایک سیاح نے ایک ہفتہ وار رسالے میں یہ واقعات شائع کیے ہیں، مگر دوسرے اشخاص نے جو حالات لکھے ہیں اُن سے یہ بیانات مختلف ہیں - اس لیے قابل تیقن نہیں کہے جاسکتے "

اگر ایک انگریز (جیمس ہنڈرسن) وکٹوریا جیوٹ مل کے ایک ہندوستانی مزدور پر حملہ کرکے اُسے ضرب شدید پہونچاتا ہے، وہ اسی صدمہ سے بیس دن کے اندر مرجاتا ہے، مقدمہ دائر ہوتا ہے، عدالت اس تعدی کو خطرناک قرار دیتی ہے، مگر مجرم پر صرف ایک سو روپیہ جرمانہ کافی سمجھتی ہے - پارلیمنٹ میں سوال ہوتا ہے، مسٹر اوگریڈی سفارش کرتے ہیں کہ " جیمس ہنڈرسن " کو ہندوستان سے ملک بدر کردینا چاہیے، اور عدالتوں کو تنبیہ کرنی چاہیے کہ اس قسم کے مقدمات میں ہندوستانیوں اور یوروپین لوگوں کے مابین فرق نہ کیا کریں، تو گورنمنٹ کی اس تشریح پر قانع ہوجاؤ کہ " ہنڈرسن نے قلی کو شراب کے نشے میں مارا تھا، اور وہ ہیضہ سے مرا تھا - وزیر ہند اس معاملہ میں کسی کارروائی کرنے پر آمادہ نہیں ہیں "

اگر جنوبی افریقہ کی پارلیمنٹ کے مظالم ہندوستانی مزدوروں پر بدستور قائم ہیں، اگر حکومت ہند کی یہ قرارداد بھی نافذ العمل نہو سکی کہ آیندہ سے جنوبی افریقہ کے لیے ہندوستان سے قلی نہ بھیجے جائیں، تو دیوان عام میں مسٹر ہارکورٹ کے اظہار تاسف سے اشک شوئی کرلو کہ گورنمنٹ کوئی چارۂ کار نہیں نکالتی نہ سہی اُس کو افسوس تو ہے -

اگر مدراس و سدرن مرہٹہ ریلوے کے ورکشاپ مدراس میں ریلوے کے ایک انگریز اہلکار نے تین ہندوستانیوں کو اس ہلہ میں محض اس لیے گولی ماردی کہ اس کے خیال میں " وحشی ہندوستانی اُس کی مہذب میم کو گالیاں دے رہے تھے " تو اس حادثے کو ادبیات اردو کے اس شاعرانہ تخیل کا ذریعۂ تکمیل سمجھو کہ:

کس نے یوں پیار کیا ؟ کس نے وفا کی ایسی ؟
کیوں کریں قتل کسی کو وہ ہمارے ہوتے ؟

اس قسم کے غیر معمولی حوادث طغیان و استبداد کو معمولی تحمل سے انگیز کرلیا کرو، ان پر آزردگی بے جا و بے محل ہے -

(لها بقية صالحة)

عالم اسلامی

الجزائر کے ایک مظلوم عرب کا خط

محکومیت کے نتایج

" یہاں کی حالت کیا پوچھتے ہو؟ یہاں رہنا انگاروں پر لوٹنا ہے - جب تک ہجرت کی اجازت تھی زندگی دو بھر نہ تھی کہ اس عذاب سے نجات کی کچھہ امید تو تھی ' مگر جب سے یہ آخری دروازۂ نجات بھی بند ہوگیا ہے ہر مخلص جزائری زیست سے بیزار ہے - کاش موت جلد آتی !

قوم پر تنگ گیری سخت سے سخت تر ' شہروں کی حالت بد سے بد تر ' کہاں سے الفاظ لاؤں کہ یہاں کی حالت تمہارے سامنے ممثل و مجسم ہوجائے -

تم نے جس حالت میں دیکھا تھا اُس سے اب یہاں کی حالت بالکل مختلف ہے - اور کیوں نہ ہو؟ جب کہ دولاب سیاست کی رفتار غیر معمولی ہو؟ موجودہ سیاست کا محور یہ ہے کہ " جزائری یا فرانسیسی بن جائیں یا مٹادیے جائیں " -

فرانسیسی بنے تو ذلیل ' مخمول کی قدر معلوم ' اسکے علاوہ پھر اسلام کہاں ؟ اگر فرانسیسی نہ بنے تو زد و کوب ' قید و بند ' تیغ و تفنگ ' دار و رسن !

دونوں صورتیں مہلک ' ہر مخلص جزائری کا دل فگار ' آنکھیں خونبار ' اور زبان موت کی خواستگار -

شیاطین الانس یعنی فرانسیسی جاسوس ھباء منثور کی طرح پھیلے ہوے ہیں ' اجتماع عام یا خاص ' کسی کام کے لیے ہو یا صرف لطف صحبت کے لیے ' وقت سرشام ہو یا آخر سحر ' غرض صحبت کسی قسم کی ہو ' کہیں ہو ' کسی وقت ہو ' وہ موجود ' اور اب تو صحبت و اجتماع کی بھی ضرورت نہیں ' خلوت میں بھی نازل !

حالت سخت ناگفتہ بہ ' اعتماد مفقود ' نہ بیٹے کو باپ پر بھروسا نہ باپ کو بیٹے پر ' بھائی بھائی کا تو کیا ذکر ' بہترین افراد قوم کے پاس ان ضمیر فروشوں کی آمد و رفت بکثرت ' اس آمد و رفت کا نتیجہ باغیانہ مساعی کی اطلاع سے لبریز رپورٹیں ' اور یہ رپورٹیں گو محض دفتر کذب و افترا ' مگر فرانس کے لیے وحی آسمانی ' رپورٹ کا اثر ؟ احکام قید ' اوامر جلاء وطن ' سزاے موت ' مرافعہ ؟ نہیں ' نظر ثانی ؟ اگر ہو بھی تو فائدہ ؟ قاضی (جج) تو فرانسیسی ہونگے -

مغرب اقصی پر فتن و حوادث کا ابر کثیف چھایا ہوا ہے ' آگ اور خون کی بارش ہو رہی ہے ' وطن و ملت کے پرستاران غیور سر بکف آرہے ہیں ' وادیاں اور میدان آباد ہو رہے ہیں ' گھر ویران ' گھرانے برباد ' ! عالم اسلامی سنتا ہوگا اور روتا ہوگا ' مگر ہم بدبخت اہل جزائر پر تو بجلیاں گر رہی ہیں -

یہ اسلیے نہیں کہ مغرب اقصی میں اسلام کی زندہ یادگاریں مٹائی جا رہی ہیں ' یہ مٹانا نہیں ہے بلکہ دوبارہ زندہ کرنا ہے ' توپ کی آگ اور تلوار کا پانی تو وہ بخار پیدا کرتا ہے جس سے تاج و تخت باختہ اقوام کی ہستی کی کل دوبارہ چلنے لگتی ہے -

بلکہ اسلیے کہ فرانس یہ علم بردار مدنیت ' یہ مطلع حریت ' یہ مدعی قطع سلاسل استعباد و استبداد ' سمجھتا ہے کہ ہم غلام ہیں اور وہ ہمارا آقا ' ہم مملوک ہیں اور وہ ہمارا مالک ' ہمارے جسم و جان اسکی قربانی کے لیے مخلوق ' اور ہمارا مال و دولت اسکے دست تصرف کے وقف !

یونان ' اطالیا ' مالطہ ' وغیرہ کے دریوزہ گر یہاں آتے ہیں ' فرانس کی جنسیت میں ' داخل ہوتے ہیں ' ان پر الطاف و عنایات کی بارش ہوتی ہے ' سیر حاصل زمین اور اعلی مناصب ان کو دیے جاتیں ' تہیدستی کے بعد دولتمندی ' بوریا نشینی مذلت کے بعد کرسی نشینی عزت ' غرور و نخوت لازمی ' گویا افریقی فرعون ! مسلمانوں کو زجر و توبیخ ' گیرودار ' سرزنش و پاداش ' قتل و سفک .... کیا کیا لکھوں ' کیا بات اٹھہ رہتی ہے ؟

مغاربہ اور فرانس سے الدار البیضاء میں جنگ ہوئی ' مغاربہ ہمارے کون ہیں ؟ ہمسایہ ' ہم وطن ' ہم مذہب ' پھر ان تمام امور سے قطع نظر وطن پرستان غیور ' علم برداران استقلال ' سرفروشان راہ حریت ' انکی خاک پا چشم انسانیت کے لیے کحل الجواہر ' انکا ہر قطرۂ خون لعل و گوہر سے زیادہ قیمتی ' انکا وجود افریقہ کے لیے باعث شرف و افتخار -

یہ پیکران شرف و انسانیت اور تیغ و توپ کا نشانہ ! وہ بھی مسلمان ہاتھوں سے ! ؟

فرانس نے حکم دیا کہ الجزائر کا ہر قبیلہ اپنے اپنے سپاہیوں کی مقررہ تعداد اپنے ہی قائد (سرلشکر) کے زیر کمان میدان جنگ بھیجے -

آمدنی کے تمام سرچشموں پر اغیار کا قبضہ ' گرانی شدید ' اہل ملک تہیدست ' فاقہ عالمگیر ' ہر جزائری ضعیف و نزار ' ان سب پر فرانسیسی عمال اور فرانسیسی جنسیت اختیار کرنے والوں کی جباریاں اور قہاریاں مستزاد ' مرگ زیست سے پسندیدہ تر ' ان حالات میں میدان جنگ جانے کا حکم ' امتثال حکم کے لیے تشویق و ترغیب ' تہدید و ترہیب ' اور بالآخر تنکیل و تعذیب ' فرانسیسی احکام پر عمل کیوں نہوتا ؟

ہر قبیلہ سے نکلی جماعتیں کارزار کو گئیں - خود مرے ' اپنے بھائیوں کو مارا اور اسلام کو دنیا کے سامنے شرمسار کیا !

مغرب اقصی میں وطن و حریت پرستی کی آگ پھر شعلے مار رہی ہے ' فرانس کی حقیقت معلوم ' یہ آگ اسکے دبائے دب چکی ' یہی ہوگا کہ الدار البیضاء کے تجربے سے فائدہ اٹھایا جائیگا - اہل الجزائر سے پھر کہا جائیگا کہ چلو اپنے بھائیوں کے سینوں پر گولیاں برساؤ جو عشق وطن کے حریم اور دولت توحید کے گنجینے ہیں ' چلو تاکہ فرانس تمہیں اپنے مصالح کی قربانگاہ پر چڑھالے اور اس جاں نثاری کے عوض میں اللہ ' اسکے رسول ' اسکے ملائکہ اور تمام عالم اسلامی کی لعنت دلوالے -

یہ ہے جسکی وجہ سے ہر عاقبت اندیش جزائری پر بجلیاں گر رہی ہیں -

خط طویل ہو گیا اس لیے ختم کرتا ہوں - مزید حالات سے پھر اطلاع دونگا -

میں معمولاً ہر نماز کے بعد دعا کرتا ہوں کہ خداے تعالی تمام عالم اسلامی کو مقہوریت کے علاوہ دنیا کی ہر قسم کی غلامیوں سے آزاد کرے - اور انکو آزاد مستقل اور خود مختار قوم بنادے - کاش تم بھی اور نہ صرف تم بلکہ تمام مسلمان میری طرح دعا کرتے ہوں "

الحریۃ فی الاسلام

نظام حکومت اسلامیہ

و امرھم شوری بینھم (۴۲ : ۳۶)

(۳)

دوسري بحث

مساوات حقوق و مال

یہاں تک اس بحث کا پہلا ٹکڑا تھا ' اب ہم دوسرے ٹکڑے پر نظر ڈالتے ہیں -

اسلام میں خلفا کو عزت و احترام دیني کے علاوہ حقوق انتظامي و مالي میں کوئي تفوق و ترجیح نہ تھي - تاریخ اسلام کا یہ ایک مشہور و مسلم واقعہ ہے ' اور اس کے ثبوت کیلیے تواتر عمل کافی ہے - تاہم سلسلۂ بیان کیلیے چند اشارات کیے جاتے ہیں -

انک لعلی خلق عظیم !!

گذشتہ صفحات میں ظاہر کیا جاچکا ہے کہ آنحضرت صلعم کا عام مسلمانوں کے ساتھہ طرز عمل کیسا تھا ؟ اور کس مساویانہ حیثیت سے وہ تمام مسلمانوں سے ملتے تھے ؟ سیرت نبوي کے بے شمار واقعات میں سے ایک واقعہ بھی ایسا نہیں جو اس مساوات سے مستثنی ہو - وہ ہمیشہ لوگوں میں اسقدر مل جل کر بیٹھتے تھے جیسے اوس مجلس کا ایک عام ممبر' اور ہمیشہ فرماتے : " خدایا میں غریب ہوں - مجھکو غریبوں میں زندہ رکھہ' اور غریبوں ھي کے زمرہ میں اٹھا " کھانیکے وقت آپ اسطرح بیٹھتے ' جسطرح ایک معمولي غلام ' اور پھر فرط انکسار سے فرماتے : " میں خدا کا غلام ہوں - اوسیطرح کھاتا ہوں جسطرح ایک غلام کھاتا ہے "

الله اکبر !

ادھر اللہ سے واصل ' ادھر مخلوق میں شامل !
مقام اس برزخ کبری میں تھا حرف مشدد کا !

خلیفۂ اسلام کے اختیارات

حضرت ابوبکر نے اول خلافت میں جو سب سے پہلي تقریر کي اوسکے بعض فقرے یہ ہیں :

ایہا الناس ! قد ولیت امرکم ولست بخیرکم - ایہا الناس انا متبع ولست بمبتدع ' فان احسنت فاعینونی' وان زغت فقوّمونی - (ابن سعد - ج ۳ ص ۱۲۹)

لوگو! میں تمہارا خلیفہ مقرر ہوا ہوں گو میں تم سے بہتر نہیں ہوں - لوگو! میں پیروی کرنے والا ہوں ' کوئی نئی بات کرنے والا نہیں ہوں - اگر میں ٹھیک کام کروں تو مجھے مدد دو ' اور اگر میں کج ہوجاؤں تو مجھے سیدھا کردو !

فتح شام کے بعد ایک مجلس شوری میں ایک مسئلہ کی نسبت جب اختلاف آرا ہوا ' تو حضرت عمر فاروق نے ایک طویل خطبہ دیا - اسکے چند الفاظ یہ ہیں :

انی واحد ... کاحدکم ولست ارید ان تتبعوا ھذا الذی ھوی - (کتاب الخراج قاضی ابو یوسف ص ۱۵)

کیونکہ میں بھی تم میں سے ایک کے برابر ہوں ... میرا منشا یہہ نہیں کہ میں جو چاھتا ہوں اوسکو تم بھی مان لو !

" کاحدکم " کے لفظ پر غور کرو ! آجکل اکثر موقعوں پر پریسیڈنٹ کی راے دو ووٹوں کے برابر ہوتی ہے ' یا اسکو حق ویٹو حاصل ہوتا ہے ' لیکن حضرت فاروق نے صاف کہدیا کہ گو میں خلیفۂ وقت ہوں' تاہم میری راے تمام اعضاء شوری کی طرح صرف ایک ووٹ ہی کا حکم رکھتی ہے - اس سے زائد نہیں -

اس سے پہلے حضرت ابوبکر نے فرمایا تھا " انا متبع ولست بمبتدع " یعنے اسلامی فرماں روا اس سے زیادہ کوئی درجہ نہیں رکھتا کہ وہ احکام کتاب و سنت کو ظاہر کرے اور انکے عمل درآمد کیلیے بمنزلہ ایک محتسب کے ہو - خود اسکو کوئی راے دینے کا حق نہیں -

کیا آج یورپ کی بہتر سے بہتر جمہوریت میں کوئی اسکی نظیر ملسکتی ہے ؟ فتدبروا وتفکروا یا اولی الالباب !

خلیفۂ وقت کے مصارف

شخصي حکمراني کا سب سے زیادہ ظالمانہ اور مکروہ منظر یہ ہے کہ قوم اور ملک کی دولت صرف ایک فرد واحد کے آرام و تعیش کا ذریعہ ہوتي ہے' اور جبکہ اللہ کے ہزاروں بندوں کو زندہ رہنے کیلیے بدتر سے بدتر غذا بھی میسر نہیں آتي ' تو وہ سونے کے تخت پر لعل و جواہر کے دانوں سے کھیلتا ہے !

پس جمہوریۂ صحیحہ کا ایک نہایت اہم رکن یہ ہونا چاہیے کہ حصول عز و جاہ اور خرچ مال و دولت کے لحاظ سے عام رعایا اور اور والي ملک کا درجہ ایک کردیا جاے ' اور کوئي ممتاز اور فوق العادۃ حق اسے حصول مال و تسلط خزینہ کا نہ دیا جاے -

اگر یہ سچ ہے تو دنیا کو رونا چاہیے کہ اب تک اسکي بدبختي ختم نہیں ہوئی - وہ حریت و مساوات کے نعرے جو نئے تمدن کي صدا کو ہمیشہ طوفاني رکھتے ہیں' افسوس کہ ابھي اصلیت و حقیقت کے حصول کے محتاج ہیں - انسانی آزادي کا وہ فرشتہ' جسکي نسبت کہا جاتا ہے کہ " انقلاب فرانس " کے پروں سے زمین پر اترا ' گو بہت حسین ہے ' مگر پورا کامیاب نہیں - آج بھی یورپ کو حریت کا سبق لینے کي ضرورت ہے - آج بھي وہ درس مساوات کا محتاج ہے - آج بھي اسے مضطرب ہونا چاہیے ' تاکہ نوع انساني کے احترام کے معمے کو حل کرے ' اور خدا کے یکساں اور ہم درجہ بندوں کو تفریق و امتداد دنیوی کي لعنت سے چھڑانے کي معرفت حاصل کرے -

یہ سب کچھہ آسے اسلام هي سکھا سکتا ہے - وہ کل کي تاریکي کي طرح آج کي روشني میں بهي اسکا محتاج ہے - کیونکہ " انساني مسئلہ " کے حل کي روشني صرف اسی کے پاس ہے ؟

یورپ کہتا ہے کہ مساوات اور حریت کا وہ معلم ہے - هم اسکو سچ مان لیتے هیں ' لیکن پهر یہ کیا ہے ' جو ابتک بادشاهوں کے سروں پر نظر آتا ہے ؟ یہ کس کي دولت ہے ' جو تاج شاهي کے هیروں میں دفن کي جاتي ہے ؟

وہ سر بفلک عمارتیں ' وہ عظیم الشان محل و ایوان ' وہ انساني ترقی کے بہتر سے بہتر وسائل تعیش ' اور ذرائع آرام و راحت جو آج بهی اسکے بادشاهوں اور پریسیڈنٹوں کیلیے لازمي سمجھے جاتے هیں ' کہاں سے آئے هیں ' اور کن کا خون ہے ' جسکے قطروں سے عظمت و کبریائي کي یہ چادر رنگی جاتي ہے ؟

اگر یورپ نے مساوات انساني کا راز پا لیا ہے ' تو پهر اب تک پادشاہ و رعیت کے حقوق و امتیازات میں یہ فرق کیوں ہے ؟

یورپ کی مساوات یہ ہے کہ پادشاہ کے هاتهہ سے مطلق العنانی کي باگ چهین لے ' مگر اسلام صرف اتنے هي کو کافی نہیں سمجھتا - بلکہ وہ اسکے سروں پر سے تاج ' اور آنکے نیچے سے تخت بهی کهینچ کر اولٹ دینا چاهتا ہے - کیونکہ وہ کسی انسان کو محض خلیفۂ وقت هونے کي بنا پر یہ حق دینا جائز نہیں رکھتا کہ لاکھوں انسانوں کے سر پر ٹوپیاں هوں ' مگر اس ایک کا سر هیروں اور موتیوں سے لیپا جاے !

مدینے کا وہ قدوس پادشاہ چٹائی پر سوتا تها ' اور اسکے جسم مبارک پر داغ پڑجاتے تهے - اسکے جانشین عین اس وقت ' جبکہ روم و عجم کے تخت اولٹنے کیلیے حکم دینے والے تهے ' پهٹے کملوں کو جسم پر رکھتے تهے ' اور پتوں کی جهونپڑي کے نیچے سوتے تهے !!

آج یورپ کے پادشاهوں کی آن تنخواهوں پر نظر ڈالو ' جو ملک کا خزانہ بے دریغ آن پر لٹا رہا ہے -

شاہ انگلستان کي تنخواہ

جیب خرچ	۱۱۰۰۰۰	پاونڈ ماهوار
ملازموں کی تنخواہ	۱۲۵۸۰۰	" "
گهر کا خرچ	۱۹۳۰۰۰	" "
محلات شاهی کی آرایش کیلیے	۲۰۰۰۰	" "
انعامات و خیرات کیلیے	۱۳۲۰۰	" "
متفرق اخراجات	۸۰۰	" "
میزان کل	۴۷۰۰۰۰	" "
بحساب روپیہ	۷۰۵۰۰۰۰	روپیہ "

اسمیں شاهزادہ ویلز کے ۳ - لاکهہ ' اور دیگر شاهزادوں کی رقوم شامل نہیں هیں - ۷۰ - لاکهہ - ۵۰ - هزار روپیہ صرف پادشاہ کي ذات خاص کیلیے ہے !!

شہنشاہ جرمني

مجموعی رقم ماهوار بحساب روپیہ ۹۰۰۰۰۰

بطور نمونے کے هم نے دو بڑے پادشاهوں کي تنخواهیں درج کردیں -

اب ذرا دیکھو کہ اسلام نے مسلمانوں کے پادشاہ کیلیے کیا تنخواہ رکھی ہے ؟ اور خود انکا مطالبہ اپنی تنخواہ کي نسبت کیا تها ؟

خلیفۂ اسلام کے مصارف

حضرت عمر نے ایک موقع پر خود هي اپنے مصارف بتلادیے :

أخبرکم بما یستحل لی منه حلتان : حلة | میں خود بتاتا هوں کہ بیت المال سے مجهے کتنا لینا جائز ہے ؟ دو جوڑے

ادبیات

اسلام کا نظـــام حکــومت

جب ولي عہد هوا تخت حکومت کا (یزید) * عامل یثرب و بطحا کو یہ پہنچے احکام :
" کہ ولي عہد کا بهي اب سے پڑھے نام ضرور * خطبہ پڑھتا ہے حریم نبوي میں جو امام "

* * *

وقت آیا تو چڑھا پایۂ ممبر پہ خطیب * اور کہا یہ کہ " یزید اب ہے ' امیر الاسلام
یہ نئي بات نہیں ہے ' کہ ابو بکر و عمر * جانشیں کرگئے ' جب موت کا پہنچا پیغام "

* * *

اٹھہ کے فرزند ابو بکر نے فوراً یہ کہا : * " سر بسر کذب ہے یہ ' اے خلف نسل لئام !
جھوٹ ہے یہ ' کہ ہے یہ سنت بو بکر و عمر * هاں مگر قیصر و کسری کي ہے یہ سنت عام
اپنے بیٹے کو بنایا تها خلیفہ کس نے ؟ * ایسی بدعت کا نہیں مذهب اسلام میں نام
یہ طریقہ متوارث ہے تو کفار میں ہے * ورنہ اسلام ہے اک مجلس شوری کا نظام
شان اسلام ہے شخصیت ذاتي سے بعید * شرع میں سلطنت خاص ہے ممنوع و حرام
اس سے بهي قطع نظر ' نسل عرب هیں هم لوگ * وہ کوئي اور هیں ' هوتے هیں جو شاهوں کے غلام " !!

(شبلي نعماني)

فی الشتاء و حلة فی القیظ، وما احج علیه واعتمر من الظهر۔ وقوتی وقوت اهلی کقوت رجل من قریش لیس باغناهم ولا بافقرهم۔ ثم انا بعد رجل من المسلمین یصیبنی ما اصابهم۔ (ابن سعد ج ۳ ص ۱۹۸)

کپڑے، ایک جاڑے کیلیے اور ایک گرمی کا۔ ایک سواری جسپر حج اور عمرہ ادا کروں، اور قریش کے ایک متوسط الحال آدمی کے اخراجات طعام کے برابر اپنے اور اپنے اہل و عیال کیلیے اخراجات طعام۔ اسکے بعد میں ایک ادنی مسلمان ہوں، جو آنکا حال ہے وہی میرا حال ہے۔

حضرت معاذ کی تصریح اور خلافت اسلامی کی اصلی تصویر

معاذ بن جبل ایک بڑے پایہ کے صحابی ہیں۔ روم کے دربار میں سفیر بن کرگئے تھے۔ رومی سردار نے قیصر کے جاہ و جلال اور اعزاز و اختیارات سے اونکو مرعوب کرنا چاہا۔ یہاں مسلمانوں پر دوسرا ہی رنگ چھایا ہوا تھا۔ جنکے دلوں میں جلال خداوندی کا نشیمن ہو، انکی نظروں میں اس طلسم زخارف دنیوی کی کیا وقعت ہوسکتی ہے؟ حضرت معاذ نے امیر عرب کے اختیارات کی جن الفاظ میں تصویر کھینچی، وہ حسب ذیل ہے:

وامیرنا رجل منا، ان عمل فینا بکتاب دیننا وسنة نبینا قررناه علینا وان عمل بغیر ذلک عزلناه عنا وان هو سرق قطعنا یده، وان زنا جلدناه، وان شتم رجلا منا شتمه بما شتمه، وان جرحه اقاده من نفسه، ولا یحتجب منا، ولا یتکبر علینا، ولایستاثر علینا فی فیئنا الذی افاءه الله علینا، وهو کرجل منا۔ (فتوح الشام ازدی۔ ص ۱۰۵ کلکته)

ہمارا خلیفہ ہم میں کا ایک فرد ہے، اگر ہمارے مذہب کی کتاب اور ہمارے پیغمبر کے طریقہ کی پیروی کرے تو ہم اوسکو اپنا خلیفہ باقی رکھیں، ورنہ اوسکو معزول کردیں اگر وہ سرقہ کرے تو اوسکے ہاتھ کاٹ ڈالیں، اگر زنا کرے تو اوسکو سنگسار کردیں، اگر وہ ہم میں سے کسیکو گالی دے تو وہ بھی برابر کی گالی دے۔ اگر وہ کسیکو زخمی کرے تو اسکا بدلہ دینا پڑے، وہ ہم سے چھپکر قصر و ایوان میں نہیں بیٹھتا، وہ ہم سے غرور و تکبر نہیں کرتا، وہ تقسیم غنیمت میں اپنے کو ہم پر ترجیح نہیں دیتا، وہ ہم میں ایک معمولی آدمی کا رتبہ رکھتا ہے، اور بس"

ان الفاظ کو غور سے پڑھو۔ کیا اس سے واضح تر، اس سے روشن تر، اس سے صحیح تر، اس سے موثر تر الفاظ میں جمہوریت کی حقیقت ظاہر کی جاسکتی ہے؟ کیا حکومت عام کی اس سے بہتر نوعیت ہوسکتی ہے؟ کیا مساوات نوعی اور عدم تفوق و ترجیح افراد کی اس سے بہتر مثال تاریخ عالم پیش کرسکتی ہے؟ اللہ بنی امیہ سے انصاف کرے، جنھوں نے اسلام کی اس مقدس تصریح مساوات کو اپنے کثافت اغراض و نفس سے ملوث کردیا اور اسکی بڑھتی ہوئی قوتیں عین دور عروج میں پامال مفاسد و استبداد ہوکر رہگئیں! ضلوا فاضلوا، فویل لهم ولا تباعهم!

اللہ اللہ! آج دنیا کی ایک وہ قومیں ہیں، جنکے پاس کچھہ نہ تھا پر آج انھوں نے حاصل کیا، اور ایک ہم ہیں کہ خزا نے کے خزانے لیکر آئے تھے، مگر آج سوائے ذکر عیش کے خود عیش کا کہیں وجود نہیں!!

آئینہ رگذشتہ تمناۓ حسرت ست
یک کاشکے بودکہ بصد جا نوشتہ ایم

شرک فی الصفات

کلمات تعظیم و تبجیل کے عجیب و غریب القاب ہیں، جو ملوک و سلاطین عالم کے ناموں کے پیچھے نظر آتے ہیں، اور جنکے بغیر ذات شاہانہ کیطرف اشارہ کرنا بھی سوء ادب کی اخیر حد ہے، مگر مرقع خلافت اسلامیہ میں اونکی مثال ڈھونڈھنا بیکار ہوگا۔ ایک ادنی مسلمان آتا ہے، اور یا "ابا بکر" اور یا "عمر" کہکر پکارتا ہے اور وہ خوشی سے جواب دیتے ہیں۔ زیادہ سے زیادہ جو الفاظ تعظیمی استعمال ہوسکتے ہیں، وہ "خلیفہ رسول اللہ" اور "امیر المومنین" ہیں، اور جو مدح نہیں بلکہ واقعہ ہے۔ امرا و حکام ملک بھی انہیں الفاظ سے خلفا کو خطاب کرتے تھے۔

خود آنحضرت (صلعم) کی بھی یہی حالت تھی۔ آپ اپنی نسبت لفظ آقا (سید) تک سننا پسند نہیں فرماتے تھے۔ ایک معمولی بدوی آتا تھا اور "یا محمد" کہکر خطاب کرتا تھا۔ ایک بار ایک بدوی حاضر ہوا، اور ڈرتا ہوا خدمت نبوی میں آگے بڑھا۔ آپ نے فرمایا:

"تم مجھسے ڈرتے ہو؟ میں اوس ماں کا بیٹا ہوں جو قدید (ایک معمولی عربی کھانا) کھاتی تھی (یعنی ایک معمولی عورت کا بیٹا ہوں)"

سبحان اللہ!

چہ عظمت دادۂ یا رب بخلق آں عظیم الشان
کہ "انی عبدہ" گوید بجاۓ قول "سبحانی"

ایک صحابی نے اپنے بیٹے کو خدمت نبوی میں بھیجنا چاہا۔ اوسنے باپ سے پوچھا کہ اگر حضور اندر تشریف فرما ہوں تو میں کیونکر آواز دونگا؟ باپ نے کہا:

"جان پدر! کاشانۂ نبوت دربار قیصر و کسری نہیں ہے۔ حضور کی ذات تجبر و تکبر سے بلند ہے آپ اپنے جاں نثاروں سے توقع نہیں کرتے"!

اللہم صل علی افضل الرسل واکملهم محمد، وعلی افضل المسلمین، واکملهم آله الابرار، و اصحابه الاخیار۔

ماضی و حال

یہ حالت تو تاریخ اسلام کی افضل ترین ہستی سے لیکر اسکے خلفا و جانشین تک کی تھی، لیکن اسکے مقابلے میں آج پادشاہوں اور ریاستوں کو چھوڑ کر، صرف اپنی قوم کے اُن لوگوں کو دیکھو، جنکے پاس جائداد کا کوئی حصہ یا چاندی سونے کے کچھہ سکے جمع ہوگئے ہیں۔ ان میں بہت سے لوگ دولت کو تمام فضیلتوں کا منبع قرار دیتے ہیں، اور اسلیے لیڈری اور پیشوائی کے بھی مدعی ہیں۔ ان میں بہت سے فراعنہ اور نمارده تم کو ایسے ملیں گے، جنکا نام اگر ان خطابوں سے الگ کرکے زبان سے نکالا جاۓ، جو انکے شیطانی خبث غرور نے گھڑلیے ہیں، یا حکومت کی خوشامد و غلامی کا اصطباغ لیکر حاصل کیے ہیں، تو انکے چہرے مارے غیظ و غضب کے درندوں کی طرح خونخوار ہوجاتے ہیں، اور چارپایوں کی طرح ہیجان غصہ و غلظت کو روک نہیں سکتے۔

رسول خدا اور انکے جانشین اپنے تئیں محض ایک متبع کتاب و سنت سمجھتے تھے، اور ایک معمولی باشندۂ مدینہ کے برابر قرار دیتے تھے۔ وہ پکار پکار کہتے تھے کہ میں اسی وقت تک تمہارا امیر ہوں، جب تک حق و شریعت کے مطابق چلوں، اور اگر میں کجروی اختیار کروں تو تم مجکو سیدھا کردو۔ پھر آجکل کے ان بدترین نسل فراعنہ سے کوئی نہیں پوچھتا کہ یہ کیا تمرد اور کیا

نمرودیت ہے ؟ اگر انکو خود اپنے لیے اسلام عزیز نہیں تو کیا اپنی قوم کے اسلام کو بھی کفر سے بدلدینا چاہتے ہیں ؟

کیا وہ بھول گئے کہ انکے مخاطب وہ لوگ ہیں ' جنہوں نے خلفاء رسول کو انکے ناموں سے پکارا ' انکو بات بات پر ٹوکا ' ان پر سختی سے اعتراض کیے ' انکو خطبہ دیتے ہوے روکدیا - اور اس رسول کی امت ہیں ' جس نے ایک موقعہ پر اپنے جاں نثاروں کو اپنی تعظیم کیلیے بھی کھڑے ہونے سے روکدیا تھا ' اور فرمایا تھا " کہ لا تقوموا کا لاعاجم ؟ " یعنے عجم کے تاج پرستوں کی طرح میری تعظیم نہ کرو کہ اسلام کی توحید اس سے مبرا ہے ؟ پھر کیا ہے جس نے انکے نفس کو مغرور کردیا ہے ' اور وہ کونسا ورثۂ عظمت و جلال ہے ' جو تکبر و غرور کی طرح ' انکو اپنے مورث اعلی فرعون و نمرود سے ملا ہے ؟ اگر دولت کا گھمنڈ ہے تو مجھے اس میں شک ہے کہ انکے پاس جہل کی طرح دولت بھی کثیر ہے - اگر اپنے ان پرستاروں اور مصاحبوں کا انہیں غرور ہے ' جو غلامی اور دولت پرستی کی غلاظت کے کیڑے ہیں ' تو میں یہ باور کرنے کیلیے کوئی وجہ نہیں پاتا کہ وہ دنیا کی مغرور و مستبد پادشاہتوں سے بھی بڑھکر اپنے غلاموں اور پرستاروں کا حلقہ اپنے ارد گرد رکھتے ہیں - بہرحال خواہ کچھہ ہو ' مگر میری آواز کا ہر سامع انہیں انکی قوت اور ناکامی کا پیام پہنچادے - اب انکی تباہی و بربادی کا آخری وقت آگیا - وہ دنیا جس نے بحر احمر میں فرعون اور اسکے ساتھیوں کو غرق ہوتے دیکھا تھا ' اور جو اس طرح کے ان گنت تماشے ہزاروں دیکھہ چکی ہے ' وقت آگیا ہے کہ ہندوستان کے اندر ' بحر حریت و صداقت میں جسکی موجیں نہ صرف نام ہی میں بلکہ حقیقت میں احمر ہونگی ' ان مغرور اور متمرد لیڈروں کے غرق ہونے کا بھی تماشہ دیکھہ لے :

اذا جاء موسی و القی العصا
فقد بطل السحر و الساحر !

و استکبر ہو و جنودہ فی الارض بغیر الحق ' و ظنوا انہم الینا لا یرجعون - فاخذناہ و جنودہ ' فنبذناہم فی الیم ' فانظر کیف کان عاقبۃ الظالمین ؟ و جعلناہم ایمۃ یدعون الی النار ' و یوم القیامۃ لا ینصرون (۲۸ : ۴۲)

" اور فرعون اور اسکے لشکر نے زمین پر ظلم و استبداد کے ساتھہ بہت گھمنڈ کیا ' اور وہ نادان سمجھے کہ مرنے کے بعد گویا انہیں ہمارے طرف لوٹنا ہی نہیں ہے !

پس ہم نے فرعون اور اسکے لشکر کو بالآخر اپنے دست قدرت سے پکڑ لیا ' اور سمندر کی موجوں میں پھینکدیا ' پھر دیکھو کہ حق سے منحرف ہونے والوں کا کیسا برا انجام ہوتا ہے ؟

ہم نے فرعونوں کو انسانوں کی پیشوائی اور لیڈری تو دی تھی ' مگر وہ ایسے لیڈر تھے ' جو ہدایت اور رہنمائی کی جگہ ' قوم کو دوزخ کی طرف بلاتے تھے - قیامت کے دن انکی پیشوائی کی حقیقت معلوم ہو جائیگی ' جبکہ کوئی انکا مددگار اور حامی نہوگا !! "

مسئلۂ شرقیہ

(۳)

بلقان لیگ

(مقتبس از لنڈن ٹائمز : ۲۰ - جون - ۱۹۱۳ ع)

بلغاریا اور یونان کے نتائج اتحاد کے لکھنے میں سلسلہ واقعات کو ملحوظ رکھنا ضروری ہے -

اگرچہ سرویا کے ساتھہ معاہدہ ہونے سے بہت پیشتر یونان نے ابتدائی معاہدہ میں بلغاریا سے یہ امر طے کرلیا تھا کہ ترکوں پر ایک ساتھہ ملکر حملہ کیا جائیگا مگر باقی معاہدہ اول سرویا اور بلغاریا کا ہوا اور بلغار و یونان کا بعد میں ہوا ہے ' شاہ فرڈیننڈ اور ایم گوشاف بلغاری رہبر نے (جو اس معاہدہ کا بانی تھا) اس بات کو خوب سمجھہ لیا تھا کہ سرویا سے معاہدہ کرنے سے قبل کسی دوسری ریاست کو بھی شریک کرنا پڑیگا - سرویا کے مقاصد ان سے کچھہ جداگانہ تھے ' مگر بلغاری مدبروں نے اس بات کی کوشش کی کہ سب کے مقاصد کو ایک کردیں اور اسطرح یورپ کو ترکوں کی سلطنت سے پاک کردینے میں کامیاب ہوں -

بیشتر سرویوں کی راے میں آسٹریا کی (جس کے ماتحت سربی رعایا کی سب سے زیادہ تعداد ہے) طبعی دشمنی ہمیشہ قائم رہیگی - ترکوں کی حکومت میں سربی عنصر اور بھی کم تھا - اور اگرچہ قومیہ عداوت و غیظ و عصب کا جوش اور غصہ البانیوں کے جانب سے سقوطری اور قدیم سرویا میں باقاعدہ کارروائیوں کے ذریعہ سے بڑھایا گیا تھا مگر ترکی سے دشمنی کا ایک دوسرا پہلو اختیار کیا گیا - بعض وقت ترکوں سے آسٹریا کے خلاف امداد طلب کی گئی ' اور اسکی تجویزیں سنہ ۱۹۰۸ ع میں قسطنطنیہ میں ظاہر کی گئیں -

بلغاریہ اور روس کے مابین ابتدائی زمانۂ رفع نزاع یعنے سنہ ۱۸۹۵ ع سے اس بات کی برابر کوشش ہو رہی تھی کہ سرویہ اور بلغاری حکومتوں میں ایک معاہدہ ہو ' یہ تجویز روس کی سجھائی ہوئی تھی - سرویا اور روس کے مقاصد ملتے ہوے تھے - انکو یہ امید تھی کہ قوم سلاو (صقالبہ یا سلاف) جو بلقان میں رہتی ہے اس میں اتحاد و اتفاق پیدا کرکے آسٹریا کی پالیسی کو بلقان میں روکے - اسکو سالونیکا میں بڑھنے نہ دے ' اور آخر میں سربی قوم کے تمام منتشر فرقے ایک ہو جائیں -

بلغاریا کا پروگرام کچھہ اور ہی تھا - اگرچہ اسکو بھی آسٹریا کے سالونیکا میں بڑھنے کا اندیشہ تھا مگر اسکے اصلی دشمن ترک تھے - اس قوم کے ہمدردی مقدونیہ کے باشندوں سے وابستہ تھی ' جسکا مقصد یہ تھا کہ مقدونیہ کو کسیطرح آزاد کرالے - معاہدۂ سان اسطفان (San Stepshano) کے رو سے جو حد بندی بلحاظ اقوام کی گئی تھی اسمیں مقدونیہ کے الحاق سے بلغاریا نے بالکل انکار کردیا تھا ' بلغاریا

کا یہ منشا تھا کہ مقدونیہ کو خود مختار حکومت دلاے ، اس ارادہ میں سرویا اور یونان بھی شریک ہوگئے -

بے شبہ خود مختار حکومت کی تجویز اس بنا پر تھی کہ مقدونیہ کبھی نہ کبھی روز اپنے آپ کو بلغاریا کے ساتھہ ملحق کرلیگی - سرویا اور یونان بھی اس تخیل سے واقف ہوگئے تھے ، انھوں نے اپنے پیش نظر علاقوں کی تقسیم اور حد بندی کے مسئلہ کو صاف کر لینا چاہا - معاملات نے سروی اور بلغاری مقاصد کو پورا کردیا - اور بلغاریا کو اب مغربی مقدونیہ کے کھونے کا اندیشہ ہوگیا -

ایم - ہارٹوگ (M. Hartwig) روسی سفیر متعینہ بلغراد اواخر سنہ ۱۹۰۹ ع میں پہونچا - آسنے آتے ہی یہ کوشش کی کہ تینوں سلافی ریاستوں میں اتحاد ہو جاے ، اس معاملہ کا ہنوز کوئی تصفیہ نہیں ہوا تھا کہ ستمبر سنہ ۱۹۱۰ ع میں اطالیہ سے ترکوں کی جنگ شروع ہوگئی -

ایم - ملوانووچ (M. Milvonovitch) نے سروی اور بلغاری اتحاد کی کوشش کی چنانچہ ۱۳ - مارچ سنہ ۱۹۱۲ ع کو یہ اتحاد قائم ہوگیا -

جو امور یونان سے طے ہو چکے تھے یہ معاہدہ اسی کے مطابق تھا ، اس اتحاد میں یہ شرط بھی تھی کہ صرف مدافعانہ جنگ میں شریک ہونگے ، اور ترکوں پر خود حملہ کبھی نہیں کرینگے - مگر ان اقوام کے جائز حقوق (جنکے وہ مستحق ہیں) ترکی سے طلب کرنے میں ایک دوسرے کو مدد دینگے -

عہد نامہ میں ایک عجیب بات یہ بھی تھی کہ اگر ترکوں سے کوئی لڑائی ہو اور اسمیں معاہدین کامیاب ہوں تو اسوقت ملک کی تقسیم کس طرح ہوگی ؟ اسکی پوری تفصیل مذکور تھی - یہ شرائط معلوم ہوتا ہے کہ ایم پاشیچ (M. Pashich) نے بڑھائے تھے ، کیونکہ وہ بلغاریا کی فوجی طاقت کو جانتا تھا ، اور ایسی صورت میں وہ سرویا کے حقوق اور اسکے حصہ ملک کو اول ہی سے طے کر لینا چاہتا تھا -

اس امر کی بھی کوشش کی گئی کہ سرویا کی تجویز مقاسمہ اور بلغاریا کی تجویز آزاد مقدونیا کو منطبق کرلیں ، بات یوں طے ہوئی کہ :

(۱) سلسلہ شار کے عقب کا کل ملک یعنے قدیم سرویا ، اور نوی بازار سرویا کے لیے مخصوص ہوگا

(۲) رہوڈوپ اور دریاے اسٹرومیا کا جنوبی و مشرقی حصہ ملک بلغاریا کو ملیگا -

(۳) اسکے بیچ کا ملک مقدونیہ کی خود مختار حکومت میں شامل ہوگا -

(۴) اگر مقدونیہ خود مختار ہوسکے تو کوستندل سے ذرا شمال مغرب کے پرے جہاں سروی ، بلغاری اور ترکی سرحدیں ملتی ہیں وہاں سے ایک خط جھیل اچرڈا (Ochrida) کے آخری شمالی حصہ تک کھینچا جائے - اسمیں کراتوو ، ویلیس ، مناستر ، اور اچرڈا بلغاریا کو مل جائے ، اور اس خط کے شمال اور سلسلہ شار کے جنوب میں جو اضلاع کازاس ، کمانورہ ، اسکوب ، کرشیور (قرشی) اور قبرا واقع ہیں اُن کا تصفیہ زار روس کے فیصلہ پر چھوڑ دیا جاے -

---

ترجمہ اردو تفسیر کبیر

جسکی نصف قیمت اعانۂ مہاجرین عثمانیہ میں شامل کی جائیگی - قیمت حصۂ اول ۲ - روپیہ - ادارۂ الہلال سے طلب کیجیے -

---

انگلستان ترکی اور ہندوستان

(امریکہ کے ایک مشہور اخبار کا اقتباس)

جنگ بلقان کے اہم نتائج ، وزارت خارجیۂ برطانیہ کے طرز عمل ، اور سر ایڈورڈ گرے کی دو طرفہ کارروائیوں سے ایک نتیجہ یہ بھی نکلا ہے کہ توقع کے خلاف ترکوں اور ہندوستان کے مسلمانوں نے اپنی پالیسی تبدیل کردی - اس تبدیلی کی ابتدا مسلمانان ہند کی طرف سے اُس وقت دیکھی گئی جب گذشتہ سال شمالی ایران میں روس کے مظالم کی داستان خونیں کا عام ہوا ، اور یہ بھی معلوم ہو گیا کہ یہ بربادیاں باد شمال کے ساتھہ باد جنوب کی شرکت سے ہوئی ہیں ، اس الزام سے براءت کسیطرح ممکن نہیں تھی ، کیونکہ یہ معاملات کچھہ تعصب پر مبنی نہ تھے - نہ انمیں مبالغہ کی آمیزش کی گئی تھی ، ہر شخص نے فوٹو کے ذریعہ سے یہ خونیں داستانیں اچھی طرح دیکھہ لیں -

ایران کے شہداے ملک و ملت کو جنھوں نے انگریزی روسی معاہدہ کے خلاف اپنے ملک کی حفاظت کرنی چاہی تھی پھانسی دی گئی ، فوٹو میں صاف نظر آرہا ہے کہ شہیدان وطن کو ایک ہی درخت میں لٹکا یا گیا ہے ، اُس کے چاروں طرف روسی افسر اور ملت فروش محمد علی مرزا کے ساتھی کھڑے ہیں - جاں نثاران قوم و ملت کے سر نیچے کی طرف لٹک رہے ہیں - بعض کی کھال بھیڑ بکریوں کی طرح اُدھیڑ دی گئی ہے ، اور بعض کو ناقابل بیان طریقوں سے تکلیف دے دیکر واصل بحق کیا گیا ہے - یہ تصویریں لاکھوں کی تعداد میں تمام ایشیا اور افریقہ میں تقسیم ہوئی ہیں - اور گورنمنٹ برطانیہ کی رعایا نے دونوں براعظموں میں ان مناظر خونیں کو دیکھا ہے -

جنگ بلقان شروع ہوئی ، انگریزی اور روسی حکومتوں کی شرکت ترکوں کے خلاف صاف طور پر معلوم ہوگئی اور لوگ جان گئے کہ ترکوں کے ساتھہ بھی وہی ہونیوالا ہے جو ایران کے ساتھہ ہوچکا ، تو مسلمانان ہند کے جذبات میں تحریک ہوئی ، اور انھوں نے اپنے روحانی و مذہبی پیشوا سلطان روم اور اپنے ہم مذہب بھائیوں کے ساتھہ ہمدردی ظاہر کی - یہ ہمدردی چندہ کی صورت میں تھی ، جس میں بہت سے ہندوؤں نے بھی حصہ لیا ، اور ایک طبی وفد ترکوں کی امداد اور مجروحین جنگ کے علاج کے واسطے بھیجا - ہندوستانی اخبارات وہ خطوط شائع کررہے ہیں جو ممبران وفد نے ہندوستان میں اپنے دوستوں کو لکھے ہیں - ان میں اکثر نہایت دلچسپ حالات ہیں ، مثلا گیلیپولی ، شتالجا کے افواج کی نقل و حرکت ، دردانیال پر ترکوں اور یونانیوں کی لڑائی - ان لوگوں کا مارچ اور فروری کے موسموں میں شدائد برداشت کرنے ، خصوصاً انور بے و رؤف بے کمانڈر حمیدیہ وغیرہ افسران و سپاہیان شتالجا کے حالات ، وغیرہ ذلک ، یہ حالات نہایت دلچسپی سے پڑھے جاتے ہیں -

جب یہ واقعات قسطنطنیہ کے گرد وپیش میں ہو رہے تھے ، اُنہیں دنوں افریقہ کے مسلمانوں میں بھی ایک بے چینی پیدا ہورہی تھی - کیونکہ روس اور انگلستان کے جو سلوک ترکوں اور ایرانیوں کے ساتھہ ہو رہے تھے اُس سے وسط شمال افریقہ کے (جسے شمالی نائجیریا کہتے ہیں) لاکھوں مسلمان مخلوق میں ایک عام اضطراب پیدا ہو رہا تھا - یہ سخت بے چینی اسقدر شدید ہوگئی کہ حکومت برطانیہ کو ہانگ کانگ سے سر فریڈرک لوگارڈ (Sir Fredrick Lugard) سابق گورنر نائیجیریا کو مجبوراً بلانا پڑا - اُسے یہانکی عام رعایا زیادہ مانوس تھی ، انکے ذریعہ سے اس بات کی کوشش کی گئی کہ یہانکے باشندوں کو

ٹرکی کے متعلق گورنمنٹ انگلستان کی پالیسی کا اطمینان دلادیں ' اس قسم کی ملاقاتوں کے حال ' جو سر فریڈرک نے وہاں کے اکثر امیروں اور سرداروں سے کی ہیں لنڈن کے اخبار افریقن ورلڈ (African World) میں شائع ہوے ہیں ' جسمیں وہ لکھتے ہیں کہ " میں نے وزیر سقوطو ' بورنو کے (Sheho) اور کانو ' عاندو (گواندو) کا تسینا - زاریہ ' بدہ اور بولا کے امیروں سے گفتگو کی - سقوطو اور عاندو کے وزرا و امرا سے میں نے جنگ بلقان اور طرابلس کی لڑائی کے متعلق باتیں کیں اور اُن سے کہا کہ انگریزوں کا اسمیں سواے علم کرانے والے کے اور زیادہ حصہ نہیں ہے -

اُن سے یہ بھی کہا کہ وہ اُن لوگوں سے ہوشیار رہیں جو جھوٹی خبریں پھیلانے کی غرض سے یہاں بھیجے گاے ہیں "

سر فریڈرک اس تقریر کا تذکرہ کرکے بیان کرتے ہیں کہ " میں نے درحقیقت وہ بات بیان کی جسکو میں دل میں خوب جانتا تھا کہ یہ بالکل جھوٹ ہے - نسبةً یہ بات بالکل بے حقیقت تھی ' کیونکہ ایسا نہ کہنے سے اُس گروہ کے مطالب فوت ہورہے تھے جو لنڈن میں اسوقت حل و عقد کا مالک ہے " -

بقول ایک افریقی اخبار کے انھوں نے اپنے ضمیر کے خلاف جو ذلیل کام (جھوٹ) کیا تھا وہ اس روش سے معلوم ہوتا ہے کہ جب وہ لاعوس (Lagos) سے چلنے لگے تو اُنھوں نے اس بات کی کوشش کی کہ بغیر باضابطہ رخصت ہوے روانہ ہوجائیں ' معلوم ہوتا ہے کہ اُنکو یہ امر معلوم ہوگیا تھا کہ یہانکے سردار اور امیر انگلستان کی اصلی کارروائیوں کو جو بلقان کی لڑائی میں کی گئی ہیں خوب جانتے ہیں - اس کا پہلے انکو خیال بھی نہ تھا - یہاں کے بیشتر امیر اور سردار شیخ سنوسی کے اکثر سر برآوردہ پیرووں سے ملتے رہتے تھے ' اور بلاواسطہ ملاقات کا سلسلہ جاری تھا - زیادہ با خبر ہونیکی وجہ یہ تھی کہ شیخ نے سوڈان سے ایک مشن شروع سال میں قسطنطنیہ بھیجا تھا ' اسطرح سے تمام اُنکے ہم مذہب لوگوں کی عام کارروائیاں انکو معلوم ہوتی رہتی تھیں -

واقعات کی یہی رفتار تھی جس نے اسطرح برطانیہ کی محکوم رعایا ۷ - کرور مسلمانان ہند اور ۲ - کرور مسلمانان افریقہ کے خیالات اور جذبات متحد کردیے - مشرق قریب کی انگریزی پالیسی کو یہ تعداد ایک حد تک متاثر کرسکتی ہے ' اور اس امر میں کسی چیز سے اتنی مدد نہیں مل سکیگی جتنی صحراے سیاست کے علم سے ملیگی کہ جنگ بلقان میں برطانیہ نے کیا کارروائی کی ؟

الهلال کی ایجنسی

ہندوستان کے تمام اردو ' بنگلہ ' گجراتی ' اور مرہٹی ہفتہ وار رسالوں میں الهلال پہلا رسالہ ہے ' جو باوجود ہفتہ وار ہونے کے ' روزانہ اخبارات کی طرح بکثرت متفرق فروخت ہوتا ہے - اگر آپ ایک عمدہ اور کامیاب تجارت کے متلاشی ہیں تو اپنے شہر کے لیے اسکے ایجنٹ بن جائیں -

مسئلۂ ازدواج بیوگان

از جناب سید حسن مثنی صاحب رضوی - امروہہ

جس قوم پر ادبار و تنزل کی گھنگھور گھٹائیں چھائی ہوتی ہیں ' اور جو قعر مذلت کے اسفل سافلین اور انحطاط کے ورطۂ عمیق میں پہنچ چکتی ہے ' اوس میں خال خال ایسے افراد بھی پائے جاتے ہیں ' جنکو اپنی حالت پر ترس آتا ہے ' اور اون مصائب و حوادث کے گرداب سے نکلنا چاہتے ہیں - لیکن با ایں ہمہ وہ گمراہی سے نکلنے کی سعی کے بعد بھی گمراہی ہی میں رہتے ہیں - انکو جو سوجھتی ہے وہ الٹی ' انکے پانوں میں اسیر تعبد کی بیڑیاں ' ہاتھوں میں استبداد و ذلت کی ہتھکڑیاں ' گلے میں غلامی کا طوق پڑا ہوتا ہے - وہ انکو توڑنا چاہتے ہیں ' مگر اس طریقہ سے بجاے توڑنے کے اور مضبوطی سے انکے ہاتھ پانوں اور گلے کو جکڑ لیتی ہیں -

یہی حالت ہماری قوم کی ہے - الهلال مطبوعہ ۴ - جون میں ایک مضمون متعلق " ترویج عقد بیوگان " شائع ہوا ہے - جسکو دیکھکر ایک گونہ مسرت مگر صد ہزار افسوس ہوا - خوشی تو اس امر کی ہوئی کہ خدا خدا کرکے اب ہماری آنکھیں کھلتی جاتی ہیں ' اور ہم پھر اپنی پرانی اور سچی اسلامی شاہراہ کو ڈھونڈنے لگے ہیں - ہم میں بدعات کے استیصال اور محدثات کے انسداد کا خیال پیدا ہوچلا ہے ' مگر افسوس اس پر ہوا کہ جو راہ تجویز کی گئی ہے اگر اس پر عمل ہو تو وہ مسلمانوں کیلیے اس رسم سے بھی بڑھکر افسوسناک ہے -

ترویج عقد بیوگان کی تحریک نہایت مفید و مبارک ہے ' جو ہمارے احکام اسلامی کا جزو موکد ہے ' اور جسکے لیے اسقدر ترغیب دلائی گئی ہے - مگر حیف کہ اب ہماری یہ حالت ہوگئی کہ ہم اپنے مذہبی احکام و اوامر کی اشاعت کے لیے (جسکی ترویج ہر مسلم ہستی پر خداے قادر و مقتدر نے فرض کر دی ہے) گورنمنٹ کا دروازہ کھٹکھٹائیں ' اور اسکے آگے ہاتھ پھیلائیں ' اسکی وجہ کیا ہے ؟ یہ نتیجہ ہے ضعف ایمان کا -

کیا جس قانون کی پابندی تمپر اول ہی میں فرض کی گئی تھی ' اور جسکی نسبت تمنے عہد کیا تھا کہ اسکے خلاف نکروگے وہ تمکو ان احکام و اوامر کی پابندی و ترویج پر مجبور نہیں کرتا ' اور وہ تمہارے لیے کافی نہیں ہے ؟ اگر کافی نہیں تو میں تحریک کرتا ہوں کہ قبل اسکے کہ اجسلیٹو کونسل میں ایسے سوال پیش ہونے کی خواہش کریں مناسب ہوگا کہ ہم ایک میموریل گورنمنٹ ہند کی خدمت میں بھیجیں جسپر ہر صوبہ کے ہزارہا مسلمانوں کے دستخط ہوں ' اور اوسمیں یہ درخواست ہو کہ تعزیرات ہند میں چند دفعات ایسی بڑھا دیجائیں جنسے نماز پنجگانہ کا ادا نکرنا جرم قرار دیا جاسکے ' یا زکوة کا نہ ادا کرنا قابل دست اندازی پولیس ہو '

اور ادا نکرنے کی صورت میں مجسٹریٹ کو اختیار ہو کہ باجراے وارنٹ قرقی مقدار زکوۃ باقیدار سے وصول کرسکے -

اگر بفرض محال ہملے ایسی تحریک کی اور پاس ہوگئی تو بتلاو لوسپر مقدار آمد کرنا احکام خداوندی کی پابندی کہی جائیگی یا قانون نافذ الوقت کی ؟ میں اس تحریک کا مخالف نہیں اور کون ہے جو اسکا مخالف ہو سکتا ہے ' لیکن بات اتنی ہے کہ مسلمان بنو ' اور مسلمان رہکر خدا کے اوامر کی ترویج و اشاعت میں کوشش کرو - اپنی پانوں پر کہڑے ہو تب کام کرو - گورنمنٹ کی دست نگری کس کس بات میں کروگے ؟

مرکز اسلام سے اواز

(از جناب محمد سعید صاحب مہتمم مدرسۂ صولتیہ مکۂ مکرمہ)

جس روشنی نے فاران کی چوٹیوں سے بلند ہوکر تمام عالم کو منور کردیا تہا وہ روشنی اب تمام اسلامی دنیا میں گل ہونے کے قریب ہے - خدا کی وسیع زمین با وجود اسقدر وسعت و عظمت کے مسلمانوں پر تنگ ہو رہی ہے - ہماری ذلت و نکبت اور فلاکت و بربادی کے اسباب ہمارے دوست جو چاہیں وہ بیان کریں ' مگر سچ اور حقیقۃ الامر یہ ہے کہ ہم نے خدا کو اور اسکے احکام کو بہلا دیا ' اور اسنے ہم کو چہوڑ دیا - اسکا ارشاد کبہی اور کسی حالت میں قیامت تک بدلنے والا نہیں فاذکرونی اذکرکم اگر ہمیں یاد رہتا تو آج ہماری یہ حالت نہوتی - اب وقت سوچنے اور غور کرنیکا نہیں - مسلمانوں کو عزت کے ساتھہ اگر زندہ رہنا منظور ہے تو اب اسکی صرف ایک اور یہی ایک صورت ممکن ہے کہ وہ پھر اپنے خدا اور حقیقی مالک کے دروازہ پر اپنے متکبر اور پر غرور سروں کو سچائی اور عاجزی کے ساتھہ رکھدیں - اسلامی دنیا کی عام کانفرنس کے انعقاد میں جسکو مذہبی اصطلاح میں حج کہا جاتا ہے ابھی تقریباً چار مہینے باقی ہیں - گو وقت کم ہے مگر کام کرنے والوں کو کسی اور قوت اور امداد پر بھروسا کرنا چاہیے - انسانی طاقت اپنے اختیار سے کچھہ بھی نہیں کرسکتی - اس آواز اور تحریک کو الہلال اور وہ اسلامی جرائد جنکو مسلمانوں کی بقا اور ہستی عزیز ہو اسلامی دنیا میں بلند کریں ' اور سال حال کے حج پر تمام دنیا کے مسلمانوں کا ایک جلسہ خاص اس غرض سے منعقد کرنیکی دعوت دیں کہ وہ اپنی حالت پر غور کریں اور سوچیں کہ اب مسلمان دنیا میں کسطرح زندہ رہ سکتے ہیں - مسلمانوں کی غفلت اور نااتفاقی نے ملک اور سلطنت تو کہو دی ' اور جو کچھہ رہا سہا باقی ہے اسکی طرف سے بہی وہ بے فکر ہیں - دشمن تاک میں لگے ہوے ہیں ' ریشہ دوانیاں ہو رہی ہیں - اب سلطنتوں اور ممالک سے گذر کر مسلمانوں کا مذہب مسیحیت کی زد پر ہے - مسیحی دنیا یا یورپ کو ہر سال مسلمانوں کا موجودہ اجتماع جو محض ایک مذہب کا عظیم الشان رکن ادا کرنیکی غرض سے سوا تیرہ سو برس سے ہوا کرتا ہے اب کچھہ دنوں سے منظور نہیں ' اور آئے دن نئے نئے قاعدے اور مشکلات اس راستے میں پیدا کرتے جاتے ہیں - چیچک کا ٹیکہ اور قرنطینے اور اسی قسم کی اور بہت سی رکاوٹیں محض اس وجہ سے سد راہ ہوتی جاتی ہیں کہ مسلمان ہمت ہاردیں - مرکز اسلام کی اسلامی کانفرنس کا انعقاد نویں ذی الحجہ کو میدان عرفات میں جبل رحمت کے قریب اس پر انوار اور تاریخی میدان میں ہو جسکے ذرہ ذرہ کو اسلام سے وہ تعلق ہے جو جسم کو روح کے ساتھہ ہے - جلسے کی

المراسلۃ والمناظرۃ

" حظ و کرب " یا " لذت و الم " ؟

(مسٹر عبد الماجد بی - اے - از لکہنؤ)

الہلال مورخہ ۲۵ - جون کے صفحہ ۴۴۳ - پر میرے مضمون کے آخر میں آپ نے جو نوٹ دیا ہے ' اسکا خلاصہ یہ ہے کہ بجاے " حظ و کرب " کے " لذت و الم " کے الفاظ بہتر ہیں -

اس تنبیہ کا شکریہ - لیکن غالباً جناب نے اس پر خیال نہیں فرمایا کہ میرے مجوزہ الفاظ کن انگریزی اصطلاحات کے بجاے استعمال کیے گئے تہے ؟ انگریزی میں " حظ " کے لیے لفظ "Pleasure" ہے ' جسکے اصلی و ابتدائی معنی انگریزی کتب لغت میں "Gratification of the senses" ہیں یعنی حواس ظاہری کو آرام پہونچنا - اسی طرح " کرب " جس لفظ کا قائم مقام ہے ' وہ یہ ہے : "Pain" جسکے اصلی و ابتدائی معنی ہیں : "Uneasy sensation or acts in animal bodies" یعنی اجسام حیوانی میں ناگوار کیفیت یا درد - اس تصریح سے معلوم ہوا ہوگا کہ " Pain " اور " Pleasure " اپنے اصلی و ابتدائی معنی میں صرف مادی و جسمی کیفیات کا مفہوم ادا کرنے کے لیے وضع کیے گئے تہے ' گو رفتہ رفتہ مجازاً انکا اطلاق خالص نفسی کیفیات (ناگواری و خوشگواری) پر بہی ہونے لگا - اس بنا پر انکا اردو ترجمہ کرتے ہوے اس امر کا خصوصیت کے ساتھہ لحاظ رکھنا چاہیے کہ اردو الفاظ کی دلالت جسمی کیفیات پر ابتداءً و براہ راست ہو ' اور نفسی کیفیات پر ضمناً و بالواسطہ -

پس اس اہم نقطۂ خیال سے ' یعنی "Pleasure" اور "Pain" کا صحیح مفہوم ادا کرنے کے لحاظ سے ' میرے نزدیک " حظ و کرب " بہ مقابلہ " لذت و الم " کے (جن میں بہ نسبت جسمی کے ' نفسی انبساط و انقباض کا مفہوم زیادہ پا یا جاتا ہے) بہتر اور لائق ترجیح ہیں -

پہر جب اردو محاورہ میں " کرب " بہ معنی بے آرامی ' درد ' اندوہ ' و الم ' اور " حظ " بہ معنی خوشی ' انبساط '

[بقیہ پہلے کالم کا]

صدارت کیلیے خلیفۃ المسلمین سلطان محمد رشاد خان خامس کی بارگاہ میں التجا پیش کیجاوے - ظاہری حالات اور قرائن سے امیر المومنین بذات خود شریک نہیں ہوسکتے اُن کے استمزاج اور اجازت سے یہ خدمت موجودہ شریف مکہ دولتلو سیادتلو الشریف حسین پاشا کے ذمہ رہے ' جو اپنے ذاتی کمالات اور محاسن اور ہمدردی اسلام کی وجہ سے ہر طرح اس عزت کے مستحق ہیں - اس کار آمد اور نہایت مفید تحریک کے پیش ہونے پر مسیحی دنیا تو اندرونی تدابیر سے اسکی مخالفت کریگی ' مگر خود مسلمانوں میں بکثرت ایسے لوگ موجود ہیں جنکے قلوب کو حب جاہ اور دنیا طلبی نے بیمار کر رکھا ہے ' وہ خود مسلمانوں کو انکی بہتری اور بہبودی کے مرضی اور خیالی سبز باغ دکھا کر فریب دینا چاہینگے ' اور اس تحریک کی ظاہری مخالفت کرینگے - جس چیز نے مسلمانوں کو آجتک خراب و برباد کیا وہ اُن منافقین کی ابلہ فریبی ہے ' جن کمبخت رہنماؤں نے محض اپنی ذاتی اعزاز و رسوخ کی خاطر قوم کو قعر مذلت میں دھکیل دیا -

تاریخ حیات اسلامیہ

کا ایک ورق

زر اعانۂ مہاجرین

(از اہلیہ منشی عبد الغفور صاحب - جوگی پاڑہ - کلکتہ)

حضور پر روشن ہے کہ میں ایک غریب شخص کی بیوی ہوں - کل وہ الہلال پڑھتے پڑھتے یکایک چیخ اٹھے ' اور ڈاڑھیں مارکر رونے لگے - میں نے سبب پوچھا تو انہوں نے حضور کا مضمون سنایا ' اور پھر کہا کہ ایک تو وہ عورتیں ہیں ' جو اپنے زیور اتار اتار کر اپنی مظلوم بہنوں کیلیے دے رہی ہیں ' اور ایک ہم ہیں کہ ہم سے کچھہ بھی بن نہیں آتا !

میں ایک غریب عورت ہوں - میرے پاس سونے کے قیمتی زیور نہیں ہیں ' جو حضور کی خدمت میں پیش کروں - میرے شوہر کے سر پر زری کی ٹوپی نہیں ہے ' جسے بیچکر اپنے بیکس بھائی بہنوں کی مدد کروں - البتہ بڑے بڑے دولت مندوں کی طرح جنہوں نے لاکھہ دو لاکھہ چندہ دیا ہوگا ' میرے پاس دل ہے ' اور اسکی ایک ادنی سی ندر کو حضور قبول فرمالیں - آٹھہ روپیہ کوشش کرکے خدمت مبارک میں بھیجتی ہوں -

الہلال

خدا تمہارے اس خلوص دینی اور محبت ایمانی کو ہمارے غافل دلوں کیلیے تازیانۂ عبرت بنالے - دولت مندوں کو تو لاکھہ دو لاکھہ روپیہ دینے کی ایسے کاموں میں توفیق نہیں ملی ' اور نہ انکی قسمت میں یہ سعادت ہے - البتہ تم ہی ایسے سچے فرزندان اسلام نے لاکھوں روپیے فراہم کردیے -

(از جناب محمد عمر صاحب نائب کورٹ انسپکٹر عدالت افسر مال از حصار)

دل کڑھتا ہے اور آنکھوں سے آنسو جاری ہوتے ہیں مگر کسی کام کرنیکی جرأت نہیں ہوتی ' کیونکہ اس چھوٹے سے قصبہ سے جو نہایت نادار اور مزدور پیشہ لوگونکا ہے ' کچھہ کم مبلغ پانچ ہزار روپیہ دفتر کامریڈ کے ذریعہ بھیجا جا چکا ہے .... چندہ کے متعلق بدگمانی پیدا ہونے سے جوش سرد پڑگیا ہے ' اسیوجہ سے کام کرنیکا حوصلہ نہیں ہوتا ' مگر آپکے مضمون نے از سرنو دلوں میں آگ لگادی ' اور بجھا ہوا چولہا پھر روشن ہوگیا - اسوقت قلب کی حالت احاطۂ تحریر سے خارج ہے - اگر میرے پاس کچھہ ہوتا - تو عجب نہیں کہ پوری تیس ہزار کی رقم لیکر حاضر ہوتا ؟

درم و دام اپنے پاس کہاں
چیل کے گھونسلے میں ماس کہاں

[بقیہ مضمون صفحہ ۱۹ کا]

لطف ' حلاوت ' کے عام طور پر مستعمل ہوتا ہے ' (اور جسکی سند علاوہ اردو کتب لغت ' مثلاً فرہنگ آصفیہ کے ' اشعار سے بھی ملتی ہے) تو کم از کم میری رائے ناقص میں یہ سوال کسی قدر غیر متعلق ہے کہ عربی لغات میں حظ کے معنی صرف " حصہ " کے ہیں - امید کہ سطور بالا الہلال میں درج کرکے مجھے ممنون فرمائیگا -

ایک فہرست ساتھ خریداروں کی بھیجتا ہوں تھوڑے قلیل رقم بقیہ چندہ کی بھی جو میرے پاس امانت تھی ارسال خدمت ہے ' عنقریب بقایا چندہ بھی جو قریب ڈھائی تین سو روپیہ کے ہوگا بھیجدیا جاویگا "

جناب ذکاء الدین خانصاحب ایم - اے - اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر بہادر افسر مال ضلع حصار
جناب محمد سلیمان خانصاحب سب انسپکٹر کوتوالی حصار
جناب بابو نور محمد صاحب سب اورسیر محکمہ بارک ماسٹری حصار
جناب مولوی اکرام الدین صاحب محکمہ لوکل بورڈ حصار
جناب یقین الدین خانصاحب رئیس سرسہ
جناب محمد عمر خانصاحب نائب کورٹ انسپکٹر حصار
جناب مولوی عبدالرحمن صاحب پیش نماز مسجد بوریاں حصار

فہرست زر اعانۂ مہاجرین عثمانیہ

(۵)

	روپیہ	آنہ	پائی
جناب منشی عبد العزیز خانصاحب بھاگلپور	۲	۰	۰
جناب عبد الکریم صاحب ڈرائیور جمال پور	۱	۰	۰
جناب اسمعیل صاحب ڈرائیور جمال پور	۱	۰	۰
جناب کبیر احمد خانصاحب بھاگلپور	۱	۰	۰
جناب نصیر الحسن خانصاحب عیسی گڈہ	۵	۰	۰
جناب محمد عمر خانصاحب نائب کورٹ انسپکٹر حصار	۱۰۸	۰	۰
جناب محمد فضل اللہ صاحب - حیدر آباد	۵	۰	۰
ہمشیرہ صاحبہ جناب آل علی صاحب	۱۵	۰	۰
جناب سید محمد حبیب الحق صاحب بھاگلپور	۲	۰	۰
جناب غلام محی الدین خانصاحب پٹیالہ	۱۱	۰	۰
جناب محمد حسین صاحب سکریٹری انجمن ہلال احمر بلگام	۸	۰	۰
بذریعہ جناب غلام ہادی صاحب بہار	۸	۱	۰
جناب محمد کاظم حسین صاحب فارسٹ منیجر - ڈنڈرری	۱۰	۰	۰
جناب کمال احمد صاحب رائپور	۲	۰	۰
جناب غلام زین العابدین صاحب شملہ	۵۰	۰	۰
جناب حاجی طالع محمد صاحب ہوشیار پور	۴۶	۰	۰
جناب عبد القیوم صاحب پشاور	۳	۰	۰
بذریعہ جناب سید احمد صاحب بریلی	۱۵	۰	۰
جناب شیر دل خانصاحب ڈیرہ اسمعیل خاں	۲۵	۰	۰
جناب قاضی عبد الحق صاحب ہوشیار پور	۴	۰	۰
جناب عبدالمجید صاحب صدیقی لاڑکانہ سندھ	۳	۰	۰
شیخ کرم الہی و نور الہی صاحبان جفت فروش - بازار بلی ماراں دہلی	۱۳	۰	۰
جناب قاضی احمد علی صاحب لکھنوی حال مقیم ساگر	۳۰۰	۰	۰
میزان	۷۲۸	۱	۰
سابق	۵۹۰۲	۵	۰
کل	۶۶۳۰	۶	۰

PRINTED & PUBLISHED BY A. K. AZAD, AT THE HILAL ELECTRICAL PRTG. PBLG. HOUSE, 7/1 McLEOD STREET, CALCUTTA.

لا تهنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان كنتم مؤمنين

AL-HILAL

Proprietor & Chief Editor

Abul Kalam Azad

7/1 McLeod street,

CALCUTTA.

Telegraphic Address.

"AL-HILAL"

Yearly Subscription, Rs. 8.

Half-yearly „ „ 4-12

الہلال

ایک ہفتہ وار مصور رسالہ

مدیر مسئول و خصوصی

احمد المکلف بابی الکلام الدهلوی

مقام اشاعت

۷ - ۱ مکلاوڈ اسٹریٹ

کلکتہ

عنوان للتلغراف

" الہلال "

قیمت

سالانہ ۸ روپیہ

ششماہی ٤ روپیہ ۱۲ آنہ

جلد ۳ — کلکتہ: چہار شنبہ ۱۸ شعبان ۱۳۳۱ ہجری — نمبر ٤

Calcutta : Wednesday, July 23, 1913.

اطلاع

(۱) واقعۂ تسخیر ایڈریا نوپل کے متعلق ہندوستان بھر کے مسلمانوں کو اجماعی لہجے میں یہ آواز بلند کرکے گورنمنٹ ہند سے درخواست کرنی چاہیے کہ مسلمانوں کا یہ عمومی پیغام ہوم گورنمنٹ کو پہونچادے کہ اس موقع پر تمام اسلامی دنیا برطانیہ عظمی سے دولۃ عثمانیہ کی امداد کی متوقع ہے ' لیکن اگر کسی وجہ سے اعانت میں قدم نہیں بڑھا سکتی تو کم ازکم یہ تو ہو کہ ترکوں پر دباؤ ڈالنے میں شریک نہ ہو - یہ آخری وقت ہے ' انگلستان نے اب بھی خیال نہ کیا تو نہ معلوم اسلامی جذبات پر کیا اثر پڑیگا ؟

(۲) حادثۂ کانپور کے متعلق ہندوستان کے مختلف مقامات میں متعدد جلسے ہو چکے ہیں اور ہو رہے ہیں - سب سے زیادہ تعجب کی بات یہ ہے کہ مسلم لیگ نے بھی پروٹسٹ کیا ہے - وہ مسلمان جو گورنمنٹ کے کسی حکم پر نکتہ چینی کو شرک باللہ و شرک فی الرسالۃ تو نہیں ' مگر ایک تیسری قسم کی شرک (شرک فی الحکومۃ) ضرور سمجھتے ہیں ' اُن کو سوچنا چاہیے کہ لیگ جیسی مجلس جس کی آفرینش ہی اسی لیے ہوئی تھی کہ قوم میں گورنمنٹ کی طاعت و عبادت کے جذبات کو پھیلائے ' جب اس حکم پر اعتراض کررہی ہے تو ایسی حالت میں اُن کی خاموشی کہاں تک موزوں مانی جائیگی ؟

(۳) اس نمبر میں صفحات کے ہندسے غلط ہوگئے - صفحہ ۹ ' ٦٩ کو صفحہ ٥ ' ٦٥ سمجھنا چاہیے ' یہی ترتیب آخر تک ہے -

فہرست

تصاویر

شذرات

تسخیر ادرنہ

صدم امید کہ بد معتکف پردہ غیب
گو برون آے کہ کار شب تار آخر شد

ادرنہ (ایڈریا نوپل) مسخر ہوگیا ' فاتحان عثمانی شہر میں داخل ہوگئے ' دنیا نا امید ہوچکی تھی ' یورپ سمجھہ چکا تھا کہ ترک جاں باختہ ہیں ' اب وہ اقدام کے قابل ہی نہیں رہے ' لیکن قدرتِ کاملہ کے دستِ اعجاز نے اُسی بیمار سے تندرستوں کو شکست دلائی - ترکوں کا اجتماع ہونے ہی بلغاری مرعوب ہوکر بھاگ نکلے ' اپنے استحکامات جو بڑی کوششوں سے استوار کیے تھے اور اُن کو ناقابل تسخیر سمجھے ہوے تھے ' آپ ڈھادیے ' اور خدا کا وعدہ پورا ہوگیا کہ قانون الہی کے حدود توڑنے والے اور تعلیم رسالت کی بے حرمتی کرنے والے انجام کار برباد و برباد و خستہ و خراب ہوکر رہینگے -

هو الذي وہ خدا ہی ہے جس
اخرج الذین نے اہل کتاب
کفروا من کی اُس جماعت
اهل الکتاب کو کہ انتقام الہی
من دیارهم کی منکر ہوچکی
لاول الحشر ' تھی ' اُس کے
ما ظننتم ان گھروں سے مسلمانوں
یخرجوا ' کے پہلے ہی اجتماع
و ظنوا انهم میں نکال باہر
مانعتهم کیا ' مسلمان
حصونهم سمجھے تھے کہ نہ نکل
من الله ' سکینگے ' اور
فاتاهم الله خود اُن کو بھی
من حیث گمان تھا کہ اُن کے
لم یحتسبوا ' قلعے خدا سے اُن کو
و قذف بچا لینگے ' آخر

عساری امور کے ایڈریا نوپل میں داخل ہورہے ہیں

في قلوبهم الرعب اس طرح غضب الہی نازل ہوا کہ
یخربون بیوتهم اُن کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا -
بایدیهم و ایدی اُن کے دلوں پر رعب و ہیبت چھاگئی '
المومنین ' فاعتبروا اپنے گھروں کو اپنے ہاتھوں ہی ویران
یا اولی الابصار ' ولولا ان کرنے لگے - مسلمانوں نے بھی اس
کتب الله علیهم ویرانی میں اُنھیں مدد دی - جن
الجلاء لعذبهم فی لوگوں کے آنکھیں ہوں اُنھیں اس
الدنیا ' ولهم فی الاخرة واقعے سے عبرت حاصل کرنی چاہیے -
عذاب النار ' ذلك خدا اگر اُن کی قسمت میں اخراج
بانهم شاقوا الله و رسوله ' نہ لکھہ دیے ہوتا تو دنیا ہی میں اُن کو
و من یشاق الله فان عذاب دیتا ' اور آخرت میں تو اُن کے
الله شدید العقاب لیے آگ کا عذاب ہے - سبب یہ ہے
(۵۹ : ۲ - ۴) کہ خدا اور رسول کی تعلیم سے

اُنھوں نے منہہ موڑلیے ' اور جو ایسا کرتا ہو اُس کو یقین کرلینا چاہیے کہ خدا کا عذاب نہایت سخت ہے -

ایڈریا نوپل کو جب بلغاریوں نے فتح کیا تو انہوں نے فورٹ نائٹلی ریویو میں ایک مشہور انگریز (مسٹر ہربرٹ ویوین) نے لکھا تھا کہ " ایک لاسلکی پیغام اناطول کے صحرا و جبل میں اس خبر کو مشتہر کرتا ہوا گذرا ہے کہ پرانے مہیب عثمانلی روا (ترک) کی حاکمانہ زندگی کا آفتاب ڈھل گیا ' عجیب و غریب طلسماتی قلعہ ٹوٹ گیا ' جہاد ' اسلامی اتحاد ' اور بے شمار مسلمان جنگجویوں کے غیظ و غضب کے دھوکے کھل گئے " لیکن اب اُن کو یقین کرنا چاہیے کہ اسلام کی طاقت کو فریب سمجھنے میں وہ خود دھوکے میں تھے - اسلام اپنی قہاری کے نتائج دکھانے میں کبھی ناتواں و ضعیف نہ نکلیگا - اُس نے ایک مدت سے پیغام دے رکھا ہے ' اور یہ پیغام پورا ہوکر رہیگا کہ :

سیهزم الجمع کفار کی جمعیت عن قریب منہزم ہو
و یولون الدبر ' بل جائیگی ' اور وہ پیٹھہ دکھا کر بھاگینگے '
الساعة بلکہ ابھی اُن کا وعدہ
موعدهم ' ہے ' اور وہ گھڑی
و الساعة بڑی مصیبت کی
ادهی وامر ' تلخ ترین گھڑی ہے -
ان المجرمین یہ گنہگار ہیں ' یہ
فی ضلال گمراہی اور آگ
و سعر ' میں ہیں ' وہ دن
یوم آنے والا ہے جب کہ
یسحبون منہہ کے بل یہ
فی النار آگ میں کھینچے
علی جائینگے ' اور ان سے
وجوههم : کہا جائیگا اہ عذاب
ذوقوا مس دوزخ کا مزہ چکھو -
سقر ' انا کل ہم نے ہر چیز کو
شیء خلقناه اندازے سے پیدا کیا
بقدر ' وما ہے - ہمارے حکم
امرنا الا کو ایک ذرا آنکھہ
واحدة جھپکنے کی طرح
کلمح پہونچا ہوا سمجھو -
بالبصر ' ولقد دیکھتے نہیں کہ ہم
اهلکنا نے تمہارے حامیوں
اشیاعکم کو ہلاک کر ڈالا -
فهل من مدکر ؟ کیا اب بھی تم میں کوئی غور و فکر سے
(۵۴ : ۴۱ - ۳۷) کام لینے والا نہیں ہے ؟

تسخیر ایڈریا نوپل کی ناموری میں موجودہ صدر اعظم دولۃ عثمانیہ (شاہزادہ سعید حلیم پاشا) اور غازی انور بے کی قابلیت و موقع شناسی کو خاص دخل ہے - اول الذکر خاندان خدیوی (مصر) کے ایک مشہور رکن رکین ہیں ' اور ابتدا ہی سے مجلس اتحاد و ترقی کے کاموں میں غازی انور بے کے دست و بازو رہے ہیں - جب پہلے پہل اُن کو وزارت خارجیہ تفویض ہوئی تھی ' تو اُن کی نا تجربہ کاری کی بنا پر عام اختلاف کیا گیا تھا ' اور جب وزارت عظمی پر فائز ہوئے تو یہ اختلاف شورش انگیز مخالفت کی حد سے بھی گزر گیا - مادی دنیا ' کمزور اسباب پرست طبیعتیں کب واقف تھیں کہ خدا کو جب کوئی کام لینا ہوتا ہے تو وہ ایک ادنی سے ادنی مخلوق سے بھی اعلی سے اعلی کام لے سکتا ہے ' اگر اُس کی مشیت مقتضی ہوئی تو اس کام کو حد تکمیل تک پہونچا دیگا ' ورنہ ریڈیم کی شعاعیں رات کی تاریکی

نہ بھی مٹا سکیں تو یہی بہت ہے کہ ایک بار روشن تو ہوگئیں۔

انور بے ایڈریانوپل میں داخل تو ہوگئے مگر یورپ کے انصاف و صداقت سے مطلق امید نہیں ہے کہ تسخیر ایڈریانوپل سے وہ ترکوں کو فائدہ پہونچنے دیگا - اُس نے ابھی سے فیصلہ کرلیا ہے کہ ترک اپنی پیشقدمی سے باز نہ آئے تو یورپ کی تمام نصرانی حکومتیں مل کر اُن پر زور ڈالینگی ' اور اُن کے خلاف جنگی کارروائی کرینگی - " دنیا کی سب سے بڑی اسلامی سلطنت " (انگلستان) کے جنگی جہاز روانہ بھی ہوگئے ہیں ' اور فرانس بھی یہی تہدید کر رہا ہے - روس کا الٹیمیٹم (انذار) بھی آنے ہی کو ہے ' اور اطالیہ نے تو اپنی رائے ظاہر ہی کردی - جرمنی و آسٹریا کی جانب سے بھی کوئی امید نہیں ' لیکن خدا کی درگاہ سے ہنوز امید باقی ہے - باب عالی ابھی تک تو نہایت پر زور لہجے میں " جواب ترکی " دے رہا ہے -

تا بہ بینیم سر انجام چہ خواہد بودن ؟

مسٹر ڈبلیو - آر - پاٹن نے جزیرہ ساموس سے منچسٹر گارجین کو ایک خط لکھا ہے جس میں دکھایا ہے کہ یونان و اطالیا کا اپنی اپنی رعایا کے ساتھہ کیا طرز عمل ہے - یہ ترکی جزیرہ جنگ طرابلس کے بعد سے اطالیوں کے قبضے میں آگیا ہے ' خال خال مسلمانوں کے علاوہ زیادہ تر آبادی عیسائیوں کی ہے - خط کے آخر میں مسٹر پاٹن لکھتے ہیں کہ " اس جزیرہ کے باشندوں نے اطالیہ کے طرز حکومت کے خلاف ایک اپیل انگریزی وزارت خارجیہ میں بھیجی تھی ' جسکو ہنوز اخبارات میں شائع نہیں کیا گیا - اٹلی کے گورنر جنرل (امیلو) کی ظلم و ستم سے تمام جزیرے کے باشندے نالاں ہیں - اُنکا بیان ہے کہ اطالیہ کے جور و جفا کے سامنے ترکی کے مظالم کچھہ بھی حقیقت نہیں رکھتے - وہ دول یورپ سے اپیل کرتے ہیں کہ جب اسکا آخری تصفیہ ہو تو ہرگز یہ جزائر اٹلی کے قبضہ میں نہ رہیں ' کیونکہ یہ ثابت ہوگیا کہ یہ قوم دوسری قوم پر حکومت کرنے کے ہرگز قابل نہیں ہے "

نیرایسٹ کے نامہ نگار نے صوفیا سے اُس کو اطلاع دی ہے کہ " مقدونیہ کی بلغاری رعایا جنکی املاک سرویوں اور یونانیوں نے زبردستی چھین لی ہیں ' روزانہ آ رہی ہیں - یہ عجیب و غریب قصہ سروی اور یونانی مظالم کے بیان کرتے ہیں ' اور کہتے ہیں کہ ترکوں کے ہاتھوں اسکے مقابلہ میں کچھہ بھی ہم نے تکلیف نہیں اٹھائی تھی ' جسقدر اسوقت ظلم ہو رہے ہیں ' ایک رپورٹ مظہر ہے کہ سالونیکا ' فلورینا ' کاسٹوریا کے جیل خانے بلغاریوں سے بھرے پڑے ہیں "

یہ مظالم ہیں جو مہذب نصرانی قومیں خود اپنے ہم مذہبوں کے لیے جائز رکھتی ہیں ' اور اس پر بھی تہذیب و تمدن میں فرق نہیں آتا ' پھر مسلمانوں کے قتل و غارت میں کیا باک ہے ؟

ہفتۂ جنگ دنیا کی آنکھہ نے فتح کے بعد شکست ' عزت کے بعد ذلت ' اور عروج کے بعد زوال کے صدہا تماشے دیکھے ہیں ' مگر ان میں شاید ہی کوئی تماشا بلغاریا کی اس داستان ادبار بعد اقبال سے زیادہ سریع الوقوع ' درد انگیز ' اور عبرت آموز ہوگا -

ابھی چند ماہ ہوے کہ بلغاریا کی فوجیں چتلجا اور ادرنہ پر گھیرے پڑی تھیں ' بلغاری توپوں کی گرج قسطنطنیہ میں سنائی دیتی تھی ' اور فرڈیننڈ نے کہا تھا کہ " اب قسطنطنیہ میں جا کے صلحنامہ پر دستخط ہونگے " لیکن یا سبحان اللہ ! چند ماہ میں دولاب حوادث کا رخ کسقدر بدلگیا ! اب قسطنطنیہ کے بدلے صوفیا کے کوچہ و بازار کوہ شکن توپوں سے گونج رہے ہیں - اور فرڈیننڈ اُس کے دست و بازو ' اعوان و انصار ' بلکہ اسکے حلفاء و ہمساز کہتے ہیں کہ " اب صوفیا میں صلحنامہ پر دستخط ہونگے " - و تعز من تشاء و تذل من تشاء بیدک الخیر انک علی کل شیء قدیر -

رومانی فوج میزڈرا تک پہنچگئی ہے - میزڈرا اور صوفیا میں ۳۱ - میل کا فاصلہ ہے - مدافعت کے لیے نہ اب روسی متطوعین (والنٹیرس) ہیں کہ وطن واپس جا چکے ہیں - اور نہ بلغاری سپاہی کہ ترکوں کی خون آشام تلوار اور انسان پاش توپوں کے نذر ہوچکے ہیں - اگر رومانی فوج بڑھے تو صوفیا کی تسخیر چند گھنٹوں کا کام ہے - اسلیے شاہ فرڈیننڈ اور اسکی ملکہ دونوں بھاگ گئے ہیں - (ریوٹر نے اس خبر کی تعبیر اضطراب انگیز مگر غیر متیقن افواہ سے کی ہے)

ان یاس انگیز حالات کو دیکھکے فرڈیننڈ نے چارلس شاہ رومانیا کے سامنے پناہ اور اصطلاح سیاست میں صلح کے لیے دست سوال دراز کیا ہے - شاہ رومانیا کی طرف سے جواب یہ ملا ہے کہ سابقہ دوستی کی باز آمد کے ہم خود خواہشمند ہیں ' مگر مشورہ یہ ہے کہ پہلے ان تمام دول کے ذریعہ مبادی صلح طے ہو جائیں جنکا تعلق اس مسئلہ سے ہے -

ملکہ بلغاریا نے بھی پیشقدمی کے موقوف کرنے کے لیے اس امید پر تار دیا تھا کہ اسکی جلسیت اسکی درخواست کی شفیع ہوگی ' مگر یہ عالم سیاست ہے اسمیں عواطف و جذبات رقیقہ کا کیا ذکر - کہ لا قلب للسیاسۃ -

دل کے زخم ستم ظریفی سے گدگدائے گئے ' جواب آیا کہ پیشقدمی زیادہ سے زیادہ غرور و مکر کے ساتھہ عمل میں لائی جائیگی -

رومانیا کو یونان اور سرویا سے توڑ لینے کے لیے بلغاریا نے گوناگوں تدبیریں کیں ' مگر دستان یورپ میں سبق آموزی کا فخر صرف بلغاریا ہی کو حاصل نہیں ' رومانیا بھی اس فخر میں برابر کی سہیم ہے ' پھر جب یورپ کی یہ تلقین ہو کہ تم اس شخص کا ساتھہ دو جسکے ساتھہ قوت ہو ' تو رومانیا ' یونان اور سرویا کو چھوڑ کے بلغاریا کے ساتھہ کیوں ہوتی - رومانیہ کی طرف سے اعلان کردیا گیا کہ وہ تنہا صلح کرنا نہیں چاہتی -

۱۹ - کا تار ہے کہ رومانی فوج نے بلغاری فوج کو فرڈیننڈو میں (جو لوم پلنکا اور صوفیا کے مابین واقع ہے) نہایت شرم انگیز شکست دی - بلغاری جنرل نے مع ۱۲ - توپوں کے ہتھیار ڈالدیے - دول نے اعلان کردیا کہ بلغاریا کو پامال ہونے نہ دیا جائیگا - صوفیا پر قبضہ کرنے کی اجازت نہ دیجائیگی - اب رومانی موج کا سیلاب مشرق کی طرف بڑھ رہا ہے ' اور رومیلی خطرہ میں ہے -

ان بلغاری بھیڑیوں کے شکار جب تک " ناپاک کفار " مسلمان تھے اسوقت تک داستان مظالم مبالغہ تھی ' مگر جب سے ان ستم پیشہ مہذب انسان اور حریت بخشان نصرانیت - کے پنجہ و دندان صلیب پرستوں کے جسموں پر چل رہے ہیں یہی مہذب انسان درندے کہے جاتے ہیں -

بلغاریوں کی سبعیت و درندگی نے یونان میں غیر معمولی جوش پیدا کردیا ہے - یونان کو اصرار ہے کہ اب صلح صوفیا میں جاکے ہوگی - فوجیں بلغار میں بڑھتی چلی جارہی ہیں ' جہاں کہیں مقابلہ ہوتا ہے بلغاری فوج ہتیار ڈالدیتی ہے - روسی سفیر نے اتھینس میں صلح

کی سلسلہ جنبانی کی، تو جواب ملا کہ منظور، مگر اس شرط پر کہ بلغاریا حلفاء کے تمام مفتوحہ مقامات سے دستبردار ہو، اور تاوان جنگ دے۔ شہروں اور دیہات کی بربادی سے جسقدر نقصان ہوا ہے اسکا معاوضہ دے۔ تھریس میں یونانیوں کی جان، مال اور مذہبی آزادی کی ضمانت کرے، اور ایک مقررہ مدت کے اندر فوج منتشر کردے۔

سروی فوج سینٹ نکولس کے قریب پہنچگئی ہے۔ بلغاری افسروں نے باشندوں کو شہر چھوڑ دینے کا حکم دیدیا ہے۔

۲۱ - کا تار ہے کہ روسی سفیر نے پھر یونان سرویا اور جبل اسود سے صلح کے لیے گفتگو کی۔ تینوں ریاستوں نے بالاتفاق جواب دیا کہ وہ صلح کے لیے بلغاریا سے براہ راست گفتگو کرنے کے لیے تیار ہے، مگر مبادی صلح پر دستخط سے قبل وہ التواے جنگ کے لیے تیار نہیں۔

۲۷ - مارچ کو جہاں ہلال سرنگوں ہوا تھا وہاں اس خداے بدر و احزاب کی کارسازیوں نے تمام عالم اسلامی کے قنوط و یاس کے باوجود کل ۲۱ - جولائی کو پھر اسے سربلند کردیا۔ لنڈن ٹائمز کا نامہ نگار صوفیا سے تار دیتا ہے کہ ترک محافظ فوج کی خفیف مقاومت کے بعد ادرنہ میں داخل ہوگئے۔

انگلستان کے مایۂ افتخار مسٹر گلیڈ سٹون یورپ کو تلقین کرگئے ہیں کہ ہلال سے جو صلیب کے پاس آئے اسکو پھر ہلال کے پاس واپس نہ جانا چاہیے۔ اسلیے ادرنہ پھر ترکوں کے پاس آنا یورپ کیونکر گوارا کرسکتا تھا؟

ترکی فوج ابھی بنیر حصار ہی تک پہنچی تھی کہ اتحاد ثلاثہ (انگلستان فرانس اور روس) کا اضطراب بڑھا، اور اس درجہ بڑھا کہ سر رشتہ صبر ہاتھہ سے جاتا رہا۔ تجویز ہوئی اس خطرہ روح فرسا کے متعلق غور کرنے کے لیے سفراء مجتمع ہوں۔ قاعدہ سے اس جلسہ کے مقام اجتماع اور صدارت کا شرف خاک انگلستان کو حاصل ہونا چاہیے تھا، کیونکہ اس اجتماع کا اصول اساسی انگلستان ہی کے ایک نامور فرزند کی دیرینہ عداوت اسلام کا نتیجہ ہے۔ پھر اس دو سال کے پر آشوب زمانے میں بھی امن یورپ اور مصالح صلیب کے حفظ و نگہداشت میں وہ ہمیشہ پیش پیش رہا، چنانچہ یہ انگلستان ہی تھا جسکے سفیر نے دولت عثمانیہ کو جنگی تیاری کے موقوف کرنے پر مجبور کیا تھا۔ یہ خاک انگلستان ہی تھی جہاں یاد داشت تیار کی گئی تھی، اور ہاں یہ انگلستان ہی کا بیڑا تھا جسکے جہازوں نے یاد داشت کو پر اثر بنانے کے لیے سب سے پہلے نقل و حرکت شروع کی تھی۔

لیکن شاید اس شرف کی حد سے زیادہ بہتات میں سرگرے کی دوربیں آنکھوں کو خطرات نظر آئے، اور اسلیے سیاحت پر انکارے (رئیس جمہوریت فرانسیہ) میں یہ طے ہوا کہ اس خطرناک شرف تقدم میں فرانس بھی سہیم ہو۔ بہر نوع سب کچھہ ہو صدارت اور مقام اجتماع کا شرف اب کی فرانس کو حاصل ہوا۔ پیرس میں موسیو پیچن وزیر خارجہ فرانس کی صدارت میں سفراء جمع ہوے، اور اس کے بعد سفیر فرانس متعینہ قسطنطنیہ کو تار دیا گیا کہ وہ باب عالی کو معاہدہ لندن کے احترام پر مجبور کرے۔

۱۷ - جولائی کو ریوٹر نے یہ خبر دی کہ "اگر ترکوں نے ادرنہ لے بھی لیا، تو دول ان کے پاس رہنے نہ دینگی" مگر یہ کامل پاشا کی وزارت نہ تھی کہ ڈاؤننگ اسٹریٹ کے باری گروں کے اشاروں پر رقص کرتی۔ دول کے مکرر اعلان کے باوجود بھی جب باب عالی کے طرز عمل میں کوئی فرق نہ آیا تو اسی "دماغ" نے جس نے اور صدہا اسلام سوز تدابیریں سوچی تھیں یہ تجویز کی کہ ترکی بلغاری حدود کے متعلق بین الاقوامی کمیشن کی کارروائی میں عجلت کو کام فرمایا جائے۔ اسی کے ساتھہ روما سے نیم سرکاری طور پر یہ اعلان کرایا گیا کہ اگر باب عالی نے اپنی فوج کو ادرنہ میں داخل ہونے کی اجازت دی تو "دول متحدہ براہ راست مداخلت کا استعمال کرینگی"۔ اسی اثناء میں روسی سفیر بار بار وزیر اعظم سے ملتا، اور باب عالی کے موجودہ طرز عمل پر اظہار نفرت کرتا رہا مگر جس کا شعار "ادرنہ یا موت" ہو اس پر تہدید و تخویف کیا اثر کرسکتی ہے؟ اسوقت تک دول کی طرف سے جو کچھہ ہوا تھا وہ محض زبانی تھا اب ضرورت تھی کہ قول کی تائید میں عمل بھی کرے۔

اگر ایکی انگلستان زبانی کارروائیوں میں پیچھے رہا تھا تو کوئی وجہ نہیں تھی کہ اسکی تلافی عملی کارروائیوں میں پیشقدمی سے نہ کر دیجاتی۔ سب سے پہلے انگلستان کے جہاز جنبش میں آئے۔ ۲۰ - کا تار ہے کہ یار موتھہ، انفلیکسابل، اور پرنس آف ویلز پہنچگئے، اور دو برطانی تباہ کن کشتیاں عنقریب آنے والی ہیں۔

مگر موجودہ ترکی وزارت جسکی بنیاد بزدلی و اجانب پرستی کے بدلے ہمت اور وطن پرستی پر ہے ان تمام کارروائیوں میں ایک سے بھی متاثر نہ ہوئی۔ ایک طرف دول کو یاد داشت ایسے لب ولہجہ میں بھیجی جس سے اعلان جنگ مترشح ہوتا تھا، اور دوسری طرف فوج کو ادرنہ میں داخلہ کا حکم دیدیا۔

یاد داشت میں باب عالی نے لکھا کہ خط اینوس میڈیا کے متعلق سوال کے ذی پہلو مہذب ذرائع سے حل کو باب عالی خود ترجیح دیتا، مگر بلغاریوں کے مظالم نے اسکو ناممکن کردیا ہے۔ باب عالی امید کرتا ہے کہ موجودہ حالات میں یورپ اسکو کسی ایسی سرحد کے حاصل کرنے کے لیے مجبور متصور کریگا جو دارالسلطنت کی حفاظت کی ضامن ہو، نیز بلغاریا کو بھی اسی کے مطابق مشورہ دیگا۔

یورپ ابھی تک موجودہ وزارت کو کامل کی وزارت سمجھہ رہا تھا جو ایک طرف اخبارات اور قوم کے وکلا کے سامنے تسلیم ادرنہ سے تبری و تحاشی کرتی تھی، اور دوسری طرف اسکے لیے انگلستان کی وساطت سے ساز باز کررہی تھی۔ چنانچہ ریوٹر ۲۱ - کو تار دیتا ہے کہ دول کو پختگی کے ساتھہ یقین دلایا گیا تھا کہ ادرنہ کی طرف پیشقدمی ہرگز مقصود نہیں، بلکہ قسطنطنیہ کے غیر معمولی پر جوش اشخاص کے خاموش کرنے کے لیے ہے۔ مگر ۲۱ - جولائی کو اسے معلوم ہوا کہ اس کا خیال غلط تھا اور اب ایشیا نے اسکے زریں اصول سیاست کا استعمال سیکھہ لیا ہے۔

اس انکشاف حقیقت نے "یورپ کے دار السلطنتوں میں ایک قسم کا خوف آمیز تعجب پیدا کردیا ہے"۔ اسی تار میں آگے چل کے ریوٹر کہتا ہے کہ "معاہدہ لندن کے بابت دول اس درجہ قریبی طور پر ہمخیال ہیں کہ ترکوں کی طرف سے اسکے علانیہ تسخر کو منظور نہ کرینگی۔ خواہ ترک بلغاریوں کے مقابلہ میں باقاعدہ اعلان جنگ ہی کیوں نہ کرنا چاہیں" بہر حال قانونی اور غیر قانونی کسی طرح سے بھی صلیبی یورپ ترکوں کو ادرنہ اپنے ہاتھہ میں رکھنے نہ دیگا۔ کیونکہ اس سے اس اصول گلیڈسٹونی کا نقص لازم آئیگا جو آج بلا استثنا تمام یورپ کا دستور العمل ہے۔ اسی تار میں آخر میں یہ بھی کہدیا گیا ہے کہ "بے شبہ ترکوں پر سخت دباؤ ڈالنے کے ذرائع موجود ہیں، مگر ان پر سب کا اتفاق امر مشکل ہوگا" اور غالبا اشکال کا باعث ائتلاف ثلاثہ بلکہ جرمنی ہوگا۔ ورنہ فرانس و انگلستان دونوں اس تجویز سے اتفاق کرنے کے لیے تیار ہونگے جو "دیو یورپ" کے پایہ تخت سے پیش کیجائے۔

رفتار سیاست

مصر ' ایران ' ترکي

فارسل فرعون فی المدائن حاشرین : ان هؤلاء شرذمة قلیلون ' و انهم لنا لغائظون ' و انا لجمیع حاذرون ' فاخرجناهم من جنات و عیون ' و کنوز و مقام کریم ' کذلک ' و اورثناها بنی اسرائیل ' فاتبعوهم مشرقین (۲۶ : ۳۹ - ۴۲)

در بیابان فنا گم شدن آخر تا چند ؟
رہ بہ پرسیم مگر رہ بہ مہمات بریم

اقانیم تثلیث جن ممالک کو توحید سے غصب کرچکے ھیں اُن کے حوادث انتزاع و اغتصاب پر سب کي نظر ہے ' لیکن جو قدر قلیل ھنوز دست برد سے باقي ہے ' اُس پر اُٹھتي ہوئی نگاھیں بھي نہیں پڑتیں - برطانیہ عظمی کي زبان حال (لندن ٹائمس) تازہ اشاعت میں گویا ہوئي تھي کہ " مصر کو انگریزي مقبوضات میں ملحق کرنے کا خیال نہ کبھي پہلے ہوا تھا اور نہ اب ہے " لیکن وزیر خارجۂ انگلستان (سر ایڈورڈ گرے) دیوان عام (ہاؤس آف کامنس) میں صاف کہہ رہے ھیں ' کہ :

گورنمنٹ برطانیہ کو اس مسئلہ (الحاق مصر) کي جانب نہایت توجہ ہے - کئي سال سے یہ واقعہ پیش آرہا ہے کہ مصر کے عمید برطانیہ (برٹش ایجنٹ) کي کوئي سالانہ تقریر (انتظامي رپورٹ) ایسي نہ نکلي کہ مسئلہ الحاق پر نکتہ چیني سے محفوظ رہی ہو - یہ تعجب کي بات نہیں ہے کہ اسوقت اس بات کي کوشش کي جائیگي کہ ملک کو اس وھمي دیو کی تکلیف سے آزاد کردیا جاے - تعجب کي بات یہ ہوتي اگر موجودہ برٹش ایجنٹ (لارڈ کچنر) لارڈ کرومر کے بعد اس مسئلہ کو ایک سال تک کے لیے غیر منفصل رھنے دیتے ' اور انگلستان کي حکومت کو اس امر پر متوجہ نہ کرتے -

پچھلے سال مسئلہ الحاق کے متعلق دول یورپ سے انگریزي سلطنت کی گفتگو ہوئي تھی ' ھنوز یہ سلسلہ جاري ھی تھا کہ جنگ بلقان چھڑ گئی - مطلع سیاست مکدر ہوگیا ' اور یورپ میں تشویش پھیل گئی - معاملات مشرق ادنی کے تقدم و اھمیت کو ملحوظ رکھتے ہوے اس معاملے کو چند روز کے لیے چھوڑ دیا گیا ' اب کسی دوسرے موقع پر اس کی سلسلہ جنباني ہوگي -

دول ستہ کے علاوہ تقریباً اور بھي پندرہ گورنمنٹیں جو اس مسئلہ سے تعلق رکھتي ھیں اس میں شریک ہونگي - انکي رضامندي حاصل کرني ضرور ہے - یورپ میں ایسے نامہ و پیام میں بڑي دقت ہوتي ہے ' کیونکہ نسخ الحاق معاھدہ مصر پر بہت سے اعتراضات کیے جاتے ھیں - یہ اعتراض ملحوظات سیاسیہ کی بنا پر ہوتے ھیں - انتظام یا عدالتي امور کي متعلق نہیں ہوے ' اسوجہ سے یہ سوال مناسب وقت کا منتظر ہے -

مشرق ادنی میں صلح کرادینے کي وجہ سے دوسري قوموں کي نظر میں برطانیہ کا وقار و اثر اچھا ہوگیا - مصر کے موجودہ نظام عدالت میں برطانیہ کو کسی ترمیم کے پیش کرنے میں کچھہ ایسي دقت نہ ہوگي ' اگر کبھي ترمیم پیش ہوئی تو وھانکی ملکي حالت میں اس سے کوئي تغیر نہ ہوگا ' اور نہ وادي نیل میں اس سے برطانیہ کي ذمہ داریوں میں کچھہ فرق آئیگا - الحاق مصر کا مسئلہ بہت ھي عجیب معنوں میں اسوقت سمجھا جارھا ہے - نظم و نسق کے موجودہ حالات کچھہ اس نوعیت کے واقع ہوے ھیں کہ اس وقت جیسي پولیس ملک میں موجود ہے اُس سے بہتر جمعیت قائم کرنے میں کیا کچھہ موانع پیش آرہے ھیں - اس سے انصاف کا خون ہوتا ہے ' اور عام ملکي ترقي میں خلل پڑتا ہے -

سلطنت برطانیہ کي یہ خصوصیت ہے کہ وہ غیر اقوام کے نازک معاملات میں بہت نرم ہے ' اسوجہ سے وہ الحاق کو بہت ھي غیر موزوں معنوں میں بھي سن لینا جائز سمجھتي ہے - اسکا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ قناصل و سفراے دول ' فرائض پولیس کے ادا کرنے میں خلل ڈالتے ھیں ' اور بغیر مصري حکومت کي منظوري یا استمزاج کے پولس سے اپنی وارنٹوںکے امتثال کے آرزومند رہتے ھیں -

روسی الجنس ادموچ (Adamovitch) سے مصر کے باھر ایک جرم سرزد ہوا تھا - روسی قونصل نے اوس کو مصر میں گرفتار کرلیا ' اور روس بھیجدیا - حکومت برطانیہ نے اس معاملہ میں چشم پوشي توکی ' مگر یہ امر چشم پوشی کے قابل نہیں ہے کہ مختلف معاملات میں اسطرح کے متواتر اقدام روسي قونصل نے کیے ھیں ' جس سے ایک ایسے ملک میں جہاں برطانیہ کو بہت ھي قریبي تعلق حاصل ہے اصول میں فرق آتا ہے -

خاص شرائط میں ایک حق امتیاز یہ بھي ہے کہ مصر کي مقامي عدالتوں سے اجانب (آدمي یا غیر ملکی رعایا) کو تعلق نہ ہوگا - اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ ملزمونکے گرفتار کرنے میں دقت پیدا ہوگئی - بعض موقعوںمیں گرفتاري نا ممکن ہو جاتي تھي ' اور کامل شہادتیں میسر نہیں آسکتي تھیں ' جب کسي غیر ملک کا کوئي باشندہ گرفتار ہوتا تھا تو اُسي ملک کے قونصل کی عدالت میں وہ بھیجدیا جاتا تھا - اس سے مصر کی انصاف کرنے والي حکومت کو صدمہ پہونچتا تھا - مجرموں کو ارتکاب جرائم کے لیے مصر اُس زمانے میں ایک عمدہ جگہہ مل گئی تھي - اسوقت جیسا کہ سالانہ رپورٹ سے ظاھر ہوتا ہے ' سفید رنگ اقوام (اھل فرنگ) کی بردہ فروشي کو روکنے میں بڑي دقت ہوتي ہے - با قاعدہ الحاق نہونے سے رفاہ عامہ کے دوسرے کاموں میں بھي اسی طرح کی بہت سی زحمتیں پیش آرھي ھیں -

مصر کو مقبوضات برطانیہ میں ملحق کرانے کي تحریک اگر خود مصر کے حق میں کوئی منصفانہ تحریک ہے تو یقین کرنا چاھیے کہ دوسری قوموں کے لیے بھی یہ کوئي تکلیف کی بات نہوگي - غیر ممالک کو بہت سے فائدے پہونچینگے ' اجنبی حکومتونکی تجارت میں ترقی ہوگی - برٹش ایجنٹ نے سنہ ۱۹۱۲ ع کی سالانہ

رپورٹ میں توجہ دلائی ہے کہ محاکم مختلطہ میں اصلاح کے لیے وہ بڑی بے صبری سے انتظار کررہے ہیں - وہ لکھتے ہیں کہ " ان اصلاحات کے نفاذ سے اصولی امور میں کوئی فرق نہیں آئیگا " یعنے اگر ممالک غیر کے جج علحدہ کردیے جائیں تو ان ممالک کو مالی منافع بھی ہے -

الحاق کی اصل بنا یہی مخلوط عدالتیں ہیں - ان کے زوال سے فاضل یورپ کے کچھہ اختیارات زائل ہوجائینگے جو اکثر اوقات معمولی جرائم کے ارتکاب پر اپنی رعایا کے ساتھہ رعایت کرنا چاہتے ہیں -

موجودہ عدالتیں مصر کی ضرورتوں کے لیے بالکل ہی ناکافی ہیں - لارڈ کچھنر کے قول کے مطابق ان میں غیر اقوام کے حقوق کی نگرانی کرنے اور ایک با قاعدہ نظام قائم رکھنے کی قابلیت ہی نہیں ہے - پرانا طریق عمل اب تک متروک نہیں ہوا ' لہذا نجانب کے لیے محاکم مختلطہ کا نظام توڑ دیا جائیگا ' دول یورپ نے اس معاملے میں ابھی تک کوئی مدد نہیں دی - اسی وجہ سے یہ مسئلہ ہنوز معرض التوا میں پڑا ہے ' اب مناسب موقع پر جب برٹش گورنمنٹ اس مسئلے کو چھیڑیگی تو اسکا فیصلہ جلد ہوجائیگا "

مطلب یہ ہوا مصر کے نظم و نسق میں مشکلیں پیش آرہی ہیں ' عدالتیں اچھی نہیں ' پولیس اچھی نہیں ' دول یورپ کے مخصوص امتیازات انصاف کے باب میں سنگ راہ ہیں ' قونصلوں کی مداخلت بے اصولی پیدا کررہی ہے ' اس لیے نفاذ اصلاح و سد خلل کا اقتضا یہ نہیں ہے کہ مصر کو آزاد ہونے اور اپنے لیے بہتر حکومت قائم کرنے میں مدد دی جاے ' بلکہ اقتضاے انصاف یہی ہے کہ مقبوضات برطانیہ میں اس کو ' خواہ بالکل ہی غیر موزوں و ملائم طریق ہی پر کیوں نہ ہو ' اور با قاعدہ الحاق کی صورت نہ بھی نکلتی ہو ' مگر ملحق کرلیں کہ جو رہی سہی نیم خود مختاری حاصل ہے وہ بھی نہ رہے -

برٹش ایجنٹ کو مصر میں یورپ کے امتیازات و مراعات سے تکلیف ہورہی ہے ' یہی رعایتیں ترکی میں بھی دول یورپ کو حاصل ہیں ' اور دولت عثمانیہ کی اکثر بد نظمیوں کی مسئولیت (ذمہ داری) انھیں مراعات کے سر ہے ' لیکن وہاں غیروں کا معاملہ ہے اس لیے ان کے قائم رکھنے پر زور دیا جاتا ہے ' اور یہاں اپنا تعلق ہے لہذا ابطال کی کوشش ہورہی ہے - مصر بھی ترکی ہی کا ایک جزو ہے ' ابطال مراعات کی ضرورت سے جب اُس کے الحاق کی احتیاج محسوس ہورہی ہے تو کیا عجب ہے کہ ایک ایسا وقت آئے کہ ترکی کو بھی اسی ضرورت سے کوئی سلطنت اپنے مقبوضات میں ملحق کرلینے کی دعویدار ہو جاے !

ایران کے جنوبی و شمالی حصے تو انگلستان و روس کے زیر اثر آہی چکے ہیں - وسط کا علاقہ جو ہنوز باقی ہے وہاں اس قدر دسائس اور دراندازیاں پھیل رہی ہیں کہ اب اُس کی آزادی کی بھی خیر نہیں - میںچسٹر گارڈین نے پروفیسر براؤن کے ایک خطبہ کا اقتباس شائع کیا ہے جس میں ایران کی اخباری حالت پر اُنھوں نے بحث کی ہے - ہر ایک ملک و قوم کی صحیح حالت کا اندازہ اُس کے اخبارات سے ہوسکتا ہے ' اس معیار کے مطابق خطیب کی راے میں " ایران کے اخبارات نے اس قلیل و قصیر آئینی حکومت کے عہد میں جو حیرت انگیز ترقی کی تھی اُس سے ایرانیوں کی قابلیت کا اندازہ ہوتا ہے - اب یہ اخبارات نہایت سختی سے بند کیے جارہے ہیں - جہاں قومیت کے مٹانے کی ضرورت پیش آئی وہاں اخبارات کا صفحہ ہستی سے مٹانا بھی ضروری تھا - آئینی حکومت میں تین چار سو اخبارات نکلا کرتے تھے ' مگر اب استبداد کے چند مداح و بادہ خواں اخباروں کے علاوہ مشکل سے کوئی آزاد اخبار نکلتا ہوگا -

سنہ ۱۹۰۷ ع میں صرف طہران سے ڈیڑھ سو اخبارات شائع ہوتے تھے ' جو اپنی صداقت ' اخلاقی جرات اور علمی و ادبی امتیازات سے نہایت ممتاز تھے - اس ترقی میں تعجب و تحیر کا اور بھی اضافہ ہوتا ہے جب اس حقیقت پر نظر پڑتی ہے کہ ایام استبداد میں اخباری مذاق سے ایران اس قدر نا آشنا تھا کہ سب سے پہلا ایرانی اخبار لیتھو پریس میں چھپوا کر شاہ اپنے عہدہ داروں میں تقسیم کرادیا کرتے تھے ' اور انکی تنخواہوں سے اسکی قیمت وضع کرلی جاتی تھی -

آجکل تبریز سے ایک اخبار نکلتا ہے جو ہمیشہ روس کی مدحت سرائی میں مصروف رہتا ہے " - پروفیسر براؤن کے پاس بہت سے اخبارات کا ایک مجموعہ بھی تھا جسے دوران تقریر میں حاضرین کو دکھایا گیا - اس میں ایک ظریف اخبار کے پرچے بھی تھے جس کا نام " حشرات الارض " تھا ' اس اخبار میں تمام دنیا کے انقلاب پسندوں کی تاریخ درج تھی ' مگر اب ایسا انقلاب آیا کہ نہ اخبار ہی رہا اور نہ اخباریت ہی باقی رہ گئی -

انگلستان نے روس کو ایران میں موقع تو دیدیا ' لیکن اس مسامحت سے خود اُسے بھی کوئی فائدہ پہونچا ؟ نظارت خارجہ تو اثبات میں جواب دیگی ' مگر پارلیمنٹ کے مقتدر ممبر (مسٹر سالکس) کو اس سے انکار ہے - دیوان عام میں وہ بیان کرتے ہیں کہ " انگریزی روسی معاہدۂ ایران کے رو سے ایران میں روس نے ہر طرح کے تجارتی و ملکی و سیاسی حقوق حاصل کرلیے ' مگر برطانیہ کے بیشتر تجارتی حقوق جاتے رہے - یہ طرز عمل خود ہمارے لیے بھی مضرت کی چیز ہے ' اور اس سے ہماری رعایا کی ایک بڑی تعداد بھی ' جو مسلمان ہے ' سخت ناراض ہے - ان باتوں سے ہم کو یہ سبق حاصل کرنا چاہیے کہ آیندہ گورنمنٹ کی پالیسی جلد جلد تبدیل کرنے میں خرابیاں ہیں " با این ہمہ سر ایڈورڈ گرے کو ان امور کی ذرا بھی پروا نہیں ' اُن کے خیال میں " یہ نہایت نا مناسب راے ہے " معاہدہ نہ ہوتا تو ایران کی حالت اور بھی خراب ہوگئی ہوتی - اس معاہدے پر جو اعتراضات انگلستان میں ہورہے ہیں ایسے ہی اعتراض روس کی ایک جماعت بھی کررہی ہے ' اور وہ بھی اس سے ناخوش ہے "

یعنی اس معاہدے سے روس کو یہ حوصلہ تو ہوا کہ مشہد رضوی پر گولہ باری کی ' آگ برسائی ' بنیاد ڈھائی ' علما کو پھانسی دی ' مثلہ کیا ' کھال کھنچوائی ' مگر یہ حالت پھر بھی اچھی تھی ' معاہدہ نہوتا تو ایران کا تختہ ہی اُلٹ جاتا ! وہ معاہدہ جس سے انگلستان کے علاوہ روس میں بھی ایک جماعت ناراض ہو اُس کے محاسن و منافع و موزونیت میں کیا کلام ہوسکتا ہے ؟

۲ - جولائی سنہ ۱۹۱۳ ع کے ٹائمز آف انڈیا میں کرنیل ییٹ (Col. Yate) لکھتے ہیں کہ " جنگ بلقان ختم ہونیکے بعد ہم ایران اور ایشیائی ترکی کے مستقبل کو بہت ہی تاریک دیکھہ رہے ہیں - مشرق قریب کی ترقی کے متعلق ایک گروہ یہ کہتا ہے کہ اسکا انتظام بالکل فرنگی اقوام کے ہاتھہ میں دیدیا جائے یا اُن لوگوں کے ہاتھہ میں ہو جنکو یہ عیسائی سلطنتیں نامزد کریں - دوسری طرف یہ بات سننے میں آتی ہے کہ روس نے دول یورپ کو اس امر کے اعلان کی جانب توجہ دلائی ہے کہ ایشیائی ترکی میں

تمام دول کو پورا حق دیا جاے ' صرف ایک هي سلطنت انتظامي امور میں دخیل هونیکي حقدار نہیں ہے - اس اختلاف سے ایک بات صاف ظاهر هوتي ہے کہ مشرق قریب کے آخري فیصلہ هونے سے پہلے روس' انگلستان ' فرانس' اور جرمنی' بحر روم - بحر اسود - بحر خزر اور خلیج فارس کے گرد و پیش کے ممالک پر اپنے اپنے مطالب کو حاصل کرکے اپنا اقتدار راسخ کرلینے کو هیں - تین برس هوے جب ایران میں ریلوے کا مسئلہ پیش هوا تها اسوقت یہ رقیب قوتیں ایرانی ریلوے پر اپنا اپنا اقتدار قائم کرنا چاهتی تهیں - اسوقت کي رقابت کا نتیجہ اب همارے پیش نظر ہے - یوروپ کي چار گورنمنٹیں اسوقت ترکي اور ایران سے انکا واجبي بلکہ واجبي سے زیادہ حق لینے کے فکر میں هیں -

خلیج فارس کا مسئلہ اب ان مدبرونکي رایوں کو تقویت دیگا جنهوں نے پچیس برس قبل دنیا پر ظاهر کردیا تها کہ جس حکومت نے کسي غیر طاقت کو اس خلیج کے کسي ساحل پر قبضہ کرنے کی اجازت دي تو اسی حکومت کی سزا لعنت و ملامت هوگی............ خلیج فارس اب قبضہ میں آهی گئی ہے ' سواحل عرب مل هی گئے هیں ' ریلوے نے اضافۂ اقتدار کی راهیں کهول هی دي هیں - اب صرف اس امر کا لحاظ باقی ہے کہ جو علاقہ انگریزي اقتدار کے تحت میں آچکا ہے اس کے هر جزو کل پر انگریزي اقتدار و تسلط کافي طور پر قائم رہے - اس امر کا لحاظ بهي نہایت ضروري ہے کہ روس اپنے علاقہ سے آگے نہ بڑهنے پاے - امیر افغانستان کو اپنے ملک میں خود مختار رهنے دیا جاے - غالباً وہ اس حالت کو بدلنا بهی نہیں چاهینگے ' ملک گیري کی گو انکو هوس بهی هو' مگر اس کے لیے اقدام نہ کرسکینگے ' ترکوں کی سلطنت اور ایرانی حکومت کے بالکل ختم هونے کے بعد جب تک تیس لاکهہ مسلمان یہ نہ کہیں کہ امیر افغانستان همارے خلیفہ اور پیشوا هیں اسوقت تک ان کی حکومت کو قائم رهنے دینا چاهیے - اس مدت میں روس کے اختیار و اقتدار کے محدود کرنے کے لیے بهی بہت کچهہ کوششیں هوسکتی هیں "

خلافت اور مذهبی پیشوائی میں کوئی خاص بات نہ تهی ' صرف اتنا کهٹکا تها کہ مختلف ممالک کے مسلمان آپس میں مل جائینگے - افغانستان کے لیے بهي اگر یہي شبہ پیدا هوا تو اس کي بهي خیر نہیں' اور ترکي و ایران کي تباهی کے لیے تو عزم مصمم هو هي چکا ہے -

ترکي جن مظالم کا شکار هوئي ہے' یورپ کی جس حکمت عملی نے اس کو پامال کیا ہے ' جس پیش بیں تدبر نے اس کے علاقے چهینلے هیں ' جو پس اندیش سیاست اب ایشیا میں بهي اس کو تباہ کرنے پر مصر ہے ' اس نے اب اس وسیع سلطنت کے اصناف امور پر اس قدر احاطہ کر لیا ہے ' ایسے تغلب کي فکر میں ہے کہ خود یورپ کے بعض حلقے بهي اس کي بے بسي پر رحم کرنے لگے هیں - مسٹر سالکس نے بهري پارلیمنٹ میں سر ایڈورڈ گرے سے التجا کي ہے کہ " عثماني سلطنت کو اب تو تباهي سے بچاؤ ' اس کے تباہ کرنے میں خود یورپ کے لیے سخت خطرہ ہے - یورپ کا اس وقت فرض هونا چاهیے کہ ترکي کو زیادہ استوار و محکم بنانے میں کوشش کرے........تیس سال کا طویل زمانہ گزر چکا ہے ' اس مدت میں یورپ نے ترکوں کے ساتهہ کوئي ایسا برتاؤ نہیں کیا جس کے لیے کوئي معقول عذر پیش هوسکے " مسٹر نوبل بکسٹن نے عثمانیوں کي خصومت اور بلقانیوں کي رفاقت پر وزارت خارجۂ برطانیہ کي احسانمندي ظاهر کي ' لیکن ترکي پر ان کو بهي رحم آگیا کہ " اب تو معاهدہ بهي هوچکا ' قرار داد بهي هوچکي ' ترکوں کي مخالفت میں اب تو معاندانہ جذبات کا اظہار نہ هو " وزارت کو اصرار تها کہ خاتمۂ جنگ کے بعد سے ترکوں کو سنبهلنے کا پورا موقع دیا گیا ہے ' نوبل بکسٹن نے اس مصانعت کي حقیقت بهي ظاهر کردي کہ " انکے ساري مصائب برداشت کرنے کے بعد ترکوں سے یہ توقع رکهني کہ وہ پهر سنبهل جائینگے صریح فریب اور محض دهوکا ہے " مسٹر جرنرلا نے بغداد ریلوے کی بحث میں تمام زحمتوں کا باني سر ایڈورڈ گرے کو ٹهہرایا ہے ' اور ان کي کارروائیوں پر بڑي سختي سے بے اطمینانی ظاهر کي ہے - مسٹر نوبل بکسٹن نے اس بے اطمینانی کی تائید کرتے هوے بے اعتمادي کي تشریح بهي کردي - انکي راے میں وزیر خارجہ تنہا کام کرنے کے قابل نہیں هیں - " دیوان عام کے خاص خاص ممبروں کي ایک کمیٹي مرتب هوني چاهیے ' جس میں چالیس سے ساٹهہ ممبر تک شریک هوں ' اور وہ سب مل کر ان کو خارجي معاملات میں مدد دیں "

دنیا میں عیسائیت کیونکر پهیلي ؟
سلانیک میں ایک ترک کو بلغاري سپاهي پکڑے هیں اور ملٹاري اس کے سر پر جبراً صلیب کا نقش بنا رہے هیں

البانیہ جہاں کے مسلمانوں کو ترکي حکومت سے علحدہ هونے کے لیے بڑي بڑي ترغیبیں دي گئی تهیں ' اور جسکو ایک آزاد سلطنت بنانے کي تجویز درپیش ہے ' وهاں کے مسلمانوں کا اب یہ حشر هو رها ہے کہ بقول مسٹر ملفرڈ ارکلس " ان لوگوں کو شمال میں سرویوں اور جنوب میں یونانیوں نے اس قدر مجبور و بے بس بنا رکها ہے کہ ان کے لیے کوئي چارہ کار نہیں رہ گیا ' سختی سے زور دیا جا رها ہے کہ جتنے مسلمان هیں عیسائي هو جائیں ' ورنہ روے زمین کو خالي کرکے زیر زمین کو جا بسائیں "

جس نے عیسائیت سے انکار کیا اُس کی تمام جائداد یا تو تباہ کردی یا ضبط کرلی - مردوں کو قتل کر ڈالا ' عورتوں اور بچوں کو بے یار و مددگار چھوڑ دیا - صرف ایک ایک کپڑا تو اُن کے پاس رہنے دیا ' باقی سارا مال و متاع چھین لیا - اب وہ خانہ ویراں پرورش پھر رہے ہیں "

یہ واقعات دلوں کو خون رلائینگے ' لیکن یورپ سے ان کی شکایت ہی کیا ' پارلیمنٹ کے پچھلے سشن میں مسٹر مالکمس نے علی الاعلان اس فلسفہ کی وضاحت کردی کہ " مسلمانوں کے ساتھہ انصاف کرنے کے لیے یورپ میں دو مختلف قسم کے قانون رائج ہیں ' ایک وہ قانون دفاعی جو مسلمان مدعی کے خلاف عیسائی مدعا علیہ کے حق میں منفصل ہوتا ہے ' دوسرا وہ قانون جو عیسائی مدعی کے حق میں مسلمان مدعا علیہ کے خلاف عمل میں آیا کرتا ہے " یہ قوانین جس طرح نافذ العمل ہوتے ہیں اُن کے نتائج عالم آشکار ہیں - ترک تو ان امور سے مستنبہ ہوچکے ہیں ' اور اخبار (ترک یوردی) کی زبان میں کہہ رہے ہیں کہ :

اے ترک تجھے رونا چاہیے اور بہت رونا چاہیے ' ہماری عزیز آنکھیں جاتی رہیں ' اب بھی نہ روئینگے تو کب روئینگے ؟ لیکن تجھکو نا امید اور مایوس نہ ہونا چاہیے ' تیرے ہاتھہ سے ایک شہر جاتا رہا تو پورے ایک ملک کو واپس لینے کے لیے اُٹھہ کھڑا ہو ' اور اگر ایک ملک کھو گیا تو ایک جہاں کی تسخیر کی آمادگی کر -

افسوس ! نپولین بونا پارٹ نے سو برس ہوے مصر میں تیسری حکومت پر حملہ کیا تھا ' اور اُس میں اُس کو ناکامی ہوئی تھی تو چلا اُٹھا تھا کہ " ترک مرجائینگے مگر مغلوب و منہزم نہ ہونگے " اس واقعے کو پوری ایک صدی ہوچکی ہے ' اب تو مغلوب بھی ہوگیا - اور منہزم بھی ' سارے زمانے نے جان لیا کہ " تجھے ہزیمت و مغلوبیت تو نصیب ہوتی ہے لیکن موت نہیں آتی "

لیکن ایک ہم ہیں کہ دنیا ہم کو مٹانے کی فکر میں ہے ' اور ہم کو تنبہ تک نہیں ہوتا ' آسمانی منادی تیرہ سو برس ہوے اعلان کرچکا ہے ' کہ مسلمان اگر خود نہ سنبھلے تو قدرت اُن کو مٹا کر رہیگی ' بجاے اُن کے کسی دوسری قوم کو مسلمان بنا کر رکھیگی ' مگر ہم یہ سب کچھہ سنتے ہیں اور کچھہ بھی متاثر نہیں ہوتے :

فلا اقسم برب المشارق و المغارب انا لقادرون ' علی ان نبدل خیراً منهم وما نحن بمسبوقین ' فذرهم یخوضوا و یلعبوا حتی یلاقوا یومهم الذی یوعدون (۷۰ : ۱۴ و ۱۵)

پروردگار عالم شاہد ہے کہ : ہم اس بات کی قدرت رکھتے ہیں کہ جیسے لوگ اب ہیں ہم اُن کو بدل کرکے اُن سے اچھی قوم لائیں ' اور اس کام میں کسی نے بھی ہم پر سبقت نہ حاصل کی ہوگی ' ان کو چھوڑ دو کہ غور و خوض و لہو و لعب میں پڑے رہیں ' یہاں تک کہ عذاب کا دن آئے اور پھر اُس روز غفلت کا نتیجہ معلوم ہوجائے -

ترجمہ اردو تفسیر کبیر

جسکی نصف قیمت اعانۂ مہاجرین عثمانیہ میں شامل کی جائیگی - قیمت حصۂ اول ۲ - روپیہ - ادارۂ الہلال سے طلب کیجیے -

وثائق و حقائق

لا تلقوا بایدیکم الی التهلكة

(بقیۂ ۱۶ - جولائی سنہ ۱۹۱۳ ع)

پچھلی اشاعت میں قارئین کرام نے ملاحظہ فرمایا ہوگا کہ لا تلقوا بایدیکم الی التهلكة کی تفسیر میں آجکل عوام نے سمجھہ رکھا ہے کہ غیر معمولی حوادث طغیان و استبداد کو معمولی تحمل سے انگیز کرلینا چاہیے اور وفاداری کے نتائج میں ہمیشہ :

" بدرد و صاف ترا حکم نیست دم درکش "

کا فلسفہ مضمر رہنا چاہیے ' اور خواہ کتنی ہی اذیتیں پہونچیں ' مگر ہر حال میں صبر و شکر سے برداشت کرنا چاہیے :

کہ آنچہ ساقی ما ریخت عین الطاف است

ان پر نکتہ چینی کرنا شان عقیدت و اخلاص کے خلاف ہے ' انگریز ہمارے حاکم ہیں ' ہمارے حق میں جو چاہیں کریں لایسأل عما یفعل و هم یسألون :

گر برانند ور نخوانند روے سر بر آستانم
بندہ را فرمان نباشد انچہ فرماید برانم

اعضاے حکومت کی شکایت ہی کیا ؟ گلے شکوے کرکے اپنے آپ کو تہلکے میں کیوں ڈالو ؟ مقابلے کی طاقت نہیں ' مقاومت کا زور نہیں ' پھر شکایت کرنا صریح اپنے آپ کو ہلاکت میں پھنسانا ہے -

یہ خیالات ہیں جو آجکل عموماً دلوں میں آتے اور زبانوں سے ادا ہوتے ہیں ' انقلاب کی خواہش تو بے معنی ہے ' جائز نکتہ چینی بھی نا جائز سمجھہ لی گئی ہے ' مذہب کی تائید سے بھی اس باب میں مدد لی جاتی ہے ' اور لا تلقوا بایدیکم الی التهلكة - (اپنے تئیں اپنے ہاتھوں سے ہلاکت میں نہ ڈالو) کی دلیل دی جاتی ہے - معلوم ہوتا ہے سب سے پہلے امام رازی نے اس نکتہ آفرینی کی جانب توجہ مبذول کی ہے ' فرماتے ہیں :

المراد من قوله : ولا تلقوا بایدیکم الی التهلكة انه لا تقتحموا فی الحرب بحیث لا ترجون النفع ولا یکون لکم فیه الا قتل انفسکم فان ذلک لا یحل ' و انما یجب ان یقتحم اذا طمع فی النکایة و ان خاف القتل ' فاما اذا کان آیساً من النکایة و کان الاغلب انه مقتول فلیس له ان یقدم علیه (تفسیر کبیر - ج ۱ - ص - ۶۸۴)

" اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو " اس سے مراد یہ ہے کہ ایسی لڑائی میں جہاں فائدے کی امید نہ ہو بلکہ جان جانے کا خوف ہو ' کبھی نہ جا ڈالو ' یہ بات شرعاً حلال و مباح نہیں ہے ' اس میں دست اندازی اُس وقت لازم ہے جب دشمنوں کو تعزیر دینے کی طمع ہو ' خواہ اس میں قتل ہوجانے ہی کا خوف کیوں نہ ہو ' لیکن اگر تعزیر دینے سے نا امیدی ہو ' اور غالب یقین یہی ہو کہ خود ہی قتل ہونگے تو اس حالت میں ایسی پیشقدمی نہ کرنی چاہیے -

اس مطلب پر امام رازی نے چند اعتراضات بھی کیے ہیں ' لیکن آخر میں جواب بھی خود ہی بتا دیے ہیں کہ مطلب بھی مصدق ہوجائے ' شبہات بھی نہ رہیں ' اور بات کی دل آویزی میں بھی فرق نہ آنے پائے -

امام رازی کا زمانہ وہ تھا جب اسلامی تمدن میں انحطاط شروع ہوچکا تھا ' ہمتیں پست ہو رہی تھیں ' فتوحات کا سلسلہ بند تھا ' شرائع و صوائف کی جگہہ خانہ جنگیوں نے لے لی تھی - سنہ ۶۰۶ ہجری میں امام رازی کی وفات ہوئی ' اور سنہ ۵۶۷ ہجری میں - یعنی امام رازی کی وفات سے ۳۹ - برس قبل تاتاریوں کا سیلاب دریاے جیحوں کو عبور کرکے خوارزم کا رخ کرچکا تھا - مصر و شام و روم و تونس میں صلیبیوں کے حملے ہو رہے تھے ' بلاد اسلام میں قتل عام برپا تھا ' کفار ایک ایک شہر کو فتح کرتے تھے ' مقاومین کو تہ تیغ کرکے سارے شہر کو آگ لگا دیتے تھے ' مرعوبیت اس قدر چھا گئی تھی کہ حملہ آوروں کی مقاومت و مدافعت کانہم یساقون الی الموت کے مرادف سمجھہ لی گئی تھی -

ایسی حالت میں اگر جان بچانے کا خوف غالب ہو ' اگر ناکامی کا یقین کامیابی کے لیے کوششیں کرنے سے روکتا ہو ' اگر پیشقدمی کے معنے ہلاکت کے لیے جاتے ہوں ' اگر جنگ دفاعی میں موت کی تصویر نظر آتی ہو ' تو یہ ایک قدرتی امر ہے - اس میں تعجب کی کیا بات ہے ؟ فیلسوف طبیعتیں کیوں نہ قرآن کریم سے ایسے معنے نکالیں ' اور ہلاکت کے تخیل سے ہمتوں میں تہلکہ ڈالیں ؟ زمانے کی رفتار ' گرد و پیش کے حالات ' اور مجراے سیاست کی تبدیلیوں کا ہر ایک چیز پر اثر پڑتا ہے - تنزل پذیر جماعتیں ترقی کی آیتوں کو اپنے شان انحطاط کے مناسب بنالیتی ہیں - محکوم قوموں کو مغلوبیت کی ناپاک غلامی کے لیے بھی کتاب و سنت سے ثبوت مل جاتا ہے -

---

لیکن یہ باتیں واقع میں اگر بجاے خود ثابت ہوں ' اور انسان کو ' اپنے ظاہری ساز و سامان کی بنا پر ' جب تک کامیابی کا قطعی یقین نہ ہو ' اس وقت تک مہمات امور میں ہات ڈالنے کے معنے اگر ہلاکت مول لینے کے ہیں ' تو صدر اول کی وہ پاک و برگزیدہ ہستیاں جو نہایت بے سر و سامانی کے عالم میں کسری و قیصر کے تخت و تاج پر قبضہ کرنے چلی تھیں ' ایک بہت ہی مختصر جمعیت سے بدر و حنین کی مہم سر کرنے آتھی تھیں - ردۃ عرب کے موقع پر سارے ملک سے جنگ کرنے کو آمادہ تھیں ' اور اس نازک حالت میں جب کہ ہر شخص کو اندیشہ تھا کہ مدینۃ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) پر مرتد قبائل کا حملہ ہوا چاہتا ہے ' ارض موتہ میں رومی اسپاہ سے آویزش کے لیے فوج روانہ کر رہی تھیں ' وہ اسوقت یقیناً خدا کے صاف حکم (لا تلقوا بایدیکم الی التہلکۃ) کی صریح مخالفت رہی ہونگی ' وحاشا ہم عن ذلک -

---

بے شبہہ ان بزرگوں کے حوصلے اپنی بے ساز و برگ جماعت کی قلت اور دشمنوں کی کثرت سے پست نہ ہوتے ہونگے ' ان کو خدا کے وعدے پر وثوق ہوگا کہ ایمان کی زبردست طاقت سے وہ ساری دنیا کو زیر کرسکتے ہیں ' ظاہری وسائل اقدام و دفاع سے وہ بھی محروم تھے ' اور ہم بھی ہیں - قوت ایمانی ان میں بھی تھی اور ہم بھی اس کے مدعی ہیں - یہی خصوصیت انہیں ایک زمانے پر غالب رکھتی تھی ' اور اسی کے طفیل میں ہم بھی مغلوبیت سے بچ سکتے ہیں ' لیکن اگر اس خصوصیت (ایمان) سے ہم بے بہرہ ہیں تو پھر مسلمان ہی نہیں ' اور جب اسلام ہی نہ رہا تو ترقی کی توقع کیا اور تنزل کا گلہ کیوں ؟

الذین اتخذوا دینہم لہوا ولعبا وغرتہم الحیاۃ الدنیا فالیوم ننسٰہم کما نسوا لقاء یومہم ہذا ' وما کانوا بایاتنا یجحدون (۷ - ع - ۶)

جن لوگوں نے اپنے دین کو لہو و لعب بنا رکھا تھا ' اور دنیا کی زندگی ان کو دھوکے میں ڈالے ہوئے تھی تو جس طرح اپنے اس دن کے پیش آنے کو وہ بھول گئے تھے اسی طرح ہم بھی آج ان کو بھلا دینگے ' کہ وہ ہماری آیتوں کے منکر نہ تھے -

وہ آیت جس سے مسلمانوں کے ہلاکت میں نہ پڑنے کا استدلال کیا جاتا ہے سورہ بقرہ میں ہے ' اور وہ یہ ہے :

وانفقوا فی سبیل اللہ ولا تلقوا بایدیکم الی التہلکۃ ' واحسنوا ان اللہ یحب المحسنین (۲ - ع - ۲۴)

اللہ کی راہ میں خرچ کرو ' اپنے ہاتھوں اپنے تئیں ہلاکت میں نہ ڈالو ' اور احسان کیا کرو ' بے شک احسان کرنے والوں کو اللہ دوست رکھتا ہے -

اس آیت کی تفسیر تین طرح پر کی گئی ہے :

(۱) اللہ کی راہ میں خرچ کرو ' اور جہاد کو کسی حالت میں ترک نہ ہونے دو ' کیونکہ اس کا ترک کرنا اپنے آپکو تہلکے میں ڈالنا ہے - اس باب میں ترمذی نے (۱) ایک صحیح حدیث روایت کی ہے جس کے خاص الفاظ یہ ہیں :

عن اسلم بن ابی عمران قال : کنا بمدینۃ الروم فاخرجوا الینا صفاً عظیماً من الروم فخرج الیہم رجل من المسلمین حتی دخل فیہم ' فصاح الناس وقالوا : سبحان اللہ یلقی بیدیہ الی التہلکۃ ' فقام ابو ایوب الانصاری فقال : یا ایہا الناس انکم لتاولون ہذہ الایۃ ہذا التاویل وانما نزلت ہذہ الایۃ فینا معشر الانصار لما اعزاللہ الاسلام وکثر ناصروہ فقال بعضنا لبعض سراً دون رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اموالنا قد ضاعت وان اللہ قد اعزالاسلام وکثر ناصروہ فلو اقمنا فی اموالنا فاصلحنا ما ضاع منہا ' فانزل اللہ تبارک وتعالی علی نبیہ صلی اللہ علیہ وسلم یرد علینا ما قلنا " وانفقوا فی سبیل اللہ ولا تلقوا بایدیکم الی التہلکۃ " فکانت التہلکۃ الاقامۃ علی الاموال واصلاحہا وترکنا الغزو ' فما زال ابو ایوب شاخصا فی سبیل اللہ حتی دفن بارض الروم (۲)

اسلم بن ابی عمران سے روایت ہے کہ ہم لوگ روم کے شہر (قسطنطنیہ) میں کفار سے جہاد کر رہے تھے ' رومیوں نے ایک بڑی جماعت ہمارے مقابلہ کو بھیجی ' مسلمانوں کے لشکر سے ایک شخص مقابلے کو نکلا ' اور حملہ کرتا ہوا رومیوں کی صف میں چلا گیا - یہ دیکھہ کر لوگ چلا اٹھے کہ " سبحان اللہ ! اپنے ہاتھوں اپنے تئیں تہلکے میں ڈالتا ہے " ابو ایوب انصاری نے اٹھہ کر کہا کہ " لوگو ! تم اس آیت کی یہ تاویل کرتے ہو حالانکہ یہ آیت ہم انصاریوں کے باب میں اس وقت اتری تھی جب اسلام کو خدا غالب کرچکا تھا ' اور بہت سے لوگ اسکے مددگار ہوچکے تھے - ہم میں سے بعض اشخاص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے چھپاکر آپس میں پوشیدہ طور سے یہ صلاح کی کہ " اسلام کی اعانت میں خرچ کرتے کرتے ہمارا مال و زر تلف ہوگیا ' اب خدا نے اسلام کو غالب کیا ہے ' اور اس کے بہت سے مددگار پیدا ہوچکے ہیں ' اب اگر ہم اپنے مال و زر کا انتظام کریں ' اور جو تلف ہوچکا ہے اسکی تلافی کے لیے کوئی اصلاحی طریقہ نکالیں تو بہتر ہے " اللہ تعالی نے ہم کو جواب دینے کے لیے اپنے پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) پر یہ آیت نازل کی کہ : " اللہ کی راہ میں خرچ کرو اور اپنے کو ہلاکت میں نہ ڈالو " ہلاکت کا مطلب مال و دولت کا انتظام و اصلاح و ترک جہاد تھا " اس روایت کے بعد ابو ایوب برابر جہاد کرتے رہے ' حتی کہ سر زمین روم ہی میں دفن بھی ہوے (۲)

---

(۱) ابواب تفسیر القرآن من الجامع الصحیح لابی عیسی محمد بن عیسی بن سورۃ الترمذی المتوفی سنہ ۲۷۹ للہجرۃ -

(۲) الترمذی قال حدثنا عبد بن حمید الضحاک بن مخلد ابو عاصم النبیل بن حیوۃ بن شریح عن یزید بن حبیب عن اسلم بن عمران قال الخ ثم اتمہ بقولہ وھذا حدیث حسن غریب صحیح -

(٢) تہلکے کے معنے نا امیدی کے ہیں اس باب میں ١٢ - حدیثیں مروی ہیں ' جن میں ایک خاص روایت یہ ہے :

عن البراء بن عازب فی قوله ولا تلقوا بایدیکم الی التہلکة قال هو الرجل یصیب الذنب فیلقی بیدہ ای التہلکة یقول لا توبة لی (١)

" اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو " کی تفسیر میں براء بن عازب سے روایت ہے کہ اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنے والا وہ شخص ہے جس نے گناہ کیے ہوں اور سمجھہ لیا ہو کہ میں ہلاک ہوگیا ' نہ میرے لیے مغفرت ہے نہ میری توبہ قبول ہوگی (١)

(٣) آیت میں تہلکہ سے مراد یہ ہے کہ ہر جگہ بے تدبیر جہاد کا اقدام کرنا اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنا ہے ' اس باب میں ابو زید کا صرف ایک قول منقول ہے ' مگر باقی تمام روایتیں اس کے مخالف ہیں ' اور سخت مخالف ہیں -

(٤) انفاق فی سبیل اللہ سے باز رہنا اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنا ہے - اس کی تائید میں ٢٥ - حدیثیں مروی ہیں ' جن میں حضرت عبد اللہ بن عباس سے ایک یہ روایت نہایت قابل اعتماد ہے :

لیس التہلکة ان یقتل الرجل فی سبیل اللہ ' ولکن الامساک فی سبیل اللہ (٢)

ہلاکت یہ نہیں ہے کہ انسان اللہ کی راہ میں قتل ہوجائے ' ہلاکت یہ ہے کہ اللہ کی راہ میں خرچ کرنے سے باز رہے (٢)

ابن جریر نے اس آخری توجیہ کو مرجح مانا ہے ' وہ لکھتے ہیں :

الصواب من القول فی ذلک عندی ان یقال ان اللہ جل ثناؤہ امر بالانفاق فی سبیله........ و معنی ذلک و انفقوا فی اعزاز دینی الذی شرعته لکم بجهاد عدوکم الناصبین لکم علی الکفر بی ' و نهاهم ان یلقوا بایدیهم الی التہلکة - فقال : ولا تلقوا بایدیکم الی التہلکة - وذلک مثل ' والعرب تقول للمستسلم للامر " اعطی فلان بیدیه " وکذلک یقال للممکن من نفسه مما ارید به " اعطی بیدیه " فمعنی قوله ولا تلقوا بایدیکم الی التہلکة ' لا تستسلموا للهلکة فتعطوها ازمتکم فتهلکوا ' والتارک للنفقة فی سبیل اللہ عند وجوب ذلک علیه مستسلم للهلکة بترکه اداء فرض اللہ علیه فی ماله (١)

ان تمام اقوال میں میرے نزدیک بہتر قول یہ ہے کہ اللہ تعالی نے اپنی راہ میں خرچ کرنے کا حکم دیا ہے ... اس کے معنے یہ ہیں کہ غلبۂ اسلام کے لیے اپنے دشمنوں سے - جو تمہیں خدا کے ساتھہ کفر کرنے پر مائل کرتے ہوں - جہاد کرو ' اپنے آپ کو تہلکے میں ڈالنے کی ممانعت کی ہے ' یہ ایک مثل ہے ' جس شخص نے عاجزی کے ساتھہ اپنے معاملات غیروں کو تفویض کردیے ہوں محاورۂ عرب میں ایسے شخص کی نسبت کہتے ہیں کہ " اس نے فلاں کو اپنے ہاتھ دے دیے " اسی طرح اس شخص کی نسبت جو غیروں کو موقع دے کہ جو وہ چاہیں اوسکے ساتھہ کریں محاورے میں کہینگے کہ " اس نے خود اپنا ہاتھ دے دیا " اس بنا پر " اپنے ہاتھ سے ہلاکت میں نہ پڑو " کے معنے یہ ہوے کہ " ہلاکت کے آگے سر تسلیم خم نہ کرو اور اپنی عنان اختیار اس کے ہاتھ میں نہ دو ' ورنہ ہلاک ہوجاؤگے " جن لوگوں پر اللہ کی راہ میں خرچ کرنا فرض ہو اور وہ اس کو ترک کررہے ہوں حقیقت میں وہ اس فرض کو ترک کرکے ہلاکت کے آگے سر تسلیم خم کررہے ہوں (١)

یہ واضح روایتیں اور تشریحیں کسی وسیع نظر کی محتاج نہیں ہیں ' محل نظر صرف یہ امر ہے کہ لا تلقوا بایدیکم الی التہلکة کے جو معنے آج بیان کیے جاتے ہیں صدر اول میں کوئی اُن کو جانتا بھی نہ تھا - رہی یہ بات کہ آشوبناک ابتلا کے نازکترین وقتوں میں مسلمانوں کو کیا کرنا چاہیے ؟ اس کا جواب دینے والا خود قرآن ہے ' سورۂ بقرہ میں ہے :

ولقد نصرکم اللہ ببدر وانتم اذلة ' فاتقوا اللہ لعلکم تشکرون ' اذ تقول للمومنین : الن یکفیکم ان یمدکم ربکم بثلاثة الاف من الملائکة منزلین ' بلی ان تصبروا وتتقوا ویاتوکم من فورهم یمددکم ربکم بخمسة آلاف من الملائکة مسومین ' وما جعله اللہ الا بشری لکم ولتطمئن قلوبکم به ' وما النصر الا من عند اللہ العزیز الحکیم ' لیقطع طرفاً من الذین کفروا ' او یکبتهم فینقلبوا خائبین (٣ - ع - ١٣)

خدا نے بدر میں تمہاری مدد کی ' تم اُس وقت ذلیل و بے حیثیت تھے ' لہذا خدا سے ڈرو ' شاید تم شکرگزار بن جاؤ ' مسلمانوں سے اے نبی ! تم کہہ رہے تھے کہ " تمہیں اتنا کافی نہیں کہ پھر تمہارا پروردگار تین ہزار فرشتے بھیج کر تمہاری مدد کرے ؟ " ضرور کافی ہے ' بلکہ تم اگر ثابت قدم رہو ' تقوی کرو ' اور دشمن بھی فوراً تم پر چڑھ آئیں - تو پروردگار پانچ ہزار نشان و شکوہ والے فرشتوں سے تمہاری مدد کریگا - یہ امداد تو خدا کی صرف بشارت تھی جو اسلیے تمکو دی کہ تمہارے دل اس سے تسلی پائیں - اصلی مدد تو اللہ ہی کی طرف سے ہے ' جو بڑا زبردست اور حکمت والا ہے - غرض یہ ہے کہ کسی قدر کافروں کی جڑ کاٹ دے یا ایسا ذلیل کرے کہ ناکام پلٹ جائیں -

---

ایک مقام پر مسلمانوں کے اوصاف و خصائص کے تذکرے میں ہدایت کی ہے :

الذین قال لهم الناس : ان الناس قد جمعوا لکم فاخشوهم ' فزادهم ایماناً ' وقالوا : حسبنا اللہ ونعم الوکیل ' فانقلبوا بنعمة من اللہ وفضل لم یمسسهم سوء واتبعوا رضوان اللہ ' واللہ ذو فضل عظیم - انما ذلکم الشیطان یخوف اولیاءہ ' فلا تخافوهم ' وخافون ان کنتم مومنین (٣ - ع - ١٨)

ایماندار ایسے لوگ ہیں کہ جب لوگوں نے اُن کو خبر دی کہ " مخالفین نے تم سے مقابلے کے لیے ایک انبوہ اور ذخیرہ جمع کررکھا ہے ' اُن سے ڈرتے رہنا " تو اس خبر سے اُن کا ایمان اور ترقی کرگیا ' اور بول اٹھے کہ " ہم کو اللہ بس ہے ' اور وہ بہترین کارساز ہے " یہ لوگ خدا کی نعمت اور فضل کے ساتھہ پلٹ آئے ' اُنہیں کسی طرح کا گزند نہ پہونچا - خدا کی مرضی پر کاربند ہوے ' خدا کا فضل بڑا ہے ' یہ شیطان ہے جو اپنے رفیقوں کو - جن کے مزاج میں شیطنت ہوتی ہے - ڈراتا رہتا ہے - تم اُن سے نہ ڈرنا ' ایمان رکھتے ہو تو ہمارا ہی ڈر رکھنا -

---

(١) ابن جریر قال حدثنی محمد بن عبد المحاربی قال ثنا ابو الاحوص عن ابی اسحاق عن البراء بن عازب فی قوله ولا تلقوا بایدیکم الی التہلکة قال الخ -

(٢) ابن حمید قال حدثنا حکام عن عمرو عن ابی قیس عن عطاء عن سعید بن جبیر عن ابن عباس ولا تلقوا بایدیکم الی التہلکة قال الخ -

(١) تفسیر ابن جریر - ج - ٢ - ص - ١١٥ -

مسلمانوں کو کیا کیا ابتلا پیش آنے کو ہے ؟ اس پیشینگوئی کی ذیل میں ارشاد ہوتا ہے :

لتبلون فی اموالکم وانفسکم ، ولتسمعن من الذین اوتوا الکتاب من قبلکم ومن الذین اشرکوا اذی کثیرا ، وان تصبروا وتتقوا فان ذلک من عزم الامور - (۳ - ع - ۱۹)

مسلمانو ! جان و مال میں تمہاری آزمایش کی جائیگی ، جن لوگوں کو تم سے پہلے کتاب دی جا چکی ہے (یعنے یہود و نصاری) سے نیز مشرکین سے تم کو بہت سی ایذائیں سننی پڑینگی ، تم اگر ثابت قدم رہو اور متقی بن جاؤ تو بے شک یہ ہمت کے کام ہیں -

جو مسلمان ابتلا سے بچنے کے لیے کفار سے دوستانہ تعلقات بڑھانے کے درپے ہوں اُن کی بے راہ روی کی خبر دی ہے کہ :

فتری الذین فی قلوبہم مرض یسارعون فیہم ، یقولون : نخشی ان تصیبنا دائرۃ ، فعسی اللہ ان یاتی بالفتح او امر من عندہ ، فیصبحوا علی ما اسروا فی انفسہم نادمین (۵ - ع - ۸)

تم دیکھو گے کہ جن لوگوں کے دلوں میں روگ ہے یہود و نصاری سے ملنے میں وہ تیزی کرینگے اور کہینگے کہ " ایسا نہ کریں تو ہم کو خوف ہے کہ کسی مصیبت میں نہ پھنس جائیں " کوئی دن جاتا ہے کہ خدا مسلمانوں کے لیے کشایش لاتا ہے یا اپنی طرف سے کوئی امر پیش دکھاتا ہے ، اُس وقت یہ لوگ اُن امور پر (جنھیں اپنے دلوں میں چھپائے رکھتے تھے) پشیمان ہونگے -

ضعف و عجز و بے نوائی کے عالم میں مسلمانوں کو کیا کرنا چاہیے ؟ اس باب میں قرآن کریم کا حکم یہ ہے :

وکاین من نبی قاتل معہ ربیون کثیر ، فما وہنوا لما اصابہم فی سبیل اللہ وما ضعفوا وما استکانوا ، واللہ یحب الصابرین ، وما کان قولہم الا ان قالوا : ربنا اغفر لنا ذنوبنا واسرافنا فی امرنا وثبت اقدامنا وانصرنا علی القوم الکافرین - فآتاہم اللہ ثواب الدنیا وحسن ثواب الاخرۃ ، واللہ یحب المحسنین (۳ - ع - ۱۵)

کتنے پیغمبر ہو گزرے ہیں جن کی معیت میں بہت سے اللہ والے شریک جنگ ہوے ، اللہ کی راہ میں ان کو جو مصیبت پہونچی اس کی وجہ سے نہ انہوں نے ہمت ہاری نہ ضعف و سستی دکھائی ، اور نہ عاجزی ظاہر کی - خدا اُنھیں کو دوست رکھتا ہے جو ثابت قدم رہتے ہیں - اس بات کے علاوہ اُنھوں نے اور کچھ نہ کہا کہ " پروردگار ! ہمارے گناہ معاف کر ، ہمارے کاموں میں جو زیادتیاں ہم سے ہوگئی ہیں اُن سے درگزر فرما ، ہمیں ثابت قدم بنائے رکھ ، اور گروہ کفار پر ہم کو فتح دے " خدا نے اُن کو دنیا میں بھی بدلہ دیا ، اور آخرت کے نیک بدلے کا کیا پوچھنا ہے ، اور احسان کرنے والے ہی پسندیدۂ جناب الہی ہیں -

کفار کی غلامانہ و کورانہ اطاعت میں مسلمانوں کی فلاح ہے یا نہیں ؟ تعلیمات الہیہ میں اس کی یوں شرح کی گئی ہے :

یا ایہا الذین آمنوا ان تطیعوا الذین کفروا یردوکم علی اعقابکم فتنقلبوا خاسرین ، بل اللہ مولاکم وہو خیر الناصرین (۳ - ع - ۱۶)

مسلمانو ! تم اگر کافروں کی اطاعت کروگے تو وہ تمھیں بجاے آگے بڑھنے کے پیچھے لوٹا کر لے جائینگے ، پھر اس رجعت قہقری و رفتار معکوس میں تم ہی خسارہ اُٹھاؤ گے ، وہ تمہارے خیر خواہ نہیں ، بلکہ تمہارا خیر خواہ تو خدا ہے ، اور تمام مددگاروں سے بہتر مددگار وہی ہے -

ان آیتوں کا ما حصل یہ ہے :

(۱) ذلت دلیل ناکامی نہیں ہے - مسلمان کیسے ہی بے برگ و نوا ہوں لیکن اسلام کی بو اُن میں باقی ہے ، تو خدا خود اُن کی مدد کریگا - یہ امداد فرشتوں کی صورت میں بھی نازل ہوسکتی ہے ، خواہ یہ فرشتے عام مفسرین کی راے کے مطابق سچ مچ کے فرشتے ہوں یا مشہور مفسر (ابو بکر اصم) کے انکار کو تسلیم کرتے ہوے ان کو روحانی تسلی و اطمینان قلب کا مرادف سمجھا جائے (تفسیر کبیر - ج - ۲ - ص - ۲۵۵)

معمولی امداد کے علاوہ :

(الف) مسلمان اگر ثابت قدم رہیں -

(ب) اسلامی کیرکٹر (تقوی) اُن میں موجود ہو -

(ج) جو حالت اس وقت ہے کہ ہر طرف سے کفار نے مسلمانوں کو نرغے میں لے لیا ہے اسی کیفیت سے کافروں کا انبوہ چڑھہ دوڑے ، تو ان حالتوں میں تقویت اسلام کے لیے شاندار آسمانی امداد کے منتظر رہو ، لیکن یہ خصوصیتیں مفقود ہوں تو ذلت و مسکنت سے رہائی کی آرزو ہی بے محل ہے - خدا خود چاہتا ہے کہ ایک حد تک کفار کا استیصال ہو ، اور اُن کی ترقی رک جائے - اس مشیئت کی تکمیل کے لیے وہ تو آمادہ ہے مگر ہم بھی تو اپنی آمادگی کا ثبوت دیں -

(۲) مسلمانوں کا یہ منشا نہیں ہے کہ کفار کے انبوہ سے خوفزدہ ہو جائیں ، غلبۂ کفر میں یہ طاقت نہیں ہے کہ اُن کے ضعف و استکانت سے فائدہ اُٹھا کر اُنہیں مرعوب کردے ، نرغۂ کفار کی حالت میں اُن کی قوت ایمانی میں اور بھی ترقی ہونی چاہیے ، خدا پر بھروسا کرکے اگر مقاومت کو اُٹھہ کھڑے ہوے تو کامیابی میں کیا کلام ہے ؟ مضرت پہونچ سکتی نہیں ، ضرر رسانی کی قدرت معدوم ، حسن انجام منتظم ، البتہ مرضات الہی کا اتباع مشروط ہے ، شیطان خوف دلاتا ہے ، بندگان خدا اُس سے کیوں ڈریں ؟ کافروں کی جمعیت تو خوف کی چیز نہیں ہے ، اُن سے بیم و ہراس ہی کیا ؟ دل میں ایمان ہے تو صرف خدا سے ڈرنا چاہیے ، ایمان دار دل اور کفار کا خوف ! نقیضین بھی کہیں جمع ہوتی ہیں ؟

(۳) ابتلا سے مفر نہیں ، جان و مال کا نقصان اُٹھانا ہوگا - اہل کتاب سے ، جن میں دوسری صدی ہجری سے آج تک نصرانیوں کو خاص اعتبار حاصل ہے ، اور مشرکین سے ، کہ نصرانیت میں اُس کی بھی کمی نہیں ، بہت سی اذیتیں برداشت کرنی پڑینگی ، ان حالتوں میں اگر مسلمان ثابت قدم رہے ، استقلال کی خصوصیت کھو نہ بیٹھے ، اور تقوی و طہارت نفس کے اسلحہ اُن کے ہات میں ہوے ، تو پھر حوصلے کیوں پست ہونے لگے ، اور من بعد غلبہم سیغلبون (مغلوبیت کے بعد وہ بہت جلد غالب ہونگے) کا وعدہ زیادہ دیر تک وفا کا رحمت کش انتظار کب رہنے لگا ؟

یثبت اللہ الذین امنوا بالقول الثابت فی الحیاۃ الدنیا وفی الاخرۃ ، ویضل اللہ الظالمین ویفعل اللہ ما یشاء (۱۴ : ۲۰)

جو لوگ ایمان لائے ہیں اُن کو قول ثابت یعنی توحید کی برکت سے دنیا کی زندگی میں بھی خدا ثابت قدم رکھیگا ، اور آخرت میں بھی ، اور جو لوگ ظالم ہیں خدا اُن کی راہ گم کردیگا ، خدا جو چاہتا ہے کر گزرتا ہے -

(۴) کفار سے مسلمانوں کو سازو باز نہ رکھنا چاہیے ، اُن سے بے تعلقی لازم ہے جو ساز و باز رکھتے ہوں ، جنھیں اُن سے بے تعلق رہنے میں اپنے اور اپنی قوم کے لیے مشکلات و مصائب کا اندیشہ ہو ، وہ غلطی پر ہیں ، اُن کو پشیمان ہونا پڑیگا ، اسلام کو فتح نصیب ہوگی ، یا مسلمانوں کی بہبود و بہتری کا قدرت کاملہ کوئی اور

انتظام کردیگی ' اُس وقت معلوم ہوگا کہ الان قد ندمت ولا ینفع الندم (تم اب نادم ہوے جبکہ ندامت مفید ہی نہ رہی) کے کیا معنے ہیں -

(۵) مسلمان کیسی ہی افسوسناک کمزوریوں کے ابتلا میں گرفتار ہوں ' کیسا ہی تنزل و انحطاط ضعف و تذلل اُن پر محیط ہو ' مگر جب مقابلے کو اُٹھینگے یہ ظاہری کمزوریاں اُن کو مغلوب نہیں بناسکتیں ' وہ عزم و ثبات سے کام لینگے ' خدا پر بھروسا کرینگے ' استقلال و نصرت کے خواستگار ہونگے ' اور ایمان و عمل صالح کی طاقت سے نفس مطمئنہ کی ہمت بڑھاتے ہوے فناے استعداد کے لیے بڑھینگے ' اُن کی دنیا بھی سنور جائیگی ' اور انجام بھی اچھا ہی ہوگا -

(۶) کفار کی متابعت خود انحطاط و تنزل کا ذریعہ ہے - طغیان کفر و استبداد کی مطیع رہکر مسلمان قومیں ترقی کرسکتی ہی نہیں - مسلمانوں پر صرف خدا کی اطاعت فرض ہے ' اُسی سے نصرت کی توقع رکھنی چاہیے ' اور اکیلے ایک اُسی کو مددگار سمجھنا چاہیے ' دنیا کی جھوٹی ہستیاں کسی اور کو نفع پہونچائیں تو پہونچائیں مگر مسلمان تو ان سے کبھی منتفع نہیں ہو سکتے -

یہ تعلیمات الٰہیہ کسی خاص وقت اور زمانے کے لیے مخصوص نہیں ' ان کی عمومیت ہر عہد اور ہر قوم پر حاوی ہے ' پھر کون کہہ سکتا ہے کہ لاتلقوا بایدیکم الی التھلکہ کے وہی معنے ہیں جو آج لیے جاتے ہیں ' اور جن سے ہمتیں اور بھی پست ہوتی جاتی ہیں -

فلسفۂ تشکیکیہ

ہستی کے مت فریب میں آجائیو اسد
عالم تمام حلقۂ دام خیال ہے

عالم میں ہزاروں چیزیں مرئی اور غیر مرئی ' محسوس اور غیر محسوس ہمارے سامنے ہیں - لیکن اونکی حقیقت و ماہیت ہم سے مخفی ہے - ہم تجربہ ' اختبار ' استقراء اور دلائل سے اصلیت و واقعیت کے چہرہ سے پردہ اُٹھانا چاہتے ہیں ' اور آخر چند نتائج تک پہونچ کر رہ جاتے ہیں -

ہم میں بعض محتاط اس بنا پر کہ اس سے پہلے بھی ہم سینکڑوں نتائج تک پہونچے ' لیکن وہ واقعی نہ تھے - نیز ہمارے قواے فکر وعمل اس قدر کمزور ہیں کہ تحقیق واقعیت اور اثبات حقیقت کا بارگراں نہیں اُٹھا سکتے ' اور حقائق و ماہیات اشیاے عالم اس درجہ خفی و تاریک ہیں ' کہ موجودہ آلات فکر و نظر اوس کو روشن نہیں کرسکتے - ہمارے ہر نتیجہ کو حقیقت سے عاری اور واقعیت سے معطل قرار دیتے ہیں ' بلکہ کبھی کبھی وہ خود اس کے انکار کی جرات کرتے ہیں کہ عالم میں کوئی حقیقت ہے ' اونکی نظر میں ہر شے تخیل اور دماغ کا اختراع ہے -

(۲) دوسرا گروہ اسکے بالمقابل ہے جو مدعیانہ کہتا ہے کہ عالم حقائق سے معمور ' ہمارے تجارب و اختبارات و دلائل صحیح اور ہمارے نتائج و استنباطات قطعی ہیں - اشیا حقائق واقعیہ ہیں ' اور برہان و تجربہ نے جن نتائج تک پہونچایا ہے ' وہ اوس وقت تک یقینی ہیں جب تک اونکے خلاف کوئی دلیل صحیح نہو -

(۳) ایک معتدل گروہ آگے بڑھتا ہے ' اور فریق اول کو مخاطب کرتا ہے : دوستو ! جب تم آلات فکر کو ناکافی ' دلائل کو غیر موصل الی المطلوب اور عالم کو حقائق سے عاری یقین کرتے ہو ' تو تم کیونکر کہتے ہو کہ ہم کسی شے میں کوئی حقیقت نہیں پاتے ؟ کیا ابھی تم نے جن خیالات کو ظاہر کیا ' کہ " ہمارے آلات عمل و فکر ناکافی ہیں ' دلائل غیر موصل الی المطلوب ہیں ' اور عالم حقائق سے عاری ہے " کیا تم خود انکی صحت کا یقین کرکے ان اصول کی حقیقت کے قائل نہیں ہوگئے ؟ اور اگر انکو بھی تم حقیقت نہیں کہتے ' تو یہ نہ کہو کہ ہمارے دلائل ناکافی ہیں ' آلات عمل ناقص ہیں اور عالم سراسر نقش تخیل -

پھر یہ گروہ دوسرے فریق کی طرف مخاطب ہوتا ہے : دوستو ! یاد ہوگا کہ تم نے اپنی گفتگو میں کہا ہے " ہمکو دلائل و تجارب نے جن نتائج و استنباطات تک پہونچایا ہے وہ اسوقت تک یقینی ہیں جب تک اونکے خلاف کوئی دلیل صحیح قائم نہو " ان فقروں سے ظاہر ہے کہ تم اپنے موجودہ دلائل و نتائج کو متیقن اور غیر ممکن الخطا نہیں سمجھتے ہو ' پھر کیا یہ ممکن نہیں کہ جن معلومات و متخیلات کی صحت کی بنا پر ان دلائل و نتائج کو یقینی سمجھتے ہوں وہ صحیح نہوں ' اور تم قلت معلومات ' یا نقص آلات فکر یا خطاے طرق فکر کی بنا پر غلطی سے صحیح یقین کررہے ہو ' اور مسائل متعددہ میں تم کو اپنی یہ غلطی روزانہ

امام رازی کا زمانہ وہ تھا جب اسلامی تمدن میں انحطاط شروع ہوچکا تھا ' ہمتیں پست ہو رہی تھیں ' فتوحات کا سلسلہ بند تھا ' شواتی و صوالف کی جگہہ خانہ جنگیوں نے لے لی تھی - سنۂ ۶۰۶ - ہجری میں امام رازی کی وفات ہولی ' اور سنہ ۵۶۷ ہجری میں - یعنی امام رازی کی وفات سے ۳۹ - برس قبل تاتاریوں کا سیلاب دریاے جیحوں کو عبور کرکے خوارزم کا رخ کرچکا تھا - مصر و شام و روم و لولس میں صلیبیوں کے حملے ہو رہے تھے ' بلاد اسلام میں قتل عام برپا تھا ' کفار ایک ایک شہر کو فتح کرتے تھے' معاوضین کو تہ تیغ کرکے سارے شہر کو آگ لگا دیتے تھے ' مرعوبیت اس قدر چھا گئی تھی کہ حملہ آوروں کی مقاومت و مدافعت کانہم یساقون الی الموت کے مرادف سمجھہ لی گئی تھی -

ایسی حالت میں اگر جان بچانے کا خوف غالب ہو' اگر ناکامی کا یقین کامیابی کے لیے کوششیں کرنے سے روکتا ہو' اگر پیشقدمی کے معنی ہلاکت کے لیے جانے ہوں' اگر جنگ دماغی میں موت کی تصویر نظر آتی ہو' تو یہ ایک قدرتی امر ہے - اس میں تعجب کی کیا بات ہے ؟ فیلسوف طبیعتیں کیوں نہ قرآن کریم سے ایسے معنے نکالیں ' اور ہلاکت کے تخیل سے ہمتوں میں تہلکہ ڈالیں ؟ زمانے کی رفتار' گرد و پیش کے حالات ' اور مجراے سیاست کی تبدیلیوں کا ہر ایک چیز پر اثر پڑتا ہے - تنزل پذیر جماعتیں ترقی کی آیتوں کو اپنے شان انحطاط کے مناسب بنالیتی ہیں - محکوم قوموں کو محکومیت کی ناپاک غلامی کے لیے بھی کتاب و سنت سے ثبوت مل جاتا ہے -

---

لیکن یہ باتیں واقع میں اگر بجاے خود ثابت ہیں ' اور انسان کو ' اپنے ظاہری ساز و سامان کی بنا پر ' جب تک کامیابی کا قطعی یقین نہ ہو' اس وقت تک مہمات امور میں ہات ڈالنے کے معنے اگر ہلاکت مول لینے کے ہیں ' تو صدر اول کی وہ پاک و برگزیدہ ہستیاں جو نہایت بے سر و سامانی کے عالم میں کسری و قیصر کے تخت و تاج پر قبضہ کرنے چلی تھیں ' ایک بہت ہی مختصر جمعیت سے بدر و حنین کی مہم سر کرنے اٹھی تھیں - ردۃ عرب کے موقع پر سارے ملک سے جنگ کرنے کو آمادہ تھیں ' اور اس نازک حالت میں جب کہ ہر شخص کو اندیشہ تھا کہ مدینۂ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) پر مرتد قبائل کا حملہ ہوا چاہتا ہے ' ارض حرتہ میں رومن امپائر سے آویزش کے لیے فوج روانہ کر رہی تھیں ' وہ اسوقت یقیناً خدا کے صاف حکم (لا تلقوا بایدیکم الی التہلکۃ) کی صریح مخالفت رہی ہونگی ' وحاشاہم عن ذالک -

---

بے شبہہ اُن بزرگوں کے حوصلے اپنی بے سار و برگ جماعت کی قلت اور دشمنوں کی کثرت سے پست نہ ہوتے ہونگے ' اُن کو خدا کے وعدے پر وثوق ہوگا کہ ایمان کی زبردست طاقت سے وہ ساری دنیا کو زیر کرسکتے ہیں ' ظاہری وسائل اقدام و دفاع سے وہ بھی محروم تھے' اور ہم بھی ہیں - قوت ایمانی اُن میں بھی تھی اور ہم بھی اس کے مدعی ہیں - یہی خصوصیت انھیں ایک زمانے پر غالب رکھتی تھی' اور اسی کے طفیل میں ہم بھی مغلوبیت سے بچ سکتے ہیں' لیکن اگر اس خصوصیت (ایمان) سے ہم بے بہرہ ہیں تو پھر مسلمان ہی نہیں ' اور جب اسلام ہی نہ رہا تو ترقی کی توقع کیا اور تنزل کا گلہ کیوں ؟

الذین اتخذوا دینہم لہوا و لعبا و غرتہم الحیاۃ الدنیا فالیوم ننسٰہم کما نسوا لقاء یومہم ہذا' و ما کانوا بایاتنا یجحدون (۷ - ع - ۶)

جن لوگوں نے اپنے دین کو لہو و لعب بنا رکھا تھا ' اور دنیا کی زندگی اُن کو دھوکے میں ڈالے ہوئے تھی تو جس طرح اپنے اس دن کے پیش آنے کو وہ بھول گئے تھے اسی طرح ہم بھی آج اُن کو بھلا دینگے' کیونکہ وہ ہماری آیتوں کے منکر ہو گئے تھے -

وہ آیت جس سے مسلمانوں کے ہلاکت میں نہ پڑنے کا استدلال کیا جاتا ہے سورۂ بقرہ میں ہے ' اور وہ یہ ہے :

وانفقوا فی سبیل اللہ ولا تلقوا بایدیکم الی التہلکۃ ' و احسنوا ان اللہ یحب المحسنین (۲ - ع - ۲۴)

اللہ کی راہ میں خرچ کرو' اپنے ہاتھوں اپنے تئیں ہلاکت میں نہ ڈالو ' اور احسان کیا کرو ' بے شک احسان کرنے والوں کو اللہ دوست رکھتا ہے -

اس آیت کی تفسیر تین طرح پر کی گئی ہے :

(۱) اللہ کی راہ میں خرچ کرو' اور جہاد کو کسی حالت میں ترک نہ ہونے دو' کیونکہ اس کا ترک کرنا اپنے آپکو تہلکے میں ڈالنا ہے - اس باب میں ترمذی نے (۱) ایک صحیح حدیث روایت کی ہے جس کے خاص الفاظ یہ ہیں :

عن اسلم بن ابی عمران قال : کنا بمدینۃ الروم فاخرجوا الینا صفا عظیما من الروم فخرج الیہم رجل من المسلمین حتی دخل فیہم ' فصاح الناس و قالوا : سبحان اللہ یلقی بیدیہ الی التہلکۃ ' فقام ابو ایوب الانصاری فقال : یا ایہا الناس انکم لتاولون ہذہ الایۃ ہذا التاویل و انما نزلت ہذہ الایۃ فینا معشر الانصار لما اعز اللہ الاسلام و کثر ناصروہ فقال بعضنا لبعض سرا دون رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اموالنا قد ضاعت و ان اللہ قد اعز الاسلام و کثر ناصروہ فلو اقمنا فی اموالنا فاصلحنا ما ضاع منہا ' فانزل اللہ تبارک و تعالی علی نبیہ صلی اللہ علیہ وسلم یرد علینا ما قلنا " وانفقوا فی سبیل اللہ ولا تلقوا بایدیکم الی التہلکۃ " فکانت التہلکۃ الاقامۃ علی الاموال و اصلاحہا و ترکنا الغزو' فما زال ابو ایوب شاخصا فی سبیل اللہ حتی دفن بارض الروم (۲)

اسلم بن ابی عمران سے روایت ہے کہ ہم لوگ روم کے شہر (قسطنطنیہ) میں نصاریٰ سے جہاد کر رہے تھے' رومیوں نے ایک بڑی جماعت ہمارے مقابلہ کو بھیجی ' مسلمانوں کے لشکر سے ایک شخص مقابلے کو نکلا ' اور حملہ کرتا ہوا رومیوں کی صف میں چلا گیا - یہ دیکھہ کر لوگ چلا اٹھے کہ "سبحان اللہ ! اپنے ہاتھوں اپنے تئیں تہلکے میں ڈالتا ہے " ابو ایوب انصاری نے اٹھہ کر کہا کہ " لوگو ! تم اس آیت کی یہ تاویل کرتے ہو حالانکہ یہ آیت ہم انصاریوں کے باب میں اس وقت اتری تھی جب اسلام کو خدا غالب کرچکا تھا' اور بہت سے لوگ اسکے مددگار ہوچکے تھے - ہم میں سے بعض اشخاص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے چھپا کر آپس میں پوشیدہ طور سے یہ صلاح کی کہ " اسلام کی اعانت میں خرچ کرتے کرتے ہمارا مال و زر تلف ہوگیا ' اب خدا نے اسلام کو غالب کیا ہے ' اور اُس کے بہت سے مددگار پیدا ہوچکے ہیں ' اب اگر ہم اپنے مال و زر کا انتظام کریں' اور جو تلف ہوچکا ہے اُسکی تلافی کے لیے کوئی اصلاحی طریقہ نکالیں تو بہتر ہے " اللہ تعالی نے ہم کو جواب دینے کے لیے اپنے پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) پر یہ آیت نازل کی کہ : " اللہ کی راہ میں خرچ کرو اور اپنے کو ہلاکت میں نہ ڈالو" ہلاکت کا مطلب مال و دولت کا انتظام و اصلاح و ترک جہاد تھا " اس روایت کے بعد ابو ایوب برابر جہاد کرتے رہے' حتی کہ سر زمین روم ہی میں دفن ہوے (۲)

---

(۱) ابواب تفسیر القرآن من الجامع الصحیح لابی عیسی محمد بن عیسی بن سورۃ الترمذی المتوفی سنہ ۲۷۹ للہجرۃ -

(۲) الترمذی قال حدثنا عبد بن حمید الضحاک بن مخلد ابو عاصم النبیل عن حیوۃ بن شریح عن یزید بن ابی حبیب عن اسلم بن عمران قال الخ ثم انتہی بقولہ وہذا حدیث حسن غریب صحیح -

(۲) تہلکے کے معنے نا امیدی کے ہیں۔ اس باب میں ۱۲ - حدیثیں مروی ہیں' جن میں ایک خاص روایت یہ ہے:

عن البراء بن عازب فی قولہ ولا تلقوا بایدیکم الی التہلکۃ قال ہو الرجل یصیب الذنوب فیلقی بیدہ الی التہلکۃ یقول لا توبۃ لی (۱)

"اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو" کی تفسیر میں براء بن عازب سے روایت ہے کہ اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنے والا وہ شخص ہے جس نے گناہ کیے ہوں اور سمجھہ لیا ہو' کہ میں ہلاک ہوگیا' نہ میرے لیے مغفرت ہے نہ میری توبہ قبول ہوگی (۱)

(۳) آیت میں تہلکہ سے مراد یہ ہے کہ خروج ہو تو جہاد کا اقدام کرنا اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنا ہے' اس باب میں ابو زید کا صرف ایک قول منقول ہے' مگر باقی تمام روایتیں اس کے مخالف ہیں' اور سخت مخالف ہیں -

(۴) انفاق فی سبیل اللہ سے باز رہنا اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنا ہے - اس کی تائید میں ۲۵ - حدیثیں مروی ہیں' جن میں حضرت عبد اللہ بن عباس سے ایک یہ روایت نہایت قابل اعتماد ہے:

لیس التہلکۃ ان یقتل الرجل فی سبیل اللہ' ولکن الامساک فی سبیل اللہ (۲)

ہلاکت یہ نہیں ہے کہ انسان اللہ کی راہ میں قتل ہوجائے' ہلاکت یہ ہے کہ اللہ کی راہ میں خرچ کرنے سے باز رہے (۲)

ابن جریر نے اس آخری توجیہ کو مرجح مانا ہے' وہ لکھتے ہیں:

الصواب من القول فی ذالک عندی ان یقال ان اللہ جل ثناؤہ امر بالانفاق فی سبیلہ........ و معنی ذالک وانفقوا فی اعزاز دینی الذی شرعتہ لکم بجہاد عدوکم الناصبین لکم علی الکفر بی' ونہاہم ان یلقوا بایدیہم الی التہلکۃ - فقال: ولا تلقوا بایدیکم الی التہلکۃ - وذلک مثل' والعرب تقول للمستسلم للامر "اعطی فلان بیدیہ" وکذالک یقال للممکن من نفسہ مما ارید بہ "اعطی بیدیہ" فمعنی قولہ ولا تلقوا بایدیکم الی التہلکۃ: لا تستسلموا للہلکۃ فتعطوہا ازمتکم فتہلکوا' والتارک للنفقۃ فی سبیل اللہ عند وجوب ذالک علیہ مستسلم للہلکۃ بترکہ اداء فرض اللہ علیہ فی مالہ (۱)

ان تمام اقوال میں میرے نزدیک بہتر قول یہ ہے کہ اللہ تعالی نے اپنی راہ میں خرچ کرنے کا حکم دیا ہے ... اس کے معنے یہ ہیں کہ غلبۂ اسلام کے لیے اپنے دشمنوں سے - جو تمہیں خدا کے ساتھہ کفر کرنے پر مائل کرتے ہوں - جہاد کرو' اپنے آپ کو تہلکے میں ڈالنے کی ممانعت کی ہے' یہ ایک مثل ہے' جس شخص نے عاجزی کے ساتھہ اپنے معاملات غیروں کو تفویض کردیے ہوں محاورۂ عرب میں ایسے شخص کی نسبت کہتے ہیں کہ "اس نے فلاں کو اپنے ہاتھ دے دیے" اسی طرح اس شخص کی نسبت جو غیروں کو موقع دے کہ جو وہ چاہیں اسکے ساتھہ کریں محاورے میں کہینگے کہ "اس نے خود اپنا ہاتھ دے دیا" اس بنا پر "اپنے ہاتھ سے ہلاکت میں نہ پہنچو" کے معنے یہ ہوے کہ "ہلاکت کے آگے سر تسلیم خم نہ کرو اور اپنی عنان اختیار اس کے ہاتھ میں نہ دو' ورنہ ہلاک ہوجاؤگے" جن لوگوں پر اللہ کی راہ میں خرچ کرنا فرض ہو اور وہ اس کو ترک کررہے ہوں حقیقت میں وہ اس فرض کو ترک کرکے ہلاکت کے آگے سر تسلیم خم کررہے ہیں (۱)

یہ واضح روایتیں اور تصریحیں کسی وسیع نظر کی محتاج نہیں ہیں' محل نظر صرف یہ امر ہے کہ لا تلقوا بایدیکم الی التہلکۃ کے جو معنے آج بیان کیے جاتے ہیں صدر اول میں کوئی اُن کو جانتا بھی نہ تھا - رہی یہ بات کہ آشوبناک ابتلا کے نازک ترین وقتوں میں مسلمانوں کو کیا کرنا چاہیے؟ اس کا جواب دینے والا خود قرآن ہے' سورۂ بقرہ میں ہے:

ولقد نصرکم اللہ ببدر وانتم اذلۃ' فاتقوا اللہ لعلکم تشکرون' اذ تقول للمومنین: الن یکفیکم ان یمدکم ربکم بثلاثۃ الاف من الملائکۃ منزلین' بلی ان تصبروا وتتقوا ویاتوکم من فورہم یمددکم ربکم بخمسۃ آلاف من الملائکۃ مسومین' وما جعلہ اللہ الا بشری لکم ولتطمئن قلوبکم بہ' وما النصر الا من عند اللہ العزیز الحکیم' لیقطع طرفاً من الذین کفروا' او یکبتہم فینقلبوا خائبین (۳ - ع - ۱۳)

خدا نے بدر میں تمہاری مدد کی' تم اس وقت ذلیل و بے حیثیت تھے' لہذا خدا سے ڈرو' شاید تم شکرگزار بن جاؤ' مسلمانوں سے اے نبی! تم کہہ رہے تھے کہ "تمہیں اتنا کافی نہیں کہ پھر تمہارا پروردگار تین ہزار فرشتے بھیج کر تمہاری مدد کرے؟" ضرور کافی ہے' بلکہ تم اگر ثابت قدم رہو' تقوی کرو' اور دشمن بھی فوراً تم پر چڑھہ آئیں - تو پروردگار پانچ ہزار نشان وشکوہ والے فرشتوں سے تمہاری مدد کریگا - یہ امداد تو خدا کی صرف بشارت تھی جو اسلیے تمکو دی کہ تمہارے دل اس سے تسلی پائیں - اصلی مدد تو اللہ ہی کی طرف سے ہے' جو بڑا زبردست اور حکمت والا ہے - غرض یہ ہے کہ کسی قدر کافروں کی جڑ کاٹ دے یا ایسا ذلیل کرے کہ ناکام پلٹ جائیں -

---

ایک مقام پر مسلمانوں کے اوصاف و خصائص کے تذکرے میں ہدایت کی ہے:

الذین قال لہم الناس: ان الناس قد جمعوا لکم فاخشوہم' فزادہم ایماناً' وقالوا حسبنا اللہ ونعم الوکیل' فانقلبوا بنعمۃ من اللہ وفضل لم یمسسہم سوء واتبعوا رضوان اللہ' واللہ ذو فضل عظیم - انما ذلکم الشیطان یخوف اولیاءہ' فلا تخافوہم' وخافون ان کنتم مومنین (۳ - ع - ۱۸)

ایماندار ایسے لوگ ہیں کہ جب لوگوں نے اُن کو خبر دی کہ "مخالفین نے تم سے مقابلے کے لیے ایک انبوہ اور بھیڑ جمع کررکھی ہے' اُن سے ڈرتے رہنا" تو اس خبر سے اُن کا ایمان اور ترقی کرگیا' اور بول اٹھے کہ "ہم کو اللہ بس ہے' اور وہ بہترین کارساز ہے" یہ لوگ خدا کی نعمت اور فضل کے ساتھہ پلٹ آئے' اُنھیں کسی طرح کا گزند نہ پہونچا - خدا کی مرضی پر کاربند ہوے' خدا کا فضل بڑا ہے' یہ شیطان ہے جو اپنے رفیقوں کو - جن کے مزاج میں شیطنت ہوتی ہے - ڈراتا رہتا ہے - تم اُن سے نہ ڈرنا' ایمان رکھتے ہو تو ہمارا ہی ڈر رکھنا -

---

(۱) ابن جریر قال حدثنی محمد بن عبد المحاربی قال ثنا ابو الاحوص عن ابی اسحاق عن البراء بن عازب فی قولہ ولا تلقوا بایدیکم الی التہلکۃ قال الخ -

(۲) ابن حمید قال حدثنا حکام عن عمرو بن ابی قیس عن عطاء عن سعید بن جبیر عن ابن عباس ولا تلقوا بایدیکم الی التہلکۃ قال الخ -

(۱) تفسیر ابن جریر - ج - ۲ - ص - ۱۱۵ -

مسلمانوں کو کیا کیا ابتلا پیش آنے کو ہے ؟ اس پیشینگوئی کی ذیل میں ارشاد ہوتا ہے :

لتبلون في اموالكم وانفسكم ' ولتسمعن من الذين اوتوا الكتاب من قبلكم ومن الذين اشركوا اذى كثيرا ' وان تصبروا وتتقوا فان ذلك من عزم الامور - (۳ - ع - ۱۹)

مسلمانو ! جان و مال میں تمہاری آزمایش کی جائیگی ' جن لوگوں کو تم سے پہلے کتاب دی جا چکی ہے (یعنے یہود و نصاری) سے نیز مشرکین سے تم کو بہت سی ایذائیں سنني پڑینگي ' تم اگر ثابت قدم رہو اور متقي بن جاؤ تو بے شک یہ ہمت کے کام ہیں -

جو مسلمان ابتلا سے بچنے کے لیے کفار سے دوستانہ تعلقات بڑھانے کے درپے ہوں ان کي بے راہ روي کی خبر دي ہے کہ :

فترى الذين في قلوبهم مرض يسارعون فيهم ' يقولون : نخشى ان تصيبنا دائرة ' فعسي الله ان يأتي بالفتح او امر من عنده ' فيصبحوا على ما اسروا في انفسهم نادمين (۵ - ع - ۸)

تم دیکھو گے کہ جن لوگوں کے دلوں میں روگ ہے یہود و نصاری سے ملنے میں وہ تیزي کرینگے اور کہینگے کہ " ایسا نہ کریں تو هم کو خوف ہے کہ کسی مصیبت میں نہ پھنس جائیں " کوئي دن جاتا ہے کہ خدا مسلمانوں کے لیے کشایش لاتا ہے یا اپنی طرف سے کوئی امر پیش دکھاتا ہے ' اس وقت یہ لوگ ان امور پر (جنھیں اپنے دلوں میں چھپائے رکھتے تھے) پشیمان ہونگے -

ضعف و عجز و بے نوائی کے عالم میں مسلمانوں کو کیا کرنا چاہیے ؟ اس باب میں قرآن کریم کا حکم یہ ہے :

وكاين من نبي قاتل معه ربيون كثير ' فما وهنوا لما اصابهم في سبيل الله وما ضعفوا وما استكانوا ' والله يحب الصابرين ' وما كان قولهم الا ان قالوا : ربنا اغفر لنا ذنوبنا واسرافنا في امرنا وثبت اقدامنا وانصرنا على القوم الكافرين - فآتاهم الله ثواب الدنيا وحسن ثواب الاخرة ' والله يحب المحسنين (۳ - ع - ۱۵)

کتنے پیغمبر ہو گزرے ہیں جن کی معیت میں بہت سے الله والے شریک جنگ ہوے ' الله کی راہ میں ان کو جو مصیبت پہونچي اس کی وجہ سے نہ انہوں نے ہمت هاري نہ ضعف وسستی دکھالی ' اور نہ عاجزي ظاهر کي - خدا انھیں کو دوست رکھتا ہے جو ثابت قدم رہتے ہیں - اس بات کے علاوہ انھوں نے اور کچھہ نہ کہا کہ " پروردگار ! ہمارے گناہ معاف کر ' ہمارے کاموں میں جو زیادتیاں هم سے ہوگئي ہیں ان سے درگزر فرما ' ہمیں ثابت قدم بنائے رکھہ ' اور گروہ کفار پر هم کو فتح دے " خدا نے ان کو دنیا میں بھي بدلہ دیا ' اور آخرت کے نیک بدلے کا کیا پوچھنا ہے ' اور احسان کرنے والے هي پسندیدۂ جناب الہی ہیں -

کفار کي غلامانہ و کورانہ اطاعت میں مسلمانوں کي فلاح ہے یا نہیں ؟ تعلیمات الہیہ میں اس کي یوں شرح کي گئی ہے :

يا ايها الذين آمنوا ان تطيعوا الذين كفروا يردوكم على اعقابكم فتنقلبوا خاسرين ' بل الله مولاكم وهو خير الناصرين (۳ - ع - ۱۶)

مسلمانو ! تم اگر کافروں کی اطاعت کروگے تو وہ تمھیں بجاے آگے بڑھنے کے پیچھے لوٹا کرلے جائینگے ' پھر اس رجعت قہقري و رفتار معکوس میں تم هی خسارہ اٹھاؤ گے ' وہ تمہارے خیرخواہ نہیں ' بلکہ تمہارا خیر خواہ تو خدا ہے ' اور تمام مدد گاروں سے بہتر مدد گار وهي ہے -

ان آیتوں کا ما حصل یہ ہے :

(۱) ذلت دلیل نا کامي نہیں ہے - مسلمان کیسے هي بے برگ و نوا ہوں لیکن اسلام کي برآن میں باقي ہے ' تو خدا خود ان کي مدد کریگا - یہ امداد فرشتوں کي صورت میں بھي نازل ہوسکتي ہے ' خواہ یہ فرشتے عام مفسرین کي راے کے مطابق سچ مچ کے فرشتے ہوں یا مشہور مفسر (ابوبکر اصم) کے انکار کو تسلیم کرتے ہوے ان کو روحاني تسلي و اطمینان قلب کا مرادف سمجھا جائے (تفسیر کبیر - ج - ۲ - ص - ۲۵۵)

معمولي امداد کے علاوہ :

(الف) مسلمان اگر ثابت قدم رہیں -

(ب) اسلامی کیرکٹر (تقوی) ان میں موجود ہو -

(ج) جو حالت اس وقت ہے کہ ہر طرف سے کفار نے مسلمانوں کو نرغے میں لے لیا ہے اسي کیفیت سے کافروں کا انبوہ چڑھہ دوڑے ' تو ان حالتوں میں تقویت اسلام کے لیے شاندار آسماني امداد کے منتظر رہو ' لیکن یہ خصوصیتیں مفقود ہوں تو ذلت و مسکنت سے رہائي کي آرزو هي بے محل ہے - خدا خود چاهتا ہے کہ ایک حد تک کفار کا استیصال ہو ' اور ان کی ترقي رک جائے - اس مشیئت کي تکمیل کے لیے وہ تو آمادہ ہے مگر هم بھي تو اپني آمادگي کا ثبوت دیں -

(۲) مسلمانوں کا یہ منصب نہیں ہے کہ کفار کے انبوہ سے خوفزدہ ہو جائیں ' علانیہ کفر میں یہ طاقت نہیں ہے کہ ان کے ضعف و استکانت سے فائدہ اٹھا کر انہیں مرعوب کردے ' لرغۂ کفار کي حالت میں ان کي قوت ایماني میں اور بھي ترقي ہوني چاهیے ' خدا پر بھروسا کرکے اگر مقاومت کو اٹھہ کھڑے ہوے تو کامیابي میں کیا کلام ہے ؟ مضرت پہونچ سکتي نہیں ' ضرر رساني کي قدرت معدوم ' حسن انجام متحتم ' البتہ مرضات الہي کا اتباع مشروط ہے ' شیطان خوف دلاتا ہے ' بلکہ ان خدا اس سے کیوں ڈریں ؟ کافروں کي جمعیت تو خوف کي چیز نہیں ہے ' ان سے بیم و هراس هي کیا ؟ دل میں ایمان ہے تو صرف خدا سے ڈرنا چاهیے ' ایمان دار دل اور کفار کا خوف ! نقیضین بھي کہیں جمع ہوئی ہیں ؟

(۳) ابتلا سے مفر نہیں ' جان و مال کا نقصان اٹھانا ہوگا - اہل کتاب سے ' جن میں دوسري صدي ہجري سے آج تک نصرانیوں کو خاص اقتدار حاصل ہے ' اور مشرکین سے ' کہ نصرانیت میں اس کي بھي کمي نہیں ' بہت سي اذیتیں برداشت کرنی پڑینگی ' ان حالتوں میں اگر مسلمان ثابت قدم رہے ' استقلال کي خصوصیت کھو نہ بیٹھے ' اور تقوی و طہارت نفس کے اسلحہ ان کے هات میں ہوے ' تو پھر حوصلے کیوں پست ہونے لگے ' اور من بعد غلبهم سيغلبون (مغلوبیت کے بعد وہ بہت جلد غالب ہونگے) کا وعدہ زیادہ دیر تک وفا کا رحمت کش انتظار کب رہنے لگا ؟

يثبت الله الذين آمنوا بالقول الثابت في الحياة الدنيا وفي الاخرة ' ويضل الله الظالمين ويفعل الله ما يشاء (۱۴ : ۲۰)

جو لوگ ایمان لائے ہیں ان کو قول ثابت یعني توحید کي برکت سے دنیا کی زندگی میں بھی خدا ثابت قدم رکھیگا ' اور آخرت میں بھی ' اور جو لوگ ظالم ہیں خدا ان کی راہ گم کردیگا ' خدا جو چاهتا ہے کر گزرتا ہے -

(۴) کفار سے مسلمانوں کو سارو باز نہ رکھنا چاهیے ' ان سے بے تعلقي لازم ہے جو سار و ناز رکھتے ہوں ' جنہیں ان سے بے تعلق رہنے میں اپنے اور اپنی قوم کے لیے مشکلات و مصائب کا اندیشہ ہو ' وہ غلطی پر ہیں ' ان کو پشیمان ہونا پڑیگا ' اسلام کو فتح نصیب ہوگي ' یا مسلمانوں کي بہبود و بہتري کا قدرت کاملہ کوئی اور

انتظام کرینگی ' اُس وقت معلوم ہوگا کہ الآن قد ندمت ولا ینفع الندم (تم اب نادم ہوے جبکہ ندامت مفید ہی نہ رہی) کے کیا معنے ہیں -

(٥) مسلمان کیسی ہی اس وقت کمزوریوں کے ابتلا میں گرفتار ہوں ' ویسا ہی تنزل و انحطاط ضعف و تذلل اُن پر محیط ہو ' مگر جب مقابلے کو اٹھینگے یہ ظاہری کمزوریاں اُن کو مغلوب نہیں کرسکتیں ' وہ عزم و ثبات سے کام لینگے ' خدا پر بھروسا کرینگے ' استقلال و نصرت کے خواستگار ہونگے ' اور ایمان و عمل صالح کی طاقت سے نفس مطمئنہ کی ہمت بڑھاتے ہوے فناے استبداد کے لیے بڑھینگے ' اُن کی دنیا بھی سنور جائیگی ' اور انجام بھی اچھا ہی ہوگا -

(٦) کفار کی متابعت خود انحطاط و تنزل کا ذریعہ ہے - طغیان کفر و استبداد کی متابعت کرکر مسلمان قومیں ترقی کرسکتی ہی نہیں ' مسلمانوں پر صرف خدا کی اطاعت فرض ہے ' اسی سے نصرت کی توقع رکھنی چاہیے ' اور اکیلے ایک اسی کو مددگار سمجھنا چاہیے ' دنیا کی جھوٹی ہستیاں اسی اور کو نفع پہونچائیں تو پہونچائیں مگر مسلمان تو ان سے کبھی منتفع نہیں ہو سکتے -

یہ تعلیمات الٰہیہ کسی خاص وقت اور زمانے کے لیے مخصوص نہیں ' ان کی عمومیت ہر عہد اور ہر قوم پر حاوی ہے ' پھر کون کہہ سکتا ہے کہ لاتلقوا بایدیکم الی التہلکۃ کے وہی معنے ہیں جو آج لیے جاتے ہیں ' اور جن سے ہمتیں اور بھی پست ہوتی جاتی ہیں -

فلسفۂ تشکیکیہ

ہستی کے مت فریب میں آجائیو اسد
عالم تمام حلقۂ دام خیال ہے

عالم میں ہزاروں چیزیں مرئی اور غیر مرئی ' محسوس اور غیر محسوس ہمارے سامنے ہیں - لیکن اونکی حقیقت و ماہیت ہم سے مخفی ہے - ہم تجربہ ' اختبار ' استقراء اور دلائل سے اصلیت و واقعیت کے چہرے سے پردہ اوٹھانا چاہتے ہیں ' اور آخر چند نتائج تک پہونچ کر رہ جاتے ہیں -

ہم میں بعض محتاط اس بنا پر کہ اس سے پہلے بھی ہم سیکڑوں نتائج تک پہونچے ' لیکن وہ واقعی نہ تھے - نیز ہمارے قواے فکر و عمل اس قدر کمزور ہیں کہ تحقیق واقعیت اور اثبات حقیقت کا بار گراں نہیں اوٹھا سکتے ' اور حقائق و ماہیات اشیاے عالم اس درجہ خفی و تاریک ہیں ' کہ موجودہ آلات فکر و نظر اونکو روشن نہیں کرسکتے - ہمارے ہر نتیجہ کو حقیقت سے عاری اور واقعیت سے معطل قرار دیتے ہیں ' بلکہ کبھی کبھی وہ خود اس کے انکار کی جرات کرتے ہیں کہ عالم میں کوئی حقیقت ہے ' اونکی نظر میں ہر شے تخیل اور دماغ کا اختراع ہے -

(٢) دوسرا گروہ اسکے بالمقابل ہے جو مدعیانہ کہتا ہے کہ عالم حقائق سے معمور ' ہمارے تجارب و اختبارات و دلائل صحیح اور ہمارے نتائج و استنباطات قطعی ہیں - اشیا حقائق واقعیہ ہیں ' اور برہان و تجربہ نے جن نتائج تک پہونچایا ہے ' وہ اوس وقت تک یقینی ہیں جب تک اونکے خلاف کوئی دلیل صحیح نہو -

(٣) ایک معتدل گروہ آگے بڑھتا ہے ' اور فریق اول کو مخاطب کرتا ہے : دوستو ! جب تم آلات فکر کو ناکافی ' دلائل کو غیر موصل الی المطلوب اور عالم کو حقائق سے عاری یقین کرتے ہو ' تو تم کیونکر کہتے ہو کہ ہم کسی شے میں کوئی حقیقت نہیں پاتے ؟ کیا ابھی تم نے جن خیالات کو ظاہر کیا ' کہ " ہمارے آلات عمل و فکر ناکافی ہیں ' دلائل غیر موصل الی المطلوب ہیں ' اور عالم حقائق سے عاری ہے " کیا تم خود انکی صحت کا یقین کرکے ان اصول کی حقیقت کے قائل نہیں ہوگئے ؟ اور اگر انکو بھی تم حقیقت نہیں کہتے ' تو یہ نہ کہو کہ ہمارے دلائل ناکافی ہیں ' آلات عمل ناقص ہیں اور عالم سراسر نقش تخیل -

پھر یہ گروہ دوسرے فریق کی طرف مخاطب ہوتا ہے : دوستو ! یاد ہوگا کہ تم نے اپنی گفتگو میں کہا ہے " ہمکو دلائل و تجارب نے جن نتائج و استنباطات تک پہونچایا ہے وہ اسوقت تک یقینی ہیں جب تک اونکے خلاف کوئی دلیل صحیح قائم نہو " ان فقروں سے ظاہر ہے کہ تم اپنے موجودہ دلائل و نتائج کو متیقن اور غیر ممکن الخطا نہیں سمجھتے ہو ' پھر کیا یہ ممکن نہیں کہ جن معلومات و متخیلات کی صحت کی بنا پر ان دلائل و نتائج کو یقینی سمجھتے ہوں وہ صحیح نہوں ' اور تم قلت معلومات ' یا نقص آلات فکر یا خطاے طرق فکر کی بنا پر غلطی سے صحیح یقین کررہے ہو ' اور مسائل متعددہ میں تم کو اپنی یہ غلطی روزانہ

نظر آتی ہے ' پھر کوئی سبب معقول نہیں ہے کہ تم اپنے موجودہ حقائق و نتائج کو اگر غلط نہ یقین کرو تو صحیح بھی یقین نہ کرو -

یہ تین فرقے فلسفہ کے تین اسکول یا تین اصول ہیں :

اول - توھمیہ یا سوفسطائیہ : جو عالم میں حقیقت کا قائل نہیں یعنی نفی حقیقت کرتا ہے -

دوم - ایقانیہ : جو عالم میں حقائق کا قائل ' اور اونکے علم و معرفت کا مدعی ہے ' یعنی اثبات حقیقت کرتا ہے -

سوم - تشکیکیہ یا لا ادریہ : جو ان دونوں کے وسط میں ہے - نہ وہ توھمیہ کی طرح نفی حقیقت کرتا ہے ' اور نہ ایقانیہ کی طرح اثبات حقیقت بلکہ وہ نفی و اثبات دونوں میں متردد ہے - واقعات ' دلائل اور نتائج سب اوس کے سامنے ہیں ' لیکن ان میں سے نہ وہ کسی کی صحت کا مدعی ہے اور نہ کسی کی خطا کا - وہ کہتا ہے کہ : ممکن ہے کہ یہ صحیح ہو اور ممکن ہے کہ صحیح نہ بھی ہو -

فرقہ تشکیکیہ جسکو عربی میں عموما " لا ادریہ " کہتے ہیں ' اور جو لفظی ترجمہ ہے (Agnostic) کا مسیح سے تقریباً ۴۰۰ - برس قبل اسکی بنیاد یونان میں پڑی تھی - اس مذہب کا موسس اول یونانی فلاسفر " پیرون " ہے ' جو سنہ ۳۸۴ ق - م - میں پیدا ہوا تھا - اسکندر کے حملۂ مشرق میں یہ شریک تھا ' اس لیے اکثر مورخین کا یہ بیان ہے کہ پیرون نے ایران و ھندوستان کے فلسفہ کو بھی ان ممالک کے علماسے حاصل کیا تھا -

پیرون کے فلسفہ کا سنگ بنیاد جس کی طرف اوپر کی سطروں میں بھی اشارہ ہوچکا یہ ہے :

انسان جب عدم سے وجود میں آتا ہے اوس کے چاروں طرف سیکڑوں چیزوں کا وجود ہوتا ہے - اب اوسکے لیے دو راہیں ہیں - ایک تو یہ ہے کہ جو وہ سمجھتا ہے اوسکو وہ حقیقت غیر قابل نقض سمجھہ لے ' یا ہر چیز کا انکار کردے کہ وہ حقیقت سے معریٰ ہیں ' اور یہ دونوں افراط و تفریط سے خالی نہیں ' اس لیے اب انسان کے سامنے صرف تیسری راہ ہے کہ کسی شے پر کوئی حکم نہ کیا جاے -

حقیقی لا ادری اس سنگ بنیاد کو حقیقت نہیں سمجھتا ' کیونکہ یہ بھی حکم علی الشی ہے ' اور وہ نہیں جانتا کہ یہ صحیح ہے یا نہیں - اکثر اشخاص بظاہر حال اس نظریہ کو سن کر ھنس دینگے ' لیکن حقیقت میں یہ کوئی ھنسنے کی شے نہیں ہے ' بلکہ ایک دقیق امر ہے - بعض لوگ نافہمی سے اعتراض کرتے ہیں ' کہ دنیا میں سیکڑوں چیزیں ہیں ' جن کا علم ہم کو نہایت آسانی سے حاصل ہوسکتا ہے - مثلاً حرارت نار ' برودت آب ' صلابت سنگ ' نرمی حریر ' ہاتھہ سے چھوکر ' آنکھہ سے دیکھکر ' زبان سے چکھکر اور کان سے سنکر تم بدیہی شے پر فطرةً اور بداہةً مختلف حکم کرتے ہو ' اور کبھی تم کو شک نہیں ہوتا ' پھر کیونکر کہتے ہو کہ ہم کسی شے پر حکم نہیں کرتے -

لیکن اس قسم کے اعتراضات ' حواس و آلات فکر کے طرق علم و معرفت سے ناواقفیت کی بنا پر پیدا ہوے ہیں - اولاً یہ سمجھنا چاہیے کہ ہمارے تمام دلائل و براہین کا مبنی کیا ہے ؟ صرف دو چیزیں : استعمال حواس اور استقراء ' لیکن ان میں سے کون سی چیز ہے جو خطا سے معصوم ہے ؟

حواس علی الاقل پانچ ہیں : باصرہ ' سامعہ ' ذائقہ ' لامسہ ' شامہ ' باصرہ ' سے ہم صرف نور اور لون کا احساس کرتے ہیں - سامعہ آواز کو دریافت کرتی ہے - ذائقہ لذت کو - لامسہ سختی و نرمی کو ' اور شامہ بو کو - اب جو تم کسی چیز کو دیکھتے ہو تو کہتے ہو کہ یہ پتھر ہے ' لیکن تم نے کیونکر جانا کہ پتھر ہے ؟ آنکھہ تمکو صرف اوسکا سیاہ یا سپید رنگ بتاتی ہے ' اور قوت لامسہ صرف اوسکی سختی کو محسوس کرتی ہے ' لیکن کیا پتھر ہونے کے ثبوت کے لیے صرف یہی مقدمات کافی ہیں کہ یہ شے سیاہ اور سخت ہے ' اور جو شے سیاہ اور سخت ہو وہ پتھر ہے ' اس لیے یہ پتھر ہے ؟ کیا یہ ممکن نہیں کہ ایک لوہے کے ٹھوس جسم پر یا ایک منجمد مادہ پر سیاہ رنگ چڑھا دیا جاے ؟ تم کو خود اس قسم کی غلطیاں ہمیشہ پیش آتی ہیں -

ثانیاً : تم کو حواس کی غلطی سے بھی انکار نہوگا ' جب تم کسی سریع الحرکۃ شے پر سوار ہوتے ہو تو تمھاری سریع الحرکۃ سواری ساکن اور ساکن زمین متحرک نظر آتی ہے ' کبھی کبھی تم کو چاند متحرک نظر آتا ہے ' حالانکہ اوس کے نیچے ابر حرکت کر رہا ہے ' اور اس قسم کی بیسیوں مثالیں تم خود پیش کرتے ہو ' پھر کوئی وجہ نہیں کہ اور دوسرے امور میں جن مشاہدات و تجارب پر تم اپنے اصول و نتائج کی بنیاد قائم کرتے ہو ' وہ حواس کی غلطی سے محفوظ ہوں -

ثالثاً : حواس سے تم ایک شے کا مشاہدہ کرتے ہو ' اوس پر ایک حکم قائم کرتے ہو ' اور اس کو تم مبنی علی المشاہدہ اور مبنی علی البداھۃ سمجھتے ہو ' حالانکہ تمھیں خبر نہیں کہ جلدی میں غیر مشاہد راستوں کو بھی طے کرگئے ہو - جب تم نے ایک سیاہ شے کو دیکھکر کہا کہ پتھر ہے ' تو تم نے فرض کرلیا ہے کہ ہماری نظر ہمکو دھوکا نہیں دے رہی ہے - معلومات سابقہ کی بنا پر بغیر چھوئے تم نے سختی بھی محسوس کی ' اوس کے بعد تم نے یہ فرض کیا ہے کہ یہ صفات جس میں ہوں وہ پتھر ہے ' لیکن ان میں سے ہر ایک محتاج دلیل ہے -

فرقہ تشکیکیہ ' ایقانیہ کے مقابلہ میں حسب ذیل دس اصول قائم کرتا ہے :

(۱) مقدار عمر ' ترکیب جسم ' قوت حواس اور درجۂ احساس میں تمام انسان مختلف ہیں ' اور اس لیے ایک ہی شے میں مختلف اشخاص کو جو مقدار عمر ' ترکیب جسم ' قوت احساس اور درجۂ احساس میں مختلف ہیں ' مختلف حیثیات اور خصائص نظر آتے ہیں -

(۲) اخلاقی اور تشریحی حیثیت سے افراد انسان مختلف ہیں ' اس لیے مختلف امور کے متعلق اونکے احساسات مختلف ہونگے -

(۳) ایک ہی انسان میں متعدد اعضاے حساسہ ہیں ' اسکا یہ نتیجہ ہے کہ ہر عضو ایک خاص کمیت و مقدار وغیرہ کو محسوس کرتا ہے ' اسلیے یہ کیونکر کہا جاسکتا ہے کہ جو خصوصیت و خاصیت تم کو نظر آرہی ہے وہ خود اوس شے میں موجود ہے یا تمھارے اعضاے حساسہ میں ہے ؟

(۴) ایک ہی انسان ایک ہی شے کو خواب ' بیماری ' حزن اور غم ' پیری اور ضعف کی مختلف حالتوں میں مختلف طور سے محسوس کرتا ہے ' پھر کس طرح یقین کیا جاے کہ تم جو ایک خاص حالت میں ایک شے محسوس کرتے ہو ' اور پھر دوسری حالت میں اوس کو ایک اور شے محسوس کرتے ہو ' کیونکر کہا جاے کہ ان مختلف حالات کے احساس میں کون سا احساس صحیح ہے ؟

(۵) کسی شے پر کوئی حکم عموما اوسکے صفات و خصائص ظاہری پر موقوف ہوتا ہے ' اور صفات و خصائص کا یہ حال ہے کہ قلت و کثرت اور زیادت و نقص کی حالت میں بالکل بدل جاتے ہیں - اب جب تم ایک مقدار مخصوص کو مشاہدہ کرکے اوس پر کوئی خاص حکم قائم کرتے ہو تو کیا یہ غیر ممکن ہے کہ اوس کی کم و بیش مقدار میں وہ صفات و خصائص بدل جائیں ؟

(۶) کسی شے کے متعلق جب کوئی حکم کوئی انسان کرتا ہے تو یہ حکم صرف مشاہدہ پر مبنی نہیں ہوتا ' بلکہ اسمیں اوسکی تربیت خاص ' عقائد خاص ' عادت ' بعض قوانین خاص اور سوسائٹی کے مخفی اثرات کا بہت کچھہ حصہ شامل ہوتا ہے - یہی وجوہ ہیں کہ مختلف التربیۃ ' مختلف العقائد ' مختلف الاقالیم اشخاص ' مسائل کثیرہ میں ہمیشہ مختلف الاراء رہتے ہیں -

(۷) اشیاے عالم باہم اسقدر مختلط ہیں کہ ایک دوسرے سے علحدہ نہیں ہوسکتے ' اسلیے یہ کیونکر ممکن ہے کہ جس شے پر تم کوئی حکم کرتے ہو وہ مستقلاً بھی اوس شے کے لیے صحیح ہے ؟ تم اشیا کے خصائص بتاتے ہو ' لیکن کیا اوس میں مواد مختلطہ کے خصائص شامل نہیں ؟ جب تم آنکھہ سے ایک رنگ دیکھتے ہو تو کیا اوس میں اخلاط چشم کے خصائص داخل نہیں ؟

(۸) ایک ہی شے مختلف قرب و بعد ' مختلف جوانب و سمت رویت ' مختلف اسباب رویت کی بنا پر مختلف نتائج پیدا کرتی ہے ' پھر ایک خاص مقدار قرب و بعد ' ایک خاص سمت رویت ' بعض خاص اسباب رویت میں جو چیز نظر آتی ہے بالکل ممکن ہے کہ دوسری حالتوں میں وہی شے اور کیفیات میں نظر آئے - پھر ان میں سے کون حقیقی ہے ؟

(۹) قلت و کثرت التفات و توجہ ' مختلف نتائج ظاہر کرتی ہے - پھر جس مقدار توجہ و فکر سے تم ایک حالت کا اندازہ کر رہے ہو ' اوس سے کم یا زیادہ درجہ و فکر کی حالت میں دوسری حالتیں پیدا ہوتی ہیں ' کون صحیح ہیں ؟

(۱۰) ہم جب کسی چیز پر کسی قسم کا حکم کرتے ہیں تو عموماً ہمارے حواس نا معلوم قیود اور بندشوں میں گرفتار ہوتے ہیں ' ہم نہیں کہہ سکتے کہ جب ہم ان سے آزاد ہونگے تو ہم کیا حکم کرینگے ؟

ان اصول عشرہ کے علاوہ فرقہ تشکیکیہ کے اور بعض اہم اصول بھی ہیں ' جنکی تفصیل دوسرے وقت طلب ہے -

فلسفۂ تشکیکیہ کا سنگ بنیاد جیسا کہ ہم نے پہلے لکھا ہے مسیح سے ۴۰۰ برس قبل رکھا گیا تھا ' اسکے بعد ہمیشہ اسکے اعوان و اتباع ہر عصر میں موجود رہے ہیں - فلاسفۂ یورپ میں بھی اس خیال کی کمی نہیں - مشہور فیلسوف ہکسلے و اسپنسر اسی فلسفہ کے مرید تھے ' حقیقت یہ ہے کہ ایک فلسفی اسرار عالم کو جس حد تک کھولتا ہے اوسکے سامنے پھر گرہیں نظر آتی ہیں ' اور جو کھولتا ہے تو کچھہ اور عقدے جا بجا پیدا ہو جاتے ہیں -

فلسفی سر حقیقت نتوانست کشود
گشت راز دگر آں راز کہ افشا می کرد

وما اوتیتم من العلم الا قلیلا ' جب انسان کی بے بسی کا یہ عالم ہے کہ محسوسات میں بھی اس کو مشکل سے تیقن و عدم تیقن کے فیصلہ کرنے میں کامیابی ہوتی ہے ' تو جو امور ماوراے احساس و ما فوق الطبیعۃ ہیں ان کی نسبت کیوں کر فیصلہ ہوگیا کہ باطل محض اور حدیث خرافہ ہیں ' افی اللہ شک ؟ فاطر الارض والسماء !

حادثۂ مسجد کانپور کی مسئولیت

(از جناب مسعود احمد صاحب عباسی - علیگ)

گذشتہ ہفتے کے الہلال میں مسجد کانپور کے متعلق آپنے جو کچھہ ارشاد فرمایا ہے اوسکی واقعیت میں کچھہ بھی کلام نہیں ہے ' جو کچھہ میرے معلومات اور تحقیقات میں ہے اسلامی پبلک کو اطلاع دینا اپنا فرض سمجھتا ہوں - الہلال نے کانپور کی مسجد کے انہدام کا ذمہ دار وہاں کے عام مسلمانوں کو قرار دیا ہے ' لیکن دراصل عام مسلمانان شہر اسکے باعث نہیں ہیں - حقیقت یہ ہے کہ کل ساختہ و پرداختہ مسجد کے متولی کریم احمد کا ہے - سنہ ۱۹۰۹ ع میں جبکہ اے - بی - روڈ (A. B. Road) کے متعلق پیمایش جاری تھی ' اور عام لوگوں کو معاوضہ دیا جا رہا تھا اس وقت افسر معاوضہ منشی اودہ بہاری لال صاحب ڈپٹی مجسٹریٹ مسجد میں تشریف لائے تھے ' اور اونہوں نے متولیوں سے جزو منہدم کے علاوہ کچھہ صحن مسجد بھی لینے کی خواہش ظاہر کی تھی - کریم احمد صاحب متولی نے ان الفاظ میں وعدہ کیا تھا کہ " ہم مطلوبہ حصہ دیدینگے ' ہمارا اس میں کچھہ ہرج نہیں ہے " عام مسلمانوں کو اس عجیب و غریب فیاضی کا کیا علم تھا کہ خدا کا گھر ارباب اقتدار کی قدمبوسی کے صلہ میں دے دیا جائیگا ' چنانچہ مسجد کی ابتدائی مثل میں افسر معاوضہ کے یہ بیانات مذکور ہیں کہ " متولی مسجد جزو مطلوب کے دیدینے پر آمادہ ہے ' اور ہم سے پختہ وعدہ کرلیا ہے " اسکے بعد اواخر سنہ ۱۹۱۲ ع میں جب مسجد کے متعلق دوبارہ تحریک شروع ہوئی ' اور صاحب مجسٹریٹ کانپور نے بغرض معائنہ تشریف لانے کی اطلاع متولی صاحب کو دی ' تو انہوں نے کسی کو اس کی خبر نہ کی ' اور خود ہی استقبال کو پہونچ گئے - ہمکو خوب تحقیق ہوا ہے کہ صاحب مجسٹریٹ بہادر مسجد کے دروازے پر کھڑے ہوے - وہیں سے معائنہ کر رہے تھے ' مگر متولی صاحب نے نہایت ادب اور انکساری سے عرض کیا کہ " حضور بوٹ پہنے ہوے اندر تشریف لے آئیں " چنانچہ متولی صاحب بہادر اور مجسٹریٹ صاحب بہادر مسجد کے دالان میں ٹہلتے رہے - جو کچھہ گفتگو اسوقت دونوں صاحبوں میں ہوئی اوسکے متعلق اس سے زیادہ نہیں معلوم ہوا کہ :

میان طالب و مطلوب رمزے است

اس خفیہ صحبت و بزم سے شہر کے مسلمانوں میں تشویش پھیل گئی ' اور یہ ظاہر ہوگیا کہ مسجد کا شرقی حصہ طلب کیا جارہا ہے ' اور متولی صاحب بھی راضی معلوم ہوتے ہیں - اہل شہر نے متولی صاحب کی خدمت میں بیشمار مرتبہ جا کر صداے احتجاج بلند کی ' لیکن جب متولی صاحب نے بالکل پروا نہ کی تو دردمند مسلمانوں نے حتی الوسع خود ہی کوشش شروع کردی ' مگر ایسی حالت میں جبکہ طبیب نے مریض کو فرشتۂ موت کے حوالہ کردیا ہو اوس مریض کی ساری دوا و درش بیکار ہی ثابت ہوگی - بہر حال مسلمانوں کے شور اور غوغا

و تشویش و اضطراب کا یہ نتیجہ ہوا کہ گورنمنٹ کی خدمت میں میموریل بھیج دیا گیا ' لیکن اس درمیان میں جو کچھہ مقامی حکام اور متولی کے مابین پخت و پز جاری رہی اس کا علم کسی مسلمان کو نہیں ہوا - جب کبھی کسی نے آکر دریافت کیا تو اُن سے کہدیا کہ " تم اطمینان رکھو مسجد کا کوئی جز نہ دیا جایگا " جب ایسا صریح وعدہ مسلمانوں سے کیا جا چکا تھا تو وہ بیچارے کیوں نہ مطمئن ہوتے ؟ اُنکو کیا خبر تھی کہ متولی کی فیاضی خانۂ خدا کو گرانے کے لیے گورنمنٹ کے حوالہ کرنے سے دریغ نہ کریگی -

۳۰ جون سنہ ۱۹۱۳ع کو صاحب مجسٹریٹ کے حکم سے با ضابطہ متولی مذکور کو بلاکر زر معاوضہ کا فیصلہ سنا دیا گیا - اور یہ وعدہ لے لیا گیا کہ یکم جولائی سنہ ۱۹۱۳ع یعنی تاریخ انہدام مسجد کے بعد زر معاوضہ کی عام مسلمانوں کو اطلاع دی جائے - متولی صاحب نے یہ بھی وعدہ کیا کہ " حضور جو و مقلازم کو بے خوف و اندیشہ منہدم کرادیں میں ذمہ داری کے ساتھہ یقین دلاتا ہوں کہ کچھہ مزاحمت نہ ہوگی " چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ یکم جولائی سنہ ۱۹۱۳ع کو علی الصباح خانۂ خدا کی دیواریں گرنے لگیں - لحظہ بھر میں یہ خبر تمام شہر میں پہونچگئی ' ہزارہا مسلمان مضطربانہ متولی صاحب کے در دولت پر جاتے تھے' اور لوٹ آتے تھے - متولی صاحب بہادر اوس روز صبح ہی سے روپوش ہوگئے تھے مجمع نے زیادہ آہ و بکا کی تو مکان سے باہر تشریف لائے - ستم رسیدوں نے بہت کچھہ اپنے دلی جذبات کا اظہار کرنا چاہا ' لیکن دربار مشیعت سے سب کے واسطے ایک ہی حکم جاری تھا کہ " ہم کسی سے بات کرنا نہیں چاہتے اور نہ کسی کا آنا ہم کو پسند ہے " آخر ایک معزز گروہ نے جاکر یہ عرض کیا کہ " آپ چونکہ متولی ہیں اس وجہ سے آپکا ساتھہ ہونا ضروری ہے - چلیے ہم صاحب مجسٹریٹ سے عرض کرینگے کہ ہمارے میموریل کے جواب تک اس کارروائی کو ملتوی رکھا جاے یا کم از کم ہمکو چھہ گھنٹہ کی مہلت دیجائے ' تاکہ ہم بذریعہ تار وایسراے کی خدمت میں استصواب کریں " - جواب ملا کہ " ہم آج سے مسجد کے کسی معاملہ میں دخل دینا نہیں چاہتے اور آپکو بھی باز رہنے کا مشورہ دیتے ہیں "

ہم کو یہ سن کر کس قدر قلق ہوا ہے جبکہ مولانا عبد القادر صاحب آزاد سبحانی پرنسپل مدرسہ الہیات کانپور مع چند اپنے معزز احباب کے بغرض تفتیش حالات اور مشورہ کے تشریف لے گئے ہیں ' تو لائق متولی نے اُن سے بایں الفاظ کہدیا کہ " تم سے ہم باتیں کرنا نہیں چاہتے' تم یہاں سے چلے جاؤ " وہ بیچارے نہایت افسردہ دل اور غمگین ہوکر چلے آئے - اہل محلہ نے جب اسی سرد مہری دیکھی ' اور اونکو بھی بارہا التجا کرنے پر نہایت سخت و بیجا جوابات ملے تو فرط رنج و الم میں اون لوگوں نے اپنا کاروبار بند کرنا شروع کردیا - بساطخانہ کا نصف بازار بند ہوگیا تھا ' اور قریب تھا کہ سارے شہر میں بھی بندش عام ہو جاے ' مگر متولی صاحب بہادر نے کسی مخفی قوت کے بھروسے پر نہایت تحکمانہ لہجہ میں کہلا بھیجا کہ " اگر تم لوگ دکانیں بند کروگے تو ابھی بند ہوا کر جیلخانے میں بھیجدیے جاؤگے "

نا تجربہ کار سیدھے سادے مسلمانوں کے وحشت زدہ دلوں پر اس کا فوری اثر یہ ہوا کہ وہ جلدی جلدی پھر اپنی دکانیں کھولکر بیٹھہ گئے - ۱۲ - اور ایک بجے کے درمیان ہزارہا مزدور مسلمان ملوں سے روتے بھاگتے گئے ' اور محزونانہ متولی صاحب کی خدمت میں اپنے جذبات کا علانیہ اظہار کیا - جب متولی صاحب نے دیکھا کہ اوس ذمہ داری میں جو حکام کی رضا جوئی کے لیے کی گئی تھی اب فرق آیا جاتا ہے ' اور مسجد شکنی کے معاوضے میں رضامندی کا جو تمغاے زرین ملنے والا ہے وہ بھی ہاتھہ سے جاتا ہے - تو اونہوں نے بالاعلان ہزارہا مسلمان مزدوروں کے درمیان میں کھڑے ہوکر کہا کہ " تم بالکل نہ گھبراؤ ہم صاحب کلکٹر سے کہہ کر تمہاری مسجد کل ہی بنوا دینگے - ہم پر تم پورا پورا اطمینان رکھو " غرضکہ ایسے ہی اور چند تسلی آمیز کلمات کہہ کر اونکے جوش کو سرد کرکے واپس کیا گیا - تقریباً ۴ - بجے عیدگاہ میں چند دیگر با اثر مسلمانوں کی راے سے ایک عظیم الشان جلسہ ہوا جس میں ہزارہا مسلمان شریک تھے' لیکن متولی صاحب بہادر اور اونکے رفقا میں سے کوئی بھی شریک جلسہ نہ ہوا - اِن تمام واقعات کو گذرے ہوئے آج بیس روز ہو چکے ہیں' تمام مسلمانان شہر اس بات کے خواہشمند ہیں کہ اگر وقت پر کوئی جائز مدافعت نہ ہوسکی تو اب قانونی کارروائی کے لیے بہت کچھہ گنجایش ہے' ہر قسم کی مالی اور جسمانی امداد کو طیار ہیں ' لیکن متولی صاحب نے برابر امروز و فردا کا حیلہ حوالہ کرکے اِس وقت تک کوئی جلسہ' کوئی کارروائی' کوئی عذر داری' کسی قسم کی حرکت تحفظ مسجد کے لیے نہیں کی - ہمکو تحقیق سے معلوم ہوچکا ہے کہ وہ کسی قسم کی کوشش یکم جولائی کے واقعہ کے خلاف نہیں کرنا چاہتے ہیں ' بلکہ وہ اپنے اس فرض کو پورا کررہے ہیں کہ مسلمانوں کا جوش قطعی سرد ہوجاے ' اور آسانی سے اپنی اوس وعدہ کو جو اظہار اخلاص و عقیدتمندی کے لیے بارگاہ حکومت میں کیا ہے پورا کرکے خدا کے ساتھہ جو وعدہ ہے اُس کو بھول جائیں -

اب سوال یہ ہے کہ مسلمانوں کو کیا کرنا چاہیے ؟ کیا خاموشی سے مسجد کے صحن محراب اور ممبر (خاکم بدہن) گرالیے جانے کا انتظار کریں ؟ یا متولی کے ہات میں اپنی موت و حیات کا فیصلہ دیدیں ' جبکہ یہ معابد بالکل خاک میں مل چکے ہیں (کہ متولی اوسکی حفاظت کرتے) تو ہم نہیں سمجھتے کہ کون سی وجہ ایسی مانع ہے کہ مسلمان اِس معاملہ کو متولی مذکور سے اپنے ہات میں نہیں لیتے ' اور متولی کو منصب تولیت سے کیوں نہیں علحدہ کردیتے ؟ خدا کا گھر ہے' ہر مسلمان پر اوس کی حفاظت اور نگہبانی فرض ہے - ہماری راے ہے کہ مسلمان متفقہ طور پر ایک جلسہ عام میں اون کو تولیت سے علحدہ کرکے کوئی لائق اور متدین متولی منتخب کرلیں ' اور جدید متولی کے ذریعہ سے اپنی تمام کوششوں کو کام میں لائیں - آج تک مسجد کی آمد و خرچ کا حساب کسی مسلمان کو نہیں سمجھایا گیا - مجبور کیا جائے کہ اوسکو متولی جو ابھی تک اسی عہدہ پر قائم ہیں چھپوا کر عام مسلمانوں میں تقسیم کردیں - مسجد کی جایداد جس پر تمام تر متولی کے رفقا ایک براے نام کرایہ پر آباد ہیں خالی کرا کے دوسرے کرایہ دار آباد کیے جائیں - نئے متولی کا فرض ہوگا کہ مسجد کی ترقی کے لیے اوس کے کسی مفید پہلو کو نظر انداز نہ کرے - اگر مسلمانان کانپور میں ذرا سی بھی حس و حرکت اور جرأت نہیں ہے؟ وہ خدا کے معاملہ میں بھی انصاف جوئی سے ڈرتے ہیں ؟ تو انکو سمجھہ لینا چاہیے کہ دنیا میں جو کچھہ اُن کو روسیاہی نصیب ہوئی ہے' اور تا قیامت جس طرح وہ یاد کیے جائینگے اوس سے آیندہ نسلیں بھی ہمیشہ بجاے ماتم کے ملامت بھیجا کرینگی - اُس دن جب تمام تاجداروں ' جباروں اور بڑے بڑے متکبروں کے سر جھک جائینگے ' احکم الحاکمین عدل و انصاف کے پر جلال تخت پر متمکن ہوگا ' لمن الملک الیوم ؟ کی بارعب صدا کے بعد لله الواحد القہار کا حکم سنایا جائیگا ' اُس وقت وہ لوگ جو دنیا کی ذراسی جھوٹی عزت اور بے حقیقت قوت کے بتوں کے آگے سر بسجود ہوکر خدا کی قدرت کی پروا نہیں کرتے ہیں کیا جواب دینگے ' اور اپنے خدا کو کیا منہ دکھا لینگے ؟

مسلمانو ! خدا سے ڈرو ' اوسکی رسی کو مضبوطی سے پکڑلو اور اوس کے گرتے ہوے گھر کو بچالو - تم اوس کے ایک گھر کو بچالو' خدا تمہارے کروڑوں گھروں کو بچا لیگا -

تاریخ حیات اسلامیہ

کا ایک ورق

زر اعانۂ مہاجرین

(از جناب حکیم سید شاہ محمد الیاس صاحب
پریسیڈنٹ انجمن ہلال احمر - نوادہ)

مبلغ ایک سو چالیس روپیہ بیمہ اعانۂ مہاجرین کیلیے ارسال خدمت ہے - یہ رقم مقام اکبر پور ورجہت وغیرہ سے وصول ہوئی ہے - ایک منی آرڈر مبلغ نو روپے اور کچھہ آنوں کا میں آپ کے پاس بھیجتا ہوں - آپ نے اعلان کیا ہے کہ اب الہلال کی قیمت ایک سال کی صرف آٹھہ آنہ ہے - اگر ابھی یہ قاعدہ جاری ہو تو مبلغ آٹھہ روپیہ ایک سال تک کے الہلال کی قیمت لے لیجیے' اور میرا نام خریداران الہلال میں درج کر لیجیے - اور اگر کچھہ توقف ہو تو عموما آٹھہ روپے جو آپ کے اخبار کی قیمت ہے وصول کر لیجیے - اس صورت میں آپ کے اعلان سے میں غالباً مستفید نہو سکونگا - بقیہ ایک روپیہ اور کچھہ آنے اعانۂ مہاجرین میں شامل کرکے شایع فرما دیجیے -

(از جناب مہدی حسن صاحب قصبہ کرتپور ضلع بجنور)

مبلغ سو روپیہ بذریعہ ایک قطعہ نوٹ کے بیمہ و رجسٹری کرا کر روانہ خدمت عالی ہے - اعانہ مہاجرین ترک میں جملہ صاحبان ساکنان قصبہ کرتپور ضلع بجنور کی طرفسے فی الفور روانہ قسطنطنیہ فرما دیجیے - یہ روپیہ مہاجرین کے خور و نوش میں صرف کیا جالے -

(از جناب ابراہیم صاحب - بھیونڈی ضلع تھانہ رالس میل)

اٹھارہ روپے ارسال ہیں - اخبار الہلال کی سالانہ قیمت آٹھہ روپیہ اور دس روپیہ امداد مہاجرین ترک کے چندہ میں داخل فرمائیں -

(از جناب شیر دل خاں صاحب اپیل نویس صدر عدالت ڈیرہ اسمعیل خاں)

مبلغ پندرہ روپیہ براے امداد مجاہدین و مہاجرین سلطنت عثمانیہ آپ کی خدمت میں آج بھیجے جاتے ہیں - امید ہے کہ اور امدادی روپیہ کے شامل آپ منزل مقصود تک پہونچا دینگے - عند اللہ اجر عظیم ہوگا - برگ سبز درویشونکا تحفہ ہے اور اللہ تعالی *نعم المولی و نعم النصیر* ہے -

کشمیر کانفرنس کے متعلق اطلاع

مسلمانان کشمیر کی جو تعلیمی کانفرنس " سری نگر " میں منعقد ہونے والی ہے' بذریعہ اس اعلان کے اطلاع دی جاتی ہے کہ اس کانفرنس کے اجلاس سری نگر میں زیر صدارت آنریبل جسٹس مولوی شاہ دین صاحب - جج چیف کورٹ پنجاب ۱۹ - ۲۰ - ۲۱ - ستمبر کو قرار پاے ہیں' جو اصحاب کانفرنس میں شرکت فرمائیں گے ان کی قیام وغیرہ کا انتظام انجمن نصرۃ الاسلام سری نگر نے اپنے ذمہ لیا ہے - مزید حالات دریافت کرنے کے لیے مولوی تصدق اللہ صاحب جنرل سکٹری انجمن نصرۃ الاسلام سے خط و کتابت کرنی چاہیے -

خاکسار آفتاب احمد
آل انڈیا محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس

فہرست زر اعانۂ مہاجرین عثمانیہ (٦)

نام	پائی	آنہ	روپیہ
جناب محمد حسین صاحب	۰	۰	۸
بذریعہ جناب شاہ عبد الغنی صاحب وکیل - سید پور - غازی پور	۰	۱۳	۲۱
جناب حکیم محمد افضل عاسم صاحب - سکندر آباد - بلند شہر	۰	۰	۲۵
جناب فیروز الدین صاحب اوورسیر اسسٹنٹ ڈیرہ اسمعیل خاں	۰	۰	۵
جناب عبد الرحمن خانصاحب - امرتسر	۰	۰	۱۳
جناب غلام نظام الدین صاحب موضع جانا - پٹنہ	۰	۰	۷
جناب فیض بخش صاحب اترومی	۰	۰	۲۰
بذریعہ جناب احمد رضا صاحب	۰	۰	۱۵
جناب تحسین حسین خانصاحب	۰	۰	۸
ایک بزرگ	۰	۱۵	۱
جناب متاع الدین احمد صاحب	۰	۵	۱
جناب حافظ عبد الغفور صاحب و قمر الدین صاحب - نوادہ	۰	۱۲	۵
ایک بزرگ جنکا نام ظاہر کرنے کی اجازت نہیں	۰	۰	۵
جناب محمد عبد القادر صاحب - کلہ	۰	۰	۴
جناب محمد حسین صاحب کلہو - مظفر پور	۰	۰	۸
جناب عزیز محمد خانصاحب پر بھنی دکن	۰	۰	۸
جناب سردار علی صاحب کورٹ انسپکٹر حصار	۰	۰	۴
جناب شمت علی خانصاحب ہیڈ کانسٹبل پولیس	۰	۰	۲
جناب عبد الرحمن صاحب کانسٹبل پولیس	۰	۰	۱
جناب اسحاق حیدر صاحب	۰	۸	۰
جناب احمد حسین کانسٹبل	۰	۴	۰
ایک بزرگ	۰	۴	۰
جناب ممتاز علی صاحب	۰	۴	۰
جناب جگدل لعل صاحب	۰	۴	۰
بذریعہ جناب فضل الرحمان خانصاحب جیلخانہ چرابری	۰	۰	۱۵
جناب ڈاکٹر محمد محمود عالم صاحب	۰	۰	۳۰
جناب طفیل محمد صاحب مدرس	۰	۰	۸
جناب خواجہ محمد خلیل صاحب - گیا	۰	۱۱	۳۱
جناب محمد اسمعیل صاحب سوداگر پارچہ بنارس	۰	۲	۸
جناب شیخ ولی محمد عباسی صاحب مہواز	۰	۰	۱۷۹
جناب محمد یوسف صاحب تاجر - کہرکہا - بھاگلپور	۰	۰	۲
ایک بزرگ جنکا نام پڑھا نہیں گیا	۰	۳	۳۴
بزرگان کرتپور ضلع بجنور بذریعہ جناب مہدی حسن صاحب	۰	۰	۱۰۰
جناب سید حسام الدین صاحب حیدر آباد	۰	۰	۸
بذریعہ جناب حکیم سید شاہ محمد الیاس صاحب - نوادہ ضلع گیا	۰	۰	۱۴۰
جناب نجم الحسین چودھری - سلہٹ	۰	۰	۲۳
میزان	۰	۵	۷۱۷
سابق	۰	۶	۶۶۳۰
کل	۰	۱۱	۷۳۴۷

PRINTED & PUBLISHED BY A. K. AZAD, AT THE HILAL ELECTRICAL PRTG PBLG. HOUSE, 7/1 McLEOD STREET, CALCUTTA

لا تهنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان كنتم مؤمنين

AL-HILAL

Proprietor & Chief Editor

Abul Kalam Azad

7/1 McLeod street,

CALCUTTA.

Telegraphic Address.

"AL - HILAL"

Yearly Subscription, Rs. 8.

Half-yearly " " 4 - 12

ایک ہفتہ وار مصور رسالہ

مدیر مسئول و خصوصی

[illegible]

مقام اشاعت

۷ - ۱ مکلاوڈ اسٹریٹ

کلکتہ

عنوان تلغراف

« الہلال »

قیمت

سالانہ ۸ روپیہ

ششماہی ٤ روپیہ ١٢ آنہ

جلد ۳ — کلکتہ: چہار شنبہ ۲۵ شعبان ۱۳۳۱ ہجری — نمبر ٥

Calcutta : Wednesday, July 30, 1913.

فہرس

تصاویر

شذرات

دول یورپ کي کارروائي

عثمانیوں پر کیوں مظالم ہوئي ؟ یورپ اس سوال کا جواب آج خود دے رہا ہے کہ " ان حرکات کے ذمہ دار دول یورپ اور خصوصاً روس اور انگلستان ہیں - کیونکہ ان سلطنتوں نے اس کی کسی بیجا یا بے جا خواہش کی پذیرائی میں تامل نہیں کیا اور نہ اس کو کسي امر میں روکا ہے - یہاں تک کہ جب بلغاریہ نے روس کي مخالفت کی ' جس پر اس کے وجود کا انحصار ہے ' تب بھی بلغاریہ کو کسي قسم کي تنبیہ نہیں کی گئی - دول یورپ کو لازم ہے کہ وہ اس وقت بلغاریہ کے بڑھے ہوے حوصلہ کو روکیں ' جس کي وجہ سے یورپ کے امن میں خلل پڑ رہا ہے - جو لوگ معاملات سے باخبر ہیں وہ خوب جانتے ہیں کہ شاہ فرڈیننڈ لڑائي کے خطرات سے واقف ہے یہ الفاظ ہیں جو انگلستان کے پریس نے آج سے ایک ماہ قبل شائع کیے تھے - جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ترکوں کے قتل عام ہي نہیں بلقان کي باھمي آویزش بھي یورپ کے شوشے سے ہوئي -

نیر ایسٹ نے اپنی ۲۷ جون کي اشاعت میں ایتھنز سے ایک خاص نامہ نگار کا خط چھاپا ہے - اس میں بلغاریوں کي زیادتی کا ذکر ہے - خط میں ایک واقعہ یہ بھی ہے کہ " بیس یونانی قیدیوں کو بلغاریوں نے کوڑوں سے پیٹا تھا ' حالانکہ دو سو بلغاریوں کو یونانیوں نے گرفتار کرکے فوراً چھوڑ دیا - اس واقعہ سے ایتھنز میں بہت ناراضی پھیلي ہوئی ہے - ایم - رالس (M. Rallis) جو پہلي کونسل کا پریسیڈنٹ تھا ' اور جو اپني بے قابو طبیعت کی بنا پر اول ہی سے مشہور ہے ایک اخبار میں لکھتا ہے کہ " فوجی ہیڈ کوارٹروں کو چاہیے کہ ایم - ونزلو (M. Venzelos) (وزیر اعظم یونان) اور اس کے ساتھہ دیگر وزرا کو بلغاریوں کے حوالہ کردیں تا کہ ان کو لے جا کر صوفیہ کے بازاروں میں خوب پیٹیں ' جسکے وہ مستحق ہیں " حیرت ہے کہ جس قوم کی سم پیشگي کا یہ عالم ہو یورپ کي مدنیت اس کي حمایت جائز رکھتي ہے !

هذا بصائر للناس ، و هدی و رحمة لقوم یوقنون !

(۴۵ ۱۹)

ایک ماهوار دینی و علمی مجله

جس کا

اعلان پہلے " الہلال " کے قلم سے کیا گیا تھا -
وسط شوال سے شائع هونا شروع هو جائیگا

ضخامت کم از کم ۹۶ صفحه - قیمت سالانه چار روپیه مع محصول -
خریداران الہلال سے ۳ - روپیه

اسکا اصلی موضوع یه هوگا که قرآن حکیم اور اُس کے متعلق تمام علوم و معارف پر تحقیقات کا ایک نیا ذخیرہ فراهم کرے - اور ان موانع و مشکلات کو دور کرنے کی کوشش کرے ' جن کی وجه سے موجودہ طبقه روز بروز تعلیمات قرآنیه سے نا آشنا هوتا جاتا ہے -

اسی کے ذیل میں علوم اسلامیه کا احیاء ' تاریخ نبوة و صحابهٔ و تابعین کی ترویج ' آثار سلف کی تدوین ' اور اردو زبان میں علوم مفیدۂ حدیثه کے تراجم ' اور جرائد و مجلات یورپ و مصر پر نقد و اقتباس بھی هوگا - تا هم یه امور ضمنی هونگے ' اور اصل سعی یه هوگی که رسالے کے هر باب میں قرآن حکیم کے علوم و معارف کا ذخیرہ فراهم کرے - مثلاً تفسیر کے باب میں تفسیر هوگی ' حدیث کے باب میں احادیث متعلق تفسیر پر بحث کی جائیگی - آثار صحابه کے تحت میں تفسیر صحابه کی تحقیق ' تاریخ کے ذیل میں قرآن کریم کی تنزیل و ترتیب و اشاعت کی تاریخ ' علوم کے نیچے علوم قرآنیه کے مباحث اور اسی طرح دیگر ابواب میں بھی وہ موضوع وحید پیش نظر رهیگا -

اس سے مقصود یه ہے که مسلمانوں کے سامنے بدفعه واحدة قرآن کریم کو مختلف اشکال و مباحث میں اس طرح پیش کیا جائے که عظمت کلام الہی کا وہ اندازہ کر سکیں - و ما توفیقی الا بالله - علیه توکلت والیه انیب -

القسـم العـربـی

یعنی " البصائر " کا عربی ایڈیشن

جو

بالفعل مہینه میں دو بار شائع هوگا -

اور

جس کا مقصد وحید جامعهٔ اسلامیه ' احیاء لغه اسلامیه ' اور ممالک اسلامیه کے لیے مسلمانان هند کے جذبات و خیالات کی ترجمانی ہے -

الهلال کی تقطیع اور ضخامت

قیمت سالانه مع محصول هندوستان کے لیے : ۲ - روپیه ۸ - آنه
ممالک غیر : ۵ - شلنگ -

درخواستیں اس پته سے آئیں :
نمبر (۱۴) - مکلوڈ اسٹریٹ - کلکته

هفتهٔ جنگ هرچند که ۲۲ - جولائی کو صوفیا کے ایک تار میں استعادۂ ادرنه کی تکذیب کی گئی ہے مگر اس خبر کی تصدیق اسقدر مختلف و قابل اعتماد ذرائع سے هوچکی ہے که اب اسکی صحت میں شک کی گنجایش نہیں - سب سے آخری مگر سب سے زیادہ قابل اعتماد وہ تار ہے جو ۲۲ - کو بمبئی میں باب عالی سے بصری بے قائم مقام قونصل عام کے نام آیا ہے - وزیر اعظم لکھتے هیں که " ادرنه اور قرق کلیسا پر آج قبضه هوگیا - ابراهیم بے کی کمان اور انور بے کی همراهی میں فوج نے جس تیزی سے کوچ کیا ہے اسکا شکریه - بہت سے نقصانات جو بلغاریوں نے شروع کردیے تھے روکدیے گیے - پیادوں کی رجمنٹ نے ' جو مذکورہ بالا برائیگیڈ کے لیے کمک کے طور بھیجی گئی تھی ' صرف ایک دن میں ۸۰ - کیلو میٹر طے کیے - پیدلوں اور سواروں کے کالموں نے جو قرق کلیسا بھیجے گئے تھے اپنی همت کا ثبوت دیا ' اور کوچ نہایت سرعت کے ساتھه کیا - بلغاری پیادہ فوج نے مقابله کیا مگر ناکام رهی - همارا ذرا بھی کسی قسم کا نقصان نہیں هوا " -

ادرنه اسلامی یادگاروں کا شہرستان ابطال ' نامورانِ اسلام کی آزمگاہ اور سب سے آخر میں مگر سب سے اهم قسطنطنیه کی کنجی - انگلستان پر با لواسطه یا بلا واسطه اسکا کوئی اثر نہیں - پھر اسکا جوا ۱۰ - کرور مسلمانوں کے کاندھے پر ' ان حالات میں کیا یه مقتضاے دانشمندی نه تھا که کم از کم دس دار زبانیں خاموش رهتیں ؟ مگر جب سینوں میں دیگ کھول رهی هو تو اسکے بخارات سے زبانیں کیونکر جنبش میں نه آئیں -

مسٹر ایسکوئتھه وزیر اعظم انگلستان جنھوں نے سالونیکا کی فتح پر عالم نصرانی کو فتح باب مسیحیت کا مژدۂ جاں پرور سنایا تھا ' پھر پلیٹ فارم پر آئے - مگر اسطرح که ابکی انکی زبان پر زمزمه تبشیر و تہنیت کے بدلے همهمهٔ تہدید و ترهیب تھا - مسٹر ایسکوئتھه نے کہا که " معاهدہ لنڈن کے مقابله کرنے کی بابت اگر ترکی کو کافی طور پر غلط مشورہ دیا گیا ہے تو اسکو ایسے سوالات کے لیے تیار هوجانا چاهیے جنکا مباحثه میں آنا کسی طرح اسکے لیے مفید نہیں "

صلح و اضطهاد کے متعلق سب سے پہلے فرانس اور اطالیا نے اپنے اپنے ارادے ظاهر کیے - انگلستان نے الگ قدم رکھا یعنی زبان قول کے ساتھه زبان عمل سے بھی اپنے ارادے کا اعلان کیا - ۳ جہاز پالرس پہنچے ' اور پھر وهاں سے کسی غیر معلوم مقام کی طرف روانه هوگئے - خیال تھا که روس ' جرمنی اور آسٹریا کی طرف سے بھی قولی یا عملی انذار آتا هوگا ' مگر اسوقت تک تو خاموشی طاری ہے -

هاؤس آف کامنس میں پوچھا گیا تھا که دباؤ کی نوعیت کیا هوگی ؟ مسٹر ایلینڈ نے کہا : میں کچھه نہیں کہه سکتا که دول کس کارروائی پر اتفاق کرینگے ؟

آسٹریا کا نیم سرکاری اخبار " لوکل انزیجر " لکھتا ہے که اسکو " یقین نہیں که باب عالی پر سیاسی دباؤ ڈالنے کے علاوہ کچھه اور بھی کیا جا سکے " اگر یه صحیح ہے تو جہازوں کے بھیجنے میں انگلستان کی اس درجه عجلت فرمائی کا اس سے زیادہ اور کوئی نتیجه نه هوگا که اس کو عالم صلیبی اور دنیاے اسلام دونوں سے حفظ مصالح صلیب میں عملاً پیشروی کا خطاب ملے -

ایک زمانه مخالف ہے ' ایک عالم تہدید کر رہا ہے ایک بر اعظم کا بر اعظم دشمن ہے ' مگر پرنس سعید حلیم

پاشا کے عزم و ثبات کو ابھی تک یہ بادِ مخالف جنبش نہ دے سکي ' سلطان روم سے بلغاریا نے جو اپیل کي تھي اُنھوں نے اُس کا جواب دیا ہے کہ : ترکوں کا اقدام و هجوم یہ نہیں ہے ' یہ دفاع و حفظ ' ما بقي کا مسالہ ہے -

لیں سخن را چوں تو مبدہ بودہ
گر بیفزا ید تو اش افزودہ

ترکوں کے پیش نظر صرف ادرنہ هي نہیں بلکہ وہ تمام مقامات هیں جن پر بلغاریا قابض هوگئي تھي - چنانچہ عثماني فوج ایک طرف تو ادرنہ کي طرف بڑھي اور دوسري طرف کلرلي برغاس ' لولي برغاس ' ارجیلي ' بابا اسکي فتح کرتي هوئي - قرق کلیسا پہنچي - قسطنطنیہ میں سرکاري طور پر اعلان کیا گیا ہے کہ بلغاریوں کے شہر چھوڑنے سے پہلے بارود خانے اور اصلي عمارتیں ڈھا دیں - اس طوفان مصائب کے باوجود جب ترک داخل هوے تو باشندوں نے ناقابل بیان مسرت کا اظہار کیا - عورتیں آنکھوں سے آنسو اور هاتھوں سے فوج پر پھول برسا رهي تھیں - اخذ قرق کلیسا کے بعد عثماني فوج بلغاري حدود میں داخل هوئي تو صوفیا میں غیر معمولي اضطراب پھیل گیا - بلغاري وزیر خارجیہ نے فوراً اس تاراج پر اعتراض کا تار باب عالي کو بھیجا - جسکا جواب باب عالي نے یہ دیا کہ " چند پیٹرول تفتیش کرتے هوے سرحد کے پار چلے گئے تھے' مگر سپہ سالار کے حکم سے واپس بلا لیے گئے " -

اتحاد یورپ اگر اپنے اختلاف داخلي کي وجہ سے ترکوں پر دباو نہ ڈال سکا تو اسکے یہ معني نہیں کہ وہ ترکوں کو اپنے مفتوحہ مقامات کے واپس لینے کا موقع دیگا - ترکوں کو یہ موقع خانہ جنگي کي بدولت ملا تھا - لڑنے والوں میں سب سے زیادہ تازہ دم رومانیا ہے - پھر رومانیا کا مقصد جیسا کہ اس نے اعلان جنگ کے وقت ظاہر کیا تھا ریاستہاے بلقان میں حفظ توازن ہے - ترکوں کي طرف سے عداوت کي آگ جو خانہ جنگي کي وجہ سے دبگئي تھي پھر بھڑکائي گئي ' اور ظاہر کرایا گیا کہ حلفاء ترکوں کي پیشقدمي کے وجہ سے پریشان هیں - اسکے بعد رومانیا کو توڑ لیا گیا - رومانیا نے روس اور آسٹریا کے ساتھہ اعلان کیا کہ بلغاریا کو پامال نہ ہونے دیا جائیگا - اور سرویا اور یونان سے جنگ کو روک دینے اور اپني فوج کو رک جانے کی فرمایش کی ہے جو صوفیا سے ۱۵ - کیلو میٹر پر ہے ' دول کے سامنے یونان نے بلغاریا کو کچل ڈالنے کے ارادے سے تبري کي ہے ' مگر هنوز جنگي کارروائي موقوف نہیں ہے ' چنانچہ یوناني فوج نے ۲۶ - کو دیمہ آغاچ لے لیا ہے - سروي فوج هنوز مصروف پیکار ہے - ودن کا محاصرہ شروع کردیا ہے ' امید ہے کہ عنقریب شہر پر قبضہ هوجائیگا ' کیونکہ جنرل کوتنچیف کي زیر کمان فوج نے هتیار ڈالنا شروع کردیے هیں -

فوج میں هیضہ نہایت شدت سے پھوٹ پڑا ہے -

بخارست کي غیر سرکاري رپورٹ میں بیان کیا گیا ہے کہ بلغاري فوج کي اخلاقي حالت اس درجہ ابتر هوگئي ہے کہ وہ دشمن کے مقابلہ سے انکار کرتي ہے -

مختصراً یہ کہ بلغاریا اپنے نخوت و تکبر ' ظلم و جور ' اور درندگی و سبعیت کي پاداش میں انتہائی ذلت اور نقصان اٹھا چکي ہے ' اور شاید اب اس کے ان مصائب کا عنقریب خاتمہ هونے والا ہے - مختلف ریاستوں کے وکیل بخارست دارالسلطنت رومانیا کو روانگی کے لیے تیار هو رہے هیں - بلغاري وزیر موسیو تونچیف اور یوناني وکیل موسیو پانس تو روانہ هوگئے هیں - یوناني وزیر اعظم موسیو وینزیلوس سالونیکا گیا ہے کہ بادشاہ سے مل کر بخارست جائیگا -

۲۰ شعبان ۱۳۳۱ هجری

الـداء و الـدواء

یعنی

جماعة " حزب الله " کے اغراض و مقاصد

(٤)

افمن کان مومنا کمن کان فاسقاً ؟ لا یستورن - اما الذین آمنوا و عملوا الصالحات فلهم جنات الماوی ' نزلا بما کانوا یعملون - و اما الذین فسقوا فماواهم النار ' کلما ارادوا ان یخرجوا منها ' أعیدوا فیها ' و قیل لهم ذوقوا عذاب النار الذي کنتم به تکذبون ! و لنذیقنهم من العذاب الادنی دون العذاب الاکبر لعلهم یرجعون - (۳۲ : ۱۹)

کیا ایک مومن بندے کے اعمال و نتائج ویسے هي هوسکتے هیں ' جیسے که ایک نافرمان، اور فاسق کے ؟ کیا دونوں برابر هیں ؟ هرگز نهیں ! !

جو لوگ الله کے احکام پر ایمان لائے ' اور اعمال صالحه اختیار کیے ' انکے لیے کامیابیوں اور فتح مندیوں کے شاداب باغ و چمن هونگے ' جن میں وہ شاد و خرم رهیں گے ' اور یه باغهاے نتعم و مراد انکے نیک کاموں کا بدله هے ' جو وہ انجام دیتے رهے !

مگر جن لوگوں نے احکام الهی کے مقابلے میں سرکشي کي ' تو ان کا ٹھکانا تو بس نامرادیوں ' ناکامیوں ' اور اسر و غلامي کي آگ هي هوگی ' اور وہ اپنے کاموں اور تلاش نجات میں ایسے گمراہ هوجائیں گے که جب کبهی اس آگ سے نکلنا چاهیں گے تو پهر اسي میں لوٹا دیے جائیں گے ' اور انسے کہا جائیگا که پاداش عمل کے جس عذاب کو تم جهٹلاتے تھے ' اب اسکے مزے چکهو !

اور یه بهي جان لو که آنے والے بڑے عذاب سے پہلے ' هم ان منکرین کو ایک چهوٹے عذاب کا مزا بهي چکهالیں گے ' تاکه شاید غفلت و سرکشي سے باز آجائیں ' اور هماري جانب رجوع هوں !

بیا تا گل بر افشانیم و مي در ساغر اندازیم ! * فلک را سقف بشکافیم و طرح نو در اندازیم !
اگر غم لشکر انگیزد که خون عاشقاں ریزد ' * من و ساقي بهم سازیم و بنیادش بر اندازیم !
چو در دست ست رودے خوش ' بزن مطرب سرودے خوش ! * که دست افشاں غزل خوانیم و پاکوباں سر اندازیم !
یکے از عقل مي لافد ' دگر طامات مي بافد ' * بیا کیں داوریہا را به پیش داور اندازیم !
بهشت عدن اگر خواهي بیا با ما به میخانه * که از پاے خمت یکسر بحوض کوثر اندازیم !

بقیہ مبحث گذشته :

مقصد وحید امة مرحومه

یه آیات بینة محکمه ' اور تصریحات قاطعة ساطعه تهیں ' اور یه ان کے متعلق سرسري اشارات ' جن سے هم اپنے مقصد حیات اور مرکز جہد و جہاد کو معلوم کرسکتے هیں - ان آیتوں میں کہیں بهی هم کو یه نهیں بتایا گیا هے که تم فلاں مقام کی حفاظت کرو اور فلاں سرزمین کي خدمت کو اپنا مقصد سعی بناو ' بلکه هم کو بتایا گیا هے که تمام دنیا تمهارا گله هے ' اور تم اسکے چرواهے هو ! یه تمام انسانی آبادیاں تمکو دي گئی هیں ' تاکه الله کے طرف سے تم انکی حفاظت کرو ' اور گرگ ابلیس کے خونخوار حملوں سے انکو بچاؤ - تم کو بہترین امت اور افضل ترین امم بنایا گیا ' تاکه تم ارض الهی کے خدمت گذار بنو ' اور تم کو دنیا میں اس نے اپنی جماعت ' اپنی فوج ' اور قائم مقام قرار دیا ' تا اس کی هدایت کا علم صرف تمهارے هی هاتهه میں هو ' اور اس کے تمام بندے اس کے سایے کے نیچے آکر پناہ لیں ! تمهارا سب سے بڑا شرف یه نهیں هے که تم ابراهیم خلیل (ع) کے معبد کے خادم هو ' بلکه تمهارے خدا نے تم کو اس سے بہت ارفع و بلند مقصد دیا هے ' یعنی تم رب جلیل کے اس معبد کے خادم هو ' جسکی چهت آسمان کی فضاے محیط ' اور جسکی سطح زمین کا تمام پهیلا هوا طول و عرض هے !

پھر غور کرو کہ کس طرح تمام دنیا کی اصلاح و سعادت کا ہمیں ذمہ دار بتایا ہے ' اور کہا ہے کہ تم ہی ہو ' جو اس کے لیے شاہد ہو سکتے ہو - کیونکہ زمین پر تمہارے سوا اور کوئی نہیں جس کے لیے ہمارا رسول شاہد ہو -

ہم کو پکارا گیا کہ تمام امتوں میں اوسط و اعدل صرف تم ہی ہو - اسلیے نہیں کہ ہم بیت خلیل کے محافظ ہیں ' بلکہ اس لیے کہ ارض خداے جلیل کے محافظ ہیں - اس لیے کہ اسکے تمام بندوں کو بھلائی کی دعوت دیتے اور برائی سے روکتے ہیں - اس لیے کہ اس کی سرزمین کو ظلم و استبداد ' طغیان و عدوان ' اور شر و فساد سے پاک کرنے والے ہیں - اس لیے کہ ہم اس کی زمین پر اس کے خلیفہ ہیں - اس لیے کہ ہم تمام دنیا کو اس کی آنکھہ سے دیکھیں ' اور تمام عالم کی باگ اسکا ہاتھہ بنکر اپنے ہاتھوں میں لیں ! پھر خدا را سوچو کہ تمہاری حد نظر کہاں تک ہے ' اور میں کیا دیکھہ رہا ہوں ؟

خیال کن تو کجائی و ما کجا واعظ ؟

تم ابھی صداے الہی سن رہے تھے ' اور اس کتاب عزیز و حکیم کے بیانات تمہارے سامنے ہیں ' جس کو بھول کر ساری دنیا کی تدبیروں کو یاد کیا کرتے ہو - اس نے کہیں بھی اس پر زور نہیں دیا کہ تم مکۂ معظمہ کی حفاظت و خدمت کا اقرار یا عہد کرو - البتہ حکم دیا کہ جاهدوا فی اللہ حق جهادہ اسکی راہ میں اپنی تمام قوتوں سے جہاد کرو - اس نے تم کو فضیلت دی ہے پس اسکے بندوں کو ضلالت و فساد سے نکال کر فضیلت و عظمت بخشو ! !

اسوۂ ابراهیمی

جس ابراهیم خلیل (علی نبینا و علیہ الصلوۃ و السلام) کی مقدس قربانگاہ کی حفاظت کا نام لیتے ہو ' کیا بہتر نہو گا کہ اس کے بنائے ہوے معبد کو دیکھنے سے پہلے خود اس پر بھی ایک نظر ڈال لو - اس نے خانۂ کعبہ کی بنیاد ضرور رکھی ' لیکن ساتھہ ہی اپنے نفس اور اپنے فرزند کے گلے پر چھری بھی رکھدی !

فلما اسلما و تلہ للجبین و نادینٰہ ان یا ابراهیم قد صدقت الرؤیا انا کذلک نجزی المحسنین - (۳۷ : ۱۰۶)

" اور جب حضرت ابراهیم اور اسماعیل دونوں پر حقیقۃ اسلامیہ طاری ہوئی اور دونوں نے اپنی گردنیں جھکادیں ' اور حضرت ابراهیم نے اسماعیل کو ماتھے کے بل زمین پر پٹک مارا ' تو ہم نے پکارا کہ اے ابراهیم ! بس کرو ! تم نے اپنا خواب سچ کر دکھایا - ہم حقیقۃ اسلامیہ کے ایسے ہی مدارج صاحبان " احسان " و ایمان کو عطا فرماتے ہیں "

استقبال وجوہ و قلوب !

دیکھو ! خدا نے تمہارے آگے دو چیزیں پیش کی ہیں - اس نے کہا کہ میری عبادت کے لیے کھڑے ہو تو اپنا منہہ خلیل اللہ کے بنائے ہوے معبد کی طرف کر دو !

و من حیث خرجت فول وجہک شطر المسجد الحرام ' و حیث ما کنتم فولوا وجوهکم شطرہ ' (۲ : ۱۴۵)

اور اے پیغمبر ! تم خواہ کہیں سے بھی نکلو لیکن اپنا منہ مسجد حرام کی طرف کر لیا کرو ! اور اسی طرح اے مسلمانو ! تم بھی جہاں کہیں ہو نماز میں اسی کی طرف اپنا منہ کرو -

مگر قبل اس کے کہ تم اس گھر کی طرف اپنے چہروں کو متوجہ کرو ' وہ یہ بھی کہتا ہے کہ اس گھر کے بنانے والے کی طرف اپنے دلوں کا رخ پھیر دو ' یعنی اس کی الہی قربانی کی پیروی کرو !

قد کانت لکم اسوۃ حسنۃ فی ابراهیم و الذین معہ ' (۶۰ : ۴)

حضرت ابراهیم اور ان کے ساتھیوں کے اعمال کے اندر تمہارے لیے ایک نہایت بہتر اور اعلی نمونۂ حیات موجود ہے تاکہ تم اس کی پیروی کرو -

نماز اسلام کی ایک عبادت ہے ' اور اس کے لیے ضرور ہے کہ تمہارا منہ کعبے کی طرف ہو ' مگر " اسوۂ ابراهیمی " اسلام کی حقیقت ہے ' اور اس کے لیے صرف کعبے کے طرف منہ کر دینا ہی کافی نہیں ہے بلکہ بانی کعبہ کے طرف دل کو پھیر دینا شرط ہے - وہ نماز کا ایک رکن ہے کہ عبادت ہے - اور یہ اسلام کی شرط ہے کہ اصل حقیقت ہے -

گذشتہ صحبت کی پانچویں آیت پر غور کرو کہ جہاد فی سبیل اللہ ' امر بالمعروف ' نہی عن المنکر ' اور قیام صلوۃ اور ایتاء زکوۃ سے پہلے فرمایا :

ملۃ ابیکم ابراهیم هو سماکم المسلمین من قبل و فی هذا ' لیکون الرسول شهیدا علیکم و تکونوا شهداء علی الناس فاقیموا الصلوۃ - الخ -

یہ دین اسلام تمہارے مورث اعلی ابراهیم خلیل کا ہے - اس نے تمہارا نام " مسلم " رکھا - پہلے بھی اور اب بھی - اور یہ سب کچھہ اس لیے ہے تاکہ ہمارا رسول تمہارے لیے ' اور تم تمام انسانوں کے لیے شاہد ہو - پس جب کہ تمہارا درجہ ایسا قرار دیا گیا ہے تو تمہارا فرض ہے کہ صلوۃ الہی کو دنیا میں قائم کرو - (الخ)

حضرت ابراهیم کی نسبت کو یہاں اس لیے یاد دلایا گیا کہ ان کی زندگی اسلام کی حقیقت کا نمونہ تھی - انہوں نے اپنی قربانی کا اسوہ دکھا کر اسلام کی حقیقت کو ظاہر کر دیا تھا ' اور یہی وہ انسانی قربانی ہے ' جس کو خدا اپنی صداقت کے حیات کے لیے ہم سے چاہتا ہے -

بار بار کہہ چکا ہوں کہ جہاد فی سبیل اللہ ' امر بالمعروف ' نہی عن المنکر ' اور قیام صلوۃ ' و اعلان حق ' اسی قربانی سے عبارت ہیں - اور جب تک ایک قوم اس قربانی کے لیے طیار نہو ' وہ سعادت عالم و عالمیاں کا ذریعہ نہیں بن سکتی -

پہلے کہا : راہ الہی میں جہاد کرو ! پھر کہا کہ اپنی نسبت ابراهیمی کو نہ بھولو کہ اس کا اسوۂ حسنہ اسلام کی اصل حقیقت اور تمہارے لیے قبلۂ وجوہ ہے - اسکے بعد تصریح کی کہ تم مسلم ہو ' اور پھر اسکی علت بیان کی ' تاکہ تم تمام عالم کے لیے شاہد عدل و سعادت ہو - جب یہ مراتب بیان ہو چکے تو پھر ہمارے فرائض کی تشریح کر دی کہ اللہ کی صلوۃ کو دنیا میں قائم کرنا ' حق کی دعوت اور منکر کا انسداد ' و للہ عاقبۃ الامور -

عود الی المقصود

کیا نہیں دیکھتے کہ وہ مشہور (آیۃ استخلاف) جس کا ایک وعدۂ الہی کی صورت میں اعلان ہوا ' اور پھر نصف صدی کے اندر ہی اندر نصرۃ الہیہ نے اس کی تکمیل بھی کر دی ' اس مبحث کے لیے ایک آخری فیصلہ کن بصیرت بخشتی ہے ؟ فرمایا کہ :

وعد اللہ الذین آمنوا منکم و عملوا الصلحت ' لیستخلفنهم فی الارض ' کما استخلف الذین من قبلهم ' و لیمکنن لهم دینهم الذی ارتضی لهم ' و لیبدلنهم من بعد

اللہ تعالی ان لوگوں سے وعدہ فرماتا ہے جو تم میں سے ایمان لائے اور اعمال صالحہ اختیار کیے ' کہ انکو زمین پر خلافت عطا فرمایگا ' اسی طرح ' جیسے ان سے پہلے بنی اسرائیل وغیرہ گذشتہ امتوں کو عطا فرمائی تھی ' اور جو دین انکے لیے اس نے پسند کیا ہے -

خوفہم امنا - یعبد وننی ولا یشرکون بی شیأ ، ومن کفر بعد ذالک فاولٰئک ہم الفاسقون - (۲۴ : ۵۵)

یعنی اسلام ، اسکو دنیا میں قائم کر کے رہیگا ، نیز خوف اور خطرے کی اس زندگی کے بعد انپر طمانیۃ اور راحت کا ایک ایسا دور طاری کردیگا کہ وہ باطمینان اللہ کی پرستش کرینگے ، کسی کو اس کا شریک نہ گردانیں گے - پھر جو شخص ان تمام احسانات الٰہی کے بعد بھی اللہ کے آگے نہ جھکے تو بس ایسے ہی لوگ نافرمان ہیں -

وما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین

اس آیت نے مسلمانوں کے مقصد حیات کو انتہائی وضاحت کے ساتھہ ظاہر کردیا ہے - یہی ارض الٰہی کی خلافت ہے جس کی نسبت حضرت داؤد کی زبانی کہا گیا تھا کہ :

ولقد کتبنا فی " الزبور" من بعد الذکر: ان الارض یرثہا عبادی الصالحون - ان فی ھذ البلاغ لقوم عابدین ، وما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین - (۲۱ : ۱۰۷)

اور ہم کتاب زبور میں اپنے ذکر کے بعد اپنے اس قانون کو لکھہ چکے ہیں کہ ہمارے وہی بندے زمین کی سلطنت وفرماں روائی کے وارث ہونگے ، جو اپنے اعمال میں نیک ہونگے - بیشک اس قانون کے تذکرے میں عابدین الٰہی کیلیے ایک پیغام بشارت ہے ، اور پھر یہی ہے کہ ہم نے اے پیغمبر! تمہارے ظہور کو تمام عالم کیلیے رحمت قرار دیا ہے !

غور کیجیے تو کونسی آیت غور کی محتاج نہیں ہے ؟ اس آیت میں زبور کا قول نقل کرکے فرمایا کہ " اس میں ان لوگوں کے لیے ایک پیغام بصیرت ہے جو عبادت الٰہی سے مالزم المرام ہیں " اور پھر اس کے بعد وجود مقدس حضرۃ ختم المرسلین یا ان کی بعثت کی نسبت فرمایا کہ " رحمۃ للعالمین " ہے - یعنی یہ ظہور الٰہی تمام عالموں کے لیے بلا تفریق اسود وابیض و مشرق و مغرب ، رحمۃ الٰہی ہے -

اس سے مقصود در اصل امۃ مرحومہ کی تنبیہ تھی - " قوم عابدین " سے اسی امت کی طرف اشارہ ہے - یعنی کتاب زبور کا یہ فرمان امۃ مرحومہ کے لیے ایک پیغام عبرت و بصیرت ہے - اگر وہ اعمال حسنہ و صالحہ اختیار کریں گے ، اور اللہ کی بخشی ہوئی موتوں کا صحیح استعمال کرینگے (کہ یہی معنی ہیں عبادت الٰہی کے) تو بموجب اس قانون مذکرۂ زبور کے ضرور ہے کہ زمین کی وراثت کے مستحق ٹھہریں گے - اور چونکہ ایسا ہونا ضرور تھا ، اس لیے ظہور اسلام کو رحمۃ الٰہی سے تعبیر کرکے ظاہر کردیا کہ یہ تمام قوموں کو مفاسد و مظالم سے نجات دلانے والا ، اور انسانوں کے پانوں کی زنجیرہاے اسرو استبعاد کو کاٹنے والا ہے - یہ ایک ایسی قوم کے ظہور و نما کو اپنے ساتھہ رکھتا ہے ، جو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کریگی ، جو اپنی تمام قوتوں کو وقف جہاد فی سبیل اللہ کردیگی ، اور جو دنیا کی چھنی ہوئی صداقت و عدل پھر اسے واپس دلا دیگی - پس جس طرح تمہارا رب کریم " رب العالمین " ہے ، جس کی ربوبیت میں کسی نسل ، کسی قوم ، اور کسی زبان ، اور کسی زمین کی قید نہیں ، اسی طرح یہ پیغام ظہور ہدایت ، اور یہ وجود بشیر و نذیر بھی " رحمۃ للعالمین " ہے ، کہ اس کی رحمت موصالی میں بھی خدا کی ربوبیت کی طرح زمین کے کسی خاص ٹکڑے ، اور انسانوں کی کسی خاص جماعت کی قید نہوگی ، بلکہ اپنی ہدایت کی حامل و داعی ایک ایسی قوم پیدا کردیگا ، جس کے بال ہمت کے لیے تمام کرۂ ارضی فضاے پرواز ، اور جس کے معرکۂ حق و باطل کے لیے تمام دنیا کارزار جنگ ہوگی :

ہاں بکشا و صفیر از شجر طوبی زن !
حیف باشد چو تو مرغے کہ اسیر قفسی !

خدمت کعبہ یا خدمت عالم ؟

پس جس قوم کے شرف و اجتبا ، اور جس قوم کے مقاصد کے علو و ارتفاع کا یہ حال ہو ، میں ایک لمحہ کے لیے بھی راضی نہیں ہوسکتا کہ اس کے سامنے اس کے سوا کوئی اور مقصد حیات پیش کیا جاے ، کیونکہ جس خدا نے اس کی زندگی کا ایک ہی مقصد قرار دے دیا ہے ، یقین کرو کہ وہ بھی کبھی اس سے راضی نہیں ہو سکتا -

خواہ کیسے ہی دلفریب اور کیسے ہی مصلحت آشنا الفاظ آپ کی زبان پر ہوں ، مگر میں کہونگا کہ آپ سب کچھہ کیجیے ، لیکن خدا را اس اصل اصول اور اس حقیقۃ الحقائق سے نہ ہٹیے ، جو دعوۃ اسلامی کی بنیاد و اساس ، اور مسلمانوں کی زندگی کے استقامت حیات کی ایک ہی چٹان ہے - آپ کسی مکان کی کھڑکیاں بدل ڈالیے کہ اب موسم کے بدلنے سے ہوا کا رخ بھی بدل گیا - آپکو اختیار ہے کہ آپ اس کا دروازہ بھی جنوب سے شمالی جانب منتقل کردیں کہ مصلحت یہی کہتی ہے - یہ سب کچھہ گوارا ہوسکتا ہے لیکن میں اس پر تو کبھی راضی نہیں ہوسکتا کہ آپ بنیاد کی اینٹوں کا مسئلہ چھیڑ دیں - اور تمام قوتوں کو بجاے استحکام بنیاد قدیم کے ، ایک تاسیس جدید میں صرف کریں ؟ مسلمانوں کی زندگی کی بنیاد خدمت کعبہ نہیں بلکہ خدمت عالم ہے ، اور وہ دنیا کی جب ہی خدمت کرسکتے ہیں ، جبکہ پہلے خود اپنے نفس و قلب کی خدمت کرلیں ، **اور یہ ممکن نہیں جب تک کہ موجودہ حس مصائب کی بنا پر انہیں اسوۂ ابراہیمی و محمدی (علیہما الصلوۃ والسلام) کی پیروی میں فنا ہوجانے ، اور مٹ جانے کی دعوت نہ دی جاے -**

مصلحت

ایک عالم متجملہ عرائم عملیات جدیدہ کے " عالم مصلحت " کا بھی ہے -

میں اس کا منکر نہیں - اس کے لیے بھی قرآن کریم نے ہمارے آگے بہت سے اسوہ ہاے جلیلۂ نبویہ پیش کیے ہیں ، اور ان کے ذکر کا یہ موقع نہیں ، لیکن افسوس کہ میں " مصلحت " کے مفریب مہیب کی ان لاتعد ولا تحصی قوتوں کا قائل نہیں ہوں ، جن سے حقیقۃ الہیہ شکست کہا جاے - میں تسلیم کرتا ہوں کہ ایک بہت بڑی چیز ، جس کی ہم میں کمی ہے ، تنظیمات عمل (ارگنائزیشن) ہے ، اور اسکے لیے صرف اتنا ہی کافی ہے کہ ایک مقصد مشترک سامنے ہو ، اور سب میں اس کے نام سے ایک رشتۂ باہمی قائم ہوجاے - میں یہ بھی جانتا ہوں کہ مقصد کی جگہ دماغ ہے نہ کہ صفحات مقاصد انجمن - تاہم مشکل یہ ہے کہ جو راہ اختیار کی گئی ہے ، وہ یا تو اصل مطلوب و مقصود تک پہنچنے والی ہی نہیں ہے ، اور یا پہنچنے والی ہے تو اس قدر پیچ و خم کے بعد ، کہ اتنا وقت ہمارے پاس نہیں ہے -

پھر آپ مقراض مصلحت کو شاخوں کی کانٹ چھانٹ میں استعمال فرمائیے ، جڑ پر ہاتھہ کیوں ڈالتے ہیں ؟

منجملہ اُن اختلافات طریق عمل کے جو مجھہ میں اور ارباب عصر میں ہے' ایک بہت بڑا اختلاف یہ بھی ہے کہ میں اپنے عقیدے میں مصلحت کو ہر شے پر موثر پاتا ہوں' الا اصول و مقاصد حقیقیہ پر' کہ وہ ایک ایسی شے ہے' جسکا بہر حال اظہار و اعلان لازمی ہے - جو چیز ہمارا مقصد حیات ہے' جس خون کے دوران سے ہمارے جسم ملت کی زندگی ہے' جس تعذیۂ اصلیہ پر ہمارا نشو و نما موقوف ہے' اس کو کیونکر خنجر مصلحت کے سپرد کردیں ؟

اگر کرینگے تو ایک زمانہ آئیگا کہ اس مصلحت فرمایانہ اعلانات و اشتہارات کے بعد ہمارا مقصد حیات مشتبہ ہو جائیگا' اور خود ہم اپنے تئیں بھول جائیں گے -

چنانچہ آج جو حالت ہماری نظر آرہی ہے' یہ بہت زیادہ حد تک اسی مصلحت فرمائی کا نتیجہ ہے - مصلحت بینیوں نے گو محض مصالح وقت سے مقاصد پر پردے ڈالے' لیکن آج وہ پردے ایسے حائل ہوگئے ہیں کہ خود ہم بھی اپنے تئیں نہیں دیکھہ سکتے !!

یہ مصلحت کے بت کی یاد نہیں ہے' بلکہ خدائے حی و قیوم سے غفلت و نسیان ہے - یہی وہ مرتبہ منجملہ مراتب ضلالت کے ہے' جسکی طرف قران کریم نے جا بجا اشارہ کیا کہ "ولا تکونوا کالذین نسوا اللہ فانساہم انفسہم" اُن لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جنھوں نے ماسوی اللہ کی مرعوبیت میں غرق ہوکر خدا کی قوتوں کو بھلا دیا - نتیجہ یہ نکلا کہ خود اپنے تئیں بھی بھول گئے -

پھر سورۂ توبہ میں ایک جماعت کا ذکر کیا کہ ان کا وصف یہ ہوگا :

یامرون بالمنکر و ینہون عن المعروف و یقبضون ایدیہم ' نسوا اللہ فنسیہم (۹ : ۶۸)

" وہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی جگہ امر بالمنکر اور نہی عن المعروف کرینگے' نیز خدا کے سچے کاموں میں صرف جان و مال کرنے سے انکی مٹھیاں بند رہینگی - یہی وہ لوگ ہیں کہ انہوں نے اللہ کو بھلا دیا' نتیجہ یہ نکلا کہ اللہ نے بھی ان کو فراموش کر دیا "

ہماری گذشتہ اور موجودہ رہنمائی کی یہ کیسی کامل و اکمل تاریخ ہے ؟ پھر میں کیونکر پسند کروں کہ ارکان خدام کعبہ' جنکے اندر فیمتی ولولۂ عمل اور نتیجہ خیز قوت کار بحمد اللہ موجود ہے' مصلحت فرمائی کے اس درجہ تابع ہوں کہ ہمارے رہنمایان گذشتہ و حال کی طرح " نسوا اللہ فانساہم انفسہم " کے عالم میں گرفتار ہو جائیں ؟ اعا ذنا اللہ سبحانہ و ایا ہم و یہدینا الی صراط مستقیم -

دفع شبہ

ممکن ہے' آپ کہیں کہ مقصود تو یہی ہے' مگر کعبہ کا نام اس لیے رکھا گیا تاکہ ہر شخص سمجھہ سکے - یہ سچ ہے - آپ نے ایک عالی شخص کو تو یہ کہکر سمجھا دیا' لیکن کیا ایک تعلیم یافتہ شخص' اور ایک گرفتار غفلت مگر آمادۂ اصلاح ہستی کی آمادگی ضائع بھی نہیں کردی' اور موجودہ اضطراب و استعداد انقلاب کے بعد (جس سے نہیں معلوم آپ کیسی کچھہ انقلابی تبدیلی اُس کے اندر پیدا کردیتے ؟) اُسکا منتہاء فکر صرف یہی نہیں قرار دیا کہ صرف ایک اقرار غیر محکم و غیر شرعی' اور ایک روپیہ دے کر فارغ البال ہو جائے ؟ فتدبروا و تفکروا یا اولی الالباب ! ولا تکونوا کالذین قالوا سمعنا وہم لایسمعون !!

تشخیص کے بعد علاج

آپ موجودہ مصائب کے علاج کے لیے کھڑے ہوے ہیں - پس سب سے پہلی نظر آپ کو اس پر ڈالنی چاہیے کہ اِن تمام امراض کی علت اصلی کیا ہے ؟ اور اپنی تمام قوتوں کو اسی کے اِزالہ کے لیے وقف کردینا چاہیے - مسلمانوں کی عزت ذلت سے بدل ہوگئی - جہل و نادانی ان کی علامت ممتاز بن گئی - حکومتیں چھن گئیں' اور شکستوں' نا کامیوں' اور غلامیوں نے ان کا احاطہ کر لیا - یہی امراض ہیں جو آپ کو نظر آرہے ہیں - پھر خدارا انصاف کیجیے کہ یہ سب کچھہ اس کا نتیجہ ہے کہ انکے پاس حفاظت حرمین کیلیے کوئی فنڈ نہ تھا' یا انھوں نے کوئی اقرار نہیں کیا تھا' یا حاجیوں کے سفر کا عمدہ انتظام نہ تھا' یا مکۂ معظمہ میں پر تکلف قیام کے لیے کوئی ہوٹل نہ تھا ؟ میرے مقصد کے سمجھنے میں غلطی نہ کیجیے - میں تسلیم کرتا ہوں اور بارہا کہہ چکا ہوں کہ روپیہ کی فراہمی' تعلق عرب کی تقویت' خدمت کعبہ کا ولولہ' مرکز اسلامی کی محبت' اور اسی طرح کی تمام چیزیں نہایت ضروری ہیں' لیکن سوال یہ ہے کہ کیا اِن ہی چیزوں کا فقدان ہمارے امراض مذکورۂ صدر کی علت حقیقی ہے ؟

اس سطح ارضی پر کوئی نہیں' جو اس سوال کا جواب اثبات میں دے سکے - علت اصلی بجز اس کے اور کوئی نہیں کہ **عمل بالاسلام کی روح ہم میں سے مفقود ہو گئی'** امر بالمعروف کا سبق بھلادیا' جہاد فی سبیل اللہ کی حقیقت کو فراموش کردیا' اور ہماری جیب نہیں بلکہ دل خالی ہوگئے - پھر جب آپ ایک انجمن قائم کرتے ہیں جس کے مقاصد و اعمال کی فہرست بیسیوں دفعات پر مشتمل ہے' لیکن نہ تو کہیں اس میں احیاء دعوت اسلامی کی دفعہ ہے' نہ کہیں اسلام کے احکام و اوامر پر عمل کرنے کی قید ہے' نہ کوئی صورت عمل اور طریق کار ایسا پیش نظر ہے' جس کا مقصد مسلمانوں کو مسلمان بنانا ہو' اور ان کی مجاہدانہ روح عمل کو واپس لانا ہو' تو پھر فرمائیے ! آپکا مقصد تو ضروری' اور آپ کے کام یقیناً اچھے اور مستحق اعانت و شرکت جمیع مسلمین' لیکن ہمارے اصلی مرض کے لیے آپنے کیا کیا' اور اس کے لیے کہاں جائیں ؟

یاد رکھو کہ آج تمہاری قوم کو ایک اعلی ترین فرصت مل گئی ہے - ایسی فرصت جس کی نظیر تاریخ اقوام و ملل میں زیادہ نہیں مل سکتی - تم اللہ کے طرف سے اس کے ذمہ دار ہو کہ اُسے ضائع نہ کرو' اور اُس سے کام لو - تم جو کہتے ہو کہ حفاظت کعبہ کے لیے روپیہ دو ! تو میرے عزیز دوستو ! کیا بہتر نہ تھا کہ تم کہتے کہ حفاظت عالم کے لیے اپنے دلوں کو اسلام کے حوالے کردو ؟ خدمت کعبہ' حفظ اسلام' جمع مال' اور اور تمام چیزیں صرف ایک دل کے مل جانے سے مل جاسکتی ہیں' پس مانگنے والوں کو صرف دل ہی مانگنا چاہیے -

تمہارے پاس آج ایک ایسی مشتعل چنگاری موجود ہے کہ قرینے سے ہوا دو تو اس سے ہزاروں آتشکدے روشن کرسکتے ہو - تم آج مسلمانوں کے اعمال میں تبدیلی کرسکتے ہو' ان کے برگشتہ سروں کو خدا کے آگے جھکا سکتے ہو' ان کا گم گشتہ اخلاق' ان کا کھویا ہوا علم' اور ان کی مفقود روح حیات اسلامی کو پھر واپس لاسکتے ہو - پس میں یہ نہیں کہتا کہ جو کرنا چاہتے ہو نہ کرو' مگر کہتا ہوں کہ

اسي ميں تمام قوتيں صرف نه کرڈالو' اور اصلي راه فوز و فلاح کو بھي تلاش کرو-

ميں جو کچھه کہه رہا ہوں' ممکن ہے که ابھی لوگ نه سمجھيں' اور بہت ممکن ہے که بہت سي جلد باز و بے خبر طبيعتيں غلط فہميوں اور شبہات و وساوس کی شکار ہوں - ليکن الحمد لله که وه وقت دور نہيں ' جب لوگ سمجھيں گے ' اور جو آواز آج ميرے منه سے نکل رہي ہے ' اطراف عالم اسلامي سے اس کي صدائيں آئينگي - بشرطيکه ہمارے ليے گرکر اُبھرنا ابھي باقي ہے ' اور بشرطيکه اٹھانے والے کا ہاتھه بڑھچکا ہے ! والله يهدي من يشاء الی صراط مستقيم -

تاسيس يا تجديد ؟

جس شے کو ميں مسلمانوں کا فراموش کرده مقصد حيات سمجھتا ہوں ' اور جس بھولي ہوئي بات کو از سر نو ياد دلادينے کے ليے بے قرار ہوں ' مجھے الزام نه ديجيے اگر ميں اسے بار بار دہراؤں - ليکن ميں ايک حد تک دہرا چکا اور زندگي رہي تو ہزاروں مرتبه دہراؤنگا - ليکن اب ختم مقاله سے پہلے چاہتا ہوں که ايک دقيق مگر اصل اصول کي طرف اشاره کردوں - اس وقت سرسري اشارے پر قناعت کرونگا ' مگر آينده بصورت مستقل اسکي تفصيل ضروري -

منجمله اُن عظيم ترين اختلافات کے ' جو مجھه ميں اور کار فرمايان عمل ميں ہے ' ايک اصولي اختلاف يه ہے که وه آج جب کبھي کسي کام کے ليے اُٹھتے ہيں تو چاہتے ہيں که راه " تاسيس " اختيار کريں ' اور ميں الله کي بخشي ہوئي بصيرت کي بنا پر مسلمانوں کے ليے اُن کے اعمال ملي ميں سے کسي شاخ کے ليے بھي " تاسيس " کي ضرورت نہيں سمجھتا ' بلکه صرف " تجديد " کي - اور اس بارے ميں الحمد لله ' اس درجه متعصب و متقشف ہوں که ايک لمحه کے ليے بھي اپني راے ميں متزلزل نہيں ہوسکتا -

" تاسيس " کے معنی ہيں کسي کام کي از سر نو بنياد رکھني ' اور " تجديد " کہتے ہيں کسی پيشتر سے موجود شے کو دوباره زنده کرنے ' اور اس کي گم گشته رونق و حيات کے واپس لانے کو -

کسي زمين پر ايک نئي عمارت کي بنياد رکھيے تو يه " تاسيس " ہے ' ليکن اگر ايک عمده عمارت پيشتر سے موجود ہے ' اور امتداد زمانه و غفلت نگراني کي وجه سے ويران ہوگئي ہے - آپ اسکي شکست و ريخت کرديں ' اور جو اينٹ جس جگه سے نکل گئي ہے ' پھر وہيں جماديں ' تو يه " تجديد " ہوگي -

ميرا عقيده ہے که آج حيات ملت و حصول عظمت ملي کے ليے مسلمانوں کو اپنے اعمال کي کسي شاخ ميں بھي " تاسيس " کي ضرورت نہيں ' بلکه صرف " تجديد " کي ضرورت ہے که جن اصولوں کو ہم نے بھلا ديا ہے ' ان کو دوباره زنده کريں ' اور جس متاع کو حاصل کرکے گم کرديا ہے ' اُن کے سراغ ميں پھر نکليں - ہمارا جيب و دامن آج کي طرح ہميشه خالي نه تھا - اگر آج اوروں کے پاس لعل و جواہر ہيں ' تو ہمارے پاس بھي اس کي کانيں تھيں - آج اگر ہم مفلس ہيں تو دوسروں کے لعل و جواہر کو نظر حسرت و طمع سے ديکھنے کي ضرورت نہيں ' ہم کو اپني گم کرده کانوں کے سراغ ميں نکلنا چاہيے ' جن کي دولت لازوال تھي اور ہميشه لازوال رہيگي -

روشني کے تم بھي متلاشي ہو اور ميں بھي - اس لحاظ سے ہم دونوں کا مطلوب و مقصود ايک ہي ہے - ليکن پھر مجھه ميں اور تم ميں اختلاف حال کا ايک سمندر حائل ہے - تم دوڑتے ہو' تا غيروں کے ٹمٹماتے ہوے چراغوں سے اپنا چراغ روشن کرو - يا لکڑي چنتے ہو' تاکه اُنھيں جلاکر ايک ننھي انگيٹھي مشتعل کرو' ليکن ميں روتا ہوں که بادشاه کے لڑکے کے ليے کسي سوداگر کي الماري پر للچائی ہوئي نظر ڈالنا مناسب نہيں - ميں پوچھتا ہوں که وه تمہاري شمع کيا ہوئي ' جسکی روشني سے تمہارے گھر کا کونه کونه منور تھا ؟ دوسروں کے ہاں کيوں جاتے ہو؟ لکڑياں چن کر نئي آگ کيوں سلگانا چاہتے ہو؟ اسي شمع کو کيوں روشن نہيں کرتے ؟ يه کيسي بد بختي ہے که جن کے پاس کافوري شمعيں موجود ہوں ' وه کسی کے جھونپڑے کے ديا کو نظر حسرت سے ديکھيں ؟

الله نور السموات والارض' مثل نوره کمشکوة فيها مصباح ' المصباح فی زجاجه ' الزجاجة کانها کوکب دري يوقد من شجرة مبارکة زيتونة لا شرقية ولا غربيه ' يکاد زيتها يضيئ ولو لم تمسسه نار' نور علی نور' يهدی الله لنوره من يشاء' ويضرب الله الامثال للناس' والله بکل شيئ عليم - (٢٤ : ٣٦)

" الله ہی کے نور سے آسمان اور زمين کی روشنی ہے - اسکے نور کی مثال ايسی سمجھو' جيسے ايک طاق ہے' طاق ميں ايک چراغ ' اور چراغ ايک بلور کي قنديل ميں وه قنديل اسقدر شفاف ہے ' گويا موتی کی طرح چمکتا ہوا ايک درخشنده ستاره - پھر اُس چراغ کی روشني ايک ايسے شجرة مبارکة زيتونی کے تيل سے ہے' جو نه مغربی ہے اور نه مشرقی - اُسکے تيل ميں يه ايک عجيب خاصيت ہے که اپنے مشتعل ہونے ميں وه آگ کا محتاج نہيں - آگ اُسے نه بھی چھوئے تاہم وه آپ سے آپ جل اٹھے گا - اس کے نور کا حال کيا کہا جائے که وه تو نور علی نور ہے - اور الله کے ہاتھه ميں ہے که وه جس کو چاہے اپنے اِس نور کی طرف ہدايت بخشدے - يه چراغ کا بيان در اصل ايک مثال تھی ' اور الله لوگوں کے سمجھنے کيليے مثاليں بيان کرتا ہے ' اور وه ہر شے کی حالت سے واقف ہے "

اسلام ايک آخري دين الہی تھا ' جس نے نه صرف احکام شريعت ہی ميں ' بلکه حيات قومی کی ہر شاخ ميں ہم کو سب سے آخر اور سب سے بہتر اصول ديديے ' اور دنيا خواه کتنی ہی بدل جائے ' ليکن آزما ليا جا سکتا ہے که اُن اصولوں کی صداقت کو بدلنے کی ضرورت نہيں - اُسکا اعلان عام تھا :

اليوم اکملت لکم دينکم و اتممت عليکم نعمتی و رضيت لکم الاسلام دينا - (٥ : ٥)

آج کے دن تمہارے ليے تمہارے دين الہی کو کامل کرديا ' اپنی نعمتيں تم پر تمام کرديں ' اور تمہارے ليے دين اسلام کو پسند کيا که وه انسان کے فلاح کونين کے ليے کامل ترين شريعة الہيه ہے -

" تکميل دين " اور " اتمام نعمت " کي اگر تشريح کروں تو دفتر کے دفتر مطلوب ' اور لوگ اتنی ہی تمہيد سے نالاں اور حرف مقصد کيليے بيقرار : و خلق الانسان من عجل - تکميل دين کے ليے ضروري تھا که ہميشه کے ليے اسکے پيرو اپنی تمام اصولي ضروريات ميں مستغني اور بے پروا ہوجائيں ' اور انکو کسی نئی تلاش اور نئے اصولوں کی جستجو کی ضرورت باقی نه رہے - پھر " اتمام نعمت " کا لفظ کہکر بتا ديا که جو اصول انہيں ديے گئے ہيں ' وه چونکه آخري ہيں ' اس ليے اعلی ترين بھی ہيں ' اور اب اُنکے پاس زر و جواہر کی کانيں مہيا ہوگئی ہيں ' پس انکو اوروں کے خزف ريزوں پر للچانے کی ضرورت نه رہی -

یہی سبب ہے کہ حضرة داعی اسلام علیه الصلوة و السلام کو " خاتم النبیین " فرمایا ' اور اسی کا نتیجه ہے کہ أمة مرحومه کی ہدایت کیلیے آئمۂ کرام اور مجددین عظام مامور ہوے ' مگر دروازۂ نبوت کا سد باب ہوگیا - اُن تمام احادیث صحیحه کا تفحص کرو ' جن میں مجددین اسلام کے ظہور کی اطلاع دی گئی ہے ' اور اُس حدیث مشہور کو پڑھو ' جس میں حضرت فاروق رضی اللہ عنه کو " محدث " کے لقب سے یاد فرمایا ہے - ان سب سے نتیجه یہی نکلتا ہے کہ أمة مرحومه کی اصلاح کیلیے " تاسیس " کا اب سد باب ہے ' اور صرف " تجدید و احیاء " کا سلسله باز رکھا گیا ہے - (ان الله تعالى يبعث لهذه الامة على راس كل مئة سنة ' من يجدد لها دينها)

پس آج بھی ہم کو اپنے ہر عمل میں صرف تجدید احکام شریعت ' اور احیاء سنت سلف صالح کی ضرورت ہے - ہم کو اپنے تمام کاموں میں چاہیے کہ گذشته اصولوں کو زندہ کریں ' اور اپنے اعمال حسنه کے مٹے ہوے نشانوں کو اُبھاریں - ہم کو نئے مقصدوں کی ضرورت نہیں ' ہم کو نئی صداؤں کی احتیاج نہیں ' ہم کو آگے نہیں بڑھنا ہے ' بلکه پیچھے ہٹنا ہے - ہمارے سامنے صاحب خلق عظیم کا اُسوۂ حسنه موجود ہے - ہم اہل بیت نبوۂ مطہرہ اور صحابۂ کرام کے اعمال کو دیکھه سکتے ہیں ' ہمارے پاس سلف صالح کے اعمال کی سراغ رسانی کے وسائل موجود ہیں - ہمارے پاس قرآن حکیم اپنی ہیئة و حقیقة اولیٰ میں موجود ہے ' جبکه اس کی آیتیں بطحا و یثرب کے ریگستانوں میں اسرار الہی سے پردے اٹھا رہی تھیں ' اور دنیا کو انسانیة اعلیٰ کے اصولوں کا سبق دے رہی تھیں - پھر کیا ہے کہ ہم نئے مقصدوں کے متلاشی ہوں ؟ اور کیوں نئے اصولوں کی دعوت کی طرف ہمیں بلایا جاے ؟ نئے ولولوں اور نئے تماشوں کا بھی ہم نے تجربه کرلیا - اب ہم اُکتا گئے ہیں ' اور اور زیادہ تجربے کی ہم میں سکت نہیں - ہمیں چھوڑ دو ' تاکه اپنی قدیمی وحشت کی ایک ادنے ادا پر ' تمہاری نئی دلفریبیوں کو قربان کرڈالیں :

> من و بیدل حریف سعی بیجا نیستم زاهد !
> تو و قطع مدارلہا ' من و یک لغزش پاے

تشریح مزید

مثلاً آج کتنے ہیں جو یورپ کے جماعتی اصول کار کی تقلید میں صرف انجمنوں کے قائم کرنے ' کانفرنسوں کی تحریک کرنے ' اور انکے لمبے لمبے اصول و قواعد کے نظام لکھنے میں بڑی بڑی دواتوں کو سیاہی سے خالی کر دیتے ہیں ' لیکن کسی ایک شخص کو بھی یاد آتا ہے کہ خود ہمارے پاس جو قدرتی اجتماع کا سامان موجود ہے ' سب سے پہلے ' اُسی کو زندہ کریں ؟ ہم اگر مسلمان ہوں تو ہمارے لیے دن میں پانچ مرتبه مسجد میں جمع ہونا ضروری ہے - مسجد ہی ہمارے لیے سب کچھه تھی - اس کا صحن ہمارا پارلیمنٹ ہاوس تھا ' اسی کے محرابوں کے نیچے ہماری کانفرنسیں منعقد ہوتی تھیں - یورپ کی کانفرنسیں سال میں ایک مرتبه یا دو بار ہوتی ہیں ' مگر ہماری کانفرنس کا اجلاس ہر آٹھویں دن جمعه کا یوم عید تھا - اوروں کو انجمنیں قائم کرنی چاہئیں - اور انکے عہدہ داروں کی تلاش میں اپنے رہنماؤں کی منت کرنی چاہیے ' مگر ہمیں اسکی کیا ضرورت ہے کہ دن میں پانچ مرتبه ہماری ہر مسجد انجمن ہے ' اور اسکا امام انجمن کا سکریٹری - پھر کیوں نه ہم نئے اجتماعات کی تاسیس سے پہلے اسی اجتماع کی تجدید کریں ؟

اسی طرح ہمارا سالانه اجتماع جو وادی منا و عرفات اور جبل فاران کی گھاٹیوں میں منعقد ہوتا ہے ' جو اُس ظہور کو یاد دلاتا ہے ' جبکه خداوند سعیر اُسکی چوٹیوں پر سے ایک ہاتھه میں اعلان ہدایت کی کتاب ' اور ایک ہاتھه میں قیام عدل کی تلوار لیکر چمکا تھا ' کیا ہمارے لیے ایک تمام عالم کا بین الملی اجتماع اعظم نہیں ہے ؟ پھر ہمیں تجدید کی ضرورت ہے یا تاسیس کی ؟

یه تو ایک مثال تھی - اسی طرح اپنے اعمال کی ہر شاخ کو دیکھو -

با قاعدہ انجمنیں

آج ہمیں انجمنوں اور با قاعدہ جماعتوں سے کوئی نفع نہیں پہنچ سکتا - ہمارے قدیمی دعوۂ و تبلیغ کے سلسلے کو زندہ ہونا چاہیے ' جبکه ہر مسلمان کا وجود ایک انجمن تھا ' اور ہر آوارا اپنے اندر ایک مشن رکھتی تھی - جبکه اسلام وادی حجاز میں ظاہر ہوا ' اور چین و ہند اور جاوا و سماٹرا میں اسکے پرستار پیدا ہوے تو کونسی انجمن تھی ' اور کون اسکا پریسیڈنٹ اور سکریٹری تھا ؟ یه کیا تھا که ایک عرب تاجر تجارت کا مال لیکر سماٹرا میں جاتا ہے ' اور ایک پورے مشن کا کام انجام دیتا ہے ؟

ہم کو بدستور اپنے کاموں میں سرگرم رہنا چاہیے ہم اگر تاجر ہیں تو تجارت کرینگے ' اگر معلم ہیں تو درس دینگے - لیکن جب پانچ وقت مسجدوں میں جمع ہونگے تو ہماری انجمن منعقد ہوگی ' اور سرگرم تقریروں کی جگه ہمارے اندر سے آتش الہی کی چنگاریاں نکلکر ایک دوسرے کے دلوں سے ٹکرائیں گی -

ہم کو ہمیشه اپنے کاموں کیلیے روپیه کی تلاش ہوتی ہے ' اور اسکے لیے فنڈ قائم کرنے کا اعلان کرتے ہیں ' یه بھی وہی راہ " تاسیس " ہے - حالانکه فریضۂ زکواۃ کا ایک قدیمی حکم ہمارے پاس موجود ہے ' اگر تاسیس کو چھوڑ کر تجدید کریں ' تو ہمارے پاس کروروں روپے کا ایک بیت المال ہر وقت موجود رہے -

بڑی بد نصیبی یه ہے کہ ہم جب کبھی کسی کام کے لیے اُٹھتے ہیں تو ہمارا منتہاء فکر اُس سطح سے بلند نہیں ہوتا جو برسوں سے ہمارے سامنے ہے - وہی عام انجمنوں کے قواعد ' وہی ان کے نظام ' وہی ان کے عہدہ داروں کی کشمکش کی رسم عام جو ہر شخص کے سامنے موجود ہے ' سامنے آجاتی ہے ' اور کبھی کوشش نہیں کرتے کہ رسم عام سے الگ ہوکر اپنی کوئی راہ پیدا کریں ' مرحوم (نظیری) کو اپنے زمانے کی شکایت تھی :

> خلاف رسم دریں عہد فرق عادت داں
> که کارہاے چنیں از شمار بوالعجبی ست !

اصل راز اسمیں یه مضمر ہے که اس طریق کو اختیار کرے تو کون کرے ؟ آجکل بالعموم جو لوگ ارباب عمل و موسسین دعوۃ ہیں ' اگر وہ احیاء و تجدید اعمال اسلامیه کیلیے اُٹھیں تو پہلی مصیبت اُنہیں یه پیش آئے که خود اپنے آپ کو اُس دعوت کا مخاطب بنانا پڑے ' اور بھلا اس دور تمدن و تہذیب میں اس وحشت و ہمجیت کے لیے کون طیار ہوسکتا ہے ؟

خلاصۂ مباحث گذشته

اب بہتر ہوگا که " حزب الله " کے مقاصد اور طریق عمل کو پیش کرنے سے پہلے دفعه وار اپنے خیالات کو بطور خلاصۂ بحث کے پیش کردوں ' تاکه بیک نظر سامنے آجائیں ' اور ارباب فکر کو غلط فہمیوں سے دوچار نه ہونا پڑے :

(۱) مسلمانوں کے مساعی و مجاہدات کا نصب العین حفظ کعبه نہیں بلکه حفظ عالم ہے ' اور یه بغیر اس کے ممکن نہیں که وہ اپنے اعمال و افعال میں ایک آخری تبدیلی کرکے ' احکام الہی پر عمل پیرا ہوکے ' اپنے قلوب و نفوس کا تزکیه کرکے ' اپنے وجود کو الله اور اس کے دین مبین کے حوالے کر کے ' اپنے تئیں اسوۂ حسنۂ ابراہیمی و محمدی (علیہما السلام) کا پیرو بنالیں ' امر بالمعروف ' نہی عن المنکر ' دعوۃ الی الحق ' قیام صلوۃ ' ایتاء زکواۃ ' اور جمیع

مقاصد حقیقیۂ اسلامیہ کی تجدید کریں ' اور اس طرح پھر اپنے تئیں اس فرمان الہی کا مستحق بنادیں کہ " الذین ان مکناهم فی الارض اقاموا الصلوۃ ' و اتوا الزکوۃ ' و امروا بالمعروف ' و نہوا عن المنکر - اگر انہوں نے ایسا کیا تو پھر زمین کی وراثت اور دین الہی کی قیام قطعی ہے ' کیونکہ انکی گذشتہ عظمت و فتح یابی انہیں اعمال پر مشروط تھی : و کان وعداً مفعولا -

(۲) پس محض روپیہ کا جمع کرنا ' اور خدمت کعبہ کے نام سے کسی انجمن کا قائم ہونا گو مفید ہے ' لیکن چونکہ محض اس سے مسلمانوں کے اندر کوئی انقلاب و تبدیلی پیدا نہیں ہوسکتی ' اور خدمت کعبہ کوئی اصل نصب العین نہیں ' اسلیے وہ کافی نہیں -

(۳) انجمن خدام کعبہ اگر مقاصد بالا کو اپنے اندر شامل بھی کرنا چاہے تو نہیں کرسکتی - اسکے دو سبب ہیں :

(الف) انجمن کا مقصد اصلی کسی اسلامی خدمت کے لیے روپیہ جمع کرنا ہے ' اور روپیہ جب ہی جمع ہوسکتا ہے ' جبکہ ایک بہت بڑی اور وسیع جماعت اسمیں شامل ہو - پس اگر انجمن کے شرائط ممبری میں کوئی قید سخت پابندی احکام اسلامی یا انقلاب زندگی کی ہوتی ' تو ظاہر ہے کہ بہت تھوڑے لوگ اس میں پورے اتر سکیں گے ' اور ایسا ہونا لازمی و ناگزیر - اور پھر ایسی حالت میں اس کا مقصد عظیمہ فوت ہوجائیگا -

(ب) مسلمانوں کے اندر تبدیلی پیدا کرنے اور ان کے اندر مجاہدانہ و جانفروشانہ ولولۂ اسلامی کی تجدید کے لیے محض کسی انجمن کا قیام اور صداؤں کا بلند کرنا بیکار ہے ' جب تک ایک جماعت اپنا عملی نمونہ پیش نہ کرے ' اور ایک اجتماعی اضطراب عمل ' اور شعلہ امروزانہ جوش کار ' دنیا نہ دیکھے ' اور بوجوہ و اسباب معلومہ انجمن خدام کعبہ میں یہ ممکن نہیں - اور اسکی تشریح غیر ضروری -

(۴) پس انجمن خدام کعبہ کو قائم ہونا چاہیے ' اور پورے زور اور قوت کے ساتھہ کہ اس طرح ایک قوت روپیہ فراہم کرنے والی اور خدمت حرمین الشریفین کا ولولہ تازہ کرنے والی بہم ہوجائیگی ' لیکن خدمت کعبہ کو اصلی مقصود و نصب العین کہکر قوم کی ہمتوں کو پست نہیں کرنا چاہیے ' اور اسلام کے مقررہ اور اعلان کردہ نصب العین حقیقی کو صدمہ پہنچانا نہیں چاہیے - اور یہ بصراحت کہنا چاہیے کہ اصل شے اعمال میں تبدیلی اور اپنی قوتوں کو وقف جہاد فی سبیل اللہ کرنا ہے -

(۵) جب یہ مراتب سامنے آگئے ' تو ان سے صاف نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ اصل کار ابھی باقی ' اور منزل مقصود کا نشان بدستور ناپید ہے -

(۶) اس کے لیے ضرورت ہے ایک ایسی جماعت کی ' جو مقاصد مذکورۂ بالا کو اپنا مقصد عمل بنالے - اور ہم سب کو انتہاء سعی کرنی چاہیے کہ اللہ تعالے ہمیں اس کی توفیق دے - جماعت " حزب اللہ " سے مقصود صرف یہی ہے - اور انشاء اللہ العزیز کسی آیندہ نمبر میں اسکے تمام اغراض کی تشریح آپ ملاحظہ فرما لیں گے -

فلسفۂ حیات و ممات

از: مسٹر مسعود احمد عباسی

(۱)

تمہید

مادہ

آپ کے سامنے ہزارہا چیزیں ہیں - شکلیں بھی ان کی مختلف ہیں اور رنگ بھی ان کے مختلف - کوئی زہر ہے تو کوئی تریاق - غور کیجیے ' ان میں کونسی بات مشترک ہے ؟

غور کرنے والے کہینگے کہ وزن میں اگرچہ کوئی شے ہلکی اور بھاری ہے لیکن وزن سے خالی کوئی نہیں -

مگر ہم کو روزانہ روشنی اور تاریکی ' گرمی اور سردی سے واسطہ پڑتا ہے - کیا ان میں بھی وزن ہے ؟ کیا روشنی میں کسی شے کا وزن اور ہوتا ہے اور تاریکی میں اور ؟ کیا حرارت یا کسی چیز کا وزن سردی کی حالت سے بڑھ یا گھٹ جاتا ہے ؟

ان سب سوالوں کا جواب ہمکو نفی میں ملتا ہے ' اور ہم وزن دار اشیاء کو مادی اور بے وزن اشیاء کو غیر مادی کہتے ہیں - لہذا ہر وہ چیز جس میں وزن ہے ' مادہ ہے -

یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ وزن خود کیا شے ہے ؟ حقیقۃً یہ کوئی چیز نہیں ' بلکہ جس طرح اسکولوں کی رسہ کشی میں ایک جماعت دوسری جماعت کے مقابلہ میں زور کرتی ہے اور اسوقت ہر مرد کو قوۃ کشش کا احساس ہوتا ہے ' ٹھیک اسی طرح ہمکو کسی شے کے اوٹھاتے ہوے ایسی ہی کسی قوۃ کا احساس ہوتا ہے - یہاں ایک جماعت کی بجاے زمین ہے اور دوسری جماعت کی جگہ ہم خود - رسے کی جگہ وہ شے ہے جسکو ہم اوٹھاتے ہیں اور وزن ایک کشش ہے ' جو زمین کی کشش کے خلاف عمل کرنے سے ' ہمکو محسوس ہوتی ہے -

مادہ کے اقسام

تجارب اور مشاہدات بتاتے ہیں کہ موجودات عالم کے دو درجے یعنی نباتات اور حیوانات ' تغذیہ اور تنمیہ کے لیے ایک اندرونی نظام رکھتے ہیں ' اور جب تک یہ نظام قائم رہتا ہے ' انکی سرسبزی اور شادابی بھی قائم رہتی ہے - کسی درخت کی چھال کے نیچے کا حصہ ' جسکے ذریعہ پیے ہوے عروق واپس ہوتے ہیں ' کاٹ ڈالیے اور پھر دیکھیے کہ ساری شادابی کسقدر جلد غائب ہو جاتی ہے ؟

کیا پتھر کو دور کردینے کے بعد بھی آپ چمک دمک میں کوئی تبدیلی دکھا سکتے ہیں ؟ نہیں کبھی نہیں - یہیں ہمکو دو قسم کے مادوں کا پتہ چلتا ہے : ایک ذی حیات ' دوسرا غیر ذی حیات -

ذی حیات مادہ وہ ہے ' جو پرورش کے لیے کوئی اندرونی نظام رکھتا ہے ' اور غیر ذی حیات وہ ہے ' جو ایسا کوئی نظام نہیں

رکھتا بلکہ بمرور زمانہ اور بہ اسباب متوارث قد و قامت میں بیرونی زیادات سے بڑھتا رہتا ہے -

اسقدر تمہید کے بعد ہم اصل مضمون پر نظر ڈالتے ہیں :

حیات کی تعریف

یہ زندہ ہے یا مردہ ؟

یہ وہ سوال ہے جو ہم کسی چیز کو زمین پر پڑا دیکھکر اپنے ساتھی سے کرتے ہیں - اس سوال کے ساتھہ جو فعل ہم سے سرزد ہوتا ہے ' وہ اوس چیز کا ہلانا ہوتا ہے ' اور جب ہم اوسکے اعضاء میں کوئی حرکت نہیں پاتے تو فوراً اُسے مردہ کہہ اٹھتے ہیں -

یہ خیال عوام پر اسقدر حاوی ہے کہ وہ حیات اور حرکت کو لازم و ملزوم تصور کرتے ہیں -

لیکن غائر نظر کے بعد ہمکو اسکی غلطی صاف معلوم ہو جاتی ہے - اگر حرکت ہی حیات کی پہچان ہے ' تو پھر دریا میں بھی حباب ہے ' کیونکہ اوس میں بھی حرکت نمایاں ہے - ہوا میں بھی حیات ہے کیونکہ اوسکی حرکت کا احساس ہمکو ہر گھڑی اور ہر لمحہ ہوتا ہے - پس اس سے ثابت ہوا کہ حرکت کوئی معیار حیات نہیں ہوسکتی - ہم کو تو ایسی تعریف چاہیے ' جو حوادث عالم کے ہر طبقۂ اجسام ذی حیات پر جامع و حاوی ہو -

انسان چونکہ درجے میں سب سے بلند ہے ' اسلیے ہم حیات کی تعریف ان حالات کو دیکھتے ہوے تلاش کرتے ہیں جو اوسی سے متعلق ہیں - یہ تعریف تمام دوسرے درجات پر بھی جامع ہوگی - انسان میں عقل اور جسم ' دو متغائر چیزیں پائی جاتی ہیں ' اور ہم انہی سے حیات کی تعریف بناتے ہیں - عقل کی جان استدلال ہے ' اور جسم کی نشو و نما ' اور یہی وہ چیزیں ہیں ' جن میں ہم حیات کی تعریف تلاش کرتے ہوے روانہ ہوتے ہیں -

اس سفر میں پہلی بات جو ہم ان دونوں پر صادق پاتے ہیں ' وہ یہ ہے کہ دونوں تغیرات کے طریقے ہیں - بغیر تغیر کے غذا خون نہیں بن سکتی ' اور نہ خون ریشہ - اسی طرح بغیر تغیر کے کسی خیال سے بھی کوئی نتیجہ نہیں نکل سکتا - غذا سے خون بننا اور خون سے ریشہ کی تولید ' یہ تو ایک صاف بات ہے ' لیکن کسی نتیجہ کے لیے خیالات میں تغیرات کا ہونا اولاً کسیقدر عجیب سا معلوم ہوتا ہے ' مگر ہم مثال میں اسکو واضح کردیتے ہیں -

آپکے سامنے ایک شے پڑی ہے - آپکو اوسکی ماہیت اور خواص معلوم کرنے کا خیال پیدا ہوتا ہے ' آپ اوسکو وزن کرتے ہیں ' اسکی سطحی نرمی معلوم کرتے ہیں - رنگت دیکھتے ہیں ' مزہ چکھتے ہیں ' اور اسی طرح اُسکے دوسرے خواص بھی یکے بعد دیگرے معلوم کرتے جاتے ہیں - اسطرح آپ کے پاس معلومات کا ایک ذخیرہ جمع ہوجاتا ہے اور آپ اُن سے نتائج مستنبط کرتے ہیں -

ظاہر ہے کہ اگر خیالات میں تغیر واقع نہوتا رہتا تو اسقدر معلومات بھی حاصل نہوتیں - کہا جائیگا کہ ایسے تغیرات ہم غیر ذی حیات مادہ میں بھی پاتے ہیں ' جو ہمیشہ حرارت میں ' رنگ میں ' اور قد و قامت میں گھٹتے بڑھتے رہتے ہیں لیکن ذرا سے غور کے بعد معلوم ہوجائیگا کہ جن تغیرات کو ہم ذی حیات مادہ سے متعلق کر رہے ہیں وہ ان تغیرات سے بالکل مختلف ہیں - ہمارے ذی حیات مادہ کے تغیرات مسلسل ہیں - غذا سے لیکر اُسکے ریشہ بننے تک جس قدر تغیرات پیش آتے ہیں ' وہ سب مسلسل ہیں - چبانا ' نگلنا ' معدہ کی رطوبت میں حل ہونا ' جگر کے عروق سے ملکر صاف ہونا ' اور پھر خون بلکر ریشہ بننا ' یہ سب ایک سلسلہ میں بندھے ہیں - یہی حال استدلال کا ہے اور ہماری اوپر کی لکھی ہوئی مثال یہاں بھی صادق آتی ہے -

مگر ذی حیات مادہ کے تغیرات صرف مسلسل ہی نہیں ہیں بلکہ سلسلہ در سلسلہ ہیں - مثلاً معدہ دوران ہضم میں نگلی ہوئی غذا کے ساتھہ مصروف کار ہے ' یعنی رطوبت پیدا ہو رہی ہے ' اور غذا اوسمیں حل ہوتی جاتی ہے - یہاں معدہ تو اپنے کام میں مصروف ہے ' اور وہاں امعا اپنے کام میں - یہاں غذا ہضم ہو رہی ہے ' وہاں پہلی ہضم شدہ غذا خون بلکر ریشوں میں تبدیل ہورہی ہے - غرضکہ صرف ایک ہی سلسلہ نہیں چل رہا ' بلکہ اور بھی سلسلے جاری ہیں -

یہی حال استدلال کا ہے - صرف ایک ہی سلسلۂ خیالات نہیں ہے بلکہ اور بھی سلسلے جاری ہیں - اسکی ادنی مثال کتاب بینی میں ملتی ہے - کتاب پڑھ رہے ہیں ' اور مطلب سمجھتے جارہے ہیں - بحث کی برائی بھلائی بھی خیال میں آرہی ہے ' اور اسنے متعلق دوسرے مصنفین کی رایوں کا بھی لحاظ ہو رہا ہے - گویا کئی سلسلے ایک ساتھہ جاری ہیں - پڑھنا ' مطلب کا سمجھنا ' تنقید کرنا ' دوسرے مصنفین کی راوں کا موقع بموقع لحاظ رکھنا وغیرہ وغیرہ -

انہی دونوں پیش نظر امور پر زیادہ غور کرتے ہوئے ہم دیکھتے ہیں کہ یہ تغیرات نہ تو مکرر ہوتے ہیں ' اور نہ یکساں ' بلکہ نہایت مختلف ' اور بلا لحاظ تقدم اور تاخر - اپنے ہی نفس کی حالت دوران غور و خوض و استدلال میں دیکھیے ' کیا ہوتی ہے ؟ بار بار ایک ہی سی حالت محسوس نہیں ہوتی بلکہ ہر وقت نئی - مجھکو یاد نہیں کہ ایک مرتبہ بھی کبھی کیفیت حس نفس ' ایک ہی بات پر ' مختلف اوقات میں غور کرتے ہوے مکرر یا یکساں رہی ہو - لیکن غیر ذی حیات اشیاء میں جسقدر بھی افعال واقع ہوتے ہیں ' وہ یکساں اور مکرر ہوتے ہیں - طبعی ' کیمیاوی ' کہربائی ' مقناطیسی ' دخانی وغیرہ بے شمار افعال اوسی ایک ہی حالت اور کیفیت کے ہمیشہ صادر ہوتے ہیں ' جو انکو آپسمیں متمیز کرتی ہے -

یہیں ہم کو ذی حیات اور غیر ذی حیات اشیاء میں ایک نمایاں فرق ملتا ہے - یہ فرق اوسوقت اور بھی نمایاں ہوجاتا ہے جب ہم مختلف تغیرات کو باہم متصل دیکھتے ہیں ' یہ تغیرات گو کیسے ہی مختلف ہوں ' مگر ایک دوسرے کے ساتھہ کچھہ اسطرح بندھے ہوے ہیں کہ ایک کے روکدینے سے دوسرے بہت سے رک جاتے ہیں - مثلاً سانس لینا روکدیا جاے تو دوران خون مع اپنے بہت سے ہمرکاب افعال کے بند ہوجاتا ہے - رنج و غم اور جوش و اشتیاق کا غلبہ ' بھوک پیاس کسطرح دور کردیتا ہے ؟ دماغ دل ' گردہ ' سب پر انکا اثر پڑتا ہے - حافظہ پر زور ڈالیے معاً آپ کو بہت سے واقعات یاد آجائینگے -

اسطرح حیات سلسلہ در سلسلہ لیکن مختلف تغیرات کے ایک مجموعہ کا نام ہے -

توضیح مزید

لیکن یہ تعریف بھی جامع نہوگی جب تک ہم ان تغیرات کی کوئی حد نہ مقرر کر دیں - ہمکو بہت نہیں تو کچھہ ایسے سلسلہ ہاے تغیرات ملینگے جو مختلف بھی ہیں اور سلسلہ در سلسلہ بھی - مثلاً برف کا پہاڑ جو ایسے تمام تغیرات کا اظہار

کرتا ہے - یعنی تغیر آب و ہوا سے ہمیشہ بڑھتا گھٹتا بھی رہتا ہے - نقل وحرکت بھی کرتا ہے - پانی کی دھار بھی جاری کرتا ہے - حرارت کی کمی بیشی کا اظہار بھی کرتا ہے - گویا ذی حیات اشیاء کی طرح بڑھنا ' گھٹنا ' تغیرات مزاج ' تغیرات رفتار ' تغیرات اخراج ' وغیرہ وغیرہ سلسلہ ہاے مختلفہ کا اظہار کرتا رہتا ہے - با این ہمہ یہ بالکل ممکن ہے کہ سالہا سال کے لیے یہ تمام سلسلے بہ تغیر آب و ہوا بند کر دیے جائیں ' لیکن پھر بھی سلسلوں کے پھر کبھی ظاہر ہوجانے کی قابلیت میں ذرا بھی کمی واقع نہ ہو - یا اسکے برخلاف یہ سلسلے اپنی حالت اور کیفیت میں بجنسہ جاری رہیں ' اور بڑھنا بالکل بند ہوکر پہاڑ کو معدوم کردے -

یہاں جو فرق ہم ذی حیات اور غیر ذی حیات میں پاتے ہیں ' وہ یہ ہے کہ غیر ذی حیات اشیاء میں یہ تغیرات غیر محدود اور بے پایاں ہیں ' مگر ذی حیات میں محدود - یہ ایک عظیم الاثر فرق ہے جو ذی حیات اور غیر ذی حیات اشیاء میں پایا جاتا ہے ' اور اب ہم حیات کی تعریف اسطرح کرتے ہیں کہ یہ " سلسلہ در سلسلہ ' لیکن مختلف تغیرات کے ایک محدود مجموعہ کا نام ہے " -

لفظ " ایک " یہاں غیر موزوں ہے ' کیونکہ اس سے مترشح ہوتا ہے کہ کوئی مجموعہ ایسا اور بھی ہوسکتا ہے ' جو ذی حیات مجموعے کے علاوہ ہے ' لہذا ہم اسکو بھی ترک کر دیتے ہیں ' اور اب حیات کی تعریف یوں کرتے ہیں کہ " یہ سلسلہ در سلسلہ ' لیکن مختلف تغیرات کے مخصوص اور محدود مجموعہ کا نام ہے " -

ایک اور مرحلہ ابھی باقی ہے

ہم نے حیات کی تعریف ڈھونڈنے میں صرف اندرونی تغیرات کا لحاظ رکھا ہے ' اور اسلیے یہ ابھی ناقص ہے ' کیونکہ جبتک بیرونی تغیرات کا انطباق اندرونی تغیرات پر نہ کیا جاے ' حیات قائم نہیں رہ سکتی -

اسکی ہزاروں مثالیں ہمارے روزمرہ کے تجارب میں ملتی ہیں -

مچھلی کو پانی سے علحدہ کردیجیے ' اور پھر دیکھیے کہ صرف بیرونی تغیرات کے بدل دینے کی وجہ سے اسکا اندرونی نظام کسقدر جلد بگڑ جاتا ہے ؟

ہوا میں سمیت پیدا کردیجیے ' پھر دیکھیے کہ ہر شخص پر کیا اثر پڑتا ہے ؟ ہمارے بدقسمت ملک میں جہاں ابھی تک آب و ہوا کی صفائی کا کچھہ لحاظ نہیں رکھا جاتا ' لاکھوں جانیں بدنصیب باشندوں کی ہر سال موت کے گھاٹ اوتر جاتی ہیں - صرف پانی کی خرابی سے دس لاکھہ انسان سالانہ نشانۂ اجل بنتے ہیں ! اسی سے ہوا کی خرابی کے نتائج کا قیاس ہو سکتا ہے -

یہ ضروری نہیں کہ آب و ہوا کا اثر فوراً ہی محسوس ہو - اکثر ایک پوری نسل کا زمانہ بھی اسکے لیے کم ہوتا ہے - موجودہ نسل کے قواے ذہنی ' دماغی ' اور جسمی صاف بتا رہے ہیں کہ یہ ایسے ہی بیرونی مضر تغیرات کا شکار ہیں - بیرونی تغیرات میں آب و ہوا ہی شامل نہیں ہے ' بلکہ قلت و کثرت غذا ' اور کمی و بیشی باشندگان بھی موثر ہیں -

لہذا اس مرحلۂ نظر کے طے کرلے کے بعد ہماری حیات کی تعریف یہ ہوتی ہے کہ " وہ سلسلہ در سلسلہ ' لیکن مختلف تغیرات کا مخصوص اور محدود مجموعہ ' بشرط انطباق تغیرات بیرونی ہے " زیادہ وضاحت اور اختصار سے ہم کہہ سکتے ہیں کہ " اندرونی نظام کے بیرونی نظام پر پیہم انطباق کا نام حیات ہے " یہاں نظام سے مراد وہ مجموعۂ تغیرات ہے ' جو ہم اوپر بیان کرچکے ہیں -

ممات

ممات کیا ہے ؟

یہی ' اندرونی نظام کا بگڑ جانا - عمارت شروع کرنے سے پیشتر اینٹ اور گارا ' تختے اور کڑیاں ' جمع کیجاتی ہیں ' اور کام شروع کیا جاتا ہے -

یہ کام کیا ہے ؟ انہی مختلف چیزونکا مناسب اور موزوں طریقہ پر لگا دینا -

مکان طیار ہو جاتا ہے - جو دیکھتا ہے تعریف کرتا ہے - ہر چیز خوشنما ہے کسی قسم کا عیب نہیں ' اور اسکا تو کسیکو گمان بھی نہیں ہوتا کہ زمانے کا ہاتھہ یا اوسکے حوادث اسکو کیسا بد شکل اور بالآخر مسمار کردینگے -

کون جانتا تھا اور کسکے شان گمان میں تھا کہ اسپین کا الحمراء ' وہ الحمراء ' جسمیں فرماں رواے غرناطہ جیسا با جبروت و شان و شوکت بادشاہ تخت نشیں تھا - وہ الحمراء ' جسکی مینا کاریاں اور گل بوٹے عجائبات روزگار میں سے شمار ہوتے ہیں ' زمانے کے ہاتھوں اسقدر بدہیئت اور یہاں تک خراب و خستہ ہوجائیگا !

ہمارا نو تعمیر مکان بھی بالآخر یہی دن دیکھتا ہے - آج ایک کڑی گری اور کل دوسری - آج وہ کونہ گر گیا اور کل دالان بیٹھہ گیا - مٹی الگ اور اینٹیں الگ ' دروازہ اور کڑیاں دیمک کی نذر - ملبہ کا ایک ڈھیر پڑا ہے - راہ گیر دیکھتے چلے جاتے ہیں - کسی کو گمان بھی نہیں ہوتا کہ کبھی یہاں ایک سر بفلک محل موجود تھا !!

اب صفائی شروع ہوتی ہے ' اور ملبہ کو نیلام پر اوٹھا دیا جاتا ہے - دوسرے لوگ لیجاتے ہیں اور اپنی ضرورتوں میں لگا دیتے ہیں - لیکن زمانہ اپنی چکی میں ان مکانات کو بھی پیس ڈالتا ہے اور یہ سلسلہ ایسا ہی جاری رہتا ہے -

یہی حال حیات و ممات کا بھی ہے - مکان کا بننا ' اور حوادث کے مقابلہ میں اپنے وجود کو قائم رکھنا ' " حیات " ہے ' اور اوسکا گر جانا " ممات " - لہذا ہمکو ممات کی تعریف تلاش کرنیکی ضرورت نہیں ' حیات کی تعریف ہی میں وہ بھی مضمر ہے -

اب ہم ذی حیات اجسام پر ایک نظر اسلیے ڈالتے ہیں تاکہ وہ راز معلوم کریں ' جو اونکے نظام کی ترتیب اور انتشار کا باعث ہے -

افشاء راز !

ذی حیات اجسام پر غور کیجیے - دیکھیے ' یہ نمودار ہونے کے بعد کسطرح پھلتے پھولتے ہیں ؟ نباتات میں سے ایک درخت لے لیجیے اور حیوانات میں سے ایک جانور ' اور پھر کہیے کہ کیا ان میں سے ہر ایک کو غذا کی ضرورت نہیں ؟ - کیا غذا کا زیادہ جز انکے جسم کو نہیں لگجاتا ؟ اور کیا انکو بہت سے حوادث کا مقابلہ نہیں کرنا پڑتا ؟

یہی تین باتیں ہیں جو ہم تمام نباتات اور حیوانات پر صادق پاتے ہیں ' اور انکو دوسرے لفظوں میں یوں بیان کرتے ہیں :

(۱) حصول قوۃ - (۲) تنظیم قوۃ - (۳) صرف قوۃ -

(۱) : حصول قوۃ

یہ بہت کھلی ہوئی بات ہے - کچھہ دنوں کھانا کم کھائیے - پھر دیکھیے کیا حالت ہوتی ہے ؟ نہ بات کرنے کو جی چاہیگا ' اور نہ بولنے کی جرات ہوگی - جسم میں طاقت بھی نہ رہیگی ' اور ایک قدم بھی نہ چلا جائیگا - یہ صرف آپ ہی پر صادق نہیں آتا بلکہ تمام حیوانات اور نباتات کا یہی حال ہے -

موتمر مالی

تاوان جنگ

قارئین کرام کو یاد ہوگا موتمر السلام (پیس کانفرانس) میں طے ہوا تھا کہ تاوان جنگ کے مسئلہ پر اس موتمر مالی میں غور کیا جائیگا' جو دیون عثمانیہ کے لیے پیرس میں منعقد ہوگی - حلفاء بلقان کو اس موتمر میں شرکت اور نہ صرف شرکت بلکہ بولنے کا حق بھی دیا گیا تھا -

اس مسئلہ میں نفس استحقاق کے علاوہ ایک اہم نقطہ بحث یہ بھی ہے کہ کہاں سے دیا جائے؟ حلفاء اسکے متعلق دو تجویزیں پیش کرتے ہیں - ایک یہ کہ یہ رقم جنگی کے اس تین فیصدی اضافے سے ادا کیجائے جو دول نے اصلاح مقدونیہ کے لیے منظور کیا تھا - دوسرے یہ کہ اس ضرورت سے سلطنت عثمانیہ ۱۶ - ملین پونڈ قرض کرائے' اور اس قرض کی ضمانت میں یہ اضافہ مکفول کردیا جائے - مجوزہ موتمر مالی کے جلسے پیرس میں ہو رہے ہیں - ۲۵ - جون کے جلسے میں جبل اسود کے وکیل نے تاوان جنگ پر ایک تحریر پڑھی' اس تحریر میں ان ضروریات پر بہت زور دیا گیا تھا جنکی وجہ سے (عدم استحقاق کی صورت میں بھی!) حلفاء کے لیے تاوان جنگ کا ملنا ازبس ضروری ہے -

تحریر کی تلاوت جب ختم ہوچکی تو عثمانی وکلا نے نہایت سختی کے ساتھ اعتراضات کیے -

جبل اسود کے وکیل نے یہ بھی بیان کیا تھا کہ موتمر السفراء میں تاوان جنگ سے اصولاً اتفاق کیا جا چکا ہے -

یہ غلط بیانی عمداً اعضاء موتمر کو مرعوب کرنے کے لیے کی گئی تھی' اور اگر نامہ نگار نوی پریس کا قیاس غلط نہیں تو دوسری تجویزوں کی طرح اتحاد مثلث کی وزارتہاے خارجیہ کی سازش کا نتیجہ تھی - بہر حال ہوا یہ کہ اس روایت پر اتحاد مثلث کے تمام وکلا مہر بلب رہے' لیکن ائتلاف مثلث کے سرخیل یعنی جرمنی کے وکیل نے نہایت شد و مد سے تکذیب کی - اس نے کہا کہ میں بوثوق کہہ سکتا ہوں کہ کم از کم جرمنی حکومت نیز کسی جرمن وکیل نے کبھی بھی تاوان جنگ کی تجویز سے اتفاق نہیں کیا -

حلفاء بلقان کو اگر تاوان جنگ دلایا گیا تو اس سے دولت عثمانیہ کی حالت بد سے بدتر ہوجائیگی' اور پھر اس صورت میں ان ضمانتوں کے دینے کے قابل نہ رہیگی جو بغداد ریلوے کے واسطے اس سے طلب کی جا رہی ہیں - اس سے قطع نظر دولت عثمانیہ میں حلفاء بلقان اور نتیجہ روس کی مداخلت بڑھ جائیگی -

یہ اسباب ہیں جنکی بناء پر جرمنی اور نہ صرف جرمنی بلکہ آسٹریا اور اٹلی کو بھی تاوان جنگ سے اختلاف ہے -

روس کو قدرۃً حامی ہونا چاہیے' فرانس کہ فنا فی مرضات الروس ہے ضرور روس کے ہم آہنگ ہوگا -

معاہدہ کریٹ سے قبل انگلستان کی پالیسی پر ایک حجاب کثیف پڑا ہوا تھا' مگر حلقات سیاسیہ کے آراء و قیاسات سخت متضارب و متعارض تھے -

بعض اہل الراے کو امید تھی کہ کم از کم اس موقع پر انگلستان عثمانیوں کی ضرور ہی پاسداری کریگا - نہ صرف اسلیے کہ اس سے اسکی وفاداری کے دعاوی کے و مبلغین کو ایک موقع تازہ حاصل ہوگا' بلکہ اسلیے بھی کہ ابھی کریٹ پر انگلستان کے حقوق کو دولت عثمانیہ نے تسلیم نہیں کیا ہے' اور چونکہ دولت عثمانیہ کے تسلیم کیے بغیر یہ حقوق یورپ کے نزدیک "قانونی" نہیں ہو سکتے اسلیے یک گونہ ترکوں کی ملاطفت و دلداری ضروری ہے' مگر دوسرے اہل نظر کی یہ راے تھی کہ انگلستان یورپ کے دیو کی مخالفت کبھی گوارا نہ کریگا' اور تسلیم حقوق کے لیے کوئی فرنگیانہ تدبیر اختیار کریگا -

معاہدہ کریٹ ہو چکا ہے' اور ڈاکٹر ڈلن نامہ نگار ڈیلی ٹیلیگراف کی راے دفتر خارجیہ کے اسرار و خفایا کے علم پر مبنی ہے تو اب انگلستان کے ہاتھ ترکوں کے بدلے فرانس اور روس کے ہاتھ میں ہیں! - اخفا کا پردہ پڑا ہوا ہے جو غالباً عین وقت پر اٹھیگا -

تاوان جنگ کا مسئلہ ہنوز غیر منفصل ہے' اس عدم انفصال کے لیے شکریہ کا مستحق (اگر ہو تو) جرمنی ہے' ورنہ اگر صرف انگلستان کے اتفاق پر موقوف ہوتا تو غالباً - ایم - سازانوف کی ایک جنبش ابرو اب کا حسب دلخواہ فیصلہ کرچکی ہوتی -

ترک و عرب

المؤتمر العربي

ترکوں اور عربوں کی باہمی بے لطفی کے متعلق خود ترکوں نے جو خیالات ظاہر کیے ہیں ان کا ماحصل یہ ہے :

دولت عباسیہ اور دولت عباسیہ کے ساتھہ خلافت عربیہ کا چراغ اس آدمی نے گل کیا تھا' جو سنہ ۶۵۶ - میں صحراے تاتار سے اٹھی - تاریخ اپنے آپ کو دہرا رہی ہے - عمل کے جواب میں رد عمل کی تیاریاں ہیں' اور اب عرب سے ایک طوفان باد بپا ہورہا ہے - تاکہ اس خاندان تاتاری کی یادگار اور آخرین خلافت اسلامیہ یعنی دولت عثمانیہ کے شیرازہ کو برہم کردے - لاقدر الله -

یہ صحیح ہے کہ لامرکزیت پس ماندہ اقوام کے لیے آب حیات ہے' مگر یہ یاد رکھنا چاہیے کہ سم قاتل بھی ہے - اسلیے پہلا سوال یہ ہے کہ اسکی طلب میں جو لوگ سرگرداں ہیں انہوں نے پہلے اسکی مقدار خوراک' طریقۂ استعمال' اثناء استعمال میں ممنوعات و محظورات اور ممد و معاون اشیاء کے متعلق بھی واقفیت بہم پہنچالی ہے؟ یہ یاد رکھنا چاہیے کہ تلوار کا ہاتھ میں لینا جسقدر آسان ہے اتنا ہی اسکا چلانا دشوار ہے - عرب نے دبستان سیاست کی ابھی ابجد بھی ختم نہیں کی ہے -

اعلان دستور کے بعد سے جمہور عرب کے کان رموز سیاست سے ضرور آشنا ہوگئے ہیں، مگر یقیناً آج بھی اسکے مفہوم و معنی، اسکے طرق و وسائل، اسکے مکاید و دسایس، اسکے نتائج و عواقب سے اسیقدر بیگانہ ہیں جتنے کہ عہد حمیدی میں تھے -

زعما و رؤسا نسبۃ زیادہ باخبر ہیں مگر انکی واقفیت کا مصدر و منبع بلاد یورپ کی سیاحت، بعض مولفات یورپ کا مطالعہ، اور سب سے زیادہ وہ تعلیم و تلقین ہے جو وقتاً فوقتاً برطانی اور فرانسیسی سفارتخانوں میں دیجاتی رہی ہے -

ان تمام امور سے قطع نظر نجد اور حجاز عملاً خود مختار ریاستیں ہیں - پھر کیا انہوں نے اپنی اس خود مختاری سے فائدہ اٹھایا ؟ کیا انہوں نے اپنی اصلاح داخلی کی کوئی کوشش کی ؟ موجودہ رؤساء حرکت عربیہ اگر در حقیقت مخلص صادق ہیں تو انکا اولین فرض یہ تھا کہ وہ ان عملاً خود مختار عربوں کی اصلاح کی کوشش کرتے، اور اپنی اس کوشش میں کامیابی کے بعد شام و عراق کے لیے بھی استقلال داخلی کا مطالبہ کرتے - اس صورت میں موجودہ شور و غوغا، اور حریت آفریں و تہدید آمیز خطبات کی ضرورت نہ رہتی - نجد و حجاز کی تمثیل کافی ہوتی - انکا دامن سوءظن کے کانٹوں میں نہ الجھتا -

اجانب و اغیار سے - کہ صیاد ملک و ملت ہیں اور مدت سے انکی گھات میں بیٹھے ہیں، استغاثہ و استعانت کی حاجت نہ پڑتی، کیونکہ خود تمام عالم اسلامی انکے ساتھ ہوتا -

تحریک عربی کے متعلق یہ خود ترکوں کے خیالات ہیں - آیندہ بشرط فرصت انشاء اللہ العزیز ہم تفصیل کے ساتھ لا مرکزیت کے متعلق اپنے آراء و افکار بھی لکھینگے - اسوقت ہم المؤتمر العربی کے تیسرے جلسہ کی کاروائی پر اکتفا کرتے ہیں، جو تازہ عربی ڈاک سے موصول ہوئی ہے - شام کے عربوں نے اس تحریک کو بار آور بنانے کے لیے ایک کانگرس (موتمر) قائم کی ہے جس کا نام " المؤتمر السوري العربی " ہے، کانگرس کے تمام جلسے پیرس کی انجمن جغرافیہ کے ہال میں ہوے - آخری جلسہ ۲۳ - جون کو تھا - جلسہ کا افتتاح شیخ احمد طبارہ نے اپنے طویل خطبے سے کیا، جسمیں شیخ طبارہ نے اس مسئلہ پر خاص طور سے بحث کی کہ شامی اپنا وطن چھوڑ کے غیر ممالک کو کیوں جاتے ہیں بحالیکہ غیر شامی اپنے ممالک سے شام کو ہجرت کرکے آرہے ہیں -

شیخ طبارہ نے بے خانمان مسلمانان یوروپین ترکی کے قیام شام کی تجویز کو شامیوں کے لیے خطرناک بتایا، اور کہا کہ اس تجویز کا مقصد اصلی عربی نفوذ و اثر کو صدمہ پہنچانا ہے -

شیخ طبارہ کے بعد صبلی آفندی کھڑے ہوے - صبلی آفندی نے پہلے اپنے وطن پرستانہ جذبات کا اظہار کیا، اسکے بعد یہ تجویز پیش کی کہ - لبنان کو (جہاں قریباً تمام تر ممتاز آبادی عیسائیوں کی ہے) سوئٹزرلینڈ کے نمونہ پر خود مختاری دیجائے -

صبلی آفندی کے بعد اسکندر بک کھڑے ہوے، اور بلاد عربیہ میں اصول لا مرکزیت پر اصلاحات کے روشناس کیے جانے کی ضرورت پر زور دیا -

اسکے بعد اجنبی مشیر خدمت عسکریہ وغیرہ تجاویز پر بحث و مناقشہ شروع ہوا - گفتگو فرانسیسی میں ہوتی تھی - طویل اخذ ورد و مناقشہ و مناظرہ کے بعد یہ قرار دادیں طے پائیں -

(۱) سلطنت عثمانیہ کے بقاء و حیات کے لیے فوری کامل اصلاحات کا نافذ الاثر ہونا ضروری ہے -

(۲) یہ امر ضروری ہے کہ عثمانی عربوں کے حصول حقوق سیاسی کی ضمانت اس طرح کیجائے کہ انکو سلطنت کے مرکزی انتظام میں شریک کیا جائے -

(۳) شام میں تقسیم اختیارات کا وہ نظام فوراً نافذ کردیا جائے جو اسکے ضروریات اور اہلیت کے موافق ہو -

(۴) صوبۂ بیروت اپنا مطالبہ ایک خاص قرار داد (یعنی مجلس عمومی کے اختیارات کی توسیع اور اجنبی مفتشین [یوروپین انسپکٹروں] کی تعیین) کی صورت میں ظاہر کرچکا ہے - جسکو جمعیۃ عمومیہ نے ۳۱ - جنوری سنہ ۱۹۱۳ ع کو پاس بھی کردیا ہے - اسلیے یہ موتمر اسکے نفاذ کی درخواست کرتی ہے -

(۵) مجلس مبعوثان میں بلاد شامیہ اور بلاد عربیہ کے لیے عربی زبان سرکاری زبان تسلیم کیجائے -

(۶) خدمت عسکریہ بلاد شامیہ اور بلاد عربیہ کے لیے مقامی ہو - غیر معمولی شدید حاجت کی صورت اس میں استثنا ہوگا -

(۷) لبنان کی کمشنری کی مالی حالت کی اصلاح کی حکومت ضامن ہو -

(۸) عثمانی ارمن جو اصلاح چاہتے ہیں اس سے یہ موتمر ہمدردی ظاہر کرتی ہے -

(۹) ان تمام تجویزوں کی اطلاع حکومت عثمانیہ کو دیجائے -

(۱۰) ان تمام تجویزوں کی اطلاع حکومت عثمانیہ کے دوستوں (فرانسیسیوں اور انگریزوں) کو دیجائے -

(۱۱) موتمر عربی جمہوریت فرانس کی مہمان نوازی کا شکریہ ادا کرتی ہے -

(۱۲) اسوقت سے لیکے اور ان تجاویز کے نفاذ تک کوئی عربی یا شامی اس موتمر یا اسکی ماتحت مجالس کے اذن خاص کے بغیر حکومت عثمانیہ کا کوئی منصب یا عہدہ قبول نہ کرے -

(۱۳) مذکورۂ بالا تجاویز ہی شامیوں اور عربوں کی سیاسی فرد عمل ہیں - کسی امیدوار مبعوثیت کی اسوقت تک مدد نہ کیجائے جب تک اس فرد عمل کی حمایت کا وعدہ نہ کرلے -

مسئلۂ شرقیہ
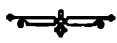
بلقان لیگ

(مقتبس از لنڈن ٹائمز - ۲۷ - جون - سنہ ۱۹۱۳ ع)

اتحاد بلقان مانٹینگرو (جبل اسود) کے شریک ہونے سے مکمل ہوگیا - فرماں رواے جبل اسود (شاہ نکولس) ہمیشہ ترکوں کے خلاف عیسائی سلطنتوں اور ریاستوں سے معاہدہ کرنا چاہتا تھا - سنہ ۱۸۸۸ ع میں اس نے ایک یاد داشت اسی مضمون کی روس کو بھیجی تھی - جولائی سنہ ۱۹۱۱ ع میں جب طرابلس العرب میں ہنوز لڑائی شروع بھی نہیں ہوئی تھی اس نے اپنے سفیر قسطنطنیہ کو لکھا کہ روسی سفارت سے گفتگو کرے، جب ستمبر میں لڑائی کا اعلان ہوگیا تو سرویا، بلغاریا، یونان کو فوجی اتحاد اور جنگی کارروائی کے لیے آمادہ کرلیا - اس وقت تک سرویا ترکوں کی طرفدار پالیسی پر عمل کر رہی تھی - مگر فوراً ہی یہ پالیسی بدل دی گئی، جب شہزادہ ڈینلو سنہ ۱۹۱۲ ع میں صوفیہ گیا تو مانٹینگرو اور دوسری بلقانی حکومتوں میں مفاہمہ ہوچکا تھا -

اپریل سنه ۱۹۱۲ ع سے بلغاریه میں ان معاملات کے متعلق زیاده عملی صورت پیدا هوگئی - کچهه روز کے بعد ان ریاستوں میں ترکی سے مقاومت کرنے کے لیے ایک عام اتحاد هوگیا جس کا نام " اتحاد ممالک نصرانیه " قرار پایا - یه کل انتظام اور اتحاد اول اول محض مدافعت کی غرض سے قائم هوئے تھے ' مگر جب گرمیوں کے موسم میں کوچانه اور براته میں قتل عام هوا ' تو آخر اس اتحاد کی نوعیت تبدیل هوگئی ' اور اب اس میں حمله و هجوم و پیشقدمی کی شان آگئی -

اس معامله میں کوئی تحریری معاهده نهیں هوا تها - البته سرویا کے ساتهه ایک عهد نامه ماه ستمبر میں ضرور هوا تها ' جو سویسرا (سوئیٹزرلینڈ) میں تکمیل کو پهونچا تها -

جبل اسود نے سب سے پہلے ترکوں کے خلاف جنگ بلقان میں هتهیار اٹهائے تهے ' اور سب کے آخر میں لڑنا بند کیا هے - جبل اسود اس قدر کیوں پیش پیش رها ؟ یورپین مدبر اس مسئلے کو اب تک اچهی طرح حل نهیں کرسکے - بعض کا خیال هے که اتحادیوں نے پہلے پہل جبل اسود کو اسلیے بهڑا دیا تها که اول یه پیشقدمی کرلے بعد کو وه بهی میدان جنگ میں اتر آئینگے -

جبل اسود کے دو وزیروں نے اس جنگ کی ضرورت پر سخت زور دیا تها ' مارٹنوچ و پلامینٹز یه (Martinoch and Plamenatz) تهے کیونکه ان دونوں وزیروں کی راے تهی که جبل اسود کے حدود کی توسیع اقتصادی حیثیت سے نهایت ضروری هے ' اور صرف یهی موقع هے که اس سے فائده اٹها کر ملک کو وسیع کیا جاسکتا هے ' ورنه آینده ایسا موقع هرگز نهیں ملیگا -

اس چهوٹی سی ریاست کی اقتصادی حالت واقع میں بهت خراب تهی - کیونکه روس کے بغل هی پر اس کو قناعت کرنا پڑتا تها بیرونی دنیا سے تعلقات قدرتاً سمندر کی طرف سے هوتے هیں ' اور وه آسٹریا کے قبضه میں تها - اب موقعه تها که اپنا راسته سلطنت ترکی سے جو اس کی قدیم دشمن تهی غصب کرکے نکالے -

مفتوحه ملک کی تقسیم کا سوال اتنا اهم تها که اس پر اول هی سے غور کرکے تجویز کو قرار داد کی شکل میں لایا گیا - مناسب معلوم هوا که بلحاظ قومیت رعایا ملک تقسیم هوگا - اور یهی سب سے بهتر قاعده هو سکتا تها -

عهد نامه برلن کے بعد سے ۳۵ - برس متواتر خونریزیونکے جو واقعات هوتے رهیں هیں انکو فراموش نه کرنا چاهیے - اس وقت جو بهت سی بڑا اور بیجا شرطیں پیش کی گئیں نهیں هم انکو یهاں قلم انداز کرتے هیں - اس میں مربع کلومیٹر رقبه تک درج تها که فلاں ریاست کو یه ملیگا - چونکه معامله جمادات اور حیوانات کا نهیں تها ' بلکه انسانونکا تها - جن کے سینوں میں دل اور دل میں جذبات تهے ' اس وجه سے ریاستوں نے فوجی لحاظ سے تقسیم کی قرار داد مصدق مانی ' مگر یه بات بالکل ایسی هی تهی که اپنی دیرینه فتوحات اور قومیت کا حوصله دے کر هر قوم اس وقت کسی دوسرے قوم کے ماتحتی سے نکلنا چاهے - یا کیلے (فرانس کا ایک حصه جو پہلے انگلستان کے قبضه میں تها) کے باشندے انگریزی حکومت سے الحاق کی درخواست کریں - اور جغرافی حیثیت سے بلقان میں موازنهٔ اقتدار کو قائم رکها جائے - یه ایسی بات تهی که بلقان میں امن و آشتی کی سبیل نه نکلتی - کیونکه بلغاریا کا پله همیشه بهاری رها هے -

علاوه اس کے نمایاں فوجی کارروائیوں کی بهت سی روایتیں مشهور کی گئیں - یونانی بیڑه کی کارروائیاں نهایت شد و مد سے نمایاں کی گئیں - غرضکه اس زمانه کے قارئین اخبار کو یه معاملات پڑه کر پہلی نظر میں وهی واقعه آنکهوں کے سامنے آجاتا هے جب که میلاد مسیح سے قبل یونان سے ایران کی لڑائی هوئی تهی ' اور یونانی افسروں سے کہا گیا تها که هر شخص کے کام کے مطابق انعام تقسیم کردیں ' تو انهوں نے سارے انعامات اپنے هی نام کی ذیل میں مخصوص کرلیے تهے -

ریاستوں کی فوجیں نهایت بهادری اور جوش سے لڑیں ' مگر بلغاریا کا نقصان سب سے زیاده هوا هے - اس عهدنامه کی رو سے گو بلغاریا کا زائد نقصان تو هوا ' مگر معاهده کے مطابق اس کو ایک چپه زمین بهی زیاده نهیں مل سکتی -

فوجی اعتبار سے بهی تقسیم ملک کا لحاظ نهیں رکها گیا خوش قسمتی سے اس قسم کی بعض تجویزیں ایسے وقت پر بدل گئی تهیں - کیونکه اگر ایسا نهوتا تو لولی برغاس کی جنگ هی وقوع پذیر نه هوئی هوتی - جب اسطرح عملی کارروائی کے لیے میدان صاف هوگیا - تو آخری انتظام کے واسطے قومی اصول کو قائم رکها گیا - یه صاف ظاهر تها که اس اصول کے مطابق بلغاریا کو سب سے زیاده ملک ملیگا -

یورپ سے ترکوں کے نکلنے سے ایک بڑا حصه ملک کا آزاد هوگیا - جسکو تمام مورخ اور سیاح بلا رعایت بلغاری نسل سے آباد بتاتے هیں ' یهاں تک که بلغاری پادری کے تعین سے پہلے بهی مقدونیه کو بلغاری هی کہا جاتا تها - بد قسمتی سے سرویا ' مانٹینیگرو اور یونان کے واسطے ایسا معامله نهیں هے - ابهی انکے جائز ملک سے ان کو اس وقت تک محروم رکها جائیگا که مشرق ادنی کے متعلق اچهی طرح سے فیصله هوجائے - جب آزادی کے دن آئینگے تب سرویا اور یونان بلغاریه سے بڑی قومیں هوجائینگی - اور اگر یه قومیں اتحاد پر قائم رهیں تو انکو بلغاریه کا دست نگر هوکر رهنا پڑیگا -

درود تاج

پیارے سنی بهائیو - حضرت رسول مقبول کے شیدائیو - تاجدار مدینه کے غلامو - سبز گنبد والے بادشاه کے جمال اقدس پر قربان هونے والو - تمکو مژده اور تمکو مبارک باد که همارے عنایت فرما عالیجناب محمد یوسف حسین خانصاحب رئیس بریلی محله قلعه نے اپنی محض محبت اور خوشنودی الله عز و جل و رضاے حبیب کریم صلی الله تعالی علیه وسلم کے درود تاج نهایت خوشخط اور عمده کاغذ پر مع اسناد و ترجمه کے هزارونکی تعداد میں چهپوائے هیں خانصاحب موصوف نے بلا کسی اجرت اور معاوضه کے تقسیم کرنیکا اعلان فرمایا هے جن صاحبونکو درود تاج مطلوب هوں وه بذریعه تحریر کے مفت طلب کریں -

درشه علی قادری بریلوی - محله چاه چڑیماران

الهلال کی ایجنسی

هندوستان کے تمام اردو ' بنگله ' گجراتی ' اور مرهٹی هفته وار رسالوں میں الهلال پهلا رساله هے ' جو باوجود هفته وار هونے کے ' روزانه اخبارات کی طرح بکثرت متفرق فروخت هوتا هے - اگر آپ ایک عمده اور کامیاب تجارت کے متلاشی هیں تو اپنے شهر کے لیے اسکے ایجنٹ بن جائیں -

برید فرنگ

بلقانیوں کی باہمی آویزش

یورپ کی گریہ وزاری

بلقانیوں کی آویزش جب تک عثمانیوں سے تھی ، یورپ خوش تھا اور اُن کو مخلصانہ تبریک کے تحفے بھیج رہا تھا ' لیکن جب سے بلقانی آپس میں گرم ستیز ہوے ہیں وہ ان سے نہایت کبیدہ و برافروختہ خاطر ہے کہ ایسا نہو ہلال کو اس کی کھوئی ہوئی عظمت واپس مل جائے - لندن ٹائمز ۴ - جولائی سنہ ۱۹۱۳ع کی اشاعت میں خونابہ افشانی کرتا ہے :

مقدونیہ میں حلفاء بلقان آزاد کرنے والوں کے بھیس میں داخل ہوے ' مگر وہ آج تمام ملک کو ان نزاعوں سے بد تر اور بے رحم تر لڑائیوں میں ڈالنے پر مائل معلوم ہوتے ہیں جو عثمانی شاہنشاہی میں بھی معلوم نہیں ہوئی تھیں -

انکی ابتدائی ظفرمندی - جس نے یورپ کی مخلصانہ مگر غالباً قبل از وقت آفرین و تحسین کا غلغلہ برپا کیا تھا - اس سے زیادہ تاسف انگیز بلکہ نفرت انگیز انجام نہیں رکھسکتی -

وہ اپنے اقربا کے پاس آرامی کا تحفہ لے جانے کے لیے بڑھے تھے ' مگر وہ ایک ایسی سرزمین میں بربادی پھیلانے کی وجہ سے خلم ہو رہے ہیں جو برداشت سے آزمائی جا چکی ہے -

یورپ کی نسبت زیادہ بڑی قوموں کی عام اجماعی راے اس موقعہ پر لڑنے والونکی متعلقہ ذمہ داری کی بہت زیادہ پروا نہیں کریگی -

وہ اغلباً حق اور باطل کی خوشنما ترھلکی تصویروں پر غور کرنے کو نامنظور کردیگی ' اور انکی مزید جنگ کی شرمناک غلطی پر دونوں جماعتیں یکساں سختی کے ساتھہ ملامت کرنے کی طرف مائل ہونگی -

عام خیال جو اس قسم کے معلومات سے حاصل کیا جاسکتا ہے جیسے کہ اسوقت بہم پہنچتے ہیں ' یہ ہے کہ نئی جنگ کے شروع کرنے میں پہلے بلغاریوں نے سنجیدگی کے ساتھہ کارروائی کی -

جبکہ ایک طرف ہم اس قطعی کارروائی کی بابت کمزور سے کمزور پسندیدگی ظاہر نہیں کرسکتے اسی وقت میں دوسری طرف ہم بلغاریا کو اس بناء پر کسی ذیم بھی کرسکتے کہ وہ نمایاں بانی فساد ہے - جہاں سب مجرم ہوں وہاں " طرف " کی بحث نہیں ہوسکتی -

ہم بہادری کے ساتھہ حاصل کیے فتوحات پر تحسین و آفرین کے لیے تیار تھے ' مگر اب ہم کو لوٹ پر لڑنے والوں کی صورت میں تنزل کے لیے ' جسمیں سب برابر کے شریک ہیں ' ملامت کے علاوہ اور کوئی چیز نہیں ملتی ....

....

ہم سے کہا جاتا ہے کہ دول کو جنگ روکنا چاہیے ' مگر کوئی ہم سے ٹھیک طور پر کہنے کے لیے تیار نہیں کہ کیونکر انکو روکنا چاہیے -

اگر زار کی نصیحت اپنے پیش اندیشیدہ اثر میں ناکامیاب ہوچکی ہے تو پھر کارفرما مداخلت سے کم کوئی شے فوراً ممکن نہ ہوگی - کارفرما مداخلت ' خواہ کسی طرح ترتیب دی جائے ' اپنے جلو میں بہت سے خطرات لائیگی جن سے بچنے کا خواہشمند سب کو ہونا چاہیے -

اتحاد یورپ ابھی نا قائم نہیں ہوا ہے کیونکہ ابھی تک موجود ہے اور اس کا مستحکم بلقان قیام میں مقامی جنگ کے روکنے کے لیے اپنی عدم قابلیت سے بہت زیادہ اہم شے کا احساس کرتا ہے -

اگر جیسا کہ آخری خبروں سے مترشح ہوتا ہے یہ برادر کش جنگ ایسی حدود تک پہنچگئی ہے جنکے بعد باقاعدہ اعلان جنگ محض ایک امر رسمی و اصطلاحی رہ جاتا ہے ' تو دول کے لیے محفوظ ترین راستہ اس نئی جنگ کو مقامی رکھنا ہے جیسا کہ انھوں نے حلفاء اور ترکی کی جنگ میں کیا تھا -

مسیحیت اور مدنیت دونوں ان مناظر سے ذلیل ہوئی ہیں جو اب تک منکشف ہو رہے ہیں -

ریاستہاے بلقان ایک ایسی بربریت میں گر رہی ہیں جو اُس بربریت سے کہیں زیادہ گہری اور شرمناک ہے جو ترکوں کی طرف سے عمل میں آتی تھی -

وہ ان بلند امیدوں کو ڈھا رہے ہیں جو انکے مستقبل کے متعلق قائم کی گئی تھیں ' اور اپنے آپ کو خوفناک طور پر گرنے سے قریب کر رہے ہیں -

زائد سے زائد متحدہ یورپ جو کچھہ کرسکتا ہے وہ یہ دیکھتے رہنا ہے کہ انکے زوئد مشتعل میلانات کو پھیلنے نہیں دیا گیا ہے -

موسیو پوانکارے

ترکوں کو ثمرات فتح سے محروم رکھنے کے لیے غور کر رہے ہیں

جمہوریۂ استبداد کی حمایت میں

کہتے ہیں جمہوریۂ فرانس کی شعاع حریت تمام اقوام عالم کے لیے یکساں فیض بخش ہے ' لیکن لفظ " اقوام " غالباً صرف " پرستاران صلیب " کے لیے مخصوص ہوگا ' ورنہ فرزندان توحید کی حریت چھیننے میں فرانس کو جو انہماک ہے اُس کے واقعات تلمسان تا فاس کے اُس بلند منارے پر خط عبرت میں اب بھی منقوش نظر آ رہے ہیں ' جو پہلے مأذنہ (اذان کا گنبد) تھا اور جہاں اب بجاے بانگ نماز کے ناقوس کا شور سنائی دیتا ہے - جنگ بلقان کی ابتدا میں یورپ نے اُس وقت کی موجودہ حالت کو برقرار رکھنے کا اعلان کیا تھا - موسیو پوانکارے اُن دنوں فرانس کے وزیر اعظم تھے - بلقانیوں کو جب فتح ہوئی تو سب سے پہلے انھوں نے زور دیا کہ مغصوبہ علاقے اب ترکوں کو واپس نہ ملینگے - آجکل کی جنگ میں ترکوں کو جب فتح ہوئی تو ضرور تھا کہ اس فتح کو شکست کی صورت میں تبدیل کرنے کی کوشش کی جاتی - سر ایڈورڈ گرے

اس کام کو تنہا انجام نہیں دے سکتے تھے ' اس لیے موسیو پوانکارے سے استمداد کی گئی - جو کچھہ دنوں سے فرانس کے رئیس الجمہور ہوگئے ہیں - صاحب موصوف اسی غرض سے پچھلے ہفتے میں انگلستان تشریف لائے تھے - لندن ٹائمز ان کی آمد کے متعلق لکھتا ہے :

گذشتہ ہفتہ کے چہار شنبہ کی صبح کو دفتر وزارت خارجیہ میں موسیو پچن (وزیر خارجیہ فرانس) موسیو کمیبن (سکریٹری وزیر خارجیہ فرانس) اور سر ایڈورڈ گرے و سر ارتھر نکلسن (سکریٹری وزیر خارجیہ انگلستان) کے مابین ایک طویل صحبت رہی -

دوپہر کو ایوان سینٹ جیمس میں وزیر خارجیہ انگلستان ' انکے سکریٹری اور موسیو پوانکارے میں ایک گھنٹہ سے زائد صحبت رہی - اس میں فرانسیسی سفیر اور موسیو پچن بھی موجود تھے -

ریوٹر ایجنسی کو یہ ظاہر کرنے کی اجازت دی گئی ہے کہ میدان مباحثہ صرف بلقانی پیچیدگیوں اور قیام امن ہی پر نہیں بلکہ تمام سوالات متعلقہ ترکی پر وسیع تھا ' جس میں ترکی میں دونوں سلطنتوں کے مصالح بھی شامل ہیں -

عملاً فرانس اور انگلستان کے مشترکہ مصالح کے حوالے دیے گئے - کسی با قاعدہ دستاویز پر دستخط نہیں ہوے ' لیکن اس صحبت نے یہ واقعہ منکشف کر دیا کہ دونوں حکومتوں کی رایوں میں کامل اتفاق ہے - دونوں حکومتوں کی موجودہ پالیسی کے نقطہاے اتحاد مستحکم کیے گئے -

اسی ہفتہ کے پنجشنبہ کو موسیو پچن نے ریوٹر کے نامہ نگار خاص کو سینٹ جیمس پیلس میں باردیا - موسیو پوانکارے کی سیاحت انگلستان کے متعلق اثناء گفتگو میں فرانسیسی وزیر خارجیہ نے کہا :

ابھی سیاحت انگلستان کے متعلق رئیس کا خیال ہر نقطہ نظر سے اچھا ہے - وہ بہت گہرے طور پر اپنے استقبال سے متاثر ہوے ہیں جو قوم ' حکومت ' اور بادشاہ کی طرف سے کیا گیا تھا وہ صرف ایک دفعہ اور بیان کرسکتے ہیں کہ انکی سیاحت سے انگلستان و فرانس میں سلسلہ مفاہمت کسقدر مستحکم ہوگیا ہے -

اس خدمت کا ثبوت جو اس مفاہمت نے دنیا کے بڑے حصے کے لیے انجام دی ہے - ان اعمال میں ملتا ہے جو اس نے تمام یورپ کے فوائد کے لیے بین المللی امن کی خدمتگذاری میں کیے ہیں -

اس گفتگو نے جو میں نے سر ایڈورڈ گرے سے کی نہ صرف گذشتہ کی تصدیق کردی بلکہ یہ ثابت کر دیا کہ سیاسی سوالات میں عموماً ' اور قیام امن کے متعلق تمام امور میں خصوصاً دونوں وزارتوں (چانسلریز) کی راے میں بالکل بہمہ وجوہ اتفاق ہے - اس طرح رئیس کی سیاحت نے دنیا کی قوموں میں مصالحت کا ایک اور عنصر پیدا کر دیا ہے -

---

ترجمہ اردو تفسیر کبیر

جسکی نصف قیمت اعانۂ مہاجرین عثمانیہ میں شامل کی جائیگی - قیمت حصۂ اول ۲ - روپیہ - ادارۂ الہلال سے طلب کیجیے -

جامعۂ مصریہ

مسلمان کسی ایک امر میں آزاد کیوں ہیں ؟

حیی علی الموت لا اخلو من الحسد

مصر میں ایک آزاد قومی یونیورسٹی قائم کرنے کی تحریک جن دنوں زیر بحث تھی ' ڈیلی ٹیلیگراف کے ایک نامہ نگار نے اسی زمانے میں تعریض کی تھی کہ " مصریوں کی قومیت مردہ ہو رہی ہے ' خود تو مبتلاے سکرات ہیں مگر اس ابتلا میں بھی یونیورسٹی کا شوق ہے " یہ موت واقع میں کوئی خیالی موت نہ تھی ' اس لیے کہ جس قوم کی مقہوریت اس کے تمام اصناف زندگی پر محیط ہو اس کو زندہ نہ سمجھنا چاہیے -

موت آنی تھی آتی رہی ' یونیورسٹی بننی تھی بن گئی ' لیکن مزے کی بات یہ ہے کہ مرنے والوں کے ہات میں سواے ایک یونیورسٹی کے اور کوئی چیز نہیں جسے وہ اپنی کہہ سکیں - سلطنت و حکومت کی ہر ایک چیز میں وہ احتلال کے دست نگر ہیں ' مگر اس پر بھی یورپ کا یہ رشک کم نہیں ہوتا کہ ایک مرنے والی قوم ایک زندہ یونیورسٹی پر کیوں قابض ہے ؟ یونیورسٹی کا نصاب و نظام مرتب ہے ' شائع ہوچکا ہے ' اور ہر سال اس کی با قاعدہ رپورٹ چھپتی ہے - عربی اخباروں میں ہر تین مہینے کے بعد اس کے تعلیمی و انتظامی و امتحانی امور پر نہایت مفصل تبصرہ درج ہوا کرتا ہے ' اس نے محض اپنی ہی درسگاہ میں طلبہ کی تعلیم پر کفایت نہیں کی ' بلکہ جاپان کی نظیر سے فائدہ اٹھا کر یورپ کے اکثر ممالک میں اعلی تعلیم کی تکمیل کے لیے لائق متعلمین کی ایک بڑی جماعت ہر سال بھیجا کرتی ہے ' تعلیم کے عمدہ نتایج کی مدح بھی ہوتی ہے اور ساتھہ ہی تعلیم گاہ (یونیورسٹی) کی مذمت بھی کی جاتی ہے ' صرف اس ایک جرم لے کہ یونیورسٹی گورنمنٹ کی محکوم کیوں نہیں ہے یورپ کی نظر میں اس کی کوئی قدر و قیمت نہیں رکھی ہے - ہندوستان میں آزاد مسلم یونیورسٹی کے نام سے جو اعراض کیا جاتا ہے جامعۂ مصریہ کا واقعہ بتا دیگا کہ اس کا فلسفہ کیا ہے ؟

نیر ایسٹ کا نامہ نگار مصر سے لکھتا ہے :

مصری یونیورسٹی سنہ ۱۹۰۷ ع میں قائم ہوئی ' جبکہ وہاں کی قومی جماعت (الحزب الوطنی) کے سروں میں پہلے پہل انگریزوں کی مخالفت کا سودا سمایا تھا - انہوں نے صاف الفاظ میں یہ اعلان کردیا تھا کہ کوئی انگریز ' گورنمنٹ کا کوئی عہدہ دار ' اور کوئی شخص جس کا تعلق یورپ کی کسی سفارت سے ہو اس میں شریک نہیں ہوسکتا - بیشتر افراد ایسے بھی تھے جو اس انتہا پسندی سے ہمدردی نہیں رکھتے تھے - کیونکہ اس میں کچھہ شبہ نہیں کہ ایسی یونیورسٹی جو گورنمنٹ کے حدود اختیار سے بالکل باہر ہو اعلی پایہ کی یونیورسٹی نہیں ہوسکتی - جو شخص مصری حکومت سے واقف ہے وہ خوب جانتا ہے کہ اگر انگریزی حکومت کی مدد اس میں شامل نہو تو پھر اس کے نتائج کا دور ہی سے کھڑے ہوکر انتظار دیکھنا چاہیے -

اس یونیورسٹی کی بنیاد بھی اسی طرح پڑی تھی کہ بڑے جوش و خروش و شان شرکت سے افتتاح ہوا ' مگر کسی کو یہ علم نہیں تھا کہ موجودہ طرز تعلیم کن اصول پر چلائے جائینگے - کونسل (یونیورسٹی کی مجلس انتظامی) نے ہنوز اس بات

اور بھی طے نہیں کیا تھا کہ کیا کیا مضامین رکھے جائینگے کہ آیندہ پروفیسر بنانے کے واسطے ممالک غیر میں طالب علموں کو بھیجنا شروع کردیا -

طبابت (میڈیکل سائنس) کی تجویز ہوئی مگر اس کے واسطے ماہرین فن اور کثیر مصارف کی ضرورت تھی - قانون کے لیے فرانسیسی کالج اول سے موجود تھا - سائنس اور انجینیرنگ (ہندسہ) کے واسطے بھی وہی مشکلیں پیش آئیں جو ڈاکٹری کے متعلق پیش آئی تھیں - دینیات اس بحث سے بالکل خارج ہی تھی - اب سواے علوم ادبیہ اور زراعت کے کچھہ نہیں رہا تھا - اس کے واسطے بھی یہی دو اعتراض پیش ہوے ' کیونکہ علوم ادبیہ کی ضرورت اعلی تعلیم کے واسطے تھی - گورنمنٹ نے ابتدائی و ثانوی (سکینڈری) اور اعلی تعلیم کے نہایت اچھے اصول قائم کیے تھے ' مگر اس بات کی شکایت ہمیشہ ہوتی رہی کہ تعلیم ناقص ہے - تعلیم ایسی ہونی چاہیے جس سے یورپ کی اعلی تعلیم کے لیے طلبہ طیار ہوا کریں - اس یونیورسٹی سے امید تھی مگر اس کے کارکنوں کے دل میں جو بات تھی وہ یہ تھی کہ گورنمنٹ کے کام سے کچھہ اعلی کام ہونا چاہیے -

فلسفہ وغیرہ علوم عالیہ پڑھانا مصریوں کو مفید نہیں ہوتا ' کیونکہ ان کا مقصد تعلیم سے علم حاصل کرنے کا نہیں ہے بلکہ ملازمت ہے - اور یہ کام گورنمنٹ اسکول پورا کردیتے ہیں - پہلے موسم سرما میں قومی جماعت نے گورنمنٹ اسکولوں کے بہت سے طالب علموں کو اس یونیورسٹی میں داخل کرلیا ' مگر وہ بدستور قانون کے خدیوی اسکول میں تعلیم پاتے رہے ' کیونکہ ان کے پیشہ کی شہرت اسی پر منحصر تھی - یہ بات زیادہ دنوں تک جاری نہیں رہی - تاہم یونیورسٹی کا نہ کچھہ نصاب تھا ' نہ امتحانات ' نہ کوئی ڈگری -

دوسرے سال تک یہی صورت رہی کونسل کے چند ممبروں نے کچھہ تجویزیں پیش کیں ' مگر کچھہ اثر نہیں ہوا - کوئی ایسا کام نہیں ہوسکتا تھا جس میں گورنمنٹ کو مداخلت دی جاتی - سنہ ١٩١٠ م میں امریکہ کے سابق رئیس الجمہور مسٹر روزولٹ (Mr. Roosevelt) کی تقریروں کی وجہ سے یہ سلسلہ تبدیل ہوا - قومی جماعت کے بالکل ٹوٹنے سے امید ہے کہ اب اسکی حالت اچھی ہوجائیگی ' اور یہ اسی صورت میں ممکن ہے کہ یونیورسٹی بالکل گورنمنٹ کے ہاتھہ میں دیدی جائے ' مگر افسوس ہے کہ یونیورسٹی کے پریسیڈنٹ اس قسم کی تجویز کو نہیں مانتے - جو لوگ اندرونی حالات کو جانتے ہیں وہ صاحب پریسیڈنٹ کے کام سے اچھی طرح واقف ہیں ' اور اس قلیل مدت میں جو کامیابی انہوں نے حاصل کی ہے وہ بھی قابل ستائش ہے - اسمیں کوئی تعجب کی بات نہیں ہے اگر یہ دیکھا جاے کہ وہ اپنے دشمنوں کو یونیورسٹی دے دینے پر راضی نہیں ہوتے - مگر زمانہ ان کو جلد بتا دیگا کہ یہ خیال غلط تھا - جو طالب علم یورپ اس غرض سے بھیجے گئے تھے کہ پروفیسر بنیں وہ جب واپس آئینگے تو یہ دیکھینگے کہ کوئی طالب علم وہاں نہیں ہے ' جسے وہ تعلیم دیں -

انجمن القرض

(از نواب حاجی محمد اسحاق خاں صاحب سکریٹری مدرسۃ العلوم علی گڈھہ)

قوم آگاہ ہوگی کہ چند سالہاے ماسبق میں انجمن القرض کے سرمایہ سے صدہا غریب مسلمان بھائیوں کو امداد دیگئی ہے ' جسکی وجہ سے وہ محمدن کالج میں رہکر اپنی تعلیم پوری کرسکے ' اور آج وہ ماشاء اللہ قوم کے لیے مایۂ ناز ہیں - چونکہ بفضلہ تعالی اب کالج کے طلباء کی تعداد روز بروز بڑھ رہی ہے ' اور قرض حسنہ پانیوالوں کی تعداد میں بھی بے انتہا اضافہ ہوتا چلا جا رہا ہے ' اس لیے ضرورت محسوس ہوئی کہ اس سرمایہ کو مستقل کیا جاے ' تاکہ غریب طلبا کی زیادتی اور سرمایہ کی کمی کی وجہ سے اس امداد میں کمی نہونے پائے ' تجویز ہوئی ہے کہ جن صاحبوں نے اپنے دوران تعلیم میں کالج سے قرض حسنہ

بقیہ پہلے کالم کا

اکثر اشخاص کو افسوس ہوا کہ آزاد یونیورسیٹی کی تجویز ٹوٹ گئی ' مگر دو طرز تعلیم میں دو اصول رکھنے سے یہ بہتر ہے کہ گورنمنٹ کے اصول پر عمل کیا جاے - جو علحدہ ہونے سے بالکل بے اثر ہو جاتا ہے -

رومانیہ بلغاریوں سے کیوں ہم نبرد ہے ؟

ٹرکی کے متعلق اپریل سنہ ١٩١٣ ع کے فورٹ نائٹلی ریویو میں فیصلہ ہوا تھا کہ اب اس سلطنت کو اپنے تئیں انگلستان کے حوالے کردینا چاہیے - جون سنہ ١٩١٣ ع کے رسالہ نائنٹینتھہ سنچری (XIX Century) میں مسٹر الس بارکر (Mr. Ellis Barkar) لکھتے ہیں کہ " ٹرکی کی شکست سے اتحاد ثلاثہ (جرمنی ' آسٹریا ' اٹلی) کو سخت نقصان پہونچا ہے - جرمنی کو ٹرکی سے جس امداد کی امید تھی وہ جاتی رہی ' کیونکہ ٹرکی ایک بڑی فوج کے ساتھہ روس پر جنوب کی طرف سے اور انگریزوں پر مصر کی طرف سے حملہ کرسکتی تھی - علاوہ اسکے بلقانی ریاستوں کی قوت بڑھ گئی - پہلے ٹرکی ان کو ہمیشہ روکے رکھتی تھی - چند سال میں یہ ریاستیں روس کو دس لاکھہ آدمیوں سے امداد دے سکینگی - جنگ بلقان میں ٹرکی کی شکست سے خصوصاً جرمنی اور عموماً ائتلاف مثلث (آسٹریا و اٹلی و جرمنی) نے ٹرکی کی امداد ہی نہیں کھوئی ہے ' بلکہ رومانیا کی حالت کو بھی تذبذب میں ڈالدیا ہے - رومانیا روس کے خلاف آسٹریا وغیرہ کی طرفدار تھی - نہ اسوجہ سے کہ اسے روس سے کوئی عداوت تھی ' بلکہ اس وجہ سے کہ روس اور آسٹریا کے مابین وہ رہ نہیں سکتی تھی - اس وجہ سے اسے ضرورت ہوئی کہ وہ کسی بڑی طاقت سے صلح کرکے رہے - آسٹریا کو پسند کرنے میں اسنے زیادہ امن کی صورت دیکھی ' کیونکہ وہ اس ائتلاف مثلث کو زیادہ زبردست سمجھتی تھی " بلغاریا پر اگر وہ حملہ نہ کرتی تو خود اسی کے لیے نہیں بلکہ ارکان ائتلاف مثلث کے لیے بھی خطرہ تھا -

یا وظیفہ پایا ہے' اوراب وہ بفضلہ تعالی بر سر کار ہیں آنسے درخواست کی جاے کہ کل روپیہ یکمشت یا باقساط ادا فرمالیں - اسی غرض سے ایک رجسٹر مرتب کیا گیا ہے جسمیں تمام قرض حسنہ پانیوالے اصحاب کے نام' پتے وغیرہ درج کیے جا رہے ہیں اور اداے قرض حسنہ کی بابت اونسے خط و کتابت بھی شروع کیجا رہی ہے - چونکہ اکثر اصحاب کے پتے معلوم نہیں ہیں' لہذا امید کیجاتی ہے کہ موجودہ اور آیندہ طلباء کو امداد دینے کی اشد ضرورت محسوس فرماکر فارغ التحصیل حضرات جو تعلیمی وظائف حاصل کرچکے ہیں اپنے مفصل پتہ وغیرہ ضروری تفصیل سے پروفیسر عبد المجید صاحب قریشی نائب امین انجمن الفرض کو مطلع فرمائینگے' جو کچھہ زر امداد بطور قرض حسنہ آن کے ذمہ ہے اوسکو ادا فرماکر ایسک اخلاقی فرض سے سبکدوش ہونگے' اور ایثار نفس اور احسانمندی کی ایک قابل تقلید مثال قائم فرمائینگے -

آخر میں یہ امر ظاہر کردینا ضروری ہے کہ فی الحال انجمن الفرض کا سرمایہ بوجہ چندہ نہ ملنے کے بے انتہا کم ہوگیا ہے' حالات موجودہ میں امید نہیں ہے کہ اس مد کے لیے معقول رقم جمع ہوسکے - اور یہی حالت رہی تو سخت خطرہ ہے کہ وظیفوں کی تعداد بہت کم کرنا پڑیگی -

الفـــرض کے وفـــود

چونکہ تعلیم کے مصارف بہت کثیر ہوگئے ہیں - اور کم استطاعت شریف مسلمان جن کی تعداد بدقسمتی سے زیادہ ہے اپنے بچوں کو اعلی تعلیم نہیں دلا سکتے اسلیے ضروری ہے کہ بزرگان قوم انجمن الفرض کی جانب توجہ فرمائیں جو ۲۳ سال سے غریب طلباء کو وظیفہ دیکر اعلی تعلیم دلا رہی ہے - وظیفہ کا نام اب قرض حسنہ ہے جس کا اصل مقصود شریف طلباء کی غیرت اور حمیت کو قائم رکھنے کا ہے -

گرمیوں کی تعطیل میں کالج کے ہر طالبعلم کا فرض ہوتا ہے کہ جب گھر جائے تو اپنے عزیزوں' دوستوں اور بزرگان قوم سے کچھہ نہ کچھہ مانگ کر جمع کرے' اور کالج کھلنے پر انجمن کے سپرد کردے' مگر چونکہ اس طریقہ سے کافی چندہ جمع نہیں ہوتا اسلیے تجویز ہوئی کہ علاوہ منفردہ کوشش کے لایق طلباء میں سے کچھہ طلباے کالج مختلف صوبوں' کمشنریوں اور اضلاع میں دورہ کرکے چندہ جمع کریں - چند طلباء جو اسوقت سال رواں کی محنت سے فارغ ہوئے ہیں بجاے اپنے گھر جانے اور آرام کرنے کے قومی گدائی کے کام پر مستعد ہوکر ہمدردان و بزرگان قوم کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں -

امسال طلباء کالج کے حسب ذیل سات وفد مختلف حصص ہند میں روانہ کیے جا رہے ہیں :

پنجاب میں دو ڈیپوٹیشن روانہ کیے گئے ہیں - ایک کے ناظم عبد الرحیم صاحب بی - اے - اور دوسرے وفد کے خلیل احمد صاحب بی - اس - سی ہیں - ممالک متحدہ آگرہ و اودہ میں بھی دو وفد بھیجدیے گئے - ایک کی نظامت نظیر الدین صاحب بی - اے - کے متعلق ہے' اور دوسرے کی سید ظفر حسین صاحب متعلم فورتھہ ایر کلاس کے متعلق ہے -

مشرقی بنگال میں ایک ڈیپوٹیشن زیر نظامت محمد الیاس صاحب برنی - بی - اے - روانہ ہوا ہے -

بہار میں بھی ایک وفد بھیجا گیا ہے جسکے ناظم آغا مرزا صاحب متعلم فورتھہ ایر کلاس ہیں - حیدرآباد میں جو ڈیپوٹیشن گیا ہے اوسکے ناظم سید واجد حسین صاحب متعلم فورتھہ ایر کلاس ہیں -

سنہ ۱۱ و ۱۲ ع میں انجمن الفرض کے پاس چندے کی آمدنی ۳۲۶۳-۱۴-۴ روپے موجود تھے - جو قرض حسنہ سنہ ۱۲ و ۱۳ ع میں اس آمدنی سے دیے گئے ان کی مقدار ۰-۵-۲۶۷۷۱ تھی - خرچ دفاتر وغیرہ ملا کر کل خرچ سنہ ۱۲ و ۱۳ ع میں ۰-۱۲-۲۹۳۸۶ ہوا - یہ واضح رہے کہ قریب چھبیس ہزار کے جو زائد خرچ ہوا وہ گذشتہ سالوں کی بچت سے دیا گیا - سنہ ۱۲ و ۱۳ ع میں مجموعی آمدنی اس انجمن کی ۱-۱۱-۱۲۶۵۵ تھی' لیکن جو وظائف سال رواں کے لیے منظور ہوچکے ہیں انکی مقدار چوبیس ہزار تک پہنچ گئی ہے' علاوہ اس کے دفتر وغیرہ لوازم کے خرچ بھی ہوئے اور ہونگے - اسوقت بہت سے مستحق غریب طلبا کی درخواستیں نہایت حسرت سے نا منظور کیجا رہی ہیں' اس صدمہ سے بچنے کے لیے جو ہم کو ایسی درخواستوں کے نامنظور کرنے میں ہوتا ہے ہم اعلان کرتے ہیں کہ جبتک موجودہ وفود اور منفردہ چندہ کے ذریعہ سے آمدنی نہو لے اور درخواستیں نہ بھیجی جائیں - ہم یہ رقم غیر مستطیع شرفین مسلمان طلباء کو ہرگز دینے کے قابل نہونگے' اگر گذشتہ سالوں کی رقم ہمارے ہاتھوں میں نہوگی - لیکن نہایت حسرت سے یہ گذارش کرنیکی معافی چاہتا ہوں - کہ اب ہمارے پاس جمع کچھہ نہیں رہا - اب جو کچھہ غریب ہونہار طلباء کے لیے تحصیل علم کا موقع ملیگا وہ صرف آپ حضرات کے دست کرم کا نتیجہ ہوگا - خدا نخواستہ اگر قوم نے ایک سہل حصہ آمدنی سے غریب طلباء کی معاونت نہ کی تو نہ معلوم اسکا کیسا دردناک نظارہ ہوگا - کسی قوم میں اس سے بڑی کوئی مصیبت نہیں کہ اوسکے افراد قوم کی غفلت سے جہالت و بے علمی کے شکار ہوجائیں - مجھے امید ہے کہ ہمارے سات وفود نہایت کامیاب واپس آئینگے -

انجمن الفرض کے فنڈ سے صرف انہیں غریب بچونکو وظیفہ نہیں دیا جاتا جو مدرسة العلوم علیگڈہ میں تعلیم پاتے ہیں بلکہ اونکی بھی مدد کیجاتی ہے جو ہونہار ہیں' اور دوسرے کالجوں میں وہ تعلیم حاصل کرنی چاہتے ہیں جسکا انتظام سر دست مدرسة العلوم میں نہیں ہے - مثلاً تعمیرات کی اعلی تعلیم انجینیرنگ کالج رڑکی میں' یا ڈاکٹری کی تعلیم میڈیکل کالج میں - علاوہ اسکے انجمن نے تعمیر مسجد و دیگر عمارات کالج کو جو ابھی نا تمام ہیں اپنے مقاصد میں شامل کیا ہے' اور ہمدردان قوم کی مدد کی امید ہی پر تعلیم دینیات کے ضروری مصارف کی کفالت کا بھی ایک حد تک بیڑا اوٹھایا ہے' جو اصحاب براہ الطاف چندہ عنایت کریں اپنے چندہ کے متعلق صراحت فرمالیں کہ وہ کس مد کیواسطے ہے' اور رسید میں اوسکا کیوں کر اندراج ہو؟ انجمن الفرض نام ہے طلباء مدرسة العلوم اور دیگر نو عمر لوگونکی جماعت کا جو بذات خود کچھہ نہیں کرسکتے - سواے اسکے کہ بزرگان قوم کی خدمت میں اپنی عرضداشت پیش کریں اور متفرق قطرونکو جمع کرکے دریا بنائیں تاکہ یہ سرچشمہ قوم کی پیاس کو بجھا لے - اسی غرض سے ان میں سے چند لڑکے قوم کی خدمت میں حاضر ہونا چاہتے ہیں - میں امید کرتا ہوں جسدی خوش نیتی سے یہ نیک کام انہوں نے اپنے ذمہ لیکر تکلف گوارہ کی ہے ویسی ہی قوم کی طرف سے انکی قدر افزائی ہوگی - اور بمصداق (هل جزاء الاحسان الا الاحسان) جس طرح اونہوں نے قوم کے سامنے گداگری کرکے اپنے غریب بھائیوں کی تعلیم کے لیے روپیہ جمع کرنے کا بیڑا اوٹھایا ہے' قوم ذی ہمت و سعادت سے امید قوی ہے کہ وہ بھی ان نونہالوں کی پوری قدر و منزلت فرماکر انکی ہمت افزائی کریگی -

انجمن الفرض یا چندوں کے متعلق جو ضروری امور دریافت طلب ہوں ان کے متعلق بزرگان قوم جسوقت چاہیں پروفیسر عبد المجید قریشی نائب امین انجمن الفرض سے خط و کتابت کر سکتے ہیں -

فہرست زر اعانۂ مہاجرین عثمانیہ
(۷)

	پائی	آنه	روپیه
بذریعه جناب سید محمد کاظم صاحب - بی - آئی - بی ریلوے اسٹورس جهانسی	۹	۳	۵
(به تفصیل ذیل)			
جناب سید منظور علی صاحب	۰	۴	۰
جناب حشمت الله خان صاحب	۰	۸	۰
جناب رحمت علیصاحب	۳	۵	۰
جناب سید روح الامین صاحب	۶	۲	۰
جناب سید نصر علیصاحب	۰	۳	۰
جناب محمد کاظم صاحب	۰	۰	۱
جناب مولوی طفیل احمد صاحب	۰	۰	۱
جناب محمد جان صاحب	۶	۷	۰
جناب امیر الله صاحب	۰	۲	۰
جناب اسیر الدین صاحب	۶	۳	۰
جناب ولی محمد صاحب	۰	۰	۱

	پائی	آنه	روپیه
جناب غلام محمد صاحب ملتان	۰	۱۳	۳
جناب حافظ علی احمد صاحب انصاری پلیڈر نکودر - جالندهر	۰	۰	۸
جناب محمد واحد صاحب ٹونک	۰	۰	۵
جناب غلام نبی صاحب گورکهپور	۰	۹	۱۴
جناب سید فضل احمد صاحب باره بنکی	۰	۰	۱۰
جناب غلام غوث صاحب لال پور	۰	۰	۵
جناب محمد بخش صاحب	۰	۰	۱
متفرق	۰	۰	۲
جناب سید شاه حکیم محمد الیاس صاحب نواده	۰	۶	۱
جناب سید علی محمد ذاکر صاحب مدراس	۰	۰	۳
جناب ظهور الحسن خانصاحب وارثی پرتاب گڈه	۰	۰	۱۰
جناب امداد علی صاحب - رامپور	۰	۲	۲۲
بذریعه جناب حکیم عبد النور صاحب - پٹنه	۹	۷	۲۰
(به تفصیل ذیل)			
جناب عبد النور صاحب	۹	۰	۷
جناب مولوی عبد الکریم صاحب	۰	۰	۵
جناب مفتی عزیز الحکم صاحب	۰	۸	۰
جناب عبد الرحمن صاحب	۰	۰	۵
جناب شاه عین الحق صاحب	۰	۰	۱
جناب حکیم عبد اللطیف صاحب	۰	۸	۱
جناب محمد ظهور الحق صاحب	۰	۸	۰
جناب منشی امیر احمدی صاحب	۰	۳	۰

	پائی	آنه	روپیه
جناب مرزا بهادر بیگ صاحب - حیدر آباد دکن	۰	۱۰	۶
جناب مولوی مرید الدین حسن خانصاحب بتقریب سالگره فرزند جناب احمد محی الدین حسین صاحب نظام آباد دکن	۰	۰	۲۱
جناب مصیر علی صاحب - باؤ بازار	۰	۰	۸
جناب ولی محمد خانصاحب - باؤ بازار	۰	۰	۲
جناب ابراهیم صاحب بهیونڈی	۰	۰	۱۰

	پائی	آنه	روپیه
بذریعه نیاز علی خانصاحب - سب ڈویژنل افسر پشاور	۰	۹	۶۱
(به تفصیل ذیل)			
مزدوران ماتحت مولوی رحمت علی صاحب سب اوور سیر منگلاهیڈ	۰	۰	۴۱
جناب محمد علی خان ٹهیکیدار	۰	۰	۱۵
مزدوران ایضاً	۰	۰	۵
متفرق	۰	۱	۰

	پائی	آنه	روپیه
بذریعه جناب عبد العزیز صاحب - لوئم - برهما (در خریدار)	۰	۰	۲
ایک بزرگ از لاهور	۰	۰	۱۰
ایک بزرگ جو اپنا نام ظاهر کرنا نهیں چاهتے	۰	۰	۸
جناب سید میر حسن صاحب - ملتان	۰	۰	۸
جناب حکیم خواجه عبد الشکور صاحب لاهور	۰	۰	۲

	پائی	آنه	روپیه
بذریعه جناب سراج الدین صاحب سکاردو کشمیر	۰	۰	۲۵
جناب سکریٹری صاحب علمی کلب بلگرام	۰	۵	۲
جناب احمد رضا صاحب - بین پٹنه	۰	۰	۲۰
جناب احمد الله خانصاحب - کانوری	۰	۰	۱
جناب سید علی صاحب - سشن جج درمنگل دکن	۰	۰	۹۴
جناب حکیم احمد حسین صاحب گرما - کانگره	۰	۰	۲۵
جناب عبد الحفیظ صاحب هرکانوان - بربیگهه	۰	۸	۶
جناب محمد محسن صاحب ضلعدار باره بنکی	۰	۰	۳
جناب محمد گوهر علی صاحب معروف گنج - گیا	۰	۰	۲۰
جناب مولوی محمد ابراهیم خانصاحب رامپور	۰	۰	۵۰

	پائی	آنه	روپیه
بذریعه جناب عنایت الله خانصاحب انسپکٹر گوجرانواله	۰	۰	۱۵
(به تفصیل ذیل)			
جناب خواجه محمد مودود صاحب	۰	۰	۱
جناب منشی رحیم بخش صاحب سب انسپکٹر پولیس	۰	۰	۱
جناب عنایت الله خانصاحب انسپکٹر	۰	۱	۷
جناب محمد نصر الله صاحب	۰	۲	۴
جناب مولوی محمد ابراهیم صاحب	۰	۰	۲
جناب منشی احمد حسن صاحب	۰	۰	۳
میزان	۶	۹	۵۲۸
سابق	۰	۱۱	۷۳۴۷
کل	۶	۴	۷۸۷۶

RINTED & PUBLISHED BY A. K. AZAD, AT THE HILAL ELECTRICAL PRTG PBLG. HOUSE, 7/1 McLEOD STREET, CALCUTTA

لا تهنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان كنتم مؤمنين

AL-HILAL

Proprietor & Chief Editor

Abul Kalam Azad

7/1 McLeod street,

CALCUTTA.

Telegraphic Address.

"AL-HILAL"

Yearly Subscription, Rs. 8.

Half-yearly " " 4-12

مدیر مسئول و خصوصی
ابوالکلام آزاد الدہلوی

مقام اشاعت
۷ - ۱ مکلاوڈ اسٹریٹ
کلکتہ

عنوان تلغرافی
" الہلال "

قیمت
سالانہ ۸ روپیہ
ششماہی ۴ روپیہ ۱۲ آنہ

ایک ہفتہ وار مصور رسالہ

نمبر ٦ — کلکتہ : چہار شنبہ ۳ رمضان ۱۳۳۱ ہجری — جلد ۳

Calcutta : Wednesday, August 6, 1913.

فہرس

تصاویر

اطلاع

(۱) الہلال کا دائرۂ نقد و نظر و بحث و اختبار اس قدر وسیع نہیں ہے کہ ہر قسم کی خبریں اور ہر طرح کے مراسلات اُس میں شائع ہوسکیں ' اس ضمن میں مراسلہ نویس حضرات کو امور ذیل کا لحاظ رکھنا چاہیے :

(الف) مراسلات عموماً صحیح و منقح و غیر مبالغہ آمیز واقعات یا علمی و دینی و تاریخی تحقیقات پر مبنی ہوں -

(ب) عبارت مختصر ' انداز بیان صاف ' غیر ضروری تمہید و تطویل و آرائش الفاظ سے مبرا ' زوائد و نقائص سے علحدہ ' واقعہ کی پوری ذمہ داری و تحقیق کے ساتھہ - کاغذ کے صرف ایک جانب خوش خط تحریر ہو ' مینیجنگ اسٹاف سے اگر کوئی امر متعلق ہو تو اُس کو جداگانہ کاغذ پر لکھنا چاہیے -

(ج) گمنام تحریریں نا مقبول ' مجہول اسماء کے مراسلے تا حد تحقیق داخل دفتر ' اڈیٹر کو بہر حال مراسلہ نویس کے نام و عنوان (ایڈریس) کی صحیح اطلاع ہونی چاہیے ' لیکن یہ ضروری نہیں کہ اصلی نام شائع بھی ہو -

(د) نشر یا عدم نشر کسی حالت میں بھی کوئی تحریر واپس نہ ہوگی -

(۲) فہرست و ٹائٹل پیج مجلد ثانی ' اور نمبر ٦ و ۷ زیر طبع ہیں ' نمبر ۱۵ - اور نمبر ۱۴ - کے شمول میں سمجھیے -

(۳) نمبر ۴ کے صفحات کے لیے جو حضرات مطالبہ کر رہے ہیں اُن کو اسی نمبر کے پہلے صفحے کے عنوان (اطلاع) کی آخری سطریں ملاحظہ فرمانی چاہیے -

(۴) مکاتبت میں نمبر خریداری کے ساتھہ حرف نمبر بھی دے دینا چاہیے -

(۵) قصور کے جن بزرگ کے نام فہرست اعانۂ مہاجرین میں آٹھہ سو روپے دفتر کی غلطی سے چھپ گئے ہیں وہ اصل میں عام مسلمانان قصور کا مال ہے ' یہ غلطی بھیجنے والے کی نہیں بلکہ شائع ہونے کی ہے -

شذرات

مشہد اکبر

ادرنہ کا درد ناک نظارہ کانپور میں

و من اظلم ممن منع مساجد اللہ ان یذکر فیہا اسمہ و سعی فی خرابہا ؟ اولئک ما کان لہم ان یدخلوھا الا خائفین ، لہم فی الدنیا خزی و لہم فی الاخرۃ عذاب عظیم (۲ - ع - ۱۴)

ادرنہ (ایڈریا نوپل) اوجب بلغاریوں نے تسخیر کیا ہے تو سب سے پہلی جو حرکت کی وہ یہ تھی کہ سلطان سلیم کی جامع مسجد پر قبضہ کرکے اُس پر سپاہیوں کے پہرے بٹھا دیے اس حادثے پر، جس کی تصویر ہم علحدہ پیشکش ہے ، اسلامی دنیا کے ہر ایک حصے میں ماتم ہوا اور شاید اس کی یاد ہمیشہ تازہ رہیگی ، لیکن معلوم نہیں مسجد کانپور کی ذیل میں ۳ - اگست سنہ ۱۹۱۳ء کو جو حوادث پیش آئے ہیں دردمند دلوں پر اُن کا کیا اثر پڑیگا ؟

نیم سرکاری انگریزی اخبارات نے ان حوادث کے متعلق حسب ذیل بیان شائع کیا ہے :

" ۳ - اگست کو ۱۰ - بجکے ۳۰ منٹ پر مچھلی بازار کانپور کے متعلق ایک خوفناک بلوہ ہوا - مسلمانوں کا ایک بہت بڑا مجمع صبح کو عیدگاہ میں ہوا تھا ، جسکے لیے مسلمانوں نے اپنے تمام کاروبار بند کردیے تھے اور بطور علامت حزن ننگے سر عیدگاہ کو گئے تھے -

جلسہ کے بعد چار پانچ سو مسلمانوں کی جمعیت نے ایک سیاہ علم کے پیچھے مسجد مچھلی بازار کا رخ کیا - اور حصۂ منہدمہ کی تجدید تعمیر کرنی چاہی - سب انسپکٹر نے بھیڑ کو منتشر کرنا چاہا ، لیکن چند پتھروں اور ڈھیلوں سے چوٹ کھانیکے بعد سینئر انسپکٹر اور اسکے ساتھ کے آدمی واپس پھرے ، کچھ بلوائیوں نے چوکی تک پیچھا کیا اور چوکی کے بعض چیزوں کو خفیف نقصان پہونچانے کے بعد مسجد واپس آ گئے -

مسجد کے قریب ایک ہزار سے زیادہ آدمی جمع تھے جن میں بہت سے تماشائی بھی تھے - مسٹر ٹائلر ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کچھ پولیس کے مسلح پیادے اور سواروں کے ساتھ موقع پر پہونچ گئے ، اور تنہا سوار ہوکر مجمع کو منتشر کرنے کے لیے بڑھے ، مجمع نے پتھر اور ڈھیلے جو پاس پڑے تھے پھینکنا شروع کیا - مسٹر ٹائلر نے اپنے فوجی مددگار کو آواز دی - خالی کارتوسوں کے مارنے کوئی اثر نہیں پیدا کیا - اس بنا پر انہوں نے گولیوں سے فائر کا حکم دیا - فائر سے جو ۱۰- منٹ تک رہا ، بھیڑ بالکل منتشر ہوگئی -

متعدد آدمی مارے گئے ، اور ایک تعداد زخمی ہوئی ، جس میں کچھ پولیس مین بھی شامل ہیں ، جو بھیڑ میں مجروح ہوے ، کچھ بلوائی پولیس مین کے ہاتھ بندوق سے مارے گئے - ایک پولیس مین مرگیا - جہاں تک معلوم ہوسکا ۱۲- آدمی مرے اور ۳۳ زخمی ہوے جو اسپتال پہونچائے گئے ، کچھ تماشائی جن میں ہندو بھی شامل تھے ، سخت زخمی ہوے ، سپرنٹنڈنٹ پولیس کو بھی چوٹ آئی ، کچھ تعداد گرفتار کی گئی " -

کل اور آج کی پرائیوٹ تاربرقیوں سے معلوم ہوتا ہے کہ سرکاری بیان سے بہت زیادہ یہ مسئلہ ہولناک ہوگیا ، آتشباری میں بہت سے مسلمان کام آئے اور گرفتاری میں ہر طبقہ کے افراد کے علاوہ مسلمان لڑکے بھی پا بزنجیر ہیں ، یہ سلسلہ ہنوز جاری ہے ، مفصل و مشروح واقعات پر آیندہ نظر ہوگی ، و لا تقولوا لمن یقتل -

حظ و کرب

مسٹر عبد الماجد بی - اے کا خط کمپوز ہو چکا تھا ، اور چند سطریں اس کے متعلق پروف پر لکھ دینے کا خیال تھا کہ میں منسوری چلا آیا ، اور وہ بغیر جواب نکل گیا -

اصطلاحات علمیہ کے وضع و تراجم کا مسئلہ نہایت اہم ہے - میں عنقریب اس پر ایک مستقل مضمون لکھونگا -

مسٹر موصوف صحیح قائم مقام الفاظ کی تلاش میں حق بجانب ہیں ، لیکن غالباً اس کے لیے صحت کی ضرورت نہیں سمجھتے - میرا خیال دنیا کے عام خیال کے مطابق یہ ہے کہ کسی لفظ کا اسکے صحیح معنی ہی میں استعمال ہونا چاہیے -

میں سمجھتا ہوں کہ صحت الفاظ کا لحاظ رکھنے کی غلطی میری طرح ہمیشہ سے ہر زبان کے جاننے والے کرتے آئے ہیں -

انہوں نے لکھا ہے کہ اصل انگریزی اصطلاحات کے لیے " لذت و الم " کافی نہیں ، اور اسکے وجوہ لکھے ہیں - لیکن میں انہیں یقین دلاتا ہوں کہ عربی زبان و علوم میں " لذت و الم " بعینہ اسی پہلو کو ادا کرتا ہوا مستعمل ہے ، جس کے وہ متلاشی ہیں اگر وہ عربی میں فلسفۂ و کلام کے معمولی مباحث پر نظر ڈالیں تو اُن پر واضح ہوجائیگا -

رہا " حظ " کا لفظ ، تو قطع نظر اس کے کہ وہ لذت سے زیادہ ادائے مفہوم کے لیے مفید ہے بھی یا نہیں ؟ سب سے پہلی بحث یہ ہے کہ جس معنی کے لیے جو لفظ سرے سے غلط ہی ہو ، اس کے متعلق چینیں و چناں کا موقع ہی کب باقی رہتا ہے ؟ میں نے اپنے نوٹ میں اختلاف کی قوت کو احتیاطاً و بخیال حفظ آداب تحریر ، کسی قدر ضعیف کردیا تھا ، اور عمداً لکھدیا تھا کہ :

" اردو اور شاید فارسی میں غلطی سے حظ بمعنی لذت بولاجاتا ہے " -

لیکن اب میں مسٹر موصوف کو یقین دلاتا ہوں کہ فارسی میں بھی کوئی پڑھا لکھا آدمی " حظ " کو " لذت " کے معنی میں بولنے کی افسوس ناک غلطی نہیں کرسکتا - حظ فارسی میں بھی ہمیشہ حصہ اور نصیب کے معنی میں بولا جاتا ہے - غالب :

دگر ز ایمنی راہ و قرب کعبہ چہ " حظ "
مرا کہ ناقہ ز رفتار ماندہ و پا خفتست

رہا اردو میں بولنا ، تو مسٹر موصوف مثنوی زہر عشق یا فریاد داغ نہیں لکھ رہے ہیں ، بلکہ علم النفس کی ایک کتاب کا ترجمہ کر رہے ہیں - اگر عوام و جہلا حظ کو لذت کے معنی میں بولتے ہیں اور ان کے تتبع میں گاہ گاہ پڑھے لکھے آدمیوں کی زبان سے بھی " محظوظ " نکل جاتا ہے ، تو کسی علمی تحریر کے لیے اسکی سند نہیں ہوسکتی -

فرہنگ اصفیہ کا حوالہ دینے پر افسوس کرتا ہوں - اور کیا عرض کروں - لوگوں نے غلط العلم اور غلط عوام کی تفریق کی ہے - اس کے لحاظ سے بھی دیکھیے تو حظ اس معنی میں محض عوام کی غلطی ہے -

یہ نکتہ یاد رکھنا چاہیے کہ اردو اور فارسی اپنے علمی لٹریچر میں محض لغۃ عربی کے تابع ہیں - کوئی مستقل زبان نہیں رکھتے - پس علم بول چال اور محاورہ کی سند اشعار میں معتبر ہے ، نہ کہ اردو کی ادبیات علمیہ میں -

وضع اصطلاحات کا معاملہ بہت اہم ہے ، لیکن اس قدر مشکل نہیں ، جس درجہ آج کل کے اہل قلم سمجھتے ہیں ، اور علی الخصوص فلسفہ میں ، بہتر سے بہتر صحیح عربی الفاظ مل سکتے ہیں ، بشرطیکہ تلاش کیے جائیں -

آخر میں پھر اپنے عزیز دوست کو مطمئن کردیتا ہوں کہ ان کے مقصود کے لیے " لذت و الم " پیشتر سے موجود اور بہمہ وجوہ کافی و اکمل ہے - حظ و کرب وغیرہ میں پریشان نہوں - جسمی و نفسی کیفیات کے وضع و ضمن کا پورا مفہوم اسی سے ادا ہوسکتا ہے -

شذرات

طنجہ میں انگریزی فوج

حریت پرستان مراکش کي سرکوبي کے لیے

ملک صرف اہل ملک کے لیے ہے - خود مختاري و آزادي ہر قوم کا طبیعي حق ہے - حقوق کے لیے ' جانفروشانہ مساعی ناگزیر ہیں - یہ اصول یورپ کے نزدیک اسیطرح مسلم و قطعي ہیں جسطرح ایک اور ایک دو - صرف یہی نہیں کہ یہ اصول قطعي و بدیہي ہیں بلکہ اقوام و امم کي حیات و ممات ' بقاء و فناء ' توحش و تمدن' استحقاق ہمدردي و دستگیري یا سزاواري نظر اندازي و پامالي کے معیار علم ہیں -

یونان کے پانوں میں عثماني غلامي کي زنجیریں پڑي ہوئي تہیں - یونان نے ان زنجیروں سے اپنے پانوں کو آزاد کرنا چاہا - انگلستان نے دست مساعدت بڑھایا ' کیونکہ وہ ایک طبیعي حق کا طالب تہا ' اور یہ زنجیریں کہولدیں - بلغاریا کي گردن میں عثماني محکومي کا طوق پڑا تہا ' اس نے محکومي کے طوق کو اتارنا چاہا - روس نے دونوں ہاتہوں سے اس طوق کو توڑ ڈالا اور اسکو آزاد کردیا - ریاستہاے بلقان نے باري باري اپنے آپ کو آزاد کرنے کے بعد اپنے ان ہم قوموں کو بھي آزاد کرانا چاہا ' جو دولت عثمانیہ کے زیر حکومت تہے - یورپ نے اس شریف ترین خدمت انساني کے ارادے کا گرمجوشي سے استقبال کیا - البانیوں نے کہا کہ البانیہ صرف البانیوں کے لیے ہے ' اسلیے ہم اپنے پر آپ حکمراں ہونگے - گو اسوقت تک البانیوں کي حالت یہ ہے کہ علوم و معارف سے بیگانہ ' تمدن و شایستگي سے بیخبر ' انتظام و ادارہ سے ناواقف ہیں ' صید و شکار اور قانعت و تاراج معاش ' سفر و انتقال و جنگ و جدال مشغلہ یا این ہمہ یورپ نے انکي اس استقلال طلبی کي داد دي' اور انکي خود مختاري کو سب سے پہلے انگلستان نے اسکے بعد دیگر دول یورپ نے تسلیم کیا -

لیکن اگر یہي آوازیں امۃ اسلامیہ کي زبان سے نکلتي ہیں تو سراسر جرم و عصیان و بغاوت و طغیان ہو جاتي ہیں -

مغرب اقصی پر جن فرنگیانہ دسائس سے قبضہ کیا گیا ہے انکي داستان درد انگیز اور عبرت آموز ' مگر یہ تفصیل کا موقع نہیں نہ ایک طرف طویل اور دوسري طرف عنوان سے تعلق خفیف - مراکش کے تخت پر جب تک مولاے مغرب تہا فرانس اس کی وساطت سے حکمراني کرتا ' مگر جو خدا و رسول اور اپنے وطن و ملت سے خیانت کرتا ہو وہ دوسرے سے ایفاء عہد کي کیوں امید رکھتا ہے ؟ آخر فرانس نے اس ملک فروش و تمثال لعنت و خباثت فرماں روا کے بوجھہ سے تخت کو ہلکا کر دیا ' اور اب براہ راست خود حکومت کر تا ہے -

اس وقت تک ان مجاہدین راہ آزادي کے حملے مولاے مراکش پر ہوتے تہے لیکن جب سے اسکی جگہ فرانس نے لی اب انکے دھاوے فرانسیسي حکومت پر ہوتے ہیں -

اہل مغرب کے یہ تمام ہجوم و اقدام کس لیے ہیں ؟ حریت ' و آزادي' استقلال و خود مختاري کے لیے' کیونکہ یورپ کے مسلم الثبوت اصول کي بناء پر مغرب صرف اہل مغرب کے لیے ہے' مگر نہیں یہ ان کي تمام وطن پرستي کے نعرے ' یہ حریت و آزادي کے جانبازانہ مساعي اور یہ استقلال و خود مختاري کي راہ غزوہ و جہاد بغاوت ہے' سرکشي ہے' نافرماني ہے' تمرد ہے -

فرانس اس آگ کو خون کے چھینٹوں سے بجھانا چاہتا ہے - مگر کاش اسکو معلوم ہوتا کہ خون اس آگ کے لیے روغن ہے - آزادي کا آتشگیر مادہ ہر پھڑکتے ہوے دل میں ہے ' مگر اپنے اشتعال کے لیے بیروني رگڑ کا محتاج ہے - کبھي یہ مادہ اپنے قرب و جوار کي ہوا کے جھونکوں سے بڑھتا ہے لیکن اکثر ظلم کی ٹھوکریں' شعائر مذہبي کي توہین' حکمران قوم کي فرعونیت ' عمال و حکام کي دست درازي' ایسے قوانین جن سے ملک میں افلاس اور قوم میں فاقہ مستي بڑھتي ہو' وغیرہ وغیرہ ' اسمیں آگ لگادیتي ہیں -

اسوقت خوش قسمتي سے مغرب اقصی میں دونوں صورتیں جمع ہیں - تمام یورپ نے متفقہ طور پر اسلام کے خلاف صلیبي جہاد کا علم بلند کیا ہے " عمل " عمل کے مشابہہ ہوتا ہے' تعصب کا نتیجہ دوسرا تعصب ہے - یورپ کي اس علانیہ عداوت اسلام کے بے نقاب ہونے کے بعد سے ہر مخلص مسلم' یورپ اور اہل یورپ سے اتني نفرت کرتا ہے جتني کہ ایک یہودي ایک عیسائي سے -

فرانسیسي سیاست کا مقصود یہ ہے کہ مغرب اقصی سے اسلام مٹادیا جائے ' اور پھر کوشش یہ کہ جسقدر جلد سے جلد ممکن ہو -

تمام ملک میں اس گوشے سے اس گوشے تک آگ لگي ہوئي' ہے مائیں اپنے جگر کے ٹکڑوں کو بیویاں اپنے سرمایہ حیات و عیش شوہروں کو' بہنیں اپنے محبوب و عزیز بھائیوں کو ' اور بیٹیاں شفیق و سرپرست باپوں کو بھیج رہي ہیں' فرانسیسي حکومت پر ہر تھوڑے وقفے کے بعد زور و شور سے حملے ہو رہے ہیں - فرانسیسي فوج کے پاس اسلحہ بہتر سے بہتر' سامان جنگ وافر' غذا کي بہتات ' اور تازہ دم کمکوں کا سلسلہ' مگر یہ آگ اسکي بجھائے نہیں بجھتي -

انگلستان کو دعوی ہے کہ خود حریت پرست اور حریت پرستوں کا دوستدار' اس لیے اس سے ان عاشقان وطن کي معاونت کي توقع (اگر ہوتي تو) بیجا نہ تھي لیکن الامر ہهنا علي العکس ایکو دي پارس (صداے پیرس) کو نہایت موثق ذریعہ سے معلوم ہوا ہے کہ انگلستان اپني جبل الطارق کي فوج طنجہ بھیجنا چاہتا ہے - دول کے ساتھہ انگلستان کے جتنے معاہدے ہیں انکی رو سے انگلستان مجبور نہیں کہ حملہ یا مدافعت کے وقت انکي مدد فوج سے کرے پھر یہ ارسال فوج کیوں ؟ معلوم ' کیا انگریزي جہاز نے اپنے سامنے کریٹ سے علم اسلام نہیں اتروایا ؟ گلیڈ اسٹون کي تعلیم ...... اشتہار (مسلمان) نصرانیت کي راہ میں سنگ راہ .... قرآن سوزي .... عرض انگلستان اسلام نواز انگلستان (؟) حریت پرور انگلستان (؟) کے ہاتھہ حریت اور آزادي کے خون سے رنگین ہونگے - فاہ ا ثم آہ' للمسلمین لا یفقہون ! ولیت شعری ما ذا بعد ذلک ینظرون کاش خبر غلط ہو اور انگلستان اپنے ارادے سے باز آئے -

---

اطلاع

سنٹرل اسٹینڈنگ کمیٹی ال انڈیا محمدن ایجوکیشنل کانفرنس نے مسلمانان اگرہ کي دعوت کو کانفرنس کي آیندہ سالانہ اجلاس کي اگرہ میں منعقد کي جانیکے متعلق قبول کرلی ہے ' اسلیے کانفرنس کا سالانہ اجلاس بابت سنہ ۱۹۱۳ع بماہ دسمبر تعطیلات کرسمس میں بمقام اگرہ منعقد ہوگا -

خاکسار آفتاب احمد

انریري جائنٹ سکریٹري کانفرنس

اقتراعیات

گذشتہ مہینے میں اقتراعیات (سفریجیٹ یا حق انتخاب کا مطالبہ کرنے والیوں) نے انگلستان میں عجیب عجیب حرکتیں کیں:

سنٹ الکزر یونیورسٹی میں ہفتہ کی صبح کو آگ لگاسی - بہت سا سائنس کا سامان تھا جل گیا ' جسکا اندازہ پانسو پاونڈ لگایا جاتا ہے -

سنٹ جانس کے گرجے میں باجے کے کمرہ میں بہت سی دیا سلائیاں ' تیس گولی کے کارتوس ' تیل میں ترکیے ہوے چیتھڑے ' کاغذ وغیرہ جمع تھے' اور ایک فلیتہ دور تک چلا گیا تھا' اسکا ایک سرا روشن تھا - برمنگھم کی پولیس کو اطلاع ملی کہ برمنگھم کا پشتہ اڑایا جانے والا ہے - پانی کی طرف سے ایک سوراخ کھدا ہوا ملا ' اگر یہ سوراخ پورا کھود لیا جا تا ' تو گیارہ میل تک پانی پھیل جاتا -

سولی ہل میں ایک تباہ کن آگ گذشتہ جمعہ کو لگی - زمین پر دو پوسٹ کارڈ پڑے تھے جو جج فلیمور کے نام کے تھے - اس میں لکھا تھا کہ " یہ نہ سمجھو کہ تمہارا انصاف نہیں ہو گا " دوسرے طرف تھا " ہمارے ساتھیوں کو چھوڑ دو - عورتوں کے لیے ووٹ "

نازنینان لندن کی مردانگی

ایک اقتراعیہ نے بادشاہ کا گھوڑا روک لیا

کٹسی میرین اور کلارا جیون کو اس جرم میں ماخوذ کیا گیا ہے کہ انھوں نے ہرسٹ پارک کے تماشا گاہ مسابقت میں ۲۷ - جون کو آگ لگادی تھی' جس سے سات ہزار پونڈ کا نقصان ہوا - برمنگھم کے قریبی اسٹیشن (ہزسول) میں آگ لگاسی - عورتوں میں تو یہ مردانگی ہے' معلوم نہیں ہندوستانکے مردوں کی انوثیت کو کیا کہا جا ئیگا ؟

ہفتۂ جنگ ترکوں کے فاتحانہ حملے تمام یورپ کو مشوش کر رہے ہیں ' ہر ایک گورنمنٹ مصروف تشویش ہے' اور ہر ملک وقف اضطراب ہو گیا ہے کہ سالہا سال کی تدبیریں بے کار گئیں ' تثلیث کی پاک سرزمین سے توحید کے اخراج کلی کا منصوبہ ناکام ہی رہا' اور ہلال نے صلیب سے پھر اپنے مقبوضات واپس لے لیے - یونان ' سرویا ' رومانیا ' جبل اسود ' ان سب کو بلغاریا سے کاوش ہے ' اور ابھی تک اس کاوش کا اظہار توپ و تفنگ کی شرارہ باریوں سے ہو رہا ہے ' با ایں ہمہ ترکوں کے ساتھہ مخالفت میں سب متفق ہیں ' اور کسی کی یہ خواہش نہیں کہ ایڈریا نوپل کو دو بارہ ترکی جھنڈے کی حکومت نصیب ہو -

بخارسٹ میں امید ظاہر کی جاتی تھی کہ ایڈریا نوپل سے ترکوں کے اخراج کے لیے یورپ کی طاقتیں رومانیا سے درخواست کریںگی ' یورپ کی متعدد دار السلطنتوں میں اس ہفتے نہایت سنجیدگی کے ساتھہ بحث ہوتی رہی کہ آیا یہ ممکن ہے کہ ترکوں کے خلاف رومانی فوج کوچ کرے ' اور اس رحیل و ارتحال میں اسے کامیابی نصیب ہو؟ خود فرماں رواے رومانیا (شاہ چارلس) بھی کچھہ کم مضطرب نہیں - اُس نے سلطان روم کو ترکی پیشقدمی کی غیر موزونیت پر توجہ دلائی ' اور پھر ان تمام حکومتوں نے آپس کے اجماع سے فیصلہ کرلیا کہ ترکوں نے صوبۂ تھریس کو بلغاریوں سے واپس تو لے لیا ہے مگر اصل میں یہ متحدہ ریاستوں کا مال ہے ' ترکی سلطنت کو اس سے کچھہ تعلق نہیں -

قیصر صغیر (فرڈیننڈ والی بلغاریا) نے سفراے یورپ سے بیچی سلطنت زار نالی کی کہ سپاہ عثمانی تھریس و جمبولی کی سمت سے بلغاریا پر حملہ کرنے کو ہے - بالشتبہ ہلاک ہو رہے ہیں' گاؤں کے گاؤں جلائے جا چکے ہیں ' مقاصد للنفس پامال ہو رہا ہے ' پرانے ظالموں (ترکوں ') کی معاودت سے مظلوم بلغاری مسیحی بھاگے چلے جاتے ہیں ' یورپ اگر اور کچھہ نہیں کرسکتا تو بلغاریا کے خاص علاقے کو تو اس تاخت و تاراج سے بچالے' اور ترکوں کو مزید پیشقدمی سے روکدے -

آسٹریا بھی اپنے نیم سرکاری اخبار (ریش پوسٹ) کی زبان میں ان حملوں پر برہم ہے' جوعملی تہدید کررہی ہے ' روس تو علانیہ آمادۂ جنگ ہے ' اور باوجود اس کے کہ ۲۸ و ۲۹ - جولائی کی تار برقیاں صاف کہہ رہی ہیں کہ اندرون ملک کی بد نظمیاں روس کو مجبور کر رہی ہیں کہ ترکوں کے ساتھہ ستیز و آویز پر اپنی انتظامی اصلاح کو ترجیح دے - وہ جانتا ہے کہ ترکی پر دباو ڈالنے کی انتہائی تدبیریں بھی اگر اختیار کی جائیں جب بھی سودمند نہونگی - تمام یورپ کے جنگی بیڑے اگر ملکر بھی دردانیال کے سامنے بحری مظاہرہ کریں تب بھی کچھہ نتیجہ نہ نکلیگا - یوروپین کنسرٹ میں اتحاد بھی نہیں ہے ' ترکوں سے معرکہ آرائی کے لیے صرف دو ہی راہیں تھیں - ارمینیہ و ارزن الروم ' مگر اس کی حالت اتنی مخدوش ہے کہ خود وہ نہ ارمینیہ پر حملہ کرسکتا ہے ' نہ ارزن الروم (ارض روم) پر فوجیں بڑھا سکتا ہے ' پھر بھی یہ کیوں کر ممکن تھا کہ ہلال کو سربلند ہوتے دیکھکر صلیب کو پھانسی پر چڑھانے سے محفوظ رکھنے کے لیے حرکت مذبوحی بھی نہ کرے - ۳۱ - جولائی سنہ ۱۹۱۳ ع کو روس کا جنگی بیڑا بوغاز بوسفور (مدخل باسفورس) کے قریب پہونچ گیا اور جہاں تک ہو سکا ترکوں کو مرعوب کرنے کے لیے بحری نمایش کی تماشا گری میں چابکدستی کے جوہر دکھا تا رہا' ہنوز یہ مظاہرہ قائم ہے' اور ایک ہفتے سے دنیا دیکھہ رہی ہے کہ :

> آں ہمہ شعبدہ ہالے کہ کند روس ایں جا
>
> سامری پیش عصا و ید بیضا می کرد

انگلستان کو اگرچہ اپنی مسلمان رعایا کی ناراضی کا خیال پس و پیش میں ڈالے ہوے ہے' اور مقتدر انگریز مدبر (سر وایر ایلھبرچ) نے ۲۸ - جولائی سنہ ۱۹۱۳ع کے لندن ٹائمز میں انگریزی سلطنت کو متنبہ بھی کردیا ہے کہ " ایڈریا نوپل کے متعلق ترکی مطالبہ کی تائید و تصدیق میں کلام نہیں ' کم سے کم چھہ کرور مسلمانان ہندوستان ایسی علامتوں کے نمایاں ہونے کی توقع کررہے جن سے یہ معلوم ہوسکے کہ انگلستان ' دوسرے اسلامی ممالک سے نہ سہی مگر کم از کم اپنے پرانے دوست ٹرکی سے تو بے پروا نہیں ہے " یہ سب کچھہ ہے اور اس سے بھی زائد یہ ہے کہ " سفراے دول یورپ نے ۲۹ - جولائی کو خاص جلسے میں بحث و نظر و اخذ و رد کے بعد متحدہ و متفقہ انداز میں باب عالی کو ریپریزینٹیشن کرنے کی اصلی تجویز کردی ' اور نوٹ کے الفاظ پر باہم اتفاق نہ ہو سکا " لیکن اسلام نواز و مسلمان پرور انگلستان کے حوصلے اس سے بھی پست نہ ہوے - سفرا نے جداگانہ طور پر خط اینوس و میڈیا سے ترکی فوجیں واپس طلب کرنے کے لیے باب عالی سے فرداً فرداً تحریک کرنے کے لیے جو تجویز کی ہے اُس میں انگلستان بھی شامل ہے' اور وہ بھی نہایت پرزور لہجے میں احتجاج و انذار کا حق ادا کر رہا ہے - لیکن ترکوں پر کچھہ بھی اثر نہیں پڑا اور نہ انکے فاتحانہ عزم میں تزلزل کا خوف ہے -

۳ رمضان ۱۳۳۱ هجري

موعظة و ذكرى

(۱)

تذکار نزول قرآن

اسوة النبي صلى الله عليه و سلم

شهر رمضان الذي انزل فيه القران

يا ايها الذين امنوا كتب عليكم الصيام كما كتب على الذين من قبلكم لعلكم تتقون - (بقرہ)
شهر رمضان الذي انزل فيه القران هدى للناس و بينات من الهدى والفرقان' فمن شهد منكم الشهر فليصمه' و من كان مريضاً او على سفر فعدة من ايام أخر' يريد الله بكم اليسر ولا يريد بكم العسر ولتكملوا العدة و لتكبروا الله على ما هداكم و لعلكم تشكرون (بقرہ)

مسلمانو ! تم پر روزے اوسیطرح لکھے گئے جسطرح تم سے پہلی امتوں اور قوموں پر اس سے پہلے لکھے گئے تھے' تا کہ تقوی تم میں پیدا ہو -
ماہ رمضان وہ ہے جس میں قران اُترا' جو لوگوں کے لیے سرتا پا ہدایت ہے' جو ہدایت و تمیز حق و باطل کی نشانی ہے' پس جو اس مہینہ میں زندہ موجود رہے وہ روزے رکھے' اور جو مریض یا مسافر ہو وہ ان کے بدلے دوسرے دنوں میں پھر روزے رکھہ لے - خدا آسانی چاہتا ہے' سختی نہیں چاہتا' تا کہ تم روزوں کی تعداد پوری کرسکو - اور روزے اسلیے فرض ہوے کہ تم اس عطاے ہدایت پر خدا کی بڑائی کرو' اور شکر بجا لاؤ -

مکہ سے تین میل کی مسافت پر کوہ حراء واقع ہے' آج سے ۱۳۴۴ برس پہلے ایام رمضان میں جب سخت گرمی [۱] کے دن تھے' اور شدت حرارت سے ریگستان بطحاء کا ذرہ ذرہ تنور بن رہا تھا' اسی کوہ حراء کے ایک تیرہ و تاریک غار میں مادیات عالم سے ایک کنارہ کش انسان سر بزانو تھا -

وہ بھوکھا تھا' لیکن بھوکھا نہ تھا کہ اوسکے پاس کھانے کی وہ چیز تھی' جس کو کھا کر پھر انسان کبھی بھوکھا نہیں ہوتا - وہ پیاسا تھا لیکن پیاسا نہ تھا کہ اوسکے پاس پینے کی وہ چیز تھی جس کو پیکر پھر انسان کبھی پیاسا نہیں ہوتا - وہ تین تین چار چار دن کھانا پینا چھوڑ دیتا [۲] تھا - اوسکے جان نثار بھی اوسکی معیت میں کھانا پینا چھوڑ دیتے تھے' لیکن وہ اون کو منع کرتا تھا کہ :

ايكم مثلي' ابيت يطعمني ربي ويسقيني (رواه البخاري و مسلم في صحيحيهما)

تم میں کون میری طرح ہے' میں بھوکھا ہوتا ہوں تو میرا آقا مجھکو کھلا تا ہے' میں پیاسا ہوتا ہوں تو میرا آقا مجھکو پلاتا ہے (حدیث صحیح)

[۱] رمضان کے معنی شدت حرارت کے ہیں' اس سے اور دیگر اسماے مشہور کے قرینہ سے مستنبط ہوتا ہے کہ عرب میں قبل اسلام ناقص طور سے شمسی مہینے جاری تھے اس لیے رمضان گرمی کا مہینہ ہوگا -
[۲] صوم وصال -

کوہ حرا کا مقدس عزلت نشیں اسی طرح بھوکھا پیاسا سر بزانو تھا' کہ ایک نور [۱] بے کیف نے تیرہ و تار غار کو روشن کر دیا' وہ نور بے کیف کیا تھا ؟ ہدایت و فرقان کا ایک آفتاب تھا جو مطلع حظیرۃ القدس سے طلوع ہوکر اوسکے سینہ میں غروب [۲] ہوگیا - فانه نزله على قلبك (بقرہ) اور پھر اوسکے سینہ سے نکلکر تمام عالم کو اسکی شعاعوں نے روشن کر دیا - و ما ارسلنک الا رحمة للعالمين (بقرہ)

صیام رمضان

وہ آفتاب جسکا مطلع حظیرۃ القدس تھا' وہ آفتاب جسکا مغرب سینہ نبوی تھا' وہ آفتاب جس نے عالم کو منور کیا' قران مجید تھا' جو ماہ مقدس کی شب مبارک میں آسمان سے زمین پر نازل ہونا شروع ہوا - وہ کون سا ماہ مقدس تھا جس میں خدا کا کلام بندوں کو پہونچنا شروع ہوا ؟ وہ ماہ رمضان تھا :

شهر رمضان الذي انزل فيه القران' هدى للناس و بينات من الهدى و الفرقان' (بقرہ)

رمضان کا مہینہ وہ ہے جس میں قران اُترا' جو لوگوں کے لیے سرتا پا ہدایت ہے جو ہدایت و تمیز حق و باطل کی نشانی ہے'

پس ان ایام میں ہماری بھوکھ' ہماری پیاس' ہمارا مادیات عالم سے اجتناب' اس یادگار میں ہے کہ ہم تک جو خدا کا پیغام لایا وہ ان دنوں بھوکھا اور پیاسا تھا' اور وہ تمام لذائذ مادی سے مجتنب تھا -

فمن شهد منكم الشهر فليصمه (بقرہ)

پس جو اس مہینہ میں زندہ موجود ہو وہ روزے رکھے -

یہ اوسکا حال تھا جو کوہ فاران (۳) (کوہ حراء) کی چوٹی سے جلوہ گر ہوا تھا (محمد صلعم) لیکن وہ جو سینا سے آیا (موسی عم) وہ بھی تورات لینے کیلیے جب پہاڑ پر چڑھا تھا وہاں چالیس روز بدلی کے درمیان خداوند کے حضور رہا تھا (خروج ۴۰ - ۱۸) اسی طرح وہ بھی جو کوہ سعیر (کوہ زیتون) سے طلوع ہوا تھا (مسیح عم) اس سے پہلے کہ وہ خدا کی منادی شروع کرے جنگل میں چالیس روز دن رات بھوکا اور پیاسا رہا تھا (متی ۴ - ۲) پس ضرور تھا کہ وہ جو کوہ فاران سے جلوہ گر ہونے والا تھا' وہ بھی اس سے پہلے کہ دس ہزار قدوسیوں کے ساتھہ وہ آئے' اور اوس کے داہنے ہاتھہ میں آتشیں شریعت ہو' وہ خداوند کے حضور بھوکا اور پیاسا رہے' تا کہ جو لکھا گیا ہے وہ پورا ہو:

يا ايها الذين آمنوا كتب عليكم الصيام كما كتب على الذين من قبلكم (بقرہ)

مسلمانو ! تم پر روزہ اوسی طرح لکھا گیا ہے جس طرح تم سے پہلوں پر لکھا گیا تھا -

پس رمضان کی حقیقت کیا ہے ؟ وہ ماہ مقدس جس میں داعی اسلام حسب اتمام نوامیس نبوت' تحمل نزول قرآن کے لیے ضروریات مادیۂ عالم سے مستغنی رہا' اور اس لیے ضروری ہوا' کہ پیروان ملت اسلامیہ اور متبعین طریقت محمدیہ ان ایام میں ضروریات مادیۂ عالم سے مستغنی رہیں' کہ اوس توفیق و ہدایت کا شکریہ و ممنونیت اور اظہار اطاعت و عبودیت ہو جو اون کو اس ماہ مقدس میں عطا ہوئی -

[۱] وحي قران -
[۲] نزول قران کی ابتدا رمضان میں ہوئی' کما سیاتی -
[۳] اشارہ ہے تورات کی اس بشارت کیطرف : " خدا وند سینا سے آیا اور سعیر سے طلوع ہوا اور فاران کے پہاڑ سے جلوہ گر ہوا - دس ہزار قدوسیوں کے ساتھہ آیا - اور اوس کے داہنے ہاتھہ میں ایک آتشیں شریعت تھی [تورات' سفر التثنیہ ۳۳ - ۲]

شهر رمضان الذی انزل فیه القرآن هدی للناس و بینات من الهدی والفرقان فمن شهد منکم الشهر فلیصمه و من کان مریضاً اوعلی سفر فعدة من ایام آخر - یرید الله بکم الیسر ولا یرید بکم العسر و لتکملو العدة و لتکبرو الله علی ما هداکم و لعلکم تشکرون (بقره)

ماه رمضان وه هے جس میں قرآن اترا ' جو لوگوں کے لیے هدایت هے ' جو هدایت و تمیز حق و باطل کی نشانی هے ' پس جو اس مهینه میں زنده موجود هو وه روزے رکهے ' جو بیمار یا مسافر هو وه ان کے بدلے اور دنوں میں روزے رکهه لے ' خدا تمهارے ساتهه آسانی چاهتا هے سختی نهیں چاهتا ' تا که تم روزوں کی تعداد پوری کرسکو ' اور روزے کیوں فرض هوے ؟ اس لیے که تم خدا کی هدایت پر اوس کی بڑائی کرو ' اور شکر ادا کرو -

هم کو صاف بتا دیا گیا که مفروضیت صیام رمضان صرف اس لیے هے که هم اس عطاے ناموس فرقان وهدی (قرآن) پر خدا کا شکر بجا لائیں ' اور اوس کے نام کی تقدیس کریں ' پس کون مسلم هے جو خدا کے اس احسان اکبر اور نعمت عظیمه کے شکر کے لیے طیار نهیں ؟ اور اوس کی تقدیس کے لیے آماده نهیں ؟ اوس کی تقدیس و تمجید میں خود کو فراموش کرو ' اوس کے کلام کی عظمت کو یاد کرو ' جسنے تم جیسی زار و نزار و کمزور قوم کو اپنی تسلی سے قوی کیا ' جو پهر کبهی کمزور نهوگی ' جس نے ۱۳۳۴ - برس هوئے که توحید کی آگ تمهارے سینوں میں روشن کی جو پهر کبهی نهیں بجهیگی ' جس نے تمهارے سر پر تاج خیرالامم رکها ' جو کبهی نهیں اتر سکتا -

شب قدر

وه کون سی شب مبارک تهی جس میں خدا کا کلام روح پرور ' ایک انسان کے منه میں ڈالا گیا ؟ وه لیلة القدر یعنی عزت و حرمت کی رات تهی ' بے شک وه عزت وحرمت کی رات تهی ' وه رات تهی جو هزار مهینه سے بهتر تهی ' که اس میں خداوند کبریا هوا ' وه فرشتوں کی آمد کی رات تهی که آسمان کی باتیں زمین والوں کو سنائیں ' وه امن و سلامتی کی رات تهی که اوس میں دنیا کے لیے امن و سلامتی کا پیغام آترا :

انا انزلناه فی لیلة القدر ' وما ادراک ما لیلة القدر ؟ لیلة القدر خیر من الف شهر ' تنزل الملائکة والروح فیها باذن ربهم من کل امر ' سلام هی حتی مطلع الفجر ' (القدر)

هم نے قرآن کو عزت وحرمت والی رات میں نازل کیا ' اور هاں تمهیں کسنے بتایا که عزت و حرمت والی رات کیا هے ؟ وه رات جو هزار مهینه سے بهتر هے ' جس میں ارواح مقدسه اور فرشتے حکم خدا سے احکام لیکر نازل هوتے هیں اس رات میں طلوع صبح تک سلامتی هے -

وه شب کیا عجیب شب تهی ! دنیا عصیان و حق شناسی کی تاریکی میں مبتلا تهی ' دیو باطل کا تمام عالم پر استیلا تها ' توحید کا چهرا نورانی ' کفر و شرک کی ظلمت میں محجوب تها ' نیکیاں بدیوں سے شکست کها چکی تهیں ' دنیا کی تمام متمدن اور زبردست قومیں ' قوت الهی سے بغاوت کا اعلان کرچکی تهیں ' ایک نحیف و ضعیف قوم بحر احمر کے کنارے کے ریگستانوں پر ' غفلت و جهالت کے بستروں پر پڑی سو رهی تهی ' لیکن اس ظلمت کدا عالم میں صرف ایک گوشه تها جو روشن تها ' وه گوشه غار حراء کا گوشه تها ' اس بغاوت و طغیان عالم میں ایک شے تهی جو قوت الهی کے آگے اطاعت و تسلیم کے ساتهه سر بسجود تهی ' وه عزلت نشین حراء کی جبین مبارک تهی ' اور ایک هی قلب تها ' جو بیدار تها اور وه محمد رسول الله (صلعم) کا قلب اقدس تها -

یه کیا عجیب و غریب شب تهی جب قوموں کی قسمت کا فیصله هو رها تها ' جب جبابرۂ عالم کی تنبیه و تادیب کے لیے ایک نحیف و ضعیف قوم کا انتخاب هو رها تها ' جب نیکیوں کا لشکر در بارۂ مقابله کے لیے آراسته کیا جا رها تها ' اور اوس کی سر عسکری کے لیے وه وجود اقدس منتخب هو رها تها جو حراء کے غیر مصنوع حجرا میں بیدار اور سربسجود تها ' اور رحمت کے محافظ فرشتے اس کے رد گرد صف بسته تهے -

انا انزلناه فی لیلة مبارکة انا کنا منذرین ' فیها یفرق کل امر حکیم ' امراً من عندنا انا کنا مرسلین ' رحمة من ربک انه هو السمیع العلیم (الدخان)

هم نے اس کتاب مبین کو ایک مبارک شب میں اتارا که همیں انسانوں کو ڈرانا تها ' وه مبارک شب جس میں پر از حکمت امور کا همارے حکم سے فیصله کیا جاتا هے ' انسانوں کے پاس اپنی رحمت سے ایک رهنما بهیجنا تها ' کیوں که هم پکارنے والوں کی دعائیں سنتے هیں اور دنیا کے ذره ذره کا حال جانتے هیں -

پس یه وه شب هے جس میں اقوام عالم کی قسمتوں کا فیصله هو ' یه وه شب هے ' جس میں برکات ربانی کی هم پر سب سے پہلی بارش هوئی ' یه وه شب هے جب اوس سینه میں جو خزینۂ نبوت تها کلام الهی کے اسرار سب سے پہلے منکشف هوے ' اور رحمتهاے آسمانی نے زمین میں نزول کیا ' پس هر مسلم کا فرض هے که وه اس لیلۂ مبارکه میں رحمتوں کا طالب هو ' اور اوس رحمان و رحیم هستی کے آگے سر نیاز خم کرے ' جبین پر معاصی کو زمین پر عجز و خاکساری سے رکهے ' اور بعد خضوع و خشوع دست تضرع دراز کرے ' که خدایا :

آمن الرسول بما انزل الیه من ربه و المومنون ' کل آمن بالله و ملائکته و کتبه و رسله ' لا نفرق بین احد من رسله ' و قالوا : سمعنا و اطعنا غفرانک ربنا و الیک المصیر ' لا یکلف الله نفساً الا وسعها ' لها ما کسبت و علیها ما اکتسبت ' ربنا لا تواخذنا ان نسینا او اخطأنا ' ربنا ولا تحمل علینا اصرا کما حملته علی الذین من قبلنا ربنا ولا تحملنا مالا طاقة لنا به ' و اعف عنا ' و اغفرلنا ' و ارحمنا ' انت مولانا فانصرنا علی القوم الکافرین (بقره)

رسول جو کچهه اوس پر نازل هوا اوس پر ایمان لایا اور اهل ایمان بهی ' ایمان لائے ' سب خدا پر ' اوس کے فرشتوں پر ' اوس کے کتابوں پر ' اوس کے رسولوں پر ایمان لائے اور پکار اٹهے : پروردگارا تیری باتیں سنیں ' تیری اطاعت کا عهد کیا ' اب تیری مغفرت کے طالب هیں ' اور تو هی همارا مرجع هے ' کسی کو تو اوس کی قوت سے زیاده حکم نهیں دیتا ' اور خیر و شر سب انسان کی کمائی هے ' پس اے پروردگارا اگر هم سے بهول هو یا کوئی خطا هو تو مواخذه نه کر ' پروردگارا هم سے پہلوں کی طرح همکو گراں بار نه بنا پروردگارا هماری طاقت سے زیاده همکو بوجهه نه دے ' همیں معاف کر ' همارے گناه بخش ' هم پر اے همارے آقا ' رحم فرما ' اور کفار پر همیں غلبه نصیب کر -

اعتکاف

مسلمان ان ایام میں مساجد کے گوشوں میں عزلت نشین (معتکف) هوتے هیں ' که غار حراء کا گوشه نشین بهی ان دنوں

عزلت نشین تھا - مسلمان ایام اعتکاف میں اوس متکلم ازلی کے سوا جو ان راتوں میں معتکف حراء سے گویا ہوا تھا ' کسی سے نہیں بولتے کہ ایسا ہی اوسنے بھی کیا تھا جسکے منہہ میں اوس متکلم ازلی نے اپنی بولی ڈالی جب وہ حراء کے ایک گوشہ میں سربزانو معتکف تھا -

پس ہر مسلم آبادی میں چند نفوس مسلم کے لیے ضروری ہے کہ اواخر عشرۂ رمضان میں مسجد کے ایک گوشہ میں شب و روز مصروف اتباع نبوی ' تلاوت کتاب عزیز ' تفکر خلق سماوات و ارض ' ذکر نعم الہی ' تذکر اسماے حسنی ' اور تحمید و تسلیم و اداے صلوات میں اسطرح بسر کریں کہ ان اوقات معدودہ کا کوئی لمحہ تذکر و تفکر سے خالی نہو تاکہ ان اشخاص مقدسہ کا جلوہ اوس کی آنکھوں میں پھر جاے -

الذین یذکرون اللہ قیاماً و قعوداً و علی جنوبہم ' (آل عمران)	جو ہمیشہ اٹھتے بیٹھتے لیٹتے خدا کو یاد کرتے ہیں '
الذین اذا ذکروا بہا خروا سجداً و سبحوا بحمد ربہم و ہم لا یستکبرون ' تتجافی جنوبہم عن المضاجع ' یدعون ربہم خوفاً و طمعاً ' (سجدہ)	وہ جو ' قران کی آیتیں جب اونکو یاد دلائی جاتی ہیں تو وہ سجدہ میں گرپڑتے ہیں ' اور خضوع و خشوع کے ساتھہ اپنے رب کی حمد و ثنا کرتے ہیں ' اونکے پہلو راتوں کو بستر سے الگ رہتے ہیں ' اور وہ امید و بیم کے ساتھہ خدا سے دعائیں کرتے ہیں -
رجال لا تلہیہم تجارۃ ولا بیع عن ذکر اللہ	جنکو خرید و فروخت وغیرہ دنیاوی اشغال ذکر خدا سے غافل نہیں کرتے -

اسماعیل و ابراہیم (علیہما السلام) کی سب سے پہلی مسجد جن اغراض کے لیے تعمیر ہوئی ' اون میں ایک غرض یہ بھی تھی کہ وہ عزلت گزینان عبادت گذار کا مسکن ہو -

و عہدنا الی ابراہیم و اسماعیل ان طہرا بیتی للطائفین و العاکفین والرکع السجود ' (بقرہ)	ہم نے ابراہیم و اسماعیل سے عہد لیا کہ وہ میرے گھر کو طواف ' اعتکاف ' رکوع اور سجود کرنے والوں کے لیے پاک رکھیں -

پس اے فرزندان اسماعیل و ابراہیم ' اپنے باپ کے عہد کو یاد کرو اور جس گھر کو رکوع و سجود کے لیے پاک رکھتے ہو ' اسے اعتکاف کے لیے بھی پاک رکھو کہ تمہارے باپ اسماعیل و ابراہیم کا عہد خداوند کے حضور جھوٹا نہ ہو -

قیام رمضان

کیا عجیب وہ جوش محویت ہے جب مسلمان دن بہر کی بہوکھہ اور پیاس کے بعد رات کو خدا کی یاد کے لیے کھڑے ہو جاتے ہیں ' اللہ ! اللہ !! وہ تکلیف جو راحت قلبی کا باعث ہو ' معتکف حراء بھی اسی طرح خدا کی یاد کے لیے رات بھر کھڑا رہتا تھا ' یہاں تک کہ اوسکے پاؤں میں ورم آ جاتا تھا کہ خدا کی ہدایت کا شکریہ بجا لاے -

پس شب کو جب عالم سنسان ہے ' اور دنیا کا ذرہ ذرہ خاموش اور محو خواب شیریں ہے ' آؤ شیفتگان سنت محمدیہ ! کہ ماہ مقدس آیا ' ہم اپنے بستروں کو خالی کریں ' خدا کی تقدیس میں مشغول ہوں ' اور اوسکی حمد و ثنا کریں جسنے اس ظلمت کدۂ عالم میں صرف ہم کو ایک ایسا چراغ بخشا ' جس سے ہمارے قلوب منور ہونگے -

سبحان ذي الملك والملكوت سبحان ذي العزة والعظمة والهيبة والقدرة والكبرياء والجبروت ' سبحان الملك الحي الذي لا ينام ولا يموت ابداً ابداً ' سبوح قدوس ' ربنا ورب الملائكة والروح	تقدس ہو حکومت و شہنشاہی والے کی ' تقدیس ہو عزت ' عظمت ' ہیبت ' قدرت ' کبریائی اور جبروت والے کی ' تقدیس ہو اوس زندہ بادشاہ کی جو نہ کبھی سوتا ہے اور نہ کبھی مرتا ' پاک ' قدوس ' ہمارا آقا ' اور تمام فرشتوں اور روحوں کا آقا -

(۲)
حقیقت صوم

ہم نے مقالۂ سابقہ میں بتایا ہے کہ ماہ صیام کی اصل حقیقت نزول قرآن کی یادگار و تذکار اور حامل قرآن علیہ الصلوۃ والسلام کے اسوۂ حسنہ اور سنت مستحسنہ کی اتباع و تقلید ہے ' کہ ان ایام میں آپ اسی طرح غار حراء میں قیام فرما تے اور اسی اثناے ایام میں وہ نامۂ خیر و برکت اور دستور ہدایت و قرآن ہمیں عنایت ہوا ' جس سے ہم نے جسم کی زندگی اور روح کی تسلی پائی - پس یہ یوم اکبر یعنی یوم نزول قرآن ' جو لیلۃ القدر ہے ' اسلام کی عید اکبر ہے ' اور حق ہے کہ تمام بندگان اسلام اور شیفتگان اسوۂ محمدیہ ان ایام مقدسہ میں وہ زندگی بسر کریں جو قرآن کا مطالب اور حامل قرآن کا نمونہ ہو -

قرآن مجید نے حکم صیام کے موقع پر جیسا کہ آیات سر عنوان میں مذکور ہے ' ہمکو صوم کے تین نتائج کی اطلاع دی ہے -

لعلکم تتقون '	تاکہ تم متقی ہو '
لتکبروا اللہ علی ما ہداکم '	تاکہ تم اس عطاے ہدایت پر خدا کی تکبیر و تقدیس کرو '
و لعلکم تشکرون '	تاکہ تم اس نزول خیر و برکت اور اس عطاے قرآن پر خدا کا شکر بجا لاؤ '

اس سے ثابت ہوا کہ صوم کی حقیقت تین اجزء سے مرکب ہے ' اتقاء ' تکبیر و تقدیس ' اور حمد و شکر ' پس جسطرح حقیقت مرکبہ کا وجود عین اجزاء کا وجود ہے کہ بغیر وجود اجزاء حقیقت معدوم ' اسیطرح ' صوم بغیر وجود اجزاے ثلاثہ مذکورہ معدوم و مفقود ہے -

اعمال انسانیہ کا وجود حقیقی اون کے نتائج و آثار کا وجود ہے ' اگر نتائج و آثار وجود پذیر نہوئے ' تو نہ سمجھو کہ اون اعمال کا وجود تھا ' اگر ہم دوڑتے ہیں ' کہ مسافت قطع اور منزل قریب ہو ' لیکن ہم بھٹک کر دوسرے راستے پر جا پڑتے ہیں ' جس سے ہماری مسافت دور تر اور منزل بعید تر ہوتی جاتی ہے تو ہماری سعی لا حاصل اور ہماری تگا پو عبث ہے ' اگر ایک طبیب اپنے مریض کے لیے ایک دوا تجویز کرتا ہے ' لیکن جس فائدہ کے مترتب ہونے کی امید کرتا ہے وہ مترتب نہیں ہوتا ' تو یہ نہ سمجھو کہ طبیب نے دوا تجویز کی اور نہ کہو کہ مریض نے دوا کہائی -

پس صیام جو ہمارا علاج روحانی ہے اگر اوس سے شفاے روحانی نہ حاصل ہو ' تو حقیقت میں وہ صیام نہیں فاقہ ہے اور ایسے صائم اور روزہ دار ' جن کے صوم میں اتقا ' تقدیس اور شکر کے عناصر ثلاثہ نہیں ' وہ فاقہ کش ہیں ' جن کی تشنگی اور گرسنگی ایک پھول ہے جس میں رنگ و بو نہیں ' ایک گوہر ہے جس میں آب نہیں ' ایک آئینہ ہے جس میں جوہر نہیں ' اور ایک جسم ہے جس میں روح نہیں ' اور کون نہیں جانتا کہ ایک گل بے رنگ و بو ' ایک گوہر بے آب ' ایک آئینہ بے جوہر ' ایک جسم بے روح ' بے حقیقت ہستیاں ہیں جنکی کوئی قدر و قیمت

نہیں - آنحضرت نے اسی نکتہ کی طرف اشارہ کیا ہے جہاں فرمایا ہے :

رب صائم لیس لہ من صیامہ الا الجوع ' و رب قائم لیس لہ من قیامہ الا السہر (رواہ ابن ماجہ)

کتنے روزہ دار ہیں ' جن کو روزہ سے بجز گرسنگی کچھہ حاصل نہیں ' اور کتنے تہجد گذار ہیں جنکی نماز تہجد سے بیداری کے سوا کچھہ فائدہ نہیں -

یہ کون لوگ ہیں ؟ یہ وہ لوگ ہیں جنکے جسم نے روزہ رکھا ' لیکن دل نے روزہ نہیں رکھا ' اونکی زبان پیاسی تھی لیکن دل پیاسا نہ تھا ' پس رحمت کا کوثر انکے لیے نہیں کہ پیاسے نہ تھے -

ہماری تقسیمات اوقات زندگی کی سب سے بڑی اور طویل تقسیم خود ہماری عمر اور سب سے مختصر لحظہ ہے - ہمارے لیے ہر لحظہ ایمان باللہ بما جاء الرسول ' ہر روز پانچ بار سجدۂ نیاز ' ہر ہفتہ نماز جمعہ ' ہر سال صیام رمضان و زکوۃ اور عمر میں ایک بار زیارت مسجد خلیل و اداے نماز ابراہیمی فرض ہے -

ہمارا سالانہ فرض دو ہے ' ایک جسمانی اور ایک مالی ' فریضۂ مالی (زکوۃ) محدود باوقات مخصوصہ نہیں ہے ' لیکن ہمارا فریضۂ جسمانی محدود باوقات ہے کہ پہلے سے خدا کی مسکین مخلوق ہر ساعت اور ہر حالت متمتع ہوتی رہے ' اور دوسرے سے وہ عام یکرنگی اور اظہار اجتماع و وحدت قلوب و اجسام متصور ہے ' جو ہر روز مساجد میں ' اور ہر سال ہر شہر کے کوچۂ و بازار او رگھروں میں اور عمر میں ایک بار کوہ فاران کے دامن میں نظر آتی ہے -

پس ہمارے سال کا ایک مہینہ ہماری زندگی کا ایک ایسا حصہ ہونا چاہیے ' جو تنزہ جسم اور طہارت قلب کا کامل نمونہ ہو ' تاکہ ہمارا کامل سال منزہ اور طاہر ہو ' اور اسطرح ہماری کامل زندگی منزہ اور طاہر ہو ' اسی لیے آنحضرت نے فرمایا ہے :

من صام رمضان ایماناً و احتساباً غفرلہ ما تقدم من ذنبہ (رواہ البخاری)

جس نے رمضان کے روزے ایمان اور احتساب (نیکی) کے ساتھہ رکھے ' اوسکے اگلے گناہ معاف ہوے -

گناہوں کی معافی اور مغفرت کا حصول ' تمام اعمال انسانیہ کا مقصود وحید اور تمام نیکیوں اور برکتوں کا اساس کار ہے ' لیکن کیا جس نے حصول مغفرت اور گناہوں کی معافی کی امید دلائی اس نے یہ نہیں بتایا ہے ' کہ وہ مشروط بایمان و احتساب ہے ؟

ایمان و احتساب کیا شے ہے ؟ حقیقت صوم کے وہی عناصر ثلاثہ ہیں جن کی طرف کتاب عزیز نے اشارہ کیا ہے - یعنی اتقاء ' تقدیس و تکبیر اور حمد و شکر -

اتقا کے لغوی معنی " کسی چیز سے بچنے " کے ہیں ' لیکن اسلام کی اصطلاح میں " اتقا " کے کیا معنی ہیں ؟ " تمام دنیاوی آلایشوں سے ' تمام انسانی کمزوریوں سے ' تمام جسمانی خواہشوں سے اور تمام نفسانی نجاستوں سے جسم و روح کا محفوظ رکھنا " یہی حقیقت و ماہیت صوم ہے ' جس کے ساتھہ ساتھہ دل سے تقدیس و تکبیر کی صداے غیر محسوس اور زبان سے حمد و شکر کی آواز جہر بلند ہونی چاہیے ' تاکہ معتکف حراء کے اسوۂ حسنہ کا کامل اتباع ہو -

تم سمجھتے ہو کہ آلودگی گناہ ' آلائش ہوس ' اور ارتکاب عصیان و نجاسات نفسانی ' ناقض صوم نہیں ' ممکن ہے کہ جسم کا روزہ نہ ٹوٹتا ہو ' لیکن دل کا روزہ تو ضرور ٹوٹ جاتا ہے ' اور جب دل ٹوٹا تو جسم میں کیا رکھا ہے ؟ :

الصائم فی عبادۃ من حین یصبح الی ان یمسی مالم یغتب ' فاذا اغتاب خرق صومہ (رواہ الدیلمی)

روزہ دار صبح سے شام تک عبادت خدا میں ہے جب تک کسی کی برائی نکرے ' اور جب وہ برائی کرتا ہے ' تو اپنے روزہ کو پھاڑ ڈالتا ہے -

تم سمجھتے ہو کہ بغاوت نفس ' اطاعت ہوس اور عمل شر ' منافی صوم نہیں ' لیکن میں تمہیں سچا سمجھوں یا اوس کو (یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو) جو کہتا ہے :

لیس الصیام من الاکل والشرب انما الصیام من اللغو و الرفث (رواہ الحاکم فی المستدرک و البیہقی فی السنن)

روزہ کھانے پینے سے پرہیز کا نام نہیں ہے بلکہ لغو وعمل شر سے پرہیز کا نام ہے -

کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ قول زور ' عمل بد ' اور طغیان قلب مضر صحت صوم نہیں ؟ لیکن میں کیا کروں کہ مخبر صادق کی وہ آواز سنتا ہوں ' جس کی میں تکذیب نہیں کرسکتا :

من لم یدع قول الزور و الجہل و العمل بہ فلا حاجۃ للہ ان یدع طعامہ و شرابہ (رواہ البخاری و الترمذی و النسائی و ابن ماجۃ و اللفظ لہ)

جو حالت صوم میں کذب و زور اور جہالت کے کام کو نہیں چھوڑتا تو خدا کو کوئی ضرورت نہیں کہ روزہ دار اوسکے لیے بیکار اپنا کھانا پینا چھوڑے '

پس اچھی طرح سمجھہ لو کہ صوم کی حقیقت کیا ہے ' وہ ایک حالت ملکوتی کے ظہور کا نام ہے - صائم کا جسم انسان ہوتا ہے لیکن اوسکی روح فرشتوں کی زندگی بسر کرتی ہے ' جو نہ کھاتے اور نہ پیتے ہیں وہ تمام مادیات عالم سے پاک اور ضروریات دنیاوی سے منزہ ہیں - ان کی زندگی کا فقط ایک مقصد ہوتا ہے ' اطاعت اوامر الہی ' ایسے صائم نہ کھاتا ہے نہ پیتا ہے - وہ مادیات سے پاک اور ضروریات دنیاوی سے منزہ رہنے کی ' جہانتک اوس کی خلقت و فطرت اجازت دیتی ہے ' کوشش کرتا ہے -

صائم مجسم نیکی ہے ' وہ کسی کی غیبت نہیں کرتا ' وہ کسی کو برا نہیں کہتا ' وہ کسی سے جہالت نہیں کرتا ' وہ بدی کا بدلہ نیکی سے دیتا ہے وہ اوس کا امتثال امر کرتا ہے جو کہتا ہے ' (یعنی آنحضرت صلعم) :

اذا کان یوم صوم احدکم فلا یرفث ولا یصخب فان سابہ احد او قاتلہ فلیقل انی امرؤ صائم (رواہ البخاری)

تم میں سے جب کسی کے روزے کا دن ہو تو نہ بد گوئی کرے نہ شور و غل کرے اگر کوئی اوسے برا کہے یا اوس سے آمادۂ شمشیرزنی ہو تو کہدے میں روزے سے ہوں

اللہ اکبر ! وہ ہستیاں کہاں ہیں ؟ جو تلوار کا وار روزہ کی سپر پر روکتی ہیں ' روزہ سپر ہے ' بے شبہ سپر ہے ' وہ آخرت میں حملۂ جہنم سے بچاتا ہے ' اور دنیا میں بغاوت نفس سے بچاتا ہے ' طغیان ہونے سے بچاتا ہے ' اور خبث عمل سے بچاتا ہے ' کیونکہ روزہ کی جزا خود خدا ہے ' اور وہ خیر محض اور نیکی خالص ہے -

قال رسول اللہ صلعم : قال اللہ تعالی کل عمل ابن آدم لہ الا الصیام فانہ لی و انا اجزی بہ و الصیام جنۃ - (رواہ البخاری)

حدیث قدسی ہے کہ خدا نے فرمایا انسان کا تمام عمل اس کے لیے ہے ' لیکن روزہ میرے لیے ہے میں اوسکی جزا ہوں اور روزہ سپر ہے '

پس مبارک ہے وہ جو اس سپر کو لیکر کارزار اعمال میں آتا ہے ' کہ وہ حملۂ نفس سے زخمی نہوگا ' مبارک ہے وہ جو ان ایام میں بھوکھا رہتا ہے کہ وہ آسودہ ہوگا ' مبارک ہے وہ جو ان ایام میں پیاسا رہتا ہے کہ وہ سیراب ہوگا - سبوح قدوس ربنا و رب الملئکۃ والروح -

افسانۂ عجم

ہمدردی کی نمایش

مظالم بلقان کی یاد فراموش کرنے والی پالیسی

۲۸ - جولائی سنہ ۱۹۱۳ ع کو مجلس شورای برطانیہ کے دیوان خاص میں ایران اور تبت پر کاغذات کی تحریک کرتے ہوے جنوب ایران میں فوضویت (انارکی) کا مقابلہ شمال ایران کے انتظام سے کیا گیا جسکی وجہ ١٧٥٠٠ - روسی فوج کی موجودگی ہے -

لارڈ کرزن نے سوال کیا کہ کیا موخرالذکر کی تعداد قانون اور انتظام کی ضرورت سے زیادہ نہیں کیا ؟ اس نے انگریزی روسی عہد نامہ کی روح کو نہیں توڑا ؟ کیا یہ ایران کی مسلسل خود مختاری کے دعوے کے خلاف نہیں جسکا ہم اعلان کیا کرتے ہیں ؟

انہوں نے اس امر کو مشکوک سمجھا کہ ایران میں فوج کی روانگی تجارتی سڑکوں کی حفاظت کی اس طول پالیسی کا بقا یا تھی جس سے گورنمنٹ جھجکتی تھی - انہوں نے آزادی کے ساتھ فوج کی واپسی پر گورنمنٹ کو مبارک باد دی - انہوں نے پوری آزادی کے ساتھ کپتان ایکفرڈ کے انتقام کے لیے مہم کی روانگی کی مخالفت کی ' جو غالباً فوجی قبضہ کی طرف رہنمائی کریگی ' اور اگر قاتل بغیر سزایاب ہوے نکلیگا تو برطانی اثر (پرسٹیج) کو ایک خوفناک ضرب لگیگی -

جنوب ایران میں اگر ہم کو قانون اور انتظام کو خود اپنے ہاتھ میں لینا نہیں ہے تو ایک ایسی پالیسی کا اختیار کرنا ناگزیر ہوگا جو اسباب کو دفع کر کے اس قسم کے افسانہاے غم کے دوبارہ وقوع کو روک دے -

لارڈ کرزن نے سویڈن کے افسران جندرمہ کی تعریف کی لیکن کہا کہ اس قسم کے جاندرمہ جو کچھ کر سکتے ہیں وہ یہ ہے کہ صرف چند تجارتی سڑکوں کو محفوظ رکھیں - جنوب ایران میں جس چیز کی ضرورت ہے وہ یہ ہے کہ مالگذاری کی تحصیل ' ملک کی نگرانی ' اور فسادی قبائل کی سرزنش کے لیے ایرانی گورنر جنرل کے ہاتھہ میں ایک فوج ہو -

مالیات کی طرف متوجہ ہوتے ہوے لارڈ کرزن نے کہا کہ سر ایڈورڈ گرے نے گورنمنٹ کی پالیسی کو ایک غیر محدود صبر کی پالیسی کی حیثیت سے بیان کیا ہے -

یہ پالیسی غیر محدود ادائگیوں کی ایک پالیسی بھی ہے -

ہم ایک چھلنی میں روپیہ ڈال رہے ہیں ' یہ ایک سامان پالیسی ہے ' اور ہم کو چاہیے کہ علاج کے بھٹکنے سے پہلے گہرے طور پر اسباب کو دیکھیں -

لارڈ کرزن نے کہا کہ معلوم ہوتا ہے گورنمنٹ بے طرف حصے کی سیاسی اور تجارتی اہمیت کو بھولگئی ' یہ سلسلہ جاری رہنا نا ممکن ہے کہ جب موافق ہو تو برطانی حقوق ثابت کیے جائیں ' اور جب موافق نہ ہو تو برطانی ذمہ داریوں سے انکار کیا جائے - گورنمنٹ کو یہ ماننا چاہیے کہ حالت بدلگئی ہے اور جب تک کہ بے طرف حلقہ لاطرفدار ہے اسوقت تک ان کو یہ حق نہیں کہ وہ برطانی روپیہ برساتے رہیں ' جیسا کہ وہ کر رہے ہیں - ہم کو چاہیے کہ ایرانی حکومت کے با اختیار اشخاص کی مدد کریں - نہ صرف ایک حصہ میں بلکہ تمام ملک میں ' اور دوبارہ انتظام قائم کرنے کے لیے فوج جمع کرنے میں مدد دیں -

بے طرف حلقے میں ریلوے کے متعلق ہم کو مضبوطی کے ساتھہ ایک پالیسی کی پیروی کرنا چاہیے - لارڈ کرزن نے اعلان کیا کہ ہم کو طے کر لینا چاہیے کہ انگریزی روسی عہد نامہ ایک غلطی تھی ' اگرچہ انہوں نے یہ تجویز نہیں کی کہ گورنمنٹ کو روس کے پیچھے پیچھے چلنا چاہیے ' بلکہ یہ تجویز کی کہ روس کے ساتھہ ملکر کام کرنا چاہیے ' اور پالیسی کو واقعات پر ترتیب دینا چاہیے -

لارڈ مارلے نے اس امر سے انکار کیا کہ مادی طور پر ایران کی حالت اب اس سے بدتر ہے جیسی کہ انگریزی روسی معاہدہ سے پہلے تھی -

گورنمنٹ کی پالیسی کا خاکہ جو کہ اسی طرح مخالف جماعت کی بھی پالیسی ہے جسطرح کہ وہ گورنمنٹ کی ہے اور جس کے متعلق ان کو یقین نہیں کہ کوئی دوسری گورنمنٹ اسکو چھوڑیگی ' انہوں نے سات دفعات میں کھینچنا چاہا -

(١) انگریزی روسی معاہدے کی محافظت ' روح اور الفاظ دونوں میں -

(٢) ایران کی خود مختاری کی محافظت اور اسکی تقسیم یا اقتصادی ' انتظامی یا سیاسی طور پر تقسیم کے قریب آنے سے بچنا -

(٣) ایران کی بہبود کا خیال -

(٤) کسی قسم کی آئینی حکومت کی مدد کرنا -

(٥) مشورہ ' توجہ ' یا ہر ایسی مدد سے جسکو گورنمنٹ دینا مناسب سمجھے ایران کی مضطرب حالت کو ہموار کرنے کے موقع کو ضائع نہ کرنا -

(٦) روپیہ یا دیگر ذرائع سے ایران کو جنوبی سڑکوں پر دوبارہ انتظام قائم کرنے کے قابل بنانا -

(٧) اور جنوبی ایران میں مہم بھیجنے کی پالیسی میں اپنے آپ کو الجھنے سے بچانا -

لارڈ مورلے نے کہا کہ وہ ایک اتھوڑن کے اضافہ کرنے کی طرف مائل تھے - یعنے انکو ایسے پوزیشن میں مدغوم ہونے سے باخبر رہنا چاہیے جو مسلمانان ہندوستان کی راے اور انکے خیالات کو ناراض کریگا - اسوقت تمام دنیا کے مسلمانوں میں اسلامی آزادی پر نازل ہونے والی بدقسمتی کی وجہ سے ایک ایسا احساس غم ہے جو خطرناک ہو سکتا ہے - اگر مسلمانان ہندوستان کا یہ احساس ایران کی دوبارہ ساخت میں کسی غیر دوستانہ یا بظاہر غیر دوستانہ کارروائی کی وجہ سے مستحکم ہوگیا تو گو کھلی ہوئی بغاوت نہو مگر تاہم یہ امور وفاداری اور نیک نیتی کے سرمایہ کو جو ہندوستان کے مسلمانوں میں موجود ہے آہستہ آہستہ خاموشی کے ساتھہ کم کرنے والے ہونگے -

تجارت ایک معقول مقدار میں ایران کے ساتھہ ہو رہی ہے - مارچ کی رپورٹ دکھاتی ہے کہ شیراز کے شمال کی طرف عموماً سڑکوں کی حالت اطمینان بخش رہی - سہ ماہی کی جنوبی چنگی کی رسیدیں سنہ ١٩١٢ ع کی اسی سہ ماہی کی رسیدوں کی نسبت ١٠ - ہزار پاونڈ زیادہ ہیں -

لارڈ کرزن نے روسی سڑکوں کی تصویر بہت ہی طرفدارانہ کھینچی ہے ' کیونکہ تمام شمالی علاقہ میں انتظام کسی طرح بھی محفوظ نہ تھا - روس باطوم اور طہران کے مابین ریل کے مسئلہ پر بالکل دوستانہ طور پر نکتہ رگو کر رہا تھا - اسوقت طہران سے آگے کسی لائن کی خواہش نہیں -

بے طرف حصے کو توڑ دینے اور اسمیں ایران کو خود مختار کر دینے کے مشورہ کی بابت لارڈ مورلے کو جو کچھہ کہنا تھا وہ یہ تھا کہ برطانیہ اور روس دونوں کامل اتفاق کے ساتھہ کام کر رہے ہیں ' اور اس حصے کی حالت میں کسی قسم کے تقرر پر بحث کی جانے والی نہیں ہے -

مصـــر اور قبـــرص

از ایس - ام - اے - صدیقی

اس کے پہلے جو خدشہ مجھکو معاہدۂ خلیج فارس سے انگریزوں کے عرب پر اقتدار پانے کا ہوا تھا وہ اگرچہ ایک حد تک بجا ہے - مگر شاید قبل از وقت تھا ' اب سنا جاتا ہے کہ کویت پر انگریزوں نے ترکی سیادت کو تسلیم کرلیا ہے ' اگرچہ عمال بحرین و جزیرہ نماے القطر کو ترکوں کے اثر سے نکالنے میں کامیاب ہوگئے ' مگر میرے خیال میں خواہ انگریزوں کا اثر ایک حد تک بحر عمان پر قائم ہوجائے ' لیکن بفضلہ نواح عرب اور اس کے شمول کے صوبے ابھی تک ترکوں کے قبضۂ اقتدار میں ہیں ' اور انگریزوں سے یہ امید نہیں کہ وہ اٹلی کی طرح بے محابا ان صوبوں کو ترکوں سے چھین لینے کی کوشش کرکے ہندوستان کے مسلمانوں کو اپنے برخلاف کرلیں گے - گو اس میں شک نہیں کہ انگریز عموماً عرب پر اور خصوصاً حجاز پر اپنا اقتدار قائم کرنا چاہتے ہیں ' اور ایک خاص حکمت عملی سے اس کام کو حد انجام تک پہونچانے کی فکر میں ہیں - مسٹر اسکاون بلنٹ کی کتاب فیوچر آف اسلام سے اس بات کا بخوبی پتہ چلتا ہے - وہ چاہتے ہیں کہ ترکوں سے عام مسلمانوں کا دل پھیر کر انگلستان کی امن پسندی اور انصاف پرستی کا روشن پہلو دکھالیں' اور پھر ناصح مشفق بن کر مسلمانوں کو صلاح دیں کہ ظالم اور لامذہب ترک (جو حاجیوں کے لیے بڑی تکلیفوں کا باعث ہیں) اُن کے بجاے شاہ انگلستان کو خادم الحرمین اور خلیفۃ المسلمین سمجھا جائے' جو حجاز کی حکومت ایک مدتی سے شرفاے مکہ کے اقتدار میں قائم رہنے دیں گے - اس سے بھی خطرناک وہ تجویز ہے جس کے رو سے خدیو مصر کو شام و حجاز کا ملک دلانے کی کوشش ہورہی ہے اور خدیو کی حالت وہی رہی جالندگی جو اب ہے - با ایں ہمہ میں مسلمان ہوکر کبھی اس خیال کو دل میں نہیں لا سکتا کہ خدا کا یہ فرمان " ہم نے توریت میں لکھنے کے بعد زبور میں بھی لکھ دیا کہ زمین کے وارث ہمارے نیک بندے ہونگے " غلط ہوگا - یا مسلمان کے ہوتے خدا دوسری قوم کو اس معزز لقب سے مشرف کریگا - البتہ اگر ترک نیک مسلمان نہ رہیں جس طرح بنی امیہ و بنی عباس کے آخری حکمراں نہ تھے تو خدا کی خدائی میں کمی نہیں - وہ اُن سے کسی بہتر قوم کو مسلمان کرکے لائیگا - لیکن انگریز یا کسی عیسائی قوم کا ان مقدس مقامات کا وارث ہونا گو تھوڑے وقفے کے لیے ممکن ہے ' تاہم اس امکان کو بھی واقع سمجھو نہ خداے اسلام کسی دوسرے صلاح الدین کے بھیجنے پر بھی قادر ہے -

البتہ جب ہم ارض مقدس کے وارث قرار دیے گئے تو ہم پر ضروری ہے کہ اس کی حفاظت میں ہم کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھیں' اور اس کو اندرونی و بیرونی خدشے سے پاک رکھیں ' لیکن کیا حالت موجودہ ہم کو اس کا اطمینان دلاسکتی ہے - حالت موجودہ سے میرا مطلب ترکوں کی شکست نہیں' کیونکہ عارضی شکست سے قوم کو ایک اچھا سبق ملتا ہے - اور نقصان کی تلافی ممکن ہے '

مگر وہ خطرہ جو مسئلہ مصر کی شکل میں نمودار ہے اگر طے نہ ہوا تو یہ حالت نا قابل اطمینان کہی جا سکتی ہے ' جو مقدس ملک کی وراثت ہم سے ضرور لیکر رہیگا ' او خدا کا وہ کلام پورا ہوگا کہ " إن الله لا یغیر ما بقوم حتی یغیروا ما بانفسہم "

ملک مصر افریقہ کے شمال و مغرب گوشے میں وادی حلفا (طول البلد ۲۲ - درجہ) تک پھیلا ہوا ہے - مشرق میں بحر احمر اس کو عرب سے جدا کرتا ہے ' مگر خاکناے سویس اس کو شام و فلسطین سے ملائے ہوے ہے - مغرب کی جانب لیبیان کا مسلسل ریگستان طرابلس الغرب تک پھیلا ہوا ہے - اگر نخلستان کفرہ (جو شیخ سنوسی کا دار الاقامۃ ہے) شامل کرلیا جائے تو اس کا رقبہ چار لاکھ مربع میل کا ہوتا ہے - گویا ہندوستان کے رقبے کی ایک چوتھائی - آبادی ۱۲ - ملین ہے - مجکو اس کی عام جغرافیہ لکھنے کی ضرورت نہیں ' یہ سب جانتے ہیں کہ وادی نیل جس کا رقبہ ۱۲۰۰۰ - مربع میل ہے ' دنیا میں یہ گویا سب سے زیادہ زرخیز خطہ ہے - علاوہ اس کے یہاں کی آب و ہوا تمام ملکوں سے بہتر و صحت بخش ہے - اسی آب و ہوا کے اثر پذیر مدہ وہ دست و دماغ تھے جنھوں نے دنیا کی سب سے زیادہ عجیب و غریب و قدیم عمارت (اہرام) مصری بنائی ہے - لیکن جو بات ان سب سے اہم تھی وہ مصر کا محل وقوع ہے - مصر ہندوستان کی دہلیز کہا جاتا ہے ' مگر حق تو یہ ہے کہ اس کو حجاز مقدس کا مضبوط دروازہ کہنا چاہیے ' جیسا کہ دوسرا جنوبی دروازہ آبناے باب المندب ہے ' جہاں جزیرہ بیرم اسکا سد باب ہے - یہ بھی مصلحت ایزدی تھی نہ اس نے اپنے گھر کی حفاظت کا اس قدر سامان کیا ' اور ان دروازوں کا پاسبان مسلمانوں ہی کو بنایا - چنانچہ اگر کوئی قوم شمال یا جنوب سے حجاز کے سر کرنے کا سودا لیکر آئے تو وہ صحراء شام یا صحراء (الربع الخالی) یا حبش و سودان کے دشوار گذار مدارل میں سر مارا کرے ' اور اس کے طے کرنے ہی میں اپنی ہمت ہار دے - لیکن دیکھنا یہ ہے کہ اب کلید کعبہ کسکے ہاتھ میں ہے - نہر سویس کا نکلنا قیامت ہوگیا کہ خود مصر آپنا دھا پے کا دنگل بنگیا ' اور انگریزوں کے بحر احمر اور زمین فراعنہ کے اقتدار نے حجاز کی پوزیشن کو ایک خطرناک حالت میں کردیا - اب اسکی حفاظت کا کیا سامان ہے صرف ترکوں کی اپنی ذاتی دلیری - لیکن یہ کب تک ؟ ! - اسلامی تاریخ میں شاید اس سے برا زمانہ کبھی نہ آیا ہوگا جبکہ اقوام فرنگ کی دیرینہ خواہش فتح مصر میں خود محمد علی پاشا نے مدد کی - نپولین نے ایک وقت میں مصر فتح کیا - لیکن خدا نے جلد اس کے نکالنے کا سامان پیدا کردیا ' مگر جب مسلمان خود اپنے پاؤں کو تیشہ و تبر کے حوالے کردیں تو اس کا کیا علاج ؟

مصر کا ترکی سے جدا ہونا گویا اسلامی شجر سے ایک سرسبز شاخ کا کٹ جانا تھا ' اور ظاہر ہے کہ کٹی ہوئی شاخ کب تک سرسبز رہ سکتی ہے - نصف صدی تک ترکی نہ کسی طرح کام چلا گیا ' مگر اسمعیل پاشا کے وقت میں تو مصر کی پوری مرمت ہوگئی - وہ یورپ کے مہاجنوں کے ہاتھ بیچ ڈالا گیا ہے - گو کچھ

زمانے تک یورپ کی کسی قوم نے مصر پر اقتدار قائم کرنے کا ادعا نہیں کیا - لیکن نہر سویس کے کھلتے ہی انگریزوں نے هندوستان کی حفاظت کا بہانہ ڈھونڈھا - اور مصر میں قدم جمادیے -

یہ وہ زمانہ تھا جبکہ احمد عرابی کے ماتحت مصر میں ان کی ملک گیری کے خلاف آگ بھڑک رہی تھی - بد قسمت مصر پر یہ دوسرا تازیانہ تھا - عرابی نے بات تو معقول کی ' لیکن یہ نہ سمجھا کہ مصر کے کھیت کاٹنے والے (فلاح) انگریزی فوج کے کاٹنے کی طاقت نہیں رکھتے - نتیجہ یہ ہوا کہ انگریزوں نے فوج بھیجدی' ایک ہی مقابلہ میں سب تتر بتر ہوگئے ' اور انگریزی قبضہ کی بنیاد پڑگئی - کچھہ زمانے بعد ایک اور آفت آئی - مصر خاص کے علاوہ خدیو کے ماتحت نوبہ دارفور اور کردوفان تا منتہاے منبع نیل تھا - محمد احمد مہدی سوڈانی کے کارنامے تو بہت مشہور ہیں' مگر مصر کو ان کا سب سے زیادہ ممنون ہونا چاہیے کہ انہوں نے ایک بڑے ملک کے قبضہ میں رکھنے کے بوجھہ سے جس کا مصر متحمل نہ تھا اس کو سبکدوش کردیا - مگر انگریزوں نے غریب مصر کے کندھے پر پھر وہی جوا ڈال دیا - اس کو مجبور کیا کہ سوڈان پھر فتح کیا جائے - غرض پر اپنی نہی' سمجھا کہ ہماری تھوڑی سی مدد کا احسان بھی مصر پر رہیگا ' اور اس کارروائی سے مصر کا خزانہ بھی خالی ہوکر ہمارا دست نگر ہوجائیگا - غرض جس خونریزی سے سوڈان دوبارہ فتح ہوا اس کو نظر انداز کرکے دیکھنا چاہیے کہ مصر کو اس سے کیا فائدہ ہوا؟ سوڈان پر دو عملی حکومت قائم کی گئی - اور وہ اینگلو ایجیپشن سوڈان کے نام سے مشہور کیا گیا - وہ دو عملی کیا تھی ؟ یعنے ملک کی آمدنی انگریزی خزانہ میں اور خرچ مصری خزانہ سے - بعینہ اس کی مثال سراج الدولہ کے بعد بنگال کی دو عملی کی سی تھی - سوڈان بجاے برکت کے مصر کے گلے میں لعنت کا طوق ہوگیا ' اور یہ بد قسمت مصر پر تیسرا تازیانہ تھا -

لیکن مصر کا ایک تعلق اور ہے ' جس کو میں نے ابھی بیان نہیں کیا - مصر بالکل آزاد و خود سر نہیں ' بلکہ زیر سیادت سلطانی ہے - سلطان کے حقوق مصر میں یہ ہیں :

(۱) خراج جس کی مقدار سات لاکھہ پونڈ سالانہ ہے -

(۲) وصولی ٹیکس بنام سلطان -

(۳) سکوں اور سرکاری کاغذات پر طغراے سلطانی کا ہونا - اور علم وغیرہ پر ترکی نشان -

(۴) فوج کی تعداد بڑھانے اور غیر ملک سے قرض لینے میں اجازت سلطانی -

(۵) کسی غیر ملک کے باشندے کو مصر میں آباد نہونے دینا ' بغیر اجازت باب عالی -

(۶) مذہبی افسروں کا تقرر سلطان سے -

(۷) خدیو کی معزولی کا اختیار -

(۸) مصری گدنجنٹ سے ترکی کی مدد کرنا ' بروقت جنگ -

(۹) کسی آہن پوش جہاز کا نہ رکھنا -

لکھنے میں تو یہ حقوق بہت بڑے معلوم ہوتے ہیں - لیکن ترکی اگر جو کچھہ اب باقی ہے اس سے تو میں یہ ڈرتا ہوں کہ نوجوان ترک اس براے نام سیادت کو بوسینہ و ہرسک کی طرح انگریزوں کے ہاتھہ بیچ نہ ڈالیں -

اسی شمول میں میں سائپرس یا قبرس کا ذکر بھی کرنا چاہتا ہوں - جزیرہ قبرس جنگ روس روم سے پہلے ترکی کے ماتحت تھا - یہ جزیرہ بحر روم کے جزیروں میں بلحاظ رقبہ تیسرے نمبر پر ہے - لیکن زرخیزی میں وہ غالباً سب سے اول ہے - یہ ہر قسم کے کانوں اور سیس جنگلوں کے لیے مشہور ہے - لیوانٹ میں ادنہ کے مقابل واقع ہے - آبادی تین لاکھہ ہے - جس میں پانچواں حصہ مسلمان ہیں - یہ وہی جزیرہ ہے جو سب سے پہلے عرب کے ہاتھہ آیا تھا - اور امیر معاویہ نے جہاں عرب کے چند خاندانوں کو آباد ہونے کے لیے بھیجا تھا - جنگ روس و روم کے خاتمہ پر انگریزوں نے مسلمانوں کو روس کے خلاف مدد دینے کے معاوضے میں اس کو مانگ لیا - لیکن وعدہ کیا تھا کہ روس کے آیندہ حملوں کے خطرے نکل جانے پر واپس کردیا جائیگا - اس جگہ میں یہ عرض کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ مصر میں فوج بھیجتے وقت مسلمانوں سے یہ وعدہ کیا گیا تھا کہ امن ہونے پر فوج بہت جلد مصر سے واپس بلالی جائیگی - قبرس سے اب بھی براے نام ایک خراج سلطان کو جاتا ہے - اور وہاں سلطان کا ایک هائی کمشنر بھی رہتا ہے - قبرس انگریزوں کے نزدیک بہت اہم نہیں' اور جبکہ مالٹا کے ایسا موقع جزیرہ بحر روم میں پاس ہے تو نہ اس کو بہت ضروری نہیں سمجھتے - چنانچہ مسٹر گلیڈسٹون نے ایک وقت میں راے دی تھی کہ نہ جزیرہ یونان کے حوالے کردیا جائے - خدا معلوم نہ کہاں تک صحیح ہے کہ معاہدۂ خلیج فارس میں بحرین کی طرح ترک قبرس سے بھی دست بردار ہوگئے - اگر فی الواقع ایسا ہی ہے تو ترکوں کی نادانی پر جتنا افسوس کیا جائے بجا ہے - قبرس سے بڑھکر ترکی بیڑے کے لیے اور کوئی اچھا موقع نہیں' جہاں سے وہ مصر' ساحل شام ' ایشیاے کوچک ' اور ایک حد تک ایجین بلکہ دردانال و عرب کی بھی حفاظت کرسکتا ہے - علاوہ اس کے جو نفع ایک زرخیز زمین سے
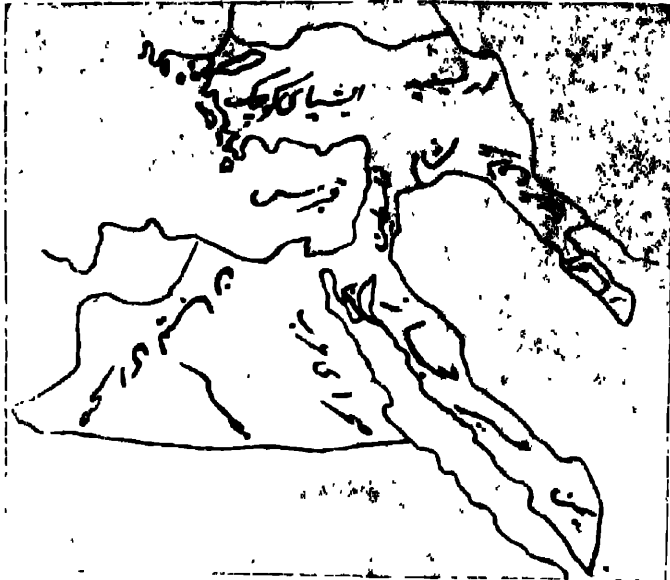
ملک	رقبہ			آبادی
(۱) مصر	۴۰۰,۰۰۰	مربع	میل	۱۲ ملیون -
(۲) قبرس -	۳,۵۸۴۰	"	"	۲۳۷,۵۰۰
(۳) حجاز ' یمن ' عسیر -	۱۷۳,۷۰۰	"	"	۸ ملیون -
(۴) شام ' عراق -	۳۰۹,۲۷۰	"	"	۶ ملیون -
(۵) ارمینیا -	۹۲,۱۲۰	"	"	۵ ملیون -
(۶) ایشیاے کوچک	۲۰۹,۳۸۰	"	"	۱۱ ملیون -
(۷) یورپ (جنوب خط انوس و مدنا)	۲,۴۳۲	"	"	۳ ملیون -
	۱,۱۹۰,۴۸۶			۳ لاکھہ ۲۴ ملیون -
پہلا رقبہ -	۱,۵۷۴۴۰۰	مربع	میل	
پہلی آبادی	۴۰	ملیون		

" سلطنت عثمانیہ کا شاندار مستقبل ہوسکتا ہے - اور اسکے پورے نقصان کی تلافی ہوسکتی ہے - اگر مصر و قبرس شامل ہو جائے - "

حاصل ہوتا ہے وہ علحدہ - بحالت دیگر اس کا دوسری قوم کے قبضے میں رہنے سے وہی اثر شام و مصر پر پڑیگا ' جو جزائر ایجین کے نکل جانے سے سواحل ایشیاے کوچک پر پڑسکتا ہے -

خدا نخواستہ اگر باب عالی کو تازہ مفتوحات (ادرنہ وغیرہا) سے محروم رکھا گیا اور یورپ کی تہدید آمیز حکمت عملی اس موقع پر بھی کامیاب نکلی ' تو اس حالت میں ترکی سلطنت موجودہ مقبوضات ایشیا اور یورپ کے اس ٹکڑے پر جو ابنوس اور میدیا کے جنوب میں واقع ہے ' جزائر ایجین پر محدود رہ جائیگی - ترکوں کو اس میں اضافہ کرنے کے لیے قبرس و مصر کی ضرورت ہے - اس وقت یہ پوری سلطنت بن کر اپنے پچھلے نقصان کی تلافی کردیگی - اسکا رقبہ ہندوستان کے برابر اور زرخیزی میں تمام دنیا سے بڑھکر ہوگا - یہ تمام قدیم قوموں کے مسکن پر شامل ہوگی - بابل ' مصر ' کنعان ' کالدیا وغیرہ کی قدیمترین تاریخی اقوام کے وطن پر اسی سلطنت کا سکہ رواں ہوگا ' اور اسی طرح اسلامی تہذیب کے جتنے مرکز و مستقر تھے سب اسی سلطنت میں شامل رہیں گے - عراق ' یمن ' مصر ' شام ' روم - خلفاء کے پایہ تخت بھی اسی سلطنت میں واقع ہونگے - یعنی مدینہ ' کوفہ ' دمشق ' بغداد ' قاہرہ ' قسطنطنیہ -

آبادی میں مسلمانوں کا عنصر بھی غالب ہو جائیگا (مصر میں تقریباً ۹۸ - فی صدی سے زائد مسلمان آباد ہیں) اور عیسائیوں کی تعداد پھر ایسی اہم نہ رہیگی - مصر شامل ہوکر جیسا میں پہلے لکھ چکا ہوں حجاز کی بڑی تقویت کا باعث ہوگا - موجودہ مصر کی سرحد تو بلدر گاہ ینبوع تک پھیلی ہوئی ہے اور " طورسینین " کا مقدس خطہ بھی اس میں شامل ہے - نیز مقبوضات امریقہ میں مصر کے شمول سے مسلمانان افریقہ کو تقویت ملیگی - اور ان کی حالت جاننے کے لیے یہ ایک دیدبان رہیگا - یہیں سے سلطان روم امریقہ کے مسلمانوں پر اپنا اثر پھیلا سکتے ہیں - حجاز و مصر کا اتصال (بذریعۂ ریلوے) تمام افریقی حاجیوں کی بڑی مشکلات کو کم کردیگا ' لہذا ترکوں کو چاہیے کہ اپنا مستقبل شاندار بنانے کے لیے سب سے پہلے اس مرحلے کو طے کریں ' اور ان اصلاحات و ترقیات کی تجاویز کو اپنی بڑی سلطنت پر نافذ کرنے کی جانب پوری طاقت سے متوجہ ہوجائیں - اب سوال یہ ہے کہ اس مقصد براری کی کیا صورت ہو - کیا ترکوں کو انگریزوں سے سمجھوتا کرنا چاہیے ؟ واقع میں جان بل کیا ایک حد تک مسلمانوں کا دوست ہے ' اور اس کے راضی کرنے میں بڑی دقت کا سامنا نہ کرنا پڑیگا ؟ یہ حدس و ظن اگر صحیح ہے ' اور اس کا جواب اگر اثبات میں مل سکتا ہے - میری راے ہے کہ معاہدۂ خلیج فارس کی طرح اور ایک نیا معاہدہ ترکی اور انگلستان میں مصر کی بابت قرار پائے - جس میں ذیل کے اصول قائم کیے جائیں :

(۱) ترکی اور انگلستان میں یہ ایک دوستانہ معاہدہ ہو کہ دونوں سلطنتیں بہ وقت ضرورت ایک دوسرے کی مدد کریںگی - پہلی طاقت کسی غیر قوم کو مصر یا ترکی سے ہندوستان پر حملہ کرنے کی مزاحم ہوگی - نیز ہندوستان کے مسلمانوں کو انگلستان کا خیر خواہ بنانے میں کوشاں رہیگی - دوسری طاقت حسب حاجت ترکوں کی مدد کریگی - علاوہ اس کے اُس کو ترقی اور اصلاحات کے شروع کرنے میں مددگار رہیگی - اور ان کے لیے کوئی دقت و زحمت پیدا نہ ہونے دیگی - (یہ بالکل معاہدۂ جاپان و انگلستان کی طرح ہوگا -)

(۲) انگلستان کو وہ تمام ملک حوالہ کیا جائے جو وادی حلفہ سے جنوب مصر و انگلستان کے مشترک مقبوضات ہیں - اور مصر اپنے حقوق سے وہاں دست بردار ہوجائے - اسکے عوض جزایرہ قبرس مصر کو تفویض ہو - اور انگریزی فوج مصر سے واپس بلا لی جاے -

(۳) سلطان اپنے عہدۂ خلافت کو کام میں لاکر امیر افغانستان کو آمادہ کریں کہ وہ انگریزوں سے اپنے کاموں میں اس حد تک مدد لیا کریں کہ استقلال افغانستان میں خلل نہ پڑے -

(۴) خدیو کے حقوق وہی رہینگے جو اسکے قبل تھے - البتہ اس میں یہ اضافہ ہوگا کہ وہ عثمانی کیبینٹ کے ایک وزیر بھی سمجھے جائینگے ' اور سر عسکر یا شیخ الاسلام یا کسی دوسرے وزیر کے مانند پارلیمنٹ اور سلطان روم کے روبرو اپنے کاموں کے جواب دہ ہونگے -

(۵) قبرس خدیو مصر کے قبضے میں رہیگا ' لیکن تمام خارجی معاملات کا تعلق ترکی وزیر خارجیہ سے ہوگا -

(۶) پارلیمنٹ ترکی میں مصر سے بھی مبعوث (ممبر) لیے جائینگے -

(۷) مصر کی فوج محدود ہوگی اور ترکی فوج سمجھی جائیگی - نیز سلطانی فوج تمام مصر میں متعین رہیگی -

اس عہد نامے کے دو حصے ہیں ' پہلا ترکی و انگلستان کے متعلق ' اور دوسرا مصر و ترکی کے متعلق ہے - عہد نامے کی تکمیل سے جو فائدہ انگلستان کا ہے وہ مسلمانان ہند کا دل اپنے ہاتھ میں لے لینا ہے - مسلمانان ہند ترکی کو اپنی قوم کی سلطنت سمجھتے ہیں ' یہی نہیں کہ وہ دین میں ایک ہیں بلکہ زیادہ تر وہ اسی قوم سے تعلق رکھتے ہیں جس سے نسل عثمانی - انگریزوں کو مسلمانوں کی وہ ناراضی یاد ہوگی جبکہ عقبہ کے معاملے میں انگلستان نے غلطی سے ترکوں کو دھمکایا تھا - وہ خود دیکھتے ہیں کہ موجودہ لڑائی میں ترکوں سے مسلمانوں کی کیا ہمدردی ہے ' اور وہ انکی تکلیف سے کسقدر بے چین ہیں ؟ کاش جان بل کو اس کے خود غرض مشیر نہ بہکاتے ' اور وہ موجودہ لڑائی میں کچھ بھی ترکوں سے ہمدردی کرتا تو مسلمانان ہند اس کو ہندوستان کی موجودہ بے چینی سے اطمینان کرادیتے - لیکن ابھی وقت ہے اور اس سے بہتر موقع کوئی نہیں کہ ترکی و انگلستان میں ایک دوستانہ تعلق اس شکل میں قائم ہوجائے جیسا میں بیان کر آیا ہوں - انگریزوں کو یقین کرنا چاہیے کہ وہ صرف مسلمانوں ہی کے ساتھ دیسے پر ہند میں سلطنت کرنے کے قابل ہیں - جس دن مسلمانوں کو یہ یقین ہوگیا کہ انگریز انکے بھائیوں سے علانیہ بر خلاف ہوگئے ہیں ' وہ دن حکومت کے لیے اس قدر تشویش آفریں ہوگا کہ اُس کے نتائج کے اظہار کی ضرورت نہیں -

اب ایک بات اور رہ گئی یعنی مسئلہ نہر سویس - نہر سویس ہی ان تمام دقتوں کی جڑ ہے - اس میں شک نہیں کہ جسقدر فائدے اس سے یورپ نے اٹھائے ہیں ' اتنا ہی نقصان ایشیائی قوموں کو اس سے ہوا ہے - کاش یہ نہر نہ کھدی ہوتی - اور خدیو مصر حضرت فاروق اعظم کی دور اندیشی کو کام میں لائے ہوتے - اگر سویس اب بھی بند کردی جائے تو اس سے موجودہ حالت پر کیا اثر پڑیگا ؟ سویس سے صرف یہ فائدہ ہے کہ یورپ اور ایشیا کے سفر میں آسانی ہوگئی ' مگر یورپ ایشیا سے جتنا ہی کم ملے اتنا ہی بہتر ' علاوہ اس کے خشکی کے راستے ' جبکہ فارس ' مصر و ترکی کی مجوزہ ریلیں تکمیل کو پہنچ جائینگی ' یورپ کے لیے اس سے آسانی ہو جائیگی - پس مناسب یہ ہے کہ اس فساد کی جڑ کو مستاصل ہی کر دیا جائے ' مجھکو معلوم ہے کہ جب فرانسیسیوں نے نہر کے کھودنے کی کوشش کی تھی ' اور مصری اور ترکی حکومت نے اجازت بھی دیدی تھی تو انگریز ہی تھے جنھوں نے اس راے سے اتفاق نہیں کیا تھا - گو اسکے کھدنے میں بے حد روپیہ صرف ہوا ہے ' لیکن وہ سب وصول ہوگیا ' اور کام کے بگاڑنے میں کچھ خرچ و دیر نہیں - وہ جلد پٹ

خطابۂ الم

مصحف حسن ترا مہر بعنوان شدہ است * ختم خوبی بتو اے خاتم خوبان شدہ است
مستفیض از لب تو عیسی مریم آمد * مستنیر از رخ تو موسی عمران شدہ است
ہر کہ داغے بجبین داشتہ از بندگیت * مہ تابان شدہ او با مہ کنعان شدہ است
باجہان کرد ورودت اثر ماہ بہار * ہر بیابان ز قدوم تو خیابان شدہ است
تا چہ افعال نکوہیدہ ز امت سرزد * کہ گرفتار بہ بند غم و حرمان شدہ است
روس منحوس نیفگندہ اگر سایہ چو بوم * از چہ ویران ہمہ معمورۂ ایران شدہ است
دولت مشہد اگر رفت نہ یغما بدلش * خاک آن خطہ ہمہ گنج شہیدان شدہ است
حملہ ور گشتہ باعراب سنان وار اتلی * روبہی چہرہ بہ شیران نیستان شدہ است
بوم گوئی کہ ہمہ بوم و بر روم گرفت * بام شام از اثر شومی ترکان شدہ است
آنکہ از ہیبت او لرزۂ افتادے بر کوہ * چون پر کاہ بخود حیف کہ لرزان شدہ است
حیف شیرازۂ مجموعۂ اسلام گسست * کہ چو اوراق خزان دیدہ پریشان شدہ است
کشتہ ہر یکدگر افتادہ چو مستان بر خاک * صحن میخانہ فضائے سر میدان شدہ است
باغبانان خرم و شادند کہ کوہ و صحرا * لالہ زار از اثر خون مسلمان شدہ است
تیرہ و تار جہان گشتہ بچشم مردم * کہ ز غم صبح وطن شام غریبان شدہ است
مومنان پنبہ بگوشند و بغوغاے تکبیر * جاے حیف است کہ ناقوس خروشان شدہ است
موسیٔ کو کہ برآرد بعصا مار ز مار * پر ہمہ کوہ و در از اژدر و ثعبان شدہ است
عیسیٔ کو کہ فرود آید از بام رفیع * چار سو فتنۂ دجال نمایان شدہ است
خواب خوش تا بکجا صبح قیامت بدمید * شورش حشر بپا در ہمہ گیہان شدہ است
صبح شد صبح تو ہم اذن اذان دہ بہ بلال * گرم تسبیح سحر مرغ سحر خوان شدہ است
صور سر بر زدہ بردار سر از بالش خواب * فتنہ بیدار شد و خلق ہراسان شدہ است
یا خدائے! از رہ لطف خدا را بنگر * مبتلا کشتی اسلام بطوفان شدہ است

گوش کن نالہ و فریاد و بدہ داد عزیز
کہ بداد تو و امداد تو نالان شدہ است

[خواجہ عزیز الدین - عزیز لکھنوی]

غزل

چنان دل شاد می آئی بمقتل بودہ گویا * ز خون بے گناہے دست خود آلودہ گویا!
باندازِ تبسم می تپد نبض لب زخمم * نمک از ریزش شور تبسم سودہ گویا
بقدر اضطراب ماست شوخیہاے ناز تو * بکنج خلوت تنہائیم آسودہ گویا
سرت گردم، بطرز خاص ورزیدی جفا با من * بمشق شیوۂ عاشق نوازی بودہ گویا!

سخن از لذت وصل و شراب عیش می گوید
بقتل وحشت شوریدہ سر فرمودہ گویا!

[مولوی رضا علی - وحشت]

فلسفۂ حیات و ممات

از : مسٹر مسعود احمد عباسی

(۲)

پچھلی اشاعت میں اجسام ذیحیات کے نظام کی ترتیب و انتشار کا باعث بیان کرتے ہوے اُن تین امور کی جانب اشارہ ہوا تھا جو تمام نباتات و حیوانات پر صادق نظر آتے ہیں' ان میں پہلی بات (حصول قوۃ) تھی جس کا تذکرہ ہوچکا ہے' بقیہ دو امور حسب ذیل ہیں :

(۲) تنظیم قوۃ

" کیا بات ہے کہ آپ اسقدر دبلے ہوتے جاتے ہیں ؟ معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے جسم کو کھانا لگتا ہي نہیں " - یہ فقرہ ہمارے روزمرہ میں بولا جاتا ہے - تنظیم قوۃ سے مراد یہي کھانے کا لگنا ہے - یعني حاصل شدہ قوۃ جسم کے ہر حصے پر مناسب مقدار میں اور بہ آراستگي طبعي غذا پھیل جاتي ہے - حیوانات میں یہ گوشت و پوست میں منحصر ہے تو نباتات کے اندر لکڑي اور چھال میں - کسي درخت میں ایک کیل مار دیجیے' اور کچھہ دنوں کے بعد دیکھیے' کیل اب درخت میں نہوگی بلکہ زمین پر پڑي ہوگي - چھوٹا زخم ہو یا بڑا' گہرا ہو یا ہلکا' تمام زخم کس قدر جلد بھر آتے ہیں ؟ یہ نظام قوۃ کا اظہار کرتے ہیں -

(۳) صرف قوۃ

نقل و حرکت کو نظر انداز کرکے ہم صرف حوادث کو لیتے ہیں - ہماري حیرت کي انتہا نہیں رہتي' جب ہم دیکھتے ہیں کہ کس قدر سخت مقابلہ تمام نباتات و حیوانات کو کرنا پڑتا ہے' اور کتني بڑي مقدار قوۃ کی ہر وقت مقابلہ میں صرف کردینا پڑتی ہے ؟

انسان هي کو لیجیے - ہوا معمولی حالت پر ہمکو ۱۵ - پونڈ في مربع انچھ سے مار رهي ہے - اب ایک شخص جو ۶ - فٹ لنبا اور $1\frac{1}{2}$ - فٹ چوڑا ہے (۱۲ × $\frac{3}{2}$ - انچھ × ۱ × ۶۰ انچھ × ۱۵ - پونڈ) ۱۹۴۴۰ - پونڈ یعني تقریباً ۲۴۰ - من قوۃ کا ہر وقت مقابلہ کرتا رہتا ہے - اگر وہ کم از کم اسي قدر قوۃ سے اس کو نہ روکتا' تو وہ زمین پر ٹھہر هی نہیں سکتا تھا -

نباتات اور حیوانات سب اس حالت میں برابر ہیں - یعني ہوا کی قوۃ کے مقابلہ میں اُن کو ایسي هي بڑي مقدار قوۃ کي صرف کرنا پڑتي ہے -

لیکن حیوانات بمقابلہ نباتات کے ایک اور بڑا " صرف " رکھتے ہیں' جس کو ہمنے پہلے نظر انداز کردیا تھا یعني نقل و حرکت' اور یہي وجہ ہے کہ وہ چھوٹے سے لیکر بڑے تک' سبھی درختوں کے مقابلہ میں بہت کم عمر حاصل کرسکتے ہیں - اور ان میں بھي جو جانور زیادہ کود پھاند کرتے' اور بھاگتے دوڑتے ہیں' ان کي عمریں بوجہ زیادتي صرف قوۃ کے دوسروں سے مقابلۃً کم ہوتی ہیں -

غرضکہ یہی وہ تین امور ہیں جو حیوانات اور نباتات' سب میں جاری ہیں' اور جن میں انکی حیات اور ممات کا راز پوشیدہ ہے - جب تک آمدنی اور صرف برابر ہیں' شباب کی زندگی آپ کو میسر ہے' جہاں پلہ جھکا' معاً انحطاط شروع ہوگیا -

بعض اصحاب کہہ اٹھینگے کہ اس سے تو یہ لازم آگیا کہ اگر آمدنی اور صرف ہمیشہ برابر رکھے جائیں تو گویا ہمیشگی کی زندگی حاصل ہوجائے ! ہاں' میرا بھی ایساهي خیال ہے' مگر یہ ناممکن ہے' اور اس کي وجہ میں پیش کرتا ہوں -

کسي ایسی شے میں' جو ایک فٹ لمبي' ایک فٹ چوڑي' اور ایک فٹ گہري ہے' ہم اسی قدر اضافہ لمبائي' چوڑائي' اور گہرائی میں دوني کردیں' تو اسکا حجم ۸ - مکعب فیٹ ہوگا - اور ایک ایک فٹ بڑھادیں تو ۲۷ - مکعب فیٹ ہوجائیگا - یہانتک کہ اگر ہر ضلع کي پیمایش ۱۶ - فیٹ کریں تو حجم ۴۰۹۶ - مکعب فیٹ ہوجائیگا - مگر رقبہ پہلي حالت میں ۴ - فیٹ مربع' دوسري حالت میں ۹ - فیٹ مربع' اور تیسري میں ۲۵۶ - فیٹ مربع ہوگا -

ظاہر ہے کہ پہلي صورت میں جب رقبہ اور حجم میں ایک اور دو کي نسبت تھي' تو دوسري صورت میں ایک اور ۳۰ کي' اور تیسري میں ایک اور ۱۶ - کي ہولي - گویا جس قدر حجم میں زیادتي ہوتی جاتی ہے' رقبہ میں کمي آتی جاتي ہے - انسان جو ایک فٹ سے بڑھکر ۶ - فیٹ تک پہنچتا ہے' وہ' وہ حجم حاصل کرلیتا ہے' جس کي پرورش اس تھوڑے سے رقبہ پر (جو معدہ تک محدود ہے) رفتہ رفتہ ناممکن ہوجاتي ہے' اور اس لیے سارے نظام کو بگڑجانا پڑتا ہے - ایک فٹ کے چھوٹے بچے اور ۶ - فیٹ کے انسان کے معدوں میں بہ لحاظ وسعت' زیادہ فرق نہیں ہوتا - اس لیے آمدني کي مقدار بھي زیادہ فرق نہیں رکھتي' اور جب دوسرے ذرایع بند ہوجاتے ہیں' اور سارا بار اسي آمدني پر پڑجاتا ہے'

[بقیہ مضمون صفحہ ۱۲ کا]

کو دوابر ہوسکتی ہے' اور اس طرح ہمارا کعبہ بھی غیروں کے دست و برد سے محفوظ رہ سکتا ہے' ورنہ قران شریف میں " واذ البحار فجرت " جو قیامت کی نشانی بتالی گئی ہے وہ گویا یہي نہر سویس ہے' جس کا کعبہ پر اثر پڑتا ہے اور کعبہ کا مسلمانوں کے ہاتھہ سے جانا اور قیامت کا انا لازم ملزوم ہے -

قوم کے سنجیدہ دل و دماغ اگر میري راے سے اتفاق کریں تو میں یہ آواز بلند کہونگا کہ اب وقت آگیا ہے کہ مصر کا سوال پوري طاقت سے اٹھایا جاے' اور اس میں تمام اسلامی اقوام دلچسپی لیں - بالخصوص مجلس اتحاد و ترقی اور حزب مصر اسکی طرف توجہ کرے - ترکی اور انگلستان میں ایک دوستانہ معاہدہ ہونے کی جلد سے جلد کوشش کرني چاهیے' اور دونوں سلطنتوں کے مدبرین کو اسکی طرف توجہ کرنا چاهیے - ہم لوگوں کو انگریزوں کی قومی شرافت کا اعتراف ہے' اور ہم امید کرتے ہیں کہ وہ اس میں کوئی دقت نہ پیدا کریں گے' اور اس کا موقعہ بھی نہ دینگے کہ ہمارا ہاتھہ انکے خلاف اور ان کا ہاتھہ ہمارے خلاف ہو -

تو خرچ کی زیادتی بالآخر وہ دن دکھا دیتی ہے جو اُس کی زندگی کا آخری دن خیال کیا جاتا ہے -

یہی حال نباتات اور تمام دوسرے حیوانات کا بھی ہے - اس موقعہ پر ہم ایسی مثال پیش کرتے ہیں جو ہمارے مطلب کو اچھی طرح واضح کردیگی -

ایک تاجر کچھہ سرمایہ لے کر تجارت شروع کرتا ہے' آمدنی خوب ہو رہی ہے' اور دکان کا خرچ بھی ابھی کم ہے - روز بروز سرمایہ میں زیادتی ہوتی جاتی ہے' اور دکان کی طاقت بھی بڑھتی جاتی ہے - نوکر چاکر بھی زیادہ ہوگئے - مصرروں کا ایک دفتر علحدہ کھول دیا گیا تاکہ حساب و کتاب میں سہولت ہو - اس کے بعد وقت آیا کہ ایک دکان ناکافی معلوم ہونے لگی - اور کئی دکانیں کھول دی گئیں - لیکن پھر یکایک بازار مندا پڑجاتا ہے - خرچ تو وہی ہے مگر آمدنی میں کمی شروع ہوجاتی ہے - اس کمی کو سرمایۂ محفوظہ سے پورا کرنا پڑتا ہے - لیکن بازار کی وہی حالت رہتی ہے' اور خرچ روز بروز المضاعف ہوتا رہتا ہے - عملہ کی تخفیف بھی اب شروع کردی جاتی ہے' لیکن پھر بھی نقصان جاری و مترقی' پورا نہیں پڑتا - آخر چند دکانیں بالکل بند کردی جاتی ہیں - مگر غریب تاجر کے مشکلات کا خاتمہ پھر بھی نہیں ہوتا - ان بند کردہ دکانوں سے جو سرمایہ نکلا تھا وہ بھی ختم ہوجاتا ہے' اور آخر کار تاجر دیوالیہ بنائے جانے کی درخواست دے دیتا ہے -

بعینہ یہی حال حیوانات اور نباتات کا بھی ہے - انسان کو لیجیے - وہ ماں کے پیٹ سے سرمایہ لے کر آتا ہے' اور دو چار سال تک آرام سے سرمایہ جمع کرتا رہتا ہے - کچھہ اور بڑا ہوتا ہے تو نقل و حرکت بھی نسبۃً کم ہوجاتی ہے اور حوادث کا سلسلہ بھی کم پڑجاتا ہے - اس لیے آمدنی خرچ سے بہت زیادہ ہوتی ہے' اور یہ سب سرمایہ کو بڑھانے میں کام آتی ہے - لیکن جوں جوں بڑھتا جاتا ہے' اُس کی آمدنی' جو اگرچہ خرچ سے اب بھی زیادہ ہوتی ہے مگر نسبۃً پہلی آمدنی سے بہ وجہ زیادتی حوادث اور نقل و حرکت کے' کم ہونا شروع ہوجاتی ہے' اور جب تک یہ آمدنی خرچ سے زیادہ رہتی ہے' جسم بھی بڑھتا رہتا ہے - یہاں تک کہ ایک وقت آتا ہے' جب آمدنی مذکورۂ بالا وجوہ سے کم ہوتے ہوتے خرچ کے برابر آجاتی ہے' اور یہی وہ زمانہ ہے جس کو شباب سے پکارا جاتا ہے - اُمنگیں جوش پر ہوتی ہیں اور دلوں کا طوفان زوروں پر - لیکن یہ وقت زیادہ دنوں تک نہیں رہتا اور پھر انحطاط شروع ہوجاتا ہے - اُمنگیں سرد پڑتی جاتی ہیں' جوشوں میں کمی آتی جاتی ہے' اور اب سمجھہ اور تجربہ زیادہ کام آتا ہے - آگے چل کر جب خرچ اور آمدنی میں بہت زیادہ فرق ہوجاتا ہے تو یہ باتیں بھی جاتی رہتی ہیں' اور خیالات دیرپا ہوجاتے ہیں - یہاں تک کہ وہ وقت آتا ہے جب نہ اوٹھا جاتا ہے اور نہ بیٹھا جاتا ہے' کوئی بات یاد نہیں رہتی' بینائی کی قوت بھی کم ہوجاتی ہے' ہاتھہ پاؤں میں لرزہ پڑجاتا ہے' اور تمام قوتیں ایک ایک کرکے رخصت ہونے لگتی ہیں - اب موت سامنے ہے' اور لیجیے' وہ وقت بھی آہی گیا' سارا بنا بنایا کھیل بگڑگیا -

غور کیجیے تو اس قانون حیات و ممات کو حیوانات اور نباتات کے ہر فرد پر صادق پائیے گا - یہ ایک سلسلہ ہے جو ہر وقت جاری ہے - آج جو پھول کھل رہے ہیں' کل وہ ضرور خاک میں ملیں گے' اور پھر کسی دوسری شکل میں یہی ذرات بہت' یا تھوڑے' یا سب' نمودار ہوجائیں گے - ایک فلسفی شاعر نے اسی طرف کیا خوب اشارہ کیا ہے :

سب کہاں؟ کچھہ لالہ و گل میں نمایاں ہوگئیں
خاک میں کیا صورتیں ہونگی جو پنہاں ہوگئیں

الهلال

انا نحن نحی الموتی و نکتب ما قدموا و آثارهم و کل شی احصیناه فی امام مبین - یہ جسم کی حیات و ممات ہے - لیکن ایک عالم قلب و روح بھی ہے - اس کی موت و حیات پر بھی نظر ڈالنی چاہیے !

مجھے یہ ڈر ہے دل زندہ تو نہ مرجائے
کہ زندگانی عبارت ہے تیرے جینے سے

پھر یہ بھی یاد رہے کہ بعض زندگیاں ایسی بھی ہوتی ہیں کہ اُن کا مرنا ہی اُن کی حیات کا آغاز ہے - ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات' بل احیاء ولکن لا تشعرون -

اقتلونی ! اقتلونی ! یا ثقات !
ان فی قتلی حیاۃ لا ممات

فطوبی لمن تشرف بهذه السعادة القصوی' وهم الذین لا خوف علیهم ولا هم یحزنون -

الهلال کی ایجنسی

ہندوستان کے تمام اردو' بنگلہ' گجراتی' اور مرہٹی ہفتہ وار رسالوں میں الهلال پہلا رسالہ ہے' جو باوجود ہفتہ وار ہونے کے روزانہ اخبارات کی طرح بکثرت متفرق فروخت ہوتا ہے - اگر آپ ایک عمدہ اور کامیاب تجارت کے متلاشی ہیں تو اپنے شہر کے لیے اسکے ایجنٹ بن جائیں -

خلیج فارس اور کویت

کہتے ہیں کہ تاریخ اپنے آپکو دہراتی ہے - صحیح حقیقت یہ ہے کہ انسانیت کو حکم ہے کہ وہ ہمیشہ اپنی زیست کی تجدید اسم و الوام کی حیات بعد الممات سے کرتی رہے ' اپنی موجودہ شکلیں چھوڑ کے پچھلی شکلیں اختیار کرتی رہے ' اور موجودہ راستوں کو ختم کر کے ان راستوں پر پھر چلے جن پر وہ پہلے چل چکی ہے -

پرانی قومیں جو عالم کے تماشا گاہ سے پردہ انقراض کے پیچھے جا چکی تھیں پھر واپس آرہی ہیں -

السانوں کے وہ گروہ جن کے حق میں لوگوں نے موت کا فتوی دیدیا اب ان کے تھلکے اور ساکن لعش میں حرارت و حرکت نظر آرہی ہے -

وہ شاہنشاہیاں جو عالمگیر دائروں سے سمٹ کر ناقابل التفات نقطوں میں آگئی تھیں اب پھر جوش زن چشمے کی طرح اس نقطہ سے چاروں طرف پھیل رہی ہیں -

یونان کہ ترکوں کی غلامی میں داخل ہو چکا تھا انگریزوں کی بدولت آزاد ہو کے پھر اپنے قدیم حدود حاصل کر رہا ہے -

روما کی سلطنت کہ افریقیہ سے نکل چکی تھی پھر وہاں داخل ہو رہی ہے - وہ راستے جن پر انسان گذشتہ زمانے میں چلا تھا ' بالو اور کھنڈروں سے کہ انکو بدنما بنا رہے تھے ' اور انکو بند کردیا تھا ' اب نکل آئے ہیں ' اور وہاں سے ایک نئی زندگی حاصل کر رہے ہیں -

تازہ کے دروازے پھر کل کھلینگے ' جرمنی کی دھاور فرزانگی کوشش کر رہی ہے کہ ان راستوں کو پھر نکالے جو پہلے مشرق کو بحر ابیض متوسط سے ملایا کرتے تھے کہ خلیج فارس کی یہ حالت دو پرانی سلطنتوں یعنی یونانی اور رومانی اور ان کے بعد عربی سلطنت کے زمانے میں بھی تھی -

بصور ' مرجان ' ہاتھی دانت ' موتی ' حریر ' سونا ' مرچ اور کافور وغیرہ وغیرہ یہاں کی پیداوار میں سے عرب نکال کے خلیج فارس بھیجتے تھے - یہاں سے اناطول کے شہروں میں دجلہ و فرات کی راہ سے جاتے تھے - نہرین کی درمیانی مختصر مسافت میں قافلوں کے ہمراہ ہوتے تھے - شام میں اترتے تھے وہاں ان کو جنیوا ' وینس ' بیزنطالن ' اور فلورنس کے تاجر ملتے تھے -

خلیج فارس کی اہمیت کی طرف اہل یورپ میں سب سے پہلے جن کو توجہ ہوئی وہ پرتگیز ہیں - وہ جزیرہ ہرمز میں اترے ہوئے تھے - مال تجارت چھوٹے چھوٹے قافلے بنا کر لے جاتے تھے جو خلیج عمان سے کویت جایا کرتے تھے -

سنہ ۱۵۹۹ ع میں جب ایسٹ انڈیا کمپنی کو ملکہ الزبیتھ کے دربار سے مشرق میں توسیع تجارت کی اجازت ملی تو اس نے اس خلیج سے پرتگیزی ملازمین چوکی کو نکال کے خود قابض ہونے کی بابت غور کیا ' لیکن چونکہ کمپنی کی قوت اس مقصد تک پہنچنے کے لیے ناکافی تھی ' اس کے ملاحوں نے پہلے ایرانیوں اور پھر عربوں سے معاہدہ کیا ' اور پھر جزیرہ ہرمز پر حملہ آور ہوئے - سنہ ۱۶۲۲ میں اس پر قابض ہوگئے - قبضہ کے بعد خوب لوٹا اور تمام جزیرے کو ویران کردیا - سنہ ۱۶۴۸ میں مسقط بھی انکے ہاتھ میں آگیا -

جب پرتگیزی بحر ابیض متوسط کی نگرانی سے فارغ ہوگئے تو انگریزوں نے اس گراں بہا میراث سے ایک غیر قصیر مدت تک فائدہ اٹھایا ' جسکی وراثت انہیں ھو الینڈ والوں کو ' کہ ان سے طاقت میں سخت اور اسلحہ میں تیز تر تھے ' مجبوراً دیدینا پڑی - اس امید نے اس وقت ایک نیا راستہ پیدا کردیا تھا ' جسکے مصارف کم اور محفوظ زائد تھا - جہازوں نے ساحل عرب سے بچنا شروع کیا - عراق میں قافلوں کی آمد و رفت کم ہوگئی - اور دارالسلام (بغداد) پر بھی وہی مصیبت نازل ہوئی جو بابل پر اس سے پہلے نازل ہوئی تھی -

خلیج فارس کی طرف لوٹنے کے لیے انگریزوں نے راہ میں راس الکلب کے آفتاب کے غروب ہونے کا انتظار نہیں کیا -

انہوں نے یاد کیا کہ نیپولین جب جنرل تھا تو اس نے یہ سونچا تھا کہ سلطان ٹیپو کی ' جو انگریزوں کے مقابلہ میں علم بردار استقلال ہے ' مدد کرے ' اور خود اپنا سے باب المندب میں اتر آئے ' اس نے اس جزیرہ میں اپنے جاسوس بھی اس غرض سے پھیلائے تھے کہ وہ اسکے لیے خشکی کا وہ راستہ دریافت کریں جو کسی زمانے میں ایک ہی وقت میں شمالی خلیج فارس کو جنوبی شام اور یورپ کو ایشیا اور افریقہ سے ملاتا تھا ' اور خود اس راستے کا مطالعہ شروع کیا تھا ' جو سکندر نے فتح ہندوستان کے لیے جاتے وقت اختیار کیا تھا -

اسکے علاوہ انگریز اس فوجی خطرے سے باخبر تھے جو مشرق میں ان کی شاہنشاہی کو دھکا رہے تھے - ان کو نظر آیا کہ خلیج فارس ہی اس فوجی راستے پر مسلط ہے ' جو قبضہ ہندوستان کے لیے مناسب ہے -

اٹھارویں صدی کے اوائل میں عرب ان دونو فارسی سلطنتوں پر قابض ہوگئے - اور اپنی انتظامی خود مختاری کا اعلان کردیا -

ان دونوں سلطنتوں میں ایک سلطنت کویت تھی ' اس میں پرجوش اور قوی مردان دریا نورد تھے ' دہانہ شط العرب پر عمیق بندر واقع تھے ' دوسری سلطنت عمان کی تھی جن کے سواروں کے ہاتھ میں خلیج فارس کی حفاظت تھی -

سنہ ۱۸۰۰ ع میں ایک انگریزی ملازم آیا ' اور سنہ ۱۸۱۳ ع - انکو امیر عمان اور امیر کویت سے اس بات کی اجازت مل گئی کہ ان کا ایک ملازم بصرہ (کہ نہر فرات پر واقع ہے) جائے - یہ ملازم رہی وکیل تھا جسکو انگریزوں نے اس لیے بھیجا تھا کہ وہ نپولین کے جاسوس کی تفتیش کرے -

اللہ اللہ ایہا المسلمون !!

هل بعد هذا الذل تسکتون ؟؟

جامع سلیم ادرنہ میں بلغاری اور سروی فوج کے پرجوش زائرین اپنے غلیظ اور گل آلود جوتوں سمیت داخل ہوگئے ہیں ' اور محراب و منبر کے قریب کھڑے ہوکر چھت کے نقش و نگار کو متحیرانہ دیکھ رہے ہیں !

تبکی الحنیفة البیضاء من اسف * کما بکی لفراق الالف هیمان

حتی المحاریب تبکی وهی جامدة * حتی المنابر ترثی وهی عیدان

لمثل هذا یذوب القلب من کمد

ان کان فی القلب اسلام و ایمان

سنہ ١٨٢٠ ع میں حکومت ہند کا ایک ملازم کویت میں تھا' اس اثناء میں انگریزوں کے ملاح اور فوج ان بحری ڈاکوں سے سلطان سعید کی حفاظت کیا کرتے تھے' جو سواحل پر حملے کیا کرتے تھے -

اس قیام کے زمانے میں ان لوگوں کو چھوٹے چھوٹے جزیروں خصوصاً هرمز میں اترنے کا موقع ملا' مگر مجبوراً واپس آئے' کیونکہ تجار وغیرہ میں وہاں انکے آدمی بہت مرتے تھے - اس کے بعد دور اولین کی یاد کلیتہً یا تقریباً مٹ گئی' اور لوگ پورٹ سعید اور کویت کے راستے کو بھول گئے -

ایک اور زمانہ گذر چکا ہے جب کہ انگلستان نے یہ تجویز کی تھی کہ مصر اور هندوستان میں ریلوے کی تمدید و اجراے شام اور شمالی بلاد عرب میں اپنا اثر پیدا کرے - اب اس تجویز کو اپنی پہلی اهمیت پھر حاصل ہوگئی -

انیسویں صدی میں توسیع استعمار (ملک گیری) کے اعوان و انصار حقیقی آزاد خیالوں کے سامنے پسپا ہوئے - ٢٠ - مارچ کو سنہ ١٨٦٢ ع میں لارڈ کوملی اور مسیو هرفنل نے ایک عہد نامے پر دستخط کیے' جس میں فرانس اور انگلستان نے سلطان مسقط کی خود مختاری کی حفاظت کا عہد کیا تھا - سنہ ١٨٤٦ ع میں فرانس نے سلطان مسقط کے ساتھہ تجارتی معاہدہ کیا جس سے اور بھی وابستگی بڑھگئی -

بیسویں صدی کے اوائل میں خلیج فارس نے نئی اهمیت حاصل کرلی' اور مسقط اور کویت دونوں میں سے هر ایک مشرق میں یورپ کے اور بحر ابیض متوسط میں ایشیا کے نتائج کے لیے ایک تجارتی دروازہ ہوگیا - اس لیے لوگوں نے قافلوں کے اس پرانے راستے کو دوبارہ زندہ کرنے کے متعلق جس پر سے تجار یورپ اپنا مال و اسباب اونٹوں پر لاد کر لیجاتے تھے' بحث کرنی شروع کی' اور یہ اس طرح کہ یہ لائن وادی دجلہ و فرات کو اسکندرونہ سے ملائے' اور بلاد فارس کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک پہنچ کر بحر ہند کے ساحل سے مل جائے' ایک دوسری لائن بغداد سے شروع ہو اور پورٹ سعید میں ختم ہوکے ایشیا اور افریقہ کو ملادے - یہ تمام لائنیں خلیج فارس کے پاس آکے مل جائیں - ان وجوہ سے خلیج فارس کے جزیرے اور اس کے جنگی ناکے جن کا هندوستان پر بہت بڑا اثر ہے انگلستان کے لیے ضروری ہوگئے -

اس لیے انگریزوں نے جن کے تعلقات عمان اور کویت سے سنہ ١٩٢٢ ع اور سنہ ١٨٠٩ ع میں تھے ان اطراف میں اپنے قبضہ کے استحکام کی کوشش کرنے لگے - اگرچہ بحرین کے جزائر سنہ ١٨٧٠ ع سے برابر انہی کے هاتھہ میں ہیں -

مشہور ہے کہ اسمیں انگریزوں کا هاتھہ تھا - قیام امن کے لیے انگریزی بحری فوج خشکی میں اتر آئی' اور انگریزی جھنڈا نصب کر دیا -

اس وقت لارڈ کرزن هندوستان کے گورنر جنرل تھے' انھوں نے مسقط پر اپنے قبضے کے مستحکم کرنے کے بعد فوراً شیخ مبارک بن صباح امیر کویت سے گفتگو شروع کی' اور یہ طے کیا کہ ایک انگریزی قونصل کویت میں رہے' بلکہ ایک معاہدہ کیا' جسکا مآل و مقصد کویت پر انگریزی حمایت پھیلانا تھا - سنہ ١٩٠٣ ع میں لارڈ کرزن اور مسٹر بالفور نے تمام یورپ کے سامنے کویت پر انگریزی حمایت کا اعلان کیا -

دولت عثمانیہ اور امیر کویت میں همیشہ نزاع رهتی تھی' یہاں تک کہ دولت عثمانیہ نے ایک تادیبی مہم بھیجی' مگر انگریزوں نے امیر کی تالیف قلب' اپنے نفوذ و اقتدار کی تقویت اور عثمانی حقوق کی تضعیف کے لیے فوج کو امیر سے کسی قسم کا تعرض

مسئلۂ شرقیہ

ترکوں سے نجات حاصل کرو' هر چیز ٹھیک هو جائیگی

صحافت یورپ کا ایک ورق

گریفک لکھتا ہے :

دنیا میں بعض ایسے مسائل هیں جن کا غیر منحل هی رهنا بہتر ہے - اور آخر کار مجھے اس یقین کی ترغیب دی گئی ہے کہ " مسئلہ شرقیہ " بھی انہی میں سے ایک ہے -

یہ یقینی امر ہے کہ جسقدر هم اس مسئلہ کے حل کے لیے' جس کے هم متمنی هیں اور جس کو هم سب بہت هی معقول سمجھتے هیں' اس کی طرف بڑھے هیں اسیقدر یہ مسئلہ زیادہ پیچیدہ اور زیادہ خطرناک هوگیا ہے -

" ترکوں سے نجات حاصل کرو هر چیز ٹھیک هو جائیگی " یہ فقرہ دو صدیوں سے زائد عرصہ سے یوروپین فن حکمرانی کا اصول موضوعہ رہا ہے -

اچھا اب ترکوں سے تو نجات ملگئی ہے' یعنی تمام فوری عملی تجاویز کے لیے - لیکن اس نجات کا نتیجہ صرف پہلے سے زیادہ خونریز و پریشان کن بے ترتیبی ہے -

بلغاریوں' سرویوں' اور یونانیوں کی برادرکش رقابتیں' مسلمانوں' یہودیوں' جیوست فرقہ کی مہلک نفرتیں' اور شرکیدہ خونخواروں کا جوش انتقام' اور ان سب پر مستزاد هپسبرگ اور روما نوف کے رقیبانہ حوصلوں کی بندشیں اسقدر ڈھیلی کر دی گئیں کہ اس سے پہلے کبھی نہیں هوئی تھیں -

آیا یہ پھوٹ مقامی رکھی جائیگی یا اس میں پیوند لگایا جائیگا ؟ " یورپ کی رفتار سیاست سے اس کا جواب پوچھہ لو -

بقیہ پہلے کالم کا

نہ کرنے دیا' اور ڈرایا کہ اگر انھوں نے کاروائی کی تو انگریزی بیڑے کی فوج فوراً شہر میں اتر آئیگی -

عملاً تو انگریز ان تمام معدنی مقامات پر حاکم هیں جہاں سے تعداد ما وراے فارس اور ماوراء افریقہ کی گذرتی هیں' لیکن اب وہ یہ چاهتے هیں کہ یورپ کو بتادیں کہ یہ حالت قانونی اور قطعی ہے - ٣١ - اگست سنہ ١٩٠٧ ع کو روس نے سب سے پہلے نہایت وضاحت کے ساتھہ تصریح کی' کہ خلیج فارس میں انگریزوں کے مصالح مخصوصہ سے انکار نہیں کیا جاسکتا - روسیوں کی یہ تصریح نہایت قیمتی سند ہے' جو انگریزوں کو آزادی ایران کی قربانی کے معاوضہ میں ملی ہے - ممکن تھا دوسری سلطنتوں کے مصالح کی قربانگاہوں پر جسم اسلام کے اور ٹکڑے چڑھائے جائے' اور اسطرح ان سے بھی یہ حقوق تسلیم کرالیے جائے' مگر خوش قسمتی سے دولت عثمانیہ موجودہ مصائب میں مبتلا هوگئی - انگلستان اس زریں فرصت سے مصر اور عراق کے معاملات اور صدہا مالوں کے ضمن میں ایک نہایت کھلا هوا فائدہ یہ اٹھایا کہ دولت عثمانیہ پر ڈپلومیٹک دباؤ ڈال کر' اور بعض ارباب نظر کے نزدیک معاونت و مساعدت کی توقع دلا کے کویت پر اپنے حقوق تسلیم کرا لیے' لیکن اسکے بعد جس قدر مدد کی وہ قارئین حوالد سے مخفی نہیں - ان فی ذلک عبرۃ لمن کان لہ قلب او القی السمع و هو شهید -

نہ ابہی مشکوک ہے ' لیکن اس نرم کن طریقہ پر جو کچھہ کیا گیا وہ دیرپا نہیں ہو سکتا -

پروفیسر اسپنسر ولکنسن نے ایک دفعہ کہا تھا کہ " تمام بین المللی سوالات حل ہو سکتے ہیں مگر ناروپ ڈارک (چوٹی کا کتا) کا سوال غیر منحل ہے ' مسئلہ مشرقیہ ایک چوٹی کے کتے کا نہیں بلکہ چوٹی کے کتوں کا ایک سوال ہے اور یہی وجہ ہے کہ ڈپلومیسی اس کے آگے مسکین صورت بناتی ہے "

جنوبی مشرقی یورپ کا تعصب اسلامی اور یونانی اخوت کے مسیحی تحمل کی روح میں ایک حراب ہے - یہ ایسے جذبات ہیں جو گرجوں کے نصائح سے زیادہ مضبوط ہیں' اور بلقان ہمیشہ ان سے لبریز رہا ہے - اپنی تمام تاریخ میں اس آتش نشاں ملک کا امن ڈاروپ ڈارک کا امن رہا ہے - یہاں بلغاری سروی ' یونانی ' اور آخر میں عثمانی شاہنشاہی رہ چکی ہوگی ' اور جب تک زوال کا وقت نہیں آیا ہر ایک نے امن کو اچھی طرح بلکہ کارآمد طور پر قائم رکھا ' مگر ایک ایسا امن جس کی بنیاد مختلف اور آزاد قومیتوں پر ہو جن میں سے ہر ایک اپنے ہی حدود کے اندر لڑتی بھڑتی رہتی ہوں ' کبھی نہیں قائم رہ سکتا ہے -

ہر ایک شاہنشاہی کے سقوط کے پیچھے بے ترتیبی آئی ہے' اور دامن صرف نئے ڈاپ ڈارک کے ظہور پر آیا ہے - یہ ہے بلقانی تاریخ کا سبق اور اسی سبق کی روشنی میں موجودہ پیچیدگیوں کا انتظام کرنا چاہیے -

یہ خود مختار قومیتوں کی بنیاد پر ایک باقاعدہ حالت محفوظ نہیں رکھ سکتے - اس کے دو سبب ہیں - اولاً قومیتیں خود اتفاق نہیں کرینگی - ثانیاً ان کو متفق کرنے کے لیے کوئی یورپی کوشش روس اور آسٹریا اور ان کے ذریعے سے شاید تمام یورپ کو میدان میں لا کے کار زار جنگ کے رقبے کو وسیع کر دیگی -

میرے نزدیک ان پیچیدگیوں کے انتظام کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ ان کو سختی کے ساتھہ چھوڑ دیا جائے ' اور دوسرے ڈاپ ڈارک کا انتظار کیا جائے - وہ انجام کار آئیگا خواہ ہم کچھہ ہی کریں ' اور ہم اپنے آپ کو مصیبت کی ایک بڑی مقدار سے محفوظ رکھ سکینگے اگر ہم اس کو آنے دینگے -

مقدونیہ کی سوگذشت

ڈیلی ایسٹ ١١ - جولائی سنہ ١٩١٣ع کی اشاعت میں لکھتا ہے .

٤ - جولائی کو " ترکی اور مقدونیہ کے چند ضروری مسائل " کے زیر عنوان چارلیس روشر نے السٹیونٹ آف جرنلسٹ کے ہال میں لالٹینوں کے ذریعہ سے ایک لیکچر دیا - مسٹر روشر نے حاضرین کی توجہ مقدونیہ کی موجودہ حالت کی طرف متوجہ کی اور ترکی حکومت کے اٹھنے کی تعبیر " بد سے بدتر حالت میں تغیر " سے کی - انہوں نے کہا کہ یورپ کے سامنے نہایت ضروری مسئلہ ان ۲ - لاکھہ ترکوں کی فکر کا جو ایشیائے کوچک بھاگ آئے ہیں - انکی حالت

هـذا فـراق بينـي و بينـك

(از مولوی عبد السلام صاحب ندوی)

اگر کسی نے یہ دعوی کیا کہ روح کے بغیر جسم کا وجود قائم رہ سکتا ہے ' جوہر کے بغیر بقاے عرض ممکن ہے ' تو یہ ایک ایسا دعوی ہوگا جس کے اثبات کے لیے تمام قوانین قدرت کو بدل دینا پڑیگا ' ولن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا ' ندوۃ العلماء کے ساتھہ مولانا شبلی کا تعلق بعینہ روح و جسم اور عرض و جوہر کا تعلق تھا -

مولانا شبلی نے جب اول اول ندوہ میں قدم رکھا ' تو یہ وہ وقت تھا جب لارڈ میکڈانل کی گورنمنٹ ندوہ کو پامال کر چکی تھی - بانیان ندوہ نے حیدر آباد و مکہ معظمہ کو اپنا مامن بنایا تھا - مالک یا خود ممبران ندوہ خواب غفلت میں سرشار تھے - اس لیے مدت سے جلسہ ہاے سالانہ کی گرم بازاری سرد ہو چکی تھی - مستقل آمدنی مسدود تھی ' حیدر آباد کا ماہوار سو روپیہ کا وظیفہ ' بہاولپور کی تین سو سالانہ کی رقم ' ندوۃ العلماء کی وجہ کفاف تھی - باقی چندوں کی رقم تھی جو ادھر ادھر سے جھولی میں پڑ جاتی تھی - موجودہ حالت کی نسبت میں نہیں کہہ سکتا ' لیکن اوسوقت جب اس حالت کو دیکھہ کر گورنمنٹ کی چشم عتاب کی سریع السیر گردش پر نظر ڈالی جاتی تھی ' تو نظر آتا تھا کہ اسباب و علل کا ایک غیر مربوط سلسلہ ہے ' جو علی گڈہ سے شروع ہو کر تمام ہندوستان میں پھیل گیا ہے - ندوۃ العلماء بھی اسی سلسلہ کے پیچ و خم میں اولجھہ کر رہگیا ہے' اسلیے اس صید گرفتار کی رہائی کے لیے مولانا شبلی نے انہی گرہوں کو کھولا - منزل پر پہونچنا آسان ہے ' دشواری جو کچھہ ہے ' قطع مسافت

[بقیہ پہلے کالم کا]

سرشار ہوئی اگر وہ بھی اپنے ہزاروں بھائیوں کی اسی سرزمین میں ہلاک ہوگئے ہوے' جسکے چھوڑنے پر وہ مجبور کیے گئے ہیں -

مسٹر روشر کو اسی طرح مظالم کی صحت کا یقین ہے جیسا کہ ٹرا ملگر اسکوائر میں ایک لاٹ کے ہونے کا یقین ہے - ان مظالم کی ذمہ داری ان کو متجسس پر عائد ہوتی ہے ' جنکے ساتھہ ہمیشہ ایک پادری رہتا تھا ' اور ان مظالم کے ارتکاب سے پہلے اور اسکے بعد انکو کیتھولک مذہب کی رو سے مغفرت عطا کیا کرتا تھا -

قلت وقت کی وجہ سے مسٹر روشر مذہب کے اس جنگ سے تعلق کے نقطے کو ہاتھہ بھی نہ لگا سکے ' مگر ان کو امید ہے کہ وہ اپنے نتائج عنقریب مضمون کی صورت میں شائع کرینگے -

خطبہ کے اختتام پر مسٹر روشر نے تین قرار دادوں کی تحریک کی ' جسکی تائید مسٹر شاف صدر جلسہ نے کی تائید کرتے ہوے مسٹر شاپ نے کہا : معاہدہ لندن پر دستخط کرنے میں عجلت کی اصلی محرک سر ایڈورڈ گرے کی یہ دھمکی تھی کہ اگر انہوں نے دستخط نہ کیے تو وہ مظالم کی وہ رپورٹ شائع کر دینگے جو برطانی قونصل نے بھیجی ہے - خفیف مباحثہ کے بعد قرار دادیں طے ہوگئیں ' اور جلسہ برخاست ہوا -

میں ہے ' اسلیے اون کا اصلی کارنامہ یہ ہے ' کہ اونہوں نے گورنمنٹ کی پیشانی کے بل کن کن تدبیروں سے نکالے ' لیکن اسکی تفصیل اس مختصر مضمون میں مشکل اور غیر ضروری ہے - نتیجہ کی عظمت خود اپنے مقدمات کی عظمت کا بدیہی ثبوت ہے - بالاخر ان کوششوں کا نتیجہ جلسہ سنگ بنیاد میں پبلک کو نظر آیا ' اور ۶ - ہزار سالانہ ایڈ کی صورت میں بالاستقلال نظر آتا ہے - اونکے زمانے میں جلسہ ہاے سالانہ کا ہنگامہ دوبارہ گرم ہوگیا - بنارس ' دہلی ' لکھنو میں جو جلسے ہوے ' ان میں جو اہم رزولیوشن پاس ہوے ' بنارس میں علمی نمائش جس وسیع پیمانے پر ہوئی ' ہز ہائنس سر آغا خاں جس تزک و احتشام کے ساتھہ ندوہ کی عمارت کے ملاحظہ کے لیے تشریف لاے ' سید رشید رضا نے جلسۂ ندوہ کی جو صدارت قبول کی ' وہ تمام تر مولانا ے موصوف کی مساعی جمیلہ کا نتیجہ تھا ' جو ندوہ کی شہرت کا طغراے زریں بن گیا -

مالی حیثیت سے ندوہ نے اسقدر ترقی کی کہ دارالعلوم ندوہ جو مولانا ے موصوف کی زیر معتمدی تھا ' عام چندوں کا محتاج نہ رہا - گورنمنٹ ایڈ سے الگ ' بیگم صاحبہ بھوپال نے ڈھائی سو روپیہ ماہوار کی رقم مقرر فرمائی - نواب صاحب رامپور نے پانچسو سالانہ منظور فرمائے ' راجہ صاحب جہانگیر آباد نے ۶ - سو سالانہ کی رقم عنایت کی - ان کے علاوہ متفرق وظیفے تھے ' جو اون کے دوست احباب عطا فرماتے تھے - ان تمام مستقل آمدنیوں میں ' بجز مولانا ے موصوف کے کسی معتمد یا ممبر ندوہ کی سعی و اثر کو مطلق دخل نہیں - وہ حیدر آباد سے بھی مالی مدد حاصل کرنے کی کوشش میں مصروف تھے ' اگر مولوی عزیز مرزا صاحب کا ناگوار معاملہ پیش نہ آگیا ہوتا ' تو یہ کوشش بھی اب تک بار ور ہوجاتی - بہاولپور کی ۵۰ - ہزار کی رقم اگرچہ مولانا غلام محمد شملوی کی کوششوں کا نتیجہ ہے ' لیکن اس کے علاوہ بورڈنگ کے لیے تقریباً ۲۰ - ہزار کی جو رقم جمع ہوئی ' وہ مولانا ے موصوف کی احاطۂ اثر سے علحدہ نہیں ہوسکتی - متفرق چندے اگرچہ وکلاء کے ذریعہ سے جمع ہوتے رہے ' لیکن اونہوں نے اپنے زمانے میں نہایت موثر وفود مرتب کیے ' جو اون کی سرپرستی میں مختلف جگہ بھیجے گئے - پشاور ' شملہ ' کوہاٹ ' راولپنڈی ' امرت سر وغیرہ کے وفود اس سلسلہ میں خاص اہمیت رکھتے ہیں ' ان وفود کو مولانا ے موصوف نے اپنی بلند ہمتی سے روپیہ جمع کرنے کے بجاے ' مقاصد ندوہ کی اشاعت کا بہترین ذریعہ قرار دیا تھا ' لیکن مجھے یہ نہ بھولنا چاہیے کہ میں ندوہ اور مولانا شبلی کے کارناموں پر بحث کر رہا ہوں -

بے شبہ ندوہ کو بھی مدد کی ضرورت ہے ' وہ ایک وسیع عمارت کا بھی محتاج ہے ' اوسکو ایک خوشنما بورڈنگ بھی درکار ہے ' لیکن یہ چیزیں اوسکے تاج کا طرہ نہیں ہوسکتیں - اوسکے مناقب و فضائل ' علم و مذہب کی اشاعت تک محدود ہیں ' اسلیے ہم کو بتانا چاہیے کہ مولانا شبلی نے اس سلسلہ میں کیا کیا -

اشاعت علم کا مستقل اور وسیع ذریعہ کتب خانہ ہے ' ندوہ کو مال غنیمت کی طور پر ایک معمولی کتبخانہ شاہ جہاں پور میں مل گیا تھا - ارکان ندوہ اسی فخر کے نشے میں سرشار تھے ' کسیکو اوسکی ترقی اور کتب نادرہ کے جمع کرنے کا خیال نہ تھا - مولانا ے موصوف نے اسکی طرف خاص توجہ کی ' خود اپنا بیش قیمت کتب خانہ جو کتب نادرہ کا مجموعہ تھا وقف کردیا - نواب علی حسن خاں نے بھی اونھی کی تحریک سے اپنا کتب خانہ عنایت فرمایا ' نیز سکندر نواز جنگ (پٹنہ) اور عماد جنگ (حیدر آباد) نے اچھے اچھے کتبخانے مولانا ہی کے اثر سے ندوہ کو ہبہ کیے - انگریزی کی کتابیں نہ تھیں ' نواب عماد الملک [illegible]

کتابیں قدیم اور نایاب اور ایک معتدبہ ذخیرہ عربی کتابوں کا عنایت فرمایا - اسپیشی (لکھنو) سے ایک مختصر کتبخانہ ندوہ میں آکر شامل ہوا - انجمن دائرۃ المعارف حیدر آباد نے بھی اپنی تمام مطبوعہ کتابیں دیں ' اسکے علاوہ اور بھی لوگوں نے چھوٹے چھوٹے کتب خانے وقف کیے - قیمت سے الگ کتابیں خریدی گئیں - غرض اونکے زمانے میں ندوہ کا کتب خانہ ' ایک وسیع ' نادر ' بیش قیمت خزانۂ کتب بن گیا ' اشاعت علم کا ذریعہ طلباء ہیں - مولانا ے موصوف سے پہلے ایک طالب العلم بھی ایسا نہ تھا جو شائق تحقیقات علمیہ کا راغب ہو ' علمی ذوق رکھتا ہو ' کتب بیں ہو ' ضروریات و مقتضیات زمانہ سے آشنا ہو ' مقرر ہو ' انشا پرداز ہو ' عربی زبان میں کامل مہارت رکھتا ہو - مولانا ے موصوف کے زمانے میں متعدد لڑکے ایسے پیدا ہوگئے جو ان خوبیوں کا مجموعہ ہیں ' اور اونکا مخفی اثر دار العلوم سے نکلکر ہندوستان میں پھیل رہا ہے - مذہبی کاموں کے سلسلہ میں اونہوں نے اشاعت اسلام کا صیغہ متعدد بار اپنے ہاتھہ میں لینا چاہا ' لیکن شاہ سلیمان صاحب نے اپنے آپ کو مجسم اشاعت اسلام ثابت کر کے یہ صیغہ اونکے ہاتھہ سے لے لیا ' تاہم اونہوں نے اس سلسلہ میں ایک ایسی خدمت انجام دی ' جو ابدالاباد تک مسلمانوں کو اپنا زیر بار احسان رکھیگی - تمام مسلمان معترف ہیں کہ وقف علی الاولاد کا قانون ایک ایسا قانون ہے ' جسکے بغیر مسلمانوں کی جائداد کا تحفظ نہیں ہوسکتا ' یہ ایک خاص مذہبی مسئلہ تھا ' جسکو حکام پریوی کونسل نے باطل کردیا تھا - مولانا ے موصوف نے ندوہ کے جلسہ سالانہ میں اسکا رزولیوشن منظور کرایا ' اسکے بعد نہایت سرگرمی سے اسکے متعلق کارروائی کی ' جسکا نتیجہ آج قوم کے سامنے ہے -

یہ مولانا شبلی کے کارناموں کا اثباتی پہلو ہے ' وجود اگرچہ عدم پر فضیلت رکھتا ہے ' لیکن اونکے فضائل کا سلبی پہلو اس سے بھی زیادہ روشن و نمایاں ہے - نواب محسن الملک نے اصرار کیا کہ آؤ تین سو روپیہ ماہوار لو ' مکان و فرنیچر کالج سے دیا جائیگا ' مولوی عزیز مرزا نے سات سو روپیہ پر ڈائرکٹر علوم مشرقیہ مقرر کرنا چاہا ' بیگم صاحبہ بھوپال نے بھوپال میں قیام کی خواہش کی ' لیکن لا اور کلا کے مختصر الفاظ نے ان تمام مطامع کا سدباب کردیا ' کیوں اسلیے کہ اونکو دولت کی نہیں ' جاہ کی نہیں ' شہرت کی نہیں ' صرف ندوہ کی ضرورت تھی ' لیکن افسوس کہ اب ندوہ کو اونکی ضرورت نہیں -

دعوۃ الهلال

(از خریدار الہلال نمبر ۱۱۴۵)

اپکا اخبار الہلال مورخہ ۲۱ - جمادی الاخری مطالعہ سے گزرا مولوی عبد اللہ صاحب امجدی کے اعتراضانہ مضامین نظر سے گذرے - جواب دہی کی زحمت جناب نے مفت گوارا فرمائی - میرے خیال میں اس سوال و جواب میں اپکے وقت عزیز کے ضائع ہونے کا گمان ہے - جو مسیحائی ایک قریب الی الموت قوم کے حق میں آپ کر رہے ہیں صرف اسی مہم میں مصروف رہیے - اس قسم کی بحثیں بد قسمتی قوم کے لیے مخل و مانع بہبود ہیں - اندنوں اسلامی حادثات جیسے کچھہ گذرے پیش نظر ہیں ' غالباً اس سے ایک مسلمان بھی بے خبر نہیں - اسکی چارہ جوئی میں جناب نے خواب و خور و آرام و راحت بالاے طاق رکھہ دیا ہے ' اللہ تعالی اس سعی میں برکت دے ' اور نتیجہ خیر ظہور پذیر ہو - میں کسی طرح اس لائق نہیں کہ ٹھیرانہ کسی مضمون کی طرف آپ کو توجہ دلاؤں - فقط مقصود اظہار خیال تھا ' جسکو پیش خدمت جناب کیا گیا ' آپ

فہرست زر اعانۂ مہاجرین عثمانیہ
(۸)

نام	روپیہ	آنہ	پائی
بذریعہ جناب فضل الرحمن خان صاحب محرر			
جیل خانہ ریاست چرکھاری	۱۵	۱	٠
بقایا چلدہ صدر	٠	٠	۳
(بہ تفصیل ذیل)			
بقایا چلدہ عیسے نگرے	٠	٠	۶
جناب شیخ عاری صاحب	٠	۴	٠
جناب حسین بخش صاحب	٠	۱	۳
جناب خدا بخش صاحب	۱	٠	٠
جناب عبد الغفور صاحب سوداگر چرم	٠	۸	٠
زوجہ جناب بدلو صاحب	٠	۲	٠
جناب جانی صاحب	٠	۱	۳
جناب منشی امیر اللہ خان صاحب	۱	۱۴	٠
جناب مدار بیگ صاحب - نلکلہ	۱	٠	٠
جناب شیخ اسمعیل صاحب	۱	٠	٠
جناب شیخ عاری صاحب	۱	٠	٠
جناب شیخ فتھو صاحب	٠	٠	۳
جناب شیخ رمضان صاحب - نلکلہ	٠	۵	۶
جناب فرستی محمد خانصاحب - اللکہ	٠	۴	٠
جناب سردار بیگ صاحب	٠	۲	٠
جناب شیخ حسن صاحب	۱	٠	٠
جناب شیخ عبد العزیز صاحب راول	۲	٠	٠
جناب شیخ احمد صاحب افسر درم	٠	۴	٠
جناب سید جعفر علیصاحب	۲	٠	٠
جناب شفیع احمد خانصاحب - طالبعلم	۲	٠	٠
جناب شیخ الہ بخش صاحب	٠	۲	٠
از جانب مسلمانان موضع بسی ضلع چتورگڑہ میواڑ علاقہ اودیپور			
جناب ملا نور محمد و عبد الرحمن صاحبان	۱۳	٠	٠
جناب میران بخش صاحب	۳	٠	٠
جناب حاجی خواج بخش صاحب	۲	٠	٠
جناب علی محمد صاحب	۲	٠	٠
جناب سلیمان صاحب	۱	۱۳	٠
جناب کمال الدین صاحب	۲	٠	٠
جناب لال محمد صاحب	۱	۱۳	٠
جناب نبی بخش صاحب - آسام	۲	٠	٠
جناب نبی بخش صاحب - ماقلی	۱	٠	٠
جناب اللہ راہی صاحب	٠	۱۳	٠
جناب دہور صاحب	۱	٠	٠
جناب نور صاحب	۱	٠	٠
جناب داؤد صاحب	۱	٠	٠
جناب خواج بخش صاحب - پٹیل	۲٠	٠	٠
جناب نبی بخش صاحب - ٹاک	۵	٠	٠
جناب جمال الدین صاحب - سامریہ	۶	٠	٠
جناب کریم بخش صاحب - ٹاک	۲	٠	٠
جناب محمد بخش صاحب - کذاریہ	۴	٠	٠
جناب عبد الشکور صاحب	۲	۱۴	٠
جناب عبد العزیز صاحب	۲	٠	٠
جناب جمال الدین صاحب - سرلکی	۲	٠	٠
جناب قدرت اللہ صاحب - سامریہ	۱٠	٠	٠

نام	روپیہ	آنہ	پائی
جناب اسلم بخش صاحب - کہیلچی	۱	٠	٠
جناب حافظ عبد الوارث صاحب	۱	٠	٠
جناب مسلم صاحب - پہاڑی	۱	٠	٠
جناب الیاس صاحب - کہیلچی	٠	۸	٠
جناب ابراہیم صاحب	٠	۸	٠
جناب الیاس صاحب - سولنکی	۱	٠	٠
جناب حسن خانصاحب	۲	٠	٠
جناب عبد الرحمن خانصاحب	٠	۱۳	٠
جناب بہادر شاہ خانصاحب حولدار	۱	۲	٠
جناب رانگ ساز خانصاحب	۱	٠	٠
جناب قاضی غلام احمد صاحب - دانی بسی	۲	٠	٠
جناب مصری خانصاحب	۲	٠	٠
جناب الہ بخش صاحب - استا	۱	۳	٠
جناب سراج الدین صاحب - استا	۱	٠	٠
جناب خدا بخش صاحب	۳	٠	٠
جناب داؤد صاحب	۱	۸	٠
جناب الہ بخش صاحب	۱	٠	٠
جناب خاجو صاحب	۱	٠	٠
جناب سلطان صاحب	۱	٠	٠
جناب طیب صاحب	۱	٠	٠
جناب اسمعیل صاحب	٠	۸	٠
جناب حسن شاہ صاحب	٠	۱۴	٠
جناب فاضل شاہ صاحب	۱	٠	٠
جناب قاسم شاہ صاحب	٠	۶	٠
جناب حاجی شاہ صاحب	٠	۱۳	٠
جناب نور محمد صاحب	۱	٠	٠
جناب لال محمد صاحب	٠	۸	٠
جناب مسلم صاحب	۱	٠	٠
جناب عالم صاحب - ناگوری	۱	٠	٠
جناب فتح محمد صاحب میرٹ رال	۱	۱۳	٠
جناب خواج بخش صاحب ناگوری	٠	۱۳	٠
جناب عیسی صاحب - میرٹ رال	٠	۱۳	٠
جناب کرم بخش صاحب	٠	۱۳	٠
جناب خدا بخش صاحب	٠	۶	٠
جناب حاجی ابراہیم صاحب	۱	۴	٠
جناب الیاس صاحب - میرٹ رال	۱	٠	٠
جناب الہ بخش صاحب	٠	۱۳	٠
جناب حاجی نذر صاحب	۱	٠	٠
متفرق طور پر چہوٹی میں آٹ آنہ دو دو آنے	۴	۷	٠
چندہ مسلمانان موضع پارسولی ضلع چتوڑ			
(بہ تفصیل ذیل)			
جناب فتح محمد خانصاحب - دانی پارسولی	۲	٠	٠
جناب چاند محمد صاحب استا	۲	٠	٠
جناب اللہ بخش صاحب استا	۳	٠	٠
جناب بہورے صاحب	۱	٠	٠
جناب مہتاب خانصاحب	٠	۱۴	٠
جناب اشرف محمد صاحب - سلارٹ	۱	٠	٠
جناب حسن صاحب	٠	۸	٠
جناب بہیکن صاحب	٠	۶	٠
جناب نور محمد صاحب	۱	٠	٠
جناب عمر صاحب	٠	۶	٠
جناب نواب خان صاحب	٠	۸	٠
جناب چاند محمد صاحب	٠	۸	٠
میزان	۱۸۱	۳	٠

لَا تَهِنُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَنتُمُ الْأَعْلَوْنَ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ ـ القرآن الحكيم

مدیر مسئول و خصوصی
احمد المکنیٰ بابی الکلام الدہلوی

مقام اشاعت
۷ - ۱ مکلاوڈ اسٹریٹ
کلکتہ

الہلال

ایک ہفتہ وار مصوّر رسالہ

Al-Hilal,
Proprietor & Chief Editor
Abul Kalam Azad,
7/1, MacLeod street.
CALCUTTA.

قیمت
سالانہ ۸ روپیہ
ششماہی ۴ روپیہ ۱۲

Yearly Subscription, Rs. 8.
Half-yearly „ „ 4-12.

نمبر ۷ — کلکتہ: چہار شنبہ ۱۰ رمضان ۱۳۳۱ ہجری — جلد ۳
Calcutta · Wednesday, August 13, 1918.

فہرس

کامریڈ و ہمدرد کی ضمانت

حکام اپنے ضعف کی بندش زبان شکایت کی بندش سے کر رہے ہیں، ظلم ہو، جور ہو، ستم ہو، کچھہ بھی ہو مگر آن کی یہی خواہش رہتی ہے کہ عام نظریں ان واقعات کو دیکھیں، عام سماعتیں ان حوادث کو سنیں، عام دماغ ان کے نتایج سے اثر پزیر ہوں، لیکن نہ زبان پر کوئی لفظ آئے، نہ قلم سے کوئی حرف نکلے - امتثال میں اگر تخلف ہوا تو تعزیر و تعذیب کی پہلی قسط ضمانت سے شروع ہوگی جو اس ہفتے میں کامریڈ و ہمدرد (دہلی) سے دو ہزار روپے کی مقدار میں لی گئی ہے - قارئین الہلال و رمیندار و مسلم گزٹ کا فرض ہونا چاہیے کہ اس مقدار کو اپنے مخصوص چندوں سے فراہم کریں - میں اس فنڈ میں ایک سو روپے دیتا ہوں -

مالا بد منہ

اعانۂ مظلومان کانپور

کانپور کے مقدس فرزندان اسلام جو شہید ہوے آن کی پاک روحیں خدا کے حضور میں پہونچ چکی ہیں، جہاں نہ مسٹر ٹائلر کو قتل عام کی دسترس ہے، نہ مسٹر سم کو شعائر اللہ کی بے حرمتی کا موقع حاصل ہے، نہ پولیس کو بے گناہوں کے گھروں میں گھس کر انہیں پابہ زنجیر کرنے کا حق ہے :

یبشرہم ربہم برحمۃ منہ	آن کا پروردگار آن کو اپنی مہربانی و
ورضوان و جنات لہم فیہا	رضامندی سے ایسی بہشت میں رہنے
نعیم مقیم، خالدین فیہا	کی خوش خبری دے رہا ہے جہاں
ابـــداً، ان الـــلـــہ	دائمی آسایش ملیگی، یہ لوگ ہمیشہ
عنـــدہ اجـــر عظیـــم	بہشت کی راحت میں مقیم رہینگے، بے
(۹ : ۱۹)	شبہ اللہ کے ہاں اجر و ثواب کا بڑا ذخیرہ

موجود ہے -

لیکن شہیدوں کے اہل و عیال، جن کے گھرانے تو خدا کی رحمت سے معطر ہوچکے ہیں مگر اس وقت نظربندی میں ہونے کی وجہ سے عوام میں مطرود و معذول ہو رہے ہیں - آن کی حالت عام نصرت و تعاون کی حاجتمند ہے - جو لوگ اپنے گھروں سے گرفتار کرکے قید کیے گئے ہیں وہ اور بھی قابل رحم ہیں - ۱۰ - اگست سنہ ۱۹۱۳ ع کو میں خود مجسٹریٹ کانپور سے ملنے گیا وہ مجھے زندان کانپور کے آن گرفتاران بلا سے ملنے کی اجازت دیں جو شہادت مسجد کے سلسلے میں پا بزنجیر ہوے ہیں مجسٹریٹ نے اس کو منظور کرنے سے انکار کردیا - ۱۱ - اگست کو میں نے لفٹنٹ گورنر صوبۂ متحدہ کو تار دیکر درخواست کی کہ یا تو میری درخواست قبول ہو یا وجوہ انکار سے اطلاع دی جاے - مجسٹریٹ نے کانپور میں میرا قیام بھی جائز نہ رکھا، اس سے ظاہر ہے کہ مظلوموں کے ساتھہ کیا سلوک ہو رہا ہے -

مسلمانوں میں اگر غیرت باقی ہے تو عام چندے سے اس مسئلے کو حد تک پہونچالیں - میں اس فنڈ میں سو روپے کی ناچیز رقم پیش کرتا ہوں -

شذرات

لتصبرن علی ما اذیتمونا (۱۴ : ۹) و ان عدتم عدنا (۱۷ : ۸)

و الذین ینقضون عہد اللہ من بعد میثاقہ ' و یقطعون ما امر اللہ بہ ان یوصل ' و یفسدون فی الارض ' اولئک لہم اللعنۃ ولہم سوء الدار (۱۳ : ۲۰)

جو لوگ خدا کے ساتھہ پختہ عہد و پیماں کرکے پھر عہد شکنی کرتے ہیں' جن تعلقات کو جوڑے رکھنے کا خدا نے حکم دیا ہے ان کو توڑتے ہیں' ملک میں فتنہ و فساد برپا کرتے ہیں' وہ وہی لوگ ہیں جن کے لیے لعنت ہے اور جن کا برا انجام ہونے والا ہے -

ولا تحسبن اللہ غافلا عما یعمل الظالمون ' انما یؤخرہم لیوم تشخص فیہ الابصار ' مہطعین مقنعی رؤسہم ' لا یرتد الیہم طرفہم ' و افئدتہم ہواء (۱۴ : ۳۱)

یہ نہ سمجھو کہ خدا ان ظالموں کے اعمال سے غافل ہے ' وہ انہیں اس دن تک کی مہلت دے رہا ہے جب کہ خوف کے مارے آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ جائینگی' سر اٹھائے ہوئے چلے جا رہے ہونگے' ان کی بدحواسی کا یہ عالم ہوگا کہ نگاہ بھی پھر ان کی طرف لوٹ کر واپس نہ آئیگی' اور ان کے دل ہوا ہو رہے ہونگے -

و ان کادوا لیستفزونک من الارض لیخرجوک منہا ' و اذا لا یلبثون خلافک الا قلیلا (۱۷ : ۷۶)

یہ لوگ ملک سے تم کو دل برداشتہ کر چلے ہیں کہ یہاں سے تمہیں نکال باہر کریں' ایسا ہوا تو یہ بھی تمہارے بعد چند روز سے زیادہ نہ رہنے پائینگے

ایک زمانہ وہ تھا جب ہندوستان میں شرع اسلام کی حکومت تھی' احتساب جاری تھا' قانون شریعت کی پابندی فرض تھی' سلطنت کا مذہب اسلام تھا' اور اسلام ہی کے مطابق معاملات و مقدمات کے فیصلے ہوتے تھے' شرع اسلام کا حکم تھا کہ کوئی فیصلہ جو مسلمان قاضی کی عدالت سے صادر نہ ہوا ہو نافذ الاثر نہیں ہو سکتا - مسلمان نہ اس پر عمل کرنے کے پابند ہیں اور نہ اس کو فیصلۂ قطعی مان سکتے ہیں' مدت ہوئی استبداد کا جور فراموش تحکم مسلمانوں کے دلوں سے تو اس حکم کو فراموش کرا چکا ہے' لیکن ہنوز "مسلمانی درکتاب" باقی ہے' اور عام کتب فقہیہ میں یہ مسئلہ مذکور ہے -

شاہ عالم پادشاہ دہلی نے بنگال و بہار و اڑیسہ کی سلطنت جب انگریزوں کو تفویض کی تھی تو عطاے دیوانی و نظامت کے لیے جو معاہدہ تحریر ہوا تھا اس کی ایک خاص دفعہ یہ بھی تھی کہ انگریز ان صوبوں میں شرع شریف کے مطابق حکومت کرینگے' اور اس باب میں کسی قسم کا تخلف یا تجاوز روا نہ رکھینگے - میر جعفر جب مشرقی ہندوستان سے دست بردار ہوا' محمد علی خاں نے جب ارکاٹ و کرناٹک کی ریاست نذر کی' آصف الدولہ نے جب صوبۂ الہ آباد و روہیل کھنڈ کا پیشکش گزرانا' سعادت علی خاں نے جب نصف سلطنت ہبہ کر دی' مؤتمن الملک اسحاق خاں شوستری نے جب صوبۂ آگرہ کے لیے معاہدہ کیا' تو عام روایت ہے کہ ان تمام معاہدات میں اس شرط کو خاص اہمیت دی گئی' اور انگریزوں نے بطریق دوام و استمرار اوامر شرعیہ کے امتثال و انقیاد کے لیے دستخط کیے - لندن کے انڈیا آفس میں ہنوز ان کاغذات کی اصلیں اور کلکتہ کے گورنمنٹ ہاؤس میں ان کی مصدقہ نقلیں موجود ہونگی - سنہ ۱۸۵۷ ع کے بعد ایسٹ انڈیا کمپنی کی حکومت جاتی رہی - عنان سلطنت براہ راست

شاہنشاہ ہند و انگلستان کے ہات آگئی' اس تبدیل و تغیر سے نظام تو ایک حد تک بدل گیا مگر اساس تنظیم یا ما بہ النظام کا بدلنا ممکن نہ تھا - شاہنشاہی نے کمپنی کے تمام معاہدات جائز و نافذ قرار دیے اور ان کی مسئولیت اپنے سر لی - مسئولیت تو بہر حال باقی رہی' لیکن معاہدے کو نافذ العمل بنائے رکھنے کی جو شرط تھی وہ گویا جزا کے لیے مشروط ہی نہیں ہوئی تھی -

---

ابھی چند سالوں کی بات ہے' لارڈ کرزن کی گورنمنٹ نے وزیر دکن (مہاراجہ کشن پرشاد) کی وساطت اور رزیڈنٹ کی مجبور کن حکمت سے فائدہ اٹھاکر نظام حیدرآباد (ہز ہائنس نواب میر محبوب علی خاں مرحوم) کی گورنمنٹ سے ۹۹ - سال کے لیے صوبۂ برار کا اجارہ لیا ہے - اجارہ نامہ کی نقل بہ آسانی مل سکتی ہے' اور اس سے معلوم ہو سکتا ہے کہ برار میں (۱) امتثال احکام مذہبیہ (۲) سکہ دولت آصفیہ (۳) خطبۂ نظام کے شرائط ہیں یا نہیں؟ اور اگر ہیں تو کیا اس وقت بھی دفعہ اولی کا نفاذ باقی ہے؟

اسے بھی جانے دیجیے' صوبۂ مدراس کی ذیل میں ایک بہت ہی مختصر اور چھوٹی سی عربی ریاست (جمہور) واقع ہے' یہ ریاست خود مختار تھی - ایک عرب خاندان اس کا فرماں روا ہے' رئیس کا سرکاری لقب (سلطان) ہے جو حکومت ہند میں بھی مسلم ہے' عربی حکومتیں عموماً شرعی قانون رکھتی ہیں' یہی دستور العمل جمہور کا بھی تھا' کچھہ زمانہ گزرا انگریزی سلطنت کی شفقت و مرحمت کو سلطان جمہور کی بدنظمی ناگوار گزری - ریاست کی زمام انتظام اپنے ہات میں لے لی' شاید معاہدہ یہ ہوا کہ سلطان جمہور تادیب و تجربہ کے لیے ریاست کے نظم و نسق سے ہوتے ہیں' ان کی نیابت میں یہ فرض گورنمنٹ ہند ادا کریگی' سکندرش مگر اس موقت تبدیلی سے اصول حکومت میں فرق نہ آئیگا اساس انتظام وہی رہے گا جو اب تک رہتا چلا آیا ہے - خاندانہ ریاست کو انتزاع امر کی زحمت بھی نہ اٹھانی پڑے گی' بلکہ ایام تادیب کے گزرنے پر سلطان جمہور کو یہ ریاست واپس مل جائے گی - تعالی دین مہینے ہوئے جمہور میں صاحب کمشنر کا دورہ ہوا تھا' رعایا کو امید تھی کہ تادیب کے بہت دن ہو چکے' اس موقع پر وعدہ وفا ہوگا' اور ریاست واپس مل جائے گی' مگر "وہ وعدہ ہی کیا جو وفا ہوگیا؟" جمہور میں بجائے قانون اسلام کے اس وقت تعزیرات ہند کی حکومت ہے - سلطان جمہور ادھر ادھر پھر رہے ہیں' اور عدل و انصاف کی آنکھیں دیکھہ رہی ہیں کہ "مواعید عرقوب" کا کیونکر اعادہ ہو رہا ہے -

---

حکومت نے پہلے پہل آئین نظامت کو توڑا' رعایا خاموش رہی کہ انتظام کمشنری سے شاید اشک شوئی ہو جائے - قضات کے مناصب توڑے' ملک چپ رہا کہ قاضی کی ایک خاص ضرورت ملاؤں کی جماعت پوری کر دیا کریگی - شرعی عدالتیں توڑیں' قوم صبر کر رہی کہ "شرع محمدی" سے کام نکل جائیگا - مقدمات دینیہ میں غیر مسلم ججوں کے فیصلے ناطق ہونے لگے - مسلمان اس پر بھی بے حوصلہ نہ ہوئے کہ قانون تو ہدایہ و عالمگیری ہی سے ماخوذ ہے - تعلیم قانون کا نصاب مستندات فقہیہ پر حاوی تھا اور اخیر ان ہدایہ کے ابواب میں وکالت کا امتحان لیا جاتا تھا' یہ ضابطہ بھی ٹوٹا - ہندوستان اس پر بھی اپنی ناراضی کو دبائے رہا کہ مدنیۃ فرنگ کے آداب و آئین میں شاید فحشاء و منکر سے باز رکھنے کے موثر دفعات و قواعد ہونگے - مذہب سے گورنمنٹ کی بے تعلقی کا اعلان ہوا' پیروان مذہب نے اپنی تشویش مخفی رکھی کہ ہنوز مذہبی آزادی تو قائم ہے - مذہبی آزادی پر جب حرف آنے لگا' لاہرپور (ضلع سیتاپور - اودھہ) کی خانقاہ اور روضے کے سد باب کے لیے صاحب

مساجد پر تشدد شروع ہوا ' احاطۂ عدالت جہاں غازی پور کی مسجد کے درختوں اور آس پاس کی کھپریلوں پر دست درازی ہوئی ' صاحب جج (پنڈت سری رام) نے خدا کے گھر میں داخل ہو کر مسجد کے لوٹے اور بدھنیاں اپنے سامنے تڑوائیں ' مسلمانوں کے ضبط میں اب بھی فرق نہ آیا کہ ابھی مسجد کی حقیقت تو تطاول سے محفوظ ہے - کانپور میں جب مسجد مچھلی بازار کا ایک حصہ شہید کیا گیا ' تو اس کے لیے بھی تاویل کرلی گئی کہ یہ حصہ مسجد میں داخل ہی نہ تھا ' اور اگر تھا بھی تو جب تک مذہب کی راہ میں کشت و خون نہ ہو اور اہل مذہب کی جانوں پر نہ آ بنے ' اس وقت تک مذہبی آزادی میں کیا کلام ہے - ۳ اگست سنہ ۱۹۱۳ع کو جب اس آزادی کا خون ہوا ' اللہ کے گھر پر جانیں فدا کرنے والے شہید کیے گئے ' تو عوام اب پر بھی خاموش ہیں کہ ہنوز شاہ جہاں کی مسجد اور شاہنشاہ کونین کے نہت سے پرستار زندہ تو ہیں - دیکھنا ہے کہ اس مجروح و مخدوش زندگی پر بھی حملہ ہوا تب کیا ہوگا ؟

اولا یرون انہم یفتنون فی	دیکھتے نہیں کہ ہر سال ایک یا دو
کل عام مرۃ او مرتین ؟ ثم	مرتبہ مصیبت ہوتے رہتے ہیں ؟
لا یتوبون ولاہم یذکرون	اس پر بھی نہ تو توبہ ہی کرتے ہیں
(۹ - ع - ۱۵)	اور نہ نصیحت پکڑتے ہیں !

ھدنۂ جنگ

سہ شنبہ کو ایم - میجر اسکیو کی اس دھمکی نے کہ اگر بلغاریا نے تخفیف شدہ حدود منظور نہ کیے تو رومانیہ شنبہ کو صوفیا پر قبضہ کر لیگی - ۷ - اگست سنہ ۱۹۱۳ع کو صلح کرادی - عہد نامہ پر دستخط کے لیے ۱۰ - اگست کی تاریخ تجویز ہوئی تھی وہ بھی ہوگئی -

رومانیہ کے ساتھ یورپ بھی مصر تھا کہ قوالہ ' کو چینا ' اور رنگ روشت بلغاریا ہی کے پاس رہیں ' لیکن حالات کی پیچیدگی نے اور صدہا مواقع کی طرح اس موقع پر بھی یورپ کے اس خیال کو کامیاب ہونے نہ دیا ' اور بالآخر قوالہ یونان کو ملا اور کوچینا اور رنگ وشت سرویا کو - تاوان جنگ کا سوال ہنوز غیر منفصل ہے - البتہ سرویا اور یونان کو ہیگ کی عدالت تحکیم میں اپنے مطالبہ کا حق دیا گیا ہے -

شاہ رومانیا اور قیصر جرمنی میں تبریک و تہنیت اور تشکر و امتنان کا مبادلہ ہوا - قیصر نے رومانیا کی مدبرانہ و دانشمند پالیسی کی شاندار کامیابی پر گرمجوشی کے ساتھ مبارکباد دی - شاہ رومانیا نے قیصر کی مخلصانہ دوستی کا شکریہ ادا کیا اور کہا کہ اس صلح کا انتہائی و آخری ہونا آپ ہی کے ہاتھ میں ہے - قیصر نے دوبارہ نہایت گرمجوشی کے ساتھ مبارکباد دی - اس کے جواب میں شاہ رومانیہ نے پھر اس موثر حصہ کا شکریہ ادا کیا ' جو جرمنی نے رومانیا کے لیے اس قدر اہم و نازک واقعات میں لیا ہے - اس تہنیت و تحسین کے علاوہ قیصر نے ایم - میجر اسکو رئیس موتمر صلح بخارست کو عقاب سرخ کا تمغا بھی عطا کیا -

قیصر کی عزت افزائیوں سے صرف رومانیا ہی بہرہ یاب نہیں ' بلکہ یونان بھی اسکے ساتھ شریک ہے - قیصر نے قسطنطین شاہ یونان کو جرمن فوج کا فیلڈ مارشل بنایا ہے - شاہ مذکور نے حکم دیا ہے کہ درۂ دانیال سے لیکر سالونیکا اور جینا سے لیکر ایڈریا تک تمام قلعوں میں ایک سو ایک توپیں بطور سلامی سر کیجائیں

اس عہد نامے کے بعد کیا جنگ کے کتے باندھ دیے جائینگے ؟ کیا صلح کا فرشتہ انسانیت کو اپنے پروں کے سایہ میں لیلیگا ؟

ادرنہ پر ترک پوری مضبوطی کے ساتھ قابض ہیں ' قسطنطنیہ سے زائرین کا ایک جم غفیر آیا ہوا ہے - ۳ - اگست کو جامع سلیم میں عظیم الشان جلسہ ہوا ' حاضرین کی تعداد ۳۰ - ہزار تھی سب نے بیک زبان کہا کہ " ادرنہ کے تخلیہ پر ہم مرجانے کو ترجیح دینگے " عنان حکومت اس جماعت کے ہاتھ میں ہے جس نے باسفورس کے قریب روسی بیڑے کی نمایش پر کہا تھا کہ تخلیہ ادرنہ کے لیے نمایش سے سنگین تر کارروائی کی ضرورت ہے - اتحاد یورپ کے جسم میں اختلاف کے جراثیم کافی تعداد میں موجود ہیں ' اور گو تخلیہ ادرنہ سے اصولاً سب متفق تھے مگر الفاظ پر اتفاق نہ ہوسکا ' مجبوراً علحدہ علحدہ ملاقاتوں نے اتحاد یورپ کی کمزوری کا نمایاں ثبوت دیا - یہ صحیح ہے کہ لندن میں قسطنطنیہ سے آئے ہوے معلومات سے یہ سمجھا گیا ہے کہ قبضہ ادرنہ کا مقصد صرف شرف عثمانی کا اعادہ اور بعض مالی مراعات کا حاصل کرنا ہے ' ورنہ دول کے مقابلہ میں یہ قبضہ جاری نہ رکھا جائیگا ' مگر جن لوگوں کو پیشقدمی کی داستان ' جس نے تمام یورپ کو خوف آمیز تعجب میں ڈال دیا تھا یاد ہے وہ اندازہ کرسکتے ہیں کہ یہ نتائج جو قسطنطنیہ سے آئے ہوے معلومات سے مستنبط و مستخرج ہیں بازار اعتماد میں کیا قیمت رکھتے ہیں -

جرائد و صحائف یورپ کی عام راے ہے کہ " یہ صلح ایک دوسری جنگ کی تمہید ہے - ترکوں کے قبضہ ادرنہ نے اس مسئلہ کو اور بھی خار دار بنا دیا ہے " -

اگر جنگ ہوئی تو ایک فریق ترک ہونگے ' مگر دوسرا کون ہوگا ؟ بلغاریا اسدرجہ پامال ہوچکی ہے کہ اسکی زیست کا سہارا صرف یہ امید ہے کہ یورپ اسکو پامال نہ ہونے دیگا - سرویا کے متعلق یاد ہوگا کہ وہ بلغاریا کے خلاف ترکوں سے معاہدہ کرچکی ہے -

سرویا کی طرح یونان اور ترکی میں بھی بلغاریا کے خلاف معاہدہ ہوچکا ہے ' جسمیں یہ طے ہوا ہے کہ بحیرہ مارمورہ کی بندرگاہوں پر جو اس وقت بلغاریوں کے قبضہ میں ہیں گولہ باری کے لیے ترکی یونانی بیڑے کو درۂ دانیال سے گزرنے دیگی ' اور اسکے معاوضہ میں یونان عثمانی بیڑے کو طرابلس اور سالونیکا جانے کے لیے بحیرہ ایجین سے گزرنے دیگا -

رومانیا ان سب میں تازہ دم ہے اسکے ' علاوہ ایک بار بخارست میں ظاہر بھی کیا گیا تھا کہ دول ادرنہ سے ترکوں کے اخراج کے لیے رومانیا سے درخواست کرسکینگی ' مگر سوال یہ ہے کہ کیا بلغاریا کے لیے رومانیا میدان میں اتریگی ؟

دول ستہ (انگلستان ' فرانس ' روس ' آسٹریا ' جرمنی ' اطالیہ) کے سفرا نے علحدہ علحدہ یاد داشتیں مرتب کی تھیں مگر سب کا مفاد ایک ہی تھا اور وہ یہی تھا کہ ایڈریا نوپل سے ترکوں کو دست بردار ہوجانا چاہیے - باب عالی میں یہ یاد داشت پیش ہوچکی ہے ' اور گو اس کا لہجہ چنداں درشت نہیں تاہم مفہوم یہی ہے کہ ترکی کو اگر اس نصیحت کے ماننے سے انکار ہے تو دول ستہ کو مناسب کارروائی پر مجبور ہونا پڑیگا - وہ مناسب کارروائی کیا ہوگی ؟ یہی کہ تمام سلطنتیں ترکوں کو جنگ کا الٹیمیٹم دیں اور گو خود آمادہ جنگ نہ بھی ہوں تاہم اس دھمکی سے کم از کم ترکوں کو کچھ نقصان تو پہونچا دیں - " دنیا کی سب سے بڑی اسلامی سلطنت " انگلستان بھی اس انذار و تہدید میں شریک غالب ہے ' اور نہ ہونے کی کوئی وجہ نہ تھی اس لیے کہ وہ خوب جانتی ہے اور بات بھی یہی ہے کہ کچھ ہو مگر اسکی مسلمان رعایا کے جذبات اخلاص و عقیدت و وفا داری میں کوئی فرق نہ آئیگا ' ان صبر آزما کوششوں کے مقابلے میں دوسری طرف دیکھو کہ ترک ابھی پچھلی ہزیمت سے اچھی طرح سنبھلنے بھی نہیں پائے ہیں ' انقلاب وزارت و اغتشاش داخلی نے پریشان کررکھا ہے ' خزانہ اسقدر خالی ہے کہ مزید فتوحات کا سلسلہ تو قائم رکھنا غیر ممکن ہو ہی گیا ہے ' موجودہ مقبوضات کا سنبھالنا بھی دشوار ہے ' مگر ایک ہمت ہے کہ یہ تمام مشکلیں بہادری سے انگیز کررہی ہے -

۱۰ رمضان ۱۳۳۱ ہجری

مشہد اکبر

ادرنہ کا دردناک نظارہ کانپور میں

اے محمد گر قیامت سر بروں آری زخاک
سر برآور وین قیامت درمیان خلق بیں
خون خلقے نے گنا ہے بر حریم مسجدت
ز آستان بگذشت و مارا خون دل از آستیں
پیروان دین حق را خوں بہ خاک آغشتہ شد
از پے خاکے کہ ہر مسلم برو سایہ جبیں

ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتا بل احیاء عند ربہم یرزقون' فرحین بما آتاہم اللہ من فضلہ ویستبشرون بالذین لم یلحقوا بہم من خلفہم' لا خوف علیہم ولا ہم یحزنون - (آل عمران)

زمین پیاسی ہے' اوسکو خون چاہیے' لیکن کسکا ؟ مسلمانوں کا' طرابلس کی زمین کسکے خون سے سیراب ہے ؟ مسلمانوں کے' مغرب اقصی کسکے خون سے رنگین ہے ؟ مسلمانوں کے' خاک ایران پر کسکی لاشیں تڑپتی ہیں ؟ مسلمانوں کی' سرزمین بلقان میں کسکا خون بہتا ہے ؟ مسلمانوں کا' ہندوستان کی زمین بھی پیاسی ہے' خون چاہتی ہے' کسکا ؟ مسلمانوں کا' آخر کار سرزمین کانپور پر خون برسا' اور ہندوستان کی خاک سیراب ہوئی -

ہندوستان کی دیوی جوش و خروش میں ہے' اپنی قربانگاہ کیلیے نذر مانگتی ہے' کون ہے ہمت کا جوان جو اوسکی خواہش پوری کرے ؟ صوبۂ متحدہ کا بادشاہ (سر جیمس مسٹن) - بالآخر بادشاہ آگے بڑھا اور اوسنے اپنی وفادار رعایا (مسلمان) کا خون پیش کیا' جو اپنی جان کے بعد اوسکو سب سے زیادہ عزیز اور محبوب تھی !

مسلم ہستی تو اب کہاں بسیگی ؟ کہ تیرے لیے ہندوستان بھی امن کا گھر نہیں رہا' وہ جسکو تو سب سے بڑی اسلامی حکومت کہتی تھی' وہ بھی تیرا خون مانگتی ہے' لیکن دشمنی سے نہیں' محبت سے' وہ تیری محبت و وفاداری کا امتحان لیتی ہے -

سر دوستان سلامت کہ تو خنجر آزمائی'

ہمالیہ ! تو دنیا کا سب سے بڑا پہاڑ ہے' تو تند و تیز ہوا کو روکدیتا ہے' تو پُر غیظ و غضب بادل کو ٹھکرا کر پیچھے ہٹا دیتا ہے' کیا تو ہمارے شدائد و مصائب کا طوفان نہیں روک سکتا' کیا تو ہمارے حزن و غم کے بادل کو ٹھکرا کر پیچھے نہیں ہٹا سکتا ؟

برٹش حکومت کہتی ہے کہ رعایا کے مذہب کا احترام ہوگا' لیکن کیا وہ احترام اوس سے بھی کم ہوگا جتنا ایک سڑک کے سیدھے ہونے کا' برٹش حکومت کہتی ہے کہ رعایا کے خون کا احترام ہوگا' لیکن کیا اوس سے بھی کم' جتنا ایک راستے کی زینت و آرایش کا ؟

۳ - اگست کی صبح' انقلاب حکومت برطانیہ کی تاریخ ہے' بہادر سپاہی جسوقت ایک ضعیف و ناتوان و غیر مسلح مجمع پر گولی برسا رہے تھے' اونہیں کیا خبر تھی کہ یہ گولیاں ان ناتوان انسانوں کے سینوں کو توڑ توڑ کر برطانی عدل و انصاف کو زخمی کر رہی ہیں ؟ اونہیں کیا معلوم تھا کہ اس گولی کا نشانہ اوس ستون کو کمزور کر رہا ہے جس پر حکومت برطانیہ کی عمارت قائم ہے ؟ وہ مسرور ہیں کہ ہم وفاداری کی خدمت ادا کرتے ہیں' نادانو! تم تو اوس سے عداوت کر رہے ہو جسکی محبت کا اظہار چاہتے ہو -

عیسر آئینی خونریزی

وہ کیا عجیب منظر تھا جب کربلاے کانپور میں' کئی ہزار بے دست و پا برطانی رعایا برہنہ سر' برہنہ پا با چشم نم و با دل پرغم ایک سیاہ علم کے نیچے جو اسلام کی مظلومی و بیکسی کا نشان تھا' کئی سو معصوم بچوں کے ساتھ' چند اینٹوں اور پتھروں کا ڈھیر لگا رہی تھی' اور اوس کی زبان پر وہ دعا جاری تھی جو وقت تعمیر کعبہ ابراہیم و اسماعیل کی زبان پر جاری تھی -

پروردگار اپنے گھر کے لیے ہماری ان — ربنا تقبل منا انک
چند اینٹوں کو قبول کر' تو سن رہا ہے — انت السمیع العلیم
اور جان رہا ہے' — (بقرہ)

یہ پر اثر مقدس نظارہ ختم نہیں ہوا تھا کہ مسٹر ٹائلر (مجسٹریٹ کانپور) کی سپہ سالاری میں ایک مختصر سوار اور پیدل فوج تمام اسلحہ سے مسلح نمودار ہوتی ہے' اور دس منٹ تک اپنی بندوقوں سے آزا آزا کر گولیوں کی ایک چادر ہوا میں پھیلا دیتی ہے - پردہ جب چاک ہوتا ہے' میدان میں خاک و خون میں تڑپتی ہوئی لاشیں نظر آتی ہیں' جن میں بعض معصوم جانیں بھی ہیں' جو افسوس دم توڑ چکیں -

گورنمنٹ پریس کا فرشتۂ غیب ہم کو اطلاع دیتا ہے کہ میدان میں ۱۴- لاشیں تھیں' پھر بتاتا ہے ۱۸- تھیں' عقیدت مند دل اس کو تسلیم کرتا ہے' لیکن عقل حجت طلب کو کیونکر سمجھائیں کہ ایک تنگ میدان میں ۱۰' ۱۵ ہزار آدمیوں کا مجمع ہے' پولیس بے محابا ۱۰- منٹ تک بے پروائی سے اون پر گولیاں برساتی ہے' ہر گولی ایک دور کے فاصلہ تک پہنچتی ہے' اور صرف ۱۸- لاشیں اون کے صدمہ سے گر پڑتی ہیں - مسلمان اپنی وولیں تلفی کا دعوی کرتے ہیں' اون کو مسرور ہونا چاہیے کہ گورنمنٹ پریس بھی اون کے اس اعجاز کو تسلیم کرتا ہے -

حکومت قانون کے ماتحت ہے' لیکن افسوس ہم زبان کے ماتحت ہیں' ہم پر گورنمنٹ کا قانون حکومت نہیں کرتا' ہم پر حکام کی زبان حکومت کرتی ہے - ایک ضعیف و کمزور مجمع جس کے ہاتھ میں کوئی آلۂ ضرر نہیں' جو کسی انسان کا محترم خون نہیں گراتا' جو کسی کی جائداد و عزت پر حملہ نہیں کرتا' صرف ایک جنبش لب سے آغشتہ بخاک و خون ہو جاتا ہے -

بے شبہ وہ قانون کی مخالفت کرتا تھا' لیکن اوس کی تادیب کیلیے عدالت کے کمرے' اور قید خانوں کی کوٹھریاں تھیں' سنگین کی نوکیں' اور بندوقوں کی گولیاں نہ تھیں - برٹش مورخ ہمکو بتاسکتا ہے کہ برسٹل اور مانچسٹر کے کتنے ہنگاموں میں ان آتشبار ہتھیاروں سے کام لیا گیا ہے ؟ ہم جانتے ہیں کہ وہ ہمکو حوالہ دیگا کہ برسٹل اور کانپور میں کتنی مسافت ہے ؟ لیکن اے معصوم مورخ ! براے خدا

ترا چنانکه توئي ، هر کسے کجا داند ؟
بقدر طاقت خود میکند ادراک !

— * —

غازي انور بے
سنہ ۱۹۱۰ میں

ہمیں بتانا کہ برسٹل اور کانپور کی نئی روح حقیقتوں میں کتنا فصل ہے ؟

نصرانی کہتے ہیں کہ مسلمانوں کا اعتقاد ہے کہ عورتوں میں روح نہیں ' لیکن اے مقدس نصرانی ! پیغمبر ناصرہ کے لیے بتانا کیا تیرا یہ اعتقاد ہے کہ مسلمانوں میں روح نہیں - ہاں روح ہے لیکن تونے اونکو بے روح کردیا ہے ' اون میں جان ہے لیکن تونے اونکو بے جان کردیا ' کیا تجکو شریعت کا یہ حکم یاد نہ رہا کہ " تو خون مت کر " -

اسباب شورش

سر جیمس مسٹن کی سرکاری اطلاع کہتی ہے کہ " معاملۂ انہدام مسجد کیلیے مسلمانان کانپور میں کوئی جوش نہیں صرف بیرونی مسلمانوں کو جوش ہے " واقعۂ قتل عام سے پہلے بھی یہ غلط تھا ' کہ اگر یہ سچ تھا ' تو مسلح سپاہی وقت انہدام مسجد کو کیوں گھیرے تھے؟ سنگینوں اور بندوقوں کی ہیبتناک نظاروں سے کن کو ترایا جا رہا تھا ؟ اور اب تو حکومت صوبہ متحدہ کو خود نظر آرہا ہوگا کہ لوازم تدبر و سیاست سے اوسکا خزینۂ حکومت کسقدر تہی تھا -

سر جیمس مسٹن کی سرکاری اطلاع کی شہادت ہے کہ مسلمانان کانپور کا جوش جرائد اسلامیہ کی ہر افروختگی اور طعن و تشنیع و ملامت کا نتیجہ ہے ' لیکن وہ کون تھا جس نے مسلمانوں پر غیرت کاذبہ اور جوش مصنوع کا الزام دیا تھا ؟ خود سر جیمس مسٹن ' وہ کون تھا ' جس نے مسلمانوں کو طعنہ دیا تھا کہ مسلمانوں کے جوش و غیرت کی حقیقت صرف چند الفاظ ہیں ؟ صوبہ کا نیم سرکاری اخبار پائنیر ' اور پھر وہ کون تھا جس نے مسلمانوں کو کہا تھا کہ انکی غیرت و حمیت کا جولانگاہ صرف قلم کا میدان ہے ؟ شہنشاہی انگلستان کی نیم سرکاری زبان ٹائمز -

سر جیمس مسٹن نے قصداً مسلمانوں کو چھیڑا ' اور اون کے اوس جوش دینی اور ولولۂ اسلامی کو جھوٹا کہا جو ۱۳۰۰ برس سے جھوٹا نہوا تھا - اونھوں نے اون زیر خاک انگاروں کو راکھہ کا ڈھیر سمجھا جو تیرہ سو برس سے اسی طرح روشن رہے - سر جیمس مسٹن کے یقین کے لیے دلیل چاہیے تھی - فرزندان اسلام بڑھے اور اونھوں نے مقتل علم میں جاکر جسمانی پردہ جو فرمانرواے صوبہ کے سامنے حائل تھا ' الٹ دیا ' اور دنیا کو نظر آگیا کہ درحقیقت اس پردہ کے پیچھے سرخ انگارے تھے جو خود دوسروں کو نہ پھونک سکے پر خود کو پھونک دیا -

سر جیمس مسٹن اب کیا چاہتے ہیں ؟ کیا دعواے سابق کے یقین کے لیے کسی اور دلیل کے طالب ہیں ' اگر حقیقت میں اونکی طلب صادق ہے ' اور اونکی کوشش کامل ہے ' تو ہم بتاتے ہیں کہ ان آہنی زنجیروں میں بھی آگ ہے جو اسیران مدافعت ملی کے ہاتھوں اور گردنوں میں ہیں - اونھیں خبردار رہنا چاہیے کہ زنجیروں کی آہنی جسمانیت دوسری آہنی جسمانیت سے ٹکرا کر شعلہ نہ پیدا کرے -

صوبہ متحدہ کا طرز حکومت اوسیوقت ایک خونین منظر کا اشارہ کر رہا تھا جب اوسکا فرمانروا ایک طرف اسٹریچی ہال (علی گڈہ) میں اور دوسرے طرف مقامی دربار (گورکھپور) میں ایک اسپیکر کی حیثیت سے نمودار ہوا تھا - اوسنے دھمکی دی تھی کہ " بزور اس جوش کو فرو کرونگا " آخر ۳ - اگست کو اوس وقت جب کہ وہ بریلی میں تھا ' اور ایک مسلمان ریاست (رامپور) اوسکا خیر مقدم کررہی تھی ' اوسنے بزور اس جوش کو فرو کردیا -

ہمیں اسکا خوف نہیں کہ مسلمان ایک مسجد کے اعادۂ حرمت کی کوشش میں مقتول و مجروح ہوے ' کہ یہ اونکی خصوصیت ملی ہے ' ایک ہزار تین سو برس ہوے کہ مسجد خلیل کی بقاے حرمت کے لیے سر بکف ہیں ' لیکن اسکا خوف ہے کہ حکومت متحدہ جن غیر قانونی گولیوں سے اپنی وفادار رعایا کو مجروح کر رہی تھی اوس سے وہ خود تو مجروح نہیں ہوگئی ؟

روز حزن و ملال ماتمی

شہداے کانپور کی یاد ہمارے دل میں ہر وقت تازہ رہیگی ' ہم اونکی برسی منائینگے ' ہم اونکا مرثیہ پڑھینگے ' ہم اونکی مظلومی و بیکسی کو ہر وقت یاد رکھینگے ' ہم اونکے جوش حمایت دینی و مدافعت ملی کو رولینگے ' ہم آیندہ سے ۳ - اگست کی صبح کو ' ۱۰ محرم کی دوپہر سمجھینگے ' کہ یہہ ہماری مظلومیت کی پہلی قسط تھی ' اللهم من احییته منا فاحیه علی الاسلام و من توفیته منا فتوفه علی الایمان ' اللهم اجعلهم لنا ذخراً و اجعلهم لنا فرطا واجعلهم لنا شافعین و مشفعین -

۴ - اگست کی صبح کو ہز آنر لفٹننٹ گورنر صوبۂ متحدہ اسپیشل ٹرین سے کانپور پہونچکر پہلے قتل گاہ تشریف لائے جہاں اونھوں نے دیکھا ہوگا کہ صرف ایک انسانی ضد اور غلط کاری نے جو گورنمنٹ کے منشاے قانونی کے بالکل غیر مطابق تھی ' اوس دیوار کے نیچے جہاں چند روز پہلے تیشوں نے ایک معبد اسلام کی بے حرمتی کی تھی ' پرستاران دین حنیف دیوار کی ایک ایک اینٹ کو اپنے خون کا سرخ کفن پہنا رہے تھے کہ اوسکی ہر اینٹ دین توحید کی ایک ایک سرد لاش تھی انھوں نے اپنے گرم خون کے چھینٹے دیے کہ ان بیجان لاشوں میں حرکت پیدا ہو ' حرکت پیدا ہوئی اور اوس نے تمام ہندوستان کو لرزا دیا -

ہندوستان لرزتا ہے ' کون ہے جو اسکو تھامے ؟ ہندوستان مضطرب ہے ' کون ہے جو اسکو تسکین دے ؟ ہندوستان وقف فریاد ہے ' کون ہے جو اوسکی فریاد رسی کو آمادہ ہو ؟

مقتولین کانپور ! تم پر نماز نہیں پڑھی گئی کہ تم مغفور تھے ' ہم گنہگار تمہاری مغفرت کی کیا دعا مانگتے ؟ لیکن سنا ہے کہ تمکو کفن نہ ملا ' گولیوں اور بندوقوں کے قطع و برید کے بعد تمہارے جسم اسپتال کی قینچیوں اور چھریوں کے کام آئینگے ' عزرا بنی لحیان میں شہداے اسلام کی لاشیں فرشتوں نے اٹھالی تھیں ' ہم آج بھی یقین رکھتے ہیں کہ اخفاے راز کیلیے اگر پولیس نے تمہاری لاشیں دریا میں نہیں پھینکیں ' اور زمین میں نہیں دفن کیں تو یقیناً تمہاری لاشوں کو فرشتوں نے اوٹھا لیا ' کہ رضوان الٰہی اونکا منتظر تھا -

مجروحین کانپور ! تم نے گولیاں کھائی ہیں ! نیزوں سے تمہارے سینوں میں سوراخ کیا گیا ہے ؟ تمہاری آنکھوں میں سنگینیں بھونکی گئی ہیں ؟ تمہارے ایک ایک عضو کو زخموں سے چور کیا گیا ہے ؟ تمہیں یاد ہوگا کہ فرات کے کنارے بھی اسلام کا ایک قافلہ اسی طرح لٹا تھا ' جسکے بعد بنو امیہ کی تاریخ کا ورق الٹ گیا ' و لن تجد لسنة الله تبديلاً -

معصوم بچو ! اور ریاض اسلام کے نودمیدہ غنچو ! تمہیں کس نے مرجھا دیا ؟ سر جیمس مسٹن کے الفاظ طعن نے تمہارے بے گناہ و نا آشناے جرم دلوں کو مضطرب کردیا ' تم بڑھے کہ اپنے دہن زخم سے اس الزام کی تکذیب کرو ' اے طائران قدس ! آؤ جاؤ کہ عرش کی سبز قندیلیں تمہاری منتظر ہیں -

اخبارات کے سیاہ حرفوں میں ہمارے لیے تنبیہ و عبرت نہ تھی ' قدرت نے خون کی سرخ تحریروں میں ہمیں نامۂ عبرت

و دستور تنبیہ بھیجا ' ہندوستان کے مسلمانوں نے اوسکو پڑھا ' اور اوس سے تنبہ و عبرت حاصل کی -

کانپور کا واقعہ کانپور کا واقعہ نہیں رہا بلکہ وہ دنیاے اسلام کا واقعہ ہے - مسلمانان عالم نے ہر ہر گوشہ سے ہمارے پاس اپنے مصائب و آلام کی آغشتہ خون اطلاعات کا ہدیہ بھیجا تھا ' ہم شرمندہ تھے کہ ہمارے پاس اونکے تحفہ کے لیے جو سامان تھا ' اوسمیں خون کے قطرے نہ تھے ' اب ہم شرمندہ نہیں ' اے مسلمانان عالم ! ہمارے بہے ہوے خون ' کٹی ہوئی رگوں اور تڑپتی ہوئی لاشوں کا ہدیہ قبول کرو

سرکاری بیانات

ایک منظر کی ایک ہی تصویر ہوسکتی ہے ' لیکن حادثہ ہائلہ کانپور کی سرکاری بیانات نے جو مختلف تصویریں کھینچی ہیں اونکا نتیجہ صحیح وہی ہے جو قانون شہادت کے رو سے ایسے مختلف و متضاد بیانات کا ہوسکتا ہے ' ہم نہیں سمجھہ سکتے کہ مسٹر ٹائلر (مجسٹریٹ کانپور) بحیثیت فریق دوم و مدعی علیہ اسوقت جو شہادت دے رہے ہیں بحیثیت مجسٹریٹ اونہوں نے کبھی ایسی شہادت اپنی مجلس حکومت میں قبول کی ہوگی ؟

سر جیمس مسٹن کے ورود کانپور کے قبل و بعد جو اطلاعیں شائع ہوئی ہیں ' اون میں بیک نظر ایک عجیب عمومی اختلاف نظر آتا ہے -

(۱) ہز آنر کے ورود کانپور سے قبل جو اطلاع شائع ہوئی ہے ' اوسمیں پولیس کی قوت و استیلا ' مسٹر ٹائلر کی عجیب و غریب بہادری ' قوت اقدام ' مسلم سپاہیوں کی محیر العقول قدر اندازی مجمع کی پریشانی ' بے سرو سامانی ' اضطراب فرار کو بتفصیل دکھایا گیا ہے - ہز آنر کے ورود کانپور کے بعد ایک بزمشق اور چابک دست مصور نے اس منظر کا جو مرقع طیار کیا ' اوسمیں ہم پولیس کو ساکن و غیر متحرک ' مسٹر ٹائلر کو ایک سپہ سالار کے بجاے ایک ناصح مشفق کی حیثیت سے مجمع کے سامنے پاتے ہیں - مجمع شدت جوش و غضب سے ڈھیلوں اور اینٹوں سے مسلح آگے بڑھا ' اور اوسنے نہایت بیدردی سے پولیس پر حملہ کیا ' اور اسقدر قریب پہونچ گیا ' کہ پولیس بمشکل حملہ آور ہوسکی - ۱۰ - منٹ کے بعد غنیم اپنی فوج میگزین چھوڑکر جسمیں ڈھیلوں اور اینٹوں کی مقدار اکثر ڈالی گئی ' میدان سے بھاگ کھڑی ہوئی ' اور اسطرح بمشکل ' میدان فتح ہوسکا -

(۲) غنیم نے مقتولین و مجروحین کی جو تعداد میدان جنگ میں چھوڑی ' بیان اول میں اوسکی مقدار ۱۳ - مقتول اور ۲۸ مجروح بیان کی ہے - لیکن بعد کے بیانات سے یہ مقدار بہت بڑھجاتی ہے ' اور خصوصاً جب ہم وہ مقدار بھی شامل کرلیں جنھوں نے اسپتال میں دم توڑا ' اور اکثر مجروحین کے متعلق طبی مشیروں کی مایوسی جب سنتے ہیں تو ہم نہیں سمجھہ سکتے کہ اس مقدار کو کہاں تک بڑھائیں -

(۳) بیان اول میں سبب انعقاد مجلس کو نامعلوم بتایا گیا ہے ' اور بعد الی یہ ظاہر کیا گیا ہے کہ فتح ادرنہ اور مسجد کانپور کے متعلق کچھہ تقریریں ہوئیں ' لیکن دوسرے بیان میں نہایت وضاحت و تفصیل سے مقررین و خطباے مجلس کی پرجوش و پر غضب تقریروں کا حوالہ دیا گیا ہے ' جن کے سحر سے تمام مجمع مسحور ہوگیا تھا -

(۴) بیان اول سے ظاہر ہوتا ہے ' کہ حکام شہر کو اس اجتماع کثیر اور ابتداے شورش کی اطلاع نہ تھی ' اور نہ خبری میں

ان واقعات کی ابتدا ہوئی ' لیکن دوسرے بیان میں ہم ایک فقرہ پڑھتے ہیں کہ " مسلم پولیس جو پہلے سے طیار تھی " کیا اس سے یہ واضح نہیں ہوتا کہ کارفرمایان شہر اس جلسہ کی اہمیت سے پہلے سے واقف تھے ' اور نہیں ہم سمجھہ سکتے کہ کن مصالح دموبہ و مناظر خونیں کی توقع میں حسب موقع مداخلت کے وہ منتظر تھے -

(۵) بیان اول میں غنیم کے ہاتھوں میں صرف دو قدیم اور وحشیانہ طرز کے ہتیاروں کا ذکر ہے یعنی اینٹ اور پتھر ' بیان مابعد میں ہم ایک اور خطرناک سلاح (لاٹھی) کا بھی باغیوں کے ہاتھہ میں ہونا پڑھتے ہیں -

(۶) پہلی رپورٹ میں مسٹر ٹائلر کی نسبت اتنا مذکور ہے کہ " وہ مسلح پولیس کی سوار و پیادہ فوج کی جمعیت میں موقع پر پہونچے اس فوج کو پیچھے چھوڑ کر پہلے وہ تنہا مسجد کے قریب آئے ' انپر بھی حملہ ہوا اور وہ گھر گئے " اس بیان سے ظاہر ہوتا ہے کہ مسٹر ٹائلر بھی حملہ سے محفوظ نہ رہے ' لیکن بیان ثانی میں اس کے متعلق ایک حرف مذکور نہیں " مسٹر ٹائلر مجسٹریٹ شہر موقع پر پہونچے ' مجمع نے انکی ایک نہ سنی اور پولیس پر حملہ کر دیا " ایک ضلع کے حاکم و والی پر حملہ ہونا ' اس تاریخ کا سب سے بڑا واقعہ ہوسکتا ہے ' لیکن ہم کو اس " ترک واقعہ " کے حقیقی اسباب معلوم نہیں جن کی بنا پر اس واقعہ ہائلہ کے ذکر سے اطلاعات سرکاری ای ذاریم کا دوسرا ایڈیشن خالی رہا -

(۷) پہلی اطلاع میں اون عجیب و غریب و غیر الیمی اسباب کا استعجال و سرعت واقعہ نگاری میں ذکر ضروری نہ تھا جن کی بنا پر ' پولیس کو حملہ کی ضرورت محسوس ہوئی ' لیکن دوسری اطلاع میں ' نہایت بلیغ طرز ادا میں مذکور ہے کہ " مسٹر ٹائلر نے نہایت صبر سے کام لیا ' اور اوس وقت تک فائر کا حکم نہیں دیا ' جب تک پولیس اور پہرہ داروں کی حفاظت جان کے لیے فائر کرنا ضروری نہوگیا " اور انہیں الفاظ مصنوعہ کی تکرار ہز آنر اگرہ میں فرماے ہیں -

ہز آنر کا قدوم کانپور

امید تھی کہ جب ہز آنر سر جیمس مسٹن کانپور کے مناظر خونیں کا ملاحظہ فرمالینگے تو اونکا دل رحم و لطف سے بھر جائیگا ' اور حکام کی ناعاقبت اندیشی ' استدلال سفک ' انتہاک حرمت دماؤں ' اور سعی نقض امن سے اونکو کامل واقفیت کا موقع ملیگا -

اونھوں نے مسجد منہدم کو ملاحظہ کیا ' در و دیوار شکستہ سے اسلام کی بیکسی و بے نوائی کی مجسم تصویر نظر آئی ہوگی ' وہ میدان قتل میں تشریف لائے ' مظلوم اور ناکردہ گناہ لاشوں کا وہاں ڈھیر ہوگا - بوڑھے اور ضعیف العمر ' انسانوں کو جو حملہ کے لائق نہ تھے ' ایک طرف مسجد کے نیچے پڑے دیکھا ہوگا جو خون میں تڑپ تڑپ کر رہگئے ہونگے ' دوسری طرف ننھے ننھے معصوم سینے سنگینوں اور برچھوں سے سوراخ سوراخ نظر آئے ہونگے ' غریب و فاقہ کش نیچے درجہ کے مسلمان جنکو میں اب نیچے درجہ کا نہیں کہ سکتا ' اوس سینہ پر گولی کھاکر گرے ہونگے ' جسپر غربت و افلاس نے پیرہن کا ایک تار باقی نہ رکھا تھا ' ہاں اب خون کی سرخ چادر پردہ پوش بیکسی ہوگی ' اونھوں نے نوجوان و نو عمر مسلمانوں کی ایک جماعت خون میں شرابور دیکھی ہوگی جو اپنے کنبہ کی تنہا امید اور اپنے والدین کی تنہا قوت تھے ' کیا ہز آنر کی آنکھوں میں آنسو نہیں ڈبڈبائے ؟

یہاں سے ہز آنر نے شفا خانے کا رخ کیا ' شفا خانہ کا صحن خون کی چھینٹوں سے رنگین دیکھا ہوگا ' ایک ایک پلنگ پر دو زخمی نظر

آئے ہونگے ' کسیکی آنکھہ میں نیزہ کی انی چبھہ گئی ہے ' کسی کا سینہ زخموں سے چور ہے ' کوئی خون تھوک رہا ہے ' کسی کا سر پھٹ گیا ہے ' کسی کا دھڑ سنگین سے ٹکڑے ٹکڑے ہوگیا ہے ایک تسمہ باقی ہے کسی کے ہاتھہ میں برچھوں کی نوکیں گھس گھس گئی ہیں ' کوئی تڑپتا ہوگا ' کوئی تڑپ بھی نہ سکتا ہوگا ' کوئی کراھتا ہوگا ' کوئی کراہ بھی نہ سکتا ہوگا ' کیا اس عبرتناک منظر کو دیکھکر ' ہز آنر کے سینہ سے ایک آہ نہیں نکلی ؟

قید خانہ آئے ' وہاں فرزندان اسلام کا ایک مجمع ہوگا جن میں اکثر وہ تھے جو میدان میں موجود نہ تھے اور گھروں سے بلا کر اونکو قید کیا گیا ' ان ناکردہ گناہوں کے ہاتھوں میں زنجیریں ہونگی ' جو ایک مجرم کی نشانی ہے ' اونکی صورت سے بے بسی چہروں سے حزن و ملال اور آنکھوں سے مظلومیت ظاہر ہوگی ' اور اونکے دل جو سو برس کے حوادث اسلامیہ سے بارک ہوگئے ہیں دھڑک رہے ہونگے ' ان سے مل کر ہز آنر کی زبان سے ایک کلمہ افسوس نہیں نکلا ؟

ہز آنر جب کانپور کی گلیوں میں پھر رہے تھے (حسب بیان خود) انھوں نے بیوؤں کی دردناک گریہ و زاری ' یتیموں کی پر حزن و ملال فریاد و بکا ' اور مجروحین کے کراہنے اور دم توڑنے کی آوازیں سنیں ' لیکن کیا ہز آنر کا قلب رقیق اس سے متاثر ہوا ؟

تقریر آگرہ

ہز آنر جب آگرہ تشریف لے گئے ' اور وہاں تقریر فرمائی تو ' ملزم کو عدالت کے سپرد کیا ' اور فرمایا کہ " حکام نے اوسوقت تک حملہ کا حکم نہیں دیا ' جب تک حفظ امن کے لیے وہ مجبور نہوگئے " از راہ الطاف خسروانہ ہز آنر مسٹن ظاہر فرما سکتے ہیں ' کہ مسلمان کن ہتیاروں سے مسلح تھے ؟ اونھوں نے پولیس کو چھیڑا ' یا پولیس نے اونکو چھیڑا ؟ اونھوں نے کس کی جان لینے کا ارادہ کیا تھا ؟ اونھوں نے کس کا گھر لوٹنا چاھا تھا ؟ کس نے اونکو اشتعال دیا ؟ تاکہ بیچا شور و غل کی اونکو سزا ملے جنھوں نے اپنی رزولیوشنوں ' میموریلوں ' داد داشتوں اور برقی پیغاموں سے حکام کو سخت تکلیف پہونچائی تھی ' اور جنمیں بقول ہز آنر و پاؤنیر جوش صحیح و غیرت صادقہ موجود نہ تھی ' -

کیا ہز آنر ہم سے جوش صحیح کے اسی مفہوم کے طالب تھے ' جسکو اونھوں نے ۴ - اگست کو کانپور کی مچھلی بازار میں دیکھا ؟ کیا پاؤنیر ' غیرت صادقہ کی اسی حقیقت کا متقاضی تھا ' جو ۳ - اگست کو ایک مسجد کے سامنے منکشف ہوئی ؟ اگر یہ سچ ہے تو ہمارے جوش صحیح اور غیرت صادقہ کا امتحان ہونا تھا وہ ہوچکا - ہز آنر کو نہ اب ہماری جہالت پر افسوس کرنا چاہیے اور نہ پاؤنیر کو ہماری سرکشی سے خفا ہونا چاہیے -

ہز آنر آگرہ کی تقریر میں فرماتے ہیں " انتشار مجمع اور تکمیل امن کے بعد حکام نے مقتولین و مجروحین کے ساتھہ نہایت ہمدردی کی ' اور انتقام کا مطلق خیال انکے دل میں نہ تھا " ہاں ہم نے اوس ہمدردی کو دیکھا جو تیشوں سے ہماری مسجد کے ساتھہ اور گولیوں سنگینوں اور نیزوں سے ہمارے سینوں کے ساتھہ کی گئی ' سر جیمس مسٹن کس ہمدردی ایطرف اشارہ کر رہے ہیں ؟ کیا اسکی طرف اشارہ کرتے ہیں نہ قیدیوں کو ایک چھٹانک کھانا ملتا ہے ؟

ہز آنر فرماتے ہیں " حکام کے دل میں اب انتقام کا مطلق خیال نہ تھا " کیا انتقام کے بعد بھی انتقام لیا جا سکتا ہے ؟ مجمع کے منتشر مجروحین کے نیم مردہ اور مقتولین کے دم توڑنے کے بعد انتقام کے لائق کون تھا ؟

مگر کہ زندہ کنی خلق را و بازکشی

ہز آنر آگرہ کی تقریر میں ایک جگہہ فرماتے ہیں ' کہ " حکام نے اوسوقت تک حملہ نہیں کیا جب تک حفظ امن کی بنا پر وہ اس کے لیے مجبور نہوگئے " ہز آنر کے اس چھوٹے سے فقرہ کی جوامع الکلمی دیکھو کہ اس میں عدالت کانپور اور ہائیکورٹ الہ آباد کی وہ دراز و طویل داستان جو کئی جلدوں میں اور کئی مہینوں میں تمام ہوتی ' کلام کے ایک فقرہ میں اور وقت کے ایک لمحہ میں ختم ہوگئی ' جس میں اونھوں نے بطور " ایمان غیب " جو ہر نیک و ایماندار کا درجۂ اقصی ہے ' جس سے میں ہز آنر کو مستثنی نہیں کر سکتا ' صدق دل سے اسکو تسلیم کرلیا ہے کہ نقض امن کے ذمہ وار مسلمان تھے ' اور یہی الزام کے مستوجب ہیں لیکن کدوں حضور ! جناب کا یہ فقرہ صحیح ہے یا یہ کہ " ہم ابھی کسی کو الزام نہیں دے سکتے کیونکہ یہ عدالتوں کے طے کرنے کی چیز ہے ؟ "

اب کیا کرنا چاہیے ؟

ہوا جو ہونا تھا ' اب اس سوال کا موقع ہے کہ گورنمنٹ کو کیا کرنا چاہیے ' اور ہم کو کیا کرنا چاہیے ؟

گورنمنٹ کو کیا کرنا چاہیے ؟

بیانات سابقہ ' واقعات مذکورہ ' اور انتقادات متعددہ نے اس حقیقت کو بالکل منکشف کردیا ہے ' کہ اس حادثہ عظیمہ کے ذمہ دار ہز آنر سر جیمس مسٹن ' مسٹر ٹائلر سیٹی مجسٹریٹ اور مسٹر سم چیرمین میونسپلٹی کے ناعاقبت اندیش ' ناانجام بیں ' عجز آمیز اور خلاف منشاے اعلان حکومت (حریت مذاہب) ' پالیسی ' اور پولیس کی بے ضابطہ مداخلت اور غیر قانونی اشتعال انگیزی ہے ' پس گورنمنٹ کا فرض ہے کہ حکام سے نہایت سخت قانونی مواخذہ اور پولیس پر اشتعال طبع کا جرم قائم کرے ' سزا دلائے ' اور پس ماندگان شہداے کانپور کے لیے کچھہ ماہوار مقرر کردے -

یہ ایک ایسی جائز خواہش ہے جس کے انکار کی ہم کوئی وجہ نہیں پاتے ' اس سلسلہ میں گورنمنٹ کو ان مغرور و ناعاقبت اندیش مشیروں سے بچنا چاہیے جو ہر موقع پر گورنمنٹ کو سخت و درشت پالیسی کا مشورہ دیتے ہیں - یہ سچ ہے کہ توپ کے گولے ' پھانسی کی ڈوری ' اور قید خانہ کی زنجیر ' ان میں سے ہر شے ہر جسم کو مطیع و فرمانبر بنا سکتی ہے ' لیکن قلوب کی اطاعت و فرمانبرداری کے لیے صرف ایک نگاہ لطف اور ایک جنبش دست کرم کافی ہے - پس سوال یہ ہے کہ گورنمنٹ ہمارے اجسام پر حکومت کرنا چاہتی ہے جسکے تابع قلوب نہیں ہیں ' یا قلوب پر حکومت کرنا چاہتی جسکے ساتھہ اجسام کی حکومت بھی ہے -

ہمکو کیا کرنا چاہیے ؟

کانپور کا واقعہ اب فقط کانپور ہی کا واقعہ نہیں رہا ' تمام ہندوستان کا واقعہ ہوگیا ' پس تمام مسلمانان ہندوستان کو چاہیے کہ :

اپنی اپنی جگہ پر ' پر زور جلسے کرکے گورنمنٹ کو مظالم حکومت متحدہ ایطرف متوجہ کریں ' کلکتہ ' بمبئی ' لکھنو ' لاہور ' پٹنہ ' وغیرہ تمام بڑے شہروں سے ایک ایک قانونی مشیر مقدمۂ کانپور کے لیے پہونچنا چاہیے - چنانچہ ہمیں معلوم ہوا ہے کہ مسلمانان کلکتہ کیطرف سے عنقریب ایک بیرسٹر کانپور بھیجا جائیگا - اور کل پرسوں کے تاروں سے جو بمبئی وغیرہ سے آئے ہیں یہ معلوم کرکے خوشی ہوئی کہ کئی بیرسٹر کانپور روانہ ہونے والے ہیں -

مجروحین اور پس ماندگان شہداے کانپور کی اعانت کے لیے ' معتبر اشخاص کی معرفت کانپور چندہ بھیجنا چاہیے ' اس کے لیے ضروری ہے کہ خاص کانپور یا اوسکے متصل کسی شہر مثلا لکھنو میں اسکی صدر مجلس قائم کی جائے ' جس میں صرف مخلص اور ہمدرد مسلمان شریک ہوں ' جو نہایت اخلاص و دیانت کے ساتھہ جمع و تقسیم زر اعانت کی خدمت انجام دیں ' الہلال نے یہ فنڈ کھول دیا ہے اور بالفعل ایک سو روپے کا نذرانہ پیش ہے ' و اللہ المستعان و علیہ التکلان -

الترک و العرب

نشرنا في الهلال الخامس الصادر في ٢٥ - شعبان سنة ١٣٣١ ھ (٣٠ - يوليه سنة ١٩١٣ م) ما يعوله الاتراک في مطالبة العرب السوريين باصلاح بلادهم على وجه اللامركزية الادارية ' وها نحن ننشر ما يبديه العرب انفسهم بشان ذلك على ما كتب الينا فضيلة العلامة السيد محمد رشيد رضا صاحب مجلة المنار المصرية الغراء ' و نحن نرجي ملاحظاتنا على هذه المسالة الى ان نستوفي البحث عنها في فرصة اخرى ' ان شاء الله تعالى ' قال حفظه الله :

صديقي الصفي الوفي الفاضل الغيور ابوالكلام احمد الدهلوي صاحب الهلال المنير -

السلام عليكم و رحمة الله و بركاته ' و بعد فقد تشرفت بكتاب منكم بعد كتاب - اما ما كتبتم بشان.......................

واما ما كتبتم بشان الاصلاح فمن حق غيرتكم و اخلاصكم ان اذكر لكم فيه شيئا من رايي :

(١) صورتم رايي في مسالة نهوض العرب و مسالة المؤتمر الاسلامي بغير صورتها الحقيقية و لولا ذلک لما كان لكم وجه للاستشكال والاستدراک ' و هكذا شان الناس كافة في تصوير اراء الناس اذا اخذوها من بعض ما يكتبون فيها بغير تدقيق ولا احاطة -

بل كان الاستاذ الامام يقول ان جمهور الناس لا يفهمون من قراءة اقوال الكاتب اكثر من عشرين في المئة من مراده واما اذا سمعوا كلامه من لسانه فانهم يفهمون منه ثمانين في المئه -

ولهذا امكنني ان افهم مولوي محبوب عالم صاحب بيسه اخبار هنا معظم رايي في مسالة الدولة بالكلام اللساني معه اربع مرات وما كان يتيسر لي ذلك بالمكاتبة اربعين مرة -

فهذه مقدمة للكلام يجب ان تراعي ومن فروعها قولكم : اننا لا نعرف حقيقة حال الهند ' و قولنا : انكم لا تعرفون حقيقة حال الدولة وان لم تعترفوا بهذا -

مسئلۂ " ترک و عرب " کے متعلق خود ترکوں کي جو راے ہے' اور شامي عربوں کے مطالبۂ لامرکزيت کي نسبت قسطنطنيه ميں جو خيالات ظاهر کيے جاتے هيں' ٣٠ - جولائي سنه ١٩١٣ع کے الہلال ميں اُن کي ترجماني هوچکي ہے - آج کي اشاعت ميں اهل عرب کے مطالبات خود اُن کي زبان ميں درج هيں ' جو همارے پاس علامۂ سيد رشيد رضا اڈيٹر المنار مصر نے بهيجے هيں - بالفعل هم اس باب ميں اپني راے محفوظ رکهتے هيں' آينده اسپر تفصيل سے بحث کرينگے' مخدوم لکهتے هيں :

قاهره - ١١ - شعبان سنه ١٣٣١ ھ

ميرے برگزيده و مخلص دوست اور پرجوش فاضل مولانا " ابو الكلام احمد الدهلوي " پروپرائٹر " الہلال "

السلام عليكم و رحمة الله و بركاته ' متواتر عنايت نامے شرف افزاي ورود هوے ' آپ نے .... کے متعلق جو امور تحرير فرماے هيں .... اصلاح کي نسبت جو ارشاد ہے اُس کے متعلق آپکے جوش اخلاص کو حق حاصل ہے که ميں بهي اس باب ميں کچهه اپني راے عرض خدمت کروں :

(١) عربوں کي ترقي ' اور اسلامي کانفرنس کے مسئلے ميں آپ نے ميري راے کي غير واقع تصوير کهينچي ہے ' ورنه اشکال کا نه کوئي سبب تها اور نه دريافت کرنے کي حاجت پڑتي - عام دستور ہے که جب لوگ کسي راے کو ايسے لوگوں کے تحريروں سے اخذ کرتے هيں جو بغير تدقيق و جامعيت کے مضامين لکهتے هيں تو اصل راے کي صورت بدل جاتي ہے -

استاد امام (شيخ محمد عبده) کہا کرتے تهے که مضمون نگاروں کے اقوال پڑهکر عام لوگوں ميں بيس في صدي سے زياده اُس کے مفهوم کو نهيں سمجهتے ' ليکن وهي بات اگر اس کي زبان سے سنيں تو ٨٠ في صدي سمجهه ليں -

يهي وجه ہے که سلطنت عثمانيه کے متعلق ميں نے يہاں اپني بيشتر رائيں مولوي محبوب عالم پروپرائٹر پيسه اخبار لاهور کو صرف چار مرتبه کي ملاقاتوں ميں سمجها ديں ' ميرا خيال ہے که خط و کتابت کا اتفاق هوتا تو چاليس مرتبه ميں بهي يه کام آسان نه تها -

يه اصول قابل لحاظ ہے ' اور آپ کا يه ارشاد که " هم لوگ (اهل مصر) هندوستان کي اصل حالت سے ناواقف هيں " اور ميرا يه قول که " آپ لوگ (اهل هند) مانيں يا نه مانيں مگر دولة عثمانيه کے حقيقي حالات سے بے خبر هيں " اسي اصول پر متفرع ہے -

(٢) مسئله " بيداري عرب " کي اصل ضرورت سے تو آپ کو اتفاق ہے ' مگر آپ فرماتے هيں که اس باب ميں عجلت اچهي نهيں ' تامل درکار ہے - اس کا سبب آپ نے يه بيان کيا ہے که يورپ کے بهوت سے خوف لازم ہے -

بے شبه اس باب ميں پيش بيني و دور انديشي فرض ہے' يهي نهيں بلکه جتنے مسائل هيں ' اور خاص کر اُن ميں جو اهم مسئلے هوں ' سب کے ليے غور و فکر و تامل کي ضرورت ہے - عرب کي

(۲) قلتم يجب التاني والتامل في مسألة نهضة العرب التي توافقون علي وجوبها في نفسها ، وعللتم هذا الوجوب بالخوف من غول اوروبة -

نعم يجب التاني في ذلك كما يجب في سائر الامور ولاسيما المهم منها ، وطلاب النهوض من العرب لم يشذوا عن هذه القاعدة :

(الف) فقد الفوا بمصر حزب اللامركزية ، وجعلوه حزبا عثمانيا عاما وطلبوا التصديق علي برنامجه من حكومة الاستانة ولم يلحوا عليها في ذلك ولا في غيره -

(ب) والفوا المؤتمر في باريس ليعرفوا عالم المدنية بمقاصدهم وان اساسها الاستمساك بالعثمانية ، ومقاومة كل احتلال او تداخل اجنبي -

(ج) واحتجوا على اقفال الحكومة لنادي الاصلاح في بيروت باقفال المدينة كلها ثلاثة ايام لتعلم انه الرای العام -

(د) و ابي ضباطهم في الاستانة وشطلجة ان يدخلوا في الاحزاب السياسية مع حزب الحكومة اوعليه لينظروا عاقبة الامر والاصلح للامة والدولة - وقد قدرت الحكومة الحاضرة مسالكهم هذه قدرها على علمها بقوتهم واستطاعتهم ان يحدثوا في المملكة ماشاؤا من المشاكل فطلبت الاتفاق معهم والبدء باعطائهم كل مايمكن البدء به من مطالبهم المبنية على اساس اللامركزية الادارية ، وسيعلن حزبنا ذلك في جرائد هذا اليوم و ربما نرسل اليكم صورة منه -

و نزيدكم امورا منها ان صديقنا السيد عبد الحميد الزهراوي الذي جعلناه رئيسا للمؤتمر العربي في باريس قد اختارته الحكومة الحاضرة للمشيخة الاسلامية و ربما يذكر ذلك في البرقيات العمومية اليوم -

فهل يقنع هذا البرهان العملي غلاة المنكرين علينا في الهند الذين يدفعهم احساس الغيرة بدون معرفة الحقائق الى انكار كل ما يخالف راى حكومة الاستانة و عملها و يستعجلون بسوء الظن حتى في اشهر المخلصين الذين لهم تاريخ معروف يشهد لهم بالدين و الاخلاص ؟

(۳) بقي لي كلمة في تعليلكم وجوب تاني العرب بالخوف من اوربة وهي اننا اذا قلنا يجب استعجال العرب خوفا من اوربة يكون اقرب الى الصواب -

من الامور القطعية التي لم تعد تخفي على احد ان الدولة العثمانية غير قادرة على حماية البلاد العربية ولا غيرها من اوربة ، وانه

بیداری و حرکت و ترقی کے جو لوگ خواہشمند ہیں وہ بھی اس قاعدہ کلیہ سے الگ نہیں ہیں :

(الف) اُنھوں نے مصر میں حزب اللامرکزیہ (مجلس استقلال ولایات جس کا مدعا یہ ہے کہ ہر ایک ولایت اپنے انتظام و ادارہ معاملات میں خود مختار ہو ، اور کوئی مرکز سلطنت سے وابستہ نہ رہے) قائم کی ، اس کو تمام عثمانیوں کی مجلس عمومی (جنرل کمیٹی) قرار دیا ، قسطنطنیہ کی گورنمنٹ (باب عالی) سے درخواست کی کہ مجلس کے قواعد و ضوابط کو مصدق مانے ، مگر نہ اس تصدیق کے لیے مصر ہوئے اور نہ کسی دوسرے مطالبے کے منوانے پر اصرار کیا -

(ب) پیرس (دار الحکومۃ فرانس) میں ایک کانگرس قائم کی کہ تہذیب و تمدن کی دنیا اُن کے مقاصد سے آگاہ ہو جائے ، اور زمانہ جان لے کہ مطالبۂ اصلاح کی بنیاد -

(۱) دولت عثمانیہ کے ساتھ کامل وابستگی -

(۲) اور ہر ایک غیر سلطنت کے قبضے یا مداخلت کا مقابلہ کرنا ہے -

(ج) گورنمنٹ نے بیروت کا اصلاحی کلب بند کر دیا ، طالبان اصلاح نے اس پر اعتراض کیا ، اور اس اعتراض کو عام رائے کا آئینہ خیال دکھانے کے لیے تین روز تک شہر بھر میں کاروبار بند رکھا -

(د) عرب افسران فوج نے قسطنطنیہ و شتالجہ کے لشکرگاہوں میں انکار کر دیا کہ جب تک انجام کار معلوم نہ ہو جائے اور مسئلے میں غور و فکر نہ ہو لے کہ قوم اور گورنمنٹ کے شایان شان کیا امور ہیں ، اس وقت تک وہ سیاسی جماعتوں میں ، خواہ وہ حکومت کے موافق ہوں یا مخالف ، شریک نہ ہونگے - موجودہ گورنمنٹ نے اُن کی اس روش کی قدر کی ، اُسے معلوم تھا کہ ان لوگوں کو اس قدر طاقت و استطاعت حاصل ہے کہ سلطنت میں جیسی مشکلیں چاہینگے پیدا کر دینگے - گورنمنٹ نے خود ہی اُن کے ساتھ موافقت کی خواہش کی ، اور اُن کے مطالبات جو لامرکزی استقلال کی بنیاد پر مبنی تھے ، ابتدائی صورتوں میں جہاں تک ہوسکتا ہے پورے کرنے شروع کر دیے - اس خبر کو ہماری مجلس آج کے اخبارات میں شائع کر دیگی ، اور غالباً اُس کی ایک کاپی آپ کے پاس بھی ارسال ہوگی -

اس سے بھی مہتم بالشان امر کی ہم آپ کو اطلاع دیتے ہیں کہ ہمارے دوست سید عبد الحمید زہراوی جنھیں ہم نے پیرس کی عربی کانگرس کا صدر نشیں بنایا تھا ، موجودہ حکومت نے اُن کو منصب شیخ الاسلامی کے لیے انتخاب کیا ہے - یہ خبر بھی آج کی عام تار برقیوں میں شائع ہو جائیگی -

ہندوستان کے جن لوگوں کو اس معاملہ میں غلو ہے ، جو ہمارے طرز عمل کو برا کہتے ہیں ، جن کے جوش احساس کا اقتضا یہ ہوتا ہے کہ بغیر اس کے کہ واقعات سے آگاہ ہوں ان تمام امور کے انکار پر آمادہ ہو جاتے ہیں جو گورنمنٹ قسطنطنیہ کی رائے و عمل کے مخالف ہوں ، جو مشہور ترین مخلصوں کی نسبت بھی ، جن کی دیانت و اخلاص کی تاریخ شاہد ہے ، بہت جلد بدگمان ہو جایا کرتے ہیں ، کیا اس واقعی و عملی دلیل سے اُن کی تشفی نہ ہوگی ؟

(۳) رہی یہ بات کہ یورپ کے خوف سے اہل عرب کو اپنے مطالبات میں جلدی نہ کرنی چاہیے ، تو اس کی حقیقت یہ ہے کہ اگر ہم کہیں کہ یورپ کے خوف سے اہل عرب کو مطالبۂ اصلاح میں جلدی کرنی چاہیے ، تو یہ زیادہ موزوں ہوگا -

لا يمنع أوربة من اخذ ما تأخذ من الدولة ولا يحملها على ابقاء ما تبقي لها الا تنازع دولها الكبرى فيما بينهن وخوفهن من الشقاق والفتن على انفسهن -

وقد علمنا من مصادر مختلفة انكليزية وفرنسية والمانية ان أوربة ترى من مصلحتها ابقاء آسية العثمانية على حالها الان - قيل انهن تمهلن الدولة في اصلاحها خمس سنين وقيل اكثر من ذلك -

وقد بينت في المنار الاسباب التي تمنع أوربة من اخذ شيء من بلاد الدولة او اقتسام بلادها الاسيوية بالقوة والاحتلال العسكري فيها -

فاذا كان هذا هو الواقع الذي نجزم به، وكان زوال هذه الاسباب ممكن بعد زمن قريب او بعيد، فلما ذا لا يجب ان نعجل باصلاح انفسنا قبل اتفاق الدول علينا اغتناما للفرصة قبل فوتها؟ لعلنا نقدر على وقاية انفسنا -

اما تفصيل هذا الاصلاح وكيف يرجى ان يكون واقيا لنا فشرحه طويل ولا محل لذكره هنا ان كان يفيد ذكره او لا يضر-

واذا ظهر لنا اخلاص حكومتنا للعرب في هذا الاتفاق الجديد فاننا نعمل معها ونكون يدا واحدة، ونسأل الله تمام التوفيق ودوامه،

(۴) انني لم اقترح في هذه الايام انشاء مؤتمر اسلامي عام، لا لعدم وجود بلد اسلامي يمكن عقده فيه وكون اولى الاقطار به الهند او مصر وكلاهما تحت سيطرة الانكليز اعدى اعداء الاسلام كما قلتم، بل لان المسلمين انفسهم غير مستعدين له استعدادا نرجي نفعه ونأمن ضره،

وانا ارى ان المسلمين هم اعداء انفسهم وانهم لو عقلوا وهدوا الى رشدهم لكان يمكنهم العمل في كل مكان ولكانت الهند ومصر تحت سيطرة الانكليز اولى البلاد الاسلامية الان بمؤتمرهم،

والدليل على ذلك انهم يقولون في هذين القطرين ويفعلون ما لا يستطيع اخوانهم ان يقولوا ويفعلوا في غيرهما من الاقطار فان مسلمي روسية الذين هم من اشد مسلمي هذا العصر لم يستطيعوا ان يرسلوا اعانة للهلال الاحمر العثماني اذ منعتهم حكومتهم من ذلك منعا،

وقد تألفت هنا لجنة لعقد مؤتمر اسلامي منذ سنين قليلة ونشرت قانونها ودعوتها في اشهر الاقطار الاسلامية جهرا فلم يتعرض لها الانكليز ولا بالسؤال ولكن لم يجب دعوتها احد من المسلمين -

یہ ایک قطعی بات ہے ، اور اب یہ بات کسی سے بھی پوشیدہ نہیں ہے ، کہ دولت عثمانیہ بلاد عرب کو بلکہ اپنے دوسرے مقبوضات کو بھی یورپ کی دست برد سے محفوظ رکھنے پر قادر نہیں ہے - یورپ کو دولت عثمانیہ کے علاقوں پر قبضہ کرنے ، اور موجودہ حالت کو منقلب کردینے سے صرف یہ خوف مانع ہے کہ اس صورت میں بڑی بڑی یوروپین سلطنتیں آپس میں دست وگریباں ہو جائینگی ، یہ سلطنتیں محض باہمی منازعت و فتنہ و فساد سے ڈرتی ہیں -

انگریزی و فرانسیسی و جرمن مختلف ذرائع سے ، ہم کو معلوم ہوا ہے کہ یورپ اپنی مصلحت کے لحاظ سے مناسب سمجھتا ہے کہ دولت عثمانیہ کے ایشیائی مقبوضات کی حالت بدستور قائم رہے - کہا جاتا ہے کہ ان مقبوضات کی اصلاح کے لیے دولت عثمانیہ کو پانچ برس یا اس سے زیادہ کی مہلت دی جائیگی - المنار میں ہم ان اسباب کو بیان کرچکے ہیں جو یورپ کو دولت عثمانیہ کے علاقے غصب کرنے یا اس کے ایشیائی مقبوضات کو جنگی طاقت و فوجی قبضہ کے ذریعہ سے تقسیم کرنے سے روک رہے ہیں -

اگر یہ واقعہ قطعاً پیش آنے والا ہے ، اور اگر جلدی یا دیر میں ان وجوہ و اسباب کا زوال ممکن ہے ، تو کیوں نہ ہم وقت ضائع ہونے سے پہلے فرصت کو غنیمت سمجھیں ؟ اور قبل اس کے کہ دول یورپ اتفاق کرکے ہم پر حملہ کریں ہم اپنی حالت آپ درست کرلیں ؟ شاید اس طرح ہم اپنے آپ کو بچا سکیں !

اصلاح کی تفصیل کیا ہوگی ، اور کیا امید ہے ، کہ ہم کو بچا سکیگی ؟ اس کی شرح طویل ہے ، اور خواہ اس کا تذکرہ سودمند ہو یا نہو مگر یہ اس کا موقع نہیں ہے -

اگر یہ ظاہر ہوگیا کہ اس جدید اتفاق کی جو روش ہماری عثمانی حکومت نے قرار دی ہے ، وہ مخلصانہ روش ہے اور عربوں کے ساتھہ اس کو اخلاص ہے ، تو ہم اس کے ساتھہ مل کر کام کرینگے اور ہم دونوں کے ہاتھ ایک ہو جائینگے ، خدا کرے کمال توفیق و دوام رحمت شامل حال رہے -

(۴) میں نے آجکل کے زمانے میں عالمگیر اسلامی کانفرنس قائم کرنے کی خواستگاری نہیں کی ، یہ اس سے قبل کا واقعہ ہے ، میری خاموشی اس بنا پر نہیں ہے کہ کوئی اسلامی مملکت انعقاد کانفرنس کے لیے موزوں نہیں ہے ، یا بقول آپ کے " اس مدعا کے لیے بہترین ممالک ہندوستان و مصر ہیں " مگر یہ دونوں انگریزوں کے زیر تسلط ہیں جو اسلام کے سب سے بڑے دشمن ہیں - یہ خاموشی اس بنا پر ہے کہ خود مسلمان ایسی کانفرنس کے لیے آمادہ نہیں ہیں ، اور نہ ان میں ایسی استعداد ہے کہ نفع کی امید اور نقصان کا خطرہ نہ ہو -

میری رائے ہے کہ مسلمان اپنے دشمن آپ ہیں ، اگر ان کو عقل ہوتی اور سمجھ سے کام لیتے تو ہر جگہ کام کرسکتے تھے ، اور گو ہندوستان و مصر انگریزوں کے ماتحت ہیں مگر ان کی کانفرنس کے لیے سب سے بہتر مقام یہی دونوں ملک ہوتے ، اس کی دلیل یہ ہے کہ ہندوستان و مصر میں مسلمان جو بات کہتے ہیں اور جو کام کرسکتے ہیں اس پر کسی دوسرے ملک کے مسلمان قادر نہیں ہیں - اسلامی دنیا میں اس وقت روس کے مسلمان سب سے زیادہ بیدار ہیں ، با این ہمہ ، مجلس ہلال احمر عثمانی کے لیے وہ چندہ نہ بھیج سکے -

چند سال ہوے اسلامی کانفرنس منعقد کرنے کے لیے یہاں (مصر میں) ایک تمہیدی مجلس قائم ہوئی تھی اور اس نے تمام

فلم لم اقترح في هذه الايام عقد مؤتمر اسلامي عام كما اقترحت في سنة المنار الاولى تقريباً ' وانما اقترحت على اهل الغيرة من مسلمي الهند و امثالهم ان يجمعوا ما يمكن جمعه من المال و ادخروه لمصلحة الاسلام نفسه و اصلاح الحرمين و رقايتهما ' ثم يعدنا روا من كل قطر تجمع فيه الاموال افرادا من الذين يثق بذمتهم اصحاب الاموال' ليبحثوا في طرق انفاقها ' و ذكرت الامير عمر باشا طوسون و النواب وقار الملك على سبيل المثال لشهرتهما ' و انما غرضي الحال هو جمع المال -

(٥) سألتموني عن الخدمة التي يمكن لمسلمي الهند ان يؤدوها و ان افصلها لكم' فاقول : ان الاجمال يغني هنا عن التفصيل' و هو ان الذي يمكنهم ان يخدموا الاسلام به هو المال ' فاجمع المال اولا و انا زعيم باقناعك و اقناع كل عاقل مخلص يوكل اليه صرفه والطريق الذي يجب ان يصرف فيه -

ولو صرف المال الذي جمع في هذه السنة من الهند او من مصر على الاعمال التي ارى فيها وقاية الدولة و الاسلام من الخطر لكانت كافية في وضع الاساس الذي يبني عليه الاصلاح الذي يرجي به حياة الاسلام و بقاء الدولة -

(٦) ان عزمكم على انشاء صحيفة عربية تدعو الى الاتحاد الاسلامي عزم شريف ' و اذا انفذتموه وكلفتموني المساعدة عليه بما هو في استطاعتي فارجو ان لا آلو جهداً في مساعدتكم '

و لكنني اظن ان الجريدة لا تروج كثيرا بل لا ياتي من اشتراكاتها ما يكفي لنفقاتها الا اذا كان لكم في الهند مساعدة خاصة فوق العادة -

وما قلت هذا الا انني خلقت ناصحاً فاحببت ان اقول كلمة ذكرى من الفوائد التي علمنيها الاختبار -

و اسأل الله تعالى ان يخيب ظني في جريدتكم من حيث نجاحها المالي با لاشتراك ' و يحقق رجائي فيها من حيث نفعها و حسن خدمتها للاسلام و امته التي خذلها اهلها و عقها اولادها في هذا الزمان' و الله المستعان -

(محمد رشيد رضا)

مشہور اسلامي ممالک میں اپنے قواعد و ضوابط اور دعوت نامہ علانیہ شائع کیا تھا - انگریز کچھ متعرض نہوے - حتی کہ پوچھا تک نہیں ' مگر خود کسي مسلمان نے اُس کي دعوت قبول نہ کي -

المنار کا جب پہلا سال تھا تو میں نے تقریباً اُسی زمانے میں عام اسلامي کانفرنس منعقد کرنے کے لیے توجہ دلائی تھي' مگر آجکل تو میں خاموش ہوں ' البتہ ہندوستان جیسے ممالک کے پرجوش مسلمانوں سے میري یہ درخواست ہے کہ خود اسلام کے فوائد و مصالح اور حرمین کي صیانت و حفاظت کے لیے جہاں تک ہوسکے سرمایہ فراہم کریں ' اور جن جن ممالک میں ان اغراض کے لیے سرمایہ فراہم ہورہا ہو وہاں سے ایسے لوگ منتخب کریں جن کي ذمہ داري و مسئولیت و تدین پر اہل سرمایہ وثوق و اطمینان ہو - یہ لوگ غور کریں کہ کن کاموں میں یہ سرمایہ لگانا چاہیے - مثال کے طور پر میں نے اس باب میں شاہزادہ عمر طوسون پاشا اور نواب وقار الملک کا نام لیا ہے ' جن کو وسیع شہرت حاصل ہے - جزئیات سے مجھے بحث نہیں ' میري اصل غرض یہ ہے کہ سرمایہ جمع ہو -

(٥) آپ نے مجھہ سے دریافت کیا ہے کہ مسلمانان ہندوستان اسلام کی کیا خدمت کرسکتے ہیں ؟ کس طرح کرسکتے ہیں ؟ اور اس کی تفصیل کیا ہے ؟ میں عرض کرتا ہوں کہ اجمال کافي ہے ' ابھي تفصیل کي ضرورت نہیں ' مسلمان اس وقت اسلام کي جو خدمت کرسکتے ہیں وہ یہ ہے کہ سرمایہ جمع کریں - پہلے آپ سرمایہ جمع کیجیے ' میں اس بات کی ضمانت اپنے ذمے لیتا ہوں کہ آپ کو اور ہر مخلص مسلمان کو' جس کے ہات میں خرچ ہوگا' اطمینان دلا دونگا کہ سرمایہ لگانے کا بہترین طریقہ کیا ہے اور کون سے کام میں صرف کرنا لازم ہے -

ترکوں کي اعانت میں اس سال ہندوستان و مصر سے جس قدر روپیہ فراہم ہوا ہے ' اگر وہ ان کاموں میں صرف ہوا ہوتا جو میري راے میں اسلام اور دولة عثمانیہ کو خطرے سے بچا سکتے تھے ' تو داغ بیل ڈالنے کے لیے ' جس پر اصلاح کی بنیاد قائم ہوتي اور اسلام کی زندگي اور سلطنت کے بقا کي اس سے امید تھي ' یہ روپیہ کافي تھا -

(٦) مسلمانان عالم کو عام اسلامی اتحاد کي دعوت دینے کے لیے آپ ایک عربي اخبار شائع کرنا چاہتے ہیں' یہ نہایت شریفانہ مقصد ہے' اگر آپ نے یہ کام کیا اور حتی المقدور مجھہ سے اعانت چاہی تو امید ہے کہ میں آپ کی امداد میں کسي قسم کي کوشش سے باز نہ رہونگا ' لیکن میرا گمان ہے کہ اخبار کي اشاعت زیادہ نہ ہوگی' حتی کہ سالانہ قیمت اُس کے مصارف کے لیے بھي پوري نہ آئیگی' البتہ اگر ہندوستان میں کوئي خاص اور غیر معمولي اعانت آپ کو حاصل ہو تو یہ دوسري بات ہے -

میں نے یہ بات محض اس لیے کہی کہ نصیحت و خیرخواہی میري سرشت میں ہے' اور میں فطرةً ناصح پیدا ہوا ہوں ' تجربہ و امتحان سے جو فوائد مجھے حاصل ہوئے ہیں آپ سے بھي میں نے اُن کا تذکرہ کردیا -

خدا سے میري دعا ہے کہ آپ کے اخبار کے باب میں میرا گمان غلط نکلے ' مالي حیثیت سے کامیاب ہو' قیمت خریداري سے خاطر خواہ فائدہ ہوا کرے - سودمند و نافع و مفید ہونے اور اسلام' جسے مسلمانوں نے اس زمانے میں چھوڑ رکھا ہے اور خود فرزندان اسلام اُس کے حق میں ناخلف بن گئے ہیں' اُس کي بہترین خدمت کرنے کي حیثیت سے مجھے اس اخبار سے جو توقع ہے خدا کرے اُس میں کامیابي ہو' واللہ المستعان - [محمد رشید رضا]

تیسیرات صوم

یرید الله بکم الیسر ولا یرید بکم العسر (بقرہ)

آیت عنوان اوس موقع کي آیت ہے جہاں خداے پاک نے صیام کا حکم دیا ہے -

یرید الله بکم الیسر ولا یرید بکم العسر (بقرہ)

خدا تمہارے ساتھہ آساني چاھتا ہے سختي نہیں -

لوگ پوچھینگے کہ صیام جیسے سخت اور مشکل العمل حکم میں خدا نے کیا آسانیاں ملحوظ رکھی ہیں ؟ جواب سے پہلے یہ جان لینا چاہیے کہ دوسرے مذاہب میں روزے کے کیا احکام ہیں ؟

انسان جسم اور روح سے مرکب ہے ' اس بنا پر اوسکی عبادت بھی جسم و روح سے مرکب ہونی چاہیے ' لیکن چونکہ اصل مقصود طہارت روح ہے نہ تکلیف جسم ' اسلیے تکلیف جسم کو اسقدر شدید اور نا قابل عمل نہیں بنا دینا چاہیے کہ وہ اصل مقصود قرار پاجاے -

اسلام اور دوسرے مذاہب میں ایک مختلف فیہ مسئلہ یہ بھي ہے ' کہ دوسرے مذاہب نے تکلیف و تعذیب جسماني کو بھي ایک قسم کي عبادت بتایا ہے ' اس تخیل کا اثر یہ ہے کہ ہندو جوگیوں نے ریاضات شاقہ کي اور عجیب و غریب ورزش جسماني کي بنیاد ڈالي ' جس میں سالہا سال تک کھڑے رہنا ' شدید دھوپ میں قیام کرنا ' گرمی کے دنوں میں آگ کے شعلوں کے دائرہ میں بیٹھنا ' جاڑوں میں برہنہ تن رہنا ' دس دس برس تک ایک ہاتھہ کو ہوا میں بلند رکھنا ' سالہا سال تک ایک نشست پر قائم رہنا ' ایک ایک چلہ تک ترک اکل و شرب کرنا ' تقرب الی اللہ کے حقیقي راستے تھے -

یہیں جینیوں کا فرقہ پیدا ہوا ہے ' جو ناک ' کان ' اور منھہ کو بھي بند رکھتا ہے کہ کسي کیڑے کو اذیت نہو ' یہیں بودھہ کا فرقہ پیدا ہوا ' جسکے بھکشو جنگل اور پہاڑوں میں رہتے تھے ' اور گھاس اور پتوں پر اور بھیک کے ٹکڑوں پر گذر کرتے تھے ' ہندو جوگي ' چلے کھینچتے تھے جن میں کھانا پینا بالکل چھوڑ دیتے تھے کبھي کبھي ایک دو لقمہ کھا لیتے تھے -

نصراني راہبوں نے رہبانیت کي بنیاد ڈالي ' جسکے رو سے شرعي بیاہ اون پر حرام ہوا ' ترک آسایش و لذائذ جسماني اون کي مرغوب عبادت تھي - قربانگاہ ' صلیب اور کنواري کے بت کے سامنے گھٹنوں کے بل ' گھٹنوں تک جھکے رہنا ' ہاتھہ جوڑے کھڑے رہنا ' ایک پاؤں پر کھڑا ہونا ' خاص خاص قسم کي تکلیف دہ ریاضتوں میں مشغول رہنا ' کئي کئي روز کھانا پینا چھوڑ دینا زہد و تقوی کي انتہا تھي -

یہودیوں کے ہاں قرباني اسقدر طویل و کثیر رسوم پر مشتمل تھي جسکے صرف شرائط و ضروریات کا بیان تورات کے چار پانچ صفحوں میں مذکور ہے - افطار کے بعد ایک وقت صرف روزے میں کھاسکتے تھے ' اسکے بعد سے دوسرے روز کے وقت افطار تک کچھہ نہیں کھاتے تھے - بغیر کھاے ہوے اگر بد قسمتي سے نیند آگئی ' تو پھر کھانا مطلق حرام تھا ' ایام صیام میں بیویوں سے نہیں مل سکتے تھے -

لیکن اسلام اس تعذیب جسماني اور ان ریاضات شاقہ کو خلاف منشاے دین سمجھتا ہے ' اسکے نزدیک یہ چیزیں انسانیت کي ضعیف گردن کے لیے بارگراں ہیں جنکو وہ نہیں اٹھا سکتیں قران نے بندوں کو یہ دعا تعلیم کي ہے -

ربنا ولا تحمل علینا اصراً کما حملته علی الذین من قبلنا ' ربنا ولا تحملنا مالا طاقة لنا به (بقرہ)

پروردگارا ہم کو وہ بوجھہ نہ دے جو ہم سے پہلے لوگوں کو دیا ' پروردگارا جس کے اٹھانے کي طاقت نہیں ' وہ بارگراں ہماري گردن پر نہ رکھہ '

چنانچہ خدا نے یہ دعا قبول کي اور ایک پیغمبر بھیجا جس کي شان یہ تھي کہ :

یا مرہم بالمعروف وینہاہم عن المنکر و یحل لہم الطیبات و یحرم علیہم الخبائث و یضع عنہم اصرہم ' والاغلال التي کانت علیہم (اعراف)

وہ نیکیوں کا یہود و نصاری کو حکم کرتا ہے ' برائیوں سے اون کو روکتا ہے ' پاک چیزیں اون کے لیے حلال کرتا ہے ' اشیاے خبیثہ کو اون پر حرام کرتا ہے ' اور اون کي گردن سے اوس طوق و زنجیر کو جو شدید احکام کي اونکے گلے میں پڑي ہوي تھي علحدہ کرتا ہے -

اور اوسنے وعدہ کیا :

لا یکلف الله نفساً الا وسعہا (بقرہ)

خدا کسي کو اوس کي طاقت سے زیادہ کسي امر کا مکلف نہیں کرتا -

اور پھر فرمایا :

یرید الله بکم الیسر ولا یرید بکم العسر (بقرہ)

خدا تمہارے ساتھہ آساني چاھتا ہے سختي نہیں -

اسلام نے سب سے پہلے اوقات صوم کي تحدید کی ' بعض لوگ شدت اتقا سے عمر بھر روزے رکھتے تھے ' اسلام نے اسکو بالکل روکدیا ' آنحضرت نے فرمایا ہے :

لا صام من صام الابد (ابن ماجہ)

جسنے ہمیشہ روزہ رکھا اوسنے کبھي روزہ نہیں رکھا -

اسلام کے سوا اور ادیان میں شب و روز کا روزہ ہوتا تھا ' اسلام نے روزے کی مدت صرف صبح سے شام تک قرار دي -

حتی یتبین لکم الخیط الابیض من الخیط الاسود من الفجر (بقرہ) ثم اتموا الصیام الی اللیل (بقرہ)

اس وقت سے جب رات کا تاریک خط ' صبح کے سپید خط سے ممتاز ہو جاے ابتداے شب تک روزے کو پورا کرو '

آنحضرت نے صاف فرمایا ہے :

انما یفعل ذلک النصاري یعنی الوصال و لکن صوموا کما امرکم الله " ثم اتموا الصیام الی اللیل فان کان اللیل فافطروا (الطبراني)

شب و روز کو ملا کر نصاری روزہ رکھتے ہیں ' تم اوسطرح روزہ رکھو جسطرح خدا نے فرمایا ہے کہ روزہ رات کے ہونے تک پورا کرو ' اور جب رات شروع ہو جاے تو افطار کرلو -

رات کو سو جانے کے بعد پھر کھانا حرام تھا ' اسلام نے اسکو منسوخ کیا :

روی البخاري کان اصحاب محمد صلی الله علیه و سلم اذا کان الرجل منہم صائما فحضر الافطار فنام قبل ان یفطر لم یاکل لیلته ولا یومه حتي یمسي و ان قیس

بخاري کي روایت ہے کہ صحابہ ابتداے اسلام میں جب روزہ رکھتے اور افطار کا وقت آجاتا اور وہ افطار کرنے سے پہلے سوجاتے تو پھر رات بھر اور دن بھر دوسرے دن کي شام تک کچھہ نہ کھاتے اسي اثنا میں

بن صرمة الانصاري كان صائما فلما حضر الافطار اتى امراته فقال لها اعندك طعام قالت لا ولكن انطلق فاطلب لك وكان يومه يعمل فغلبته عينه فجاءته امرءته فلما راته قالت خيبة لك فلما انتصف النهار غشى عليه فذكر ذالك للنبي صلعم ... فنزلت وكلوا واشربوا حتى يتبين لكم الخيط الابيض من الخيط الاسود من الفجر (البقره)

قیس بن صرمہ انصاری نام ایک صحابی روزوں سے تھے' افطار کا وقت آیا تو وہ اپنی بیوی کے پاس آئے اور اون سے پوچھا کہ تمہارے پاس کچھہ کھانے کو ہے' انہوں نے کہا ہے تو نہیں لیکن میں چلکر ڈھونڈھتی ہوں - قیس دن بھر کام کرکے تھکے تھے سوگئے' بیوی آئیں تو افسوس کرکے رہ گئیں' جب دو پہر ہولی تو قیس کو غش آگیا - یہ واقعہ آنحضرت سے بیان کیا گیا اوس وقت یہ آیت نازل ہوئی " اوس وقت تک کھاؤ پیو جب تک رات کا تاریک خط صبح کے سپید خط سے ممتاز نہو جاے"

ایام جاہلیت میں دستور تھا کہ ایام صیام کی پوری مدت میں مقاربت سے محترز رہتے تھے' لیکن چونکہ یہ ممانعت خلاف حکم فطری تھی اس لیے اکثر لوگ اس میں خیانت کے مرتکب ہوتے تھے - اسلام نے اس حکم کو صرف وقت صوم تک محدود رکھا' جو صبح سے شام تک کا زمانہ ہے -

احل لكم ليلة الصيام الرفث الى نسائكم' هن لباس لكم و انتم لباس لهن' علم الله انكم كنتم تختانون انفسكم' فتاب عليكم وعفا عنكم' فالان باشروهن' و ابتغوا ما كتب الله لكم' (بقره)

تمہارے لیے روزہ کی شب میں اپنی بیویوں سے مقاربت حلال کی گئی' تمہارا اونکا ہمیشہ کا ساتھہ ہے' خدا جانتا ہے کہ تم اسمیں خیانت کرتے تھے پس اوسنے تمکو معاف کیا اب اون سے ملو جلو اور خدانے تمہاری قسمت میں جو لکھا ہے اوس کو ڈھونڈ ہو'

بخاری نے اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے :

عن البراء بن عازب لما نزل صوم رمضان كانوا لا يقربون النساء رمضان كله' وكان رجال يخونون انفسهم فانزل الله : علم الله انكم كنتم تختانون انفسكم [illegible] عليكم

براء بن عازب سے روایت ہے کہ جب صوم رمضان کا حکم نازل ہوا تو لوگ رمضان بھر بیویوں کے پاس نہیں جاتے تھے' بعض لوگ اس میں خیانت کرتے تھے' تو خدا نے فرمایا : خدا جانتا ہے کہ تم خیانت کرتے تھے پس تمکو اوسنے معاف کیا -

روزہ داروں میں بوڑھے' کمزور' معذور' بیمار ہر قسم کے لوگ ہوتے تھے' اسلام سے پہلے اور مذہب میں ہم اس قسم کے معذور اصحاب کے لیے کوئی استثنا نہیں پاتے' اسلام نے ان تمام اشخاص کو مختلف طریق سے مستثنی کردیا -

فمن كان منكم مريضاً او على سفر فعدة من ايام اخر' و على الذين يطيقونه فدية طعام مسكين (البقره)

جو بیمار ہو یا مسافر ہو وہ ان کے علاوہ اور دنوں میں قضا روزے رکھہ لے' اور جو بمشکل روزے رکھہ سکتے ہیں وہ ہر روزہ کے بدلے ایک دن کا کھانا ایک مسکین کو دیدیں -

لیکن اس ممانعت میں اوسنے اسقدر غلو نہیں کیا کہ اگر با این ہمہ حالات ضعف و عدم طاقت رضوان الہی روزے کا ثواب حاصل کرنا چاہیں تو نہ کرسکیں' بلکہ اسکو اونکی مرضی پر موقوف رکھا -

فمن تطوع خيرا فهو خير له' و ان تصوموا خير لكم ان كنتم تعلمون (بقره)

جو اپنے دل سے کوئی نیک بات کرے تو بہتر ہے اور روزہ رکھنا بہتر ہے اگر تمہیں علم ہو -

حالت سفر میں آنحضرت نے روزے بھی رکھے ہیں اور افطار بھی کیا ہے' حسب اختلاف حالات' لیکن اگر کوئی شخص باوجود ضعف و عدم تحمل شدائد صوم' سفر میں روزے رکھے' تو اسلام میں یہ ثواب کا کام نہیں شمار ہوگا -

عن جابر بن عبد الله قال كان رسول الله صلعم' في سفر فرءى زحاماً و رجلاً قد ظلل عليه فقال ما هذا فقالوا صائم فقال ليس من البر الصوم في السفر (بخاري)

جابر بن عبد اللہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلعم ایک سفر میں تھے تو ایک بھیڑ دیکھی اور دیکھا کہ ایک آدمی کو سایہ کیے لوگ کھڑے ہیں' پوچھا کیا ہے ؟ لوگوں نے کہا ایک روزہ دار ہے' آپ نے فرمایا سفر میں اسطرح روزہ رکھنا کوئی نیکی نہیں ہے -

عورتوں کے لیے مخصوص فطری عذرات کا لحاظ ضروری تھا اسلیے ایام عادیہ' ایام حمل' اور ایام رضاعت میں اون کے روزے معاف ہیں کہ وہ ضعف و ناتوانی کے ایام ہیں' انکے بجاے انکی قضا وہ اور دنوں میں کرسکتی ہیں -

قال النبي صلعم اليس اذا حاضت لم تصل ولم تصم (البخاري)

آنحضرت نے فرمایا ہے کہ کیا عورتہ ان ایام میں نماز اور روزہ نہیں چھوڑ دیتی ؟

عن ابن عباس و على الذين يطيقونه فدية طعام مسكين قال كانت رخصة للشيخ الكبير و المراة الكبيرة و هما يطيقان الصوم ان يفطرا و يطعما مكان كل يوم مسكينا و الحبلى والمرضع اذا خافتا (ابوداؤد)

ابن عباس سے مروی ہے ... کہ حاملہ اور دودھ پلانے والی اگر اپنے ضعف کا اوسکو خوف ہو یا بچہ کا خوف ہو تو روزے نرکھے اور فدیہ دے حضرت انس سے مروی ہے کہ آنحضرت نے فرمایا کہ حاملہ اور مرضع (دودھ پلانے والی) کے روزے معاف کیے گئے ہیں -

عن انس' قال النبي صلعم ان الله وضع من الحامل والمرضع الصوم (ترمذي)

بھول چوک اور خطا و نسیان اسلام میں مغفور ہیں' کہ خدا نے ہمیں بتایا ہے کہ کہو:

ربنا لا تواخذنا ان نسينا او اخطانا (البقره)

پروردگارا ہمارے نسیان و خطا پر ہم سے مواخذہ نکر'

اس لیے اگر حالت صوم میں کوئی بھول کر کچھہ کھالے یا پی لے تو اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا -

عن ابي هريرة قال جاء رجل الى النبي صلعم فقال : يا رسول الله اني اكلت و شربت ناسياً و انا صائم فقال اطعمك الله وسقاك' (ابو داؤد)

ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ ایک شخص آنحضرت کے پاس آیا اور کہا یا رسول اللہ میں نے بھول کر روزے کی حالت میں کھا لیا - آپ نے فرمایا کچھہ حرج نہیں تمہیں خدا نے کھلایا اور پلایا'

عن ابی هريرة قال النبی صلعم : من اكل اوشرب ناسياً فلا يفطر فانما هو رزق الله (ترمذي)

ابو هريرہ سے مروي ہے کہ آنحضرت نے فرمايا ہے : جو بھول کر کھا لے يا پی لے تو اوسکا روزہ نہيں توڑيگا ' وہ خدا کي روزی ہے '

اسي طرح وہ افعال جو گو منافي صوم ہيں ليکن انسان سے قصداً سرزد نہيں ہوتے بلکہ وہ اسميں مجبور ہے - مثلاً محتلم ہو جانا ' بلا قصد قے ہو جاني ' ان چيزوں سے بھي نقص صوم نہيں ہوتا -

عن ابی سعيد ثلاث لا يفطرن الصائم : الحجامة والقي والاحتلام (ترمذي)

حضرت ابو سعيد سے مروي ہے کہ تين چيزوں سے روزہ نہيں توڑتا پچھنا يا سينگي کھنچوانے سے ' قے ہونے سے اور محتلميت سے -

من ذرعه القيئ في شهر رمضان فلا يفطر و من تقيئا عامداً فقد افطر ' (ابو داؤد)

جسکو خود بخود روزہ ميں قے ہو جائے تو روزہ نہيں ٹوٹيگا ' البتہ جو قصداً قے کريگا اوسکا روزہ ٹوٹ جائيگا -

عن رجل من اصحاب النبی صلعم ' قال قال رسول الله صلعم ' لا يفطر من قاء ولا من احتلم ولا من احتجم (ابو داؤد)

ايک صحابي سے روايت ہے انحضرت نے فرمايا ' قے ' محتلمت اور پچھنے سے روزہ نہيں جاتا -

من ذرعه القيئ وهو صائم فليس عليه قضاء و من استقاء فليقض (رواه ابو داؤد والترمذی و ابن ماجة و الدارمی)

جسکو خود بخود روزہ ميں قے ہو اوسپر اوسکي قضا نہيں ہے (يعنی روزہ صحيح ہوگا) اور جو قصداً قے کرے اوس پر قضا ہے -

بعض لوگ اس حديث کي بنا پر کہ " ايک بار آپ کو استفراغ ہوا تو آپ نے روزہ توڑ ديا " يہ نتيجہ نکالتے ہيں ہے کہ استفراغ وقے ناقض صوم ہے ' حالانکہ واقعہ يہ ہے کہ آپ نے نفل روزہ رکھا تھا ' اتفاقي استفراغ سے بنظر ضعف آپ نے روزہ توڑ ديا ' امام ترمذي لکھتے ہيں :

وروی عن ابي الدرداء و ثوبان و فضالة ان النبي صلعم قاء فافطر و انما معنى هذا الحديث ان النبي صلعم كان صائما متطوعاً فقاء فضعف فافطر لذلك ' هكذا روی في بعض الحديث مفسراً (جامع ترمذي)

ابو درداء ' ثوبان اور فضالہ سے روايت ہے کہ " آپ نے قے کي پھر افطار کيا " اس حديث کا مطلب يہ ہے کہ آپ نفل روزہ سے تھے اس ميں آپ کو قے ہوئي اور آپ کو ضعف محسوس ہوا تو روزہ توڑ ديا ' اسي تفصيل کے ساتھ يہ واقعہ بعض روايتوں ميں مذکور ہے -

جزائر بحر ايجين

گذشتہ زمانے ميں بحيرہ ايجين کے جزائر يورپ کي تاريخ اور دنيا کے خيالات کے ڈھالنے ميں ايک ايسے دور کی تمثيل کرچکے ہيں جو اس سے بہت زيادہ تھا جسکي اميد انکي وسعت آبادي سے کيجا سکتي ہے -

يہ جزائر پھر ايک بار آج مغربی ڈپلوميسي کي توجہ کو مشغول اور چند يوروپين وزارتوں ميں غير قليل دلسوزي پيدا کر رہے ہيں -

مسئلہ شرقيہ کے حل ميں جن سب سے زيادہ دلچسپ مسائل کا مقابلہ کرنا پڑتا ہے انميں سے ايک وہ مسئلہ ہے جسکا اثر ان جزائر کي آيندہ حالت اور ملکيت پر پڑتا ہے اسليے غالباً انکي جغرافی ' تاريخي ' تجارتي ' اور سياسي حالت پر چند نوٹ قارئين کے ليے معقول دلچسپي کا باعث ہونگے -

بحيثيت مجموعی جزائر کی تقسيم ازرتقسيم درتقسيم کئی مختلف (گروپ) ميں کی جاسکتي ہے - موجودہ مقاصد کے ليے ہم اپني راے سے ان جزائر کو خارج کيے ديتے ہيں جو يونان سے بہت ھی قريب واقع ہيں اور اپني تمام توجہ ان دوسرے جزائر پر جمع کرتے ہيں جن پر سنہ ١٩١٢ع کے آغاز ميں يوناني جھنڈے کے علاوہ کوئی اور جھنڈا لہرا رہا تھا -

قد کے اعتبار سے سرسري طور پر يہ تين درجوں ميں تقسيم کيے جا سکتے ہيں - پہلے دو جزيرے يعنے کريٹ اور قبرص (سائپرس) آتے ہيں انميں سے موخرالذکر اگرچہ ٹھيک ايجين ميں نہيں مگر تاہم مناسب طور پر اس حيثيت سے اس پر بحث کيجا سکتي ہے - اسکے بعد متوسط القد اور ساحل ايشياء کوچک سے دور کے جزائر - روڈس ' سامرس ' سکيو ' متلين ' و تھيسا آتے ہيں - آخر ميں وہ بہت سے چھوٹے جزيرے رہجاتے ہيں جو روڈس اور کريٹ کے تقريباً بيچ ميں نقطونکي طرح واقع ہيں - يہ جزيرے يہاں سے شمال کي طرف مڑتے ہيں انکے پتھريلے ساحل نوے جزيروں ميں بلند ہيں - پھر ٹھيک مقدونيہ کے جنوبي ساحل کي طرف مڑتے ہيں اور ساحل ايشياء کوچک کے پيچھے پيچھے کم و بيش دور تک چلے جاتے ہيں - بے ترتيبی کے ساتھ ان جزيروں ميں اينٹيپالیا ' سمي ' کرس ' پيٹمس ' نکيريا ' اسکے بعد شمال کي طرف پيسرا ' ٹينڈوش ' ايمبروس ' سيمو تھريس کا حوالہ ديا جاسکتا ہے -

کارفو کا منظر اپنے جنگلوں سے بھرے اور لب آب تک پھيلے ہوے سرسبز ڈھالو حصوں سے ايک سياح کو جسقدر لطف ديسکتا ہے شايد ھي سرسبز (ايونين) جزائر ميں سے کوئي دوسرا جزيرہ اس سے زيادہ لطف ديسکتا ہو - يہ جزائر جو گرميوں ميں ليوانٹ کے صاف و شفاف فضا ميں آفتاب کي ضيا ريزي کے وقت درياے نيلم ميں چمکتے ہوے جواہرات معلوم ہوتے ہيں - يہ اپنے بيشتر حصے کے طبيعي کريکٹر ميں کوئي گہرا راز نہيں رکھتے ' جبکہ تمام جزيرے پتھريلے اور نا ہموار

نظر آتے ہیں - الہی میں کبھی کبھی سبزہ زار وادیوں کی جھلک بھی دکھائی دیتی ہے -

یہ ہے جزائر کا اصلی کریکٹر مع چند مستثنیات یعنی سواحل جو نرغے میں گھرے ہوئے ہیں اور چٹانیں انکی حد بندی کرتی ہیں مع حصہ داخلی جو اکثر ایسے ہوتے ہیں کہ مشکل سے کم چٹیل اور خشک مگر جا بجا بکثرت حیرت انگیز سرسبز اور دلفریب وادیاں جنمیں قیمتی سے قیمتی میوے - نارنگی ' انار ' انگور ' اور لیموں ' مصر فتانہ مہتبات کے ساتھہ پیدا ہوتے ہیں جب کہ ایک طرف بعض جزائر کی یہ حالت ہے دوسری طرف ریتوں کے کنج ہموار اور ڈھالو دونوں طرح کی زمین کے بیشتر حصے کو چھپائے ہوے ہیں -

قبرص جوکہ ان تمام جزائر میں سب سے بڑا ہے اس تنگ راس (Promontry) کے علاوہ جو شمال و مشرق کی طرف نکلتا ہوا چلا گیا ہے عرض میں ۵۰ میل اور طول میں ۱۰۰ میل ہے - گذشتہ زمانہ میں اسمیں گھنے جنگل تھے - اسکے صنوبر کی لکڑی لبنان کے مشہور صنوبر کی لکڑی سے بھی بڑھی ہوئی تھی -

اسکی دولت کے اصلی سر چشمے اسکے کانوں میں ہیں - اور ایس سایپرم (Aes Cyprium) وہ عہد قبل تاریخ سے لیکے رومیوں کے زمانہ تک معلوم تھا دنیا کا بہترین تانبا تھا جسکا علم اگلوں کو تھا - در حقیقت کپرم مذکورہ بالا لفظ کی معرف شکل ہی ہے ہمارا انگریزی لفظ کاپر نکلا ہے -

اس جزیرے کا موجودہ نام سائپرس (قبرص) اس چھوٹے درخت (Sypros) کے نام سے مستعار جس سے تمام جزیرہ پٹا پڑا تھا - یونانیوں نے رکھا - یہ پودہ لیوانٹ کی حنا ہے جسکو مسلمان عورتیں اپنے ناخن اور بالوں کو شوخ نارنجی رنگنے کے لیے استعمال کرتی ہیں -

قبرص میں پانی کے راستے بہت ناکامی ہیں ' اور جب تک جنگل ساری کی اسکیم مستعدی کے ساتھہ شروع نہیں کیجائے اسوقت تک اسکی خشک چٹانوں کے وسیع پھیلاو " جنگل زار جزیرہ " کی شہرت سے کبھی کبھی دو بارہ لذت یابی کے منصوبے کی مخالفت کرتے ہیں -

زمین ضرب المثل کے طور پر زرخیز ہے - اور اناج ' شراب ' شیشم ' السی بکثرت پیدا ہوتی ہے - یہاں عمدہ موسمی قیامگاہیں بھی ہیں کیونکہ گرمیوں میں جنوبی ساحل کی گرمی عموماً ناقابل برداشت ہوتی ہے سردیوں میں پہاڑوں سے شمال کی ٹھنڈی ہوائیں اطالیا کی بہترین حالت کے مشابہ ہوتی ہیں -

جغرافی طور پر کریٹ یورپ کا ایک حصہ ہے - کیونکہ اسمیں سے گزرنے والا سلسلہ کوہ پیلو پونیسس (Peloponnesus) کی ایک تطویل ہے - اور علم الارض کی رو سے بھی یہ یونان کا ایک ٹکڑا ہے - کوہ اڈا ایک بلند چوٹی ہے جو ۷ - ہزار قدم تک پہنچتی ہے ' اور خوبصورت اسپراد اونا یا کوہ سفید مغرب کریٹ کی ایک شکل ہے - عہد قدیم میں کریٹ اپنی سرسبزی اور صحت بخشی کے لیے مشہور تھا ' اور گو ابھی یہ یونان کے تاج میں سب سے زیادہ خوشنما جواہر خیال کیا جاتا ہے مگر یہ قیاس غالب ہے کہ کریٹ میں بھی جنگلوں کے مٹانے سے کچھہ نقصان ہوا -

کریٹ کے دریا اگرچہ بہت ہیں مگر بیشتر حصہ صرف پہاڑ کی تیز دھاریں ہیں ' اور اسلیے گرمیوں میں خشک ہو جاتی ہیں -

' تاہم وہاں زیتوں کے نہ ختم ہونے والے کنج ہیں ' بحالیکہ نارنگی ' لیموں ' حنا ' انار ' اور بادام بکثرت پائے جاتے ہیں -

ٹھیک جسطرح کہ خشکی شکاروں سے پٹی پڑی ہے اسیطرح کریٹ کو جو سمندر محیط ہے اس میں عمدہ مچھلیوں کا انبار لگا ہوا ہے -

جنوبی طویل ساحل اپنے تمام طول میں مشکل سے کوئی محفوظ لنگر گاہ رکھتا ہے - شمالی ساحل چند عمدہ بندر گاہیں رکھتے ہیں ' خصوصاً دار السلطنت کنیا کے قریب کی مشہور خلیج سودا - قبرص اور کریٹ دونوں میں اتنی آبادی ہے کہ سب کی تعداد ۳ لاکھہ ہوتی ہے - کریٹ کی آبادی کسی قدر زیادہ ہے -

ایجین کے متوسط القامت جزیروں میں سب کے جنوب میں جو سب سے زیادہ مشہور جزیرہ ہے وہ جزیرۂ رودس ہے - اس کے حسن مناظر و آب ہوا کی قدر لیوانٹ میں بہت زیادہ کیجاتی ہے - رودس مشرقی میڈیٹرینین کی صحت گاہ کی حیثیت سے دیکھا جاتا ہے - اگرچہ سچ یہ ہے کہ اور جزیرے بھی ایسے ہیں جو اس امتیاز کا دعوی کرسکتے ہیں -

رودس کی وسعت قریباً ۸ - سو میل ہے اور اپنی مثلث شکل کے ساتھہ بلند کوہ ارٹیمیرا میں مرکز کی طرف مائل ہوتا ہے - یہاں جنگلوں کے کاٹنے کا سوال پیدا ہوتا ہے - گذشتہ زمانے میں ارٹیمرا کے ڈھالو حصے صنوبر کے گھنے جنگلوں میں ملبوس تھے -

آج یہ جنگل خاص طور پر نادرہ ہیں - پنڈر نے یہاں کی زرخیزی کے ترانے گائے ہیں مگر ہجرت اور گذشتہ دست درازیوں نے یہاں کی زراعت کو افسردہ کردیا ہے ' اور اب غلہ تک باہر سے لایا جاتا ہے - ورجل نے اپنے ترانوں میں یہاں کی شراب کو دیوتاؤں کی دعوت کے شایاں کہا ہے ' مگر اب ایسا نہیں کیونکہ اب موٹے اور بھدے قسم کی ہوتی ہے - ہارس نے کلیرم رودس کے ترانے گائے ہیں - یہ تاہم ناقابل تاثیر رہا ہے ' یہ اب بھی ہمیشہ کی طرح خوشنما ہے ' کیونکہ اب تک کارامیدین کے ٹھنڈے ٹھنڈے جھونکے رات کی گرمی کو معتدل بناتے ہیں - یہ جزیرہ سمرنا اور قسطنطنیہ کا نباتی باغ (vegetable garden) ہے اور زیتوں کے وسیع کنجوں کے علاوہ اسمیں انجیر بھی پیدا ہوتی ہے ' جزیرہائے سمی وکالمنس سمندر کا مرکز ہیں جہاں اسفنج کثرت سے پائے جاتے ہیں - گذشتہ زمانہ میں ساموس جسکو آبنائے کمیل ایشیائے کوچک سے علحدہ کرتا ہے ' غیر معمولی زرخیزی کے لیے مشہور تھا - یہ اب تک زرخیز جزیرہ ہے ' اور ویتھی میں ایک عمدہ بندرگاہ رکھتا ہے - گو آبادی ۵ - ہزار سے زائد ہے مگر اب اپنے لیے آپ غلہ پیدا نہیں کرتا ' اور کاشت زیادہ تر انگوروں کو سنبھالے ہوے ہے - جس سے ساموس کی مشہور شراب بنتی ہے ' اسکے علاوہ ایک روز افزوں مقدار میں تمباکو بھی بوئی جاتی ہے - جزیرہ کی ساخت کوہ سنگ مرمر کی ساخت کے مشابہ اور کثیر الماء وادیوں سے متقاطع ہے -

شیاس جزیرہ بیرون خلیج سمرنا ایک دوسرے جزیرہ باغ ہے اس کی سطح ہومر کے " پتھریلی پہاڑی " کے لقب کی تصدیق کرتی ہے ' لیکن جزیرہ میں بعض زرخیز اور خوشنما مقامات ہیں - بہار میں خوشبودار نارنگیوں کے کنج ہوا کو معطر کرتے ہیں - لیموں کے درخت بکثرت پیدا ہوتے ہیں - شیاس جزیرہ کا خاص شہر بھی بندرگاہ ہے -

ایجین میں آخری بڑا جزیرہ مٹیلین ہے ' جو دنیا کے بہترین بندرگاہوں میں سے دو بندرگاہوں سے دندانہ دار بنا ہوا ہے - یہ دونوں بندرگاہ سمندر کے دو بازو ہیں جن کے دہانے تنگ ہیں ' اور آگے بڑھکے تھالی

کي شکل میں اسطرح چھوڑے ہوئے ہیں کہ بڑے سے بڑے بیڑے کو سنبھال سکتے ہیں اگرچہ یہ جزیرہ اچھے بعض حصوں میں چٹیل اور ناھموار ہے - لیکن تاہم ہموار اور سرسبز زمین کا ایک بڑا حصہ رکھتا ہے - زیتونکے انبو پہاڑ کے ڈھالو حصونکو بڑي حد تک چھپائے ہوے ھیں اور اس کا تیل ایک ایسي پیداوار ہے جس کي بہت قدر کیجاتي ہے - قدیم صلوبر کے جنگل استقلال کے ساتھہ غایب ہو رہیں ہے -

بقیہ جزائر کي حالت تفصیل کے ساتھہ بیان نہیں دیجا سکتي - یہ کہنا کافي ہے کہ اسمیں سے اکثر پہاڑي ھیں' اور سرسبز وادیوں والے اور ایک ایسي آبادي کے متکفل ھیں جس کا طبعي میلان ماھي گیري' تجارت' بحري سفر کي طرف ہے اور قریباً تمام صورتوں میں اپنے چاروں طرف مچھلي کی عمدہ شکارگاھیں رکھتے ھیں -

واقعـــات عمـــان

مقتبس از لیڈر ایسٹ' ۱۱ - جولائي سنہ ۱۹۱۳ ع

معلوم ہوتا ہے کہ ترکي حکومت سے عدم تشفي جو عرب اور ازہلي' کرد' اور شاھنشاھي عثماني کے دیگر عناصر نے ظاہر کي ہے ایک مرض متعدي ہے کیونکہ عمان کے عربوں نے بھي اپنے بادشاہ اور امام سید فیصل بن ترکي کے خلاف علم بغاوت بلند کیا ہے -

عمان کے عرب زیادہ تر خارجیت کی اُس شاخ کے پیرو ھیں جو " اباضیہ " کے نام سے مشہور مسلمانوں کا ایک فرقہ ہے' اور جس کي بنیاد دوسري صدي ھجري میں عبد اللہ بن اباضہ نے ڈالي تھي - اس فرقہ کا ایک یہ بھي عقیدہ ہے کہ جو امام شریعت اسلامیہ کے مطابق حکومت نہیں کرتا وہ کافر ہے - یہ فرقہ دو جماعتوں میں منقسم ہے' ایک منوانیہ دوسرا غفیریہ اور یہ دونو ہمیشہ برسرپیکار رہتے ھیں -

سنہ ۱۸۸۸ ع سے سید فیصل تخت نشین ہے' عرب اس سے ناراض ھیں - تقریباً ۱۶ - برس ہوے شیخ صالح کي زیر سر کردگي شاع شکو کي منواني جماعت کی طرف سے اس کي جان و تخت دونوں پر حملہ کي کوشش کي گئي تھي' اسوقت سلطان ایک کشتي میں بھاگ کے قلعہ جلیلہ چلا گیا' جہاں وہ کئي سال تک رہا - لیکن اسکا دارالسلطنت اور محل حملہ آوروں نے لوٹ لیے - اسوقت سے حکومت برطانیہ حکومت ہندوستان کي وساطت سے سلطان کے اقتدار کو سنبھالے ہوے ہے' اور سلطان کو حکومت ہندوستان سے ایک ماہوار وظیفہ ملتا ہے -

ایک خط سے جو مجھے میرے دوست محمد بن سعید بن سابق وزیر سلطان نے بھیجا ہے اس بغاوت کي کسیقدر تفصیل معلوم ہوتي ہے -

یہ معلوم ہوتا ہے کہ ۱۹ - مئي کو منوانیہ اور غفیریہ میں مفاھمت ہوئي - دونوں نے سلطان کے خلاف بغاوت کا اعلان کیا کہ آیندہ سے نہ وہ انکا سلطان اور نہ امام' خروصي قبیلے کے ایک

دعـــوت الہـــلال

(از جناب مظہر الحق صاحب نعماني - ضلع بارہ بنکي)

آپ کے مساعي جمیلہ کا شکریہ صرف کسي فرد بشر کي زبان سے ادا ہونا غیر ممکن ہے - حق یہ ہے کہ اس تیرہ رفتار زمانہ میں آپ وہ کام انجام دے رہے ھیں جو کسي زمانہ میں مخلصین اُمت نے انجام دیے تھے - آزاد بیاني اور حق گوئي میں سب سے اول اور اپني آپ نظیر' اگر کوئي رسالہ ہندوستان میں نظر آیا تو آپکي توجہات کا سرچشمہ اور الہـــلال کا مبارک وجود ہے :

الفــاظ اُو مہــذب و روشن تر از قمــر
معني ازو چــو زھــرۂ تابــاں کہ سحر
ہر لفظ و ہر معاني کاندر فصول اوست
نیکو تر از جوالي و شیــرین تر از شکر
صافي ز هزل و بدعت و پاکیزہ از ھوا
شایستہ ھمچو دانش و بایستہ چوں مطر
از خوا ندنش نہ گیرد خوانندہ را ملال
گردد بصیــر ھر کہ گمــارد برو بصــر
ھر قصــہ را ز آیت قــراں یکے دلیــل
ھــر فصــل را ز قــول پیمبــر یکے خبــر

[بقیہ پہلے کالم کا]

عرب سلیم بن رشید نامي کو' کہ شروع میں دونو جماعتوں کے مقاري کي طرف سے مسند نشین کیے گئے تھے' امام منتخب کیا - موخر الذکر رسم منزوا میں ادا ہوئي' جو ایک داخلي شہر ہے اور جو مع اسکے قلعوں کے باغیوں نے ایک جنگ کے بعد گرفتار کیا ہے' جسمیں سلطان کے ساتھہ وفادار رہنے والے باشندے بکثرت قتل کیے گئے - جسوقت یہ خط لکھا جارہا تھا اسوقت نیا امام اور اسکے پیرو جو بکثرت ھیں ساحلي حصہ کے علاوہ تمام ملک کو مطیع کرنے کے لیے تیاریاں کر رہے تھے -

میرے اطلاع فرما لکھتے ھیں کہ ان واقعات نے سلطان کو بہت متاثر کیا' اس نے فوراً اپنے لوکے سعید یا سید (انگریزي اسپیل کي وجہ سے مشکوک رہ گیا ہے) نادر کي زیر قیادت اپنے سپاہي' یعني ہي بارتیي' مارتیني رائفلوں سے مسلح عربوں کو اس بغاوت کے دبانے کے لیے منزوا بھیجا ہے - محمد بن سعید کي راے ہے کہ یہ ناممکن ہے کہ مٹھي بھر سپاھي کامیابي کے ساتھہ انقلابیوں کا مقابلہ کرسکیں جو نئے امام کے دارالسلطنت کے قریب کے تمام گاؤں میں تعداد اور طاقت دونوں میں بڑھ رہے ھیں' اور جنکا اثر تمام عمان پر نہایت سرعت کے ساتھہ پھیل رہا ہے -

خط یہ بیان کرتے ہوے ختم ہوتا ہے کہ معلوم ہوتا ہے کہ خود سلطان بے مدد اور بغاوت کے دبانے سے عاجز ہے اور بغاوت کے دبانے اور اسکے اقتدار کو برقرار رکھنے کے خیال سے مداخلت کے لیے حکومت برطانیہ سے درخواست کي طرف مائل معلوم ہوتا ہے -

میری غرض یہ نہیں کہ آپکی اور الہلال کی تعریف وتوصیف لکھوں - اول تو یہ حق ادا نہیں ہو سکتا ' دوسرے یہ جانتا ہوں کہ آپ جیسے منکسر المزاج اس مداحی کو نظر تحسین سے نہیں دیکھتے ' اور حقیقۃً کسی کے منہ پر اوسکی تعریف کرنی ایک حد تک اوسکے خلاف نتیجہ پیدا کرتی ہے :

کہ وصافی خیر چنداں ہنر * نباشد بہ میزان بالغ نظر

مدعا صرف اسقدر ہے کہ الہلال اور آپ کی ذات کے ساتھہ میرے تعلقات کا اندازہ ' اور یہ امر معلوم ہوسکے کہ آپکی راے صائب میرے اور الہلال کے ساتھہ (جو قریب قریب ہر ذی شعور کو اپنا گرویدہ بنا چکا ہے) تعلق رکھنے والوں کے واسطے کس قدر قابل قبول ولایق عمل ہے - اس میں شک نہونا چاہیے کہ آپکا جوش سچا جوش اور آپکی آواز ایک پر درد آواز اور شائبہ وحی ہے ' جو خود بخود اپنی طرف دلوں کو متوجہہ کیے ہے - جن لوگوں کو آپ کے مضامین ' سے فیوض اور آن سے مستفیض ہونیکا موقع نصیب ہوچکا ہے وہ اپنے پہلو میں ایک امید افزا جوش وولولہ رکھتے ہیں' اور منتظر ہیں کہ آپکی ذات کسی عظیم الشان قومی مطرح نظر کی مبدا و معاد ' اور مملکت قلوب میں موجب انقلاب عظیم و تغیر (جو تبدیل موسم کے ساتھہ تعبیر کیا جا سکتا ہے) بن کر رہیگی - لوگ حیرت واستعجاب سے دیکھہ رہے تھے کہ الہلال بدل وجان ہمارے احیا کی تدابیر میں مصروف اور مریض قوم کے واسطے نسخہ فرید وعلاج وحید کے تجویز کرنے میں مشغول ہے ' لیکن اطباے قوم کی مختلف تدابیر میں مشغول ہونے پر کوئی راے زنی نہیں کرتا' یعنے خود ایک جمعیت کے خیال میں مصر ہے مگر جمعیت خدام کعبہ پر تنقیدی نظر نہیں ڈالتا - یہ ایک ایسا خدشہ تھا جو نہ صرف میرے دل میں بلکہ اکثر دلوں میں پیدا ہوچکا تھا - الحمد للہ کہ اس ہفتہ کے الہلال دیکھنے سے یہ خدشہ جاتا رہا' اور یہ کہنے کی جرات ہوئی کہ مصلحان قوم اور بہی خواہان ملت کے لیے یہ امر ضروریات سے تھا کہ بہبود قوم کے لیے جس کام کی بنیاد ڈالیں اس کے مشورہ میں ایسے لوگوں کو بھی شریک کرلیا کریں جنہوں نے اپنی ذات کو قوم پر نثار اور حیات کو ملت پر قربان کر رکھا ہے - خصوصاً جب کہ یہ امر متحقق ہوچکا کہ ہماری قوم کی فلاکت و تنزل کی اصلی علت ہماری نا اتفاقیاں ' اور مرض مہلک ہمارا باہمی نفاق ' اور جوش مذہبی کا سکون ہے - اسپر بھی تن تنہا کوئی علاج اور صرف اپنے اور اپنے ہم خیالوں کے مجتمع ہوجانے سے کوئی تدبیر کرسکنے کی امید سخت غلطی اور تیرہ بختی نہیں تو اور کیا ہے - اس مرض مہلک کا علاج جس میں کہ آج ہم مبتلا ہیں اگر کوئی دنیا میں ہے تو صرف یہ ہے کہ پھر وہی ملت اور اخوت کی روح ہمارے قالب بے جان میں پڑکر مذہبی حیات اور دینی جوش پیدا کردے (جو آج سے کچھہ صدیوں پہلے ہمکو زندہ کیے تھا) قوم کو اگر حرمین شریفین کی عظمت کا برقرار رکھنا اور اپنی حیات وبقا کا شوق ہے تو حصن توحید کا استحکام اور مذہب اسلام پر جاں نثاری ' اتفاق واتحاد کی تلوار سے اعدا پر حملہ ' اسکے موقوف علیہ ہیں - آج ہم کو اتنی مہلت وفرصت نہیں کہ باہمی مناقشات اور موضوعات مختلفہ پر تجربہ کرسکیں - ضرورت یہ ہے کہ وقت اور موقع کو غنیمت سمجھہ کر مصلحان قوم اور بزرگان ملت اپنی جانکاہ کوششوں سے مسلمانوں کو ایک سلسلہ میں منسلک اور ان میں سے کام کے آدمیوں کو منتخب کرکے ایک آخری تدبیر میں مصروف ہوجائیں - چونکہ آپ اپنی ذات وبرکات کو خدمت اسلام پر وقف کر چکے ہیں اس لیے ایک ادنی مسلمان کو آپ سے یہ التماس کرنیکی جرات ہوئی کہ جیسی آپ کے جذب قلبی کی نقل وحرکت نے دنیاے قلوب میں ایک ہلچل مچادی ہے ' اسی طرح بہ نفس نفیس ایک حرکت جسمانی سے بھی کام لیں' اور اراکین انجمن خدام کعبہ کے دلی مقاصد اور اپنے اغراض کو مواجہت میں منطبق کرلیں - میرے خیال میں یہ امر نہایت اشد ضروری ہے ' کیونکہ قوم میں اس وقت ایک عارضی جوش و مادہ قبولیت پیدا ہوگیا ہے ' جو اپنے سچے وفاداروں کی رہبری سے مدغم ہوسکتا ہے - عجب نہیں کہ اسکے معدوم ہونے پر کف افسوس ملنا پڑے - رہبران قوم سے بصد عجز التجا ہے کہ خدا پر بھروسہ کرکے کھڑے ہوجائیں' اور معبود حقیقی سے دعا ہے کہ توفیق و مدد عطا فرمائے - وما ذلک علی اللہ بعزیز
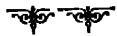
الہلال کی اشاعت عمومی

(از جناب حکیم غلام غوث صاحب طبیب یونانی خان پور ریاست بہاولپور)

کسی صاحب نے (نام یاد نہیں) بھوپال سے الہلال کی نسبت تجویز پیش کی کہ دو قسم کا رکھا جائے' ایک اعلی جیسا کہ شائع ہوتا رہتا ہے' دوسرا ادنی معری از تصویر و عمدگی کاغذ ' تاکہ کم استطاعت لوگ بھی محروم نہ رہیں -

میں نے اس تحریر کی مخالفت کی اور تفصیل کے ساتھہ دلائل لکھے - افسوس یہ ہے کہ جناب مولوی محسن صاحب نے میری تحریر کو کمال افسوس سے پڑھا ' اور یہاں تک اون کا افسوس بڑھا کہ لب و لہجہ اور طرز بیان سے برے ناراض آنے لگے ' اگر میرا مضمون ایسا ہی تلخ اور دل آزار تھا تو کاش میرے دست و قلم سے نہ نکلتا -

پشیمانم و خاک اندر دہن -

واقعہ یہ ہے کہ روزانہ الہلال اور ماہوار البیان کو عالم وجود میں لانے کی کوشش تھی - اسی اثنا میں الہلال کی اشاعت عمومی کا سوال پیدا ہوا - جسپر میں نے لکھا کہ روزانہ الہلال کے ارادے کو ملتوی کیا جائے کیونکہ کثرت اشغال میں یہاں تک پھنس جائینگے کہ البیان اور ہفتہ وار الہلال کے آب و تاب میں فرق آجائیگا - خدا نکرے ان کے پھیکے پڑجانے میں قومی ادبار کا صدمہ پیش نظر ہے - الہلال کو موجودہ حالت پر رکھکر البیان جلدی نکالا جائے -

یاران طریقت نے البیان کی تجویز اور بحث تو چھوڑ دی الہلال موجودہ کی اشاعت عمومی کا جھگڑا چھیڑ دیا -

میں بلا خوف تکذیب و تغلیط اپنی ابتدائی راے پر قائم ہوں اور یہی چاہتا ہوں کہ دنیوی کاموں میں بحث آراے سیاسیہ کے لیے الہلال ہفتہ وار ' اور دینی کاموں میں علمی - تاریخی ذکر کے واسطے البیان ماہوار رکھا جائے' اور سر دست الہلال میں ظاہراً و باطناً کوئی تبدیلی نہ کیجائے - دلائل اور وجوہ میں نے پہلے لکھدیے ہیں - مستزاد براں یہ ہے کہ مساوات کا لطف جاتا رہیگا -

جناب مولوی محسن صاحب کا خامہ عنبر بیز میری طرف مخاطب ہوکر یہ بھی رقمطراز ہے کہ یہ تجویز پیش کی ہوتی کہ ایک فنڈ کھولا جائے اور کم استطاعت لوگوں کو نصف قیمت پر الہلال دیا جائے ' اور خود بھی ایک اچھا خاصہ حصہ لیا ہوتا -

میں خیال کرتا ہوں کہ تجویز نیک نیتی سے ظاہر کی گئی' اور ایک حد تک مستحسن بھی ہے' مگر افسوس ہے کہ اس سے

بھی میں اتفاق نہیں کرسکتا - ایسی انجمن' ایسے فنڈ' ایسے چندے میرے نزدیک مدرسۂ گدائی ہیں' تعلیم دریوزہ گری کے علاوہ اور کوئی کام نہیں کرسکتے - اسی کے بدولت قوم میں کسالت بڑھتی جاتی ہے - کہیں مصائب زمانہ آئے کمر ہمت کھول کر بیٹھ گئے اور محتاج و دست نگر ہولیے - اگر یادہم منت کے لیے مان لیا جائے کہ یہ تجویز برمحل ہے تو اس سے بڑھکر یہ کہ مزدوری پیشہ لوگوں کو مزدوری دیکر نماز پڑھائی جائے - بھلا جب تک کوئی خود میدان میں نہ آئے کون زبردستی کھینچکر لا سکتا ہے یا دیکر اپنے یہاں رکھہ سکتا ہے ؟ اگر یہی طریق عمل رہا تو بہت مشکل ہے کہ قوم ابھرے اور ترقی کرے -

بوقت صبح شود ہمچو روز معلومت
کہ با کہ باختۂ عشق در شب دیجور

میں پوچھتا ہوں کہ شادی' ماتم' ولیمہ اور عقد وغیرہ امور دنیوی و رسمی میں تو حسب مقدور خرچ ہو سکتا ہے مگر دینی اور علمی کاموں میں نہیں ہو سکتا - ترغیب و تحریص سے مذاق پیدا کرایا جائے' مذاق کے پیدا ہونے پر خرچ کی سبیل خود نکل آتی ہے -

کاش جو طاقت انجمنوں کے قائم کرنے پر صرف کیجاتی ہے وہ ادائے احکام اسلام اور قلع و قمع بدعات میں لگائی جاتی -

ہم لوگوں کو نماز با جماعت اور افطار روزہ بمسجد' جلسہ اور کلب سے زیادہ نافع ہو سکتے ہیں اور ایک زکوۃ کا التزام ہزار فنڈ سے بہتر ہے - بدعات و اسراف کی جڑ اکھیڑ کر پھینک ڈالنا اور کلوا واشربوا ولا تسرفوا کو پیش نظر رکھنا اور خرید الہلال کی طاقت بہم پہونچا لینا تجویز " الہلال کی اشاعت عمومی " سے بدرجہا مفید ہے -

بہر حال الہلال میں تبدیلی (جس قسم سے ہو) میرے نزدیک نامرزوں اور مضر ہے - البیان کا جلدی نکالنا مفید و نافع -

فکر ہر کس بقدر ہمت اوست

الہلال

البیان کا اعلان پہلے ہوا تھا' اب وہی رسالہ " البصائر " کے نام سے شائع ہوگا - ان شاء اللہ تعالے -

الہلال کی ایجنسیا

ہندوستان کے تمام اردو' بنگالہ' گجراتی' اور مرہٹی ہفتہ وار رسالوں میں الہلال پہلا رسالہ ہے' جو باوجود ہفتہ وار ہونے کے' روزانہ اخبارات کی طرح بکثرت متفرق فروخت ہوتا ہے - اگر آپ ایک عمدہ اور کامیاب تجارت کے متلاشی ہیں تو اپنے شہر کے لیے اسکے ایجنٹ بن جائیں -

ترجمہ اردو تفسیر کبیر

جسکی نصف قیمت اعانۂ مہاجرین عثمانیہ میں شامل کی جائیگی - قیمت حصۂ اول ۲ - روپیہ - ادارۂ الہلال سے طلب کیجیے -

تاریخ حیات اسلامیہ

کا ایک ورق

زر اعانۂ مہاجرین

(جناب قاضی ممتاز علی صاحب خریدار الہلال)

میرے ایک کرم فرمانے آٹھہ روپے مجھکو اس شرط پر دیے ہیں کہ اگر جناب والا زر زکوۃ کو مناسب سمجھیں تو مہاجرین کو دیدیں وہ اس امر کو جناب کی مرضی پر منحصر کرتے ہیں - فہرست زر اعانہ میں چندہ الہلال منہا کرکے بغیر نام کے شائع کردیں -

الہلال

بے خانماں مہاجرین شرعاً زکوۃ کے مستحق ہیں' اگر آپ چاہیں تو زکوۃ کی رقم بھی بھیج سکتے ہیں -

(از جناب قمر الدین صاحب - گیا)

اعانۂ مظلومان کی ضمن میں مبلغ ایک ہزار ۱۰۰۰ - روپیہ ٹرش فنڈ گیا میں روانہ کردیا' باقی مبلغ ۵ - روپیہ اس فنڈ کا امداد مہاجرین کے لیے ارسال خدمت ہے' اور میں کوشش کرکے انشاء اللہ بہت جلد جہانتک ممکن ہوگا روانہ کرونگا - مہربانی فرما کر یہ چند سطریں شائع کرکے احسانمندی کا موقع دیجئے -

(از جناب حبیب اللہ صاحب خریدار الہلال)

میں ' مشرق ' مسلم گزٹ ' الہلال کا خریدار ہوں' مگر سب سے پہلے ماتم ایڈریا نوپل کی خبر مسرت اثر الہلال کے ذریعہ سے معلوم ہوئی - ۲۳ - جولائی کا الہلال جس روز مژدہ مسرت لیکر پہونچا اوسی دن میں نے معمول میلاد شریف منعقد کی - بعد ختم ذکر رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم چندہ کیا گیا اصحاب ذیل نے شرکت چندہ فرمائی بذریعہ منی آڈر ارسال خدمت ہے :

جناب شیخ مولا بخش صاحب ایک روپیہ - جناب دین محمد صاحب ۲ - روپیہ - ظہیر الحق صاحب ایک روپیہ حبیب اللہ صاحب ایک روپیہ -

(از جناب شیخ ولی محمد عباسی صاحب مہواز - خریدار الہلال)

جب سے مہاجرین عثمانیہ کے مصائب و احتیاج کے تار کا مضمون اور آپ کی اپیل دربارہ اعانت الہلال میں دیکھی ہے اسوقت سے میرے دل کی عجیب کیفیت ہو رہی ہے -

گو میں کم استطاعت ہوں تاہم میں نے اسی وقت نصف تنخواہ بھیجنے کا مصمم ارادہ کرلیا تھا - مگر ساتھہ ہی اسکے شب و روز یہ فکر بھی دامن گیر تھی کہ اس ثواب عظیم میں اپنے دوسرے بھائیوں کو بھی شریک کرنے کی کوشش کروں - لیکن چونکہ اسوقت سے اب تک میرا زیادہ قیام کسی ایسی جگہہ نہیں ہوا جہاں کثیر آبادی مسلمانوں کی ہو' اس سبب سے کوئی بڑی رقم جمع ہو نہ سکی - صرف اس وقت سے ایسے دیہات میں دورہ کر رہا ہوں'

جہاں پر خال خال غریب مسلمان آباد ہیں ' اور جو ارکان اسلام و روایات سے بالکل ناواقف ' اور صرف نام کے مسلمان ہیں ' جنکو یہ بھی معلوم نہیں کہ آج کل دنیاے اسلام پر کیا گزر رہا ہے - تاہم خاموش نہ رہا گیا ' جس جگہ پہونچا وہاں کے برادران اسلام کو جمع کیا ' اور انکو حالات سے آگاہ کر کے چندے کی درخواست کی گئی ' تو خداوند کریم کا شکر ہے کہ انہوں نے الہلال کے مضامین سے متاثر ہوکر حسب حیثیت فراخ دلی سے چندہ دیکر اپنے دور افتادہ بھائیوں کی مدد میں خوشی سے شریک ہوے ' اور کیوں نہ ہوتے آخر یہ بھی تو اسی سرور کونین کے نام لیوا ہیں جنکے دین کی حفاظت کے لیے ترک جان دیتے ہیں ' چنانچہ اسوقت تک موضع ...ی اور پارسولی کے بھائیوں سے ۱۲۶ - روپیہ علاوہ خاکسار کے پندرہ روپیہ کی رقم کے وصول ہوچکے ہیں ' جو بذریعہ منی آڈر مع مفصل فہرست ارسال خدمت ہے -

---

(از جناب محمد واحد علی صاحب مکانوی حال مقیم ٹونک راجپوتانہ)

آپ نے جس جد و جہد اسلامی کو اپنے اوپر فرض کر رکھا ہے - میرے خیال میں اہل اسلام کیا خود اسلام آپ کا ممنون ہوگا ' خدا چونکہ منصف ہے اس لیے اسکے انصاف پر بھروسہ اور پورا یقین ہے کہ خدا آپکا دین اور دنیا میں بھلا کریگا - جب سے الہلال جاری ہوا مجھہ میں تو اتنی استطاعت نہیں کہ اوسکو منگا سکوں ' مگر جس طرح ممکن ہوتا ہے ' جہاں جس کے پاس آتا ہے ' مانگ کر دیکھہ لیتا ہوں - الہلال کے مضامین ہی نے مجھے مشتاق بنادیا تھا کہ آپ کی زیارت کروں ' مگر جب سے کہ اعانت مہاجرین میں تیس ہزار روپیہ کا اپنے جیب خاص سے مدد دینے کا اعلان اپنے فرمایا ہے اضطراب زیارت بڑھتا جاتا ہے - میں عرصہ سے فکر میں تھا کہ میں بھی اسمیں کچھہ حصہ لوں ' مگر بے مایگی مجبور کیے ہوئے ہے - اب میں اپنے اور اپنے اہل و عیال پر تکلیف گوارہ کر کے بجاے آٹھہ روپیہ کے پانچ روپیہ بھیجتا ہوں - آپ اسکو اعانت مظلومین و مہاجرین ٹرکی کے لیے قبول فرمائیں - انشاء اللہ میں کوشش میں ہوں کہ بقیہ ۳ - روپیہ بھی کسیطرح بھیجوں - مجھے الہلال کے منگانے اور آپ جیسے بزرگ باہمت کو تکلیف دینے کی ضرورت نہیں ' میں اوسی طرح الہلال کو دیکھتا رہونگا جس طرح ابتک دیکھتا رہا -

---

(از جناب قاضی محمد عارف صاحب ہوشیار پور)

امداد مظلومین ادرنہ کے لیے جناب کی خدمت میں چھیالیس روپیہ ارسال کرچکا ہوں - انکی تفصیل یہ ہے :

پندرہ روپیہ میرے ایک عزیز نے ترک بھائیوں کی امداد کے لیے بھیجے تھے - تیرہ روپیہ بارہ آنے ایک انگریزی طلائی چوڑی کی قیمت ہے جو حاجی طالع محمد صاحب رئیس کمالپور ضلع ہوشیار پور نے اسکول میں چندہ کے موقع پر دی تھی - باقی سترہ روپیہ چار آنہ عملہ اسلامیہ ہائی اسکول ہوشیار پور سے مختلف موقعوں میں خصوصاً وصولی تنخواہ پر جمع کیا گیا تھا -

از راہ نوازش تفصیل بالا کے ساتھہ اس رقم کی رسید سے بذریعہ الہلال اطلاع دیں - یا اس خط ہی کو شایع فرما کر شکریہ کا موقعہ دیں -

---

آپکی تحریک نسبت زر اعانۂ مہاجرین پڑھکر دل بیخود ہوگیا ' مگر افسوس ہے تو اس بات کا کہ جنکو متاثر ہونا تھا وہ متاثر نہوئے - مفلس کے تاثر کا کیا اثر ہو سکتا ہے ' لیکن بدیں خیال کہ قطرہ قطرہ سیلے گردد میں نے کمرہمت باندھی ' اور پہلے اپنے گھر ہی سے ابتدا کی اسکے بعد لوگونکی طرف متوجہ ہوا - میری زبان میں وہ طاقت کہاں تھی کہ ایسے پرجوش مضامین بیان کرتا ' اور اگر کچھہ بیان بھی ہوتا تو آپکا سا پر درد دل کہاں سے لاتا جسکے پر مغز اور جوشیلے الفاظ دل میں گھر کر جاتے ہیں ' لہذا الہلال کا وہ مضمون جان گداز جو زر اعانہ کے متعلق تھا خوب خوب پڑھکر سناتا پھرا ' لیکن کامیابی کی نمایاں صورت نہ بندھی - مجبور ہوکر محض ایک قلیل رقم جو صرف چند اشخاص کی ہمت کا نتیجہ ہے ....

...... آپکی خدمت بابرکت میں ارسال ہے ' اسکو قبول فرماکر مد اعانۂ مہاجرین میں داخل فرمائیے -

---

(از جناب سید مہر حسن صاحب - ملتان چھاؤنی)

مبلغ آٹھہ روپیہ زر اعانۂ مہاجرین ٹرکی بذریعہ منی آڈر ارسال خدمت ہیں - اسکے عوض میں اخبار الہلال جاری نہ فرمائیں -

---

(از جناب کاظم حسین صاحب - خریدار الہلال)

حسب وعدہ دوسری قسط اعانۂ مہاجرین آج بذریعہ منی آڈر ارسال خدمت کی گئی ہے - یہ ایک صاحب کی طرف سے ہے جو اپنا نام کسی خوف کے سبب ظاہر کرنا نہیں چاہتے - افسوس ہے کہ یہاں پر اور بھی دو چار شخص ایسے تھے جو کچھہ دیسکتے تھے ' مگر خوف کے سبب مجبور ہوگئے ' حالانکہ خوف کی کوئی وجہ معقول نہیں تھی ' اور اگر خدا نخواستہ ہوتی بھی تو اب تک دم نہ کھینچنا ہوا کریگی اب پانی سر سے اونچا گیا اسدھارہ باقی نہ رہی - اس رقم کے ساتھہ دس روپیہ کی قسط اول سرمایہ جماعت حزب اللہ کے واسطے بھی بھیجدی ہے - اسمیں بھی زیادہ انتظار کی ضرورت نہیں معلوم ہوتی ' بلکہ یہ تو بہت پہلے ہو جانا چاہیے تھا - اللہ رحم کرے

(از جناب عبد الحکیم صاحب وکیل)

آپکا اشتہار متعلق اعانت مہاجرین بہت دلدوز ہے - مبلغ ۵۰ روپیہ بذریعہ منی آرڈر کے اعانۂ مہاجرین جنگ بلقان کے لیے ارسال خدمت ہے - چونکہ میرے کلب میں الہلال آتا ہے اور میں برابر پڑھتا ہوں اور میں اپکو کسی قسم کا جبر بھی دینا نہیں چاہتا ہوں اس لیے الہلال بھیجنے کی ضرورت نہیں ہے - علاوہ اسکے میرے یہاں ایک مد وقف موضع ککڑ ہٹا ہے اوس سے یہ روپیے بھیج رہا ہوں - صرف آپ سے استدعا ہے کہ اس چٹھی کو بجنسہ الہلال میں درج فرمائیں - یہ اندراج باضابطہ رسید کا کام کریگا -

---

مبلغ ۱۴ - روپیہ ۱۲ - آنہ کا منی آڈر ارسال ہے مبلغ ۴ - روپیہ ۱۲ - آنہ قیمت الہلال ششماہی میں جمع کرلیجیگا اور مبلغ ۱۰ - دس روپیہ اعانہ مہاجرین میں درج فرمائیگا مگر فہرست اعانہ مہاجرین میں میرا نام ہرگز نہ چھاپئیگا -

---

اعلان

نمایش دستکاری خواتین ہند

حسب ہدایت ہر ہائینس نواب سلطان جہاں بیگم صاحبہ سی - آئی - جی - سی - ایس - آئی - جی - سی - آئی - اے - اعلان کیا جاتا ہے کہ نمایش دستکاری خواتین ہند بسرپرستی علیا حضرت ممدوحہ شروع ماہ جنوری سنہ ۱۹۱۴ع بمقام بھوپال منعقد کیجاے گی ' لہذا امید ہے کہ تمام خواتین ہند اس نمایش میں گہری دلچسپی ظاہر کر کے ضرور اپنے اپنے ہاتھہ کی بنائی ہوئی نمایشی اشیاء وسط دسمبر سنہ ۱۹۱۳ ع تک آبرو بیگم صاحبہ

سکریٹری لیڈیز کلب بھوپال سنٹرل انڈیا بھیجکر مشکور فرمائینگی - سکریٹری صاحبہ موصوفہ ہر خاتون کی درخواست پر قواعد نمایش وغیرہ بھیجدینگی -

اس نمایش کے ساتھہ ساتھہ پھول اور ترکاري وغیرہ کي بھي نمایش ہوگي فقط

دستخط - اودہ نراین بسریا
چیف سکریٹري دربار - بھوپال

فہرست انعامات

متعلق

نمایش دستکاري خواتین

بمقام بھوپال

شرح خاص انعامات

تمغہ طلائي — کسي طبقہ کے سب سے اچھے کام کے لیے جو کسي زنانہ اسکول کي طالبات کا بنایا ہوا ہو-

تمغہ نقرہ — اسکے بعد کسي طبقہ کے سب سے اچھے کام کے لیے وسط ہند کے کسي زنانہ اسکول کي طالبات کا بنایا ہوا ہو-

تمغہ طلائي — کسي طبقہ کے سب سے اچھے کام کے لیے جو بھوپال میں رہنے والي کسي ہندوستاني بي بي کا بنایا ہوا ہو-

تمغہ نقرہ — اسکے بعد کسي طبقہ کے سب سے اچھے کام کے لیے جو وسط ہند میں رہنے والي کسي ہندوستانی بي بي نے بنایا ہو-

شرح کام	و انعامات
۱ - لیس کا کام	ایک تمغہ طلائي - دو تمغے نقرہ - تین تمغے برونز یعنے کانسہ -
۲ - ڈراں تھریڈ یعنے کپڑے کے دھاگے نکالکر - کام بنانا	دو تمغے نقرہ - تین تمغے برونز-
۳ - کلابتوں کا کام سنہري و روپہلي	ایک تمغہ طلائي - تین تمغے برونز-
۴ - سوزن کاري (کین وس - ساٹین - ریشم - مخمل - جالي - یا لینن پر)	ایضـــا
۵ - کروشي کا کام (سوتي)......	ایک تمعہ نقرہ - دو تمعہ برونز-
۶ - ایضـاً (اوني)......	۳ - تمعہ برونز-
۷ - بنائي (نٹنگ) کا کام (سوتي یا اونی)	ایضـــا
۸ - ریبن یعنے فیتہ کا کام	ایک تمغہ نقرہ - دو تمغے برونز-
۹ - نقاشي (کسي چیز پر ہو)	دو تمغے نقرہ - دو تمغے برونز-
۱۰ - اون - کپڑے - روئی یا مٹي کے نمونہ پھول - پھل اور پودوں کے...............	دو تمغے برونز-
۱۱ - کشیدہ کا کام	ایک تمغہ طلائي - ایک تمغہ نقرہ - دو تمغے برونز-
۱۲ - پوت کا کام (بیڈورک) ...	ایضـــاً
۱۳ - تصویروں کو کپڑے پہنانا...	ایک تمغہ نقرہ - دو تمغے برونز-
۱۴ - واٹرکلر اور آئل پینٹنگ (تصاویر آبي و روغني) ...	دو تمغے طلائي - ایک تمعہ نقرہ -
۱۵ - کریول ورک...............	ایک تمغہ طلائي - ایک تمغہ نقرہ - دو تمغے برونز-
۱۶ - ویکر ورک	ایضـــا
۱۷ - پھول	دو تمغے نقرہ
۱۸ - ترکاري	دو تمغے نقرہ

(دستخط) آبرو بیگم
سکریٹري پرنس اف ویلز لیڈیز کلب - بھوپال

فہرست زر اعانۂ مہاجرین عثمانیہ

(۹)

	پائي	آنہ	روپیہ
جناب شیخ غلام دین صاحب وٹرنیري انسپکٹر محکمۂ آرمي ریمونٹ - لائل پور	۰	۰	۷
اہلیہ جناب محمد عبد الغنی صاحب پارچہ فروش ٹانڈرنجي - برہما	۰	۰	۲۵
جناب محمد فضل الرحمن صاحب - فارسٹ اینجینیر - اٹک	۰	۰	۱۱۰
چندہ مسجد اہل حدیث - بنیا پوکہر روڈ - کلکتہ	۹	۵	۱۰
جناب محمد سعید خانصاحب	۰	۰	۱۵
جناب شیخ مولا بخش صاحب - بیرنگیان مظفرنگر	۰	۰	۹
جناب دین محمد صاحب	۰	۰	۲
جناب ظہیر الحق صاحب	۰	۰	۱
جناب محمد عیسی صاحب	۰	۰	۱
جناب حبیب الله صاحب	۰	۰	۱
ایک بزرگ از قصور	۰	۰	۶۰
جناب ایس - عزیز - ایس - زاہد - ایس - سلیم صاحبان سوداگران آرہ	۰	۰	۲۰
جناب محمد اعظم صاحب جہٹ پٹ	۰	۷	۲
جناب مقصودي صاحب	۰	۰	۵۴
جناب نصیر حیدر صاحب سکریٹري دي اسکالرسي کلب علیگڈہ	۰	۰	۹
جناب مولوي ظہور الحق صاحب - اٹاوہ	۰	۱۱	۷
جناب احمد الله خانصاحب - سب انسپکٹر پولیس - کاکوري - لکھنؤ	۰	۰	۱
جناب غلام علي الدین محمد صاحب باڑہ - پٹنہ	۰	۰	۸
جناب مولوي افضال الحق صاحب رامپور	۰	۸	۲
جناب محمد عبد العظیم صاحب - دسنہ - پٹنہ	۰	۱۰	۲
جناب مولوي شیر احمد خاں صاحب برنیگر	۰	۰	۸
رحمت بي بي صاحبہ جہان آباد	۰	۰	۲
جناب حکیم خواجہ عبد الشکور صاحب کانپور	۰	۰	۳
جناب محمد قمر الدین صاحب مرچنٹ نوادہ - گیا	۰	۰	۵
جناب نواب زادہ قمرالدین حیدر صاحب قیصر اسٹریٹ - کلکتہ	۰	۸	۲
جناب چودھري حکیم قیام الدین صاحب تحصیلدار محمد آباد	۰	۰	۵۷
جناب شیخ ولی اشرف صاحب علوي راے بریلي	۰	۰	۸
جناب عبد الرحمن صاحب	۰	۰	۸
جناب مدارو صاحب خیاط موضع مجادي دیوارہ مدید ڈاکخانہ مہرا گنج - اعظم گڈہ	۰	۰	۵
جناب مولوي مشتاق حسین صاحب پیشکار رامپور ریاست	۰	۰	۸
جناب غلام صمداني خانصاحب کورٹ انسپکٹر ریاست رامپور	۰	۰	۸
میزان	۶	۱	۵۰۲
سابق	۶	۷	۸۰۵۵
کل	۰	۹	۸۵۵۷

PRINTED & PUBLISHED BY A. K. AZAD, AT THE HILAL ELECTRICAL PRTG PBLG. HOUSE, 7/1 McLEOD STREET, CALCUTTA

لا تهنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان كنتم مؤمنين (القرآن الحکیم)

Al-Hilal,

Proprietor & Chief Editor.

Abul Kalam Azad,

7-1, MacLeod street.

CALCUTTA.

Yearly Subscription, Rs 8.

Half-yearly „ „ 4-12.

الہلال

ایک ہفتہ وار مصور رسالہ

مدیر مسئول و محرر خصوصی

احمد المکنیٰ بابی الکلام الدہلوی

مقام اشاعت

۷ - ۱ مکلوڈ اسٹریٹ

کلکتہ

قیمت

سالانہ ۸ روپیہ

ششماہی ۴ روپیہ ۱۲

جلد ۳ — کلکتہ: چہار شنبہ ۱۷ رمضان ۱۳۳۱ ہجری — نمبر ۸

Calcutta Wednesday, August 20, 1913.

فہرست

تصاویر

مالا بد منہ

(۱) سرمایۂ مسجد کانپور کے متعلق مسلمانان لکھنؤ کا ایک عظیم الشان جلسہ ۵ : اگست سنہ ۱۹۱۳ع کو دوپہر کے بعد رفاہ عام کی عمارت میں منعقد ہونے والا تھا - جلسہ کی اطلاع ایک ہفتہ قبل کثیر التعداد اشتہارات کے ذریعہ سے دی جاچکی تھی' حکام ضلع نے وسیع پیمانہ پر تمسخر انگیز احتیاطیں کی تھیں' مسلم پولیس یا برخاست رکھی گئی تھی' کارتوسوں کی کافی سے زائد مقدار تقسیم کر دی گئی تھی' رفاہ عام کی تمام سڑکوں پر فوج کی حدرت انگیز جمعیت اگرائی کر رہی تھی' قصبات و دیہات سے صدہا مسلمان جوق در جوق آرہے تھے' دو بج چکے تھے' جلسہ برسر آغاز تھا کہ سٹی مجسٹریٹ اور سپرنٹنڈنٹ پولیس' سپاہیوں کی ایک فوج لیے ہوئے' جس میں مسلم سپاہی بھی شامل تھے' موقع پر نمودار ہوئے' اور لفٹنٹ گورنر کے خاص اختیار کی بناء پر جلسہ کو روکدیا - ہزارہا مسلمان سخت مایوسی کے عالم میں اپنے اپنے گھر واپس گئے - اس تشدد سے شہر میں سخت اضطراب پھیلا ہوا ہے-

یہ امر خاص طور پر قابل ذکر ہے کہ میں دہلی سے لکھنؤ آیا کہ جلسے میں تقریر کروں اور ایک فریضۂ ملی ادا کروں' مگر شہر میں یہ عام خیال ہے کہ میرا آنا حکام کو خاص طور سے ناگوار ہوا -

(۲) اعانۂ مظلومان کانپور کی رفتار بالکل ہی رکی ہوئی ہے' ضرورت تو یہ تھی کہ غیر تمند مسلمان فوق العادہ جوش و خروش سے اس مقدس سرمایہ میں حصہ لیتے اور اس کی فراہمی میں قرون اولی کی اُس تصویر کو تازہ کرتے جب استمداد کی ایک آواز بلند ہونے پر ہر ایک مخلص مسلمان اپنے تمام سرمایہ کو اسلام پر نثار کر دیتا تھا' لیکن افسوس ہے کہ بے حسی کچھ ایسی چھا گئی ہے کہ ادھر توجہ تک نہیں' کیا میں باور کرلوں کہ اسلام اپنے فرزندوں کی حمایت کے لیے استغاثہ کر رہا ہو اور مسلمان اُس کی آواز سنیں' اُس کی حالت دیکھیں' اور اُس کے نتائج سے متاثر ہونے پر بھی لہم قلوب لایفقہون بہا' ولہم اعین لایبصرون بہا' ولہم اذان لایسمعون بہا' اولئک کالانعام بل ہم اضل' کی تصویر بنے رہیں گے ؟ انا للہ وانا الیہ راجعون !

شذرات

یورپ کیوں خاموش ہے ؟

ادرنہ فتح ہوگیا ' وزراے انگلستان کی آرزوئیں خون ہوگئیں ' ملک و قوم کو سخت سے سخت داغ اُٹھانے پڑے ' یہ سب کچھہ ہوا مگر یورپ خاموش ہی رہا ' اس کا راز اب تک ظاہر نہیں ہوا تھا ' لیکن تازہ ولایتی ڈاک کے اخبارں نے یہ حقیقت منکشف کردی -

لندن ٹائمز ۱۸ - جولائی سنہ ۱۹۱۳ ع کی اشاعت میں لکھتا ہے :

ترکی نے وہ حرکت کی جس کے متعلق اسکے تمام بہترین احباب کو ' نہایت سرگرمی کے ساتھہ امید تھی کہ وہ نہ کریگی ' یعنی وہ خط اینوس میڈیا کو عبور کر گئی ہے ' وزیر مستعمرات (سکریٹری آف اسٹیٹس) کو اس واقعہ کی اطلاع دینے کے لیے بلغاری نائب سفیر (Chargo d' Affairs) چہار شنبہ کو دفتر خارجیہ میں آیا - اسکے بیان کی تائید صوفیا سے بھی ہوگئی ' اب اس بات میں کوئی شک نہیں معلوم ہوتا ہے کہ ترکوں نے لولی ارغاس پر دوبارہ قبضہ کرلیا ہے اور قرق کلیسا و نیز ادرنہ کی طرف بڑہ رہے ہیں -

ایم منکوف نے سر ایڈورڈ گرے کے سامنے ان کی کاروائی کے خلاف اس بنا پر اعتراض کیا ہے کہ یہ کاروائی اس عہد نامہ کا نقض ہے جو ترکوں اور حلفاء بلقان میں ہوا ہے اور جسکو یورپ کی منظوری حاصل ہوچکی ہے -

بے شبہ اس کارروائی سے اس عہد نامہ کو صدمہ پہنچتا ہے مگر یہ سوال کیا جا سکتا ہے کہ آیا شعلہاے جنگ کو خود ہی دوبارہ مشتعل کرنے کے بعد دول عظمی کے شرائط کو صحیح و سالم خیال کرنے کا کوئی قانونی یا اخلاقی حق بلغاریا کو ہے ؟

اس کو محسوس کرنا چاہیے کہ اُس نے اپنی ستم آزمائی اور سنگدلی کے ہاتھوں (جسکی وجہ سے یہ بالکل ظاہر ہے کہ اس نے جنگ کی رہنمائی کی) اس ہمدردی اور تحسین و آفریں کو ایک بڑی مقدار میں ضائع کر دیا جو اسکو یورپ میں اپنی آزادی کے زمانہ سے لیکے ترکوں سے جنگ کے وقت تک حاصل تھی -

اُس نے دیدہ و دانستہ دول کے مشورے سننے سے انکار کیا ! اس لیے اب وہ یورپ سے امید نہیں رکھسکتی کہ وہ اسکی غلط کاریوں اور حماقتوں کے خمیازوں سے اسکو بچا لیگا -

حلفاء بلقان میں خانہ جنگی واقع ہونے سے ترکوں میں ایک شدید ترغیب پیدا ہوگئی ' اور ایسا ہونا یقینی امر تھا - اسکے روکنے کے لیے عقل اور طاقت کی ضرورت تھی ' مگر قسطنطنیہ کی موجودہ حکومت نہ قوی ہے اور نہ اُس نے دانشمندی کے تمام آثار و علائم دکھلائے ہیں -

ترکوں نے جو کارروائی کی ہے اس پر ہم متعجب نہیں ہو سکتے - کیونکہ ان کو عوام کی مدد حاصل کرنے کی ضرورت تھی ' گذشتہ چند ماہ کی ذلتوں اور نقصانوں کے بعد فوجی فتح و سربلندی کے برابر کوئی شی ہر دل عزیز نہیں ہو سکتی ' لیکن ان کی یہ حرکت گو غیر متوقع تو نہیں مگر عاجلانہ اور خطرناک ضرور ہے - ادرنہ پر دوبارہ قبضہ کرلینے سے انہوں نے اس قانونی حیثیت کو ذبح کردیا ہے جو انکو عہد نامہ کی رو سے حاصل تھی - وہ یورپ میں اپنی بقیہ شاہنشاہی کو ایسے وقت میں بیشمار خطروں میں ڈال رہے ہیں جب کہ انکا اقتدار بہت سے اطراف و اکناف میں سخت متزلزل ہو رہا ہے - ایک فوری امن مشرق قریب کی تمام سلطنتوں کے لیے درکار ہے مگر ترکی سے زیادہ کسی کے لیے ناگزیر نہیں -

صلح اس لیے بہت تھوڑے فوائد لا سکتی ہے مگر " پوشیدہ گیاں " جن کے لیے اس نے اپنے واسطے بے پروائی کا اب دروازہ کھول دیا ہے نہایت آسانی سے اسکے روبرو برباد یوں کا سیلاب لا سکتی ہیں -

اسوقت جو کچھہ ہورہا ہے اس سے سر ایڈورڈ گرے کی دانشمند روش کی تائید ہوتی ہے ' موجودہ حالات میں نقطۂ مداخلت دائرۂ بحث سے خارج ہے -

جغرافی اسباب " اتحاد " کی مجموعی مداخلت کو ناممکن قرار دیتے ہیں ' سیاسی خیالات بھی یورپ کے حکم کی حیثیت سے دول میں سے کسی کی مداخلت کرنا قابل عمل قرار دیتے ہوے معلوم ہوتے ہیں -

یورپ کی سب سے بڑی ضرورت یہ ہے کہ مل کے کام کرنے کا سلسلہ جاری رہے - یہ جنگ افسوسناک ضرور ہے لیکن گو افسوسناک سہی مگر اتنی خوفناک نہیں جتنی کہ دول عظمی کی باہمی جنگ ہوگی - " اتحاد " کا پہلا کام اپنی حفاظت ہے - ممکن ہے کہ اس مقولہ میں کسی کو خود کامی کا شائبہ محسوس ہو مگر اس قسم کے احساس کا نموج صرف اُن لوگوں کے کانوں سے متصادم ہوگا جو ابتدائی واقعات کو سامنے دیکھنے سے انکار کرتے ہیں " گویا ٹائمز اُس وقت ترکوں کو دانشمند کہتا جب وہ سلطنت سے دست بردار ہوجاتے ' اور عین عقلیت تو یہ تھی کہ یورپ کی رعایا ہوکر رہتے -

سجیۃ ولا کسجیۃ

ترک پہلے کسی زمانے میں منصور تھے ' ماموں تھے ' مگر اب تو فقط سلام رہ گئے ہیں ' اور یہ صفا کی اُنہیں اسلام سے وراثت میں ملی ہے ' یہ وہ الفاظ تھے جن کا اعادہ معرکۂ بلقان کے دنوں میں بار بار ہوتا تھا ' لیکن حقیقت دیر تک پوشیدہ نہیں رہ سکتی ' وہی زبانیں جو بلقانیوں کی ستایش اور عثمانیوں کی نکوہش کے لیے کل تک وقف تھیں آج اُن کا لہجہ بالکل ہی بدل گیا ہے -

ازن لوکر لاینک تھرون لکھتا ہے :

حلفاء بلقان آزاد کرنے والوں کے بھیس میں مقدونیہ میں داخل ہوے مگر وہ آج تمام ملک کو اس جنگ سے زیادہ سنگ دل جنگ میں ڈالنے کی طرف مائل ہیں جو عثمانی فتح کے وقت سے کبھی کبھی معلوم ہوتی رہی ہے -

اسپکٹیٹر کے الفاظ ہیں :

دول عظمی نے البانیا کو علحدہ کرکے نا اتفاقی کا سبب پیدا کیا ہے اور اس بحث کے تصفیے کی ذمہ داری دول پر عائد ہوتی ہے - ہم نہیں سمجھہ سکتے کہ اس نتیجہ سے بچنا کیونکر ممکن ہے ؟ البانیا کے حدود کھینچکر دول اپنا فرض ختم نہیں کر سکتے - ان کو تمام ریاستہاے بلقان کی حد بندی کرنا چاہئے -

مینچسٹر کوریر کی راے ہے :

وقت کی گردش کے پاس انکشاف کے لیے عجیب و غریب واقعات رہتے ہیں -

موجودہ زمانے کے لیے یہ بہت دور کی آواز ہوگی جب کہ گلیڈسٹون ترکوں کے کیے ہوے " بلغاری مظالم " کے خلاف اپنی فصاحت کی معرکہ آرائیوں سے سیاسی سرمایہ کا انبار جمع کر رہا تھا ' آج بھی " بلغاری مظالم " ہیں مگر انگریزی ارباب صحافت (جرنلسٹس) یونانی فوج کے ساتھہ مل کے بلغاریوں کے اعمال سفا کی

اور غارتگری کو بربریت میں ان سفاکیوں اور غارتگریوں کے برابر بیان کر رہے ہیں جو ترکوں سے منسوب کیجاتی ہیں۔

ایک شکست خوردہ پیچھے ہٹنے والی فوج کا مزاج خطرناک ہوتا ہے، وہ قابو سے باہر ہو جاتی ہے، لیکن یہ یاد رکھنا چاہیے کہ نگرانا جو بلغاری مظالم کی حیثیت سے خاص طور پر علحدہ کر دیا گیا ہے، زیادہ تر ان عورتوں اور مردوں سے آباد ہے جنہوں نے آخر میں بلغاری مقاصد میں حصہ لیا تھا اور جو مذہبی حیثیت سے زیادہ تر عیسائی ہیں - اس سے زیادہ اچانک کوئی جنگ نہیں ہوئی اور اگر وہ بیانات صحیح ہیں جو قطروں کی طرح اس سرزمین سے ٹپک رہے ہیں تو یہ سب سے زیادہ خوفناک واقعات ہونگے جو کبھی نہیں لکھے گئے -

مسٹر کارجون کا بیان ہے :

ترکوں نے چتلجہ سے اپنی پیشقدمی کی جو تشریح بھیجی ہے اسکا موازنہ اب ریاست ہاے بلقان کی حرکتوں سے کیا جاتا ہے، اس سے ترکوں کی بہت بڑی عزت ظاہر ہوتی ہے، وہ یہ تجویز نہیں کرتے کہ اس معاہدہ لندن کو چاک کر دیا جاے، جس پر ابھی ابھی انہوں نے دستخط کیے ہیں، تاکہ وہ خط اینوس و میڈیا پر قبضہ کرنا چاہتے ہیں جو معاہدہ ان کو دلواتا ہے -

یہ تشریح غالباً اسقدر معصوم نہیں جسقدر کہ معلوم ہوتی ہے، کیونکہ خط اینوس و میڈیا کی حد بندی ابھی نہیں ہوئی ہے ...

... تاہم وہ اچھے طرز عمل کے جوہر سے علحدہ نہیں ہوے، کیا اچھا ہوتا اگر عیسائی سلطنتیں بھی ایسا ہی برتاؤ کیے ہوتیں "

سوال یہ ہے کہ اگر اب بھی یورپ کے تمدن کو ترکوں کے توحش کی شکایت ہے تو کیا اس عالم آشوب مدنیت کو (لسان الغیب) کے اس بیان حال سے مناسبت ہو سکتی ہے جسکا ماحصل یہ تھا کہ :

من اگرچہ عاشقم و رندو مست و نامہ سیاہ
ہزار شکر کہ یاران شہر بے گنہند

تصحیح

۱۰ - رمضان (۱۳ - اگست) سنہ ۱۳۳۱ھ / ۱۹۱۳ع کی اشاعت میں مقالۂ افتتاحیہ (لیڈنگ آرٹیکل - صفحہ ۴ - کالم ۲ سطر ۳۰) میں دس پندرہ ہزار کے الفاظ غلط چھپ گئے ہیں، دس پندرہ سو پڑھنا چاہیے۔

نسـاء قوامات على الرجـال

دنیا میں کیا کیا کچھ ہو رہا ہے، مرد کس انہماک میں ہیں، عورتیں کیا کر رہی ہیں، قاہرہ کی فتاۃ النیل مردوں میں کیسے جذبات حریت بڑھا رہی ہے، صعید کی سارا بدریہ نے ادبیات عرب میں کیا انقلاب پیدا کر رکھا ہے، قسطنطنیہ کی خاتونیں کس انہماک کے ساتھہ مردوں کی حالت درست کرنے میں منہمک ہیں، مگر ایک ہمارا ملک ہے کہ یہاں عورتیں تو عورتیں مرد بھی اپنے فرائض سے بے خبر ہیں، خواتین ترک کی ایک بہت بڑی شاندار مجلس قائم ہوئی ہے جو مرکزی انجمن کی حیثیت رکھتی ہے اور اس کی شاخیں ملک کے مختلف مقامات میں قائم ہیں، مجلس اپنے خزانے سے، جس کا مدار صرف عورتوں کے اعانات پر ہے، لڑکیوں کو تعلیمی وظائف دیتی ہے، ان کو تعلیم دلاتی ہے، تربیت کا انتظام کرتی ہے، خانہ داری (تدبیر منزل) سکھاتی ہے، مذہب اور قومیت کا جوش بڑھاتی ہے، موزوں و مناسب حال صنعتوں کی مشق کراتی ہے، یتیم، بیمار، ضعیف، نادار، بے استطاعت بے کار عورتوں کے معاش و کفاف کا سامان بہم پہونچاتی ہے، اور ان تمام فرائض کو خاص نگرانی کے ساتھہ حتی الوسع آداب اسلام کے مطابق انجام دلاتی ہے، چار ہزار سے زائد مسلمان لڑکیاں اسکول کا نصاب ختم کرکے اس وقت ترکی یونیورسٹی (دار الفنون) کی تعلیم حاصل کر رہی ہیں اور طرز تعلیم سے اس حقیقت کو ساری دنیا سے منوانے پر آمادہ ہیں کہ :

ھذی المکارم لاغنم و ادلال،

قسطنطنیہ کی چار ہزار مسلمان عورتیں ترکی یونیورسٹی میں ایک علمی لکچر سن رہی ہیں

و لو کان النساء کمن ذکرنا لفضلت النساء علی الرجال

(ہر جگہ اگر ایسی ہی عورتیں ہوے لگیں تو مردوں پر یقیناً عورتوں کی فضیلت مسلم ہو جائیگی)

ہندوستان کی پردگیان عصمت کو اگر ان واقعات سے عبرت پزیر ہونے کا عملی موقع خاطر خواہ حاصل نہیں ہے تو کاش مردوں ہی کو غیرت آتی اور ان حوادث سے کچھہ سبق لیلیے، لیکن ایسی قوم سے کیا امید ہو سکتی ہے جسے تازیانۂ حوادث کی زبانیں سورۃ القارعہ سنا رہی ہوں مگر وہاں

" کچھہ ایسے سوئے ہیں سونے والے کہ جاگنا حشر تک قسم ہے "

کا عالم پیش نظر ہو، جب یہی بے حسی ہے تو آرزوے ترقی کیوں ؟ اور ملال تنزل کس لیے ؟

دع المکارم لا ترحل لبغیتہا واقعد فانک انت الطاعم الکاسی
(بزرگی و شرف حاصل کرنے کا خیال چھوڑ دو ، تم اس کے قابل نہیں ہو ۔ جاؤ بیٹھو ، تم صرف کھانے پہنے کے مرد میدان ہو)

هفتۂ جنگ

سلفنجی ، بلغراد اور بخارست کی طرح صوفیا میں بھی صلح پر اظہار مسرت کیا گیا اور کیوں نہ ہوتا کہ ملک مفتوح ہوتے ہوتے بچا ، مرذینڈ شاہ بلغاریا صلوۃ الشکر پڑھنے کلیسا گیا ، مشہور ترانہ سپاس ٹی ڈی ام (Te Deum) نہایت خشوع و خضوع و امتنان کے ساتھ گایا گیا کہ خداوند نے اپنے فرزند کی بھیڑوں کو فنا کے بھیڑیے سے بچا لیا - مگر جس بات پر اتنی خوشی منائی گئی ہے اسکا انجام کیا بخیر ہوگا ؟ اسکا فیصلہ مستقبل کے ہاتھ ہے - لیکن بلغاری وکیل ایم - تون چیل کو تو رومانیا اور بلغاریا میں ایک نئی جنگ کے سامان نظر آرہے ہیں -

شاید شجاعت ادبی کے یہ معنے ہیں کہ گو واقعات بہ بانگ دہل شکست کا اعلان کریں ، مگر اپنی زبان ، اعتراف سے آلودہ ہونے کے بدلے ہمیشہ عذر آمیز اور فریب کار تعبیریں تراشتی رہے - بلغاریا کے افسروں نے دشمن کے آگے ہتھیار ڈال دیے ، سپاہیوں نے لڑنے سے انکار کیا ، شاہ نے صلح کی التجا کی ، ملکہ نے " کار میں سلوا " سے رحم کی درخواست کی ، باایں ہمہ شاہ فرڈینڈ کے نزدیک یہ شکست نہیں بلکہ انتہائی ماندگی ہے ، قومی صلح نامے میں ارشاد ہوتا ہے -

" ہم تھک کے چور ہوگئے ہیں ، مفتوح نہیں ہوئے ! " معلوم نہیں شکست کسے کہتے ہیں ؟

اسی صلحنامے میں بلقان کی دوسری ریاستوں پر تو علانیہ " غصوبی " کا الزام لگایا جا رہا ہے لیکن رومانیا کے متعلق زبان حکم خاموش ہے - شاہ رومانیا نے بلغاریا کی صلح جویانہ روش پر شاہ فرڈینڈ کو تحسین و آفرین کا جو تار بھیجا تھا ، اسکے جواب میں تو فرڈینڈ نے یہ اقرار کیا ہے کہ اس خونریز جنگ یا بلغاریا کی کشمکش حیات و ممات کا خاتمہ رومانیا ہی کی قابل قدر مساعی کا نتیجہ ہے - مگر فوج جسکو بلا واسطہ ان تمام مصائب سے دوچار ہونا پڑا ہے رومانیا سے سخت خار کھا رہی ہے ، وہ کہتی ہے کہ " اس عجز و درماندگی تک اسے رومانیا ہی نے پہنچایا - "

فوجیں اپنے اپنے مقامات پر واپس جا رہی ہیں ، صوفیا کی فوج ۱۶ کو صوفیا پہنچیگی ، شاہ فرڈینڈ بنفس نفیس سب کے آگے آگے چلے مگر اس شان سے کہ جواہر نگار تاج کے بدلے پتوں کا ہار زیب سر تھا - کہ وحشت و ہمجیت اور درندگی ، کی طرح یہ بھی ایک دیرینہ آبائی رسم ہے ، پس جب وہ رسمیں نہیں ترک کی گئیں تو یہ کیوں ترک کی جائے ؟

بیان کیا جاتا ہے کہ زندہ قوموں کی طرح مصائب نے بلغاریوں کے جذبات کو پامال نہیں کیا ، وہ نہایت سختی کے ساتھ ان مصائب کے خلاف برانگیختہ ہو رہے ہیں - انکی گو فوج شرمناک شکست و ہزیمت کی وجہ سے خاک بسر آئی ہے مگر باایں ہمہ اہل وطن نے پوری وطن پرستانہ گرمجوشی کے ساتھ پھولوں کی بارش اور تالیوں کے شور سے اس کا استقبال کیا -

بلغاریوں کی سبعیت و درندگی نے غیر بلغاری بلقانیوں کے دلوں میں اسدرجہ نفرت و عداوت اور ہیبت و دہشت پیدا کردی ہے کہ اب انکے نزدیک بلغاریوں کی محکومی سے سخت تر کوئی عذاب ہی نہیں ، صلح نامہ بخارست کی رو سے جو جو مقامات بلغاری حکومت کے تحت تصرف آنے والے ہیں وہاں کے تمام غیر بلغاری اپنے ہاتھ سے ، اپنے مکانات تو ایک طرف رہے ، اپنے معابد و مساجد تک میں آگ لگا لگا کے بھاگ رہے ہیں ، بے کس مسلمانوں کا تو ذکر ہی کیا ؟ البتہ یونانیوں کی مدد کے لیے انکی حکومت کمربستہ ہے - مگر مہاجرین کی کثرت کا یہ عالم ہے کہ مخصوص انتظام کے باوجود بھی حکومت کافی مدد پہنچانے سے عاجز ہے -

اس سلسلہ میں یہ خبر بھی قابل ذکر ہے کہ ادرنہ کے مسلمانوں یہودیوں ، ارمنیوں اور یونانیوں نے مل کر ایک وفد انگلستان اس غرض سے بھیجا ہے کہ ان کو ہلال کے سایے سے نکال کے ان بلغاری بھوکے بھیڑیوں کے رحم پر نہ چھوڑ دیا جائے بلکہ ہلال ہی کے زیر سایہ رہنے دیا جائے - وفد کا بیان ہے کہ وہ وزارت خارجیہ کے سامنے کاغذات اور عکسی تصاویر کے ذریعہ سے ان انسانیت سوز مظالم کا نقشہ کھینچیگا جو بلغاریوں نے کیے ہیں -

مگر سوال یہ ہے کہ کیا انگلستان کو انکا علم نہیں ؟ کیا اس نے یورپین نامہ نگاروں کی چٹھیاں نہیں پڑھیں ؟ کیا اس نے وہ پمفلٹ نہیں پڑھے جو عثمانی کمیٹی نے شائع کیے ہیں ؟ پھر کیا وہ رپورٹ بھی نہیں پڑھی جو برطانی قونصل نے بھیجی تھی اور جسکی اشاعت کی دھمکی دے کر بلغاریوں سے صلحنامہ پر دستخط کرائے گئے تھے ؟ پس اگر ان جگر سوز اور دلگداز تحریروں سے اسکا دل نہ پسیجا تو کیا اب چند عکسی تصاویر اور کاغذات سے یہ پتھر موم ہوجائیگا ؟ کیا گلیڈسٹون کے " اصول زرین " کا نقض انگلستان کو گوارا ہوگا ؟ کیا انگلستان یہ دیکھلیگا کہ ادرنہ پر علم صلیب کے بلند ہونے کے بعد ہلال کا پرچم لہرائے - ؟ ...... امید خواہ کتنے ہی خوش گوار خواب دیکھے مگر گذشتہ تجربہ کی رائے نہایت تلخ ہے -

مسألۂ البانیہ

البانیہ اور جزائر ایجین کی قسمت کا کیا فیصلہ ہوا ؟ اس پر سر ایڈورڈ گرے نے دیوان عام میں ایک حد تک روشنی ڈالی ، انہوں نے بتلایا کہ " سفراء کی موتمر البانیہ اور جزائر ایجین کے متعلق جو اسکے اجتماع کا مقصد اصلی تھی ایک اتفاق تک پہنچگئی ہے ، ایک بین الاقوامی مجلس ترتیب دیجائیگی ، جو البانیہ کے لیے ایک ایسی خود مختاری قائم کریگی جو دول کے انتخاب کردہ شہزادے کے ماتحت ہوگی " -

انہوں نے بتایا کہ " بحری نقطہ نظر سے برطانیہ کو جزائر ایجین سے خاص طور پر دلچسپی تھی - ہماری پوزیشن یہ ہے کہ انمیں سے کوئی جزیرہ بھی کسی بڑی سلطنت کے پاس نہ جائے ، اسمیں ذرا شک نہیں کہ ترکی جب عہد نامہ کا اپنا حصہ پورا کردیگی تو اطالیا فوراً جزائر مقبوضہ خالی کردیگی "

اس سلسلہ میں انہوں نے اپنا روئے سخن تھریس کے دوبارہ قبضہ ترکی کی طرف بھی پھیرا ، انہوں یہ تسلیم کیا کہ " بلقان کی تمام ریاستوں نے صلحناموں اور عہد ناموں کے ساتھ بے پروائی کی ، اور اس لیے اگر مجرم ہیں تو ترکی اور ریاستہائے بلقان دونوں ، بلکہ موخر الذکر زیادہ ، کہ ابتداء انہیں نے کی ، والبادی اظلم ، مگر تاہم انذار و تہدید کے لیے آپ نے صرف ترکی کو انتخاب کیا اور فرمایا کہ " اگر ترکی نے دول کے نصائح کو منظور نہ کیا تو مالی مشکلات یا دول میں سے کسی کی طرف سے مسلح مداخلت ، غرض کسی نہ کسی طرح مصائب و آفات کا سامنا کرنا پڑیگا " -

تمثال دفاع ملّي و محاماۃ شرف

حریت و راست بازی کا ایک سچا فرزند :

مسٹر مظہر الحق بیرسٹر ایٹ - لا

(بانکي پور)

جو مشہد کانپور کے مقدمات میں اسلام کی طرف سے مسلمان گرفتاران بلا کی وکالت کر رہے ہیں

الہلال

۱۲ رمضان ۱۳۳۱ ہجری

وقت است کہ وقت برسر آید

(۱)

کشف ساق سے قرآن کا مدعا کیا ہے ؟

جس وقت کا کھٹکا تھا وہ وقت آگیا آخر ' قدرت کاملہ نے اسلام پر کفر کے غالب ہونے کے جو علامات بتلائے تھے ' ایک ایک کرکے سب پورے ہو رہے ہیں ' ارباب اقتدار ہم سے مداہنت کے خواہشمند ہیں اور ہم اُن کی غرض پوری کرتے ہیں ' وہ قسمیں کھاتے ہیں ' حلف اُٹھاتے ہیں ' قانون بناتے ہیں ' مذہبی احترام کا پیغام سناتے ہیں کہ عبادت گاہیں قائم رہینگی ' عبادتیں قائم رہینگی ' شعائر اللہ قائم رہینگے ' مگر کوئی ایک چیز بھی قائم نہیں رہنے پاتی ' قول و قرار کرتے ہیں ' ہر بار اُس کا اعادہ کرتے ہیں ' اور ہر موقع پر اُس کو یاد دلاتے ہیں ' ہم جانتے ہیں کہ یہ وعدے وفا ہونے والے نہیں ' یہ عہد توڑنے کے لیے باندھے گئے ہیں ' یہ قانون فسخ و ترمیم کے لیے بنا ہے ' یہ اعلان اخفاے حقیقت کے لیے ہوا ہے ' اس اقرار سے ضرورت کے وقت انکار کی ادائیں بھی نکل سکتی ہیں ' سب کچھ ہے ' مگر اس پر بھی ہم اُن پر اعتماد کرتے ہیں ' اُن کی بات مانتے ہیں ' اُن کا حکم مانتے ہیں ' اُن کی اطاعت کرتے ہیں ' اور اُن کی خاطر سے اس حقیقت کو بھی نظر انداز کردیتے ہیں کہ واقعات و حوادث کی جو لوگ صریح تکذیب کرتے ہوں ' منع خیر پر آمادہ ہوں ' تعدی و تطاول میں حد سے بڑھ گئے ہوں ' احکام اسلام کو پرانے ڈھکوسلے سمجھ رہے ہوں ' چاہتے ہوں کہ تمام دنیا پر انہیں کا تسلط بیٹھ جائے ' سارا زمانہ انہیں کا حلقہ بگوش رہے ' اور تسلط و اقتدار کے دائرے سے کوئی غریب مسکین آدمی بھی مستثنے نہ رہنے پائے ' ایسے لوگوں کی اطاعت ممنوع ہے ' اور اگر ہم خود اس حکم کی اطاعت کرینگے تو ہمارا بھی وہی حشر ہونے والا ہے جو ان سرکشوں کا ہوگا -

خطرات فراہم ہو رہے ہیں ' دل بیٹھا جا رہا ہے ' گھٹائیں چھارہی ہیں ' مطلع مکدر ہے ' کڑک اور کوندے کی پیشگوئی سننے والے کان بہرے ہوگئے ہیں ' طوفان احساس کو روکنے کے لیے آگ اور تلوار سے بند باندھے جارہے ہیں ' جذبات کا اظہار معصیت ہے ' جرم ہے ' گناہ ہے ' اکبر الکبائر ہے ' وہ پاک ہستیاں معرض نقد میں کیوں کر آسکتی ہیں جن کے رنگ و روغن خون میں نہا نہا کے نکھرے ہیں ' وہ جو کہیں حق ہے ' جو کریں عدل ہے ' مَنْ حيث

خرجت فول وجهك شطرهم ولا تكن اول كافربهم -

آنے والی خطرناک گھڑی کی ساقیں کھل چکی ہیں ' بصارتیں جھک گئی ہیں ' اب چہروں پر ذلت کا چھا جانا باقی ہے ' " سن لیجیو کہ وہ بھی مسارات ہوگئی " یہ کوئی فرض و حدس یا ظن و تخمین کی باتیں نہیں ہیں ' اس کی پیش خبری خود کلام الہی میں موجود ہے ' سورۂ قلم میں ہے :

فستبصر و یبصرون ' بایکم المفتون ؟ ان ربك اعلم بمن ضل عن سبیله و هو اعلم بالمهتدين -

عن قریب تم بھی دیکھ لوگے اور یہ لوگ بھی دیکھ لینگے کہ تم دونوں فریقوں میں کون سا فریق مخبوط ہے ؟ بے شک تمہارا پروردگار ہی اُن لوگوں کو خوب جانتا ہے جو اُس کے رستے سے بھٹکے ہوئے ہیں ' اور وہی اُن لوگوں کو بھی خوب جانتا ہے جو راہ راست پر ہیں -

فلا تطع المكذبين ' ودوا لو تدهن فيدهنون ' ولا تطع كل حلاف مهين ' هماز مشاء بنميم ' مناع للخير معتد اثيم ' عتل بعد ذلك زنيم ' ان كان ذا مال و بنين ' اذا تتلى عليه آياتنا قال : اساطير الاولين ' سنسمه على الخرطوم

تم جھٹلانے والوں کی اطاعت نہ کرنا ' نہ اُن کے کہے میں آجانا ' وہ تو یہی چاہتے ہیں کہ تم مداہنت کرو اور ڈھیل دو تو وہ بھی ملائم پڑجائیں ' خبردار ! تم کسی ایسے کی اطاعت نہ کرنا ' اور نہ اُس کی بات ماننا ' جو بہت ساری قسمیں کھاتا ہے ' آبرو باختہ ہے ' لوگوں پر آوازے کسا کرتا ہے ' چغلیاں لگاتا پھرتا ہے ' اچھے کاموں سے لوگوں کو روکتا ہے ' حد سے بڑھ گیا ہے ' بدکار ہے ' اکھڑ ہے ' اور ان عیوب کے علاوہ بد اصل بھی ہے ' اس بنا پر کہ وہ مال و اولاد والا ہے ' جب ہماری آیتیں اُس کو پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو کہتا ہے کہ " یہ تو اگلے لوگوں کے ڈھکوسلے ہیں " اچھا ! دیکھو تو ! ہم عن قریب اُس کے ناکرے پر داغ لگا دینگے -

انا بلوناهم كما بلونا اصحاب الجنة اذ اقسموا : ليصرمنها مصبحين ' ولا يستثنون ' فطاف عليها طائف من ربك وهم نائمون ' فاصبحت كالصريم '

جس طرح ہم نے ایک باغ والوں کو آزمایا تھا اُسی طرح ہم نے ان کافروں کی بھی آزمایش کی ہے ' اُن باغ والوں نے قسمیں کھائی تھیں کہ " صبح ہوتے ہی ہم اُس کے میوے ضرور توڑینگے ' اور اس میں کوئی استثنا بھی نہ ہونے پائیگا " وہ سوتے کے سوتے ہی رہے کہ تمہارے پروردگار کی طرف سے باغ پر ایک ایسی بلا چھا گئی کہ صبح ہوتے ہوتے وہ بالکل ہی خالی رہ گیا ' جیسے کوئی سارے میوے توڑ لے گیا ہو '

فتنادوا مصبحين ' ان اغدوا على حرثكم ان كنتم صارمين ' فانطلقوا وهم يتخافتون ' ان : لا يدخلنها اليوم عليكم مسكين '

سویرے جب وہ لوگ اُٹھے تو ایک دوسرے کو آواز دی کہ " تم کو میوے توڑنے ہیں تو اُٹھو ! تڑکے سے باغ میں جا پہونچو " لوگ اُٹھے اور چل کھڑے ہوئے ' آپس میں چپکے چپکے کہتے جاتے تھے کہ " دیکھنا ! آج کوئی غریب آدمی باغ کے اندر تمہارے پاس نہ آنے پائے "

وغدوا على حرد قادرين ' فلما رأوها قالوا : انا لضالون ' بل نحن محرومون ' قال اوسطهم : الم اقل لكم لولا تسبحون ؟ قالوا سبحان ربنا انا كنا ظالمين -

غرض یہ سمجھ کر کہ بس اب جاتے ہی سارے میوے توڑ لینگے سار و سامان سے چلے اور سویرے پہونچ گئے ' باغ کو جب دیکھا کہ اُجڑا پڑا ہے تو کہنے لگے کہ " معلوم ہوتا ہے ہم راستہ بھول گئے ' نہیں راستہ تو یہی ہے ' ہماری قسمت ہی پھوٹ گئی " آخر اُن میں جو شخص سب سے اچھا تھا اُس نے کہا کہ " میں تم سے کہتا نہ تھا کہ خدا کی تسبیح و تقدیس کیوں نہیں کرتے ؟ " ناچار سب کو اس حقیقت کا اعتراف کرنا پڑا کہ " ہمارا پروردگار پاک ہے ' ہمیں ظالم تھے "

فاقبل بعضهم على

یہ سب ہو چکا تو اُن میں ہر ایک

بعض یتلاومون ، قالوا یا ویلنا انا کنا طاغین ، عسی ربنا ان یبدلنا خیراً منها ، انا الی ربنا راغبون ،

شخص دوسرے کے مونھہ پر ملامت کرنے لگا کہ " افسوس ! ہم حد سے بڑھ گئے تھے ، شاید ہمارا پروردگار اس کے بدلے کوئی اس سے اچھا باغ ہم کو عنایت کرے ، اب ہم اپنے پروردگار ہی کی طرف رجوع ہوتے ہیں "

کذلک العذاب ، ولعذاب الآخرة اکبر ، لو کانوا یعلمون

دنیا میں یوں ہی عذاب آترتا ہے ، اور انجام کار جو عذاب نازل ہونے والا ہے ، اگر اس کی حقیقت جان لیں تو معلوم ہو کہ وہ اس سے بھی بڑا اور بہت بڑا عذاب ہے -

ان للمتقین عند ربهم جنات النعیم

جن لوگوں میں تقوے (اسلامی کیرکٹر) ہے ان لوگوں کے لیے بے شک ان کے پروردگار کے پاس نعمت اور برکت والے باغ ہیں -

أفنجعل المسلمین کالمجرمین ؟ مالکم کیف تحکمون ؟ ام لکم کتاب فیه تدرسون ان لکم فیه لما تخیرون ؟ ام لکم ایمان علینا بالغة الی یوم القیامة ان لکم لما تحکمون ؟ سلهم : ایهم بذلک زعیم ؟ ام لهم شرکاء ؟ فلیأتوا بشرکائهم ان کانوا صادقین ؟

کیا ہم مسلمانوں کو گناہ گاروں کے برابر کردینگے ؟ تم لوگوں کو کیا ہوگیا ہے ؟ کیسے حکم لگایا کرتے ہو ؟ کیا تمہارے پاس کوئی کتاب ہے جس میں پڑھتے ہو کہ جو تم پسند کروگے وہی تم کو ملیگا ؟ یا تم نے ہم سے قسمیں لے رکھی ہیں جو روز قیامت تک چلی جائینگی کہ تم جس چیز کی فرمائش کروگے وہی تمہارے لیے موجود کردی جائیگی ، ان لوگوں سے پوچھو کہ ان میں کون اس کا ذمہ دار ہے ؟ کیا ان لوگوں کے اور بھی شرکاے خدا ہیں ؟ اگر ہیں اور یہ اپنے دعوے میں سچے ہیں تو انہیں حاضر کریں ؟

یوم یکشف عن ساق و یدعون الی السجود فلا یستطیعون ، خاشعة ابصارهم ترهقهم ذلة ، وقد کانوا یدعون الی السجود وهم سالمون

وہ دن آنے والا ہے جب کہ ساق کھلیگی اور ان لوگوں کو سرفگندگی کی دعوت دی جائیگی ، مگر اس وقت ان میں اتنی قدرت و استطاعت کہاں ؟ ان کی آنکھیں جھکی ہونگی ، صورتوں پر ذلت چھائی ہوگی ، یہ وہی لوگ ہیں کہ پہلے جب انہیں سرجھکانے کو کہا جاتا تھا تو اس وقت یہ اچھے خاصے صحیح و سالم تھے -

فذرنی ومن یکذب بهذا الحدیث ، سنستدرجهم من حیث لا یعلمون ، واملی لهم : ان کیدی متین ،

ہم کو اور ان لوگوں کو جو اس کلام کو جھٹلاتے ہیں ، اپنے اپنے حال پر رہنے دو ، ہم اسطرح پر کہ انہیں خبر بھی نہو آہستہ آہستہ ان کو گھسیٹتے اور ڈھیل دیتے چلے جارہے ہیں ، بے شک ہماری تدبیر نہایت پختہ و محکم ہے -

ام تسألهم اجراً فهم من مغرم مثقلون ؟ ام عندهم الغیب فهم یکتبون ؟ فاصبر لحکم ربک ، ولا تکن کصاحب الحوت اذ نادی وهو مکظوم ، لولا تدارکه نعمة من ربه لنبذ بالعراء وهو مذموم فاجتباه ربه فجعله من الصالحین (٦٨ : ٢ — ٢٧)

یہ بات کیا ہے ؟ یہ اس قدر سرگراں کیوں ہیں ؟ کیا تم ان سے کسی بات کی اجرت مانگتے ہو کہ اس کے تاوان سے یہ دبے جارہے ہیں ؟ یا ان کے پاس غیب کی خبریں آتی ہیں اور یہ انکو لکھہ لیا کرتے ہیں ؟ بہر حال تم اپنے پروردگار کے حکم کے انتظار میں ثابت قدم بنے بیٹھے رہو اور اس مچھلی والے کی طرح نہ ہوجاؤ جس نے مغموم ہوکر خدا کو آواز دی تھی ، پروردگار عالم فضل و کرم اگر اس کی دستگیری نہ کیے ہوتا تو بڑے برے حالوں فضاے زمین پر پھینکا ہوا پڑا رہتا ، لیکن پروردگار کو بندہ نوازی منظور تھی ، اس نے نوازش کی اور پھر اپنے صالح بندوں میں (جو نیک و بہتر زندگی بسر کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں) اس کو شامل کرلیا -

(١)

کشف ساق (پنڈلی کھولنے) کی تشریحی کیفیت کیا ہے روایتوں میں ہے :

(١) قیامت کے دن مخلوقات کے روبرو خدا ممثل ہوگا ، مسلمان سامنے سے گذرینگے ، سوال ہوگا : تم کس کی عبادت کرتے ہو ؟ کہینگے : خدا کی ، خطاب ہوگا : تم خدا کو پہچانتے ہو ؟ کہینگے . دکھلائیگا تو کیوں نہ پہچانینگے ، یہ سن کر خدا اپنی ساق کھول دیگا ، جتنے مسلمان ہونگے دیکھتے ہی سجدے میں سر جھکا دینگے ، منافقین کا گروہ سر جھکانا چاہیگا تو پیٹھہ سخت ہوجائیگی ، یہ فرق امتیازی مسلمانوں کو منافقوں سے ممتاز کردیگا (١)

(٢) قیامت کے دن کفار و مشرکین کے روبرو ان کے بت لائے جائینگے کہ دیکھو تم انہیں کو پوجتے تھے ، اب انہیں کے ساتھہ جاؤ دوزخ میں جلو ، پھر مسلمانوں کی نوبت آئیگی ، خدا اپنی ساق ان کے لیے کھول دیگا ، سب کے سر جھک جائینگے ، منافقین سجدہ نہ کرسکینگے اس لیے جہنم میں گھر بسائینگے (٢)

(٣) اهل قیامت خدا کے روبرو چالیس برس تک ٹکٹکی باندھے کھڑے رہینگے ، برہنہ سر ، برہنہ پا ، برہنہ جسم ، غرق عرق ، چالیس برس تک اسی عالم میں رہینگے مگر کوئی بات تک نہ کریگا آخر میں خدا کی ساق کھل جائیگی اور پیشانیاں وقف سجود ہوجائینگی (٣)

(٤) قیامت میں منادی ہو گی کہ ہر گروہ اپنے اپنے سرگروہ کے ساتھہ ہونے ، بت پرست بتوں کے ساتھہ ، باطل پرست اپنے اپنے بے حقیقت پیشواؤں اور دیوتاؤں کے ساتھہ ہولینگے ، اور سب آگ میں جھونکے جائینگے ، خاصان بارگاہ جب باقی رہینگے تو خدا اپنی صورت بدل دیگا ، ساق کھل جائیگی ، اور منافقین کے علاوہ تمام اهل اسلام سربسجود ہو جائینگے (٤)

انہیں روایتوں میں اس عجیب و غریب پل (صراط) کا تذکرہ بھی ہے جو تلوار سے زیادہ تیز اور بال سے زیادہ پتلا ہوگا ، جہنم کے زبانے شررافشانی کررہے ہونگے ، آگ کا دریا لہریں ماررہا ہوگا یہ پل اسی کے وسط میں ہوگا جس کو عبور کرنے پر باغ بہشت کی فضا ملیگی ، تاریکی قیامت کی محیط ہوگی ، اس عالم میں

---

(١) محمد بن بشار قال ثنا سعدان عن سلمة بن کهیل قال ثنا ابو الزعراء عن عبد الله قال یتمثل الله للخلق یوم القیامة الخ

(٢) یحیی عن طلحة الیربوعی قال ثنا شریک عن الاعمش عن المنهال بن عمرو عن عبد الله بن مسعود قال الخ

(٣) ابو کریب قال ثنا الاعمش عن المنهال بن قیس بن سکن قال حدث عبد الله و هو عند عمر یوم یقوم الناس لرب العالمین قال الخ

(٤) موسی بن عبد الرحمن المسروقی قال ثنا جعفر بن عون قال ثنا هشام بن سعد قال ثنا زید بن اسلم عن عطاء بن یسار عن ابی سعید الخدری قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم اذا کان یوم القیامة الخ

وهذه الروایات بعضها واهیة و بعضها من صحاح الاخبار ، لایتبین منها حقیقة ولایسمن ولا یغنی من جوع ، وقد اکتفینا علی سرد مصادقها حاذفا للفضول و الله یقول الحق وهو یهدی السبیل -

پل پرسے گزرنا پڑیگا ' جو ایماندار ہونگے وہ تو انوار الہیہ کی روشنی میں اس مسافت کو طے کرینگے ' مگر اہل کفر کے لیے روشنی کہاں؟ من لم یجعل اللہ لہ نوراً فمالہ من نور ' بے چارے پل پرسے کٹ کٹ کے گرینگے اور دوزخ میں پڑینگے -

اسلام کے علمی زمانے میں ان روایتوں کے اخذ و رد میں کافی بحث ہوچکی ہے ' لیکن جب روایتیں ہی سرے سے مقطوع الا سانید ہوں ' متحتم الوضع ہوں ' بدیہی البطلان ہوں ' صدوق و ثقہ رواۃ نہ رکھتی ہوں ' تو ان کو روایت سمجھنا اور ان سے استدلال کرنا ہی غلط ہے ' خوش فہموں کو اسلام پر اعتراض کرنے کے لیے اگر انہیں روایتوں کا سہارا ہے ' تو اہل نظر کو جواب دینا کیا ضرور ہے ؟

گو تو خوش باش کہ ماگوش بہ احمق نہ کنیم

(۲)

کشف ساق کے الفاظ ادبیات عرب میں کس معنے کے لیے استعمال ہوتے ہیں ؟ اس حقیقت کو سمجھنے کے لیے پہلے دو خاص مقدمے ذہن نشین کر لینے چاہئیں :

(۱) ہر زمانے ' ہر ملک ' ہر قوم ' اور ہر زبان کے خاص خاص محاورے ہوتے ہیں ' روحانیت کے ساتھہ کمال اتصال کو تورات کے محاورے میں خدا سے لڑنے اور کشتی کرنے سے تعبیر کرتے ہیں ' قرآن ترحم و اشفاق کو آسمان کا رونا کہتا ہے ' اردو میں انکار کے لیے کانوں پر ہاتھ رکھنا مستعمل ہے ' حریفوں کو پامال کرنے کے لیے ایران کے قدیم محاورے میں " دشمن گرائی " کا استعمال تھا ' اعتلاء و اقدام کے لیے " بازو برافراختن " کہتے تھے ' و نحو ذلک ' ان سب میں محاورے کے اطلاق کو دیکھتے تھے ' الفاظ کے اصلی معنی سے بحث نہ تھی -

(۲) اسلوب تعبیر کی دو حیثیتیں ہیں (الف) حقیقت (ب) مجاز ' محل حقیقت و مجاز میں مختلف مناسبتیں ہوا کرتی ہیں ' جن سے ایک ہی لفظ جو پہلے کسی اور معنے کے لیے مستعمل تھا اب ایک جداگانہ معنے میں استعمال ہو سکتا ہے ' قرآن کریم ایک خاص مقام پر کہہ رہا ہے :

ما یکون من نجوی	جہاں کہیں تین شخص گرم راز و نیاز
ثلاثۃ الا ہو رابعہم '	ہوں وہاں ان کا چوتھا خدا ہے ' پانچ
ولا خمسۃ الا ہو سادسہم '	ہوں تو ان کا چھٹا شریک خدا ہے '
ولا ادنی من ذلک	اس سے کم یا زیادہ جس تعداد میں
ولا اکثر الا ہو معہم	بھی ہوں خدا ان کے ساتھہ ہے -

یہ حقیقت اس مجاز سے وابستہ تھی کہ تین ہم صحبتوں کا چوتھا شریک اور پانچ شرکاے مجلس کا چھٹا جلیس ان کے مکالمے سے آگاہ ہوتا ہے ' ان کی راز داریاں اس پر منکشف ہو سکتی ہیں ' اور وہ ان کے خفایای امور کو سن اور سمجھہ سکتا ہے ' آیت کا بھی یہی مدعا تھا ' اور اس کے لیے اس سے بہتر اسلوب ممکن نہ تھا -

ایک دوسری آیت میں ہے :

و اعلموا ان اللہ یحول	خوب جان رکھو کہ انسان اور اس کے
بین المرء و قلبہ	دل کے مابین خدا حائل ہوجایا کرتا ہے -

دل اور جسم کے مابین حائل ہونے والے سے بڑھ کر اور کون ہے جسے مخفی نیتوں کا حال معلوم ہو سکے ؟ یہاں بھی جناب الہی کی یہی غرض تھی ' لہذا حقیقت اس مجاز کے لباس میں نمودار ہوئی -

ایک اور موقع پر ہے :

واللہ لا یستحیی من الحق	خدا کو اظہار حق میں کوئی شرم نہیں -

شرم (حیا) کی حقیقت یہ ہے کہ طبیعت میں ایک ایسا انکسار و انفعال پیدا ہو کہ ارتکاب قبایح سے نفس کو روک دے ' ظاہر ہے کہ شان الوہیت اس حقیقت سے نہایت ارفع ہے ' لیکن تعبیر کے لیے یہاں ایک مجازی مناسبت موجود تھی ' یعنی شرمیلی طبیعتیں جس چیز سے حیا کرتی ہیں اس کو ترک کردیا کرتی ہیں ' اس طریق تعبیر کو لے کر قرآن نے بتایا کہ شرم کرنے والے تو شرم کی بات کو ترک کردیتے ہیں ' مگر خدا کی بارگاہ اس سے بہت پرے ہے ' وہاں حقیقت حیا کی سمائی نہیں نہ حیا کرنے والوں کی طرح وہ بھی اظہار حق کو چھوڑ بیٹھے -

ایک مشہور آیت ہے :

الرحمن علی العرش استوی	خدا تخت پر کھڑا ہوا -

کھڑے ہونے (استواء) کی حقیقت میں استیلاء کا مجاز مضمر تھا ' اب بھی محاورے میں کہتے ہیں : بلغاریا کا تخت متزلزل ہوگیا ' یعنی اس کے استیلاء میں ضعف آگیا ' پہلی صدی کا ایک عرب شاعر کہتا ہے :

قد استوی بشر علی العراق	من غیر سیف و دم مہراق
عہد اموی کا رکن سلطنت	بغیر اس کے کہ تلوار چلائے یا
(امیر بشر) عراق کے تخت پر	خون بہائے
کھڑا ہوگیا	

قرآن کو بھی یہ حقیقت اسی مجاز کے اسلوب میں نمایاں کرنی تھی -

سورہ رحمان کی ہیبت ناک وعید ہے :

سنفرغ لکم ایہا الثقلان	اے دونوں جماعتو ! ہم عن قریب تمہارے لیے خالی ہوکر فراغت کیا چاہتے ہیں -

فارغ ہونے اور خالی ہو بیٹھنے کی حقیقت اس مجاز نے منقح کردی کہ جن لوگوں کے مشاغل کثیر ہوتے ہیں وہ کوئی خاص مہتم بالشان کام کرنا چاہیں تو اس مشغولیت کے عالم میں خاطر خواہ نہ کرسکینگے ' اس کے لیے انہیں ایک مخصوص وقت نکالنا ہوگا ' مفہوم کو دل نشین بنانے کے لیے قرآن کریم نے بھی اس تجوز کو لے لیا کہ لوگو ! خبردار رہو ' تمہارا حساب کرنے کے لیے ہم عن قریب ایک خالی وقت نکالنے کو ہیں کہ اچھی طرح محاسبہ ہو اور کامل امتحان و اختبار ہوجائے -

(۳)

کشف ساق سے مراد کیا ہے ؟ علامہ ابن جریر اس کا جواب دیتے ہیں :

قال جماعۃ من الصحابۃ	مفسرین صحابہ و تابعین کی ایک
والتابعین من اہل	جماعت کا قول ہے کہ آیت " وہ
التاویل : یبدو من امر	دن جب ساق کھلیگی " کے معنے
شدید ...... و کان ابن	یہ ہیں کہ امر شدید ظاہر ہوگا ......
عباس یقول : کان اہل	عبد اللہ بن عباس اس کی مثال
الجاہلیۃ یقولون شمرت	میں کہا کرتے تھے " عہد جاہلیت کا
الحرب عن ساق (۱)	محاورہ تھا کہ جنگ نے اپنی
و عن عکرمۃ فی قولہ	ساق سے ازار کو اٹھالیا " یعنی پوری
یکشف عن ساق ' قال :	طرح لڑائی چھڑ گئی (۱) ...... عکرمہ
ہو یوم کرب ' و ذکر عن	سے بھی اس آیت کی تفسیر میں

(۱) تفسیر ابن جریر - ج ۲۹ ص ۲۱

ابن عباس انه كان يقرؤ ذلك: يوم تكشف عن ساق ' بمعنى يوم تكشف القيامة عن شدة شديدة ' و العرب تقول كشفت هذا الامر عن ساق اذا صار الى شدة (١)

یہی روایت ہے کہ وہ دن کرب و سختی کا دن ہوگا ' ابن عباس اس آیت کو یوں بھی پڑھتے تھے کہ " وہ دن جب ہم ساق کھول دینگے " یعنی بڑی سختی برپا کرینگے ' جب کوئی بات نہایت سخت ہوجاتی ہے تو اہل عرب کہتے ہیں " اس بات کی ساق کھل گئی " (١)

عز بن عبد السلام لکھتے ہیں :

هو مجاز عن مبالغته في حساب اعداله و اهانتهم و خزيهم و عقوبتهم ' فان العرب يقولون لكل من جد في امر و بالغ فيه : كشف عن ساقه ' و اصله ان من جدفي عمل من الاعمال ' حرب او غيرها ' فانه يشمر ازاره عن ساقه كيلا يعوقه عن جده و سرعة حركته فيما جد فيه (٢)

آیت کے معنی مجازی ہیں ' مراد یہ ہے کہ دشمنان خدا کے محاسبہ و تذلیل و رسوائی و تعذیب میں مبالغہ ہوگا ' جب کوئی شخص کسی کام میں نہایت مبالغے کے ساتھہ کوشش کرتا ہے تو اہل عرب کہتے ہیں " اس نے اپنی ساق کھول دی " اس کی اصلیت یوں ہے کہ جب کوئی شخص کسی بڑے کام میں سرگرم ہوتا ہے ' خواہ جنگ ہو یا کوئی اور کام ہو' تو ازار کو اوپر چڑھا لیتا ہے کہ تیزی و سرگرمی کے ساتھہ جو کام کرنا چاہتا ہے اوس میں حرج واقع نہ ہو (٣)

اس تشریح نے یہ حقیقت بھی واضح کردی کہ حدیث میں دامن جھاڑتے ہوئے چلنے کی نسبت جو وعید وارد ہے کہ : من جراز اره بالخيلاء لم ينظر الله اليه يوم القيامة (جو شخص غرور و تکبر سے تہ بند کے دامن جھاڑتے ہوے چلیگا قیامت میں خدا اس کے جانب ملتفت نہ ہوگا) کا مفہوم اس ممانعت ہی پر حاوی نہیں ہے کہ تہ بند یا عبائیں یا پاجامے اس قدر نیچے نہ پہنے جائیں کہ موریاں قدم تک کو چھپا لیں اور زمین پر لوٹتی چلیں' بلکہ اس کے ساتھہ یہ مدعا بھی مضمر ہے کہ مسلمان کو مغرور نہ ہونا چاہیے اور نہ فرط غرور سے اس کے لیے غافل رہنا زیبا ہے' خدا کتنی ہی دولت دے' کیسی ہی ثروت ملے' کتنی کچھہ منزلت بلند ہو' مگر اس کو ہر حال میں ہوشیار رہنا لازم ہے کہ جب کبھی اور جہاں کہیں مشکلیں پیش آنے والی ہوں وہ ان کے حل کرنے کے لیے پہلے سے آمادہ و مستعد رہے - عہد جاہلیت کے مشہور سخن سنج (درید بن الصمہ) کے کلام میں یہی مفہوم مخفی ہے :

كميش الازار خارج نصف ساقه -

ورنہ کون کہسکتا ہے کہ وہ اہل عرب جن کو ارتداد گوارا تھا ' ترک ملک و مال گوارا تھا ' دورہ عمریہ کا مقابلہ گوارا تھا ' مگر تہ بند کا ٹخنے کے اوپر رکھنا گوارا نہ تھا ' وہ نصف ساق کے تہ بند پہنتے رہے ہونگے ؟

(٤)

مزید تشریح کے لیے مسئلے کو یوں سمجھنا چاہیے :

(الف) بے شبہہ خدا کے ساق نہیں ہے' لیکن جنگ کے بھی تو ساق نہیں ہے ' با این ہمہ اہل عرب کہتے ہیں :

كشفت لهم عن ساقها و بدا من الشر الصراح

(جنگ نے ان لوگوں کے روبرو اپنی ساق کھول دی اور صاف و صریح خطرہ نمایاں ہوگیا) -

(ب) خطرے کے دانت بھی نہیں ہوتے' مگر ادبیات عرب کا مشہور و معروف شعر ہے :

قوم اذا الشر ابدى ناجذيه لهم
طاروا اليه زرافات و وحدانا

(یہ وہ لوگ ہیں کہ جہاں خطرے نے انہیں اپنے دانت دکھائے کہ اس کی جانب دو دو ایک ایک کرکے اڑ چلے)

(ج) موت کے ناخن بھی تو نہیں ہوتے' مگر ابو ذویب ہذلی کہتا ہے :

و اذا المنية انشبت اظفارها الفيت كل تميمة لا تنفع

موت نے جہاں اپنے ناخن مارے کہ پھر تم کسی ٹونے ٹوٹکے کو سود مند نہ پاؤگے -

(د) نرمی و نرم دلی (ذلت) کے بھی تو پر نہیں ہوتے جسے نیچے لاسکیں یا اوپر اٹھا سکیں' مگر اس آیت میں ہے :

و اخفض لهما جناح الذل من الرحمة

باپ ماں کے لیے مہربانی کے ساتھہ نرمی و ملایمت کے پر نیچے کرو یعنی بچھادو -

(ہ) قرآن کے ہات بھی تو نہیں ہیں' مگر قرآن خود کہہ رہا ہے :

مصدقاً لما بين يديه

قرآن کے دونوں ہاتھوں کے بیچ میں جو چیز ہے' یعنی تورات و انجیل جو اس کے روبرو ہے ' وہ اس کی تصدیق کر رہا ہے -

(و) کفر بھی تو ہات نہیں رکھتا ' مگر اس کے تذکرے میں ہے :

ذلك بما قدمت يداك

یہ کیفیت تیرے دونوں ہاتھوں کی لائی ہوئی ہے -

(ز) عذاب بھی تو کوئی مجسم ہیکل نہیں ہے کہ اس کے ہات پانؤں ہوں ' مگر قرآن کا بیان ہے :

انى نذير لكم بين يدى عذاب شديد

سخت عذاب کے دونوں ہاتھوں کے بیچ میں پڑنے سے میں تم کو ڈراتا ہوں

(ح) ملکیت رکھنے والوں میں ایسے لوگ بھی ہوسکتے ہیں جن کے داہنے ہات کٹے ہوں یا سرے سے بنے ہی نہ ہوں ' خدا یہ سب کچھہ جانتا ہے اور پھر بھی کہتا ہے :

او ما ملكت ايمانكم

یا وہ جن کے مالک تمہارے داہنے ہات ہوے ہیں -

واقعہ یہ ہے کہ اردو زبان کے ایک شاعر کے لیے جب یہ ادبی معذرت قابل پذیرائی ہے کہ :

ہرچند ہو مشاہدۂ حق کی گفتگو
بنتی نہیں ہے بادہ و ساغر کہے بغیر
مقصد ہے ناز و غمزہ ولے گفتگو میں کام
چلتا نہیں ہے دشنہ و خنجر کہے بغیر

تو اہل نظر کی اس تحقیق پر کیوں نہ لحاظ کیا جائے کہ :

الغرض من هذا انه قد يعبر بالجوارح عن معان لا يصح ان يكون خارجة (١)

غرض یہ ہے کہ تعبیر کلام میں اعضاے جوارح کا تذکرہ کرتے ہیں اور اس سے وہ معانی مراد لیتے ہیں جن کا اصل مفہوم سے الگ ہونا درست نہیں (١)

(اما بقية صالحة)

---

(١) ابن جریر - ص ٢٤

(٢) الاشارة الى الايجاز في بعض انواع المجاز - طبع قسطنطینیہ سنہ ١٣١٣ھ - ص ١١٠

[١] کتاب الاشارہ - ص ١٢٢

میں کون ہوں ؟ ؟

أفحسبتم انما خلقناکم عبثا و انکم الینا لا ترجعون ؟ فتعالی الله الملک الحق - لا اله الا هو ' رب العرش العظیم

(از جناب عبد الغفار صاحب اختر - بی - اے - علیگ)

میں کون ہوں ؟ اور کیوں اس دنیا میں آیا ہوں ؟ کس قدر مشکل سوالات ہیں - مگر جب کبھی مجھے اس جسم خاکی کی تن پروری اور اس دو روزہ زندگی کے لیے سامان معیشت کے بہم پہنچانے کی مصروفیتوں سے چند لمحے بھی مہلت کے مل جاتے ہیں تو انہیں سوالات کے حل کرنے کی ادھیڑ بن میں مصروف ہوجاتا ہوں - اگرچہ ابتداے آفرینش سے لے کر آج تک ان سوالات کا حل مجھسے ممکن نہیں ہوا ' جب تک میں نے اوس رحمان و رحیم اور حکیم و علیم ہستی کے پیغاموں پر جس نے مجھے ' اور جو کچھہ میرے گرد و پیش ہے ' سب کو پیدا کیا ہے ' اور اس کی حکمت اور اسرار سے خود ہی واقف ہے ' کان نہیں دھرا ' اوس وقت تک میری ذاتی تحقیقات کا نتیجہ ہمیشہ حیرت اور سرگردانی ہی رہا -

لیکن ان پیغاموں کے منزل الی الناس ہونے کا حق ہی مجھکو محض اس وجہ سے حاصل ہوا ہے کہ اس حقیقت کے دریافت کرنے کی فطرتی خواہش مجھہ میں موجود ہے ' اور میں تا بمقدور ان سوالات کے حل کرنے کی کوشش بھی کرتا رہتا ہوں - میری نظر محدود ہے ' ہو - میں تمام موجودات عالم کے مشاہدہ پر محیط نہیں ہوسکتا ' نہ سہی - یہ شرف میرے لیے کیا کم ہے کہ تمام جمادات و نباتات اور کم درجہ کے حیوانات کے مقابل میں صرف میں ہی ایسی قوت کا مالک ہوں کہ اپنے نفس اور اپنے گرد و پیش کی اشیاء کے تعلقات پر غور کرسکوں ' اور سلسلۂ علل کی موجودگی کے احساس سے ایک علۃ العلل تک سراغ لے جاؤں - یہ اسی قوت کا کرشمہ ہے کہ میں اس لائق سمجھا گیا ہوں کہ میری ہستی کے بعض رموز کا مجھپر انکشاف کیا جائے -

مشہور ہے کہ کسی بستی کے بسنے والوں نے ان سوالات کو بلا امداد انکشافات الہامی کے ' حل کرنے کی مستقل کوشش کی تھی ' اور معلوم ہوا ہے کہ وہ کسی حد تک کامیابی کی طرف بڑھے بھی تھے ' مگر افواہاً یہ سنا گیا ہے کہ وہ خطہ ہی غرقاب کردیا گیا - یہ قصہ خواہ غلط ہو یا صحیح ' مجھے اس سے چنداں بحث نہیں ' کیونکہ بعض روایات کی ترویج کا منشا ہی یہ ہوتا ہے کہ اون کے ذریعہ سے تمثیلی طور پر حقیقی امور پیش کیے جائیں - علم اس سے کہ وہ روایات واقعے کے صحیح بیانات پر مشتمل ہوں یا نہ ہوں ' کوئی خاص خطہ غرقاب ہوا ہو یا نہ ہوا ہو ' اس روایت سے اتنا نتیجہ تو ضرور نکلتا ہے کہ یہ معما وہاں والوں سے ابھی حل نہیں ہوسکا تھا کہ وہ لوگ فنا ہوگئے ' جنھوں نے اس کی تحقیقات کی طرف اقدام کیا تھا - یہ سعادت ایک ریگستانی جزیرہ نما کے باشندوں کی قسمت میں لکھی تھی کہ جن رموز کو انسانی تحقیقات حل کرنے سے عاجز رہی اون کا انکشاف الہامی طور پر وہاں کے باشندوں پر اوسی کی زمین میں کیا جائے ' اور وہاں سے دنیا بھر میں پھیل جائے -

جو قومیں اپنی ذہنی قوتوں پر حد سے زیادہ بھروسہ کرتی ہیں ' جو تخلیق کی حقیقت اور علت غائی کے دریافت کرنے کے لیے صرف اپنے ہی ذہنی مکاشفات پر بھروسہ کرلیتی ہیں اور اضطراری طور پر خالق کائنات کے فیضان رحمانیت کی محتاج نہیں ہوتیں ' وہ الہامی انکشافات کے مورد اور منزل علیہ ہونے کی حقدار نہیں ہیں -

نیچر جب خالق نیچر سے جدا کرلی جاتی ہے تو وہ تنگ نظر اور حاسد ہوجاتی ہے ' اپنے رموز کے انکشاف کو کھلی دنیا میں نکالنے والوں سے دست و گریباں ہوجاتی ہے ' اور ہر قدم پر یہ کہتی ہے کہ : ان رموز کا جو حصہ تمہارے فہم و ادراک کے اندر آبھی سکتا ہے اوسے بھی الہامات ربانی کی مدد سے دریافت کرو ' اپنی قوت پر صرف وہیں تک بھروسہ کرو جہاں تک کہ تمہارا حق ہے ' کیونکہ تمہارا کام عدم سے عرصۂ وجود میں آنا اور پھر فنا ہوجانا یہ انہے رازوں پر مشتمل نہیں ہے جنہیں تمہارا محدود ذہن دریافت کرسکے -

دنیا میں کس قدر بیشمار قومیں گزریں جن کی ترقی کے اسباب رہی تھے جن سے بعد کو اون کے تنزل کے سامان پیدا ہوگئے ' انکا یہ دعوے دھرا ہی رہ گیا کہ ہم اون رموز سے واقف ہوگئے ہیں جو اس عالم کون و فساد میں ترقی اور تنزل کے اسباب قرار دیے جاسکتے ہیں - جب میں ان نمایشوں کو چشم عبرت سے دیکھتا ہوں تو مجھے بے اختیار خاقانی ہند کے یہ پر معنی الفاظ یاد آتے ہیں :

موت نے کردیا نا چار و گرنہ انساں
ہے وہ خود بیں کہ خدا کا بھی نہ قائل ہوتا

الله اکبر ! انسان کے غرور نفس کو شکست دینے کے لیے کیا کیا سامان مہیا کیے گئے ہیں ؟ اور انسانی کمزوریوں کی کس قدر نمایاں نشانیاں موجود ہیں ؟ چشم عبرت وا کرنے کی دیر ہے - بازیگر قدرت انسان کو فاعل مختار کا نام نہاد تمغا دے کر ' اوسے جد و جہد پر مکلف کرکے ' اوس کی محدود قوتوں کا تماشا دنیا کو دکھاتا ہے ' لیکن آخر میں اپنے ہی زبردست اور معجزنما ہاتھوں سے ہر کلم کو انعدام دے کر تعز من تشاء ' و تذل من تشاء ' بیدک الخیر ' إنک علی کل شیء قدیر کی حقیقت کا اعتراف کرنے پر انسان کو مجبور کردیتا ہے - انسان خود بینی سے اپنی ذات پر حد سے زیادہ بھروسہ کرنے پر آمادہ ہوتا ہے ' اور بزعم خود یہ سمجھنے لگتا ہے کہ اوسے نیچر کے رموز سے پردہ اوٹھانے کی قوت عطا کی گئی ہے - لیکن جس قدر وہ اس کوشش میں سرگرم ہوتا ہے اوسی قدر زیادہ حیرت ' استعجاب ' گم شدگی ' اور وارفتگی کے دریاے ناپیدا کنار میں غوطے لگاتا ہے -

چه شبها نشستم درین سیر گم
که حیرت گرفت آستینم که قم

تحقیق اور تدقیق میں عمریں گذر جاتی ہیں اور اوس حقیقت کا ایک شمہ بھی دریافت نہیں ہوتا ' جس کا شوق اور انہماک فطرت انسانی میں ودیعت کیا گیا ہے - لیکن اس عجز اور درماندگی سے یہ لازم نہیں آتا کہ میں ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھا رہوں ' اور اپنی تعلیمی کی علت غائی کو فوت ہوجانے دوں - مجھے اس عجز اور درماندگی میں بھی ایک نتیجہ خیز رمز کا پتہ چلتا ہے - میں اپنے خیال کو بار بار جو اس قدر آزادی اور وسعت کے کائنات پر منضبط ہونے سے عاجز پاتا ہوں - کیا یہ کائنات کی زبردست وسعت کا ثبوت نہیں ہے ؟ کیا اس زبردست وسعت اس امر کی شہادت نہیں دیتی کہ میری تخلیق کی علت غائی مسائل ترقی پر ہے ؟ بعد اس کے اس امر کا ثبوت نہیں ملتا کہ اس وسیع اور پر از اسرار کائنات کا باکمال صانع کس قدر لا محدود قوت و حکمت کا مالک ہے ؟

خود اس امر کا احساس میرے خیال کو ' جو تحقیق اور تدقیق ' استدلال اور استقرا کی پر پیچ وادیوں میں ' پڑا بھٹک رہا تھا ' صراط مستقیم کی طرف کھینچتا ہے ' اور میرے دیدۂ دل کے سامنے سے شبہات اور اوہام کی غلیظ و کثیف ظلمت کو دور کرکے اوس پر ایمان اور اعتقاد کے نور کو طالع کرتا ہے ' جس پر نگاہ ڈالتے ہی میرے دل کو سرور اور اطمینان حاصل ہوجاتا ہے ' کیونکہ ایک لا متناہی قوت ' اور کیسی لا متناہی قوت ' جو صرف لا انتہا قوت ہی نہیں بلکہ لا انتہا حکمت و علم ' عدل و محبت کا منبع اور مخزن ہے ' میرا مبدء اور مرجع معلوم ہوتی ہے - ایسے زبردست تعلق کا ادراک میرے لیے اپنی ذاتی کمزوری اور بے بسی کے احساس سے مل کر بے حد طمانیت بخش اور تسلی دہ معلوم ہوتا ہے ' اس خیال کے پیدا ہوتے ہی میں اپنے آپ کو کہیں سے کہیں پہونچتا ہوا دیکھتا ہوں ' اور خود بخود تسلی پا جاتا ہوں -

میں کون ہوں ؟ میں وہ ہوں جس کے لیے کائنات کا ہر ذرہ اپنا اپنا مقرر کردہ کام انجام دے رہا ہے ' اور اس طور پر وہ خدمتیں بجالاتا ہے جن کے لیے وہ مامور ہے -

میں وہ ہوں جس کے لیے آفتاب ہر صبح کو ' اپنا جہاں آرا جلوہ دکھا کر ' دور کے بقعے چھوڑتا ہوا ' دنیا کو گرم کرتا ' غلے اور پھلوں اور میووں کے درختوں کو اوگاتا ' اون کے اثمار کو پکاتا ' میری آنکھوں کو کھولتا ' میرے ہاتھ پانوں میں چستی اور چالاکی پیدا کرتا ہے ' اور مجھے وقت کی شناخت سے بہرہ مند کرکے اوس کی قدر کرنا سکھاتا اور کام میں لگاتا ہے -

میں وہ ہوں جس کے لیے باد صبا کے خوش گوار جھونکے اٹکھیلیوں سے چلتے ' ہرے بھرے چمن کو شاداب کرکے میرے قلب کو مسرت اور میرے دماغ کو فرحت بخشتے ہیں -

میں وہ ہوں جس کے لیے شام کا سہانا وقت اور رات کا مائل سیاہی آسمان کبھی ستاروں کی جھلملاہٹ اور کبھی شفق اور ٹھنڈی چاندنی کے ذریعہ سے خاموش لوریاں سنا کر اور نامعلوم تھپکیاں دیکر آرام دینے والی نیند کو بلاتا اور میرے قوی کو جو دن بھر کی محنت سے مضمحل ہوگئے ہیں از سر نو تازگی بخشتا ہے -

میں وہ ہوں جس کے لیے مادۂ حیات سے لدا ہوا ابر آسمان پر لہکتا ہے ' اور جان بخش قطرات کی صورت میں زمین پر نازل ہوکر چپے چپے کو سیراب اور شاداب کرتا ہے -

میں وہ ہوں جس کے لیے خیال کی وسیع تفرج گاہیں کھلی ہوئی ہیں - میں وہ ہوں جسکا دل و دماغ انعکاس انوار علوم و جذبات کا آئینہ ہے - میں وہ ہوں جس نے آغوش مادر میں تربیت پائی ہے - میں وہ ہوں جس کے ذرا سے اضطراب پر بہت سے دل بے چین ہوجاتے ہیں - میں وہ ہوں جس کے رنج و راحت میں شریک ہونے کے لیے میرا ایک دلفریب ہم جنس اپنی بیش بہا زندگی وقف کردیتا ہے ' اور اپنے شیریں کلام اور متبسم چہرے سے میری تمام کلفتیں دور کردیتا ' اور میری تمام مصیبتوں کو راحت سے بدل دیتا ہے -

لیکن آہ ! وہ بھی تو میں ہی ہوں جس کی حالت کو ایک لحظہ قیام نہیں ' اور جس کی صورت درعدہ جلد فنا ہوجانے والی ہے - جو کاہلی اور تن آسانی کے گڑھے میں گر کر تمام روشنیوں سے محروم ہوجاتا ہے ' جو غفلت کے خواب گراں میں پڑکر موت کو زندگی پر ترجیح دیتا ہے ' جس کے غنچۂ مراد کو جب یاس کی باد سموم پژمردہ کردیتی ہے تو پھر تمام عالم کی بہاریں اور کائنات کی مصالحیں اسے شگفتہ نہیں کرسکتیں ' جس کے درد اور مصیبت کی راتیں کاٹے نہیں کٹتیں ' کروٹیں لیتے لیتے دونوں پہلو دکھنے لگتے ہیں ' جو قحط اور خشک سالی کی مصیبتیں جھیلتا اور ایک ایک دانے کو ترس ترس کر ایڑیاں رگڑ رگڑ کر جان دیتا ہے ' جس کو حسد ' بغض ' تعصب کا ننگ و تاریک قید خانہ ابھی محدود چار دیواری سے باہر نہیں نکلنے دیتا ' جو جہل کی تاریکی میں بھٹک رہا ہے ' جس کے لیے لحد کا تنگ غار انتظار کررہا ہے ' جس کی اذیتوں سے لوگ مسرت پاتے ہیں ' جس کے مٹانے کو لوگ تلے ہوئے ہیں ' جس کی حسرتوں کا فریب اور دغا کے خنجر سے خون کیا جاتا ہے -

آہ ! باری تعالی کی بیشمار مخلوق گرد و پیش ہے ' مگر میں اپنی قسمت کو سب سے زیادہ سخت دیکھتا ہوں - میرا ہی امتحان کیوں اس قدر سخت مشکل ہے ؟ مجھہ ہی پر کیوں یہ ساری بلائیں نازل ہیں ؟ میں ہی کیوں تیر حوادث کا نشانہ ہوں ؟ میرے گرد و پیش ہماری ہر قسم جمادات بھی ہیں ' اور سیماب صفت متحرک ہوا بھی ' دل لبھانے والی پھول پتیاں بھی ہیں ' لچکنے والی ڈالیاں بھی ' اور ڈالیوں پر نغمہ سرائی کرنے والے پرند بھی ہیں ' سبزے سے لہلہاتے ہوئے میدان بھی ہیں ' ہرے بھرے جنگل بھی اور اون میں اٹکھیلیاں کرنے والے چرند بھی ہیں ' آن بان سے بہنے والے دریا بھی ہیں اور لڑکھڑاتے ہوے نالے بھی - غرض کہ صنف صنف کی مخلوقات موجود ہے ' لیکن میرے برابر کوئی مورد آلام نہیں -

میں سمجھہ گیا - وہی قوت جو مجھے اپنی حقیقت دریافت کرنے کی طرف مائل کرتی ہے ' میری ان تمام مصیبتوں کی جڑ ہے - یہ سارے کرشمے اسی کے ہیں ' اور یہ سب زحمتیں اسی کے بدولت ہیں - آہ ! اے عقل ! اے کمبخت عقل انسانی ! تجھکو موت نہیں - انسان نے تیرا کیا بگاڑا تھا جو تو اس کے پیچھے پڑگئی ہے ؟ اور اوسکو ظلم و معدلت اور رنج و راحت کا امتیاز سکھاکر مورد آلام مصائب بنا رہی ہے ؟

" خاموش ! اے گستاخ بندے ' تیری اس یاوہ گوئی سے ملاء اعلی کے قدوسوں پر بل پڑنے لگا - تجھپر فرشتے لعنت کررہے ہیں ' سن وہ کیا کہتے ہیں - کان لگاکر سن - وہ کہتے ہیں کہ " اس ناشکر کو رب الارباب کی درگاہ سے وہ نعمت عطا ہوئی جس سے یہ اشرف المخلوقات اور خلیفة الله فی الارض کہلانے کا مستحق ہوا ' اور ہم پر اسے ترجیح دیگئی ' ہم کو انی اعلم ما لا تعلمون

کي توبیخ سہني پڑي ' اور یہ کم بخت اوسي نعمت کو مصیبت اور اوسي رحمت کو زحمت سے تعبیر کرتا ہے -

ہاں ! اگر تو اپنے مالک کي عطا کي ہوئي نعمت کو عدم استعمال اور کاہلي سے کھو بیٹھے گا ' اگر تو اپني قوتوں کو صحیح اعتدال اور امتزاج کے ساتھہ کام میں نہ لائیگا ' اگر تیري ہمت بلند نہ ہوگي ' اگر تو بزدلي کے ساتھہ دنیا میں اپنے فرائض کے انجام دینے سے جي چرائیگا ' اگر تو تمام مصیبتوں اور تکلیفوں کو محض اپنے پروردگار کے لیے ' جس نے تجھے دنیا میں چند روز رہکر کام کرنے اور اپنے ہي طرف انجام کار واپس بلا لینے کے لیے بھیجا ہے ' جھیلنے سے دم چرائے گا - اگر تو فاني آلام اور چند روزہ مصائب کے مقابلہ کے لیے اپنے قلب کو آہنیں بنا کر نہ تھکنے والے عزم اور استقلال کے ساتھہ ترقي اور نجات کے لیے جو تیري آفرینش کا مدعا اور مقصود ہے ' محنت اور سعي کرنا اور نتیجہ کو رب العالمین کي ضمانت میں دیدینا اپنا شعار نہ بنا لیگا - ہاں ! اگر تو خلافت الہي کي پوري شان اپني ہستي میں نہ پیدا کریگا ' تو کوئي وجہ نہیں کہ تجھے ہم پر جو اوس احکم الحاکمین کي بے چون و چرا فرماں برداري کرنے والي ہستیاں ہیں ' فوقیت اور برتري کا حق دیدیا جاے -

کوئي دم گزرتا ہے کہ نیچر کي انھیں مہیب طاقتوں کے ذریعہ سے جن پر تو حاکم بنا کر بھیجا گیا ہے ' امر الہي تجھکو ہلاک اور فنا کردے - اس بات پر غرہ نہ کر کہ تجھے دنیا میں مہلت دیگئي ہے ' اس لیے کہ یہاں تو کامل انصاف ہوتا ہے ' اگر تو دنیاوي طاقتوں پر حکمراني کرنے کي قابلیت رکھتا ہے تو وہ ضرور تیرے لیے مطیع و منقاد بنادي جائینگي - لیکن تیري ہستي ابدي سعادت کے لیے موزوں اور مناسب بنائي گئي ہے ' اور تو دنیا و آخرت دونوں میں دائر المرام ہونے کے لیے پیدا کیا گیا ہے - پس اگر تو اوني سعادت کو نہیں حاصل کرسکتا تو تیري ہستي کي بقا نا ممکن ہے "

اِس آواز کے کانوں میں پڑتے ہي میري نگاہیں بے اختیار اوٹھکر نیچر کي مہیب اور خوفناک قوتوں پر پڑتي ہیں - اون کي غضب آلود نگاہوں سے صاف یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وہ ایک اشارے کي منتظر ہیں کہ مجھپر ٹوٹ پڑیں اور میرے ٹکڑے اوڑا دیں - میرا کلیجہ خوف سے کانپنے لگتا ہے اور میں خداوند قدیر سے پناہ کا خواستگار ہوتا ہوں -

سروش غیبي میرے کانوں میں پھر یہي سوالات ڈالتا ہے کہ میں کون ہوں اور کیوں اس دنیا میں بھیجا گیا ہوں ؟ میں غور کرتا ہوں مگر اس کے حل سے اپنے آپ کو مجبور پاتا ہوں - میں پھر غور کرتا ہوں اور میرا مضطر اور بیقرار دل خداوند قدیر کي طرف بے اختیار مجھے رجوع کر دیتا ہے - اب میرے کان میں نہایت شاندار اور فصیح لہجے میں یہ آوازیں گونجتي ہیں :

" اے نا چیز اور بے حقیقت بندے ! تیري نجات اپنے ہي نفس کي معرفت پر منحصر ہے ' کیونکہ اسي سے تو اپنے پروردگار کو پہچان سکتا ہے - تو محض ایک بے حقیقت شے سے بتدریج ترقي کرکے دل و دماغ ' خیال و زبان ' ہاتھہ پانوں ' آنکھہ ' ناک ' کان والا ہوا اور اس درجہ تک پہونچا کہ اب کائنات پر حکومت کرتا ہے ' لیکن یہ حکومت تیري اوسي وقت تک ہے جب تک تو اپني موجودہ حالت کي تکمیل میں کوشاں رہے ' اون ما بہ الامتیاز قوتوں کو جو تیرے اقتدار کا باعث ہیں تلف نہ ہونے دے ' سب سے زیادہ یہ کہ تو اپني تخلیق کے منشاء کو سمجھے ' اور یہ خیال کرے کہ اس منتظم اور مربوط کائنات میں جہاں ہر شے کي ایک علت غائي پائي جاتي ہے - جب ساري کائنات تیرے لیے وجود پذیر ہوئي ہے ' اور تجھہ میں یہ شعور موجود ہے کہ اپني حقیقت پر غور کرسکے ' تو اس ادراک کا کوئي سبب تو ضرور ہوگا ' اور تیري ہستي مع اس ادراک کے آخر کسي کے لیے ہوگي -

جبکہ تو دیکھتا ہے کہ اسي ادراک کے باعث دنیا و ما فیہا تیري کامل تسلي اور راحت کے لیے کافي نہیں ہیں تو اس سے ماورا کوئي شے ضرور تیرے لیے محل تسکین ہوگي -

یاد رکھہ ! کہ تو خاص خدا کے لیے ہے - تیرا مرنا ' تیرا جینا ' تیرا سونا ' تیرا جاگنا ' تیرا چلنا ' تیرا پھرنا ' تیرا اوٹھنا ' تیرا بیٹھنا ' غرض کہ تیرے سارے کام اوسي واحد ذوالجلال کے لیے ہونے چاہئیں جو تیري تمام طاقتوں کا سہارا ' تیرے سارے علوم و جذبات کا مبدء ' منبع اور مرجع الیہ ہے - جسپر تو کامل بھروسہ کرسکتا ہے ' اور جس کے اندر تیري روح تسلي پاسکتي ہے "

یہ پر معني آواز سنتے ہي مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے کوئي بھولي ہوئي باتیں یاد دلاتا ہے اور میرے دل سے ہیبت اور خوف کا اثر زائل ہو جاتا ہے - میں سوچتا ہوں کہ کیا یہي وہ خداوندي پیغام ہے جو خدا کے برگزیدہ بندوں کے ذریعہ سے پہونچایا جاتا ہے ؟ میرا دل گواہي دیتا ہے کہ بیشک یہ وہي پیغام ہے

اس یقین کے پیدا ہوتے ہي لازوال امید اور ابدي راحت مسکراتي ہوئي سامنے آجاتي ہیں ' اور غیر فاني کامیابي ایک پري تمثال نازنین کي صورت میں نمودار ہوکر گوشۂ چشم سے مجھے اپني طرف بلاتي ہے - محبت بھري نظروں سے میري طرف دیکھتي اور تبسم کرتي ہے ' اور جس قدر میں آگے بڑھتا ہوں اوسي قدر وہ بھي میري طرف کو بڑھتي ہے - یہاں تک کہ اپنا اعجاز بھرا ہاتھہ میرے سینے پر رکھتي ہے ' اور طلسمي آواز سے کہتي ہے کہ " تیرے ایمان اور استقلال نے مجھے تیري کنیزي کي عزت بخش دي ہے "

آہ ! اس دلفریب آواز کا کان میں پڑنا اور ان نازک ہاتھوں کا دھڑکتے ہوے دل پر رکھا جانا غضب ہے - مجھپر فرط حیرت سے عالم بیخودي طاري ہو جاتا ہے ' اور میں مبہوت ہوکر آنکھیں بند کرلیتا ہوں - چشم زدن میں دو محبت بھرے ہاتھہ میرے دونوں شانوں کو ہلاتے ہوے معلوم ہوتے ہیں - میري آنکھیں کھل جاتي ہیں - کیا دیکھتا ہوں کہ وہي نیچر کي طاقتیں جو ابھي غضب آلود نگاہوں سے مجھے دیکھہ رہي تھیں میرے سامنے سر بسجود ہیں - امید و راحت میرے بازوؤں کو سہارا دیے کھڑي ہوں غیر فاني کامیابي کا ہاتھہ میرے سینے پر ہے ' اور وہ آنکھوں میں آنکھیں ڈالے میرے سامنے کھڑي ہے :

کیمیائیست عجب معرفت درگہ یار
خاک او گشتم و چندین درجاتم دادند

الہلال کی ایجنسی

ہندوستان کے تمام اردو ' بنگلہ ' گجراتي ' اور مرہٹي ہفتہ وار رسالوں میں الہلال پہلا رسالہ ہے ' جو باوجود ہفتہ وار ہونے کے روزانہ اخبارات کي طرح بکثرت متفرق فروخت ہوتا ہے - اگر آپ ایک عمدہ اور کامیاب تجارت کے متلاشي ہیں تو اپنے شہر کے لیے اسکے ایجنٹ بن جائیں -

علم هیئت کا ایک صفحه

کائنات الجو

(السر : مرزا محمد عسکري - بي - اے - لکهنوي)

جوّ ارض اور جوّ شمسي کا مقابله ار اونکے متعلق جدید تحقیقات

یه سن کے اکثر لوگوں کو تعجب هوگا' مگر محققین کا قول هے' که هم کو به نسبت خود اپنے جو کے آفتاب کے جو کا حال زیاده معلوم هے' اگر اس کا تصفیه آساني سے هو سکے که قرص آفتاب کي قلمرو کہاں تک هے' اور اوس کا حلقه کہاں سے شروع هوتا هے ؟ جو شمسي میں متعدد غازوں کا جو ایک عظیم الشان تلاطم اور تموج برپا رهتا هے' اوس کا صرف مشاهده هي ممکن نهیں' بلکه اس کا رقبه اور اس کي سرعت رفتار بهي هم آساني سے بتا سکتے هیں' اور کچهه عرصه سے ان غازوں کے افعال و خواص' اور ان کا ابس میں تناسب بهي هم پر منکشف هوگیا هے -

تحلیل شمسي اور آله " اسپکٹر اسکوپ "

شعاع شمسي کی تحلیل " اسپکٹر اسکوپ " کے ذریعه سے هوتي هے' جو علم طبعیات (فزکس) کا ایک بہت مشهور اور متداول آله هے - اس کے تجارب سے ثابت هو جاتا هے که اگر آفتاب محض ایک قرص نوری هوتا اور اوس کے چاروں طرف غازوں کا کوئي حلقه نهوتا' جیسا که همارى زمین کے چاروں طرف هے' تو همکو اُس کي شعاع آلۂ مذکور کے اندر سے اس طرح نظر آتي' جیسے قوس قزح کے مختلف رنگوں کی ایک ناهموار پٹی هوتی هے'

مگر در اصل ایسا نهیں هے - مختلف الوان قوسی کے علاوه کچهه سیاه اور دهاری دار خطوط بهي جا بجا اوس روشني میں ملے جلے نظر آتے هیں' اس سے صاف نتیجه نکلتا هے که کچهه خارجي اشیا بطور ایک حجاب کے همارے اور آفتاب کے درمیان حائل هیں -

اب اگر هم بعض دیگر اشیا کی روشني بهي اسي طرح اس آله کے ذریعه سے دیکهیں' تو اس میں بهي بعینه ویسے هي خطوط هم کو نظر آئینگے - اس سے معلوم هوا که وه غاز جو آفتاب کو گهیرے هوے هیں' اور یه چیزیں' دونوں ایک هی تهیں -

اس آله کے ذریعه سے هم ان غازوں کا درجۂ حرارت اور وزن بهي بخوبي دریافت کر سکتے هیں -

مذکورۂ بالا تجربه کے علاوه جدید طرق عکاسي کے ذریعه آفتاب کی مختلف تصویریں بهي مختلف قسم کي مخصوص روشنیوں میں لي گئي هیں' جن سے عجیب عجیب انکشاف هوے هیں - آفتاب کی شعاعوں میں ایک خاص قسم کي روشني شامل هے جسکو سائینس کي اصطلاح میں " کاشیم " کی روشني کہتے هیں - فرض کرو که ایک عکسي پلیٹ پر سواے " کاشیم " کے اور کسي قسم کي روشني نه ڈالي جاے اور اسي شیشه سے آفتاب کا فوٹو لیا جاے تو یه فوٹو صرف " کاشیم " کي شعاعوں کا کہا جائیگا -

اس اصول پر پروفیسر (هیلي) نے (جو رصدگاه شمسي واقع ماونٹ وس [امریکا] کے ایک مشهور اُستاد علم هیئت هیں) ایک آله ایجاد کیا هے جسکا نام " اسپکٹرو هلیوگراف " رکها هے - اسکے ذریعه آفتاب کي مختلف تصویریں' جدید طریق عکاسي کے بموجب صرف ایک هي روشني میں مثلاً " کاشیم " " هایڈروجن " یا " کاربن " وغیره کي روشني میں لي گئي هیں' جن میں قرص کے چاروں طرف خاص رنگوں کے حلقے نظر آتے هیں -

جـــو ارضـــي

یه عجیب بات هے که خود اپنے گهر کا حال به نسبت پرائے گهر کے هم بہت کم جانتے هیں' یعنے زمین کے جو کے متعلق همارا علم اوتنا وسیع اور زیر مشاهده و استقرا نهیں' جتنا که جو شمسي کے متعلق هے - گو هوا کے دو مشهور جزو " اکسیجن " اور " نائٹروجن " ایک عرصه دراز سے همکو معلوم هیں' لیکن تیسرا جزو " آرگن " جسکے کاشف سائنس کے فاضل اجل لارڈ (ریلے) اور سر (رایم ریمسے) هیں' اور جسکي مقدار هوا میں ابخرۂ مائیه سے کسي طرح کم نهیں' ابهي پورے بیس برس بهي نهیں هوے که دریافت هوا هے -

یهي حال غاز " هلیم " کا بهي هے جو " آرگن " کے بہت بعد دریافت هوا - مگر اس کا وجود آفتاب میں بہت پیشتر سے معلوم تها -

" هلیوم " کے بعد البته بہت سے نئے غازوں کا پته لگا' مثلاً

(۱) " نیون " مکتشفه پروفیسر رامسے جسکا ثقل مابین " هلیوم " اور " آرگن " کے هے - یعنے " هلیوم " سے زیاده بهاري اور " آرگن " سے زیاده هلکي - (۲) " کرپٹن " (۳) " زینن "

اگر " آرگن " بوجه قلت مقدار (سو حصوں میں ایک حصه) ابتک ناپید رهي' تو نمبر (۲) و (۳) به سبب اپني انتهائي لطافت و رقت کے پردۂ راز میں مخفي تهیں - نمبر (۲) هوا کے دس لاکهه حصوں میں سے ایک حصه' اور نمبر (۳) اس سے بهي بیس گني زیاده لطیف و رقیق هے - یعنے ۲ - کرور حصوں میں صرف ایک حصه هے !!

هوا کي بلندي سمندر کي سطح سے ایک سو اسي میل تسلیم کي گئي هے - یعنے اتنے فاصلے تک ایسے طبیعي مناظر نظر آتے هیں جن کے واسطے هوا کي موجودگي کي ضرورت هے -

مثلاً قطب شمالي کا وه عجیب منظر جو " ارورا بوریلس " (شفق شمالي) کے نام سے مشهور هے' اور ممالک قطبیه شمالي میں اکثر رات کے وقت نظر آتا هے - حکما اس کا سبب تموجات برقیه بتاتے هیں - اس منظر کی کیفیت یه هے که ممالک مذکوره میں بعض اوقات افق شمال سے روشني کي دهاریاں آسمان میں سمت الراس تک پہونچتي هوئي نظر آتي هیں - معلوم هوتا هے که لاکهوں شهاب ثاقب ٹوٹ رهے هیں - کبهي یه دلکش طلسمي نظاره بصورت قوسي مشرق سے مغرب تک' اور کبهي متموج شعاعوں میں بهي جلوه گر هوتا هے - اس کا رنگ هلکے نارنجي سے لیکر گهرے سرخ تک هوتا هے - جب یهی مناظر قطب جنوبي میں نظر آتے هیں تو شفق ان کو جنوبي (ارورا اسٹرلیس) کہتے هیں -

شہاب ثاقب جنکا سبب اصلی بعض اجزاے مادی کا ہوا کے ساتھہ تصادم ہے ۱۲۵ - میل سے زیادہ ارتفاع پر نظر نہیں آتے ' مگر یہ ارتفاع خواہ ۱۸۰ - میل ہو یا ۱۲۵ - میل ' یہ امر کسی طرح متحقق نہیں ہوسکتا کہ اوپر کے طبقوں میں ہوا کی ترکیب و امتزاج کس قسم کا ہے ؟ ابر کی انتہائی بلندی صرف ۱۰ - میل ہے اور کو غبارے اس سے کہیں زیادہ بلند یعنے ۱۹ - میل تک جاسکتے ہیں ' مگر انکی اوسط پرواز ۷ - میل سے زیادہ نہیں کہی جاسکتی - پس اس سے زیادہ بلندی پر مشاہدہ اور تجربہ کا کچھہ دسترس نہیں چل سکتا ' اور ہماری معلومات ان طبقات بالائی کی نسبت اگر کچھہ نہیں تو زیادہ سے زیادہ رقیع قیاسات کہی جاسکتی ہیں -

البتہ - میل کے ارتفاع پر جو امر تجربہ میں آگئے ہیں وہ یہ ہیں کہ بخارات مائیہ وہاں کا لعدم ہیں اور درجۂ حرارت جو زمین سے تدریجا کم ہوتا جاتا ہے وہاں پہنچکر قائم ہو جاتا ہے -

یا ایک معتدبہ فاصلہ تک برابر قائم رہتا ہے - درجۂ حرارت مقامات مذکورہ میں ۵۵ - (مقیاس سنٹگرید) نقطۂ انجماد کے نیچے ہے -

مقامات مذکورہ تک ہوا میں بسبب حرارت آفتاب اور نیز بسبب زمین کی حرکت دوری کے ' برابر تموج اور تلاطم ملتا ہے ' جس کی وجہ سے مختلف غازوں کی ترکیب و امتزاج میں کوئی فرق نہیں پڑنے پاتا - وہ آپس میں خوب ملی جلی رہتی ہیں ' مگر اس سے بلندی پر کمی حرارت یا شدت برودت کی وجہ سے ان بالائی اور زیریں تموجات کا پتہ کہیں نہیں چلتا ' جو نیچے کی ہوا میں امتزاج کے باعث ہوتے ہیں - لہذا حکما کا قیاس ہے کہ زیادہ بلندی پر یہ امتزاج ایسا نہیں ہے جیسا کہ سطح زمین کے قریب ہے ' بلکہ وہاں مختلف غاز محض اپنے ثقل متناسبہ کے اعتبار سے تہ بر تہ قائم ہیں - جیسا کہ ہم ایک ظرف میں تیل ' پانی اور پارہ ملاکر اور خوب ہلاکر چھوڑدیں ' تو تھوڑی ہی دیر میں یہ تینوں چیزیں اپنی اپنی جگہ پر تلے اوپر قائم ہوجائینگی -

پس اسی طرح قیاس کیا جاتا ہے کہ اعلی طبقوں میں ایک خاص تہ " ہایڈروجن " کی محیط ہے ' جسکے اوپر " ہلیوم " ہے -

گذشتہ سال پروفیسر (ویجنر) نے طبقہ " ہایڈروجن " کی موجودگی کی نسبت بحث کرتے ہوے بہت معقول ثبوت پیش کیے تھے ' اور فاصلہ تقریباً ۷۰ - میل بتایا تھا - یہ بھی کہا تھا کہ زبردست قراین سے کہا جا سکتا ہے کہ اس سے زائد بلندی پر ایک اور غاز کا پتہ چلتا ہے جسکا نام " جیوکارونیم " ہے اور جو " ہایڈروجن " سے کہیں زیادہ ہلکی ہے -

یہ غاز آفتاب میں ایک عرصے سے دریافت ہوچکی ہے ' مگر زمین پر ابھی اسکا کہیں پتہ نہیں - پروفیسر ناسینی البتہ خوش ہیں کہ ایک مرتبہ انہوں نے اس کی جھلک اٹلی کے کسی آتش فشاں پہاڑ میں دیکھہ لی تھی ' مگر عام نظروں سے یہ نازک اندام پری ابتک غائب ' اور عام سطح سے ابتک دور ہی دور رہتی ہے -

مگر ایک بڑا نقص ہمارے معلومات متعلقہ جو شمسی میں یہ ہے کہ ہمکو اوس کی وسعت کا حال مطلق معلوم نہیں ' اور نہ کسی موجودہ آلہ کی مدد سے معلوم ہونے کی کوئی امید ہے - ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ قرص کہانتک ہے ' اور جو اس قدر ہے ؟ بلکہ اگر حکیم (آغست اشمط) کا قول تسلیم کیا جاے تو ماننا پڑتا ہے کہ قرص کوئی شے ہی نہیں ' محض ایک مرئی دھوکا ہے - اگر یہ تھیوری صحیح ہے تو اسکی دریافت کا سہرا مرحوم (غالب) کے سر ہے جو پہلے ہی کہہ گیا ہے :

ہیں ستارے کچھہ ' نظر آتے ہیں کچھہ
دیتے ہیں دھوکا یہ بازیگر کھلا !

المسئلة والمناظرة

" حظ و کرب " یا " لذت و الم " ؟

(۱)

(مسٹر عبد الماجد بی - اے - از لکھنؤ)

۹ - اگست کے پرچہ میں جناب نے پھر حظ و کرب کے مسئلہ کو چھیڑا ہے ' اور اس سلسلہ میں وضع اصطلاحات علمیہ کے متعلق کچھہ عام مواعظ بھی ارشاد فرمائے ہیں جو باعث صد مشکوری ہیں - یہ شاید عام دستور ہے کہ مدعی کو آخری جواب کا حق حاصل ہوتا ہے ' پس اگر میں اس عام قاعدہ سے فایدہ اٹھا کر جناب کے ارشادات کے متعلق دوبارہ کچھہ گذارش کروں تو غالباً اپنے حدود سے تجاوز کرنے کا مجرم نہ قرار پاؤں گا -

میں جواب و جواب الجواب کا ایک نہ ختم ہونے والا سلسلہ قائم کرکے اس مسئلہ کی مناظرانہ حیثیت نہیں پیدا کرنی چاہتا ' تاہم چونکہ میرے نزدیک ایک علمی سوال کے حل کرنے میں جناب کو بعض غلط فہمیاں ہو رہی ہیں ' میں ان کا اظہار اپنے اوپر فرض جانتا ہوں ' علی الخصوص اس حالت میں کہ اس کا تعلق براہ راست مجھہ سے بھی ہے

جناب کا یہ ارشاد بالکل ہی صحیح ' اور ایک ناقابل انکار حقیقت پر مبنی ہے کہ میں مثنوی زہر عشق یا فریاد داغ نہیں لکھہ رہا ہوں - لیکن غالبا بیجا نہ ہو ' اگر میں بھی ایک مساوی درجہ کا مدعی علی الحقیقت دعوی جناب کے گوش گذار کردوں ' اور وہ یہ ہے کہ میں عربی میں نہیں بلکہ اردو میں کتاب لکھہ رہا ہوں ' اور اسلیے مجھے یہ بار بار یاد دلانا کہ " عربی زبان و علوم میں لذت و الم بعینہ اسی پہلو کو ادا کرتا ہوا مستعمل ہے ' جسکا میں متلاشی ہوں " مجھے ایک قطعی غیر متعلق بحث چھیڑ دینے کی ترغیب دینا ہے -

سوال یہ ' اور صرف یہ ہے ' کہ (Pleasure) اور (Pain) کا صحیح مفہوم اردو میں کون سے الفاظ ادا کرتے ہیں ؟ جناب کا ارشاد ہے کہ لذت و الم - اور میرا خیال ہے کہ حظ و کرب ' آپ اپنے دعوی پر عربی لغت سے حجت لاتے ہیں ' اور میں اپنی تائید میں اردو محاورہ و لغت کو پیش کرتا ہوں - آپ اردو لغات سے استشہاد کرنے پر اظہار افسوس کرتے ہیں ' لیکن میں سمجھتا ہوں کہ اس سے زیادہ افسوس ناک یہ امر ہے کہ خود اردو بولنے والوں کو اردو الفاظ کی تحقیق کے لیے عربی لغات کی جانب رجوع کرنا پڑے - آپ حیرت سے فرمائینگے ' کہ حظ و کرب تو خاص عربی الفاظ ہیں ' انہیں اردو کہنا کیونکر جائز ہے ؟ لیکن عرض یہ ہے کہ جس وقت وہ اردو عبارت میں استعمال کیے جارہے ہیں ' وہ یقینا اردو ہیں - ورنہ اگر آپ کے اس اصول کو وسعت دی جاے ' کہ ہر اردو لفظ کی تحقیق ' اس زبان کے لغت سے کرنی چاہیے ' جس سے وہ آیا ہے ' تو اردو کے پاس باقی ہی کیا رہ جاتا ہے ؟

اصل مسئلہ ختم ہوگیا ' رہا یہ سوال کہ اہل فارس ' لذت و حظ کو مرادف سمجھتے ہیں یا نہیں ؟ تو مجھے اس بحث سے اس موقع پر کوئی واسطہ نہیں ' اسلیے کہ میں پھر یاد دلاتا ہوں کہ میری کتاب جس طرح عربی میں نہیں ' اسی طرح فارسی

میں بھی نہیں - لیکن چونکہ جناب اسی پہلو پر خصوصیت کے ساتھہ زور دے رہے ہیں ' یہانتک کہ جناب کو محض اسی کے واسطے اپنے پہلے دعوی میں ' جو (بہ قول جناب ہی کے) احتیاطاً اور حفظ آداب تحریر پر مبنی تھا ' ترمیم کرنا پڑی ہے ' اسلیے مجھے بھی مجبوراً کچھہ عرض کرنا پڑتا ہے - جناب ایک ایسے لہجہ میں جو بہ ظاہر تلقید و تنقیح سے ارفع معلوم ہوتا ہے ' ارشاد فرماتے ہیں :

" اب میں مسٹر موصوف کو یقین دلاتا ہوں ' کہ فارسی میں کبھی کوئی پڑھا لکھا آدمی حظ کو لذت " کے معنی میں بولنے کی افسوسناک غلطی نہیں کر سکتا - حظ فارسی میں بھی ہمیشہ حصہ اور نصیب کے معنی میں بولا جاتا ہے "

اور اس کے ثبوت میں غالب کا ایک شعر پیش کرنا کافی سمجھتے ہیں جس میں حظ کو حصہ کے معنی میں استعمال کیا گیا ہے - اس سے قطع نظر کرکے ' کہ منطقی حیثیت سے یہ دلیل آپکے دعوے کے لیے کہاں تک مفید ہے ' مجھے صرف یہ کہنا ہے کہ واقعات اس قطعی اور غیر مقید فیصلہ کی تائید نہیں کرتے - افسوس ہے کہ بہار عجم وغیرہ اس وقت سامنے موجود نہیں ' ورنہ غالباً بہ قید صفحہ و سطر میں یہ بتا سکتا کہ فارسی کے متعدد لغت نویسوں نے حظ کو لذت و مسرت کے معنی میں استعمال کرنے کی " افسوسناک غلطی " کی ہے - خوش قسمتی سے غیاث البتہ میز پر موجود ہے - اس کی عبارت یہ ہے : " حظ بہرہ و نصیب و در بہار عجم نوشتہ کہ فارسیاں بہ معنی خوشی و خرمی استعمال کنند " (صفحہ ۱۷۴ مطبوعۂ کانپور)

اس سے بڑھہ کر یہ کہ مستشرقین یورپ کے فارسی لغات جس قدر میری نظر سے گزرے ہیں ' اُن سب میں حظ کے معنی یا تو صرف " مسرت " کے دیے ہیں ' اور یا اُسکے یہ معنی ' منجملہ دیگر معانی کے تحریر کیے ہیں ' لیکن ایسا کوئی لغت نہیں گزرا ' جس میں حظ اور لذت کو مرادف قرار دینے کی افسوسناک غلطی نہ کی گئی ہو - آپ کی تشفی کی غرض سے میں چند لغات کی اصل عبارتیں درج ذیل کرتا ہوں ' اور اگر ضرورت ہوئی ' تو اس سے زائد شواہد حاضر کرنے کو تیار ہوں - پروفیسر پامر ' جو کیمبرج یونیورسٹی میں عربی کے پروفیسر تھے ' اپنے مختصر فارسی ' انگریزی لغت میں لکھتے ہیں :

" حظ (hazz) Pleasure, Delight. حظ کردن To Enjoy "
((Concise Persian Dictionary) P 199 - 200

یعنی ' حظ ' بہ معنی ' لذت و مسرت اور ' حظ کردن ' بہ معنی لطف اُٹھانا -

ڈاکٹر ولکنس ' جنکا فارسی ' عربی لغت ' رچرڈسن کے مشہور و مستند لغت سے ماخوذ ہے ' لکھتے ہیں :

" حظ (hazz) Happiness " (Wilkin's Persian Arabic and English locubvary".) p. 226

اس میں میں نے اقتباس نہیں کیا ' بلکہ اس نے حظ کے معنی ' صرف " مسرت " کے دیے ہیں -

مشہور محقق ' ڈاکٹر اسٹین گاس ' اپنے مبسوط لغت میں فرماتے ہیں :

" حظ (hazz) Being blessed with prosperity, ... good fortunes; happiness, pleasure, delight, flavour, taste, a part, portion ... حظ فانی , The fading pleasure, حظ کردن To enjoy; حظ نفسانی Sensual pleasure ' (Stringass's Persian and English Dictionary). p. 423.

" یعنی حظ ' کے معنی ہیں جائداد و دولت سے خوش بخت ہونا ' ... مسرت ' لذت ' انبساط ' ذایقہ ' مزہ ' حصہ ' ٹکڑا ' وغیرہ حظ فانی ' یعنی فنا ہونے والے لذات - حظ کردن ' یعنی لطف اُٹھانا - حظ نفسانی ' یعنی لذات حسی "

غور فرمائیے کہ یہ اہل لغت ' نہ صرف " حظ " کو لذت کے معنے میں استعمال کرتے ہیں ' بلکہ اس سے جتنے تراکیب پیدا کرتے ہیں ' (حظ فانی ' حظ نفسانی ' حظ کردن ' وغیرہ) اُن سب میں بھی حظ کے معنی لذت اور صرف لذت کے لیتے ہیں -

آخر میں یہ کہنا باقی رہ گیا ہے ' کہ میں ایک مدت کی سعی و تلاش کے بعد ' جو اگرچہ یقیناً محدود تھی ' مگر شاید نا قابل لحاظ نہ تھی ' اس نتیجہ پر پہنچا تھا ' کہ مسلمانوں نے اصناف فلسفہ میں سے صرف دو چیزوں کو ہاتھہ لگایا تھا ' الہیات اور منطق قیاس ' اور اس لیے فلسفہ کی جدید شاخوں مثلاً منطق استقرا ' نفسیات (Psychology) ' علمیات (Epistemology) ' جمالیات (Æsthetics) اور اخلاقیات اپنے جدید معنی میں (Ethics) وغیرہ ' کے متعلق عربی زبان میں مواد موجود نہیں ' لیکن اب مجھہ سے یہ باور کرنے کے لیے ' کہا جاتا ہے کہ :

" فلسفہ میں بہتر سے بہتر صحیح عربی الفاظ مل سکتے ہیں ' بہ شرطیکہ تلاش کیے جائیں " -

یہ دعوی میرے لیے جس قدر حیرت انگیز ہے اس سے زیادہ مسرت انگیز ہے ' بہ شرطیکہ ' اس کی تائید واقعات کی زبان سے ہو ' اور اگر الہلال کی کوششوں سے اس سخت غلط فہمی کا پردہ میرے اور مجھہ جیسے صدہا ناواقفوں کے سامنے سے اُٹھہ جاے تو بلاشبہ یہ اسکی ایک قابل لحاظ علمی خدمت ہوگی -

(۲)

—:*****:—

جناب خان بہادر سید اکبر حسین صاحب

جناب والا ! حظ و کرب اور لذت و الم کے مقدمہ میں اگر میری گواہی کچھہ وقعت رکھتی ہو تو آپ اپنا گواہ مجھکو قرار دے سکتے ہیں ' اگرچہ مجھکو شبہ ہے ' راحت و الم کہوں یا لذت و الم ؟ مسٹر عبد الماجد صاحب سے چند روز ہوے الہ آباد میں مجھے ملنے کا شرف حاصل ہوا تھا ' اور میں نے اُن سے درخواست کی تھی کہ تحریر مضامین فلسفہ کے لیے ایک فرہنگ کی ضرورت ہے - اُنہوں نے کچھہ مشکلات بیان کی تھیں ' اور اُنکا فرمانا بجا تھا - درحقیقت بڑا کام ہوگا اگر مسٹر ممدوح ایک مجموعہ الفاظ یکجا کرلیں ' اور مغربی خیالات کو اُردو میں لکھنے میں مدد ملے -

معلوم ہونا چاہیے کہ الفاظ حظ و کرب یا لذت و الم کن انگریزی لفظوں کے مقابلے میں تجویز کیے جاتے ہیں - غالباً پین اینڈ پلیزر - مسٹر محمد علی صاحب کا ایڈرس ارشاد ہو تو ارادہ ہے کہ اُن سے مراسلت کروں -

غبطۃ الناظر

سوانح عمری شیخ عبد القادر جیلانی (رض) عربی زبان میں تالیف ابن حجر عسقلانی - خدا بخش خاں کے کتبخانہ کے ایک نایاب قلمی نسخہ سے چھاپی گئی - کاغذ ولایتی صفحہ ۵۶ قیمت صرف ۸ - آنہ علاوہ محصول ڈاک - صرف ۵۰ کاپیاں رہگئی ہیں - ملنے کا پتہ - سپرنٹنڈنٹ - ایکر ہوسٹل ڈاکخانہ دھرمتلہ - کلکتہ -

(۳)

(خدا بندہ - از جونپور)

الہلال مورخہ ۶ - اگست سنہ ۱۹۱۳ ع ' اور شاید اس سے قبل کے دو مختلف و متفاوت الاوقات نمبروں میں " حظ و کرب " کی ایک دل آویز ادبی بحث شائع ہوچکی ہے ' اس دائرے میں میرا نقطہ نظریہ ہے :

(۱) عربی و فارسی میں فی الواقع " حظ " کا صحیح استعمال " لذت " و " راحت " کے لیے نہیں ہوا ' اور نہ ہوسکتا ہے ' اردو میں بے شبہ یہ استعمال آجکل مروج ہے ' لیکن اساتذۂ لغت کا ہنوز اس پر اجماع نہیں ' پھر کیا ضرور ہے کہ علمی اصطلاح کی ترجمانی کے لیے زبان میں جب ایک صحیح لفظ موجود ہے تو اس پر غیر صحیح کو ترجیح دی جائے ؟

(۲) افسوس ہے کہ فارسی زبان کا کوئی معتمد و قابل استناد لغت نہ مرتب ہوا اور نہ موجود ہے ' ایک " شرفنامہ " تھا ' مگر اب تک شائع ہی نہیں ہوا ' رشیدی ' جہانگیری ' برہان ' مؤید الفضلا ' اس فن کی متداول کتابیں ہیں ' ان کی یہ حالت ہے کہ مشاہیر شعرا کے کلام سے لغت کا استقرا کرنے میں کنایات و استعارات و تشبیہات کو بھی لغت سمجھ لیتے ہیں ' بلکہ بعض اوقات نسق کلام کے خصوصیات کا ایک جداگانہ لغت فرض کرلیتے ہیں ' اہل زبان آجکل کے " تولیے " کے مفہوم کو " آبچین " سے ادا کرتے تھے ' اس معنے میں عمومیت تھی ' اس میں کوئی تخصیص نہ تھی ' لغت آفریدوں کو شاہنامۂ فردوسی میں یہ مصرع مل گیا کہ :

ندارم بہ مرگ آبچین و کفن

موقع و محل کے سیاق نے ان کو مجبور کیا کہ اظہار تنوع کے لیے ایک مستقل لغت قائم کردیں ' آبچین کے معنے اب اس خاص تولیے کے لیے گئے جس سے میت کو غسل دینے کے بعد لاش کو پونچھتے ہیں ' غرض کہ ایسے ایسے بکثرت شتر گربہ ' موجود ہیں جن پر نظر پڑنے کے بعد اس قسم کی کتابوں سے اعتماد اٹھ جاتا ہے -

(۳) اس گروہ کے بعد ایک اصطلاح آفریں گروہ پیدا ہوا جس کے سرخیل ایک ہندو کایستھ (لالہ ٹیک چند مولف بہار عجم) اور ایک مسلمان افغان (خان آرزو مولف سراج اللغہ) تھے ' ان بزرگوں کی وسعت نظر اور تتبع عرب کی یہ کیفیت ہے کہ " بنگالا " کا ایک لغت قائم کرتے ہیں اور پھر " بنگالہ " سے تطبیق دینے کے لیے اخذ ورد کرتے ہیں ' ایک ایرانی شاعر نے ایک سلام ظریفی کے موقعہ پر کہا تھا : یہ اور رانیاں ہندوستان ' اس کا دوسرا مصرع نہایت سخیف تھا ' اس میں ہندی زبان کے ایک فحش لفظ کو کسی قدر غلطی کے ساتھ نظم کیا تھا ' لغویین نے یہ تو اعتراض کردیا کہ ایرانی ہوکر ہندوستان کی صحیح زبان سے واقف نہیں ' مگر یہ کسی نے نہ کہا کہ مسلمان ہوکر شاعری کی لطافت وطہارت کو فحشاء و منکر سے آلودہ و ملوث کررہا ہے ' صائب کا شعر ہے :

نشاط عمر ملاقات دوستداران است

چہ حظ برد خضر از عمر جاوداں تنہا ؟

میرے پاس دیوان صائب خود مصنف کے عہد کا موجود ہے اور اس میں یہ شعر یوں ہی مذکور ہے ' اور دوسرے فن بھی اس کی تائید ہوتی ہے ' لیکن اتفاق سے ان بزرگوں کو جو نسخہ ملا اس میں شعر یوں تھا :

نشاط عمر ملاقات دوستداراں است

چہ حظ کند خضر از عمر جاوداں تنہا ؟

مفہوم تبدیل ہونے کے لیے اتنی تبدیلی کافی تھی ' حظ کے معنے لذت و راحت کے بن گئے -

(۴) سب سے آخری جماعت فرہنگ اندراج کے ہم صفیروں کی ہے جن کی تخلیق کا مادہ زیادہ تر نولکشور پریس نے بہم پہونچایا تھا ' اس جماعت کے امام ملا غیاث الدین رامپوری (مولف غیاث اللغات) تھے ' جن کے تبحر کا یہ عالم ہے کہ " سقسطہ " کو " سقسطہ " فصل القاف میں لکھتے ہیں " موارہ " کو " پھوارا " کا معرب بتاتے ہیں " نگ " کو فارسی سمجھ کر " نگین " کا مخفف کہتے ہیں ' و نحو ذلک ' عہد جدید کی ایرانی تالیف " فرہنگ انجمن آرای ناصری " کو تحقیق سے لکھی گئی ' مگر اس کا ماخذ بھی زیادہ تر رشیدی وغیرہ ہیں ' ظاہر ہے کہ فن لغت میں ایسی کتابوں کی کیا وقعت ہوسکتی ہے ؟

(۵) ایک نیا لغت نویس فرقہ مستشرقین فرنگ کا پیدا ہوگیا ہے جس میں دو عجیب اضداد مجتمع ہیں :

(الف) یہ فرقہ اتباع و تقلید سے ایک قدم آگے نہیں بڑھتا ' حتی کہ اغلاط میں بھی اس کا طرز عمل تقلید کو فرض سمجھتا ہے -

(ب) یہ فرقہ اتباع و تقلید کو نہایت مذموم سمجھتا ہے ' خود اجتہاد کرتا ہے ' مگر اس اجتہاد سے جو بات پیدا ہوتی ہے وہ بسا اوقات مغربی ہو تو ہو مگر مشرقی تو کسی طرح نہیں ہوسکتی

اس فرقے کے شغف علمی و سعی تحقیق و نشر علوم و آثار کا میں جس قدر احسانمند ہوں اسی قدر اس کی بے معنی بلند پروازیاں اذیت دیتی ہیں ' جن کی مفصل تشریح بشرط فرصت ایک جداگانہ مضمون میں کرونگا -

(۶) آپ کا یہ بیان شاید زیادہ مبالغہ آمیز نہوگا کہ تلاش کرنے سے جدید ترمیں علوم و فنون کی ان اصطلاحوں کے لیے بھی جن کا مفہوم بالکل ہی نیا ہے ' عربی زبان میں بہت سے الفاظ مل سکتے ہیں ' میں اس ذیل میں فرانسیسی زبان کے بعض علمی مصطلحات کو بطور نمونہ پیش کرنا چاہتا ہوں جو اپنی تکوین کے ساتھ ہی عربی لباس میں آگئے ہیں ' مثلاً :

(۱) ثروت ... ... Patrimoine

(۲) اشیاء مثالی و قیمتی ... ... Choses fonegibles & Ch. Non fongibles :

(۳) حق مسیل ... ... Servitude d'aqueduc & Serv. d'ecoulement des eaux :

(۴) ید ... Possession / Occupation

(۵) استیلاء ... Occupation / Appropriation

(۶) التصاق ... ... Accession :

(۷) مرجحہ و سالبہ ... ... Presc. extinctive, Prescription Acquisitive

(۸) حکمی ... Interruption Civile—Civile :

(۹) استرجاع ... ... Action Paulienne :

(۱۰) استصداع ... ... Louage d'industrie

(۱۱) ودیع ... ... Depositaire

(۱۲) ودیعۂ ناقصہ ... ... Depot irregulier

(۱۳) ودیعۂ جاریہ ... ... Depot d'hotellerie :

(۱۴) حیازت ... ... Gage :

شئون داخلیہ

مشہد کانپور

رویت و روایت

کلکٹر کانپور نے بارے کے شہیدوں کی تعداد صرف بائیس دکھائی ہے - یہاں کے عام مسلمانوں کے خیال میں اصل تعداد اس سے کہیں زیادہ ہے' اس خبر کو عام شہرت حاصل ہے کہ اکثر زخمی بھی شہید کردیے گئے' اور انکو ٹھیلوں پر لادکر لیجا کے دریا میں بہا دیا - یہاں پر اکثر مقاموں سے جو بیرسٹر آئے ہیں' وہ ان خاص خاص لوگوں سے کچھہ معمولی طور پر حالات دریافت کرتے ہیں' جو نہ موقعہ واردات پر موجود تھے اور نہ بعد میں پہونچے - آپکو معلوم ہے کہ جو دلی خیرخواہ لیڈر قوم کے تھے سب حوالات میں بھیجدیے گئے' اور جو باقی ہیں وہ بیچارے قانونی شکنجے میں ایسے کھینچے ہوے ہیں کہ ذرا ہاتھہ پانوں ہلائیں اور حوالات کے سپرد کردیے جائیں کہ یہ اشتعال میں شریک تھے' گو وہ یہ کرسکتے ہیں کہ جو بیرسٹر صاحبان تشریف لاے ہیں انکی توجہ اسطرف مبذول کرادیں - اکثر شہید مسجد متنازع کے قرب و جوار کے ہیں' اگر دس آدمی چاہیں تو تین گھنٹے میں اسکا پتہ لگا سکتے ہیں' اور اس بنا پر مقدمہ کو تقویت ہوجائیگی - سو بیرسٹروں کے یہاں آنے کی خبر ہے - پانچ چھہ بیرسٹر واقعہ کے دوسرے دن سے یہاں پر موجود ہیں' مگر اسکی کسی کو فکر نہیں - ایک آیا دوسرا گیا - برابر یہ کیفیت ہے تار نہیں ٹوٹتا'

سرکاری بیان پر هم جرح نہیں کرنا چاہتے' لیکن دوسرے جانب کیا خود مظلوموں کا یہ بیان نہیں ہے کہ اصل میں یہ بلوا پولیس کے تشدد سے ہوا - مسلمان صرف جھنڈے کو مسجد کے منہدم حصہ پر نصب کرنے گئے تھے - پولیس کو خیال پیدا ہوا کہ یہ مجمع شروع ہوگیا مسجد بنانے کی غرض سے آیا ہے' اسنے تشدد شروع کیا' یہاں بھی جوش میں سب خیال تھا - ترکی بہ ترکی جواب - اہل پولیس بھاگ کھڑے ہوئے - کوتوال شہر آئے اور طرفین سے اینٹوں کا مینھہ برسایا گیا - کوتوال بھی وہاں سے غائب ہوئے - پھر کلکٹر صاحب مع سواروں اور پیادوں کے آئے' اور انہوں نے دور هی سے فیر کا حکم دیا - دو یا تین فیر اوپر کیطرف کرکے پھر بلوا کرنے والوں کیطرف فیر کیے جانے لگے' اینٹوں سے ترکی بہ ترکی جواب دیا گیا - پھر کہاں بندوق اور برچھے اور کہاں اینٹ کی بوچھار - پندرہ منٹ کے اندر لاش پر لاش گر گئی - مگر قدم پیچھے نہیں ہٹایا سب اسی جگہ شہید اور زخمی ہوکر گر پڑے' تماشائی کئی ہزار کی تعداد میں جمع تھے' یہ کیفیت دیکھکر بھاگے -

کیا یہ واقعہ نہیں کہ سوار آگے بڑھے جو لوگ مسجد بنا رہے تھے ان لوگوں کو گرفتار کرلیا' اور گلیوں اور گھروں میں گھس کر جو تماشائی بھاگے جاتے تھے انپر بھی حملہ کیا - اکثر بھاگ گئے' اکثر زخمی ہوئے اور مرے - جن میں کئی ہندو تھے -

کیا یہ اتہام کہ کلکٹر نے کوئی زیادتی نہیں کی' اور مسلمانوں کا پہلے سے بلوے کا ارادہ تھا' اور ایک مولوی نے مسلمانوں کا جوش بہت بڑھا دیا' بالکل جھوٹ نہیں ہے ؟

کیا کلکٹر نے گرفتاراں بلا کو سخت اذیت نہیں دی ؟ - یعنی بندوق کے کندوں سے اکثر کو نہیں پٹوایا' اور سخت و سست نہیں کہا ؟

ممکن ہے یہ واقعات غلط هوں اور یہ بھی ممکن ہے کہ صحیح نکلیں' لیکن گورنمنٹ کو غور کرنا چاہیے کہ ایسی حالت میں کہ عامة الناس' حکام کانپور کو ایک فریق سمجھہ رہے ہیں' کیا یہ مناسب نہیں ہے کہ ایک خاص غیر سرکاری کمیشن کے ذریعہ سے جسکو عام اعتماد حاصل ہو' ان معاملات کی تحقیق و تفتیش کرائی جاے ؟

اگر مسلمانوں کا پہلے سے ارادہ ہوتا تو تیس ۳۰ - پینتیس ۳۵ - ہزار آدمی شہر میں موجود تھا انکو لانے میں کونسا امر مانع تھا ؟ اور کچھہ نہیں تو ایک ایک ڈنڈا هی لیتے آتے' یا جو جس کے پاس ہوتا - مولوی صاحب نے کون سی بات خلاف قانون کہی تھی ؟ انہوں نے کیا یہی نہیں کہا تھا کہ "یہ ایک چانس هم اور سرکار کو دیاے ہیں' اگر ابکی بھی ہماری آرزوئیں بوٹ کی ٹھوکروں سے پامال کردی گئیں تو هم خود مسجد بنانے کی کوشش کرینگے" - (ناظر)

(۲)

کانپور کے شفاخانے میں ایک زخمی بچہ تڑپ رہا ہے - ۳ - اگست کے مقتل میں یہ مجروح ہوا ہے' اور اب اس وقت بڑی بے تابی سے اپنی ماں کو یاد کرکے کہہ رہا ہے :

اے میری پیاری اماں ! تو اسوقت کہاں تھی جسوقت زہر کی بجھی ہوئی چھری میرے اس ننھے سے جسم میں تیرائی گئی تھی' اور میں اپنے خون میں لوٹ رہا تھا - ہاے تو اسوقت ہوتی تو کیا کرتی ؟ مجھے گود میں لے لیتی' اور میرا خون ناحق جو تونے ۱۱ - برس سے اپنا خون پلا پلا کے پالا تھا اپنے دوپٹہ سے پونچھتی جاتی' مگر اچھا ہوا کہ تو نہ ہوئی - اب میرے زخموں کا درد جو میرے زخموں کے ٹانکے ٹوٹ جانے سے اور بھی بڑھ گیا ہے مجھے ایک لمحہ بھی چین نہیں لینے دیتا - ایک سنگین کا زخم کاری جو میرے پہلو میں ہے' یہی کمبخت مجھے کچھہ ساعت کا مہمان بنالے ہوئے ہے - اے میری ماں ! آ اور میرا آخری دیدار کرلے' مگر ہاے ! تو یہاں کیسے آسکتی ہے ؟ سنگینوں کے پہرے میں میں دم توڑ رہا ہوں - میں جانتا ہوں کہ تیرے کلیجے میں آگ لگی ہوگی' مگر گھبرا نہیں' میرا خون ناحق وہ خون نہیں ہے جو مسٹر ٹائلر کے دامن سے بغیر میرا خونبہا لیے ہوے دھل سکے -

اے ہندوستان کے مسلمانو ! تم اگر دیکھہ سکتے ہو تو میرے پاس آؤ' تمہاری قوم کا ایک ۱۱ - برس کا بچہ دم توڑ رہا ہے - میں اسوقت اپنے رسول کی گود میں ہوں' تمہاری قومی ہمدردی کا آنحضرت سے تذکرہ کرونگا - میں نامراد اسوقت دنیا سے جا رہا ہوں - میرے ننھے ننھے ہاتھوں سے میرا سلام لو' میری بس یہی خواہش ہے کہ تم اپنی اس مچھلی بازار کانپور کی مسجد کو جس پر میرے خون کی چھینٹیں اتنک نمایاں ہیں' ہاتھ سے نہ جانے دو - تم کو زور نہیں' میرا پیغام لیڈی ہارڈنگ کو پہونچا دو جنہوں نے ۴ - جون کو اعلان کیا تھا کہ جسقدر ننھے ننھے یتیم بچے اور بیکس لڑکے ہیں میں انکی ماں ہوں - کیا میری ماں یہ سنکے چپ ہو جائیگی کہ اسکا ایک بچہ مسٹر ٹائلر کے ظالمانہ حکم کی بدولت چور چور کردیا جاے' اور وہ کچھہ نہ کرے جبکہ سب کچھہ کرسکتی ہے - اے قوم اگر تونے جائز طریق پر کچھہ نہ کیا اور چپ ہورہی تو میرے خون کی جوابدہ روز قیامت ہوگی - انا للہ و انا الیہ راجعون -

(نیاز - فتحپوری)

(۳)

کانپور سے میں ابھی واپس آیا ہوں ، مجھے افسوس ہے کہ بلواے کانپور کے متعلق اکثر نہایت ضروری واقعات اخبارات میں نہیں آئے ہیں ، درحقیقت اب تک جو کچھہ شائع ہوا ہے اسکے پڑھنے سے اون ہیبت ناک واقعات کا صحیح اندازہ ہونا ممکن ہی نہیں جو ۳ - اگست کو کانپور میں پیش آئے ہیں -

مسجد میں داخل ہوتے ہی جو چیز پہلے نظر آتی ہے وہ محراب والی یعنی مسجد کی پشت والی دیوار پر گولیوں کے نشانات ہیں ، یہ نشانات اکثر چھت کی سطح زیریں پر بھی نظر آتے ہیں ، لیکن جو بات سب سے زیادہ توجہ کے قابل ہے وہ یہ ہے کہ مسجد کے اندر بھی محراب مسجد سے ۶ - ۷ فٹ کے فاصلے پر دونوں جانب گولیوں کے بے شمار نشان ہیں ، بظاہر یہ کسیطرح ممکن نہیں معلوم ہوتا کہ یہ نشانات بیرون مسجد سے چلائی ہوئی گولیوں کے ہوں ، یہ نشانات اوسی صورت میں پڑ سکتے ہیں کہ پولیس نے اندر آکر فیر کیے ہوں -

خون کے نشانات اور بڑے بڑے چھکتے بہت سے دیکھے گئے ، مسجد میں داخل ہوتے ہوے ممکن نہیں کہ اوس خون آلودہ نشان پر نظر نہ پڑے جو چوکھٹ کے اوپر کے حصہ پر پڑا ہوا ہے ، یہ خون آلودہ نشان اس امر کی مزید شہادت ہے کہ خدا کے گھر میں تعدی و خون ریزی کیگئی - موقع پر مسلم پولیس کی خونریزی اس منظر کی ہیبت میں اور بھی اضافہ کرتی ہے ، مگر ساتھہ ہی دیکھنے والے کو اوس مشہور مثل کی صداقت بھی جتاتی ہے کہ " گھوڑے کی چوری ہو جانے کے بعد اصطبل کے دروازہ میں قفل ڈالنا بے سود ہے " -

اگر مسٹر ٹائلر پہلے ہی احتیاط سے کام لیے ہوتے اور مسجد کی طرف مسلم پولیس متعین کردیے ہوتے تو غالباً بلوہ ہی نہ ہوتا ، آخری چیز جو مسجد میں مجھے دکھائی گئی وہ چند دریاں تھیں جو اون مقتولین و مجروحین کے خون میں ڈوبی ہوئی ہیں جن پر مجسٹریٹ کے حکم سے فیر کیے گیے -

مسٹر ٹائلر کی عنایت سے میں جیل اور ہسپتال میں بھی جاسکا ، میں نے مولانا آزاد سبحانی اور ان کے دوستوں کو جیل کی تکلیف دہ زندگی میں روزہ دار اور مطمئن و بشاش پایا ، بہت دیر تک ان صاحبوں سے باتیں ہوتی رہیں ، میری روانگی سے کچھہ پہلے مولانا آزاد نے اپنے ہندوستانی ہم مذہبوں تک پہونچانیکے لیے مجھے ایک پیغام دیا ، اونھوں نے فرمایا کہ " مہربانی کرکے مسلمان بھائیوں سے کہدیجیے کہ وہ ہماری رہائی کی فکر میں اپنے اپکو پریشان نہ کریں بلکہ مسجد کی حفاظت کے لیے کوشش کریں " - کل ایک سو پانچ مسلمان اس جیل میں زیر حراست ہیں جن پر مقدمہ چلایا جانے والا ہے -

جیل سے میں ہسپتال گیا جہاں عمارت کے ایک گوشہ میں ۳ - اگست کے زخمی پڑے ہوے ہیں ، ۱۰ - تاریخ کو جب میں اون لوگوں کو دیکھنے گیا ہوں اونکی تعداد ۲۵ - تھی ، انمیں سے دو (اشفاق الہی - نور الہی) محض بچے ہیں ، ایک ۱۱ سال کا ہے اور دوسرا ۱۳ - برس کا ہے ، اشفاق الہی کے دماغ میں گولی لگی ہے ، جسکے صدمہ سے وہ لب گور تھا ، ڈاکٹر نے مجھہ سے کہا کہ نور الہی بھی چند گھنٹوں کا مہمان ہے - وہ بڑا دردناک منظر تھا جب میں نے ان دونوں بچوں کو برابر برابر دو چارپائیوں پر پڑے ہوئے دیکھا ، اشفاق الہی بالکل بے ہوش تھا - لیکن نور الہی کی بہکی ہوئی باتیں سننے والے کو یہ بات یاد دلاتی تھیں کہ حکومت برطانیہ کی تاریخ میں کبھی کسی مجمع پر ، خواہ یہ ہی صورت واقعہ ہو جو کانپور میں پیش آئی یا اس سے بھی زیادہ سخت ہو ، اس طرح گولیاں نہیں چلائی گئی ہونگی -

سنہ ۱۹۰۷ ع میں جو بلوہ کلکتہ میں ہوا تھا وہ ہم میں سے اکثروں کو اچھی طرح یاد ہوگا ، بقرعید کے موقع پر کلکتہ و تناولی کے بارے تو اوسی زمانہ میں ہوئے ہونگے جب سر جیمس مسٹن گورنمنٹ کے سکریٹری مالیات تھے ، لیکن کیا اس طرح کلکتہ کے پریسیڈنسی مجسٹریٹ اور تناولی کے ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ نے بلوائیوں کے قتل عام کا حکم دیا تھا جس طرح ہز مجسٹی کی رعایا مجسٹریٹ کانپور کے حکم سے ذبح کی گئی ؟

اس بے رحمی سے تو میرے خیال میں کبھی بندر بھی نہ مارے گئے ہونگے -

میں اپنے موضوع سے دور ہوگیا ، میں نے زخمیوں کے زخم دیکھے ، اون میں سے جو کوئی گفتگو کرسکتا تھا اوس سے میں نے دریافت کیا کہ اوس نے کیونکر اور کس صورت میں زخم کھایا ہے ؟ مجھے اسکی ضرورت نہیں ہے کہ عدالت کے فرائض اپنے ذمہ لے کر یہ بیان کروں کہ یہ لوگ کس طرح اور کدھر اوس وقت مسجد کے نزدیک موجود تھے ؟ لیکن کیا یہ امر قابل غور نہیں ہے کہ بہت سے لوگ جنکے چہرے لگے تھے چھریاں کھا کر بھاگے ، پولس نے اون پر سختی سے حملہ کیا اور کرچوں ، بھالوں ، اور سنا تو ہے کہ تلواروں تک کا استعمال نہایت آزادی کے ساتھہ کیا گیا ، اکثر لوگوں کا یہ خیال ہے کہ محض بندوق ہی سے کام لیا گیا ، مگر کوئی امر اس سے زیادہ حقیقت واقعہ سے بعید نہیں ہوسکتا -

اصل واقعہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ گولیاں چلانے کے بعد بھی پولس نے بھالوں اور کرچوں وغیرہ سے مجمع پر نہایت وحشیانہ حملہ کیا ، اگر زخمیوں کے بیان کو صحیح مانا جاے تو پولس کا یہ حملہ نہایت سخت اور وحشیانہ تھا -

اگر مجروحین کے بیان سے قطع نظر بھی کرلی جاے تب بھی زخمیوں کی جو کیفیت تھی اوس کے دیکھنے سے خود ظاہر ہوتا ہے کہ یہ زخم ایسے لوگوں کے لگائے ہوے نہیں جو جوش انتقام کی آگ سے شرر بار ہورہے تھے ، بھالوں اور بندوقوں کے کندوں کے زخم اکثر پشت اور سر کے پچھلے حصوں پر تھے جس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ ان لوگوں پر اسوقت وار کیا گیا جبکہ وہ بھاگ رہے تھے -

باوجود اسکے ہز آنر ہمارے افسروں کی انسانیت سے بہت متاثر نظر آتے ہیں ، اسی طرح پولیس کے اس طرز عمل سے کہ " بلوے کے فرو ہوتے ہی اونھوں نے نہایت فراخ دلی سے مجروحین کی مدد کی اور اوس حالت میں جو کچھہ آرام اونکو پہونچانا ممکن تھا وہ پہونچایا " اور پھر اس طرز عمل سے کہ " مجسٹریٹ اور سپرنٹنڈنٹ پولیس کی سرکردگی میں پولیس نے تمام اس قسم کے فضول افعال سے اجتناب کیا جن سے انتقام کی بو آتی ہے " ہز آنر متاثر ہوے بغیر نہیں رہے -

کیا کرچوں ، بھالوں ، لکڑیوں ، ڈنڈوں کا استعمال بھاگے ہوے لوگوں اور اون زخمیوں پر جو زخم کھاکر گرچکے تھے ایک ایسا فعل نہیں ہے جس سے انتقام کی بو آتی ہے ؟ چوتھی اور پانچویں اگست کو اپنے دوران قیام کانپور میں سنا ہے کہ ہز آنر تین مرتبہ ہسپتال تشریف لیگئے ، ہز آنر نے ذیل کے اشخاص کے زخموں کو بچشم خود دیکھا ہے :

عبدالواحد - عبد الشکور - اعظم خاں - محمد خاں - عطا حسین - عبد اللہ - امیر الدین - علاؤ الدین - بخت علی - اور سلیمان -

کیا زخمیوں کی حالت اور زخموں کا محل و موقع ہز آنر کے افسروں کی انسانیت کو ثابت کرتا ہے ؟ اور کیا زخموں کے دیکھنے کے بعد یہ

نہیں کہا جاسکتا کہ پولیس نے اپنے جذبات انتقام کی عنان ڈھیلی نہیں ہونے دی ؟ اگر ہم ایک شخص کو دیکھیں جسکے ارچین ہوچکی گئی ہوں، باھرقوں کے کندوں اور لاٹھیوں سے اوسکو زخمی کیا گیا ہو، دراں حالے کہ وہ پہلے ہی بندوق کے چھرّوں سے گرچکا ہو، تو اس سے پولیس کی انسانیت کا ثبوت تو کہیں نہیں ملتا -

با وجود اس کے نہ ہزآنر کا قول یہی ہے اور خیال بھی کہ " امن عام میں سخت اور غیر معمولی خلل واقع ہوا اور حکام اس امر پر مجبور ہوے کہ اوسکو روکنے کے لیے جسقدر پولیس اونکے پاس تھی اوسکو کام میں لائیں " ابھی تو یہی ثابت کرنا ہے کہ آیا امن عام میں خلل واقع ہوا بھی تھا یا نہیں ؟ جو زخمی مجھے دکھلائے گئے وہ قابل نہ تھے اونکو تو یہ عام شکایت تھی کہ اوندر مسجد اسلحے لیکر نہیں گئے اور بعض اسلحے انکو زخمی کیا گیا کہ اوس دن وہ اتفاقاً مسجد کے قریب موجود تھے، خیر یہ معاملہ تو عدالت میں طے ہوگا -

یہ سب گو کہ اوس برتاؤ سے ہوش تھے جو حوالات میں اونکے ساتھ کیا جارہا ہے لیکن پولیس کی " انسانیت " کی لمبی چوڑی داستانیں سنائے تھے، ہم نہایت زور و شور سے سن رہے ہیں کہ گرفتاروں میں نہایت احتیاط برتی گئی ہے، لیکن جو کچھ میں نے کانپور میں سنا اوس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس واقعہ کے کئی دن بعد تک نہایت دہشت ناک حالت رہی، اس امر کا ثبوت خود مسٹر ٹائلر کا وہ اعلان امن ہے جو پانچویں چھٹی اگست کو انہوں نے شائع کیا ہے، اگر اہل شہر انتہائی خوف اور بد حواسی کی حالت میں نہ تھے تو اس قسم کے اعلان شائع کرنے کی کیا ضرورت پیش آئی ؟ بعض اخباروں کے کارسپانڈنس نے جاوے کے متعلق متعدد مسلمانوں سے ملاقات کی تاکہ حکام کے طرز عمل کی نسبت لوگوں کے خیالات معلوم کریں، لیکن آپ امید کرسکتے ہیں کہ اس حالت میں جبکہ انتہائی دہشت چھائی ہوئی ہو لوگوں کے صحیح خیالات انکو معلوم ہوسکیں گے ؟ دراں حالیکہ اس قسم کے خیالات میں مسٹر ٹائلر کی جلد بازی اور بے پروائی پر حرف زنی ہوتی ہو ؟

یہ واقعہ بھی قابل غور ہے کہ باوجود اس کے کہ بہت سے کابلی عید گاہ کے جلسہ میں اور مسجد کے نزدیک موجود تھے، اور باوجود اس کے کہ وہ اشتعال انگیز گفتگو کر رہے تھے، اون میں سے کسی ایک شخص کے بھی ذرا سی چوٹ نہیں آئی اور نہ اون میں سے کوئی پکڑا گیا کانپور میں خیال یہ ہے کہ کابلی خاص طور پر اس کام کے لیے متعین کیے گئے تھے کہ لوگوں کو بھڑکائیں اور مارو گرائیں، بہر صورت یہ ایک واقعہ ہے، جو اون لوگوں کو پیش نظر رکھنا چاہیے، جو بلوائے کانپور کے اسباب کی تحقیقات کریں -

اس سلسلے میں یہ بھی بتانا چاہتا ہوں کہ مسٹر ٹائلر کے ذریعہ سے جو خود یقیناً ایک فریق ہیں، اس واقعہ کی تحقیقات پبلک کو ہرگز مطمئن نہیں کرسکتی -

جو لوگ بلوائی کہے جاتے ہیں صرف انہیں کا طرز عمل اس قابل نہیں ہے کہ اوس کی تحقیقات کیجائے ؟ بلکہ مسٹر ٹائلر نے خود بھی کچھہ کم حصہ نہیں لیا ہے، اگر یہ خواہش ہے کہ تحقیق کرنے والوں پر پبلک بھروسہ کرے اور وہ الزامات کو غیر طرفداری کے ساتھہ تسلیم کرلیں، تو یہ مقصد حاصل نہیں ہو سکتا، تاوقتے کہ گورنمنٹ سرکاری اور غیر سرکاری لوگوں کا ایک ایسا کمیشن مقرر نہ کرے جسمیں یوروپین اور مسلمان دونوں ہوں، کمیشن کو پورے پورے اختیارات حاصل ہوں کہ وہ اوس بلوے کے اسباب کی اچھی طرح تفتیش کرے، اور دیکھے کہ مسٹر ٹائلر کا یہ عمل کہانتک حق بہ جانب تھا کہ اونھوں نے فیر کرنے کا حکم دیا، اور پندرہ منٹ تک گولیوں کی بارش کو جاری رکھا، جس میں خود مسٹر ٹائلر کو اعتراف ہے کہ ۵۰۰ کارتوس استعمال ہوئے، انصاف اور اصول حکومت اس کا متقاضی ہے کہ مسٹر ٹائلر ایک منٹ بھی کانپور نہ رہنے دے جائیں، اس مبادلہ سے گورنمنٹ کی عظمت کو نقصان پہونچنے کا کوئی سوال پیش نہیں آسکتا - کسی کی خواہش نہیں ہے کہ خواہ مخواہ اونکا درجہ توڑا جائے یا اون پر تہدید کیجائے، جب تک کہ اچھی طرح تفتیش کرنیکے بعد اونکا قصور ثابت نہ ہوجائے اونکا درجہ اسی طرح قائم رہے -

میں ہزآنر کی انصاف پسندی سے اپیل کرتا ہوں، وہ غور فرمائیں کہ آیا ایسی حالت میں کہ مسٹر ٹائلر ضلع کے حاکم اعلی رہیں کیونکر ان ۱۳۰ - آدمیوں کے حق میں، جو اسوقت زیر حراست ہیں، منصفانہ عدالتی کارروائی کی امید کیجا سکتی ہے ؟ اور باتوں سے قطع نظر کرکے بھی یہ سوال باقی رہتا ہے کہ کیا اونکی موجودگی مقامی پولیس کو جائز اور ناجائز طریقوں سے ملزموں کے خلاف ثبوت بہم پہچانے کی محرک نہ ہوگی ؟ اب بھی شکایتیں کی جارہی ہیں کہ ایک ضرورت سے زیادہ کارگزار افسر پولیس نے گواہوں سے اپنی مرضی کے مطابق شہادت دلانے کے لیے ضرور تشدد سے کام لیا ہے -

اب ہمیں دیکھنا ہے کہ اینده ہمکو کیا کرنا ہے - کیا ہم ہاتھہ پر ہاتھہ پر رکھے رہینگے ؟ اور اون لوگوں کی لیے کوشش نہ کرینگے ؟ ہماری خود داری سے یہ امر بعید ہے کہ مقتولین کے پسماندہ ناچار بے یار و مددگار رہیں، سب سے زیادہ اہم تو یہ سوال ہے کہ کیا ہم مسجد کے منہدم شدہ حصہ کی واپسی کیلیے تمام قانونی اور باقاعدہ کوششوں سے قطع نظر کرلیں ؟

ہم نے اس فیصلہ کے خلاف ہزآنر سے اپیل کی تھی، لکھنؤ میں ۱۵ آگست کو ہزآنر نے اس اپیل کی سماعت بھی فرمائی، جس کا نتیجہ ظاہر ہے، بدقسمتی سے اپیل کی سماعت سے پہلے ڈگری جاری ہو چکی تھی، فرض کرلیجیے کہ سر جیمس مسٹن مسٹر ٹائلر کے ہم آواز ہیں، تو کیا حضور وایسرائے کو یہ اختیار سے نہیں ہے کہ کانپور میں ہمارے ساتھہ جو نا انصافی ہوئی ہے اوسکا مداوا کریں ؟ - کیا ہم وزیر ہند کی خدمت میں ایک وفد (ڈیپوٹیشن) نہیں بھیج سکتے جو ہمارے معاملہ کو انڈیا ہاؤس (دفتر وزارت ہند) کے سامنے پیش کرے ؟ کیا اوس دارالعدل میں بھی جسکا نام پارلیمنٹ برطانیہ ہے اور جس نے ہمیشہ سے، ہندوستان اور ہندوستانیوں کے ساتھہ انصاف کیا ہے، ہمارے ساتھہ انصاف نہ کیا جائیگا ؟ -

ہم کو عظیم الشان برطانی قوم کی عدل پروری اور انصاف پسندی پر بھروسہ ہونا چاہیے، ہمیں شورش جاری رکھنی چاہیے اور تمام قانونی اور باقاعدہ طریقوں سے اپنے مقصد کے حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہیے - اگر ہماری شکایات محض خیالی نہیں ہیں ؟ اگر منہدم شدہ حصہ اصل مسجد کا حصہ ہے ؟ اگر قانون اسلام کی رو سے کوئی وقف کسی دوسرے کام کے لیے منتقل نہیں کیا جاسکتا ؟ غرضکہ اگر ہمارے مولوی اور ماہرین قانون اسلام کو مسٹر ٹائلر اور مسٹر سم سے بہتر جانتے ہیں ؟ تو ہمیں یقین رکھنا چاہئے کہ ہم ضرور کامیاب ہونگے - ہماری قوم نے اپنے اون ہم مذہبوں کی تکالیف رفع کرنیکے لیے جو ٹرکی میں رہتے ہیں، نہایت فراخ دلی سے چندے دے ہیں، کیا وہ اپنے کانپوری عزیز و اقربا کو افلاس میں مبتلا دیکھہ سکتے ہیں ؟ کیا وہ ان زخمیوں کو بے کسی کی حالت میں مر جانے دینگے ؟ کیا وہ اس سخت بے حرمتی کے دھبے کو مٹانے کی تمام قانونی کوششیں نکرینگے جس نے ملک کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک سخت احساس پیدا کردیا ہے ؟

اس سے کیا ہوتا ہے کہ ہز آنر ایک مولوی صاحب کے مشورہ کرتے ہیں جن کی ایک درخواست اوس جایداد کی واگذاشت کے لیے لوکل گورنمنٹ کے سامنے پیش ہے جو سنہ ۱۸۰۷ع میں ضبط ہوگئی تھی ؟ - یا ہز آنر محض خان بہادروں سے استفسار راے کرتے ہیں ؟ استفسار بھی قانون اسلام کے متعلق ! اور وہ بھی ایسے حضرات سے جن کے معلومات ہز آنر سے بھی کم ہیں ' سب باتوں سے قطع نظر بھی کرلیجیے تب بھی جو شخص موقع کو جا کر دیکھیگا وہ سواے اس کے اور کچھہ نہیں کہہ سکتا کہ منہدم شدہ عمارت مسجد کا ایسا ہی ایک حصہ تھی جیسے کہ اور ہیں ' ہمیں مندرجہ بالا کاموں کیلیے ڈیڑھہ لاکھہ روپے کی ضرورت ہے کیا اوس قوم کے لیے یہ رقم کچھہ بہت ہے جس نے درد افتادہ ترکوں کیلیے (۷۰) ستر لاکھہ کے قریب بھیجے ہیں اور تیس لاکھہ علیگڈہ مسلم یونیورسٹی کیلیے جمع کردیے ؟ - ہرگز نہیں -

اسوقت نہ ترکوں کو یاد کرو اور نہ یونیورسٹی کے خواب دیکھو ' جب تک کہ یہ بے حرمتی کا دھبہ اور یہ ناانصافی ' جو ابھی ابھی اس سلسلے میں ہماری قوم کے ساتھہ کی گئی ہے ' قائم رہے ؟ رعایاے برطانیہ ہونے کی حیثیت سے اپنے فرایض سے نہ بھاگو اور اپنے حقوق کے استعمال کرنے سے دریغ نکرو -

مانا کہ مسٹر ڈ لیلر شاید بہت ہی طاقتور شخص ہوں ' مگر کیا برطانی قوم اون سے زیادہ طاقتور نہیں ہے ؟ اور کیا سر بیمفا الدولر طاقتور نہ تھے ؟ روہیلکھنڈ کے مسلمانوں کے ایک ادنی نیازمند کی حیثیت سے ' میں اس تحریک کے لیے ' جو میں نے بیان کی ہے ' ڈھائی سو روپے بھیج رہا ہوں ' مجھے امید ہے کہ روہیلکھنڈ کے مشہور قوم پرست ' اپنے کانپوری ہم مذہبوں کی مالی امداد کرنے میں دریغ نہ کرینگے - اسلام اس ملک میں ہر مسلمان سے مسلمانان کانپور کی خاطر اپنے تمام فرایض کو سرانجام دینے کا متوقع ہے ' اور خداے اسلام خود اس غرض کے لیے اپنے بندوں سے قرض مانگ رہا ہے - فمن ذا الذی یقرض الله قرضاً حسناً یضاعفه له ؟

آنریبل ' سید رضا علی - بی - اے - ایل - ایل - بی

وکیل ہائی کورٹ الہ آباد

(٤)

مچھلی بازار کانپور کے حادثے میں بہت سے بیگناہ مسلمان شہید ہوے ہیں اور ایک تعداد کثیر مسلمانونکی زیر حراست ہے اسکی امداد کے لیے لکھنؤ میں ایک کمیٹی قائم ہوئی ہے ' جس کا منشاء شہداء کے پس ماندوں کی مالی امداد اور ملزموں کے مقدمات کی پیروی کرنا ہے - اعزازی خازن سید ظہور احمد صاحب وکیل ہائیکورٹ لکھنؤ مقرر ہوے ہیں ' رر چندہ خازن صاحب موصوف کو بھیجنا چاہئے یا الہ آباد بنیک میں جس سے کہ اس کمیٹی نے حساب کھولا ہے ' داخل کردیا جائے اور اسکی اطلاع خازن صاحب موصوف کو دیجائے -

(محمد وسیم - بیرسٹر ایٹ لا - لکھنؤ - آنریری سکریٹری)

(۵)

۱۴ اگست سنہ ۹۱۳ ع کو انجمن معین الاسلام (کلکتہ) کے ماتحت ایک کمیٹی قائم ہوئی جس کے اغراض و مقاصد صرف یہ حد تک محدود ہیں کہ اهل و عیال شہداے کانپور کی امداد کرے ' زخمیوں اور قیدیوں کو مالی مدد دے اور مقدمات کے لیے کافی سرمایہ بہم پہونچالے - کمیٹی نے مختلف ذرایع سے چندے وصول کرنے کی تدبیریں شروع کردی ہیں

(مخبر)

(٦)

حکام کانپور کی بے عنوانیوں کو ملحوظ رکھتے ہوے قدرۃً یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ مسٹر ٹائلر ' مسٹر سیم ' صاحب سرپرنٹنڈنٹ پولیس ' اور پولیس وغیرہ کے دوسرے افراد و اشخاص پر ' جو مسلمانوں کے قتل و نہب و عدوان و غارت میں ' بشرطیکہ تحقیق کے بعد شہادت عامہ صحیح نکلیں تو ' نہایت شرمناک حصہ لے چکے ہیں ' کیوں نہ باقاعدہ مقدمات دائر کیے جائیں ؟ میری راے میں ایسا ضرور ہونا چاہئے

(حکیم ایم - رکن الدین ' دانا)

(۷)

شہداے کانپور ! تم حق و صدق کے لیے شہید ہوئے یا نفسانیت کے لیے ؟ نفسانیت پیش نظر تھی تو ویل لکم ثم ویل لکم ' اور اگر اسلام کی راہ میں شہادت ہوئی تو کیا تمہاری خدمت اب ہم پر صرف اتنی ہی فرض ہے کہ زمین کے ایک گوشہ میں تمہیں ہم سونپ دیں ؟ اور کیا تمہارا حق زمین پر اب صرف اسیقدر رہ گیا ہے کہ زمین کا کچھہ حصہ لیکر تم ہمیشہ کیلیے اوس میں راحت کی نیند سورہو ؟ نہیں تم تو ساری نعمتوں کے حقدار ہو - اور تمہارے خدا نے تمہیں اسی لیے بلایا ہے کہ وہ سب کچھہ تمہیں دیدے جسکے تم مستحق ہو -

اے وہ لوگو کہ ایک مرتبہ موت و حیات کی کشمکش سے چھوٹکر ہمیشہ کے لیے فنا و زوال سے محفوظ رہوگے - کیا تم اُن زخمیوں کو اپنے ہمراہ لینا پسند نہ کروگے جو ابھی تک جاں بلب ہیں ؟ کیا تم ایک مرتبہ مرکر لازوال حیات کو حاصل کرلوگے ' اور یہ بد نصیب اسی طرح اپنی موت کی ایڑیاں رگڑتے رہیں گے -

اے زمین ! تو جسقدر عزت کرسکے کرلے کیونکہ یہ بہت جلد تجھسے جدا ہوکر اپنے خدا کے پاس ہمیشہ کیلئے جانیوالے ہیں تجھے بہت سی لاشیں میسر ہونگی بہت سے مخلصین ' بہت سے ہمدرد - بہت سے جوانمرد و بہادر ' بہت سے محبان وطن ' اور جاں نثاران ملت کی لاشیں تجھپر تڑپیں گی - لیکن یہ پرستاران دین حق ' یہ شہداے الله اکبر کی لاشیں ہیں ' یہ تجھے پھر کبھی نہ ہاتھہ آئیں گی - جتنا پیار اور محبت کرنا ہو کرلے - کہ وقت کم ہے - اور یہ بہت جلد تجھسے رخصت ہونیوالی ہیں -

اور اے آسمان ! تو بھی ان مظلوم لاشوں پر جتنا تاسف کرسکتا ہے کرلے - انکو ' کہ ان کی نگاہیں اب خود دنیا اور اوس کے تمام سامان و اسباب سے پھر گئیں - خوب اچھی طرح دیکھہ لے - اس وقت کے بعد پھر ہمیشہ ان کے دید کے لیے تیری آنکھیں ترسینگی - مگر تجھے دیکھنا نصیب نہ ہوگا اور اس دن کے لیے گواہ رہ جس دن کہ خداوند قہار و جبار کا تخت انصاف بچھایا جائیگا ' ظالم و مظلوم ' قاتل و مقتول ' دونو حاضر کیے جائینگے - یہ مقتول لاشیں اگر واقع میں مظلوم و بے قصور تھیں تو اپنے قاتلوں کا دامن تھامکر " بای ذنب قتلت " کے معنے پوچھینگی اور اپنا سرخ خونیں کپڑا ہاتھہ میں لیے ہوئے باری تعالے کے سامنے حاضر ہوکر انصاف کی طالب ہونگی -

چوں نگذرد نظری خونیں تن بحشر
خلقے فغاں کنند نہ این داد خواہ کیست

(ابوالحسنات)

تاریخ حیات اسلامیه

کا ایک ورق

زر اعانۂ مہاجرین عثمانیه

از جناب محمد مظفر خاں صاحب خریدار الہلال

میرے گھر میں فرزند تولد ہونے کي خوشي میں میرے مکرم و مہربان میاں عنایت الله خاں صاحب انسپکٹر کو اپریٹو کریڈٹ سوسائٹیز گوجرانواله نے مبلغ ۲۵ - روپیه نقد واسطے خیرات کرنیکے بطور صدقه نو مولود کے مجھے بھیجے جو میں اسي وقت بذریعه مني آڈر انکي خدمت میں بھیجتا ہوں که مہربانی فرما کر اس رقم کو چندہ مہاجرین و مساکین ترک کے فنڈ میں قبول فرمالیں - کیونکه ان سے زیادہ مستحق اسوقت کوئی اور نظر نہیں آتا ہے -

از جناب محمد بابر خاں صاحب از ٹانگہ ڈرجی

میري اہلیه نے حال میں انتقال کیا ہے - انکے ثواب رسانی کے لیے یہاں قران شریف پڑھا دیا ہے - ایسے موقع پر یہاں کھانا وغیرہ بھي کھلایا جاتا ہے - اس کار فضول کے عوض میں مبلغ دس روپیه بذریعه مني آرڈر روانه کرتا ہوں' آپ اس کو اعانۂ مہاجرین میں داخل کر دیں - اگر مناسب سمجھیں تو اس خط کو بھي شایع فرمالیں -

فہرست زر اعانۂ مہاجرین عثمانیه

(۱۰)

	پائي	آنه	روپیه
جناب عبد الرحیم صاحب	۰	۱۲	۷
جناب امتیاز علي صاحب - هیڈ ماسٹر - فالنل اسکول - ملیح آباد - لکھنو	۰	۰	۲
جناب سجادي بیگم صاحبه - اترولي - علیگڈہ -	۰	۸	۱
جناب مولوي عبد الرزاق صاحب نوادہ - کیاري	۰	۱۲	۳
جناب محمد بابر خانصاحب ٹانگہ ڈرجی	۰	۰	۱۰
جناب نصیر الرحمن خانصاحب - بونگ گڈہ علی گڈہ	۰	۰	۵
جناب والدہ احمد علي صاحب بذستہ - مظفر نگر	۰	۰	۱۰
جناب محمد صدیقي صاحب اگرہ	۰	۰	۵
جناب سید محمد اکبر صاحب - نائب تحصیلدار - گورلہا - جہانسی	۰	۰	۲۵
جناب محمد افضل خانصاحب وردي میجر زیارت - بلوچستان	۰	۰	۵
جناب نادر بخش صاحب - شاہجہانپور	۰	۱۴	۹
میزان	۰	۱۴	۸۴
سابق	۰	۹	۸۵۵۷
کل	۰	۷	۸۶۴۲

هذا بصائر للناس ، و هدی و رحمة لقوم یوقنون !

(۴۵ : ۱۹)

البصائر

ایک ماهوار دیني و علمي مجله

جس کا

اعلان پہلے " البیان " کے نام سے کیا گیا تھا -

وسط شوال سے شائع هونا شروع هوجائیگا

ضخامت کم از کم ۹۴ صفحه - قیمت سالانه چار روپیه مع محصول -

خریداران الہلال سے : ۳ - روپیه

اسکا اصلی موضوع یه هوگا که قران حکیم اور اس کے متعلق تمام علوم و معارف پر تحقیقات کا ایک نیا ذخیرہ فراہم کرے - اور ان موانع و مشکلات کو دور کرنے کي کوشش کرے ' جن کي وجه سے موجودہ طبقه روز بروز تعلیمات قرانیه سے نا آشنا هوتا جاتا ہے -

اسی کے ذیل میں علوم اسلامیه کا احیاء ' تاریخ ابوة و صحابۂ و تابعین کي ترویج ' آثار سلف کي تدوین ' اور اردو زبان میں علوم مفیدۂ حدیثه کے تراجم ' اور جرائد و مجلات یورپ و مصر پر نقد و اقتباس بھي هوگا - تا هم یه امور ضمني هونگے ' اور اصل سعي یه هوگي که رسالے کے هر باب میں قران حکیم کے علوم و معارف کا ذخیرہ فراهم کرے - مثلاً تفسیر کے باب میں تفسیر هوگي ' حدیث کے باب میں احادیث متعلق تفسیر پر بحث کي جائیگي - آثار صحابه کے تحت میں تفسیر صحابه کي تحقیق ' تاریخ کے ذیل میں قران کریم کي تنزیل و ترتیب و اشاعت کي تاریخ ' علوم کے نیچے علوم قرانیه کے مباحث اور اسی طرح دیگر ابواب میں بھي - وہ موضوع وحید پیش نظر رهیگا -

اس سے مقصود یه هے که مسلمانوں کے سامنے بدفعۂ واحد قرآن کریم کو مختلف اشکال و مباحث میں اس طرح پیش کیا جاے که عظمت کلام الہی کا اندازہ کر سکیں - و ما توفیقي الا بالله - علیه توکلت و الیه انیب -

القسم العربی

یعنی " البصائر " کا عربي ایڈیشن

جو

وسط شوال سے شائع هونا شروع هوجائیگا

اور

جس کا مقصد وحید جامعۂ اسلامیه ' احیاء لغة اسلامیه اور ممالک اسلامیه کے لیے مسلمانان هند کے جذبات و خیالات کي ترجمانی ہے -

الہلال کي تقطیع اور ضخامت

قیمت سالانه مع محصول هندوستان کے لیے : ۲ - روپیه ۸ - آنه

ممالک غیر : ۵ - شلنگ -

درخواستیں اس پته سے آئیں :

نمبر (۱۴) - مکلوڈ اسٹریٹ - کلکته

PRINTED & PUBLISHED BY A. K. AZAD, AT THE HILAL ELECTRICAL PRESS PRG. HOUSE, 7/1 McLEOD STREET, CALCUTTA

لا تهنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان كنتم مؤمنين (القرآن الحکیم)

"Al-Hilal,

Proprietor & Chief Editor:

Abul Kalam Azad,

7-1, MacLeod Street.

CALCUTTA.

Yearly Subscription, Rs. 8.

Half-yearly „ „ 4-12

الہلال

ایک ہفتہ وار مصور رسالہ

میر مسئول و خصوصی
احمد المکلم الدہلوی

مقام اشاعت
۷ - ۱ مکلاوڈ اسٹریٹ
کلکتہ

قیمت
سالانہ ۸ روپیہ
ششماہی ۴ روپیہ ۱۲ آنہ

جلد ۳ | کلکتہ : چہار شنبہ ۲۴ رمضان ۱۳۳۱ ہجری | نمبر ۹

Calcutta · Wednesday, August 27, 1913.

فہرست

تصاویر

اطلاع

ایڈیٹر الہلال

ایڈیٹر الہلال مسوری سے کلکتہ آگئے ہیں - اب انکی تمام خط و کتابت بدستور دفتر کے پتے سے ہو - (منیجر)

مالک "مسلم گزٹ" جواب دیں

بعض صحیح ذرائع سے مجھے کلکتہ آتے ہوے راہ میں معلوم ہوا کہ ڈپٹی کمشنر لکھنؤ کے کسی پرائیوٹ حکم کی بنا پر مالک مسلم گزٹ نے مولوی سید وحید الدین صاحب سلیم کو ایڈیٹری سے الگ کردیا' اور وہ جبراً مجبور کیے گیے کہ شام سے پہلے لکھنؤ چھوڑ دیں !!

واقعہ کی صورت یہ ہے کہ ڈپٹی کمشنر نے میر جان صاحب مالک مسلم گزٹ کو بلایا اور کہا کہ وہ فوراً مولوی سلیم صاحب کو الگ کردیں ورنہ وہ آخیر مقدمہ قائم کریگے -

اسی کی تعمیل تھی جو انہوں نے فوراً کردی

میں بذریعہ اخبار کے عاماً حالات دریافت کرنے پر مجبور ہوں - میر جان صاحب براہ کرم فوراً اصلی حالات شائع کردیں - اگر آیندہ ہفتے تک انہوں نے حالات شائع نہ کیے تو پھر مجھے جو کچھہ لکھنا ہے' لکھونگا - (ایڈیٹر)

شذرات

ھذی فعالھم ، فاین المنصف ؟

یسومونکم سوء العذاب ، یذبحون ابناءکم ، ویستحیون نساءکم ، وفی ذلکم بلاء من ربکم عظیم (۲ - ع ۶)

کہ وہ تمکو بڑی بڑی تکلیفیں پہونچا رہے ہیں ، تمہاری اولاد کو ذبح کرتے ہیں ، تمہاری عورتوں کو داسی کے لیے جیتے رہنے دیتے ہیں ، اس بات میں خدا کی جانب سے تمہارا بڑا امتحان ہو رہا ہے

" مقدونیہ میں آؤ اور ہماری مدد کرو " کے عنوان سے مظالم بلقان کے خلاف تراوں نے انگریزی عدل و انصاف سے جو اپیل کی تھی ، اُس کا کم از کم اتنا اثر تو ضرور ہوا کہ ہندوستان میں گورنمنٹ ہند نے اُس کی اشاعت جرم عظیم قرار دی - ۲۶ اگست سنہ ۱۹۱۳ ع کو ہائی کورٹ کلکتہ میں سرکاری ایڈوکیٹ (قانونی مستشار) نے اس کی وجہ یہی بیان کی کہ پمفلیٹ میں جنگ بلقان کو حروب صلیبیہ سے تعبیہ دیگئی ہے ، اسے مذہبی جنگ قرار دیا ہے ، اور اس کے واقعات بھی مبالغہ آمیز ہیں - ممکن ہے ، منع نشر و اشاعت کے لیے یہ چیزیں بھی ضروری ہوں ، اور یہ بھی ممکن ہے کہ اشاعت روک دینے سے واقعات مظالم زیادہ نمایاں طور پر ملک میں برملا نہ ہونے پائیں ، لیکن اس حقیقت کا اخفا کیونکر ممکن ہے کہ یورپ کے عام اخباروں میں بھی وہی داستانیں ابتک شائع ہو رہی ہیں جن کی اشاعت نے اس پمفلٹ کا داخلہ ممنوع قرار دیا ہے -

دده آغاج کے فرانسیسی قونصل نے فرانسیسی سفارت کو ایک تار بھیجا ہے جسمیں ان فظائع و مظالم کو بیان کیا ہے جو بلغاریوں نے مسلمانوں اور یونانیوں پر کیے ہیں ، یہ بھی لکھا ہے کہ جنگی جہاز بھیجے جائیں تا کہ بلغاریوں کے مظالم سے بھاگنے والے اسمیں پناہ لے سکیں -

اخبار " ایلین " کو خبر ملی ہے کہ رودسٹو کو چھوڑنے سے پہلے اسمیں آگ لگادی گئی ، اور ان تمام شہروں کے مسلمانوں اور یونانیوں پر جو ساحل بحیرہ مارمورہ پر آباد تھے سخت شرمناک مظالم کیے گئے -

اتھینس کی کمپنی کو یہ معلوم ہوا ہے کہ مفلس دیران نے ان ۵ - ہزار یتیم بچوں کی حمایت کے لیے اپیل کی ہے ، جنکے ماں باپ کو بلغاریوں نے نہایت بیرحمی کے ساتھہ ذبح کیا ہے -

صوبۂ ادرنہ میں ایک مقام " وریدہ " واقع ہے ، جس کے محلہ " عاندور " میں عثمان آفندی نامی ایک مسلمان کا گھر تھا - ادرنہ (ایڈریا نوپل) جب بلغاریوں کے قبضے میں آیا تو تمام مسلمانان شہر کے ساتھہ یہ غریب بھی گرفتار ہوا اور سب کی طرح اسے بھی عیسائی بنایا گیا - دارالحکومۃ بلغاریا (صوفیا) میں ہنوز یہ بیچارہ قید ہے ، اور عیسائی ہوجانے پر بھی اس کو رستگاری نہیں ملی ہے - اُس کا اور اُس کے خاندان کے ہر فرد کا نام بدل گیا ہے - وہ پہلے عثمان تھا ، اب هارون ہوگیا ہے ، اور یہی حالت اُس کے تمام ساتھیوں کی ہے - قید خانے سے اپنے بیٹے (جودت) کو جو تسخیر ادرنہ کے دنوں میں ایک جنگی ضرورت سے قسطنطنیہ بھیجا گیا تھا ، اُس نے ایک خط لکھا ہے ، جو حسن رسمی آفندی کے ذریعہ سے اخبارات میں آیا ہے - خط کا نمایاں پہلو یہ ہے جس کی اطلاع کاتب نے مکتوب الیہ کو دی ہے ، وہ لکھتا ہے :

" ہم سب کے سب نصرانی ہوگئے - تمہاری ماں کا نام واشلینا ، تمہارے بھائی کا نام شوکا ، تمہاری بہن کا نام ماریہ ، تمہاری لڑکی کیتھرائن اور دوسری چھوٹی لڑکی کا نام ہلین رکھا گیا ہے - اگر یہاں آنے کا ارادہ ہو تو دیکھو خبردار ، نصرانی ہوے بغیر نہ آنا ، ورنہ خیر نہیں - میرا نام پوچھو تو هارون ہے ، اگر اپنی بیوی کی خبر پوچھنا چاہتے ہو تو وہ اپنے دیور کے یہاں دو مہینے سے ہے - تمہارے خسر محمد آفندی قلبہ میں قید تھے ، شریف بھی قلبہ میں قید تھے ، مگر وہ نصرانی ہوگئے تو " رتولی " نام رکھا گیا - یہاں آئے تھے مگر میں نے انہیں دیکھا بھی نہیں اور وہ اسکشہ چلے گئے - سلیمان تو بلغاری فوج کے ادرنہ میں آتے ہی ریل پر سوار ہوکے کوملجنہ چلے گئے - جو خط میں نے اسکشہ بھیجا تھا وہ پہنچگیا - کرکور بوباجی اوغلی (جسکا پہلے ابراہیم شاویش نام تھا) کے ذریعہ تم کو ایک خاص بات کی اطلاع دی تھی مگر وہ کہتا ہے کہ جب تک تم نہ آؤگے وہ خبر نہ دیگا -

اگر تمہارے دماغ میں ذرہ بھر عقل ہو تو ہمارے دستخطوں کو غور سے دیکھو ، اپنے ضمیر کی طرف رجوع کرو اور ہمارے حالات سے نصیحت حاصل کرو - اگر اپنے دل میں استیناس پاؤ تو فوراً چلے آؤ ، لیکن شرط یہ ہے کہ پہلے (نور کی) ہولو پھر آو - شریف برق دلی ایوان ، اور تمہارے دوست یانی ، یور کی ہوگئے ہیں ، یوانی بور کی تمہیں سلام کہتے ہیں -

جتنے قیدی کہ بلغاریا میں تھے واپس آکے اپنے اپنے کاموں میں مشغول ہوگئے ہیں ، اسکشہ میں رہنے ہیں اور اب ٹہرنا بے معنی ہے ، نصرانی ہوجاؤ ، اور فوراً چلے آؤ ، اسکے علاوہ اور کوئی بات نہیں جو تمہیں لکھوں ، تمہارے شہر والے بالاخر نصرانیت میں داخل ہونے پر راضی ہوے ، مگر بہ ہزار دقت و دشواری "

ان واقعات کو پڑھو اور جمہوریۂ پیرس کے اہم سرکاری اخبار طان کی اس خبر کے فلسفے پر غور کرو کہ " سر ایڈورڈ گرے نے قبضہ تراقیا و ادرنہ اور خمیارون کے متعلق ایک طویل نوٹ بھیجا ہے ، اس نوٹ میں اہم اور قابل ذکر وہ حصہ ہے جسمیں سر گرے کہتے ہیں کہ " ادرنہ میں عثمانی فوج کا احتلال برطانیہ عظمی کو مجبور کریگا کہ وہ ایشیا میں اصلاحات کے لیے اخلاقی اور مادی مدد دینے سے باز رہے ، اور باب عالی کو اُن تمام نتائج و آفات سے دو چار ہونے دے جو اسکے اس تہور و جرات کی گستاخ پالیسی کا نتیجہ ہونگے جس پر وہ اسوقت چل رہا ہے "

اس قدر دشمن ارباب وفا ہو جانا !

مسلمانان روس

روس کی دار السلطنت سینٹ پیٹرسبرگ میں اسوقت ۱۰ - ہزار مسلمان موجود ہیں ، انہوں نے ایک انجمن قائم کر رکھی ہے ، مفلوک الحال اور یتیم بچوں کے لیے اس انجمن کے متعلق ایک مدرسہ ہے جسمیں روسی اور ترکی زبان پڑھائی جاتی ہے - گذشتہ سال اس مدرسے کے فارغ التحصیل لڑکوں کی تعداد ۲۳ - اور لڑکیوں کی تعداد ۷ - تھی - اس چھوٹے سے مدرسے کی اس کامیابی نے مبشرین (مشنریز) کے خیالات میں ایک اضطراب و خوف پیدا کر دیا "

انہوں نے فوراً ایک جلسہ کیا جسمیں روس کے ایشیائی ممالک کے باشندوں میں اسلام کی اشاعت روکنے کے ذرایع پر غور و خوض کیا گیا اور یہ طے ہوا کہ اس اسلامی سیلاب کی بندش کے لیے ایک کمیٹی قائم کیجاے جو روس کی مجلس ملی (اسٹیٹ کونسل) کے پاس ایک یاد داشت بھیجے اور یہ تجویز پیش کرے کہ ان مقامات پر مسلمانوں کو عیسائی بنانے کے لیے مبشرین نصرانیت (مشنریز) بھیجے جائیں - باایں ہمہ عصبیت کہا جاتا ہے کہ یورپ کا تمدن کسی مذہب کی آزادی میں دراندازی نہیں ہوتا -

ترک و عرب

المؤتمر العربی السوری اور انجمن اتحاد و ترقی میں اتفاق ہوگیا - عربوں نے اپنے طرف سے دو مندوب (ڈلیگیٹ) مقرر کیے تھے - انجمن اتحاد و ترقی کے مندوب ایوب صبری تھے - مندوبین میں تمام گفتگو نہایت خوش اسلوبی کے ساتھ ہوئی - اس اتفاق کے اصول اساسی یہ ہیں :

(۱) عرب آل عثمان کی خلافت کو مانتے ہیں -

(۲) دولت عثمانیہ میں عربوں اور ترکوں کے حقوق برابر برابر ہونگے -

(۳) عرب وعدہ کرتے ہیں کہ دولت عثمانیہ ' جو انتظامی محکموں اور عدالتوں میں انہیں عربی زبان کے استعمال کی اجازت دیتی ہے ' اسکی وہ مساعدت و معاونت کرینگے -

(۴) حکومت کی طرف سے عملی طور پر اصلاحات کے آغاز کے عرب منتظر ہیں ' اور وعدہ کرتے ہیں کہ وہ حتی الامکان اس باب میں دولت علیہ کے لیے آسانیاں پیدا کرینگے -

(۵) عربوں کی یہ راے ہے کہ ولایات عثمانیہ اصلاحات کے سخت محتاج ہیں ' وہ موجودہ حالت کو دیکھہ رہے ہیں اور دولت علیہ کے ساتھہ اسکے مطمح نظر میں شریک ہیں -

(۶) انجمن جوانان عرب اعلان کرتی ہے کہ ارباب غرض نے جو یہ مشہور کیا تھا کہ وہ اجانب و اغیار کی مداخلت چاہتے ہیں ' یہ کذب محض ہے -

وہ اتفاق نامہ (اگریمنٹ) جس پر فریقین نے دستخط کیے ہیں ' لجنة المؤتمر العربی کے رئیس الرؤسا رفیق بک مولف اشہر مشاہیر الاسلام نے اسے شائع کردیا ہے ' اسکے خاص خاص دفعات یہ ہیں .

(۱) تمام عربی شہروں میں ابتدائی اور ثانوی تعلیم عربی میں ' اور اعلی تعلیم اکثریت (مجاریٹی) رکھنے والی جماعت کی زبان میں ہوگی -

(۲) گورنروں کے علاوہ تمام اعلی عہدہ داروں کے لیے عربی دانی شرط ہوگی - ان عہدہ داروں کے علاوہ تمام ملازم اسی صوبہ میں رکھے جائینگے - دار السلطنت سے صرف قضاۃ اور رؤساء عدلیہ (چیف جسٹس) کی تقرری ہوگی جو ارادہ سنیہ کے ذریعہ سے ہوا کرتی ہے -

(۳) اوقاف کا انتظام انتظامی مجلسوں کے ہاتھہ میں دیدیا جائیگا جو مقامی اشخاص سے مرکب ہونگی -

(۴) رفاہ عام کے کل ادارا مصلیہ (مقامی دفاتر) کے ہاتھہ میں دیدیا جائیگا -

(۵) فوج صرف قریب کے شہروں کی خدمات انجام دیگی - یعنی حجاز ' عسیر ' وغیرہ ' وغیرہ ' میں جب فوج بھیجنا ہوگی ' تو عربوں اور دولت عثمانیہ کے تمام باشندوں میں سے ایک ہی نسبت سے سپاہی لیے جائینگے -

(۶) مجالس عمومیہ کی قراردادیں بہرحال نافذ ہونگی -

(۷) اصولی طور پر یہ تسلیم کیا جاتا ہے کہ مجلس وزارت اور تمام کیبنٹ کے مددگاروں اور مشیروں کے محکموں میں ' نیز دولت علیہ کے تمام مجالس شوری میں کم ازکم تین عرب ہونگے -

شیخ الاسلام کے دائرہ (دفتر مشیخت اسلامیہ) اور تمام دوسرے صیغوں میں بھی دو دو یا تین تین عرب ہونگے - ہر وزارت کے مختلف مرکزوں میں بھی کم ازکم ۵ - یا ۴ عرب لیے جائینگے --

(۸) عربوں میں سے کم ازکم ۱۰ - کمشنر اور ۵ - گورنر مقرر کیے جائینگے

(۹) مجلس اعیان میں عربوں کی ایک تعداد مقرر کی جائیگی جسکی نسبت ۲ - فیصدی ہوگی -

(۱۰) ہر ولایت میں جن صیغوں کے لیے ضرورت ہوگی وہاں اجنبی مفتش خصوصی (اسپیشیلسٹ کمشنر) مقرر کیے جائینگے -

(۱۱) جن صیغوں کا انتظام مقامی گورنمنٹ کے ہاتھہ میں دیا جا رہا ہے ' ان کو روپیہ کی ایک مقدار دیجائیگی جو اس صوبے کے بجٹ میں اضافہ کر دیجائیگی اور جایداد کے ٹیکس کا حصہ تعلیم پر صرف کیا جائیگا -

(۱۲) اصولی طور پر تسلیم کیا جاتا ہے کہ سرکاری معاملات عربی زبان میں ہونگے ' مگر اسکا نفاذ بتدریج ہوگا -

(۱۳) مجالس عمومیہ (جنرل اسمبلیز) کے اختیارات وسیع کر دیے جائینگے - ان مجالس میں نصف مسلمان ہونگے اور نصف غیر مسلمان -

امید ہے کہ یہ اتفاق مبارک ثابت ہوگا ' اور اگر عربوں کے مطالبات واقع میں اخلاص پر مبنی ہیں تو آیندہ بجاے مشکلات پیدا کرنے کے وہ دولت عثمانیہ کے دست و بازو بن کر کام کرینگے - گو اس تحریک میں یورپ کا ہات تھا اور اسی کے اشارے سے ترکوں کے خلاف عربوں میں شورش پیدا ہوئی تھی ' لیکن موجودہ ترکی وزارت کی دانشمند پالیسی مبارکباد کی مستحق ہے کہ بغیر کسی سخت گیری کے اس نے بڑی آسانی سے اس مسئلے کو حل کردیا ' اور یورپ کی انقلابی کوششیں بیکار گئیں - رعایا کے مطالبات اگر اصولاً صحیح و جائز و قابل نفاذ ہوں ' تو عموماً اس باب میں وہی حکومتیں کامیاب ہونگی جو نرمی و نرم دلی کی روش سے یہ راہ طے کرینگی ' وحشی ترکوں کی حکمت نے تو اس مرحلے کو طے کرلیا ' لیکن مہذب انگریز بھی کیا اسی راہ پر چلینگے ؟

مقدمۂ رسالہ مظالم بلقان

۲۶ - اگست کو ہائی کورٹ کلکتہ کے ایک مخصوص اجلاس کے سامنے رسالہ مظالم بلقان کا مقدمہ پیش ہوا - استغاثہ کی طرف سے مسٹر نارٹن نے ایک نہایت مبسوط اور مدلل تقریر کی ' اور ثابت کیا کہ اس رسالے کی اشاعت کی ممانعت حکومت ہند کے قوانین نافذہ کے کسی دفعہ سے تعلق نہیں رکھتی - انہوں

نے عدالت پر ظاہر کیا کہ یہ رسالہ عیسائیوں کے برخلاف کسی مذہبی جوش کو پیدا نہیں کرتا بلکہ چونکہ مظالم و وحشت کاری کے خلاف اس میں مسیحیت کے نام پر اپیل کی گئی ہے اس لیے فی الحقیقت یہ عیسائیت کے عزت و شرف کا ایک اعلان ہے -

ایڈوکیٹ جنرل نے وجوہ ممانعت میں خاص طور پر اس پہلو کو نمایاں کیا کہ ان مظالم کو صلیبی جنگ سے تعبیر کیا گیا ہے' اور یہ ایک علم مذہبی منافرت کی دعوت ہے - دوران بحث میں کامریڈ کی حیثیت کو اصرار کے ساتھہ صاف کیا گیا اور اسکی حریت کا کھلے لفظوں میں اعتراف ہوا - یہ ایک ایسی بات ہے جسکی گو ہمیں زیادہ خواہش نہ تھی تا ہم خوشی کا موجب ضرور ہے -

فیصلہ ابھی محفوظ ہے - اور ہم آیندہ نہایت تفصیل سے حالات مقدمہ پر نظر ڈالیں گے - علی الخصوص اُن وجوہ ممانعت پر جو حکومت کے طرف سے پیش کیے گئے ہیں -

مسٹر محمد علی نے اس مقدمے کے ذریعہ ایک نہایت عمدہ راہ قانونی احتجاج و دماغ جرائد کی کھولدی ہے -

ھـفـتـۂ جـنـگ

بالآخر ترکوں اور بلغاریوں میں وہ تصادم ہوگیا جس کی پیشین گوئی ١٩ - کو ریوٹر ایجنسی نے کی تھی -

ادرنہ سے ٢٥ میل پر ادر تیکولی نامی ایک مقام ہے - یہاں ترکوں پر بلغاریوں نے حملہ کیا - سخت جنگ ہوئی' حملہ آور پسپا ہوے' اور ایک کرنل اور ١٢٣ - سپاہی گرفتار - ممکن ہے کہ یہ دوبارہ جنگ کی تمہید ہو لیکن اگر سابق کی طرح ابھی سے بلغاریوں کے لباس میں روسی سپاہی نہیں ہیں تو اس طرح کے حملوں کو تراش کے آخری تیر یا جاں بلب قوت کی حرکت مذبوحی سمجھنا چاہیے - بالفرض یہ حملے اگر جنگ کی صورت بھی اختیار کرلیں تو وہ جنگ ترکوں کے نقطۂ نظر سے زیادہ خطرناک نہ ہوگی' اس لیے کہ ترکی فوج میں نہ تربیت یافتہ سپاہیوں کی کمی ہے' اور نہ تجربہ کار و کہنہ مشق افسروں کی' اور سب سے بڑی بات تو یہ ہی کہ وہ بے انتظام و جماعت نہیں' جو ان جاں نثاران وطن کو خالی کارتوس دیتی تھی -

ترکی کے خلاف روس کی کارروائی کے متعلق اخبارات اپنے اپنے خیالات کا اظہار کر رہے ہیں - اس سلسلہ میں روسی جنگی جہاز کی باسفورس سے سیوا سٹوپل میں واپسی کو ٹائمز ایک معنی خیز اشارے کی حیثیت سے نقل کرتا ہے' اور کہتا ہے :

باوجود اس حالت کے کہ تمام فوج تھریس میں ہے' اور قسطنطنیہ اور ایشیاے کوچک غیر محفوظ حالت میں ہیں' روسی بیڑا بالکل پر امن طریقہ پر واپس آسکتا ہے -

تھریس میں ترکی پیشقدمی کی بابت مزید ملاقاتوں کے لیے دول باہم مصروف مشورہ ہیں' لیکن صوفیا میں یقین کیا جاتا ہے کہ دول ترکی پر دباؤ ڈالنے کی تدابیر پر غور کر رہی ہیں - لندن میں کسی ایسی بات کا علم ابتک نہیں ہے جس سے اسکی تصدیق ہوتی ہو -

یونانیوں اور بلغاریوں کے تعلقات کی عجیب حالت ہوگئی ہے - موخر الذکر کو شکایت ہے کہ یونانی تخلیہ کی تاریخ سے ترکوں کو مطلع کر دیتے ہیں تاکہ وہ آسانی سے قبضہ کرسکیں - بلغاریوں کے خلاف یونان ہمیشہ ترکوں کے ساتھہ ملکر کام کرتے رہے ہیں -

کارنیجی انٹرنیشنل پیس فونڈیشن نے ایک مشن مقرر کیا تاکہ وہ بلقان کے قتلہاے عام اور جنگ کے اقتصادی نتائج کی بے طرفی کے ساتھہ تحقیقات کرے -

لیکن با ایں ہمہ شاید "رموز مملکت" اسی کے مقتضی ہیں کہ تصفیہ تلوار کے بدلے قلم کی زبان سے ہو' ریوٹر کا بیان ہے کہ باب عالی نے بلغاری وکیل قسطنطنیہ سے براہ راست گفتگو شروع کی ہے' ریوٹر اس کی وجہ یہ بتاتا ہے کہ "ادرنہ کے متعلق میلان دول کے استحکام کی وجہ سے باب عالی نے یہ محسوس کرلیا ہے کہ موجودہ مشکلات سے نکلنے کا بہترین ذریعہ بلغاریا سے براہ راست مفاہمت ہے"

ادرنہ کے متعلق باب عالی بدستور اپنی ارادے پر سختی سے قائم ہے' وہ اسکے لیے تیار ہے کہ ادرنہ کا معارضہ کسی دوسری صورت میں دیدے' مگر اس کے چھوڑنے پر راضی نہیں' اور سچ یہ ہے کہ راضی ہو بھی نہیں سکتی' کیونکہ فوج کی بھی ایک عظیم الشان تعداد بطل طرابلس غازی انور بے کے زیر کمان بہر حال ترک ادرنہ کے خلاف ہے - اور جیسا کہ انہوں نے ماتان (پیرس) کے نامہ نگار سے ترجمانی جذبات کرتے ہوے بیان کیا' وہ کہتی ہے کہ "ہم یہاں ہیں اور یہیں رہینگے' یا شہر کو اپنے ہاتھہ میں رکھیں گے' یا اس کی مدافعت کی راہ میں سب کے سب فنا ہو جائینگے"

ترکوں کی پیش قدمیوں نے دیرینہ خوشگوار آرزوئیں پامال کیں تو یورپ بپھرا' انذار و تہدید کے دمامے بلند ہوے' بیڑے کی نمائش ہوئی' ملاقاتیں ہوئیں' مگر یہ تمام ذرائع تخویف و ترہیب بے سود و بے اثر نکلے - وزارت اپنے ارادے پر بدستور قائم رہی' اب عملی کارروائی کا وقت آیا' مگر یہی وہ منزل ہے جہاں پہنچکے یورپ کی ترکتازیاں ختم ہو جاتی ہیں - فوائد و مصالح کا تعارض سنگ راہ ہوا' مداخلت ناممکن نظر آئی - تجویز ہوئی کہ ترکی سے مقاطعہ مالیہ کیا جاے یعنی اسکو یورپ کا کوئی سرمایہ دار ایک حبہ نہ دے - اس شکیب آزما تازیانے کا استعمال ابھی زیر تجویز ہی تھا کہ اسکی ناکامی کے علائم و آثار ظاہر ہونے لگے "فرانسیسی سرمایہ دار جنکو زیادہ تر نقصان برداشت کرنا پڑیگا' اور جو اسوقت تک روس کی پالیسی کے لیے گراں قدر قربانیاں کر چکے ہیں مزید ایثار پر راضی نہیں" غالباً یورپ کے اس شقاق باہمی اور عملی کارروائی سے عجز و درماندگی ہی کی بناء پر والدا کے نیم سرکاری اخبار کا یہ خیال ہے کہ "مسئلہ ادرنہ اپنی بین القومی حیثیت کھوچکا ہے اور آیندہ ترکوں اور بلغاریوں کا باہمی معاملہ رہجائیگا"

یورپ کو گمان تھا کہ ضعیف و بیمار ترک کے لیے یہی بہت ہے کہ ایڈریا نوپل کو غنیمت سمجھے' ترک اس کو غنیمت تو سمجھے مگر اس پر خاموش نہ رہے' انہوں نے ضلع گمرجینا میں کچھہ کیکوک پر بھی بلغاریوں کو سخت نقصان پہنچا کے قبضہ کرلیا ہے -

صوفیا کے ایک تار میں بیان کیا گیا ہے کہ بلغاریا نے ترکوں کے قبضہ گوملجینا کے خلاف دول یورپ کے سامنے اعتراض کیا ہے - ملجینا جبل سے پچاس میل اور میرتزا سے ساتھہ میل جانب جنوب واقع ہے - یہ خبر اگر صحیح ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ ترکوں نے پورا قصد کرلیا ہے کہ بلغاریا کو تباہ کرکے چھوڑینگے -

[ضمیمۂ الہلال]

حــادثــۂ فاجعــۂ ملیــہ

مــرحـــوم شـــــوکت پاشـــــا !

قاتلین، و سازش کنندگان انقلاب !

[۱] طوپال توفیق [۲] نظمی [۳] کورمیا [۴] حسن شوقی [۵] کاظم [۶] حقی [۷] محمد علی [۸] جواد [۹] داماد صالح پاشا، جو اس سوء قصد و سازش کا ترتیب دینے والا اور بانیان مخصوص میں سے ہے -

٢٤ رمضان ١٣٣١ هجری

شہادت زار کانپور

یا

امتحان گاہ کفر و ایمان

جزاک الله عن الاسلام والمسلمین

یا مظہر الحق !!

انسانی خصائل و فضائل کے ظہور و آزمایش کیلیے ابتلا و مصائب ضروری هیں :

ولنبلونکم حتی نعلم المجاهدین منکم والصابرین ' ونبلو اخبارکم -

اور هم تم کو آزمایش میں ڈالیں گے تاکہ معلوم کریں کہ کون کون تم میں مجاهد و صابر هیں ؟ اور نیز تمہاری اصلی حالت کو جانچ لیں -

شاید اب موسم بدلنے والا هے اور تبدیلی کے آثار و علائم پیہم اور غیر منقطع هیں - جو کچھ هندوستان سے باهر هوا ' وہ مسلمانان هند کی غفلت شکنی اور تنبہ بخشی کیلیے کافی نہ تھا ' اسلیے حکمت الہیہ نے سلانیک اور البانیا کی جگہ ' شہادت گاہ کانپور کے حوادث معجزہ و سوانح الهمہ کو همارے سامنے کردیا هے : اولا یرون انهم یفتنون فی کل عام مرۃ او مرتین ' ثم لا یتوبون ولا هم یذکرون !

پس هزار رحمت هو تجھپر اے سر زمین مقدس کانپور ! اور تیری یاد گرامی همارے دلوں سے کبھی محو نہو ' کہ تیرے انہار خونیں نے همارے لیے حیات ملی کا چشمۂ حیات بہا دیا هے !!

اگر لکھنے کی مہلت ملے تو اُن نتائج عظیمہ کی تفصیل کیلیے دفتر کے دفتر چاهئیں ' جو اس حادثۂ خونین سے هم حاصل کر سکتے هیں ' اور جسکے بہے هوے خون کے ایک ایک قطرہ سے حیات ملی کی هر شاخ کو زندگی اور نشو و نما کا پانی ملسکتا هے ' مگر میں اس وقت صرف ایک خاص نتیجۂ حسنہ کی طرف اشارہ کرونگا اور وہ ایک الہی آزمایش هے جو آج هر مسلم قلب کا امتحان لیگی ' اور منٹوں اور لمحوں کے اندر فیصلہ کردیگی کہ کون هیں جنکے دلوں کی باگ انکے خداے حی و قیوم کے هاتھہ میں هے ' اور کون هیں ' جنکے سر اصنام حکومت اور طواغیت هواء نفس کے آگے سر بسجود هیں ؟

ومنهم من یومن بہ ' ومنهم من لا یومن بہ ' وربک اعلم بالمفسدین - اصحاب المیمنہ ' ما اصحاب المیمنہ ؟

دو صفیں تمہارے سامنے هیں :

دهنی طرف الله کی عبادت گاہ اور اسکا حرم محترم هے - اُن زخمیوں کی صفیں هیں ' جنکے زخموں سے بے گناهی کا خون بہہ رها هے ' اور جنھوں نے مسجد الہی کی تحریم و تقدس میں اینٹوں کے ٹکڑے رکھکر ' اسکے بدلے دشمنان حق والہ کی گولیاں کھائی هیں - پھر کچھہ معصوم بچے هیں ' جنھوں نے ابھی اپنے خدا کو یاد کرنا سیکھا تھا ' مگر اُسکے ' جنکی عمریں اسکی محبت کے دعوے میں بسر هوچکی هیں ' بازی لے گئے ' اور جنمیں سے بعض اپنے خدا کے پاس پہنچ چکے هیں ' اور بعضوں کیلیے رحمت الہی کا آغوش منتظر هے -

پھر اس منظر اقدس و اعلی سے بالا تر ' وہ خداے قدوس ابراهیم و محمد (علیهما السلام) اور اسکے دین قویم اور ملۃ مرحومہ کی عزت و عظمت هے ' جس کو همیشہ ظالموں نے بھلایا هے ' پر مظلوموں نے اسی کے دامن میں تسکین پائی هے - اور جس کو گو اُن لوگوں نے فراموش کردیا هو ' جنکو اپنے خوں ریز اسلحہ و آلات کا غرور ' اور فتح و تمکنت حکومت کے نشۂ باطل سے سرگرانی هو ' لیکن وہ لوگ تو نہیں بھلا سکتے ' جنھوں نے تیرہ سو برس سے اسکی الہی نصرتوں کے معجزے دیکھے هیں ' اور اب بھی وہ اس وقت کے منتظر هیں ' جبکہ ظلم با وجود قوت کے هلاک هوگا ' اور مظلومی با وجود بے سر و سامانی کے فتح یاب هوگی : وان الظالمین بعضهم اولیاء بعض ' والله ولی المتقین -

غرضکہ ایک جانب تو الله ' اسکے رسول ' اور اسکے مومنوں کی عزت و عظمت دنیوی عجز و تذلل اور بے سر و سامانی و بیکسی کے اندر موجود هے : وان العزۃ لله ' ولرسولہ ' وللمومنین -

اور دوسری جانب دنیوی حکومت کا قہر و جبر ' دنیوی طاقتوں کا مجمع ' قانون وقت کا غلط مگر قاهرانہ استعمال ' حاکم وقت کی نگاہ گرم ' اُس کی دریات کے مہیب و مخوف مناظر ' کفر کی ظاهر فریبی ' اور نفاق کی ولولہ اندازی هے دنیوی نام و نمود کی خواهش جو انسان کے پاؤں میں ڈالنے کے لیے شیطان کے پاس سب سے زیادہ بوجھل زنجیر هے ' طیار هو رهی هے ' اور حرص و طمع کے ابلیس اپنے ساز و سامان جہنمی کے ساتھہ مصروف کار هیں !

یہ دو راهیں هیں ' جو آج هر مسلمان کے سامنے کھول دی گئی هیں ' اور هدایت و ضلالت ' نور و ظلمت ' اور کفر و اسلام کی مقابل راهیں اسی طرح همیشہ سے باز رهی هیں -

پس سب سے بڑی آزمایش هے ' جو آج درپیش هے ' اور سب سے بڑا فیصلہ کن امتحان هے ' جو کفر پرست و اسلام دوست صفوں کو الگ الگ کردینے کے لیے آج مستعد هے :

یوم تبیض وجوہ وتسود وجوہ ' فاما الذین اسودت وجوههم اکفرتم بعد ایمانکم فذوقوا العذاب بما کنتم تکفرون - واما الذین ابیضت وجوههم ففی رحمۃ الله ' هم فیها خالدون - (٣ : ٢١٢)

وہ دن ' جبکہ بعض لوگوں کے چہرے نور ایمان و فلاح سے چمک اٹھیں گے ' اور بعض کے سیاہ پڑ جائیں گے - روسیاهوں سے کہا جائیگا کہ تم نے الله پر ایمان لا کر پھر کفر کا ساتھہ دیا تھا - اب اسکی سزا میں اس عذاب کا مزہ چکھو ! مگر جو لوگ سفید رو هونگے ' وہ الله کی رحمت میں هونگے - اور یہ رحمت دایمی اور همیشگی کی هوگی -

بہت سے لوگ هونگے جو آج اسلام اور اسکے پرستاروں کا با وجود ظاهری بے چارگی و بیکسی کے ساتھہ دینگے ' اور اپنے دهنی جانب کی صفوف ایمان و مومنین کی راہ اختیار کرینگے - پر بہت سے ایسے بھی هونگے ' جنکے دلوں کی باگ خداے قدوس کی جگہ شیطان لعین کے هاتھوں میں هوگی - وہ انکو کھینچے گا ' یہاں تک کہ وہ منھہ کے بل اوندھے گرینگے ' اور دوسری جماعت کے آگے سر بسجود هونگے :

فاصحاب المیمنہ ' ما اصحاب المیمنہ ' واصحاب المشئمہ ' ما اصحاب المشئمہ ' والسابقون السابقون ' اولئک المقربون ' فی جنات النعیم ' ثلۃ من

پس ایک گروہ تو دهنے هاتھہ والوں کا هے ' اور دهنے هاتھہ والوں کا کیا کہنا ! اور ایک بائیں جانب والوں کا هے اور بائیں هاتھہ والوں کا کیا هی برا گروہ هے ! پھر ان دونوں کے علاوہ تیسرے گروہ کے لوگ ' جو سب سے آگے هیں ' اور وہ آگے هی رهنے کے مستحق بھی

مقالات

الاولین و قلیل من الاخرین (۵۶ : ۱۳) ہیں ' کیونکہ یہ بارگاہ الہی کے مقرب ہیں' اور انکی جگہ جنت کی خوشیاں اور وہاں کی نعمتیں ہیں - پھر ان میں بھی بہت سے تو اگلوں میں ہونگے ' اور کچھہ پچھلوں میں سے -

السابقون السابقون !!

آیۂ کریمۂ مندرجۂ صدر میں اللہ تعالی نے مختلف جماعتوں کو مختلف اسماء و صفات سے موسوم کیا ہے - پہلے " اصحاب المیمنہ " اور " اصحاب المشئمہ " کا ذکر کیا ہے ' پھر " سابقون السابقون " کی تعریف کی ہے ' اور اسکے بعد " ثلہ من الاولین " اور " قلیل من الاخرین " ہیں -

میں دیکھہ رہا ہوں کہ حادثۂ خونین کانپور نے ان تمام جماعتوں کو دنیا کے سامنے کردیا ہے - میں " اصحاب المیمنہ " کو بھی دیکھہ رہا ہوں ' جنہوں نے اللہ کی حزب و جماعت کا ساتھہ دیا ہے :

الا ' ان حزب اللہ ہم الغالبون اور میرے سامنے " اصحاب المشئمہ " کی صفوف لئام بھی موجود ہیں ' جنہوں نے اپنے قلوب و ایمان کو حزب الشیطان " کے حوالہ کردیا ہے :

اولئک حزب الشیطان ' الا ' ان حزب الشیطان ہم الخاسرون (۵۹ : ۲۱)

پھر اس جماعۃ مقدسۃ مومنین ' و عباد اللہ المخلصین ' و حزب اللہ الجلیل المتین ' یعنی " اصحاب المیمنہ " میں سے بھی اعلی و اقدس ' " السابقون السابقون " کی جماعت ہے جنہوں نے ایثار فی سبیل اللہ میں اوروں سے مسابقت کی اور جبکہ کچھہ لوگ اللہ کی طرف بڑھے ' تو اسکے قدم سب سے آگے تھے - انہوں نے سب سے پہلے مظلومین کانپور کی اعانت و امداد کیلیے اپنے وقت و مال کا انفاق کیا - اسلیے ضرور ہے کہ سب سے پہلے وہی بخشش گاہ الہی سے اپنا اجر بھی حاصل کریں -

کچھہ عجب نہیں کہ اللہ تعالی اپنے فضل نصرت فرما سے گروہ گروہ جماعت ہاے انصار و معاونین او کانپور بھیجدے ' اور اپنے بندوں نے دلوں کو اپنی عبادت گاہ کی راہ میں مجروح و شہید ہوے والوں کی مدد کیلیے کھولدیے ' لیکن تاہم جو فضیلت و سعادت " السابقون السابقون " کو ملنے والی تھی ' وہ مل چکی ' اور جو بخشش دروازے پر پہلے پہنچنے والوں کیلیے ہوتی ہے ' وہ لینے والوں نے لیلی - اب اسمیں اور کسی کا حصہ نہیں ہو سکتا کہ :

اولئک المقربون - فی جنات النعیم - ثلۃ من الاولین وقلیل من الاخرین !

جزاک اللہ عن الاسلام و المسلمین

یا مظہر الحق !

یقیناً مسٹر مظہر الحق بیرسٹر ایٹ لا (بانکی پور) کی خدمات جلیلۂ و عظیمہ " السابقون السابقون " میں داخل ہیں ' جنکے لیے اللہ تعالی نے اس عظیم و جامل سبقت اور انفاق و ایثار فی سبیل اللہ کا شرف روز اول سے مخصوص کردیا تھا ' جو واقعۂ شہادت کانپور کے بعد بلا تامل کانپور پہنچ گئے ' اور جذبۂ خالصۂ لوجہ اللہ کے ساتھہ مظلومان ملت اور بیکسان امت کا مقدمہ اپنے ہاتھہ میں لے لیا - فی الحقیقت یہ تاریخ اسلام کے ان واقعات ایثار و حمیت کا احیاء ہے ' جنکے نظائر کی کو ایک زمانے میں ہمارے ہاں قلت نہ تھی ' لیکن افسوس کہ آج انکا ہر طرف قحط ہے !

وثایق و حقایق

وقت است کہ وقت بر سر آید

(۲)

کشف ساق کا مفہوم اور اس کے نتائج

پچھلی اشاعت میں قارئین کرام نے ملاحظہ فرمایا ہوگا کہ سورۂ نون والقلم کی مشہور آیت یوم یکشف عن ساق و یدعون الی السجود فلا یستطیعون (وہ دن آنے والا ہے جب کہ ساق کھلیگی اور لوگوں کو سر افگندگی کی دعوت دیجائیگی ' مگر اس وقت ان میں اتنی قدرت و استطاعت کہاں ؟) کی تفسیر میں راویان اخبار و آثار نے کیا کچھہ اختلافات کیے ہیں - چار مختلف فصول میں ان مباحث کا استقصا ہوچکا ہے کہ :

(۱) کشف ساق کے یہ معنے کہ قیامت میں فی الواقع خدا کی ساقیں کھل جائینگی ' صحیح نہیں ' جن روایتوں سے اس مفہوم کو تقویت دی جاتی ہے علم اصول ان کو خود قابل استناد نہیں سمجھتا -

(۲) ادبیات عرب میں عام قاعدہ ہے کہ الفاظ کچھہ اور ہوتے ہیں مگر محاورے میں ان کے کچھہ اور ہی معنے لیے جاتے ہیں ' طریق تعبیر کی بیشتر خصوصیتیں محاورے وابستہ ہیں جن کو لفظوں کے ساتھہ کچھہ ایسا زیادہ تعلق نہیں ہوتا -

(۳) ادبیات عرب میں کشف ساق کے معنے نہایت سخت خطرہ (امر شدید) نمودار ہونے کے ہیں

(۴) کشف ساق سے اگر خدا ہی کی ساق کا نمودار ہونا مراد ہو جب بھی اس کے معنے تجسم نہ ہونگے ' کیوں کہ قرآن کریم ' نیز کلام جاہلیت جس میں قرآن اترا ہے اور جو اس کے انداز بیان کی نظیر ہے ' اس مدعا کی تائید سے خاموش ہیں ' یا یوں کہیے کہ اسلوب عربیت اس قسم کے الفاظ کو اپنے اصلی معانی پر محمول نہیں کرتا - یہ چاروں موضوع استیعاب ذکر و استیفاے نظر کی حد میں آچکے ہیں ' لیکن مسالے کی اہمیت کا ہنوز یہی اقتضا ہے کہ " کچھہ اور چاہیے وسعت میرے بیاں کے لیے " تکمیل بیان کے لیے بقیۂ مباحث قابل ملاحظہ ہیں :

(۵)

قرآن کریم میں لفظ ساق تین مقام پر وارد ہے :

(الف) سورۂ نون والقلم میں جس پر بحث ہوچکی اور ہنوز ہوگی -

وجوہ یومئذ ناضرۃ ' الی ربہا ناظرۃ ' ووجوہ یومئذ باسرۃ تظن ان یفعل بہا فاقرۃ ' کلا ' اذا بلغت التراقی ' وقیل من راق ؟ وظن انہ الفراق ' والتفت الساق بالساق ' الی ربک یومئذ المساق ' (۷۵ : ۱۱ و ۱۲)

اُس دن بہتوں کے مونہہ تروتازہ ہونگے ' جو اپنے پروردگار کو دیکھہ رہے ہونگے ' اور بہتیرے مونہہ اُس روز بِسُورے بن رہے ہونگے' اُن کو گمان ہوگا کہ ایسی سختی اُن کے ساتھہ ہونے والی ہے کہ اُن کی کمر توڑ دیگی ' خوب سمجھہ لو کہ جب ہنسلی تک جان آ پہونچیگی' اور لوگ چلا اُٹھینگے کہ کوئی جھاڑنے والا ہے ؟ یقین ہو جائیگا کہ یہ مفارقت کا وقت ہے ' اُس وقت پنڈلی سے پنڈلی لپٹ جائیگی ' تو یاد رکھہ کہ اُسی دن تجھے اپنے پروردگار کی طرف چلنا ہوگا -

---

اس آیت میں التفت الساق بالساق (پنڈلی سے پنڈلی مل جائیگی) کی تفسیر کئی طریقوں پر کی گئی ہے' بیس حدیثیں اس مفہوم کی مروی ہیں کہ التفاف ساق سے شدت امر مراد ہے ان میں دو خاص حدیثیں یہ ہیں :

قولہ : والتفت الساق بالساق ' یقول : آخر یوم من الدنیا و اول یوم من الاخرۃ ' فتلتقی الشدۃ ' بالشدۃ ' الا من رحم اللہ (۱)

آیت کے یہ الفاظ کہ " پنڈلی سے پنڈلی مل جائیگی " اس میں خدا نے ارشاد فرمایا ہے کہ : وہ دن دنیا کا سب سے پچھلا اور آخرت کا پہلا روز ہوگا ' اُس روز سختی سے سختی بھڑ جائیگی ' ہاں جس پر خدا رحم کرے وہ البتہ اس سے محفوظ ہوگا (۱)

یقول : التفت الدنیا بالاخرۃ ' وذلک شان الدنیا والاخرۃ' الم تسمع انہ یقول : الی ربک یومئذ المساق ؟ (۲)

اُس روز دنیا و آخرت میں تصادم ہوگا ' اور دنیا و آخرت کا یہی حال یہی ہے ' اس مطلب کی تائید میں کیا تم نے آیت کا یہ جزو نہیں سنا کہ " وہی روز ہوگا کہ تمھیں اپنے پروردگار کے حضور میں چلنا ہوگا " ؟ (۲)

التفاف ساق کی دوسری تاویلیں بھی کی گئی ہیں ' مگر ابن جریر کی نقاد نظر میں یہ سب مجروح ہیں ' لکھتے ہیں :

اولی الاقوال فی ذلک بالصحۃ عندی قول من قال : معنی ذلک والتفت ساق الدنیا بساق الاخرۃ' وذلک شدۃ کرب الموت بشدۃ ہول المطلع ' والذی یدل علی ان ذلک تاویلہ ' قولہ : الی ربک یومئذ المساق ' والعرب تقول لکل امر اشتد : قد شمر عن ساقہ ' وکشف عن ساقہ ... علی بعرلہ التفت الساق بالساق : التصقت احدی الشدتین بالاخری کما یقال للمراۃ اذا التصقت احدی فخذیہا بالاخری لفاء (۱)

میرے نزدیک اس باب میں بہتر و صحیح قول اُن مفسرین کا ہے جو آیت کے معنے یہ بتاتے ہیں کہ دنیا کی ساق آخرت کی ساق سے مل جائیگی ' مطلب یہ ہے کہ موت کی شدت و کرب ہول مطلع کی شدت سے دوچار ہوگی- اس مفہوم کی دلیل خود اسی آیت کا پچھلا جزو ہے کہ " اُس دن تجھے اپنے پروردگار کی طرف چلنا ہوگا " خطرہ جب بڑھ جاتا ہے' اور بات سخت ہوجاتی ہے' تو اہل عرب کہتے ہیں " فلاں امر کی ساق سے دامن اُٹھہ گیا " یا " اُس کی ساق کھل گئی "... آیت میں ایک ساق کے دوسری ساق سے مل جانے کے معنے یہ ہونگے کہ ایک سختی دوسری طرح کی شدت سے پیوست ہوگئی' جس طرح کسی عورت کی ایک ران دوسری ران سے پیوستہ ہوگئی ہو تو اُسے لفاء (باہم پیوستہ ہو جانے والی) کہتے ہیں (۱)

(ج) سورۂ نمل میں جہاں ملکۂ سبا کو خطاب کیا گیا ہے :

قیل لہا : ادخلی الصرح ' فلما راتہ حسبتہ لجۃ وکشفت عن ساقیہا ' قال انہ صرح ممرد من قواریر (۲۷ : ۳٦)

ملکۂ سبا سے کہا گیا کہ محل کے اندر آؤ' اُس نے محل کو دیکھا تو پانی سمجھی ' اسی خیال سے اپنی دونوں پنڈلیاں اُس نے کھول دیں' سلیمان نے یہ دیکھکر کہا کہ یہ تو شیش محل ہے -

اس آیت میں کشف ساق کے معنے عام مفسرین نے پنڈلی کھولنے کے لیے ہیں' مگر امام رازی نے بعد دو تین باتیں اور بھی بیان کی ہیں' فرماتے ہیں :

(۱) انما فعل ذلک لیزیدہا استعظاما لامرہ ...

(۱) حضرت سلیمان نے شیش محل اس لیے بنوایا تھا کہ ملکہ سبا کی نظر میں اُن کی عظمت بڑھ جائے ...

(۲) کان المقصود من الصرح تہویل المجلس و تعظیمہ ....

(۲) تعمیر محل سے مجلس کو خوفناک و با عظمت دکھانا مقصود تھا ......

(۳) حسبت ان سلیمان علیہ السلام یغرقہا فی اللجۃ (۲)

(۳) ملکۂ سبا سمجھی کہ حضرت سلیمان اُس کو پانی میں غرق کیا چاہتے ہیں (۲)

یہ تاویلیں اگر صحیح ہیں تو ان کا ایک لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ حضرت سلیمان (علی نبینا و علیہ الصلاۃ والسلام) نے ملکہ سبا کو مرعوب کرنے اور اُس کے دل پر اپنی ہیبت و عظمت کا سکہ بٹھانے کے لیے شیش محل تعمیر کرایا ہوگا ' ملکۂ سبا اُسے دیکھہ کر پانی سمجھی اور خیال کیا کہ سلیمان نے بد عہدی کی ' یہاں بلا کر تو مجھے غرق کیا چاہتے ہیں ' اس خیال کے آتے ہی ساق کھول دی ' یعنی غیظ میں آگئی ' گھبرا اُٹھی' ناراضی و ناخوشی بڑھ گئی' سخت ہوگئی ' خطرہ پیدا ہوگیا ' حضرت سلیمان نے یہ کیفیت دیکھی تو فرمایا : یہ پانی کا تموج نہیں ہے ' شیش محل کا سراب ہے ' ملکہ یہ سن کر پچھتائی' اپنی بدگمانی سے پشیمان ہوئی اور کہا :

رب انی ظلمت نفسی' واسلمت مع سلیمان للہ رب العالمین (۲۷ : ۳۷)

میرے پروردگار ! میں نے (یہ بدگمانی کرکے) اپنی جان پر ظلم کیا ' اب میں سلیمان کے ساتھہ ہوکر رب العالمین کے لیے مسلمان ہوئی -

یہ مطلب اگر صحیح ہے تو حضرت سلیمان پر یہ اعتراض بھی وارد نہیں ہو سکتا کہ اُنھوں نے کیوں ایسی ترکیب کی کہ ایک پرائی عورت اپنی پنڈلیاں کھول دے اور وہ اُسے دیکھیں ؟ جب ایراد ہی رفع ہوگیا تو جواب دینے کے لیے کسی تاویل کی کیا حاجت ؟

(٦)

گذشتہ مباحث سے معلوم ہوتا ہے کہ :

(الف) قرآن کریم نے پنڈلی کے معنے میں ساق کا لفظ کہیں بھی استعمال نہیں کیا ہے -

(ب) قرآن کریم میں کوئی ایسا لفظ نہیں ہے جس سے قطعی ثبوت مل سکے کہ یوم یکشف عن ساق (وہ دن جب ساق کھلیگی) سے

---

[۱] علی قال ثنا ابو صالح قال ثنی معاویۃ عن علی عن ابن عباس قولہ الخ

[۲] محمد بن سعد قال ثنی ابی قال ثنی ابی عن ابیہ عن ابن عباس الخ

(۱) ابن جریر- ج ۲۹ ص ۱۰۷ -

(۲) تفسیر کبیر- ج ٥ - ص ۸۹

خدا کی ساق کا کھلنا مراد ہے -

وہی بخاری کی مشہور حدیث :

سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول : یکشف ربنا عن ساقہ فیسجد لہ کل مومن ومومنة ' ویبقی من کان یسجد فی الدنیا ریاء وسمعة فیذھب لیسجد فیعود ظہرہ طبقا واحدا (۱)

ابو سعید خدری کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوے سنا کہ : ہمارا پروردگار اپنی ساق کھول دیگا ' جتنے مسلمان مرد عورتیں ہونگی سب کی سب سجدے میں گرپڑینگی ' صرف وہ لوگ رہ جائینگے جو دنیا میں دکھانے اور سنانے کے لیے سجدے کیا کرتے تھے ' وہ اس وقت سجدہ کرنے چاہینگے تو ان کی پیٹھہ ایک تختہ ہو جائیگی (۱)

قطع نظر دیگر مباحث کے جو ترجمہ و تفسیر قرآن کریم کی آیات کی کی جاتی ہے ' ضرور ہے کہ وہی اس حدیث کی بھی کی جاے - نظم نیشاپوری کی اس لطیف توجیہ کو بھی پیش نظر رکھیے جس میں وہ لکھتے ہیں :

معناہ یوم یشتد الامر و یتفاقم ' ولا کشف ثمہ ولا ساق ' کما تقول للاقطع الشحیح : یدہ مغلولة ' ولاید ثمة ولاغل ' و انما ھو مثال فی البخل . ... وقال ابو سعید الضریر : ساق الشئ اصلہ الذی بہ قوامہ ' کساق الشجر وساق الانسان ' فمعنی الایہ : یوم تظہر حقائق الاشیاء و اصولہا (۲)

آیت کے معنے یہ ہیں کہ اس دن صورت معاملہ نہایت سخت و شدید و دشوار ہو جائیگی ' ورنہ اصل میں نہ تو وہاں ساق کھلنے کا معاملہ ہے اور نہ ساق ہی ہے کہ کھلی یا ڈھکی رہے ' جیسے مثلاً ایک بخیل کے ہات کٹے ہوے ہیں ' تم اسے کہوگے کہ " اس کے ہات بندھے ہوے ہیں " حالانکہ نہ وہاں ہات ہیں اور نہ بندش ہے ' بلکہ در اصل یہ ایک مثل ہے جس سے اظہار بخل منظور ہوتا ہے .... ابو سعید ضریر کہتے ہیں : ساق شے وہ ہے جس سے کسی چیز کا قوام وابستہ ہو ' جیسے ساق درخت ' ساق انسان ' اس بنا پر آیت کے معنی یہ ہونگے کہ اس دن اشیا کی حقیقتیں اور اصلیتیں ظاہر ہونگی (۲)

(۷)

یہ جو کچھہ پیش آتا ہے دنیا ہی میں پیش آئیگا ' قیامت سے ان واقعات کو تعلق نہیں ہے ' قیامت تو وہ دن ہے کہ کسی کو کسی بات کی تکلیف نہ دی جائیگی -

نہ رکوع ہے ' نہ سجود ہے ' نہ صوم ہے ' نہ صلاۃ ہے '

لیکن یہاں ارشاد ہوتا ہے :

یوم یکشف عن ساق و یدعون الی السجود فلا یستطیعون

وہ دن جب خطرہ بڑہ جائیگا ' لوگ سجدہ و اطاعت و سرافگندگی کے لیے بلائے جائینگے مگر نہ کرسکینگے -

پھر کیونکر ممکن ہے کہ قیامت کے دن ' جو حساب اعمال کا روز ہے ' عبادت کا حکم دیا جائے ' ابو مسلم اصفہانی لکھتے ہیں :

لا ریب ان یوم القیامة لیس فیہ تعبد و تکلیف فھو زمان العجز او آخر ایام الدنیا ' فانہ فی وقت الفزع تری الناس یدعون الی الصلاة بالجماعة و ھؤلاء لا یستطیعون الصلاة ' لانہ الوقت الذی لا ینفع نفسا ایمانھا

بے شبہہ قیامت کا دن عبادت کرنے کا دن نہ ہوگا ' اس دن کسی بات کے ماننے یا کسی کام کے کرنے پر کوئی مکلف نہ ہوگا ' وہ عاجزی و ضعف کا وقت یا دنیا کا سب سے پچھلا اور نچلا حصہ ایام ہوگا ' دیکھو نزع روح کے وقت بھی نمازیوں کو نماز کے لیے پکارتے ہیں ' جماعت کے لیے اذان دیتے ہیں ' حی علی الصلاۃ کی منادی سے ان کو مسجد میں بلاتے ہیں ' مگر وہ نماز نہیں ادا کرسکتے ' وہ ایسا وقت ہوتا ہے کہ ایسے وقت میں ایسے شخص کے لیے خدا پر ایمان لانا بھی نفع نہیں دے سکتا -

(۸)

بہ پایاں آمد این دفتر حکایت ہمچناں باقی ' کہنا یہ تھا کہ کشف ساق کی دلیل میں قرآن کریم نے کن امور کی تعلیم دی ہے ؟ اور ان کے خاص خاص نتایج کیا ہیں ؟ اصل میں تو یہ " سودا " خواجہ شیراز کے مخاطب کے اس " خط سبز " سے بھی زیادہ طراوت افزای نگاہ ہے جس کی نسبت انتظۂ نظر نے " پاے ازیں دائرہ بیروں نہ نہد تا باشد " کا فتوی دیا تھا ' تاہم سلسلہ مقال دراز ہے ' اس حلقے کی گردش کیونکر ڈھیلی ہوسکتی ہے ' ان تمہیدات الہیہ کی بندش میں ڈھیل دی جاسکے ' حقیقت کو " لقد وجدت مجال القول واسعة " کا جب خود اعتراف ہے تو " فان وجدت لسانا قائلا فقل " کی معذرت کس تعالی کیا معنے ؟ زبان گویا کا کام شرح صدر ہے لے سکتے ہیں ' الہامی تعلیمات کے بعض بعض خصائص ہی کے تذکرے سے رفع دار ممکن ہے ' ملاحظہ ہوں

کشف ساق کے ما قبل و ما بعد آیتوں میں جن مہمات امور کی تعلیم دی گئی ہے ' ان کے خاص خاص پہلو یہ ہیں :

(۱) مسلمانوں کے مذہبی جوش کو کفار کبھی اچھی نظر سے نہیں دیکھہ سکتے ' وہ ان کو خبطی کہینگے ' مجنون کہینگے ' گمراہ کہینگے ' شوریدہ سر کہینگے ' مگر کہنے دو ' اس پاک ترین جذبۂ غیرت سے ہٹنا نہ چاہیے ' اس حالت پر قائم رہنا چاہیے ' تم بھی دیکھہ لوگے اور وہ بھی دیکھہ لینگے کہ خبط کس کو ہے ؟ وہ زمانہ عن قریب آنے والا ہے جب کہ اپنے خبط و شوریدگی کا انھیں خود اعتراف کرنا پڑیگا ' مسلمان ان کے الزامات کے خوف سے مرعوب کیوں ہوں ؟ اس کا علم تو خدا ہی کو ہے کہ راہ راست پر کون ہے ' اور گمراہی نے کسے گھیر رکھا ہے ؟

(۲) کفار جو واقعات کو جھٹلاتے ہیں ' حقیقت حال کو جھٹلاتے ہیں ' اصلیت کو چھپاتے ہیں ' ماجرای وقوع کو غلط بتاتے ہیں ' نقض امن کرتے ہیں اور پھر اس کو حفظ امن کا لباس پہناتے ہیں ' قتل کرتے ہیں اور اسے جان بخشی دکھاتے ہیں ' بات کچھہ ہوتی ہے مگر اپنی بات کی پچ میں جمہور (پبلک) کو کچھہ اور بتاتے ہیں ' ایسے لوگوں کی اطاعت منع ہے ' ان کی فرماں برداری جرم ہے ' گناہ ہے ' موجب عذاب ہے ' اس قلادے کو توڑ دینا چاہئے ' اس اطاعت سے نکلنا فرض ہے ' اس فرماں برداری پر نافرمانی کو ترجیح ہے ' ان کی تو خواہش ہے کہ مسلمان مداہنت کریں ' خوش آمد کریں ' ریاکاری کریں ' مداہنت کریں ' تو انھیں بھی اظہار نفاق کا موقع ملے ' مگر ظاہر ہے کہ مسلمانوں کے لیے یہ صورت کس قدر خطرناک ہے ؟

(۳) کفار کے عہد و پیمان کا تمہیں بارہا تجربہ ہوچکا ہے ' وہ آبرو باختہ ہیں ' عزت نفس و شرف ذات کا انہیں لحاظ تک نہیں '

---

(۱) اخرجہ البخاری من ابی سعید قال سمعت الخ وھذا الحدیث عند ھم من طرق فی الصحیحین ولہ الفاظ فی بعضھا طول ' وھو حدیث مشہور معروف ' وعلی کل دلالة فھولا یجزم بتجسیم ذاتہ تعالی شانہ عما یقولون ' وللہ فی خلقہ شئون ' واللہ یعلم وانتم لا تعلمون -

[۲] نیشا پوری - ج ۲۹ - ص ۲۳

قسمیں کھاتے ہیں ، حلف اٹھاتے ہیں ، کہ یہ وعدہ استوار ہے ، اس میں دوام و استمرار ہے ، یہ عہد محکم ہے ، یہ قول و قرار قانونی حیثیت رکھتا ہے ، زبان سے سب کچھہ کہتے ہیں ، اور ہاتھہ سے کام لینے کے وقت ، کچھہ بھی یاد نہیں رکھتے ، ایسے لوگوں کے مطیع رہنا ذلت کی بات ہے ، اسلام اپنے فرزندوں کو ان کی اطاعت سے باز رہنے کی ہدایت کررہا ہے ، روکتا ہے ، منع کرتا ہے کہ خبردار ! یہ قسمیں کھانے والے ذلیل النفس ہیں ، ان کے حلف پر نہ جانا ، یہ ادھر کی بات ادھر لگاتے ہیں ، قوم میں تفرقے پیدا کراتے ہیں ، منع خیر کے لیے نہایت مبالغے کے ساتھہ آمادہ رہتے ہیں ، حد سے بڑھجاتے ہیں ، تعدی ان کا شیوہ ہے ، تطاول ان کی عادت ہے ، سرکشی ان کی خو ہے ، پاس عزت نہ رکھنے ، ناموس کی نگاہ داشت ضروری نہ سمجھنے ، اور خاص خاص حالتوں میں رضامندی کے ساتھہ حرامکاری تک کو قانونا جائز قرار دینے کی وجہ سے ان کی نو اصل تک معلوم نہیں ، یہ تو صریح بد اصل ہیں ، پھر ایسے لوگوں کی اطاعت کیونکر پسندیدہ ہوسکتی ہے ؟ ان کو تو اپنے مال و اولاد کی فراوانی و کثرت ، یعنی فرط دولت و کثیر آبادی کی وجہ سے اتنا گھمنڈ ہوگیا ہے کہ آیات قرآنی کو پرانے ڈھکوسلے کہنے لگے ہیں ، مصر کی ایک برگشتہ خرد و برافروختہ مزاج مسلمان لیڈی (پرنسس صالحہ) یورپ میں جاکر ایک روسی افسر سے شادی کرلیتی ہے ، اور آ کے مختار عام قرار دے کر اپنی جایداد کے لیے دعوی دائر کراتی ہے ، مصر کی شرعی عدالت پچھلے مہینے میں اس دعوی کو خارج کردیتی ہے کہ مسلمان عورت نے احکام اسلام کی قید سے آزاد ہوکر جب ایک نا مسلمان سے شادی کرلی تو پھر مسلمان کہاں رہی ، اور اب اس کو جایداد کے مطالبے کا کیا حق رہ گیا ہے ؟ صحافت فرنگ اس فیصلے پر سخت برہم ہے ، نکتہ چینی کرتی ہے اور عام جرائد و مجلات یورپ کی گزشتہ اشاعتوں میں فریاد ہوتی ہے کہ "اس آئین و اصول کے عہد میں اسلام کے احکام پر کیوں عمل ہوتا ہے ؟ یہ احکام تو صریحاً پرانے ڈھکوسلے (اساطیر الاولین) ہیں " جب اس بے باک جماعت کو جناب الہی میں بھی گستاخی سے باک نہیں ، تو حیف ہے کہ بندگان الہی ایسے سرکشوں کے مطیع رہیں ، ان کی اطاعت سے فوراً کنارہ کش ہوجانا چاہیے ، یہ خوف بالکل بے محل ہے کہ مبادا نافرمانی کی صورت میں کیسی پڑے ؟ کیونکہ خدا ان سرکشوں پر عن قریب عذاب نازل کرنے والا ہے ، سنسمه علی الخرطوم کی وعید آچکی ہے ، اور اب اس کے پورے ہونے میں بہت کم دیر رہ گئی ہے -

(۴) ارادہ تو کفار کا یہی ہے کہ باغ عالم (ممالک روے زمین) انہیں کے لیے مخصوص ہوجاے اور اس کے ثمرات سے ان کے علاوہ کوئی دوسری غریب قوم مستفید نہ ہونے پاے ، مگر ہنوز وہ خواب غفلت ہی میں رہینگے کہ ذرایع شان و شوکت میں تباہی آجائیگی ، عظمت و رعب کا سارا سر و سامان خاک میں مل جائیگا ، چلے تو ہیں کہ دنیا کو فتح کریں اور اقوام دنیا کو غلام بنا لیں ، مگر بجز محرومی قسمت کے اور کچھہ حاصل نہ ہوگا ، اس وقت تو خدا کو بھولے ہوے ہیں ، لیکن انجام کار جب بدبختی نازل ہوگی تو پھر بھی خدا یاد آئیگا جس کی اور جس کے گھر کی تذلیل و تخریب میں وہ اس وقت سرگرم ہیں ، وہ ایسا نازک وقت ہوگا کہ ان ظالموں کو بھی اپنے جور و ستم کا اعتراف کرنا پڑیگا ، اپنی سرکشی پر پچھتالینگے ، ایک دوسرے کو الزام دینگے کہ ظلم نہ کیے ہوتے تو ملک و دولت سے کیوں محروم ہوتے ، اس محرومی کے عالم میں یہ امید ڈھارس بندھائیگی کہ ایک ملک گیا تو کیا ، شاید اس سے بہتر کوئی دوسرا ملک قبضے میں آجائے ، لیکن یہ وہ عذاب نہیں کہ اس سے نجات ممکن ہو ، اور کچھہ اسی پر موقوف نہیں ، اس کے بعد جو آخری عذاب آئیگا وہ اس سے بھی خوفناک ہوگا -

(۵) مسلمان کفار کے مقابلے میں ضرور کامیاب ہونگے ، مگر کامیابی کے لیے شرط یہ ہے کہ تقوی (شریفانہ کیرکٹر) سے موصوف ہوں ، چاہنے کو تو کفار اب بھی چاہتے ہیں کہ مسلمان مجرم ثابت ہوں اور ان کے ساتھہ مجرمانہ برتاؤ کیا جائے ، اس غرض کی تکمیل کے لیے انتہائی کوشش کرینگے اور سب کچھہ کر دیکھینگے ، مگر خدا ایسی ناپاک و نجس تدبیروں کو کامیاب نہ ہونے دیگا !

(۶) خطرہ ہر سمت سے بڑھ چلا ہے اور اب اس کے منتہاے اشتداد کا وقت آیا ہی چاہتا ہے ، ظالموں کو اسلام کے روبرو اظہار تذلل و اطاعت کی دعوت دی جائیگی ، مگر وہ کچھہ ایسے بد حواس ہونگے کہ یہ بھی نہ کرسکینگے ، جی بھر کے آج اسلام کی توہین کرلیں مگر کل ہی سے ان کا تدریجی زوال اس طرح شروع ہوگا کہ بالفعل تو ان کو ڈھیل دی جارہی ہے ، لیکن آخر انہیں خبر بھی نہ ہوگی اور ان کی ہستی فنا ہوجائے گی ، خدا کی تدبیر تو پختہ و محکم ہے ، وہ یہ داؤ ڈھیل کرکے رہیگا -

(۷) ہمارے مسلمانوں کو کسی انعام کا طلبگار نہ ہونا چاہیے ، کسی احسان کا آرزومند نہ رہنا چاہیے ، مسلمانوں کی کوئی چیز ان کے قبضہ میں جاتی رہے تو اس کا معارضہ ملنے کی امید نہ رکھنی چاہیے ، جہاں کوئی امید نہیں ، توقع نہیں ، مطالبہ نہیں ، وہاں تو کفار سرگرداں ہی رہتے ہیں ، جہاں ان چیزوں کا قدم آئیگا وہاں کیا ہونا ہے ! ؟ مسلمان اگر کامیابی کے آرزومند ہیں تو حصول کامیابی کے وقت تک نہایت مستقل مزاج و ثابت قدم رہنا چاہیے ، حضرت یونس پیغمبر تھے ، با این ہمہ استقلال میں کچھہ فرق آنا تھا کہ مصیبت میں پھنس گئے ، خدا کی رحمت شامل حال نہوتی تو نجات ہی ممکن نہ تھی ، اسی طرح مسلمان اگر مستقل مزاج نہ رہے تو ابتلا سے مفر نہیں ، اور اگر صبر و ثبات و استقلال پر متمسک رہے ، تو یاد رکھو ، ثابت قدم ہر ایک بلا سے محفوظ رہیگا ، اور انجام کار فاجتباہ و هو من الصالحین کا بھی مصداق ٹھریگا ، واللہ ولی التوفیق -

الهلال کی ایجنسی

ہندوستان کے تمام اردو ، بنگلہ ، گجراتی ، اور مرہٹی ہفتہ وار رسالوں میں الهلال پہلا رسالہ ہے ، جو باوجود ہفتہ وار ہونے کے روزانہ اخبارات کی طرح بکثرت متفرق فروخت ہوتا ہے - اگر آپ ایک عمدہ اور مہذب تجارت کے متلاشی ہیں تو اپنے شہر کے لیے اسکے ایجنٹ بن جائیں -

مذاکرۂ علمیہ

عربي زبان اور علمي اصطلاحات

(مولانا السيد سليمان الزيدي)

تیس چالیس برس سے ھندوستان میں جدید اصطلاحات علمیہ کے وضع و تالیف کا مسألہ درپیش ہے - انگریزي اصطلاحات جو زیادہ تر لاطیني' یوناني' اور جرمن سے ماخوذ ھیں' اُن کي شکل و صورت اور وضع وھیأت ھندوستاني زبانوں سے اسي قدر متباین ہے ' جس قدر ایک انگریز ایک ھندوستاني سے -

ھندوستان میں ھندو' اور مسلمان دو قومیں ھیں ' دونوں کے پاس علوم و فنون و اصطلاحات کا قدیم ذخیرہ موجود ہے - لیکن بیسویں صدي کے بازار کیلیے جن سکوں کي ضرورت ہے ' وہ اونکے کیسے میں نہیں ' احباب کہتے ھیں - چونکہ انکے کیسوں میں یہ سکے نہیں اسلیے انکے قدیم طرز کے دار الضرب میں یہ سکے نہیں ڈھل سکتے ' ھندو دوستوں نے تو اسکی تکذیب اسطرح کردي کہ جدید اصطلاحات کی ایک ڈکشنري ترتیب دیکر یہ بتادیا کہ سنسکرت کے قدیم آلات ضرب بیکار نہیں ' لیکن کیا مسلمان بھی اسکی تکذیب کرسکتے ھیں ؟ ایک جماعت کہتي ہے کہ نہیں -

کیا عجیب واقعہ ہے کہ عربي زبان جو اسلام سے ۷۰ - ۸۰ برس بعد تک ایک بالکل جاھل اور مفلس زبان تھی' جسمیں سامان تمدن کیلیے الفاظ نہ تھے ' جسکے پاس کوئی علم و فن نہ تھا ' جسکے پاس اصطلاحات کا وجود تک نہ تھا ' جسمیں فلسفۂ و ریاضی کے دقیق مسائل کي برداشت کی قوت نہ تھي ' چند مترجمین عرب و غیر عرب کي کوششوں نے وہ وسعت پیدا کردي کہ سینکڑوں علوم و فنون اوسکے ایک گوشہ میں سما گئے ' منطق' فلسفہ ' ریاضی اور طب کی ھزاروں اصطلاحات جنکا عربی میں تخیل بھی نہ تھا ' دفعۃ اوسي عربی زبان میں اسطرح پیدا ھوگئے کہ حقیقۃ گویا وہ اسیکے لئے بنے تھے - اس بنا پر سوال یہ ہے کہ وہ زبان جسکے پاس کچھہ نہ تھا ' اور سب کچھہ ھوگیا ' اب جب اسکے پاس بہت کچھہ ہے کچھہ اور کیوں نہیں ھوسکتا ؟

اسوقت عربی زبان کے ذخیرۂ اصطلاحات کي فراوانی کا اندازہ اس سے ھوگا ' کہ دو ضخیم جلدوں میں' جنکے صفحات کی تعداد تقریباً چار پانچ ھزار ھوگی ' احمد تھانوي نے کشاف اصطلاحات الفنون کے نام سے عربي زبان کي اصطلاحات علمیہ کو جمع کیا ہے' اسکے علاوہ خوارزمي اور جرجاني وغیرہ کے مختصر رسائل اسی موضوع پر ھیں -

ایک دوسري حیثیت سے عربی زبان کي وسعت اصطلاحات پر نظر ڈالو - قراءت ' تفسیر' حدیث' اصول فقہ ' فقہ' تصوف ' کلام' صرف' نحو' معانی وبیان' بدیع' عروض و قافیہ' منطق' طبیعیات ' الہیات ' ھیأت ' اقلیدس' فنون ریاضیات مختصرہ ' مثلا علم الاکر ' علم المرایا علم مثلثات ' اصطرلاب وغیرہ' حساب' ھندسہ' کیمیا ' جغرافیہ' طب مع فروع کثیرہ' ان کے علاوہ اور بہت سے علوم و فنون عربي زبان میں موجود ھیں' ھر علم وفن اپنے ساتھہ سیکڑوں ھزاروں اصطلاحات رکھتا ہے اور یہ تمام اصطلاحات اوس زبان کے خزانہ کي مملوکات ھیں جو آج غریب کہي جاتي ہے !!

ایک اور بات بھی پیش نظر رکھنی چاھیے - عربي زبان میں علوم عقلیہ کا کثیر حصہ غیر زبانوں سے منقول ھوکر آیا ' جنمیں زیادہ تر یوناني ' سریاني ' قبطي ' فارسي' سنسکرت' زبانیں ھیں' چاھیے تھا کہ ان زبانوں کے الفاظ مصطلحہ عربي زبان میں بھر جاتیں' لیکن طب کے سوا ھم کہیں انکا نام ونشان بھي نہیں پاتے ' علم ھیأت عربي زبان میں سنسکرت سے آیا' لیکن ھزاروں اصطلاحات ملکیہ میں سے سنسکرت کي صرف دو اصطلاحیں عربي زبان میں آئي ھیں- " ج " اور " جیب " - پہلے کی اصل " اُوچ " اور دوسرے کي " جیوا " فلسفہ بفروعہا یوناني سے آیا ' لیکن علوم و فنون فلسفیہ کي تقریبا ہے پانچ چھہ ھزار اصطلاحات علمیہ میں غیر عربي اصطلاحات جو یوناني ھیں حسب ذیل ھیں:

	اصطلاح	اصل یوناني	تعریب
(۱)	اثیر	ایتھر	ایتھر
(۲)	اسطرلاب	استروایداں	اصطرلاب
(۳)	اسطقس	استالي کیاس	عنصر
(۴)	اقلیدس	اوکلیدوس	اقلیدس
(۵)	اقلیم	کلیما	اقلیم (جغرافیہ)
(۶)	اکسیر	کسیرون	اکسیر (کیمیا)
(۸)	انبیق	انبیکس	قرع وانبیق (آلۂ کیمیا)
(۸)	جغرافیا	جیو گریفیا	علم جغرافیہ
(۹)	شعری	سوراس	ستارۂ شعری (فلک)
(۱۰)	سفسطہ	سافسٹیز	فلسفۂ مغالطہ
(۱۱)	سفین	سفن	مانہ (جر ثقیل)
(۱۲)	فلسفہ	فیلاسفیا	فلسفہ
(۱۳)	فیلسوف	فیلاسفس	فلاسفر
(۱۴)	فنطاسیا	فنٹسیا	حس مشترک
(۱۵)	جنس	جینس	جنس
(۱۶)	کیمیا	کمیا	کیمسٹري
(۱۷)	کورہ	کورا	پرگنہ (جغرافیہ)
(۱۸)	مجسطي	میگسٹی	نام کتاب (ھیأت)
(۱۹)	مخل	موخلوس	آلۂ جر ثقیل
(۲۰)	منجنیق	میکنیکن	علم آلات
(۲۱)	ھیولی	ھولا	مادہ

طب ' جسمیں اصطلاحات سے زیادہ اسماے امراض و ادویہ کي حاجت تھی' تمام علوم عربیہ میں سب سے زیادہ غیر عربی الفاظ کي محتاج تھي' اسي لیے ھم طب کے اندر گو اصطلاحات میں کم لیکن امراض و ادویہ کے ناموں میں کسي قدر زیادہ غیرعربي الفاظ پاتے ھیں' لیکن پھر بھی ازروے قیاس ایسي زبان میں جسمیں طب کا وجود تک نہ تھا' انکے الفاظ آئے بھي تو بہت کم آئے' ان الفاظ

کی تفصیل چونکہ یہاں موجب تطویل ہے اسلیے ہم صرف بیان اعداد پر اکتفا کرتے ہیں :

نام زبان	اسماے امراض	اسماے ادویہ	اصطلاحات طبیہ
سنسکرت	۰	۱۲	۰
سریانی	۵	۳	۴
یونانی	۱۰	۶۶	۸
فارسی	۲	۴۳	۰

کیا یہ قابل حیرت امر نہیں ؟ کہ سیکڑوں بیماریوں کے ناموں میں عربی زبان کو صرف سترہ اٹھارہ ' اور ہزاروں دواوں کے ناموں میں صرف ۱۲۴ غیر عربی الفاظ کی احتیاج ہوئی ؟ کیا اس سے عربی زبان کی وضع اصطلاحات علمیہ میں غیر معمولی وسعت ثابت ہوتی ؟

خود عربی زبان سے جب یورپ کی زبانوں میں علوم و فنون کے ترجمے ہوئے ' تو سیکڑوں عربی اصطلاحات اور تمام یورپ کی زبانوں میں پھیل گئے ' عہدے ' تجارت' اور جہاز رانی کے متعلق جو الفاظ ہیں ان سے قطع نظر کرکے حسب ذیل الفاظ علمیہ جو اس وقت مستحضر ہیں پیش کیے جاتے ہیں :

۱ --- ہیات

آخرالنہر	Accarnar	برج حمل کا ایک ستارہ
اصطرلاب	Astrolabe	ایک آلۂ ہیأت
الدبران	Aldebraun	برج ثور کا ایک ستارہ
راس الغول	Alghol	ایک ستارہ
الرجل	Rogel	ایک ستارہ
السمت	Azimuth	ایک نقطۂ فلکی
العضادہ	Alidade	ایک جزء آلۂ اصطرلاب
العنکبوت	Alankabuth	" " "
المناخ	Almanac	تقویم ' جنتری
النسر الطائر	Althair	ایک ستارہ
النسر الواقع	Wega	ایک ستارہ

۲ --- کیمیا

الاکسیر	Elixir	اکسیر
الانبیق	Alambec	ایک آلہ معروف بہ قرع انبیق
بورق	Borax	ایک نمک کیمیاوی
القلی	Alcali	"
الکحول	Alcohol	الکحل
الکیمیا	Alchemy	کمیسٹری

۳ --- حساب

الجبر والمقابلہ	Algebre	جبر و مقابلہ
الخوارزمی	Algorism	حساب کی ایک قسم' منسوب بہ خوارزمی
الصفر	Chiffre	صفر

۴ --- طب

جلاب	Juleps	جلاب
شراب	Serup	شربت
شربہ	Serbet	شربت
عرق	Arrack	عرق

ان مثالوں سے یہ ظاہر ہوگا کہ عربی زبان جسطرح اور زبانوں سے اصطلاحات قرض لے سکتی ہے' اسی طرح اوروں کو قرض دے بھی سکتی ہے -

اسلام کی گذشتہ تاریخ ہمیشہ مستقبل کیلیے چراغ راہ رہی ہے - ہمکو اسپر غور کرنا چاہیے کہ گذشتہ دور وضع اصطلاحات میں کیونکر یہ مشکل طے ہوسکی ؟ اور کیونکر عربی زبان اسقدر خوبصورت' مختصر اور مناسب اصطلاحات پیدا کرسکی ؟

(۱) مترجمین ' خواہ وہ عرب ہوں یا غیر عرب ' ایسے متعین کیے جاتے تھے' جو زبان مترجم عنہ کے علاوہ خود عربی زبان سے کامل واقفیت رکھتے تھے - یعقوب کندی خود عرب تھا' ابن مقفع گو فارسی تھا مگر اتنا بڑا بلند پایہ ادیب تھا کہ اسکی عربی تصنیفات آج تک عربی علم ادب کا گراں بہا سرمایہ شمار کی جاتی ہیں - سالم جو بنوامیہ کے دربار کا ایک مترجم تھا' نہایت بلیغ و فصیح اللسان تھا - بلاذری جو تیسری صدی کے اواخر میں فارسی کا مترجم تھا' اسکی عربی تصنیفات ادب کا بہترین نمونہ ہیں - حنین جو مترجمین بغداد کا سرخیل تھا ایک طرف تو اسکندریہ میں ہومر کے کلام پر سر دھنتا تھا اور دوسری طرف بصرہ آکر خلیل بصری سے سیبویہ کے پہلو بہ پہلو عربیت کے نکتے حل کرتا تھا' قسطا ابن لوقا ایک دوسرا مترجم ایک طرف تو یونانی النسل تھا' دوسری طرف بچپن سے شام کا پرورش یافتہ تھا' جسکی وجہ سے عربی زبان اوسکی زبان ثانی ہوگئی تھی -

(۲) یوحنا بن بطریق' ابن ناعمہ حمصی' اور اسحاق وغیرہ جو عربی زبان سے کامل واقفیت نہیں رکھتے تھے' اونکے اکثر تراجم کی کندی' ثابت بن قرۃ' حنین' اور فارابی وغیرہ تصحیح کرتے تھے' اور اسطرح اکثر چھٹ کر' حک و اصلاح کے بعد' ایک مناسب ترجمہ رواج پاتا تھا - چنانچہ مجسطی کا' جو علم ہیأت کی مشہور کتاب ہے' عربی زبان میں تین چار دار ترجمہ ہوا اور ترجمہ کی اصلاح ہوئی -

(۳) بعض مترجم ایسے ہوتے تھے جو صرف لفظی ترجمہ کردیتے تھے' اور دوسرے اہل زبان اوسکی عبارات و مصطلحات کی تہذیب و انتخاب کرتے تھے -

(۴) غیر زبان کی اصطلاحات کے مقابلہ میں اگر عربی میں عمدہ لفظ ہاتھہ نہ آیا' تو خواہ مخواہ اوسکی تلاش و جستجو میں وقت ضائع نہیں کیا گیا' بلکہ اوسوقت بعینہ وہی لفظ عربی میں رکھدیا گیا' بعد کو اگر وہی لفظ صیقل پاکر خوبصورت و متناسب ہوگیا تو باقی رہگیا ورنہ متروک ہوگیا اور دوسرا لفظ اوسکی جگہ پر پیدا ہوگیا - "جنس" کے لیے عربی میں کوئی لفظ نہ تھا - یہی لفظ عربی میں رکھدیا گیا' اور پھر یہ اسطرح عربی میں کھپ گیا کہ چوتھی صدی میں یہہ یونانی لفظ ایک خاص عربی لفظ بن گیا تھا - تجانس و مجانسہ اوسکے مشتقات جاری ہوگئے' اور خود متنبی کو کہنا پڑا :

من این جانس هذا الشادن العربا ؟

آج کتنے اشخاص ہیں جو یہہ بھی نہ جانتے ہونگے کہ "جنس" عربی کا لفظ نہیں - "میٹر" کیلیے جسکو فارسی میں "مایہ" کہتے ہیں' عربی میں کوئی لفظ نہ تھا' اوسکے لیے یونانی لفظ ہیولی رکھدیا گیا' جو آج تک مستعمل ہے' "ایساغوجی" "قاطیغوریاس" اور "انالوطیقا" وغیرہ بعض الفاظ اسی طرح رکھدیے گئے تھے' لیکن' انکی جگہہ "کلیات خمس" "مقولات عشر" اور "برہان" نے لیکر اونکو بالکل بھلا دیا -

بعض علوم و فنون کے نام جنکے مقابل عربی نام اس وقت نہ مل سکے' بعینہ عربی میں منتقل کرلیے گئے' لیکن تھوڑے ہی دنوں میں اونکے لیے پھر عربی نام پیدا ہوگئے اور اب پچھلے یونانی ناموں کو کوئی جانتا بھی نہیں' مثلاً :

اثولوجیا	Theology	الہیات
ارثما طیقا	Arithmetic	حساب
ریطوریقا	Rhtorics	خطابت
بوطیقا	Poetic	شعر
اسطرانومیا	Astronomy	ہیات

لیکن حسب ذیل نام :

سوفسطیقا	Sophism	مغالطہ
موسیقا	Music	علم الاصوات والنغم
کیمیا	Chemistry	علم التحلیل والتعقید
جغرافیا	Geography	علم تقویم البلدان

بصورت سفسطہ، موسیقی، کیمیا، اور جغرافیہ، جو عربی ناموں سے مختصر اور چھوٹے ہیں، اب تک مستعمل ہیں -

امور سابقۃ الذکر سے حسب ذیل نتائج مستنبط ہوتے ہیں :

(۱) مترجم ایسے ہونے چاہئیں جو علوم قدیمہ و جدیدہ دونوں سے باخبر ہوں، اور انگریزی دانی کے ساتھہ عربی زبان سے بھی واقف ہوں -

(۲) اگر ایسے مترجم سردست قوم میں موجود نہوں تو دو ایسے اشخاص کو مل کر کام کرنا چاہیے جن میں سے ایک علوم جدیدہ اور دوسرا السنہ و علوم قدیمہ کا ماہر ہو -

(۳) اگر یہ بھی ممکن نہو تو ترجمہ کے بعد اصطلاحات کی موزونی، طریقۂ ادا کی تسہیل، اور دوسری ضرورتوں کے لیے، ایک مجلس یا چند اشخاص معتبر کی نظر سے ترجمہ کو گذرنا چاہیے -

افسوس ہوا جب میں نے دیکھا کہ میو کالج اجمیر کے ایک مسلمان پروفیسر نے پولیٹکل اکانومی پر ایک رسالہ لکھا، وہاں اس قدر ناقص، اصطلاحات اس قدر ناموزوں، اور طریقۂ ادا اس قدر ژولیدہ تھا، کہ رسالہ عالم علمی میں بالکل روشناس نہوسکا - قابل غور ہے کہ اوس وقت جب ہندوستان میں انگریزی زبان عام نہ تھی، اور علوم جدیدہ سے لوگوں کو توحش تھا، یعنی ابتداے عہد انگریزی میں علامہ تفضل حسین خاں لکھنوی مصنف رسائل ریاضیات جدیدہ، غلام حسین خاں جونپوری صاحب جامع بہادر خانی، مولوی امانت علی جونپوری (کلکتہ) مولوی محمد حسین لکھنوی لندنی، شمس الامراء بہادر حیدر آباد صاحب سلاسل شمسیہ وغیرہ نے علوم جدیدہ پر جو کتابیں لکھی تھیں اور جو اصطلاحات قرار دیں، گو علوم و مسائل اب بہت زیادہ بڑھ گئے ہیں، پھر بھی وہ اب تک ہمارے جدید مترجمین کے لیے نمونہ ہیں -

(۴) اگر بعض عربی و فارسی اصطلاحیں بہم نہ پہونچ سکیں تو خود اصل اصطلاحوں کو اردو میں لکھدینا چاہیے - آیندہ عربی کی طرح یا تو اون اصطلاحات کا قائم مقام پیدا ہو جائیگا، یا تراش کر وہی لفظ ایک خوشنما اور مناسب شکل اختیار کر لیگا، آخر اردو میں آکسیجن، نیٹروجن، ہائیڈروجن، کیمسٹری، ایولیوشن، اکانمی، وغیرہ بہت سی علمی اصطلاحیں رائج ہوگئی ہیں اور لوگ اون کو اب بے تکلف سمجھتے ہیں، نطرون (یعنی نیٹروجن) کا لفظ ہم نے آٹھویں صدی ہجری کے لٹریچر (آثار البلاد قزوینی میں) دیکھا ہے، کوئی ضرورت نہیں کہ کوشش کی جاے کہ نیٹروجن کی بجاے، جواب پھیل چکا ہے، نطرون استعمال کیا جاے، جو عربی میں مستعمل ہے -

مسئلۂ وضع اصطلاحات میں سب سے پہلے علوم کا نمبر آتا ہے، ہمارے دوست مسٹر عبد الماجد چاہتے ہیں جیسا کہ علد المکالمہ ظاہر ہوا، کہ علوم کیلئے ایسے نام وضع کیے جائیں جن سے صفات اور فاعل بآسانی و با ختصار بن سکیں، جس طرح یورپین زبانوں میں بنتے ہیں، نیز شکل فاعلی و وصفی میں امتیاز ممکن ہو، مثلاً کیمسٹری ایک علم کا نام ہے، ماہر فن کیمسٹری کو کیمسٹ (Chemist) کہینگے، اور کیمسٹری کی کسی چیز کو کیمیکل (Chemical)، یہ نہایت آسان طریقۂ ادا ہے، اردو میں بصورت صیغۂ واحد کیمیائی کہہ سکتے ہیں، لیکن صورت فاعلی و وصفی میں کوئی امتیاز نہیں، اکثر علوم کے نام میں اس سے زیادہ یہ مشکل پیش آتی ہے، مثلاً علم الجمال، علم النفس، علم الاخلاق، کہ یہاں کیمیائی کی ترکیب بھی جائز نہیں -

لیکن اولاً ہم کہتے ہیں کہ یہ خصوصیات زبان ہیں، جنکی اصلاح نہیں ہو سکتی، ثانیاً اگر ہم اختصار خواہ اور سہولت طلب ہیں تو ہمکو جمالی و نفسی اور اخلاقی کہنا چاہیے، وصف اور فاعل کا فرق طریقۂ استعمال اور سیاق و سباق عبارت سے ظاہر ہوگا، مثلاً "ایک اخلاقی کی یہ راے تھی" یہاں صیغہ فاعلی سمجھا جاتا ہے - "یہ ایک اخلاقی مسئلہ ہے" یہاں وصف ہونا ظاہر ہے، خوشنمائی اور ناخوشنمائی کا سوال نہ کیا جاے کہ کثرت استعمال و تکرر سماع، خود غرابت دور کر دیتا ہے -

علوم کے نام میں اسماے مرکبہ سے گھبرانا نہ چاہیے، خود یونانی اور جرمن علوم کے نام عموماً مرکب ہیں اور کثرت استعمال سے واحد معلوم ہوتے ہیں، مثلاً مزبا - لوجی، جیو - گریفی، تھیا - لوجی وغیرہ

ہم یقین دلانا چاہتے ہیں کہ منطق، طبعیات، الہیات اور ریاضیات میں، اور خصوصاً ریاضیات میں بہت کم الفاظ کی تلاش کی ضرورت ہوگی، غالباً جن لوگوں نے جامع بہادر خانی تالیف غلام حسین اور علم الفلک عملی تالیف کرنل فاندیک امریکی وغیرہ دیکھی ہے وہ اسکی تصدیق کرینگے، منطق کے فصول جدیدہ کیلیے بھی الفاظ موجود ہیں، طبعیات اور الہیات کا بھی یہی حال ہے، اصل دقت اون علوم میں ہے جو بالکل نئے ہیں، پس کیوں نہ ابتدا انہیں علوم اول الذکر سے کی جاے ؟

بہر حال اب کام شروع ہونا چاہیے - آیندہ نمبر میں ہم علوم کے نام سے ابتدا کرتے ہیں، ہم سے زیادہ جو اصحاب اس منصب کے مستحق ہیں انکو دعوت ہے کہ اس بنیاد پر عمارت بلند کریں -

---

فذکر ! ان نفعت الذکری ؟

حادثۂ کانپور کے متعلق قاہرہ (مصر) میں بھی ایک جلسہ ہوا، جس کے متعدد مصادقات میں سے بعض یہ ہیں :

(۱) یورپ کی جانب سے کعبۂ شریفہ کی نسبت جو خطرہ ہے شہادت مسجد کانپور نے اس کو تازہ کر دیا ہے -

(۲) حاجیوں کی روانگی کا اجارہ ایک انگریزی جہاز راں کمپنی کو دیدینا ایک سیاسی حکمت ہے، اور اس سے شبہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ کار روائی یورپ کی آرزوے دیرینہ، منع حج و اتحاد بین المسلمین کا پیش خیمہ تو نہیں ہے ؟

(۳) انگریزوں نے ہندوستان کو مسلمانوں سے لیا ہے، اب اس موقع پر اسلامی معابد کی تخریب و انہدام ہندوستان کی ہزار سالہ اسلامی عزت کا انہدام ہے -

(۴) ہندوستان کے جو لیڈر اس موقع پر خاموش ہیں، اور اب بھی حکومت کی درباداری و مجاملات میں سرگرم رہتے ہیں، اونہیں بائیکاٹ کر دینا چاہیے اور کسی مسلمان کو [illegible] کوئی تعلق نہ رکھنا چاہیے -

بريد فرنگ

مظالم بلقان

جنگ تقريباً ختم ہوگئي ' مگر سلسلۂ مظالم کا ہنوز خاتمہ نہيں ہوا - ايم - رايڈيٹھ ڈرہم نے سقوطري سے نيرايسٹ کو ايک مراسلہ بہيجا ہے ' جو يکم اگست سنہ ۱۹۱۳ع کي اشاعت ميں چھپا ہے ' اس ميں لکھتے هيں :

" مجھے يہ معلوم کرکے سخت تکليف ہوئي کہ ميرے متعلق يہ خبر اڑائي گئي ہے کہ ميں يہاں صرف مالسوري کيتھولک عيسائيوں کو مدد دے رہا هوں - ميں يہ کہنے کے ليے خوش هوں کہ مسٹر ارچين نے اسکي تکذيب کي ہے - ميں آپ سے اس امر کے بيان کرنے کي اجازت چاهتا هوں کہ سرويوں اور جبليوں (مانٹي نيگرين) دونوں نے يہ فيصلہ کرليا ہے کہ " جب زمين ايک بار هماري هوجائيگي تو پھر مسلمانوں کا سوال باقي نہيں رهيگا " (جيسا کہ ميں نے جبليوں کو خاص طور سے باربار اس فيصلہ کا اعلان کرتے سنا ہے) اس فيصلہ پر عمل درآمد کے ايسے نہايت وحشيانہ طور پر ايسي کارروائي شروع کردي ہے ' جس کي وجہ سے مسلمان آبادي کا يہاں رهنا غير ممکن هو جائے -

وہ صرف يہي نہيں کرتے کہ تمام گاؤں کو جلاديتے هيں بلکہ گھروں کي ديواروں کو ڈھاکے پتھروں کا ايک ڈھير لگا ديتے هيں - وہ لباس ميں سے ايک کپڑا بھي نہيں چھوڑتے ' لوٹ کے مال کے بوجھ سے خميدہ کمر جبلي عورتيں جوق در جوق پارڈگورڑا آرهي هيں -

ايک يوروپين مددگار (والنٹير) نے ' جس نے ولايت قوصوہ کو لٹتے اپني آنکھوں سے ديکھا تھا ' نہايت تلخي سے بيان کيا کہ " ايک جبلي عورت ايک قميص چرانے کے ليے سو کيلو ميٹر زمين طے کرکے آئيگي ! " -

يہ لوگ بالکل بے رحم هيں - جب ميں نے ايک عورت سے ' جو چند بچوں کے کپڑے لوٹ کے لائي تھي ' کہا : " بچے سردي کے مارے مرجائينگے " تو اس نے جواب ديا : " خدا نے چاہا تو ايسا هي هوگا ' يہ مسلمان هيں - ان کا مرنا هي اچھا "

جبل اسود نے يورپ سے بآواز بلند فرياد کي کہ اسکو پھيلنے کے ليے سقوطري کے گرد و جوار ميں زرخيز ميدان درکار هيں - جب يہ اعتراض کيا گيا کہ " يہ زمينيں بڑي حد تک مسلمان مالکوں کي پرائيوٹ ملکيت هيں " تو هميشہ يہ جواب ملا کہ " ان کو چھوڑنا پڑيگا ' ان کو ايشيا جانے دو "

ان بد قسمتوں کے گھوڑوں کے محاصرے کے ليے ان کے باغوں اور ميووں کے درخت کاٹ ڈالے گئے ' گرائے گئے - بہت سے مواقع پر جڑوں ميں آگ لگادي گئي کہ پھر دوبارہ نہ اُگنے پائيں - غرض گھاس ' غلہ ' دنبا ' سب لوٹا گيا - مويشي ليليے گئے ' باغ اوجاڑ ديے گئے اور جو کچھ بچا اسميں آگ لگا دي گئي -

جبسے کہ ميں يہاں يکم اپريل کو آيا هوں ' جس قدر سرمايہ مجھے انجمن اعانۂ مقدونيہ نے ديا تھا يا ميں خود جمع کرسکا تھا ' اس کو تقسيم کرتا ہوا ' گھوڑے پر ايک ويران کيے ہوے مقام سے دوسرے اور دوسرے سے تيسرے مقام پر جاتا رہا هوں ' اس سرمايہ کے علاوہ وہ کپڑے کي گٹھرياں بھي تھيں جو ميرے بعض انگريز دوستوں نے يا برطانوي صليب احمر کے بعض ارکان نے دي تھيں ' مگر ميں برابر مزيد تاراج شدہ آباديوں کو ديکھتا اور ان کے حالات سنتا رہا - ميرا سرمايہ تقريباً ختم ہوگيا ہے - اس ضلع ميں برطانوي صليب احمر کي طرف سے ايک پيني بھي نہيں بھيجي گئي ہے - پہاڑي نہايت قابل رحم حالت ميں نيم برہنہ اور نيم فاقہ زدہ ' سروي فوج کے نقش قدم پر روزانہ چلے آرہے هيں - ان ميں نصف بالکل کيتھولک هيں - سب نے يکساں تکليف اٹھائي ہے - وہ اپنے فاقہ کش اور خانماں برباد خاندانوں کے ليے مدد مانگتے هيں ' ميں مجبوراً ان سے کہتا هوں کہ وہ اپنے همسايوں سے کہديں کہ اب نہ آئيں ' کيونکہ سرمايہ ختم هوگيا ہے ! -

ان کے علاوہ مجھے جبلي (مانٹي نيگرين) سرحد کے اندر ۲ - سو گھروں کے ليے ' جو بالکل جلا ديے گيے هيں ' ضروري اپيل کرنا ہے - يہ تمام مسلمان هيں - سقوطري کے مشرق ميں کيتھولک گھروں کي ايک تعداد ہے جس کو جبليوں نے بالکل تاراج کرڈالا ہے - ليکن جو گھر صرف لوٹے گئے اور جلائے نہيں گئے ' ان کو ميں مجبوراً مدد دينے سے انکار کرديتا هوں ' گو ان کي حالت بھي سخت قابل رحم هوتي ہے - جن مظلوموں کي ميں نے مدد کي ہے انميں سے تين ربع مسلمان تھے -...... ... .

ان واقعات پر مجھے اس اضافہ کرنے کا اور بھي افسوس ہے کہ جبل اسود ميں پارڈگورڑا کے گورنر نے سرحد کے ان مسلمانوں کو جن کے گھر جبليوں نے جلائے تھے ' غذا وغيرہ پہنچانے سے روکا .... گوسينجي کے تمام مہاجرين بيان کرتے هيں کہ وهاں مسلمانوں کو بجبر ارتھوڈکس بنانے کا سلسلہ جاري ہے - ترغيب کے ذرائع ' تازيانے اور بالاخر موت کي دهمکي ہے - مسلمان بچوں کو ان کے والدين کي مرضي يا اجازت کے بغير گرجوں ميں اصطباغ ديا گيا ہے .... "

بلغاريا کے خونخوار جرگے

جب تک مسلمانوں پر مظالم هوتے رہے يورپ کے کسي اخبار نويس کو ان پر رحم نہ آيا ' ليکن ستم پيشہ بلغاريوں نے جب خود اپنے هم مذهب نصرانيوں پر مشق جفا شروع کي تو دنياي صحافت (يوروپين پريس) ميں واويلا مچ گيا - نير ايسٹ بلغاريوں کي نسبت لکھتا ہے :

" اس امر کي شہادت نہايت قوي ہے کہ بلغاري بڑي بے رحمي سے عورتوں ' مردوں ' اور بچوں کو ذبح کر رہے هيں ' اپني واپسي ميں جس شہر يا گاؤں سے گذرتے هيں اس کو خاک سياہ کر ديتے هيں - جو کچھ هم يہاں سنتے هيں اگر اس کا ايک عشر بھي صحيح ہے تو وہ دوسري قوموں پر حکومت کرنے کے ليے موزوں نہيں ' وہ اپنے حدود کے اندر جس قدر جلد هٹا ديے جائيں اسي قدر بہتر ہے - اب تک انہوں نے نہايت ناراضي کے ساتھ ان تمام حرکات سے انکار کيا ہے ' اور ان کا الزام سرکاري طور پر ان خانہ بدوش جرگوں پر ڈالا گيا ہے جو (اسي طرح کے يوناني جرگوں کے ساتھ مل کے) مقدونيا کے حق ميں زمانۂ دراز سے ايک عذاب بن رہے هيں - مگر يہ ايک کھلا هوا راز ہے کہ حکام نے ان جرگوں کو غير بلغاريوں کے قلع و قمع کے ليے استعمال کيا ' گو سرکاري طور پر اس سے انکار کيا گيا ہے -

اگر شاہ فرڈيننڈ اپنے مقدونيہ و تھريس کے دورے ميں ' جس کو تين يا چار مہينے هوے ' ان خونخوار جرگوں سے مختلف مواقع پر علانيہ معانقہ اور بوسوں کے بدلے ' ان ميں سے چند مشہور بدمعاشوں کو پھانسي ديديتے (جيسا کہ حال ميں ترکوں نے دوبارہ قبضہ تھريس کے بعد چند باشي بزوقوں کے ساتھ کيا) تو يہ انکار ايک حد تک تسليم کيا جا سکتا تھا - ....

هيڈ کوارٹر سے ايک تار اس مضمون کا شائع هوا ہے کہ ڈاکسيٹو نامي ايک مقام کي ۳۰ هزار آبادي ميں سے ۲۵ هزار نہايت وحشيانہ طريقے سے ذبح کرديے گيے هيں - شاہ قسطنطين نے ڈرالا کے قونصلوں کو عين موقع پر بلايا ہے تا کہ وہ خود آکے اس کي تصديق کريں "
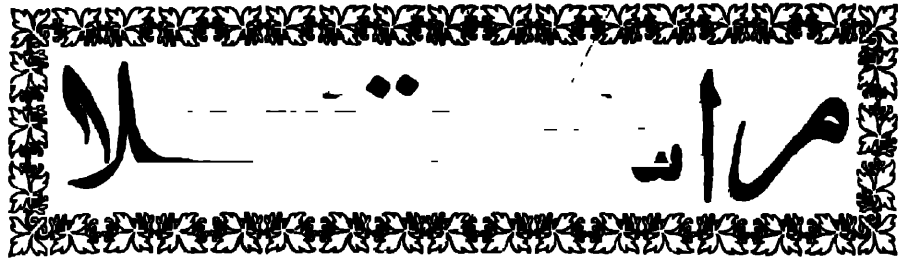
ایشیائی ترکی میں کیا حصہ ملیگا ؟

لندن ٹائمز کا خاص نامہ نگار یکم اگست سنہ ۱۹۱۳ع کی اشاعت میں لکھتا ہے :

" اسٹمپا آف تورن لکھتا ہے کہ اجتماع کیل (Kiel) کے نتیجہ کے متعلق ابھی تک کوئی سرکاری مراسلت نہیں شائع ہوئی ہے ' لیکن ہر شخص جانتا ہے کہ کس موضوع نے دو بادشاہوں اور اُن کے وزیروں کو مشغول کر رکھا ہے ؟

جو مسئلہ زیر بحث ہو سکتا ہے وہ صرف ایک ' اور ہمارے آجکل کے ڈپلومیٹک مسائل میں سب سے اہم ہے ' یعنی کیا اطالیا کو تحالف ثلاثی میں اپنی ابتدائی پالیسی کے لیے کوئی بنیاد ملیگی ' یا اس مدعا کے لیے اس کو کہیں اور دیکھنا چاہئے ؟

ملوک و وزراء کے علاوہ اور کوئی نہیں کہہ سکتا کہ کیا نقشۂ عمل طے ہوا ہے اور تکمیل کے کیا احتمالات ہیں ؟ اس اجتماع کے متعلق نا عاقبت اندیش اشخاص ہم کو اس امید کی اجازت دیتے ہیں کہ اتحاد جرمنی و اطالیا بحر اڈریاٹک میں ہماری جگہ متعین کرنے کے بعد ہم کو میڈیٹرینین یا لیوانٹ کی طرف بڑھائیگا اور اگر مجمع الجزائر پر نہیں تو کسی مضبوط زمین پر تو ضرور ہمارے قدم جما دیگا ۔ نیز اطالیا جرمنی کے ساتھ ملکر ترکی کے تصفیہ کو ایک بعید ترین مستقبل کے لیے ملتوی کر دیگی - یہ اخبار مستند ہے اور عموماً اس کے خیالات قابل لحاظ ہوتے ہیں -

اسلام کی خدمت

ادرنہ پر ترک قابض نہ رہنے پائیں

یکم اگست کی اشاعت میں نیر ایسٹ لکھتا ہے :

قسطنطنیہ میں دول کی طرف سے ملاقاتوں کی ضرورت ہو سکتی ہے (یہ ملاقاتیں ہو چکیں اور ناکام رہیں) لیکن ان ملاقاتوں کی تعبیر دھاؤ ڈالنے سے نہیں کی جا سکتی ' بلکہ یہ ایک ایسی مداخلت ہوگی جسکا مقصد عثمانی شاہنشاہی کو انجمن اتحاد و ترقی کی خود کشی کی سیاست سے بچانا ہوگا - حلفاء بلقان آپس میں صلح کرنے سے پہلے اس سرحد کی ضمانت کی ضرورت کو محسوس کر رہے ہیں جو ان کو معاہدہ لندن کی رو سے ملی ہے - اگر موجودہ عثمانی وزارت نہیں سمجھ سکتی کہ اس ضمانت کے کیا معنی ہیں ' تو پھر دخل ضروری ہو جائیگا ' دول یورپ کو جنھوں نے عثمانی شاہنشاہی کے استحکام کی تائید کا اقرار کیا ہے لازم ہے کہ حکمرانوں کو غلطی سے محفوظ رکھنے کے لیے سنجیدہ عملی تدابیر اختیار کریں ... ...

اگر ادرنہ پر دوبارہ قبضہ اپنے دشمنوں پر ترکی فوج کی برتری سے انجام پذیر ہوا ہوتا تو تخلیہ کا سوال نہ تھا ' لیکن اس میں اگر کوئی برتری ہے تو وہ انور بے کی ارزاں فتح سے زیادہ نہیں ' اسی (ادرنہ) پر ترکوں کے قابض ہو جانے سے سواد قسطنطنیہ ریاستہائے بلقان کے قبضہ کے خطرہ میں پڑ سکتا ہے ' لہذا اس وقت برطانیہ اسلام کی رو سے اچھا کر رہی ہے اگر وہ باب عالی سے ایک ایسا سوال کرتی ہے جو مسلمانان ہندوستان نہیں کر سکتے " وہ سوال کیا ہوگا ؟ یہی کہ باب عالی ادرنہ کو خالی کر دے ' کیونکہ ظاہر ہے کہ یہ ایک عظیم الشان اسلامی خدمت ہے !!

فتنۂ شام

(جناب محمد فضل امین صاحب)

عہد قدیم کے استبداد نے بے خبری و غفلت کے زیر سایہ دولت عثمانیہ کو ہر حیثیت سے مجموعۂ ضعف و کمزوری بنادیا ' فرنگی مشنوں کو مدت دراز سے ملک شام و فلسطین میں اپنی ریشہ دوانیوں کا موقعہ مل گیا ہے - جب سر جون ہیوٹ نے مصلحت ملکی کے لحاظ سے ٹوم براون سکول ڈیز کو جو الہ آباد کے میٹریکولیشن کے نصاب تعلیم میں شامل تھی ' درس سے خارج کرنا چاہا تو انہوں نے کہا تھا کہ " جب ایک اسکاٹ ماہر فن تعلیم نے الہ آباد کالج کی لائبریری میں اس کتاب کا نسخہ دیکھا تو اسنے نہایت تحیر سے کہا کہ : ایسی کتاب اور دارالفنون ہندوستان کی لائبریری میں !! " مگر قسطنطنیہ اور بیروت میں جتنے امریکی و فرنگی مدارس ہیں انکے کتب خانے دنیا بھر کے بغاوت اور دین لٹریچر کا مخزن بنے ہوے ہیں - ان مشن کالجوں کے تعلیم یافتہ عرب جو مذہباً عیسائی ہیں ہمیشہ سے اسلامی سیادت کی مخالفت کرتے چلے آئے ہیں اور ان میں سے اکثر لوگ امریکہ میں جا آباد ہوے ہیں -

سنہ ۱۳ ہجری میں ' جب مسلمانوں کی لڑائی اہل فارس سے ہو رہی تھی ' تو عیسائی قبائل عرب بھی مسلمانوں کے ساتھ ہو کر عربی عصبیت کیلیے اہل فارس سے لڑے تھے ' مگر آج فرانس و امریکہ کے مکاتب و مدارس نے ان عربوں کو بھی بے حمیت بنا دیا ہے -

گذشتہ واقعات نے بتادیا ہے کہ اقوام اسلام کی فلاح و بقاء ' خواہ وہ عرب ہوں یا عجم ' دولت عثمانیہ کے ساتھ وابستہ ہے ' اسلیے مسلمان عربوں کا فرض ہے کہ حفظ دین و اعتصام بحبل اللہ المتین کو واجب سمجھ کر فتنہ کو دبالیں ' والفتنة اشد من القتل

فان النار بالعودین تذکی
وان الحرب اولها کلام

جب مسلمان یہ دیکھتے ہیں کہ عربوں کا تعلیم یافتہ گروہ دولت عثمانیہ کا بدخواہ ہے ' تو ان کو نہایت صدمہ ہوتا ہے ' اور وہ اپنے بے گناہ عرب بھائیوں سے مایوسی بلکہ نفرت کا اظہار کرتے ہیں ' مگر حقیقت یہ ہے کہ اس طعن و تشنیع کے مستحق عرب نہیں بلکہ عیسائی ہیں -

خدا کے فضل سے اب اہل عرب کی آنکھیں کھلتی جاتی ہیں ' انہوں نے اطالیہ اور فرانس کے انسانیت سوز مظالم کا منظر ساحل افریقہ پر خوب دیکھا ہے - وہ انشاء اللہ ان سبز باغوں کو دیکھکر کبھی نہیں للچا سکتے ' جو دشمنان ملت اکثر انکو دکھایا کرتے ہیں -

ترکی میں عربوں کی ترقی کے لیے ہر طرف راہیں کشادہ ہیں ' ہم دولت عثمانیہ کی تعریف نہیں کرتے کہ حکومت اور سیاست کے

دروازے اسکے سب کے لیے کہول رکہے ہیں کہیں کہ اگر وہ ایسا نہ کرتی تو وہ اسلام کی خلاف ورزی کی مرتکب ہوتی ' ہمارے مذہب نے ترک ' عرب اور عجم ' سب کے جنسی و قومی و نسلی تفرقے مٹا دیے ہیں -

ہم نہایت حیرت سے سنتے ہیں کہ عیسائی عرب سے جو ہمیشہ سے شورہ پشت چلے آئے ہیں ' آج ہمارے عثمانی بہائیوں سے سنہ ۶۵۶ھ کے ھلاکو خان تاتار اور تباہی بغداد کا بدلہ لینے اٹہے ہیں لیکن در اصل :

تم سے بیجا ہے مجہے اپنے تباہی کا گلہ
اسمیں کچہہ شائبۂ خوبی تقدیر بہی تہا -

ترک اپنی رعایاے شام سے پوچھہ سکتے ہیں کہ آج تک اسلام کی پشت پناہ کونسی قوم تہی ؟ صلیبی خطرات سے اسلام کیلیے کون سات سو برس سے اپنے فرزندوں کی قربانی کرتا رہا ؟ صلیبی جنگوں کا سماں ابہی ہمیں بہولا نہیں ' اور اب بہی دیکہہ لو ' طرابلس میں اگر جانباز انور بے ' عزیز بے ' اور نشات بے نہوتے ' تو درندہ خو نصرانیوں کے ہاتہوں اسلام کا افریقہ میں خاتمہ تہا ؟ بلقان کے ستم پیشہ عیسائیوں نے صلیبی دشمنی و عداوت کا علم بلند کیا تو انہوں نے کیا کچھہ بے حرمتی ہمارے متبرک مقامات کی نہ کی ؟ اور روسیوں نے کس کس طرح ہمارے بے گناہ علما اور اشراف و سادات کو تہ تیغ نہ کیا ؟ مشہد مقدس کی دیواریں اب تک انکی ستم گری پر نالاں ہیں

اسی بلقانی سیلاب کو اگر عثمانی نہ روکتے ' تو کیا ضمانت تہی کہ وہ دل دہلا دینے والے ارادوں کا پیش خیمہ نہوتا -

ہمارا یہ عقیدہ نہیں ہے کہ خلافت موروثی شی ہے ' پہر بہی اگر آج تم چاہو کہ جو محبت دنیاے اسلام کو ہشت صد سالہ روایات ' عثمانی قربانیوں ' اور مجاہدات فی سبیل اللہ کی بنا پر عثمانیوں سے ہے ' وہ معدوم ہوجاے ' تو یہ خیال محال ہے - ہاں ہم یہ مانتے ہیں کہ کمزوریوں سے عثمانی بری نہیں ' مگر اصلاح کا فرض ہم پر بہی اسی قدر واجب ہے جسقدر کہ اعیان و اکابر ترک پر ہے -

کہتے ہیں ترقی کی نشو و نما اسلام کے اصولوں پر نہیں بلکہ والٹیر (Voltaire) کانٹ (Cont) اور ڈکارٹ (Dorsats) کی انقلاب افریں تحریروں پر ہوی ہے ' مگر کاش اے ملت فروشو! تمہیں بسمارک (Bismarck) کی وہ نصیحت یاد ہوتی جو اسنے جرمن ریچسٹاگ (ایوان شوری) میں کی تہی کہ :

" تم انگریزوں کی کورانہ تقلید کر کہیں مفید نہ پاؤگے ' پروشیا کے نظم و نسق سیاست کی بنیاد انگریزوں سے بالکل مختلف ہے "

قومی و مذہبی روایات سے اگر تم بیگانہ ہو ' اور یورپ کی تقلید ہی میں تمہیں معراج نصیب ہوتی تہی ' تو کاش اس یوروپین مدبر اعظم کی نصیحت ہی سے تمہیں غیرت آتی اور تم بہی یہ کہسکتے کہ :

" مسلمانو ! انگریزوں کی کورانہ تقلید کر تم کہیں بہی مفید نہ پاؤ گے ' اسلام کی بناے سیاست انگلستان کے ایوان پالیٹکس سے مختلف اور بالکل مختلف ہے "

مطالبۂ حق پر اصرار

(جناب رحیم قدوائی)

" دنیا کی قومیں اپنے ہی بل پر ترقی کرتی ہیں - اگر اُن کی آزادی چہین لیجاے تو وہ صرف اپنی ہی کوششوں اور سرگرمیوں سے اس نعمت کو واپس لے سکتی ہیں - کوئی قوم دنیا میں محفوظ نہیں رہ سکتی ' جبتک کہ وہ اپنی ذات سے طاقتور نہ ہو - جو قومیں اپنی ترقی کی حفاظت میں غیروں کی محتاج ہیں ' اُنکی زندگی نہایت خطرناک ہے ' اور وہ کبہی ترقی اور کامیابی کی بلندی پر نہیں پہونچ سکتیں " -

یہ وہ عظیم الشان فقرہ ہے جو (مصر) کے نامور محب وطن اور ریفارمر (مصطفی کامل پاشا مرحوم) کی زبان سے نکلا تہا ' اور جس نے مصر کی سوتی ہوئی مخلوق کو چونکا دیا تہا - یہ وہ زبردست الفاظ ہیں جن کی تصدیق خود کلام پاک کرتا ہے -

اس مسئلہ پر غور کرنے کی ضرورت ہے کہ آیا ہمکو بذات خود متحرک ہونا چاہیے یا اپنے تمام اقتصادی ' سیاسی ' اور مذہبی معاملات کا بوجھہ گورنمنٹ کے سر صرف اس امید و توقع پر ڈال دینا چاہیے کہ وہ ہماری وفاداری کے صلے میں ہم سے خود ہی اچہا برتاؤ کرے گی ؟

وہ کوتاہ بین اور سطحی نظر رکہنے والے حضرات جن کا یہ خیال ہے کہ گورنمنٹ ہماری بیجا خوشامد اور غلط چاپلوسی سے ہم پر اپنے الطاف و عنایات کی بارش کرے گی اور جو صرف اسی پالسی کو اپنا منتہاے خیال بنالے ہوے ہیں ' شاید انہوں نے ایک بہت بڑے مدبر کے اس قول کو نہیں سنا کہ " جو لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ انگریز بے ایمانوں ' نمک حراموں کو پسند کرتے ہیں ' اور اُن کو عزت و محبت کی نظر سے دیکہتے ہیں ' وہ سخت دہوکے میں ہیں - یہ سچ ہے کہ اُن لوگوں سے جو اپنی قوم سے نمک حرامی کرتے اور اپنی ملت کی خدمت سے منہ چراتے ہیں ' اپنا کام نکال لیتے ہیں ' مگر وہ اُن کو نہایت نفرت کی نظر سے دیکہتے ہیں " - ایسے قوم فروشوں کے مضبوط پنجے سے اب وہ وقت آگیا ہے کہ قوم کو رہائی مل جاے - جو اپنے تمام دین و دنیا کی امیدوں کو ایک فرضی خوشامد کی صورت میں تبدیل کیے ہوے ہیں - اُن سے ہمکو صاف الفاظ میں کہدینا چاہیے کہ : بس ! ہم آپ کے پر فریب تہپکیوں سے بہت زمانے تک سوتے رہے ' اب آپ خود ہوشیار ہوجائیں کہ ہم جاگنے والے ہیں ' اب ہم صرف خوشامد ہی پر قناعت نہ کرینگے ' بلکہ اپنی عزت قائم رکہنے کیلیے کچھہ عملی کارروائی بہی کرنا چاہتے ہیں - زمانہ اب صرف باتیں بنانے ہی سے موافق نہیں ہوسکتا بلکہ کام کرنے سے - آپکی خوشامد اور چاپلوسی کا نتیجہ آپ کی آنکہوں کے سامنے ہے ' آپ بہ بانگ دہل چلا چلا کر یہ فرماتے ہی رہے کہ " دیکہیے دیکہیے ہم وفادار ہیں - ہمارے فلاں وفلاں بہائیوں پر ظلم ہورہا ہے ' اسکو اپنی ڈپلو میسی کی مشینری سے روکیے ' ورنہ ہمارا دل دکہیگا - ہمنے کبہی اپنی ہمسایہ قوموں سے میل نہیں بڑہایا ' ہر بات میں انکے مخالف رہے ' آپ کی ہاں میں ہاں صرف اسلیے ملاتے رہے کہ ہم سے آپ خوش رہیں ' اب ہم پر فلاں ظلم ہورہا ہے اُس کا جلد انتظام کیجیے " مگر افسوس کہ

اپنی مثال بعینہ اُس مسافر کی طرح ہے جو ریل کے سامنے سے نکل جانے پر ایک عجیب بے بسی کے انداز سے منہہ بنا کر رہجاتا ہے، اور جو صرف اپنی ذراسی غفلت کی وجہ سے اس حالت کو پہونچا -

خدا کرے کانپور کا قابل نفرت حادثہ اب بھی مسلمانوں کے لیے تازیانہ عبرت ہو - وہ اب بھی خبردار ہو جائیں ' اور اپنے حقوق کی حفاظت بجاے غیروں کے سپرد کرنیکے خود اپنے ہاتھہ میں لے لیں - یہہ وہ وقت ہے کہ جب تک ہندوستان کے تمام مسلمان ہم آواز ہوکر گورنمنٹ سے زور اور اصرار کے ساتھہ کوئی بات نہ کہینگے اُنکی عرضداشت اور درخواست پر کان نہ دھرا جائیگا - بابو سرندر ناتھہ بنرجی نے ایک مرتبہ کہا تھا -

" ہم کو ہم آہنگ ہوکر صاف صاف بلا غلط فہمی پیدا کیے ہوے بولنا چاہیے - اُس وقت ہماری آواز سے کوئی چشم پوشی نہیں کرسکتا - وہی وقت ہوگا کہ ہم انگلستان سے اصرار کرسکیں ' اور انگریزوں کے سامنے اپنے حقوق پیش کرسکیں ' بلکہ اگر ضرورت ہو تو خود ملک معظم کی خدمت میں عرض کرسکینگے "

مصطفی کامل پاشا مرحوم کا مقولہ تھا : " حاکم کا برتاؤ محکوم کے ساتھہ ویسا ہی ہوتا ہے جیسا کہ محکوم کا حال ہو - جب حکمران لوگ اپنے محکوم جماعت کو دیکھتے ہیں کہ وہ براے نام زندہ ہے، مگر حقیقت میں مردہ ہے، اور زبان سے جو کچھہ کہتے ہیں اُس کا یقین اُن کے دل میں نہیں ہوتا ' اپنے حقوق کا مطالبہ وہ حق داروں کی طرح نہیں بلکہ دریوزہ گروں اور گداؤں کی طرح کرتے ہیں تو حکمران مغرور ہو جاتے ہیں اور اپنے محکوم لوگوں کو جانور سمجھکر اُن سے جانوروں ہی کی طرح برتاؤ کرتے ہیں "

پس اگر ہم آپ زندہ رہنا چاہتے ہیں تو صرف اسی طرح سے ہماری زندگی ممکن ہے کہ ہم اپنے حقوق کی حفاظت خود اپنے ہاتھہ میں لے لیں - خائن اور قوم فروشوں کی بات نہ سنیں ' اپنے حقوق کا مطالبہ بہت استقلال اور مردانگی سے کریں - اور کبھی حق گوئی سے منہ نہ موڑیں - یہہ خوب اچھی طرح سے سمجھہ لیجیے کہ اگر آپ استقلال اور اصرار کے ساتھہ اپنے حق کو مانگئے، اور اُس پر قائم رہے ' تو گورنمنٹ کبھی آپکی اس زبردست قومی آواز سے چشم پوشی نہیں کرسکتی - لیکن اگر آپ شروع ہی میں مرضی خطرات کے خیال سے گھبرا اُٹھے تو بے بسی کی موت یا بے غیرتی کی ذلیل زندگی کو آنکھوں کے سامنے ہر وقت رکھیے - قوم یا ملک کی خدمت میں سب سے پہلے ایثار نفس کی ضرورت ہے -

دررہ منزل لیلی کہ خطرہاست بجان
شرط اول قدم آنست کہ مجنون باشی

غبطة الناظر

سوانح عمری شیخ عبد القادر جیلانی (رض) عربی زبان میں تالیف ابن حجر عسقلانی - خدا بخش خاں کے کتبخانے کے ایک نایاب قلمی نسخہ سے چھاپی گئی - کاغذ ولایتی صفحہ ۵٦ قیمت صرف ۸ - آنہ علاوہ محصول ڈاک - صرف ۵۰ کاپیاں رہگئی ہیں - ملنے کا پتہ - سپرنٹنڈنٹ - بیکر ہوسٹل ڈاکخانہ دھرمتلہ - کلکتہ -

نفثات مصدور

(جناب غلام حیدر خاں صاحب)

(۱) مسلمانوں کے اداے فریضہ حج کی راہ میں مسیحی دنیا کی اندرونی تدبیروں سے، جو نئے نئے قاعدے ' چیچک کا ٹیکہ ' قرنطینے ' واپسی کا ٹکٹ ' اور اسی قسم کی اور بہت سی رکاوٹیں سد راہ ہوتی جاتی ہیں کہ مسلمان اس عظیم الشان رکن کے ادا کرنے سے ہمت ہاردیں - کیا یہ سب کچھہ عثمانی سلطنت کے منشا سے ہورہا ہے ؟ اگر ایسا ہی ہے تو ان مشکلات کو عثمانی سلطنت سے دور کرانا آپ کا فرض ہے - اور اگر ایسا نہیں تو دول کا کیا حق ہے کہ حیلہ و مکر سے ہم کو ایک اہم مذہبی فرض کے لیے ایک اسلامی ملک میں جانے سے روک دے ؟

ہمارا تو ایمان ہے کہ حج کے ارادہ سے راہ میں جان دے دینے سے بھی ہمارا فرض ادا ہو جاتا ہے ' پھر اس حالت میں جو کچھہ ہو رہا ہے کمبخت منافق رہنماؤں کے ذاتی اغراض و رسوخ کی خاطر ہو رہا ہے جو قوم کو قعر مذلت میں گرانا چاہتے ہیں - مسلمانوں کی دینی حالت نہ معلوم کیسی پست ہوگئی ہے کہ اعدا کے عیب بھی صواب نظر آتے ہیں -

چند روز ہوے ایک مسلمان حضرت نے فرمایا کہ " مجھے ایام حج میں خوب تجربہ ہوچکا ہے کہ عرب کے بدوی حاجیوں کو بہت سی تکلیفیں پہنچاتے ہیں مگر جہاں فرنگیوں کا انتظام ہے وہاں ہر طرح کی آسائش ہے (حاجی صاحب کو کیا معلوم کہ قرنطینوں میں ایک ایک پیسے کے عوض کئی کئی روپے خرچ ہوتے ہیں) عرب جیسے تمام اسلامی ممالک پر اگر فرنگیوں ہی کا عمل دخل ہو جائے تو تمام تکلیفات رفع ہو جائیں ' اور بدوؤں سے بھی نجات مل جاے "

مجھے حاجی صاحب کے اس خیال سے سخت ملال ہوا کہ یا الہی ہم مسلمانوں کی کیا حالت ہے - رات کو اس رنج کی حالت میں القا ہوا کہ گویا وحدت الہی مجھسے خطاب کرکے کہہ رہی ہے کہ - ایسے مسلمان ہیں ؟ ڈھائی سو روپیہ حج کے لیے پلے باندھے اور چلے خدا پر احسان کرنے ! خدا تمہارے روپیوں کا بھوکا نہیں، اگر وہ چاہتا تو اپنے گھر کو دنیا میں ایسے اعلی مقام میں جگہہ دیتا جہاں بھوزباؤں اور بہشتوں کے کچھہ نہ ہوتا ' وہاں بجاے بدویوں کے ملائکہ ہی نظر آتے -

مگر وہ تو صرف تمہارے دلوں اور تمہاری محبتوں کا اندازہ کرتا ہے کہ اوس کی راہ میں تم کہانتک اپنی عزیز جانیں خطرے میں ڈالکر اوسکے گھر کی زیارت کے عزم میں ثابت قدم رہتے ہو - جو اوسکے بندے ہیں اونکو تو توپوں کے دہانوں میں بھی بہشت ہی نظر آتی ہے، وہ اگر چاہے تو اپنے بندوں کو ایک طرفة العین میں اپنے حرم کی سیر کرادے " میں بیدار ہوا تو میرے بدن پر ایک لرزے کی سی حالت طاری تھی -

(۲) میں نے یہ خبر پڑھی تھی کہ سرحدی اقوام ہوتی مردان و کوہاٹ کے علاقہ کے پانچ پانچ سو آدمیوں کے جرگوں نے اپنے اپنے ضلع کے ڈپٹی کمشنروں کی خدمت میں اس مضمون کی درخواست کی تھی کہ " ہم میں اور گورنمنٹ انگریزی میں عہد و پیمان ہے کہ جو ہمارے دوست وہ اُس کے دوست اور جو اوس کے دشمن وہ ہمارے دشمن ' اب چونکہ ظالم بلقانیوں نے ہمارے مسلمان بھائیوں پر طرح طرح کے مظالم کیے ہیں، زن و بچہ ' بیمار و ضعیف ' ناتوان و ناچار سب کو تہ تیغ کر رہے ہیں اور

تاریخ حیات اسلامیہ

کا ایک ورق

زر اعانۂ مہاجرین عثمانیہ

(از جناب ملک حسین بخش صاحب مرصع اروپ تحصیل ضلع گوجرانوالہ)

جناب مکرم - میرا بیٹا صلاح الدین بعمر ۳ سال' دو ماہ سے سخت بیمار ہے' ۳ - روپیہ صدقہ ارسال کیا جاتا ہے' اسکو چندہ ٹرکش ریلیف فنڈ میں شامل فرمائیں -

(از جناب اہلیہ شیخ فیض بخش صاحب قصبہ اترولی - ضلع علیگڈہ)

مکرمی - تسلیم - میرے طرف سے مبلغ ایک روپیہ مہاجرین ٹرکی کے خدمت میں بھیج کر مشکور فرمائیں' اور عزیزی برخورداری سعدی بیگم کے طرف سے ۸ - آنے جو اوسنے جمع کیے تھے اور بھیجتی ہے روانہ فرمادیجیے - جو پاکٹ خرچ برخورداری کو ملتا ہے' اوسمیں سے اوسنے واقعی اصلی نیت سے جمع کیے ہیں - والسـلام -

[بقیۂ مضمون صفحہ ۱۷ کا]

خلافت اسلامیہ کہ محافظ حرمین شریفین ہے' سخت خطرے میں ہے' اس لیے سرکار کو لازم ہے کہ ہمارے خلیفہ کی امداد کرے اور اگر سرکار کسی وجہ سے معذور ہے تو ہم کو راستہ کی اجازت ہو جائے کیونکہ ایسی حالت میں ہم لوگوں پر گھر میں بیٹھے ہی بیٹھے جہاد فرض ہوگیا ہے" جواب میں انکو اطلاع دی گئی کہ "اب صلح کی کوششیں ہو رہی ہیں اور بصورت عدم صلح مناسب صلاح دی جائے گی"

لیکن چونکہ ہنوز جنگ کا قطعی خاتمہ نہیں ہوا ہے اور بقول لندن ٹائمز اندیشہ ہے کہ شاید پہلی جنگ سے بھی زیادہ ہولناک معرکہ چھڑ جائے - لہذا جو اصحاب اس دینی فرض کے لیے اپنی عزیز جانوں کو راہ خدا میں قربان کرنے کو طیار ہوں' میں اگرچہ غریب آدمی ہوں لیکن مبلغ ایک سو روپیہ ایسے ایسے پانچ فدائیان اسلام کے لیے بطور زادراہ جناب کے پاس جمع کرادونگا جو اپنی درخواستیں معتبر خوانین کی تصدیق سے جناب کی خدمت میں ارسال کرینگے - اگر ایسی تحریک جاری ہو جائے اور ہر ایک فدائی کے لیے قسطنطنیہ تک پہونچنے کا کافی زادراہ بہم پہونچ جائے تو یہ ایک بہت بڑا کام ہوگا -

(۳) حکام کا اپنے حکم پر اصرار اور ہمارے لیڈروں کی ایمانی کمزوریوں سے جو کچھ مسجد کانپور کا حشر ہوا وہ ظاہر ہے' اور جو آیندہ معاہدہ کا حال ہونے والا ہے وہ بھی ظاہر ہے - آخر والی دولت خدا داد افغانستان بھی تو مسلمانوں کے دوسرے درجہ کے خلیفۃ المسلمین ہیں اور ہماری گورنمنٹ کے ہمسایہ اور دوست بھی ہیں' کیا مناسب نہیں کہ اس مسئلہ میں ان سے رجوع کیا جائے ؟

فہرست زر اعانۂ مہاجرین عثمانیہ

(۱۱)

از جانب انجمن اسلام (راؤترا پور ضلع کٹک)
(بہ تفصیل ذیل)

	پائی	آنہ	روپیہ
جناب شیخ منصور صاحب سکریٹری انجمن مذکور	۰	۲	۱
جناب شیخ غلام غوث صاحب (راؤترا پور)	۰	۰	۱
جناب مرزا محمد یوسف "	۰	۰	۱
جناب مرزا معصوم بیگ "	۰	۰	۱
جناب شیخ کمالی محمد صاحب "	۰	۰	۱
جناب منشی تراب خاں صاحب "	۰	۰	۱
جناب منشی نفیں محمد صاحب "	۰	۰	۱
دیگر باشندگان (راؤ ترا پور)	۰	۲	۲
جناب منشی عنایت علیخاں صاحب (دیگر پوری)	۰	۰	۱
دیگر باشندگان (دیگر پور)	۰	۷	۴
جناب شیخ بہدن صاحب باشندہ کورانگ	۰	۰	۱
جناب ناظر محمد صاحب " "	۰	۰	۱
جناب نجیب خاں صاحب " لچھمی پور	۰	۱۲	۰
جناب فقیر محمد بلنتا	۰	۸	۱
جناب شیخ رحمو ناگبالی صاحب	۰	۰	۱
جناب سید امیر صاحب مقیر پڑا	۰	۰	۱

(میزان ۲۲ روپیہ)

	پائی	آنہ	روپیہ
جناب شہاب الدین احمد صاحب - کوسی گیا	۰	۰	۱
جناب منیجر صاحب میگزین - قادیان	۰	۱۵	۱
جناب سید ودود صاحب - دربن	۰	۰	۲
جناب سید فخر اللہ صاحب ہنگی	۰	۰	۱۰
جناب محمد ہاشم صاحب	۰	۰	۵
جناب محمد عبد الغفار خاں صاحب چھپڑا - راجپوتانہ	۰	۰	۲۵
بزرگان بانکا ضلع بہاگل پور بذریعہ جناب عبد الحمید خاں صاحب	۰	۰	۲۷
جناب ملک حسین بخش خاں صاحب مرصع اروپ - گوجرانوالہ	۰	۰	۳
جناب سید یوسف صاحب - بھوپال	۰	۰	۱۰
جناب نبی بخش صاحب - ہوشیار پور	۰	۸	۲

معرفت جناب غلام محمد صاحب
(بہ تفصیل ذیل)

	پائی	آنہ	روپیہ
جناب محمد بخش صاحب	۰	۸	۰
جناب حبیب اللہ صاحب	۰	۴	۰
جناب کوڑا رسیدار صاحب	۰	۱۲	۰
جناب موہری اللہ صاحب	۰	۸	۰
جناب کریم صاحب	۰	۴	۰
جناب سید تجمل حسین صاحب	۰	۴	۰
جناب حاجی صاحب ہنگی	۰	۸	۰

	پائی	آنه	روپیه
جناب خدا بخش ولد رکن الدین صاحب	٠	٨	٠
جناب غلام محمد صاحب	٠	٠	١
جناب نواب سبزي فروش صاحب	٠	٠	١
متفرق بروز جمعه	٠	٠	٣
قیمت زیور بند اهلیه فرزند محمد اسمعیل	٠	١٢	٢٢
قیمت چرم قرباني ارجک بیگ	٠	٠	٣
متفرق بروز جمعه	٠	٠	٨
ار با با بلوچ	٠	٩	٠
جناب حافظ الله بخش صاحب	٠	٠	١
جناب مرزا غلام نبي صاحب	٠	-	١
جناب اوز بن کشمیري	٠	٠	١
جناب نظام الدین رمیدار صاحب	٠	٠	٢
جناب منشي نواب الدین صاحب	٠	٠	١
متفرق جمعه	-	٩	٠
جناب میاں کریم بخش کشمیري صاحب	٠	٠	١
متفرق	٠	٢	٢

(از قصبه جانکی ضلع سیالکوٹ)

	پائی	آنه	روپیه
معرفت جناب لال دین ار داماد سبزي فروش	٠	٣	٠
جناب محمد نصیر پسر منشي نواب دین کتب فروش	٠	٠	٢
مسمات رحم بي بي معلمه زنانه	٠	٠	١
جناب محمد اقبال ولد منشي نواب صاحب کتب فروش	٠	٠	١
جناب غلام رسول صاحب طالبعلم	٠	٠	١
جناب جیون کشمیري صاحب ولد پیربخش	٠	٠	١
جناب میاں حسن محمد سکه دار صاحب	٠	٠	٢
جناب شیخ نظام دین صاحب	٠	٣	٠
جناب اله بخش صاحب	٠	٠	٢
جناب منشی محمد سعید صاحب بتقریب ختنه فرزند خرد	٠	٠	٥
جناب حافظ الله بخش صاحب مدرس	٠	٠	٣
معرفت جناب محمد اسمعیل صاحب مدرس گورنمنٹ اسکول گجرات	٠	٠	٢٥
میزان	٠	٦	٢١٠
سابق	٠	٧	٨٦٤٢
کل	٠	١٣	٨٨٥٢

(از جناب میر حبیب الله صاحب ار رسیر سالا کد)

۹ جولائي سنه ۱۹۱۳ ع کے الهلال میں فهرست اعانۂ مهاجرین کی میزان غلط ہے -

چنده وصول شده	٦	٧	٨١٧
میزان سابقه	٦	١٣	٥١٠٢
میزان	-	٥	٥٩٢٠

کل میزان مبلغ ۵۹۲۰ روپیه ۵ آنه هوتي ہے مگر اخبار میں ۶۰۸۵ روپیه ۵ آنه درج ہے صاف ۱۸۰ روپیه کي غلطي ہے -

---

هذا بصائر للناس ، و هدی و رحمة لقوم يوقنون !

(۱۹ . ۴۵)

البصائر

ایک ماهوار دیني و علمي مجله

جس کا

اعلان پہلے " البیان " کے نام سے کیا گیا تھا -

وسط شوال سے شائع هونا شروع هوجائیگا

ضخامت کم از کم ۹۶ صفحه - قیمت سالانه چار روپیه مع محصول -

خریداران الهلال سے : ۳ - روپیه

اسکا اصلی موضوع یه هوگا که قرآن حکیم اور اُس کے متعلق تمام علوم و معارف پر تحقیقات کا ایک نیا ذخیره فراهم کرے - اور اُن موانع و مشکلات کو دور کرنے کی کوشش کرے ' جن کي وجه سے موجوده طبقه روز بروز تعلیمات قرانیه سے نا آشنا هوتا جاتا ہے -

اسی کے ذیل میں علوم اسلامیه کا احیاء ' تاریخ نبوة و صحابة و تابعین کي ترویج ' آثار سلف کی تدوین ' اور اردو زبان میں علوم جدیدۂ حدیثه کے تراجم ' اور جرائد و مجلات یورپ و مصر پر نقد و انتقاد بهي هوگا - تاهم یه امور ضمني هونگے ' اور اصل سعي یه هوگي که رسالے کے هر باب میں قرآن حکیم کے علوم و معارف کا ذخیره فراهم کرے - مثلاً تفسیر کے باب میں تفسیر هوگي ' حدیث کے باب میں احادیث متعلق تفسیر پر بحث کي جائیگی - آثار صحابه کے تحت میں تفسیر صحابه کی تحقیق ' تاریخ کے ذیل میں قرآن کریم کي تنزیل و ترتیب و اشاعت کي تاریخ ' علوم کے نیچے علوم قرانیه کے مباحث اور اسی طرح دیگر ابواب میں بھی یهی موضوع وحید پیش نظر رهیگا -

اس سے مقصود یه ہے که مسلمانوں کے سامنے بدفعة واحد قرآن کریم کو مختلف اشکال و مباحث میں اس طرح پیش کیا جائے که عظمت کلام الهی کا وہ اندازہ کر سکیں - و ما توفیقي الا بالله - علیه توکلت والیه انیب -

القسم العربی

یعنے " البصائر " کا عربي ایڈیشن

جو

وسط شوال سے شائع هونا شروع هوجائیگا

اور

جس کا مقصد وحید جامعۂ اسلامیه ' احیاء لغة اسلامیه ' اور ممالک اسلامیه کے لیے مسلمانان هند کے جذبات و خیالات کي ترجمانی ہے -

الهلال کي تقطیع اور ضخامت

قیمت سالانه مع محصول هندوستان کے لیے : ۲ - روپیه ۸ - آنه

ممالک غیر : ۵ - شلنگ -

درخواستیں اس پته سے آئیں :

نمبر (۱۴) - مکلوڈ اسٹریٹ - کلکته

[۳۵]

اعـــلان

نمایش دستکاري خواتین هند

حسب هدایت هر هائینس نواب سلطان جهاں بیگم صاحبه سي - آئي - جي - سي - إس - آئی - جي - سي آئي - اے - اعلان کیا جاتا ہے نہ نمایش دستکاري خواتین هند بسر پرستي علیا حضرت ممدوحه شروع ماہ جنوري سنه ۱۹۱۴ع بمقام بهوپال منعقد کیجاے گي * لهذا امید ہے که تمام خواتین هند اس نمایش میں کمري دلچسپي ظاهر کرکے ضرور اپنے اپنے هاتهه کي بنائي هوئي نمایشي اشیاء وسط دسمبر سنه ۱۹۱۳ع تک آبرو بیگم صاحبه سکریٹري لیڈیز کلب بهوپال سنٹرل انڈیا بهیجکر مشکور فرمائینگي - سکریٹري صاحبه موصوفه هر خاتون کی درخواست پر قواعد نمایش وغیره بهیجدینگي -

اس نمایش کے ساتهه ساتهه پهول اور ترکاري وغیره کي بهی نمایش هوگی فقط -

دستخط - اودہ نراین بسریا
چیف سکریٹري دربار - بهوپال

فهرست انعـــامـــات

متعلق

نمایش دستکاري خواتین

بمقـــام بهـــوپـــال

شرح خاص انعامات

تمغه طلائی — کسی طبقه کے سب سے اچهے کام کے لیے جو کسی زنانه اسکول کی طالبات کا بنایا هوا هو -

تمغه نقرہ — اسکے بعد کسی طبقه کے سب سے اچهے کام کے لیے جو وسط هند کے کسي زنانه اسکول کی طالبات کا بنایا هوا هو -

تمغه طلائی — کسی طبقه کے سب سے اچهے کام کے لیے جو بهوپال میں رهنے والی کسی هندوستانی بی بی کا بنایا هوا هو -

تمغه نقرہ — اسکے بعد کسی طبقه کے سب سے اچهے کام کے لیے جو وسط هند میں رهنے والی کسی هندوستانی بی بی کے بنایا هو -

شـــرح کام	و انعـــامـــات
۱ - لیس کا کام	ایک تمغه طلائی - دو تمغے نقرہ - تین تمغے برونز یعنے کانسه -
۲ - ڈران تهریڈ یعنی کپڑے کے دهاگے نکالکر - کام بنانا	دو تمغے نقرہ - تین تمغے برونز -
۳ - کلابتوں کا کام سنهري و روپهلی	ایک تمغه طلائی - تین تمغے برونز -
۴ - سوزن کاري (کین وس - ساٹین - ریشم - مخمل - جالي - یالیدن پر)	ایضـــا
۵ - کروشي کا کام (سوتي)	ایک تمغه نقرہ - دو تمغه برونز -
۶ - ایضـــاً (اونی)	۳ - تمغه برونز -
۷ - بنائی (نٹنگ) کا کام (سوتي یا اوني)	ایضـــا
۸ - ریدن یعنے فیته کا کام	ایک تمغه نقرہ - دو تمغے برونز -
۹ - نقاشی (کسي چیز پر هو)	دو تمغے نقرہ - دو تمغے برونز -
۱۰ - اون - کپڑے - رولي یا مٹي کے نمونه پهول - پهل اور پودوں کے	دو تمغے برونز -
۱۱ - کشیدہ کا کام	ایک تمغه طلائي - ایک تمغه نقرہ - دو تمغے برونز -
۱۲ - پوٹ کا کام (پیٹ ورک) ...	ایضـــا
۱۳ - تصویروں کو کپڑے پہنانا ...	ایک تمغه نقرہ - دو تمغے برونز -
۱۴ - واٹر کلر اور آئل پنٹنگ (تصاویر) آبي و روغني) ...	دو تمغے طلائي - ایک تمغه نقرہ -
۱۵ - کریول ورک..............	ایک تمغه طلائي - ایک تمغه نقرہ - دو تمغے برونز -
۱۶ - ڈیکر ورک	ایضـــا
۱۷ - پهول	دو تمغے نقرہ
۱۸ - ترکاري	دو تمغے نقرہ

(دستخـــط) آبرو بیگـم
سکریٹري پرنس آف ویلز لیڈیز کلب - بهوپال.

جارج پنجم بفضله فرمـــاں رواے

سلطنت متحدہ برطانیه عظمی و آئرلینڈ و برٹش
ممالکت هاے ماوراء البحر ملـــک حامي
ملت و قیصر هند

هائي کورٹ اف جوڈیکیچر ممالک مغربی و شمـــالی بمقـــام الہ آباد

(آرڈر ۴۱ قاعدہ ۱۴ ایاکٹ نمبر ۵ بابت سنه ۱۹۰۸ ع و قاعدہ ۲۴۰ و ۲۴۱)

صیغه اپیل دیواني

اپیل دوئم نمبر ۸۷۳ بابت سنه ۱۹۱۲ ع - مرجوعه یکم ماہ جولائي سنه ۱۹۱۲ ع

حکیم سید عنایت حسین مدعا علیه اپیلانٹ مسٹر ندرو بهاري وکیل

بنام

مسماۃ بلقیس فاطمه وغیره مدعیاں — رسپانڈنٹ

اپیل بناراضي ڈگري عدالت اڈیشنل جج ماتحت اول مقام آگرہ مورخه ۳۰ ماہ مارچ سنه ۱۹۱۲ ع

مقدمه اپیل نمبر ۴۹۹ سنه ۱۹۱۱ ع

بنام

عبد اللطیف ٹهیکه دار سوپیر مسجد باري (بڑي) لین کلکته - مدعي

رسپانڈنٹ

مطلع هو که اپیل بناراضي ڈگري اڈیشنل جج ماتحت اول اگرہ اِس مقدمه میں حکام سید عنایت حسین مدعا علیه اپیلانٹ نے پیش کیا اور اِس عدالت میں درج رجسٹر هوا اور اِس عدالت نے تاریخ ۲۱ ماہ اکتوبر سنه ۱۹۱۳ ع واسطے سماعت اِس اپیل کے مقرر کی ہے اور مقدمه تاریخ مذکور کو یا بعد اُس تاریخ کے جس قدر جلد مقدمه کي سماعت هوسکے عدالت کے روبرو پیش کیا جائیگا اگر خود تم یا تمهارا وکیل یا کوئي آور شخص جو قانوناً تمهاري طرف سے اپیل هذا میں جواب و سوال کرنے کا مجاز هو حاضر نه آئیگا تو اُس کي سماعت اور تجویز تمهاري غیرحاضری میں یکطرفه کي جائیگي *

آج بتاریخ ۲ ماہ اگست سنه ۱۹۱۳ ع به ثبت مهر عدالت حواله کیا گیا *

نوٹ — طلبانه قابل اخذ یعني ۳ - روپیه حسب باب ۱۷ مداخل قواعد هائي کورٹ مورخه ۱۸ جنوري سنه ۱۸۹۸ ع وصول هوگیا ہے *

سوپرنٹنڈنٹ ڈپٹي رجسٹرار

PRINTED & PUBLISHED BY A. K. AZAD, AT THE HILÁL ELECTRICAL PRTG PBLG. HOUSE, 7/1 MCLEOD STREET, CALCUTTA

لا تهنوا ولا تحزنوا وأنتم الأعلون إن كنتم مؤمنين — القرآن الحکیم

Al-Hilal,

Proprietor & Chief Editor

Abul Kalam Azad,

7-1, MacLeod Street.

CALCUTTA.

Yearly Subscription, Rs. 8.

Half-yearly „ „ 4-12.

الہلال

ایک ہفتہ وار مصور رسالہ

مدیر مسئول و خصوصی

احمد المکنّی بابی الکلام الدہلوی

مقام اشاعت

۷ - ۱ مکلاوڈ اسٹریٹ

کلکتہ

قیمت

سالانہ ۸ روپیہ

ششماہی ۴ روپیہ ۱۲

نمبر ۱۰ و ۱۱ — کلکتہ: چہار شنبہ ۱ - و ۸ - شوال ۱۳۳۱ ہجری — جلد ۳

Calcutta - Wednesday, September 3, 1913rd, and 10th Septr. 1913.

فہرست

نمبر ۱۰ - ۳ - ستمبر سنہ ۱۹۱۳ ع

فہرست

نمبر ۱۱ - ۱۰ - ستمبر سنہ ۱۹۱۳ ع

تصاویر

شذرات

اطلاع

(۱) جب سے الهلال نکلا ہے آجتک عید وغیرہ کے موقعہ پر کبھی تعطیل نہیں کی گئی - صرف آخر سال کی ایک تعطیل رکھی گئی ہے - اس مرتبہ عید عین بدھ کے دن واقع ہوئی - منگل تک تین فارم طیار ہوکر چھپ گئے اور باقی جمعرات پر اٹھا رکھے کہ ایک دن بعد اخبار ڈاک میں پڑ جائے گا - لیکن با وجود وعدے کے عین وقت پر عملہ نے کام سے انکار کیا ' اور عید کے دوسرے دن چند آدمیوں کے سوا اور لوگ نہیں آئے - جس قوم کو اپنے اعلی طبقوں کی اخلاقی حالت پر ماتم سے فرصت نہو ' اسے دفتر کے ملازموں اور کمپوزیٹروں کی وعدہ خلافیوں پر شاید افسوس کا زیادہ حق نہیں - مجبوراً اس ہفتے دو نمبر ایک ساتھ شائع کیے جاتے ہیں -

(۲) چونکہ ضخامت بہت بڑھ گئی تھی اسلیے جلد دوم کی فہرست اسکے ساتھ شائع نہو سکی - طیار ہے اور آیندہ نمبر کے ساتھ حاضر ہوگی -

(۳) آجکل بحث و مذاکرہ کیلیے معاملات کی کثرت کا یہ حال ہے کہ قلم انتخاب پریشان ہو ہو کر رہجاتا ہے - اس ہفتہ شذرات میں " ہفتۂ جنگ " کے سوا (کہ نہایت ضروری و اقدم ہے) اور کوئی نوٹ نہ دیا جاسکا - آیندہ نمبر سے شذرات کے حصے کے صفحات بڑھا دیے جائیں گے اور " افکار و حوادث " اور " شؤون داخلیہ " کے عنوانات کا اضافہ ہوگا -

(۴) " اعانۂ مہاجرین عثمانیہ " کی زندہ فہرست آجکی اشاعت میں درج کردیگئی ہے - آیندہ ہفتے اسکی تفصیل شائع کردی جائیگی -

ہفتۂ جنگ

رفتار سیاست

اس میں شک نہیں کہ شؤون و حالات سیاسیہ کی ناہمواری سلطنت بلغاریا اور وزارت عثمانیہ ' دونوں کیلیے شورش بڑھا رہی ہے اور غالباً دونوں دل سے متمنی ہوں گے کہ اگر اس خون زار حاک بلقان پر انسانی سفاکی کا افسانہ پھر تمثیل نہ کیا جائے تو بہتر ہے -

لیکن اگر پوچھا جائے کہ یہ ناہمواری کس کے لیے زیادہ موجب قلق و اضطراب ہے ؟ تو قرائن و آثار کی زبان سے بتلایگا کہ " بلغاریا " -

کہا جاتا ہے کہ بلغاریا اور دولۃ عثمانیہ میں مفاہمت کی سلسلہ جنبانی باب عالی کی طرف سے ہوئی - ممکن ہے کہ یہ صحیح ہو - موجودہ وزارت نے اپنی غیر معمولی فرصت شناسی کی رہنمائی سے موسم کو بدلتے دیکھکے براہ راست گفتگو کی کوشش کی ' تاکہ یورپ کی وساطت کی ضرورت نہ پڑے اور اس طرح اس گراں قدمت بیس سے نجات ملجائے جو یورپ کے " دلال عام " کو قطعات ارضیہ ' حقوق تجاریہ ' مصالح اقتصادیہ ' نفوذ و اقتدار سیاسی ' غرض کہ کسی نہ کسی صورت میں کچھہ نہ کچھہ دینا پڑتا ہے -

مگر اس پیشقدمی سے یہ نتیجہ نکالنا کہ دولت عثمانیہ کی موجودہ حیثیت بلغاریا کی برباد شدہ حالت سے زیادہ نازک ہے ' قطعاً غلط ہوگا -

بلغاریا کی جنگی قوت ختم ہوچکی ہے اور اصل یہ ہے کہ وہ اسی دن ختم ہوچکی تھی جسدن استراحت کے لیے تین دن کی مہلت مانگی گئی تھی - اس کے بعد جو کچھہ ہوا وہ سرویا کی مساعدت عسکری اور کامل پاشا کی خیانت ملی کا ملا جلا نتیجہ تھا - اگر حامیہ ادرنہ کی آتشباری میں " خس و خاشاک کی طرح " جلنے کے لیے سرویا اپنے سپاہی نہ دیدیتی ' اور اگر کامل پاشا نے معاہدہ التواء جنگ کے وقت رسد رسانی کی شرط لگا دی ہوتی ' تو اس نعی الیم یا خبر سقوط ادرنہ کی نوبت ہی نہ آتی ' جس نے تمام عالم اسلامی کو ماتمگسار بنا دیا تھا -

اس بربادی کے باوجود قبضۂ ادرنہ پر بلغاریا کا اس درجہ الحاح و اصرار غالباً اس امید پر تھا کہ اگر عثمانی تیغ پھر نیام سے نکلی ' جسکی انہیں ذرا بھی امید نہ تھی ' تو دول کا یہ دست تحسین و آفرین جو ابتدا سے اس کی پشت پر ہے ' بڑھکے سینہ سپر ہوجائیگا اور وار کو روکیگا - مگر یہ امید امید کاذب تھی جو بالآخر اصلی حالت میں سامنے آ گئی اور جب عثمانی شمشیر دوبارہ علم ہوئی تو پھر کوئی ہاتھہ نہ تھا جو اسے روکتا: لیجعل اللہ ذالک حسرۃ فی قلوبہم ' واللہ یحیی و یمیت ' واللہ بما تعملون بصیر (۳ : ۱۵۱)

ہاں ' چند زبانوں نے بیشک حرکت کی جنمیں اولیت کا فخر برطانی زبان کو حاصل ہے ' مگر موجودہ سیاسی حالت کی اندرونی روش اس سے زیادہ مہلت دینے کیلیے طیار نہ تھی - تلوار کی گردش کے آگے زبان کی مفسدانہ جنبش ہوا میں ایک تموج پیدا کرکے رہگئی ' اور کاغذ کے صفحوں پر گو اسکی تصویر یادگار نامرادی ہے مگر معرکۂ جنگ کی زمین پر کوئی نقش نہ بیٹھہ سکا ! (ہموا بما لم ینالوا)

برطانیہ کے بعد اطالیا دوسری سلطنت تھی ' جس نے دوبارہ عثمانی پیشقدمی اور استعادۂ ادرنہ کے ابتداء میں اعلان کیا تھا کہ " ترکوں کو ادرنہ ضرور خالی کرنا پڑیگا " مگر اب اسکی وزارت خارجیہ بھی ادرنہ کے وفد کے جواب میں اعلان کرنے پر مجبور ہوگئی ہے کہ غالبا " اب ادرنہ ترکوں ہی کے پاس رہیگا " فسبحان اللہ بیدہ الملک وهو علی کل شی قدیر !

ایک طرف تو یہ حالت ہے - دوسری طرف وحشیانہ مظالم نے بلغاریوں کو اسقدر ممقوت و مبغوض عالم بنا دیا کہ بلقان کی دوسری قومیں انہیں انسانی صورت درندہ سمجھتی ' اور انکی محکومی کو پیغام مرگ جانتی ہیں -

جن مقامات کے باشندوں کے پاس اسلحہ ہیں ' وہ انسے معرکہ آرا ہو رہے ہیں - جیسے کرمجینی اور اگرودی - اور جن مقامات میں لوگوں کے پاس ہتھیار نہیں ہیں ' وہ اپنی عمارات و مکانات اور مساجد و معابد میں آگ لگا کے بھاگ رہے ہیں !

کیا ان حالات کے بعد بھی اسمیں شک کیا جا سکتا ہے کہ موجودہ حالت ' عثمانیوں سے زیادہ بلغاریوں کے لیے اضطراب انگیز و بربادی بخش ہے ؟

بہر نوع بلغاریا اور دولت عثمانیہ میں مفاہمت کی جو تحریک شروع ہوئی تھی وہ اس ہفتے کامیابی کی پہلی منزل تک پہنچ گئی - یعنی بلغاری مندوبین (ڈیلیگیٹس) جنمیں جنرل ساوییکس قائد خصوصی (کمانڈر انچیف) اور موسیو توچیف (سابق وزیر بلغاریہ) بھی شامل ہیں ' دو فوجی مشیروں کی ہمراہی میں قسطنطنیہ روانہ ہوگئے - گفتگو کا دائرہ ادرنہ تک محدود نہ ہوگا ' بلکہ ان تمام مسائل پر مشتمل ہوگا جو بلغاریا اور دولۃ عثمانیہ میں نزاع انگیز ہیں - عثمانی روش سیاست کے متعلق جس قدر اعلان کیا گیا ہے ' اسکا مفاد یہ ہے کہ " ادرنہ اور قرق کلیسا کے بقاء قبضہ پر پورے زور کے ساتھہ اصرار کیا جائیگا - البتہ ان دونوں مقامات کے معاوضے میں ایسی مراعات کا منظور کرنا ممکن ہے جو بلغاریا کے لیے لائق قبول ہوسکیں " -

بلغاری پالیسی کے متعلق ابھی تک کوئی اعلان نہیں ہوا ہے -

۱ شوال ۱۳۳۱ ہجری

مشہد اکبر

(۲)

و في ذالكم بلاء من ربكم عظيم

الخوف، والجوع، ونقص من الاموال، والانفس، والثمرات

يا ايها الذين آمنوا استعينوا بالصبر و الصلوة ' ان الله مع الصابرين - و لا تقولوا لمن يقتل في سبيل الله اموات ' بل احياء ' ولكن لا يشعرون - ولنبلونكم بشي من الخوف والجوع و نقص من الاموال والانفس والثمرات ' و بشر الصابرين الذين اذا اصابتهم مصيبة قالوا انا لله و انا اليه راجعون - اولئك عليهم صلوات من ربهم و رحمة و اولئك هم المهتدون - (۲ : ۱۵۲)

مسلمانو! مصائب و ابتلا کے ورود پر صبر و صلوۃ سے مدد لو ' اور یقین رکھو کہ اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے -

جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل ہوائے ' انکو مردہ نہ سمجھو - وہ تو زندہ ہیں - البتہ تم انکی حیات کی حقیقت سے بے خبر ہو!

اللہ تعالی تم کو آزمایشوں میں ڈالیگا کہ یہ اسکا ایک قانون ہے - وہ خوف ' بھوکھ ' نقصان مال و جان ' اور ہلاکت اولاد و اقارب کے مصائب میں تمہیں مبتلا کرکے ' تمہارے صبر و استقامت کی آزمایش کریگا - اور پھر اللہ کے طرف سے فلاح دارین کی بشارت ہے اُن صبر و استقامت سے کام لینے والوں کیلیے ' جنکے ایمان و ایقان کے ثبات کا یہ حال ہے کہ جب کسی مصیبت سے دو چار ہوتے ہیں ' تو مایوسی و نا امیدی کی جگہہ " انا لله و انا اليه راجعون " کہکر صبر و استقامت پر استوار ہوجاتے ہیں - یہی لوگ ہیں کہ اللہ کی رحمت ان کے لیے ہے ' اور یہی ہیں جو دنیا میں ہر طرح کی کامیابیاں حاصل کرتے ہیں!

کانپور کے آخری حوادث جب شروع ہوئے تو میں سفر میں تھا - اور سفر بھی میرے لیے مانع کار نہیں ہوسکتا لیکن مشکل یہ بھی کہ ایک مقام پر قیام نہونے کی وجہ سے سکون و جمعیۃ خاطر نہ جمع خیالات کے لیے ضروری ہیں ' بالکلیہ میسر نہ تھے - جس زمانے میں کہ بندگان الہی کو جان اور زندگی بھی (جو ہر ذی روح کا قدرتی حق ہے) حاصل نہو ' تو مجھے سکون و جمعیۃ کے حاصل نہونے کی شکایت کا کیا حق ہے ؟ اس لیے شاکی تو نہیں ہوں ' البتہ معذرت خواہ ضرور ہوں کہ اس واقعہ پر پوری تفصیل سے بحث نہ ہوسکی ' اور ایک مقالۂ افتتاحیہ کے سوا ' جو صرف اصل حادثہ کے متعلق تھا ' اور کوئی تحریر اس اثنا میں نہ نکل سکی - حالانکہ بہت سی عبرت بخش بصیرتیں ان واقعات میں پوشیدہ ہیں اور ہلاکتوں اور خوں ریزیوں کے یہی حوادث ہیں ' جن سے قومیں اور جماعتیں اپنے لیے زندگی حاصل کرسکتی ہیں -

گو وقت گذر چکا ہے مگر اصل یہ ہے کہ عیش و نشاط کی صحبتوں کیلیے وقت کی قید ہوتی ہے ' ماتم و فغاں کا کوئی وقت خاص معین نہیں - جب قدرت کی بخشش حیات میں سے اپنے لیے یہی ایک چیز باقی رہگئی ہے ' تو خاص وقتوں کی کیا قید ہے ؟ جب مہلت ملے ' بہتر ہے کہ اس میں مشغول ہوجائیں - بلکہ جلانے والوں کی غفلت سے اگر آگ بجھنے لگے ' تو خود دامن سے ہوا دے دیکر اور روشن کر دیں:

> دلا یہ درد و الم بھی تو مغتنم ہے ' کہ آخر
> نہ نالۂ سحری ہے نہ آہ نیم شبی ہے!

وذكر ' فان الذكرى تنفع المومنين (۵۱ : ۵۵) — (پس) ذکر کر کہ ذکر و نصیحت صاحبان ایمان کیلیے ضرور نفع بخش ہے -

سفک دماء و قتل نفوس!

۳ - اگست کی صبح کو جب آفتاب افق کانپور پر طلوع ہوا تو اسکے لیے کوئی نیا نظارہ نہ تھا - اُسنے اس خون کو دیکھا جو ہمیشہ بہا ہے ' اُس نے لاشوں کی تڑپ پر نظر ڈالی جو ہمیشہ تڑپی ہیں ' اس نے قہقہۂ وحشت کا شور اور آہ مظلومی کی سسکی سنی جو اس عصیان آباد ارضی پر ہمیشہ سنی گئی ہے - اس نے موت و حیات کو باہم کشمکش میں دیکھا ' اس نے روح و جسم کی

مفارقت کے آخري اضطراب کا نظارہ کیا ' اسلے خون کے فواروں کا جوش و خروش ' زخموں کي تلملاهت ' ایڑیوں کي پٹک ' زندگي کے لمحات اخریں کا اضطرار ' غرضکه انساني مذبوحیت کے تمام خونریز تماشے دیکھے -

لیکن ان میں سے کونسي چیز ایسي تھی ' جسکا نظارہ اسکے لیے نیا هوسکتا تھا ؟ وہ ایک نامعلوم ابتدا سے اس عجائب آباد هستي کا تماشائي ہے ' اس نے زندگي اور موت کے نہیں معلوم کتنے لا تعد و لا تحصی تماشے دیکھے هیں ؟ یہ تماشہ خود انساني تاریخ کي نظروں کیلیے عجیب و نادر نہ تھا ' پھر اس نظارہ فرماے آسماني کیلیے اسمیں کونسي ندرت هو سکتي تھی ؟

انسان نے اپنے حاکمانہ قوت کے گھمنڈ میں همیشه خدا کے قانون امن و محبت کو توڑا ہے ' اور زور آوروں نے زیر دستوں کے ساتھه همیشه وهي کیا ہے جو آج کیا جا رہا ہے - تاریخ عالم میں انساني رحم و محبت کے واقعات کم هیں ' مگر خوں ریزي و بہیمیت کي سرگذشتوں سے اسکے تمام صفحات رنگیں هیں - دنیا کے اس عجیب و غریب درندے نے جس کا نام انسان رکھا گیا ہے ' جب کبھي موقعه پایا ہے ' اپنے همجنسوں کو چیرا اور پھاڑا ہے اور شہر کي آبادیوں اور انساني بود و باش کي عمارتوں کے اندر وہ سب کچھه هوا ہے جو جنگلوں کے بھٹ اور پہاڑوں کی غاروں میں هوا کرتا ہے - اسکي وحشت و بہیمیت نے دنیا میں همیشه حکمراني کي ہے ' اور شاید وہ وقت اخلاق کي اُمیدوں اور خانقاهوں کے حجروں سے باهر کبھي بھي آنے والا نہیں جبکہ فضیلت انساني رذائل حیوانیت سے اپني شکست کا بدلہ لیگي -

کانپور کے مذابح تو ایک خاص حیثیت رکھتے هیں - ادعائي قانون و حکومت کي تاویلات و توجیہات کے ذریعه اسکي خونین صورت پر چند پردے ڈالدیے گئے هیں - اس سے قطع نظر کرکے دنیا کے اور تمام خونچکاں قطعات ارضیہ پر نظر ڈالیے ' اور انساني خون کے اُس سمندر کا کوئي کنارہ ڈھونڈھیے ' جو مثل همیشه کے آج بھي دو سال سے بہہ رہا ہے - پھر کیا انسان کي مذبوحیت نئي ' اور دنیا کا اخلاقي دکھه پہلي مرتبه ظاهر هوا ہے ؟ کیا خون کے جو سیلاب آج اسکي سطح پر بہہ رہے هیں ' ویسے هي صدها سیلاب اسکے نیچے خشک نہیں هوچکے هیں ؟ اگر کسي طرح زمین کي تمام مٹي ایک جگه جمع کي جا سکتي اور خدا کوئي فرشته بھیج دیتا جو اسکے ذروں کو دبا کر نچوڑ سکتا ' تو نہیں معلوم ' ایک ایک ذرہ سے خون کے کتنے قطرے ٹپکتے ' اور پھر پاني کے تمام سمندروں کو خون کا ایک نیا سمندر اپنے ساتھه ملاکر کس طرح سرخ کردیتا ؟

پس جو کچھه کہ آج دنیا میں هو رہا ہے ' وہ ایک بہت هی ادنے نمونہ ہے دنیا کی اُس سیرۃ الیمه کا ' جسکے ظہور پر تاریخ انسانیۃ ابتدا سے ماتم کرتی آئی ہے اور کرتی رهیگی - فراعنۂ مصر کے شخصي استبداد اور ظلم ستانیوں کی حکایتیں عهد عتیق میں بیان کي گئي هیں ' اور قرآن کریم نے بنی اسرائیل پر اپني نعمتوں کا اظہار کرتے هوے انکا تذکرہ کیا ہے ' کیوں کہ اُسکا سب سے بڑا فضل اپنے بندوں پر یہ ہے کہ انہیں ظالم حاکموں کے پنجۂ قہر سے رهائی دلاے :

واذ نجیناکم من ال فرعون یسومونکم سوء العذاب ' یذبحون ابناءکم و یستحیون نساءکم ' و فی ذالکم بلاء من ربکم عظیم - (۲ : ۲۷)

" اور اس وقت کو یاد کرو جب هم نے تم کو خاندان فرعون کے ظلم و ستم سے نجات دلائي ' جو تم کو سخت سے سخت عذابوں میں مبتلا کرتے تھے - تمهاري اولاد کو تو ذبح کردیتے مگر تمهاري عورتوں کو زندہ چھوڑ دیتے تا کہ انکو ذلیل و رسوا کریں - یقیناً تمهارے پروردگار کے طرف سے تمهارے لیے اسمیں صبر و استقامت کي بہت بڑي آزمایش تھي "

لیکن کتنے فرعون هیں جو اس دنیا کے هر دور و زمان میں انساني خون کے سیلاب پر اپنا تخت حکمراني بچھا چکے هیں ؟ اور بني اسرائیل کي غلامي و مظلومي سے بڑھکر کتني هي مظلوم و محکوم قومیں گذر چکي هیں اور موجود هیں ' جنکي لاشوں کے ڈھیر پر حاکمانہ " رعب و عظمت " کے محل تعمیر کیے گئے هیں ؟

باغ عدن کا سانپ

دنیا میں انسانی حکمراني کا گھمنڈ همیشه انساني معصیت کا سب سے بڑا مبدء اور ماوی رہا ہے ' اور اگر دنیا کي کوئي صورت ہے تو اس کے چہرے سے اس داغ کي سیاهي کبھي نہیں دھل سکتي - دنیا کي تمام درد انگیز مصیبتیں اسي کے سائے تلے سے نکلي هیں ' اور انسان کي بربادي کا وہ خونخوار سانپ ' جسکو آدم کے ساتھه باغ عدن سے نکالا گیا تھا ' جب وهاں سے نکلا ' تو اس نے اسي کے نیچے اپنا گھر بنا یا -

نیا قطرۂ خونین

یہ همیشه هوا ہے اور شاید همیشه هوگا - دنیا کي بہت سي خوشیاں نئي هیں ' مگر اسکا ماتم ایک بھي نیا نہیں - اُس تمام خون کو جو اسکي آنکھوں کے سامنے بہہ چکا ہے ' اگر جمع کیا جاے ' تو ایک طوفان خیز سمندر هوگا ' جسمیں لکڑي کي کشتیوں کي جگه انساني لاشوں کے ڈھیر هر طرف تیرتے نظر آئیں گے -

پھر آج جن واقعات پر هم ماتم کر رہے هیں ' انکي حیثیت اس سمندر خونین کے سامنے اس سے زیادہ اور کیا هوسکتي ہے کہ چند نئے سرخ قطرے تھے جو اسکي موجوں میں ڈالدیے گئے ؟

۳ - اگست کو کانپور میں جو کچھه هوا ' وہ بھي ایک قطرۂ خونین تھا ' جو اس سمندر میں ڈالدیا گیا ہے -

اسلامي خون کي قیمت

یہ مسلمانوں کا خون تھا - لیکن اس خون کي بھي اب زمین کي سطح پر کیا کمي رهي ہے کہ اسکو نادر و عجیب سمجھا جاے ؟

ممکن ہے کہ چھٹي صدي عیسوي میں اس خون کي دنیا میں کمي رهي هو ' جب (بدر) کے کنارے تین سو تیرہ بے سر و سامان مسلمان ' پچاس کم ایک هزار مغرور و قوي دشمنوں کے مقابلے میں بھي اپنا خون محفوظ رکھتے تھے ' اور چودہ مسلمانوں کا اگر خون بہتا بھي تھا تو اس حالت میں ' کہ ۷۰ - دشمنوں کي لاشیں میدان جنگ میں تڑپ چکي هیں اور اتني هي تعداد مشکیں کسي هوئي سامنے تھي ! !

ممکن ہے کہ مسلمانوں کا خون اُس وقت کم یاب هو ' جب کہ (اُحد) کے دامن میں تین هزار دشمنوں کے نرغے میں ' جنمیں ۲ - سو شتر سوار اور ۷ - سو آهن پوش خون آشام تھے ' صرف ۷ - سو مسلمان پھنس گئے تھے ' اور جبکہ حضرۃ (انس) نے ستر زخم کھاکر اپني گردن کا خون زمین کے حوالے کیا تھا !

جنگ (قادسیہ) کا وہ معرکۂ اعراث (۱) ' جسمیں دشمن کے

---

(۱) مشہور جنگ قادسیه (جو حضرۃ عمر رضی اللہ عنه کے زمانے میں فتح ایران کیلیے ایک فیصلہ کن جنگ ثابت هوي) هجرۃ نبوي کے چودھویں سال محرم الحرام میں پیش آئي تھي اور من جملہ دنیا کے اُن عظیم الشان معرکوں کے تھي ' جنھوں نے چند دنوں کے اندر نقشۂ عالم کو یکسر پلٹ دیا !

اسکا دوسرا معرکۂ عظیم " یوم اغواث " کے نام سے مشہور ہے ' جسمیں دو هزار مسلمان شہید ' اور دس هزار ایراني مقتول هوے

(۱) ترخان میں اول خانوادۂ سلطنت جرزہ کی مرمریں میز
(۲) ایک عظیم الشان معدہ مع ناوب سنگین
(۳) بارھویں خاندان سلطنت کی ایک سنگین میز
(۴) ممفس کی حیوانی شکلیں
(۵) ایک شہر کے بقایاے آثار
(۶) ترخان کے ظروف مرمر
(۷) ترخان کے تین شہروں کے مقبرے
(۸) عہد رعمسیس ثانی کا ایک سفنیکس (جس کی شکل عورت کی اور جسم شیر کا ہے)
(۹) ترخان کے تین مقبرے
(۱۰) ایک مختصر مدفن
(۱۱) ایک پیارا ھنس
(۱۲) خانوادۂ سلطنت اولی کا ایک کھلا ہوا مقبرہ

پورے ایک دستہ کے مقابلے میں تنہا ایک مسلمان کی تلوار کافی ہوتی تھی ' اور ہر صداے تکبیر بلند کرنے والی زبان آخر وقت تک خاموش نہ ہوتی تھی ' جب تک کم از کم اپنے خون کے چند قطروں کے معاوضے میں دشمنان حق و اللہ کے خون کا ایک سیلاب عظیم اپنے سامنے نہ دیکھہ لیتی تھی ' تو یقیناً وہ ایک وقت تھا ' جو مسلمانوں کے خون کی قیمت بتلا سکتا تھا -

وہ (لیلۃ الہریر) (۱) کا معرکۂ عظیم ' جسمیں مسلمانوں کا صرف آلات آهنیں هی سے مقابلہ نہ تھا ' بلکہ حریفان کاردان کا ہر سپاهی بھی غرق فولاد و پیکر آهن تھا ' تاریخ کے صفحوں پر آج بھی فرزندان اسلام کے خون کی قیمت بتلا سکتا ہے - جبکہ ایک تنہا (قعقاع) نے مست و خونخوار هاتھیوں کے غول کے ساتھہ پیل تن دشمنوں کے غول کو بھی خاک و خون میں تڑپا دیا تھا ' اور پھر بھی اس کے خون کی پوری قیمت نہیں ملی تھی -

جبکہ سنہ ۶۳۵ - عیسوی میں رومیوں کے عظیم الشان مشرقی مرکز یعنی حمص کی طرف تنہا و جریدہ ایک مسلمان تلوار کے قبضے پر هاتھہ رکھے بڑھ رہا تھا (۲) ' اور دروازۂ شہر کی ایک پوری فوجی جمعیت پر بے باکانہ حملہ آور ہوا تھا ' تو اسلامی خون کی حرمت و عظمت پر یقیناً زمین کی مٹی کا ایک ایک ذرہ شہادت دیسکتا تھا - وہ پہنچا ' اور تن تنہا اس بے جگری سے دشمنوں پر ٹوٹا کہ شہر سے بھاگ کر تمام عیسائیوں نے (دیر مستحل) میں پناہ لی ' حالانکہ اس کی فاتح تلوار کسی دوسری تلوار کی شرمندۂ اعانت و شرکت نہ ہوئی تھی !!

جبکہ ایک پورا شہر ' ایک پوری فوج ' ایک بہت بڑی فوج کی چھاؤنی اپنا پورا خون دیکر بھی ایک مسلم و مومن کے خون کو بمشکل خرید سکتی تھی ' تو ضرور اس وقت یہ خون قیمتی اور اسکی روانی بہت نادر تھی -

(یرموک) کے میدان میں مسلمانوں کا خون ضرور قیمتی تھا ' جبکہ جانفروشان توحید کے سامنے خطباء جنگ کی یہ صدائیں بلند ہو رہی تھیں ' کہ :

اللہ اللہ ! انکم رادۃ العرب و انصار الاسلام و انهم رادۃ الروم و انصار الشرک ! اللہم ان هذا یوم من ایامک اللہم انزل نصرک علی عبادک المومنین	" اللہ اللہ ! تم لوگ فرزند عرب ہو اور اسلام کے انصار و حامی ' اور تمہارے دشمن رومی هیں اور شرک کے مددگار ! پھر یہ کیوں ہو کہ تم انسے خائف ہو ؟ خدایا آج کا دن تیری عزت و عظمت کے دنوں میں سے ہے - الہی نصرت کی غیبی مدد اپنے مومن بندوں کیلیے بھیج دے ! "

اس وقت مسلمانوں کا خون کیوں نہ قیمتی ہوتا ' جب اسی یرموک کے میدان میں عکرمہ بن ابوجہل اپنے ساتھہ صرف چار سو مجاهدین جاں فروش لیکر ' چار ہزار رومیوں کی لاشوں کا ڈھیر

[بقیہ صفحہ ۴ کا]

تھے - ابو محجن ثقفی کا مشہور واقعہ اسی معرکہ میں پیش آیا تھا - یہ شراب نوشی کے جرم میں قید کردیے گئے تھے ' مگر جب معرکۂ کارزار گرم ہوا تو جوش جہاد اور ولولۂ شجاعت سے مضطرب ہوگئے - سپہ سالار جنگ کی بیوی سے پوشیدہ اجازت لی اور میدان جنگ میں پہنچکر اور کشتوں کے پشتے لگا کر ' خود اپنے هاتھوں سے بیڑیاں پہن لیں اور قید خانے میں بیٹھہ گئے -

عرب کے تمام مشہور قبایل اور اکثر اجلۂ صحابہ اس معرکہ میں شریک تھے اور اپنے عربی نیزوں سے ہزارہا سالہ تخت کیانی کے ٹکڑے ٹکڑے کر رہے تھے -

" خنساء " عرب کی مشہور شاعرہ اپنے چاروں بیٹوں کے ساتھہ شریک جنگ تھی اور اپنے خطبات حربیہ و رجزیہ سے دلوں کی آتش شجاعت کو ہوا دے رہی تھی - اس معرکے میں ایک ایک مسلمان نے پچاس پچاس کفار کو خاک و خون میں ملا کر دم لیا تھا :

آگ تھے ابتداء عشق میں ہم
ہوگئے خاک ' انتہا ہے یہ !

(۱) جنگ قادسیہ کا تیسرا معرکہ " یوم العماس " تھا اور چوتھا " لیلۃ الہریر " -

" ہریر " کتے کی آواز کو کہتے ہیں ' اور آواز شدید کے معنوں میں بھی بولا جاتا ہے - چونکہ یہ معرکہ رات تک جاری رہا اور اس ہنگامۂ رستخیز کے ساتھہ ' کہ اسلحہ کی جھنکار ' هاتھیوں کی چیخ ' اور نعروں کی گرج سے زمین دہل دہل پڑتی تھی ' اسلیے " لیلۃ الہریر " کے نام سے مشہور ہوگیا -

ایرانی اپنے ساتھہ مست هاتھیوں کا ایک بہت بڑا غول لائے تھے اور اہل عرب نے اس مہیب جانور کو بہت کم دیکھا تھا ' اسلیے ابتدا میں اسکی وجہ سے لشکر اسلام کو بہت دقتوں کا سامنا ہوا - مجبور ہو کر حضرت سعد نے نو مسلم ایرانیوں سے مشورہ کیا انسے معلوم ہوا کہ انکا اصلی اسلحہ سونڈ ہے اور اندھے ہوکر یہ کچھہ نہیں کر سکتے - انہوں نے قعقاع ' عاصم ' حمال ' ربیل ' چار شخصوں کو اس کام پر متعین کیا - قعقاع برچھا هاتھہ میں لیکر بڑھے اور سب سے بڑے سفید هاتھی کی آنکھوں پر اس زور سے مارا کہ پہلے هی وار میں نشانہ کام کر گیا - دوسرے هاتھہ میں سونڈ مستک سے الگ ہو کر گر پڑی اور بے تحاشا اپنی هی فوج کی طرف بھاگا - یہ حالت دیکھکر اور هاتھی بھی اسکے پیچھے چلے اور چند لمحوں کے اندر ان خونخواروں سے تمام میدان خالی تھا '

(۲) حمص کی فتح نہ صرف اسلامی فتوحات کی تاریخ میں ' بلکہ تمام تاریخ جنگ و فتوحات میں انسانی عزم و شجاعت کا ایک عجیب و غریب واقعہ ہے - یہ اس زمانے میں رومی سلطنت کا بہت بڑا مشرقی مرکز تھا - حضرت خالد نے بعلبک کی فتح کے بعد ابن مسروق کو فوج دیکر روانہ کیا - شرحبیل حمیری بھی فوج کے ساتھہ تھے - شہر سے کچھہ فاصلے پر رومیوں سے مٹ بھیڑ ہوگئی - شرحبیل نے تنہا سات افسروں کو قتل کیا اور یکہ و جریدہ بے باکانہ شہر کی طرف روانہ ہوگئے - دشمنوں نے دیکھا کہ تنہا ایک شخص بے فکر و خوف بڑھا چلا آتا ہے ! اس منظر نے سب کو خوف زدہ اور مرعوب کردیا - شہر کے قریب رومیوں نے یکلخت حملہ کیا مگر انکی تلوار بے پناہ اور انکا عزم بے روک تھا - تنہا پورے دستے کے مقابلے میں پہاڑ کی چٹان بنکر جم گئے اور پہلے هی مقابلے میں دس بارہ سواروں کی لاشوں کا ڈھیر کردیا - بالآخر تمام فوج هیبت و رعب سے سراسیمہ ہوکر بھاگ گئی اور ایک قلعہ نما گرجے میں جا کر پناہ لی - یہ شجاعت و جانفروشی کے جوش میں بیخود تھے - تعاقب میں دوڑتے گئے اور خود بھی گرجے کے اندر چلے گئے - وہاں بہت بڑی تعداد رومیوں کی موجود تھی - چاروں طرف سے گھیر لیا - پھر بھی قریب آنے کی جرأت نہ ہوتی تھی - دور سے پتھر پھینکتے تھے - بالآخر پتھروں سے زخمی ہوکر گرے اور شہید ہوگئے -

یہ شرحبیل حمیری کی هیبت نہ تھی - اسکا جسم لوہے کا نہیں بلکہ تمام انسانوں کی طرح گوشت اور خون کا تھا - یہ اس خداے شرحبیل کی هیبت تھی ' جو ہمیشہ اپنے جاں نثاروں کے اندر سے اپنے جلال و قدرت کا نظارہ دکھلاتا ہے !

هیبت حق ست ' این از خلق نیست !
هیبت این مرد صاحب دلق نیست !

کا دینا اور پھر جان دینا کہ اسلام کا خون رایگاں نہ گیا ؟ اس معرکے میں ایک تنہا (شرحبیل) کا یہ حال تھا کہ چاروں طرف سے ہزاروں دشمنوں کی تلواریں پڑ رہی تھیں، مگر پھر بھی زمین کو اسکے خون کا ایک قطرہ نصیب نہیں ہونا تھا، کیونکہ اسکے خون کے لیے اس سے بھی زیادہ قیمت کی ضرورت تھی !

ہاں، جبکہ رومی و اسلامی سرحد کے انتہائی حصے میں ایک بڑھیا مسلمان نے صدا بغداد کے تخت پر (معتصم) کو مضطرب کر دیا تھی، اور اسکی فریاد کا جواب دینے کیلیے ساٹھہ ہزار تشنگان خون کو ساتھہ لیکر، جوش و اضطراب کے پروں سے اڑتا ہوا رومیوں کے سر پر پہنچ گیا تھا، تو اس وقت اس خون کی قیمت یقیناً بہت گراں تھی، اور ایک مسلمان بڑھیا کی مدد کے معاوضے میں روم کی ہزارہا سالہ عظمت و ابہت طلب کی جاتی تھی !!

* * *

دنیا طغیان و فساد میں مبتلا تھی، نوع انسانی باہمی کشت و خون ریزی میں ہلاک ہو رہی تھی، پس مسلمان بھیجے گئے تھے تاکہ انکا، جو انسان کے خون کی عزت سے انکار کرتے ہیں، خون بہالیں، اور بندگان الٰہی کا خون محفوظ ہو - پس وہ اسلیے آئے تھے کہ خون بہائیں - اسلیے نہ تھے کہ انکا خون بہایا جاے - اسلام نے انکو زندگی اور قوت دی تھی - موت اور زخم اوروں کے حصے میں آئے تھا - انکے خون کا ایک ایک قطرہ ملکوں اور قوموں کا خون طلب کرتا تھا - اگر انکے جسم پر ایک زخم لگتا تھا تو انسانی جبروت و جلال کے بڑے بڑے تخت الٹ دیے جاتے تھے -

ان کے ہاتھہ میں تلوار تھی، جسکی خون آشامی سے انسانی وحشت و خونریزی کی خون آشامی پناہ مانگتی تھی، لیکن ان کو کسی تلوار کی چمک سے ڈر نہ تھا - وہ خدا سے ڈرنے والے تھے، اس لیے خدا کی رحمت بھی انسے الگ نہ تھی - " لا تخافوهم، و خافون ان کنتم مومنین - (۳ : ۱۷۰) " کے وہ مخاطب تھے، اور " لا تهنوا و لا تحزنوا !! " کی الٰہی تسکین نے ان کے دلوں سے خوف و خطر ہمیشہ کیلیے دور کر دیا تھا - ان کا خون صرف اللہ کی راہ میں بہتا تھا، اور خدا کبھی پسند نہیں کرسکتا کہ جو خون اسکے نام کی عزت سے مقدس کیا جاے، وہ اسکے دشمن پر ارزاں قیمتوں پر فروخت ہو جاے !

وہ کیونکر اسکو پسند کرتا ؟ کیونکہ یہ تو وہ متاع عزیز تھی، جس کو خود اس نے بھی خریدنا چاہا، تو نعائم جنت کی سرمدی خوشیوں اور راحتوں سے کم میں اسکی قیمت نہ چکی !

ان اللہ اشتری من المومنین انفسهم و اموالهم بان لهم الجنة - یقاتلون فی سبیل اللہ، فیقتلون و یقتلون ! ( )

اللہ نے مسلمانوں سے انکی جانوں اور مالوں کو خرید لیا تاکہ اسکے معاوضے میں انہیں جنت بہشتی کی دائمی زندگی عطا فرمائے - کیونکہ وہ اللہ کی راہ میں قتال کرتے ہیں اور پھر کبھی اسکے دشمنوں کو قتل کرتے ہیں اور کبھی خود اسکی راہ میں مقتول ہو جاتے ہیں "

ان بدع را کہ روز ازل بیا تو کردہ ایم
اصلا درآں حدیث اقالہ نمی رود !

یہاں جنت کا ذکر کیا گیا مگر حقیقت پوچھیے تو اس خون کی قدر و قیمت تو اس سے بھی ارفع و اعلیٰ تھی - جن مجاہدین حق و جاں نثاران راہ الٰہی کے دلوں میں اللہ کے عشق و محبت کا گھر ہو، انکی قیمت جنت نہیں ہو سکتی - کیونکہ وہ تو جنت کے نہیں بلکہ رب الجنۃ کے طلبگار ہیں - یہی وجہ ہے کہ اس آیہ میں " انفسهم " فرمایا - " قلوبهم " نہ کہا کہ یہ معارضہ نفس و جان کا ہے - دل کا نہیں ہے - دل کا معاوضہ اگر ہوسکتا ہے تو جنت کا نظارا نہیں بلکہ خود پروردگار جنت کا قرب و وصل ہے - اور تلاش کیجیے تو اصلی قیمت اس خون کے بیچنے والوں کو ملی بھی بھی تھی :

ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتاً، بل احیاء عند ربهم یرزقون - فرحین بما اتاهم اللہ من فضلہ و یستبشرون بالذین لم یلحقوا بهم من خلفهم، الا خوف علیهم ولا هم یحزنون ! (۳ : ۱۶۵)

" جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل ہوے، انکو مردوں میں شمار نہ کرو - وہ زندہ ہیں اور اپنے پروردگار کے پاس شربت وصال سے سیراب اور غذاے قرب و اتصال سے رزق اندوز ہیں - اللہ نے اپنے فضل سے انکو جو مقامات و مدارج عالیہ عطا کیے، انسے شاد کام رہتے ہیں، اور اپنی اس حالت سے ان لوگوں کو، جو انسے پیچھے رہگئے ہیں اور انسے ملے نہیں، بشارت دے رہے ہیں کہ اللہ کی راہ میں بڑھنے کیلیے جلدی کرو - انکے لیے کوئی خوف نہیں اور نہ کسی طرح کا حزن و ملال ہے !! "

حضرۃ امام (جعفر صادق) علیہ و علی اجدادہ و آبائہ الصلوۃ والسلام نے اسی مقام کی طرف اشارہ کیا تھا، جبکہ فرمایا :

یا ابن آدم ! اعرف قدر نفسک، فان اللہ تعالے عرفک قدرک، ولم یرض ان یکون لک ثمن غیر الجنۃ ! -

لوگو ! اپنے نفس کی قدر و قیمت پہچانو ! یہ تو وہ متاع گرانمایہ ہے کہ اللہ نے اسکی قدر شناسی کی اور اسکے معاوضے میں جنت سے کم قیمت کے ملنے پر راضی نہ ہوا !

و فی المثنوی المعنوی :

کالۂ کہ ہیچ خلقش ننگرد
از سلامت آں کریم آں را خرد
ہیچ قلبے پیش او مردود نیست
زانکہ قصدش از خریدن سود نیست
خویشتن را آدمی ارزاں فروخت
بود اطلس خویش را بردلق دوخت !

فاستبشروا ببیعکم الذی بایعتم بہ، و ذالک هو الفوز العظیم ! (۹ : ۱۶۵)

پس مسلمانو ! اپنے جان و مال کے اس سودے پر جو تم نے خدا سے کیا ہے، خوش ہو، کہ فی الحقیقت یہ بڑی ہی کامیابی تھی جو تمہیں پیشگاہ الٰہی سے حاصل ہوئی !

و لکن شتان ما بین الیوم و الامس !

عرصکہ ایک زمانہ تھا، جب دنیا میں انکے خون سے بڑھکر اور کوئی شے کمیاب و گراں نہ تھی، مگر اب تو دریا کا پانی قیمتی ہے، مگر مسلمانوں کے زخموں کا خون بہت ارزاں ہوگیا ہے - خاک کے سنگ ریزے ٹھکرانے کیلیے نہیں ملینگے، مگر پرستاران توحید کی لاشیں ٹھوکریں کھانے کیلیے ہر جگہ موجود ہیں - جنگل میں درختوں کے پتے جھڑتے ہوے نظر آتے ہیں، مگر اس سے زیادہ مسلمانوں کی لاشیں تڑپتی ہوئی دکھائی دینگی -

دنیا کا کوئی گوشہ ایسا نہ تھا، جہاں ہمارا خون اپنی قیمت طلب نہ کرتا ہو، مگر آج بازار جہاں میں اس جنس کس مخرکی کثرت کا یہ عالم ہے کہ چشم انسانیت کرو آنسوؤں کی قیمت دینا بھی گوارا نہیں ! اللہ اللہ ! یہ وہی خون ہے جسکے معاوضے میں کبھی روم و ایران کے تخت دیدے جاتے تھے، مگر :

ذالک بما قدمت ایدیهم، و ان اللہ لیس بظلام للعبید ! (۸ : ۵۷)

یہ تغیر حالت انہوں نے خود اپنے ہاتھوں مول لیا، ورنہ اللہ تو اپنے بندوں کیلیے کبھی ظالم نہیں ہوسکتا -

خدا کے ہاں قیمتیں بڑھائی جاتی ہیں - بڑھا کر گھٹانا اسکی شان کریمی سے بعید ہے - وہ خون، جس کے معاوضے میں اپنے

قرب و وصال کی قیمت دیکر اسے مقام کو لیں سے افضل و اعلی کرچکا تھا، ممکن نہ تھا کہ اسی کی دنیا میں اسقدر بے قدر ہوجاے کہ مٹی کی ٹوکریاں قیمت دیکر ملیں مگر مسلمانوں کے خون کی کوئی قیمت ہی نہو؟ لیکن اسکو کیا کیجیے کہ خود ہم ہی نے اپنے تئیں قدر و قیمت کا مستحق ثابت کیا تھا، اور ہم ہی ہیں کہ آج اسلی قدر و قیمت کو اپنے ہاتھوں کھو بیٹھے ہیں۔

ذالک بان اللہ لم یک مغیرا نعمة انعمہا علی قوم حتی یغیروا ما بانفسہم و ان اللہ سمیع علیم (۸ : ۵۵)	اسلیے کہ جو نعمت خداے کسی قوم کو دی ہو پھر وہ کبھی واپس نہیں لی جاتی تا آنکہ خود وہ قوم اپنی صلاحیت اور قابلیت کو بدل نہ ڈالے اور بیشک اللہ تم سب کی باتوں کو سنتا اور تمہارے اعمال کو دیکھتا ہے۔

پس جس خون کے آج دنیا کے تمام حصوں میں دریا رواں ہیں، اگر ۳ - اگست کو کانپور میں اسکے چند فوارے کچھ دیر کے لیے بلند ہوگئے تو کونسی اچھنبے کی بات ہے؟ دریا کی موجوں میں قطروں کو کون پوچھتا ہے؟ اور ہم جو مسلمانان عالم سے خون کی قربانیوں کا نظارہ حاصل کر رہے تھے، خود بھی اس نظارے کے پیش کرنے سے کیوں عاجز رہتے؟ یہ سچ ہے کہ طرابلس کی خونیں موجوں کے مقابلے میں ہمارے پاس چند قطروں سے زیادہ نہیں، یہ بھی ضرور ہے کہ ایران کی سولیوں کا جواب اگر ہم سے مانگا جاے تو ہم ابھی کچھ نہیں بتلا سکتے - اسمیں بھی شک نہیں کہ مقدونیا کی آتش زدہ آبادیوں، خون کے سیلابوں، اور انسانی لاشوں کے بسے ہوے شہروں کے مقابلے میں ہمارا جیب ماتم ابھی بالکل خالی ہے - تاہم ہماری شرمندگی مٹ گئی کہ ہمارے پاس خون کے بھرے ہوے حوض نہیں تو چند چلو ضرور ہیں، جس سے اپنے چہروں کی بے دردی اور بے حسی کی سفیدی چھپا سکتے ہیں، اور خون سے منھ دھوکر اس قابل ہوسکتے ہیں کہ عالم اسلامی کی مجلس خونیں میں شریک ہوسکیں!

آج تین سال سے تمام عالم اسلامی سوگ میں ہے - مسلمانان ہند کے پاس دل و جگر کے ٹکڑے تھے مگر زخموں سے بہا ہوا خون نہ تھا - اس ماتم کدۂ مقدس میں، جہاں شہداء کی پاک روحیں خدا کی آغوش سے نکلکر اپنے ماتم گذاروں کا آہ و فغاں سننے کیلیے آئی ہوئی تھیں، بغیر خون سے وضو کیے ہوے کیونکر شریک ہوسکتے تھے؟ (رابعۂ بصریہ) نے ایک موقعہ پر کہا تھا:

رکعتان فی العشق، لا یصح وضوء هما الا بالدم!	نماز عشق کی دو رکعتیں، جو ادا نہیں ہوسکتیں جب تک کہ خون سے وضو نہ کیا جاے!

پس اگست کی تیسری تاریخ پیغام شہادت لیکر آئی تا مسلمانان ہند کی اس شرمندگی کو مٹادے، اور ہم ممنون ہیں سر جیمس مسٹن بالقابہ کے، جنکی بدولت دو چار کوزے خون کے ہم نے بھی بھر لیے!

دعا کنید بوقت شہادتم اورا
کہ ایں دمیست کہ درہاے آسماں باز ست

عربی زبان اور علمی اصطلاحات

اسماے علوم

ایک مدت سے ہم ارادہ کر رہے ہیں کہ اصطلاحات علمیہ کے مباحث کا ایک مستقل سلسلہ شروع کیا جاے اور بعض سخت غلط فہمیاں جو اسکی نسبت آجکل عموماً تعلیم یافتہ اصحاب میں پھیلی ہوئی ہیں، انکو بحث و مذاکرہ سے صاف کیا جاے -

اس سلسلے میں سب سے پہلے "اسماء علوم" کا سوال سامنے آتا ہے -

آج ہم تمام علوم و فنون حدیثہ کی ایک فہرست مع عربی اصطلاحات کے شائع کرتے ہیں، اور اسکے بعد دیگر مباحث مہمہ کی طرف متوجہ ہونگے ہم کو اعتراف ہے کہ یہ فہرست جامع اور مکمل نہیں اور تلاش و تفحص اور مشورہ کی ابھی اسمیں بہت گنجایش ہے - محض سرسری طور پر ہم نے انگریزی میں ایک فہرست مرتب کی اور اسکے سامنے عربی اسماء علوم کو لکھتے گئے - ضرورت اسکی ہے کہ احباب اس سلسلۂ مضمون کے ہر حصے کو غور و فکر کے ساتھ ملاحظہ فرمالیں اور جو جو باتیں ذہن میں آئیں اسسے مطلع فرماتے رہیں -

آیندہ نمبر میں اس فہرست کے متعلق بعض ضروری ملاحظات میں جاہیں پیش کرینگے -

(A)

Astrology	علم التنجیم، علم النجوم
Anthography	علم الریاحین
Anthology	مختارات،
Algebra	الجبر و المقابلة
Anthropography	علم نوع الانسان
Anthropogeny	علم تکوین الانسان
Anthropology	علم الانسان
Anatomy	علم التشریح
Anthropotomy	علم تشریح الانسان
Archaeology	علم الآثار
Antiquities	علم الدهور السابقة
Architecture	علم الهندسة، فن تعمیر
Arithmetics	علم الحساب
Art	صنعت، فن
Astronomy	علم الهیئة، علم الفلک
Aesthetics	علم الجمال

(B)

Bibliography	علم الوراقة
Biology	علم الحیاة
Book - keeping	علم تدوین الحساب، علم مسک الدفاتر

علم النباتات	Botany
علم الادويه	Bithology
علم الجراثيم	Bichtrology
(C)	
علم النقد ، علم الانتقاد	Criticism
علم الكيمياء	Chemistry
علم الخلق	Cosmology
علم تكوين العالم ، علم بدء الخلق	Cosmogony
علم هيئة العالم ، جغرافيه رياضيه	Cosmography
(D)	
تمثيل	Drama
علم الحركة	Dynamics
(E)	
علم العلم	Epistemology
علم الاقوام	Ethnography
علم الاسباب و العلل	Etiology
علم نوعي الانسان	Ethnology
علم الاخلاق	Ethics
فلسفه الاخلاق و العادات	Ethology
علم حشرات الارض	Entomology
علم الاقتصاد	Economy
اقليدس	Euclids
(F)	
كسور (حساب)	Fraction
(G)	
فلاحة الحدائق ، باغباني	Gordaning
تقويم البلدان ، جغرافيه	Georgraphy
طبقات الارض	Geology
تحرير اقليدس ، علم المساحه	Geometry
جغرافيه طبعيه	Geonomy
علم تكوين الارض	Geogony
علم قطاع الارض	Geodesy / Geodetics
(H)	
علم المياه	Hydrography
علم خواص المياه	Hydrology
علم مياه الجو	Hydrometeorology
علم المائعات	Hydrostatics
	Hytology
حفظ الصحة	Hygaion
تاريخ	Hystory
(L)	
علم الحقوق	Law
منطق	Logic
(M)	
علم الجو	Meteorology
علم بعد الطبيعه	Metaphysics
علم الجاذبيه ، علم المغناطيسيه	Magnatism
رياضيات	Mathematics
علم جرثقيل ، علم الالات	Mechonics
علم طب	Medicine
علم المساحة	Mensurotion
علم المعدنيات	Metallogy
علم المعادن ، علم التعدين	Mineraloge
فن مجاز و استعاره	Metefor
علم العرافه	Metoposcopy
فن مجاز	Metonymy
فن موسيقي	Music
(N)	
تاريخ طبعي	Natural History
فلسفة طبعيه	Natural Philosphy
فن تمريض ، فن تيمار داري	Nursing
(O)	
علم المناظر و المرايا	Optics
فلسفة امور عامه	Ontology
علم وجوه تسميه	Onamalology
علم بيض الطيور	Oology
(P)	
علم الهواء	Pneumatics
فن عروض	Prosady
فن تشخيص (الامراض)	Pothology
علم اللغة	Philology
فلسفه حكمت	Philosphy
علم الاصوات	Phonology
علم النور	Photology
علم فراسة الراس	Phrenology
علم النباتات	Phytology
علم النفس	Psycholgy
طبيعيات	Physics
علم الفراسه	Physiognomy
جغرافيه طبيعيه	Physiography
علم وظائف الاعضاء	Physiology
علم الاقتصاد السياسي	Political-Economy
علم التعليم و التربيه	Pedagogo
(S)	
علم الاستحضار	Spritesm
علم الاجتماع	Sociology
علم الاقتصاد المنزلي	Social-Economy
علم الجراحه (جراحي)	Surgery
(T)	
علم الغايات	Teleogy
علم الصنائع اليد (دستكاري)	Technology
علم تعبئة الجيوش ، علم الحرب (فن جنگ)	Tactics
الهيات	Thiology
علم تخطيط البلدان يا علم تحديد البلدان	Topograply
علم تشريح الحيوانات	Theriotomy
علم المثلثات	Trigonometry
(Z)	
علم الحيوانات	Zoology
علم تشريح الحيوانات	Zooanatomy / Zootomy

انگلستان اور اسلام

علانیہ دشمنی و کم بینی !

از : مسٹر مارمیڈیوک -

(ملخص یا دیسی تعبیر)

موجودہ تاریخ کے طالب علم کے لیے اس عجیب انقلاب پر' جو شئون و حالات سیاسیہ میں جنگ کریمیا سے جنگ بلقان تک ظہور میں آیا ہے ' عمیق افسوس کیے بغیر' یادگار کریمیا Crimean Memorial سے گزرنا ناممکن ہے کیونکہ اس زمانہ میں انگلستان کی عزت (جو مشرق کی آزادی و مظلومی کا حامی وحید سمجھا جاتا تھا) اسقدر زیادہ ' اور اسکی سیاست مسلمانوں کے ساتھ اسقدر ہمدردانہ تھی کہ قسطنطنیہ میں اس کا وکیل سر ہنری ایرڈ ایک عرصہ تک (Maire du Palais) کا دور تمائیل کرتا رہا - یہاں تک کہ گلیڈسٹون نے اسکا وہ پرائیوٹ خط شائع کردیا جسمیں اس نے سلطان عبد الحمید کو' جسکے کامل اعتماد کی وجہ سے اس پر اس درجہ مہربانیاں تھیں' ذلیل ترین ممکن واقعات اور شرمناک مظالم کا ملزم قرار دیا تھا

اس زمانے میں ملکہ وکٹوریا سے لیکے نیچے تک ہر انگریز یہ خیال کرتا تھا کہ ترک مشرقی لباس میں انگریز ہیں - انمیں تمام نیکیاں وراثتاً ہیں اور وہ روس کی بربریت و وحشیت (انارکی) کے برعکس' انسانیت و تمدن کے وکیل ہیں - اس زمانے میں ترکی اور برطانی سپاہی گرمجوشی کے ساتھ معانقہ کرتے اور " ہاتھہ میں ہاتھہ خشکی اور تری دونوں میں " کے نعرے لگاتے ہوے نظر آتے تھے -

مگر آجکل ترکی (کم از کم برطانی ارباب سیاست کے اکثر حصے کی نظروں میں) زندہ رہنے کا کوئی حق نہیں رکھتی' اور اسکے بدلے بلقانی حلیف تمدن و ترقی کے حقیقی علم بردار ہیں !!

بلقان کے صلیبی (کروسیڈر) عیسائیوں کی طرف سے (جو زبان سے مسیح (ع) کا دم بھرتے ہیں اور اعمال میں اسکی مخالفت کرتے ہیں) جنگ کا اعلان برطانی پریس کا ناگزیر جواب تھا' جس نے غیر مشکوک طور پر انکی تائید کی اور انکو برطانی پبلک کے سامنے مخلص انسانیت اور مسیحی نجات کے مدافع کی حیثیت سے پیش کیا -

درحقیقت اس زمانے میں انگلستان کا میلان طبع عالم اسلامی کے لیے سخت یاس انگیز ہے' جو دیکھتے ہیں کہ حزب الاحرار (لبرل پارٹی) اپنے انصاف و حریت کی طویل الذیل تاریخی روایات کے باوجود' روسی سیاست کی ہدایت پر چل رہی ہے - یہ صحیح ہے کہ عالم اسلامی کے بال و پر شکستہ ہونے کی وجہ سے کسی اسلامی شہر میں ایسی سنگین مصیبت کے پیدا ہونے کا خطرہ نہیں ہے' اور یہی خیال ہے جس نے انگلستان کو اسلامی معاملات میں اسقدر جری کردیا ہے' مگر تاہم یاد رکھنا چاہیے کہ ۹۰ - ملین مسلمان اپنے پہلوں میں دل رکھتے ہیں' اور یہ قدرتی امر ہے کہ اس "علانیہ دشمنی اور کم بینی" نے (جسکو اب لفظی ہمدردی کی نقاب مسلمانوں کی نظروں سے نہیں چھپا سکتی کیونکہ انمیں بیداری اور بیداری کی وجہ سے بصیرت و تمیز پیدا ہوگئی ہے) ان زخمی دلوں میں ایک ایسی آگ پیدا کردی ہو' جو گو اسوقت خاموش نظر آئے' مگر درحقیقت اندر ہی اندر روشن ہو رہی ہو' اور برطانی شاہنشاہی کے لیے مصیبت کے وقت کی منتظر ہو (مگر یہ صحیح نہیں)

اسلیے جب تک سیاسی حیثیت سے ترکی اور انگلستان ایک دوسرے کے دشمن ہیں' برطانی شاہنشاہی محفوظ ہے' اور اسکی مسلمان رعایا قابل اطمینان حد تک کمزور ہے' اسوقت تک مظالم بلقان کے خاتمہ کے لیے انگلستان کوئی غیر نمایشی اور عملی کوشش نہیں کریگا -

اس نقطہ پر پہنچکر ایک شخص پوچھہ سکتا ہے کہ ان دو سب سے بڑی اسلامی سلطنتوں میں (کیونکہ انگریز فخر و مباہات کے موقع پر اپنے آپ کو دنیا کی سب سے بڑی سلطنت کہتے ہیں) اس پھوٹ کا ذمہ دار کون ہے ؟

جیسا کہ ہم سابق میں بیان کرچکے ہیں' سنہ ۱۸۷۸ ع کی مہلک موتمر برلن تک سر ہنری ایرڈ قسطنطنیہ میں مختار کل سفیر تھے - اس موتمر کے انعقاد سے کسی قدر پہلے عہد نامہ قبرص منعقد ہوچکا تھا اور پوشیدہ طور پر اس پر دستخط بھی ہوچکے تھے -

اس عہد نامہ کی رو سے یہ جزیرہ ترکی کی طرف سے انگلستان کو ان خدمات کے معاوضہ میں بطور " بخشش " کے دیا گیا تھا' جو اس نے محض روس کی مخالفت کی بنا پر جنگ ترکی و روس میں انجام دیے تھے -

دوسرے وکلاء صلح کی طرح مسٹر ڈسریلی اور لارڈ سالسبری نے بھی یہ باہمی معاہدہ کیا تھا کہ وہ کسی پوشیدہ منصوبے یا ترکی کے ساتھہ خفیہ انتظام کے بغیر اس معاملے میں داخل ہوے ہیں - مگر اخبار "گلوب" نے عہد نامہ قبرص کا خلاصہ یکایک شائع کردیا' جس سے برطانی وکلاء کی سخت بے عزتی ہوئی اور مر اسیسی اور روسی وکیلوں نے یہ دھمکی دی کہ وہ فوراً برلن چھوڑ دینگے اور اس طرح اس موتمر کے حقیقی طور پر نشست کرنے سے پہلے اس کو ختم کردیا جائیگا - جب معاملہ اس حد تک پہنچا تو داہیۂ فرنگ یعنی پرنس بسمارک ایک " ایماندار دلال " کی حیثیت سے بیچ میں آپڑا' اور ایک راضی نامہ ہوگیا جس میں برطانی وکلاء امور ذیل پر متفق ہوگئے :

(۱) انگلستان کے اخذ قبرص کے معاوضے کی حیثیت سے فرانس کو اجازت دیجائیگی کہ سب سے پہلے مناسب موقع پر (انگلستان کی طرف سے کسی مخالفت کے بغیر) وہ تیونس پر بلا تامل قبضہ کرلے -

(۲) مصر، مالي انتظام میں فرانس کے ساتھ قدم بقدم چلیگا -

(۳) شام کے لاطینی عیسائیوں کی حفاظت کی بابت فرانس کے قدیمی دعوے کو انگلستان منظور کرلے -

جیسا کہ مسٹر بلنٹ ' (جو لارڈ لنٹن اور لوئٹ کورٹنی اطالی وکیل مؤتمر برلن کی مدد کے ان انتظامات کو روشنی میں لا چکے ہیں) کہتے ہیں ' مشرق اور شمالی افریقہ کی آزادی کے خلاف یورپین جرائم کا صرف حصہ مخصص " مارش قبرص " کا براہ راست یا بلا واسطہ نتیجہ ہے - یہ مشورہ دینا ہے کہ بوسنیا فوراً آسٹریا کو دیدیا جاے - اس سے مقدونیہ میں معاملات کے ایک مستحکم تصفیہ کو درہم برہم کرنے میں مدد دی - اسی نے تیونس کو فرانس کی ابریوں کے نیچے ڈالدیا ' اور دول یورپ میں افریقہ کی عظیم الشان تقسیم کا آغاز کیا .... ان تمام امور کے علاوہ اسی نے ایک نہایت نازک وقت میں انگلستان کے اس تمام اثر و نفوذ کو جو اسے قسطنطنیہ میں حاصل تھا ' برباد کردیا اور انگلستان کی طرف سے تمام مسلمانان عالم کے دل یک قلم آلم اور متنفر ہوگئے -

اسکے بعد ہی فوراً مسٹر گلیڈ سٹون نے "بلغاری مظالم" (یعنی وہ مظالم جو بلغاریوں پر کیے گئے تھے) اور مرد بیمار یعنی عبد الحمید کے خلاف اپنی معرکہ آرائی شروع کی - اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ انگلستان پر سلطان عبد الحمید کا اعتماد اور اسکے ساتھ لطف و عنایت ہمیشہ کے لیے رخصت ہوگئی اور اسکی جگہ گذشتہ تیس سال سے باسفورس پر جرمنی کا اثر غالب ہوتا رہا -

جب نوجوان ترک برسر اقتدار ہوے اور سنہ ۱۹۰۸ ع میں " دستور " کا اعلان ہوا تو انہوں نے ایک مدافع حریت ملک سمجھکر انگلستان سے اعتقاد کامل رکھنے میں بالکل تامل نہیں کیا -

قسطنطنیہ میں جب کبھی سر جی - لوتھر سفیر برطانیہ کو ساده دل ترکی پبلک دیکھتی تھی ' تو پرجوش خیر مقدم دیتی تھی - معاملات یہاں تک بڑھے کہ ترکی برطانی اتحاد کی پیدایش کی علامتیں ظاہر ہونے لگیں - شخصی حسد یا سیاسی رقابت ' کسی وجہ سے ہو ' لیکن آسٹریا کو اسکے ہرزیگووینا و بوسنیا ' اور بلغاریا کو عثمانی سیادت سے دعوئ آزادی کی تلقین کرکے ' مارشل بیرن مارشل وان بی برسٹین (سفیر جرمنی) نے ترکوں کے آگے انگریزوں سے میل جول کی قیمت پیش کردی ' اور بالآخر انگلستان کے حق میں نوجوان ترکوں کا جوش ٹھنڈا پڑگیا ' جب انہوں نے دیکھا کہ وہ روس کے خلاف جو بلغاریا کے دعوئ آزادی کی رکاوٹ کی طرف تھا ' ترکوں کی مدد کرنا نہیں چاہتا -

بد قسمتی سے نوجوان ترکوں کے لیڈروں اور کامل پاشا میں (جو اسوقت وزیر اعظم تھا اور عام طور پر طرفدار انگلستان مانا جاتا تھا) سخت رنجش پیدا ہوگئی - جب کامل کو مجبوراً الگ ہوجانا پڑا تو انگریزی پریس نے ترکوں کے خلاف معرکہ آرائی شروع کردی ' اور یہ اسلیے کہ نوجوان ترکوں کے لیڈروں کو ضروری معلوم ہوا تھا کہ خانگی اختلافات کیوجہ سے کامل پاشا کو علحدہ کردیں اور جرمن اتفاق (German Coalition) کے ساتھ اس مضرت کا اتفاق سے حتی الامکان بچیں ' جس کی دعوت دینے میں کامل پاشا نے کبھی پس و پیش نہیں کیا -

میں ان مختلف قابل اعتماد ترکوں کی گفتگو سے ' جنکے ساتھ میں نے انگلستان اور ترکی کے تعلقات پر بحث کی ' یہ نتیجہ نکالتا ہوں کہ وہ انگلستان کے ساتھ ایک مکمل اور دائمی مفاہمت چاہتے ہیں - اسکا اظہار وہ ابھی ابھی مسئلہ خلیج فارس کے تسویہ سے کرچکے ہیں ' جسمیں انہوں نے اپنے مستقبل کی ایک حد تک قربانی کی ہے اور آیندہ بھی انگلستان کی تائید کے معاوضے میں مزید معقول قربانیوں کے لیے تیار ہیں ' لیکن افسوس ہے کہ کوئی انگریزی سیاسی جماعت اس اہم نتیجہ کے لیے ابتدائی کارروائی شروع نہیں کرتی - اور اس سے بھی زیادہ افسوسناک تریہ ہے کہ اسوقت انگلستان میں ترک اور غیر ترک ارباب سیاست موجود ہیں مگر مقتدر اخباروں کے قلم تحریر میں انہیں داخل ہونے کی اجازت دینے سے انکار کیا جاتا ہے اور انکی دفاعی تحریروں کے لیے ردی کی ٹوکری کے علاوہ کوئی دوسری جگہ نہیں نکالی جاتی - اگر برطانی شاہنشاہی کے دارالسلطنت میں ترکوں کے ساتھ یہ سلوک کیا جا رہا ہے ' اور انگریزی پریس (جو ترکوں کے لیے مفید تحریروں کے حق میں کو وہ کتنی ہی سنجیدہ اور مدلل کیوں نہ ہوں ' سخت سنگدل ہے) انکے لیے ہر مضر چیز کی اشاعت میں اسدرجہ تیزدست ہے ' تو کیا تعجب ہے اگر ترکوں اور انکے ساتھ تمام عالم اسلامی کی امیدوں کی نظریں انگلستان کی طرف سے مایوسی کے ساتھ پھرگئیں اور اب انہیں انگلستان سے اسلام کے ساتھ ہمدردی کی امید اس سے زیادہ نہیں ' جتنی کہ روس سے ہے -

برطانی شاہنشاہی کی بہبودی کے لیے کیا بہتر ہے ؟ اسکا فیصلہ کرنے والے انگریزی ارباب سیاست ہیں ' لیکن کیا وہ ایران پر روس کے حملے اور مدتیرینئین کی طرف اسکی پیشقدمی کو جسکا نتیجہ عموماً تمام مسلمانوں اور خصوصاً ہندوستان کے مسلمانوں کی ناراضی و ناگواری ہوگا ' ترکی کے مطلب پر ترجیح دیدیگا ؟ وہ ترک جنہوں نے سنہ ۱۸۵۷ ع کے غدر میں اپنے خلیفہ کا اثر انگریزوں کو مستعار دیا تھا اور سلطان عبد المجید خان نے ایک اعلان شاہی شائع کیا تھا جسمیں غدر کرنے والوں کو سخت برا کہا تھا اور مسلمانان ہندوستان کو انگریزی سلطنت پر حملہ آوروں کے ساتھ عدم شرکت کی دعوت دی تھی ؟

جیسا کہ اس زمانہ کے ایک سربرآوردہ انگریز مدبر نے کہا تھا ' قسطنطنیہ کا خلیفہ خواہ قوی ہو یا ضعیف ' مگر امیر المومنین کی حیثیت سے وہ ٦۰ - ملین مسلمانوں کا وزن اپنے ساتھ رکھتا ہے -

---

مسجد کانپور

مسلمانان لندن کا جلسہ

۵ - آگست سنہ ۱۳۱۹ ع یوم چہار شنبہ ۲۷ کورینٹور فٹ اسکوائر لندن میں ہندوستانی مسلمانوں کا ایک غیر معمولی جلسہ منعقد ہوا ' جسمیں حسب ذیل رزولیوشن پاس ہوے :

(۱) ہم ہندوستانی مسلمان مقیم لندن انہدام مسجد کانپور میں حکام کی ناجائز کارروائی کے خلاف سختی کے ساتھ اعتراض کرتے ہیں اور جلد دوبارہ اسکی تعمیر کا مطالبہ کرتے ہیں -

حکام کی اس سخت کارروائی کے خلاف ' جس کا نتیجہ ۲۰ - مسلمانوں کی موت کی صورت میں نکلا ' ہم اپنے غیظ و غضب کے اظہار میں بالکل مجبور ہیں اور ان خاندانوں کی ' جن سے انکے اعزا چھین لیے گئے دلی تعزیت کرتے -

جلسہ کی کارروائی ہندوستان بذریعہ تار جاے اور یہاں کے پریس میں اسکی نقل -

رعمسیس ثانی فرعون مصر

علماے آثار نے آجکل (رعمسیس) ثانی کی متعدد یادگاریں دریافت کی ھیں ' جو فراعنۂ مصر کے انیسویں خاندان کا تیسرا باد شاہ تھا - تورات کے سنین و اعمار کا حساب اگر کسی طرح غیر مشکوک ثابت ھوجائے تو رعمسیس کا زمانہ میلاد مسیح سے تقریباً ۱۷۰۰ - برس پہلے ' اور واقعہ ھجرت سے ۲۲۰۰ - برس پہلے ھوگا ' یعنی یہ دریافت شدہ یادگاریں آج سے تین ھزار ۶۴۱ - برس پہلے کی ھیں مگر علماے فرنگ کی تحقیق ان کو بہت قدیم ثابت کرتی ھیں ' کیوں کہ رعمسیس کا زمانہ اُن کی راے میں تورات کے ظن و تخمین سے متزاید ھے - اسی خاندان میں اسی پادشاہ (رعمسیس ثانی) کے بعد وہ (فرعون) تخت نشین ھوا تھا ' جسکا واقعہ حضرت (موسی) کے ساتھہ تورات اور قران مجید میں بتصریح مذکور ھے -

رعمسیس ثانی جسکے عہد کی یادگاروں کا مرقع آج شائع کیا جاتا ھے ' اس خاندان کی کا سب سے بڑا باد شاہ تھا - اُس نے اپنے طویل عہد حکومت کے اندر مصر میں نہایت کثرت سے عمارتیں تعمیر کرائیں ' مالک فتح کیے ' شہر آباد کیے ' دشمنوں کی مدافعت کی ' اور مصر کی ترقی تمدن میں عمر بھر لگا رھا - اسکی تشئام عمارات و آثار پر ' جو وادی نیل میں نہایت کثرت سے اب تک محفوظ ھیں ' اسکا نام منقوش نکلتا ھے -

رعمسیس اپنے باپ کے زمانے میں جب ولی عہد تھا ' تو ھمیشہ جنگ اور فتوحات میں مشغول رھتا تھا - تخت نشینی سے پہلے ھی اس کے کارنامے نہایت شہرت حاصل کرچکے تھے - تخت نشینی کے بعد اوس نے اور بہت سے عجائب و غرائب امور انجام دیے ' جسنے تاریخ مصر میں اُس کی جگہ نہایت ممتاز کردی ھے -

ھیکل شمس کے کاھن نے رعمسیس کی ولادت سے پہلے باد شاہ سے پیشگوئی کی تھی ' کہ یہ بچہ بہت بڑا باد شاہ ھوگا اور تمام دنیا پر حکومت کریگا - تخت نشینی کے بعد اس پیشگوئی کی خوشی میں رعمسیس نے اس ھیکل کی عمارت وسیع کردی اور اس کی تعمیر میں بہت سے خوبصورت اضافے کراے -

رعمسیس نے آس پاس کی تمام قوموں کو زیر کرلیا تھا - بیس مختلف قومیں اس کو خراج دیتی تھیں ' سب سے پہلی بار عہد شہزادگی میں اسنے عربوں پر حملہ کیا ' اور کہا جاتا ھے کہ اونکو اپنا مطیع بھی بنالیا - اس سے پہلے عرب کسی کے مطیع نہ تھے - گو یہ اطاعت بھی اوس کی واپسی کے بعد قائم نہ رھی - عرب کے سوا دوسری طرف اسنے افریقہ میں برقہ وغیرہ کو فتح کرکے حکومت مصر میں داخل کیا - سوڈان بھی اسکے زمانہ میں مصر سے متعلق تھا ' اور ھر سال بطور خراج ھاتھی دانت ' آبنوس کی لکڑی ' اور سونے کی ایک مقدار کثیر مصر کو ادا کرتا تھا -

بری معرکہ آرائیوں کے علاوہ بحری معرکوں سے بھی اسکے کارنامے خالی نہیں - اسنے بحر احمر میں ایک بیڑا طیار کیا جسمیں ۴۰۰ - سے زائد جنگی جہاز تھے - انکی مدد سے اسنے بحر احمر کے تمام سواحل و جزائر بحر ھند تک قبضہ کرلیا - اور عین اُس وقت ' جب کہ اوسکے افسر ان سواحل و جزائر پر قبضہ کررھے تھے '

خود رعمسیس ایک خونخوار فوج لیے ھوے ایشیا کی سلطنتوں کو تہ و بالا کررھا تھا - ایک ایک ملک کو فتح کرتا ھوا بالآخر ھندوستان تک پہونچا ' اور گنگا کو عبور کرکے بحر ھند سے نکل آیا ! !

دوسری طرف ترکستان سے گذر کر وہ نہر طونہ (دریاے ڈینوب) کو عبور کرگیا - واپسی میں یورپ کے بعض شہروں سے گذرتا ھوا روم ایلی میں داخل ھوا ' اور جزائر بحر روم کو اپنی حکومت میں داخل کرلیا - یہ سفر رعمسیس کا آخری جنگی سفر تھا -

عظماے فاتحین میں رعمسیس ھی وہ شخص ھے جسنے شکست خوردہ اور منہزم قوموں سے نہایت لطف و مہربانی کا برتاؤ کیا - سیاسی مجرموں کی خطائیں بخشیں ' مفتوح و مغلوب قوموں کے ساتھہ عدل و انصاف سے کام لیا ' اور اون سے بہت تھوڑا سا خراج وصول کیا - وہ رعایا کے اعتقادات و مذاھب کا بڑی فراخ دلی سے لحاظ کرتا تھا -

تعمیر کا کام قیدیوں سے لیتا تھا ' لڑائیوں میں جو قیدی ھاتھہ آتے تھے ' وہ مصر لاکر تعمیر کے کام میں لگائے جاتے تھے - اسکو فن تعمیر سے بہت شوق تھا - دو شہروں کی تزئین و آرایش میں خصوصیت کے ساتھہ دلچسپی تھی - ایک تو ملف ہے ' جو اوس زمانہ میں مصر کا پایہ تخت ' اور دوسرے طیوہ ہے ' جو مصر کا مذھبی مقدس شہر تھا - انھیں قیدیوں کے ذریعہ اسنے مصر میں بہت سے پل بھی تعمیر کراے ' نیز تجارت و زراعت کی ترقی کے لیے بھی اسنے بہت سی نہریں کھدوائیں کہ دریاے شور (سمندر) تک راستہ ایک ھو جاے -

خاندانی حسد و نفاق قدیم حکومتوں کی خاصتریں امتیازی خصوصیت رھی ھے - رعمسیس جب اپنے عظیم الشان فتوحات کے بعد مصر واپس آرھا تھا ' اوسکا بھائی اوسکے استقبال کو مصر کے شہر تدیس تک آیا اور نہایت تپاک سے اوس سے ملا - رات کو جب رعمسیس مع اپنے اھل و عیال کے سو رھا تھا ' اوسکے بھائی نے مکان میں آگ لگادی ' رعمسیس مع اھل و عیال بڑی مشکل سے اس مصیبت سے نجات پا سکا - اوسکے بھائی کو جب اپنی ناکامیابی کا حال معلوم ھوا تو بھاگ کر یونان چلا گیا ' اور وھاں مصری قوم کی ایک نو آبادی قائم کردی - آثار یونان میں اسکا نام دانوس مصری بیان کیا جاتا ھے -

رعمسیس کو ان عظیم الشان کامیابیوں نے نہایت مغرور و متکبر بنا دیا تھا - جو سلاطین اسیر ھوکر اوسکے ساتھہ آئے تھے اون سے نہایت سخت تحقیر سے پیش آنے لگا ' اور روز و شب سواے فخر و غرور و بعدی طغیان و تذکرۂ فتوحات ' اوسکا کوئی کام نہ رھا - آخر بشریت سے منزہ ھوکر وہ ایک اور عالم کا مخلوق اپنے کو سمجھنے لگا ' پس خدا کا قانون ' جسمیں کبھی تغیر نہیں ھوتا ' جاری ھوا اور نہایت اھانت و تحقیر کے ساتھہ خود اپنے ھاتھہ سے خود کشی کرکے دنیا سے رخصت ھوگیا -

اولم يسيروا في الارض فينظروا كيف كان عاقبة الذين كانوا من قبلهم ؟ كانوا هم اشد قوة و آثارا في الارض ' فاخذهم الله بذنوبهم وما كان لهم من الله من واق (مومن)

کیا زمین میں پھر کر انھوں نے نہیں دیکھا کہ ان سے پہلوں کا انجام کیا ھوا ؟ وہ جو ان سے قوت میں بھی ' اور یادگاروں میں بھی کہیں زیادہ تھے - خدا نے اونکے گناھوں کے بدلے اونکو پکڑلیا ' اور خدا سے کوئی بچانیوالا نہیں -

برید فرنگ

جنگ بلقان کے اسرار

لندن ٹائمز ۱۸ - جولائی سنہ ۱۹۱۳ع کی اشاعت میں لکھتا ہے :

" سالہا سال سے آسٹرین پالیسی کے مستحکم مقاصد میں ایک مقصد یہ بھی رہا ہے کہ ادریاٹک کی طرف سرویا کے پھیلنے کو روکا جائے - اطالیا نے بھی ساحل ادریاٹک کی طرف یونانی مقبوضات کی ہر معقول توسیع پر اسی قسم کے اعتراضات کیے ہیں - جب یہ واضح ہو گیا کہ ان دونوں طاقتوں نے یونان اور سرویا کے ان اطراف میں اپنی فتوحات کو اپنے ہاتھہ میں رکھنے کے نا منظور کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے اور یہ ارادہ کر لیا ہے کہ اگر ضرورت پڑی تو وہ خود مختارانہ کار روائی سے اپنی مرضی کو بزور نافذ کرینگی تو اب " اتحاد " نے اپنے آپ کو اس خطرے کے روبرو پایا جسکی طرف ۱ - جولائی کی سنہ ۱۹۱۳ کی شب کو سر ایڈورڈ گرے نے اشارہ کیا تھا -

میلنسن ہاوس میں مسٹر اسکوئیتھ کی تقریر کے بعد ' جسمیں وزیر اعظم برطانیہ نے یہ امید ظاہر کی تھی کہ ریاستہاے بلقان اپنے " ثمرات فتوح " سے محروم نہ کیے جائنگے ' یہ امر مشکل سے درج کیا جا سکتا ہے کہ چند شکوک پیدا کیے بغیر سر گرے نے اصول عدم مداخلت سے اس سنگین علیحدگی کے ساتھہ اتفاق کیا ہو - لیکن یہ واقعہ ہے کہ انہوں نے ایسا کیا اور بعض لوگ اس ملک میں ہیں جو اسکو بےجا خیال کرتے ہیں - مگر اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ دول عظمی کی اس کار روائی نے اس حالت کو بھی ضرور برہم کر دیا جو قبل از جنگ باہمی گفتگو میں ان رئیسوں کے پیش نظر تھی -

بر ہمزن اسباب کے ساتھہ فتوحات کی وہ کثرت بھی مستزاد ہونا چاہیے جو حلفاء کو اس جنگ میں حاصل ہوئی اور جس نے بلغاریا سے " حصہ شیر " کا وعدہ کیا - ان حالات میں یہ امر یقیناً ناگزیر تھا کہ " اتحاد " کی کار روائی سے اپنی حصہ کی کمی پر یونان اور سرویا کا غصہ اپنے اس ہمساز کے ساتھہ تیز و تند حسد کی شکل اختیار کر لے ' جو خوش قسمتی سے کچھہ ایسے مقام پر واقع تھا کہ اس سے امن یورپ کے لیے اپنے حوصلوں میں سے کسی حوصلے سے دست بردار ہونے کی فرمایش نہیں کی گئی !

بلغاریا نے ایک سخت غلطی کی اور اب اسکے لیے سوا اسکے اور کچھہ نہیں رہا ہے کہ اپنی غلطی کے نتایج قبول کر لے جس کے لیے وہ درحقیقت راضی معلوم ہوتی ہے -

بے شبہہ بہت سے لوگوں کے لیے یہ امر پردرد اور تعجب انگیز ہے کہ ان تمام متحد حلیفوں میں اختلاف ' جنگ تک رہنما ہوا ' اور جنگ نہایت سنگدلی کے ساتھہ کی گئی - مگر اس تعجب میں ان لوگوں کی طرف سے بمشکل حصہ لیا جاسکیگا ' جنہوں نے جزیرہ نماء بلقان میں گذشتہ بیس پچیس برس کے اندر (یعنی جب سے کہ یورپ میں روانست بلغاریہ کے مسئلہ کا دروازہ کھولدیا گیا ہے) پیش آنے والے واقعات کا معائنہ غور و فکر سے کیا ہے -

اسوقت سے لیکر اس جزیرہ نما کی محکوم قوموں میں ایک ایسی نہ ختم ہونے والی جنگ قائم رہی ہے ' جو گذشتہ تین ہفتہ کی علانیہ جنگ سے اپنی نوعیت کی جگہ زیادہ تر اپنی صفت (یعنی شدت و خفت) میں مختلف تھی - یہ امر تعجب انگیز نہیں ہے کہ اس دیرینہ کاشت نفرت نے وہ خونیں پھل پیدا کیے جو ہم دیکھہ رہے ہیں ' بلکہ درحقیقت تعجب انگیز حالت یہ ہے کہ یہ جذبات ایک مدت کے لیے (اگرچہ وہ مختصر ہی سہی) اس درجہ رکے ' کہ ترکی کے خلاف ایک عام کار روائی کرنے دی - اس جزیرہ نما کی ابتدائی آبادی کا فیصلہ اس معیار سے کرنا مناسب نہوگا ' جو ہم نے اپنے لیے مقرر کر رکھا ہے اور جسکی تصدیق کی امید ابھی انمیں سے نہایت ہی قلیل جماعت سے بمشکل کیجا سکتی ہے "

ترک و ادرنہ

۸ - اگست - سنہ ۱۹۱۳ع کی اشاعت میں لندن ٹائمز نے راے دی ہے :

" ادرنہ سے ترکوں کا اخراج یورپ کے لیے سب سے زیادہ عجلت طلب مسئلہ ہے ' مگر یہ اس سلسلہ کا پہلا حلقہ ہوگا جو اپنے پر صعوبت اور طویل ہونے کا خود اقرار کرتا ہے - مسئلہ شرق قریب کے عام حل سے ہم ابھی بہت دور ہیں - رومانیا نے جس استواری کے ساتھہ اس مسئلہ کے ایک حصہ کا ہنگامی حل ' اور نیز جس اعتدال کے ساتھہ اپنے مطالبات کا فیصلہ کیا ہے ' اس کے لیے وہ یورپ کے شکریہ کی مستحق ہے - مگر یہ حل محض ہنگامی ہی ہنگامی ہے ' اور یہ بدیہی ہے کہ مجموعی حیثیت سے اس میں ایسے مواد موجود ہیں جو اس وقت اچھا خاصا مباحثہ برپا کر دینگے ' جب دول یورپ اس پر نظر ثانی شروع کرینگی -

پیچیدگیوں کے آغاز کے بعد سے جس اعتدال اور ضبط نفس نے انکے اعمال پر نشان امتیاز لگایا ' اس سے ہمیں اس امید کے لیے کہ وہ ان مسائل کو اسی روح اور ویسی ہی کامیابی کے ساتھہ حل کرینگی ' ایک مستحکم بنیاد ملتی ہے -

بلقانیوں میں یورپ کے سامنے اپنی ذمہ داری کے احساس کے پھیلانے سے زیادہ مسرت انگیز اور موثر واقعہ شاید ہی کوئی موجودہ تاریخ میں ہو - یہی احساس ہے جس پر ہمکو نہ صرف ان اختلافات کے تصفیہ کے لیے اعتماد کرنا چاہیے ' جو موجودہ حالات نے برپا کر دیے ہیں ' بلکہ ان سازشوں سے اجتناب کے لیے بھی ' جنگی کاشت کے لیے دوبارہ ساختہ بلقان ایک پر ثمر میدان دینے کا وعدہ کرتا ہے -

بلقان کا ایک مستحکم اتحاد بیرونی سلطنتوں کو مداخلت کے لیے مشکل سے کوئی ترغیب دیگا -

ایسی نصف درجن بلقانی سلطنتوں کا سلسلہ جو ایک دوسرے کے خلاف مسلسل نقل و حرکت کرتی رہتی ہوں ' اور ایک طرف تو تنہا اور دوسری طرف گرفتہ گروہ بندشوں میں ہوں ' یقیناً ان سلطنتوں کی طاقت کو اسی طرح کسی نہ کسی شدید ابتلاء میں ڈالدیگا ' جیسا کہ اطالیا کا حال پندرھویں صدی میں ہوا تھا -

خوان یغما

مغصوبات کی تقسیم

جنگ بلقان کے محاصل

ٹائمز نے ۸ - اگست سنہ ۱۹۱۳ ع کو اسکی تشریح کی ہے

" چہار شنبہ کو بخارست میں سرویہ ' یونان ' اور رومانیہ والا نے صلحنامہ ترتیب دیا تھا - بلغاری وکیلوں نے ان شرائط میں تخفیف کے لیے سخت کوشش کی جو اتحادی حلیف اور ہمسایہ بھائیوں نے لگائے تھے - لیکن رومانیا کی طرف سے التواء جنگ کے طول سے انکار تھا - اپنی بے بسی دیکھکے انہوں نے وہ تمام شرائط منظور کرلیے جو انکے دشمنوں نے ٹہرانے کے لیے انتخاب کیے تھے -

عہد نامۂ لندن کی رو سے (جس پر ۳۰ مئی کو دستخط ہوے تھے) ترکی نے تھریس اور مقدونیہ بلقانی حلیفوں کے حوالہ کردیا - تقسیم غنیمت پر فاتحین کی باہمی نزاع جو پہلے ہی سے سخت تھی ' ایک ماہ کے اندر علانیہ جنگ کی طرف رہنما ہوگئی -

آغاز جولائی میں رومانیا نے مداخلت کی تاکہ وہ ان لوے والوں میں صلح کرا دے ' اور ان سرحدی رعایتوں میں جو سینٹ پیٹرسبرگ میں پہلے ہی سے منظور کیجا چکی تھیں ' بلغاریہ سے توسیع کرالے -

یہ صلحنامہ نئی سرویہ ' بلغاری ' اور یونانی سرحدوں کا نقطۂ اجتماع سلسلہ کوہ بلیشا تزا کی شاخ پر مقرر کرتا ہے - بلغاری - سروی سرحد دریاے وارڈ اور اسٹرومہ کے درمیانی حصے کے پیچ پیچ جاتے ہوے اسطرح مغرب کی طرف کسیقدر بلند ہوتی ہے کہ اسٹرومٹزا بلغاریوں کے لیے چھوٹ جاتا ہے - ورچیہ اور دو کوش سرویوں کو ملینگے -

یونانی - سروی سرحد ' دوآئی رین جھیل سے جنوب و مغرب کی طرف جیوجیلی سے (یہ مقام سروی ہے) گذرتی ہوئی ایک ایسے نقطے تک جائیگی ' جو دوئیا سے ٹھیک شمال کی طرف ہے اور یہاں سے مغرب کی طرف مڑکے پریسپا جھیل کے جنوبی کنارے پہنچیگی - دوئیا اور فلورینا مع اپنے ہیڈ کوارٹر سے ۲۵ - کیلومیٹر تک سالونیکا مناستر ریلوے کے ' یونانی ہونگے -

بلغاری - یونانی سرحد دوآئی رین جھیل سے شروع ہوگی اور مشرق کی طرف سلسلہ کوہ بلیشا تزا کے ساتھہ ساتھہ اس نقطہ تک جائیگی جہاں ریلوے دریاے میستا تک پہنچتی ہے - اسطرح کہ اس نقطہ تک سالونیکا ریلوے ' اور اس کے بعد ڈراما ' قوالہ ' سر حصار ' اور سیرس کو یونان کا ایک جزو بنا دیگی -

ایجین پر بلغاریا اور یونان کے ساحلی مقبوضات کو ایک کو دوسرے سے دریاے میستا علحدہ کرتا ہے -

جبل اسود نے بلغاریا کے خلاف سرویا کو جو مدد دی ہے اس کے معاوضہ میں سرویا اسکو مشرق و جنوب کی طرف توسیع ملک کی اجازت دیگی -

یہ تخمینہ کیا گیا ہے کہ جنوبی - مشرقی نو توسیع سلطنتوں کی آبادی یہ ہوگی -

رومانیا	۷۶۰۰ , ۰۰۰	بلغاریا	۵۰۰۰ , ۰۰۰
یونان	۴۵۰۰ , ۰۰۰	سرویا	۴۰۰۰ , ۰۰۰
البانیا	۲۰۰۰ , ۰۰۰	جبل اسود	۵۰۰ , ۰۰۰

یہ تقسیم ہنگامی تصفیہ سے زیادہ خیال نہیں کی جا سکتی - امید کی جاتی ہے کہ روس اور آسٹریا ' دونوں بلغاریا کو ایجین پر اس سے زیادہ وسیع گذرگاہ دیے جانیکی خواہش کرینگے ' جتنی کہ اس کے حلیف دینے کے لیے راضی ہوے ہیں -

مدنیت یورپ کا ایک منظر

نہ بر ظلم ' بر عدل باید گریست

نائب قونصل برطانیہ کی رپورٹ

احرار بلقان و آزادگان یورپ مظلوم و بلاکش مقدونیہ کو ظالم ترکوں کی غلامی سے آزاد کرانے الے تھے ' یہی سبب تھا ' اور اسی بناپر بلقانیوں کو تمام یورپ کی اندرونی و بیرونی ہمدردی حاصل تھی - یہ آزادی کس طرح حاصل کی گئی ؟ اس کی بارہا تشریح ہوچکی ہے ' لیکن حال میں نائب قونصل برطانیہ کی جو رپورٹ مینچسٹر گارڈین نے ۷ - اگست سنہ ۱۹۱۳ ع کے نمبر میں شائع کی ہے ' وہ اس بحث کا قطعی فیصلہ ہے -

۱۹ - نومبر سنہ ۱۹۱۳ ع کو ددہ آغاج میں تقریبا ایک سو بیس بے قاعدہ بلغاری سپاہی پہونچے ' یونانی تو نہیں دق کیے گئے مگر مسلمانوں پر تمام بخار نکالا گیا ' ترکی محلے تاراج کرکے جلا ڈالے گئے - عورتوں اور بچوں پر وحشیانہ دست درازیاں کی گئیں ' اور بہت سے ترک ذبح کیے گئے - تعداد کا تخمینہ مختلف طور پر کیا گیا ہے - برطانی نائب قونصل کہتا ہے کہ ۳ - سو مشکل سے صحیح مجموعی تعداد کو پیش کرسکینگے - وہاں کا بشپ اس سے بہت زیادہ یعنی ۸ سو اندازہ کرتا ہے - لاشیں زاغ و زغن کے لیے خون میں آلودہ ' غیر مدفون پڑی سڑرہی ہیں - ۲۴ - کو جنرل کواچیف (Kovatchoff) یہاں آیا اور دوسرے دن شہر پر باقاعدہ قبضہ کیا تھوڑی فوج حفاظت کے لیے چھوڑی - گورنر مقرر کیا اور اسکے بعد چلدر روانہ ہوگیا - ۲۳ جولائی تک قبضہ جاری رہا - اسی تاریخ کو نائب قونصل نے ساڑھے تین بجے شب کو ایک غیر معمولی نقل و حرکت دیکھی - ۷ - بجے صبح کو اپنے گھر سے دفتر گیا یہاں اسے سپہ سالار فوج کا ایک خط ملا جسمیں اس نے اپنی روانگی کی اطلاع دی تھی - ایک بلغاری بھی نظر نہیں آتا تھا ۹ - بجے صبح کو سپاہی جماعتوں کی صورت میں واپس آئے - سپہ سالار نے ایم بیدیتی (M Bulotti) کو ساڑھے چار بجے ملاقات کے لیے ایک خط لکھا -

اس ملاقات میں سپہ سالار نے بیان کیا کہ اسکو تخلیہ کا حکم ملا ہے - اس رات کو تمام شہر میں روشنی نہیں ہوئی - یہ ایک ایسی حالت تھی جو آج سے پہلے کبھی نہیں ہوئی تھی - تین بجے شب کو ایم بیدیتی نے آسمان میں ایک سرخ آتشیں عکس محسوس کیا ' وہ باہر نکلے تو دیکھا کہ سائبانوں اور گوداموں کی ایک طویل صف جسمیں عثمانی قرض عام کا نمک کا گودام بھی شامل تھا ' جل رہی ہے اور بلغاری غائب ہیں - چاروں کے گوداموں اور تجارتی مال کی ایک مقدار کثیر کو جو تاجر رکھا تھا اور روانگی کا منتظر تھا ' آگ نے جلا کے خاکستر کردیا - فورا شہر والوں کا ایک بریگیڈ ایم ویکم (M Wykomm) کی ماتحتی میں ترتیب دیا گیا - وہ معاً اس گدام کی حفاظت کی طرف متوجہ ہوئے جسمیں پیٹرولیم کے کئی ہزار پیپے تھے -

اگر کہیں اسمیں آگ لگ گئی ہوتی تو سارا شہر جل گیا تھا ! میں نے شہر کو دیکھنے سے بہت پہلے پینتھر Panther سے دھویں کے بلند ہوتے ہوے بقعے - دیکھے یہ شہر اسوقت تک جل رہا ہے -

شہداء کانپور

لکھنؤ کا مجوزہ جلسہ

ہندوستان کے انگریزی عہد کی آزادی کا حادثہ

اگر ہم کو یاد رکھنا ہو تو اب ہندوستان میں ایسے دنوں کی کمی نہیں رہی جنہیں ہمیشہ یاد رکھنا چاہیے - یکم جولائی کی تاریخ مسلمان کبھی نہیں بھول سکتے ' جب کہ بندوقوں اور سنگینوں کے حصار میں کانپور کی مسجد کا ایک مقدس حصہ گرایا گیا ' اور اس طرح پورے فوجی ساز و سامان کے ساتھ اس اعلان کردہ مذہبی آزادی کا جنازہ اٹھا جس کے پتلے کو ایک صدی سے زیادہ عرصے تک ہندوستان میں زندہ و متحرک دکھلایا گیا تھا -

اسی طرح ۳ - اگست کی تازہ خونیں کی یاد بھی ہمارے صفحۂ دل سے محو نہیں ہوسکتی ' جس کا آفتاب خون کے فواروں لاشوں کے اضطراب ' معصوم بچوں کے زخم ہائے خونچکاں ' اور انسانی مظلومی و بیکسی کے اشک ہائے حسرت کے ساتھ افق کانپور پر طلوع ہوا ' اور جو سو کارتوسوں کے وحشیانہ اسراف قوت کے بعد ' برطانوی انصاف و عدالت کے ادعا کی لاش مسٹر ٹائلر کے دوش مبارک پر رکھ کر ' بالآخر گنگا کے کنارے دفن کردی گئی -

لیکن میں سمجھتا ہوں کہ اس سلسلے میں ۱۶ - اگست کی یادگاری عظمت سے بھی اغماض نہیں کیا جاسکتا ' جو ان گذشتہ ایام عظیمہ کی رنجیر کارفرمائی کی تیسری کڑی ہے ' جس کا پہلا سرا تو ہز آنر سر جیمس مسٹن بالقابہ کے دست مبارک میں نہایت مضبوطی سے اٹکا ہوا ہے ' مگر معلوم نہیں ' اس کے آخری سرے کے پکڑنے کی عزت کس عظیم الشان فرزند برطانیہ کو حاصل ہوگی ؟

لکھنؤ کانپور سے میل ٹرین میں ایک گھنٹے کی مسافت پر واقع ہے ' مسلمانوں کی تمام صوبے میں سب سے بڑی آبادی ہے ' اور تعلیم یافتہ علی الخصوص قانون پیشہ مسلمانوں کی اتنی تعداد صوبے کے صدر مقام تک میں نہیں - اس لیے قدرتی طور پر یہاں واقعات کانپور کا اثر سب سے پہلے تیز سب سے زیادہ نظر آتا تھا - ۳ - اگست کے حادثہ کے بعد ہی یہاں چند وکلا و معززین کی ایک کمیٹی قایم ہوگئی تھی ' جس کا مقصد مقدمات کانپور کی قانونی و مالی اعانت ' اور وسایل قومی و اعانہ پر غور کرنا تھا -

چند دنوں تک اس کمیٹی کی غیر باقاعدہ صحبتیں ہوتی رہیں مگر وقت ضایع گیا اور کوئی راہ فوری کارروائی کی نہیں نکلی - بالآخر رفاہ عام میں ایک ابتدائی مجمع غور و مشورہ کے لیے طلب کیا گیا اور اس میں قرار پایا کہ مصیبت زدگان کانپور کی اعانت کے لیے چندے کی فراہمی مقدم ترین کام ہے اور اس لیے آیندہ سنیچر یعنی ۱۶ - اگست کو رفاہ عام کے احاطے میں ایک جلسہ عام منعقد کیا جائے -

چنانچہ اس کا اعلان شایع ہوگیا ' جو بہت صاف اور بالکل غیر مشتبہ طریقہ سے مقصد انعقاد کو ظاہر کرتا تھا ' اور جس کے نیچے چار ذمہ دار معززین شہر کے دستخط تھے -

اعلان اگرچہ صرف دو چار دن ہی پہلے شایع ہوا تھا ' رمضان کا مہینہ اور گرمی کی شدت تھی ' اور لکھنؤ کی مقامی حالت اور عوام کے بعض ناگوار اختلافات زیر نظر تھے ' تاہم نہیں معلوم قتیلان ظالم اور شہیدان ملت کی یاد میں کونسی ایسی مقناطیسی کشش ہوتی ہے ' جس کے اثر کی قاہر و حاکم سلطوت کے آگے حکومتوں کی قوتیں اور تاج و تخت کی طاقتیں بھی بیکار ہو جاتی ہیں ؟ ایک دن کے اندر ہی جلسے کے انعقاد کی خبر شہر کے گلی کوچوں سے نکل کر تمام اطراف و نواح میں پھیل گئی - اور تمام لوگ مستعد ہوگئے کہ اپنے اپنے گھروں اور حلقوں کا چندہ لیکر ۱۶ - اگست کو لکھنؤ جائیں ' اور شہیدان راہ اسلام پرستی کی یاد میں نذر چڑھادیں :

بر سر تربت من چوں گذری ' ہمت خواہ
کہ زیارت گہ مردان جہاں خواہد بود

ایڈیٹر " الہلال " کا قیام لکھنؤ

بطور جملہ معترضہ کے یہاں یہ ظاہر کردینا ضروری ہے کہ ۷ - اگست سے ایڈیٹر " الہلال " لکھنؤ آکر مقیم ہوگئے تھے ' اور اس درمیان میں ایک دو مرتبہ کانپور وغیرہ گئے بھی تو پھر واپس آکر لکھنؤ ہی میں ٹھہرے رہے - یہ عام طور پر ہر شخص کو معلوم ہے کہ اس موقع پر ان کا قیام لکھنؤ حکام کو سخت ناگوار تھا اور یہ ناگواری اس حد تک بڑھ گئی تھی کہ خفیہ نگرانی اور دائی مبعوضیت سے نکل کر ' علانیہ زبان تک بھی پہنچ گئی تھی - اور شاید اگر مصالح وقت ' عدم الزام قانونی ' اور ان کا عام شخصی اثر مانع نہ ہوتا ' تو کانپور کی طرح لکھنؤ میں بھی ان کے قیام کو روکا جاتا -

مجھے صحیح طور پر معلوم ہوا کہ جب اڈیٹر " الہلال " کانپور میں مسٹر ٹائلر سے ملے ' تو انہوں نے " الہلال " کے ان دو مضمونوں کا ذکر کیا جو مسجد کانپور کے متعلق شائع ہوئے تھے ' اور دریافت کیا کہ " کیا وہ مضامین آپ ہی نے لکھے تھے؟ میرے پاس وہ پرچے موجود ہیں اور میں ابھی ان کو نکالوں گا "

اور اس کے بعد انہوں نے اپنے دفتی جزب کی اس الماری پر نظر ڈالی ' جس میں " الہلال " کے پرچے ایک عقیدت مندانہ شان تحفظ کے ساتھ محفوظ تھے ' اور انکے سرخ ٹائٹل پیج کے کنارے غیظ و غضب کے اس خونیں رنگ کو نمایاں کر رہے تھے ' جو اس وقت کانپور کے اس " سپہ سالار جنگ " کے اندر جوش مار رہا تھا ' اور جس کو ظاہری اخلاق و لطف ' اور نرمی زبان

لہجہ کی چادر ڈال کر پوری کوشش سے چھپایا جا رہا تھا -

بہر حال اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ انہیں کانپور میں قیام کرنے سے روکا گیا -

لیکن جہاں تک مجھے معلوم ہے ' لکھنؤ کے فرمانروائے دوم یعنی ڈپٹی کمشنر مسٹر فورڈ کی میز پر وہ ضخیم " مسل " تو ضرور ہو گی ' جو ایڈیٹر " الہلال " کے قیام لکھنؤ کی روزانہ تاریخ پر مشتمل تھی ' اور جسے - سی - آئی - ڈی - کے پریشان حال مگر داستان گو معتمد نے سول اینڈ ملٹری ہوٹل کے روزانہ طواف کے بعد مرتب کیا ہوگا ' تاہم کانپور کے مطلق العنان شاہی کی طرح " الہلال " کی قائل نہ ہوگی - اس لئے ایڈیٹر " الہلال " کے متعلق کسی حکم کے نافذ کرنے میں یہ چھوٹا بادشاہ یقیناً اپنے شہنشاہ اعظم ' یعنے سر جیمس مسٹن کے فرمان کا محتاج تھا -

ایک عجیب مصیبت

یہ چند دن فرمانروایان لکھنؤ کے لیے کچھ عجیب کشمکش اور مصیبت کے ایام بلا تھے - جلسہ کا انعقاد بجائے خود ایک مصیبت تھی ' پھر اس پر ایڈیٹر " الہلال " کی موجودگی اور اس کا یقین ' کہ وہ قطعی شریک ہوسکے ' تقریر کریں گے ' اور پھر نہیں معلوم ہندوستان میں یک بیک غدر برپا ہوجائے گا ' یا اس سے بھی زیادہ کوئی آسمانی مصیبت نازل ہوجائے گی ' پہلی مصیبت پر گویا صدہا مصائب والم کا سنگین اضافہ تھا !

چند ہزار آدمیوں کے ذمہ دار ' بے ضرر ' اور قانونی مجمع میں یک مسافر کی شرکت اور تقریر سے اُس قوم کے فرماں روا پریشان ہو رہے تھے ' جو کئی ہزار میل کا سمندر طے کرکے تیس کروڑ آدمیوں پر حکومت کر رہی ہے ' اور جس کا ہر فرد اپنی نسبت یہ قاہرانہ حسن ظن رکھتا ہے کہ وہ طاقتوں اور قوتوں کا ایک دیوتا ہے ! !

اس اثنا میں ہر روز بلا ناغہ کسی نہ کسی موقعہ پر ان سے دریافت کیا جاتا رہا کہ وہ ۱۶ - اگست تک ٹھہریں گے یا نہیں ' اور جلسے میں (جو ضرور منعقد ہوگا اور جس میں اب ان کی شرکت کی کوئی ضرورت نہیں !!) وہ شریک ہونگے یا نہیں ؟ پوچھنے والوں کی حالت قابل رحم تھی ' اور اس پریشان حالی میں ضرور کچھ نہ کچھ تسکین ہو جاتی ' اگر کہہ دیا جاتا کہ " قیام و شرکت کا ارادہ نہیں " لیکن حکام کی بے معنی پریشانی اور ان کی ذریات کی تمسخر انگیز بد حواسی خواہ مخواہ ظرافت و مزاح کی دعوت دیتی تھی - اس لیے اور زیادہ اصرار و تاکید کے ساتھ ہر مرتبہ وہ جواب دیتے تھے کہ -

" خواہ کچھ ہو ' مگر میں تو اب بغیر جلسے میں تقریر کئے لکھنؤ سے ٹلتا نہیں - اگر ایسا ہی ہے تو ہز آنر اپنے حکم خاص سے ٹھہرنے کی ممانعت کردیں - "

ہز آنر کی تشریف آوری

سنیچر کو جلسہ تھا ' اور اُسی دن جناب راجہ صاحب محمود آباد کی زیر صدارت ڈیپوٹیشن جانے والا تھا - جمعرات کی سہ پہر کو ہز آنر لکھنؤ تشریف لانے والے تھے - اُسی دن مولانا ابوالکلام نے دہلی جانا چاہا ' کیونکہ جمعہ کے دن وہاں ایک جلسے کا انعقاد ضروری تھا ' اور مسٹر محمد علی کی عدم موجودگی کی وجہ سے چندے کی کارروائی اوس وقت تک پوری طرح شروع نہیں ہوئی تھی ' اگرچہ تمام شہر اس کے لیے مستعد تھا -

ساڑھے چار بجے وہ کلکتہ میل سے روانہ ہونے کے لیے اسٹیشن پہنچے تو ہز آنر کی آمد آمد کا غل تھا ' اور افسران پولیس و حکام کی پوری پارٹی استقبال کے لیے موجود تھی - میں نے اس موقعہ کے جو حالات سنے ہیں ' میں سمجھتا ہوں کہ وہ ہر شخص کے لیے ویسے ہی دلچسپ اور مضحک ہوں گے ' جیسے کہ خود میرے لیے ہوے - مولانا کے نمودار ہوتے ہی جس طرح پریشانی چھاگئی ' جس طرح باہم کھلے کھلے اشارے ہونے لگے ' جس طرح خفیہ احکام جاری کیے گیے ' اور پھر جس طرح ایک صاحب متعین کر دیے گیے تا کہ وہ ان کے ہمراہ پلیٹ فارم پر ٹہلتے رہیں ' اور پھر جس طرح انہوں نے اپنا طول طویل سفر نامۂ کشمیر شروع کر دیا ' وہ ایک نہایت ہی پُر لطف لطیفہ ہے ' اور اُس سے یہ مسئلہ بالکل حل ہوجاتا ہے کہ جو لوگ ایک تعلیم یافتہ ' ایک معزز ' اور جماعت کے ایک ذمہ دار رکن کی اسٹیشن پر محض موجودگی کو ایسی افسوسناک بد گمانی کی نظر سے دیکھیں اور اس میں اس درجہ خود رفتہ ہوجائیں کہ اپنے جذبات کو ضبط نہ کرسکیں ' اُن سے کیا بعید ہے کہ ۳ - اگست کو مچھلی بازار کانپور میں پانچ چھ سو یا بقول خود ایک ہزار آدمیوں کے مجمع کو دیکھ کر (گو وہ نہتا اور محض بے ضرر مجمع تھا) اپنے آپے سے باہر ہوگئے ہوں اور بے تامل قتل عام کا حکم دے دیا ہو ؟ کہ

مشق نارکر ' خون شہیداں میری گردن پر !

مولانا کا بیان ہے کہ اسٹیشن پر پہنچتے ہی ڈپٹی کمشنر کی موجودگی میں ان کے ایک خفیہ پولیس کے " دوست " اور نصر اللہ خان صاحب کوتوال حضرت گنج نے پوچھا : " کیا اب آپ تشریف لے جا رہے ہیں " ؟ میں نے کہا : " آپ مطمئن نہ ہوں - صرف ایک دن کے لیے جا رہا ہوں - ذرا دہلی میں بھی آتش افروزی کا سامان ہو جائے جس کا مواد ہر جگہ ہمیشہ سے موجود ہے - جمعرات کو روانہ ہوکر سنیچر کی صبح کو لکھنؤ پہنچ جاونگا یہاں کے جلسے میں تو اب میری شرکت ٹل نہیں سکتی - یہ دوسری بات ہے کہ میں ٹلنے پر مجبور کیا جاؤں یا خود جلسہ ہی ٹل جائے " -

غرضکہ اس طرح قبل اس کے کہ سنیچر کے دن ان کی موجودگی کا علم ہو ' خود انہوں نے ہی یہ کہہ کر اُس خوشی کے ساتھ پوری بے رحمی کی ' جو ان کے دہلی جانے کی خبر سے ان بیچاروں کو گھڑی بھر کے لیے نصیب ہوگئی تھی -

چنانچہ وہ ۱۶ - اگست کو ساڑھے نو بجے پھر لکھنؤ پہنچ گئے - اُسی دن دو بجے رفاہ عام میں جلسہ ہونے والا تھا -

بعض اشخاص کی طلبی

جہاں تک میں نے تحقیق کیا ہے ' جلسے کے اعلان کے بعد اُن چار حضرات سے کوئی پرسش و گفتگو نہیں ہوئی تھی ' جن کے دستخط سے اعلان شائع ہوا تھا - البتہ ضمنی طور پر طرح طرح کے اظہار خیالات و آراء کی شہر میں افواہ ہے - یعنی ۱۶ - اگست کو گیارہ بجے ' جبکہ انعقاد مجلس میں صرف دو تین گھنٹے باقی رہ گئے تھے ' صاحب ڈپٹی کمشنر نے (غالباً) سید وزیر حسن صاحب سیکریٹری مسلم لیگ ' مسٹر نبی اللہ بیرسٹر ایٹ لا ' اور منشی احتشام علی صاحب کو طلب کیا - آخر الذکر دو صاحبوں کی نسبت سنا گیا ہے کہ کسی وجہ سے نہ جاسکے ' اور صرف سید وزیر حسن صاحب گئے - جو کچھ گفتگو ہوئی ' اس کو خود سید وزیر حسن صاحب بتلا سکتے ہیں ' مگر مشہور ہے کہ ڈپٹی کمشنر صاحب نے جلسے کے متعلق نہایت زور سے بے اطمینانی ظاہر کی اور کہا کہ کانپور کا سا بلوہ اگر یہاں بھی ہوگیا تو اس کا ذمہ دار کون ہے ؟

کہا جاتا ہے کہ ان کو جواب دیا گیا کہ ایسا ہونے کی کوئی وجہ نہیں - یہ ایک ایسی افسوسناک بدگمانی اور بیجا خوف ہے جس کو پبلک کسی طرح گوارا نہیں کرسکتی - ہر شخص اس کی ذمہ داری لینے کے لیے طیار ہے - جلسے کا مقصد سوا چندہ جمع کرنے کے اور کچھ نہیں ' اور اگر روکا گیا تو یہ ایک نہایت افسوسناک اور اشتعال انگیز کارروائی ہوگی -

لیکن معلوم ہوتا ہے کہ اتنا بیان ان کے اطمینان کے لیے کافی نہ تھا - نہیں معلوم ان کے ذہن میں ایڈیٹر (الہلال) کا تصور کس درجہ خوفناک اور مہیب تھا کہ وہ ان کی موجودگی اور تقریر کے متعلق کسی طرح بھی مطمئن ہونا پسند نہیں کرتے تھے - انہوں نے ان کی موجودگی کو سخت خطرناک بتلایا اور اس درجہ مضطرب ہوے کہ کسی انسان کی تسلی دہی اور تشفی دہی اس کے لیے موثر نہیں ہوسکتی تھی !

احکام جنگ ! !

ادھر تو یہ باتیں ہو رہی تھیں ' ادھر پولیس کے انتظامات کا عجیب حال تھا - معلوم ہوتا تھا کہ آج یا تو کسی خوفناک حریف پر حملہ ہونے والا ہے ' یا کسی مہیب غنیم کے لکھنؤ پر حملہ آور ہونے کی خبر ہے - والنٹیروں کو حکم مل گیا تھا کہ وہ طیار ہو جائیں اور یہ میں نے ایسے لوگوں سے سنا ہے جنہوں نے خود ان کو مسلح دیکھا تھا - کارتوس تقسیم ہوگئے تھے ' اور پولیس کی تمام چھاؤنیاں کمربستہ حکم کی منتظر تھیں - وہ تمام راستے جو رفاہ عام کو گئے تھے ' پولیس کی صفوف اور قطاروں کا جو لانگاہ بن گئے تھے اور خود رفاہ عام کے احاطے کا تو یہ حال تھا کہ معلوم ہوتا تھا ' کوئی محصور گڑھی ہے اور ایک عظیم الشان غنیم اس کو گھیرے ہوے بر سر حملہ آخری ہے !

ان ہزاروں لوگوں سے جو بعد کو ملے معلوم ہوا کہ تمام اکے والے رفاہ عام لے جانے سے انکار کرتے تھے اور خواہ کتنا ہی زیادہ کرایہ دیا جاے لیکن کسی طرح منظور نہیں کرتے تھے - اس سے معلوم ہوتا ہے کہ غالباً ان کو بھی پولیس کی طرف سے روک دیا گیا ہوگا -

جلسے کے انعقاد کی خبر کچھ ایسی غیر معمولی سرعت سے پھیل گئی تھی کہ لوگوں کو تعجب ہے ' اور اس کو مظلومان کانپور کا تصرف باطنی سمجھنا چاہیے - بارہ بجنے کے بعد ہی سے اطراف لکھنؤ کے لوگ شہر میں پہنچ گئے اور صدہا اشخاص تو کاکوری ' بارہ بنکی ' سندیلہ ' ملیح آباد ' اور ہردوئی سے صبح ہی آگئے تھے - اب وہ جلسے کی شرکت کے ارادے سے سڑکوں پر سے گذرنے لگے -

ان کا بیان ہے کہ ہر قدم پر پولیس کے مسلح سپاہی ملتے تھے اور رفاہ عام جانے سے روکتے تھے - کبھی کہتے وہاں بلوہ ہوگا پکڑے جاؤگے ' مت جاؤ - کبھی کہتے کہ جلسہ روک دیا گیا - جو شخص جائیگا گرفتار ہوجائے گا - اس پر بھی صدہا اشخاص دوڑتے بھاگتے رفاہ عام پہنچ گئے کہ تحقیق کریں ' اصلیت کیا ہے ؟

باقی آیندہ منقول از " زمیندار "

ترجمہ اردو تفسیر کبیر

جسکی نصف قیمت اعانۂ مہاجرین عثمانیہ میں شامل کی جائیگی - قیمت حصۂ اول ۲ - روپیہ - ادارۂ الہلال سے طلب کیجیے -

لاتنازعوا فتفشلوا و تذهب ریحکم

اہل تسنن و تشیع میں اتفاق کی ضرورت

اتفاق کیونکر ہو ؟

(از جناب مولانا شیخ فدا حسین صاحب معلم دینیات شیعہ ' مدرسۃ العلوم علی گڈہ)

شیعہ سنی کے اتحاد و اتفاق کی ضرورت ' صرف یہی نہیں کہ اسی زمانہ میں محسوس کی جاتی ہے ' بلکہ عصور متقدمۂ اسلامیہ میں بھی اس کی سخت ضرورت تھی ' مگر وہ ضرورت ہمارے اسلاف کی سادہ منشی کی وجہ سے مطلق محسوس نہ ہوئی - مرض موجود تھا ' دوا بھی ممکن تھی ' مگر اس سے کام نہ لیا گیا - نتیجہ جو کچھ ہوا وہ اظہر من الشمس و ابین من الامس ہے - بعض اوقات شدت غفلت کی وجہ سے اجلاے بدیہیات و واضح واضحات کی طرف بھی تنبیہ کی ضرورت ہوتی ہے - نظر بریں اس مقام پر صرف اس قدر لکھنے کی ضرورت ہے کہ شیعہ سنیوں کا اختلاف راے اگر محض اختلاف راے تک ہی محدود رہتا تو چنداں حرج نہ تھا - نظیر میں صرف مسئلہ خلافت کو پیش کرتا ہوں -

بنیاد اس اختلاف کی صرف اس قدر ہے کہ شیعوں کے نزدیک بعد وفات رسول صلعم چونکہ وہ خاتم الانبیا تھے ' اور انکے بعد سلسلہ وحی نبوت ختم ہوچکا تھا لہذا انکی شریعت موبدہ ہے - اسکے نفاذ اور حقیقی طور پر عملدر آمد کے واسطے ضرور تھا کہ اس میں ذرہ برابر بھی خطا اور ضلالت منشاء ربانی کی درپیش نہ آوے اور کلام خدا کا صحیح محل و معنی رعیت خداوندی کے کانوں تک پہنچ جاوے - اس ضرورت سے ایک امام معصوم کا من جانب اللہ رعیت سے منتخب ہونا ضروری تھا کہ جسے خود پروردگار عالم انتخاب فرماے کیونکہ معصوم کا منتخب کرنا طاقت بشری سے باہر ہے ' اسلیے یہ بمصداق آیۂ کریمہ " ماکان الیہ الخیرۃ " خدا ہی کو ایسا انتخاب فرمانا چاہیے تھا - اگر وہ ایسا نہ کرتا تو معاذ اللہ اعتراض اس کی ذات پر لازم آتا کہ اس نے ترک اصلح کیا جو ذات خداوندی سے محال ہے - ان خیالات کی وجہ سے شیعہ انتخاب خداوند کی ضرورت کو بضرورت عقل پسند کرنے پر مجبور ہوئے - ادھر اہل سنت نے ضرورت ایک خلیفہ اور قائم مقام رسول کی تو ضرور محسوس کی ' مگر ان کے نزدیک صرف رعیت کی انتخاب کے وجہ سے کافی سمجھا گیا ' جو کہ کم از کم صحیح عقلی طور پر معلوم نہیں ہے - یہی وجہ ہے کہ عموماً اہل سنت مسئلہ امامت و خلافت کو ضروریات دینیہ سے اور اصول دین سے نہیں مانتے بلکہ ایک امامت دنیویہ سے زاید اس کی وقعت نہیں کرتے -

صرف اس قدر مسئلے اختلاف ما بین شیعہ اور سنیوں کے ہے ' لیکن اس اختلاف کی کسی حال میں یہ حد نہونا چاہیے تھی کہ جس حد پر شبانہ روز مشاہدہ میں آتی ہے - یہ ناگوار صورت جو اس اختلاف نے پیدا کی ہے اس کے اسباب کیا تھے ؟ اور ان کے دفع کی اب بھی کوئی تدبیر ممکن ہے یا نہیں ؟

اس میں شک نہیں کہ جو واقعات ہوچکے ' ہوچکے - اس زمانہ میں کوئی انہیں پسند کرے یا نہ کرے اب وہ واقعات بدل نہیں سکتے - مثلاً حضرت ابو بکر یا حضرت عمر رضی اللہ عنہما وغیرہ کا انتخاب ہوگیا اور ہوچکا اور مقابل ان حضرات کے جناب امیر علیہ السلام کو جو ناکامی

هوئي تهي وہ هوچکي - اسوقت اگر شیعہ لاکهہ کوشش کریں کہ یہ واقعات انکے مذهبي مباحث کي وجہ سے بدل جاویں تو یہ نا ممکن ہے - دیکهنا یہ ہے کہ ان حضرات نے اپنے زمانہ خلافت یا سلطنت میں اپنا طرز عمل کیا رکها ؟ اگر شیعہ انصاف کریں تو انہیں ماننا پڑیگا کہ ان حضرات کا اپنے اپنے دور حکومت میں وہ طرز عمل ضرور تها' جسے سنیوں کا تو کیا ذکر اگر خود شیعہ بهي اپنا شعار قرار دیں تو اخلاقی حد کمال تک بخوبي پہنچ سکتے هیں' اور جسے وہ محض شیعہ رهنے کي حالت میں حاصل نہیں کر سکتے - دنیاوی زندگي کي جو اخلاقی معراج ہے' وہ انہیں حضرات کے اقتصاد آثار میں انکے لیے ممکن ہے - اب رها یہ امر کہ ان حضرات کے تعلقات حضرات اهل بیت علیہم السلام کے ساتهہ کیسے تهے ؟ تو میں گو شیعہ هوں' مگر حضرات اهل سنت کو ایک حد تک ضرور معذور سمجهتا هوں - انکے سیر و تواریخ نے انہیں اس بات کے ماننے پر مجبور کردیا ہے کہ انکے تعلقات اهل بیت رسالت کے ساتهہ ویسے هی تهے جیسا کہ هونا چاهئیں' اور جیسا کہ اس وقت حضرات اهل سنت کا معتقد ہے - بہت ممکن ہے کہ شیعہ ایسے موقع پر یہ کہہ اٹهیں کہ حضرات اهل سنت نے اس مقام پر کامی تحقیق و تدقیق سے خود اپنے یہاں کی سیر و تواریخ میں بهي کام نہیں لیا' ورنہ وہ یہ رائے قائم نہ کرتے میں کہتا هوں کہ بفرض اگر انہوں نے ایسا هی کیا تو یہ انکي ایک قسم کي تقصیر و کمي قرار دی سکتي ہے - تاهم یہ چنداں قابل مواخذہ بات نہیں - جو لوگ انہیں ایسے هوئے یا هونگے جو دقیقہ رس و غائر النظر هوں گے کم از کم انکي رائے عام و جمہور سے ضرور خود بخود مختلف هوجائیگی - لیکن شیعوں کو کیا ضرورت ہے کہ خواہ مخواہ انکے اتالیق بنیں' اور انکي اغلاط پر انکو متنبہ کرنا اپنا حاصل عمر یا حاصل زندگی سمجهہ لیں' اور خود اپنے اوپر جو آنے والي مصیبتیں هیں اس دار دنیا میں' انکا کچهہ لحاظ و پروا نہ کریں ؟ اس وقت اهل سنت با وصف اس کے کہ ان کي تعداد کثیر' اونکي سلطنت کي وسعت و نسبت نہایت زیادہ' انکي مالي قوت بہت عظم ہے' اس پر بهي یہ حال اسکا هوگیا کہ ترکي کي سلطنت پراخچہ پراخچہ هوگئی' ایشیاے کوچک میں کچهہ امید اس سلطنت کے بقا و سرسبزي کی تهي کہ یورپ سے نکلکر یہ سلطنت ایشیاے کوچک میں اپنا اقتدار جامعہ اسلامیت کے سایہ میں پیدا کرے گي مگر

خود غلط بود انچہ ما پنداشتیم

وهاں تو بغیر جنگ و جدل گویا تمام ایشیائي حصہ آخری سلاطین مغلیہ دهلي کي طرح مثل صوبجات هند خود سر هو کر پاش پاش هونا چاهتا ہے - جب اس کا یہ حال هوا تو بیچارہ ایراں گو اس وقت تک دراليے نام اپني اصلي حالت پر برقرار ہے مگر اس کا بهي کیا اعتبار ہے :

اگر بمرد عدو' جاے شادماني نیست
کہ زندگاني ما نیز جاوداني نیست

اگر شیعہ ان مذهبی مناظرات و باهمي جنگ و جدل کو چهوڑ کر اپني ملکي و سیاسي و علمی ترقی میں مصروف هوں - اور ایسے مصروف هوں کہ اپنے سني برادران اسلام کے لیے ایک عمدہ نظیر روش زندگاني دنیا کی ثابت هوں' تو سمجهنا چاهیے کہ خیر دنیا و آخرت دونوں سے وہ بہرہ ور هیں' ورنہ جب ان مذهبی اختلافات' و مناظرات' و مشاجرات' و مکابرات' کي وجہ سے وہ اپني قومی' ملکی' و سیاسي اهمیت کهو بیٹهے' تو یہودیوں کي طرح اگر انهوں نے ذلت و خواري کے ساتهہ زندگي بسر کي بهي تو کیا لطف رها - وف ایسے زندگي پر' اور تف ایسے مذهبي جنگ و جدل پر -

لیکن اس کے ساتهہ هی میں اپنے سني بهائیوں سے بهي عرض کروں گا کہ اگر آپ اپنے ساتهہ شیعوں کے اتحاد و مساعدت ظاهري کے نہیں بلکہ قلبی محبت و اتفاق کی ضرورت محسوس کرتے هیں' تو گستاخی معاف' بقول حافظ شیرازي رحمة الله علیہ

بہ حسن خلق تواں کرد صید اهل نظر
بہ دام و دانہ نہ گیرند مرغ دانا را

آپ جانتے هیں کہ شیعہ اگرچہ تعداد میں نسبةً آپ سے قلیل هیں مگر بعون الله سبحانہ' علماً و مالاً و فضلاً و کمالاً و عزة وجاهة' نیز بحیثیت دارائے ریاست و حکومت و اهمیت و سیاست ملکي و قومي هونے کے' کسی طرح اب بهي آپ حضرات کي مجموعی حالت سے بالا تر نہ سہي مگر کمتر بهي نہیں هیں - ظاهر ہے کہ اگر وہ آپ سے بوجہ اپني دیرینہ کدورتوں کے نہیں ملتے جو ازمنۂ سابقہ میں آپ کے اسلاف سے جب کہ آپ کو سلطنت و اقتدار حاصل تها' انہیں یا انکے اسلاف کے دل میں رهگئي هیں' اور جو بالتفصیل درج تاریخ هیں' تو انکي معذوري بهی واضح ہے - اور قطع نظر اس کے جو طرز عمل آپ حضرات کا هر جگہ اس زمانہ میں بهي ہے' اسکی تفصیل کو میں اس مقام پر محض اس وجہ سے نہیں بیان کرنا چاهتا کہ

من براے وصل کردن آمدم   نے براے فصل کردن آمدم

پس ایسے طرز عمل کو اب بالکل خیرباد کہیے اور بعوض اس کے وہ طرز عمل ان کے ساتهہ اختیار ....
کیجیے کہ وہ اپني دیرینہ کدورتوں کو اور شکایتوں کو بالکل بهول جاویں' اور کسي قسم کی کاوش انکے دل میں آپ سے نہ رهے - ابهي وہ آپ سے اسلیے اتفاق کرنے پر گهبراتے هیں کہ برٹش گورنمنٹ کے سایۂ عاطفت میں انکے عرصہ دراز کے بعد ایک حد تک آزادي ملی ہے' ایسا نہو کہ پهر ادوار سابقہ کے عود کرتے هی ان سے چهین لي جائے' اور وہ مثل زمان سابق پهر اسیر پنجۂ ظلم و ستم هوجاویں' حالانکہ اس زمانہ میں بهي انکے ساتهہ جہاں کہیں بهي هیں طرز عمل نہایت خراب ہے - گورنمنٹ برطانیہ اس کو خوب سمجهہ چکي ہے کہ انمیں اور آپ میں اب اتفاق ناممکن ہے - یہ کیوں ؟ صرف آپ کے طرز عمل سے - اب سوال یہ ہے کہ آیا کوئی صورت اتفاق کي ممکن الوقوع ہے یا بالکل ممتنع الوقوع ؟ اس کا جواب میں هرگز هرگز نفي میں نہیں دے سکتا' میرا خیال یہ ہے کہ ممتنع الوقوع نہیں ہے مگر عسیر الحصول ضرور ہے - تاهم حد امتناع تک نہیں پہنچتا -

ظاهر ہے کہ کوئي شیعہ اب بهي کسی سني کے منہ پر تبرا نہیں کہتا - یہ کیوں ؟ محض بہ خوف قانون' اور بخیال تہذیب' لیکن کیا ان دونوں وجوہ کے خیال سے باهم شیعہ سنیوں میں اتفاق ممکن ہے ؟ حاشا و کلا' هرگز نہیں' ضرور ہے کہ کچهہ تو شیعہ سنیوں کي طرفداري میں عملاً اپنے مقام سے هٹیں' اور کچهہ سني شیعوں کی طرفداري میں اپنے مقام سے - جب تک یہ نہوگا' دلي اتفاق و اتحاد نا ممکن ہے -

آپ سوال کرسکتے هیں کہ اپنے احکام سے هٹنے کی کیا صورت ہے ؟ اس کا جواب یہ ہے کہ میرا مطلب یہ نہیں ہے کہ شیعہ اپنے اصول مذهبی سے دست بردار هوجاویں - ظاهر ہے کہ وہ خلافت کو جزو دین و مناط ایمان سمجهتے هیں' مگر اهل سنت مسئلۂ خلافت کو ایک امر دنیوي سے زیادہ وقعت نہیں دیتے' لہذا امام معصوم کی ضرورت سے تو وہ دست بردار نہیں هوسکتے' هاں تبرے سے دست برداري ممکن ہے - اسلئے کہ میري راے میں اس عالم وجود میں هرگز هرگز تبرے کا وجود نہ هوتا' اگر بني امیہ اپنے دور میں

جناب امیر علیہ السلام پر اس رسم منحوس کی بنیاد نہ ڈالتے ' لیکن جب کہ انہوں نے اتنے عرصہ دراز تک شیعوں کا اس بری طرح سے دل دکھایا ' تو شیعوں نے بھی جبراً یہ خیال کیا کہ اس سلطنت کی اصل بنیاد خلفاء راشدین نے ڈالی ہے ' اگر وہ نہ ہوتا تو یہ سلطنت بھی نہ ہوتی ' اور نہ یہ روز بد شیعوں کو دیکھنا پڑتا - اسوجہ سے وہ بری طرح خود حضرات خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کے مخالف ہوگئے اور " قتل المحسین یوم السقیفہ " کا مضمون پیش آگیا ' انہوں نے اس درجہ افراط سے کام لیا کہ بنی امیہ تو گویا چھوٹ گئے اور خلفای راشدین سب سے پیش ہوگئے - حالانکہ وہ میرے خیال میں اس قدر ملامت کے مستحق نہ تھے -

اس پر آفت یہ ہوئی کہ امام حسین علیہ السلام شہید ہوئے - اس شہادت نے بنی امیہ کی سلطنت کی جڑ کو تو ضرور ہلا دیا ' بلکہ برباد و تباہ کردیا ' مگر حضرات اہل سنت نے خود غلطی سے یا شاید عمداً ایسا ضرور کیا کہ شیعوں کے ساتھہ انہوں نے بدعات بنی امیہ کے رد و ابطال و ان کے اعمال و کردار پر اظہار غیظ و غضب و تنفر و بیزاری میں ہمدردی نہیں کی ' جس سے فطری طور پر شیعوں کو یہ خیال ہوا کہ یہ لوگ اب بھی انکے ہم خیال اور انکے افعال و اعمال پر راضی و خوشنود ہیں اور انکا استصواب و استحسان کرتے ہیں - اب شیعوں کو فوراً یہ خیال ہوا کہ جب یہ لوگ ان کے افعال پر راضی ہیں اور ان کا استحسان کرتے ہیں تو اگر یہ اس زمانہ میں ہوتے تو ضرور بنی امیہ کا ساتھہ دیتے -

غرضکہ میں پہلے کہہ چکا کہ جب تک سنی شیعوں کے ساتھہ انکی دلی رنجش و ملال میں ہمدردی نہ کریں گے اسوقت تک شیعوں کو بھی کوئی وجہ تبرا سے دست برداری کی نہیں ہوگی - لہذا میری رائے یہ ہے کہ سنیوں کو باستثنای خلفاء راشدین ' شیعوں کے ساتھہ ہر اس شخص کے برا کہنے میں ہمدردی کرنا چاہیے ' جس سے شیعہ ناراض ہوں اور اپنی ناراضی اپنے طرز عمل سے شیعوں پر ظاہر کریں - میں مصلحتاً ایک سنی بزرگوار اور نوجوان عالم و فاضل و مورخ صاحب کا نام ظاہر کرنا نہیں چاہتا ہوں جن سے غائبانہ بہت کچھہ ذاتیات کی وجہ سے ملال تھا ' لیکن اب جو میں نے انکے خیالات اس مسئلہ خاص میں معلوم کیے تو واللہ باللہ ثم باللہ ' میں انکا غائبانہ عاشق زار ہوگیا ہوں ' اور انکی صورت دیکھنے کے لیے بیقرار رہتا ہوں ' اور انشاء اللہ تعالی اپنے تئیں اور انکو اس آیۂ کریمہ کا مصداق سمجھتا ہوں : و نزعنا ما فی صدورہم من غل اخواننا علی سرر متقابلین - اب جو نتیجہ ان سنی بزرگوار کا اور میرا ہوا ' یہی نتیجہ کل سنیوں اور شیعوں کا ہوگا - باہم شیر و شکر ہوجاویں اور متفقہ کوشش سے اپنے مقاصد اسلامی میں اعلیٰ درجہ کی کامیابی حاصل کریں -

منجملہ شیعوں کی شکایات کے ایک شکایت مسئلہ عزا داری امام مظلوم کی ہے - یہ مسئلہ عجیب و غریب نوعیت کے ساتھہ ہندوستان میں روز افزوں ترقی کر رہا ہے - ادھر تو شیعوں کے ساتھہ ہندؤں نے اس درجہ اس میں دلچسپی لے رکھی ہے ' کہ اگر شیعوں کا دل چیرا جائے تو اس میں ہندؤں کی اس ہمدردی سے انکی طرف میلان اور انکی محبت ضرور جاگزیں نظر آئیگی ' والیان ملک مہاراجاؤں سے لیکر چمار ' لودھے ' کہاری اور نیچ ذاتوں تک ' سب کے سب برابر امام حسین علیہ السلام کا عزادار پائے ہیں - یہ کیوں ؟ اس کا کیا سبب ؟ کیا آپ فرما سکتے ہیں کہ انہیں شیعوں کی خوشامد ہے ؟ لاحول ولا قوۃ استغفر اللہ - اس سے بڑھ کر غلط خیال نہیں ہوسکتا - جب کہ اسلامی سلطنت ہندوستان میں قائم تھی ' تو اس زمانے میں مسلمان خود تعزیہ دار نہ تھے یعنے اہل سنت - اور شیعہ گروہ ایک نہایت گمنامی کی حالت میں تھا ' بعدیکہ شیعہ محمد شاہ دہلی کے زمانے میں خفیہ طور سے تعزیہ داری کرتے تھے - (دیکھو وہ مجلس فضلی کی نسبت تذکرہ شعرا تالیف ڈی تاسی)

پھر کون کہہ سکتا ہے کہ ہندؤں کو شیعوں کی خوشامد میں تعزیہ داری کا شوق ہوا ؟ علاوہ بریں اگر یوں ہی خوشامد پر بنا کی جائے تو میں سوال کرونگا کہ ہندؤں نے اہل سنت کے رسوم مذہبی میں کوئی رسم کیوں نہ اختیار کی ؟ یا اب انگریزوں کی کوئی مذہبی رسم کیوں نہیں ادا کرتے ؟ ہندؤں کا تو یہ حال - ادھر مسلمانوں کی یہ کیفیت کہ ہر سال ماہ محرم کے قریب اور تمام محرم میں اخباروں کے کالم تعزیہ داری کی تقبیح اور اس سے نفرت دلانے میں سیاہ کیے جاتے ہیں - ہزارہا اشتہارات مخالفت کے آویزاں ہوتے ہیں - رسالے اور کتابیں اس کے رد و ابطال میں شائع کی جاتی ہیں - بت پرستی اس کا نام رکھا گیا ہے - جو شخص کہ تعزیہ کو رکھے ' اس کی عورت اس پر حرام ہوجاتی ہے - نکاح سے نکل جاتی ہے - اولاد ولدالزنا ہوتی ہے - انصاف کیجیے - کیا یہی باتیں اتفاق و اتحاد پیدا کرنے کی ہیں ؟

لہذا سنیوں کو لازم ہے کہ قطعاً ان حرکات سے پرہیز کریں اور شیعوں کے ساتھہ عزا داری میں ہمدردی کیا کریں نہ صرف یہی بلکہ اس میں حصہ بھی لیا کریں ' اور جو سنی ایسا کرتے ہیں ان میں اور شیعوں میں اب بھی اتفاق و اتحاد حقیقی کی جھلک نظر آتی ہے -

سنیوں کو لازم ہے کہ بروز عاشورہ عمدہ کپڑے پہن کر نہ نکلیں - پان نہ کھایا کریں - سرمہ و کنگھی سے پرہیز کریں کہ ان سب باتوں سے شیعوں کی سخت دل آزاری ہوتی ہے اور ان کے دلوں میں ان کے طرف سے نفرت اور عداوت پیدا ہو جاتی ہے -

یہ ایک دنیا کا قاعدہ ہے کہ جب کسی کو کسی کے طرف سے کچھہ ملال ہوتا ہے تو وہ طرف ثانی کے ہر فعل و ہر حرکت کو بد نیتی پر محمول کرتا ہے - لہذا اس کا نتیجہ شیعہ ضرور یہ نکال لیتے ہیں کہ سنی معاذ اللہ دشمن اہل بیت ہیں !! میں لفظ معاذ اللہ کچھہ سنیوں کے خوش کرنے کے واسطے نہیں کہتا ہوں بلکہ میرا دلی خیال یہی ہے کہ میری ایک آنکھہ شیعہ ہے تو دوسری آنکھہ سنی ہیں - میں سنیوں کو اپنے سر آنکھوں پر بٹھاتا ہوں مگر سنیوں کو ' نہ کہ ناصبیوں کو ' اور بڑی مصیبت عظمی یہ ہے کہ ہمیشہ سے ہوا کیا مگر اس زمانہ میں تو ضرور ناصبی ' سنیوں کے پردہ میں ہیں - مثل مشہور ہے کہ گیہوں کے ساتھہ گھن بھی پس جاتا ہے - ناصبیوں کے وجہ سے بیچارے اصلی و حقیقی سنی بھی شیعوں کی نظر عنایت سے محروم ہیں - افسوس !!

سنیوں کا ناصبیوں سے علحدہ ممتاز ہوجانا نہایت آسان ہے بیچارے سنیوں نے اپنی سادگی سے بہت سے لوگوں کو جو در حقیقت ناصبی ہیں سنی سمجھا - ان لوگوں کو سنی بھی اپنے میں سے نکال ڈالیں اور مثل شیعوں کے انکی برائی کا اعلان کردیں اور ان سے بیزاری ظاہر کریں - پھر دیکھیے کہ شیعہ ان کے ساتھہ کیسی محبت و الفت کا برتاؤ کرتے ہیں اور شیعوں کے ذریعہ سے انہیں کس قدر اپنے مقاصد میں کامیابی ہوتی ہے -

اتقوا الله ، ایها المسلمون !

دوازدهم رمضان ، و پارتی لیدی هاردینگ بخواتین اهل اسلام در شمله !

از جناب حاجی میرزا ابو القاسم معلم فارسی محمدن کالج علی گڈه - مقیم حال شمله

حضرت مدیر محترم مجلۂ مبارکۂ الهلال دام مجدهم - روز جمعه دوازدهم (۱۲) رمضان المبارک ساعت چهار لیدی هاردینگ بزنان مسلمانان و هنود یک پارتی داده بود' ولی اغلب مسلمان بودند و قریب پنجاه نفر زنان محترم لیڈران قوم با کمال افتخار این دعوت را قبول کرده رفته بودند' بدون اینکه حفظ ظاهر کرده عذر بیاورند که ماه رمضان و روزه هستیم !

کاغذیکه همان روز از آقا سید مرتضی که در گراند هوتل شمله شیرینی سازست' رسید' لفا فرستاده میشود - بنده اطلاع دادم حالا بحث در این مسئله فرض و حق شما ست -

نقل مکتوب آقا سید مرتضی

مرسوم به حاجی میرزا ابو القاسم

قربانت گردم - بسیار افسوس دارم که نمی توانم بیایم' زیرا که از کثرت خستگی و غم و اندوه و پریشانی تا الآن که ساعت نه ست' افطار نکرده ام - صبح به جناب عالی عرض کردم که خواهم آمد - انوقت هنوز آردرهای فوق العاده نیامده بود ساعت ده آرڈر برای دکان ختم شد - آرڈر دیگر آمد که امشب شب ناچ است - آئسکریم و پوڈینگ لازم است - بفاصلہ دو ساعت بعد آرڈر دیگر آمد ای کاش بجایش قضائی برای بنده آمده و مرده بودم تا اسم خوردن کان این آرڈر نشنیده بودم - آرڈر این بود که برای نود نفر زنان مسلمان و هنود که ساعت چار و نیم حال مدعو هستند' چای و شربتی و چکین پاے و اطالین کیک (که عجین با شراب ست) تیار و آماده نماید - مختصراً آنچه برای ناچ شب بود - زمین گذاردیم و مشغول به آرڈر نود نفر زنان شدیم -

عرض وقتیکه حقیر این مطلب را از گوینده شنیدم' بدنم بلرزه در آمد - گفتم برادر ! شاید بد فهمیدہ - یا آنکه جمعه دوازدهم نباشد - یا زنان مسلمان دعوت ندارند - گفت بخدا قسم ست - دعوت دارند' و تماما خواهند آمد ! !

حقیر بمحض آنکه این مطلب را شنیدم' مثل آنکه تمام دنیا بسرم خورد - گفتم خدایا ! مگر چه واقع شده' و این چه دعوے است که میخواهند ما مسلمانان را مفتضح و رسوا نمایند ؟ پس خدایا این راز پنہاں ماند - باز بخود گفتم - اے احمق جاے که تو در این جا هستی' مثل دخمۂ شاپور است - نفهمیدی - در کوچه و بازار که معلوم !

آقاجان ! نمیدانم - چه شده' و چه پیش آمده که مسلمانان باین فضاحت اسلام را دور انداخته و از فلاح و صلاح هستند ! ولو اینکه هیچ کدام ازانها روزه نباشد' محض به حفظ ظاهر نروند' یا اگر بروند در خوردن اقدام نکنند و معذرت بخواهند' البته پزیرفته میشد و بر احترام شان صد چندان بر افزوده می شد - خداوند تعالی انشا الله این مسلمانان متمدن' روشن خیال' و تہذیب فرما یان را نیست و نابود فرماید !

غبطة الناظر

سوانح عمری شیخ عبد القادر جیلانی (رض) عربی زبان میں تالیف ابن حجر عسقلانی - خدا بخش خاں کے کتبخانے کے ایک نایاب قلمی نسخه سے چهاپی گئی - کاغذ ولایتی صفحه ۵۶ قیمت صرف ۸ - آنه علاوه محصول ڈاک - صرف ۵۰ کاپیاں رهگئی هیں - ملنے کا پته - سپرنٹنڈنٹ - بیکر هوسٹل ڈاکخانه دهرمتله - کلکته -

تاریخ حیات اسلامیه

مسلمانان هند کا ایک ورق

شهداء کانپور اعلی الله مقامهم !

مکتوب مدراس

جناب جس سرگرمی اور ولولۂ صادقانه سے قومی و ملی خدمات انجام دے رهے هیں' ناممکن هے که قوم اس احسان عظیم کے صله سے عهده برآ هوسکے - میں بلا مبالغه عرض کرتا هوں که مسلمانان هند میں جو نئی اسپرٹ پیدا هوگئی هے' وه الهلال هی کی بدولت هے جو خدا کرے که دیرپا اور زنده رهے - خدا سے دعا هے که آپ جیسے مجدد وقت کو' جس نے اپنی زندگی قومی' مذهبی' اور ملکی خدمات کے لیے وقف کر دی هے' دیرگاه زنده رکهے اور جن عظیم الشان فرایض کا بوجهه اٹهایا گیا هے' ان میں کامیابی عطا هو -

مسلمانان کانپور کے بے رحمانه و ظالمانه کشت و خون کا واقعه هر ایک مدراسی مسلمان کی زبان پر هے' جس سے یهاں سخت جوش پهیلا هوا هے - چنانچه گذشته جمعه میں شهداے ملت کے لیے غائبانه نماز پڑهی گئی - اور صداے احتجاج بلند کرنے کیلیے جلسے منعقد هو رهے هیں - مدراس کے مسلمانوں کی طرف سے کسی بیرسٹر کو کانپور بهجوانے کی کا روائی بهی زیر انتظام هے - شهدا و پس ماندگاں کی اعانت وغیره کے لئے اعانتی فنڈ کهولدیا گیا هے' جناب مطمئن رهیں -

فرید الدین محمد - از مدراس

ایک مسلمان خاتون کے قلم سے :

واقعه مسجد کانپور و تحریک اعانت مجروحین کانپور شائع شده الهلال نظر سے گذری - کیا عرض کروں که دل ناتوان پر اسکا کیسا اثر پڑا ؟ اور دل مضطرب بار بار کیا کهتا هے ؟ افسوس صد افسوس که میں زر و مال سے بالکل محروم هوں' کیونکه ابهی ایک کمسن طالب العلم کی حیثیت رکهتی هوں -

لیکن اس دل بیقرار کو کیونکر سمجهاؤں' جسکا اشاره یه هے که اور اگر کچهه نهیں هوسکتا تو اپنے اوپر تکلیف گوارا کر - ایک لقمه کم کها مگر اپنے مصیبت زده بهائیوں کی مدد کر - قسم هے مجهے پاک پروردگار کی که میرے پاس اس وقت سواے اس رقم حقیر کے' جسے میں آپکی خدمت میں ارسال کرتی هوں' اور کچهه بهی نهیں - از راه نوازش اسے قبول فرما کر مجروحین کانپور کے فنڈ میں داخل فرما دیجیے -

راقمه عاجزه " زاهده " از بهاگلپور

کون مسلمان هے جسکا دل کانپور کے دل هلا دینے والے حادثۂ ملی سے نه دکها هو' اور پهر کون آنکهیں هیں جنهوں نے ان شهیدان ملت پر در آنسو نه بهائے هوں ؟

اے شهداء کانپور ! تم چل بسے' تم اپنے عزیز و اقارب سے جدا هوگئے - تم دنیاے فانی سے بے تعلق هوگئے -

لیکن کیا تمهاری یاد بهی هم لوگوں کے دلوں سے محو هو جائیگی ؟ نهیں هرگز نهیں - تم' جنهوں نے اپنی عزیز جانیں اپنے عزیز مذهب پر قربان کردیں' کبهی نه بهلائے جاؤگے - تمهارا نام همارگ عزت کے

ساتھ لینگے ' اور تمھارا کام ھمارگوں کے لیے مایۂ فخر و اعزاز رھیگا - تمھاري پاک روحیں ھمارے مردہ دلوں میں زندگي پیدا کرتي ھیں -

یہ نہ سمجھو کہ تمھارے بچوں کو بھوک کي تکلیف ھوگي اور تمھاري قابل احترام بیبیاں رنج و مصیبت میں دن کاٹینگي - تمھارے بچونکي پرورش ھمارے سر آنکھوں پر اور ارنکي نگہداشت ھمارے فرائض دیني میں داخل - ھم بھیک مانگ کر تمھارے بچوں کو روٹي کھلائینگے - اور بھوکے رہ رہ کر ارنھیں آرام پہونچائینگے -

اسي غرض سے تمھارے ناچیز خادموں (ممبران دي مسلم فرنڈس) نے گھر گھر گدائي شروع کردي ہے اور تمھارے بھائیوں سے پیسہ پیسہ دھیلا دھیلا جمع کر رہے ھیں - پہلي قسط مبلغ ۴۲ - روپیہ کي بھیجتا ھوں - لہذا اس ناچیز ھدیہ کو قبول کرکے سرفرازي بخشو - اور یہ نہ سمجھو کہ ھم لوگ اور کچھہ نکرینگے - جبتک دم میں دم ہے - اس نیک کام سے غافل نہ رھینگے -

مہدي حسن - سکریٹري " مسلم فرنڈس " ھزاري باغ

فہرست زر اعانۂ دفاع مسجد مقدس کانپور

(۱)

	پائي	آنہ	روپیہ
اڈیٹر الہلال	۰	۰	۱۰۰
مسلمانان غیور و اسلام پرست کوہ مسوري	۰	۰	۵۰۰
جناب نبي بخش صاحب ھیڈ کلرک پولیس ھوشیار پور	۰	۸	۲
جناب سید محمد یوسف صاحب - بھوپال	۰	۰	۵
جناب مولوي محمد یاسین صاحب مہتمم مدرسہ بہار - پٹنہ	۰	۰	۱۰
ایک حضرت	۰	۰	۵
جناب حافظ خورشید محمد خانصاحب بھوپال	۰	۰	۱۰
جناب مولانا عبد اللہ صاحب - دربھنگہ مونگیر دوسرے بزرگ از بریکھا مونگیر معرفت جناب عبد المنان صاحب گیلانوي	۰	۰	۶
جناب علي حسن صاحب - نین - پٹنہ	۰	۰	۵
بي بي زاھدہ بیگم صاحبہ سکندرپور - بھاگلپور	۰	۰	۲
جناب احمد محي الدین حسین صاحب نظام آباد دکن	۰	۰	۶
ممبران مسلم فرنڈس ھزاري باغ	۰	۰	۴۲
میزان	۰	۸	۶۹۳

انجمن نعمانیہ لاھور کا چھبیسواں سالانہ جلسہ

انجمن نعمانیہ لاھور کا چھبیسواں سالانہ جلسہ اسکے اپنے مکان واقع ٹکسالي دروازہ مقابل تحصیل لاھور میں بتاریخ ۷ - ۸ - ۹ - اکتوبر سنہ ۱۹۱۳ ع مطابق ۶ - ۷ - ۸ ذیقعد ۸ سنہ ۱۳۳۱ ھ بایام - منگل - بدھ - جمعرات ھونیوالا ہے جسمیں بفضلہ تعالی مشاھیر - علما - مقررین - شعرا شریک ھوکر حاضرین کو اپنے وعظ فیض بیان سے مستفید فرمائیں گے - برادران اسلام اس محض جلسہ دیني میں جسمیں کوئي دنیاوي شائبہ نہیں ہے شریک ھوکر ثواب دارین حاصل کریں - جو صاحب اپنا تحریري مضمون یا نظم بھیجنا چاھیں وہ قبل از اخیر ستمبر سنہ ۱۹۱۳ ع ارسال فرماویں - اور جو صاحب شریک جلسہ ھوکر انجمن کي عزت افزائي فرمانا چاھیں وہ ۳۰ - ستمبر سنہ ۱۹۱۳ ع تک مطلع فرماویں *

هذا بصائر للناس ، و هدى و رحمة لقوم يوقنون !

(۱۹ : ۴۵)

البصائر

ایک ماھوار دیني و علمي مجلہ

جس کا

اعلان پہلے " البیان " کے نام سے کیا گیا تھا -

ماہ شوال سے شائع ھونا شروع ھوجائیگا

ضخامت کم از کم ۶۴ صفحہ - قیمت سالانہ چار روپیہ مع محصول - خریداران الہلال سے : ۳ - روپیہ

اسکا اصلی موضوع یہ ھوگا کہ قران حکیم اور اس کے متعلق تمام علوم و معارف پر تحقیقات کا ایک نیا ذخیرہ فراھم کرے - اور ان موانع و مشکلات کو دور کرنے کي کوشش کرے ' جن کي وجہ سے موجودہ طبقہ روز بروز تعلیمات قرانیہ سے نا آشنا ھوتا جاتا ہے -

اسی کے ذیل میں علوم اسلامیہ کا احیاء ' تاریخ نبوۃ و صحابہ و تابعین کي ترویج ' آثار سلف کي تدوین ' اور اردو زبان میں علوم جدیدۂ حدیثہ کے تراجم ' اور جرائد و مجلات یورپ و مصر پر نقد و اقتباس بھي ھوگا - تا ھم یہ امور ضمني ھونگے ' اور اصل سعي یہ ھوگي کہ رسالے کے ھر باب میں قران حکیم کے علوم و معارف کا ذخیرہ فراھم کرے - مثلاً تفسیر کے باب میں تفسیر ھوگي ' حدیث کے باب میں احادیث متعلق تفسیر پر بحث کي جائیگي - آثار صحابہ کے تحت میں تفسیر صحابہ کي تحقیق ' تاریخ کے ذیل میں قران کریم کي تنزیل و ترتیب و اشاعت کي تاریخ ' علوم کے نیچے علوم قرانیہ کے مباحث اور اسی طرح دیگر ابواب میں بھي وھي موضوع وحید پیش نظر رھیگا -

اس سے مقصود یہ ہے کہ مسلمانوں کے سامنے بدعوۃ واحد قرآن کریم کو مختلف اشکال و مباحث میں اس طرح پیش کیا جاے کہ عظمت کلام الہی کا وہ اندازہ کر سکیں - و ما توفیقي الا باللہ - علیہ توکلت والیہ انیب -

الاتحاد الاسلامی

یعني مسلمانان ھند کا ایک بین الملی عربی مجلہ

جو

ماہ شوال سے شائع ھونا شروع ھوجائیگا

اور

جس کا مقصد وحید جامعۂ اسلامیہ ' احیاء لغۃ اسلامیہ ' اور ممالک اسلامیہ کے لیے مسلمانان ھند کے جذبات و خیالات کي ترجماني ہے -

الہلال کي تقطیع اور ضخامت

قیمت سالانہ مع محصول ھندوستان کے لیے : ۲ - روپیہ ۸ - آنہ

ممالک غیر : ۵ - شلنگ -

درخواستیں اس پتہ سے آئیں :

نمبر (۱۴) - مکلوڈ اسٹریٹ - کلکتہ

PRINTED & PUBLISHED BY A. K. AZAD, AT THE HILAL ELECTRICAL PRTG PBLG. HOUSE, 7/1 McLEOD STREET, CALCUTTA

۸ شوال ۱۳۳۱ ہجری

تاریخ اسلام کا ایک غیر معروف صفحہ

ملک حبش میں ایک اسلامی حکومت

ساتویں اور آٹھویں صدی ہجری کے چند مجاہدین

گاہے گاہے باز خواں ایں دفتر پارینہ را
تازہ خواہی داشتن گر داغہاے سینہ را

(۱)

اللہ اللہ !! مسلمانوں کے خصائص قومی میں کیسے کیسے تغیرات ہوگئے ؟

ایک زمانہ تھا جب مسلمان دنیا میں حکومت کیلیے پیدا ہوتا تھا - محکومی کیلیے نہیں- ہر مسلمان سپاہی اور ہر سپاہی بادشاہ تھا - وہ جدھر رخ کرتا تھا ' حکومت ہمیشہ اوسکے ہمرکاب ہوتی تھی - دنیا کے کسی گوشے سے ایک مسلمان اٹھتا اور جابرانہ سلطنتوں کو زیر و زبر کرکے عدل و ایمان کی ایک نئی حکومت قایم کردیتا- سنسان جنگلوں ' ویران جزیروں ' غیر آباد صحراؤں ' اور وحشی ملکوں میں سے اوسکا گذر ہوتا تھا ' لیکن تائید الہی کی فوج اسکے ساتھ ہوتی تھی ' اور ہر خرابۂ و ویران اسکی برکت سے مسکون و پر رونق ' آباد و متمدن ہوجاتا تھا !

خراسان میں تنہا ابو مسلم اٹھتا ہے اور بنو امیہ کی حکومت کا خاتمہ کرکے عباسی خاندان کو پیدا کر دیتا ہے ! اکیلا عبد الرحمن عراق سے اندلس گیا اور صرف اپنی قوت شمشیر سے اوس عظیم الشان حکومت کی بنیاد ڈالدی ' جو تین سو برس تک عظمت و جبروت کے ساتھ قائم رہی !

تنہا عبد اللہ نے مغرب میں ' اور اوسکے جانشین نے مصر میں دولت فاطمیہ کی تاسیس کی - یکہ و تنہا محمد بن تومرت نے اندلس میں موحدین کی سلطنت قائم کردی - ہندوستان و ایران میں تیمور ' بابر ' نادر ' اور احمد کو دیکھو ' صرف اپنی تلوار کے زور سے حکومتوں کا فیصلہ کرتے تھے - تم مسلمانوں کی کسی ایک ملک کی تاریخ اٹھالو ' تم کو نظر آئیگا کہ ایک زمانہ تھا جبکہ دنیا ہر تیغ آزماے اسلام کا جوش و مسرت کے ساتھ استقبال کرتی تھی ' اور اوس کا ہر گوشہ گویا اسی لیے آباد و معمور تھا کہ کسی فرزند اسلام کا اوس طرف گذر ہو اور اسکے گوش انتظار کو اپنی صداے تکبیر سے مژدۂ ورود اسلام سنا دے !!

لیکن آہ ' یہ ایک قصۂ پارینہ ہے - وہ خاک جو کل بادشاہوں کو پیدا کرتی تھی ' آج سپاہیوں کو بھی پیدا نہیں کرسکتی - ہند و ترکستان ' ایران و مصر ' افریقہ و بربر ' جہاں کل تک صرف فاتح ہی پیدا ہوتے تھے ' اب مفتوحی و محکومی کے امن سے بھی محروم ہیں - ایک ترک دنیا ہیں ' سو وہ بھی کشا کش حیات و موت میں گرفتار ! یہ تغیرات ہم سے پہلے سب پر گذرے ' اور اب ہم پر بھی گذر رہے ہیں ' پس آج کی مغرور قوموں کو کل کے نتیجہ سے بے خبر نہ رہنا چاہیے : وتلک الایام نداولہا بین الناس -

عرب و حبش

بر افریقہ کے جنوب میں ' بحر احمر کے ساحل پر ' بلاد یمن کے مقابل ' ملک حبش (ابی سینیا) واقع ہے - عرب سے اس ملک کے قدیمی تعلقات ہیں - دونوں ملک آس پاس واقع ہیں - حسب تحقیقات جدیدہ ' ملک یمن اور حبش میں اتحاد نسل بھی ہے - حبشی زبان یمن کی قدیم حمیری زبان سے بالکل مشابہ ہے - دو بار اہل حبش نے یمن کو فتح کیا - ایک بار حجاز پر بھی حملہ کیا تھا لیکن ناکام واپس آے -

صبح نبوۃ محمدیہ

نبوۃ محمدیہ کی صبح اولیں ' مکہ ابھی ظلمت کفر میں مبتلا تھا - داعی توحید مشرکین مکہ کے ظلم و ستم ' اور جور و شقاوت کا نشانہ تھا ' اور مومنین اولین کی ضعیف و نحیف جماعت کیلیے " بلد امین " ستم پیشگان قریش کے ہاتھوں ایک ستم آباد اور ظلم کدہ بن گیا تھا -

مسلمانوں کیلیے یہ وقت کیسا صعب ' اور یہ حالت کیسی شدید تھی ؟ عرب کا ایک ایک گوشہ جو اذان توحید سے نا آشنا تھا ' اونکا دشمن ہو رہا تھا - مکہ اونکا وطن تھا سو وہ بھی اوسوقت مرکز جور و ستم اور عاصمۂ کفر و شرک بن گیا تھا - امن اور چین سے زندہ رہنے کی کوئی سبیل نہ تھی اور دشمنوں کے طرح طرح کے مظالم سے بالکل مجبور اور لاچار ہوگئے تھے -

اولین تعلقات حبش و اسلام

عرب سے متصل مصر ' شام ' اور عراق موجود تھا ' لیکن قدرت الہی نے اس مظلوم و ضعیف گروہ کی حمایت و امان بخشی کا شرف ایک دوسرے ہی ملک کیلیے مخصوص کردیا تھا - یعنی ارض اسود حبش ' جسکے بادشاہ کا لقب نجاشی (Nagus) تھا -

مسلمانوں کے دو مختصر قافلے جب چپ چاپ مکہ سے نکلکر کشتیوں کے ذریعہ ملک حبش پہونچ گئے - ان ستم رسیدہ مہمانوں کا نجاشی نے نہایت تپاک سے استقبال کیا ' اور اوس تحفۂ توحید کو ' جو وہ مکہ سے بادشاہ کیلیے لاے تھے ' جوش و عقیدت کے ساتھ دل میں جگہ دی -

مشرکین مکہ کو جب یہ حالات معلوم ہوے تو جوش عداوت سے بے قرار ہوگئے - معززین قریش کا ایک وفد گراں بہا تحائف کے ساتھ بادشاہ حبش کے دربار میں حاضر ہوا کہ ان پناہ گزیں مسلمانوں کو قریش کے سپرد کردیا جاے ' لیکن بادشاہ اس سے پہلے خود اپنے آپ کو اسلام کے سپرد کرچکا تھا - ناچار وفد بصد خجلت اور محروم و نامراد واپس آیا -

اولین قیام حبش اور واپسی

مسلمان ایک مدت تک نہایت آزادی و اطمینان کے ساتھ حبش میں آباد رہے - آنحضرت نے جب مدینہ میں ہجرت فرمائی اور وہاں بزور اسلام میں شہنشاہانہ قوت پیدا ہوئی ' تو پناہ گزینان حبش کا آخری قافلہ سنہ ۷ ھ میں فتح خیبر کے موقع پر مدینہ واپس آگیا -

نجاشی جب تک زندہ رہا اوسکے تعلقات آنحضرت سے نہایت عقیدتمندانہ رہے - وہ مسلمانوں کی ہمیشہ امداد کرتا رہا - ام المومنین ام حبیبہ حبش میں بیوہ ہوگئی تھیں ' اور وہیں بالوکالۃ آنحضرت کے نکاح میں آئی تھیں - آنحضرت کی طرف سے ۴۰۰ - دینار اونکے مہر کی رقم خود نجاشی نے ادا کی !

جزاء احسان

مسلمان ان احسانات کا معاوضہ وفاداری اور حسن اطاعت کے ساتھہ کرتے رہے - اثنائے قیام حبش میں جب ایک باغی نجاشی کے مقابلہ میں ہنگامہ آرا ہوا ' تو مسلمانوں نے بادشاہ کیلیے فتح کی دعائیں مانگیں - آنحضرت کے عم زاد بھائی حضرۃ (زبیر) جو عشرۂ مبشرہ میں داخل ہیں ' اسی غرض سے گھوڑے پر دریا کو عبور کرکے میدان میں گئے ' تاکہ معلوم ہو کہ بادشاہ کو ہماری امداد کی احتیاج تو نہیں ہے ؟ نجاشی نے جب وفات پائی تو آنحضرت (صلعم) نے اوسکے جنازہ کی غائبانہ نماز پڑھی -

اس نجاشی کا جانشین مسلمانوں کیلیے بہتر نہ تھا - اوسکے عہد میں مسلمان حبش سے نکل آئے - سنہ ۹ ھ - میں جدہ کے سامنے حبشہ کی فوج ظاہر ہوئی تو آنحضرت (صلعم) نے ارادۂ جنگ کی جگہ ۳۰۰ - مسلمانوں کی ایک جمعیت تحقیق حال کیلیے بھیجی ' جو صلح و امن کے ساتھہ واپس آئی

ایک تیغ زن اور زور آور قوم کیلیے کسی ملک پر حملہ کرنے کیلیے یہ کافی وجوہ ہیں کہ اوسنے اوس کے افراد کو تکلیف دی اور اوسکے ملک کی طرف فوجی پیش قدمی کی - لیکن اوس رحم مجسم نے ' جسنے فتح مکہ کے دن یہ کہکر اپنے شقی القلب دشمنوں کو چھوڑ دیا تھا کہ :

اقول لکم کما قال یوسف   یوسف نے جسطرح اپنے دشمن بھائیوں
" لا تثریب علیکم الیوم "   سے کہا تھا میں وہی کہتا ہوں کہ " آجکے دن میری جانب سے تم پر کوئی ملامت نہیں "

نجاشی اول کے احسانات کو یاد کیا ' اور اپنے پیرؤں کو حکم دیا :

سالموا الحبشۃ ما سالمکم   " اہل حبش جب تک تم سے مصالحت رکھیں ' تم بھی اون سے مصالحت رکھو "

مسلمانوں نے ایک عالم کو تہہ وبالا کیا - افریقہ کو مصر سے مراکش تک پامال کردیا اور صحراے افریقہ کے ایک ایک گوشہ میں نئی نئی حکومتیں قائم کردیں ' لیکن اپنے وطن کے پاس کا ایک ملک ' جو قوت و استیلاء میں بہت ہی کم درجہ تھا ' جو مذہباً عیسائی تھا ' جو تمدن و تہذیب سے محروم تھا ' جو متعدد بار قبل اسلام اور ایک بار بعد اسلام اونکے وطن پر حملہ آور ہوچکا تھا ' اونکے عالمگیر سیل فتوحات کی موجوں سے کیونکر محفوظ رہا ؟ ہاں ' اسلیے کہ درمیان میں ایک دیوار روحانی حائل تھی - اور وہ اونکے خداے قدوس کا حکم تھا کہ :

ہل جزاء الاحسان   نیکی کا معاوضہ نیکی کے سوا
الا الاحسان (الرحمن)   اور کیا ہے ؟

حبش کے ایک بادشاہ نے مسلمانوں کی ایک چھوٹی سی جماعت کو صرف آٹھہ برس تک پناہ دی ' مسلمانوں نے اس نیکی کا یہہ معاوضہ ادا کیا کہ آٹھہ سو برس تک اوسکی ایک انگلی کو بھی اپنی ملک گیری کے سنگ گراں سے ٹھیس نہ لگنے دی ' جس سے تمام عالم ٹھوکر کھا کھا کر گر رہا تھا !

تاریخ و اخلاق کا یہ عجیب و غریب واقعہ دنیا کو کبھی فراموش نہ ہوگا !

اس ایک واقعہ ہی سے اقوام عالم کو معلوم ہوجانا چاہیے کہ مسلمانوں کی قوم نیکی کو نہیں بھولتی - وہ سات برس کی نیکی کا سات سو برس کی نیکی سے معاوضہ ادا کرتی ہے - آج بھی ہمارے حاکموں نے دنیا کے ہر حصے میں ہمارے ان قومی خصائص (نیشنل کیرکٹر) کا تجربہ کرلیا ہے - پھر آیندہ کیلیے بھی کوئی ہے جو مسلمانوں کی اس خصوصیت ملی کا ایک بار اور تجربہ کرلے ؟

ملک حبش

آٹھویں صدی ہجری میں حبش کا ملک ۱۲ - صوبوں پر منقسم تھا - سہرت ' تکرور ' مخرا ' اشاوہ ' داموت ' لامغان ' سہنو ' زام ' عدل الامراء ' حماسا ' باریا ' ریلع -

پہلا صوبہ زمانہ قدیم میں مقام حکومت تھا جسکا نام پہلے اخشوم اور پھر فرنا بھی تھا - لیکن آٹھویں صدی میں دارالحکومت امحرا قرار پایا جو مرعدی کے نام سے بھی موسوم ہے - آخری صوبہ جو زیلع ہے ' ساحل بحر احمر کے پاس یمن کے مقابل واقع ہے اور اسلیے وہاں عربوں کی کثیر آبادی موجود ہے - عربی نام اس صوبہ کا " طراز اسلامی " ہے -

ان ۱۲ - صوبوں میں سے ہر صوبے میں بادشاہ کی طرف سے ایک نائب تھا جو اپنے صوبے کا بادشاہ ہوتا تھا ' اور خود شاہ اعظم کا لقب " حطی " تھا ' جسکے معنی سلطان کے ہیں -

مذہب

ایک قدیم زمانے سے جسکی مدت چوتھی صدی بتائی جاتی ہے ' رومیوں کے عہد حکومت میں مصر کے ذریعہ اس ملک میں نصرانیت داخل ہوئی - یعقوبی فرقہ (Jacobite) جو اسکندریہ میں پیدا ہوا تھا اور جس کا مرکز عہد اسلام میں بھی اسکندریہ تھا ' تمام حبش میں آباد تھا - عہد اسلام میں بھی حبش کا بشپ اسکندریہ ہی کے بطریق کے انتخاب سے مقرر ہوتا تھا -

جب کسی نئے بشپ کے تقرر کی ضرورت ہوتی تھی تو " حطی " والی مصر کے پاس تحائف و ہدایا کے ساتھہ اسکی ایک درخواست بھیجتا تھا - والی ' اسکندریہ کے بطریق کو اسکی اجازت دیتا تھا - وہ ایک بشپ کا انتخاب کرکے اسے حبش روانہ کر دیتا -

ہمارے مضمون کو ساتویں اور آٹھویں صدی سے تعلق ہے - اس زمانہ میں بھی حبش ایک نہایت ہی جاہل اور وحشی ملک تھا - مسلمان سیاحوں کا بیان ہے کہ اونہوں نے خواص تک کو کچا گوشت نوچ نوچ کر کھاتے دیکھا ہے ! کپڑا سلکر پہننا نہیں جانتے تھے ' صرف ایک تہمد باندھلیتے اور ایک چادر اوپر سے اوڑھہ لیتے !

حکومت

وحشیانہ اور غیر منظم حکومت وہاں قدیم سے قائم تھی - نہ قاعدات کے دفتر تھے نہ فوج و عدالت اور مال کے صیغے - تحصیل خراج کا کوئی طریقہ اونہیں معلوم ہی نہ تھا - لڑائی کے وقت ادھر ادھر سے لوگ جمع ہو جاتے تھے ' جنکے ہاتھوں میں پرانے طرز کے ہتھیار ہوتے تھے - فوج کے مقتولین کی تعداد معلوم کرنے کا ایک عجیب مضحک طریقہ تھا - کوچ سے پہلے ہر سپاہی ایک پتھر اٹھاکر ایک جگہ رکھدیتا تھا - جنگ سے واپسی کے بعد ہر سپاہی اپنے اپنے پتھر اٹھاکر دوسری جگہ رکھدیتے - آخر میں جتنے پتھر پڑے رہتے اور اونکا کوئی اٹھانے والا نہوتا ' اوسیقدر مقتولین کی تعداد فرض کرلی جاتی تھی !!

اصلاح

اٹھویں صدی کے اواخر میں یکے بعد دیگرے چند افسر جو فنون جنگ کے ماہر تھے' مصر سے بھاگ کر حبشہ کیطرف نکل آے - یہاں پہونچکر وہ " حطی " کے درباریوں میں داخل ہوگئے - اونہوں نے ایک فوج مرتب کی ' اور اوسکو تیرانداری ' نیزہ بازی ' تیغ زنی' اور شہسواری کے فنون سکھاے - اسکے بعد مصر کا ایک اور امیر فخر الدولہ نامی حبش آیا - اسنے حکومت کے دفاتر اور صیغے ترتیب دیے -

اس تنظیم و ترتیب سے ملک میں ترقی و سرسبزی کے آثار ظاہر ہونے لگے - بادشاہ جو پہلے معمولی کپڑوں میں دربار کیا کرتا تھا ' اب ساز و سامان اور تزک و احتشام کے ساتھہ مرکب و جلوس میں نکلنے لگا !

مسلمانوں پر مظالم

حبش پر مسلمانوں کے ان متواتر احسانات کا نتیجۂ معکوس یہ نکلا کہ اسحاق بن داود جو اس زمانے میں حبش کا بادشاہ تھا مسلمانوں کا سخت دشمن ہوگیا - اوسکے ملک میں جسقدر مسلمان آباد تھے' اونکو طرح طرح کی تکلیفیں پہونچائیں - بے شمار مسلمان مقتول ہوئے ' ہزاروں غلام بناکر فروخت کردیے گیے اس سے بھی اوسکا دل ٹھنڈا نہوا تو شاہان یورپ کو اوسنے جنگ صلیبی کی دعوت دی ' اور اس مقصد مشئوم کے اہتمام و اہتمام کیلیے ' حدود بلاد اسلامیہ کی طرف فوجی اقدام شروع کردیا ' لیکن اللہ نے اُسے مہلت نہ دی اور عین اس وقت کہ حدود اسلامی کی طرف بڑھ رہا تھا ' پنجۂ موت کا ہاتھہ اوسکی طرف بڑھگیا !

ووقی اللہ المسلمین شر ذلک -

زیلع کی ریاستہ اسلامیہ

قریش کا ایک خاندان حجاز سے آکر ایک مدت سے " زیلع " کے شہر " اوفات " میں متوطن ہوگیا تھا - اپنے صلاح و تقوی کی وجہ سے اوسنے مسلمانوں میں شہرت و نیک نامی بہت جلد حاصل کرلی جسکے بعد حسب آئین اسلام اوسکو حق ریاست دینی حاصل ہوگیا تھا - جس بزرگ خاندان کے عہد میں یہ ریاست دینی ' ریاست سیاسی سے متبدل ہوئی ' اوسکا نام " عمر معروف بہ شمع " تھا -

چونکہ اس صوبہ کا اکثر حصہ مسلمان تھا اسلیے ضرورت تھی کہ مسلمانوں کے مذاق و احتیاج کے مطابق اس صوبے کی حکومت ہو - اس بنا پر شاہ حبش سابق نے عمر شمع کو " اوفات " و اطراف اوفات کا گورنر مقرر کیا -

عمر شمع نے ایک زمانہ تک نہایت نیکنامی و ہر دلعزیزی کے ساتھہ گورنر رہکر اپنا زمانۂ امامت ختم کیا -

عمر شمع کی وفات کے بعد اوسکے چار پانچ لڑکوں نے وراثتاً اس ملک پر قبضہ کیا اور " حطی " کی حکومت نے بھی اسکی تصدیق کردی - ان میں سے ایک کا نام حق الدین اور ایک کا نام صدر الدین محمد تھا ' جو ساتویں صدی کے اواخر میں اوفات پر قابض ہوا -

صبر الدین کے بعد اوسکا بیٹا علی بن صبر الدین امیر شہر منتخب ہوا - علی نہایت بلند حوصلہ اور دانشمند تھا - اوسنے بہت جلد " حطی " کی حکومت بالا سے آزادی اور اپنی خود مختاری کا اعلان کردیا - گاؤں اور صحرا کی وحشی آبادی نے جو ایک مدت سے " حطی " کی زیر حکومت تھی ' " علی " کا ساتھہ ندیا اور بالآخر " حطی " نے علی کو جرم اعلان خود مختاری میں امارت سے معزول کرکے اوسکے بیٹے احمد معروف بہ ارعد کو اوسکا جانشین مقرر کیا ' اور علی کو قید کرکے اپنے ساتھہ لے گیا -

علی آٹھہ برس قید میں پڑا رہا ' لیکن اسکے بعد قصور معاف کیا گیا ' اوفات کی ریاست پر دوبارہ حاکم مقرر ہوا - اور احمد احرب ارعد کو دار الحکومت میں بلا لیا -

احمد حرب ارعد یہاں مدت تک مقیم رہا - یہاں اوسکے تین لڑکے پیدا ہوے جنمیں سے ایک کا نام " سعد الدین محمد " تھا - کچھہ دنوں کے بعد " حطی " نے احمد حرب ارعد کو " علی " کے پاس بھیجدیا - یہاں باپ کی ریاست میں کسی پرگنہ کا افسر مقرر کردیا گیا اور آخر اسی خدمت پر ایک لڑائی میں مارا گیا -

احمد حرب ارعد کے بعد اس پرگنہ کی افسری پر اوسکے بھائی ابو بکر بن علی کا تقرر ہوا - احمد حرب ارعد کا ایک بیٹا جسکا نام " حق الدین " تھا ' اپنے دادا علی کے پاس تھا - امور سیاست سے کنارہ کش ہوکر وہ اکتساب علم میں مصروف ہوگیا -

علی اسکو نہایت حقارت سے دیکھتا تھا اور ہمیشہ اسکو ذلیل حالت میں رکھتا تھا - اسکے چچا " ملا اصفع بن علی " کو بھی حق الدین سے سخت عداوت تھی - اسلیے علی نے حق الدین کی تحقیر و تذلیل کا ایک نیا سامان فراہم کیا ' یعنی اسکو ایک پرگنہ کے حاکم کے پاس اس غرض سے بھیجا کہ گاؤں کے ذلیل اور چھوٹے چھوٹے کاموں پر اسکو لگا دیا جاے -

حسن تقدیر سے یہی سامان تحقیر عزت و شان کا نشان ہوکر چمکا - حق الدین نے اس حقیر فرض کو اس خوبی سے ادا کیا کہ رعایا میں اوسے ایک عجیب و غریب ہر دلعزیزی حاصل ہوگئی اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ رعایا نے پرگنہ کے حاکم کو معزول کرکے حق الدین کو اپنا امیر تسلیم کرلیا ' اور حق الدین نے اس دانشمندی اور عدل و انصاف کے ساتھہ اپنی چھوٹی سی حکومت کا انتظام کیا کہ ایک قلیل مدت میں ایک بڑی فوج کی سپہ سالاری کے لائق ہوگیا !!

ملا اصفع کو حق الدین کی یہ گستاخی برداشت نہوسکی - اوسنے " حطی " کو حق الدین کی قوت کی اطلاع دی - " حطی " نے تیس ہزار فوج حق الدین کی تادیب کیلیے ملا اصفع کے پاس بھیجی - حق الدین نے اپنی مختصر جمعیت کے ساتھہ' جسمیں سے ہر شخص حق الدین کا عاشق تھا ' شاہی فوج کا مقابلہ کیا ' اور شکست دی - شکست خوردہ فوج نے دار الحکومت کا رخ کیا - حق الدین نے دار الحکومت تک تعاقب کیا اور بالآخر ملا اصفع مارا گیا -

اس مہم کی کامیابی کے بعد اوسنے اوفات کی طرف مراجعت کی جو زیلع پایہ تخت اور اوسکے خاندان کا مستقر تھا - اوسکا دادا علی زندہ تھا - اپنے بیٹے ملا اصفع کے مرنے کا اوسکو نہایت سخت صدمہ تھا - حق الدین سے اوسکی نفرت اور زیادہ بڑھگئی ' لیکن وہ اپنے دادا کے ساتھہ بکمال عزت و احترام پیش آیا اور اوفات کی حکومت پر جسکا وہ گویا مستحق تھا' دستور باقی رکھا -

حق الدین اب پورے صوبہ کا مالک تھا - اُسنے اوفات کی جگہ (جو اوسکے لیے ایک مرکز آفات تھا) وصل کے نام سے ایک دوسرے شہر کی بنیاد ڈالی اور اوسکو اپنا مستقر حکومت قرار دیا - وصل کے آگے اوفات سرسبز نہوسکا اور آخر اوفات کے تمام باشندے یہیں آکر آباد ہوگئے -

اعلان جنگ

" حطی " جو اپنی شکست سے نادم تھا ' اوسنے متعدد بار حق الدین سے اخذ انتقام کی کوشش کی ' لیکن بیکار گئی کیونکہ

حق الدین سے اب جنگ٬ قسمت سے جنگ تھی - آخر کار حق الدین نے اپنی آزادی و خود مختاری کا اعلان کر دیا٬ جسکو حطی سیف ارعد اپنی موت تک نہایت تلخی سے سنتا رہا -

سیف ارعد کے بعد اوسکا بیٹا داود بن سیف تخت نشین ہوا - اس عہد میں حق الدین اطمینان سے حکومت نکرسکا - ۹ - برس کی حکومت میں شاہ امحرہ یعنی "حطی" کے مقابلہ میں اوسکو بیس سے زیادہ معرکے پیش آئے٬ اور بالاخر آخری معرکہ (سنہ ۷۷۹) میں جاں بحق تسلیم ہوا -

حق الدین کے بعد اوسکا بھائی سعد الدین ابوالبرکات محمد جانشین ہوا - سعد الدین٬ حق الدین کیطرح شجاع و بہادر تھا٬ لیکن حق الدین کیطرح سریع الغضب اور مستعجل العمل نہ تھا - نہایت آسانی و تدبیر کے ساتھہ امور سیاسیہ کو انجام دیتا تھا - اس طرز سیاست نے حق الدین سے زیادہ اوسکو کامیاب بنا دیا - رعایا نے فوج میں داخل ہوکر فوج کی تعداد بہت بڑھا دی - لڑائیاں اکثر پیش آئیں٬ مگر سپاہیوں نے ہمیشہ ہمرکابی کی٬ اور حکومت کا رقبہ روز بروز زیادہ وسیع ہوتا گیا -

کثرت اعداد سپاہ کے بعد بھی سعد الدین امتحان شجاعت سے باز نہ آیا - ایک بار ۷۲ - سواروں کو لیکر حطی کی فوج پر ٹوٹ پڑا - ہزاروں کے حملہ میں ۷۲ - سپاہی کب تک کام دے سکتے تھے؟ گرفتار ہوگیا٬ لیکن فوراً ہی ایک مسلمان سپاہی نے بڑھکر اوسے حبشی فوج کے ہاتھہ سے نجات دلائی -

اسکے بعد سعد الدین نے اپنی منتشر جمعیت کو مجتمع کیا٬ اور اس زور سے حملہ آور ہوا کہ حطی کی فوج کے پاؤں اکھڑ گئے - مال غنیمت کا وافر حصہ ہاتھہ آیا - چالیس ہزار گائیں صرف حصۂ سلطانی میں آئی تھیں !!

سلطان سعد الدین٬ جسنے میدان میں بارہا اپنی شجاعت و بہادری کا ثبوت دیا تھا٬ آؤ دیکھیں کہ اپنی پرائیوٹ زندگی میں کتنا بہادر ہے؟

فتح کے بعد سلطان نے اپنا تمام حصہ فقرا و مساکین اور اہل حاجت میں تقسیم کردیا اور اتنا بھی اوسکے پاس نہ رہا جس سے اوسکے کھانے کا سامان ہوسکے - آخر سلطان کی ایک بیوی نے اپنے مطبخ سے کھانا بھیجا !!

سبل بن عدان سلطان کا داماد تھا - جسکی ملکیت میں بارہ ہزار گائیں تھیں - سلطان نے زکواۃ کا حکم دیا لیکن اوسنے تعمیل نہ کی - سلطان اس سے علانیہ ناراض ہوگیا - یہاں تک کہ سلطان کیطرف سے خود قدرت الہی نے اوس سے انتقام لیا اور وہ مع اپنے تمام سامان و دولت کے دشمنوں کے ہاتھہ گرفتار ہوگیا: ان اللہ عزیز ذو انتقام - ان بطش ربک لشدید - سبحان من ہو شدید العقاب!

الداعی داعی

الہلال کی ایجنسی

ہندوستان کے تمام اردو٬ بنگلہ٬ گجراتی٬ اور مرہٹی ہفتہ وار رسالوں میں الہلال پہلا رسالہ ہے٬ جو باوجود ہفتہ وار ہونے کے٬ روزانہ اخبارات کی طرح بکثرت متفرق فروخت ہوتا ہے - اگر آپ ایک عمدہ اور کامیاب تجارت کے متلاشی ہیں تو اپنے شہر کے لیے اسکے ایجنٹ بن جائیں -

چگونہ رسد لشکرے را گریز ؟

دہائے سیاست

رومانیا کا ابتدائی سکوت اور انتہائی حملہ

۱۵ - اگست سنہ ۱۹۱۳ع کی اشاعت میں مینچسٹر گارڈین لکھتا ہے:

مرنیک فرنکر زائیٹنگ (Frankfurter Zeitung) میں اس عنوان پر بحث کی گئی ہے کہ رومانیا نے جنگ بلقان میں ابتدا٬ کیوں حصہ نہیں لیا؟ اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ رومانیا کو بلغاریا کے طرف سے یقین دلا یا گیا کہ اس جنگ سے ملک گیری مقصود نہیں ہے - حقیقت میں یہ ایک دلچسپ مضمون کا موضوع ہے - اس مضمون کا گمنام کاتب ایڈیٹوریل نوٹ میں ایک ایسے شخص کی حیثیت سے روشناس کیا گیا ہے٬ جسکے معاملات بلقان کے متعلق دقیق و عمیق معلومات٬ نہایت اعزاز کے ساتھہ سنے جانے کا مستحق قرار دیئے ہیں - بقول اس مضمون نگار کے٬ رومانیا نے گذشتہ موسم خزاں میں اسلیے کوئی کارروائی نہیں کی کہ وہ تیار نہ تھی - یکم اکتوبر کو اسکے پاس ڈھائی لاکھ پیادوں کی رائفلیں تھیں - یہ ایک ایسی تعداد ہے جو پانچ آرمی کورز کو جنگی حالت پر لانے کے لیے ناکافی تھی - تاہم اگر وہ مداخلت کرنے والی تھی تو اسے ۹ - لاکھ آدمی فراہم کرنے تھے - اسی لیے آسٹریا کے کارخانہ اسلحہ سازی کو ایک لاکھ مینلیچر ۴۰ - ہزار قرابین اور اسی قدر ریوالوروں کی فرمایش فوراً بھیجدیگئی - یہ اسلحہ ماہوار دو ہزار سے تین ہزار تک٬ اور کل اگست سنہ ۱۳ ع تک دیے جانے والے تھے - اس سال کے آغاز میں سلسٹیریا کی بابت بلغاریا اور رومانیا کے تعلقات اسقدر کشیدہ ہوگئے کہ یہ مقدار بھی ناکافی معلوم ہوئی اسلیے آسٹریا کے محکمہ جنگ کو ترغیب دیگئی کہ ۷۰ ہزار پیادوں کی رائفلیں جو بالکل متروک طور کی ہیں مع ضروری سامان جنگ کے رومانیا کے ہاتھہ فروخت کرڈالے اور ان تمام چیزوں کو ۱۰ - دن کے اندر دیدے - آسٹریا کی یہ کارروائی مشکل سے اسکی ناطرفداری اور بلغاریا کی خیراندیشی کے (جسکا دعوی کیا گیا تھا) موافق تھی - یہ قیاس کیا جاسکتا ہے کہ یہی ۷۰ ہزار رائفلیں تھیں جس نے بلغاریا کو پیٹرسبرگ کے اتفاق (ایگریمنٹ) سے متفق ہونے کی ترغیب دی تھی - ہمارا مضمون نگار کہتا ہے کہ اسی زمانے میں رومانی حکومت نے ۱۱۹ - نورڈین فلیڈ مشین قسم کی توپوں کی - ۱۹۰ - صحرائی توپوں کی٬ بیس بیٹریوں کے ہلکی مارٹرکی توپوں کی٬ اور دس بیٹریوں اور پہاڑی توپوں کی٬ جرمنی کے مختلف کارخانوں کو اور علی الخصوص توپوں کے سامان کی کثیر مقدار کے لیے کرپ کے کارخانے کو آرڈر دیدیا تھا -

ان تمام آرڈروں کی قیمت ۸۰ - لاکھ ہوتی ہے جو ایوان (چیمبر) نے منظور کرلی - اسکے علاوہ اس نے مارکونی کمپنی سے برلن میں کہروالی مینارہ روشنی (سرچ لائٹ) اور ۱۶ - لاسلکی اسٹیشن حاصل کیے - وہ ان چار تباہ کن جہازوں کی خریداری کے لیے بیچین تھی٬ جو انگلستان میں طیار ہو رہے تھے مگر حکومت برطانیہ نے اس پر اعتراض کیا اس لیے اس نے نیپلس (Naples) کے پیٹرسن کے کارخانے میں ۱۱ - لاکھ ۲۰ - ہزار کے چار تباہ کن جہازوں کا آرڈر دیا -

یہ مضمون نگار آخر میں اپنا یہ عقیدہ ظاہر کرتا ہے کہ رومانی فوج مدنی اور اخلاقی دونوں نقطہ ہائے نظر سے اس حالت سے بہت دور ہے جو اسکے لیے فرض کی جا رہی ہے - یقیناً جنگ کے لیے کوئی جوش نہیں - تشکیل اور ساز و سامان دونوں میں بہت سی ایسی چیزیں چھوٹی ہوئی ہیں جنکے وجود کی خواہش کی جاسکتی ہے -

وثائق و حقائق

خیز و در کاسۂ زر آب طربناک انداز !

احیاء امۃ المانیہ[1] کی صد سالہ یادگار

جرمنی کا جشن ترقی اور عالم اسلامی کا ماتم تنزل !

ملك القرى ، نقص عليك من انبائها (۷ : ۵۹)

یہ بستیاں ہیں ، جنکے حالات عبرت و موعظت انگیز ہم تم پر سناتے ہیں !

سنہ ۱۹۱۳ - کے مصائب نے دنیاے اسلام پر قیامت ڈھا رکھی ہے -

لیکن آفتاب کی حدت جب انتہا کو پہونچ جاتی ہے تو زوال شروع ہوجاتا ہے ، حرارت ٹھنڈی پڑنے لگتی ہے ، دھوپ کے استبداد پر سایۂ رحمت غالب آجاتا ہے ، گرمی کے مغرور ہوکر اپنے سرگرم تشددات شخصیہ کی اصلاح کرنی پڑتی ہے ، مظلوم و رودت جس سے دو پہر تک سرد مہری کا برتاؤ تھا ، دن کی حکومت میں اب وہ بھی شریک کرلی جاتی ہے ، اور بالاخر اُس کی مستقل مزاجی شام ہوتے ہوتے سورج کی تہذیبی گرمیوں کا خاتمہ کردیتی ہے !

اگر یہ سچ ہے تو یہ بھی تسلیم کرنا چاہیے کہ کمال ضعف و تنزل کی تہہ میں زوال قوت و ظلم کی حقیقت مضمر ہے ، اور اگر زندگی کے دن باقی ہوں ، اور اگر ہم اپنی حالت کو بدلنا چاہیں تو اسی عہد ظلم و ستم کو دور امن و راحت کا مقدمہ الجیش بنا سکتے ہیں - انہی بربادیوں کی جڑ وں پر ایوان ترقی و آزادی بھی تعمیر ہوسکتا ہے -

آج سنہ ۱۹۱۳ ع میں جو حالت ممالک اسلامیہ کی ہے ، سنہ ۱۸۱۳ ع میں یہی حالت جرمنی کی تھی - سنہ ۱۸۰۷ ع کے معاہدہ نے اس ملک کی عزت و عظمت خاک میں ملا دی تھی ، فرانس نے اس کو تباہ کر رکھا تھا ، اسباب ترقی بیکار پڑے تھے ، قوم پر عطالت و جمود طاری تھا ، شریفانہ زندگی بسر کرنے کی حس باطل ہوچلی تھی ، اور پورا ملک ایک بستر خواب غفلت تھا -

یہ تباہیاں ضرور منتہا کو پہونچنے والی ہی تھیں کہ یکایک قوم بیدار ہوگئی ، اشتداد مرض نے بیمار کو علاج پر آمادہ کردیا ، مجلس "حمیت المانیہ" قائم کی گئی ، اور اُس نے عقیدہ (عمارہ) یمنی کی زبان میں فیصلہ کیا کہ :

العلم اول محتاج الى العلم
علم سب سے زیادہ علم جنگ کا حاجتمند ہے

و شفرة السيف تستغني عن القلم
اور تلوار کی دھار انسان کو علم سے بے نیاز کردیتی ہے

پورے پچاس برس بھی گذرنے نہ پائے تھے کہ جنگی لوازم یہ سب مکمل ہوگئے - جرمنی کی نئی ابھری ہوئی قوتیں جوش طاقت سے مضطرب ہو ہوکر جنگ کے لیے اٹھنے لگیں - بالآخر انتقام نے حب قومیت کے ساتھ مل کر فرانس کو شکست دی - انہیں فرانسیسیوں کے دار الحکومت (پیرس) کو گھیر لیا ، جنہوں نے کبھی برلن کو گھیر رکھا تھا ، اور جن کی فتوحات نے پروشیا کی قومی عظمت تک کو فرنچ گورنمنٹ کا حلقہ بگوش بنا دیا تھا !!

نصف صدی تو یوں بسر ہوئی ، دوسری نصف کا سرآغاز یہ تھا :

(۱) نصف اول میں قوم نے جو مادی طاقت مہیا کی تھی اُس کو محفوظ رکھنے کے ذرائع بہم پہونچائے گئے -

(۲) علوم و فنون میں حیرت انگیز ترقی کرکے ، اس علمی پیشرفت سے قومیت کی بنیاد استوار کی -

(۳) نئے نئے اکتشاف و اختراع سے اپنی قوت بڑھالی -

(۴) تجارت و صناعت کو اس درجہ ترقی دی کہ سارا ملک دولت مند ہوگیا -

(۵) تکثیر آبادی ، توسیع مقبوضات ، اشاعت علم ، نشر تعلیم ، تجارت گاہوں کی تاسیس ، اور مختلف ممالک میں جرمن بستیوں کے بسانے کے کام میں قوم اپنی حکومت کا ہاتھ بٹاتی رہی - وقت کا ایک لمحہ بھی ضائع ہونے نہ دیا - ہر فرد ملت کو قومی ترقی کی تدبیروں پر عمل کرنے میں نہایت سرگرمی کے ساتھ انہماک رہا -

تمام یورپ سے جرمنی کا حریفانہ مقابلہ تھا - ہر لحظ یہی استغراق تھا کہ مواد ثروت کیوں کر بڑھیں ؟ اور ان مواد کی حفاظت کے لیے قوم کی جنگی طاقت کس طرح اس حد تک پہونچا دی جائے کہ جرمنی کی مالکانہ عظمت کو ٹھیس نہ لگنے پائے ؟ ملک بھر میں کوئی شخص ایسا نہ تھا جو ان اغراض کی تکمیل کے لیے مزدوروں کی طرح دن رات کام میں لگا نہ رہتا ہو -

کوششیں کبھی رائگاں نہیں جاتیں - ضرورت صرف اخلاص و استقامت کی ہے - سعی و تدبر کا جو سلسلہ شروع ہو وہ مسلسل رہے ، اُس کی بنیاد صداقت پر ہو ، اور اُس میں رکاوٹیں پیش آنے سے انسان گھبرا نہ اٹھے - مقدمات مرتب ہونگے تو نتائج لامحالہ ظہور پذیر ہونگے -

جرمن قوم کے سلسلۂ مساعی کا نتیجہ آج تم خود دیکھ رہے ہو - سو برس قبل کی وہی کمزور جرمنی اس وقت دنیا بھر میں اول درجہ کی طاقت مانی جاتی ہے - تدبیر ملک ، سیاست مدن ، آداب و اخلاق ، نظام معاشرت ، فوج و لشکر ، بحریہ و حربیہ ، علم و ادب ، فنون جمیلہ ، صناعت و تجارت ، غرض کہ مادی و معنوی ترقی کی ہر شاخ اپنے قبضہ میں کرلی ہے - روے زمین کے سلاطین اُس کی مداخلت سے خائف ہیں ، سمندر میں اُس کا بیڑا خطرناک ہوتا جاتا ہے ، طیارات (ہوائی جہازوں) نے کرۂ ہوا کو اُس کے قبضہ میں کردیا ہے ، اور جو بیمار دل بستر مرگ پر ایڑیاں رگڑ رہا

(۱) جرمنی کو عربی میں " المان " کہتے ہیں - " امۃ المانیہ " یعنی جرمن قوم -

تھا، آج قوموں کا ایک عفریت مہیب ہے ! و تعز من تشاء و تذل من تشاء، بیدک الخیر، انک علی کل شی قدیر ! (۳ : ۲۶)

سنہ ۱۸۱۳ ع کا زمانہ جرمن قوم کی حس بیداری کا اولین زمانہ تھا - یہی سال تھا، جب اول اول ملک میں تحریک زندگی پیدا ہوئی تھی - اس بات کو اس وقت سو برس ہو چکے - اہل جرمنی آجکل اس فکر میں ہیں کہ اس سال (۱۹۱۳ میں) اپنے مبدء حیات (۱۸۱۳ ع) کی یادگار منانی چاہیے، چنانچہ اس جشن ملی کی طیاریاں نہایت زور شور سے شروع کر دی گئی ہیں -

---

آہ ! جبکہ دنیا کی قومیں اپنی زندگی کی شادمانیوں میں مصروف ہیں، تو ہمیں اپنی عظمت مرحوم کے ماتم سے فرصت نہیں - جبکہ ملکوں اور قوموں کی ترقیات و عروج کی یادگاریں منائی جا رہی ہیں، تو ہمارے سامنے اپنی بربادیوں کی فہرست دھری ہے، اور حیران ہیں کہ ماتم و فغاں کیلیے اپنے کس زخم کو تازہ کریں ؟

اوروں کو گر کر ابھرنے کی خوشی ہے، مگر ہمارے لیے بام عروج سے خاک مذلت پر گرنے کی دائمی حسرت ہے - اوروں کے حصے میں اگر بہار کی دعوت سنجیاں آئی ہیں تو کیا مضائقہ؟ خزاں کے ماتم سے ہمیں بھی فرصت نہیں :

قسمت کیا ہر ایک کو قسام ازل نے
جو شخص کہ جس چیز کے قابل نظر آیا

وما ظلمہم اللہ، ولکن کانوا انفسہم یظلمون !

اگر اس جشن عیش و نشاط میں نامرادوں کی شرکت منحوس نہ سمجھی جائے تو بہ نسبت ہندوستان کی طرف سے جرمنی کو پیام تہنیت قبول ہو - یہ مبارک باد ایک ایسے ملک کی طرف سے ہے، جس نے عین اسی زمانے میں اپنا مال و متاع تاراج غفلت کیا ہے، جبکہ جرمنی نے اپنے برباد شدہ کاروان اقبال کی رونق دوبارہ حاصل کی تھی !

و بلونا ہم بالحسنات	اور ہم نے انکو اچھی اور بری، دونوں
والسیئات لعلہم یرجعون	حالتوں میں ڈالکر آزمایا کہ شاید
(ان فی ذالک	اب بھی اپنی غفلتوں سے باز آجائیں -
لآیات لقوم یعقلون)	اور بیشک اس انقلاب حالت میں

عبرت کی بہت سی نشانیاں ہیں صاحبان عقل و فکر کیلیے "

سنہ ۱۸۱۴ ع کی جرمنی سے سنہ ۱۹۱۳ ع کے ہندوستان کی حالت ملتی جلتی ہے - سوا اسکے کہ وہ با این ہمہ مصائب و ذلل، حاکم تھی، اور ہندوستان با این ہمہ ادعاء اصلاح و نظم، محکوم ہے - جرمنی میں سنہ ۱۸۱۳ ع مبدء بیداری ہوا تھا اور اسی تاریخ سے جرمن قوم میں زندگی کے لیے احساس عمل پیدا ہوا تھا - کیا مناسب نہیں کہ ہندوستان کے لیے بھی سنہ ۱۹۱۳ ع مبدء بیداری بنے ؟ تمام فرزندان ملک اس مثال سے عبرت اور بے حسی کی زندگی ترک کرکے ملک کی فلاح و نجات کیلیے صرف قوی کا عہد محکم کرائیں ؟ اور قبل اس کے کہ رفتار سیاست ان کو فنا کر ڈالے، " لسان الغیب " کی اس حکیمانہ وصیت پر عمل کرنے کے لیے ملک بھر میں اعلان کر دیں کہ :

خیز و در کاسۂ زر آب طربناک انداز
پیش از انے کہ شود کاسۂ سر خاک انداز
عاقبت منزل ما وادی خاموشان است
حالیا غلغلہ در گنبد افلاک انداز

ہندوستان کا انتظار غیر مختتم

محافظین برطانیہ کی حکومت (کنسرویٹیو گورنمنٹ) کو آئرلینڈ کے لیے اندرونی آزادی (ہوم رول) کا حق تسلیم کرنے سے انکار تھا - بناے انکار یہ بات بتائی جاتی تھی کہ آئرش قوم اپنے ملک پر آپ حکومت کرنے کا تجربہ کھو چکی ہے - جب تک یہ صلاحیت پیدا نہ ہولے، عطاے استقلال کے یہ معنی ہونگے کہ ملک میں فوضویت (طوائف الملوکی) پھیل جائے اور کوئی نظام قائم نہ رہے -

بعینہ یہی صورت حال عرصے سے ہندوستان کیلیے بھی درپیش ہے -

ان دنوں مسٹر گلیڈ اسٹون انگلستان کی وزارت سے مستعفی ہو چکے تھے - انہوں نے ایک مشہور تقریر میں اس ایراد کو رد کیا تھا جس کا ایک فقرہ اب تک ضرب المثل ہے - انہوں نے کہا :

" مچھلی کے بچے پانی میں نہ رہینگے تو انہیں تیرنا کیوں کر آئیگا ؟ تم اس خوف سے کہ ابھی یہ بچے ہیں کہیں دریا میں ڈوب نہ جائیں، ان کو خشکی پر رکھوگے اور سمجھوگے کہ بڑے ہونے پر شناوری کی طاقت آ جائیگی تو پھر دریا میں ڈالدینگے، لیکن اگر ایسا کیا گیا تو یاد رکھو کہ وہ سب بچے مر جائینگے مگر ان میں تیرنے کی طاقت کبھی نہ آئیگی - انہیں ابتدا ہی سے پانی میں چھوڑ دو - وہ خود تیرنا سیکھ لینگے "

واشنگٹن نے جب امریکہ کو آزاد کرانے کی ٹھانی تھی تو اس پر بھی یہی اعتراض کیا گیا تھا کہ امریکن قوم آزاد بھی ہوگئی تو کیا ہوا ؟ جب ملک میں تعلیم و تہذیب ہی نہیں ہے تو یہ آزادی سنبھالی کیونکر جائیگی ؟

واشنگٹن نے جن الفاظ میں اس کا جواب دیا تھا، موجودہ رئیس الجمہور (پریسیڈنٹ) امریکہ ولسن نے بھی اپنی تقریر میں انہیں فقرات کا اعادہ کیا ہے :

" ہر ایک قوم میں اپنے ملک پر حکومت کرنے کے فطری مواہب موجود ہوتے ہیں - ضرورت صرف ان سے کام لینے اور ان کو نمایاں کرنے کی ہے - ذہنی ترقی بے شبہہ مقدم ہے، لیکن کیا آج تک کسی قوم کے دماغ محکومیت کے عالم میں بھی تعلیم و تہذیب سے آراستہ ہوے ہیں ؟ تم تعلیم پر زور دیتے ہو مگر یاد رکھو حقیقی اور صحیح تعلیم کیلیے بھی اپنی حکومت کی ضرورت ہے "

سوال یہ ہے کہ ان حالات میں ہندوستان کو کیا کرنا چاہیے ؟ رفاہ عامہ کے لیے نظام حکومت میں تبدیلی اور اندرونی آزادی کی کوشش مقدم ہے یا تعلیم و تربیت کی ؟

لوگ کہتے ہیں کہ ابھی صرف انتظار ہی کرنا چاہیے - جب تمام ہندوستان صحیح معنوں میں تعلیم یافتہ ہو جائیگا تو اپنی حکومت کی کوشش بھی کر دیکھینگے ؟ ایسے دنوں تک عدالتیں اگر منشاے قانون پر عمل نہیں کرتیں، حکام کو مساوات کا حق تسلیم کرنے سے انکار ہے، قانون ساز مجلسوں میں رعایا کی رائے مغلوب ہے، سرکاری رائے کی اغلبیت جب چاہتی ہے ملک کے لیے اذیت رساں قانون وضع کر دیتی ہے، حکام جس طرح چاہتے ہیں ہندوستانیوں کے مقابلہ میں قانون کا مفہوم بدل دیتے ہیں، مساجد گرائی جا سکتی ہیں اور انسانوں کو بے دریغ قتل کیا جا سکتا ہے، تو با این ہمہ کوئی مضائقہ نہیں - ہم کو صرف تعلیم ہی میں مصروف، اور صرف وقت آئندۂ مجہول ہی کا انتظار کرنا چاہیے ! !

لیکن یاد رہے کہ لا ینظرون الا صیحۃ واحدۃ فاذا ہم خامدون !

شہداء کانپور

لکھنو کا مجوزہ جلسہ

هندوستان کے انگریزي عہد کي آزادي کا حادثہ

فرمان نادری کا ورود

یہ سب کچھہ راستوں میں هورها تھا - جلسے کے شامیانے کے ارد گرد بھی پولیس کا مجمع موجود تھا ' تاهم جلسے کے روکنے اور نہ هونے کی نسبت وهاں کوئی اطلاع نہ تھي - لوگ برابر جمع هورهے تھے اور خواص کي آمد کے منتظر تھے -

لیکن ٹھیک دو بجے جو اعلان میں انعقاد جلسہ کا وقت بتلایا گیا تھا ' مجسٹریٹ شہر مع سپرنٹنڈنٹ پولیس اور چند دیگر افسروں کے رفاہ عام پہونچے اور یہ حکم سنایا :

" هز آنر لفٹننٹ گورنر کے حکم سے یہ جلسہ قطعی طور پر بند کیا جاتا ہے - کسی طرح کي کوئی کارروائي نہ هو اور نہ لوگ جمع هوں "

سید وزیر حسن صاحب نے یہ حکم حاضرین کو سنایا اور لوگ متحیر و متعجب ' متاسف و متذمر ' اس عجیب و غریب حکم و طرز حکم کے اوصاف چنگیزي و اندار هلاکو خاني پر غور و فکر کرتے هوئے واپس گئے - ایسا عجیب حکم ' جس سے بڑھکر قانون کی عزت کو خاک میں ملانے والا ' اور پبلک آزادي کی صریح توهین کرنے والا حکم انھوں نے اپني زندگی بھر میں باستثناء ظلم آباد کانپور ' کبھي نہیں سنا تھا !

مولانا ابوالکلام کا بیان ہے کہ وہ هوٹل میں وقت مجلس کا انتظار کر رهے تھے اور چلنے کے لیے طیار تھے کہ خفیہ پولیس کے ایک " دوست " پہونچے اور کہا کہ جلسہ هز آنر کے حکم سے بند کردیا گیا ہے - اب آپ شرکت کي تکلیف گوارا نہ فرمائیں اور اس طرح ان کو اس واقعہ کا علم هوا - پھر انھوں نے ٹیلیفون کے ذریعہ بعض دوستوں سے دریافت کیا اور اس خبر کي مزید تصدیق هوگئي ' تاهم وہ تین بجے رفاہ عام آئے - جنگی تیاریوں کي اس عظیم الشان نمائش کا تماشا دیکھا - پنڈال بالکل خالي تھا اور پولیس کے افسر اس حاکمانہ اقتدار کے ساتھہ جا بجا بکمال غرور و غرور متمکن تھے ' گویا یہ شامیانے کي چھت ' کرسیوں کي صدها قطاریں ' اسٹیج کا تختہ ' اور اس کے ارد گرد کا تمام ساز و سامان ' صرف انھي کے قدوم میمنت لزوم کے لیے فراهم کیا گیا ہے !!

چار بجتے بجتے یہ خبر تمام شہر میں پھیل گئي تھي ' اور رفاہ عام میں بالکل سناٹا تھا - تاهم کسي غیر مرئي عظیم اور غیر محسوس دشمن کا خوف و هراس اس درجہ حکمرانان رفاہ عام پر طاري هوگیا تھا کہ غریب پولیس کے سپاهي شام تک وهاں لڑکھڑاتے رهے ' اگرچہ ان کے افسر پتوں کي کھڑکھڑاهٹ اور هوا کي سنسناهٹ سے بھي چونک چونک اٹھتے هونگے !!

صوبہ متحدہ کا شہنشاہ

ایک زمانہ تھا ' جب قانون محض ایک شخص کي جنبش ابرو اور حرکت زبان کا نام تھا - اور ملک اور قوموں کي قسمتیں ان هاتھوں میں تھیں ' جن کو آج شخصي حکمراني کا پیکر جبرو ظلم کہہ کر کوسا جاتا ہے - اور ان کے وجود کو دنیا اور انسانیت کے لیے ایک لعنت الهي سمجھا جاتا ہے -

ان لوگوں کي مطلق العناني کے قصے عجیب و غریب هیں - ان کے حکم آناً فاناً هوتے تھے - اور ان کے ارادے کي روک کے لیے دنیا میں کوئي قوت کارگر نہیں هوسکتي تھي -

کہتے هیں کہ وہ زمانہ گیا - دنیا شاد و خرم ہے کہ اب قانون کي حکومت ہے - آئین و دستور کا دور دورہ ہے - رعایا حکومت کي غلام نہیں ' بلکہ ذي روح مخلوق ہے ' جس کا ارادہ قابل تسلیم ' جس کي خواهش مستحق سماعت ' جس کے حقوق مسلم ' اور جس کي آزادي بے روک ہے -

ممکن ہے کہ یہ سچ هو مگر موجودہ حالات کي واقعیت کو تسلیم کرتے هوے اس کي صداقت کا اعتراف مشکل ہے - دور کے واقعات سے قطع نظر کیجیے ' اور تاریخ و جرائد کي ورق گرداني کي جگہ مشاهدے سے کام لیجیے - اگر کانپور میں ایک محترم اور مقدس مذهبی عمارت بجبر گرائي جاسکتي ہے ' باوجودیکہ تمام ملک متفقہ و متحدہ اس کي تقدیس پر مذهباً مصر ہے ' اگر ایک نہتے مجمع کا قتل عام کیا جا سکتا ہے ' باوجودیکہ اس میں آٹھہ آٹھہ برس کے بچے بھي شامل هیں ' اور اگر لکھنؤ کے ایک ذمہ دار جلسے کو جو قانون کے مطابق پوري ذمہ داري اور بغیر کسي راز کے علانیہ منعقد هوتا تھا ' اور هر طرح ایک با قاعدہ اور نا قابل اعتراض مجمع تھا ' بغیر کسی قانوني سبب کے چند الفاظ کے شہنشاهانہ حکم سے بند کردیا جا سکتا ہے - تو نہیں معلوم - وہ کونسي عہد برطانیہ کي آزادي ہے ' جس کي دیوي کے آگے همارے سروں کو شکر و امتنان کے بار عظیم سے هر وقت سر بسجود دیکھنے کي خواهش کي جاتی ہے ؟ اور وہ کونسی قانونی اور آئیني حکومت ہے جس کي احسانمندي کے طوق سے همارے گلوں کو ایک لمحہ کے لیے بھي رهائي نصیب نہیں هوتی ؟

کیا وہ یہی " آزادي " ہے جس کا جلوہ ۳ - اگست کو کانپور میں اٹھا ؟ کیا وہ یهي آئیني اور قانونی حکومت ہے ' - جس کے تخت شاهنشاهي پر شہنشاہ مطلق سر جیمس میسٹن بہادر رونق افروز هیں ؟

بعض لوگوں کی نسبت تاریخ میں افسوس کیا گیا ہے کہ انہیں جو زمانہ ملا ' وہ ان کے لیے موزوں نہ تھا - اگر قدرت کے کاموں میں بھي ایسا هوا کرتا ہے تو اس میں کوئی شک نہیں کہ

سرجیمس میسٹن کی حالت ضرور قابل ہمدردی ہے - اُن کے شاہنشاہانہ امنگوں اور مطلق العنانہ ولولوں کو دیکھہ کر ہر شخص افسوس کرے گا کہ ان کے ظہور میں کارکنان قضاء قدر نے یقینا بہت دیر کی - بہتر تھا اگر ان کو قرون مظلمہ کی حکمرانی کا دور نصیب ہوتا - تاکہ ایک طرف تو اُس " مذہبی جنون " کے کرشمے بھی پوری طرح نظر آجاتے' جس کی نسبت ان کا دعوی ہے کہ ۳۰ اگست کو انہوں نے کانپور میں دیکھا - اور ساتھہ ہی عالم انسانیت پر حکمرانی و مطلق العنانی کا بھی اصلی اور کامل موقعہ مل جاتا - پھر سب سے زیادہ یہ کہ " الہلال " کی خلش بھی مخل فرمانروائی نہوتی - اگر یہ نہوتا تو کم ازکم انہیں تاتارا دارالخلافہ تو نصیب ہوتا - افسوس کہ قدرت نے ان کے ساتھہ انصاف نہیں کیا !

الہـــلال

سچ یہ ہے کہ ہر حکومت پر مصائب و مشکلات کے دور آیا کرتے ہیں' اور ہر خیر خواہ حکومت برطانیہ کو رونا چاہیے کہ سرجیمس مسٹن کے ہاتھوں وہ دوران کی حکومت پر طاری ہوگیا - کوئی غلطی اس غلطی سے زیادہ سخت اور خطرناک نہیں ہو سکتی ' جس ایک غلطی کی وجہ سے ہزاروں غلطیوں کا دروازہ کہل جاے ' اور ایک ٹھوکر ایسی لگے کہ اس کے بعد چلنے والے کو اٹھنا نصیب ہی نہ ہو -

ایسی ہی غلطی تھی' جو مسٹر ٹائلر نے کی اور اُسکی حمایت پر سرجیمس میسٹن اٹھہ کھڑے ہوے - اب یہ غلطی بغیر صدہا غلطیوں کو اپنے دامن میں لیے سرجیمس مسٹن کو نہ چھوڑے گی - انہوں نے بھی غلطیوں کے دیوتا کے آگے سراطاعت خم کردیا ہے ' اور جدھر وہ لے جانا چاہتا ہے' خاموشی کے ساتھہ جا رہے ہیں - ایک پوری قوم ' ایک پوری جماعت' چیخ رہی ہے کہ مسجد کا متنازعہ فیہ حصہ مسجد میں داخل ہے اور یہ ایک ہمارا مذہبی مسئلہ ہے جس کو ہم نے سمجھہ لیا ہے ' مگر باایں ہمہ وہ کہے جا رہے ہیں کہ نہیں' تمہارے مذہب کا فیصلہ کرنیوالا میں خود ہوں نہ کہ تم بدبخت !

ایک معزز ترین اخبار کا ایڈیٹر کانپور جاتا ہے - اور بہ حیثیت اخبار کے ایڈیٹر ہونے کے زخمیوں اور قیدیوں کو دیکھنا چاہتا ہے - لیکن اس سے کہا جاتا ہے کہ اس کا کانپور میں قیام بھی گوارا نہیں اور جب سبب پوچھا جاتا ہے تو کوئی وجہ نہیں بتلائی جاتی - " الہلال " میں مسئلہ مسجد کے متعلق صرف دو مضمون نکلے ہیں - ایک انہدام سے پہلے اور ایک بعد - یقیناً دونوں میں مسجد کے احترام دینی کو ہر مسلمان کا فرض اور اس کے لیے انتہائی سعی و مجاہدہ کو ضروری بتلایا گیا ہے ' لیکن اگر ایسا بتلانا ہی بغاوت انگیزی میں داخل ہے ' تو سرجیمس مسٹن کو اعلان کر دینا چاہیے کہ خود اسلام ہی ایک بغاوت انگیز مذہب ہے اور دنیا میں صرف ایڈیٹر " الہلال " ہی نہیں ' بلکہ چالیس کرور مجرمین بغاوت موجود ہیں - وہ کس کس پر برہم ہوں گے ؟

پھر وہ کونسا بغاوت و فساد کا منتر تھا جو ایڈیٹر " الہلال " جیل خانے کے اندر پھونک دیتے' اور چند قیدی یکایک ایک عظیم الشان مسلم فوج بن جاتے اور پھر مسٹر ٹائلر کے بنگلہ کا محاصرہ کرلیتے ؟

لکھنؤ میں ایڈیٹر " الہـــلال " کا قیام کوئی راز نہ تھا ' کانپور کے مقدمات کی اعانت اور حالات کی تحقیق ان کا ایک کھلا مقصد تھا - جلسہ ذمہ دار اشخاص کے دستخط سے ہوا تھا ' اور اس کا مقصد سوا چندہ جمع کرنے کے کچھہ نہ تھا - آج برسوں سے ایڈیٹر " الہـــلال " صدہا تقریریں کرچکے ہیں - کلکتہ میں ایک ایک لاکھہ آدمیوں کے مجمع میں انہوں نے تقریر کی ہے اور اسی واقعہ کے متعلق ایک دن پہلے دہلی میں تقریر کرچکے تھے - پھر آج تک کوئی بلوہ ' کوئی ہنگامہ ' کوئی بغاوت ' کوئی بد امنی وقوع میں آئی کہ لکھنؤ کے ایک ذمہ دار مجمع میں پیدا ہو جاتی ؟ کیا یہ پبلک کی ایک نا قابل برداشت توہین نہیں ہے ؟ اور کیا اس سے بڑھ کر بھی کسی قوم اور جماعت کے معزز ارکان کی نیتوں اور مقاصد پر حملہ ہوسکتا ہے ؟ اگر واقعی لکھنؤ کے مجمع سے فساد کا اندیشہ تھا' تو وہ " عظیم الشان حکمران قوم " کس لیے ہے جو ایک صدی سے یہاں حکومت کر رہی ہے ؟ پولیس کا فرض تھا کہ وہ دفع فساد کا پورا انتظام کر دیتی اور جتنی زیادہ سے زیادہ اپنی تعداد مجمع کے اندر چھپا سکتی' چھپا دیتی - لیکن ایک با قاعدہ جلسے کو عین اجلاس کے وقت روک دینا قانون اور حریت عامہ کی صریح توہین ہے -

نتـــائـــج

تاہم وقت اور حالات کے ممنون ہیں کہ جو کچھہ ہوتا ہے ' اس میں ہمارے لیے موائد اور نتائج کا کافی ذخیرہ ہوتا ہے - اگر لکھنؤ میں جلسہ منعقد ہوتا تو بھی مفید تھا ' اور اب جو روک دیا گیا تو اس سے زیادہ مفید ہے - برسوں کی سعی و کوشش اور بڑے بڑے مجمعوں کی پُرجوش تقریروں سے زیادہ ایک لمحے کی سلگتی دلوں کے لیے مؤثر ہوتی ہے - جلسے میں لوگ مصیبت زدگان کانپور کے لیے چندہ دیتے ' مگر جب اُنہوں نے سنا کہ جلسہ جبراً روک دیا گیا تو انہوں نے چندہ سے بھی زیادہ ایک قیمتی شے انہیں دے دی -

حق کو جتنا دباؤ گے اتنا ہی زیادہ اُبھرے گا ' اور یہ گیند جتنی سختی کے ساتھہ پھینکا جا ئگا اتنی ہی تیزی کے ساتھہ اچھلے گا - آگ اگر بھڑکی ہے تو اس کے لیے پانی کی ضرورت ہے ' مگر افسوس کہ سرجیمس مسٹن تیل چھڑک رہے ہیں - لکھنؤ کے جلسے پر حکومت چل سکتی تھی اس لیے بند کردیا گیا ' لیکن شاید اُن کروڑھا دلوں پر حکومت کام نہیں کرسکتی جو اس کا اثر ہمیشہ کے لیے اپنے ساتھہ لے گئے - زبان نہ رک سکتی ہے اور نہ قلم چپ ہوسکتا ہے - سرجیمس میسٹن اس کس جلسے کو بند کریں گے ' اور کس کس کے قلم سے ہراساں ہوں گے ؟ یہ ایک نہایت افسوس ناک تجربہ ہے جو پچھلے کرچکے ہیں ' اور مبارک ہو سرجیمس میسٹن کو' جو آگ سے کھیلنے کے لیے تیار ہوئے ہیں !!

عـام خـيـال

عام لوگوں نے اس واقعہ کو کس نظر سے دیکھا ؟

سب سے پہلے تو انہیں اس کا افسوس ہے کہ سید وزیر حسن صاحب نے اس حکم کی ترجمانی کی عزت اپنے سرکیوں لی ؟ اگر یہ حکم دینا ہی تھا تو مجسٹریٹ صاحب بہادر خود لوگوں کو دے دیتے - حکم سنانے کے لیے حلق اور زبان کی ضرورت تھی اور یہ سید وزیر حسن صاحب کی طرح سٹی مجسٹریٹ کے پاس بھی موجود تھی -

پھر ان کا عام خیال یہ ہے کہ سرجیمس میسٹن اس طرح کی کارروائیوں کے ذریعہ مقدمات کی اعانت سے مسلمانوں کو باز رکھنا چاہتے ہیں' اور مقصود یہ ہے کہ کافی طور پر چندہ جمع نہ ہوسکے - کیونکہ یہ ظاہر ہے کہ روپیہ کی فراہمی ہی سے مقدمات کی پیروی ہو سکتی ہے اور مقدمات کے چلنے ہی سے واقعہ مسجد کے اسرار و خفایا کہل سکتے ہیں -

(مراسلہ نگار " زمیندار " لاہور)

اسئلہ و اجوبتہا

قرآن کریم اور اصطلاح لفظ کفار

کفار سے مقصود کون لوگ ہیں ؟

(جناب مولوی احمد حسین صاحب از گجرات)

حضرت مولانا ! السلام علیکم - جناب اپنی تحریر و تقریر کے ذریعہ آج عالم اسلامی کی جو خدمت عظیم انجام دے رہے ہیں اسکا شکریہ ادا کرنا ہم لوگوں کی طاقت سے باہر ہے - الہلال نے تنہا اس تھوڑے سال کے اندر جو لٹریچر فراہم کر دیا ہے ' وہ گذشتہ پوری نصف صدی میں پوری قوم بھی نہ کرسکی - جناب نے ایک ہی وقت میں اور ایک ہی رسالہ کے اندر پالٹیکس ' مذہب ' علوم ' لٹریچر ' اصلاح ' تجدید و احیاء ملت ' غرضکہ ہر صیغہ میں اعلی سے اعلی اور بہتر سے بہتر مواد فراہم کر دیا ہے - آپکی تحریر مبارک کی ایک سطر بھی ایسی نہیں ہوتی جو حرز جاں بنا کر محفوظ رکھنے کے قابل نہو - مجھے تو ابتدا سے اسی پر حیرانی ہے کہ ایک ہفتہ کے اندر صدہا کاموں کے ساتھہ اسقدر مہلت آپ کو کیونکر مل جاتی ہے کہ بیس صفحوں کا ایسا رسالہ مرتب ہو جاتا ہے ؟ اور اسپر طرہ یہ کہ البصائر کا بھی آپنے اعلان کر دیا ہے !

علی الخصوص قرآن کریم کے متعلق جو کچھہ جناب کے قلم سے نکلتا ہے ' اور پھر جس طرح ہر پہلو اور ہر موضوع بحث میں آپ اُس سے مدد لیتے ہیں ' اور جیسی نظر اسکی ہر آیت اور ہر لفظ پر جناب نے کی ہے ' اسکو تو سوائے فیض ربانی اور موہبت الہی کے نہیں سمجھتا کہ کیا قرار دوں ؟ امر بالمعروف ' عید اضحی ' فاتحۂ سال گذشتہ ' مسئلۂ سود ' اور اور بہت سے مضامین جو شائع ہوے ہیں ' خدا را اُن سب کو جمع کرکے ایک رسالہ کی صورت میں بھی شائع کر دیجیے - آجتک قرآن مجید کے یہ معارف و مطالب کسی کے قلم سے نہ نکلے - قرآن ہم روز پڑھتے ہیں اور تفسیروں کا بھی مطالعہ کرتے ہیں مگر حق یہ ہے کہ یہ انداز بحث اور یہ طریق تفسیر بالکل نیا ہے اور ہر مسلمان کو چاہیے کہ اسکو پورے غور و فکر سے پڑھے اور اپنے پاس رکھے -

پچھلے ہفتے " کشف ساق " کے متعلق جو مضمون شائع ہوا ہے اور جسکی سرخی " وقت ست کہ وقت بر سر آید " ہے ' اسکو خاکسار نے نہایت دلچسپی اور شغف تمام سے پڑھا - البتہ ایک امر کے متعلق مجکو خدشہ ہے - نہایت ممنون ہونگا اگر چند سطور لکھکر تشریح فرما دیں -

مضمون کے دوسرے نمبر میں جہاں آیات کے نتائج پر نظر ڈالی ہے ' وہاں جا بجا " کفار " کا لفظ آیا ہے اور جس حالت میں کہ وہ تخلف عہد کریں ' انکی عدم اطاعت پر زور دیا ہے - دریافت طلب امر یہ ہے کہ " کفار " سے مراد کون لوگ ہیں ؟

نیز اُن آیات میں جن لوگوں کی طرف اشارہ کیا گیا ہے اور جس وقت کی خبر دی گئی ہے وہ بھی ابھی صاف نہیں ہوا اور تشریح مزید کی ضرورت باقی ہے -

میں نہایت ممنون ہوں اگر اس عریضہ کو بجنسہ الہلال کے کسی گوشے میں جگہ دیکر مجھے سرفراز فرمائیں - اور ساتھہ ہی جواب بھی مرحمت فرمادیں - گو میری تحریر اس قابل نہو ' تاہم جناب کو میرے دل پر نظر رکھنی چاہیے ' جو سچی محبت و عقیدت کی وجہ سے ضرور مستحق توجہ ہے -

الہلال

جناب کے اصرار سے مجبور ہو کر والا نامہ بجنسہ درج کر دیا گیا ' ورنہ جناب کو معلوم ہے کہ فقیر اس قسم کی تحریرات کے اندراج سے عموماً معذرت خواہ ہوتا ہے - آپ حضرات اپنی بزرگی اور حسن ظن کریمانہ سے اظہار لطف و نوازش فرماتے ہیں ' مگر یقین فرمائیے کہ اس سے ایک طرف تو میری شرمندگی بڑھتی ہے ' کہ اپنی قدر و قیمت سے واقف ' اور اپنی نا رسائیوں اور کوتاہیوں کو دیکھہ رہا ہوں - دوسری طرف ڈرنے لگتا ہوں کہ کہیں ایسی صداؤں کی اشاعت میرے نفس شریر کو مدح و ستایش کا خوگر اور طالب نہ بنا دے کہ نفس انسانی کیلیے اس غذاے مہلک سے بڑھکر اور کوئی شے ابدیز نہیں - اسکے دسائس مخفی ' اور اسکا فتنہ سخت و شدید ہے ' اور فتنہ کو خوابیدہ ہو مگر یہی صدائیں تو ہیں جو اُسے بیدار کرنے والی ہیں !

سلف صالح نے اپنی خدمات کا نمونہ ہمارے سامنے رکھدیا ہے - اپنی ہستی ہی کیا ہے کہ خدمت کا نام لیں اور اُمۃ مرحومہ کی شکر گذاری کو اپنی طرف منسوب کریں ؟ خدمت ملت کی شرطیں بڑی کٹھن ہیں ' اور اصلی منزلیں تو دوسری ہی ہیں - سب سے بہتر یہ ہے کہ ہم ایک دوسرے کیلیے دعا مانگیں کہ اس شرف عظیم و عزتِ جلیل کا ایک ادنے درجہ ہی ہمیں نصیب ہو جاے !

معافی خواہ ہوں کہ جناب کے ارشاد کی پوری تعمیل سے مقصور رہا اور تمہید کا کچھہ حصہ اشاعت سے رہگیا - الہلال کے صفحات قوم کیلیے ہیں - مدحت اشخاص کیلیے نہیں ہوسکتے -

" کفار "

قرآن کریم کے متعلق صدہا مباحث ایسے ہیں ' جن پر ارباب علم کیلیے بہت کچھہ غور و تدبر ابھی باقی ہے - ازانجملہ ایک مبحث اہم " کشف ساق " کے مفہوم و مقصود کا بھی ہے ' جسکا ذکر متعدد آیات میں کیا گیا ہے - اس مضمون میں بعض مستفسرین کی تحریک سے کوشش کی گئی تھی کہ ان آیات کی تفسیر اسلوب و تحقیق جدید کے ساتھہ کی جاے - مگر در اصل وہ مضمون ابھی نا تمام ہے اور متعدد مباحث بیان میں آنے سے رہگئے ہیں -

مثلاً ان آیات کا محمل اصلی ' کہ اسکے متعلق نہایت اہم مباحث ہیں - ان تمام آیات میں خدا تعالی نے اُن لوگوں کے ارادوں اور کاموں کی نامرادیوں کی خبر دی ہے ' جو دین الہی کی بغض و عداوت میں مسلمانوں کو مٹانے کی کوشش کرتے تھے یا کوشش کرینگے - اور پھر اُن لوگوں کے وہ تمام خصائل رذیلہ ایک ایک کرکے بیان کیے ہیں ' جسکی مضمون مذکور کے دوسرے نمبر میں دفعہ وار تشریح کی گئی ہے ' اور جنمیں تخلف عہد و میثاق کی خصلت پر علی الخصوص زور دیا گیا ہے -

آیات کریمہ کا مورد

آغاز عہد نبوت میں معاندین اسلام نے مسلمانوں پر جو ظلم و ستم کیے ' انکی تباہی و بربادی کی جیسی کچھہ تدبیریں کیں ' دین الہی کی تحقیر و اہانت میں جس شوخی و بے باکی سے کوشاں رہے ' اور پھر جس طرح اپنے تمام عہدوں کو توڑا ' ہر وعدے کی خلاف ورزی کی ' اپنے زیر دست مسلمانوں کو سخت سے سخت ایذائیں دیں ' اور باوجود اللہ کے بار بار مہلت دینے اور طرح طرح کی آیات بینہ و قاہرہ کے دکھلانے کے ' وہ اپنی شیطنت و طغیان سے باز نہ آے ' اُن تمام اُمور کی طرف ان آیات میں مفصل اشارات کیے گئے ہیں -

یہ زمانہ مسلمانوں کی غربت و بیکسی اور محکومی و زیر دستی کا تھا - خدا نے انکو روکا کہ وہ اپنی غربت کی وجہ سے دل شکستہ

هوکر مایوس نه هو بیٹھیں ' اور معاندین حق و صداقت سے ذرا بھی نه ڈریں - بعض ضعفاء ملت تھے جنکے اعزا و اقارب مکۂ معظمه میں تھے - وہ ڈرتے تھے که قریش انکی دشمنی کا اُنسے بدله نه لیں - بعض لوگوں کے عزیز و قریب حالت کفر میں تھے ' اور یه اُنسے عزیزانه نامۂ و پیام رکھتے تھے ' اور اس طرح دشمنوں کو انکے ذریعه حریف کے ارادوں اور حالتوں کي خبر مل جاتي تھی - (سورۂ ممتحنه) اور (عمران) میں ایسے لوگوں کو اس نے سختي کے ساتھه روکا ہے اور اِن آیات میں بھی اس طرح کی کارروائیوں سے باز رهنے پر زور دیا ہے - کیونکه جن لوگوں نے الله ' اسکے رسول ' اسکے مومنوں ' اور حق و صداقت کي محبت و متابعت کا دعوا ہے ' انہیں سزاوار نہیں که اسلام کے اُن دشمنوں سے تعلقات رکھیں اور انکي اطاعت و پیروي کریں ' جنھوں نے پیروان اسلام کو گھر سے نکالا هو' انکے چین اور آرام میں خلل ڈالا هو' وعدے توڑے هوں ' عهد و پیمان کا پاس نه کیا هو' اور دین الهي کے ساتهه علانیه تمسخر و استہزا کرتے هوں - پس کہا که جو ظالموں کا ساتهه دیگا ' اسکا شمار بھي ظالموں کے ساتهه هوگا -

کشف ساق

اسکے بعد پھر مومنین مخلصین کی تسکین و طمانیت کیلیے حق کی فتح اور باطل کے خسران کي جا بجا خبر دي ' اور ایک خاص فیصله کن وقت کي طرف اشاره کیا جو بہت جلد آنے والا ہے ' اور جو زیردستوں کو بالا دست ' محکوموں کو حاکم ' مفتوحوں کو فاتح ' ماتم گزاروں کو عیش فرما ' اور خاک مذلت پر لوٹنے والوں کو عرش جلال و عظمت پر متمکن کردیگا !!

یہي دن هوگا ' جبکه شدت و کرب کي پنڈلي برهنه هو جائیگی سختي و عذاب کا چهره بے نقاب هو جائیگا ' ظالموں کو سرافگندگی کي دعوت دي جائیگی لیکن یه انکی طاقت سے باهر هوگا :

یوم یکشف عن ساق و یدعون الی السجود فلا یستطیعون - خاشعۃ ابصارهم ترهقهم ذلۃ ' و قد کانوا یدعون الی السجود و هم سالمون !

اُس وقت انکي آنکھیں ذلت و شرمندگي سے جهکي هونگي - چهرے ذلت و نکبت سے مسخ هونگے - یه وهي مغرور کفر و عدوان تھے که انهیں الله اور اسکے احکام کے آگے جهکنے کی دعوت دي جاتي تھی اور یه اچھے خاصے صحیح و سالم تھے' مگر شیطان کي ڈالي هوي باگ انکي سخت تھي' که انکے سروں کو جهکنے کي اجازت نہیں دیتي تھي !

معجزۂ قرآني

یه پیشین گوئیاں ایک ایسے عهد غربت میں کي گئی تھیں ' جبکه مسلمانوں پر عرصۂ حیات تنگ تھا ' اور فتح و کامراني ایک طرف ' انکو کسي گوشے میں چین سے بیٹھنے کي بھي مہلت نه تھي -

مگر نصرۃ الهي کے معجزات ایسے هی حالتوں میں عقول و اذهان انسانیه کو دعوت عجز و اعتراف دیا کرتے هیں - نامرادیوں کي فرماں روائی کا اعلان ' اور قوۃ الهیه کے جلال و جبروت کا اظهار هو - یه ایک وعدۂ الهي تھا جو کمال بے سروسامانی کے عالم میں کیا گیا تھا '

لیکن : و کان وعداً مفعولا - تهوڑے هي دنوں تک دنیا کو منتظر رهنا پڑا - یکایک واقعات و حوادث کا صفحۂ الٹا ' اسلام کی غربت اولی کا دور ختم هوا ' ملائکۂ فتح و نصرت کے نزول سے خدا کي زمین بهر گئي ' اور هجرۃ نبوي علی صاحبها الصلوۃ والسلام کے ... سال (فتح مکه) کا معرکه پیش آیا - یهي وه فیصله کن دن تھا ' جسکي اِن آیات میں خبر دي گئی تھي ' اور یهي وقت موعود تھا ' جبکه " کشف ساق " کی حقیقت بے نقاب هونے والي تھي - خدا کا دست بڑھا ' کفر کی فوج کو هزیمت هوئي - محکوم حاکم ' مفتوح فاتح ' زیردست بالا دست ' مطیع مطاع ' ضعیف زور آور ' اور پرستاران اصنام و طواغیت کي جگه عباد الله المخلصین کا دور خلافۃ و فتح مندي شروع هوا : فسبحان الذي اذا اراد شیأً ان یقول له کن ' فیکون !!

پس في الحقیقت اِن آیات میں جو خصائص خبیثه و رذیله و خصائل ردیه و رذیله بیان کیے گئے هیں ' وه اپنے مورد اول کے اعتبار سے مشرکین مکه کے متعلق هیں ' اور اُن میں انقلاب حالت کي جو خبر دي گئي ہے ' وه ایک پیشین گوئي تھي ' جس کا ظهور جنگ بدر هي سے شروع هوگیا تھا - پهر فتح مکه کے بعد اعلان هوا ' اور اسکے بعد اسلام کے ظهور عام ' خلافۃ اسلامیه کے قیام ' فتح ممالک و بلدان ' و خسائر اهل کفر و طغیان سے روز بروز زیاده متحقق و منطبق هوتا گیا ' اور انشاء الله تا قیام قیامت اسکے اعجاز و خوارق ظاهر هوتے رهیں گے -

خصائص مخصوصۂ کلام الله میں سے ایک ممتاز خصوصیت یه ہے که اسکے اکثر بیانات و تنزیلات گو خاص مواقع و حالات سے متعلق هیں ' لیکن انکا انطباق اصولاً هر زمانے میں هوتا رها ہے - پس اِن آیات میں بھي جو امور بیان کیے گئے هیں ' گو وه کفار مکه اور فتح بلدامین کے متعلق تھے ' مگر انکي صداقت آج بھي ویسي هي ہے ' جیسي ابسے تیره سو برس پہلے تھي -

تحقیق اطلاق لفظ کفار

رها آپ کا یه سوال که " کفار سے مراد وهاں کون لوگ هیں ؟ " تو یه تمام تفصیل بھي اسي لیے تھي تا که مطالب بالکل واضح و بین هو جائیں - کفار سے وهاں مراد خاصکر مشرکین مکه هیں - انهی سے اسلام کا مقابله تھا - انهیں کے مظالم کا یوم الحساب آنے والا تھا ' اور انهیں کے مواعید و مواثیق مکذوبه تھے ' جنکا بار بار ظهور هوا تھا ' اور ضرور تھا که انکے نتائج سے وه دوچار هوں - اور پهر انکے علاوه اسلام و مسلمین کے ساتهه یه سلوک اور جس گروه کا هوگا ' انشاء الله وه اس وعید الهي کا مستحق هوگا -

اهل کتاب اور کفار

قرآن کریم کا مطالعه کیجیے تو اول نظر واضح هو جائیگا که اس نے اس بارے میں خاص اصطلاحات مقرر کردي هیں اور هر جگه انهی کو استعمال کیا ہے - قرآن کریم کي اصطلاح میں " کفار " کے لفظ سے عموماً مشرکین مکه مراد هوتے هیں - یهود و نصارا کیلیے اُس نے " اهل کتاب " کي اصطلاح قرار دي ہے ' اور یه اسکي ایک رعایت خاص ہے جسکے ذریعه اُس نے عیسائیوں اور یهودیوں کو عام مشرکین کے مقابلے میں امتیاز بخشا -

تمام قرآن کریم کا مطالعه کر جائیے هر جگه یهود و نصارا کو " اهل کتاب " اور عام طور پر مشرکین و عبدۃ الاصنام کو " کفار " کے لفظ سے مخاطب پائیگا - یه ضرور ہے که قرآن کریم نے الوهیت مسیح کے اعتقاد ' حضرت مریم کي پرستش ' اور قتل انبیاء و مرسلین کو صریح طور پر کفر کہا ہے ' لیکن ظاهر ہے که اس سے بڑهکر اور کیا کفر هوسکتا ہے اور شرک کے معنے صرف بتوں کے پوجنے هي کے نہیں هیں بلکه انسانوں کی پرستش بھي اسمیں داخل ہے -

لقد کفر الذین قالوا ان الله هو المسیح ابن مریم (۵ : ۷۶)	بیشک ' جن لوگوں نے کہا که خدا نے مسیح ابن مریم کي صورت میں ظهور کیا ' انهوں نے صریح کفر کیا -

پهر اسکے بعد کہا : لقد کفر الذین قالوا ان الله ثالث ثلاثۃ - اور اس طرح اقانیم ثلاثه کے اعتقاد کو کفر قرار دیا -

ان تمام مواقع میں انکے اعتقادات کو کفر قرار دیا ہے ' تاهم خود انکو " کفار " کے لقب سے ملقب نہیں کیا گیا -

فکاہات

(۱)

آپ ظالم نہیں زنہار ، پہ ہم ہیں مظلوم !!

هم غریبوں کو نہ پہلے تھا ، نہ اب ہے انکار * کہ ہر اک شہر میں ہے آپ کے اوصاف کی دھوم
وہ بھی تسلیم ہے ہم کو ، کہ یہ جو کچھ کہ ہوا * اس میں ملحوظ رہے عدل کے آداب و رسوم
آپ قانون کی حد سے نہ بڑھے اک سر مو * فیر کا حکم دیا آپ نے جب تھا ہجوم

* * *

یہ حقیقت بھی مگر قابل انکار نہیں * کہ نہ یک چشم زدن موت کو تھا اذن عموم
گولیاں کھا کے جو گرتے تھے جوانان حسین * سب یہ کہتے تھے : قیامت ہے کہ چھوٹتے ہیں نجوم
گولیوں کے تھے نشان ممبر و محراب پہ بھی * جسکہ درکار ہیں مسجد کے لیے نقش و رسوم
جا بجا خون سے مسجد ہے نگارین اب تک * یہ وہ صنعت ہے کہ تا حشر نہ ہوگی معدوم !
تا نہ زنجیر تھے محروم نہی ، تماشائی بھی ، * اور پولیس کو یہ تھا عذر ، کہ ہم ہیں محکوم !

واقعہ یہ ہے غرض ، کوئی نہ مانے ، نہ سہی ،
" آپ ظالم نہیں زنہار ، پہ ہم ہیں مظلوم "

(۲)

" وضو خانہ "

یعنی کہ " وضو خانہ " نہ تعظیم نبرد
زان روے کہ آن خانہ نہ مسجد ، نہ کنشت ست
ما بندۂ فرمان تو ہستیم ولیکن :
" معشوق من آنست ، کہ نزدیک تو زشت ست " !!

(۳)

بمبئی کی وفادار انجمن

ایک دن تھا کہ وفا داری مسلم کی متاع * ہر جگہ عام تھی اور نرخ میں ارزانی تھی
دفعۃ ہوگئی ہنگامۂ بلقان میں گم * قوم کو سخت مصیبت تھی پریشانی تھی
ہات آنے کا تو کیا ذکر پتہ تک بھی نہ تھا * ڈھونڈھنے والوں نے گو خاک بہت چھانی تھی

* * * *

ہو مبارک تجھے اے بمبئی اے ناز دکن ! * کہ تیرے تاج میں یہ طرہ سلطانی تھی
تیرے بازار میں وہ یوسف گم گشتہ ملا * جسکا مشتاق تھا خود یوسف کنعانی بھی
یہ الگ بات ہے اندھوں کو نہ آئے وہ نظر * گو اسی زمرہ میں ہے (یوسف ثوبانی) بھی

(وصاف)

تاریخ حیات اسلامیه

مسلمانان هند کا ایک ورق

شهداء کانپور اعلی الله مقامهم!

جناب ضیا الدین احمد صاحب طالبعلم قصبه ... ضلع مظفر نگر -

اسدفعه عید گاه میں چنده کانپور کي تحریک کیگئي - غریب مسلمانوں نے حرارت دیني سے کام لیکر اپني بساط سے بڑهکر جمع کیا اور چند منٹوں میں ۳۱ - ۹ جمع هوگیا - از راه کرم ان سطور کو اپنے اخبار میں جگه دیجئے - رقم عنقریب روانه کردیجائیگي -

(جناب معین الدین احمد صاحب قدوائي ندوي -)

چونکه میں کوئي حیثیت نہیں رکهتا اس لئے پہلے جو کچهه مجهه حقیر سے اسلام کي خدمت هوسکي حتي الوسع ناچیز اور ذلیل رقموں سے کي ' اور لوگوں سے کہه سنکر جو کچهه بهي ممکن هوسکا آپ کے خدمت میں ارسال کیا -

اب پهر اپني بے خانماں ماؤں اور بہنوں کیلئے اپني جیب خاص سے بچابچاکر اس حقیر رقم (تین روپیه) کا مني آرڈر اس خط کے ساتهه ارسال خدمت عالي کرتا هوں اور انشا الله آینده بهي جو کچهه ممکن هوا بهیجونگا -

۲۰ اگست کا پرچه هم چند آدمي سن رہے تهے - اوس میں مظلومان کانپور کے لیے چنده کي تحریک پڑهکر لوگوں میں الجمله غیرت آئی اور حسب ذیل چنده جمع هوا جو آج بذریعه مني آرڈر ارسال ارسال خدمت ہے -

نام	پائي	آنه	روپیه
جناب محمد ابرهیم صاحب	۰	۰	۱۰
جناب شرف الدین صاحب	۰	۰	۱
جناب فقیر محمد صاحب بوبیرے	۰	۰	۲
جناب شیخ صاحب هانڈي	۰	۰	۱
جناب احمد صاحب بوبیرے	۰	۸	۰
جناب ابراهیم صاحب دهورر	۰	۸	۰
جناب امین صاحب قدیه	۰	۸	۰
جناب نظام الدین صاحب بوبیرے	۰	۴	۰

بعد وضع کمیشن و مني آرڈر باقي ارسال خدمت هیں -

فهرست زراعانهٔ دفاع مسجد مقدس کانپور

(۲)

نام	پائي	آنه	روپیه
جناب غلام معین الدین محمد صاحب	۰	۰	۱۰
جناب مهدی حسن صاحب	۰	۰	۴۳
جناب محي الدین برکت علي صاحب قصوري	۰	۰	۱۰
جناب ڈاکٹر عبد الله خانصاحب - نکالي	۰	۰	۵
جناب غوث محي الدین صاحب مهتمم خزانه حیدر آباد دکن	۰	۰	۲۵
خواتین ماهانه بازار مونگیر بذریعه جناب والده محبوب الحق صاحب	۰	۰	۱۵
جناب حکیم عبد الرزاق صدیقي صاحب سالار گنج - پٹنه	۰	۰	۱۰
جناب ابوطاهر محمد ظاهر حق صاحب - بهار پٹنه	۰	۰	۴
جناب ظهیر الدین صاحب دوري بهار پٹنه	۰	۰	۱
جناب امداد حسین خان صاحب فضل الله	۰	۰	۱۰
بذریعه جناب محمد شرف الدین صاحب - بهیونڈي تهانه	۰	۰	۱۵

نام	پائي	آنه	روپیه
جناب محمد افضل خانصاحب وردي میجر کوئٹه - بلوچستان -	۰	۰	۳
جناب محمد عبد الحي - دهلي	۰	۰	۵
جناب محمد هاشم خانصاحب - وکیل - ٹونک ریاست	۰	۰	۱
جناب سید قمر الدین صاحب قمر - بمبئي	۰	۴	۱
جناب صغیر احمد صاحب بمبئي	۰	۲	۰
جناب لشکر علي صاحب داروغه - چک پکهي فیروز پور	۰	۰	۶
جناب غلام حسین وفضل کریم صاحب سوداگر - لوهانه	۰	۰	۷
جناب جان محمد صاحب - برهما	۰	۰	۱
جناب محمد اشرف صاحب	۰	۰	۱۰
جناب میاں الله دتا صاحب	۰	۰	۱
میزان	۰	۶	۱۸۳
سابق	۰	۸	۶۹۳
میزان کل	۰	۱۴	۸۷۶

بقیه

فهرست زر اعانهٔ مهاجرین عثمانیه

نام	پائي	آنه	روپیه
جناب سید علي محمد صاحب ذاکر مدني مدرس گورنمنٹ مدرسه مدراس	۰	۰	۴
زوجه محترمه جناب مراد حسین خانصاحب ملتان	۰	۰	۹۰
بذریعه جناب احمد علي صاحب (علیگ) ازمظفر نگر جو حسب احباب نے عنایت فرمائے هیں -	۰	۰	۵
(۱) جناب سید نثار علي صاحب متولي			
(۲) مصباح الحق صاحب -			
(۳) جناب افتاب خانصاحب -			
والده محترمه جناب سید الطاف علي صاحب			
همشیره صاحبه جناب سید حمید علي صاحب			
بذریعه جناب محمد صادق صاحب درگلي بهار -			
جناب شیخ محمد عبد الرحیم صاحب	۰	۰	۲۵
جناب منشي محمد اسمعیل صاحب سب اوورسیر	۰	۰	۵
جناب محمد صادق صاحب	۰	۰	۱۰
جناب عبد الواحد صاحب - سکندر آباد دکن	۰	۰	۵
جناب غلام حیدر صاحب - گوجرانواله	۰	۸	۰
بذریعه جناب رسول احمد صاحب - بریل ضلع باره بنکي (بتفصیل ذیل)	۰	۱	۳۴
والده جناب سید محمد عبد الله صاحب	۰	۰	۳۰
اهلیه جناب سید نبي الله صاحب	۰	۰	۱
والده ابوالحسن صاحب	۰	۰	۴
	۰	۰	۳۵
فیس مني آرڈر	۰	۶	۰
	۰	۱۰	۳۴
جناب ایس انور شاه صاحب - هانگ کانگ چین -	۰	۰	۲۲
جناب امداد حسین خانصاحب مظفر	۰	۰	۱۵
جناب محمد افضل خانصاحب اردلي میجر - کوئٹه بلوچستان	۰	۰	۱
جناب عبد اللطیف صاحب بهائي داؤد نوساني صاحب - ...	۰	۰	۵
جناب مولانا غلام محمد صاحب فاضل هوشیار پوري	۰	۰	۸
جناب جان محمد صاحب ٹونجي - برهما	۰	۰	۵
میزان	۰	۹	۲۵۹
سابق	۰	۱۳	۸۸۵۲
کل	۰	۶	۹۱۱۲

لا تهنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان كنتم مؤمنين (القرآن الحکیم)

Al-Hilal,
Proprietor & Chief Editor
Abul Kalam Azad,
7/1, MacLeod Street.
CALCUTTA.

Yearly Subscription, Rs. 8.
Half-yearly . „ „ 4-12.

الہلال

ایک ہفتہ وار مصور رسالہ

مدیر مسئول و محرر خصوصی
احمد المکنیٰ بابی الکلام الدہلوی

مقام اشاعت
نمبر ۷/۱ مکلاوڈ اسٹریٹ
کلکتہ

قیمت
سالانہ ۸ روپیہ
(ششماہی ۴ روپیہ ۱۲ آنہ)

نمبر ۱۲ — کلکتہ: چہار شنبہ ۱۵ - شوال ۱۳۳۱ ہجری — جلد ۳
Calcutta · Wednes lay, September 17, 1913

فہرس

مجلس دفاع مسجد کانپور

Cawnpore Mosgue Defence Association.

و لولا دفع اللہ الناس بعضہم ببعض لہدمت صوامع
و بیع و صلوات و مساجد یذکر فیہا اسم اللہ کثیرا -
ولینصرن اللہ من ینصرہ ' ان اللہ لقوی عزیز [۲۲ : ۴۰]

صدر مجلس : مولانا ابو الکلام ایڈیٹر الہلال کلکتہ
خزانچی : مسٹر اے - رسول - ایم - اے - بیرسٹر ایٹ لا کلکتہ
سکریٹری : ادریل مولوی فضل الحق ایم - اے - ایل - ایل - بی - وکیل ہائی کورٹ کلکتہ

(۱) مسئلۂ مسجد کانپور نے دراصل حفظ عمارات دینیہ و اوقاف خیریہ کا مسئلہ تمام مسلمانوں کے سامنے پیش کردیا ہے - اور یہ بطور اپنے اندر ایسے عواقب شدیدہ رکھتی ہے ' جنکا اگر اسی وقت علاج نہ کیا گیا تو عجب نہیں کہ مساجد و اوقاف کے قبض و تسلط کا سر رشتہ مسلمانوں کے ہاتھ سے نکلکر حکام کے اختیار میں چلا جائے - پس تمام پیروان اسلام کا فرض دینی ہے کہ وہ جب تک اس معاملے کو ایک انفطاعی فیصلے تک نہ پہنچا لیں ' ہر طرف سے آنکھیں بند کرکے صرف اسی مسئلہ کے پیچھے اپنی تمام جد و جہد و قوائے وقت و مال کو وقف کردیں -

(۲) اسکے لیے باقاعدہ ' منظم ' مستقل ' اور متحدہ اجتماعی جد و جہد کی ضرورت ہے - پس تمام اُن کوششوں کو جو مسئلۂ مسجد کانپور کے متعلق ملک میں ہو رہی ہیں ' ایک رشتۂ نظام میں منسلک کرنے ' اور اصل مسئلۂ مسجد ' نیز مقدمات زیر عدالت کیلیے تمام وسائل و ذرائع عمل کے اختیار کرنے کیلیے یہ مجلس قائم کی گئی ہے -

تمام خط و کتابت سکریٹری کے نام ادارۂ الہلال کے پتے سے ہونی چاہیے -

شؤون داخلیہ

کانپور کے مقدمات کی ابتدائی منزل طے ہوگئی - اوائل اکتوبر سے سشن کا اجلاس شروع ہوگا :

رہے نہ دل میں ہوس ' آؤ یہ بھی کر دیکھو !

اس حادثے کی عجیب و غریب نوعیت جو ابتدا سے رہی ہے ' اسکا ظہور عدالت کی کارروائیوں میں بھی موجود تھا - ناظرین روزانہ اخبارات میں حالات پڑھتے رہے ہونگے - صفائی کے وکلا کے ساتھہ جو سلوک کیا گیا ' جس طرح مسٹر مظہر الحق کو غیر معمولی ضبط و تحمل سے کام لینا پڑا ' جس طرح صفائی سے استغاثہ کو مدد دینے کی عجیب خواہش کی گئی ' اور اقرار کرانا چاہا کہ وہ تاج کے طرف سے ایک معتمد وکیل مصلحت درگذر کرنے کی صورت میں اپیل نہ کرینگے ' یہ تمام باتیں ہندوستان کے عدالتی لٹریچر میں ہمیشہ یادگار رہینگی -

ایک بزرگ دوست لکھتے ہیں -

" ان مقدمات کا بالآخر جو نتیجہ نکلنے والا ہے وہ ابھی سے معلوم ہے - کون نہیں جانتا کہ موجودہ حالات میں انصاف کی حقیقت معلوم - پھر اس سے کیا فائدہ کہ ہم لا حاصل اپنا وقت مقدمات میں صرف کریں ؟ انہیں چھوڑ دیجیے کہ ان رسمی عدالتی کارروائیوں کے بعد بالآخر جو ہونے والا ہے وہ آج ہی کر دیں "

میں نے انکو لکھا ہے کہ یہ سچ ہے - اس انصاف کدے کا تو یہی حال ہے :

خود کوزہ و خود کوزہ گر و خود گل کوزہ !

تاہم مقدمات کو غیر ضروری نہ سمجھنا چاہیے - اسکے لیے بے شمار وجوہ ہیں - قانون نے کام کرنے کیلیے ایک خاص ترتیب عمل مقرر کردی ہے ' اور ہمیں چاہیے کہ اسی کے مطابق قدم بڑھائے جائیں - خواہ مایوسی کیلیے کیسے ہی سخت اسباب موجود ہوں ' تاہم اسکی تمام منزلیں طے کرنا ضروری ہے - ہم کو پوری قوت و سامان کے ساتھہ مقدمہ لڑنا چاہیے - ہمارے ساتھہ قانون ہے ' اور ہم دراصل ۳ - اگست کے مظلوموں کیلیے نہیں لڑ رہے ' بلکہ " تعزیرات ہند " اور حکومت ہند کے قانون " اساس فرماں روائی " کو اسکی چھنی ہوئی عزت دوبارہ دلانا چاہتے ہیں - ہم کو یقین ہے کہ مسٹر ٹائلر نے معصوم بچوں کے سینوں ہی کو نہیں ' بلکہ عظیم الشان " قانون " کے سر کو بھی زخمی کیا ہے -

اصلی عدالت سلطان عدل کی ہے ' اور وہ کانپور اور الہ آباد کی عمارتوں سے بے پروا ہے - اگر ہم ایک سو ایک ہتھکڑیوں کو نہ کھلوا سکے ' تو مشیت الہی سے چارہ نہیں - ۳ - اگست کو لوگ خاک و خون میں تڑپے تو ہم نے کیا کیا ؟ لیکن ساتھہ ہی ہم واقعات کے چہرے کا بند نقاب توڑنا چاہتے ہیں ' اور اگر ایسا کرسکے تو ہماری تمام جد و جہد کی یہ اعلی ترین قیمت ہوگی - دنیا دیکھہ چکی ہے کہ یہی پر اسرار نقاب ہے ' جسکے تحفظ کیلیے مقدمات کو آگے نہ بڑھنے کی ایک عجیب و غریب کوشش باسم عفو و رحم کی گئی تھی ' اگرچہ وہ بعد میں واپس کردی گئی -

پس کتنی ہی نا امیدی ہو ' کتنی ہی رکاوٹیں ڈالی جائیں ' کتنی ہی ہمارے وکلا کے صبر و تحمل کیلیے سخت آزمایشیں پیدا ہوجائیں ' مگر مقدمات کو انتہائی جد و جہد کے ساتھہ چلانا چاہیے - تاکہ اس عدالت کے کاموں سے اس بڑی عدالت کیلیے سامان فراہم ہوجائے ' جو تمام دنیا کی چشم عقل و انصاف سے عبارت ہے - اور پھر وہ دیکھہ سکے کہ اصلیت و حقیقت کیا ہے ' اور عدالت و قانون کے ناموں سے اسکے ساتھہ کیا کیا جا رہا ہے ؟

پھر اگر نتیجہ ناکامی ہی ہے تو آج بھی کون ہے جو کامیابیوں کے عیش کدے کے مزے لوٹ رہا ہو ؟ جہاں ۱ جولائی کی تاریخ ہمیں یاد رکھنی ہے ' جہاں ۳ - اگست ہم بھولے نہیں ہیں ' وہاں ایک تاریخ اور بھی سہی - جس دن ہندوستان کی سب سے بڑی عدالت کی عمارت میں ہمیں فیصلہ سنایا جائیگا ' اسے بھی یاد رکھیں گے '

ہم جل رہے ہیں - ہم کو پانی کی ضرورت ہے نہ کہ تیل کی - لیکن اگر تیل چھڑکا جا رہا ہے تو اسکے شعلوں کی ذمہ داری ہمارے سر نہیں ہے -

پھر ان مقدمات کے ذریعہ صدہا ضمنی فوائد ہیں ' جن سے نہایت قیمتی نتائج ہم حاصل کرینگے - مسلمانوں کے سچے دینی جذبات اور غیرت ملی کی یہ ایک اصلی نمایش ہوگی - انکے اثر ' قوت و عمل ' و نفسانی جذبات و اعراض کو تمام عالم دیکھہ لیگا - اہل دل ' جنکی افسردگی کا مدت سے ماتم چلا آتا ہے ' دیکھہ سکیں گے کہ اب بھی چھپے ہوے شعلے اپنے اندر رکھتے ہیں - حکومت کیلیے بھی یہ ایک کشف حقیقت کا اصلی موقعہ ہوگا - وہ سمجھہ سکے گی کہ حکام کی روایات سریہ سے ملک کی اصلی حالت بالکل مختلف ہے ' اور کانپور کا مسئلہ کانپور ہی کا مسئلہ نہ تھا ' بلکہ تمام پیروان اسلام کا -

اب رہی ہماری امید و بیم ' تو اسکی بابت بھی سن لیجیے - یہ سچ ہے کہ ہم مایوس ہیں مگر ابھی وہ وقت نہیں آیا ہے کہ ان معاملات میں تاج برطانیہ سے مایوس ہوجائیں - ہم کو یقین ہے کہ یہ جو کچھہ ہوا اور ہو رہا ہے ' چند حکام کی نا عاقبت اندیشانہ ضد اور ہٹ کا نتیجہ ہے ' اور بدقسمتی سے موجودہ حکومت اعلی بھی اب اسکا ساتھہ دے رہی ہے - حکومت کو یقین دلایا گیا ہے کہ یہ کوئی مذہبی معاملہ نہیں ہے ' اور نہ اس سے مسلمانوں کو کوئی حقیقی صدمہ پہنچا ہے - محض چند آدمیوں کی پیدا کی ہوئی شورش ہے ' اور اسکے آگے جھکنا ہمیشہ کیلیے اپنے تئیں ضعیف کردینا ہوگا -

پس اگر ہم نے اپنے مستحکم و غیر متزلزل استقلال اور سعی و جہد قانونی سے اصل حقیقت ظاہر کردی ' تو ضرور ہے کہ کبھی نہ کبھی ہم کو ہندوستان کے گم شدہ انصاف کا سراغ مل جائے گا -

ہم زخمی ہیں مگر اب تک مرہم سے مایوس نہیں ہوے - ہم کو صبر کی تعلیم دی گئی ہے اور ہم ابھی انتظار کرسکتے ہیں - تاہم اگر آخر میں بھی مایوس کردیے گئے تو پھر یاد رہے کہ ہماری " مایوسی " ہماری " امید " سے بھی زیادہ پر خروش ہوگی - اس دن کیلیے مایوس کرنے والوں پر افسوس ہے : ذلک یوم الخروج ! (۵۰ : ۴۱)

افکار و حوادث

ارشاد الملوک

ہز آنر سر جیمس مسٹن بالقابہ نے حادثۂ خونین کانپور کے بعد ۹ - اگست کو آگرہ میں جو خطبۂ ہمایونی دیا تھا ' وہ اچھی طرح شائع ہوچکا ہے اور موافق و مخالف بحیثیں بھی ہوچکی ہیں ' تاہم ہمیں جو کچھہ عرض کرنا تھا ' وہ اب تک باقی ہے - انہوں نے فرمایا :

" مگر سب سے زیادہ میں اُن لوگوں کی سنجیدہ ذمہ داری سے متاثر ہوا جو خود تو دور اور محفوظ ہیں ' مگر جنہوں نے اپنی تقریروں اور تحریروں سے ایک جاہل جماعت کے جذبات کو مشتعل کردیا اور جن پر خدا اور انسان کی نظروں میں یکساں بہت سارے ضرورت خون بہانے اور مصیبت لانیکا گناہ عائد ہوتا ہے - میری یہ دعا ہے کہ آگرہ کو ایسی المناک مصیبت کا کبھی سامنا نہ کرنا پڑے - "

سب سے پہلے تو ہم اپنے تئیں مبارک باد دیتے ہیں کہ ہز آنر کی زبان مبارک بھی " خدا " کے لفظ سے نا آشنا نہیں - ستم زدگان کانپور کا ذکر کرتے ہوے خدا انہیں یاد آھی گیا - کاش ہز آنر فارسی کے ذوق آشنا ہوتے تو ہم مرحوم (غالب) کا یہ شعر سناتے :

روان فدائے تو ' نام کے بردہ نامہ !
رہے ملامت ذوقیکہ در بیان تو نیست !

ہز آنر نے لفظ کو تو خدا کا نام لے دیا ' لیکن کاش انہیں معلوم ہوتا کہ انکے مخاطب مسیحی نہیں بلکہ مسلمان ہیں ' اور انکے لیے یہ " لفظ " اتنا سہل و آسان نہیں ' جتنا خود انکے لیے ہے - وہ ایک مصلوب جسد کے پوجنے والے نہیں ہیں جو اپنے بے رحم خدا کو پکارتے پکارتے بالآخر دنیا سے چل دیا ' اور اب اسکے خون کے سوا ' جسکے کفارے میں اسکے تمام پرستاروں کے گناہ معاف ہوگئے ہیں ' اور اُسکے اندر کچھہ باقی نہیں رہا ہے ' بلکہ وہ ایک حی و قیوم اور قاہر و منتقم خدا کے پرستار ہیں ' جو انکی دعاؤں کو سنتا ' انکی اعانت و نصرت فرماتا ' حق و عدل کو کامیاب ' اور ظلم و جور کی پاداش کیلیے ایک عدالت رکھتا ہے - انکو خدا تک پہنچانے کیلیے ' انکے خدا نے یہودیوں کے ہاتھوں اپنا خون نہیں بہایا ہے ' بلکہ جب یہودیوں کی طرح خود انکا کسی دست ظالم سے خون بہایا جاتا ہے ' تو پھر وہ اپنے خدا تک پہنچ جاتے ہیں - وہ ہز آنر کی طرح صرف مسیح ھی کو زندہ نہیں مانتے ' بلکہ ہر اُس مظلوم و مقتول جور و ستم کو بھی ' جسکا خون جرم بے جرمی میں بہایا گیا ہو -

بہتر تھا کہ ہز آنر صرف انسانوں ھی کا ذکر کرتے ' جنکی قسمت تب تک انکے ہاتھہ میں دیدی گئی ہے ' اور خدا کا نام نہ لیتے جو انکی قسمت کا بھی مالک ہے - معلوم نہیں ' ہز آنر بہ حیثیت بیسویں صدی کے ایک متمدن فرزند یورپ ہونے کے ' مذہب و خدا پرستی کے متعلق کیا خیال رکھتے ہیں ؟ یورپ آج ایک طرف تو مادہ کے آگے سر جھکاتا ہے - دوسری طرف مسیح کی پرستش سے بھی انکاری نہیں - پہلی صورت میں تو یہ تذکرہ انکے لیے بالکل ھی غیر ضروری تھا - یورپ اب بہت آگے بڑھگیا ہے اور خدا کا خوف زمانۂ وحشت کے توہمات تھے ' جن سے بیسویں صدی کے عصر تمدن کے ایک تعلیم یافتہ دماغ کو کوئی ہراس نہونا چاہیے -

دوسری صورت میں بھی ایک مصلوب جسم کے پرستار کیلیے بہت مشکل ہے کہ وہ ان لوگوں کو خوف الہی کا وعظ سنا سکے ' جو ایک زندہ خدا کی پرستش کرتے ہیں -

ہم ہز آنر کی مطلق العنان حکومت و فرماں روائی پر اس دور قانون و دستور میں صبر کرسکتے ہیں - انکو اپنے ایک واعظ اور ملا کی حیثیت بھی دیسکتے ہیں ' اگر علی گڈہ کالج میں اسکی ضرورت پیش آجاے - انکو اپنا شیخ الاسلام اور مفتی و فقیہہ بھی مان لیں گے ' جیسا کہ وہ کانپور کے متعلق فتوا دے رہے ہیں - یہ سب کچھہ مان لینے کیلیے طیار ہیں ' مگر خدا را " خوف الہی " کے وعظ سے تو ہمیں معاف ھی رکھیں - انکی زبان سے سب کچھہ سننا پڑتا ہے اور سنتے ہیں ' مگر " خدا " کا نام سنکر بے اختیار ہو جاتے ہیں - آہ ! یہی تو وہ نام محبوب و مقدس ہے ' جسکی شہادت توحید کی صدا سے کانپور کی مسجد کی ہر دیوار اور ہر اینٹ مقدس کی گئی تھی ' اور اسی نام کی عزت تھی ' جسکے لیے بالآخر فرزندان الہی کو اپنا خون دینا پڑا !

ارما نحلے ' لیک مباد ایں ہمہ بیداد
در حوصلۂ حلم خداوند نہ گنجد

ہز آنر سے کیا کہیں کہ وہ اس لذت سے آشنا ھی نہیں - انکا مسیحی قلب اس " مذہبی جنون " کی حقیقت کیا سمجھیگا ' جو ہمارے جسم کے ایک ایک قطرۂ خون کے اندر بھرا ہوا ہے - انہوں نے خدا کا نام تو سیکھہ رکھا ہے ' لیکن ابھی اسکے کاموں سے بے خبر ہیں - اگر " خدا " کا تصور کوئی ڈرنے کی چیز ہوتی ' تو ۳ - اگست کا طرۂ خونین حکمرانان عہد کے تاج غرور میں نہ ہوتا -

اسکے بعد ہم کو اُس " جماعت " کے متعلق بھی غور کرنا ہے ' جس کی " سنجیدہ ذمہ داری " نے ہز آنر کو اس درجہ متاثر کیا ' اور جو انکی روایت کے مطابق اس حادثۂ فاجعہ کی اصلی محرک ہے -

یہ لوگ عجیب و غریب ہیں - انکی طاقتیں حیرت انگیز اور انکے کام پر اسرار ہیں - وہ اگرچہ کانپور سے باہر ہیں ' لیکن ایسی مخفی طاقتیں رکھتے ہیں کہ ایک اشارے کے ساتھہ ھی سارے شہر کو جان دیدینے پر آمادہ کردیتے ہیں - انکی حکومت کروڑوں انسانوں کے دلوں پر قائم ہے - مسجد کے " وضو خانے " کی نسبت کانپور کے مسلمانوں کو کوئی اعتراض نہ تھا ' لیکن اس پر اسرار جماعت نے دو ہفتے کے اندر ہندوستان کی تمام اسلامی آبادی کو معترض بنا دیا اور جس چیز کو کل تک لوگ سر جیمس مسٹن کی نظر سے دیکھتے تھے ' اب اسلام کے خدا کی نظر سے دیکھنے لگے !

ہم نہایت ممنون ہیں ہز آنر کے ' کہ انہوں نے سب سے پہلے ہمارے سامنے کسی ایسی سحر کار اور حکمران قلوب و ارواح جماعت کی مخبری کی ' جو کروڑوں مسلمانوں کے دلوں پر حکومت رکھتی ہے ' اور اسلامی آبادیاں اسکے اشارے پر جان دینے تک پر آمادہ ہوجاتی ہیں - فی الحقیقت اگر کوئی ایسی جماعت موجود ہے ' تو جہاں تک جلد ممکن ہو ' ہمیں اسکی جستجو میں نکلنا چاہیے - جن لوگوں کو خدا نے ایسی عجیب طاقتیں دی ہوں ' انکے دیکھنے کا کون مشتاق نہوگا ؟ سر جیمس مسٹن نے جہاں ضمناً مخبری کا فرض انجام دیا ہے ' وہاں اگر از راہ رعایا پروری ہمیں اُن تک پہنچا بھی دیں ' تو یہ احسان عظیم ہوگا :

ڈھونڈہ لائے تمہیں اُس بت کو خدا را اے شیخ
تم خدا ترس تھے ' اک کام ہمارا کرتے !

مسلمان ہمیشہ سے رو رہے ہیں کہ اُن میں باہم اتفاق نہیں، کوئی متفق علیہ لیڈر نہیں - کسی قسم کا ارگنائزیشن نہیں - انکی حالت ایک بے سری مرغ کی سی ہو رہی ہے، جنکا مسٹر ٹاللر جیسا کوئی سپہ سالار نہو -

لیکن سر جیمس مسٹن بہادر کی روایت اگر بغیر جرح کے تسلیم کر لی جاے (اور ظاہر ہے کہ تسلیم کرنی ہی پڑیگی - یہ کچھہ "مذہبی جنون" کے دیوانے یعنی مسلمانوں کی گردن توہے نہیں، جو محروم ہونے کیلیے ہو) تو اس صورت میں ہمیں اپنی سالہا سال کی مایوسیوں میں یک قلم تبدیلی کردینی پڑیگی - وہ کہتے ہیں کہ ایک جماعت کسی "محفوظ" مقام پر (جو ہز آنر کے دماغ مبارک کے محفوظ حجرا تخیل کے علاوہ یقیناً کوئی دوسری جگہ ہے) موجود ہے - جسکو یہ قوت حاصل ہے کہ کانپور میں جوش نہ تھا، اُس نے جوش پیدا کردیا - یہاں کے لوگ سادت و صامت تھے، انہوں نے انکو زبان دراز و فغان سنج بنا دیا - وہ اپنی مسجد کے مطلوبہ حصے کو مسجد نہیں سمجھتے تھے، مگر انکے حکم سے مسجد یقین کرکے جان دینے پر آمادہ ہوگئے - پھر اتنا ہی نہیں، بلکہ تمام ہندوستان کے مسلمانوں کے دل اس طرح انکی مٹھی میں ہیں کہ بہ یک اشارہ ساحرانہ و طلسمانہ، سب کے سب انہی کی سی کہنے لگے اور مسجد! مسجد! کا ہر طرف شور مچ گیا!

سبحان اللہ! اگر تمام مسلمانوں پر ایسی طاقت رکھنے والے موجود ہیں تو ہمیں اپنی پراگندگی اور نا اتفاقی پر افسوس کرنے کی جگہ، یقیناً ہز آنر کی رہنمائی میں انکی تلاش کرنی چاہیے - ہز آنر بوجہ اپنی رعایا نواز و رحیم و شفیق طبیعت کے اس جماعت سے خوش نہیں، نہ اسکے احکام کی بدولت سپہ سالار پولیس کو بحکم فرماں رواے کانپور، چھہ سو پچیس کارتوس صرف کرنے پڑے - اور اس طرح علاوہ چند جانوں کے نقصان کے، گورنمنٹ ہند کے فوجی ذخیرہ کا بھی نقصان ہوا، لیکن تا ہم اگر اس جماعت کا ہمیں پتہ لگ جاے، تو ہم کسی نہ کسی طرح ہز آنر سے اسکی صفائی کرا دیں گے - ہم انسے عرض کرینگے کہ نفع کثیر کے مقابلے میں نقصان قلیل کو نظر انداز کر جائیے - ایک ایسی طاقتور اور حاکم کل جماعت کے پیدا ہونے سے آپکی سات کروڑ رعایا اپنی تلاش قدیم میں کامیاب ہوتی ہے - اسکا بکھرا ہوا شیرازہ جمع ہو جاتا ہے، اسکے تمام قومی اور دینی امراض کا علاج اصلی ہاتھہ آجاتا ہے - صاحب نفوذ و اثر پیشواؤں کے بغیر کوئی قوم زندہ نہیں رہسکتی - پس اسطرح کروروں انسانوں کو موت کے بعد زندگی نصیب ہوتی ہے - "رفاہ عام کے کاموں" کیلیے جب مسجد کا ایک حصہ لیا جاسکتا ہے، کیونکہ عامۂ خلائق کے نفع کثیر کے مقابلے میں ایک مخصوص جماعت کے نقصان قلیل کی پروا نہیں کی جاسکتی، تو پھر ہمیشہ کیلیے ایک قوم کی زندگی کے مقابلے میں مسجد کانپور کے صرف ایک ہی واقعہ کی پروا نہیں کرنی چاہیے -

---

بہرحال کسی نہ کسی طرح سر جیمس مسٹن میں اور اُنمیں صفائی ہو ہی جاے گی، لیکن ہم انکے اشتیاق میں بے چین، اور انکے دیدار کیلیے مضطرب ہیں - کاش کسی طرح انکا کچھہ نشان و سراغ مل جاے - مشکل یہ ہے کہ اس آسمان کے نیچے سر جیمس مسٹن کے سوا اور کسی ذی روح کو انکی نسبت معلومات نہیں، اور جب تک وہ رہنمائی کیلیے آمادہ نہوں، کچھہ نہیں ہوسکتا -

لکھنؤ میں مسجد کانپور کیلیے لا حاصل ڈیپوٹیشن نے اپنا وقت ضائع کیا - اسکی جگہ اگر اس جماعت کی سراغرسانی کیلیے التماس پیش کی جاتی، تو عجب نہیں کہ ہم اپنی ایک قدیمی جستجو کی کامیابی کو اپنے سے قریب پاتے -

---

ہز آنر کو اس خون کی بڑی فکر ہے کہ کس کا دامن اس سے تر کیا جاے؟ کبھی انکو مسلمانوں کا مذہبی جنون یاد آتا ہے - کبھی کانپور سے باہر کچھہ پر اسرار لوگ نظر آجاتے ہیں، جنکو ایسی عظیم الشان قوتیں حاصل ہیں کہ باوجود کانپور کی بے حسی اور رضا و سکوت کے، اپنے ایک اشارے پر لوگوں کو میدان جنگ میں لا کھڑا کرتے ہیں!

لیکن اگر انہیں صرف اس خون کے بوجھہ ہی کیلیے کسی دوسرے کاندھے کی تلاش ہے تو اسکے لیے اس زحمت فرمائی کی ضرورت نہیں - نہ تو وہ مسلمانوں کے مذہبی جنون کی جستجو میں نکلیں اور نہ کسی "باہر کی" ایسی عجیب القلابی طاقت والی جماعت سے خوف زدہ ہوں - مسلمانوں کا خون اتنا قدملی نہیں ہے کہ اسکے لیے اتنی پریشانی اٹھائی جاے - وہ صاف صاف کیوں نہ کہدیں کہ اسکی ساری ذمہ داری خود مسلمانوں کے موجودہ عہد خونیں پر ہے؟ طرابلس میں ہزاروں مسلمانوں کا خون بہا، دیا ہوا؟ مقدونیہ میں ہزاروں لاشیں تڑپیں، پھر کونسی قیامت آگئی؟ جب خود زمانہ انکا خون بہانے پر تلا ہوا ہے، تو ہندوستان نے کیا قصور کیا تھا کہ اسکی زمین چند قطروں سے بھی محروم رہتی؟ اسمیں نہ سر جیمس مسٹن کا قصور ہے، اور نہ اسکے الزام سے انہیں گھبرانے کی ضرورت:

چہ لازم ست کہ بد نام قتل ما باشی؟
ستارہ و فلک و بخت و روزگارے هست!

ہز آنر فرماتے ہیں:

"سب سے زیادہ میں اُن لوگوں کی سنجیدہ ذمہ داری سے متاثر ہوا جو خود تو دور اور محفوظ ہیں مگر جنہوں نے اپنی تقریروں اور تحریروں سے ایک جاہل جماعت کے جذبات کو مشتعل کر دیا اور جن پر خدا اور انسان کی نظروں میں یکساں بہت سا بے ضرورت خون بہانے اور مصیبت لانیکا گناہ عائد ہوتا ہے - میری دعا ہے کہ آگرہ کو ایسی المناک مصیبت کا کبھی سامنا کرنا نہ پڑے"

لیکن یہی مضمون ایک دوسرے سیاح کانپور کی زبانی اِن لفظوں میں بھی بیان کیا جا سکتا ہے، اور ایک ہز آنر کے مقابلے میں سات کروڑ انکھوں کا مشاہدہ بھی ہوگا:

"اِن ساری جانفرسا مصیبتوں، اِن اِنسانیت سوز بے رحمیوں، اس سفک دماء اور قتل اطفال، اس نہب و سلب اور قہر و جبر، بندوقوں کے طوفان اور سنگینوں کی سفا کی، صدہا اشک ہاے حسرت اور نالہ ہاے جانکاہ، غرضکہ ۳ - اگست کے تمام انسانی مصائب و ہلاکت کی ذمہ داری، عند اللہ اور عند الناس، صرف لوگوں پر عائد ہوتی ہے، جنہوں نے حکومت کے بلند اور محفوظ تخت پر مظلوموں کی داد و فریاد سے بے رحمانہ اغماض کیا - انکے جوش کو بے اصل، انکے احتجاج کو مصنوعی، اور انکے قانونی مطالبہ کو بے معنی بتلایا - تاج برطانیہ کی عزت، اور حکومت کی مذہبی آزادی کی روایات بھول گئے، اور انہوں نے باوجود فرض، انصاف، مروت، اور حق کے، وہ نہیں کیا، جس کو کرکے ان تمام خونیں مصائب کو یک قلم روک دے سکتے تھے - اور بالآخر انکا حاکمانہ گھمنڈ اور بے پروایانہ اغماض، جو پہلے اخباروں کے صفحوں پر حرفوں کی سیاہ پوشی، اور صحن ہاے مجالس میں آہ و فغاں کے دھویں کی صورت میں موجود تھا، مظلوموں کے خون کا سیلاب بنکر مسجد کانپور کی منہدم دیوار پر سے گذر گیا!!

گیرم کہ وقت ذبح طپیدن گناہ من
دیدن ہلاک و رحم نہ کردن گناہ کیست؟

ہم سب کی دلی دعا یہ ہے کہ خدا ہندوستان کے اور صوبوں کو ایسے حکام کی مصیبت سے محفوظ رکھے"

فتح قسطنطنیہ

سلطان محمد فاتح کا قسطنطنیہ میں داخلہ
اور آخری بازنطینی مدافعت

الهلال

۱۰ شوال ۱۳۳۱

فتح قسطنطنیه

عزل و نصب

غلبت الروم في ادنی الارض (۱)

۸۰۰ه

دو تصویریں

آجکی اشاعت کے ساتھہ دو تاریخی مرقع صفحۂ تصاویر خاص پر شائع کیے جاتے ہیں - بظاہر دیکھیے تو زمانۂ قدیم کے ایک معرکۂ انقلاب کی تصویریں ہیں ' مگر غور کیجیے تو عبرت و بصیرت کا ایک پیام منقوش اور خطبۂ مصورہ ہے ' جو انقلاب امم کے افسانۂ غیر مختتم کا دفتر آپکے سامنے کھول دیتا ہے !

مسلمانوں کی خلافت و نیابت الہی ' اور وعدۂ ربانی کے ظہور و تکمیل کے صدہا مرقعات میں سے یہ بھی ایک مرقع عبرت ہے -

* * *

دنیا کو شعرا و صوفیا نے عموماً کسی کاروانسرا یا مسافر خانے سے تشبیہ دی ہے - بعضوں نے اسے ایک پل قرار دیا ہے جو رہنے کیلیے نہیں، بلکہ صرف ایک بار گذر جانے کیلیے ہے - حکومتوں اور قوموں کے عروج و زوال ' اور ایاب و ذہاب پر نظر ڈالیے ' تو یہ تشبیہ بالکل صحیح ہے - اس کاروانسراے ارضی میں حکمرانی و تاجداری کے مسافر یکے بعد دیگرے آتے ہیں اور جاتے ہیں - اپنی اپنی باری سے ہر قوم تاج حکومت پہنتی اور تخت اقبال پر متمکن ہوتی ہے - پھر قانون انقلاب فیصلہ صادر کرتا ہے اور کسی دوسرے کیلیے جگہ خالی کرکے راہی فنا و تنزل ہوجاتی ہیں:

یکے ہمی رود و دیگرے ہمی آید

انقلاب امم

قران کریم نے اسی حقیقت کی طرف یہ کہکر اشارہ کیا ہے کہ:

و تلک الایام نداولها بین الناس!

دوسری جگہ زیادہ تصریح کی کہ:

و ما اهلکنا من قریة الا و لها کتاب معلوم - ما تسبق من امة اجلها و ما یستاخرون (۱۵ : ۵)	اور ہم نے کبھی کوئی انسانی آبادی غارت نہیں کی مگر اسکی تباہی کیلیے ایک میعاد مقررہ پہلے سے لکھی ہوئی تھی - کوئی قوم نہ اپنے زوال و فنا کے مقررہ وقت سے آگے بڑھسکتی ہے اور نہ پیچھے رہسکتی ہے - جو وقت اسکے لیے مقرر ہے ' ضرور ہے کہ اسی وقت وہ دوسروں کیلیے جگہ خالی کردے!"

قانون انقلاب

لیکن وہ قانون انقلاب امم ' اور اجل مقدرۂ الہی کیا ہے؟ اسکا جواب خود قران کریم نے بار بار اور بہ اعادہ و تکرار دیا ہے:

ذالک بان الله لم یک مغیراً نعمة انعمها علی قوم حتی یغیروا ما بانفسهم ' و ان الله سمیع علیم - (۸ : ۵۵)	" یہ انقلاب حالت اسلیے ہوا کہ یہ اللہ کا قانون ہے - وہ کسی قوم کو نعمت تاج و تخت اور عظمت و جبروت دیکر پھر اسکو نہیں بدلتا ' جب تک کہ وہ قوم خود اپنی صلاحیت کو بدل نہ ڈالے اور بیشک وہ سمیع و علیم ہے "

دوسری جگہ فرمایا:

فسیروا في الارض فانظروا کیف کان عاقبة المکذبین؟ (۳ : ۱۳۱)	" تم سے پہلے بھی اس دنیا میں بہت سے انقلابات و حوادث گذر چکے ہیں - پس زمین کی سیاحت کرو اور دیکھو کہ جن قوموں نے اپنے اعمال سے احکام الہی کو جھٹلایا ' انکا کیا نتیجہ نکلا؟ "

ایک اور موقعہ پر فرمایا:

و ما کنا مهلکی القری الا و اهلها ظالمون - (۲۸ : ۶۰)	" اور ہم انسانی بستیوں کو کبھی تباہ و ہلاک نہیں کرتے ' مگر صرف اس حالت میں کہ وہ لوگ قوانین و احکام الہی سے سرتابی کرتے ہیں "

سورۂ (ہود) میں کہا:

و ما کان ربک لیهلک القری بظلم و اهلها مصلحون (۱۱ : ۱۱۹)	" اور تمہارا پروردگار ایسا بے انصاف نہیں ہے کہ کسی آبادی کو ناحق برباد کردے اور وہاں کے لوگ خوش اعمال اور نیکو کار ہوں "

اسکے علاوہ اور بہت سے مقامات میں اس طرف اشارہ کیا ہے - پس یہی وہ قانون الہی ہے ' جسکے بموجب قوموں اور ملکوں کے انقلابات ہوتے رہتے ہیں - دنیا خدا کا ایک گلہ ہے - اور وہ نوبت بہ نوبت مختلف قوموں کو اپنی نیابت دیکر بھیجتا ہے تاکہ اس گلے کی حفاظت کریں -

کلکم راع و کلکم مسئول عن رعیته (الحدیث)	تم سب کی حیثیت کسی گلے کے چرواہے کی سی ہے ' اور ہر چرواہا اپنے گلے کی حالت کا ذمہ دار اور مسئول ہوتا ہے -

جو قوم اس فرض الہی کو ادا کرتی ہے ' تاج اقبال اور سریر عظمت پر اسکا قبضہ رہتا ہے - لیکن جب احکام الہیہ کی سرکشی اور نافرمانی میں مبتلا ہوجاتی ہے ' تو خدا اپنی دنیا کو حکم دیدیتا ہے کہ اسکی فرماں برداری سے سرکش و متمرد ہوجاے - جو شخص اپنے حاکم کا مطیع نہیں ' اسے کیا حق ہے کہ اسکے ماتحت اسکی اطاعت کریں؟ ولکل درجات مما عملوا ' و ما ربک بغافل عما یعملون (۲ :)

پھر اس قوم کا دور اقبال ختم ' اور اسباب حیات غروب ہوجاتا ہے ' اور حکمۃ الہیہ کسی دوسری قوم کو بھیج دیتی ہے ' تا اسکے گلے کی حفاظت کرے ' اور اسکے آگے جھک کر تمام انسانوں کو اپنے آگے جھکاے:

و ربک الغني ذوالرحمة '	تمہارا پروردگار بے نیاز و رحمت ' و ما

(۱) یہ آیۂ کریمہ نظم: قسطنطنیہ کا مادۂ تاریخ ہے " في ادنی الارض " سے ۸۰۰ھ کا ترجمہ کیا گیا ہے - کیونکہ " ارض " کا " ادنی (ض) ہے اور اسکے عدد ۸۰۰ ہیں -

ان یشأ یذہبکم و یستخلف من بعدکم ما یشاء کما انشاکم من ذریۃ قوم آخرین !

ہے - اگر چاہے تو تم کو چھوڑ دے اور تمہارے بعد جس قوم کو چاہے تمہارا جانشین بنا دے ' جیسا کہ دوسری قوموں کی نسل سے تم کو پیدا کرچکا ہے -

ایک اور مقام پر صاف تصریح کردی کہ اسکی نظر اعمال صالحہ پر ہے - اگر تم سرکشی کروگے تو وہ تم سے اپنا رشتہ کاٹ لیگا اور تمہاری جگہہ کسی دوسری قوم کو عزت و حکمرانی کا وارث بنا دیگا :

یا ایہا الناس ! انتم الفقراء الی اللہ واللہ ہو الغنی الحمید - ان یشأ یذہبکم و یأت بخلق جدید و ما ذلک علی اللہ بعزیز (۳۵ : ۱۶)

اے لوگو ! تم اللہ کے فضل کے محتاج ہو - اللہ تو غنی و حمید ہے - وہ اگر چاہے تو تم کو ہٹا دے اور تمہاری جگہہ کسی نئی مخلوقات کو لا کھڑا کرے ' اور ایسا کرنا اللہ کیلیے کچھہ مشکل نہیں !

اس قانون کی بنا پر آغاز عالم سے کتنی قومیں خدا کی زمین کی وارث ہوئیں اور پھر دوسروں کیلیے جگہ چھوڑ کر خود ظلمت گمنامی میں چھپ گئیں ؟ یہی قانون الہی تھا ' جس نے بنی اسرائیل کی عظمت و حشمت کا مسلمانوں کو جانشین اور وارث بنایا ' اور داؤد (ع) کے ہیکل میں جو کچھہ تھا ' وہ ابراہیم (ع) کی قربانگاہ کو نصیب ہوا ' تاکہ آزمایا جائے کہ مسلمان اس امانت کی کیونکر حفاظت کرتے ہیں ؟

ثم جعلناکم خلائف فی الارض لننظر من بعدہم کیف تعملون ؟ (۱۰ : ۱۵)

پھر بنی اسرائیل کے بعد ہم نے تم کو زمین کی خلافت عطا کی ' تاکہ دیکھیں کہ تمہارے اعمال کیسے ہوتے ہیں ؟ "

ظہور و تکمیل وعدۂ الہی

اس وعدۂ الہی کا ظہور دنیا کے گوشے گوشے میں ہوا - تیرہ سو برس کے اندر صدہا تخت بچھے اور اٹھے - کتنی سلطنتیں قائم ہوئیں اور مٹیں - لیکن اس کاروان سرائے اقبال کا آخری قافلہ وہ تھا ' جو سنہ ۶۸۷ - میں وسط ایشیا سے چلا اور بالآخر سنہ ۱۴۵۳ - میں یونانی اور رومانی عظمت کے مدفن ' یعنی قسطنطنیہ میں پہنچکر مقیم ہوگیا - یہ بھی انقلاب آباد عالم کا ایک عجیب و غریب تماشا ' اور اس قانون الہی کی ایک عبرت انگیز تبدیل تھی ' جب بیزنطانی حکومت کا مغرور تاج عین اپنی عظمت گاہ کے دروازے پر قسطنطین دراگا سیس (آخری فرماں روائے قسطنطنیہ) کے سر سے اتارا گیا تھا ' اور (محمد فاتح) کے سر پر رکھا گیا تھا - پہلا سر خدا کے آگے مغرور تھا ' اسلیے اسکی زمین پر بھی ذلت کے ساتھہ ٹھکرایا گیا - دوسرا اسکے سامنے سر بسجود تھا ' اسلیے اسکی زمین پر بھی سربلند و مغرور ہوا - وہ جب ۱۴ - مئی سنہ ۱۴۵۳ - کو (سینٹ رومانس) کے عظیم الشان پھاٹک سے شہر میں داخل ہوا تو اپنے گھوڑے کی پشت پر سجدۂ عبودیت میں جھکا ہوا تھا !

فتح قسطنطنیہ

اس موقع میں دو تصویریں ہیں - پہلی تصویر فتح قسطنطنیہ کا آخری معرکہ ہے ' جب دروازۂ شہر کی دیوار پر یونانی و رومانی عظمت کی الوداع تھی ' اور چند گھنٹوں کے بعد اس انقلاب کی گھڑیاں پوری ہوجانے والی تھیں ' جو (سینٹ صوفیا) کے مسیحی معبد کو خدائے واحد کی پرستش گاہ کی صورت میں بدل دینے والا تھا -

دوسری تصویر (سلطان محمد فاتح) کے اولین داخلۂ شہر کی ہے ' جس نے (سینٹ صوفیا) کے دروازے کے سامنے پہنچکر اپنی سواری روک لی تھی - کیونکہ اسکے اندر شہر کی بقیہ آبادی جمع ہوکر (مریم) کے خاموش بت کے آگے چیخ رہی تھی ' تاکہ وہ انکی سن لے اور اپنے آسمانی فرشتے کو انکی مدد کیلیے بھیج دے -

لیکن (مریم) کا مسکین بت بدستور چپ رہا ' کیونکہ وہ پرستاروں ھی و قیوم کے تبرزوں سے خود بھی محفوظ نہ تھا -

جسطرح کہ اسکا بیٹا پہلا طرس کی عدالت سے بچنے کیلیے اپنے باپ کے سامنے بہت گڑگڑایا تھا کہ " ایلی ایلی لما سبقتانی " خدایا ! میرے منھہ سے موت کے پیالے کو ہٹالے ! (مرقس ۱۴ : ۳۶) لیکن بالآخر وہ نہ ہٹا اور رومی سپاہیوں نے اسکی ہتھیلیوں میں میخیں ٹھونک کر صلیب پر چڑھا دیا !

اسی طرح آج اسکی ماں بھی بے بس تھی - وہ جو اپنے بیٹے کو نہ بچا سکا ' اپنے بیٹے کے پرستاروں کی مدد سے کیا غافل ہوگیا - عین اس وقت ' جبکہ وہ اسمانی فرشتے کیلیے چشم براہ تھے ' دروازہ ٹوٹا اور فاتحوں کی مہیب صورتیں انکی طرف بڑھتی ہوئی نظر آئیں ! جن میں سب سے آگے نوجوان (سلطان محمد) تھا -

وہ آسمان کا فرشتہ نہ تھا ' مگر زمین کا ایک رحم دل فرزند ضرور تھا - اور آسمان کے فرشتوں نے نہیں بلکہ ہمیشہ زمین کے فرشتہ خصلت انسانوں ھی نے زمین پر کام کیا ہے !!

اس نے آتے ھی تمام باشندگان شہر کو امان دیدی - اسکے رحم و انصاف کا شہادت سے سخت متعصب مسیحی مورخوں کو بھی اعتراف کرنا پڑا ہے -

توضیح عبرت

غرضکہ یہ تصویریں قومی عروج و زوال ' ایاب و ذہاب ' اور عزل و نصب الہی کا ایک عبرت انگیز موقع ہیں ' جنمیں ایک قوم عظمت و اقبال کی متاع تاراج کرکے اپنے سریر فرماں روائی سے رخصت ہو رہی ہے ' اور شہر کے دروازے پر جو کچھہ ہو رہا ہے ' وہ گویا جانے والے قافلے کا الوداعی نظارہ ہے ' جہاں حسرت و نامرادی اسکی مشایعت کیلیے موجود ہیں !

دوسرا موقع فتح یابی و ظہور مندی کا نیا قافلہ ہے جو انہی راہوں سے گذر کر شہر میں داخل ہو رہا ہے ' جہاں سے کچھہ دیر پہلے اسکے پیشرو نکل چکے ہیں ' اور پچھلے قافلے کی خونیں نشانیاں جا بجا ابھی باقی ہیں !

لتفتحن القسطنطنیۃ

ساڑھے چار سو برس گذر گئے ' مگر اب تک یہ قافلہ یہیں مقیم ہے - انقلاب و تغیرات کے کتنے ھی اوراق ہیں جنکو دست حوادث نے الٹا ' مگر یہ مرقع ایاب و ذہاب امم ' ابتک بدستور انظار عالم کے سامنے توصیۂ عبرت و بصیرت کیلیے موجود ہے !!

امام (احمد) نے مسند میں ایک حدیث روایت کی ہے :

لتفتحن القسطنطینۃ ' ولنعم الامیر امیرہا ' ولنعم الجیش جیشہا ! (الحدیث)

قسطنطنیہ فتح کیا جائیگا - کیا اچھا وہ امیر ہے جو اس فوج کا امیر ہو ' اور کیا اچھی ہے وہ فوج ' جو اس فتح عظیم کو حاصل کرے !

پہلی صدی ھی سے قسطنطنیہ پر اسلامی فوجکشی شروع ہوگئی تھی - امیر معاویہ کے عہد میں اسی کی دیواروں کے نیچے حضرت ابو ایوب انصاری نے راہ جہاد میں جام شہادت پیا ' اور اپنے بعد آنے والے مجاہدین اسلام کے استقبال کیلیے وہیں رہگئے - بالآخر آٹھویں صدی میں (سلطان محمد فاتح) کے ہاتھوں یہ پیشین گوئی پوری ہوئی ' اور ابتک اسکی صداقت غیر متغیر ہے !

یونانی نبوت

فتح قسطنطنیه کے زمانے میں ایک عجیب یونانی پیشین گوئی شہر میں پھیل گئی تھی - مشہور (گبن) نے اسکو نقل کیا ہے - نادان مفتوحوں کو یقین تھا کہ ترک شہر پر قابض ہو جائیں گے - لیکن جب وہ (سینٹ ایا سوفیا) کے میدان میں پہنچیں گے تو ایک تلوار بکف فرشتهٔ غیبی اتریگا ' اور انکو قتل کرتا ہوا سرحد ایران تک بھگا دیگا !

رومیوں کو اسکا یہاں تک یقین تھا کہ فتح قسطنطنیه کے بعد (سینٹ سوفیا) میں جمع ہوگئے اور غافل فرشتے کو چیخ چیخ کر بلانے لگے - فرشتہ تو ضرور آیا - اُس نے اپنے ملکوتی رحم و انصاف سے انکو پناہ دی تھی ' لیکن فاتح قسطنطنیه ' سرحد ایران تک نہ بھگائے گئے !

یہ فرشتهٔ فتح و نصرت ' یعنے (سلطان فاتح) جب داخل ہوا ' تو کہتے ہیں کہ (سینٹ سوفیا) کا پادری نماز میں مصروف تھا - نصف پڑھ چکا تھا اور نصف باقی تھی - لیکن ترکوں کے داخل ہوتے ہی دیوار شق ہوئی اور پادری اُسکے اندر غائب ہوگیا - مشرقی عیسائیوں کو یقین ہے کہ کبھی نہ کبھی کسی دن مقدس پادری اپنی بقیہ نصف نماز پوری کرنے کیلیے دیوار سے نکلے گا اور وہی دن ہوگا ' کہ پھر شاخ زیتون ہلال سے نکل کر صلیب کے قبضے میں آئیگی اور قدیمی مسیحی دارالحکومت مسیحیوں ہی کیلیے ہو جائیگا -

انتظار عہد مقدم

صدیوں پر صدیاں گذر گئیں مگر انتظار اب تک باقی ہے - دیوار شق نہیں ہوتی ' اور مقدس ولی اپنی بقیہ نماز کے پورا کرنے کا چنداں خواہشمند معلوم نہیں ہوتا - نامرادیوں اور مایوسیوں کے بعد (جنگ بلقان) نے مسیحی امید کی ایک نئی شعاع روشن کی تھی ' اور ۹ - نومبر سنه ۱۹۱۲ - کو (گلڈ ہال) لندن میں (مسٹر ایسکویتھ) نے فاتح قسطنطنیه کا ترانهٔ صلیبی گایا تھا -

مسٹر اسکویتھ کا صلیبی خواب

وہ دیکھ رہے تھے کہ " باب مسیحیت " کھل چکا ہے ' سینٹ سوفیا کی دیواریں شق ہوگئی ہیں ' صلیبی جنگ کی فراموش شدہ مقدس گھنٹوں کی متحرک صدائیں گھنٹے کے شور میں ملی ہوئی بلند ہو رہی ہیں ' " پر اسرار پادری " اپنی انگلیوں سے صلیب کا لاہوتی نشان بناتا ہوا نکلا ہے ' اور روح القدس کا " ابوتر " بشکر صوفیا کے مینارے پر بیٹھا رقص نشاط کر رہا ہے !

لیکن افسوس کہ اس صلیبی خواب کی تعبیر بھی الٹی نکلی - بلقانی کروسیڈ کی تقدیس قبل از وقت ثابت ہوئی - " ثمرات فتح " سے اپنے دامن بھر بھر کر مسٹر ایسکویتھ نے " فتح مند " بلغاریا کی طرف پھینکے ' مگر اُس بد نصیب کے ہاتھ ایک دانہ بھی نہ آیا - ایڈریا نوپل ہاتھ آکر پھر نکل گیا ہے - " سینٹ سوفیا " اب تک " جامع ایا صوفیا " ہے - ناقوس کی صدا اب تک اُسے نصیب نہ ہوئی ' اور " فتح مند " بلغاریا کی نامرادانہ شکست پر انگلستان خون کے آنسو رو رہا ہے !

و انه لحسرة على الكافرين '	اور اسمیں کچھ شک نہیں کہ جو کچھ کہ ہوا ' کافروں کیلیے موجب
و انه لحق اليقين '	ماتم و حسرت ہے ' اور اسمیں بھی
فسبح باسم ربك العظيم ! (۲۵ : ۶۹)	شک نہیں کہ یہ ایک یقینی صداقت

الہی کا ظہور ہے - پس اپنے پروردگار کی حمد و ثنا کرو ' جس نے دشمنان اسلام کو شادمانی کی جگہ حسرت نامرادی میں مبتلا کر دیا "

همّوا بما لم ينالوا !

خدا تعالی نے دنیا میں اپنے کاموں کو اپنا نشان قرار دیا ہے - سورهٔ (توبه) میں جہاں کفار و منافقین کا ذکر کیا ' وہاں انکی ایک مخصوص حالت یہ فرمائی کہ :

و همّوا بما لم ينالوا (۹ : ۷۵)	اور ان لوگوں نے اسلام کی مخالفت میں وہ کام کرنا چاہا ' جس کو وہ نہ کر سکے !

اس صداقت کی حقیقتیں ظہور اسلام سے لیکر اس وقت تک ہمیشہ ظاہر ہوتی رہیں - ممکن ہے کہ اپنی بد اعمالیوں سے مسلمان اسکے مصداق ثابت نہوں ' لیکن اسلام تو ہمیشہ اپنے اس معجزہ کے عجائب دکھلاتا رہیگا -

پس خدا نے دشمنان اسلام کے ارادوں کی ناکامی و نامرادی کا خاص طور پر ذکر کیا ہے ' اور موجودہ جنگ اس نامرادی کی ایک نئی شہادۂ عظیمه ہے - جبکہ ترکوں کی ناکامی حد انتہا تک پہنچ چکی تھی ' جبکہ مسٹر ایسکویتھ فتح قسطنطنیه کی خبر چند گھنٹوں کے اندر سننا چاہتے تھے ' جبکہ بلغاریا جرمنی کی طرح قسطنطنیه میں داخل ہونا چاہتی تھی ' تاکہ عالم اسلامی سے اپنی عظمت کا اقرار کرائے ' جبکہ انگلستان مضطرب تھا کہ " باب مسیحیت " کو کھولنے والے " ثمرات فتح " سے محروم نہ رہیں ' جبکہ انکے تمام شیطانی مظالم سے انکار ' اور جبکہ انکی تقدیس و تعظیم سے تمام انگلستان گونج رہا تھا ' اور پھر جبکہ اسلام کیلیے خود مسلمانوں کی تمام انسانی کوششیں ختم ' اور ہر طرف سے کامل مایوسی اور انتہائی ناکامی کا ظہور ہو چکا تھا ' تو یکایک اُس بادل کی طرح ' جو انتہائی طپش و حرارت کے وقت یکایک پھیلتا اور نا امیدوں کو بنعام رحمت الہی سے بدل دیتا ہے ' واقعات کا صفحہ الٹا ' اور عقلوں کو متحیر اور ادراک انسانی کو عاجز کرتی ہوئی آیة نصرة الہیه کا ظہور ہوا - چند گھنٹوں کے اندر ہی دنیا پلٹ گئی - انسان جب اپنی کوشش سے ناکام رہکر تھک گیا تھا ' تو خدا کا ہاتھ اپنی عزت کی حفاظت کیلیے بڑھ گیا - جہاں کل تک امید کی شادمانیاں تھیں ' وہاں آج نامرادی کا ماتم ہے ' اور جہاں ناکامی کی مایوسی تھی ' وہاں کامیابی کی برکتیں ہیں :

مستهم البأساء و الضراء و زلزلوا ' حتى يقول الرسول و الذين آمنوا : متى نصر الله ؟ الا ان نصر الله قريب ! (۲ : ۲۱۰)	یہ وہ لوگ تھے کہ سخت شدید سختیوں اور مشکلوں میں پھنس گئے اور انکے پانوں ثبات ہل گئے ' یہاں تک کہ اللہ کا رسول اور مسلمان چیخ اٹھے کہ آخر اللہ کی مدد کب آئیگی اگر ایسی سخت مایوسی کے وقت بھی نہ آئی ؟ جواب ملا کہ کیوں مایوس ہوگئے ہو ؟ سن رکھو کہ اللہ کی مدد کا وقت قریب آگیا !

جنگ (بدر) میں مسلمانوں نے مایوس ہوکر نصرة الہی سے پھر کامیابی حاصل کی تھی ' اور یہی امید بعد از یاس ' انکی آئندہ

استقامتوں کا وسیلہ بنی : و لقد نصركم الله ببدر و انتم اذلة - (۳ : ۱۱۹) -

موجودہ جنگ کے ان حوادث کے اندر بھی ہمارے مستقبل کے لیے ایک درس بصیرة موجود ہے - اپنی آخری فرصت سے فائدہ اٹھانا ہے تو اٹھا لیں - ایڈریا نوپل ہاتھ سے جا چکا تھا اور کامل پاشا کی وزارت نے انگلستان کے آگے سر تسلیم خم کر دیا تھا - اُس وقت کہا جاتا تھا کہ ان ناکامیوں اور مایوسیوں کے بعد اسکے سوا چارۂ کار ہی کیا ہے ؟

لیکن خدا کی نصرت نے (انور بے) کی صورت میں ظہور کیا' اور ۲۳ - جنوری کو انجمن اتحاد و ترقی نے زمام حکومت پھر اپنے ہاتھوں میں لی - اتحادی وزارت مایوسیوں سے بے خبر نہ تھی' مگر اس نے دیکھا کہ اگر آخری ناکامی مقدر ہو ہی چکی ہے' تو خود اس کو لینے کیلیے کیوں ڈریں؟ جتنی مہلت اور ملے سعی و جہد سے باز نہ آئیں - کسے معلوم کہ کل کیا ہونے والا ہے؟ ممکن ہے کہ کوئی سبیل نجات پیدا ہو جاے :

چوں دمیدم عنایت توفیق ممکن ست
در تنگناے نزع نہ کوشد کسے چرا؟

پھر جو کچھ ہوا وہ ظاہر ہے - مایوسی کامل پاشا کیلیے بھی تھی اور مرحوم شوکت پاشا کیلیے بھی - پہلے نے سر رشتۂ صبر و استقلال ہاتھ سے دیدیا - اسکا نتیجہ جو کچھ تھا' معلوم ہے - دوسرے نے صبر و استقامت کی راہ اختیار کی - اسکا نتیجہ آج تمام عالم کو حیرت و تعجب کا پیغام دے رہا ہے !! فای فریق احق بالامن ان کنتم تعلمون ؟

مشہد اکبر

آج (شہادت گاہ کانپور) کے حوادث خونیں ہمارے سامنے ہیں - اگر مسلمانوں نے " استعینوا بالصبر والصلوۃ " پر عمل کیا اور سر رشتہ صبر و استقامت اور جد و جہاد کو ہاتھ سے ندیا' تو انکی کامیابی یقینی و قطعی ہے' اور مایوسیوں ہی کے اندر سے بشارت امید ملنے والی ہے -

پر اگر ہمت ہار بیٹھے' اور خداے عزیز و حکیم کا' جو انکا ہر حال میں ساتھ دیتا ہے' ساتھ نہ دیا' تو پھر ان نتائج معرفہ اور عواقب الیمہ کیلیے ہندوستان کے ہر مسلم باشندہ کو طیار رہنا چاہیے؟ جن کو اس وقت صرف عاقبت بینی ہی کی دوربین سے دیکھا جاسکتا ہے : فبای حدیث بعد اللہ و آیاتہ یومنون؟

آج کی اشاعت کے " بریڈ مرنگ " میں ایک نوٹ " ہموا بمالم ینالو " کے عنوان سے درج کیا گیا ہے - اس میں " ریویو اف ریویوز " لندن کے ایک مضمون کا اقتباس ہے - نہ صرف انگلستان' بلکہ تمام یورپ کا یہ مشہور رسالہ بلغاریا کی ناکامیوں پر ماتم کرتا ہے' اور متحسر و متالم ہے کہ بلغاریا کو فتح مندی کے بعد پھر ذلت و نامرادی نصیب ہوئی - اس مضمون کی تحریک انہیں سطور کو پڑھکر ہوئی تھی اور اسی لیے اسکا عنوان بھی " ہموا بمالم ینالوا " قرار دیا گیا -

معاہدۂ رومانیا و بلغاریا

چونکہ حکومت بلغاریا نے رومانیا کے مطالبات سے اصولاً اتفاق کرلیا تھا' اسلیے بخارسٹ میں اس خط (لائن) کے متعلق صاف صاف گفتگو کرنے میں تاخیر نہیں کی گئی' جو آیندہ سرحد ڈوبرڈجا (Dobrudja) کو نشان زد کرنے والی ہے -

ایک ہی جلسہ کے دونوں ملکوں میں اختلافات باہمی کے تصفیہ کی طرف رہنمائی کی - ترتوکائی (Turtukai) ڈوبرچ (Baltchik) اور بالچک (Baltchik) ان تینوں شہروں سے مغرب و جنوب میں' دس اور پندرہ میل کے مابین' نئی سرحد شروع ہوتی ہے -

اسطرح رومانیا کو ایک دفاعی سرحد مل گئی ہے' اور وہ اب قلعہ ہاے شملا (Shumla) اور رسچک (Rustchuk) کے انہدام کی بابت اپنا دعوی واپس لیتی ہے -

اس اتفاق (اگریمنٹ) کے شرایط اس عہد نامۂ عام میں شامل کردیے جاینگے' جو پانچوں سلطنتوں کی تصدیق کے بعد بخارسٹ میں پیش کیا گیا تھا -

حادثۂ کانپور

زمیندار لاہور میں حسب ذیل مراسلہ شائع ہوا ہے :

جناب ایڈیٹر صاحب - تسلیم - میرا ایک مقدمہ اپیل رام ناتھ اپیلانٹ بنام درگا پرشاد وغیرہ رسپانڈنٹان عدالت ججی کانپور میں تھا - میں یکم اگست سے ۱۸ - اگست تک کانپور میں رہا ۳ - اگست کا واقعہ مسلمانوں کا نسبت مسجد مچھلی بازار میرے سامنے ہوا - ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ جاے وقوعہ کے علاوہ شہر میں جہاں مسلمان نظر پڑے بندوقوں کی مار سے ہلاک کر ڈالے گئے' اور جاے وقوعہ یعنے مسجد میں تو بے انتہا مسلمانوں کو گولیوں سے فنا کر ڈالا اور کوئی ڈیڑھ سو لاشیں بوروں میں بند کر کے جبکہ ہم اشنان کرنے تھے دریا میں عجلت کے ساتھ پھینکدی گئیں - یہ بات قابل مشتہر کرنے کے ہے - اگر آپ لوگ یا وکیل ملزمان کانپور اس امر کا کافی اطمینان ہم کو دلائیں کہ سچی بات کہنے میں گورنمنٹ ہم سے ناخوش نہ ہوگی تو ہم شہادت دینگے اور یہ سب حال مفصل جو ہم نے دیکھا تھا بیان کرنے کے لیے تیار ہیں - صرف ہم یہ خیال کرتے ہیں اور ڈرتے ہیں کہ گورنمنٹ و حکام ہم سے بہت ناراض ہونگے -

پنڈت رام ناتھ اوستھی زمیندار موضع میندھا پرگنہ گروال - ضلع باندہ

انگلستان بلغاریا کو اشتعال دلا رہا ہے

مسألۂ سرحد میں ترکی کی طرف دول یورپ کے میلان کا محور بعض ممالک پر اسکے قبضہ کے جواز و عدم جواز کے اندر نہیں ہے' بلکہ صرف وہ امید ہے' جو ترکی کی حکومت ان ممالک کے بقاء و قیام کے لیے رکھتی ہے -

۸ - اگست سنہ ۱۹۱۳ع کے (نیر ایسٹ) کی راے میں یہ دعوی بیکار ہے کہ انجمن اتحاد و ترقی ان ممالک کے کسی حصہ کی حکومت کے بارے میں بھی اعتبار پیدا کرسکتی ہے جو معاہدۂ لندن کی رو سے ترکوں کے لیے چھوڑ دیے گئے ہیں - وہ بلغاریا کو اشتعال دلاتا ہے کہ بلغاریا اپنے حکام کی مجنونانہ و بے اصول ڈپلومیسی کے خمیازے میں ان مصائب سے دوچار ہوئی ہے " با ایں ہمہ اس قوم کی روح اور قابلیت ابھی باقی ہے - اگر ضرورت ہوئی تو وہ صحیح ترین نگرانی کی ماتحتی میں کسی دن اس فیصلہ کی تنسیخ کی کوشش کے لیے اپنے آپ کو مجبور محسوس کریگی' جسمیں ناانصافی یا انتہائی تذلیل کی بو آتی ہے "

یہ ہے اسلام و اہل اسلام کی خدمت' جو نیر ایسٹ کر رہا ہے' اور جس کے عوض میں گورنمنٹ اس کو ہندوستان کے خزانے سے امداد دے رہی ہے ! وان الظالمین بعضہم اولیاء بعض' واللہ ولی المتقین (۸۱ : ۵۴)

مسجد کانپور مچھلی بازار

کے روزانہ مفصل و مستند حالات اور عدالت کی کل کارروائی شائع کرنیکا اخبار آزاد کانپور نے انتظام کیا ہے - اجلاس عدالت کی پوری کارروائی دوسرے روز صبح کو شائع کردیجاتی ہے - ان پرچوں کی ایک روپیہ ماہوار قیمت مقرر کیگئی ہے - اشاعت پر پرچہ برابر ڈاک سے ارسال ہوتے رہیں گے - منی آرڈر بنام منیجر آزاد کانپور آنے - واقعہ ۳ - اگست سے آخر ماہ تک کے کل حالات بھی موجود ہیں - قیمت ایک روپیہ

منیجر آزاد - کانپور -

تاریخ اسلام کا ایک غیر معروف صفحہ

ملک حبش میں ایک اسلامی حکومت

(۲)

دربار حبش میں دعوۃ اسلام

حبش میں ایک اسلامی حکومت کے ظہور و قیام کے حالات لکھنا مقصود ہیں ، ورنہ ہجرۃ حبشہ کے واقعات میں بہت سے امور تفصیل طلب تھے -

علی الخصوص قریش مکہ کے معاندانہ مساعی و تدابیر ، اور باوجود مسلمانوں کی منتہا درجہ کی بے سروسامانی و بیکسی کے کامیابی و فتح یابی -

پروف دیکھاتے ہوے گذشتہ نمبر میں خیال ہوا تھا کہ واقعۂ ہجرۃ حبشہ کی کسی قدر مزید تفصیل کردیں اور اسکے بعد آگے بڑھیں - لیکن وقت بہت کم تھا ، اسلیے مرتب صفحات میں ترمیم نہ ہوسکی - آج چاہتے ہیں کہ گذشتہ نمبر کے بقیہ حصے کو شروع کرنے سے پہلے بطور تکملہ و تعلیق ، ہجرۃ حبشہ کی تشریح مزید کردی جاے - گذشتہ نمبر کے دوسرے کالم میں جہاں ہجرۃ کا ذکر ہے ، مندرجۂ ذیل سطور کو اسکا تتمہ تصور کیا جاے -

(ابن ہشام) نے اپنی سیرۃ میں حضرۃ ام سلمہ سے اس بارے میں روایات نقل کی ہیں ، جو منجملہ مہاجرین حبش کے تہیں - وہ کہتی ہیں کہ نجاشی نے ہمارے ساتھ نہایت عمدہ سلوک کیا - ہم بارادی اپنے اعمال مذہبی ادا کرتے تھے اور چین اور آرام سے رہتے تھے ہمارے خلاف وہ کوئی بات نہ سنتا ، اور نہ ہمیں کوئی مخالف اذیت پہنچا سکتا تھا -

لیکن جب قریش نے ہمیں ایک گوشۂ عافیت میں محفوظ دیکھا ، تو یہاں بھی ظلم و ستم سے باز نہ رہے - انہوں نے حجاز کی بہتر سے بہتر اور قیمتی سے قیمتی اشیا تحائف کیلیے جمع کیں ، اور نہ صرف نجاشی کیلیے ، بلکہ حبش کے تمام بطریقوں اور پادریوں کیلیے بھی طرح طرح کے ہدایا فراہم کیے - اس سے مقصود یہ تھا کہ تمام ملک کو وہ ہمارے برخلاف سازش کرنے کیلیے آمادہ کرسکیں -

جب سامان فراہم ہوگیا تو عبد اللہ بن ربیعہ اور عمرو بن العاص کو اس مہم کیلیے منتخب کیا اور وہ تمام تحائف و ہدایا لیکر حبش پہنچے -

قریش مکہ نے ان لوگوں کو ہدایت کردی تھی کہ حبش پہنچکر پہلے نجاشی سے ملاقات نہ کریں ، کیونکہ ممکن ہے کہ وہ اہل دربار و رؤساء دینیہ سے مشورہ کرے اور مشورہ کا نتیجہ ہمارے خلاف نکلے - پہلے کچھ دنوں قیام کرکے ملک کے تمام بطریق و رؤساء کلیسا سے ملاقات کرلینا - ان میں سے ہر ایک شخص کو تحفہ تحائف دیکر موافق بنا لینا ، اور جب یہ سازش مکمل ہوجاے تو پھر دربار کا رخ کرنا !

چنانچہ اس وفد نے یہی طریقہ اختیار کیا اور تمام بطریقوں سے ملکر کہا :

"ہمارے ملک کے چند سفیہہ اور مفسد لوگ ہیں جنہوں نے ہمارا دین چھوڑدیا اور آپ لوگوں کا دین بھی اختیار نہیں کیا - ایک نیا مذہب انہوں نے نکالا ہے جس سے آپ اور ہم ، دونوں بالکل ناواقف ہیں ، اور کبھی اسکے احکام سننے میں نہیں آے - وہ بھاگ کر آپکے ملک میں آگئے ہیں - انکے بارے میں پادشاہ سے التجا کرینگے - آپ اسے مشورہ دیں کہ ان لوگوں کو ہمارے حوالے کردے" -

اسکے بعد وہ دربار نجاشی میں پیش ہوے اور تحائف کے گذراندنے کے بعد انہی الفاظ میں اپنی خواہش ظاہر کی - نیز کہا کہ " ہمیں ان لوگوں کی قوم کے اشراف و اعیان اور انکے اعمام نے بھیجا ہے تاکہ آپ انہیں ہمارے حوالے کردیں "

تمام بطریقوں نے بھی انکی تائید کی اور کہا کہ انکی درخواست لائق پذیرائی اور انکی خواہش بالکل حق بجانب ہے -

لیکن نجاشی یہ سنتے ہی غضب ناک ہوگیا - اس نے اپنے درباروں پر نظر ڈالی اور کہا کہ یہ کیسی بات ہے جو تم مجھسے چاہتے ہو ؟ میں ایسے لوگوں کو بغیر تحقیق و تفتیش کیونکر انکے حوالے کردوں جو میرے ملک میں پناہ لینے کیلیے آئے ہیں ؟ میں انکو بلاتا ہوں اور انکے مقابلے میں اصل حقیقت پوچھتا ہوں - اگر ان لوگوں کا بیان صحیح ثابت ہوگیا تو پھر البتہ انکی درخواست لائق قبول ہوگی -

چنانچہ نجاشی نے مسلمانوں کو طلب کیا اور پوچھا :

" وہ کونسا دین ہے جو تم نے اختیار کیا ، جسکی وجہ سے تم نے اپنی قوم کے دین کو بھی ترک کردیا اور ہمارے دین مسیحی کو بھی اختیار نہیں کیا ؟ "

مہاجرین مسلمین کی جماعت میں سے جعفر بن ابی طالب (حضرۃ امیر علیہ السلام کے بھائی) کھڑے ہوے اور انہوں نے جواب میں تقریر کی :

ساتویں صدی کے ایک داعی اسلام کی تقریر

" اے پادشاہ ! ہم ایک وحشی قوم تھے - بتوں کو پوجتے تھے ، مردار کھاتے تھے ، فواحش میں مبتلا تھے ، قطع رحم اور قمار بازی ہمارا شیوہ تھا ، اور ہم میں سے ہر قوی ضعیف کو تباہ کردیتا تھا -

یہ حالت تھی کہ رحمت الہی جوش میں آئی اور خدا نے ایک مقدس رسول ہماری طرف بھیجا ، جو ہم ہی میں کا ایک فرد تھا - جسکے نسب کی بزرگی ، خصائل کی پاکیزگی ، اخلاق حسنہ کی عظمت کا ہم میں سے ہر شخص کو علم اور اعتراف ہے - پس وہ آیا اور اس نے اللہ کی طرف ہم سب کو دعوت دی کہ اسکی یگانگت کا اقرار کریں ، اس کے آگے جبین نیاز جھکائیں - اسکے سوا ان سب معبودان باطل کو چھوڑ دیں ، جنکی جہل و نادانی سے ہم اور ہمارے آباؤ اجداد پوجا کرتے آئے ہیں - اس نے

ہم کو حکمت و دانائی کی تعلیم دی - اچھے کاموں کا حکم دیا - اس نے بتلایا کہ سچائی کو اختیار کرو - کسی کی امانت ہو تو ادا کردو - اپنے اعزا و اقارب کے حقوق دو نہ بھولو - ہمسایہ کے ساتھ بھلائی کرو - فواحش کے نزدیک نہ جاؤ - انسان کا خون نہ بہاؤ - فتنۂ و فساد سے بچو اور یتیموں کا مال نہ کھاؤ - کسی پر تہمت نہ لگاؤ - صرف اللہ ہی کی پرستش کرو - پانچ وقت نماز ادا کرو - اپنے مال میں فقرا کا بھی ایک حصہ سمجھو - اور اسی طرح اور تمام برائیوں سے بچنے اور بھلائیوں کے اختیار کرنے کی طرف اس نے ہم سب کو بلایا -

یہی دین جدید ہے جسکو وہ لیکر آیا ' اور یہی تعلیم ہے جسکے لیے ہم نے اپنی قدیمی بت پرستی اور جہالت و نادانی کو خیر باد کہا - اسپر ہماری قوم ہماری دشمن ہوگئی اور ہم پر طرح طرح کے ظلم و ستم کرنے لگی - یہاں تک کہ ہم پر عرصۂ حیات تنگ ہوگیا اور بے بس ہوکر ترک وطن پر مجبور ہوگئے - پھر بھی ہم کو چین سے اللہ کی بندگی کرنے کی مہلت نہیں ملتی ' اور اے بادشاہ حبش ! یہ لوگ یہاں بھی پہنچ گئے ہیں تا کہ ہم کو پھر وہاں لیجائیں اور پتھر کی پوجا چھوڑ کر آسمان و زمین کے مالک کی پرستش کرنے کا ہم سے انتقام لیں "

نجاشی پر نزول روح القدس

حضرۃ جعفر تقریر کر رہے تھے اور صداقت الہی اندر ہی اندر چپکے چپکے اپنا کام کر رہی تھی - جب وہ خاموش ہوے تو نجاشی پر ایک عالم مدہوشی طاری تھا - اس نے پوچھا کہ تمہارے نبی پر کوئی کتاب بھی اتری ہے ؟ اور اگر اتری ہے تو تم اسمیں سے کچھ سنا سکتے ہو ؟

حضرت جعفر نے سورہ مریم کی تلاوت شروع کی اور نجاشی پر جوش تاثر سے عالم رقت طاری ہوگیا - وہ بے اختیار چیخ اٹھا :

" بیشک بیشک ! یہ وہی صداقت کی روشنی ہے جو مسیح ابن مریم کی صورت میں چمکی تھی ' اور یہ دونوں نور ایک ہی مشکواۃ قدس سے نکلے ہیں - قسم خدا کی - میں ان پرستاران خدا کو کبھی تم ظالموں کے حوالے نہیں کرسکتا - جاؤ اور اپنی درخواست واپس لیجاؤ ! "

(سیرۃ ابن ہشام بر حاشیۂ زاد المعاد - جزو اول صفحہ ۱۸۰]

اعلان

صدارت اجلاس ہفتم آل انڈیا شیعہ کانفرنس

شیعہ کانفرنس نے عالی جناب آغا حسن صاحب قبلہ مد ظلہ العالی کو اجلاس ہفتم شیعہ کانفرنس کیلیے صدر تجویز کیا تھا - جناب ممدوح نے ابتدا قائمقام عالی جناب معلی القاب انریبل نواب سید محمد صاحب بالقابہ مدراس کو قرار دیکر صدر نشین اجلاس مذکورہ کا تجویز فرمایا ہے اور جناب نواب صاحب ممدوح نے منظوری بھی بھیجدی ہے -

(سید علی غضنفر عفی عنہ)

ترجمہ اردو تفسیر کبیر

جسکی نصف قیمت اعانۂ مہاجرین عثمانیہ میں شامل کی جائیگی - قیمت حصۂ اول ۲ - روپیہ - ادارۂ الہلال سے طلب کیجیے -

اختلال توازن دول

از قلم سیاسی شہیر مسٹر ہوراس مارکر

ایک بڑی ضروری چیز یہ بھی ہے کہ موجودہ زمانے کے اہم سیاسی مسائل کی ' جنکا ذکر کثرت کے ساتھ عام مباحث ' واقعات ' تار برقیوں ' اور اخباروں میں ہوتا ہے ' ایک مرتبہ اس طرح تشریح کردی جاے کہ اخبار بین طبقہ کی معلومات اسپر حاوی ہوجائے اور پھر وہ ہر معاملہ پر فہم و واقفیت کے ساتھ غور کرسکیں -

" توازن دول " کا ذکر آجکل اکثر ہوتا ہے مگر بہت سے لوگ اس کی پوری حقیقت سے واقف نہونگے - آج ہم ایک مشرح مضمون اس کے متعلق شائع کرتے ہیں -

وہ سیاست ' جسکا مرکز نظر توازن قوی ہے ' نہایت قدیم و دیرینہ سال ہے ' بلکہ اسکی ابتدا عمران و آبادی عالم کے آغاز سے ہے - اسکا مقصد سادہ و صاف الفاظ میں یہ ہے کہ " کسی ایک سلطنت کی قوت اتنی نہ بڑھے کہ وہ تمام عالم کو اپنے زیر نگیں کرلے "

اس سلسلہ میں ولیم فریڈرک اعظم شاہ پروشیا کے چند فقرے قابل اقتباس ہیں جو گو تعداد میں کم اور مختصر ہیں ' مگر اس سیاست کے اکثر پہلوؤں پر مشتمل ہیں - اس نے ایک موقع پر کہا تھا :

" اس یورپ کے حفظ و بقا کا سب سے بڑا سبب قواے دول کا توازن یعنے ہم وزن رہنا ہے - اسکی وجہ سے قوی ضعیف کو پامال نہیں کرنے پاتا کیونکہ وہ قوی کے خلاف متحد و متفق ہوکر اسکی قوت کی شر انگیزیوں سے محفوظ و مامون ہو جاتی ہیں -

مگر جب یہ توازن فنا ہونے لگتا ہے تو دنیا میں عالمگیر غدر کا اندیشہ پیدا ہوجاتا ہے - ایسی حالت میں ممکن ہے کہ موجودہ سلطنتیں جو اپنے اندر تنہا مقاومت و مدافعت کی قوت نہیں رکھتیں ' مٹجائیں ' اور انکے انقاص و آثار پر ایک نئی وسیع سلطنت قائم ہو -

رومیوں کے عہد عروج میں اگر مصر و شام و مقدونیہ کی سلطنتیں متحد ہوگئی ہوتیں تو کبھی مغلوب نہ ہوتیں اور اسکے پیروں میں غلامی کی وہ زنجیریں نہ پڑتیں جو بعد کو رومیوں نے ڈالیں - "

اصل سیاست توازن تو قدیم ہے ' مگر موجودہ توازن دول اپنے مخصوص حالات و اثرات کے لحاظ سے بالکل نیا ہے - اس کا آغاز اسوقت سے ہوتا ہے جب کہ جرمنی ' آسٹریا ' اور اطالیا نے ایک طرف ' اور فرانس و روس نے دوسری طرف باہم محالفت کی - اسوقت تک ان پانچوں سلطنتوں کے قوی کا یہ تناسب تھا کہ محالفت روس و فرانس ' محالفت ثلاثہ کے ہمسنگ سمجھی جاتی تھی - انگلستان اسوقت تک غیر طرفدار تھا ' کیونکہ براعظم یورپ میں اسکے اسدرجہ عظیم الشان مصالح نہ تھے ' جنکے لیے انگلستان اختلال توازن سے ڈرتا -

مگر جرمنی نے انگلستان کے ساتھ چھیڑ چھاڑ شروع کردی - اس کا دیباچہ وہ تار تھا ' جو جرمنی نے سنہ ۱۸۹۶ ع یعنی آغاز جنگ ٹرنسوال میں کروجر کو بھیجا تھا -

اسکے بعد اس نے اپنی بحری قوت کی ترقی کی طرف توجہ کی - اس ترقی کا مقصد اصلی یہ تھا کہ بحری طاقت میں وہ انگلستان کے ہم پایہ ہوجائے - ذیل کے نقشے سے معلوم ہوگا کہ سنہ ۱۹۰۰ - سے ۱۹۱۲ - ع تک انگلستان اور جرمنی نے اپنے اپنے

بیڑوں پر کتنا روپیہ صرف کیا ؟ اور اس بارہ سال کے اندر دونوں کی بحری طاقت میں ترقی کی نسبت کیا رہی ؟

مواء بحریہ انگلستان و جرمنی

۱۹۰۰ - سے ۱۹۱۲ - تک

سنہ	انگلستان	جرمنی
۱۹۰۰	۹۷۸۸۱۴۶ پونڈ	۳۴۰۱۹۰۷ پونڈ
۱	,, ۱۰۴۲۰۲۵۶	,, ۴۹۲۱۰۳۶
۲	,, ۱۰۴۲۶۵۲۰	,, ۵۰۳۹۷۲۵
۳	,, ۱۱۴۷۳۰۳۰	,, ۴۳۸۸۷۴۸
۴	,, ۱۳۵۰۹۱۷۶	,, ۴۲۷۵۴۸۹
۵	,, ۱۱۲۹۱۰۰۲	,, ۴۷۳۰۲۰۶
۶	,, ۱۰۸۵۹۵۰۰	,, ۵۱۶۷۳۱۹
۷	,, ۹۲۲۷۰۰۰	,, ۵۹۱۰۹۵۹
۸	,, ۸۶۶۰۲۰۳	,, ۷۷۹۵۴۹۹
۹	,, ۱۱۲۲۷۱۹۳	,, ۱۰۱۷۷۰۶۲
۱۰	,, ۱۳۲۷۹۸۳۰	,, ۱۱۳۹۲۸۵۶
۱۱	,, ۱۵۰۶۳۸۷۷	,, ۱۲۲۵۰۲۶۹
۱۲	,, ۱۳۹۷۲۵۲۷	,, ۱۱۷۸۷۵۶۵

اس نقشہ کو بنظر امعان دیکھیے - صاف نظر آئیگا کہ جرمنی نے سنہ ۱۹۰۰ ع میں جسقدر روپیہ (یعنی ساڑھے تین ملین پونڈ) صرف کیا تھا ‘ سنہ ۱۹۱۲ ع میں اس سے سہ چند بلکہ اس سے بھی زائد (یعنی قریباً ۱۲ - ملین پونڈ) صرف کیا - اسکے مقابلے میں انگلستان نے سنہ ۱۹۰۰ - سے سنہ ۱۹۱۲ - تک صرف چار ملین پونڈ صرف کیے !

اسکا قدرتی نتیجہ یہی تھا کہ جرمنی کے بحری قوی میں ۲۴۷ - فی صدی ‘ مگر انگلستان کے بحری قوی میں صرف ۳۳ - فی صدی کا اضافہ ہوا -

ضرور تھا کہ جرمنی کے یہ سرگرم مساعی انگلستان ایسے بیدار اور عاقبت اندیش ملک کی نظروں میں کھٹکتے اور وہ کم از کم علی وجہ الظن و التخمین ‘ اس غایت اصلی کو ضرور معلوم کرلیتا جو اسمیں پوشیدہ تھی -

اسیطرح یہ ہوا کہ جرمنی نے اپنے مقصد کا بالکل اعلان شروع کردیا - ترقی کے پہلے ہی سال یعنی سنہ ۱۱ - ع میں جب بحری لائحہ (پروگرام) جرمن مجلس النواب (ریشتاگ) میں پیش کیا گیا تو اسمیں جنگی جہازوں کے لیے مبلغ خطیر کا مطالبہ کرتے ہوے وزیر جنگ نے کہا :

" جرمنی کو اتنے بڑے بیڑے کی ضرورت ہے کہ اگر کبھی دنیا کی سب سے بڑی بحری طاقت سے بھی جنگ ہو جاے تو اسکے تفوق و برتری کو معرض خطر میں ڈالدے "

جرمنی کے اس اہتمام و اعتناء اور مجاہر عزم مساوات و ہمسری نے انگلستان کو مجبور کیا کہ وہ اپنی ناطرفداری کو خیرباد کہکے مخالفت روس و فرانس میں شامل ہو جاے -

انگلستان کو یہ ترغیب اسلیے اور بھی ہوئی کہ جنگ روس و جاپان نے اتحاد فرانس و انگلستان کو کمزور کردیا تھا - پس اگر انگلستان روس کے ساتھہ شامل نہ ہوتا ‘ تو اس صورت میں جرمنی کی طاقت اپنے حلیفوں کی بنا پر انگلستان اور مخالفت روس و فرانس ‘ دونوں کی علحدہ علحدہ طاقتوں سے زیادہ ہوجاتی اور ظاہر ہے کہ یہ صورت یورپ کے لیے عموماً اور انگلستان کے لیے خاصکر کسدرجہ خطرناک تھی ؟ -

سنہ ۱۹۰۷ ع میں انگلستان باقاعدہ مخالفت روس و فرانس میں داخل ہوگیا ‘ اور یہ مخالفت ثلاثیہ ‘ " مفاہمت ثلاثیہ " کے نام سے موسوم ہوئی -

مخالفت ثلاثیہ صرف ان تین حکومتوں ہی کی نہ تھی ‘ بلکہ در اصل رباعیہ بلکہ خماسیہ تھی - اسلیے کہ جرمنی کو دولت عثمانیہ اور رومانیا کی دوستی پر بھی اعتماد تھا - اسکو یقین تھا کہ اگر یورپ میں جنگ چھڑ گئی تو یہ دونوں مخالفت ثلاثیہ کی مدد کرینگے جرمنی ‘ آسٹریا ‘ اور اطالیا نے اپنے اپنے سفیر بخارست بھیجے کہ مخالفت ثلاثیہ کے ساتھہ رومانیہ کے رشتۂ الفت و مودت کو قائم رکھیں - جرمنی نے اپنے اشخاص ‘ اسلحہ ‘ اور مال سے ترکوں کی مساعدت کی ‘ اور جب قیصر جرمنی سنہ ۱۸۹۹ ع میں دمشق گیا تو ایک دعوت میں جو خاص اسکے لیے کی گئی تھی ‘ یہاں تک کہدیا کہ وہ آل عثمان اور ان تمام لوگوں کا دوست ہے جو انکی خلافت کا اعتراف کرتے ہیں " ! !

جرمنی برابر دولت عثمانیہ کی تقویت کی کوشش کرتی رہی کیونکہ اسکو یقین تھا کہ جس طرح روس کی نقصان رسانی کا ذریعۂ وحید رومانیا ہے ‘ اسیطرح اسکا عقیدہ تھا کہ شاہنشاہی انگلستان کی تہدید و تضعیف پر قادر وحید صرف دولت عثمانیہ ہے -

جرمن کے اندر جنرل وان در گولتز کا پایہ سب سے زیادہ بلند ہے - اسے امور جنگ کے متعلق مہارت تامہ ‘ اور اس موضوع پر تصنیف و تالیف اور انشاء فصول و مقالات میں قدرت کاملہ حاصل ہے - وہ اپنی ایک تالیف کتاب میں لکھتا ہے :

" ترکی ہی ایک ایسی سلطنت ہے جو انگلستان کو نقصان پہنچا سکتی ہے - کیونکہ نہر سویس شاہنشاہی برطانیا کے جسم کی شہ رگ ہے "

ایک دوسری کتاب میں لکھتا ہے :

" جرمنی کے لیے ترکی کا رشتہ لازمی ہے - اسکو چاہیے کہ ترکی کو مخالفت ثلاثیہ میں داخل کرلے ‘ اور اطالیا کو جنگ سے باز رکھے - کیونکہ یہی ایک سلطنت ہے جو مصر میں انگلستان کے موقف (پوزیشن) اور ہندوستان کے مختصر سے راستے کو خطرے میں ڈالسکتی ہے - روس اور انگلستان کے ساتھہ ہمیں جنگ کی تیاری کرنی ہے تو ترکی کو اپنی جماعت میں ملالینا بھی ضروری ہے "

ڈاکٹر باک ایک بہت بڑا سیاح ہے - وہ اپنی کتاب میں جو سنہ ۱۹۱۱ ع میں شائع ہوئی ہے ‘ لکھتا ہے :

" انگلستان پر جرمنی کی کامیابی کی یہ صورت نہیں ہے کہ جرمنی اس پر بحر شمال کی طرف سے فوجکشی کرے - بلکہ اسکی تدبیر یہ ہے کہ اسکے ہاتھہ سے مصر نکال لے - کیونکہ جب مصر اسکے ہاتھہ سے نکل جائیگا تو نہر سویس پر اسکا اقتدار بھی فنا ہو جائیگا - اور جب نہر سویس اسکے اقتدار و تسلط سے نکل آئیگی تو ہندوستان اور مشرق قریب کا مختصر ترین راستہ بھی اس کے لیے بند ہو جائیگا - ان مقامات میں اسکا موقف شاہنشاہی کا معرض اور خطرات میں محصور ہو جانا بالکل آسان ہے - اغلب یہ ہے کہ اس کا اثر افریقیہ کی برطانی مستعمرات (نو آبادی) پر بھی پڑے - پھر اگر دولت عثمانیہ مصر پر دوبارہ قابض ہوگئی ‘ تو یقیناً ہندوستان کے ۶۰ - ملین مسلمانوں پر اسکے غلبہ و تسلط کو ایک سخت دھکا لگے گا ‘ اور ایران و افغانستان میں بھی اسکا موقف تنگ ہو جائیگا - پس عثمانی فوج کی تقویت و تدبیر اور دولت عثمانیہ کی مالی مساعدت ہمارا ایک اہم فرض ہے - عثمانی قوت جتنی زیادہ ہوگی ‘ انگلستان اتنا ہی زیادہ ضعیف ہوگا "

جرمن ارباب قلم کے ان خیالات نے ترکوں کو انگلستان کی نظروں میں سخت خطرناک بنادیا اور انکی تضعیف کی فکر دامنگیر ہوگئی - سب سے پہلے اس نے آل عثمان کے عدو لدود یعنی روس سے تعلقات بڑھائے' اور اسکی رضا و خوشنودی کیلیے حرص و آسانیہ کے تمام مایۂ افتخار و مباہات مفاخر کو بھی قربان کردیا ' تا کہ ترکی کے جواب کے لیے روس اسکے ہاتھہ آجائے !

اس نے عالم اسلامی میں جہاں جہاں استقلال و خود مختاری تھوڑی بہت باقی تھی' اسکی پامالی میں شرکت کی' تاکہ اگر آیندہ ترکوں سے جنگ چھڑجائے اور اسلام کی اخوت ملی کی بناء پر یہ جنگ ترکوں کے بدلے اسلام سے جنگ سمجھی جائے ' تو اس صورت میں ترکوں کو عالم اسلامی سے کوئی حقیقی اور موثر مدد نہ پہنچ سکے - ایران کی بابت ہماری موجودہ سیاست خارجیہ (فارن پالیسی) کے اصول اساسی بھی دو امر ہیں -

جرمنی کے مشہور اہل قلم ترکوں کی دوستی اسکے لیے اسدرجہ نا گزیر بتاتے چلے آتے تھے ' مگر جب اطالیا نے طرابلس پر حملہ کرنا چاہا تو جرمنی نے بالکل نہ روکا - اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ترکوں کے افکار و خواطر میں ایک ہیجان عظیم' اور انکی سیاست میں ایک اضطراب شدید پیدا ہوگیا -

اطالیا کے بعد ریاستہاے بلقان نے علم جنگ بلند کیا یہ جرمنی کی دوستی کی دوسری آزمایش تھی ' مگر اس موقع پر بھی خلاف امید وہ طرفدار بنکے صرف تماشہ ہی دیکھتی رہی !!

اس موقع پر جرمنی اور آسٹریا نے یہ پالیسی اسلیے اختیار کی کہ انہیں یقین کامل تھا کہ میدان ترکوں کے ہاتھہ رہیگا' اور اصل یہ ہے کہ یہ یقین تو مفاہمت ثلاثیہ کو بھی ' جو پردہ کے پیچھے سے اندر لڑ رہی تھی' اچھی طرح تھا - کیونکہ اگر اسے یقین نہ ہوتا تو " جغرافیۂ یورپ کے بدستور رہنا " کی سیاست کا اعلان نہ کیا جاتا -

لیکن واقعات کی باگ انسانی دماغ کے ہاتھہ میں نہیں ہے - اعلان جنگ کے بعد جب واقعات تماشہ گاہ وجود پر یکے بعد دیگرے آئے ' تو تمام دنیا کے یقین سے بالکل مختلف تھے !

ترکوں کو پیہم شکستیں ہوئیں - یورپین ترکی کا بیشتر حصہ انکے ہاتھہ سے نکل گیا - چند چھوٹی چھوٹی ریاستیں جو ہمیشہ روس کا کلمہ پڑھا کرتی تھیں اور رومانیا و آسٹریا کے ساتھہ بغض و عداوت کے اظہار میں مشہور تھیں ' یکایک مغرور و سربلند ہوگئیں !

محالفت ثلاثہ ابھی تک محو تفرج و تماشہ فرمائی تھی ' مگر اب اسکی آنکھیں کھلیں - اس نے محسوس کیا کہ سر زمین بلقان میں جو خونیں افسانہ (ٹریجڈی) تمثیل کیا جا رہا تھا ' وہ افسانہ نہ تھا بلکہ ایک اصلی ہنگامۂ کارزار تھا ' جسمیں وہ اور مفاہمت ثلاثیہ معرکہ آرا تھیں ' اور بالاخر اسکی غفلت سے اسکو شکست ہوئی -

ترکی کی شکست سے محالفت ثلاثیہ کے دو اعضا کو خاص طور پر صدمہ پہنچا - یہ دونوں اعضا جرمنی اور آسٹریا ہیں - جرمنی نے انگلستان کی تخویف و تہدید کے لیے ترکی کو تجویز کیا تھا مگر یہ اب کہاں ممکن تھا ؟ جرمنی کے اجنبی وار تماشہ دیکھنے نے ترکی کا دل توڑدیا ایندہ کیلیے وہ اسکی دوستی و صداقت کا کیونکر اعتبار کرسکتی تھی ؟ پھر وہ خود بھی کمزور ہوگئی ' اسکے حریف دیرینہ روس کی قوت بڑھگئی ' اور وہ اور انگلستان اسوقت دست بدست ہیں -

آسٹریا میں اسوقت ۲۵ - ملین سلاوی رہتے ہیں جنمیں صرف سروی، ساڑھے پانچ ملین ہیں -

ان اسٹرین سرویوں کی آبادیاں انکے ہم نسل سرویا کے جوار میں واقع ہیں اور جیسا کہ معلوم ہے' روس اور آسٹریا کے تعلقات نہایت تلخ ہیں - پس اگر کسی وقت ان دونوں سلطنتوں میں جنگ چھڑگئی تو سرویا نصف ملین فوج میدان جنگ میں بھیج سکے گی اور یقیناً اس صورت میں آسٹریا کے سروی بھی روس ہی کے ساتھہ ہونگے -

مختصراً یہ کہ محالفت ثلاثیہ نے اسوقت ایک طرف تو ترکی کی دوستی کھوئی - دوسری طرف ریاستہاے بلقان کی عداوت مول لے لی - خصوصاً ان کارروائیوں کی وجہ سے جو آسٹریا نے سرویا اور جبل اسود کے ساتھہ کیں ہیں -

جو کچھہ میں کہہ رہا ہوں ' اسمیں منفرد نہیں ہوں - ایک دی اتر جرمن پارٹی کے لسان الحال یعنی اخبار " جرمانیا " کا بھی یہی خیال ہے - وہ اپنی ایک تازہ اشاعت میں لکھتا ہے :

" ہم بارہا کہہ چکے ہیں کہ ریاستہاے بلقان کی کامیابی دراصل روس کی کامیابی ہے ' پس اگر عام جنگ یورپ چھڑ گئی اور مفاہمت ثلاثیہ' محالفت ثلاثیہ کے مقابلے میں کھڑی ہوگئی تو ریاستہاے بلقان مفاہمت ثلاثیہ سے قطعاً مل جائیں گی -

آج تک ہمارا خیال تھا کہ ہمیں انگلستان کے ساتھہ جنگ کے لیے تیار ہونا چاہیے ' لیکن ان اخری مہینوں میں حالات بالکل بدلگئے ہیں' اور اب ہمارا فرض یہ ہے کہ انگلستان کی جگہ روس سے جنگ کے لیے تیار ہوں - کیونکہ اب " مسئلۂ شرقیہ " نے " مناظرۂ جنس جرمنی و سلاوی " کی شکل اختیار کرلی ہے "

حال میں جرمنی نے ہسپانیہ کو ملانے کی کوشش بھی کی ہے مگر آثار و علائم سے معلوم ہوتا ہے کہ اسمیں کامیاب نہ ہوگی اور ہسپانیہ مفاہمت ثلاثیہ میں شامل ہو جائیگی -

---

الاتحاد الاسلامی

یعنی مسلمانان ہند کا ایک

بین الملی عربی مجلہ

جو

ماہ شوال سے شائع ہونا شروع ہوجائیگا

اور

جس کا مقصد وحدت جامعۂ اسلامیہ ' احیاء لغۃ اسلامیہ '

اور ممالک اسلامیہ کے لیے مسلمانان ہند کے جذبات

و خیالات کی ترجمانی ہے -

الہلال کی تقطیع اور ضخامت

قیمت سالانہ مع محصول ہندوستان کے لیے : ۲ - روپیہ ۸ - آنہ

ممالک غیر : ۵ - شلنگ -

درخواستیں اس پتہ سے آئیں :

نمبر (۱۴) - مکلوڈ اسٹریٹ - کلکتہ

غبطۃ الناظر

سوانح عمری شیخ عبد القادر جیلانی (رض) عربی زبان میں تالیف ابن حجر عسقلانی - خدا بخش خاں کے کتبخانے کے ایک نایاب قلمی نسخہ سے چھاپی گئی - کاغذ ولایتی صفحہ ۵۶ - قیمت صرف ۸ - آنہ علاوہ محصول ڈاک - صرف ۵۰ کاپیاں رہگئی ہیں - ملنے کا پتہ - سپرنٹنڈنٹ بیکر ہوسٹل - ڈاکخانہ دھرمتلہ - کلکتہ -

المراسلۃ والمناظرہ

الفتنۃ اللغویہ

" حظ و کرب " یا " لذت و الم "

از: الہلال

(۱)

وما لہم بہ من علم' ان یتبعون الا الظن' و ان الظن لا یغنی من الحق شئیا - (۵۳ : ۲۰)

اس بارے میں انکے پاس کوئی علم اور ذریعۂ تحقیق و یقین نہیں - محض اپنے گمان پر چل رہے ہیں' اور راہ ظن و تخمین کا یہ حال ہے کہ وہ حقیقت و علم کے سامنے کچھ بکار آمد نہیں !

جمع اضداد کی لوگوں نے عجیب عجیب مثالیں دی ہیں - ایک زمانے میں مسیح رکنا کاشی نے اس مصرعہ پر تمام اساتذۂ عجم نے طبع آزمائیاں کی تھیں :

روے دریا سلسبیل و قعر دریا آتش ست !

یہ تو خیالستان شعر کے افسانے تھے' مگر میں واقعی مثالیں دیکھتا ہوں - میرے سامنے مسلمانوں کا نیا تعلیم یافتہ فرقہ ہے -

یورپ کی ترقیات نے عجائب و غرائب کو واقعات بنا دیا ہے - ضرور تھا کہ اس خصوصیت عجیبہ کا اثر اسکے پیروؤں میں بھی کرشمہ ساز عجائب ہوتا کہ یہ بھی آسی آفتاب تابندۂ فضل و علو کے ذرے' اور اسی شجر کمال و رفعت کے برگ و بار ہیں :

گرچہ خوردیم' نسبتی ست بزرگ
ذرۂ آفتاب تابانیم !

ایک مرتبہ میں نے انہی صفحات پر اس فرقے کے " جہل و علم " کے اجتماع نقیضین پر مرثیہ خوانی کی تھی - احباب کرام کو یاد ہوگا - آج " تقلید و اجتہاد " کے اجتماع ضدین پر متعجب ہوں کہ ان ہذا لشی عجاب !

ہمارے تعلیم یافتہ دوستوں کا کچھ عجیب حال ہے - انکے پانوں کو دیکھیے تو یورپ کی نا فہمانہ و اورانہ تقلید و عبودیت فکر کی زنجیروں لپٹی نظر آتی ہیں' مگر چہرے کی طرف نظر اٹھائیے تو زبان کو ادعاء اجتہاد سے فرصت نہیں ! اس سے بڑھکر دنیا میں جمع اضداد کا اور کونسا تماشا ہو سکتا ہے کہ ایک شخص آپکے سامنے آے' اور عین اس وقت جبکہ اسکے پاؤں میں تقلید و استعباد کی زنجیریں پازیب کی طرح صدا دے رہی ہوں' اجتہاد فکر اور حریت راے پر بے تکان لیکچر دینا شروع کردے !!

ہمارے دوستوں کا بھی یہی حال ہے - انکا سرمایۂ علم و دانش یورپ کی اعمی و سطحی تقلید سے زیادہ اور کچھ نہیں' تاہم جن چیزوں میں وہ اپنے ائمۂ ہدیٰ کی تقلید کرنا چاہتے ہیں' انہی میں اولین شے اجتہاد ہی اور ضرور تھا کہ اس تقلید مجتہدانہ کا سفر اسی منزل سے شروع ہوتا - تیشہ ہاتھ میں ہو تو خواہ مخواہ جی چاہنے لگتا ہے کہ کسی چیز کو تراشیے - اس اجتہاد کی

قینچی ہمارے چابک دست دوستوں کے ہاتھ آگئی تو بیکار بیٹھا نہ گیا - یورپ کے علم و عمل کے سر رشتوں پر تو کیا چلتی کہ وہیں کے کارخانے کی بنی ہوئی تھی - بس اپنے یہاں کی جو چیز سامنے آگئی' وہی بلا تامل آلۂ مشق بنی - پھر اسکی روانی بے پرواہ' اور اسکی کاٹ بے روک تھی !

سب سے پہلے مشرقی علوم و فنون' تہذیب و تمدن' اور اخلاق و آداب قومی سے اسکی آزمایش شروع ہوئی' اور تھوڑے ہی دنوں میں سینکڑوں برسوں کے صفحات و اوراق مدہمہ پرزے پرزے تھے !

پھر غریب مذہب کی باری آئی - یہ کپڑا دبیز تھا' اسلیے مقراض اجتہاد کی روانی بھی زیادہ تیز و شدید تھی - پھر اسکا بھی وہی حشر ہوا' جو پہلی آزمایش کا ہو چکا تھا - اور جو کچھ باقی رہگیا ہے' نہیں معلوم اور کتنی گھڑیوں کا مہمان ہے ؟

کچھ دنوں سے یہ قینچی زنگ آلود سی ہوگئی تھی' مگر میں ڈرتا ہوں کہ اب ایک نئی آزمایش شاید شروع ہونے والی ہے' اور مذہب و علم کے بعد " زبان " کا میدان جولانگاہ اجتہاد بننے والا ہے -

ایک نیا فتنۂ لغویہ !

تمہید کی ان چند سطروں میں جو اشارات کیے گئے' بہ حالت عام تعلیم یافتہ فرقے اور انکے بعض صنادید و ائمۂ طریقت کی ہے' لیکن آجکل کے نوجوان تعلیم یافتہ اصحاب میں بعض اشخاص یقیناً ایسے بھی ہیں' جنکو اس عام حالت میں حق امتیاز و استثنا حاصل ہے' اور ہماری عام مایوسیوں میں وہ امید کا ایک نمایاں نشان امید رکھتے ہیں -

میں انکی وقعت کرتا ہوں اور میری بہترین خواہش یہ ہے کہ انکے ذریعہ قوم کی وہ نا مراد امیدیں زندہ ہو سکیں' جو ۴۰ سال سے نئی تعلیم کے ساتھہ وابستہ رہی ہیں اور مایوسی کے سوا انہیں کچھہ نصیب نہیں ہوا ہے - اس طبقہ کی اس تعجب انگیز خصوصیت سے بھی' جو میرے لیے "جہل و علم" کے اجتماع نقیضین کی صورت میں ہمیشہ درد انگیز رہی ہے' الحمد اللہ کہ یہ نفوس معدودہ و قلیلہ مستثنیٰ ہیں اور مطالعۂ علوم و ذوق تصنیف و تالیف سے نا آشنا نہیں -

انہیں چند لوگوں میں میرے عزیز دوست مسٹر " عبد الماجد " بی - اے - بھی ہیں - مجھکو یقین ہے کہ انکا ذوق علمی اردو زبان کو انشاء اللہ بہت فائدہ پہنچاے گا' اور علوم حدیثہ کے تراجم میں ان سے بہت مفید مدد ملیگی جو اب تک اردو زبان میں گویا مفقود محض ہیں -

لیکن مجھکو نہایت افسوس اور رنج ہے کہ " حظ و کرب " کے معاملے میں وہ ایک نہایت سخت غلطی میں مبتلا ہوگئے ہیں اور بجاے اسکے کہ جو مشورہ انکو دیا گیا تھا' اسکو تسلیم کرلیتے' محض لا حاصل بحث و مناظرے میں پڑ گئے ہیں - حالانکہ یہ معاملہ انکے بس کا نہ تھا' نہ تو انکو اس بارے میں معلومات حاصل ہیں اور نہ انکے مذاق و مطالعہ کی یہ چیز ہے - انکو انگریزی سے ترجمہ کرنا چاہیے اور بس - اصطلاحات کے باب میں واقف کاروں کے مشورے کو قبول کرلینا ہی بہتر ہے - انہوں نے زبان کے متعلق ایک عجیب و غریب اجتہاد کیا ہے - یہ اجتہاد جسقدر غلط ہے' اتنا ہی متعدی ہونے کی صورت میں زبان اردو اور ادبیات علمیہ کیلیے مضر بھی ہے - انکی دوسری تحریر میں نے کلکتہ آکر پڑھی اور میں انکو یقین دلاتا ہوں کہ یہ ایک فتنۂ لغویہ ہے' جسکی ابتدا کا بار وہ اپنے سر لے رہے ہیں' اور خدا نہ کرے کہ وہ زیادہ متعدی ہو -

علم و اخلاق میں اجتہادات ہوچکے ہیں - مذہب اسی خنجر اجتہاد کا قتیل ہے - میں سمجھتا ہوں کہ آپ لوگوں کے مشق اجتہاد کیلیے یہ میدان کافی تہے - غریب زبان کو تو اب چھوڑ ہی دیجیے - پچھلے اشتغال اجتہادیہ میں اب بھی مصروفیت کی آور گنجایش نکل سکتی ہے - اگر اس نئے مشغلہ کو از راہ ترحم ملتوی کردیا گیا تو کچھہ اب ایک بالکل بیکار نہو جائینگے -

مسئلۂ وضع اصطلاحات

اور حظ و کرب

ایک وقت میں انسان کس کس چیز کو لیے ؟ مجہے اس بارے میں دوسرے دفتر لکھنے ہیں مگر مجبور ہوں - میں آج پھر اپنے گذشتہ جملے کو دہراتا ہوں اور کہتا ہوں کہ اس مسئلے کو لوگوں نے اپنی نا واقفیت و عدم جامعیت لسانین کی وجہ سے حد سا کچھہ مشکل سمجھہ رکھا ہے ' ویسا نہیں ہے - گو مشکل ضرور ہے مگر اشکال سے تو کوئی کام بھی خالی نہیں ہوتا -

سردست " حظ و کرب " اور (Pleasure) اور (Pain) ہی کو ایک مثال قرار دیجیے اور کچھہ وقت عنایت فرمائیے -

میں نے اپنے دوسرے نوٹ میں حسب ذیل امور پر توجہ دلائی تھی :

(۱) عربی میں لذت و الم بعینہ انہی معنوں میں بولا جاتا ہے جنکی انہیں تلاش ہے -

(۲) حظ کا لفظ لذت کے معنے میں بالکل غلط ہے - لغت میں بھی اور اصطلاح میں بھی ' بلکہ اسکے معنی کو مفہوم ما نحن فیہ سے کوئی قرب و تعلق بھی نہیں - پھر کونسی مجبوری ہے کہ " لذت و الم " کو چھوڑ کر " حظ و کرب " اختیار کیا جاے ؟

(۳) عربی کے بہت سے الفاظ ہیں ' جو فارسی میں آکر اپنے اصلی معانی لغویہ سے الگ ہوگئے - لیکن حظ فارسی میں بھی بمعنے لذت نہیں بولا جاتا - چنانچہ اشعار اساتذہ سے متحقق کہ حظ نصیب ہی کے معنی میں مستعمل ہے -

(۴) اردو ' فارسی کی طرح اپنے علمی لغات میں اب تک عربی کے ماتحت ہے - اسکا کوئی خاص علمی لٹریچر نہیں - اپنی اصطلاحات نہیں - حتی کہ علمی اصطلاحات ہماری زبانوں پر ہیں ' سب کی سب عربی ہیں - پس اردو کے تراجم علوم میں الفاظ عربیہ کا استعمال ناگزیر ' اور اسلیے سند کیلیے اردو بول چال نہیں بلکہ عربی لغت و اصطلاح علوم کا حوالہ مطلوب - اگر لوگ حظ بمعنے لذت بولتے ہیں تو بولیں - شعر میں ہم بھی کہدینگے - لیکن علم النفس کے مترجم کو اس سے کیا تعلق ؟

(۵) فرہنگ آصفیہ کے حوالے پر افسوس ہے -

(۶) لوگوں نے اپنی نا واقفیت سے مسئلہ اصطلاحات کو کچھہ سے کچھہ بنا دیا - فلسفہ میں ہر طرح کی عربی اصطلاحات ملسکتی ہیں -

مجہے افسوس ہے کہ آپ نے ان تمام امور میں سے کسی ایک پر بھی توجہ نہیں کی ' اور بجاے اسکے کہ آپ غلط فہمیوں کو دور کرنے کی فکر میں سرگرم جواب ہوتے تو ان دفعات میں سے ہر دفعہ کے متعلق غلط فہمیوں ہی سے اپنے استقبال کا کام لیا '

آپ نے اپنے جواب میں میری معروضات کی جس قدر تشریح کی ہے - وہی غلط ہے تا باصل بحث چہ رسد ؟

امر اول کی نسبت آپ لکھتے ہیں :

" سوال یہ ہے اور " صرف یہ ہے " (؟) کہ Pleasure اور Pain کا صحیح ترجمہ و مفہوم اردو میں کونسے الفاظ ادا کرتے ہیں ؟ جناب کا ارشاد ہے کہ لذت و الم ' اور میرا خیال ہے کہ حظ و کرب - آپ اپنے پر دعوے عربی لغت سے حجت لاتے ہیں ' میں اپنی تائید میں محاورہ و لغت کو پیش کرتا ہوں "

لیکن گذارش یہ ہے " اور صرف یہی نہیں بلکہ آور بھی اسکے بعد گذارشیں ہونگی " نہ آپنے دعوا ' حجت ' لغت ' اور استشہاد کے الفاظ کا خواہ مخواہ اسراف بیجا کیا - یہاں نہ تو حجج و براہین پیش کیے گئے ہیں ' اور نہ کسی استشہاد و استدلال کی ضرورت -

ان چیزوں کی وہاں ضرورت ہوتی ہے جہاں کسی بحث میں کسی اختلاف کی گنجایش ہو - حظ کے لفظ کیلیے نہ تو میں نے عربی نص کا حوالہ دیا اور نہ کوئی شہادت پیش کی - حظ کے معنے اس آسمان کے نیچے صرف ایک ہی ہیں - یعنے قسمت و نصیب اور بس - قلیوبی اور درایۃ الادب کا طالب العلم بھی اسکو جانتا ہے - ایک ایسی کھلی اور عام بات کیلیے مجہے کیا پڑی تھی کہ جوہری اور فیروز آبادی کی شہادتیں پیش کرتا ؟ پس نہ میں " حجت لایا ہوں " اور نہ دعوے کی کوئی اصطلاحی شکل درپیش ہے -

میں قطعی فیصلہ نہیں کرسکتا کہ آپکو جو غلطی اصل مسئلہ میں ہوئی ہے ' وہ زیادہ سخت ہے ' یا جو متواتر و مسلسل غلط فہمیاں میری تحریر کے سمجھنے میں ہوئی ہیں ' وہ زیادہ سنگین ہیں ؟ تاہم میرے ہی لیے تو دوسری صورت اب پہلی صورت سے زیادہ درد انگیز ہوگئی ہے -

میں نے لکھا تھا کہ " فرہنگ آصفیہ کے حوالے پر افسوس ہے اور کیا کہوں ؟ " اور اسطرح بلا ضرورت کسی کتاب کے متعلق جرح و تنقیض کو بہتر نہ سمجھکر ٹالدیا تھا - مگر آپ نے اسکا یہ مطلب قرار دیا کہ مجھکو اردو لغت کے حوالے پر تعجب و افسوس ہے !

سخن شناسی نۂ دلبرا خطا اینجاست !

اب مجھکو کہولکر کہنا پڑا - اصل یہ ہے کہ میں " فرہنگ آصفیہ " کو اردو لغت کے اعتبار سے بھی قابل سند کتاب نہیں سمجھتا ' اور بالکل پسند نہیں کرتا کہ اب کسی حوالۂ و سند کیلیے اسکی ورق گردانی کریں - افسوس اسپر نہ تھا کہ اردو لغت سے کیوں استشہاد کیا گیا - افسوس آپکی نا واقفیت پر تھا کہ فرہنگ آصفیہ کو اردو زبان کا معتبر لغت سمجھتے ہیں ' اور اس طرح بیفکر ہوکر اسکا حوالہ دیتے ہیں گویا وہ ایک مسلم و معروف کتاب ہے !

آگے چلکر آپنے " حظ " بمعنی مفروضۂ " لذت " کو اردو قرار دیا ہے ' اور غیر زبان کے مہمل و متغیر المخارج والمعانی الفاظ کے اردو ہونے کو ایک ایسا نکتۂ نادر و بدیع ' و تحقیق عجیب و غریب سمجھا ہے کہ میں اسے سنکر بے اختیار چونک اٹھونگا اور حیران و پریشان ہوکر شور مچانے لگونگا - چنانچہ آپ لکھتے ہیں :

" اب حضرت سے فرمائینگے کہ حظ تو عربی لفظ ہے اسے اردو کہنا کیونکر جائز ہے ؟ "

یاللعجب ! آپ کبھی تو مجہے غلط فہمیوں میں مبتلا دیکھکر دست تصدق و رہنمائی بڑھاتے ہیں ' کبھی خود ہی اپنی طرف سے مجہے " حیران " فرض کرلیتے ہیں - الحمد للہ - نہ تو میں غلط فہمیوں میں مبتلا ہوں اور نہ ان حقائق عجیبہ اور نکات عجیبۂ لغویہ پر متحیر ہوں - بغیر کسی " حیرانی " کے ہر شخص جانتا ہے کہ ہر زبان میں باہر کے الفاظ آکر بہ تغیر مخارج و معانی اس زبان میں شامل ہوجاتے ہیں - در اصل یہی تعبیر نئی زبانوں کو پیدا کرتا ہے ' اور اردو تو مختلف زبانوں کے الفاظ کے مجموعہ ہی کا نام ہے - جو الفاظ عربی و فارسی یا انگریزی کے بادنے تغیر رائج ہوگئے ہیں

وہ یقیناً اردو ہیں - یہ کوئی " حیرانی " و سرگردانی کی بات نہیں - میں مدت سے اس " نکتۂ نادر " کو جانتا ہوں اور با وجود جاننے کے ابتک میں نے کوئی " حیرانی " اپنے اندر نہیں پائی ہے - البتہ میری نئی " حیرانی " یہ ہے کہ آپ حرف مقصد سے خواہ مخواہ اعراض کرتے ہیں اور دقت نظر سے کام نہیں لیتے - اس اصول سے ما نحن فیہ کو کوئی تعلق نہیں ' اور تحقیق و معارف کے سفر میں بڑی چیز یہی ہے کہ مختلف راہوں کے حدود کو ہمیشہ ملحوظ رکھا جاے اور ہر اصول کو اسکی اصلی جگہ ملے -

یہی سبب ہے کہ میں نے " علم النفس اور زہر عشق " کا سوال پیش کیا تھا مگر افسوس کہ ناسازی عرض مدعا پر متاسف ہوں کہ شرف استماع و فہم سے محروم رہا -

آپ صرف اس پر زور دیتے ہیں کہ میں علم النفس کو عربی میں نہیں بلکہ اردو میں لکھہ رہا ہوں ' اور اردو میں حظ لذت کے معنوں میں بولا جاتا ہے - پس میں " لذت " کو کہ عربی ہے ' اپنی اقلیم قبولیت سے خارج البلد کرتا ہوں - اور اسکی جگہ " حظ " کو کہ اردو ہے ' خلعت قبولیت سے سرفرازی بخشتا ہوں - اگر اس رد و قبول مختارانہ اور عزل و نصب مجتہدانہ پر کسی کو اعتراض ہے تو " دعوے اجتہاد ' عام بول چال ' اور فرہنگ آصفیہ " کی عدالت کھلی ہوئی ہے !

داور گاہ خدا فرمود ' ز در و ے ہمہ را
مصحف و صدر امین و صدر اعلی کردہ است !

اس مقدمے کی عادلانہ ترتیب اور فیصلے کی خلعت تو قابل داد ہے مگر شاید عدالت کے کاروبار میں ایک شے انصاف نامی کو بھی ضروری سمجھا گیا ہے -

آپ نے غلطیوں کا ایک الجھا ہوا مجموعہ سامنے رکھدیا ہے -

یہ اصول بالکل مسلم ہے کہ اردو میں جو الفاظ بکثرت موجود ہیں ' وہ تغیر معانی یا تغیر حروف و حرکات و صوت کے بعد اردو ہوگئے - یہ بھی مسلم سہی کہ بول چال میں حظ لذت کے معنوں میں بولا جاتا ہے ' تاہم آپکی قائم کردہ عدالت میں جانے کی کوئی ضرورت پھر بھی پیش نہیں آئی - کیونکہ میرا سوال یہ نہیں تھا کہ الفاظ عربیۂ متغیرۂ اردو کو انکے اصلی معانی لغویہ ہی میں استعمال کرنا چاہیے اور ہماری بول چال کوئی چیز نہیں - بلکہ یہ تھا " اور صرف یہ تھا " کہ اردو میں جب کسی علم و فن کو لکھیں گے تو چونکہ اردو اپنی علمی ادوات میں عربی کے زیر اثر اور بکلی محتاج ہے - اسلیے لامحالہ ہمیں عربی اصطلاحات کو مقدم رکھنا پڑیگا اور جب اصطلاحات عربیہ سے کام لیں گے تو اسکے وہی معانی معتبر ہونگے جو عربی میں لیے جاتے ہیں - اصطلاحات دوسری چیز ہیں اور شعر و ادب دوسری شے - اگر عربی میں ہم کو اصطلاحات نہ ملیں (لیکن نہ ملنے کا حق ادعا علم و تلاش کے بعد ہے نہ کہ پہلے) مثلاً بعض علوم حدیثہ و طبعیات جدیدہ کی شاخوں میں ' تو اس صورت میں ہم او نئے الفاظ وضع کرنا چاہئیں - لیکن انکی بھی دو صورتیں ہیں - یا تو اصل انگریزی اصطلاحات لے لیں - یا انکی جگہ خود نئے الفاظ بنالیں - آخری صورت میں اگر عربی الفاظ سے مدد لی گئی ' تو اسمیں بھی عربی زبان و لغت کا لحاظ رکھنا ضرور ہوگا - کیونکہ ہم اردو میں علوم و فنون مرتب کر رہے ہیں - " مثنوی زہر عشق نہیں لکھہ رہے "

تدا دمل کو کام میں لایے - دو چیزیں ہیں اور دونوں بالکل مختلف حکم و حالت رکھتی ہیں - ایک مسئلہ تو عام طور پر اردو زبان میں الفاظ کے استعمال اور انکے معانی کے قرار دینے کا ہے -

وثائق و حقائق

انسانیۃ کا ماتم !!

کیا دنیا کے استعباد کا ناسور بھر گیا ؟

ایک زمانا تھا جب شہنشاہوں کے تحت مطلق العنانی بچھے تھے ' اور خدا کے بندوں کو خدا کی جگہ اسکے بندوں کی پرستش کرنی پڑتی تھی - اس زمانے میں پادشاہ ہوتے تھے جو انسانوں کو غلام بنا کر انکی گردنوں میں اپنی خود مختارانہ و معبودانہ فرماں روائی کی رسی باندھدیتے تھے - اس رسی کا سرا انکی آن طلائی کرسیوں کے پاے میں بندھا ہوتا تھا ' جو بسا اوقات انسانی خون پر کشتی کی طرح تیرتی ' اور انسانوں کی لاشوں پر مینارے کی طرح نصب کی جاتی تھی !

ہندوں نے انکو خدا کا اوتار سمجھا تھا - مسلمانوں نے اپنے دور جہل و اسلام فراموشی میں انہیں " ظل اللہ " کا خطاب دیا تھا - انکی خلقت عام انسانی خلقت سے ارفع و اعلی ' اور ملکوتیت و قدوسیت سے ممزوج یقین کی جاتی تھی - خدا کا عام قانون رحم و محبت ' اور فطرۃ کی بخشی ہوئی حریت و زندگی انکے لیے بالکل بے اثر تھی - انکو مخاطب کرتے ہوے " مالک رقاب الامم " کہا جاتا تھا - یعنی بندگان الہی کی گردنوں کے وہ مالک ہیں ' اور گو خدا کا عام قانون یہ ہے کہ انسان کو زندہ رہنے دو اور قتل نہ کرو ' مگر اس سے بھی بالا تر انکی حکمرانی ہے ' جو اپنے ایک اشارۂ ابرو پر سیدھا انسانوں کے سر گردنوں سے جدا کر سکتے ہیں !

خدا زندگی کا خالق تھا پر اسکی زمین پر پادشاہان عالم موت اور خون کے دیوتا تھے ' جو اسکی طرح روحوں کو پیدا تو نہیں کرتے تھے ' مگر اس سے بالا تر ہو کر اسکے پیدا کردہ انسانوں کو مار ڈالتے تھے !!

انسانی دماغ کے خصائص ردیہ سے انکا دامن قدوسیت پاک تھا - انکا ہر حکم قانون ' اور انکا ہر فعل شریعت ' بلکہ شریعتوں کا بھی ناسخ تھا - خدا کے تصور کا ترقی یافتہ اور انتہائی درجہ یہ ہے کہ اسکو تمام صفات حدوث سے منزہ ' اور تمام اوصاف مخلوقیت سے پاک سمجھا جاے - اسی طرح صرف مسائل و

[بقیہ پہلے کالم کا]

دوسرا علمی اصطلاحات کا - خدارا میرے مطلب کے سمجھنے سے اب زیادہ اعراض نہ فرمائیے گا - میں نے یہ کہا تھا کہ دوسری صورت میں اردو اب تک تابع عربی ہے - اور عربی الفاظ کو عربی ہی کے متعارف معانی میں استعمال کرنا پڑیگا - اسی لیے " عام بول چال " کی سند بالکل بے معنی و بے اثر ہے -

جس اصول پر آپنے از راہ نوازش میری مفروضہ " حیرانی " دور کرنی چاہی ہے - وہ پہلی صورت کے متعلق ہے ' اور ہماری موجودہ بحث صورت ثانی سے تعلق رکھتی ہے -

اگر آپ بحث صاف کرنا چاہتے ہیں تو اسپر غور فرمائیے - یہ بہت صاف بات ہے اور اصل راہ فیصلۂ و تحقیق - فرہنگ آصفیہ اور غیاث اللغات کی ورق گردانی میں بیکار وقت ضائع نہ کیجیے -

و مناقب ہی انکی طرف منسوب ہوسکتے تھے اور صرف اچھائیوں اور نیکیوں ہی کے وہ مضاف الیہ تھے - برائیاں اسی وقت تک برائیاں تھیں ' جب تک کہ وہ انسانوں سے سرزد ہوتی تھیں - پر اگر پادشاہوں کی قدوسیت کا دست ارادہ انکی طرف بڑھا ' تو پھر وہ یکسر حسن و صواب ہو جاتی تھیں !

ظلم و جبر ' غصب حقوق و مال ' بعذیب وحشیانہ اور خونریزی سفاکانہ ! یہ تمام سخت سے سخت انسانی جرائم و معاصی ہیں جن پر قانون کی طرح پادشاہوں کے درباروں سے بھی سزائیں دی جاتی تھیں - تاہم پادشاہ کیلیے سب جائز تھا - اگر ایک ڈاکو کسی ایک انسان کو زخمی کردے تو اسکو بادشاہ سولی پر چڑھاتا تھا ' لیکن اگر وہ خود ہزاروں انسانوں کا خون سیلاب کی طرح بہا دے ' تو کوئی نہ تھا جس کو اسپر حق حرف گیری ہو - کیونکہ ظلم اسی وقت تک ظلم تھا ' جب تک کہ پادشاہ کی جگہ کسی دوسرے سے سرزد ہو - پادشاہ اگر ظلم کرتا ہے تو وہی عدل و انصاف ہے -

تاریخ میں فراعنہ مصر کے حالات لکھے ہیں ' اور حما برۂ بابل وکلدانی کی مطلق العنانیوں اور معبودانہ اختیارات کے نقوش و آثار اب تک دریاے فرات کے کنارے کے کھنڈروں اور ٹیلوں کے اندر سے برآمد ہو رہے ہیں - علم آثار عتیقۂ مصر (ایجپٹیا لوجی) میں اسکے نقوش و رسوم ہم نے دیکھے ہیں ' جنمیں فراعنہ کے طرق تعذیب و قتل کے عجیب عجیب آلات کے نظارے دکھلاے گئے ہیں -

انکے ادنے قصوروں پر تا تاریوں نے بڑی بڑی آبادیوں کے قتل عام کا حکم دیدیا تھا !

ہمارے کتب کلام و عقائد میں عدل باری تعالے کے مباحث طلبۂ علوم اسلامیہ نے پڑھے ہونگے - معتزلہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالی پر عدل واجب ہے - شیعۂ علم کلام میں بھی توحید و نبوت و امامت کے ساتھہ عدل کو تسلیم کیاگیا ہے ' مگر اشاعرہ کہتے ہیں کہ خدا پر کوئی شے واجب نہیں ہوسکتی - وہ ظلم بھی کرے تو ظلم نہیں - ظلم اسی وقت تک ظلم ہے ' جبکہ دوسرے کی ملکیت میں تصرف ہو - دنیا میں جو کچھہ ہے وہ اسی کا ملک ہے - اپنی ملکیت میں وہ جو چاہے کرسکتا ہے - لا یسئل عما یفعل -

پادشاہت کے اختیارات بھی ایسے ہی تھے - جبکہ پادشاہ " مالک رقاب الامم " یعنے انسانوں کی گردنوں کا مالک تھا - اسکے ملک میں جو کچھہ تھا ' وہ اسی کا اور اسی کیلیے تھا ' تو پھر بقول اشاعرہ ' اپنی ملکیت میں تصرف خواہ کسی عنوان سے ہو ' ظلم سے موسوم کیونکر ہو تا یفعل ما یشاء و یحکم ما یرید

دنیا کی یہ عالمی عام اور انسانی حکمرانی کا تسلط بے روک تھا ' مگر چھٹی صدی عیسوی میں جبکہ روم و یونان اور مصر و اسکندریہ جیسے مراکز علم و تمدن گرفتار تعبد انسانی تھے ' عرب کے گمنام و جہول خطے سے یکایک انسانی حکومت کی جگہ خدا کی حکومت کا اعلان ہوا -

یہ اسلام کی آواز تھی ' جس نے ایک طرف تو ان بتوں کو شکست کر ڈالا ' جو حجار کے معبد ابراہیمی کے اندر رکھے گئے تھے - دوسری طرف ان انسانی بتوں کو بھی سرنگوں کر دیا جو طلائی کرسیوں پر بیٹھکر بندگان الہی کو اپنے آگے سر بسجود دیکھنا چاہتے تھے - اسکا اعلان عام یہ تھا کہ : " ان الحکم الا للہ " حکومت کسی کیلیے نہیں - صرف اللہ ہی کیلیے ہے !!

اس سے بھی بڑھکر یہ کہ اس نے صاف صاف ہر طرح کے انسانی اختیارات ملک و حکم کے ادعا کو شرک قرار دیا :

ما کان لبشر ان یوتیہ اللہ الکتاب والحکم والنبوۃ ' ثم یقول للناس کونوا عبادا لی من دون اللہ (۳ : ۷۴)	کسی انسان کو یہ حق نہیں کہ اللہ اسکو کتاب یا حکم یا نبوت عطا کرے اور وہ انسانوں کو اپنے سامنے جھکاکر گویا انسے کہے کہ اللہ کو چھوڑ کر میری پوجا کرو !

تاریخ نے اس دور حکمرانی و حکومت کے حالات محفوظ رکھے ہیں مگر وہ اسپر ماتم کرتی ہے کہ یہ دنیا کا بدترین عہد وحشت و ظلمت تھا - اور پھر مژدہ سناتی ہے کہ " انقلاب فرانس " کی چمکتی ہوئی شمشیر حریت و مساوات نے انسان کے پاؤں کی وہ تمام زنجیریں کاٹ دیں ' جو شخصی حکمرانی کی جباری ' اور پادشاہوں کے خود مختارانہ اختیارات نے ڈھالی تھیں - اب قانون و دستور اور مساوات و جمہور کا دور دورہ ہے - تخت فرماں روائی الٹ گئے ہیں ' اور پارلیمنٹیں کھل گئی ہیں - اشخاص کی جگہ قانون کی اور زور و قوت کی جگہ حق و برہان کی حکمرانی ہے !

پھر کیا یہ سچ ہے ؟

کیا واقعی دنیا کی مصیبتیں ختم ہوگئیں ؟ کیا اسکی غلامی و مظلومی کا پرانا ناسور بھر گیا ؟ کیا حق اور قانون نے انسان کو اسکی چھنی ہوئی عزت واپس دلا دی ؟ اور کیا اب وہ سیلاب خونین بند ہوجائیں گے - جو انسان کی گردنوں سے بہہ کر کرۂ ارضی کے ذرے ذرے میں جذب ہو چکے ہیں ؟

حقیقت یہ ہے کہ تاریخ نے دعا کو مژدۂ امن سنانے میں جلدی کی - دنیا کی مصیبتیں ابھی کہاں ختم ہوائیں ؟ اسکی پیشانی کے ناسور ترس نے مندمل دیکھا ! شاید آسنے اپنے سرگ کے کپڑے اتار دیے ہوں ' مگر اسکی صورت تو ابتک ماتمی ہے ! قانون اور اخلاق کی گردن پر انسانی ظلم و تعدی کی جاری جس تیزی سے چل رہی تھی ' اب بھی چل رہی ہے - البتہ پہلے ظلم و جبر کا دیو اپنی اصلی صورت میں آکر آسے ذبح کرتا تھا ' اب عدل و انصاف کے مرشدہ کا بھیس بدلکر چھری تیز کرتا ہے !

ہر شے کی صورت بدل گئی ہے ' ہر جسم نے نئے کپڑے پہن لیے ہیں - ہر چیز کا نام بدل دیا گیا ہے - ہر سطح متغیر ' اور ہر ظاہر متبدل ہے - لیکن حقیقت کو دیکھیے - تو اب بھی وہی ہے جو پہلے تھی !!

دنیا جب تاریکی میں تھی تو عدل وعارت تربی تھی - لیکن اب کہ روشن ہوچکی ہے ' کن مشغلوں میں رہتی ہے ؟

پہلے انسان انسانوں سے لڑتے تھے ' لیکن اب کیا جنگل کے درندے انسان کا خون بہاتے ہیں ؟ کیا اس خونریزی میں ' جو صلیب کے نام سے کی جاے ' اور اس خونریزی میں ' جو تمدن کے دیوتا کی قربانیوں کیلیے ہو ' کچھہ بہت زیادہ فرق ہے ؟

پھر وہ ارادی و مساوات اور حریت و انصاف کہاں ہے ' جس کا فرشتہ ' امن کی منادی کررہا ہے ؟ کبھی اسکا مراکش کے حرابے پر بھی گذر ہوا ؟ کبھی ایران کی ویرانیوں پر بھی اس نے نظر ڈالی ؟ وہ خون جو طرابلس میں بہا ' وہ لاشیں جو بلقان اور روم ایلی کے دیہاتوں اور قصبوں میں تڑپیں ' کیا اس نوع انسانی کی نہ تھیں ' جسکو عدل و امن کا پیغام دینے کیلیے وہ زمین پر اترا ہے ؟

ہم کو اسکا جواب عدالتوں کی محرابوں ' پارلیمنٹوں کے درواروں ' قانون کی مجلدات ' اور قلم و سیاہی کے نقوش سے نہ دو ' بلکہ

ولا تهنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان كنتم مؤمنين ـ القرآن الحكيم

ایک ہفتہ وار مصور رسالہ

مدیر مسئول و خصوصی
احمد المکنی بابی الکلام الدہلوی

قیمت:
سالانہ ۸ روپیہ
ششماہی ۴ روپیہ ۱۲ آنہ

مقام اشاعت
۱ ـ ۷ مکلاوڈ اسٹریٹ
کلکتہ

المجلد الثانی

مقصد وحید:

امر بالمعروف و نہی عن المنکر

وجاهدوا في الله حق جهاده ، هو اجتباكم ، وما جعل عليكم في الدين من حرج ، ملة ابيكم ابراهيم ، هو سماكم المسلمين من قبل و في هذا ، ليكون الرسول شهيدا عليكم ، و تكونوا شهداء على الناس ، فاقيموا الصلوة و اتوا الزكوة ، و اعتصموا بالله ، هو مولاكم ، فنعم المولى و نعم النصير ! (۲۲ : ۷۸)

اور اللہ کی راہ میں جہاد کرو ، جو حق جہاد کرنے کا ہے - اس نے تم کو تمام دنیا کی قوموں میں سے برگزیدگی اور امتیاز کیلئے چن لیا - پھر جو دین تم کو دیا گیا ہے ، وہ ایک ایسی شریعت فطری ہے جسمیں تمہارے لیے کوئی رکاوٹ نہیں - یہی ملت تمہارے مورث اعلی ابراہیم خلیل کی ہے ، اور اس نے تمہارا نام " مسلمان " رکھا ہے ، گذشتہ زمانوں میں بھی اور اب بھی - تاکہ رسول تمہارے لیے ، اور تم تمام عالم کی ہدایت اور نجات کے لیے شاہد ہو - پس اللہ کی رشتے کو مضبوط پکڑو ، جان اور مال دونوں کو اسکی عبادت میں لگاو ، وہی تمہارا ایک آقا اور مالک ہے اور پھر جسکا خدا مالک و حاکم ہو ، اسکا کیا اچھا مالک ہے اور کیسا قوی مددگار !

قیمت فی جلد مجلد آٹھہ روپیہ

فہرس المجلد الثانی

جنوری : سنہ ۱۹۱۳

تـــا

جون سنہ ۱۹۱۳

القســـم المنثـــور

القسم المنظوم

الف

الرسوم والصور

تصحیح و تنبیہ

اس سال میں صحت طبع کے انتظام کا یہ حال ہے کہ ۳۵ - روپیہ ماہانہ تنخواہ کی ایک جگہ مصحح کیلیے رکھی گئی ہے' اور آئے اس سال کی تصحیح اور نگرانی کمپوزر کے سوا اور کوئی کام نہیں ادا ہوا - اسکے علاوہ ایڈیٹوریل اسٹاف بھی کافی وقت اسمیں صرف کرتا ہے' اور خود یہ عاجز بھی اکثر آخری مرتبہ پروف ضرور دیکھ لیتا ہے - تاہم نہایت سخت ندامت کے ساتھ معترف ہوں کہ باایں ہمہ غلطیوں سے اسکا کوئی صفحہ خالی نہیں رہتا -

عبارت اور کمپوزر کی غلطیوں کا غلط نامہ بنانا مشکل' اور پھر سادہ غیر ضروری بھی ہے -

اس طرح کی غلطیاں عموماً سیاق و سباق و قرائن و قیاس سے قاری خود محسوس کرلیتا ہے' مگر دو جگہ قرآن کریم کی آیات میں غلطیاں رہگئی ہیں اور اسکی طرف اشارہ بہت ضروری ہے' جلد اول میں بھی بہت سی غلطیاں رہگئی ہیں مگر اسکی فہرست مرتب کرتے وقت غلط نامہ کا خیال نہ ہوا -

صفحہ (۳) سطر (۵) میں " الا الراسخون " چھپ گیا ہے مگر در اصل " الا اللہ والراسخون " ہونا چاہیے -

صفحہ (۴۳۴) سطر (۳۶) میں " من نفسہ " ہے - اسکو " من سنتہ " پڑھنا چاہیے -

امید ہے کہ یہ دونوں غلطیاں درست کرلی جائینگی -

(ایڈیٹر)

سطح زمین پر گذرنے والے واقعات کے اندر دکھلاو - جبکہ ۳ - اگست کو کانپور کے اندر چند اینٹوں کے جمع کرنے کے جرم میں معصوم بچوں اور نہتی رعایا کا بے دریغ قتل عام کیا جا سکتا ہے ' تو ہندوستان کی آئینی حکومت ' حکام کی مسئولیت ' قانون کا حکم عام ' اور کونسل کے پر شوکت ہال کا حوالہ دینا بیکار ہے !

دنیا کے تغیرات پر ساری دنیا کا ایمان ہے ' مگر سچ یہ ہے کہ اس پتھر سے بڑھکر اور کسی شے میں انجماد نہیں - یہ کبھی نہیں بدلتی - تغیرات اسکے لیے بے اثر ہیں - وہ اپنی چادر بدل ڈالتی ہے مگر اپنی صورت نہیں بدلتی - یہ ضرور ہے کہ جمہوریت و قانون نے شخصی پادشاہتوں کے تخت الٹ دیے ہیں جو زمین پر بچھائے جاتے تھے - لیکن وہ دل تو اب تک نہیں نہیں الٹے ' جو انسانی خود پرستی و استبداد کے سینوں میں محفوظ ہیں !

اب وہ تخت زرنگار کم ہوگئے ہیں ' جن پر مطلق العنانی کے دیوتا بیٹھکر اپنی پرستش کراتے تھے - لیکن اُن معززوں کی تعداد میں کچھ بھی کمی نہیں ہوئی جو بغیر تاج و تخت کے اپنی خود پرستی اور حاکمانہ گھمنڈ کی پوجا کرانا چاہتے ہیں - لوگوں کے سر پر تاج نہیں ' لیکن دماغوں میں حاکمانہ نخوت بدستور باقی ہے - پادشاہ کی زبان کی طرف اب ظلم منسوب نہیں ہوتا مگر قانون کے نام سے ظلم کیا جاسکتا ہے - پہلے تخت مطلق العنانی پر بیٹھکر پادشاہت ہوتی تھی - اب قانون کے کتب خانوں میں بیٹھکر شہنشاہی کی جاتی ہے !

کیا ہوا اگر تاریخ قدیم کے مشہور شہنشاہ دنیا میں نہ رہے - (سر جیمس مسٹن) بالقابہ تو موجود ہیں - شہنشاہی کچھہ سر پر تاج رکھنے ہی سے نہیں ہوتی - شہنشاہوں کا سا ادعا اور فرماں روائی کی سی ضد اُس سر میں ہونی چاہیے ' جو تاج سے چھپائے جاتے تھے - تاریخ قدیم کو اگر اپنے دور شخصیت کے ایسے شہنشاہوں پر ناز ہو جنھوں نے اپنی خواہش کے آگے تمام درباروں کی آہ و زاری اور سعی و سفارش کی پروا نہ کی ' تو آپ بھی (سر جیمس مسٹن) کو بلا تامل پیش کر دے سکتے ہیں ' جو اس دور قانون و آئین میں ہزاروں انسانوں کی منت و التجا کو بے نیازانہ ٹھکرا دینے کا فخر کر سکتے ہیں -

ایک مطلق العنان شہنشاہی کے ضروری اجزا کیا ہیں ؟ اچھی طرح تلاش کر کے چند لازمی اوصاف چھانٹیے اور پھر ایک ایک کر کے سامنے لائیے - ایک شہنشاہ کیلیے پہلی بات یہ ہے کہ اسپر قانون کی حکومت نہو بلکہ قانون اسکی زبان کے ماتحت ہو - وہ اپنے ارادے میں مطلق العنان ' اور اپنی رایوں میں انسانی مشورے سے بے پروا ہو - وہ جو چاہے کر گزرے مگر رعایا کو کوئی حق نہو کہ اپنی خواہش کی تعمیل کا مطالبہ کرے - اسکی ہر راے صواب ' اور اسکا ہر فعل عدل ہو -

قانون کہتا ہے کہ مساجد محفوظ ہیں مگر سر جیمس مسٹن کے لیے یہ بالکل بے اثر ہے ' کیونکہ مسجد کے ہونے نہونے کا فیصلہ انکے ہاتھہ میں ہے نہ کہ کسی اور کے - وہ چونکہ کہتے ہیں کہ کانپور کی مسجد کا فلاں ٹکڑا حصہ مسجد نہیں ہے ' اسلیے انکے اوپر کوئی نہیں جو کہے کہ ایسا نہیں ہے -

مطلق العنانی کے یہی معنی ہیں کہ جو چاہیں کر گزریں اور اسی شہنشاہ اعظم نے بھی جو چاہا کیا -

ایک پوری قوم کہتی ہے کہ یہ مسجد ہے اور مقدس - مگر وہ بالکل مجبور نہیں کہ کسی انسانی راے کو تسلیم کرنے کیلیے مجبور کیے جائیں - علماے دینی کا فتوا بھی بیکار ہے - کیونکہ پادشاہ کی

بریدِ فرنگ

ہموا بسالم ینالوا!

انگلستان کا مشہور رسالہ (ریویو اف ریویوز) اپنی تازہ اشاعت میں لکھتا ہے .

" تاریخ عالم میں مشکل سے ایسی کوئی خطرناک اور جانفرسا نظیر مل سکتی ہے ' جیسی کہ پچھلے مہینے بلقان میں انقلاب کی حالت میں ظاہر ہوئی - اگرچہ موسم گرما ہی میں اس خطرہ کے آثار پائے جاتے تھے ' تاہم امید باقی تھی کہ حلفاے بلقان امن سے اپنے مال غنیمت کو تقسیم کرینگے - روس نے پیشقدمی کرنے والے کو دھمکی دی تھی اور اسی وجہ سے سینٹ پیٹرسبرگ میں جو کانفرنس منعقد ہونیوالی تھی ' اس میں انفصال معاملات کی توقعات عام طور پر امید افزا تھیں - بہادرانہ و نمایاں فتوحات کی ثمر چینی کا وقت ' اور ترکوں کو ہمیشہ کے لیے یورپ سے نکال دینے کی آرزو پوری ہونیکا زمانہ آگیا تھا -

جو جوہر مردانگی انہوں نے میدان جنگ میں دکھائے تھے ' انکو اپنی اندرونی ترقی اور دیگر معاملات میں بھی صرف کرتے تھے - مگر بلغاریہ کے دل میں ہوس کا شیطان حلول کر گیا اور تمام جزیرہ نما پر قبضہ کرنے کے خیال میں پڑ گئی - اس بیہودہ کوشش میں اس نے افسوس کہ سب کچھہ کھو دیا - سرویا سے لڑی اور رومانیا جو موقع کی منتظر تھی ' بیچ میں کود پڑی اور بلغاریہ اپنے ساتھیوں سے نہایت درجہ احمقانہ اور ذلیل طریقہ سے دست و گریباں ہوگئی -

مگر اس سے بھی زیادہ سخت خطرناک اور افسوسناک واقعہ وہ تھا ' جو ترکوں کے دوبارہ قبضۂ ادرنہ سے ہمارے سامنے آیا - ترکوں نے لندن کی صلح کانفرنس کا کچھہ خیال نہیں کیا - اپنی کھوئی ہوئی زمین بہت تھوڑی کوشش سے واپس لے لی - انہوں نے حقیقتاً بلغاریہ پر حملہ ہی کر دیا - کوئی مورخ اور نکتہ چیں بلغاریہ کے اس جرم کی معذرت نہیں کر سکتا کہ اس نے فتح کے بعد ذلت و نامرادی کی شکست کھائی - اُسکی تقدیر کا فیصلہ واقعات کے نہایت سخت الفاظ میں ہو چکا ہے - افسوس صد افسوس غریب بلغاریا ! نتیجہ پر جس قدر افسوس کیا جاے کم ہے ! تین سو برس تک ترک تمہارے ظلم کرتے رہے - آخر کار تمہیں گلیڈسٹن کی اعلی فصاحتوں نے اور وکٹر ہیوگو (Victor Hugo) کی موثر تحریروں

[بقیہ پہلے کالم کا]

مرضی سب سے بالا ہے اور وہ اُسے تسلیم کرنا نہیں چاہتا - لوگ اسکے سامنے جاتے ہیں اور عاجزی سے التماس رحم کرتے ہیں ' مگر ذات اقدس شاہانہ کے طرف سے جواب ملتا ہے کہ رحم سے بھی مقدم چیز شہنشاہی رعب و عظمت کی شان جلال و جبروتی کا تحفظ ہے ' پس اب انسانوں کو صبر ' اور زمین کے بسنے والوں کو سر اطاعت خم کر دینا ہی چاہیے -

رہی شیخ الاسلام ہے جو مسلمانوں کے مذہبی مسائل کی نسبت فتوا دیگا ' اور اس مجتہد اعظم اور صاحب امر آگے تمام علما کے فتوے بیکار ہیں - کیونکہ وہ پادشاہ ہے اور پادشاہ جو چاہے کر سکتا ہے !

نے چونکا کر آزاد کرایا - یورپ کے اخبار نویسوں کی جماعت نے تیار سامان دیا ' اور اس سے بھی زیادہ یہ کہ روس سے دھوکر اپنے خزانے ' اپنے سامان ' اور اپنے آدمیوں سے مدد دی - لیکن افسوس کہ ترکی نے وقت کی قدر نہ کی ' اور آزاد ہوکر پھر غلام بن گئی ' ! "

مسئلۂ عـــرب

الفتنہ نائمۃ ' لعن اللہ من ایقظہا

عمان کی خبروں سے معلوم ہوتا ہے کہ اسوقت تک امام عمان برابر فتوحات حاصل کر رہا ہے - نزوا کے قریب کے چند مقامات ' دبیے اسلک ' ذاتی ' اولی ' زنجیہ پر قبضہ کر چکا ہے - دو موخر الذکر شہروں کے قلعے سختی کے ساتھہ حملہ آوروں کا مقابلہ کرچکے ہیں - اس کے متعلق بیان کیا گیا ہے کہ وہ سمیل پر بھی حملہ کی تیاری میں ہے - سمیل ایک اہم مقام ہے اور مسقط کے درۂ خاص پر حکمراں ہے -

اپنی جگہ پر سعید فیصل بھی دوسرے ساحلی مقامات سے فوج فراہم کر کے اپنی اگلی نوٹ " بدر البحر " پر سمیل کے قریب بھیج رہا ہے تا کہ اسکی قلعہ بندی کر کے اپنے دار السلطنت اور قلاعوں کے درمیان ایک سد حائل کردے - سید محمد سعید (نامہ نگار بدراصت کا عمانی دوست) اپنے ایک خط میں لکھتا ہے :

" حالات بد سے بد تر ہو رہے ہیں - نئے امام نے سمیل پر قبضہ کر لیا ہے - معلوم ہوتا ہے کہ جب سید فیصل نے تھوڑی سی فوج کے ہمراہ اپنے لڑکے سید نادر کو اس کی دستگیری کے لیے روانہ کیا تھا ' تو اسی وقت اس کوشش کی قسمت میں ناکامی لکھدیگئی تھی - سید نادر یہ دیکھکے کہ دشمنوں کی یلغار روکنی ناممکن ہے ' سمیل چلا گیا - جہاں اس نے اس فتنہ کے دبانے کی کوشش سے پہلے مزید کمک کا انتظار کیا - لیکن اس عرصہ میں امام نے نئے شہروں پر قبضہ کرکے حیرت انگیز کامیابی حاصل کرلی تھی - ۲ - جولائی کو امام اور اسکی فوج نے باشندوں کی معیت کی بدولت شہر پر قبضہ کرلیا - سید نادر اور اسکی فوج نے قلعہ میں پناہ لی - وہ اس مراسلت کی تحریر کے وقت ساعت بساعت اپنی گرفتاری کی توقع کر رہا ہے "

اپنے آپ کو بے بس دیکھکر سلطان فیصل نے حکومت ہند سے درخواست کی ہے کہ اسکو مدد دیجائے ' تاکہ وہ اپنے لڑکے کی مدد اور مسقط کی مدافعت کرسکے - اس موقع پر عمانیوں نے یہ ظاہر کیا کہ انمیں اپنے سلطان کے ساتھہ وفاداری بالکل نہیں رہی - انمیں سے ایک بھی اسکی مدد کرنا نہیں چاہتا - سلطان کی درخواست پر دو شہر سے چار سو سپاہی آگئے ہیں - انکے علاوہ بمبئی سے بھی ایک ہزار سپاہیوں کے آنے کی امید ہے -

یہ فتنۂ جدیدہ کی ایک نئی مگر بے وقت کی بیداری ہے ' جسکا سامان مدتوں سے موجود تھا ' اور اب انگلستان کیلیے مسئلۂ عرب کے متعلق بہت سے عمدہ کام شروع ہو جائیں گے - فانا للہ وانا الیہ راجعون !

دعـــوت و تبلـــیغ اســـلام

ایڈیٹر الہـــلال اور اشغـــال سیـــاسیہ

(از جناب نواب حاجی محمد اسماعیل خاں صاحب رئیس دتاولی)

میں نے الہلال کے اکثر مضامین کو ضرور پڑھا ہے اور مجھکو اس کے عرض کرنے میں بالکل تامل نہیں ہے کہ آپکا طرز تحریر اور طرز اداے خیالات نہایت اعلی اور موثر ہے - آپکی معلومات دینی نہایت وسیع ہیں - اور مسلمانوں میں ایسا وسیع المعلومات اور فصیح اللسان بزرگ انکے واسطے باعث فخر ہے - مگر میں اس عرض کرنے کی معافی چاہتا ہوں کہ اپکے سیلاب بیان کا بہاؤ فائدہ رساں شکل اور صورت میں نہیں ہے ' اور اس لحاظ سے میں قابل عفو ہوں اگر اپنی راے کا خلاصہ عرض کروں -

چونکہ جناب کے خیالات کا رجحان مذہب کی طرف خاصکر ہے اسواسطے اگر جناب اوسی حصۂ کار کو جو مذہب اسلام کی اشاعت سے تعلق رکھتا ہے ' اختیار فرمالیں ' تو بالیقین آپکی ذات ستودہ صفات مسلمانوں کے واسطے بے حد مفید ہوگی - مجھکو نہایت افسوس ہے کہ ہمارے علمی یا مذہبی ذوات اپنا حصۂ زندگی پالیٹکس میں جلد صرف کرنے پر آمادہ ہو جاتے ہیں - مثلاً خود جناب ' یا جناب مولانا شبلی اسکی مثال ہوسکتے ہیں - کاش اگر آپ حضرات اپنی قابلیت صرف اعلاے کلمۃ اللہ کے واسطے وقف کردیں تو پالیٹکس کی نسبت بہت زیادہ مفید ثابت ہو - علی الخصوص اسوجہہ سے کہ شاہ راہ ترقی اسلام بالکل ویران ہے -

ندوۃ العلما کی وجہ سے مجھکو بہت امید بندھی تھی کہ ہم میں روشن خیال عالم پیدا ہو جائینگے - مگر افسوس ہے کہ مسلمانوں کی بد نصیبی کا بادل اوسپر بھی برسے بغیر نہ رہسکا - بظاہر چند سالوں میں یہ انسٹی ٹیوشن بند ہو جائیگا یا مسلمانوں کے کاموں کے قابل مضحکہ ہونے کی ایک جدید مثال بنجائیگا - یہ تو ایک جملہ درمیانی تھا - میں نے چونکہ جناب کی خدمت والا میں عرض کرنے کو قلم اوٹھایا ہے ' لہذا اسی بات میں ختم کلام کرونگا - یعنی اس زمانہ میں اشاعت مذہب اسلام کی ہندوستان کے اندر اور دوسرے ملکوں میں سخت ترین ضرورت ہے اور مذہب اسلام کی سادگی کے اعتبار سے مجھکو تو یقین کامل ہے کہ یہ تعلیم ممالک متمدنہ میں ضرور قابل درجہ اور لائق قبول ہوگی - بشرطیکہ موزوں اور مناسب طریقوں سے واقف اور ماہر علوم و روشن خیال بزرگوں کے ذریعہ انکے روبرو پیش ہو -

پس میری راے میں آپ اپنی قابلیت ' اولو العزمی ' اور قوۃ تحریر و تقریر کے لحاظ سے اگر اس کام کو شروع کریں تو اوسکے واسطے سرمایہ بہم پہنچ سکنا آسان ہے ' اور نیز یہ کام بھی چل نکلیگا - اور نہایت خوشی ہوگی کہ آپکی قوت بجاے بیجا خرچ ہونے کے برمحل اور کار آمد ہوجائے گی -

میں آپکو یقین دلاتا ہوں کہ میں نے نیک نیتی سے یہ عریضہ لکھا ہے ' اور میں آپ سے محبت رکھتا ہوں اور آپکی دل سے تعظیم کرتا ہوں -

مجھکو یاد نہیں کہ جناب سے نیاز حاصل ہے یا نہیں ؟ لیکن اب میں " الہلال " کے سبب سے جناب کو ضرور اچھی طرح جاننے کا فخر کرسکتا ہوں ' اور ہم دونوں کے الحمد للہ مسلمان ہونے اور اس وجہ سے کہ مسلمانوں پر یہ سخت وقت ایسا ہے کہ اگر اب بھی غفلت اور غرور کیا گیا تو شاید ایندہ تباہی ہی تباہی نظر آتی ہے ' میں نے ان سطروں کے لکھنے کی تبرکے تورکے جرات کی ہے - کاش جناب مجھہ سے اتفاق کرلیں ' اور اپکا دریاے خیال اوس طرف بہنے لگے ' جس طرف پانی کی ضرورت ہے تو مسلمانوں کا بے حد فائدہ ہو -

میری عمر سنی میں ایک زمانہ تھا جب پبلک معاملات کو گورنمنٹ کے حضور میں پیش کرنے والے ناپید تھے ' اگر اوس زمانہ میں جناب الہلال کو پالیٹکس کے واسطے نکالتے تو شاید موزوں ہوتا مگر اب تو ایسے لوگوں کی کمی نہیں ہے بلکہ شاید ضرورت سے زاید وہ اشخاص پیدا ہوگئے ہیں جو اس کام میں لگ رہے ہیں -

بدیں وجہ اگر جناب اسی میں انحصار وقت کر دینگے تو کوئی مفید اضافہ نہ ہوگا - بلکہ اگر اپ حلم و بردباری سے سننا چاہیں تو باادب گذارش کرونگا کہ کبھی کبھی جناب کا جوش و خروش اپنے بیگانوں کی راحت میں خلل انداز بھی ہو جاتا ہے - الغرض جناب کی توجہ اشاعت اسلام کے واسطے مبذول ہو جاے تو بے حد فایدہ رساں مسلمانوں کے واسطے ہو - میری راے میں یہ ایک فرض کفایہ ہے جس سے سبکدوشی اوس وقت تک نہ ہوگی جب تک کہ کچھہ مسلمان اس کام کے واسطے اپنے تئیں وقف نہ کردینگے - اور جناب کا وجود باوجود اس دار کے اوٹھانے کے ہر طرح قابل اور اسکا ہر طرح اہل ہے - آپکا ادنی خادم اور دینی نیازمند

اسماعیل

الہلال

نہایت ممنون ہوں کہ جناب نے ایک نہایت مفید اور ضروری بحث چھیڑ دیا - انشاء اللہ عنقریب تفصیلی طور پر اپنی معروضات خدمت والا میں پیش کرونگا -

---

تاریخ حیات اسلامیہ

مسلمانان ہند کا ایک ورق

شہداء کانپور اعلی اللہ مقامہم

تقاضا کر رہی ہے مجھسے یہ مذہبی پریشانی
مسلمانوں کی حالت پر کروں کچھہ مرثیہ خوانی
تماشا دیکھنے اندوہ و حرماں بڑھتے جاتے ہیں
سرشک خوں سے کس کس کی ہالیگی مہمانی ؟
شہیدان ستم کا خون دل اٹھے گا لاکھوں میں
چھپانے سے نہیں چھپنے کی ظالم کی ستم رانی
بہا ہے خون پانی ہوکے کسکا آج مسجد میں ؟
ہوئی ہے مذبح ہندوستاں میں کسکی قربانی ؟
مسلمانو یہ گھر میں بیٹھہ کر رونیسے کیا حاصل
یہی اسلام کا شیوہ ' یہی ہے کیا مسلمانی ؟
کمر ہمت کی باندھو' اٹھہ کھڑے ہو نام حق لیکر
تمہارا فرض ہے اپنی مساجد کی نگہبانی
خدا کی راہ میں جو جان تک قربان کر بیٹھے
تمہارا فرض ہے انکے لیے اب زر کی قربانی
ہوے صید مصائب اسقدر اب اور بھی ہوکے
نہ چھوڑی ایسی حالت میں بھی گرتم نے تن آسانی

(سید محمد قمرالدین قمر حیدر آبادی - منیجر انصاریہ مڈیکل)
(ہال بمبئی)

مصیبت زدگان کانپور کی دائمی اعانت

دائمی اعانت کی پہلی مثال جلیل

از جناب مولانا محمد علی صاحب طبیب سیشن جج صوبہ ورنگل علاقہ نظام

شہدائے موصوف کے بیوگان اور اشخاص زیر کفالت کے لیے اور انکے یتیم اطفال کے لیے تا ختم تعلیم و عمر رشد ' کفالت کرنی چاہیئے - اسوقت جوش میں امدادی رقوم کا جمع ہو جانا ممکن ہے - اوس سے کوئی مکان یا دکانات یا باغات الغرض کوئی جائداد غیر منقولہ لیلی جاے - یا کسی تجارت میں شرکت کی جاے اور اسکی امدنی سے ہمیشہ انکی اعانت ہوتی رہے -

میں اپنی ذات سے اتنا کرسکتا ہوں کہ حتی الامکان اپنی حیات تک پانچ روپیہ ماہانہ دیتا رہونگا ' لیکن ایسے انتظام کی توقع ہمارے دوسرے مسلمان بھائیوں کے مذاق کے لحاظ سے کسیقدر دشوار ہے - اور اگر خدمت گزاران ورثاء شہدا کو ایسی توفیق خدا کرامت فرمائے ' تو زہے قسمت - اسکا جواب جلد عنایت ہو -

میں ایک ضعیف القلب اور کثیر الهموم اور سریع التأثر شخص ہوں - اسوجہ سے میرے مزاج میں سراسیمگی کی حالت رہا کرتی ہے اور کسی ادنی سے واقعہ کی خبر سے بھی غیر معمولی طور پر متاثر ہو جایا کرتا ہوں - آپکی آزادانہ اور بے باکانہ حق گوئی دیکھکر میرے قلب کی حالت دگرگوں ہو جاتی ہے -

میں اس بات کے مکرر عرض کرنے کی معافی چاہتا ہوں کہ جناب اپنے اظہار آرا میں کسیقدر لہجہ استعمال ضرور فرمایا کریں کہ زمانہ حق گوئی کا نہ رہا - تاکہ آپکا ہلال زیادہ عمر تک قوم کے کان کھولتا رہے - ہملوگ ہنوز خواب غفلت سے کسیقدر چونکے ہیں - ہمکو بیدار کرنے اور اٹھا کر کھڑا کروادینے کی سخت ضرورت ہے - ہماری رفتار میں ابھی ہزاروں رکاوٹیں ہیں الغرض حالات زمانہ کی رعایت سے ہمکو غافل نہونا چاہیے - والسلام - ناچیز سید محمد علی طبیب سیفی حج صوبہ ورنگل

الجمن رفاہ المسلمین تندورہ لعل گنج ضلع پرتاب گڈہ کا ایک جلسہ ۵ - ستمبر بروز جمعہ سنہ ۱۹۱۳ع کو منعقد ہوا - مولوی سید محمد اختر صاحب مدرس مدرسہ تبلیغ الاسلام اور مولوی حبیب اللہ صاحب صدر انجمن نے وعظ بیان فرمایا اور واقعہ کانپور کا نہایت وضاحت کے ساتھہ تذکرہ کرکے زر اعانت امداد مظلومان کانپور کی تحریک کی - مبلغ ۱۲۵ روپیہ ۶ - آنہ علاوہ زیورات اور کپڑے کے اسیوقت وصول ہوگیا - مولوی محمد یوسف شاہ صاحب متعلم عربی گاؤں میں گشت لگا کر نہایت درد ناک آواز میں شعر ذیل پڑھتے ہوے دروازہ دروازہ گئے اور لوگوں سے وصول کیا :

اے خاصۂ خاصاں رسل وقت دعا ہے
امت پہ تیری آکے عجب وقت پڑا ہے

یہ عجیب موثر سماں تھا - اس مداحت سے سارا گاؤں گونج رہا تھا - انجمن کی طرف سے چندہ کی برابر کوشش جاری ہے - جناب شمشیر خانصاحب رئیس کھمیہ کی محنت وجاں فشانی کا شکریہ ادا نہیں ہوسکتا -

خادم قوم - محمد یوسف - سکریٹری انجمن رفاہ المسلمین تندورہ لعل گنج ضلع پرتاب گڈہ

شہداء کانپور کا ماتم

زمین و آسمان نے تیری بربادی کی ٹھانی ہے
سنبھل مسلم ! یہ قرب روز محشر کی نشانی ہے
جو جینا ہے تو مرنا ہے جو مرنا ہے تو کیا ڈرنا ؟
سرائے دہر فانی میں ہر اک شے آنی جانی ہے

دنیا دیکھہ رہی ہے کہ تمام روے زمین کے مسلمانوں پر مظالم و مصائب کی آگ برس رہی ہے -

مراکو کے مسلمان ' فرانس کے آتشکدہ کا ایندھن بن رہے ہیں - عربوں کی ہڈیاں صحراء طرابلس میں ٹھوکریں کھا کر کم ہوگئیں - پھر صیم کے مسکین و غریب بلقانی بھیڑوں کے رحم و انصاف کا سیکلوں اٹھا ' جس نے ہزاروں خان و مان والوں کو بے سر و سامان کر دیا ' اور بیگناہوں کے خون کی ندیاں بہا دیں !

ابھی ابھی کانپور میں جو شہدائی ہی میں محرم آگیا ' اسے دیکھکر رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں - اس خونین منظر کا درد ناک نظارا ' قرحۂ ناری کی شکل اختیار کرکے ' مدتوں اسلامی دنیا کے دلوں میں آتش ماتم کو مشتعل رکھے گا ! !

تمام دنیا اپنی حکومتوں کو اپنے مال سے خراج اور ٹیکس دیتی ہے - مگر مسلمان خون سے بھی خراج ادا کیا کرتے ہیں -

افسوس اے کانپور کے شہیدو ! تم اپنی مظلومیت لیکر عالم بالا کو چلے - زمین پر تمہارا خون کھڑوں مکوڑوں کے حوالے ہوا اور تمہاری نعش کو پھولوں کی چادر نصیب نہ ہوئی - تمہاری روح پاک ضرور رب العالمین کی بارگاہ میں داد خواہی کے لیے حاضر ہوگی - یاد رہو کہ تمہارے بھائیوں کے دلوں پر تمہارے یوں چلے جانے سے جو کاری زخم لگا ہے ' وہ ہمیشہ ناسور بنا رہیگا - مسٹر ٹائلر کی گولیوں کی دھواں دار بوچھاڑ ' اوڑاس کے سنگینوں کی چمک بجلی کی طرح مدتوں تک ان کے کانوں میں گونجتی اور آنکھوں میں چمکتی رہیگی - ان کے دل ہمیشہ تمہاری یاد میں بیتاب و بیقرار رہینگے - تمہاری بیکسی اور بے بسی کی حالت ان کی آنکھوں کو مدتوں خون کے آنسو رولائیگی ! !

(خان محمد قریشی از کاماره شریف)

فہرست زر اعانۂ مہاجرین عثمانیہ

(۱۲)

	پائی	آنہ	روپیہ
جناب محمد جان ازدهلی	٠	٠	۲
جناب خیر الدین صاحب - قصور - لاہور	٠	٠	۴
جناب عبدالکریم خانصاحب - ویراراجندرایٹ - کورگ	٠	٠	۵
جناب محمد ابراهیم صاحب - بلڈانہ	٠	٠	۲
جناب معین الدین احمد صاحب قدوائی - ندوہ لکھنؤ	٠	٠	۳
ایک بزرگ ازبجرنگ گڈہ	٠	۴	٦
ازوقف شیخ ولایت علی صاحب مرحوم شہر لکھنو	٠	٠	۱٠٠
میزان	٠	۴	۱۲۲
سابق	٠	٦	۹۱۱۲
میزان کل	-	۱٠	۹۲۳۴

فہرست زر اعانۂ دفاع مسجد مقدس کانپور

(۳)

	پائی	آنہ	روپیہ
جناب بزرگان سبیتہ (پٹنہ) بذریعہ انجمن اتحاد	٦	۴	۲۳
جناب محمد جان صاحب ازدهلی	٠	٠	۵
جناب مستری غلام محمد صاحب گھڑی ساز بہارل پور	٠	٠	۱
جناب غلام نبی صاحب خیاط بہارل پور	٠	۸	٠
جناب جلال الدین صاحب	٠	۹	٠
میزان	٦	۵	۳٠
سابق	٠	۱۴	۸۷٦
میزان کل	٦	۳	۹٠۷

فہرست زر اعانۂ همدرد و کامرید دهلی

	پائی	آنہ	روپیہ
ایڈیٹر الہلال	٠	٠	۱٠٠
جناب محمد افضل خانصاحب وردی میجر کچھہ بلوچستان	٠	٠	۱
جناب سید قمر الدین صاحب قمر بمبئی	٠	۲	٠
جناب صغیر احمد صاحب بمبئی	٠	۲	٠
جناب سید باقر حسین صاحب بمبئی	٠	۱	٠
جناب سید محی الدین صاحب بمبئی			
جناب جان محمد صاحب - ٹونجی - برهما	٠	٠	۱
میزان	٠	۵	۱٠۲

PRINTED & PUBLISHED BY A. K AZAD, AT THE HILAL ELECTRICAL PRTG. PBLG. HOUSE, 7/1 MCLEOD STREET CALCUTTA

شذرات

فہرست زر اعانۂ مہاجرین عثمانیہ

۱۷ - مئی کو ادارۂ الہلال نے اسکی نسبت اعلان کیا تھا اور ۲۱ - جون تک کی قید لگائی تھی - پھر بعض حضرات کی تحریک پر ۳۱ - جولائی تک میعاد بڑھا دی گئی - ہم نے چار ہزار روپیہ اروں کی قیمت پیش کرنے کا ارادہ کیا تھا ' اور ہم خوش ہیں کہ وہ علیم و خبیر جو نیتوں کو دیکھتا ہے ' ہمیں اسکے ثواب سے محروم نہ رکھے گا - تاہم نہایت درد و افسوس کے ساتھہ کہنا پڑتا ہے کہ قوم کی طرف سے اس ارادے کی تکمیل میں ہمیں جو مدد دی جاسکتی تھی ' نہیں دی گئی - اس مدت میں ۳۱ اگست تک کل ۴۷۳ خریدار ہوئے اور اسکے بعد بھی چند درخواستیں اسکے متعلق آگئیں جو شامل کردی گئیں - اس طرح پورے ۵۰۰ خریداروں کی تعداد بمشکل پوری ہوئی -

۵۰۰ - خریداروں کی رقم چار ہزار ہوئی ' حالانکہ خدائے عالم واقف ہے کہ وقت کے جوش اور چند مبارک گھڑیوں کے اثر نے ہمارے دل میں تیس ہزار کی رقم پیش کرنے کا ولولہ پیدا کردیا تھا - اور اگر لوگ ہمارا ساتھہ دیتے تو اسکی مدد و نصرت سے ہمارے قدم کبھی پیچھے نہ ہٹتے ' اور چار ہزار پرچے مفت تقسیم کرکے ایک بہت بڑی سعادت دینی حاصل کرنے کا ہمیں اور معاونین الہلال کو موقعہ ملتا -

البتہ قارئین الہلال کے نہایت شکرگذار ہیں کہ علاوہ اس سلسلے کے انہوں نے اپنے عطیات سے بھی اس فہرست کی مدد کی ' اور اس طرح ایک اچھی رقم اور بھی فراہم ہوگئی - ہم کو اس بارے میں بہت کچھہ عرض کرنا ہے اور بوقت فرصت عرض کرینگے -

سردست صرف اس رقم کا حساب درج کردیتے ہیں -

۵۰۰ - خریداران جدید " الہلال "	۴۰۰۰
عطیات ارباب کرم و معاونین الہلال	۱۲ ' ۱ ' ۹
بعض رقوم فہرست سابق کہ ابھی مد کے متعلق بھیجی گئی نہیں -	۱ ' ۵۳
میزان کل	۱۳ ' ۲ ' ۹۵

ہم نے حسب اعلان ۸ - آنے کی رقم بھی وضع نہ کی - اس رقم میں سے ۱۵ - جولائی کو ۳ سو پاونڈ روانہ کیے گئے - اور باقی رقم ایک خاص خیال سے نہ بھیجی - لیکن چونکہ پھر اسکا کوئی انتظام نہو سکا - اسلیے موجودہ وزارت کی طلب اعانت کی اپیل ' اور قبضۂ ادرنہ کے بعد متعدد تاروں کے آنے پر ' ۱۸ اگست کو ۵ سو پاونڈ اور روانہ کردیے گئے -

روپیہ کی ترسیل میں ہم نے کسی قدر دیر کی - لیکن اسکے وجوہ و اسباب تھے ' اور اب وہ وقت گذر چکا ہے ' انکی تشریح بے سود ہے -

ترسیل ۱۵ - جولائی	۴ ' ۵۰۰
" ۱۸ - اگست	۷ ' ۵۰۰
میزان کل رقم مرسولہ	۱۲۰۰۰
رقم مجموعی اصلی	۱۳ ' ۲ ' ۹۵
باقی	۱ ' ۲ ' ۹۵

جو کچھہ ہوا ' اسکے لیے بھی احباب و معاونین کرام کے کمال متشکر و ممنون ہیں - پھر بھی اللہ تعالی نے توفیق عطا فرمائی کہ الہلال کے پانچ سو پرچے اخوان ملت کے مطالعہ سے سال بھر تک گذرینگے ' اور ۱۳ - ہزار سے زائد روپیہ مصیبت زدگان کے لیے فراہم بھی ہوگیا -

ربنا تقبل منا ' انک انت السمیع العلیم - و اخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین -

ہفتۂ جنگ

رفتار سیاست

بلغاریا اور دولۂ علیہ کے بلا واسطہ مذاکرات جاری ہیں - اس ہفتے بھی کسی معاملے کے فیصلے کی نسبت کوئی خبر نہیں آئی - سوا اسکے کہ باہمی گفتگو کا انداز مصالحانہ اور امید افزا ہے ' اور اظہار مودت و صلح خواہی میں روز بروز اضافہ ہوتا جاتا ہے - ترکی نے ایک بلغاری شالین کو جو قید کردی گئی تھی ' اظہار صلح پسندی میں رہا بھی کر دیا ہے -

یورپ کے بے امان " دلال صلح " کو خریداروں کی یہ بلا واسطہ صحبت بے طرح کھٹک رہی ہے ' اور انگریزی پریس بلغاریا کو مخاطب کرکے اپنے مواعظ و نصائح کی بخشش میں نہایت فیاضی کر رہا ہے !

ریوٹر ایجنسی کا لٹریچر یورپ کی سیاست کا رخ معلوم کرنے کیلیے سب سے زیادہ صاف اور آسان و سہل آلہ ہے - موسمی تغیرات کے معلوم کرنے کے آلات جس طرح کسی ادنی تغیر کے پیش آنے کے ساتھہ ہی بولنے لگتے ہیں ' بعینہ اسی طرح ریوٹر کی خبررسانی کا آلہ سیاسی مطامع و آرا کے موسمی تغیرات معلوم کرنے کا نہایت سچا ' سریع الاثر ' صادق الروایہ ' اور بے خطا ذریعہ ہے - اگر ایک شخص روزانہ اخبارات کی جگہ ایجنسی سے صرف خبریں ہی منگواتا رہے ' تو وہ بھی یورپ کی سیاست کے متعلق ویسی ہی اطلاعات رکھہ سکتا ہے ' جیسی کہ ٹائمز ' ٹان ' اور نوو ریمیا کا مطالعہ کرنے والا !

۱۱ - ستمبر کی صبح کی تقسیم میں لندن سے ریوٹر نے خبر دی :

" بموجب اطلاعات سوفیا ' گفتگوے مصالحت کے متعلق امیدیں ضعیف ہو رہی ہیں - سیاسی حلقوں میں ظاہر کیا گیا ہے کہ اگر ترکی اپنے مفرط مطالبات پر مصر رہی ' تو بلغاریا گفتگوے صلح کو بند کردیگی - عام یقین یہ ہے کہ دول یورپ ایسی صورت میں اپنا رسوخ و اثر ضرور استعمال میں لائیں گی ' تا کہ باب عالی کو ترغیب دیں کہ قابل قبول مطالبات پیش کرے "

اسکا منشا یہی تھا کہ یورپ کو بالاخر مداخلت کرنے پڑیگی -

لیکن ابھی اس تار کے مطالعہ سے فارغ بھی نہ ہوے تھے کہ دوپہر کو قسطنطنیہ کا دوسرا تار پہنچا :

" ترکی اور بلغاریا میں گفتگوے مصالحت نہایت دوستانہ انداز میں ہو رہی ہے - گمان غالب یہ ہے کہ آج کے اجلاس میں آخری فیصلہ ہو جائیگا - مختلف قوموں کا سوال تو ۹ - ستمبر ہی کو اصولاً طے پاگیا " !!

معلوم ہوتا ہے کہ مسائل کی اہمیت سے گفتگو بڑھتی جاتی ہے - ایڈریانوپل کے متعلق تو بلغاریا نے ترکی کے مطالبے کو صاف صاف مان ہی لیا ہے - البتہ کہتی ہے کہ اسکے اردگرد صرف ۲۰ - کیلومیٹر زمین لے لی جاے - (قرق کلیسا) کی نسبت گفتگو ہو رہی ہے - کہا جاتا ہے کہ (مصطفے پاشا) کی نسبت بلغاریا کو اصرار ہے -

بہر حال خواہ کچھہ ہو ' مگر حالات بدل گئے ' اور (مسٹر ایسکوئتھہ) کے دامن میں " ثمرات فتح " کے جو بے شمار خوشے تھے ' اب " فتح مندوں " کو ملنا مشکل ہے !

لندن کی صلح کانفرنس نے جو نقشۂ حدود و خطوط سرحد کھینچا تھا ' اور جو شرائط صلح تصنیف کی تھیں ' اب وہ خواب و خیال سے زیادہ نہیں - والامر للہ العلی العظیم !

دهلي ميں غدر

سے پہلے تیموری تاجدار اور اسکے خاندان کي کیا شان تھي - اور غدر کے بعد کیا هو گئي - پھولوں کي سیج پر سونے والي شهزادیاں ظلم و ستم کے کانٹوں پر کیونکر سوئیں - انکے معصوم بچوں نے کس کس کے طمانچے کھائے بہادر شاہ غازي اور انکے بال بچوں پر کیسي کیسي بپتائیں پڑیں - شہنشاہ هند کے بیٹوں اور نواسوں نے دهلي کے بازاروں میں کسطرح بھیک مانگي - آنکے سچے اور چشم دید قصے مضامین خواجہ حسن نظامي میں بکثرت جمع کیے گئے هیں - یہ مجموعہ ڈھائي سو صفحہ کا ہے - جسمیں مضامین غدر کے علاوہ اور بھي بہت سے دلچسپ مضمون خواجہ حسن نظامي کے هیں - قیمت صرف ایک روپیہ -

---

اگر هندوستان میں انگریزی چراغ گل هو جائے

خدا نخواستہ حکومت کا نهیں بلکہ انگریزوں کي پھیلائي هوئي نئی روشن کا چراغ اگر گل هوجائے اور اهل هند اپنے قدیمي تمدن اور پراني روشني کے اصول کو اختیار کر لیں تو اسوقت نئي روشني کي بولتي هوئي تاریخ لسان العصر اکبر اله آبادي کے کلام میں جوں کي توں مل جائیگي - کلیات اکبر کا یہ لا جواب مجموعہ دو حصوں میں همارے هاں موجود ہے - قیمت تین روپیہ آٹھ آنے -

---

محدث گنگوهي کي گرفتاري

عارف و فاضل حضرت مولانا رشید احمد محدث گنگوهي رحمة الله علیه غدر کے زمانہ میں کیونکر گرفتار هوئے اور اُنپر کیا کیا گزري - کا ذکر انکي نئي سوانح عمري میں ہے - نہ کتاب نهیں ہے حقائق و معارف کا عظیم الشان خزانہ ہے - با تصویر دونوں حصے مع محصول ۲ روپیہ آٹھ آنہ - اسرار مصحفي بھید - ۴ آنہ ترکی فتح کی پیشین گوئیاں قیمت دو پیسہ - دل کي مراد قیمت ۱۰ آنہ - سول کي هیدي قیمت ۲ آنہ

یہ سب کتابیں دفتر حلقہ نظام المشائخ دهلي سے منگائیے -

صرف ۳ روپیہ بارہ آنہ میں دو عمدہ گھڑیاں

غضب کي رعایت

اصلي کیاس لیور واچ

گھڑي کے شائقین! یہ زریں موقع هاتھ سے نجانے دیں کیونکہ تمام گھڑیوں کی قیمت میں ایسي عظیم الشان رعایت آئیندہ نہ کرسکیں گے اسوقت تین روپیہ بارہ آنہ میں هر نهایت اعلیٰ درجے کي قیمتي گھڑیاں آپ کے نذر کیجاتي هیں - یہ معمولي بازاري گھڑیاں نہیں هیں - آپ خود فرماویں - انمیں ایک تو اصلي کیاس لیور جیبي گھڑي ہے جسکي گارنٹي پانچ سال اور ۲۹ گھنٹہ کي کوک ہے - اور اسکے ساتھ ایک فیشن ایبل چین بھي دي جاتي ہے -

بیش بہا موقعہ

نیو فیشن بي ٹائم پیس

دوسري چھوٹي بي ٹائم پیس ہے جوکہ پائداري لحاظ سے تمام دنیا میں مشہور ہے - آپ یقین کریں کہ یہ سودا چهارم قیمت میں آپ کو ملتا ہے - همارے اسٹاک میں گھڑیاں بہت بڑي تعداد میں موجود هیں اور همکو تین ماہ کے اندر گودام خالي کرنا ہے - جلد خرید یے اور اپنے دوستوں کو اس خبر سے مستفید کیجیے -

Rs 3/12

ایک گھڑي آپ کي جیب کي زینت بڑھائیگي دوسري میز یا طاق میں رکھیے - قیمت کل تین روپیہ بارہ آنہ محصولڈاک چار آنہ -

ملنے کا پتہ - برج باسي لال ویش ناولٹي ایجنسي نمبر ۲۲۷ بلدیو بلڈنگس جھانسي

Brij Basilal Vaish Novelty Agency 227 Baldeo Building Jhansi U. P.

لا تهنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان كنتم مؤمنين
القرآن الحكيم

الهلال

ایک ہفتہ وار مصور رسالہ

Al-Hilal,

Proprietor & Chief Editor:

Abul Kalam Azad,

7-1, MacLeod Street.

CALCUTTA.

Yearly Subscription, Rs. 8.

Half-yearly . .. „ 4-12.

مدیر مسئول و خصوصی
احمد المكنى بابي الكلام الدهلوي

مقام اشاعت
۷ - ۱، مكلاوڈ اسٹریٹ
كلكته

قیمت
سالانه ۸ روپیه
(ششماہی ۴ روپیه ۱۲)

نمبر ۱۳ | كلكته : چهار شنبه ۲۲ - شوال ۱۳۳۱ هجری | جلد ۳

Calcutta : Wednesday, September 24, 1913

فہرس

تصاویر

مجلس دفاع مسجد کانپور

Cawnpore Mosque Defence Association

ولولا دفع الله الناس بعضهم ببعض لهدمت صوامع
وبيع وصلوات ومساجد يذكر فيها اسم الله كثيرا
ولينصرن الله من ينصره ان الله لقوي عزيز [۲۲ : ۴۰]

صدر مجلس :	مولانا ابو الکلام ایڈیٹر الہلال کلکته
خزانچی :	مسٹر اے - رسول - ایم - اے - بیرسٹر ایٹ لا کلکته
سکرٹری :	آنریبل مولوي فضل الحق ایم - اے - ایل - ایل - بی - وکیل هائی کورٹ کلکته

(۱) مجلس کے سامنے اس وقت دو کام هیں :

(الف) اصل مسجد کا دفاع

(ب) ماخوذین مقدمه کي اعانت

(۲) امر اول کي نسبت مجلس نے اپنے ایک عام جلسے میں طریق عمل یه قرار دیا ہے که هز ایکسلنسي وائسرائے هند کی خدمت میں تمام مسلمانان هند کا ایک متحده وفد اس معاملے کو لیکر جاے - اسکے بعد دوسري منزل انگلستان کی ہے -

(۳) اسکے لیے تمام اطراف ملک میں با قاعده کام شروع هو جانا چاهیے اور یه بغیر اسکے ممکن نہیں که هر شهر میں " دفاع مسجد کانپور " کے نام سے مجالس قائم کي جائیں - اسکے متعلق مجلس نے ضروري کارروائی اس هفتے سے شروع کردی ہے -

(۴) دوسرے امر کے متعلق کلکته میں چندے کي عام مجلسیں متواتر منعقد هو رهي هیں اور انکا سلسله جاري رهیگا جب تک شهر کے هر حصے اور محلے میں جلسے نہولیں گے -

(۵) بنگال کے دیگر حصص کیلیے ایک وفد مرتب هوکر روانه هونے والا ہے - اور ایک وفد تمام هندوستان کا دوره کرنے کیلیے بهي مرتب هو رها ہے - والله المستعان و علیه التکلان -

شئون داخلیہ

ابتداے عشق !!

الہلال پریس کی ضمانت

تعزیر جرم عشق ہے بے صرفہ محتسب
بڑھتا ہے اور ذوق گنہ یاں سزا کے بعد

اطراف ملک سے بکثرت خطوط اور تار آرہے ہیں ' جن میں دریافت کیا جا رہا ہے کہ ایا ضمانت کی خبر صحیح ہے ؟

واقعہ یہ ہے کہ بعض امور کی اطلاع مجھے تقریباً دس دن سے تھی ' مگر آجتک الہلال میں انکی نسبت ایک حرف نہیں لکھا - اسلیے کہ اپنا اصول کار ابتدا سے یہ رہا ہے کہ انسان صرف کام کیلیے بنایا گیا ہے ' پس اسکو چاہیے کہ صرف اپنے کام ہی میں مصروف رہے - یہ بہت ہی ادنی درجہ کی اور چھوٹی باتیں ہیں کہ لوگوں کا اسکے کام کے متعلق کیا خیال ہے ' اور حکام روزانہ کیا سمجھتے ہیں ؟

میری حالت الحمد للہ کہ تمام حالات سے مختلف ہے - میں اپنے تمام کاموں کو ایک خاص مذہبی دعوہ کی حیثیت سے انجام دیتا ہوں ' اور میرے پاس احکام مذہبی کے جواب کی ایک کتاب موجود ہے - پس میری نظر ہمیشہ اسپر رہتی ہے کہ خدا کے ساتھہ میرا رشتہ کیسا ہے ؟ اسکی فکر نہیں ہوتی کہ اسکے بندوں کی نظریں کیا کہتی ہیں ؟ اگر اللہ کی صداقت میرے ساتھہ ہے ' تو میری طاقت لا زوال اور میری حفاظت قدرتی ہے - لوگ دیکھتے ہیں کہ آگ جلاتی اور پانی ڈبوتا ہے ' اور اسکو قوانین قدرت کے نام سے یاد کرتے ہیں - لیکن اس سے زیادہ محکم اعتقاد ' اور اس سے بڑھکر غیر متزلزل یقین کے ساتھہ میں بھی دیکھتا ہوں کہ حق و صداقت اور اللہ کا پیغام دعوت ہر حال میں فتح یاب و منصور ہوتا ہے ' اور باطل و ضلالت کے ساتھہ دنیوی طاقتوں کا خواہ کتنا ہی ساز و سامان ہو ' اور عارضی و وقتی کامیابیاں خواہ کتنا ہی اسے مغرور کردیں لیکن بالاخر وہ خاسر و نامراد ہی ہوتی ہے : وتلک الدار الاخرة نجعلها للذین لا یریدون فی الارض علوا ولا فسادا والعاقبة للمتقین

پس ہماری حفاظت اور کامیابی خود ہمارے اور ہمارے کاموں کے اندر ہے - اپنے سے باہر ڈھونڈھنا لا حاصل ہے : ومن الفسکم افلا تبصرون ؟

الہلال کی اشاعت کو تقریباً ڈیڑھ برس کا زمانہ ہوگیا - مگر وہ پوری آزادی کے ساتھہ اپنے دینی فرائض کی انجام دہی میں مصروف تھا - اگر پریس ایکٹ کا عمل اسکے ادعائی مقصد سے مختلف نہوتا ' تو موجودہ عہد مطبوعات کی اس سبب سے بڑی فرصت کا ملنا کچھہ بھی تعجب انگیز نہ تھا ' بلکہ یقین کرنا چاہیے کہ قدرتی اور لازمی تھا -

لیکن بد قسمتی سے جو حالت آج برسوں سے ہو رہی ہے ' اس کا نتیجہ مشئوم تو یہ ہے کہ نہ صرف ہر حق گو کو ' بلکہ ہر حق گوئی کے ارادہ کرنے والے کو اپنے تئیں سب سے بڑا مجرم سمجھنا چاہیے - بلکہ

وجودک ذنب ' لا یقاس بہ ذنب !

جب حالت یہ ہو تو پھر ڈیڑھ برس سے زیادہ زمانے کا بغیر کسی واقعہ کے گذر جانا کیوں نہ ایک معجزۃ العقول واقعہ سمجھا جاے ؟

فی الحقیقت یہ ایک ایسا تعجب انگیز واقعہ تھا ' جسے سوچنے سمجھنے والے بہت سے لوگ گھبرا اٹھے تھے - البتہ خود مجھے ذرا بھی تعجب نہ تھا - کیونکہ " لا خوف علیهم ولا هم یحزنون " کی تفسیر میرے سامنے تھی ' اور دنیا کے فرائض سے بھی بالا تر ایک قانون تھا جس نے میرے دل پر نقش کردیا تھا کہ : واللہ ولی المتقین -

بہر حال ۱۸ - ستمبر کو دو ہزار روپیہ کی ضمانت طلب کی گئی جس میں ۲۷ - تک داخل کرنے کی میعاد تھی مگر آج ہی (کہ ۲۳ - ویں تاریخ ہے) دو ہزار روپیہ کے گورنمنٹ ضمانتی کاغذ عدالت میں بھیجدیے گئے ہیں - ضمانت کا روپیہ تو اسی تاریخ سے بطور ایک سرکاری امانت کے علحدہ رکھدیا گیا تھا ' جس دن الہلال پریس کا ابتدائی سامان خریدنے کیلیے ہم نے روپیہ نکالا تھا - سچ یہ ہے کہ اس امانت کی حفاظت کرتے کرتے ہم اکتا گئے تھے ' اور اندوہ وقت آگیا تھا کہ اگر کوئی مانگنے کیلیے نہ آتا تو ہم خود ہی پیش کش کرنے کیلیے آگے بڑھتے - بارہا ہمیں خیال ہوا کہ کیا یہ ذوق عتاب صرف اوروں ہی کے حصے میں آیا ہے ' اور ہم اصلی مستحقین نظر کیلیے کچھہ بھی نہیں ؟

نہ ابی جرعہ آب خشک مسلمانے را
اے بہ ترسا بچگان کردہ مئے ناب سبیل ؟

ہمارے ایک دوست نے اس تعامل پیشگی سے عاجز الہ پریس ایکٹ کی طاقتوں ہی کے منکر ہوگئے تھے :

لے تو بھی جالیں دل کہیں ہم سے کہ وصف پاک ہو
وہ حسینان جہاں بھی دلربا کہتے تو ہیں !

بڑی فکر یہ بھی کہ جب محرومی قسمت سے ضمانت کی پہلی منزل ہی طے نہیں ہوئی ہے تو آیندہ کی فکر کیلیے ہمیں وقت کیسے ملیگا ؟ بالاخر غنیمت ہے کہ خدا خدا کرکے خاموشی ٹوٹی ' اور پہلی منزل سے بہرحال گذر ہی گئے :

رہا کھٹکا نہ چوری کا دعا دیتا ہوں رہزن کو !

آخر میں ہم یہ لکھدینا ضروری سمجھتے ہیں کہ اس بارے میں ہمیں گورنمنٹ آف بنگال سے کوئی شکایت نہیں - ہم کو معلوم ہے کہ اصل حقیقت کیا ہے ؟ اور کل تک کیا تھا ' اور آج کیا ہو رہا ہے ؟

سرادن نقد رحائیست کہ من می دانم !

ڈیڑھ سال سے زیادہ عرصے تک جو کچھہ ہوا ' وہ گورنمنٹ بنگال کی مصلحت شناسی ' عواقب اندیشی ' اور ہمارے خاص حالات و نتائج پر نظر رکھنے کا نتیجہ تھا ' اور اب جو کچھہ ہوا ہے ' وہ دوسروں کی نادانی کا نتیجہ ہے -

ہم نے اتنی سطریں بھی بمجبوری لکھیں ' کہ بے شمار خطوط اور تاروں کا فرداً فرداً جواب دینا ممکن نہ تھا - ورنہ ہم اس طرح کے واقعات کو اس درجہ اہم نہیں سمجھتے کہ انکے پیچھے زیادہ وقت صرف کیا جاے - یہ اصطلاح کی معمولی باتیں ہیں ' جو آجکل کے پریسوں کے دفتروں میں ہمیشہ پیش آتی رہتی ہیں - اگر بعض حکام اعلی کو کسی اخبار کے دفتر سے کچھہ روپیہ لیکر رکھنے میں مصلحت نظر آتی ہے ' تو یہ ایک ایسی فائدہ رسانی ہے جو دوسرے

کیلیے مفید مگر اپنے لیے مضر نہیں - پھر اسمیں کیوں عذر ہو؟ اور کیوں حرف شکایت زبان پر آے؟ ہمارے سامنے تاریخ نے جو مواد رکھدیا ہے، وہ ہمارے لیے کافی ہے - ایسی باتیں ہمیشہ ہوئی ہیں اور ہوتی رہینگی - اور نتیجہ بھی ہمیشہ یکساں نکلا ہے اور نکلے گا - جو لوگ اس راہ میں قدم رکھتے ہیں، جب انکے سامنے آخری منزلیں موجود ہیں، تو ان ابتدائی منزلوں کے پیش آنے پر کیوں شاکی ہوں؟

ترک جان و ترک مال و ترک سر
در طریق عشق اول منزل ست

و افوض امری الی اللہ - ان اللہ بصیر بالعباد!

رفتار سیاست

آخر کار ۱۷ اور ۱۸ ستمبر کو ترکی و بلغاریا کی مجلس صلح قسطنطنیہ میں امور ثابتہ طے ہوگئے، مسئلہ حدود کا فیصلہ زیادہ تر ترکوں کے موافق ہوا، "دیموطیقا" کی نسبت بلغاریوں کو ابتداً کسی قدر انکار تھا اور اسکے معاوضہ میں اپنے صرف سے ادرنہ سے بابا عسکی تک ریل بنا دینے پر راضی تھے، لیکن ترکوں نے زر پیدہ پر رضیں کو ترجیح دی اور بالآخر "دیموطیقا" انکے حدود میں داخل کیا گیا -

دیموطیقا کی اہمیت کے خاص اسباب یہ ہیں کہ قصبۂ دیموطیقہ ایک ریلوے لائن پر موثر ہے، جسکا اثر براہ راست بحیرۂ ایجین تک پہنچتا ہے - ترکی قبضۂ دیموطیقا سے بلغاریوں کا راستہ جانب بحیرہ ایجین بیکار سا ہوجاتا ہے - دیموطیقہ کی جانب مغرب جو کوہستانی علاقہ ہے، بلغاری اوسمیں ریلوے کی تعمیر سے اس نقصان کی تلافی کرسکتے ہیں، لیکن یہ تجویز مصارف کثیرہ کی طالب ہے جسکے تحمل کی ابھی بلغاریا میں قوت نہیں -

۱۷ - ستمبر کے پیش کردہ اور ۱۸ - ستمبر کے منظور شدہ خط حدود کی تفصیل یہ ہے:

اینوس لائن سے یہ خط شروع ہوکر دریاے مرتزا کے برابر برابر چلا جاتا ہے - پھر "دیموطیقا" کے شمول کیلیے جانب مغرب نیم کرد سراہ "سمانہ" اور "ھادیم کوئی" شمال کی جانب پھرتا ہے، اور پھر جنوب کی طرف "مصطفی پاشا" کی مشرقی جانب سے مڑکر "قرق کلیسا" کی شمالی جانب طے کرتے ہوے "سان استفانو" پر ختم ہوجاتا ہے، اور اس سے بحیرہ اسود کا تعلق لازمی ہے

جو بد قسمت مسلمان اس تقسیم حدود کے رو سے حکومت بلغاریا میں داخل کیے گئے ہیں، بیان کیا جاتا ہے کہ وہ چار برس تک ترکی جنسیت میں شامل رہینگے، تاکہ اس اثنی مدت کے اندر اپنے گذشتہ عہد محمد کے وداع و مشایعت، اور نئے دور مستقبل کی محکومی و مذلت کے استقبال کیلیے طیار ہوسکیں! یہ بھی عہد کرلیا گیا ہے کہ بلغاری رعایا بننے کے بعد مسلمانوں کو مراعات حقوق، اور ادارے مراسم مذہبیہ پوری آزادی دی جائیگی - انکے قدیم حقوق ملی حالہا باقی، اور خدمت عسکریہ سے مستثنی رہینگے -

تاوان جنگ یا مصارف اسیران جنگ کا سوال باقی تھا، لیکن بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ ترکوں نے اس سے قطعی انکار کردیا ہے اور بلغاریا کو اسکے تسلیم بغیر چارہ نہیں -

ہم اس دوستانہ صلح کے بعد کسی واقعۂ منازعت و کشمکش کے سننے کیلیے طیار نہ تھے، لیکن لندن سے ۲۲ - ستمبر کو ایک تار پہونچا کہ امور ثانویہ میں اختلاف و تنازع نے اب تک صلح نامہ پر دستخط ہونے نہیں دیے، لیکن جب بلغاریا اصل مباحث مہمہ کے سامنے سر تسلیم خم کرچکا ہے تو امور ثانویہ میں وہ کب تک سرکشی پر اڑا رہیگا؟ امید ہے کہ آیندہ جرائد اختتام معاملات کی اطلاع پہونچائیں گی -

البانیا

ترکی سے علحدہ کرکے البانیا کو تقویم مقناطیسی (ہپناٹزم) کے ذریعہ یورپ جو خواب دکھا رہا تھا - افسوس کہ اوسکی تعبیر صحیح نہ نکلی - و ما ہذا اول قارورۃ کسرت فی اوربا! البانیا کی اغلب آبادی مسلمان ہے لیکن عجیب بات ہے کہ یورپ اوسکے لیے بھی ایک مسیحی شاہزادہ کی تلاش میں ہے - ۲۰ - ستمبر کا تار ہے کہ اسعد پاشا مدافع سقوطری نے جو البانیا کا وزیر داخلیہ عارضی بھی تھا، اپنی جمعیت کے ساتھہ بغاوت کردی، دوروزا میں جہاں وہ اپنی علحدہ حکومت قائم کرنا چاہتا ہے، سرکاری خزانہ پر بھی قبضہ کرلیا ہے، یونان و سرویا نے اپنے اپنے حدود متصلہ میں بے اطمینانی پیدا ہونے پر کارروائی کی دھمکی دی ہے - آسٹریا و اٹلی اور دیگر حکومتوں سے مخلوط کمیشن تحدید حدود کیلیے روانہ ہورہا ہے -

۲۲ - کا پیغام برقی ہمکو ایک اور عجیب و غریب روایت سناتا ہے کہ (معزول شدہ) جو وزیر جو رحمہ معین ہوا تھا، سفر یورپ سے واپس آگیا ہے اور اسعد پاشا کے مقابلہ میں اپنی جمعیت کو مسلح ہونے کا حکم دے رہا ہے، جسنے علم اسقرہا بلند کردیا ہے!!

غـزوۂ طـرابلـس

اس ہفتہ طرابلس کے متعلق ایک اہم خبر رائٹر نے پہنچائی ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ راہ مدافعین میں سر فروش عربوں نے (درابیعہ رومہ) بنغاری اور درنہ کے متصل ایک نخلستان میں اطالیوں کا مقابلہ کیا، سخت لڑائی کے بعد اطالیوں کو عین وقت پر کمک پہونچ جانے سے "حسب دستور" دشمنوں کو شکست ہوئی، اور اونکو ایک نقصان کثیر کے بعد پسپا بھی ہونا پڑا - لیکن اس شکست کا عجیب تر نتیجہ یہ ہے کہ خود اطالی جنرل "توریلی" عربوں کے ہاتھہ سے مارا گیا - اسکے علاوہ اور دو اطالی افسر اور ۱۸ - سپاہی ہلاک، اور تین افسر اور ۷۰ سپاہی مجروح ہوے -

اس روایت سے علی رغم رومہ دو نتیجے مستنبط ہوتے ہیں: اول یہ کہ اٹلی باایں ہمہ تلف جان و مال، حدود بنغاری و درنہ سے آگے نہیں بڑھی، جہاں اوسکے قیام پر تقریباً دو سال کی مدت گذر چکی ہے - دوم یہ کہ اس معرکۂ عظیمہ کا نتیجہ یقیناً اٹلی کے خلاف نکلا ہوگا، جسکی سب سے قوی دلیل ایٹالین جنرل کی مقتولی ہے، گو رومہ کا تار اس نتیجہ سے منکر ہو -

مغـرب اقـصی

مراکش کو ایک مدت ہوئی کہ ہم رو چکے تھے، لیکن ۱۷ - ستمبر کے ایک پیغام برقی نے بشارت دی ہے کہ مولائی رسولی جو مراکش کے دوسرے حصہ میں فرانس سے بر سر پیکار تھا، اب اوسنے اہل اسپین کی طرف بھی توجہ کی ہے، کہ دونا بی اسپینی فوج کو وہ دبا رہا ہے، ناچار اسپینیوں کو امداد کیلیے مزید فوجیں طلب کرنی پڑی ہیں، و عاقبۃ الامر بید اللہ -

حادثۂ فاجعۂ کانپور

مسجد مقدس کانپور کا ایک اندرونی منظر

یہ اُن گیارہ لڑکوں کی تصویریں ہیں، جو ۱۳ - ستمبر کو کانپور میں رہا کیے گئے - یہ معصوم بچے ہیں جنکو مسٹر ٹائلر مجسٹریٹ کانپور نے دربارے جرم بغاوت گرفتار کیا تھا !!

۲۴ شوال ۱۳۳۱

الــداء والــدواء

یعني

جماعت " حزب الله " کے اغراض و مقاصد

الا ' ان حزب الله هم الغالبون

۱۳۳۱ هجری (۱)

(۵)

انما ولیکم الله و رسوله والذین امنوا ' الذین یقیمون الصلوة ویوتون الزکوة وهم راکعون - و من یتول الله و رسوله و الذین آمنوا ' " فان حزب الله هم الغلبون " (۵ : ۶۲)

اے مسلمانو! تمهارا دوست الله هے ' اسکا رسول ' اور وہ لوگ ' جو الله اور رسول پر ایمان لا چکے هیں ' جو صلوۃ الهي کو دنیا میں قائم کرے ' اسکي راہ میں اپنے مال کو صرف کرتے ' اور سب سے زیادہ یه که هر وقت الله اور اسکے حکموں کے آگے جهکے رهتے هیں - پس جو شخص الله ' الله کے رسول ' اور ارباب ایمان کا ساتهي هوکر رهیگا ' تو یقین کرو که وہ " حزب الله " میں سے هے ' اور " حزب الشیاطین " کے مقابلے میں حزب الله هي کا بول بالا هونے والا هے !!

بیا ساقی ! زخود آگاهیم ده ! * شراب بزم " حزب اللهیم " ده !
شراب گرم و رخشان همچو خورشید * بپاے بعثت طل اللهیم ده !
نوید بعث کز شوقش برقصم * زعشر تگاہ شاهنشاهیم ده !
دلم تاریک و من سرگشته درخود * چراغ مي دربن گمراهیم ده !
خرد هان مرا مي کاهد ارغم * نجات دل ازین جانکاهیم ده !
فسون غفل (فیضي) بس درازست
ازین دستان زبان کوتاهیم ده !

مدتے این مثنوي تاخیر شد
مهلتے بایست تا خون شیر شد

و العصر ' إن الانسان لفي خسر ' الا الذین امنوا وعملو الصالحات ' و تواصوا بالحق و تواصوا بالصبر - قسم هے اس عصر انقلاب اور دور تغیرات کي ' جو پچهلے دور کو ختم کرتا ' اور نئے دور کي بنیاد رکهتا هے ' که نوع انساني کیلیے دنیا میں نقصان و هلاکت کے سوا کچهه نہیں - مگر هاں وہ نفوس قدسیه ' جو قوانین الهیه پر ایمان لائے ' اعمال صالحه اختیار کیے ' ایک دوسرے کو امر بالمعروف و نهي عن المنکر کے دریعه دین حق کي وصیت کرتے رهے ' اور نیز صبر و استقامت کي بهي انهوں نے تعلیم دي (۱۰۳ : ۴) : اولئك علی هدی من ربهم ' و اولئك هم المفلحون (۲ : ۴) "

یه هے جماعت " حزب الله " کا مقصد وحید ' جسے غالباً هر شخص دن میں ایک دو مرتبه نماز کے اندر ضرور پڑهتا هے ' اور یه هے خلاصه اسکے پیش نظر اغراض کا ' جو سورۂ " والعصر " کي صورت میں هر مسلمان کے آگے موجود هے - فمن شاء اتخذ الی ربه سبیلا !

گذشته چار صحبتوں میں جو کچهه عرض کرچکا هوں ' اس سے بهت زیادہ عرض کرنا تها ' مگر مناسب یه نظر آیا که پہلے مختصراً اصل اغراض و مقاصد بیان کردیے جائیں ' اور اسکے بعد انکي هر دفعه پر ایک مستقل مضمون شائع کیا جاے :

مصلحت نیست که از پرده برون افتد راز
ورنه در مجلس رندان خبرے نیست که نیست

معاطب اندکے نازک مزاج ست
سخن کم گو ' که کم گفتن رواج ست

تلاش مقصود

لیکن کم از کم آج پہلے مقصد کے متعلق تو چند کلمات ضرور ضرور عرض کرونگا اور معافي خواہ هوں اگر ان احباب کرام کو شاق

(۱) یه ایک عجیب حسن اتفاق هے که جس آیه کریمه کي بنا پر اس جماعت کا نام " حزب الله " رکها گیا هے ' اس آیه کریمه کے عدد بقاعدۂ جمل ۱۳۳۱ هیں اور یهي هجري سن اس جماعت کي تاسیس کا هے !

ذریعے، جو اب صرف اصل دفعات طریق عمل ہی کے مشتاق ہیں۔

گذشتہ مطالب و بیانات سے آپ نے اندازہ کرلیا ہوگا کہ اس عاجز کا مقصد کیا ہے؟ اخیر نمبر کے خاتمے کی سطور میں عرض کرچکا ہوں کہ ہمکو آج سب سے پہلے کس چیز کا متلاشی ہونا چاہیے؟

دنیا کی بیماریاں ہمیشہ یکساں رہی ہیں، اسلیے انکا علاج بھی اصولاً ایک ہی ہونا چاہیے۔ وہ جب کبھی متلاشی ہوئی ہے، تو اسکی تلاش اُس جستجو سے کبھی بھی مختلف نہ تھی، جو جستجو کہ آج ہمیں درپیش ہے۔

* * *

ایک ہی چیز تھی، جسکی ہمیشہ تلاش رہی۔ ہم بھی آج اُسی کو ڈھونڈھیں گے۔

جبکہ اسی زمین پر ایسے ہزاروں برس پہلے خدا کے ایک مخلص بندے نے اسکو درد اور تڑپ کی آواز میں پکارا تھا اور کہا تھا کہ:

رب انی دعوت قومی لیلاً ونہارا، فلم یزدہم دعای الا فرارا، وانی کلما دعوتہم لتغفر لہم، جعلوا اصابعہم فی اذانہم واستغشوا ثیابہم و اصروا و استکبروا استکبارا۔ ثم انی دعوتہم جہارا، ثم انی اعلنت لہم و اسررت لہم اسرارا۔ (٧١ : ٩) قال نوح: رب انہم عصونی واتبعوا من لم یزدہ مالہ و ولدہ الا خسارا (٧١ : ٢١)

خدایا! میں نے اپنی قوم کو رات دن حق و ہدایت کی دعوت دی، لیکن افسوس کہ میری دعوت کا نتیجہ بجز اسکے اور کچھ نہ نکلا کہ وہ اور مجھسے بھاگنے لگے۔ میں نے جب کبھی انکو پکارا، تاکہ وہ تیری طرف رجوع ہوں تو انہوں نے اپنے کانوں میں انگلیاں ٹھونس لیں کہ کہیں میری آواز نہ سن لیں، اور اپنے اوپر کپڑے اوڑھ لیے کہ کہیں میرے چہرے پر نظر نہ پڑجائے اور ضد اور شیخی میں آکر اکڑ بیٹھے! اس پر بھی میں باز نہ آیا، پھر انھیں پکار پکار کر تیرا پیغام پہنچایا، اور اسکے بعد ظاہر و پوشیدہ، ہر طرح سمجھایا، لیکن خدایا! با ایں ہمہ سعی دعوت و اصلاح، ان سرکشوں نے میرا کہا نہ مانا اور اُنہی مردودان باطل کی غلامی کرتے رہے جنکو انکے مال اور انکی اولاد نے فائدہ کی جگہ الٹا نقصان ہی پہنچایا!"

تو وہ بھی اپنی قوم کو اُسی کی تلاش کا پتہ دے رہا تھا۔

* * *

جبکہ کالدیا کے بت خانے میں ایک برگزیدہ نوجوان نے امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا فرض ادا کیا، جبکہ اس نے اپنے ہاتھہ میں چھری لی، اور اپنے فرزند عزیز کو محبت الٰہی کی بیخودی میں دشمنوں کی طرح زمین پر دے پٹکا، جبکہ اُس نے دنیا سے رخصت ہوتے ہوئے اپنے خاندان کو دین الٰہی کی پیروی کی وصیت کی اور کہا:

یا بنی! ان اللہ اصطفی لکم الدین، فلا تموتن الا و انتم مسلمون! (٢ : ١٣٢)

دیکھو! اللہ نے تمہارے اس دین اسلام کو تمہارے لیے پسند فرمایا ہے، پس ہمیشہ اسی پر قائم رہنا اور دنیا سے نہ جانا مگر اس حالت میں کہ تم مسلمان ہو!!

تو اس نے بھی اُسی کو ڈھونڈھا اور پایا تھا۔

* * *

جبکہ تخت گاہ فراعنہ کے ایک قید خانے میں کنعان کے قیدی نے دین الٰہی کا وعظ کہا، اور جبکہ اس نے اپنے ساتھیوں سے پوچھا کہ:

یا صاحبی السجن! ارباب متفرقون خیر ام اللہ الواحد القہار؟ ما تعبدون من دونہ الا اسماء سمیتموہا انتم و اباؤکم ما انزل اللہ بہا من سلطان، ان الحکم الا للہ، امر الا تعبدوا الا ایاہ۔ ذالک الدین القیم، ولکن اکثر الناس لا یعلمون (١٢ : ٤١)

"اے یاران محبس! بہت سے مالک اور آقا بنا لینا اچھا ہے یا ایک ہی خدائے قہار کے آگے جھکنا؟ تم جو اللہ کو چھوڑکر دوسرے معبودوں کی پرستش کررہے ہو، تو یہ اسکے سوا کیا ہے کہ چند نام ہیں جو تم نے اور تمہارے پیشروں نے گھڑ لیے ہیں؟ حالانکہ خدا نے تو اسکے لیے کوئی سند بھیجی نہیں۔ اے گمراہو! یقین کرو کہ تمام جہان میں حکومت صرف اس ایک خدا ہی کیلیے ہے! اس نے حکم دیا ہے کہ صرف اُسی کے آگے جھکو! یہی دین اسلام کا سیدھا راستہ ہے۔ لیکن افسوس کہ اکثر لوگ ہیں جو نہیں سمجھتا!"

تو اسکی نظر بھی اسی کے طرف تھی، اور اسی کی تلاش تھی، جسکا وہ سراغ دے رہا تھا!

* * *

وہ "شاطی وادی ایمن" اور "بقعۂ مبارکہ" کا مقدس چرواہا، جبکہ کوہ سینا کے کنارے "انی انا اللہ رب العالمین" کی ندا محبت سے مخاطب ہوا تھا، اور جبکہ ایک ظالم و جابر حکومت کی غلامی سے نجات دلانے کیلیے اُس نے یکہ و تنہا، فرماں روائے عہد کے سامنے حریفانہ کھڑے ہوکر پیشین گوئی کی تھی کہ:

ربی اعلم بمن جاء بالہدی من عندہ، ومن تکون لہ عاقبۃ الدار، انہ لا یفلح الظالمون۔ (٢٨ : ٣٨)

اے لوگو! مجھکو جھٹلانے میں جلدی نہ کرو! خدا خوب جانتا ہے کہ کون شخص اُسکی طرف سے سچائی لیکر آیا ہے، اور آخر کار کس کے ہاتھہ نتیجہ کی کامیابی آنے والی ہے؟ یقین کرو کہ خدا کبھی اُن لوگوں کو فلاح نہیں دیتا، جو برسر ناحق ہیں!"

تو وہ بھی اسی تلاش کا اعلان کر رہا تھا، اور یہی تلاش تھی، جسنے اُسے منزل مقصود تک پہنچایا تھا۔

* * *

وہ "ناصرہ" کا نوجوان اسرائیلی، جو پچھلی کتابوں کی پیشین گوئی کے مطابق آیا تھا، تاکہ عہد اسرائیلی کے خاتمے اور دور اسماعیلی کے آغاز کا اعلان کرے، اور جبکہ اس نے چلنے سے پیشتر ایک باغ کے گوشے میں اپنے نادان اور ناسمجھہ ساتھیوں سے کہا تھا کہ:

انی رسول اللہ الیکم مصدقا لما بین یدی من التوراۃ و مبشراً برسول یاتی من بعدی، اسمہ "احمد"۔ (٦١ : ٦)

میں اللہ کے طرف سے تمہاری طرف بھیجا ہوا آیا ہوں۔ میں کوئی نئی شریعت نہیں لایا، بلکہ میرا کام صرف یہ ہے کہ کتاب تورات کی، جو مجھسے پہلے آچکی ہے، تصدیق کرتا ہوں، اور ایک آنے والے رسول کی خوشخبری دیتا ہوں جو میرے بعد آئیگا اور جسکا نام "احمد" ہوگا!"

تو وہ بھی اسی وادی جستجو کا ایک کامیاب قدم شوق تھا، اور یہی گوہر مقصود تھا، جسکے لیے اُس نے اپنے بے عقل ساتھیوں کے جیب و دامن کو بیقرار دیکھنا چاہا تھا۔

* * *

اور پھر وہ ظہور انسانیۃ کبریٰ، وہ مجسمۂ نعمۃ الٰہیۃ عظمیٰ، وہ معلم کتاب و حکمت، وہ مزکی نفوس و قلوب انسانیت، وہ

ھادي " الی صراط مستقیم " و مخاطب " انک لعلي خلق عظیم " و تاجدار کشورستان یزداں پرستي ' و فاتح باب اقلیم قلوب انساني ' و علم آموز درسگاہ " ادبني ربي فاحسن تادیبي " و خلوت نشین شبستان " ابیت عند ربي ھو یطعمني و یسقیني " یعني وہ وجود اعظم و اقدس ' جسکے لیے دشت حجاز میں ابراھیم خلیل (ع) نے اپنے خدا کو پکارا : (ربنا وابعث فیھم رسولاً منھم ' یتلو علیھم ایاتک و یعلمھم الکتاب والحکمۃ ' ویزکیھم – ۲ : ۱۲۱) جسکے نور مبین کي تجلي فاران کي چوٹیوں پر موسی (ع) نے دیکھي ' جسکے عشق میں داؤد (ع) نے نغمہ سرائي کي ' جسکے جمال الٰہي کي تقدیس میں سلیمان (ع) اپنے تخت جلال پر جھک گیا ' جسکي طرف یوحنا (ع) سے پوچھنے والوں نے بیقرارانہ اشارہ کیا (۱) ' اور جسکے لیے ناصرہ کے اسرائیلي نبي نے اپنا جانا ھی بہتر سمجھا ' تا وہ اپنے باپ سے جو آسمان پر ھے سفارش کرے ' اور اُسکو " جو آنے والا ھے " جلد بھیجدے (یوحنا ۱۶ : ۸) -

* * *

غرضکہ جب " وہ آنے والا " آیا ' اور خدا کي زمین آخري مرتبہ سنواري گئي ' تا اسکي ابدي حکومت و جلال کا تخت بچھے ' اور پھر اسکے فرمان آخري کا اعلان ھوا کہ :

ومن یبتغ غیر الاسلام دینا ' فلن یقبل منہ وھو فی الاخرۃ من الخاسرین - (۳ : ۷۹)	" اب سے جو انسان احکام اسلامي کي جگہ کسي دوسري تعلیم کو تلاش کریگا ' تو یقین کرو کہ اسکي تلاش کبھي مقبول نہوگي ' اور اُسکے تمام کاموں کا آخري نتیجہ نا کامي و نا مرادي ھي ھوگا ! ! "

تو وہ بھي اُسي کي جستجو میں نکلا تھا ' جسکي جستجو میں سب نکلے ' اور قبل اسکے کہ وہ اُسکے لیے بیقرار ھو ' خود اُس نے بیقرار ھوکر اُسکا ھاتھہ پکڑ لیا تھا :

و وجدک ضالاً فھدی (۹۳ : ۷)	اور اے پیغمبر ! ھم نے تم کو دیکھا کہ ھماري تلاش میں سرگرداں ھو ' پس ھم نے (خود ھي) تم کو اپني راہ دکھلا دي !

* * *

دنیا کي خوشي مرجھا گئي تھي - اسکا جمال صداقت پژمردہ ' اور اسکا چہرۂ ھدایت زخمي ھوگیا تھا - وہ پیمان و مواثیق ' جو اولاد آدم نے مقدس رسولوں کے سامنے ' انکے پاک پیغاموں کو سنکر خدا سے باندھے تھے ' ایک ایک کرکے عصیان و تمرد سے توڑ دیے گئے تھے ' اور خدا کي رحمت و رافت زمین کے بسنے والوں سے روٹھہ گئي تھي - اُسکا وہ جمال ازلي و ابدي ' جس سے پردے اٹھادیے گئے تھے تا اسکے ڈھونڈھنے والوں کو محرومي نہو ' اب پھر مستور و محجوب ھوگیا تھا - اور اُسمیں اور اسکے بندوں میں کوئي رشتہ باقي نہ تھا -

ھاں ' کوئي نہ تھا ' جو اسکو ڈھونڈھے - کوئي قدم نہ تھا ' جو اسکي طرف مڑے - کوئي آنکھہ نہ تھي ' جو اسکے لیے اشکبار ھو - کوئي دل نہ تھا ' جو اُسکي یاد میں مضطرب ھو - کوئي روح نہ تھي ' جو اُسے پیار کرے - اُسکي دنیا اُس سے بے خبر تھي - اُسکے بندے اُس سے غافل تھے - انسان کا ضمیر مرچکا تھا ' فطرۃ کا حسن حقیقي عصیان عالم کي تاریکی میں چھپ گیا تھا - طغیان و سرکشي کے سیلاب تھے ' جو خشکي و تري ' دونوں میں اُمنڈ آے تھے ' اور جنکے اندر خدا کے رسولوں کي بنائي ھوئي عمارتیں ڈھہ رھي تھیں -

ظھر الفساد فی البر والبحر بما کسبت ایدی الناس (۳۰ : ۴۰)	خشکي اور تري ' دونوں میں انسان کے عصیان و سرکشي سے فتنۃ و فساد پھیل گیا !

جبکہ یہ حالت تھی تو دنیا نگڑکر پھر سنوري ' انسانیۃ مرکر پھر زندہ ھوئي ' اور خدا نے اپنے چہرے کو پھر بے نقاب کردیا - وہ جو شام کے مرغزاروں ' اور یروشلیم کے ھیکل کے ستونوں سے روٹھہ گیا تھا ' اب پھر آگیا ' تاکہ دشت حجاز کے ریگستان کو پیار کرے ' اور اپنے راز و نیاز محبت کیلیے ایک نئي قوم کو چن لے - دنیا جو صدیوں سے اسکو بھلا چکی تھي ' پھر اُسکي تلاش میں نکلي ' اور انسان نے اپنے مقصود و مطلوب کو کھوکر پھر دوبارہ پا لیا :

قد جاءکم من اللہ نور و کتاب مبین ' یھدي بہ اللہ من اتبع رضوانہ سبل السلام ' ویخرجھم من الظلمات الی النور ' ویھدیھم الی صراط مستقیم (۴ : ۱۸)	بیشک تمھارے پاس اللہ کے طرف سے ایک نور ھدایت ' اور ایک کتاب مبین آئي ' اللہ اُسکے ذریعہ سلامتي کے راستوں پر ھدایت کرتا ھے اُس کي ' جو اُسکي رضا چاھتا ھے اور اُسکو ھر طرح کي گمراھي کي تاریکي سے نکال کر ھدایت کي روشني میں لاتا ' اور صراط مستقیم پر چلاتا ھے !

* * *

غرضکہ دنیا کي حیات ھدایت و سعادت کي تاریخ یکسر تلاش و جستجو ھے - اس نے اپنے ھر دور میں کھویا ' اور پھر ھر دور میں اسکي تلاش کیلیے نکلي - وہ جب کبھي گري تو اُسي کو کھوکر گري ' اور جب کبھي اُٹھي ' تو اسي کي تلاش کا ولولہ لیکر اُٹھي - اسکے ھادیوں نے جب کبھي اسکو جگایا تو اسي کیلیے جگایا ' اور جب کبھي اُسکا ھاتھہ پکڑا ' تو اسي جستجو میں نکلنے کیلیے پکڑا - اُس کي یہ تلاش ھمیشہ کامیاب ھوئي اور اس نے جب کبھي پکارا ' اُسے جواب ملا - پاني کے ملنے میں کبھي بھي دیر نہ ھوئي ' البتہ تشنگي کا ثبوت ھمیشہ مانگا گیا :

جمال حال شود ترجمان استحقاق
دلیل آب جگر تفتگي و تشنہ لبي ست !

(۱) حضرۃ موسی ' حضرۃ داؤد ' اور حضرۃ سلیمان کي پیشین گوئیوں کے متعلق جو تلمیحات ان سطور میں کي گئي ھیں ' وہ مشہور ھیں اور بار بار بیان میں آچکي ھیں ' لیکن یوحنا اور اس سے پوچھنے والوں کے اشارے کي توضیح کردیني چاھیے - یہ انجیل یوحنا کے اُس موقعہ کي طرف اشارہ ھے ' جب ولادت مسیح کے بعد یروشلم سے یہودیوں نے کاھنوں کو حضرت یحیی (یوحنا) کے پاس بھیجا ھے تاکہ اُن سے پوچھیں کہ وہ کون ھیں ؟ انھوں نے پوچھا کہ " تو کیوں اصطباغ دیتا ھے ' جبکہ تو نہ تو مسیح ھے اور نہ الیاس نبي ' اور نہ ھي " وہ " (یوحنا : ۲۵) یہاں پوچھنے والوں کے اس اشارہ ضمیر غائب سے ضرور انحضرۃ (صلعم) مراد تھے کیونکہ مسیح کے بعد آنے والے نبي کا ذکر شائع ھوچکا تھا اور انتظار کرنے والوں کو اسي کا انتظار تھا - اگر یہ تسلیم نہ کیا جاے تو پھر اس اشارہ کا کوئي مطلب نہوگا - کیونکہ مسیح کے بعد اور کوئي نبي نہیں آیا جسکی طرف اشارہ کیا گیا ھو - [منہ]

الحریۃ فی الاسلام

نظام حکومۃ اسلامیۃ

وامرہم شوری بینہم (۴۲ : ۳۶)

(٤)

توطیۂ مباحث آتیہ

اور مباحث گذشتہ پر ایک اجمالی نظر

(الحریۃ فی الاسلام) کے سلسلے میں تین نمبر شائع ہوچکے ہیں - اب ہمیں بقیہ مباحث کی طرف متوجہ ہونا چاہیے - لیکن بہتر ہوگا کہ اس سفر کی جتنی منزلیں طے کرچکے ہیں' آگے بڑھنے سے پہلے ایک نظر اُن پر بھی ڈال لیں -

ربط و ترتیب بیان کیلیے ضرور ہے کہ گذشتہ مباحث قارئین کرام کے پیش نظر ہوں - یہ مقالات مسلسل نمبر (۱) جلد (۳) سے نمبر (۳) تک شائع ہوے ہیں -

(۱)

ہم نے آغاز تحریر میں اُس سیاسی انقلاب پر ایک اجمالی نظر ڈالی تھی' جو ظہور اسلام سے عالم انسانیۃ میں طاری ہوا - ہم نے اُسر و غلامی اور استبداد و حکم ذاتی کی وہ بیڑیاں دیکھی تھیں' جنکے ذریعہ انسانیت کے پاؤں جکڑدیے گئے تھے - پھر چھٹی صدی مسیحی کے آغاز میں ہم نے اُس حریۂ حریۃ الہیہ کو بلند ہوتے دیکھا' جو جبل (بوقبیس) کی غاروں میں ڈھالا گیا تھا' مگر اسکی چوٹیوں پر سے چمکا تھا - بالاخر وہ چمکا اور بلند ہوا - اور پھر اس زور و قوت سے اُن بیڑیوں پر گرا' کہ " الحکم للہ العظم الکبیر ! " کے ایک ہی ضربۂ بے امان و آہن پاش میں' اُن کے تمام آہنین حلقے ٹکڑے ٹکڑے ہوکر گرگئے' اور خدا کے بندوں کے پاؤں اسکی طرف دوڑنے کیلیے آزاد ہوگئے !!

وقاتلوہم حتی لا تکون فتنۃ' ویکون الدین کلہ للہ ! (۲ : ۱۸۹)

" اور ظالموں سے مقاتلہ کرو' یہاں تک کہ اللہ کی سرزمین ظلم و معصیت' اور ماسواے اللہ پوجنے کے فتنہ سے پاک ہوجاے' اور شریعت و حکم کا تمام تسلط صرف اللہ ہی کے لیے ہوجاے' کیونکہ اسکے سوا دنیا میں حکم و تسلط کسی کو سزاوار نہیں " وکنتم علی شفا حفرۃ من النار فانقذکم منہا' کذلک یبین اللہ لکم ایاتہ لعلکم تہتدون (۳ : ۱۰۰) (۱)

(۲)

اسکے بعد ہم نے موجودہ عہد جمہوریۃ و آئینی پر نظر ڈالی اور اسکے نظام و اساس کی جستجو و سراغ میں نکلے - ہم کو چند اصول بتلاے گئے' جنکی تاسیس کا فخر و ادعا موجودہ " عصر نور " کا بنیاد شرف اور اساس امتیاز ہے - لیکن ہم نے مڑکر دیکھا تو تیرہ سو برس پیشتر کے گذرے ہوے " دور ظلمت " میں ایک ہاتھ نظر آیا' جو اسی مصباح فروزندۂ حریت و جمہوریت کی ضیا و نورانیت سے تمام ظلمت کدۂ عالم کی تاریکی کا تنہا مقابلہ کررہا تھا !

بالاخر وہ فتح یاب ہوا' ظلمت انسانی پر نور الہی نے نصرت پالی' اور وہی آفتاب ارشاد و ہدایت ہے' جس سے کسب انوار و تجلیات کرکے آج دنیا کے تمام گوشوں نے اپنے اپنے چراغ کرلیے ہیں :

یک چراغیست دریں خانہ' کہ از پرتو آں
ہر کجا می نگری' انجمنے ساختہ اند !!

یا ایہا النبی ! (۱) ارسلناک شاہداً' ومبشراً' ونذیراً' وداعیاً الی اللہ باذنہ' وسراجاً منیراً ! (۳۳ : ۴۵) -

" اے پیغمبر ! ہم نے تم کو دنیا کیلیے گواہی دینے والا' سلطنت الہی کے قیام کا بشارت دہندہ' ظلم و عصیاں کے نتائج سے ڈرانے والا' انسانوں کی غلامی سے بغاوت' اور اللہ کی وفاداری کی دعوت دینے والا' اور مختصر یہ کہ ہر طرح کی تاریکیوں کو مٹانے کیلیے ایک روشن و منور چراغ بناکر دنیا میں مبعوث فرمایا ! "

وہ چراغ جو انسانی ہاتھوں سے بلند کیے گئے ہیں' بجھ سکتے ہیں' کیونکہ خود انسان کے چراغ حیات کو قرار نہیں - پر جو " سراج منیر " اللہ کے مقتدر و غیر فانی ہاتھوں سے روشن ہوا ہے' اسکی نور ایت کیلیے کبھی اطفاؤ زوال نہیں ہوسکتا :

اللہ نور السماوات والارض' مثل نورہ کمشکواۃ فیہا مصباح ! (۲۴ : ۳۵)

" اللہ ہی کی لازوال روشنی سے آسمان و زمین کی روشنی ہے - اسکے نور (ہدایت نبوت) کی مثال ایسی سمجھو' جیسے ایک (بلند و رفیع) طاق ہے' اور اُس پر ایک منور و مرور زندہ چراغ روشن ہے ! "

اللہم صل وسلم علیہ' وعلی الہ الواصلین الیہ !

[نوٹ پہلے کالم کا]

(۱) یہ آیۃ کریمہ سورۂ عمران کے اُس رکوع کی ہے' جس میں خدا تعالی نے ظہور دعوت اسلامی و وجود حضرۃ رحمۃ للعالمین کو اپنا سب سے بڑا احسان و لطف قرار دیا ہے' اور اس نعمت کی قدر و منزلت کی طرف دنیا کو توجہ دلائی ہے - اسی سلسلے میں فرمایا کہ ظہور دعوۃ اسلامی سے پہلے تم لوگوں کی حالت شدۃ کفر وضلالت اور اُسر و غلامی سے ایسی تھی' گویا ایک آگ کے گڑھے پر کھڑے تھے' مگر اللہ نے حضرۃ رحمۃ للعالمین کو بھیج کر تمھیں اس ہلاکت سے بچا لیا - اور اسی طرح وہ تمھارے سامنے اپنی قدرت و حکمت کی نشانیاں کھولتا ہے' تاکہ تم ہدایت پاؤ (منہ)

(۴)

مشہور (انقلاب فرانس) کے مصائب و شدائد کے بعد (جو یورپ میں حریت و جمہوریت کے مذبح کی سب سے بڑی اور آخری قربانی تھی) موجودہ جمہوریت کا اصلی دور شروع ہوتا ہے ' ہم نے بتلایا تھا کہ اس دور کے اساس اولین پانچ دفعات ہیں جنکو مشہور فرانسیسی مورخ حال : CH. SEIGNOBOS نے اپنی تاریخ انقلاب تمدن میں تصریح کی ہے :

(۱) استیصال حکم مطلق و ذاتی - یعنی حق حکم و ارادہ اشخاص کی جگہ افراد کے ہاتھہ میں جائے - شخص ' ذات ' اور خاندان کو تسلط و حکم میں کوئی دخل نہو - اسی کے ذیل میں پریسیڈنت کا انتخاب بھی آگیا ' جس کو اسلام کی اصطلاح میں خلیفہ کہتے ہیں - اسکے انتخاب میں کسی حق خاندانی کو دخل نہیں - ملک انتخاب کرے اور اسی کو حق عزل و نصب ہو -

(۲) مساوات عامہ ' جسکی بہت سی قسمیں ہیں :

مساوات جنسی ' مساوات خاندانی ' مساوات مالی ' مساوات قانونی ' مساوات ملکی و شہری و غیرہ وغیرہ - اسی بنا پر پریسیڈنت کو بھی عام باشندگان ملک پر کوئی تفرق و ترجیح نہو -

(۳) خزانۂ ملکی (باصطلاح اسلام بیت المال) ملک کی ملکیت ہو - پریسیڈنت کو اسپر کوئی ذاتی حق تصرف نہو -

(۴) اصول حکومت " مشورہ " ہو ' اور قوت حکم و ارادہ افراد کی اکثریت کو ہو' نہ کہ ذات و شخص -

(۵) حریت راے و خیال اور مطبوعات (پریس) کی آزادی اسی کے تحت میں ہے -

یہی اصول اساسی ہیں جنکو پروفسر (وانسن ریغی) نے انگلستان کے نظام حکومت کی مشہور و زبردست کیمبریج تاریخ میں بیان کیا ہے -

لیکن جمہوری نظام حکومت کے یہ اصلی عناصر نہیں ہیں - اگر انکی تحلیل و تفرید کی جاے ' تو بہت سے مرکبات الگ ہو جائینگے ' اور آخر میں صرف ایک ہی عنصر بسیط باقی رہیگا جو دفعہ (۱) میں بیان کیا گیا ہے یعنی :

" قوت حکم و ارادہ اشخاص و ذوات کے ہاتھہ میں نہو - بلکہ جماعت و افراد کے قبض و تسلط میں "

مختصر لفظوں میں اسکی تعبیر اس ایک جملہ میں ہوسکتی ہے کہ " نفی حکم ذاتی و مطلق "

باقی چار دفعات میں جو امور بیان کیے گئے ہیں ' وہ سب کے سب اسی کے ذیل میں آجاتے ہیں - مساوات حقوق مالی و قانونی ' اساس مشورہ و انتخاب ' عدم اختیار تصرف خزانۂ ملکی ' حریت آرا و مطبوعات وغیرہ وغیرہ ' سب " نفی حکم ذاتی و مطلق " ہی کی تفسیر ہیں - (لها بقیة صالحة)

تاریخ اسلام کا ایک غیر معروف صفحہ

حبش میں ایک اسلامی حکومت !

آٹھویں صدی ہجری کے چند مجاہدین

(۳)

مزرع اسلام کی خونیں آبپاشی !

دنیا میں سب سے زیادہ گراں قدر شے کیا ہے ؟ خون ' لیکن اسلام میں یہی جنس سب سے زیادہ ارزاں ہے - ممکن ہے کہ اور قومیں تجارت ' تعلیم ' اور صنعت و حرفت سے بنی ہوں ' لیکن اسلام کا باغ تو صرف خون ہی سے سیراب ہوکر طیار ہوا ہے ! حمزۂ شجیع کا خون ' فاروق اعظم کا خون ' علی مرتضی کا خون ' سید الشہداء کا خون ' اور اسی طرح اور صدہا خون اسکی زمین پر برسے اور دنیا نے انقلابات دیکھیے - پس یا اولی الابصار ! خون کی ان سطروں میں بھی جو آج دنیا کے ہر حصے میں بہہ رہا ہے ' غور سے دیکھو ' کیا لکھا نظر آتا ہے ؟

بلوح تربت پروانہ این رقم دیدم :
کہ آتشے کہ مرا سوخت ' خویش را ہم سوخت !

بساط ارض کا کون سا گوشہ ہے جو مسلمانوں کے رنگ خونین سے گلکار نہیں ؟ ایشیا مسلمانوں کا قربانگاہ ' اور یورپ انکا مدفن ہے - لیکن ایک اور قطعہ ملک افریقہ بھی ہے ' جو اپنی خشکی و بے آبی کیلیے مشہور ہے ' اور جسکی خاک کے ایک ایک ذرے کے اندر انقلاب و حوادث کے قرون و اعصار پوشیدہ ہیں !

آٹھویں صدی ہجری کی ابتدا سے اسوقت تک وہ متواتر و مسلسل مسلمانوں کے خون کی بارش سے سیراب ہورہا ہے ' لیکن اسکی تشنہ لبی میں ابتک کمی نہیں آئی !

مصر ' سودان ' زنجبار ' صحاری ' تیونس ' الجیریا (الجزائر) ' طرابلس ' مراکش ' وہ سرزمینیں ہیں ' جو بارھویں اور تیرھویں صدی کی اسلامی شہادتگاہیں ہیں ' لیکن مملکت (حبش) کی تاریخ ' افریقہ میں اس سے بھی ایک قدیم تر شہادتگاہ کا نشان دیتی ہے ' جسکا زمانۂ تعمیر آٹھویں اور نویں صدی ہجری ہے ' اور دراصل ہمارا مضمون اسی غیر معروف نظارۂ خونین کی تلاش ہے -

سلطان سعد الدین شہید

حبش کی حکومت اسلامیہ پر ' جو تعصب نصرانی کا نتیجہ عمل تھی ' ساتویں صدی کے اواخر میں (جیسا کہ گذشتہ نمبر میں بیان ہوچکا ہے) سلطان سعد الدین تخت نشین تھا - حسب واقعات مندرجۂ مذکور " حطی " یعنی شاہ حبش اس ہزیمت عظیمہ کے بعد بھی دل سرد نہوا - سلطان نے " زمددہ " پر جہاں دشمنوں کی ایک بہت بڑی جمعیت موجود تھی ' چالیس سواروں کے ساتھہ حملہ کیا اور کامیاب ہوا -

حطي برافروختہ ہوکر ایک انتقامی جنگ کیلیے آمادہ ہوا اوسکی فوج دس سرداروں پر منقسم تھی اور ہر سردار کے تحت امر دس ہزار سپاہی، ناچار سلطان بھی مقابلہ کیلیے نکلا، خاص سلطان کے ساتھہ پچاس سوار اور چند سردار تھے، اور ہر سردار کے ساتھہ ایک چھوٹی سی جمعیت تھی - سلطان نے اپنے ضعف اور دشمنوں کی قوت کو محسوس کیا، اپنے ہمراہیوں کے ساتھہ گھوڑے سے اترا، اور ناصیۂ عبودیت کو زمین پر رکھا - سر اوٹھایا تو ترکوں کے بادشاہ کو اپنے پاس پایا، بفحواے " (۱) اطلب اللہ تجدہ تجاھک " سلطان نے فتح بین پائی، اہل حبش اکثر قتل ہوے - اور ہر بچے اوروں نے شکست اوٹھائی !

سلطان اسوقت دار الحکومت سے ۱۲ منزل پر تھا کہ ایک مسلمان سردار " اسد " نامی " تولن حش " ایک حبشی سردار کے مقابل آیا اور کامیاب ہوا - حطی نے اب مسلمانوں کی بربادی اور حبشہ سے اونکے اخراج عام کا فیصلہ کرلیا اور ایک فوج گران لیکر حدود اسلامیہ میں داخل ہوا - محمد نامی ایک مسلمان سردار اپنی ایک ہزار پیدل فوج کے ساتھہ روکنے کو بڑھا، اس جمع عظیم کو روکنا مٹھی بھر آدمیوں کا کام نہ تھا، لیکن مسلمان اگر عزت سے جی نہیں سکتے تھے تو عزت سے مر تو سکتے تھے - محمد اور اوسکی تمام فوج حفظ حدود اسلامیہ کی خاطر ایک ایک کرکے کٹکر مرگئی، صرف ایک مسلمان زندہ بچا کہ اس داستان شہادت کو مجمع اسلامی میں دہرا سکے -

حطي نے اس فتح غیر متوقع کے بعد " بارزا " نام ایک امیر کو بقیۂ نسمات اسلامیہ کے قتل و قمع کیلیے آگے بھیجا - سلطان جلدی میں اپنی فوج کو جمع نہ کرسکا - ناچار عام باشندگان شہر کو جن میں علماے مدارس، مشائخ تصوف، کاشتکار و عوام، غرضکہ ہر طبقہ اور ہر درجہ کے مسلمان شامل تھے، ساتھہ لیکر مقابل ہوا - نتیجہ وہی ہوا جو ہونا چاہیے تھا - مسلمانوں کو ہزیمت ہوئی اور ہزاروں علما و مشائخ و عوام شہید ہوے -

حسین شہید دنیا میں ایک بار پیدا ہوا، لیکن واقعۂ شہادت حسین، اسلام کے ہر دور انقلاب میں پیدا ہوتا رہا ہے، اور ہوگا - سلطان سعد الدین، معرکۂ جنگ سے نکلکر جزیرۂ زیلع میں پناہ گزین ہوا لیکن دشمنوں نے محاصرہ کرلیا اور شہر میں پانی بند کردیا -

قوموں کے زوال و فنا کا ہمیشہ صرف ایک ہی سبب رہا ہے یعنی " خیانت قومی " - بغداد کی تباہی، ہندوستان کا زوال، مغرب اقصی کی بربادی، اور قسطنطنیہ و طہران کا ضعف، ان میں سے کون سا واقعہ ایسا ہے جسمیں اس سبب مشئوم کا وجود نہ تھا ؟ تم کامل پاشا کو قسطنطنیہ میں روتے ہو، لیکن بغور دیکھو کہ کس برباد شدہ مملکت اسلامی میں کامل نہ تھا ؟

سلطان سعد الدین محاصرہ میں دریاے زیلع کے کنارے تھا، لیکن درحقیقت وہ رود فرات کے ساحل پر تھا اور حبش اوسکے لیے کربلا کی سر زمین بنگئی تھی - تین روز گذر گئے مگر اوسکے منہ میں پانی کی ایک بوند نہ گئی، ایک کامل صفت خیانت کار نے محاصرین کی رہنمائی کی، دشمن اندر گھس آئے - سلطان تین دن کی پیاس کے بعد بھی اوٹھا کہ ایک مسلمان کی طرح مردانہ وار جان دے - لیکن اوٹھتے ہی پیشانی پر ایک زخم کھاکر گرگیا - قاتل کا نیزہ اسکے بدن سے پار ہوگیا تھا، لیکن باایں ہمہ تشنگی و زخمہاے کاری، اوسکے خشک و تشنہ ہونٹھ حصول دولت شہادت پر متبسم اور کلمہ خوان تھے !

[۱] حدیث ادبی ہے کہ خدا کو ڈھونڈھو تو اوسکو اپنے سامنے پاؤ گے ! ! (منہ)

سلطان کا زمانۂ حکومت ۳۰ - سال تھا، اور یہ رعایا کیلیے ہر طرح کی خیر و برکت کا عہد تھا -

سلطان کی ہزیمت و شہادت کے، بعد قواے اسلامیہ پارہ پارہ کردیے گیے، مسلمانوں کا قتل عام ہوا، بلاد اسلامیہ ویران کیے گئے، مسجدیں منہدم کی گئیں، مسلمان بچے غلام بناکر فروخت کیے گیے، سلطان کا خاندان پھر حبش سے بھاگ کر عرب میں پناہ گزین ہوا اور وہ سب کچھہ ہوا جو کسی اسلامی آبادی کے ساتھہ مسیحی استیلا و تسلط کے بعد ہونا چاہیے -

سلطان صبر الدین ثانی

ان مظالم و بربریت نصرانیہ کا سلسلہ بیس برس تک ممتد رہا - اکیسویں برس امیر یمن (ملک الناصر احمد بن اشرف اسماعیل) نے تھوڑی سی فوج دیکر سلطان زادوں کو حبش روانہ کیا - اس مرتبہ پہلے ہی معرکہ میں جو مقام سدارہ میں پیش آیا، مسلمان مظفر و منصور ہوئے - سلطان کا بڑا بیٹا صبر الدین علی باپ کا جانشین ہوا - شوق جہاد فی سبیل اللہ نے ۲۰ - برس کے مصائب و آلام کے بعد بھی سکون و راحت کی فرصت نہ دی، فوراً آگے بڑھا کہ مسیح کے گلوں سے اونکی درندگی و سبعیت کا انتقام لے -

(دکر امحرہ) اور (سرحان) وغیرہ متعدد مقامات فتح کرکے آس اور آگے کا رخ کیا - شاہ حبش نے اپنی تمام قوجی قوت لگا دی، دس سرداروں کے ماتحت بیس بیس ہزار فوج دیکر اونکو روانہ کیا، اور اس جمع عظیم کا قائد عمومی (جنرل کمانڈر) ایک حبشی سردار کو قرار دیا جسکا نام " دغت دقل " تھا -

یہ سیاہ دل با دل مسلمانوں کے ایک ایک شہر پر چھا گیا، سلطان صبر الدین نے دیکھا کہ اتنی بڑی جمعیت کے مقابلے میں باقاعدہ جنگ مفید نہ ہوگی، اسلیے بے قاعدہ و غیر منتظم جنگ کا سامان کیا، اور اس طرح ایک سال کامل انتشار و پریشانی و بے اطمینانی کے عالم میں بسر ہوا -

تاریخ اسلام عجائب گوناگوں کا ہمیشہ مجموعہ رہی ہے - جب کبھی غرور کثرت میں وہ اپنے خدا کو بھولے ہیں انھوں نے شکست کھائی ہے، اور پریشانی و بے سامانی اور قلت و ضعف کے عالم میں جب کبھی اسکو یاد کیا ہے تو نصرت الہی نے بھی انکا ساتھہ دیا ہے !

سلطان صبر الدین نے ایک سال کی آوارہ گردی و پریشانی کے بعد اوسکو یاد کیا جسکو بھولا ہوا تھا - سلطان کا بھائی محمد علم بردار جہاد بنکر باہر نکلا (حرب جوش) جو ایک نو مسلم حبشی سردار تھا، امیر محمد کے ساتھہ تھا، پہلا معرکہ شہر (نري) پر پیش آیا - بالاخر حطي کے بہت سے سردار کام آئے، اور اوسکی فوج کا بڑا حصہ مقتول، اور باقی مجروح ہوا -

سلطان صبر الدین، ایک قلیل توقف و آرام کے بعد خود پایۂ تخت پر حملہ آور ہوکر بڑھا - حطي کا ایک بہت بڑا افسر مقابل ہوا اور کام آیا - شہر کے وہ دروازے جن سے ہمیشہ اسکے سفاک حریفوں کی موجیں نکلا کرتی تھیں، اب خود اسکی آمد کے منتظر تھے - فوج نے جب دیکھا کہ قصر شاہی کی حفاظت ممکن نہیں تو اسمیں آگ لگادی - سلطان کا ایک بھائی (قلعہ دروت) کے پھاٹک پر نمودار ہوا اور بصلح اوسکو زیر اطاعت کرلیا، ایک اور مسلمان امیر " عمر " صوبہ لجب کی تسخیر کا عازم ہوا - حطي وہاں اپنی ٹڈی دل فوج لیے پڑا تھا، ایک شدید معرکہ پیش آیا، جسمیں خون کے سیلاب بہہ گئے اور ایک ایک مسلمان سپاہی نے مرکر جان دی !

میدان طرابلس و بلقان اور ایران میں جو کچھہ نظر آیا ' وہ اون لوگوں کیلیے بیشک عجیب ہے جو مسیحیت کے پانزدہ صد سالہ کار نامہ ہاے مظالم و سفاکي کي تاریخ سے نا آشنا ہیں - ممکن تھا کہ دنیا اس تاریخ کو بھلا دیتي ' مگر وہ خود بار بار دنیا میں اپنے ان کارناموں کا اعادہ کرتي ہے تاکہ دنیا اوسکي خونخواري و سبعیت صفتي کو فراموش نکرے - پس دنیا بھلاتي تو نہیں مگر مسیح کے اس قول کو یاد کرے کہ " تو اپنے بھائي کو سات بار نہیں بلکہ ستر کے سات بار تک معاف کر " ہمیشہ معاف کردیتي ہے !

مسلمان سپاہي ایک ایک کرکے بے رحمي سے مار ڈالے گئے تہے - اب قساوت و شقاوت کي کون سي منزل باقي تھي جو طے کرني تھي ؟ جان نہ تھي لیکن لاشوں کے ڈھیر تہے - حبشي نصرانیوں نے وحشي درندوں کیطرح اپني تلواروں سے اونکو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا -

سلطان صبر الدین کو اسکے بعد ایک دوسرے معرکہ میں بھي شکست ہوئي ' غنیم قریب آگیا مگر سلطان پیچھے نہ ہٹا - قریب تھا کہ دشمن گھیر کر اوسکو ہاتھوں سے پکڑ لیں لیکن وفادار گھوڑے نے ہمت کي ' دس ہاتھہ کي چوڑي ایک کھائي سامنے تھي - جست لگا کے اوس پار پہنچ گیا -

اس سلطان کا طرز حکومت ہر دلعزیز تھا - اس نے آٹھہ برس کي حکومت کے بعد سنہ ۸۲۵ کے حدود میں وفات پائي -

سلطان منصور سلطان صبر الدین کا بھائي اور سلطان سعد الدین کا بیٹا تھا ' سلطان منصور اسے وقت میں تخت نشین ہوا جب دشمنوں سے جنگ چھڑي ہوئي تھي - سلطان نے (جداہ) پر حملہ کیا ' جو حطي کا ایک دوسرا مقام حکومت تھا - حطي کا ایک رکن خاندان اسوقت یہیں مقیم تھا ' جنگ میں اہل حبشہ کو شکست ہوئي اور بادشاہ کا ایک رشتہ دار مسلمانوں کے ہاتھہ گرفتار ہوکر بہت سے ہمراہیوں کے ساتھہ مقتول ہوا -

۳۰ - ہزار اہل حبش بھاگ کر ایک کوہي قلعہ میں پناہ گزین ہوے - مسلمان دو مہینے سے زیادہ محاصرہ کیے پڑے رہے - اس اثنا میں جنگ کا سلسلہ روزانہ جاري رہا ' آخر قلعہ کي رسد ختم ہوگئي اور اب وہ آخري دن آگیا جب عموماً موج محاصرہ عمل محاصرہ اور انتظار فتح کے شدائد سے بے قابو ہوکر مجنون ہو جاتي ہے -

مسلمانوں کو بھي جوش غضب میں مجنون ہو جانا چاہیے تھا اور اونکو حق تھا کہ وہ اون سفاک دشمنوں سے ' جنہوں نے اون کے شہر ویران کیے ' اونکا ملک تباہ کیا ' اونکي عورتوں کو ذلیل ' اور اونکے بچوں کو غلام بنایا ' اونکي عبادتگاہیں منہدم کیں ' اونکے شہداء کي لاشوں کي بیحرمتي کي ' اور متعدد بار اونکے آخري سپاہي تک کو قتل کرنے میں دریغ نہ کیا ' وقت پاکر انتقام لیں ' اور خصوصاً اوسوقت ' جب ذلت سے خود انھوں نے ہي اپنے سر مسلمانوں کے پاؤں کے نیچے ڈالدیے ہوں -

لیکن اسلام کي تلوار ہمیشہ احکام الہیہ کے ماتحت رہي ہے ' وہ وہیں اٹھتي ہے جہاں خداے اسلام اوسکو اٹھاتا ہے ' اور وہیں رکھدي جاتي ہے جہاں اسلام کا خدا اوسے رکھدینے کا حکم دیتا ہے - مسلمانان حبشہ کو ایک طرف تو اپنے دشمنوں کے مظالم اور سفاکیوں کي تازہ داستانیں مجسم ہو ہوکر نظر آرہي تھیں ' دوسري طرف آیۂ کریمہ :

ان جنحوا للسلم فاجنح لہا وتوکل علی اللہ انہ ہو السمیع العلیم ' وان	اگر دشمن صلح کي طرف مائل ہوں تو تم بھي مائل ہوجاؤ - انکي شرارتوں سے نہ ڈرو ' خدا پر بھروسہ رکھو - وہ انکي

[بقیہ پہلے کالم کا]

یریدوا ان یخدعوک فان حسبک اللہ ' ہو الذي ایدک بنصرہ وبالمومنین (۸ - ۶۳ ' ۶۴)	شرارتوں کو خوب جانتا ہے - اگر وہ دھوکا دیںگے ' تو خدا تمہارے لیے بس کرتا ہے ' جسنے اس سے پہلے اپني نصرت سے اور مومنوں کي جمعیت سے تمہاري مدد کي ہے !

کي صداے قدوسیت کانوں میں آرہي تھي - مسلمانوں نے عین اس جنون طیش و غضب کے عالم میں ' فرمان اسلام کے آگے سر جھکا دیا اور اپنے پیغمبر کے اوس اسوہ کو یاد کیا ' جب اوسنے کعبہ کي دیوار کے نیچے اپنے ستمگر اور جانستان دشمنوں کو معاف کردیا تھا - سلطان نے عام اعلان کیا کہ جسکا جي چاہے مسلمانوں میں شامل ہو ' اور جو چاہے اپنے قبیلۂ و وطن کو واپس جاے ' کسي سے کچھہ تعرض نہوگا - اپنے شدید دشمنوں کے مقابلہ میں مسلمانوں کے اس رحمت و امن عام ' اور اس اسوۂ رحم و اخلاق کریمہ کو دیکھکر دس ہزار نصاری نے اسلام کي حلقہ بگوشي اور محمد الرسول اللہ کي غلامي کا اعلان کیا - صلی اللہ علیک یا صاحب الخلق العظیم !

وثائق و حقائق

قصص القران

(۱)

قصص بني اسرائیل

بصائر و مواعظ ' نتائج و عبر

بني اسرائیل ' ملک مصر ' فرعون ' سامري ' صنم طلائي ' ارض مقدس ' قوم جبار ' دعوت جہاد ' سرکشي و عصیان بني اسرائیل ' ظہور غضب الہي ' چہل سالہ گمراہي ' ندامت و استغفار -

توطئۂ سخن

سلسلۂ ابراہیمي (ع) میں دراصل صرف دو ہي صاحب شریعت رسول آئے - پہلا بني اسحاق میں خاندان بني اسرائیل کا اولو العزم پیغمبر ' جس نے فراعنۂ مصر کي شخصي حکمراني اور محکومي و غلامي سے اپني قوم کو نجات دلائي - دوسرا اسکے مورث اعلی خلیل اللہ (ع) کي مقدس دعا کا مقصود و مطلوب ' اور بني اسماعیل کا نبي امي ' جس نے نہ صرف اپنے خاندان ' اپني قوم اور اپنے وطن کو ' بلکہ تمام عالم انسانیۃ کو انساني حکمراني کي لعنت سے نجات دلائي : وما ارسلناک الا کافۃ للناس بشیرا و نذیرا (۳۴-۲۳)

(مسیح ناصري) کا تذکرہ بیکار ہے - وہ شریعت موسوي کا ایک مصلح تھا پر خود کوئي صاحب شریعت نہ تھا - اسکي مثال اُن مجددین ملۃ قدیمۂ اسلامیہ کی سي تھي ' جنکا حسب ارشاد صادق مصدوق ' تاریخ اسلام میں ہمیشہ ظہور ہوتا رہا - وہ کوئي شریعت نہیں لایا - اسکے پاس کوئي قانون نہ تھا - وہ خود بھي قانون عشرۂ موسویہ کا تابع تھا - اس نے خود تصریح کردي کہ " میں توراۃ کو مٹانے نہیں بلکہ پورا کرنے کیلیے آیا ہوں (یوحنا - ۱۳ : ۲۵) " اُس نے کہا کہ " میرا مقصد صرف اسرائیل کے گھرانے کي گم شدہ بھیڑوں کي تلاش ہے " (۱۵ : ۱۹) اسي لیے اس نے اپني اصلاح کو صرف یہودیوں تک محدود رکھا ' اور غیر قوموں میں وعظ کرنے کي ممانعت کردي

* * *

پس دو هي شریعتیں هیں ' جو سلسلۂ ابراهیمي میں آئیں ' اور دو هي تھے ' جنکو خدا نے اپنے قانون کا ایلچي بنایا -

یهي سبب ہے کہ جب خدا نے موسی (ع) سے کلام کیا ' اور اسکو شریعۃ الٰهیہ کے ظہور آخري کي خبر دي تو کہا :

" تیرا خدا تیرے لیے ' تیرے بھائیوں میں سے تیرے مانند ایک نبي بھیجے گا - تو اسکو مانیو ! میں اپنا کلام اسکے منهہ میں ڈالونگا - جو کچھہ میں اُس سے کہونگا - وہ اُن سے کہدیگا ! " (تورات - کتاب : ۵ - باب ۱۸)

اس ارشاد الٰهي میں ظہور رسالۂ محمدیہ (علی صاحبها الصلوۃ والتحیہ) کي خبر دیتے هوے وجود منتظر اقدس کي دو خصوصیتیں بیان کي گئیں :

(۱) وہ حضرۃ موسی کے مانند هوگا -

(۲) خدا کا کلام اسکے منهہ میں سے ظاهر هوگا ' اور جو کچھہ خدا اُس سے کہے گا ' وهي وہ انسانوں کو سناے گا -

قرآن کریم نے بھي ان دونوں خصائص نبوۃ محمدیہ کي طرف اشارہ کیا -

دوسري خصوصیت کیلیے سورہ (والنجم) کے آغاز پر نظر ڈالدے ' جہاں فرمایا :

ما ینطق عن الهوی ان هو الا وحي یوحی (۵۳ : ۳)
وہ اپني خودي اور راے سے کچھہ نہیں کہتا - اسکے منهہ سے جو کچھہ نکلتا ہے ' وہ وهي ہے جو اسپر وحي کیا جاتا ہے -

پہلي خصوصیت کي سورہ (مزمل) میں تصریح کي :

انا ارسلنا الیکم رسولا شاهداً علیکم ' کما ارسلنا الی فرعون رسولا (۷۳ : ۱۶)
هم نے تمهاري طرف ایک رسول بھیجا جو هدایت و ضلالت کا تم پر گواہ ہے - بالکل اسي طرح ' جیسا کہ فرعون کي طرف حضرۃ موسی کو بھیجا تھا -

غرضکہ حضرۃ موسی سے حضرۃ داعي اسلام علیهما الصلوۃ والسلام کي مماثلت و مشابهت کو تورات اور قرآن ' دونوں نے بیان کیا ہے -

* * *

جن لوگوں نے تورات کي اس بشارت بینہ پر بحث کي ہے ' انکے لیے همیشہ یہ ایک نہایت دلچسپ اور اهم سوال رها ہے کہ اس مماثلت کے اسباب و وجوہ کیا هیں ؟ اور دونوں برگزیدہ رسولوں کے اعمال اور نتائج اعمال میں وہ کون کونسي مشابهتیں اور یکساں حالتیں هیں ' جنکي بنا پر لسان الله نے دونوں کو ایک دوسرے کا مثیل و مانند قرار دیا ؟

* * *

قرآن کریم کے قصص و مواعظ اور حکم و معارف کے متعلق " الهلال " کا جو انداز بحث و نظر ہے ' اسکے لحاظ سے اس موضوع بحث میں بھي بہت سے ملاحظات خاص هیں ' جنکو فرداً فرداً واضح کرنا ہے - انشاء الله عنقریب " اسوۂ موسوي " کے عنوان سے ایک سلسلۂ مقالات شروع کیا جاے گا ' اور اسي کے ضمن میں یہ بحث عظیم و مفید بھي پیشکش ارباب درس و نظر هوگي : وما توفیقي الا بالله -

قرآن کریم نے اپنے قصص و مواعظ میں سب سے زیادہ حضرۃ موسی اور بني اسرائیل کا کیوں ذکر کیا ؟ اپنے تعالیم کے اعلان اور ابتلاؤ تعذیب کے اظہار ' دونوں کیلیے زیادہ تر بني اسرائیل هي کے تذکرہ کو کیوں منتخب فرمایا ؟ انقلاب و حوادث کي تعبیر و تمثیل کیلیے دنیا کي اور بہت سي قومیں موجود تھیں ' اُن سب میں سے صرف ایک هي قوم کیوں هر موقعہ پر پیش کي گئي ؟

یہ نہایت اهم سوالات هیں اور تفسیر کلام الله کے ضروري اجزا ' جنکا جواب انشاء الله آسي مضمون سے ملے گا -

لیکن اس سلسلے کے اطراف بحث میں سے ایک بحث خاص قوم بني اسرائیل اور امۃ مرحومۂ محمدیہ کي باهمي مماثلت و مشابهت بھي ہے ' اور یہ بھي دراصل اُسي مماثلۃ اولی پر متفرع ہے - وقت اور حالات کا اقتضا ہے کہ کم از کم آج ایک سر سري اور غیر مرتب نظر صرف اس ٹکڑے پر ڈال لیں کہ مستقبل کي فرصتوں پر (جس کي امید ہے مگر جس پر اختیار نہیں) کس کس ارادے کو ملتوي رکھیں گے ؟

سب سے پہلے اُن آیات کریمہ پر ایک نظر ڈال لیجیے ' جنکي طرف آگے چلکر هم کو اشارہ کرنا ہے :

حملنا اوزارا من زینۃ القوم فقذفناها فکذلک القی السامري ' فاخرج لهم عجلا جسدا له خوار ' فقالوا هذا الهکم واله موسی (۲۰ : ۹۰)
اے موسی ! مصر سے هم لوگوں کے سونے چاندي کے زیور لے آئے تھے ' یہاں هم نے انکو رکھا ' اور اسي طرح سامري نے بھي رکھا ' سامري نے ان زیوروں کو گلا کر ایک کا ڈھالہ کي شکل کا بت بنایا ' جسمیں آواز بھي تھي ' لوگ پکارے کہ یہي تم لوگوں کا اور موسی کا خدا ہے ' پھر -

و قد قال لهم هارون من قبل یقوم انما فتنتم به ' وان ربکم الرحمن ' فاتبعوني و اطیعوا امري ' قالوا لن نبرح علیه عاکفین (۲۰ : ۹۳)
هارون نے کہا : لوگو ! تم ایک فتنہ میں مبتلا هوگئے هو ' تمهارا خدا تو بس وهي ہے نہایت رحمت والا ' کہاں جاتے هو ' آو ' میرے پیچھے چلو ' میري بات مانو ' ان گمراهوں نے کہا ' هم اپنے اس طلائي خدا کو چھوڑ نہیں سکتے اور هم تو آخر تک اسي کے سامنے معتکف رهینگے -

---

و اذ قال موسی لقومه یقوم اذکروا نعمۃ الله علیکم ' اذ جعل فیکم ملوکا و آتکم مالم یؤت احدا من العلمین ' یقوم ادخلوا الارض المقدسۃ التی کتب الله لکم ولا ترتدوا علی ادبارکم فتنقلبوا خاسرین ' قالوا یموسی ان فیها قوما جبارین ' وانا لن ندخلها حتی یخرجوا منها فان یخرجوا منها فانا داخلون ' قال رجلان من الذین یخافون انعم الله علیهما ادخلوا علیهم الباب فاذا دخلتموه فانکم غالبون و علی الله فتوکلوا ان کنتم مومنین ' قالوا یموسی انا لن ندخلها ابداً ما داموا فیها فاذهب انت و ربک فقاتلا '
موسی نے اپني قوم سے کہا : اے میري قوم ! خدا کي نعمتوں کو ایک ایک کرکے یاد کرو ' اوسنے تجکو حکومتیں دیں اور پادشاهیاں بخشیں ' اور جو تجکو دیا وہ دنیا میں کسیکو نہیں دیا ' اے میري قوم ! میري بات سن اور ارض مقدس میں جسکو خدا تیرے حصہ میں لکھہ چکا ہے ' چل اور داخل هو ' اور پشت نہ پھیر ' کہ خسران و نقصان میں گرفتار هو جایگي -
لیکن گنهگار قوم نے سرتابي کي اور کہا کہ اے موسی ! اوسپر تو ایک جبار و قوي قوم قابض ہے - هم تو وهاں اوس وقت تک نہیں جائینگے جب تک کہ خود وہ نہ نکل جائیں ' اگر وہ اوس سرزمین کو چھوڑ کر نکل گئے تو پھر همکو وهاں جانے میں کوئي عذر نہوگا -
اس پر خدا کي نعمتوں سے بہرہ مند انسانوں نے کہا کہ ڈرو نہیں اور نہ خدا کے وعدہ کو جھٹلاؤ - شہر کے دروازے میں چل کر داخل هو جاو ' فتح تمهیں کو هوگي ' خدا پر بھروسہ رکھو ' اگر تم میں کچھہ بھي ایمان ہے -

انا ھھنا قاعدون ' قال رب انی لا املک الا نفسی و اخی ' فافرق بیننا و بین القوم الفاسقین ' قال فانھا محرمۃ علیھم اربعین سنۃ ' یتیھون فی الارض ' فلا تاس علی قوم الفاسقین (۵ - ۲۳ ' ۳۹)

وہ بولے ' اے موسی ! ہم تو اس قوت والی قوم سے لڑنے نہیں جائینگے اور نہ اوس سرزمین میں داخل ہونگے - تم جو کہہ رہے ہو ' اور تمہارا خدا جو حکم دے رہا ہے ' تو تم ہی دونوں جاؤ اور لڑو ' ہم تو یہاں بیٹھے ہیں -

موسی نے جناب الہی میں عرض کی ' خدایا ! میں اپنے اور اپنے بھائی کے سوا کسی پر زور نہیں رکھتا ' ہم میں اور اس گنہگار قوم میں تفریق کردے -

خدا اس قوم کی سرکشی سے غضبناک ہوا اور اوسنے کہا کہ وہ پاک زمین چالیس برس تک ان پر حرام رہیگی ' وہ زمین میں سرگرداں و پریشان بھٹکتے پھرینگے - اے موسی ! ان گنہگاروں کا کچھہ غم نہ کھانا -

و ادخلوا الباب سجداً و قولوا حطۃ نغفر لکم خطایاکم و سنزید المحسنین ' (۲ - ۵۵)

دیکھو ' ارض مقدس کے دروازے میں جھک کر داخل ہو اور کہو کہ خدا ہمارے گناہ کا عذر قبول کرے ' تب ہم تمہارے گناہ بخشدینگے اور نیکوں کے درجہ کو بڑھائینگے -

نبوت محمدیہ کی حقیقت و ثبوت کیلئے سیکڑوں دلائل ' معجزات اور براہین و آیات ہیں ' جو سوا تیرہ سو برس ہوئے ' مکہ میں کفار قریش کے سامنے ظاہر ہوئے - اہل بصیرت نے اونکو دیکھا اور قبول کیا - لیکن ایک معجزۂ محمدیہ ہے ' جو کسی زمانہ کے ساتھہ متعین نہیں ' کسی آبادی میں محدود نہیں ' اور ناظرین و مشاہدین خاص سے مخصوص نہیں - اوسکو دنیا دیکھتی ہے اور قبول کرتی ہے -

وہ معجزہ ' امت مرحومہ کے حالات و حوادث کا اظہار اور اوسکے ہر زمانہ کے دور و تغیر و انقلاب کا بیان ہے - اوسنے ہمکو جس ظہور صبح کی بشارت دی ' ہم نے اوسکو پایا - اوسنے ہمکو جن حالات و حوادث کی اطلاع دی ' ہم نے اونکو دیکھا - اوسنے ہمکو جن فتن و مصائب کی خبر دی ' ہم نے اونکا مشاہدہ کیا - آخر میں اوسنے ہم سے کہا :

لتتبعن سنن من کان قبلکم (ای الیھود) باعاً بباع و ذراعاً بذراع و شبراً بشبر حتی لو دخلوا فی جحر ضب لدخلتم فیہ

تم سے پہلے جو قوم تھی (یعنی یہودی) تمہاری حالت بھی بالکل اوس ہی جیسی ہوگی - ایک گز ' ایک ہاتھہ ' اور ایک بالشت کا بھی فرق نہوگا ' یہاں تک کہ اگر وہ سوراخ میں گھسے ہونگے ' تو تم بھی گھسوگے -

جسطرح بنی اسرائیل کا باپ یعقوب اپنے گھرانے کو لیکر ارض کنعان سے مصر آیا ' جہاں اوسنے خیر و برکت اور حکومت و قوت پائی ' اوسی طرح ہمکو بھی ہمارے بزرگ ارض عرب سے لیکر تمام اطراف عالم میں پھیلے - ہم نے جدھر رخ کیا ' خیر و برکت اور حکومت و قوت کی نعمتیں اپنے ساتھہ پائیں - حضرت یوسف نے عزیز مصر سے کہا تھا کہ " اجعلنی علی خزائن الارض (۱۲ - ۵۵) " مجھکو زمین کی خزینہ داری پر متعین کر دیجئے " لیکن ہمارے سامنے خود زمین نے اپنے خزانے اگل دئے اور پکاری کہ مجھکو قبول کرلو !

بنی اسرائیل ایک مدت تک مصر کی سرزمین میں عزت و وقار کی زندگی بسر کرتے رہے ' تا آنکہ فرعون مصر نے اونکے عہدے توڑ دیے ' اونکے مناصب چھین لیے ' اوسکے عزیز فرزندوں کا خون بہایا ' اور اونکی عورتوں کو ذلت کی زندگی جینے کیلیے زندہ رکھا -

ہم بھی جس سرزمین میں گئے ' ایک مدت تک عزت و وقار کی زندگی بسر کرتے رہے ' تا آنکہ فراعنۂ عصر نے ہمکو ہماری شہنشاہیوں سے معزول کر دیا ' ہمارے عزت و جلال کے تخت کو الٹ دیا ' ہمارے بھائیوں اور فرزندوں کا خون بہایا - کبھی گرم ریگستانوں میں ' کبھی سنگلاخ زمینوں میں ' کبھی آباد شہروں میں اور کبھی کسی مقدس عمارت کی دیوار کے نیچے ! ! ہماری عورتیں بھی مردوں کے بعد زندہ رہیں کہ ذلت و نکبت قومی کے تماشے دیکھیں - بنی اسرائیل کا فرعون ایک تھا ' جو افریقہ کے ایک گوشہ میں صرف " الیس لی ملک مصر ؟ " پر مغرور تھا ' لیکن ہمارے سامنے فراعنۂ زمانہ کی ایک جماعت ہے ' جسکا فرعون اکبر صرف " الیس لی ملک مصر " (کیا میرے قبضہ میں ملک مصر نہیں ہے !) ہی پر مغرور نہیں ہے ' بلکہ " الیس لی العالم کلہ ؟ " (کیا تمام دنیا میرے لیے نہیں ہے ؟) کا مدعی ہے ! !

خدا نے اس وقت بنی اسرائیل میں حضرت موسی کو کھڑا کیا جنہوں نے فرعون کی غلامی سے بنی اسرائیل کو نجات دلائی ' اور فرعون کو اوسکے نوکروں اور رتھوں کے ساتھہ اوس بحر احمر میں ڈبو دیا ' جو بہتے ہوے پانی کی ایک خلیج ہے

ہم میں بھی ہر دور فرعونیت میں نئے نئے موسی آئے - جنہوں نے ہمکو فرعونوں سے نجات دلائی اور اونکو اونکے سامانوں کے ساتھہ اوس " بحر احمر " میں ڈبو دیا ' جو بہتے ہوے خونوں کا حقیقۃً ایک سرخ دریا تھا !

عبور بحر احمر کے بعد بنی اسرائیل میں (سامری) پیدا ہوا جسنے بنی اسرائیل کو دین موسوی سے بیزار کیا ' اونکی جمعیت سیاسیہ کو منتشر کر دیا ' سونے چاندی کے زیوروں کو بزور سحر کالے کی صورت میں ڈھال کر خدا بنایا ' استانۂ الہی سے مغرور ہوکر اپنا اور اوس اسرائیل کے گھرانے کا سر بتوں کے آگے جھکایا ' جسکو کہا گیا تھا :

" سن اے اسرائیل ! ! خداوند ہمارا خدا اکیلا خداوند ہے " (۱)
" اور تو (بتوں) کے آگے جھک مت ہو جیو نہ اونکی بندگی کیجیو اسلیے کہ میں خداوند تیرا خدا غیور ہوں " (۲)

مسلمانوں کے بھی ہر دور موسوی میں خود اونکی قوم سے " سامری " اٹھے جنہوں نے حق کے ابطال اور باطل کے احقاق کی کوشش کی - اسلامی ممالک کے دیگر اقطاع و جوانب سے قطع نظر کیجیے ! خود اس ہندوستان میں بھی ایک " سامری " اٹھا ' جسنے اپنی جاہ و عزت کے جادو سے مسلمانوں کو عجیب و غریب کرتب دکھائے - اوسنے ملت بیضا کی تحقیر کی ' قلوب کو مذہب سے بیزار کیا ' مسلمانوں کی جمعیت سیاسی کو منتشر کیا ' اور خدا سے مغرور ہوکے اصنام خداوندہ کے آگے ' نہیں بلکہ " انسانی بتوں " کے سامنے اپنا اور تمام قوم کا " سر " جھکا دیا ' اور اوس خلیل کے فرزندوں کو بت پرستی کی دعوت دی ' جسنے کہا تھا :

بل ربکم رب السموات والارض الذی فطرھن (۲۱ - ۵۷)
تمہارا خدا وہ ہے ' جو آسمان و زمین کا خدا اور اونکا خالق ہے !

اور کہا :

وما ھذہ التماثیل التی انتم لھا عاکفون ؟ (۲۱ — ۵۳)
یہ مجسمے بت ہیں جن پر تم جمے بیٹھے ہو ؟

وہ خدا کی عجائب قدرت کا منکر تھا ' لیکن " انسانی خداؤں " کی قدرت و استیلا سے مرعوب تھا - وہ کو ملکوت صفت انسانوں کے خوارق عادات ' اور دلائل معجزات کا قائل نہ تھا ' لیکن وہ خود شیاطین انس کے " عمل زیر ابی " کا معمول ' اور " سحر حوش لقبی " سے مسحور تھا - اوسنے سونے چاندی کے سکوں سے تبدیل

(۱) استثنا ۶ - ۴ [۲ خروج ۲۰ - ۵]

کیمیاوي کرکے ایک " صنم طلائي " بنایا ' جس سے صداے باطل پرستي اٹھتي تھي ' اور پکارا :

هـذا الٰهکم و الٰه موسی (٢٠ - ٩٠)

دیکھو ' تمہارا اور موسی کا خدا یہ ہے !

اس دور فرعونیت و سامریت میں کے ہارون نے سمجھایا :

یاقوم ! انما فتنتم به ' وان ربکم الرحمان ' فاتبعوني واطیعوا امري (٢٠ - ٩٢)

لوگو ! تم صرف فتنہ میں مبتلا ہوگئے ہو ' تمہارا خدا تو وہي رحمت والا خدا ہے ' میرے پیچھے چلو ' اور میري بات مانو !

لیکن " فرعون " سے ڈرنے والوں ' " سامري " کے پیرو کاروں ' اور " صنم طلائي " کے پرستاروں نے جواب دیا :

لن نبرح علیه عاکفین (٢٠ - ٩٣)

ہم تو کبھي اس خداے مجسم کو نہیں چھوڑینگے !

جب بني اسرائیل آگے بڑھے اور خدا نے انکو " نور علم و ہدایت " سے سرفراز کیا ' اور خود انھوں نے " گذشتہ " پرستاري ظاہر کی تو اس عہد کے موسی صفت انسانوں نے کہا :

یقوم اذکروا نعمة اللـه علیکم اذ جعل فیکم انبیاء و جعلکم ملوکا و آتاکم ما لم یؤت احدا من العلمین - یقوم ادخلوا الارض المقدسة التي کتب الله لکم ' ولا ترتدوا علي ادبارکم فتنقلبوا خاسرین (٥ : ٢٤)

لوگو ! خدا کي نعمتوں کو یاد کرو ارسنے تمکو حکومتیں دیں اور شہنشاہیاں بخشیں ' اور پھر تمکو ایمان کي وہ قوت دي ہے جو دنیا میں کسی کو نہیں دي ' لوگو ! آؤ ' اوس ارض مقدس میں داخل ہوں جسکو خدا نے تمہارے حصہ میں لکھا ' پشت نہ پھیرو ورنہ خسران و نقصان اٹھاؤ گے -

جو لوگ کہ " فرعون " کی جاہ و حشمت سے مرعوب اور " عمالقہ " کي قوت و استیلا سے دہشت زدہ تھے ' وہ بولے :

یا موسی ان فیها قوما جبارین ' و انا لن ندخلها حتی یخرجوا منها ' فان یخرجوا منها ' فانا داخلون (٥ - ٢٥)

اے موسی اوس سرزمین پر آج ایک جابر و قاہر قوم قابض ہے ' جب تک وہ خود اوسکو چھوڑ کر نہ نکل جائے ہم تو اوس سرزمین میں قدم نہ رکھینگے

ان " اسرائیلیان زمانہ " کی نادانی کتني عجیب اور انکي نا حقیقت شناسي کتني درد انگیز ہے جو ایک " جبار و قہار قوم " کی سطوت و قہر سے خوفزدہ ہوئے ؟ اور پھر عجیب تر اور درد انگیز تر یہ کہ ارسنے کہا : " ہم ارض مقدس میں اوسوقت داخل ہونگے ' جب دشمن خود اسکو ہمارے لیے خالي کر دینگے "

نادانو ! غور کرو ! یہ " قاہر و جابر قوم " خود " ارض مقدس " میں کسطرح داخل ہوئی ؟ کیا اوسکے دشمنوں نے شہر اوسکے لیے خود خالي کر دیا ' جیسا کہ تم اُسے امید رکھتے ہو ؟ یا خود اوسنے اون سے خالي کرالیا ' جیسا کہ در حقیقت ہوا ؟

ادخلوا علیهم الباب فاذا دخلتموه فانکم غالبون وعلی الله فتوکلوا ان کنتم مومنین (٥ : ٢٦)

چلو ' شہر کے دروازے میں داخل ہو جاؤ ' اور جب وہاں داخل ہو جاؤ گے تو تم ہی فتحمند و غالب رہو گے - اونکي قوت و ساز و سامان کي پروا نکرو - خدا پر بھروسہ رکھو ' اگر تم میں ذرا بھي ایمان ہے -

" اسرائیلي " جو اپنے سینوں میں خوف زدہ قلوب رکھتے تھے ' اور قلوب میں قنوط و یاس کے سبب سے شرک و کفر کي سیاہي و ظلمت تھي ' ڈرے کہ " قوم جبار " جو ان سے ظاہري ساز و سامان میں زیادہ ہے ' انکو پامال نہ کر دے - اونھوں نے صاف کہا :

انا لن ندخلها ابدا ' ما داموا فیها ' فاذهب انت و ربك فقاتلا ' انا ههنا قاعدون (٥ - ٢٧)

ہم ہرگز ہرگز اوسوقت تک اوس پر قبضہ کرنے نجائیں گے ' جب تک کہ یہ قوت والي قوم وہاں موجود ہے ' تم جو کہہ رہے ہو اور تمہارا خدا جو حکم دے رہا ہے ' تو بس یہي دونوں لڑنے کیلیے جائیں ' ہم تو بس یہاں بیٹھے ہیں -

لیکن اے یہود کي زندگي جینے والو ! جب اوس " ارض مقدس " کو ' جہاں دودھ اور شہد بہتا ہے ' اور جسے ابراہیم و اسماعیل اور اسحاق کے خداوند نے تمہارے باپ دادوں کو دیا تھا - اس " قاہر و جبار قوم " نے پامال کر دیا ہے ' اور تمہاري وراثت تم سے چھین لي ہے ' تو اب کس پامالي سے ڈرتے ہو ؟ اور اب کون سي وراثت باقي رہگئي ہے ' جس کے ما لک بننے کي امید کرتے ہو ؟

اس عہد کے موسی نے یہہ کہا ' پر اونکا دل نرم نہوا اور نہ " ارض مقدس " پر اپني جانوں کي قربانیاں چڑھاني گوارا کي کہ اونکے گناہوں کا کفارہ ہوتا ' بلکہ اونھوں نے اسکو جھٹلایا کہ " خدا جباروں سے لڑنے کا حکم دیتا ہے " - یہہ دیکھکر صالحین و مومنین نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے :

رب اني لا املک الا نفسي و اخي فافرق بیننا و بین القوم الفاسقین (٥ - ٢٨)

خدایا ! میں اپنے اور اپنے بھائي کے سوا کسي اور پر زور نہیں رکھتا ' ان گنہگاروں میں اور ہم میں تفریق کر دے -

خداے سنا اور مومنین و فاسقین میں امتیاز کیا ' اور وہ نور امید اپنے مخلصین کو بھي بخشا ' جس سے اونھوں نے اون فاسقین کو پہچانا ' جنھوں نے اپنے پکارنے والوں کي آواز نہیں سني تھی - خدا کا کلام اون تک پہونچا لیکن اونھوں نے صاف کہا : " سمعنا و عصینا (٤ - ٨٧) " ہم سنتے ہیں اور نہیں مانتے ! " و اشربوا في قلوبهم العجل بکفرهم (٢ - ٨٧) " اوس صنم نقرئي و طلائي کي محبت اونکے کفر کے سبب اونکي رگ رگ میں سما گئی -

تب خدا کا غضب اس قوم پر بھڑکا ' اور اوسنے کہا :

فانها محرمة علیهم اربعین سنة ' یتیهون في الارض فلا تاس علي القوم الفاسقین (٥ - ٢٩)

اوس " ارض مقدس " میں داخل ہونا اب چالیس برس تک تمہارے لیے حرام کردیا گیا - سرگردان و پریشان ملک میں پھرتے رہو ! اے موسی ! ان گنہگاروں کا تم کچھ غم نہ کہانا -

لیکن اے خدا ! جن پر چالیس برس تک تیرا غضب بھڑکا وہ اپني سزا کو پہونچ چکے ' اور اب وہ اپني " چہل سالہ گمراہي " کے بعد تیري طرف جھکے ہیں ' اور جیسا تونے حکم دیا تھا ' کہ :

ادخلوا الباب سجدا (٢ - ٥٥)

ارض مقدس کے دروازے میں خدا کے سامنے جھکتے ہوئے داخل ہو جاؤ -

اب وہ صداقت و حریت کے اس دروازے میں داخل ہونا چاہتے ہیں تاکہ " ارض مقدس " کو " جباروں " کي نجاست سے پاک کریں ' اور جیساکہ تونے کہنے کیلیے کہا تھا :

حطة (٢ - ٥٥)

خدایا ! ہمارے گناہ جھاڑ دے -

اب وہ کہتے ہیں کہ " ربنا لا تؤاخذنا ان نسینا او اخطانا " پس اپنا وہ وعدہ پورا کر ' جو تونے کیا تھا کہ :

نغفر لکم خطایاکم و سنزید المحسنین (٢ - ٥٥)

ہم تمہارے گناہ بخشدینگے اور نیکوں کے مراتب و مدارج بڑھا دیں گے -

ادبیات

كفران نعمت

وجد و سماع بادہ اے صوفي ! این چہ کافر نعمتي ست ؟

منکر مے بودن و همرنگ مستاں زیستن ؟

معترض هیں مجھپه میرے مهربان قدیم * جرم یه هے : میں نے کیوں چهوڑا وہ آئین کہن ؟
میں نے کیوں لکھے مضامین سیاست پے به پے ؟ * کیوں نه کي تقلید طرز رهنمایان زمن ؟
کانگرس سے مجھکو اظہار براءت کیوں نہیں ؟ * کیوں حقوق ملک میں هوں هندؤں کا هم سخن ؟

* * *

خیر میں تو شامت اعمال سے جو هوں سو هوں * آپ تو فرمایئے کیوں آپ نے بدلا چلن ؟
آپ نے شملہ میں حاکم کی تھي جو کچھه گفتگو * ما حصل اسکا فقط یه تها پس از تمهید فن :
" سعي بازو سے ملیں جب هندؤں کو کچھه حقوق * اس میں کچھه حصه ملے هم کو بهي بهر بےمحن
بعدے حاکر شیر جب جنگل سے کر لائے شکار * لومڑي پہنچے که کچھه مجهکو بهي اے سرکار من ! "

* * *

لیکن اب تو آپ کي بهي کهلتي جاتي هے زباں * آپ بهي اب تو اڑاتے هیں وهي طرز سخن
اب تو مسلم لیگ کو بهي خواب آتے هیں نظر * اب تو هے کچھه اور طرز نغمهٔ مرغ چمن
" ملک پر اپني حکومت " چاهتے هیں آپ بهي * تها یهي تو مدتهاي فکر یاران وطن ؟
آپ نے بهي اب تو نصب العین رکها هے وهي * کانگرس کا ابتدا سے هے جو موضوع سخن
آپ بهي تو حادثهٔ (مسجد) سے اب هیں منحرف * اب تو اوراق وفا پر آپ کے بهي هے شکن !

* * *

جب یه حالت هے تو پهر هم پر هے کیوں خشم و عتاب ؟ * " منکر مے بودن و همرنگ مستاں زیستن " ؟ ؟

فکاهات

مسجد کانپور کا وفد اور سر جیمس مسٹن کا جواب

کردم و شد !

حضرت لاٹ (١) بفرمود که " فرمان فرماے * نیست ممکن که دگر بگردد از گفته خود "
صدر اعظم ، به سوئے قسمت بنگالهٔ شرق * نگہے کرد و بفرمود که " من کردم و شد "

شیر برطانیه اور گربهٔ حریت

جناب لاٹ (١) از فرموده خود بر میگردد * که تمکین حکومت را سیاست بیشتر باید
ولے در قسمت بنگاله این اندیشه مي بایست * که " گربه کشتن اول روز مي باید اگر باید "

(١) یعني هز آنر سر جیمس مسٹن

(شبلي نعماني)

حزب اللہ

قابل توجہ جمیع اخوان ملت
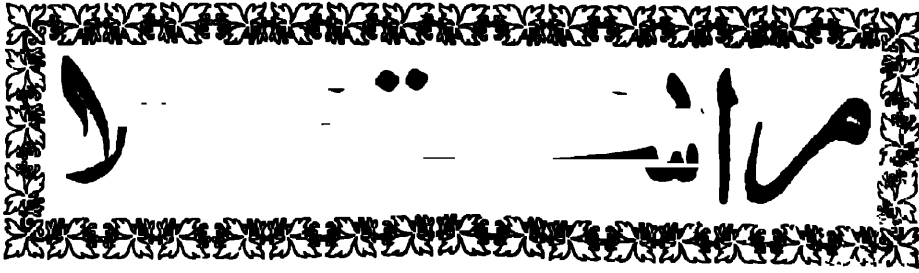
و درستا راہ دین قویم

[از جناب خواجہ حسن صاحب نظامی]

الہلال کی گذشتہ اشاعتوں میں مسئلۂ تلاش مقصود پر کافی روشنی ڈالی گئی ہے جو لاریب اسوقت مسلمانوں کا اہم ترین فرض ہے - یہ جوش جو قدرۃ پیدا ہوگیا ہے ' بیجا نہ صرف ہوجائے مولانا (یعنی اڈیٹر الہلال) تحریر فرماتے ہیں کہ مجھے مختلف اسکیمیں لکھنے اور جانچ کرنے کے بعد راہ مقصود کا راستہ پا لیا ہے ' جس پر چلنے سے مسلمان یقیناً شاہد مقصود سے ہمکنار ہو سکینگے - الہلال میں اب تک جو کچھ لکھا گیا ' وہ اس اہم ترین ارادہ کے کتاب کی تمہید تھی - اس بارہ میں مولانا نے پیش خود جو تصور کیا ہے ' اسکے اظہار کا شاید یہ طریقہ رکھا ہے کہ پہلے مسلمانوں کا شوق اور انکی صلاحیت دریافت کرلیں ' پھر اسی مناسبت سے بتدریج اس ترقی و تنزل کے راز کو آشکارا کرتے رہیں - اس سے ضمناً ایک مقصود یہ بھی ہو سکتا ہے کہ مولانا کو اپنا اعتبار معلوم کرنا ہے کہ مسلمانوں کے دلمیں آنکی جانکاہیوں کا کہانتک اثر ہوا ہے ؟ اس سے یہ بھی ظاہر ہو جائیگا کہ فی الحال مسلمانوں میں کام کرنے کی کہانتک قابلیت ہے' اور جو تحریک شروع کیجانے والی ہے وہ قبل از وقت تو نہیں ؟

جنگ طرابلس ایک مبارک جنگ تھی ' جسنے مسلمانوں کے مردہ مجسمہ میں ازسر نو روح حیات پھونکدی ' اور واقعی ایک حیرت انگیز ولولہ اس قسم کا پیدا کردیا ہے کہ مسلمان اپنے زندگی کا ثبوت دینے کیلیے (مدتوں کے بعد) مستعد و آمادہ نظر آ رہے ہیں - اللہم زد فزد - اس احساس کو قائم رکھنے میں دیگر مصائب و آلام نے بھی بہت مدد دی - مثلاً مظالم بلقان - صلح کانفرنس لندن - واقعہ مسجد کانپور وغیرہم - جہاں یہ سب اچھہ ہے ' شہر خموشان اسلام میں زندگی کی چہل پہل شروع ہوگئی ہے اور ماتم خانوں میں ماتم رفتگان کے ساتھہ ساتھہ بیماروں کے علاج معالجہ کی بھی فکر دامنگیر ہے ' وہاں مصیبت یہ ہے کہ مسلمانوں کو کسی پر بھروسہ نہیں رہا ' اور ایک عالم گیر بد اعتقادی پھیل گئی ہے - آخر اعتبار کب تک ' اور کہاں تک ؟ کوئی حد بھی ہے ؟ اس زمانہ میں جبکہ تہذیب و آزادی کی موسلا دھار بارش ہو رہی تھی' اور اکناف عالم میں ہر طرف حریت و ترقی کی طوفان آمرین آندھیاں بڑے زور شور سے چل رہی تھیں ' اور جبکہ ہر بوالہوس کا شعار حسن پرستی تھا : دنیا کی وحشی سے وحشی اور ذلیل سے ذلیل قوموں نے میدان ترقی و تہذیب میں گوئے سبقت لیجانا چاہا اور بلا آخر لیگئیں -

مسلمانوں نے بھی اپنے تئیں پیش کیا ' مگر اپنی قوت بازو پر نہیں - اپنے جاہ پسند ' نمائشی ' مفسد لیڈروں کی قوت پر - سواری سامنے طیار تھی - مسلمانوں نے لیڈروں کے سہارے اس پر چڑھنا چاہا ' حالانکہ اگر چاہتے تو خود سوار ہوسکتے تھے - پھر لیڈروں نے کیا کیا ؟ بجائے اسکے کہ انکا ہاتھہ پکڑ کے سوار کرا دیتے ' انکو ظالمانہ و بے رحمانہ ایک دھکا دیدیا ' جس سے وہ گرے اور گرنے کے ساتھہ ہی قعر مذلت کی اس فضاے تیر و تار میں پہونچگئے' جہاں سے اب چالیس برس کے بعد نکلنا بھی چاہتے ہیں تو نہیں نکل سکتے خوف ہے کہ کہیں پھر اس سے زیادہ زور کے ساتھہ نہ دھکیل دیے جائیں - کچھہ مظلوموں کی اعانت کرنے والے ہاتھہ ہیں' اور کچھہ خوش قسمت ایسے بھی ہیں جنکے دلونمیں درد ملت ہے' مگر ہجوم یاس اور شدت بے اعتباری کا برا ہو' جس نے قوت تمیز و فیصلہ کے استیصال میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی ' اور اس لیے اس جنبش میں ایک ناگوار سا سکون پیدا ہوگیا ہے اس خلاف امید اور ناگہانی چوٹ سے مسلمانوں کے ہاتھہ پاؤں میں اتنی سکت ہی باقی نہ رہی کہ وہ اکبارگی اپنے بل پر کھڑے ہو سکیں - لامحالہ کسیکا ہاتھہ پکڑ کر چلینگے - گذشتہ لیڈروں نے مسلمانوں کے یقین و اعتماد کو اگر متزلزل کر دیا تھا تو موجودہ مصلحان قوم کی سیماب وشی نے رہی سہی آس بھی توڑ دی - ندوہ کا واقعہ اسپر شاہد ہے - کون کہہ سکتا تھا کہ علامہ شبلی جیسے سخت کریکٹر کے آدمی مضمون جہاد کے بارے میں ایسی غلطی کرینگے ؟

ہم نہایت آرزو مند ہیں کہ علامۂ موصوف ان تمام اعتراضات کو جو اخبارات میں شائع ہوئے ہیں' دیکھینگے' اور تمام الزامات سے اپنی پوری بریت کر دینگے - ہم دن دوات ماں لینے کے لیے طیار ہیں مگر اس قحط الرجال میں ایک ایسے مرد فرید بزرگ قوم کو ہاتھہ سے کھوتے ہوے ہمارا دل دکھتا ہے - یہ ایک علحدہ مستقل مبحث ہے جسپر آیندہ کبھی خیالات کا اظہار کیا جائیگا - یہاں زیادہ موقع نہیں -

مولانا (یعنی اڈیٹر الہلال) نہایت متفکر ہیں کہ انکو کام کرنے والے نہیں ملتے (مگر خدا کا شکر ہے کہ اس سے انکے پائے ثبات کو ذرا بھی لغزش نہ ہوئی اور اسکا دست حق نما برابر روز افزوں تیزی کے ساتھہ مصروف کار ہے) میں سر بگریباں ہوں کہ کام لینے والے کہاں ہیں ؟ حالت یہ ہے کہ کسی ایک تحریک پر بھی دو رائیں متفق نہیں ہوتیں - ضرورت اسکی ہے کہ تمام چھوٹے بڑے موتی ایک ہی رشتہ میں پروے جائیں - اسوقت اس ہار کی قیمت نظروں میں جچیگی -

پس جنکے دلوں میں اسلام کا درد ہے اور جنکے دماغ کوئی مفید بات سونچ سکتے ہیں ' ان کو چاہیے کہ وہ سب ایک جگہ باقاعدہ جمع ہوکر مبادلہ خیالات کے بعد اس کام کو سب سے پہلے شروع کریں' جسکی ضرورت سب سے زیادہ ہو - ورنہ اس ہماہمی اور محشرستان تجاویز میں کسی ایک تحریک کا کامیاب ہونا معلوم -

اس متفقہ پالیسی کا ایک آرگن بھی ہو جسمیں ہر شروع ہونے والی تحریک مع اپنے فوائد و مضار کے درج ہوا کرے جسپر تمام اسلامی اخبارات ناقدانہ نظر ڈالیں اور پھر بعد اظہار راے و بحث

و صباحتہ اسکا لحاظ ہو - اگر ممکن ہو تو یہ اخبار مفت تقسیم کیا جائے ورنہ قیمت اتنی کم رکھی جائے کہ غریب سے غریب شخص کو بھی اس کی خریداری گراں نہ گذرے اور کوئی تکلیف نہ ہو - ایڈیٹر ایسا شخص منتخب ہو جو سہل ترین عبارت میں بڑے بڑے نسکتے لکھ سکے اور سمجھا سکے - نہایت ضروری ہے کہ ہر مسلمان اس ہنگامۂ رستخیز میں ایک باقاعدہ سپاہی بنجائے - اردوے معلی علیگڈہ کی ضمانت کا آج کل چندہ ہو رہا ہے - مناسب ہے کہ وہی اس صورت میں تبدیل کردیا جائے ' اور اردوے معلی ابکے جاری ہو تو جمہور مسلمانان ہند کا ارگن ہو - مشہور پولٹیکل مجاہد سید فضل الحسن حسرت موہانی اردو علم ادب میں جو دستگاہ رکھتے ہیں ' پڑھے لکھے حضرات اس سے نا آشنا نہیں - الہلال کے اکثر مضامین بہ سبب اسکی بلاغت اور عالمانہ انداز کے اکثر ایسے ادمیوں کے سمجھنے سے رہ جاتے ہیں جنمیں بے شبہ کام کرنے کی قابلیت ہم سے زیادہ ہے اور جو توپ کے سامنے اس سے زیادہ اچھی طرح جانے کے لیے طیار ہیں ' جیسے کہ ہم کسی بعایت نظر فریب و دل آویز تماشہ کی طرف !

الہلال کے مضامین شروع سے آخر تک دیکھنے کے بعد یہ یقین ہوگیا ہے کہ مولانا جو کچھہ کر رہے ہیں اس سے صرف مسلمانوں کی فلاح و بہبودی اور تجدید حیات ملی ہی مقصود ہے نظر برین کون شخص اسکی مخالفت کرسکتا ہے کہ مولانا کو جس تجویز کیلیے اسقدر اہتمام مد نظر ہے ' وہ مسلمانوں کے لیے انتہا سے زیادہ مفید ہوگی ؟ ہاں مولانا تو سب کچھہ کرتے ہیں مگر سوال یہ ہے اس ملت پرستانہ سرفروشی میں ہماری طرف سے بھی جاں بازی کا کوئی ثبوت بہم پہونچ سکتا ہے یا نہیں ؟ ہم بھی کچھہ کرسکتے ہیں یا نہیں ! محض الہلال کی صداقت شعاری ' راست بیانی ' انشا پردازی ' جرات و ازادی ' علم و کمال ' اور لکھائی چھپائی کی تعریف کرنے سے نہ تو ابتک کچھہ ہوا ہے اور نہ آئندہ ہونے کی امید ہے - اب اسلامی حمیت میں داغ لگانے کا موقع نہیں - جلد سے جلد مولانا کی اس اسکیم " حزب اللہ " کے خیر مقدم کیلیے مستعد ہو جانا چاہیے جسکا متوقع بار بار مولانا اس شرط پر بتا چکے ہیں کہ لوگ بتوجہ سننے کا اقرار کریں اور قبل اسکے کہ مولانا وہ حدیث جاں پرور سنالیں ' مسلمان اپنے اشتیاق کی فریاد مولانا کو سنا دیں -

و اعتصموا باللہ ' ہو مولاکم ' فنعم المولے و نعم النصیر -

الہلال کی ایجنسی

ہندوستان کے تمام اردو ' بنگلہ ' گجراتی ' اور مرہٹی ہفتہ وار رسالوں میں الہلال پہلا رسالہ ہے ' جو باوجود ہفتہ وار ہونے کے ' روزانہ اخبارات کی طرح بکثرت متفرق فروخت ہوتا ہے - اگر آپ ایک عمدہ اور کامیاب تجارت کے متلاشی ہیں تو اپنے شہر کے لیے اسکے ایجنٹ بن جائیں -

ترجمۂ اردو تفسیر کبیر

جسکی نصف قیمت اعانۂ مہاجرین عثمانیہ میں شامل کی جائیگی - قیمت حصۂ اول ٢ - روپیہ - ادارۂ الہلال سے طلب کیجیے -

تاریخ حیات اسلامیہ

مسلمانان ہند کا ایک ورق

شہداء کانپور اعلی اللہ مقامہم !

اعلان

لسان العصر

ایک مشہور اردو ادبی رسالہ ہے ' جسمیں علمی ' اخلاقی ' تاریخی ' تمدنی ' مجلسی ' صنعتی ' تجارتی ' اقتصادی ' اور سائنٹفک مضامین ملک کے برگزیدہ اور مستند اہل قلم حضرات کے شائع ہوا کرتے ہیں - سالانہ قیمت ٣ - روپیہ ہے - آجکی تاریخ سے جو حضرات اسکو خرید فرمالیں گے ' انکی قیمت میں سے موازی ٨ - آنہ فی خریدار سرمایہ مصیبت زدگان کانپور میں داخل کردیا جائیگا -

المشتہر

سید رضی بلگرامی ایڈیٹر " لسان العصر " کراتھہ ضلع آرہ براہ ڈمراؤں

ایک ابلیسانہ مکر و تلبیس !

ایک مکار ' جو اپنے تئیں ایڈیٹر الہلال ظاہر کرتا ہے

[از جناب مولوی محمد یسین صاحب مدرس مدرسہ اورنگ آباد ضلع گیا]

ایک امر قابل دریافت یہ ہے کہ ٩ - ستمبر کو بعد ظہر ایک شخص مولویانہ لباس میں جنکے ترکی ٹوپی میں اور شیروانی میں سینے کے اوپر کاغذ کا ہلالی نشان بنا ہوا تھا ' ٢٣ - یا ٢٤ - برس کی عمر کے کوتہ قد ' خفیف اللحم ' سانولا رنگ ' یہاں (اورنگ آباد) کے جامع مسجد میں پہونچے اور اپنا نام کشف الدجی اور سکونت کانپور بتلائی اور آنیکا منشا محض کانپوری شہدا کے یتیم بچوں اور بیواؤں کی امداد اور اخراجات پیروی مقدمہ کے لیے چندے کی تحریک بیان کی - چنانچہ تقریر میں مچھلی بازار کی مسجد کے مختصر واقعات اور اپنے دو خالہ زاد بھائیوں کے شہید ہو جانیکی کیفیت بیان کی اور اپنے کو انجمن خدام کعبہ کا ممبر اور کانپور فنڈ کا آنریری سکریٹری بیان کیا - یہاں جو کچھہ چندہ ہوا اسکے حوالے کیا گیا - جمعہ کو (١٢ ستمبر) وہ یہاں سے بارہ میل کے فاصلے پر ایک گاؤں میں ' جسکا نام کھریالواں ہے ' جا کے ٹھہرے اور اپنا نام ابو الکلام آزاد اڈیٹر الہلال بتایا - چونکہ اسکے قول کا اعتبار نہ کیا گیا ' اسلیے کھریالواں میں جو ٦٩ - روپیہ چھہ آنے چندہ کے جمع ہوے تھے ' وہ بذریعہ ڈاک آپ کے دفتر الہلال میں ارسال کیے جاتے ہیں - مسلمانان اورنگ آباد نے جب ان سے اپنے نام کے تغیر کی وجہہ دریافت کی تو انہوں نے کہا کہ میرا نام کشف الدجی اور کنیت ابو الکلام اور تخلص آزاد ہے - میں نے مصلحتاً اپنا نام مخفی کر رکھا تھا - لہذا التماس ہے کہ مہربانی فرماکر یہ تحریر فرمالیں کہ آپ ٨ - ستمبر سے ١٥ - ستمبر تک دفتر

الہلال چاور کر کہیں تشریف لیگئے تھے یا نہیں ؟ بہتر ہو کہ آپ اپنا فوٹو شائع فرما کر کثیر التعداد مسلمانوں کو جعلسازوں کی عیاری سے بچنے کا موقع عنایت فرمائیں -

(الہلال)

آپ کو چاہیے تھا کہ آپ فوراً اسے پولیس کے حوالے کرتے وہ کوئی سخت مکار و ابلیس معلوم ہوتا ہے -

گیا اور " مسجد کانپور "

ایک ناچیز رقم ۹۰ روپیہ کی یہاں کے مسلمانوں سے وصول کرکے مرسل خدمت ہے - یہ جگہ ایک مختصر سا دہات ہے - مگر خاص شہر گیا کی حالت سنیے - وہاں دینے والے بہت ہیں مگر افسوس کہ مانگنے والوں اور لیکر ہضم کرنے والوں کی تعداد زیادہ ہے - یونیورسٹی کیلیے ابھی گیا سے سولہ سترہ ہزار روپیہ گیا اور بمشکل اوسکے جامع مسجد میں باوجود تحریک کرنے کے ' صرف پچاس روپیہ کے قریب عید کے دن وصول ہوے ! اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ چند خالدان ملت (جو خواہ مخواہ کے اپنے منہ آپ ہی لیڈر بنے پھرتے ہیں) لوگوں کو کسی قسم کی تقریر یا جلسہ کرنیسے روکتے ہیں اور طرح طرح کے بیہودہ اعتراضات اور مہمل باتوں سے ڈراتے ہیں - ۳۰ شوال کو جامع مسجد میں ایڈریانوپل کے دوبارہ فتح کی خوشی میں میلاد شریف اور چراغاں ہوا - سنا جاتا ہے کہ ڈیڑھ سو روپیہ کا بیجا صرف اس ماتم کے زمانہ میں خوشی منانے میں کیا گیا - لوگوں کا خیال تھا کہ مظلومان کانپور کیلیے چندہ کی تحریک ہوگی - چنانچہ بہتیرے لوگ روپیہ لیکر اور مستعد ہوکر گئے تھے کہ دینگے - مگر افسوس کہ نہایت مہمل طریقہ سے ایک اپیل صاحب نے تقریر کی اور انکے بعد پیش امام ' رواداری ! رواداری ! کا راگ گاتے رہے - ڈرتے ڈرتے کچھ واقعات بیان کیے (یعنی متولی مسجد کانپور میں جوتا پہنے چلے گئے وغیرہ وغیرہ) جسے لوگ سنکر اور برافروختہ ہوکر چلے آے -

بعض ایسے ہنگاموں سے چندہ کیا جا رہا تھا جن پر قوم کو مطلق اعتماد نہیں - اسقدر مجمع میں صرف تیس روپیہ کی رقم وصول ہوئی ! ابھی آنریبل صاحب نے آجتک قوم کو نو ہزار روپیہ چندہ جنگ بلقان کا حساب بھی نہیں دیا ہے - آپ اس بارہ میں اپنے اخبار میں بازپرس کیجئے - یہ آپکا قومی فرض ہے (ایک خیر خواہ قوم)

(اعلیہ شیخ فرید حسین صاحب قریشی از ملتان بقلم خود)

آپکا الہلال جسکی رویت بدر کامل کی صورت میں مہینہ میں چار بار نصیب ہوتا ہے اپنی فوق العادت قوت کا ثبوت دیتی ہے ' اور جس کے انوار معانی سے ہر مسلم کا تاریک قلب کسب ضیا کرکے نور ایمان حاصل کرتا ہے ' خوش قسمتی سے میرے شوہر کے نام جاری ہے - اور ہر وقت میرے زیر مطالعہ رہتا ہے - ۲۱ - ۱۷ - مئی کی اشاعت میں دربارہ اعانت مہاجرین آپکا مفید الا مثال ایثار دیکھ کر نہایت متاثر ہوئی - ایک حقیر رقم مبلغ ۱۰ - روپیہ کی بذریعہ منی آرڈر ارسال خدمت ہے -

(جناب غوث محی الدین حسین صاحب از حیدر آباد دکن)

مبلغ ۹۶ - روپیہ " بقیہ اعانۂ پسماندگان شہداء و مجروحین و پیاروی مقدمۂ کانپور " مرسل خدمت شریف ہیں - اس سے قبل ۲۵ - روپیہ روانہ کیا تھا - متعاقب انشاء اللہ اور رقم بھی پہنچائی جائے گی -

مسجد فتح پور سیکری

قابل توجہ جمیع جرائد اسلامیہ

ایک زمانہ تھا کہ جلال الدین محمد اکبر شاہ کے وقت میں مسجد و مزار فتحپور سیکری کی وہ قدر و منزلت تھی کہ بلا وضو کے کوئی اندر جا نہیں سکتا تھا - اس گئے گذرے زمانہ میں بھی مسجد و مزار حضرت شیخ سلیم چشتی کی زیارت کی غرض سے جو صاحب تشریف لاتے تھے ' بیرون دروازہ جوتا اوتار کر اندر زیارت کرنے جاتے تھے - یہ مزار و مسجد اوقاف میں داخل ہے - اسکے اہتمام کے لیے سجادہ نشین متولی ہیں ' اور انتظام کی نگرانی وغیرہ کے لیے مسلمان پبلک کے انتخاب سے تین ممبر مقرر ہوتے ہیں - لیکن کچھ عرصے سے ایک عجیب کارروائی یہاں کے حکام نے یہ کی ہے کہ مزار اور مسجد کے دروازے پر حسب ذیل نوٹس لگا دیا ہے :-

" جو اشخاص حضرت شیخ سلیم چشتی کے مزار اور فتحپور سیکری کی مسجد میں جاویں ' چاہیے کہ ویسی ہی تعظیم کریں جیسی کہ اپنی متبرک عمارت میں جاتے وقت کرتے ہیں ' یعنی انگریز صاحبان اپنی ٹوپی ' اور ہندوستانی صاحبان اپنے جوتے اوتار لیا کریں - مگر مسجد کے احاطہ میں اور زمین مسجد اور مقبرہ کے باہر اس پر عمل کرنے کی ضرورت نہیں ہے -

دستخط - جی - آر - ڈ - پیر - ای - سی - اس
ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ

اس اعلان کا نتیجہ یہ ہے کہ مزار کے اندر تمام انگریز جوتا پہنے جاتے ہیں ' اور مسجد میں تو جوتا اور ٹوپی ' دونوں پہنے ہوے ! خدا را اسطرف اسلامی اخبارات اور پیشوایان ملت توجہ کریں کہ نہایت سخت دینی بے حرمتی ہے -

(از جناب سید محمد صدر صاحب عالم گیلانی)

حادثہ کانپور کے بے چین کردینے والے واقعات اخبارات میں پڑھ کر دل پاش پاش ہوگیا - اللہ جل شانہ اپنے فضل و کرم سے اس رات دن کی ذلت اور مصیبت کی زندگی سے ہم جملہ مسلمانوں کو نجات دے - آمین - کل بعد نماز جمعہ مصیبت زدگان کے امدادی فنڈ کے لیے کوشش کی گئی - باوجودیکہ یہ ایک چھوٹا سا قصبہ ہے مگر پھر بھی جملہ حاضرین مجلس نے اخوت اسلامی کا ثبوت دیا - چنانچہ مبلغ ۳۲ - روپیہ ۱ - آنہ وصول ہوے - جو بذریعہ منی آرڈر معرفت حافظ چراغ الدین امام مسجد صاحب روانہ کیے گئے -

(جناب ارمان صاحب بریلوی از شاہجہانپور)

یہ فہرست اوس چندے کی ہے ' جو عید الفطر کے دوسرے روز بریلی میں شاہ آباد محلہ سے اعانت ورثاء شہداء و مجروحین کانپور کے لیے وصول ہوا - مرقومہ رقم کی مقدار تو زیادہ ہے مگر جو کچھ وصول ہوگیا تھا ' وہ ۸۲ - روپیہ ڈھائی آنہ کی رقم ہے - بعد وضع موازی ۱۲ - آنہ فیس منی آرڈر ' و ۲ - پیسہ لفافہ کے ' بقیہ ۷۱ - روپیہ ۶ - آنہ بذریعہ منی آرڈر ارسال خدمت ہیں -

(فہرست بعد میں شائع کی جائیگی کہ بہت طویل ہے - آپ مطمئن رہیں - الہلال)

السلام علیکم ورحمة الله وبرکاته - آج مبلغ آٹھه روپے ارسال خدمت شریف هیں - ان کو به سلسله اعانۂ امداد شهداء کانپور جمع فرما لیجیے - یه روپے اپنے احباب کے حلقه سے جمع کرکے ارسال کیے هیں جن کی تفصیل حسب ذیل بغرض اشاعت ارسال ہے - کیا عرض کیا جاسے ؟ زمانه نازک ' ایام استبداد ' اور مصائب مسلمین کا نصف النهار! مسلمانوں کے اعمال و افعال ناگفته به - قلب مضطر ہے لیکن بے اختیاری ہے - واقعه کانپور ایسا واقعه ہے که اسکے لیے ذکر جاں سے بهي دریغ نه هو تو بجا ہے مگر صد حسرت ہے هم پر' که پیسه سے بهي دریغ ہے !! اسکے بهی وجوه قوي هیں - محسوس کرنے والے مسلمان نهایت نازک حالت میں هیں -

مرا دردیست اندر دل اگر گویم زباں سوزد

اپنے طرف سے هر وقت طبیعت پریشان رهتي ہے که حق گوئی کا وقت نهیں - الله تعالے سے دعا ہے که وہ اپنے فضل و کرم سے آپ کو' آپ کے بزرگوار اخداروں' اور آپ کے ایسے صاحب قلب و دماغ اور صادق الایمان مسلمانوں کو جمله آفات و مصائب اور دست برد استبداد سے محفوظ رکھے آمین ثم آمین -

الهلال

افوض امري الی الله ' ان الله بصیر بالعباد !

جناب سید مهدي حسن صاحب معتمد انجمن دي مسلم فرندس هزاري باغ

بطل العظیم - معلم قوم ' حضرت مولانا ' غالباً آپکو یاد هوگا که انجمن دي مسلم فرندس هزاري باغ نے پهلي قسط مبلغ ۴۳ - روپیه کي براے شهداء و مجروحین واقعه کانپور بهیجی تهي جسکي رسید آگئي ہے اور اسکے ساتهه ایک مضمون بهي بحیثیت معتمد بهیجا تها جو امید ہے که آپکی مهرباني سے الهلال میں چهپ جائیگا -

بهرکیف دوسري قسط مبلغ ۵۰ - کي ارسال خدمت ہے - اسمیں دو چندے خاص طور پر قابل تذکرہ هیں -

اعانۂ عامه ۲۰ روپیه
صدر سردار (ایک مضطر مسلمان) ۲۵ روپیه
(ایک طالبعلم) ۵ روپیه

کام برابر جاری ہے - آپکے خط نے ایک نئي روح انجمن کے ممبروں میں پهونک دی ہے !

(از جناب محمد قطب الدین صاحب - حیدر آباد دکن)

اخبارات کے مطالعه سے کانپور کے دلخراش حالات معلوم هوے - همدردان قوم جیسے عالیجناب مسٹر مظهر الحق وغیرہ ' جو اسوقت مجروحین کانپور کی اعانت میں همه تن مصروف هیں اور جو اپني بیش بها خدمات سے قوم کو ممنون کر رهے هیں' عالم اسلامي کیلیے قابل هزار تشکر هیں' اور ایسے هی همدردان اسلام سے پهر بهي اسلام کا کچهه نام و نشان باقي ہے - ورنه آجکل کا زمانه تو مسلماني در کتاب اور مسلمانان در گور کا مصداق ہے - میں ایک بے بضاعت شخص هوں اور تحصیل سدهي پٹه کا ۱۲ - روپیه ۱۴ آنه پر مامور - مجهه سے جو کچهه هوا' وہ روپیه آپ کی خدمت میں نهایت شرمندگي سے اعانت مقدمه کانپور کیلیے روانه کیا گیا ہے - دکن کے دي اثر اصحاب اسجانب ذرا سي توجه بهي کرتے تو بهت کچهه چنده فراهم هوسکتا ' لیکن افسوس ہے که اس ملک میں مذهبي احساس بهت کم ہے -

مجهے آپ کي نوازش سے کامل بهروسه ہے که میرے اس معروضه کو آپ اپنے اخبار کے کسي گوشه میں جگه دیکر سرفراز فرمائینگے -

فهرست زر اعانۂ دفاع مسجد مقدس کانپور

(۳)

	روپیه	آنه	پائي
از بعض ملازمان دفتر الهلال	۱۰	۰	۰
بذریعه محمد افضل صاحب - وردي میجر موضع احمدوں - کهیه	۵۱	۱۲	۰

(به تفصیل ذیل)

محمد افضل صاحب ۵ روپیه - محمد فیروز خاں ۱ روپیه - محمد اکرم خاں ۱ روپیه - میر جان ۱ روپیه - ملا عبد الرحیم ۱ روپیه - سید ۱ روپیه صیف الدین ۱ روپیه - بوستان ۱۲ - آنه - ملا عباس ۱ روپیه - تاج میر ۸ آنه - خان محمد ۱ روپیه - نور گل ۴ آنه - خشلگ ۲ آنه عبد الخالق ۴ آنه - زیله خاں ۷ آنه - ملا سید احمد ۵ آنه متفرق ۴ آنه گل محمد ۸ آنه - الهداد ۸ آنه خانطمع ۸ آنه - وزیر ۸ آنه امید ۸ آنه ملک شاہ محمد ۱ روپیه - باقي دار ۸ آنه غازي ۸ آنه - گلاب ۴ آنه الله رکها ۴ آنه - صدیق ۴ آنه - فضل الهي ۴ آنه - محمد نور ۱ روپیه - کالو جان ۱ روپیه عبد الصمد صاحب ۸ آنه - میر فضل ۴ آنه بختیار صاحب ۸ آنه الف صاحب ۸ آنه شیخ رقم شاہ ۱ روپیه عبد العزیز ۴ آنه - محمد یوسف ۴ آنه عبد الکبیر ۴ آنه عبد الدوشهال ۴ آنه میر حسن ۴ آنه - انوجان ۴ - آنه - نواب کاکا ۴ آنه تاج محمد ۸ آنه بهاء الدین ۸ آنه - عبد السلام ۴ آنه خیرو صاحب ۴ آنه - ملا یوسف صاحب ملا عبد الخالق صاحب ۱ روپیه - ابوبکر ۴ آنه - کرنگ ۴ آنه مقام ۴ آنه بنگل ۴ آنه قلندر ۴ دلاس ۴ آنه - اکرم ۴ آنه محمد امین ۴ آنه خداداد ۸ آنه قلم صاحب زعفران ۴ آنه - نعمت ۴ آنه عبد الشکور ۸ آنه حاجي رحمت ۴ آنه بلند ۴ آنه صالح محمد ۴ آنه محمد گل ۴ - آنه عثمان غنی ۸ آنه - عبدالقدوس ۳ آنه محمد شریف ۴ آنه محمد صاحب ۱ روپیه باہو صاحب ۱ روپیه ملک اکرم صاحب ۲ - روپیه شیر محمد ۱ آنه - بدایت ۴ آنه ملتان ۴ آنه محمد شریف ۴ آنه - پیر محمد ۴ آنه - عبد العزیز ۴ آنه عبد الله ۸ آنه ملا عبد القدوس صاحب ۱ روپیه ملا امیر صاحب ۱ روپیه علي جمعه ۳ روپیه سلطان محمد صاحب ۲ روپیه زرغون شاہ ۱ روپیه علیم صاحب ۱ روپیه -

	روپیه	آنه	پائي
بذریعه حافظ چراغ الدین صاحب قریشي - امام مسجد ٹرپ اٹک	۲۱	۱۱	۰
بذریعه جناب عرث محي الدین حسن صاحب - حیدر آباد دکن	۹۶	۰	۰

(به تفصیل ذیل)

مولوي سید معظم علي صاحب وکیل ۳۰ روپیه - مولوي ابراهیم علیصاحب صدر نشین ۲۶ روپیه - مولوي عبد الکریم خانصاحب معظم مال - مرزا احمد حسین بیگ صاحب ۱ روپیه - سید قاسم صاحب صیغه دار ۱ روپیه - مولوي محمد طاهر صاحب ۱ روپیه - میر تصدق حسین صاحب امیر علیگ صاحب مال - غلام محمد صاحب عرف پیارو میاں ۴ روپیه - عبد الحق صاحب ۱ روپیه - سلیمان داود خانصاحب ۱ روپیه - سید تبارک علیصاحب ۱ روپیه - مولوي محي الدین علیصاحب ۱ روپیه - میر اوصاف علیصاحب ۵ روپیه - شیخ دیدار صاحب ۱ روپیه - علاؤالدین صاحب ۱ روپیه - عبد الحي صاحب ۱ روپیه نعمت خاں صاحب ۱ روپیه - شیخ باقر صاحب جمعدار مال - مولوي برهان الدین صاحب وکیل ۵ روپیه - غضنفر علي صاحب ۵ روپیه -

	پائی	آنه	روپیه
جناب سید عبد الله شاه صاحب - هائی اسکول پشاور	٠	٠	٢
جناب ایس - اے - جبار صاحب ٹانگڈرنگی	٠	٠	١٧
بذریعه جناب سید مهدی حسن صاحب معتمد انجمن مسلم فرنڈس - هزاری باغ	٠	٠	٥٠
جناب محمد رفیق صاحب میتھر تنها	٠	٠	١٠
بذریعه ایک بزرگ جنکا نام پڑھا نہیں گیا	٠	١٤	٨٣
جناب محمد ابراهیم صاحب دارجلنگ	٠	٠	٣
جناب ابو تراب مولوی عبد الرحمان صاحب گیلانی	٠	٠	١٣
بذریعه جناب محمد قطب الدین صاحب سدی پیٹ	٠	٠	٦
جناب غلام غوث صاحب ناندیڑ	٠	٢	٧
جناب محمد سید بن علی صاحب حیدر آباد دکن	٠	٦	٨
جناب ایس - ایم - پیارے صاحب معدرم پور گیا	٠	٠	٩
جناب عبد الرزاق صاحب ارنراده - گیا	٠	١٥	٣
جناب منشی عبد المجید صاحب نارال ڈانگه	٠	٠	٧
جناب کلیم عبد الحی صاحب بانکی پور	٠	٨	٢
بذریعه جناب سید محمد یحیی صاحب ریاست بهرتپور	٠	٠	٨

(به تفصیل ذیل)

جناب بابو نذیر احمد صاحب ١ روپیه - جناب بابو ارشاد علی صاحب ١ روپیه - جناب مرزا مظفر علی بیگ صاحب ٢ روپیه ٣ آنه - جناب مبارک علی صاحب ١ روپیه - جناب عثمان علی صاحب ١ روپیه - جناب مظهر علی صاحب ٢ آنه - جناب بابو بشیر احمد صاحب ٨ آنه - جناب گلشن صاحب ١ آنه - جناب محمد حسین صحب ١ روپیه ١ آنه -

	پائی	آنه	روپیه
بذریعه جناب عبد الاحد صاحب	٠	٦	٧١
میزان	٠	١٠	٤٨٣
سابق	٦	٣	٩٠٧
میزان کل	٦	١٣	١٣٩٠

فهرست زر اعانۂ مهاجرین عثمانیه

(١٣)

	پائی	آنه	روپیه
جناب عزیز محمد خانصاحب - پربهنی دکن	٠	٠	٤
جناب ابراهیم سلیمان حسین صاحب گانگڈرکی برهما	٠	٠	٥٠
ایک بزرگ جنکا نام صاف پڑها نہیں گیا	٠	٠	١٠
جناب حکیم عبد الحی صاحب - بانکی پور	٠	٨	٢
جناب مولوی محمد عبد الودود صاحب - بریلی	٠	٧	٧٦
جناب فضل احمد صاحب - رام پور - پاره بنکی	٠	٨	٢
خواتین کانپور بذریعه اس - ایم قاسم صاحب	٠	٠	٦٥
جناب شیخ امین الدین صاحب - میونسپل کمشنر قصور	٠	٠	٥٤
بذریعه جناب فضل الرحمن خانصاحب معرور چرکهاری بهمبر پور	٠	١	٣٢
بذریعه جناب قاضی فیض محمد صاحب - کوٹا راجپوتانه	٠	٠	٩٣

(به تفصیل ذیل)

	پائی	آنه	روپیه
جماعت میوه فروشان	٠	٠	٢٠
جناب محمد سلیمان صاحب	٠	٠	٣
جناب میر فیض علی صاحب	٠	٠	٢٥
جناب میر سرفراز علی صاحب	٠	٠	١
جناب مولوی محمد ابراهیم صاحب	٠	٠	٥
معرفت جناب مولوی علی محمد صاحب	٠	٠	٤٠
میزان	٠	٠	٩٤
فیس منی آڈر	٠	٠	١
میزان	٠	٨	٣٨٩
سابق	٠	١٠	٩٢٣٤
میزان کل	٠	٢	٩٦٢٤

هذا بصائر للناس ، و هدی و رحمة لقوم یوقنون !

(٤٥ : ١٩)

ایک ماهوار دینی و علمی مجله

جس کا

اعلان پہلے " البیان " کے نام سے کیا گیا تها -

ماہ شوال سے شائع هونا شروع هو جائیگا

ضخامت کم از کم ٦٤ صفحه - قیمت سالانه چار روپیه مع محصول -

خریداران الهلال سے : ٣ - روپیه

اسکا اصلی موضوع یه هوگا که قران حکیم اور اُس کے متعلق تمام علوم و معارف پر تحقیقات کا ایک نیا ذخیرہ فراهم کرے - اور اُن موانع و مشکلات کو دور کرنے کی کوشش کرے ' جن کی وجه سے موجوده طبقه روز بروز تعلیمات قرانیه سے نا آشنا هوتا جاتا هے -

اسی کے ذیل میں علوم اسلامیه کا احیاء ' تاریخ نبوۃ و صحابۂ و تابعین کی ترویج ' آثار سلف کی تدوین ' اور اردو زبان میں علوم مفیدۂ حدیثه کے تراجم ' اور جرائد و مجلات یورپ و مصر پر نقد و اقتباس بهی هوگا - تا هم یه امور ضمنی هونگے ' اور اصل سعی یه هوگی که رسالے کے هر باب میں قران حکیم کے علوم و معارف کا ذخیرہ فراهم کرے - مثلاً تفسیر کے باب میں تفسیر هوگی ' حدیث کے باب میں احادیث متعلق تفسیر پر بحث کی جائیگی - آثار صحابه کے تحت میں تفسیر صحابه کی تحقیق ' تاریخ کے ذیل میں قران کریم کی تنزیل و ترتیب و اشاعت کی تاریخ ' علوم کے نیچے علوم قرانیه کے مباحث اور اسی طرح دیگر ابواب میں بهی وهی موضوع وحید پیش نظر رهیگا -

اس سے مقصود یه هے که مسلمانوں کے سامنے بدفعۃ واحد قرآن کریم کو مختلف اشکال و مباحث میں اس طرح پیش کیا جاے که عظمت کلام الہی کا وه اندازه کر سکیں - و ما توفیقی الا بالله - علیه توکلت والیه انیب - پته : نمبر (١٤) مکلاؤڈ اسٹریٹ کلکته

PRINTED & PUBLISHED BY A. K. AZAD, AT THE HILAL ELECTRICAL PRTG. PBLG. HOUSE, 7/1 MCLEOD STREET, CALCUTTA

لاتهنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان كنتم مؤمنين (القرآن الحكيم)

Al-Hilal,

Proprietor & Chief Editor:

Abul Kalam Azad,

7-1, MacLeod Street,

CALCUTTA.

الہلال

ایک ہفتہ وار مصور رسالہ

مدیر مسئول و محرر خصوصی

[illegible]

مقام اشاعت

۷-۱ مکلاوڈ اسٹریٹ

کلکتہ

قیمت

سالانہ ۸ روپیہ

ششماہی ۴ روپیہ ۱۲

Yearly Subscription, Rs. 8.

Half-yearly „ „ 4-12.

نمبر ۱٤ — کلکتہ : چہار شنبہ ۲۹ - شوال ۱۳۳۱ ہجری — جلد ۳

Calcutta : Wednesday, October 1, 1913.

فہرست

شذرات

مسلم گزٹ لکھنؤ

(انکشاف حقیقت)

(۱)

" مسلم گزٹ " کے معاملات کی نسبت سب سے پہلے میں نے ۲۴ - ویں رمضان المبارک کی اشاعت میں ایک مختصر نوٹ لکھا تھا اور مالک مسلم گزٹ سے دریافت کیا تھا کہ مولوی سید وحید الدین صاحب سلیم کی علحدگی کے متعلق جو واقعہ سننے میں آیا ہے وہ صحیح ہے یا نہیں ؟

اسکے بعد مسلم گزٹ کا ایک پرچہ آیا جسکے پہلے صفحہ پر مولوی صاحب کی علحدگی کی خبر اور انکی پرجوش خدمات کا اعتراف تھا اور سب سے آخری صفحہ پر اشتہارات کے اندر چھپا ہوا اعتذار و عفو طلبی کے متعلق بھی ایک نوٹ تھا ' جس میں لکھا تھا کہ مسلم گزٹ میں بعض مضامین قابل اعتراض نکل گئے ' انکے متعلق افسوس اور آیندہ کیلیے احتیاط -

ب زر
۲۶ - کا

میں منتظر رہا کہ میر جان صاحب یا تو خود مسلم ؟ بھی ہے ' اور میرے سوال کا جواب دیں گے ' یا پھر کسی خاص خط میں ہفتہ کی حالات سے مطلع کرینگے ' لیکن اس وقت تک کہ مسلم نامے پر فریقین نمبر الہلال کے نکل چکے ہیں ' انہوں نے نہ تو از رسائی ' جو یقینۃ اور نہ بذریعہ خط کے جواب دیا -

ـ ترکوں کے اکثر مطالبات

تاہم اب اسکی ضرورت بھی نہ رہی ' بلگریا میں مسلمانوں کونسل کے گذشتہ اجلاس میں انریبل سید نصرانیہ کو ترکوں نے اپنی کہے تھے ' انمیں ایک سوال مسلم گزٹ کے دے رکھے ہیں " اس جواب نے میر جان صاحب کو جواب کہ سلامیہ کو ریوٹر نے ایک

اور ہر شخص کا جو اصول اور صداقت کو انسانوں سے زیادہ دوست رکھتا ہو' فرض ہے کہ اسکی حقیقت کے انکشاف سے اعراض نہ کرے -

یہ سوال کسی شخص کو ایڈیٹری سے برطرف کردینے کا نہیں ہے - ہر شخص جو کسی شخص کو اپنی اعانت کیلیے رکھتا ہے' حق رکھتا ہے کہ جب چاہے علحدہ بھی کردے - یہ سوال مولوی سید وحید الدین صاحب کی ذات خاص کا بھی نہیں ہے - اگر کسی وجہ سے وہ علحدہ کردیے گئے یا ہوگئے' تو اسکا اثر مسلم گزٹ پر کیا پڑسکتا ہے ؟ یا اُن باتوں پر کیا پڑسکتا ہے جنکی وجہ سے لوگ مسلم گزٹ کو پسند کرتے یا برا سمجھتے تھے ؟ اس طرح کے تغیرات ہمیشہ کاموں میں ہوا کرتے ہیں' اور اگر کوئی کام نیک اور اچھا ہے' تو اسکی زندگی کسی شخص کی موجودگی یا عدم موجودگی پر موقوف نہیں - مولوی صاحب جب مسلم گزٹ کے دفتر میں آئے ہیں تو اُن خیالات کو لیکر نہیں آئے تھے جنکی وجہ سے مسلم گزٹ کو شہرت ہوگئی - انکو مسلم لیگ کی مخالفت کا بالکل خیال نہ تھا - نہ تو وہ سیاسی مباحث سے دلچسپی رکھتے تھے اور نہ مسلمانوں کی پولیٹکل روش کے متعلق کوئی انقلابی خیال انکے پیش نظر تھا -

تاہم مسلم گزٹ نکلا تو حالات جمع ہوے اور اس کے صفحات پر سے اصلاح و تغیر کی صدا بلند ہوئی - مسلم لیگ ' علی گڈہ پارٹی ' اور ہز ہائنس سر آغا خاں کے متعلق اس نے مخالفت و نکتہ چینی شروع کردی' اور مسلم لیگ کے اس تغیر میں پورا حصہ لیا ' جسکی وجہ سے اسکو اپنا نظام بدلنا پڑا -

پس اسی طرح اب اگر وہ مسلم گزٹ سے علحدہ کردیے گئے تو اور لوگ مسلم گزٹ کے کام کو قائم رکھہ سکتے ہیں اور آزادی کی تحریک میں زندگی ہے تو وہ خود اپنا سامان کرلے گی - کوئی اہل قلم یا کوئی ایڈیٹر کب تک اسکے جسم کے ڈھانچے کو تھامے رہیگا ؟

یہ سب سچ ہے اور ایک ایسی کھلی ہوئی بات ہے جس کو ہر شخص تسلیم کرلے گا ! مگر اصلی سوالات وہ نہیں ہیں - یہ تغیر اگر اُن اسباب و مصالح کے ماتحت ہوا ہوتا جو ہمیشہ کاروباری دفاتر میں ہوا کرتے ہیں' تو گو ناواقفیت سے بعض نادان خریداران مسلم گزٹ اسپر معترض ہوتے ' مگر عقل و فہم رکھنے والے لوگوں کو کوئی وجہ اعتراض کی نہ تھی - مگر مشکل یہ ہے کہ :

دوست نے خاطر دشمن سے کیا مجھکو ہلاک
رنج یہ ہے کہ وہ کم حوصلہ نادان ہوگا

یہ واقعہ کچھہ ایسے حالات کے ساتھہ وقوع میں آیا ہے جس نے مسلمانوں کے موجودہ ادعاء اصول پرستی و حریت پسندی کے عنان هز و عروج میں " اصول " کی سب سے بڑی توہین کی ہے ' اور آیندہ کیلیے استبداد حکام ' و ضعف راے ' و تزلزل اقدام ' و عدم ثبات کار و اصول و فکر کی ایک ایسی مثال مشئوم و نظیر منحوس جناب سی ہے ' جس نے ہمیشہ کیلیے پریس کی اندرونی آزادی جناب نغفاک میں ملادیا ' اور اُن مہلک نقصانات سے کہیں زیادہ خواتین کا ہندستانی پریس کو پہنچایا ' جو پریس ایکٹ کا حرف بے اصل

جناب شیخ امین

کے بموجب پریس سے ضمانت لی جا سکتی

بذریعہ جناب فخر الرحمن ضبط کی جا سکتی ہے - پرچے ضبط کرلیے

چرکھاری پہنچ رہے ہر تو پریس کا تمام سامان بھی ضبط

بذریعہ جناب قاضی فیض تمام زاویوں ہمارے خارجی اعمال و قوی

کرتا راجپوتانہ خواہ انکی آہنی بندش ہم کو گھیرے

لیکن اپنے گھر کے اندر' اپنے دفتر کی مہـر

, Street, CALCUTTA

کے سامنے ' اپنے قلم اور دل سے کام لیتے ہوے ' ہم بالکل آزاد ہیں - لیکن مسلم گزٹ کا ضعیف القلب مالک اسپر قانع نہیں - وہ چاہتا ہے کہ ہمارے اندرونی نظم و نسق کی آزادی بھی ہم سے چھین لی جاے ' اور جبکہ ہمارے دفاتر کے دروازے سی - آئی - ڈی کے غیر موثر احتساب کا جولا نگاہ بنے ہوے ہیں' تو ہمارے کاروبار کی میز کے سامنے بھی ایک سخت موثر مداخلت کا پہرا بٹھا دے !!

اُس نے حکام کی اندرونی اور غیر باقاعدہ مداخلت کی سعی کو اپنے ضعف قلبی کے ہاتھوں کامیاب کردیا اور اسطرح ہمیشہ کیلیے ایک نیا حربہ خود ڈھالکر پریس کے حریفوں کو دیدیا - یہ حربہ سب سے زیادہ مہلک ہے - یہ مسلم گزٹ کی اسی فیکٹری میں ڈھالا گیا ہے ' جہاں کبھی آزادی راے اور حریت فکر کی خون آشام تلواریں ڈھالی جاتی تھیں - ایک عجیب و مسخر انگیز ادعا کے ساتھہ اب تک مسلم گزٹ کی دیوار پر اس " تیغ حریت " کا اشتہار بدستور رہنے دیا گیا ہے اور اُس طرح ہمیں یقین دلانے کی کوشش کی جاتی ہے کہ ایک ہی سانچے میں سے غلامی و تعبد اور حریت و صداقت ' دونوں کیلیے آلات ڈھل کر نکل سکتے ہیں ! اولئک الذین اشتروا الضلالة بالهدى ' فما ربحت تجارتهم و ما كانوا مهتدين !

اصل واقعہ کے انکشاف سے یہ تمام امور پوری طرح واضح ہو گئے ہیں -

مجھے جس واقعہ کی اطلاع ملی تھی ' چلے آئے دھرا لیجیے :

" ڈپٹی کمشنر صاحب نے مالک مسلم گزٹ کو بلا کر کہا کہ وہ مولوی سید سلیم صاحب کو ایڈیٹری سے علحدہ کردیں' نیز وہ لکھنؤ سے چلے جائیں ' ورنہ وہ مجبور ہونگے کہ مسلم گزٹ پر مقدمہ دائر کریں اور اس طرح مالک مسلم گزٹ بھی مصیبت میں مبتلا ہو -

اسی وقت میر جان صاحب مولوی صاحب کے پاس آے اور انسے کہا کہ آپ فوراً لکھنؤ سے چلے جائیں - مولوی صاحب اسی وقت پہلی گاڑی میں لکھنؤ سے روانہ ہوگئے - اس صحبت میں ایک اور صاحب بھی موجود تھے - اس واقعہ کے وہی راوی ہیں "

یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ مسلم گزٹ کے متعلق ابتداء اشاعت سے حکام شہر کن خیالات میں سرگرم رہتے تھے ؟ پچھلی دفعہ جب میں لکھنؤ میں تھا تو میر جان صاحب اکثر ڈپٹی کمشنر صاحب کے پاس آتے جاتے تھے کیونکہ جس پریس میں مسلم گزٹ چھپتا تھا' اس نے آیندہ چھاپنے سے انکار کردیا تھا اور قاری عبد الولی مالک آسی پریس سے نیا ڈکلیریشن دلایا گیا تھا -

میر جان صاحب نے مجھہ سے بارہا کہا کہ مسٹر فورڈ نہایت برہم ہیں اور مسلم گزٹ میں جو کچھہ حادثۂ کانپور کے متعلق لکھا جا رہا ہے ' اس سے انکی آشفتہ مزاجی انتہائی درجہ تک پہنچ گئی ہے -

میں پسند نہیں کرتا کہ پرائیوٹ ملاقاتوں کی گفتگو سے اخبار کی کسی بحث میں کام لوں ' اسلیے اس حصے کو زیادہ تفصیل سے نہیں لکھونگا -

بہر حال اسکے بعد میں مسوری چلا گیا اور واپس ہوتے ہوے راہ ہی میں یہ واقعہ معلوم ہوا کہ مولوی سلیم صاحب الگ کردیے گئے ہیں -

مالک مسلم گزٹ نے تو خاموشی اختیار کرلی لیکن پچھلی کونسل میں جب سوال کیا گیا کہ " کیا یہ سچ ہے کہ ایڈیٹر مسلم گزٹ کے علحدہ کردینے کیلیے مالک پر زور ڈالا گیا اور کہا گیا کہ بصورت عدم تعمیل مقدمہ چلا یا جائگا " ؟

تو جواب ملا :

" سوال میں اصلی واقعات نہیں بیان کیے گئے - مسلم گزٹ کے مالک و پبلیشر نے جس تحریری بیان کے ذریعہ ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کو یہ بتایا کہ ہے کن وجوہ کی بنا پر ایڈیٹر علحدہ کیا گیا ؟ اسکے انگریزی ترجمہ کی ایک نقل میز پر موجود ہے "

(مالک مسلم گزٹ کا تحریری بیان)

بوجہ وفات اپنے خسر کے میں گذشتہ دو ماہ یعنی جون و جولائی میں فرخ آباد میں تھا - ان دو ماہ کے اندر عموماً اور خصوصاً ۱۶ - جولائی کے مسلم گزٹ کی اشاعت کا لہجہ معاملات مسجد کانپور کے متعلق بوجہ مولوی وحید الدین سلیم ایڈیٹر مسلم گزٹ کی خود رائی اور ضد کے قابل اعتراض تھا - اسکے لیے مجھے انتہا درجہ کا افسوس ہے - بوجہ ایڈیٹر کے اپنی خود رائی پر قائم رہنے کے مجھے اندیشہ ہے کہ با وجود میری موجودگی اور میرے سخت اقتدار کے' انکو خود رائی سے روک نہیں سکونگا ' اور ایسی حالت میں انکے تمام غیر معتدل رجحان کی ذمہ داری میرے سر عاید ہو جائیگی - اس وجہ سے ' اور نیز انھوں نے جو قابل اعتراض رویہ اختیار کیا ہے بطور اسکی سزا کے' آپکی تجویز کے مطابق مولوی وحید الدین سلیم کو اڈیٹری سے برخاست کرتا ہوں - میں مسلم گزٹ کی آیندہ اشاعت میں ان قابل اعتراض مضامین کی اشاعت پر افسوس ظاہر کرونگا -

دستخط : میر جان مالک و پبلیشر مسلم گزٹ

حادثۂ کانپور

تصحیح و تصدیق

حادثۂ کانپور میں شہدا کی تعداد کے متعلق ابتداء واقعہ ہی سے پبلک میں تشویش و اضطراب پیدا ہوا اور وہ بدستور قائم ہے - لوگ عقلاً بھی اس امر کے سمجھنے سے اپنے دماغ کو عاجز پاتے ہیں کہ پانچ سو سے زاید کارتوسوں کا جنگی اسراف صرف تیرہ چودہ انسانوں کی لاشوں ہی کو تڑپا سکا ؟

اسی سلسلے میں ایک مراسلہ روزانہ معاصر زمیندار لاہور میں شائع ہوئی تھی جس کے نیچے ایک ہندو زمیندار (رام ناتھ رستوگی) کے دستخط تھے - یہ مراسلہ الہلال نمبر (۱۲) میں بھی نقل کی گئی ہے -

اس چھٹی میں نامہ نگار نے دو واقعہ بیان کیے ہیں :

(۱) " ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ جائے وقوعہ کے علاوہ شہر میں جہاں کہیں مسلمان نظر پڑے' بندوقوں کے فیر سے ہلاک کردیے گئے "

(۲) " کوئی ڈیڑھ سو لاشیں بوروں میں بند کرکے دریا میں ڈالدی گئیں "

ہم ان دونوں حصوں کی مزید تحقیق میں برابر مصروف رہے اور اب اپنی رائے اس چٹھی کی نسبت شائع کرتے ہیں -

پہلا واقعہ جن لفظوں میں بیان کیا گیا ہے ' ضرور ہے کہ انکی تصحیح کردی جائے - جن معاصرین نے اس چٹھی کو شائع کیا ہے انکا بھی فرض ہے کہ اسکی طرف متوجہ ہوں - بظاہر الفاظ مندرجہ صدر سے یہ مطلب نکلتا ہے کہ ۳ - اگست کو مچھلی بازار کے علاوہ تمام شہر کانپور میں بھی جہاں جہاں مسلمان پائے گئے ' پولیس نے انھیں قتل کر ڈالا ' حالانکہ یہ امر عقلاً بعید اور خلاف واقعہ ہے - اگر ایسا ہوا ہوتا تو آج کانپور میں سیکڑوں گھروں سے اپنے اعزا و اقارب کی "مفقود الخبری کی صدائیں بلند ہوتیں اور اس حادثے کے بعد یکایک کانپور کی آبادی گھٹ جاتی - حالانکہ اسکے بعد ہزاروں مسلمان بدستور کانپور میں نظر آئے اور بہت سے محلے ہونگے جہاں سرے سے کوئی حادثہ ہوا ہی نہ ہوگا -

پس اصل یہ ہے کہ صاحب مراسلہ نے اپنے مطلب کیلیے صحیح الفاظ نہیں پائے - "جہاں کہیں" سے اسکا مقصود یہ نہوگا کہ تمام شہر میں " جہاں کہیں " پائے گئے ہلاک کردیے گئے ' بلکہ مطلب صرف یہ ہے کہ حادثہ ' مچھلی بازار کی مسجد ہی تک محدود نہ رہا ' اسکے علاوہ بھی دیگر مقامات میں مسلمانوں پر حملہ کیا گیا - چنانچہ اسکی تصدیق دیگر وقائع نگاروں کے بیانات اور اطراف مچھلی بازار کے آثار و علائم سے بخوبی ہوچکی ہے' اور ہم نے ذاتی طور پر بھی جس قدر تحقیق کیا' اس خیال کیلیے قوی وسائل و ذرائع موجود پائے -

دوسرے واقعہ میں ڈیڑھ سو لاشوں کا دریا میں پھینکا جانا بیان کیا گیا ہے - اس بیان میں مراسلہ نگار منفرد نہیں بلکہ شہر کی عام افواہ بھی ابتداء حادثہ سے یہی ہے' اور ہر شخص جو اس واقعہ میں مدعا علیہ کی حیثیت نہ رکھتا ہو' اس امر کے ماننے پر مجبور ہوگا کہ جو تعداد شہداء حادثہ کی بیان کی گئی ہے' وہ اپنے دیگر متعلقہ واقعات کے ساتھ کسی طرح بھی سمجھ میں نہیں آتی -

اب رہا بوریوں میں بند کرکے دریا میں ڈالا جانا' تو قطع نظر اسکے دیگر وسائل علم کے ' یہ فرض در اصل پولیس کا ہے کہ وہ بتلائے کہ اگر بوریوں میں بند کرکے دریا میں نہیں ڈالا گیا ہے' تو پھر پانچ سو سے زائد کارتوسوں کے نشانے کہاں غائب ہوگئے ؟

چٹھی کے اس حصے کی نسبت بھی ہم نے تحقیق کیا اور نہایت قابل غور مواد اسکے متعلق ہمارے سامنے موجود ہے - لیکن چونکہ اب حادثہ کانپور کے متعلق ہر بات مقدمۂ زیر عدالت کا راز ہوگئی ہے' اسلیے ہم اس وقت انھیں ظاہر نہیں کرینگے - ممکن ہے کہ اس سے ہمارے مقدمات کو نقصان پہنچے -

رفتار سیاست

دولۃ علیہ و بلغاریا

حوادث و انقلابات کی نسبت پیشینگوئی کرنا حقیقت یہ ہے کہ سطح ادراک بشری سے ماوراء امر ہے : لا تدری نفس ما ذا تکسب غدا (۳۱ : ۳۷) کل تک بلگیریا جو سر خیل فتنہ گران بلقان اور اشد اعداے اسلام تھا ' کون کہہ سکتا تھا کہ اس درجہ مجبور ہو جائے کا کہ آستانۂ باب عالی پر عاجزانہ سر جھکا دیگا' جسپر وہ کئی بار جھک چکا تھا مگر اب اسے عار تھا ؟

۲۳ - ستمبر تک رویٹر کا بیان تھا کہ امور ثانیہ پر ترکی اور بلگیریا میں اختلاف باقی ہے اور دستخط نہیں ہو سکے ' بلکہ ۲۶ - کا تار تھا کہ بیقاعدہ ترکی فوج تھریس میں دیہاتوں کو جلا رہی ہے' اور دو ہزار پناہ گزیں ڈیڈی آغاج آچکے ہیں - آخر کامل ایک ہفتہ کی خاموشی کے بعد ۲۹ - ستمبر کو اوسنے سنایا کہ صلح نامے پر فریقین کے دستخط ہوگئے' اور پھر ۳۰ - کو اوسنے وہ خبر سنائی' جو غالباً اوسکو سنانی پسند نہ تھی' یعنی " بلگیریا نے ترکوں کے اکثر مطالبات قبول کر لیے ' تمام قدیم و جدید مقبوضات بلگیریا میں مسلمانوں کے وہی حقوق تسلیم کیے گئے جو طوائف نصرانیہ کو ترکوں نے اپنی بے تعصبی سے اپنی حکومت میں دے رکھے ہیں " اس خبر کے جزء ثانی متعلق حقوق اسلامیہ کو رویٹر نے ایک

عجیب متضمرانہ اور قابل رحم لہجہ میں ادا کیا ہے' یعنی افسوس کہ "صلح نامہ نے قدیم و جدید صوبہاے بلگیریا میں مسلمانوں کو نہایت آزادانہ اور وسیع مراعات عطا کیے' ان مراعات و استحقاقات کا جو مسلمانوں کو ملے ہیں ' مقابلۃً وہي درجہ ہوگا جو فرق نصرانیہ کو ترکي میں حاصل ہیں"

اختتام صلح پر فریقین کے طرف سے صدر اعظم اور جنرل ساؤف Savoff نے نہایت دوستانہ اور پاتفاہ تقریریں کیں' باب عالي کا بیان ہے کہ شرائط صلح یونان کیلیے' شرائط صلح بلگیریا' بعینہ اساس و بنیاد ہونگے -

ان تمام مناظر صلح میں کوئي منظر ایسا نہیں ہے جس سے یہ ظاہر ہو کہ ترکي کي روش یونان کے ساتھہ کیا ہوگي ؟ لیکن ریوٹر کا بیان ہے کہ ترکي و بلگیریا کا یہ مصالحانہ اتحاد بلقان کے دور جدید کي تمہید ہے' جس میں یونان کیلیے سخت خطرات درپیش ہیں -

دولۃ علیہ و یونان

ان خطرات کي حقیقت چند ترکي جرائد کے بیانات ہیں جنکو ریوٹر اپنے قیاس کي تائید میں پیش کرتا ہے - چنانچہ ایک ترکي اخبار یونان کو دھمکي دیتا ہے کہ :

" وہ فوراً متنبہ ہو کہ " سالونیکا " اور " ایپروس " سے اسکو بالاخر نکلنا پڑیگا "

ایک دوسرا ترکي اخبار کہتا ہے :

" یونان اور سرویا ' ترکي بلگیریا کي متحدہ قوت حربیہ کے سامنے بالکل بے حقیقت ہیں ' ترکي اور بلگیریا کا اتحاد یقیناً اسکے اعمال مستقبل کیلیے ضامن ہے "

ان خیالات کي فی الحقیقت کوئي حقیقت ہو یا نہو' لیکن جیسا کہ باب عالي کے طرز بیان سے ظاہر ہے ' کم و بیش انہي شروط مناسبہ پر وہ یونان سے بھي صلح کریگا جن پر بلغاریا سے کرچکا ہے ' اور یہ بھي ایک واقعہ ہے (جیسا کہ ریوٹر کا بیان ہے) کہ ایشیاء کوچک کي ترکي فوج میں نقل و حرکت پیدا ہو رہي ہے -

یونان خود ان واقعات و حوادث سے مضطرب ہے - شاہ یونان جو ابھي ابھي جرمني و فرانس سے اپنے اعمال نصرانیہ کے صلہ میں تمغۂ تحسین و امتیاز مانگ رہا تھا ' مضطربانہ مراجعت کررہا ہے

۲۲ - کا پیام ہے کہ یونان ترکي سے انعقاد مجلس صلح کي تعدیدي تاریخ پوچھہ رہا ہے - ۲۷ - کا تار ہے کہ ایشیاء کوچک میں ترکي فوج بڑے پیمانہ پر طیاري کررہي ہے ' یونان کا شاہي جہاز شاہ کي سواري کیلیے روانہ ہوگیا ہے' یوناني افسر بھي اپني رخصتوں پر سے طلب ہو رہے ہیں ' اور پھر اس سے بھي تسلي نہیں ہوتي تو اسي تاریخ کو دول کے نام مرافعہ (اپیل) کرتا ہے کہ " لله دیدہي غاچ کے مسئلہ میں توقف نہ کیجیے کہ ترکي کي بے قاعدہ موج کے وجود سے مشکلات و خطرات میں افزائش ہو رہي ہے " لیکن اب تک دول کي طرف سے کوئي جواب شائع نہیں ہوا - ۲۷ - کو خود شاہ یونان لندن پہونچ گیا اور یوناني وزیر نے سر اڈورڈ گرے سے وزارت خارجیہ میں ملاقات کي -

ترکوں نے تاریخ صلح کے متعلق ۲۸ - کو جواب دیا کہ بلگیریا کے بعد ہي یونان سے معاملہ صلح شروع ہوجاے گا - لیکن بلگیریا و ترکي کے اتحاد نے مشکلات کو خطرناک حد تک پہونچا دیا ہے اور ترکي اخبارات بالاعلان دیدہي غاچ ہي کا نہیں بلکہ سالونیکا اور ایپرس کا بھي مطالبہ کر رہے ہیں - ۲۸ - کا بیان ہے کہ مغربي تھریس میں دو سو یوناني قتل کردیے گیے' لیکن عجیب تر یہ کہ قاتلین کا نام مذکور نہیں - ۲۹ - کو شاہ یونان لندن سے یونان جانے کیلیے روانہ ہوگیا -

البانیوں کے مظالم کا بیان حسب معمول مبالغہ آمیز ہے -

ادھر ۲۴ - کا پیغام ہے کہ مانٹي نگرو کے ساتھہ ساتھہ سرویا کي حالت بھي قابل اطمینان نہیں -

خود بلگریڈ کا سرکاري اعتراف ہے کہ ۲۲ - ستمبر کو ۹ - ہزار مسلم البانیوں اور سرویا کے دو سوار دستوں کے مابین دو گھنٹے تک جنگ جاري رہي' بالاخر سرویا کي فوج شکست کھا کر رٹچاو Ritchevs کي طرف ہٹ گئي -

پھر ۲ - ستمبر کا تلغراف جو بلگریڈ سے بھیجا گیا ہے ظاہر کرتا ہے کہ ۵۰ ہزار البانی جدید طرز کی بندوقوں اور میکسم توپوں سے آراستہ نہایت کامیابی کے ساتھہ پریزرند Prezrond کی طرف کوچ کر رہے ہیں' جو سرویا کی نئی سرحد ہے - سرویا نئی کمک سرحد کی طرف بھیج رہا ہے' لیکن خیال کیا جاتا ہے کہ سرویا کی فوج کو انقطاعي حملہ کے لیے طیار ہونے میں ابھي کئی دن درکار ہونگے -

معاملات یہاں تک پہونچ چکے ہیں ' لیکن کیا البانیاں اس آسانی سے سرویا کو مٹا دیگا ؟ نہیں بلکہ ایک ہاتھہ فوراً غیب سے ظاہر ہوگا اور حسب دستور واقعات کے صفحہ کو الٹ دیگا - چنانچہ وہ ہاتھہ بلند ہوتا ہوا نظر آرہا ہے جو ہمیشہ مسیحي عدل و انصاف کي اعانت کیلیے بلند ہوتا رہا ہے ' یعني برطانیہ کا دست مشورہ و تحریک !

لندن سے ۲۷ - کا تار پہونچا ہے کہ برطانیہ ایک مدت سے تحریک کر رہي ہے کہ ایک بین الملي کمیشن تحدید حدود البانیا کیلیے متعین کیا جاے - اسٹریا کے سوا اور حکومتوں نے اسکو منظور کرلیا ہے اور اپنے اپنے طرف سے کمیشن کے ارکان بھي مقرر کر دیے - آسٹریا کو عذر تھا کہ اسکو اپني طرف سے بھیجنے کے لیے کوئي لائق شخص نہیں ملا ' اب اوسکا بیان ہے کہ ایک افسر سے پوچھا گیا ہے - اگر اوسنے منظور کر لیا تو امید ہے کہ وہ شریک ہوسکے گي -

غزوۂ طرابلس

عربي اخبارات تو غزوات و فتوحات طرابلس سے ہمیشہ لبریز رہتے ہیں لیکن دشمنوں کو یقین نہیں آتا - بہر حال انگریزي اخبارات میں طرابلس کا نام ہي آجانا اس بات کي دلیل ہے کہ ابھي تک بہادر و غیور عرب سرفروش راہ اسلام ' اور مصروف دفاع وطن مقدس ہیں -

گذشتہ ہفتہ میں اطالي جنرل کے قتل کي خبر آئي تھي ' اس ہفتہ رومہ سے ۳۰ - ستمبر کي اطلاع ہے کہ :

" اطالي فوج کے ڈویزن نمبر ۴ - نے باغیوں (؟) کي ایک بہت بڑي جماعت کو جو " تل الکارا " Telcaza اور سیدي رافہ Sidirafa میں جمع ہو رہي تھي' ۲۶ - اور ۲۷ - ستمبر کو دو دن کي سخت لڑائي کے بعد سارا نیکا سے نکال دیا ' اطالي فوجوں کا کمانڈر جنرل ویناي Vinai تھا - روئٹر تن اطالیوں کے ۴ - سپاہي مقتول اور ۲۴ - مجروح ہوئے - عربوں نے " حسب دستور " ہزیمت اٹھائي اور چار سو مقتول اپنے پیچھے چھوڑ گئے "

لیکن کیا عجیب امر ہے کہ عرب ہر ہفتہ شکست کھا کھا کے پیچھے ہٹتے جاتے ہیں مگر اطالیا کے سلسلۂ فتوحات میں کبھي کسي جدید زمین کا اضافہ نہیں ہوتا ؟

مغرب اقصی

ہفتہ ماضی میں خبر تھی کہ مولائی رسولی اسپینی فوجوں کو دبا رہا ہے' اس ہفتہ لندن کا ایک تار ۳۰ - ستمبر کو پہونچا ہے کہ میڈرڈ (پایہ تخت اسپین) سے خبر آئی ہے کہ جنرل سلوسٹر نے ایک سخت معرکہ کے بعد رسولی کو ایک نہایت اہم جنگی موقع سے جسپر وہ قابض تھا' ہٹا دیا ہے ' اس سخت و عظیم معرکہ میں صرف چار اسپینی کام آئے !!

مسجد کانپور کا اندرونی منظر

مسجد کانپور کا صحن اور نقوش خونیں !

سامنے صحن کی دیوار ہے - اس پر جو دھبے نظر آ رہے ہیں وہ اُن شہدا کے خون کی یادگار ہے ‘
جنکے خون چکاں اجساد صحن مسجد میں تڑپے - خون کے فوارے نے دور تک
اپنی چھینٹوں کے نشان قائم کردیے ہیں !

یہ اُن گیارہ لڑکوں کی تصویریں ہیں جو ۱۳ ستمبر کو ماندور میں رہا کیے گئے۔ یہ معصوم بچے ہیں
جن کو مسٹر ٹائلر مجسٹریٹ ماپور کے دربار نے بجرم بغاوت قید رکھا تھا!!

آخری دن چار لڑکے رہا کیے گئے۔

۲۹ شوال ۱۳۳۱ ہجری

الہــلال پــریس کی ضمــانت

ایک نہایت اہم جریدۂ صداقت کی تاسیس

مجلس دفاع مطابع و جــرائد ہند

یعنی

انــڈین پــریس ایســو سی ایشــن

INDIAN PRESS ASSOCIATION.

ذوق عصیــــاں کی افــــزائش تعزیــــر کے بعد

و اعدو لہم ما استطعتم من قوۃ و من رباط الخیل ترہبون بہ عدواللہ و عدوکم و اخرین من دونہم لا تعلمونہم اللہ یعلمہم -
(۸ : ٦۲)

(الہــلال اور پریس ایکٹ)

الہلال پریس کی ضمانت کے واقعہ کو میں درجوہ زیادہ اہمیت دینا نہیں چاہتا تھا - اور نہ کوئی ایسی غیر معمولی بات سمجھتا تھا جس کو بار بار لکھا جائے - میں نے ہمیشہ اپنے اُن معاصرین کو نہایت سخت ملامت کی نظروں سے دیکھا ہے ' جو ایسے موقعہ پر شکوہ و شکایت کا دفتر کھول دیتے ہیں ' اپنی خدمات اور حسن نیت کا یقین دلاتے ہیں ' اور باور کرانا چاہتے ہیں کہ با ایں ہمہ ہم وفادار ہیں !

لیکن مجھے انکی سعی لا حاصل پر ہمیشہ افسوس ہوتا ہے - شکایت وہاں ہونی چاہیے جہاں توقع ہو - لیکن جبکہ اصلیت معلوم اور مشکل لاعلاج ' تو پھر کم ازکم اپنی استقامت کا وقار تو نہ کھوییے !

وہ اپنی خو نہ بدلیں گے ' ہم اپنی وضع کیوں چھوڑیں ؟
سبک سر ہوکے کیا پوچھیں کہ ہم سے سرگراں کیوں ہو؟

بریت کی سعی عدالت کے اندر کی جاتی ہے اور اپنی وفاداری کا یقین وہاں دلائیے جہاں صرف غیر وفاداری ہی جرم ہو - لیکن پریس ایکٹ کا دیوتا صرف غذا چاہتا ہے - اسکو غذا کی قسم سے بحث نہیں - پھر اختیار غیر محدود ' مرافعہ کا دروازہ مقفل ' اور وفاداری و بے وفائی ' امن پسندی و بغاوت ' خیر خواہی و بد خواہی ' حق گوئی و کذب پسندی ' کوئی حالت ہو ' اسکے بڑھے ہوئے ہاتھ کو روکنے کیلیے کوئی پناہ نہیں : مثلہ کمثل الکلب ' ان تحمل علیہ یلہث ' او تترکہ ' یلہث - (۷ : ۱۷۵)

(الہــلال اور دعوۃ احیاء اسلامی)

البتہ یہ ضرور تھا کہ الہلال کی حالت عام حالت سے مختلف ہے - وہ کوئی سیاسی اخبار نہیں ہے بلکہ ایک دینی دعوۃ اصلاح کی تحریک ہے ' جو مسلمانوں کے اعمال میں مذہبی تبدیلی پیدا کرنا چاہتی ہے - اسکا ایڈیٹر بھی صرف یہی ایک دینی حیثیت رکھتا ہے ' اور مقامی گورنمنٹ اسکی اس حیثیت سے بے خبر نہیں - بلا شبہ ملک کے بعض واقعات و حوادث کے متعلق اسمیں اظہار راے کیا جاتا ہے ' لیکن وہ بھی محض دینی اور اسلامی نظر سے ' اور انہی اصولوں کے ماتحت ' جو ایک متبع قران کیلیے اسکے فرائض دینیہ میں داخل ہیں -

پس الہلال اور پریس ایکٹ کا سوال بالکل اسلام اور پریس ایکٹ کا سوال ہے ' اور اگر گورنمنٹ الہلال کے کاموں پر مطمئن نہیں ' تو اسکے صاف معنی یہ ہیں کہ وہ اُس دنیا کے عظیم الشان مذہب کی تعلیمات کی طرف سے غیر مطمئن اور مشتبہ ہے ' جسکے چالیس کرور پیرو اکناف عالم میں موجود ہیں ' اور ۸۰ - ملین خود برٹش گورنمنٹ کے ماتحت ہندوستان کے اندر پھیلے ہوے ہیں -

الہلال اپنے ہر خیال کو خواہ وہ کسی موضوع سے تعلق رکھتا ہو ' محض اسلامی اصولوں کے ماتحت ظاہر کرتا ہے ' اور کوئی آواز ایسی بلند نہیں کرتا ' جو اسلام کے قانون و دستور العمل ' یعنی قران کریم سے ماخوذ نہو - اسکے عقیدے میں ہر وہ پالیٹکس جو اسلامی تعلیم سے ماخوذ نہیں کفر ہے ' اور اس نے اپنی وفاداری و بغاوت کا سررشتہ بھی مثل اپنے تمام سررشتہ ہاے عمل کے ' اسلام کے مقدس اور الہی احکام کے سپرد کردیا ہے - پس اگر وہ وفادار اور امن پسند ہے ' تو وہ نہیں ہے بلکہ اسلام ہے ' اور اگر وہ جادۂ وفا داری سے منحرف ہے ' تو اسکے صاف معنی یہ ہیں کہ خود مذہب اسلام سرچشمۂ بغاوت و بد امنی ہے - پھر اگر الہلال پریس ایکٹ کی دفعات کے تحت میں آسکتا ہے ' تو ہم کو اُس دن کا منتظر رہنا چاہیے جب پریس ایکٹ کی دفعہ ۱۲ - کے بموجب " قران کریم " نامی ایک کتاب کا بھی سوال پیدا ہوجائیگا ' اور برطانی قوانین کا یہ عجیب التعلق قرار اپنے سامنے صرف الہلال کے دار الاشاعت ہی کو نہیں ' بلکہ چالیس کرور پیروان قران کو پائیگا جو اسکی ہر دفعہ کے بموجب مجرم ہونگے ' اور ہر شخص کے ہاتھ میں ایک حکم نامہ ہوگا ' جسمیں لکھا ہوگا کہ " سات دن کے اندر دو ہزار روپیہ عدالت میں داخل کردو "

(فتح و شکست)

الہلال پریس کی مقامی گورنمنٹ اس مسئلہ سے نا واقف نہ تھی - یہ ایک نیا مسئلہ تھا ' جو صرف الہــلال ہی سے تعلق رکھتا تھا - اسلیے پریس ایکٹ کی مطلق العنانیوں سے تو نہیں ' لیکن الہلال کی اس حیثیت خاص کی بنا پر اسکا سوال عام حالات سے بالکل مختلف تھا اور اسی لیے قابل غور ہوگیا تھا - اسکا مسئلہ کسی پریس کا مسئلہ نہ تھا جہاں اخبار چھپتا ہو ' بلکہ اسلامی تعلیم کی ایک تحریک دعوت کا سوال تھا ' اور پبلک دیکھنا چاہتی تھی کہ گورنمنٹ ہندوستان کے موجودہ عہد کے ایک ہی مذہبی اور اسلامی رسالے کی نسبت کیا کرنا چاہتی ہے ؟

لیکن حالات میں تغیر ہوا ' زمین کی با اختیار عمارتوں میں جبکہ سناٹا تھا ' تو پہاڑ کی چوٹیوں پر سے مخفی صدائیں اٹھیں - عاقبت اندیشی اور دانشمندی نے کہ خاموش تھی ' شکست کھائی ' اور شخصی نادانی اور بے صبری کو کہ منتظر مہلت تھی ' فتح ہوئی - اسی اثنا میں مشہور ہوا کہ ہز ایکسلنسی گورنر بنگال شملہ تشریف لیگئے ہیں - پھر اسکے بعد ہی الہلال کی ضمانت کا واقعہ زمانے کے سامنے پیش آگیا -

یہ فتح و شکست جو تحمل و بے صبری کے مقابلے میں ہوئی ' یہ عزل و نصب جو دانشمندی و نادانی میں ہوا ' یہ ایاب و ذہاب ' جو عقلمندی کی خاموشی اور نادانی کی جلدی میں نظر آیا ' اگرچہ اپنے عواقب و نتائج کے لحاظ سے افسوس ناک ہو ' تاہم اُن لوگوں کیلیے توکچھہ موثر نہیں ہوسکتا ' جنکی استقامت اور تزلزل کی رزمگاہ الحمد للہ کہ شملہ اور دارجلنگ کی چوٹیوں سے بھی بلند تر ہے ' اور جو اپنے عزائم امور کا سررشتہ خود اپنے ہاتھوں میں نہیں رکھتے ' بلکہ نظام عالم کی اس الٰہی طاقت کے سپرد کرچکے ہیں ' جسکے وجود کی دنیا میں سب سے بڑی نشانی سچائی اور ہدایت کی فتح اور باطل و عدوان کا خسران ہے :

برو ایں دام بر مرغ دگر نہ
کہ عنقا را بلند ست آشیانہ

انکی کامیابی و ناکامی کا میدان اُس زمین پر نہیں ہے ' جہاں چاندی اور سونے کے سکوں اور نوٹوں کی بخشی ہوئی آزادی سے زندگی ملتی ' اور اُس و فقر سے ہلاکت پیدا ہوتی ہے ' جہاں ساز و سامان سے موت ' اور بے سروسامانی سے بیچارگی ہے ' جہاں دنیوی حکومتوں کی نظر مہر مدارج و مراتب کو بڑھاتی ' اور نگہ قہر عزت وقوت کو گھٹاتی ہے ' جہاں انسانی ارادہ حکمراں ' اور اولاد آدم کا نفس مالک جزا و سزا ہے ' بلکہ وہ عجائب قدرت ربانی اور خوارق نصرت الٰہی کی اُس ارض مقدس پر اپنی فتح و شکست کے معرکے کو پاتے ہیں ' جہاں کلبۂ فقر سے عظمت شاہی کا ہلالہ نکلتا ' اور زندان مصائب کے اندر سلطان حریت کا تخت جلال وعظمت بچھتا ہے ' جہاں ظاہر کی بے سروسامانی کے اندر باطنی ساز وسامان پرورش پاتے ' اور صورت کے ضعف و مسکنت کے اندر سے قوت و سطوت کا جمال معنی پرتو افگن ہوتا ہے - جہاں حیات کا سرچشمہ موت ہے ' اور جہاں کی زندگی یہاں کی موت سے شروع ہوتی ہے ' جہاں کی فتح یہاں کی شکست میں مضمر ہے ' اور پھر اس سماء ارضی کے نیچے کون ہے ' جو وہاں کی فتح کو شکست سے بدل سکے ؟ ولنعم ما قیل:

جمال صورت اگر واژگوں کنم ' بخند
کہ حرفۂ پشمینۂ طلاء مروارید ست

ومن الناس من یشري نفسه ابتغاء مرضات الله ' والله رؤف بالعباد (۲ : ۲۰۷)

ان الذین قالوا ربنا الله ثم استقاموا ' تتنزل علیهم الملائکة الا تخافوا ولا تحزنوا ' وابشروا بالجنة التي کنتم توعدون - نحن اولیاؤکم في الحیوة الدنیا وفي الاخرة ' ولکم فیها ما تشتهي انفسکم ولکم فیها ما تدعون ۔ نزلا من غفور رحیم - ومن احسن قولا ممن دعا الی الله وعمل صالحا وقال انني من المسلمین - (۴۱ : ۳۳)

" جن لوگوں نے اللہ کی ربوبیت کا سچا اقرار کیا اور پھر خدا پرستی کی راہ میں استقلال کے ساتھ جمے بھی رہے ' تو ان پر ضرور اسکی ملائکۂ رحمت کا نزول ہوگا ' جو انکو بشارت دینگے کہ نہ تو وہ ڈریں اور نہ کسی طرح غمگین ہوں - نصرت و کامیابی کی وہ بہشت مراد ' جسکا تم ایسے خدا پرستان مستقیم سے وعدہ کیا گیا تھا ' اب تمہارے ہی لیے ہے - پس اسمیں رہو اور بے فکر و غم ہوکر خوشی مناؤ - دنیا کی زندگی میں بھی ہم تمہارے حامی ہیں اور آخرت میں بھی ناصر و مددگار رہیں گے - وہاں بھی تمہارے لیے عیش و نعائم کی بہشت ہوگی - تم جس راحت کو طلب کروگے ' موجود پاؤگے - یہ تمام کامیابیاں اور نصرت و فلاح خداے غفور و رحیم کی طرف سے تمہارے لیے ہے - پس اُس سے بہتر اور دنیا میں کس کی صدا ہوسکتی ہے ' جو اللہ کے بندوں کو اللہ کی طرف بلاے ' اعمال صالحہ اختیار کرے ' اور کہے کہ " میں اللہ کے آگے سر جھکا دینے والوں میں سے ' یعنی مسلم ہوں "

مبیں حقیر گدایان عشق را ' کیں قوم
شہان بے کمر و خسروان بے کلہ اند !

خدا کے کاروبار انسان کی ضد اور ہٹ سے بے پروا ہیں ' اور اگر انسان کی سمجھہ اُسکی نا سمجھی سے شکست کھا جاتی ہے ' تو اسکے بندے اپنے صبر و استقامت کو شکست خوردہ کیوں پالیں ؟

وان الظالمین بعضهم اولیاء بعض ' والله ولی المتقین (۴۵ : ۱۸)

پس گورنمنٹ کا رویہ کتنا ہی افسوسناک ہو ' لیکن میری نظر میں تعجب انگیز کبھی بھی نہیں رہا - البتہ جو لوگ ایسے موقعوں پر اپنی برات کی کوشش کرتے ہیں ' اور اپنے جرم کی تلاش میں بے فائدہ نکلتے ہیں ' انکی حالت یقیناً تعجب انگیز ہے - کیا جرم حق گوئی سے بھی بڑھکر اور کوئی جرم ہوسکتا ہے ' جس کی پاداش و سزا کے استقبال میں انہیں تامل ہے ؟

جرم مست پیش توگر قدر من کم است
خود کردہ ام پسند خریدار خویش را

(اظہار حسیات ملیہ و اعانت ادارۂ الہلال)

بہرحال خواہ کیسے ہی حالات ہوں ' لیکن عام میں اس واقعہ کو کسی طرح کی بھی اہمیت دینا پسند نہیں کرتا تھا - اسلیے کہ خلاف توقع نہیں ' اسلیے کہ تعجب انگیز نہیں ' اسلیے کہ ایک عامۃ الورود ' اور سب سے آخر یہ کہ بالکل منتظر و موعود تھا -

مقامی گورنمنٹ اور زمانہ اس امر سے بے خبر نہیں کہ اگر ادارۂ الہلال چاہتا تو ایک صداے مختصر کے ساتھہ ہی تمام ملک کو اس واقعہ کی طرف متوجہ کرلیتا - کم از کم کلکتہ میں تو اسکے لیے صرف ۲۴ - گھنٹے کافی تھے ' لیکن میں نے پسند نہیں کیا کہ ایک معمولی سی بات کو وقت سے پہلے اہمیت دی جاے -

(والقیت علیک محبۃ مني - ۲۰ : ۳۹)

اس مادہ پرستی کے قرن میں خدا کا نام لیتے ہوے بہت سی روحیں ہیں جو شرماتی ہیں ' مگر میں کیا کروں کہ میری روح کی تو تسکین صرف اسی نام میں ہے - میں دیکھتا ہوں کہ اسکے عجائب کاروبار قدرت میں سے ایک کرشمۂ محیر العقول یہ بھی ہے کہ وہ جب کسی تخم کی پرورش کرنا ' اور کسی شاخ کو درخت بلند قامت بنانا چاہتا ہے تو اپنے بندوں کے ہاتھوں میں سے اپنے دست قدرت کو بڑھاتا ' اور انکے دلوں میں سے اپنی روح محبت کو ظاہر کرتا ہے - پھر اقلیم قلوب میں اضطراب ' اور صفوف ارواح میں حرکت و اضطرار پیدا ہوجاتا ہے - کوئی دل نہیں ہوتا جو اس تخم کی محبت سے خالی ہو ' اور کوئی روح نہیں ہوتی جو اُس آسمانی درخت کی الفت کو اپنے اندر سے دور کرسکے ؟

الہلال پریس کے قیام کے ساتھہ ھی اس عاجز نے اس قدرت الہیہ کے حقائق کا نظارہ کیا ' اور گذشتہ ایک سال تین ماہ کے اندر شاید ھی کوئی سات دن ایسے گذرے ھوں ' جو اس غیبی نصرت کے نشانات و آیات سے خالی رھے ھوں - میں ایک بے سر و سامان ارادہ ' ایک تلخ و ناگوار متاع ' ایک بے پروا و مستغنی صدا لیکر آیا تھا - عجز و تذلل اور مداھنت و اعتراف جو جلب ھمدردی و توجہ انظار کا سب سے زیادہ موثر نسخہ ہے ' میرے پاس نہ تھا ' بلکہ اسکی جگہ حق پسندی کی تند مزاجی ' اور نہی عن المنکر کی سخت گیری نے میری متاع سخن کے ھر حسن کو عیب بنا دیا تھا -

پھر یہ کیا تھا کہ ایک شش ماھی کے اندر ھی حالات منقلب اور نتائج معجز عقول تھے ؟ وہ کون تھا جس نے اپنے بندوں کے دلوں کو اپنی انگلیوں سے پکڑ کے پھیر دیا ' اور دوستوں کو گرویدہ ' خصومت پسندوں کو دوست ' اور الد الخصام کو کفر کی جگہ نفاق پر مجبور کردیا ؟ یہ کس عجائب کار کی کرشمہ سازی تھی کہ لوگ پھولوں کے ڈھیر پرسے گذر کر اسکی طرف دوڑے ' جسکے ھاتھہ میں پھولوں کے گلدستے کی دلفریبی نہیں بلکہ نوک نشتر کی چمک تھی ؟ اگر یہ اسی کی کارسازی نہ تھی تو پھر کون تھا ' جس نے ایک مطعون امرا ' مبغوض حکام ' اور مردود ارباب اقتدار و عز و جاہ کی محبت کو ھزاروں کے دلوں میں جگہ دیدی ' اور جنھوں نے اس سے انکار کیا ' وہ یا تو خاسر و نا مراد ھوے ' یا پھر اسی کی سی صدائیں بولکر اپنے لیے بھی جگہ ڈھونڈھنے لگے ؟ افسحر ھذا ' ام انتم لا تبصرون ؟ (۵۲ : ۱۵) افمن ھذا الحدیث تعجبون و تضحکون ولاتبکون ' و انتم سامدون ؟ (۵۳ : ۵۹) وان فی ذلک لآیات ' وما یعقلھا الا العالمون (۲۹ : ۴۲)

(اصرار و انکار)

اس عاجز نے گو ارادہ کرلیا تھا کہ واقعۂ ضمانت کے متعلق اس کے سوا اور کوئی کارروائی بالفعل نہیں کی جائیگی کہ مطلوبہ رقم عدالت کے سپرد کردی جاے ' لیکن اللہ تعالے کے اس لطف و کرم اور اسکے عباد مخلصین و مومنین صادقین کی محبت فرمائیوں نے چار پانچ دن کے اندر ھی اپنے اظہار حسیات مخلصانہ و ابرازات عواطف غیورانہ سے بالکل مجبور کردیا -

باھر کے احباب و مخلصین کا ابھی ذکر نہیں کرتا - سب سے پہلے اپنے اُن اخوان طریقت کے جوش اخلاص کا شکر گذار ھونا چاھیے جنکی تعداد الحمد اللہ کہ شہر کلکتہ اور اطراف و نواح میں اسقدر موجود ہے ' کہ اگر دو دو پیسہ فی شخص بھی قبول کرلیا جاتا تو اسکی مجموعی تعداد صرف شہر کے اندر دو ھزار روپیہ سے یقیناً متجاوز ھوتی !

ان مخلصین صادقین نے متعدد تجویزیں اسکی نسبت پیش کیں ' لیکن اس فقیر نے ھر تجویز کو بشکریۂ تمام نا منظور کردیا کہ اسکی نسبت اپنے قلب کا فتوی نہ تھا ' اور " استفت قلبک " (اپنے دل سے ھر موقعہ پر فتوی طلب کرو) کے روحانی اصول کو مسلمانوں کے تمام اعمال و افعال کا دستور العمل ھونا چاھیے -

آخری تجویز یہ تھی کہ باھر کے احباب سے انکار کردیا جاے ' لیکن کم از کم ھر برادر طریقت کو ایک ایک آنے کے دینے کا موقع دیا جاے تاکہ اس ذریعہ سے اندازہ ھوسکے کہ الہلال کی ضمانت کی چوٹ کتنے دلوں پر جاکر لگی ہے ؟ لیکن اس عاجز نے عرض کیا کہ ابھی ان باتوں کا وقت نہیں آیا - فجزاھم اللہ تعالے عنی و عن الاسلام و المسلمین خیر الجزا ' و وفقنا للہ سبحانہ و ایاھم لما یحبہ و یرضاہ فی العمل و الاعتقاد !

اسکے بعد علم قارئین الہلال و عموم ارباب ملت و اصحاب غیرت کی جماعت معترم ہے ' جن کے بے شمار تلغرافات و مکاتیب ھر ڈاک کی تقسیم میں پہنچنا شروع ھوگئے ' اور ان میں سے بعض نے باصرار خواھش کی کہ فہرست اعانت میں انکو شرکت کا موقع دیا جاے ' لیکن جواب میں شکریے کے ساتھہ اس سے روکا گیا ' تاھم انھوں نے اپنی رقوم روانہ کردیں - بعض نے اسکا بھی انتظار نہیں کیا اور ضمانت کی خبر سنتے ھی حسب استطاعت روپیہ بھیجدیا - از آنجملہ فقیر کے مخلص و محب قدیم جناب (حاجی مصلح الدین) صاحب ھیں ' جنھوں نے بغیر ھیچ گونہ پرسش و دریافت ' سو روپے دفتر میں بھیجدیے - اور اسکا سلسلہ برابر جاری ہے -

پہلے دن جس قدر منی آرڈر اِن رقوم کے آے انکو بشکریۂ تمام واپس کردیا گیا ' لیکن دوسرے دن جب پھر روپیہ پہنچا تو میں نے ایک دوسری حالت ' اور ایک بالکل مختلف اثر کو سامنے پاکر مکرر غور کیا کہ اب کیا کیا جاے ؟

ضمانت دی جا چکی ہے - ادارۂ الہلال سر دست کسی طرح کا بار اپنے لیے قوم پر ڈالنا نہیں چاھتا - تاھم خلوص نیت اور جوش اسلامی نے جس انفاق فی سبیل اللہ کی راہ کھول دی ہے ' اور باوجود اسقدر شدید مخالفت و اعراض کے احباب کرام ھیں جو اپنے لطف و کرم سے باز نہیں آتے ' تو پھر مجھے کیا حق ہے کہ اس شے کو واپس کردوں ' جو حق پرستی اور نصرت صداقت کے نام پر سچے دلوں اور پر خلوص ھاتھوں نے پیش کی ہے ؟

یہ خیال تھا جو اللہ نے میرے دل میں ڈالا -

پس میں نے روپیہ وصول کرلیا اور لوگوں سے کہدیا کہ باسم " ضمانت الہلال " روپیہ لینے کیلیے میں اب آمادہ ھوگیا ھوں - البتہ اس حکم ضمانت کے نقصان مالی کی تلافی کیلیے نہیں ' آیندہ کے تحفظ کیلیے نہیں ' اپنی کسی ذاتی غرض اور شخصی جلب نفع کے خیال سے نہیں ' بلکہ ایک نہایت اھم اور اقدم ترین ملکی ضرورت کیلیے ' جسکا زخم مدت سے محتاج مرھم ' اور جس کا دکھہ عرصے سے طالب سنجِ مداوا ہے - وہ ایک نہایت مقدس اور قابل احترام تحریک ہے ' جو افکار انسانی کی حریت کی حفاظت چاھتی ہے ' ملک کو استبداد فکر و تقیید لسان و خیال کی تحقیر سے بچانے کی آرزومند ہے ' سر زمین ھند کی ھر بہتری اور اسکے باشندوں کی ھر فلاح کی اصل بنیاد ' اور ملکی آرزؤں کو پامالی سے محفوظ رکھنے کیلیے ایک اشرف و اعلی جہاد فی سبیل اللہ ہے - وہ جس طرح ملک اور رعایا کیلیے خیر خواھانہ جذبات پر مبنی ہے ' اس سے کہیں زیادہ حکومت و ارباب حکومت کیلیے سب سے بڑی نیکی اور سب سے زیادہ مفید خیر سگالی ہے -

انڈین پریس ایسوسی ایشن

(مجلس دفاع مطابع و جرائد ھند)

یعنی ایک متحدہ اور طاقتور انجمن کا قیام ' جس کا مقصد ھندوستانی پریس کے حقوق کی حفاظت ھو -

الہلال کی ضمانت کیلیے جسقدر روپیہ ھمدردان ملت عطا فرمائیں گے ' وہ اس انجمن کیلیے ابتدائی اور تاسیسی فنڈ کا کام دیگا اور اسکے ذریعہ سے ایک خزینۂ دفاع حقوق مطابع (پریس ڈیفنس فنڈ) کی بنیاد پڑ جائیگی -

ارباب درد و کرم کیلیے اب پورا موقع ہے کہ الہلال کی ضمانت میں حصہ لیں -

زمیندار اور الہلال کا اب تدارک حاصل ہے - مرض عالمگیر اور سیلاب ہر طرف رواں ہے - مجھے اپنے معاملات کی کچھہ بھی فکر نہیں - میں نے روز اول ہی سے اعلان کر دیا تھا کہ اگر میرے کاموں میں صداقت ہوگی تو اسکی قوت ہر حال میں نا قابل تسخیر ہے ' اور اگر نیتوں میں کھوٹ ہوگا تو باطل اپنی تباہی کا بیج خود اپنے اندر رکھتا ہے ' اس کے لیے پریس ایکٹ کی ضرورت نہیں - لیکن مصیبت یہ ہے کہ اس مطلق العنانہ استبداد کی تیغ سے اب کسی ہستی کو امان نہیں - جو حالات نظر آ رہے ہیں' انکی پیشین گوئی مستقبل کے متعلق موجودہ حالت سے بھی زیادہ مخدوش ہے - جب روزانہ (حبل المتین) کلکتہ کو بھی پریس ایکٹ سے پناہ نہ ملی' جس نے موجودہ اسلامی جوش و حرکت میں حصہ لینے کا کوئی جرم نہیں کیا - محض واقعات و اخبار ہی اسکے ذریعہ شہر میں اشاعت ہو جاتی تھی' تو پھر ظاہر ہے کہ آزروں و شکوہ و شکایت کا کیا موقع ؟

پریس ایکٹ کا جس وقت نفاذ ہوا تھا ' کہا گیا تھا کہ صرف تین سال کیلیے ہے - اب وقت آگیا ہے کہ ملک کا تمام تعلیم یافتہ اور حق پسند طبقہ اپنی متحدہ قوت سے اسکا قانوناً مقابلہ کرے اور استبداد و مطلق العنانی کے اس دھبہ سے اپنی گورنمنٹ کا دامن پاک کردے ' جس کے ساتھہ ایک لمحہ کیلیے بھی کوئی آئینی نظام حکومت جمع نہیں ہوسکتا - (کامریڈ) پریس کے پچھلے مقدمے میں ہندوستان کی سب سے بڑی عدالت کے سب سے بڑے جج نے جو رائیں دی ہیں ' انکے بعد بھی ملک کا اسطرف متوجہ نہونا غفلت و نادانی کی ایک بد ترین مثال ہوگی - اگر ایک ایسی انجمن قائم ہوگئی ' تو اسکے ذریعہ ہندوستانی پریس کی ہر شاخ کو تقویت پہنچ سکے گی' اور پریس ایکٹ کے سوال کو اس زور و قوت کے ساتھہ اٹھایا جا سکے گا جو یقیناً کسی آخری فیصلے تک ملک کی رہنمائی کریگا -

(اعیان مطابع بنگال کی ہمدردی)

مجھکو نہایت خوشی ہوئی' جب میں نے اپنا یہ خیال مقامی معاصرین عظام کے آگے پیش کیا ' جنکا حلقہ فی الحقیقت ہندوستانی پریس کا سب سے زیادہ وسیع حصہ ہے - انہوں نے ہر طرح شرکت و اعانت کیلیے فوری آمادگی ظاہر کی - علی الخصوص مشہور آنریبل (بابو سریندر ناتھہ بنرجی) چیف ایڈیٹر (بنگالی) بمجرد استماع مقصد ' سرگرم کار و سعی فرمائی ہوگئے - اسی طرح بمبئی کے انگریزی و گجراتی اخبارات میں سے بعض اخبارات نے تار کے جواب میں بذریعہ تار ہر طرح کی آمادگی ظاہر کی ہے -

اب ضرورت صرف اسکی ہے کہ اردو پریس کے تمام ارکان اس تحریک اہم کے خیر مقدم کیلیے مستعد ہوجائیں اور اپنے اپنے صفحات کا ایک بڑا حصہ اسپر غور و بحث و تشریح و ترغیب فراہمی اعانت کیلیے وقف فرما دیں -

آئندہ نمبر میں اس مجلس کے متعلق مزید تفصیل الہلال میں شائع کی جائیگی -

(طلب اعانت)

آخر میں مکرر اعلان کرتا ہوں کہ جو حضرات الہلال کی ضمانت کے واقعہ سے متاثر ہوکر آمادۂ اعانت ہوے ہیں - اب ادارۂ الہلال بکمال تشکر و امتنان انکی اعانت قبول کرنے کیلیے مستعد ہوگیا ہے' کیونکہ وہ فی الحقیقت " انجمن دفاع مطابع ہند" کے فنڈ کی بنیاد ہوگی - میرے بنگالی دوستوں نے دریافت کیا کہ اگر انجمن قائم ہوگئی تو مسلمانوں کی طرف سے کس قدر مالی مدد ملے گی ؟ کیونکہ کہا جاتا ہے کہ یہ انکے جوش حیات کا اور ہماری افسردگی کا زمانہ ہے - میں نے کہا کہ جو قوم ایک ماہ کے اندر حادثۂ کانپور کیلیے ایک لاکھہ روپیہ جمع کرسکتی ہے' باوجود اُن موانع کے جو اس راہ میں حائل تھے ' وہ اب ایک ایسے کام کیلیے جسکے بغیر نہ مسجد کانپور کیلیے صدا بلند ہوسکتی ہے اور نہ شہداء اسلام کی داد خواہی کیلیے ' کیوں قیمتی سے قیمتی مالی ایثار کا ثبوت نہ دیگی ؟

واللہ المستعان و علیہ التکلان -

اصبروا و رابطوا !

(ایک مراسلۃ)

ضرورت ہے کہ ہر فرد مسلم سلسلۂ اخوت میں باقاعدگی کے ساتھہ مربوط ہو - اسکے لیے ذیل کی تدبیر خیال ناقص میں ہے جو قوم کے فوائد کے خیال سے بغرض اشاعت و اعلان اور حصول آرا ارسال خدمت اقدس ہے -

(۱) ایک باقاعدہ تمام ہندوستان کے مسلمانوں کی قایم مقام جماعت کسی مناسب حصہ ملک میں بحصول اکثرت آرہ عام مسلمین قایم کیجاے -

(۲) ہر شہر بلکہ ہر قصبہ میں جماعت مذکورہ کے ماتحت مقامی جماعتیں بحصول اکثریت مسلمانان مقامی قائم کیجائیں -

ان جماعتوں کا مقصد اصلی مسلمانوں کے جذبات و حقوق کی نگرانی اور حصول نتائج و انجام دہی امور کی کما حقہ کوشش کرنا ہو -

طریق اجراے کار یہ ہے کہ مسلمان اخبارات تجویز ہذا شایع کرکے خواہش کریں کہ فلاں تاریخ تک عام طور پر مسلمانان ہندوستان ' ہندوستان کے تین یا پانچ اشخاص (جتنے مناسب ہوں - میری ناقص میں تعداد جسقدر کم ہو بہتر ہے) منتخب کرکے تحریرات جدا گانہ یا متفقہ کے ذریعہ انکے نام کسی ایک معتبر مسلمان اخبار (الہلال بہتر ہے) کو بھیجدیں - مدیر اخبار چند مقامی معتبر اشخاص کے نزدیک اُن آرا کو محفوظ رکھیں - اور تاریخ مقررہ پر اشخاص مذکورین کے موجودگی میں بلحاظ اکثریت' صاحبان مجوزہ میں سے ارکان جماعۂ قایم مقام مسلمانان ہندوستان کو منتخب کرکے اعلان کردیں -

اب جماعت مذکورہ مقررہ کی جانب سے اعلان ہو کہ ہر شہر و قصبہ کے مسلمان اپنے اپنے شہر و قصبہ کے تین تین معتبر و معتمد اشخاص کے نام دفتر جماعت میں بھیجدیں - جب یہ نام موصول ہوں تو تاریخ مقررہ پر بلحاظ اکثریت انتخاب کرکے صاحبان مذکورہ و عامہ مسلمین کو بذریعہ اعلان و تحریر اطلاع دیدیجاے کہ فلاں شہر میں فلاں فلاں اشخاص کی " جماعت ماتحت انجمن قایم مقام مسلمان ہند " قایم کردیگئی ہے اور اس جماعت ماتحت کے لیے چند مختصر آسان قواعد منضبط کردیے جائیں - اوس جگہ کے مسلمانوں کو اپنے عام جذبات اور شکایات کی اطلاع اور علاج کار کیلیے سعی جماعت مقامی مذکورہ سے کرنا چاہیے - جماعت مقامی کو حسب ہدایات جماعت اعظم دورہ کرنا چاہیے - ایک نہایت ہلکا چندہ عامہ مسلمین پر قائم کردیا جاے جو جماعت مذکورہ کی ضروریات میں کام آے - مثلا ایک آنہ فی کس فی ماہ ' جو زیادہ دے جزاہ اللہ خیرا - اسطرح فضل خدا سے امید ہے کہ مسلمانوں کی درماندگی کا پروردگار عالم علاج فرما دے - (از خریدار الہلال نمبر: ۲٦٦۸)

الحریة فی الاسلام

نظام حکومة اسلامیه

وامرهم شوری بینهم (۴۲ : ۳۹)

(۵)

توطیهٔ مباحث آتیه

اور مباحث گذشته پر ایک اجمالی نظر

گزشته نمبر میں قلت گنجایش ' اور صفحات سابق و لاحق کے پہلے چھپ جانے کی وجه سے مضمون بالکل ناتمام چھوڑ دینا پڑا ' اسلیے آج پہلے اسکا بقیه حصه درج کرتے هیں اور اسکے بعد اصل موضوع کے مطالب آتیه کی طرف متوجه هونگے -

بقیه مقالهٔ سابقه

(٤)

موجوده جمهوریت و حریت کا پهلا سال سنه ۷۹ - سمجها جاتا هے جبکه ۱۴ - جولائی سے (انقلاب فرانس) کی تحریک کا آغاز هوا اور حال انقلاب نے مشهور قلعه (باسٹیل) پر قبضه کرلیا -

یه زمانه اگرچه انسانی جذبات کی شورش و طوائف الملوکی کا ایک هیجانی دور تها اور ایک عهد کے اختتام کے بعد اور دوسرے کے آغاز سے پہلے ایسا هونا ضروری هے ' تاهم ایک جمعیة وطنیه موجود تهی جو اسوقت تمام اعمال و امور انقلاب کی حکومت اپنے هاتهوں میں رکهتی تهی ' اور یه برابر قائم رهی ' تاانکه سنه ۱۷۹۱ - میں اس نے فرانس کے پہلے دستور کا اعلان عام کیا -

یه جمعیة انقلاب سے پہلے ۱۷ - جون سنه ۱۷۸۹ - کو قائم هوی تهی اور تمام دور انقلاب اسی کے زیر حکومت رها -

(واقعهٔ باسٹیل) کے بعد ۴ - اگست کی شب کو جمعیه نے اپنا مشهور "منشور انقلاب" شایع کیا تها جس نے تاریخ میں اولین " فرمان حریة " کے لقب سے جگه پالی هے - اسمیں انقلاب کی تکمیل کا اعلان تها اور دنیا کو بشارت دی گئی تهی که وه شاهد حریة ' جو اپنی رونمائی میں انسانی خون اور لاش کی پهلی قربانی قبول کرچکی هے ' اب وقت آگیا هے که برقعه الٹ دے اور دنیا کے سامنے اپنا نظارا امن عام کردے !

اس منشور میں سب سے پہلے نظام حکومة قدیمه کی بعض خصوصیات بتلائی تهیں ' پهر مقصد انقلاب کی تصریح کی تهی ' اخر میں اعلان عام تها که پچهلے عهد کے تمام اعمال و اثار ابنده کے لیے کالعدم قرار دیے جاتے هیں -

اس منشور میں لکها تها که قدیم نظام حکومت کا سب سے بڑا عذاب انسانیت پر یه تها که پادشاه کا تسلط جزو کل پر حاوی تها - اور اسکو " رئیس مطلق " کی حیثیت بغیر کسی مراقبهٔ و مسئولیت کے حاصل تهی -

پهر اسکے بعد اسدرجه حال کی الفاظ ذیل میں تصریح کی تهی :
" جمعیة وطنیه نے جو کچهه کیا هے ' اسکا خلاصه یه هے که اس نے حکومت مطلقه سے پادشاه کو محروم کردیا ' وه ملک و امت کو اسکا مستحق قرار دیتی هے -

آج کے دن سے حکومة مطلقه منهدم هوگئی ' اور اهل وطن میں باهم امتیاز و فضیلت کا دور ختم هوگیا - اب ملک پادشاه هے ' اور وطنیة عدم مساوات سے آزاد هے !

جمعیة وطنیه گزشته زمانے کے ان تمام اثار و اعمال کو کالعدم قرار دیتی هے جنکی وجه سے حریت و مساوات اور حقوق عامه کو ایک ادنے سے ضرر کا بهی احتمال هے -

اب نه ارباب عزو دولت کیلیے کوئی امتیاز باقی رها ' نه زمینداروں کیلیے حق فضیلت و استیلا - وراثت سے کوئی حق پیدا نهیں هوتا ' اور نه طبقات و مدارج کا اختلاف کوئی شے هے - تمام القاب و خطابات جو کل تک لوگوں کو حاصل تهے ' آج کے دن سے یقین کرلیا جاے که بالکل بیکار و کالعدم هوگئے هیں -

محض وراثت کی بنا پر کسی کو حکومت سے وظیفه نهیں ملسکتا - کسی جماعت کو یا کسی فرد واحد کو ایک ادنے سا بهی امتیاز ان قوانین عامه سے بری هونے کا نهیں جو هر فرد نسی پر نافذ هونگے "

(۵)

مبادی حریة

لیکن اب تک نظام حکومت کا کوئی قانون مرتب نهیں هوا تها - ایک مجلس تشریع (واضع قوانین) قائم کی گئی تهی ' تاکه فرانس کا دستور مرتب کرے - اس مجلس نے وضع قوانین سے پہلے بطور مبادی دستور و حریت کے چند دفعات مرتب کیں ' اور انهی کو تمام نظامات و قوانین کا اساس و اصل الاصول قرار دیا -

یه مبادی حریت ایک اعلان کی صورت میں قلمبند کیے گئے تهے اور سنه ۱۷۷۹ - میں چهپکر جمعیة کی طرف سے شایع هوے تهے -

حقوق انسانی کا یورپ میں اعلان

ان مبادیات کا خلاصه یه تها :

" انسان ازاد پیدا هوتا هے اور ازادی هی کیلیے زنده رهتا هے - تمام انسان بلحاظ حقوق مساوی هیں -

حقوق طبیعی پانچ هیں : حریت ' تملک ' امن ' مقاومه -

(حریت) کے معنی یہ ہیں کہ انسان کو قدرت حاصل ہو کہ ہر اُس کام کو کرسکے ' جسے بغیر کسی دوسرے کو نقصان پہنچائے وہ کرسکتا ہے -

(تملک) سے مقصود اپنی ملکیت صحیح و قانونی کے قبض و تصرف کے کامل حق کا ملنا ہے - یعنی ہر شخص اپنی املاک کا مالک ہو اور کوئی اس سے چھین نہ سکے -

(امن) سے مقصود یہ ہے کہ ہر شخص اپنی جگہ پر محفوظ و بے خطر ہو اور صرف قانون کی خلاف ورزی ہی کی ایک صورت ایسی ہو' جو اسکے امن میں خلل ڈال سکے -

(مقاومۃ) سے مقصود جور و ظلم اور حملہ و اقدام مجرمانہ کی مقاومت ہے - یعنی ہر شخص اپنی حفاظت کے وسائل اختیار کرنے کی قدرت رکھتا ہو' ظلم و جور کے خلاف احتجاج (پروٹسٹ) کرسکے -

قانون ارادۂ عامہ کا مظہر ہے - پس ہر وطنی کو حق ہو کہ وہ ذاتی طور پر یا بتوسط وکلا مجلس اعلیٰ (سندت) میں شرکت کرسکے -

ہر وطنی بلحاظ وطنی ہونے کے یکساں حکم سے موثر ہو - اس بنا پر ہر شخص کیلیے ممکن ہو کہ وہ بڑے سے بڑے عہدے کو اور اعلیٰ سے اعلیٰ وظیفہ کو حسب اقتدار و اہلیت حاصل کرسکے -

کسی انسان کیلیے کسی حالت میں جائز نہو کہ وہ کسی انسان کو قید کرسکے یا اور کوئی ایسا ہی سلوک کرسکے - الا انہی صورتوں میں ' جو قانون نے مقرر کردی ہوں ' اور اسی طریقہ پر' جو اُس نے قرار دیدیا ہو - کسی شخص کیلیے جائز نہیں کہ وہ کسی دوسرے کو اپنی راے کے اظہار سے روکے ' اگرچہ وہ دینی ہو اور عام اعتقادات دینیہ کے مخالف - البتہ اُس صورت میں اسکا اظہار روکا جاسکتا ہے جبکہ وہ قانون کے لحاظ سے امن عامہ کیلیے مضر ہو -

ہر وطنی کو پورا حق حاصل ہے کہ اپنی راے و فکر کے مطابق گفتگو کرے اور لکھے پڑھے ' یا چھاپ کر شائع کرے -

اسی طرح ہر وطنی کو حق توزیع و اشاعت حاصل ہے -

" حق تملک " ایک مقدس حق ہے - کسی شخص کی طاقت نہیں کہ کسی کی ملک اس سے چھین سکے - البتہ مصالح عامہ سب پر مقدم ہیں - لیکن اسکے لیے بھی جب تک قانونی ضرورت نہو' کوئی شخص اپنی ملکیت سے دست بردار ہونے پر مجبور نہیں کیا جاسکتا -

موجودہ تحریک انقلاب کے مبادی مقاصد میں سے ہے کہ " حق حکم و تسلط " اشخاص کو نہیں بلکہ امت اور ملک کو حاصل ہو - جمیع ابناء وطن اپنے تمام حقوق میں مساوی ہوجائیں ' حریت سے متمتع ہوں اور ہر طرح مامون و مصئون رہیں - پس اہل فرنساوی کا شعار وطنی " حریت ' مساوات ' اور اخوت قرار پایا ہے "

یہ ایک حقیقت ہے کہ یورپ کی موجودہ جمہوریت کا مبدء سعادت مجلس تشریع فرانس کا یہی اعلان تھا - تاریخ نے اِسے " اعلان حقوق الانسان " کے لقب محترم سے محفوظ رکھا ہے اور ہمیشہ محفوظ رکھیگی -

(٦)

ہم نے اس حصۂ بیان کو اسلیے کسی قدر طول دیا ' تاکہ انقلاب فرانس کی انتہائی حد حریۃ و جمہوریت سامنے آجاے - نیز اندازہ کیا جا سکے کہ یورپ کی موجودہ جمہوریات کے خلاصۂ امور و مبادی نظام و اساس کیا کیا ہیں ؟

یہ انقلاب فرانس کے تلاش حریت و مساوات اور جستجوے حقوق انسانی کی انتہائی سرحد تھی - یہی مبادی حریت ہیں جنکو انسانی آزادی کے سب سے آخری سوال کے جواب میں آج یورپ بتلا سکتا ہے -

اس اعلان مبادی حریت میں بھی دراصل وہی ایک اصل اصول حریت اُسکی ہر دفعہ کے اندر موجود ہے' جُسکی طرف گذشتہ نمبر میں ہم اشارہ کر چکے ہیں - تمام دفعات کا اگر خلاصہ ایک جملہ میں کرنا چاہیں تو صرف یہی ہوگا کہ " السلطۃ للامۃ " یعنی حق حکم و تسلط صرف اُمت ہی کیلیے ہے -

چنانچہ اسکے بعد بھی اصل اصول فرانس کی تمام دستوری اور جمہوری جماعات کے پیش نظر رہا - انقلاب سے پہلے فرانس میں پارلیمنٹری حکومت موجود تھی لیکن شاہی حقوق و تسلط اور کلیسا کا عالمگیر استبداد اسدرجہ قوی تھا کہ دراصل ایک شخصی تخت شاہنشاہی حکومت مقیدہ کے نام سے حکمرانی کر رہا تھا -

انقلاب کے بعد رجال انقلاب میں تفریق ہوگئی - ایک گروہ ملوکی مگر دستوری و مقید حکومت قائم کرنا چاہتا تھا - گروہ غالب یہی تھا اور اسکے سامنے انگلستان کے دستور کا نمونہ تھا - دوسرا گروہ خالص جمہوری حکومت کے نظام بنانا تھا - یہ جماعت اگرچہ قلیل تھی مگر عوام اور کاشتکاروں پر اسکا اثر جاری تھا - ۱۰ - اگست سنہ ۱۷۹۲ - کو اس جماعت نے پیرس کے دیہاتیوں سے شورش کرا کے مجلس کو مجبور کیا کہ وہ ایک ایسے نئے دستور کا اعلان کردے ' جو پادشاہ کے وجود سے بالکل مستغنی ہو -

اس غرض سے ایک نئی مجلس کا انتخاب ہوا - منتخبہ مجلس نے ایک سب کمیٹی قائم کی جسکے اکثر اعضاء ' مشہور انقلابی مصنف ' جان روسو Rousseau (۱) کے شاگرد تھے - انہوں نے اسی اصل اصول کو تمام نظام و قوانین کا محور قرار دیا کہ " السلطۃ للشعب وحدہ " حکم و تسلط صرف قوم ہی کیلیے ہے - اور ایک نیا نظام مرتب کیا جو ملکیۃ (شاہی شرکت) سے بالکل خالی تھا - یہ نظام تاریخ انقلاب میں " دستور سنہ ۱۷۹۳ " کے لقب سے مشہور ہے -

لیکن دوسرے سال یہ دستور بھی قائم نہ رہا - یہ دور انقلاب درحقیقت انسانی جذبات کی شورش' اذہان کی طوائف الملوکی ' اور طبیعت انسانی کے مطالبات مفرطہ کا ایک ہیجانی دور تھا - فرانسیسی قوم جو مدت سے معطل تھی ' سونچ سکتی تھی مگر کچھہ کر نہیں سکتی تھی - لوگوں کی مثال (بقول وکٹر ہیوگو victor Hugo) " بالکل اُن قیدیوں کی سی ہوگئی تھی ' جو مدۃ العمر قید خانے میں رہکر آزاد ہوے ہوں اور جیل کے احاطے سے نکلکر جب آسمان کی کھلی فضا کے نیچے پہنچیں تو حیران ہوکر رہجائیں کہ اب اُنھیں کیا کرنا چاہیے ؟ "

یہ حالت قدرتی ہے اور ہمیشہ ایک دور کے اختتام اور دوسرے کے آغاز کا درمیانی حصہ دنیا کے ایسی ہی حالتوں میں کاٹتا ہے -

---

(۱) جان جاک روسو مشہور فرانسیسی مصنف اور انقلاب فرانس کے محرکین اولین میں سے ہے - سنہ ۱۷۵۶ - میں اس نے اپنے افکار سیاسیہ ایک کتاب کی صورت میں شائع کیے - اسمیں ہر طرح کے استبداد دینی و ملوکی کو ظلم و معصیت بتلایا تھا اور جمہوری حکومت کی اہل فرانس کو ترغیب دی تھی - جمہوری حکومت کے اُس نے متعدد نظام مرتب کیے تھے ' اور سب کا اولین اصول قوم کے تمام طبقات و جماعات میں مساوات قرار دیا تھا - سنہ ۱۷۱۲ - میں پیدا ہوا اور سنہ ۱۷۶۶ - میں بعالم دیوانگی وفات پائی - نغمات موسیقیہ کو بصورت ارقام و خطوط مدون کرنے کا وہی موجد ہے -

فرانس بھي اسي ميں مبتلا تھا - دستور مرتب ہوتے تھے اور پھر نئے دستور کا مطالبہ کيا جاتا تھا - حکومتيں تعمير کي جاتي تھيں اور پھر ڈھالي جاتي تھيں - سنہ ۱۷۹۵ - ميں نئے دستور کا اعلان ہوا اور سنہ ۱۷۹۹ تک قائم رہا - اسي اثنا ميں فرانس اور يورپ ميں جنگ شروع ہوگئي جسکي بناء معرکہ در اصل فرانس کا انقلاب حکومت ہي تھا - اس بيروني مصروفيت سے اندروني نزاعات کي قوت معاً گھٹ گئي - يہاں تک کہ حالات نے ايک دوسرے انقلاب کا صفحہ الٹا اور ملوکيت جو فرانس سے چلي گئي تھي ' پھر دوبارہ بلالي گئي -

اب تک سررشتۂ حکومت ڈائرکٹروں کي ايک جماعت کے ہاتھہ ميں تھا اور مختلف اداري و تشريعي' اور نيابي و انتخابي مجالس قائم تھيں - اب انہوں نے ديکھا کہ زيادہ عرصے تک حکومت اپنے قبضے ميں نہ رکھہ سکيں گے - وضع ملکي کو کسي نہ کسي طرح جنگي مہلت سے فائدہ اٹھا کر بدل دينا چاہيے - اسي سياست کا نتيجہ وہ انقلاب ثاني تھا ' جو ۱۸ - نومبر سنہ ۱۷۹۹ - کو وقوع ميں آيا ' اور مشہور فاتح يورپ : (نپولين بونا پارٹ) کي اعانت سے باہم سر ناٹبين ملک کي مجالس فوجي قوت سے توڑ دي گئي ' اور اس طرح عہد (کرامويل) کي تاريخ انگلستان کا پھر اعادہ ہوا ' جس نے شخصيت کو شکست ديکر ' پھر خود اپني شخصيت سے ملک کي جمہوريت کو شکست دي تھي !

اب ايک نئي مجلس اس غرض سے منتخب کي گئي کہ نئے نظام و دستور کو مرتب کرے - چنانچہ آٹھويں سال انقلاب کا دستور شائع کيا گيا - يہ دستور في الحقيقت (بونا پارٹ) کا گھڑا ہوا ايک کھلونا تھا ' جو فرانس کو بہلانے رکھنے کيليے بنايا گيا تھا - بظاہر ايک جمہوريت قائم کي گئي جسميں دستور جمہوري کے تمام اعضاء و جوارح موجود تھے' مگر دماغ کي جگہ ايک قنصل کا عہدہ قائم کيا گيا جو بيس برس کيليے نامزد کيا جائيگا اور جو جمہوريت کے طرف سے فرانس پر حکومت کريگا - تمام عمال کا تعين ' تمام فوج کي قيادت ' صلح و جنگ کا اختيار ' تمام اداري و تنفيذي قوي کا سررشتۂ آخري ' اسکے سپرد کر ديا گيا - اسکي معاونت کيليے دو نائب بھي رکھے گئے مگر في الحقيقت وہ اپنے تمام کاموں ميں ايک خود مختار حکمراں اور شہنشاہ مطلق تھا -

اس جمہوري شہنشاہي کے تخت پر (نپولين بونا پارٹ) متمکن ہوا -

(۷)

يہ سب کچھہ ہوا ليکن انقلاب فرانس اپنا کام پورا کر چکا تھا - فرانس پر يہ دور بھي گذر گيا - اسکے بعد ملوکيہ و مطلق العناني کا ايک نيا دور شروع ہوا - تمام يورپ ميں' نظام مقيدہ کي حکومت داخل ہوئي - فرانس ميں بھي انگريزي نظام دستوري قائم کيا گيا - با ايں ہمہ آخر ميں فتح جمہوريت ہي کو ہوئي اور وہي انقلاب فرانس کا قائم کردہ اصل اصول بغير کسي تغير کے تمام قوانين کا بنياد قرار پايا کہ " السلطة للشعب وحدہ ! "

يورپ کے ديگر حصص ميں اگرچہ اس انقلاب کا اثر ملوکيۂ مقيدہ سے آگے نہ بڑھا ' مگر في الحقيقت ہر دستور و نظام حکومت ميں بصور مختلفہ يہي اصل الاصول کام کر رہا ہے -

(تنبيہ)

اس مضمون ميں جا بجا حکومت مقيدہ ' ملوکيہ ' دستوري' وغيرہ کے الفاظ استعمال کيے گئے ہيں - حکومت " مقيدہ " سے مقصود وہ نظام حکومت ہے جسميں گو پادشاہ کے حقوق و تسلط حکم کو برقرار رکھا گيا ہو' ليکن قانون و آئين کي پابندي کے ساتھہ حکومت کي جائے - " ملوکيۂ مقيدہ " سے بھي وہي مقصود ہے - " دستوري " سے مقصود پارليمنٹري حکومت ہے - جسميں پادشاہ قانون و جماعت کے ماتحت ہو' اور يہ " نظام انگريزي " کے لقب سے مشہور ہے - صرف " ملکيہ " سے مراد حکم مطلق يا شخصي حکومت ہے - " جمہوري " نظام حکومت پادشاہ کے وجود سے بالکل خالي ہوتا ہے - حکومت صرف ملک کي اکثرية کرتي ہے اور نظم اداري کيليے ايک شخص باسم صدر منتخب کرليا جاتا ہے - يہي طرز حکومت آجکل امريکہ اور فرانس اور بعض چھوٹي چھوٹي جمہوريتوں کا ہے -

آجکل کي اصطلاح کے مطابق اسلام ملکية مقيدہ يا نظام دستوري انگلستان کے مطابق حکومت قرار نہيں ديتا جيسا کہ غلطي سے بعض لوگ سمجھتے ہيں ' بلکہ اسکا نظام خالص جمہوري اور شائبہ تشخص و ملکية سے کلية پاک ہے - کما سيأتي انشاء اللہ تعالى -

مکتوب آستانۂ عليہ

الہلال ادرنا نوپل ميں

مولانا دام مجدکم ! آپ ہندوستان ميں بيٹھے اپنے قلم و زبان اور علم و فضل کو وقف راہ ملت کررہے ہيں ليکن آپکو معلوم نہيں کہ جو حروف آپکے قلم سے نکلتے ہيں ' انکے نقوش کہاں کہاں اور کن کن کے دلوں ميں اپنا گھر بنا تے ہيں ؟

۹ - مئي سنہ رواں کے الہلال ميں بعنوان " صفحة من تاريخ العرب " ايک عجيب و غريب سلسلہ مضامين چھپا ہے - جسميں دنيا کي بعض مشہور مدافع قوموں کے جانفروشانہ عزائم و اعمال کا حال لکھا ہے - يہاں (قسطنطنيہ ميں) اب سے ۲۰ - روز قبل وہ ايک جماعت کے مطالعہ ميں آيا اور اس نے پورے مضمون کا ترکي ميں ترجمہ کرکے متعدد اخبارات ميں شائع کر ديا - جو آپکي نظر سے گذر چکے ہونگے - نيز انہيں بعينہ ادرنا نوپل ايک ايسے بزرگ شخص کے پاس بھيجا ' جس نے اپني ہستي خدمت ملت و اسلام کيليے نذر کردي ہے - اور جس سے آپ بخوبي واقف ہيں........

کسقدر خوشي اور ناز کي بات ہے کہ ادرنا نوپل ميں يہ مضمون صرف پڑھا ہي نہيں گيا اور اسکے سحرکار اور شعلہ افروز افکار نے دلوں کو مسحور ہي نہيں کيا ' بلکہ اسپر پورا پورا عمل بھي کيا گيا - اور آج پندرہ دن سے ادرنا نوپل اور قرق کليسا کي تمام مسلم آبادي کيا مرد کيا عورت ' بلا لحاظ سن وسال قلعے اور مورچے طيار کر رہي ہے ' اور جو تصوير آپنے اہل طرابلس کے دفاع کي کھينچي تھي ' وہ اسکي دور ديوار کے نيچے بعينہ نظر آ رہي ہے !!

وثوق کے ساتھہ بيان کيا گيا ہے - کہ ۲۲ - ہزار آدميوں کي رات دن کي محنت کي بدولت اسوقت ادرنا نوپل سابق سے چہار چند مستحکم اور مدافعت کے قابل ہوگيا ہے !

خدا آپ کو اس عظيم الاثر اسلامي خدمت کا اجر عطا فرمائے - يہاں کے تمام سربرآوردہ حلقے الہلال کے تذکرے سے معمور ہيں -

۲۸ - رمضان المبارک

Imperial Fabrique de Herki (Turkey)

ہرکہ - فابريقۂ ہمايوني

ادبیات

نظام حکومۃ اسلامیہ

مساوات اسلامی

(بدر) میں معرکہ آرا جو ہوا لشکر کفر * (عتبۂ ابن ربیعہ) تھا امیر العسکر
سب سے پہلے وہی میداں میں بڑھا تیغ بکف، * ساتھ اک بھائی تھا، اور بھائی کے پہلو میں پسر
اس طرح اس نے مبارز طلبی کی پہلے * "مرد میداں کوئی تم میں ہو تو نکلے باہر"
سنکے یہ لشکر اسلام سے نکلے باہم * تین جانباز کہ اک اک تھا اوسکا ہمسر
سامنے آئے جو یہ لوگ تو (عتبہ) نے کہا: * "کس قبیلہ سے ہو؟ کیا ہے نسب جد و پدر؟"
بولے. "ہم وہ ہیں کہ ہے نام ہمارا انصار * ہم میں شیدائی اسلام ہے ہر فرد بشر
جاں نثاران رسول عربی ہیں ہم لوگ * اک اشارہ ہو تو ہم کاٹ کے رکھدیتے ہیں سر"
بولا (عتبہ) کہ "بجا کہتے ہو جو کہتے ہو * مگر افسوس کہ مغرور ہے اولاد مضر
تم سے لڑنا تو ہمارے لیے ہے باعث عار * کہ نہیں تیغ قریشی کے سزا وار، یہ سر"
کہہ کے یہ اوسنے کیا سرور عالم سے خطاب: * "اے محمد! یہ نہیں شیوۂ ارباب ہنر
جنگ نا جنس سے معذور ہیں ہم آل قریش، * بھیج اونکو، جو ہوں رتبہ میں ہمارے ہمسر"
آپ کے حکم سے انصار پھر آئے صف میں، * حمزہ و حیدر کرار نے لی تیغ و سپر
ان سے (عتبہ) نے جو پوچھا نسب و نام و نشاں * بولے یہ لوگ کہ "ہاشم کے ہیں ہم لخت جگر"
بولا (عتبہ) کہ "نہیں جنگ سے اب ہمکو گریز * آؤ، اب تیغ قریشی کے دکھائیں جوہر"

* * *

یا یہ حالت تھی کہ تلوار بھی تھی طالب کفو * یا مساوات کا اسلام کے پھیلا یہ اثر:
بارگاہ نبوی کے جو مؤذن تھے (بلال) * کرچکے تھے جو غلامی میں کئی سال بسر
جب یہ چاہا کہ کریں عقد مدینہ میں کہیں * جا کے انصار و مہاجر سے کہا یہ کھلکر:
"میں غلام حبشی، اور حبشی زادہ بھی ہوں، * یہ بھی سن لو کہ مرے پاس نہیں دولت و زر
ان فضائل پہ مجھے خواہش تزویج بھی ہے، * ہے کوئی، جس کو نہ ہو میری قرابت سے حذر؟"
گردنیں جھک کے یہ کہتی تھیں کہ "دل سے منظور" * جس طرف اس حبشی زادہ کی اوٹھتی تھی نظر!!

* * *

عہد فاروق میں جس دن کہ ہوئی اوسکی وفات، * یہ کہا حضرت (فاروق) نے با دیدۂ تر:
"اوٹھ گیا آج زمانے سے ہمارا آقا! * اوٹھ گیا آج نقیب حشم پیغمبر!"

* * *

اس مساوات پہ ہے مفخر اسلام کو ناز * نہ کہ یورپ کی مساوات کہ ظلم اکبر!

(شبلی نعمانی)

کشاکش حریۃ و استبداد!

(رعب) وقف کشمکش ہوں، کیا کہوں کیا چپ رہوں؟ * دلربا کہتا ہوں میں جسکو وہی جلاد ہے
ایک جانب مقتضائے جوش غم، شور آفریں * اک طرف خوف ستمگر مانع فریاد ہے
ایک حکم اسکا، کہ عذر ناتوانی کا حریف، * ایک آزادی مری، جو بند استبداد ہے!

(رعب لکھنوی)

تاریخ اسلام کا ایک غیر معروف صفحہ

حبش میں ایک اسلامی حکومت !

آٹھویں صدی هجری کے چند معاهدات

دعوت اسلام

همارے اون دشمنوں نے جنکی بساط هستی کا ایک گوشہ بهی دلغ خونریزی سے خالی نہیں ' همکو همیشہ طعنہ دیا ہے کہ نخل اسلام صرف تلوار هی کی دهوپ ' اور صرف قہر و اکراہ هی کی فضا میں پرورش پاتا ہے ' لیکن تاریخ نے هر موقع پر گواهی دی ہے کہ نشر دعوت اسلامی کا سبب قہر و اکراہ نہیں بلکہ صرف رضا و صلح ' حسن اخلاق ' اور اسوۂ حسنۂ مسلمین مخلصین رها ہے -

نصارائے حبش اور مسلمانوں کے درمیان سیکڑوں معرکے پیش آئے ' اور اکثروں میں مسلمانوں نے دشمنوں کے اجسام کو اطاعت سیاست اسلامیہ پر مجبور کیا ' لیکن دلوں کو قبول دین اسلام پر کب اور کہاں مجبور کیا ؟ هاں هر موقع پر اسلام کے معجزۂ اخلاق و خدا پرستی کی ایک تلوار چمکتی تهی ' جو رسوم و عقائد فاسدہ کے حصار سے گذر کر قلوب و ارواح کو مسخر کر لیتی تهی !

چنانچہ گذشتہ نمبر کے خانے میں تم پڑہ چکے هو کہ دس هزار حبشی نصرانیوں نے کس تلوار کی زور سے اسلام کے آگے سر اطاعت خم کیا ؟ یقیناً وہ فولاد کی تلوار نہ تهی بلکہ اخلاق اسلامی کا وہ حربۂ امن و زندگی تها ' جس نے هر زمانے اور هر دور میں اپنے جوهر دکهائے ' اور آج بهی الحمد للہ کہ زنگ آلود نہیں ہے !

افریقہ اور شمالی نائجریا میں آج جس سرعت سے اسلام خود بخود پهیل رها ہے ' اسکی رودادوں نے مسیحی مشنوں کی عمارتوں کو ماتم کدہ بنا دیا ہے ' لیکن دنیا دیکهہ رهی ہے کہ یہ تلوار کی کاٹ نہیں ہے - کیونکہ تلوار کا قبضہ تو اب همارے هاتهہ سے نکلکر غیروں کے هاتهہ چلا گیا ہے ' اور هماری گردنیں انکے آگے رکهدی گئی هیں -

سلطان منصور کی گرفتاری

سلطان منصور هزاروں مفتوح قلوب و اجسام کی جمعیت کے ساتهہ دس دن تک دشمنوں کے انتظار میں سر میدان پڑا رها - "حطی" کو اس هزیمت کی جب خبر هوئی تو بے شمار فوج و سامان کے ساتهہ سلطان کے مقابلہ کو نکلا - ظاهر ہے کہ مسلمانوں میں اس جمعیت عظیمہ کی مقاومت کی تاب نہ تهی ' تاهم آخر تک استقلال سے کهڑے رہے کہ فرار عن الزحف شریعت اسلامیہ میں کفر ہے - تین مسلمان سرداروں نے جان نثاری اسلام کا حق ادا کیا ' بالآخر سلطان منصور اور امیر محمد دشمنوں کے هاتهہ گرفتار هو گئے اور اسوقت تک آزاد نہوسے جب تک کہ انکی روح زندان جسم سے آزاد نہوگئی -

یہ واقعہ سنہ ۸۲۸ - هجری کا ہے ' سلطان منصور کو صرف ۲۰ برس حکومت کا موقع ملا -

سلطان جمال الدین

کسی قوم کے خدا کی نظروں میں مغضوب هونے کی سب سے بڑی علامت یہ هوتی ہے کہ اوسکی خاک افراد عالیہ اور اعاظم رجال کی پیدائش سے همیشہ اپنی نسل عظمت کو باقی رکهتی ہے - آج هماری مصیبت عظمی یہی ہے کہ اشخاص و رجال کی پیداوار هم میں کم هوگئی - هماری بزم سے جو فرد اٹهتا ہے ' اپنی جگهہ خالی چهوڑ جاتا ہے - پس اوس دن پر افسوس ' اگر وہ دن هماری بد قسمتی سے آنے والا هی هو ' جب هماری مجلس کا هر گوشہ بیٹهنے والوں سے خالی هوگا !!

اب ان ایام نحس و شوم میں ' اون روز هائے میمون و مسعود کی یاد کیا کیجیے ' جب کہ اسلام کا گوشہ گوشہ اس شعر کی صداقت سے معمور تها :

اذا مات منا سید ' قام سید ۔ قؤول لما قال الکرام فعول !

(هم وہ هیں کہ جب همارا ایک سردار هم میں سے اٹهہ جاتا ہے تو دوسرا کهڑا هو جاتا ہے - اور پهر وہ وهی کہتا ہے جو بزرگوں نے کہا تها ' اور وهی کرتا ہے جو بزرگوں نے کیا تها)

نویں صدی همارے نخل اقبال کیلیے کوئی اچها موسم نہ تها ' تاهم زمین میں پیداوار کی قوت ابهی باقی تهی - سلطان منصور کے بعد اوسکا دوسرا بهائی سلطان جمال الدین حکومۂ اسلامیۂ حبش کا فرمانروا هوا - وہ اپنے اعمال جلیلہ کے لحاظ سے اون سلاطین اسلام میں جگہ پانے کے لائق ہے ' جن پر تاریخ عالم ناز کرتی ہے -

هر عہد انقلاب ملکی کشمکشوں کا موسم هوتا ہے - بربر کی قوم جو اب تک حکومت اسلامیہ کے ما تحت تهی ' اب آمادہ بغاوت هوگئی - (حرب جوش) ایک نو مسلم حبشی سردار اوسکی تادیب کی غرض سے روانہ هوا -

صلح ' جنگ ' اور عفو !

حسب آئین اسلام :

و ان طائفتان من المومنین اقتتلوا ' فاصلحوا بینهما (۴۹ : ۹)	اگر مسلمانوں کی دو جماعتیں آمادۂ جنگ هوں تو اون دونوں میں صلح کرا دو -

(حرب جوش) نے پہلے شرائط صلح پیش کیے ' لیکن بربری اپنی ضلالت و بغاوت پر قائم رہے - (حرب جوش) نے اسکے بعد کی دوسری آیت کی تعمیل کی - یعنی :

فان بغت احدا هما علی الاخری ' فقاتلوا التی تبغی حتی تفئ الی امر اللہ (۴۹ : ۹)	اگر ان دوں جماعتوں میں سے ایک اپنی سرکشی پر اڑی رهے تو اوس سے اس وقت تک جنگ کرو جب تک کہ وہ فرمان الہی کے طرف رجوع نہ کرے -

اب بربریوں کو هوش آیا اور آوازِ صلح بلند کی ' پس (حرب جوش) نے تیسری آیت کریمہ پر عمل کیا :

فان فاءت فاصلحوا بینهما بالعدل واقسطوا ، ان الله یحب المقسطین (۴۹ : ۱۰)

جب وہ باغی جماعت فرمان الہی کی طرف رجوع کرے تو پھر باہم عدل و انصاف سے صلح کرلو ا اللہ صلح کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے -

(حرب جوش) نے اس مہم سے فارغ ہوکر (حطي) کی طرف رخ کیا اور اوسکو شکست دی - (حطي) نے پھر ایک بڑی فوج جمع کی اور (جدایہ) میں آکر خیمہ زن ہوا - سلطان خود اسکے مقابلہ کو نکلا - اور مظفر و منصور واپس آیا ، اسپر (حطي) نے مسلمانوں سے آخری انتقام لینے کی کوشش کی اور عزم کرلیا کہ اس قدم کے بعد ملک حبش کے کسی گوشہ میں بھی کوئی کلمہ گوے اسلام زندہ نہ رہنے پاے -

سلطان نے بھی فوج کے اجتماع و اہتمام میں پوری قوت صرف کی اور آخر وہ ساعت آپہنچی جب کفر و اسلام کی دو قوتیں باہم ٹکرا گئیں - کامل تین مہینے تک اسلام کی تلوار برق بن بنکر ظلمت کفر کے بادل میں چمکتی رہی - تیسرے مہینے پردہ ابر چاک ہوا تو نظر آیا کہ حبشان اقلیم اسود ، مقتولین کے خون سے لالہ سرخ ہے ، (حطي) جان لیکر بھاگ گیا ہے ، اور مسلمان مال غنیمت کے خزانوں کو باہم تقسیم کر رہے ہیں ! !

اسکے بعد سلطان نے ایک دوسرے انقطاعی معرکہ کی طیاریاں شروع کیں اور عساکر اسلام کی ایک ایسی جماعت کے ساتھہ ، جس سے بڑی کوئی جمعیت حبش میں عالم اسلامی نے ابتک جمع نہ کی تھی ، روانہ ہوگیا -

(حطي) مقابلہ سے عاجز تھا - پانچ مہینے تک شہر بہ شہر آوارہ پھرتا رہا - سلطان اوسکے پیچھے پیچھے تھا - بالاخر سلطان مظفر و منصور غنائم کثیر کے ساتھہ دارالخلافت کی طرف مراجعت فرما ہوا -

اسکے بعد بھی ایک اور معرکۂ شدید و صعب پیش آیا - مسلمانوں نے ۲۰ - دن کی مسافت طے کرکے دھاوا کیا - غنیم کی فوج تازہ دم تھی ، اور دونوں طرف جمعیت عظیمہ صف آرا ، تاہم مسلمانوں نے ہزیمت نہ اٹھائی ، اور ہر فریق دوسرے فریق کا بازو دبا کر ہٹ گیا -

سلطان کی شہادت

خاندانی مناقشات قدیم حکومتوں کا جزو لاینفک ہیں - سلطان جمال الدین گھر سے باہر دشمنوں سے ہنگامہ آرا تھا اور گھر میں اوسکے عم زاد بھائی اسکے لیے سازشوں کا دام بچھا رہے تھے ! چنانچہ افسوس کہ سنہ ۸۳۵ - میں سات برس کی حکومت کے بعد بھائیوں کے ہاتھہ سے شہید ہوا ، حالانکہ دشمنوں کی تلوار سے اسے کوئی خوف نہ تھا ! !

سلطان جمال الدین اپنے عہد میں جمال چہرۂ اسلام اور رونق مجلس ملت تھا - فتوحات کی کثرت اور رقبۂ حکومت کی وسعت میں اپنے پیشروؤں سے ہمیشہ اقدم اور علم و فضل کا ہمیشہ قدردان رہا - اوسکے دربار میں فقہا و علما کا مجمع رہتا تھا - عدل و انصاف میں وہ تعلیم اسلامی کا ایک مجسم اور کامل ترین نمونہ تھا -

مساوات اسلامی

ایک عدیم النظیر مثال

اوسکی زندگی کا ایک واقعہ بھولنے کے لائق نہیں - وہ عدل و مساوات اسلامی کی ایک مثال جلیل و عظیم ہے -

ہم جب کہتے ہیں کہ اسلام کا نظام حکومت جمہوری ہے ، ہم جب کہتے ہیں کہ مساوات بین الناس اصل نظام حکومت اسلامیہ ہے ، ہم جب کہتے ہیں کہ عدل عمومی اساس بناے خلافت نبوی ہے ، تو اسپر مخالف کہتے ہیں کہ یہ متاع عزیز تمہاری دکان میں کہاں ؟ یہ مصنوعات و مخترعات تو یورپ کی نقل و محاکات ہیں - لیکن اے غریب مدنیۃ اسلامی ! اور اے نا آشناے حقیقت ملت حنیفہ ! تجھے کیا بتائیں کہ ہمارے امانت خانوں میں اس جنس کی کتنی فراوانی ہے ؟ مدینہ ، دمشق ، بغداد ، اور قرطبہ کے افسانے تجھے کب تک سنائیں ؟ اور دور خلافۃ اسلامیہ کا مرقع مقدس تیرے لیے کیونکر نظر افروز ہو ؟ دیکھہ ! وحشت زار افریقہ میں ، جسکا ہر باشندہ بیسویں صدی کے یورپ کے نزدیک احقر خلق اللہ اور مستحق ہر ذلت و لعنت ہے ، ہم نے عدل و مساوات کی کیسی مثالیں پیش کی ہیں ؟

سنا ہوگا کہ امریکہ کے حبشیوں کو فرزندان تہذیب جدید نے تیل چھڑک چھڑک کر اسلیے زندہ جلا دیا تھا کہ اوسکے ایک بھائی نے ایک یوروپین کو جنگل میں زیر کر دیا تھا ، خود افریقہ میں تم نے سنا ہوگا کہ یورپ کی ایک عظیم الشان اور مدعی تہذیب و مدنیت حکومت کے ایک بہت بڑے جنرل نے ، ایک بوسیدہ لاش کی ہڈیوں کے مدفن کو اس جرم میں کھود ڈالا تھا کہ اوسنے اپنے وطن مقدس کی محافظت کی تھی !

لیکن اسی افریقہ کے ایک گوشے میں چار سو برس پیچھے چلو ، ہم تمھیں ایک دوسرا منظر دکھاتے ہیں -

سلطان جمال الدین کے ایک چھوٹے سے بچے نے کھیل میں اپنے ایک ہم عمر لڑکے کا ہاتھہ توڑ دیا - شہزادے کی شکایت ایک غریب لڑکے کے والدین کیا کرتے ؟ خاموش ہو رہے - اتفاقاً کچھہ دنوں کے بعد خود سلطان کو اسکی اطلاع ہوگئی - بر سر دربار شہزادے کو قصاص کیلیے طلب کیا - یہ کیا عجیب اور ما فوق العادہ منظر تھا ! سلطان تخت پر متمکن تھا - مجرم فرزند سامنے کھڑا تھا ، غریب لڑکا اور اوسکے والدین دوسری جانب تھے - سلطان نے قصاص کا حکم خود اپنی زبان سے دیا - امرا شفاعت و سفارش کیلیے اپنی اپنی جگہ سے اٹھے ، مگر اس پیکر عدل نے صاف انکار کردیا - خود اولیاء مدعی نے شہزادے کی معافی کا بار بار بلند اعلان کیا - اسپر بھی سلطان راضی نہوا - بالاخر دربار کو اس منظر کی تاب نہ رہی - ہر طرف سے آواز گریہ و بکا بلند ہوگئی ، سلطان سفارشوں کی صداؤں ، عفو و درگذر کی آوازوں ، اور گریہ و بکا کے شور میں رنجور محبت پدری کو توڑ کر آگے بڑھا ، اور خود اپنے ہاتھہ سے قصاص لیا ! !

کس کیلیے ؟ ایک غریب لڑکے کیلیے ! کس سے لیا ؟ اپنے جگر گوشے اور اپنے جان و دل سے عزیز تر محبوب فرزند سے لیا ! !

آہ ! کوئی چیز اوسکو اداے فریضۂ مساوات اسلامی سے نہ روک سکی ! !

یورپ ! تو مساوات کا کس منہہ سے مدعی ہے ، جب ایک سڑک کی راستی و کجی تھکوریا کے خون سے زیادہ عزیز ، اور ایک پورے ملک کی قیمت تیرے بازار مساوات میں ایک گورے انسان کے خون سے زیادہ گراں ہے ؟

شاہان حبش کی موت و انقلاب

(حطي) اسحاق بن داود بن سیف ارعد ، سلطان جمال الدین کے عہد میں مرگیا - یہ واقعہ سنہ ۸۳۳ - کا ہے - اسکے بعد (اندراوس بن اسحاق) بادشاہ ہوا - چار مہینے کے بعد یہ بھی مرگیا - اسکی جگہ پر اسکا چچا (ہربنای بن اسحاق) تخت نشین ہوا یہ بھی چند مہینوں سے زیادہ زندہ نہ رہا - ان سب کے بعد اسحاق کا بیٹا (سلمون) بادشاہ ہوا اور آخر عہد تک قائم رہا -

سلطان شهاب الدین

سلطان جمال الدین کا جانشین سلطان کا بھائی (احمد بدلائی) الملقب بشهاب الدین ہوا - اسنے اپنے بھائی کے قاتل سے قصاص لیا - ہمیشہ سلطان شہید کے قدم بقدم چلا - عدل و انصاف کے ساتھہ حکومت کی - اسکے عہد میں راستے مامون اور غلہ ارزاں رہا - یہ سلطان، مورخ (مقریزی) کے عہد میں (جو نویں صدی ہجری کا مصنف ہے) موجود تھا - وہ خود موضع (ذکر) میں تھا اور اسکا بھائی خیر الدین موضع (زکلہ) میں رہتا تھا - شاہان حبش سے لڑائیاں بھی جاری تھیں -

خاتمہ

خاتمہ ہر شے کا درد ناک ہوتا ہے اور خصوصاً فرزندان اسلام کا خاتمہ ! ہزار سالہ حکومت کے بعد قواء اسلامیہ ہر جگہ ضعیف تھے - (حطی) نے مسلمانوں کی حکومت کو سواحل تک محدود کردیا - مدت تک وہ اسیر قانع رہے، بالاخر ایک فرنگی درندہ جو دو سال سے صید طرابلس کی فکر میں ہے، ناگہاں وہاں نمودار ہوگیا، اور (زیلع) کے اکثر حصص کو اپنے پنجے میں لے لیا : اللهم مالك الملك، تؤتي الملك من تشاء و تنزع الملك ممن تشاء، انك على كل شي قدير !

مضمون کا ماخذ

اس مضمون میں ہم نے اپنی عادت کے خلاف کتابوں کا حوالہ نہیں دیا - اسلیے کہ مضمون کا بڑا حصہ در اصل ایک ہی کتاب سے ماخوذ ہے، اور اسکے علاوہ مسلمانان حبشہ کے حالات کیلیے اور کوئی معتبر ذریعہ بھی نہیں - مشہور مورخ مصر (علامۂ مقریزی) نے ایک رسالہ صرف مسلمان شاہان حبش کے حالات میں لکھا ہے - اسکا نام : " الالمام، بمن في بلاد الحبشة من ملوك الاسلام " ہے - اس مضمون کا ماخذ اصلی یہی تصنیف ہے -

اسکے علاوہ جا بجا بعض مطالب دیگر مصنفات سے بھی ماخوذ ہیں، لیکن انکے لیے حوالے کی چنداں ضرورت نظر نہ آئی - اردو میں پہلی دفعہ یہ حالات بیان کیے گئے ہیں - امید کہ وسیلۂ موعظت و ذریعہ عبرت و بصیرت ہوں : و جاءك في هذه الحق و موعظة و ذكرى للمومنين (۱۱ : ۱۲۲)

ارادہ ہے کہ اس سلسلے میں دیگر غیر معروف مقامات کے مسلمان حکمرانوں کے حالات کا بھی تفحص کریں اور انکے حالات مرتب ہوکر شائع ہوں - ارادوں کی وسعت کو کیا کہیے کہ اسکی کوئی انتہا ہی نہیں - اصل شے توفیق کار ہے اور وہ الله کے ہاتھہ ہے -

---

لغات جدیدہ

مؤلفہ

مولانا السید سلیمان الزینبی

یعنی : عربی زبان کے چار ہزار جدید، علمی، سیاسی، تجارتی، اخباری اور ادبی الفاظ اصطلاحات کی محقق و مشرح ڈکشنری، جسکی اعانت سے مصر و شام کی جدید علمی تصنیفات و رسائل نہایت آسانی سے سمجھہ میں آسکتے ہیں، اور نیز الهلال جن جدید عربی اصطلاحات و الفاظ کا استعمال کبھی کبھی کرتا ہے، وہ بھی اس لغت میں مع تشریح و اصل ماخذ موجود ہیں - قیمت طبع اعلی ۱ - روپیہ ۴ آنہ - طبع عام ۱ - روپیہ - درخواست خریداری اس پتہ سے کی جاے :

منیجر المعین ندوہ، لکھنو -

تاریخ حیات اسلام

الهلال اور پریس ایکٹ

همت بلند دار کہ مردان روزگار
از همت بلند بجائے رسیدہ اند

اسْتَعِينُوا بالصبر و الصلوة !

مخدوم، هادی ملت، السلام علیکم و رحمتہ الله و برکاتہ، آج ابھی ابھی همدرد بلا، اور سب سے پہلے اسکے صفحہ پر نظر پڑی جسمیں اول سرخی " الهلال سے ضمانت " نظر سے گذری، دیکھنے کے ساتھہ ہی سناٹا سا چھا گیا، افسوس کہ الهلال بھی اس شمشیر براں سے نہ بچا، مگر خیر، کچھہ خوف نہیں، ہم نہیں سمجھہ سکتے کہ اس آئے دنکی ضمانتوں اور ضبطیوں سے گورنمنٹ کا منشا کیا ہے ؟ کیا وہ ہمارے جذبات کو پامال کرنا چاہتی ہے ؟ کیا ہماری صداقت اندا زبان کو بند کرنا چاہتی ہے ؟ اگر یہی منشا ہے تو ہم بجاے دو ہزار کے دس ہزار کا ڈھیر گورنمنٹ کے ایوان حکومت کے آگے لگادیں گے لیکن اپنے سچے جذبات کے اظہار سے باز نہ آئیں گے -

یہ ضمانت الهلال سے نہیں لی جا رہی بلکہ قوم سے لی جا رہی ہے، جو ان دو ہزار کے عوض انشاء الله دس ہزار پورے کردیگی، الهلال ایسی چیز ہے جسپر بجاے روپیہ کے قوم اپنی جان تک نثار کرنے کیلیے طیار ہے، پھر یہ دو ہزار کیا بلا ہے ؟ آپ ضمانت دیدیجیے اور قوم آپ کے نذر کردیگی، اور اپنے حق گو زبان و قلم کو رکنے نہ دیگی خدا ہمارے ساتھہ ہے، یہ دھمکیاں ہمارے سد راہ نہیں ہوسکتیں، میں پانچ روپیہ کی حقیر رقم اپنے الهلال محبوب پر سے نثار کرتا ہوں - امید کہ جناب شرف قبولیت عطا فرماکر مجھے ممنون کرم فرمائیں گے -

جناب کا ادنی نیاز مند

حسن مثنی رضوی،

آج زمیندار اخبار نظر سے گذرا - طلبی ضمانت کا حکم بھی سنا - جب اس بلا سے ان عام اڈیٹروں کو نجات نہیں ملی جو قدیم روش سے ہٹ کر نسبتاً راہ صداقت و حریت پر لگ گئے ہیں، تو بھلا الهلال کیونکر بچ سکتا تھا جو آج سات کروڑ مسلمانوں کے دل اپنی مٹھی میں رکھتا ہے ؟ مگر چند در چند وجوہ سے جلدی کرنا ممکن نہ تھا اسلیے اب تک خاموشی رہی - آخر کار نادر شاہی حکم نے اپنی قوت کی نمایش کر ہی دی - میں ایک غریب طالب العلم ہوں - دو وقت کے کھانے کے سوا اور کوئی متاع میرے پاس نہیں - دل البتہ ہے سو وہ آپ پر پہلے ہی دن نثار کرچکا ہوں - اسلیے ایک نہایت قلیل رقم ۸ - آنے کی پیش کش ہے - یہ میں نے اپنی ٹوپی خریدنے کیلیے بچا رکھی تھی - البتہ ان ہزارہا اخوان ملت سے جو الحمد لله کہ حلقہ الهلال میں شامل ہیں، مستدعی ہوں کہ اپنے ربانی دعوؤں کا آج کچھہ ثبوت بھی دیں -

(احمد حسین طالب علم مشن اسکول بمبئی)

من ازاں حسن روز افزوں کہ یوسف داشت ‘ دانستم .
کہ عشق از پردہ عصمت بروں آرد زلیخا را

مولانا المعظم

مبارک ہو کہ الہلال کے حسن و جمال و صدق مقال نے باوجود اپنے مخصوص اثر اور قوت و عظمت کے ‘ اسدرجہ سحر کاری کی کہ بالآخر گورنمنٹ عالیہ تاب صبر نہ لاسکی - البتہ یہ عجیب بات ہے کہ صرف دو ہزار روپیہ ہی میں اوس سے سردست راضی ہورہی ہے ! حضرت آپ تو آزاد ہیں - پھر بقول سعدی :

قرار درکف آزادگاں نہ گیرد مال
نہ صبر در دل عاشق نہ آب در غربال

آپکی جیب تو خالی ہوگی مگر ناظرین الہلال یقیناً علی قدر مراتب اس رقم کے ادا کرنے میں ذرا بھی تامل نہ فرمائینگے - آج ہندوستان میں اس سرے سے اس سرے تک لاکھوں عشاق الہلال پھیلے ہوے ہیں - قصبوں اور دیہاتوں تک میں اسکے سیکڑوں جاں نثار موجود ہیں ‘ روپیہ تو کیا شے ہے ‘ جان تک پیش کرنے کیلیے حاضر ہیں - ابھی یہ خبر اچھی طرح مشتہر نہیں ہوئی ہے - خدا را جلد اپنے ارادہ سے مطلع فرمائیے اور عجلت کیساتھ گورنمنٹ اور الہلال میں رشتۂ محبت مستحکم کرا دیجئے -

خوشا وقتے و خرم روزگارے کہ یارے برخورد از وصل یارے

والسلام

مطہر الحق نعمانی - ردولوی

افتخار المسلمین ‘ راس الموحدین حامی اسلام ‘ مرجع خواص و عوام ‘ ادام اللہ مجدکم !

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ - ہمدرد سے معلوم ہوا کہ الہلال سے بھی دو ہزار روپیہ کی ضمانت طلب کیگئی ہے - یہ سنکر جو صدمہ میرے قلب محزوں پر ہوا - اوسکے تشریح خارج از تحریر ہے - اللہ تعالی جناب کو حوادث ارضیہ و سمالیہ سے ہمیشہ محفوظ رکھے ! آمین - جو اصلاح جناب نے گمراہاں بادیۂ ضلالت کی بذریعہ الہلال فرمائی ہے ‘ اور جس جوش اسلوب پیرایہ میں قرآن کریم کے حقائق و معارف سیاسیہ سب سے پہلی مرتبہ قوم کے سامنے پیش کیے ہیں ‘ اوسنے غافلونکو بیدار ‘ جاہلونکو ہوشیار ‘ اور بے دینونکو دیندار بنا دیا ہے ‘ اور اسکی خدائی روکو اب کوئی روک نہیں سکتا - اونکے دلونمیں ایک پائدار حرکت آزادی کی پیدا ہوگئی ہے -

مولانا - آپنے اپنے اس طرز عمل سے قلوب مسلمین میں وہ وقعت اور عظمت پیدا کرلی ہے جسمیں دوسرونکو کم حصہ ملا ہے - و ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء

محمد اسحاق مدرس مدرسہ اسلامیہ
از قصبہ لاہر پور - ضلع سیتا پور

اخبار زمیندار میں یہ دیکھکر کہ ‘ آپسے بھی ضمانت طلب کی گئی ہے ‘ طبیعت کو جس درجہ صدمہ پہنچا ‘ عرض نہیں کرسکتا - صاف صاف کیا کہوں ؟ بس دعا ہے کہ خداوند کریم گورنمنٹ پر اور ہم سب پر رحم فرمارے - اب وہ ایسے لوگوں پر متوجہ ہوے کی آخری غلطی کر رہی ہے ‘ جنکے ایک اشارہ چشم کے کروروں انسان منتظر ہیں !

میری یہ لفظی ہمدردی ہی نہیں ہے - اپنی حیثیت کے مطابق عملی خدمت گذاری کرنے کیلیے بھی جان و دل سے حاضر ہوں -

---

مجھے معلوم نہیں کہ الہلال کے ناظرین کا دائرہ کسقدر وسیع ہے ؟ تاہم سیلوں ‘ برما ‘ افریقہ ‘ عدن ‘ اور ہنگ کانگ تک اسکے اوراق لوگوں کے ہاتھوں میں دیکھ گئے ہیں - میرے طرف سے یہ تحریک درج اخبار فرما دیجیے کہ ہم ناظرین اسکو اپنا دینی فرض تصور کرتے ہیں کہ رقم ضمانت اپنی جیبوں سے ادا کردیں ‘ اور آئندہ بھی جب کبھی ضرورت ہو تو چند لمحوں کے اندر روپیوں کا ڈھیر لگادیں - ناظرین الہلال سے درخواست ہے کہ وہ اپنی حیثیت کے مطابق رقوم اعانت دفتر الہلال میں بمد ضمانت بھیجدیں گے -

ہمدرد و کامریڈ کے ضمانت فنڈ میں بھی دفتر زمیندار کو پیشتر بھیج چکا ہوں -

نیاز مند مجید حسن بی - اے - ایل - ایل - بی

طلبی ضمانت کا حال معلوم ہوا - میرے خیال میں جس دن آپنے اپنا مقدس رسالہ نکالا تھا ‘ اوسی دن سے اس حکم کے متوقع ہونگے - مگر امید ہے کہ یہ حکم بلکہ اسی قسم کے صدہا احکام ایسے ان ارادوں کیلیے جو ارادۂ الہی کے مانعت ہیں ‘ پر کاہ کے برابر بھی وزنی ثابت نہونگے - ۸ - روپیہ ضمانت فنڈ میں پیش کرتا ہوں امید کہ قبول فرمالیں گے -

پانچ روپیہ ٹرنک سے بھی اپکے خدمت میں روانہ کیے جا چکے ہیں -

حسن مرتضی رضوی (امروہہ)

بیعوں کے سایہ میں ہم پلکر جواں ہوے ہیں
خنجر ہلال کا ہے قومی نشان ہمارا
باطل سے دبنے والے اے آسماں نہیں ہم
سو بار کر چکا ہے تو امتحاں ہمارا

یا مولانا

السلام علیکم ‘ مبارک ہیں آپ لوگ - کہ معشوق کی نظر عنایت سے بھی محروم نہیں ‘ اور پھر قوم میں وہ رتبہ کہ بڑے بزرگو نصیب نہیں ‘ میں کہہ نہیں سکتا کہ مجھے کسقدر خوشی ہوئی جسوقت کہ میںنے زمیندار میں یہہ دیکھا کہ سر جیمس مسٹن صاحب کا کاری مگر تفریح بخش وار آپکے دل کو بھی مجروح کرگیا - انشاء اللہ العزہ فتح و نصرت کی اس کو ابتدا سمجھیے (ا - ا - علوی فیس) - از کاکوری - لکھنؤ -

---

خدا جناب کو اپنے مقدس ارادوں میں کامرانی نصیب کرے - اور مصائب روزگار کے مقابلہ میں فتح و نصرت عطا فرمائے ! آپ کے لیے میری طرف سے تلقین صبر و استقلال کی تو ہو بہو ایسی ہی مثال ہے ‘ جیسی آفتاب کو شمع دکھانا ‘ یا دریا کے آگے روانی کے معنے بیان کرنا ‘ لیکن پھر بھی دو چار الفاظ طبیعت کے اصرار سے حوالۂ قلم کیے دیتا ہوں -

مگر حیران ہوں کہ کیا لکھوں اور کس پیرایہ میں اپنے مافی الضمیر کا اصلی نقشہ کاغذ پر کھینچوں ؟ تلاطم جذبات سلسلۂ خیالات کو قائم رہنے نہیں دیتا ‘ اور پرواز تخیل اظہار مطلب سے مانع ہے - جب سے میں نے طلبی ضمانت کا حال سنا ہے ‘ سوچ رہا ہوں کہ آپ کو مبارکباد دوں یا قوم سے اظہار ہمدردی کروں ؟ ایسے زندہ افراد قوم کی موجودگی پر فخر کروں یا اپنی شومی قسمت پر ماتم ؟ لیکن جانتا ہوں کہ یہ جو کچھ ہوا ہے ‘ کوئی نئی بات نہیں - مشاہدات روزانہ اس امر کی تصدیق کرتے ہیں کہ دنیا کی تمام ہستیاں اپنی اپنی ضد کی بدولت قائم ہیں ‘ حیات و ممات -

عسر و یسر، اوج و حضیض، اور صدق و کذب، سب لازم و ملزوم ہیں اور قوانین قدرت مقتضی ہیں کہ انسان دونوں کو آزمالے -

ہاں تاریخ عالم یہ بتاتی ہے کہ زمانہ کی گردش نے حامیان صداقت کو ہمیشہ چکر میں رکھا ہے -

صدق و کذب کے مقابلہ میں اگرچہ کوتہ بیں نظریں اس سطحی فتح کو جو انسانوں کی بد باطنی کے سبب سے کذب کو صداقت پر حاصل ہوتی ہے، دائمی جاننے لگتی ہیں، مگر ماضی کے واقعات اس کی تردید کرتے ہیں اور بالآخر سچی فتح صداقت ہی کو نصیب ہوئی ہے -

مصیبت و آزمایش دنیا میں صرف انسانی طبائع کی مستقل مزاجی، حقیقی شکر گزاری، اور سچی ہدایت کی آزمایش کے لیے ہوتی ہے -

مبارک ہے وہ شخص جو ایسی آزمایش میں پڑے، اور پھر قابل رشک ہے وہ ذات جو ایسی آزمایش میں سے کامیاب ہوکر نکلے - میں بذات خود ایسی گردش اور ایسی مصیبت کو نعمت عظمیٰ سے تعبیر کرتا ہوں - اپنے لیے ہمیشہ اسی امر کا خواہشمند ہوں اور اسی لیے آپ کو بھی بحیثیت ایک مخلص کے ہمیشہ اس قسم کی مصیبتوں اور اس قسم کی آزمائشوں میں پھنسا ہوا دیکھنا چاہتا ہوں - قومی جذبات کا پاکیزہ درد وہ درد ہے، جس کی لذت سے شاید ہی کوئی انسان واقف ہوکر گریز کرے - میں تو اسے درد کو خدا سے چاہتا ہوں -

دنیا اعتباری ہے - ہم دیکھتے ہیں کہ ایک شے ہی مختلف موقعوں کے لیے حسن و قبح ثابت ہوتی ہے - پا بہ زنجیر ہونا اور قید بھگتنا صرف جرم و گناہ کی پاداش کے لیے ہوتا ہے اور اسی لیے اس کو عوام نفرت و حقارت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں، مگر وہی زنجیریں ایک حیثیت سے قابل زینت زیور تصور ہوتی ہیں، جبکہ انسان اپنے فرائض دین اور واجبات قومی کے لیے پا بہ زنجیر، طوق بہ گلو، اور بالآخر مگر سب سے مبارک، سربر دار ہو -

ہلال نکلا - بدر بنا، گہن لگا، تھوڑی دیر رہیگا، مگر ہلال پھر ہلال ہوکر عروج اختیار کریگا - انشاء اللہ - مجھے دلی ہمدردی ہے - میں اپنی طرف سے چھ روپیہ چھ آنہ کی ناچیز رقم خدمت والا میں پیش کرتا ہوں!

گر قبول افتد زہے عز و شرف

میں بھی فوراً تار دیتا مگر وہ چھ آنہ کے پیسہ بھی ضائع ہوتے دیکھکر اسی رقم میں شامل کردیے گئے -

آپ کا مخلص خادم

احقر - ایڈیٹر افغان - پشاور

السلام علیکم - اخبار زمیندار سے معلوم ہوا کہ الہلال سے بھی ۲ - ہزار کی ضمانت طلب کی گئی ہے، اسکے معنی یہ ہیں کہ تمام پیروان کلمۂ توحید سے ضمانت مانگی گئی ہے - مبلغ ایک روپیہ کی حقیر رقم آج ارسال خدمت ہوگی - یقین رکھیے کہ آپکی کوششیں بیکار نہیں گئیں - وہ اپنا کام پورا کرچکی ہیں اور اب ان باتوں سے کچھ نہیں ہوتا -

(احمد علی بی - اے)

ترجمۂ اردو تفسیر کبیر

شہداء کانپور اعلی اللہ مقامہم !

اللہ اللہ ! ایہا المسلمون !

سنگ را دل خوں شود از نالہاے زار من
این دل مولاہ تو یک ذرہ سرھاں گبر نیست ؟

یہ ان یتیم اور بیواؤں کی درد بھری آواز کی نعاں سنجی ہے جنکو کانپوری شہدا اپنی ابد الاباد مفارقت کا صدمہ دے کر جام شہادت نوش فرما گئے اور ان کیلیے یک شبیلہ نان جویں اور ہفت روزہ ستر پوشی کا سامان بھی نہ چھوڑ گئے - بلکہ ان کے رہے سہے ممدو معاون جو دن بھر مزدوری کرکے شام کو پیٹ پال اپنے کا کوئی ذریعہ بہم پہنچا سکتے تھے، وہ بھی اسی رنج و غم میں بجرم دیوانگی طوق و سلاسل پہن کر محبوس پڑے ہیں!

زین مصیبت قوم را باید اگر خون پر نگر
گر ندیدستی سحاب خوں چکاں را بر زمیں

اب انکے بچوں کی آہ و زاری اور بیکس بیوا اور بے بس ماؤں کی بیقراری کا سننے والا بجز اس ذات برحق کے کون ہے ؟

مسلمانو! خدارا ہوش میں آؤ، اپنے جذبات اسلامی کا اظہار کرو! قوت ایمانی کا ثبوت دو! تم مسلمان ہو، تمہارے دلوں سے نعرۂ اللہ اکبر کی صدائیں بلند ہوتی رہی ہیں، تمہارے ہاتھوں نے دنیا کو مسخر کرلیا تھا، تمہاری ہمدردیوں نے اعدا کے دلوں میں جگہ کرلی تھی، اور تمہاری فیاضیاں ضرب المثل ہوچکی ہیں - ابھی ابھی اس گئے گذرے زمانہ میں بھی یونیورسٹی اور جنگ طرابلس و بلقان میں اپنی اپنی جیبوں سے کرم و بخشش کا شاندار ثبوت دے چکے ہو:

اے کہ بردی افتخار دین و دنیا پیش ازیں
داستانت یاد دارد ہم زمان و ہم زمین

پھر کس خوف، کس بے حمیتی، اور کس بے حسی نے تمکو کانپوری مظلوموں کی اعانت سے روک دیا ؟ گورنمنٹ تو تمکو ان ہمدردیوں سے نہیں روکتی - قانون جائز حقوق کے طلب کرنے سے مانع نہیں ہوتا - طلب و استدعا کے ہاتھ قطع نہیں کیے جاتے - منصف حکام ان ہمدردیوں سے برہم نہیں ہوتے - پھر کیا تم اپنی مساجد و معابد کی حرمت برقرار رکھنا نہیں چاہتے ؟ کیا اپنے حقوق کی پامالی پر تمکو تاسف نہیں ہوتا ؟ کیا مظلوم اور بے قصوروں کی اعانت تمہارے ملک میں جائز نہیں ؟ فبای حدیث بعد اللہ و آیاتہ یومنون ؟

فخر قوم مسٹر مظہر الحق جیسے فداے قوم سے ہمدردی کا سبق لو اور اپنی زندگی کا ثبوت دو:

شیر شو، شیرانہ در صحراے شیران پاے نہ،
مرد شو، مردانہ پند ناصحاں را گوش دار!

ہندوستان میں سات کرور مسلمانوں کی آبادی ہے، اگر ایک پیسہ فی نفر کا اوسط رکھہ کر بھی کانپوری مظلوموں کی عزا داری کیجاتی تو (۱۰,۹۳,۷,۵۰) دس لاکھ ترانوے ہزار سات سو پچاس روپیہ جمع ہو سکتا تھا! حالانکہ تخمینۂ اخراجات صرف دو ڈھائی لاکھہ بتایا جاتا ہے جو ایک چوتھائی آبادی مسلمانان ہند کی پورا کرسکتی ہے - کیا ہم ایسے گئے گذرے کہ دین الہی کے ایسے مہتم بالشان کاموں میں ایک پائی چندہ کا بھی اوسط پورا ہونا ہم سے مشکل پڑگیا ؟ یاد رکھو کہ یہ اوس آزادی کی پہلی منزل ہے جس میں چل کر دیکھنا کہ اسے اپنے حقوق کو تم گورنمنٹ سے طلب

الاسئلة والمناظرة

الفتنة اللغویہ !

حظ و کرب یا لذت و الم ؟ (۱)

ما لهم بذالك من علم ان يتبعون الا الظن (۵۳ . ۳۰)

(۲)

اسکے بعد آپ لکھتے ھیں

" اگر آپ کے اصول کو وسعت دي جاے کہ ھر اردو لفظ کي " تحقیق " اس زبان کے لغت سے کرني چاھیے جس سے وہ آیا ہے تو اردو کے پاس باقي کیا رھجاتا ہے ؟ "

آپے " تحقیق " کا لفظ لکھا ہے - اور گو میں نے اس اصول کي طرف کہیں اشارہ نہیں کیا مگر واقعي ھر لفظ کي " تحقیق " تو اسي زبان کي لغت ھي سے کرني پڑیگي ' جس سے وہ آیا ہے - یہ دو ایک قدرتي اور ناگزیر امر ہے - لیکن میں سمجھتا ھوں کہ غالباً یہاں آپکا مقصود " تحقیق " نہیں ' بلکہ " صحت استعمال " اور " جواز استعمال " ہے - جلدي میں آپ تحقیق کا لفظ لکھ گئے ھیں -

پھر یہ کیسي عجیب بات ہے کہ آپ عام الفاظ اور مخصوص اصطلاحات علمیہ میں فرق کرنے سے اپنے تئیں مقصر ظاھر کر رہے ھیں' حالانکہ اگر آپ چاھیں تو اس فرق کو محسوس کرنا کچھہ مشکل نہیں - میں ابتدا سے کہہ رہا ھوں کہ اردو کے عام الفاظ کا سوال نہیں بلکہ اصطلاحات علمیہ کا ہے - میں نے کہیں یہ اصول پیش نہیں کیا کہ ھر مھمل لفظ کا استعمال اسي وقت صحیح ھو سکتا ہے جبکہ وہ اپنے اصلي زبان کي لغت سے بھي اُن معاني میں صحیح ثابت ھو جاے - میري گذارش تو صرف " اصطلاحات علمیہ " تک محدود ہے اور اسي لیے " مثنوی زھر عشق اور علم النفس " کا سوال آپکے سامنے پیش کر چکا ھوں - آپ سنتے ھیں ' میرے سوال کو دھرا تے ھیں ' اسکو " ایک نا قابل انکار حقیقت " قرار دیتے ھیں مگر پھر جواب نہیں دیتے ! معاملہ ھو تو کیونکر ؟

کوش اگر گوش تو و ناله اگر ناله من
آنچه البته به جاے نرسد' فریاد ست !

[بقیہ مضمون صفحہ ۱۷ کا]

کر سکوگے اور اپني حریت و آزادي کا سچا ثبوت بہم پہنچا سکوگے - اگر اس وقت تم نے اپني حیات طیبہ کي کوشش نہ کي تو پھر اپنے آپکو ھمیشہ کیلیے زندہ درگور سمجھو - ایسي آزادي و حریت پسندي کے زمانہ میں بھي خاموش رہے تو پھر خاتمہ ہے -

گر نہ گردد قوم ما بیدار ازین خواب گران
روے آسایش نہ بیند تا بہ روز واپسین

مظہر الحق نعماني ردولوي
ضلع بارہ بنکي

آپ نے جس مسئلۂ علم اللسان کي طرف اشارہ کیا ہے اور پھر خود بخود میري " حیراني " کي علاج فرمائي پر متوجہ ھوے ھیں' میں اسکو دو مرتبہ خود وکیل میں لکھہ چکا ھوں ' جبکہ چند الفاظ عربي و انگریزي کي بحث چھڑ گئي تھي -

اِن دلائل و براھین واضحہ و بینہ کے بعد آپنے اِس بحث کا خاتمہ کر دیا ہے اور عدالت برخاست ھو گئي - چنانچہ آپ لکھتے ھیں :

" اصل مسئلہ ختم ھو گیا "

گر یوں ھي تو قاعدہ اچھا ٹھہر گیا

اگر کسي " مسئلے کے ختم کرنے " کا یہي طریقہ ہے کہ اصلي فیصلہ طلب امور کو بدر تجاھل و تغافل کر کے اختتام بحث کا اعلان کر دیا جاے ' تو پھر بحث میں صرف وقت کرنے سے کہیں بہتر خاموشي و اعراض ہے - ھم کو کوئي شخص مجبور نہیں کرتا کہ ھم بولیں - لیکن اگر بولیں گے تو پھر بات کرنے والوں ھي کي طرح بات کرني پڑیگي -

میں نے اس بارے میں جو کچھہ لکھا تھا اسکو گذشتہ نمبر میں چھہ دفعات کے اندر عرض کر چکا ھوں - مسئلے کے " خاتمے " کا یہ حال ہے کہ اُن میں سے کسي ایک امر کے متعلق بھی آپنے غور نہیں کیا اور جتنا کچھہ کیا ' اسکا بھي یہ حال ہے کہ وہ گویائي پر خاموشي کي ترجیح و تقدم کي ایک مثال تازہ سے زیادہ نہیں !

* * *

اس بحث سے فارغ البال ھو کر آپنے " حظ " کو بمعني مفروضۂ لذت فارسي سے ثابت کرنا چاھا ہے - حالانکہ پہلي بحث کي طرح یہ موضوع بھي آپکے بس کا نہ تھا اور آپکے لیے اور نیز ھر اُس شخص کیلیے جو آپکے سي حالت رکھتا ھو' یہي بہتر ہے کہ وہ اُن امور میں دخل نہ دے جنسے نا واقف ہے -

میں ھمیشہ اپني معروضات میں بحث کے اُن پہلوؤں سے نہایت احتراز کرتا ھوں ' جنسے مخاطب کي واقفیت یا علم کے متعلق کوئي مخالف خیال پیدا ھوتا ھو کہ یہ طبائع کو رنجیدہ اور بحث کو مقصد سے دور کردینے والي باتیں ھیں - اور اسي بنا پر " حظ و کرب " کے بارے میں بھي میں نے با وجود ضرورت کے اس سے احتراز کیا ' لیکن آپ کا لا حاصل اصرار بڑھتا جاتا ہے اور اس سے عمداً زبان اور فارسي لغات کے متعلق نہایت سخت غلط فہمیاں اور دوکے لیے پیدا ھو جانے کا خوف ہے - اسلیے اب مجبوراً عرض کرتا ھوں کہ آپ اُن کاموں میں کیوں پڑتے ھیں جنکي نسبت نہ تو آپ کو علم ہے اور نہ واقفیت ؟ میں نے (حظ) کے متعلق غالب کا ایک شعر لکھدیا تھا ' اور صرف اسلیے کہ اتفاقاً اُس وقت یاد آگیا - کوئي لفظ سند یا استدلال کا وھاں نہ تھا - اسپر آپ متعجب ھو کر لکھتے ھیں :

" اور اسکے ثبوت میں غالب کا " ایک " شعر پیش کرنا آپ کافي سمجھتے ھیں ' جس میں حظ کو حصے کے معني میں استعمال کیا گیا ہے "

میں نے بطور سند کے تو لکھا نہیں تھا - کیونکہ ایک ایسي بات لکھہ رہا تھا ' جس سے آپکو مستثنی کردینے کے بعد ھر فارسي داں واقف ہے - لیکن اگر اسکو تسلیم بھي کر لیا جاے تو آپکے اس " ایک " پر زور دینے کا مطلب بالکل سمجھہ میں نہیں آتا - کیا آپکا مطلب یہ ہے کہ اس موقعہ پر دو چار سو شعروں کي ضرورت تھي ؟ اگر غالب کا شعر پیش نہ کروں تو کیا ٹیک چند بہار'

محمد حسین دکنی ' اور مولوی غیاث الدین رامپوری کی سند دوں ؟

اسکے بعد آپ " واقعات " کو " دلایل " کے معنی میں استعمال کرتے ہوے لکھتے ہیں :

" افسوس ہے کہ بہار عجم وغیرہ اس وقت سامنے موجود نہیں ورنہ غالباً " بقید صفحہ و سطر " میں بتا سکتا کہ فارسی کے متعدد لغت نویسوں نے حظ کو لذت و مسرت کے معنی میں استعمال ہونے کی " افسوس ناک غلطی " کی ہے "

" عظیم الشان بہار عجم " کے نہ ملنے پر آپ کو جو افسوس ہے ' اسمیں مجھے آپ سے ہمدردی ہے ' مگر ساتھہ ہی خود عرضانہ اسکی خوشی بھی ہے کہ اگر خدا نخواستہ دلائل قاطعہ و براہین ساطعہ کی یہ تیغ بے امان آپکے ہاتھہ آجاتی تو نہیں معلوم میری معروضات کی مسکین ہستی کا کیا حال ہوتا ؟

پھر لطف یہ ہے کہ آپ " بقید صفحہ و سطر " بتلا دینے ' اور اسکے بعد غالباً قرنوں اور صدیوں تک کیلیے " حظ بمعنی لذت " کا علم ثبوت سر زمین لغات فارسیہ و اصطلاحات علمیہ میں نصب ہوجاتا !! و ذلک مبلغهم من العلم !

اسکے بعد دلائل و اسناد کی ایک عظیم الشان صف رو نما ہوتی ہے جسکے سر خیل حلقہ حضرت " غیاث اللغات " ہیں اور انکے پیچھے پیچھے علامۂ پامر ' مولانا رینکس ' محقق اسٹین گاس ' فارسی لغات کی موت و حیات کا سررشتہ سنبھالے ہوے تشریف لا رہے ہیں ' اور سب کے آخر میں خود جناب ہیں ' جو فن لغت کی اس مہیب نمایش کے بعد مجھے دعوت غور و فکر دیتے ہیں اور فرماتے ہیں :

" غور فرمالیے کہ یہ " اہل لغت " نہ صرف حظ کو لذت کے معنے میں استعمال کرتے ہیں بلکہ اس سے جتنی تراکیب پیدا کرتے ہیں ' ان سب میں بھی حظ کے معنے لذت اور " صرف لذت " کے لیتے ہیں " !

جب آپکی واقعیت کا یہ حال ہے تو ارباب علم انصاف کریں کہ اب میں کیا کہوں ؟ آپ کو کون سمجھاے کہ کسی فارسی لغت کا نولکشوری پریس میں چھپنا ہی دلیل وقار نہیں ہے ' اور نہ اسمیں آپکے حسب مطلب حظ کے لفظ کا ملجانا مستند ہونے کی دلیل ثبوت - آپ غالب کے " ایک " شعر پر معترض ہیں ' جس نے (قاطع برہان) لکھکر ہمیشہ کیلیے ہندوستانی لغت نویسوں کی آبرو مٹا دی ' مگر مسکین ٹیک چند کے نہ ملنے پر آپکو افسوس ہے ' اور پورا یقین ہے کہ اگر (بہار عجم) کسی طرح میسر آجاتی تو " بقید صفحہ و سطر " بتلاکر آپ اس بحث کا خاتمہ کردیتے - حالانکہ جہاں (محمد حسین دکنی) کو کوئی نہیں پوچھتا ' وہاں (ٹیک چند) کا نام لینا ایک ایسی بات ہے ' جو صرف آپ ہی سے ممکن تھی -

" بہار عجم " کے نہ ملنے کے " افسوس " کے بعد " خوش قسمتی " سے غیاث اللغات آپکی " میز " پر نکل آتی ہے - چنانچہ آپ لکھتے ہیں :

" خوش قسمتی سے غیاث اللغات میز پر موجود ہے اور اسکی عبارت یہ ہے ...."

افسوس ہے کہ آپکی اس " خوش قسمتی " میں بھی مجھکو " بدقسمتی " سے خلل انداز ہونا پڑیگا - میں پوری ذمہ داری کے ساتھہ آپکو بتلانا چاہتا ہوں کہ غیاث اللغات کا نام فارسی لغات کی بحث میں لینا نہایت تمسخر انگیز ہے - استدلال تو بجاے خود رہا ' کوئی فارسی داں شخص اپنی میز پر اسکو جگہ دیکر آپکی طرح خوش قسمت ہونا بھی پسند نہیں کریگا -

اسکے بعد آپنے چند انگریزی لغات کا حوالہ دیا ہے - یہ حوالے تمام پچھلے حوالوں سے بھی بڑھکر افسوس ناک ہیں - آپ کو اردو سے تو اتنی ہمدردی ہے کہ عربی لغات کے ذکر پر متاسف ہوتے ہیں اور لکھتے ہیں :

" اس سے زیادہ افسوس ناک امر یہ ہے کہ خود اردو بولنے والوں کو اردو لغات کی تحقیق کے لیے عربی لغات کی جانب رجوع کرنا پڑے "

رجوع تو کسی نے نہیں کیا تھا - لیکن بہر حال آپکو اسپر افسوس ضرور ہے - پھر خدا را مسکین فارسی پر بھی رحم کیجیے ' جسکی لغات کیلیے باوجود ہزاروں دواوین و کلام شعراء فرس کے ' آپ ہمیں (پامر) کی چوکھٹ پر ناصیہ فرسائی کی دعوت دے رہے ہیں - محض اس حق کی بنا پر کہ " وہ کیمبریج میں عربی کے پروفیسر ہیں " !!

ان مباحث میں آپکی معذوری واضح ہے ' تاہم ایک غلطی تو آپکا ادعائی اصرار ہے ' اور پھر دوسری غلطی ثبوت کیلیے لاحاصل کوشش کرنا - اسی کا نتیجہ ہے کہ آپنے اپنے طریق اثبات و استدلال میں اس سے زیادہ افسوس ناک غلطی کی ہے ' جو موضوع بحث میں آپ کرچکے ہیں -

اغـــلاط اسـتـدلال

ایک شے ہے دعوا اور ایک چیز ہے استدلال - آپنے دونوں میں غلطیاں کیں - آپ فرماتے ہیں کہ حظ بمعنی لذت اصطلاحات علمیہ میں صحیح ہے ' اور پھر دلائل پیش کرتے ہیں - آپکے دعوے کی نسبت عرض کرچکا ہوں - لیکن اس سے زیادہ غلطیاں آپکے طریق استدلال نے پیدا کردیں :

(۱) آپنے یہ غلط اصول قائم کردیا کہ اردو کی عام بول چال اصطلاحات علمیہ میں مستند ہے -

(۲) آپنے ضمناً فرہنگ آصفیہ کو اردو لغات کی بحث میں قابل استناد قرار دیا ' حالانکہ (مصنف فرہنگ معاف رکھیں) اسے یہ حیثیت حاصل نہیں -

(۳) پھر اس غلط فہمی کا دروازہ کھولدیا کہ لغات فارسی کی بحث میں غیاث اللغات کی سند معتبر ہے - اسکا نتیجہ یہ نکلیگا کہ لوگ بلا تکلف غیاث کا حوالہ دینا شروع کردینگے اور پھر دوبارہ اس لغوی ایجی ٹیشن کا ارباب فن کو مقابلہ کرنا پڑیگا جو مرحوم غالب نے (قاطع برہان) لکھکر اپنے سامنے آمادۂ پیکار پایا تھا -

(۴) اس سے بھی بڑھکر ظلم اکبر یہ کیا کہ فارسی لغات کی بحث میں انگریزی کی فارسی لغات کو مستند قرار دینے کی بدعۂ سیئۂ کبیرہ کی بنیاد رکھی ' جو فی الحقیقت ایک اشد شدید " فتنۂ لغویہ " ہے اور جو اگر چل نکلا تو اردو اور فارسی زبان کا بھی مذہب و اخلاق کی طرح خدا حافظ !

پس مجھکو جو اس تفصیلی تحریر کی ضرورت ہوی تو صرف اصل بحث ہی کے متعلق ازالۂ اغلاط کا خیال محرک نہ تھا ' بلکہ زیادہ تر یہ خیال کہ آپکے طریق استدلال کے اغلاط نے اصل غلطی سے بڑھکر چند غلطیاں اور پیدا کردی ہیں ' اور وہ ایسی ہیں کہ اگر انکو ظاہر نہ کیا جاے تو لغات و زبان کے متعلق ایک اصولی غلط فہمی میں لوگ گرفتار ہوجالیں گے - اگرچہ واقف کاروں کیلیے انکی غلطیاں بالکل واضح و غیر محتاج انکشاف ہیں -

پس ضرور ہے کہ اس حصۂ بحث کے متعلق میں یہ ظاہر کردوں کہ :

(۱) غیاث اللغات کوئی مستند لغت نہیں - اسکا حوالہ فارسی لغات کے مباحث میں بیکار ہے -

(٢) اتنا هي نهيں بلکه بہار عجم وغیرہ لغات جو آجکل چهپکر شائع هوگئے هیں ' قطعاً غیر معتبر' تمسخر انگیز' اغلاط سے مملو' اور نا قابل استناد هیں - جن حضرات کي ان کتابوں پر نظر هے ' اور جنهوں نے وہ مباحث دیکھے هیں جو " برهان قاطع " کي اشاعت کے بعد تحریر میں آے' نیز اُن رسائل پر بهي نظر ڈالي هے' جو ان لغات کي حمایت میں مثل موید البرهان' ساطع برهان' تیغ تیزتر' قاطع قاطع' وغیرہ وغیرہ لکھے گئے' اور پهر قاطع برهان کے اُس دوسرے ایڈیشن کو بهي دیکھا هے جو (درفش کاویاني) کے نام سے شائع هوا تها: ان سے یه امر پوشیدہ نهیں -

(٣) یورپ کے بعض مستشرقین نے جو لغات لکهي هیں انکا حواله بہ حیثیت سند لغت کے بالکل غیر معتبر هے - عام طور پر مستشرقین فرنگ کا یه حال هے کہ وہ مشرقي علوم و السنه کے متعلق بعض اپنے مخصوص مباحث علمیه میں نہایت مفید و نادر مطالب پیدا کرلیتے هیں جن پر خود اس زبان کے بولنے والوں کو دسترس نهیں' لیکن اسکے یه معني نهیں هوسکتے که لغات و ادب کي بحث میں انکي سند معتبر هو -

اب صرف دو مطلب باقي رهگئے - اصل مبحث' اور مصطلحات علمیه کے متعلق جو چند سطور آپنے مضمون کے آخر میں لکھے هیں - سو انکي نسبت آیندہ نمبر میں عرض کرونگا که یه ایک مفید اور نتیجه خیز مبحث هے اور اسکو آخر تک پہنچانا ضروري -

فهرست زر اعانهٔ دفاع مسجد مقدس کانپور

تفصیل اس رقم کي جو جناب ارمان صاحب بریلوي نے شاهجهانپور سے بهیجي تهي' اور جو گذشته نمبر میں درج هوچکي هے -

نام	روپیه	آنه	پائی
جناب عبد الخالق صاحب	٥	•	•
جناب عبد الاحد ارمان صاحب	٥	•	•
جناب ایضاً از متعلقین خود	٢	•	•
ایضا زکات وصدقة الفطر	٣	•	•
جناب سراج الدین صاحب	٤	•	•
جناب مولوي محمود حسن صاحب	٢	٨	•
مختر صاحبه ایضاً	٢	٥	•
صدقة الفطر جناب مولویصاحب موصوف	•	٨	•
جناب احمد یار خانصاحب	٣	•	•
جناب منشي سید احمد صاحب	٢	٤	•
جناب منشي عبد الستار صاحب	٢	•	•
جناب مولوی عبد الباري صاحب	٢	•	•
جناب سید عابد حسین صاحب	٢	•	•
جناب مولوي رفیع الدین صاحب	٢	•	•
جناب ڈاکٹر نعیم الله خانصاحب	٢	•	•
جناب حافظ فدا حسین خانصاحب	١	•	•
جناب سید حسین شاہ صاحب	١	•	•
جناب حکیم ولایت حسین صاحب	١	•	•
جناب منشي منظور احمد صاحب	١	•	•
جناب منشي عبد الغني صاحب (زکاة)	١	•	•
جناب منشي عبد الماجد صاحب	١	•	•
جناب منشي عبد الحمید خانصاحب	١	•	•
جناب سید رضا علي صاحب	١	•	•
جناب نبي احمد خانصاحب	١	•	•
جناب سید عاشق علي صاحب	١	•	•
جناب ڈاکٹر محمد حسن صاحب	١	•	•
جناب عنایت حسن صاحب	١	•	•

نام	روپیه	آنه	پائی
جناب ولي الله خانصاحب	١	•	•
جناب شفقت حسن صاحب معلوي	١	•	•
جناب شیخ امام بخش صاحب	١	•	•
جناب بہاري صاحب	•	١٠	•
جناب حافظ علي حسن صاحب	•	٨	•
جناب حبیب الله خانصاحب	•	٨	•
جناب برکت علي صاحب	•	٨	•
اهلیه منشي برکات احمد صاحب	•	٨	•
جناب والدہ صاحبه عبد الصمد صاحب	•	٨	•
جناب اکرام الله صاحب	•	٨	•
معرفت جناب سعادت علي صاحب	•	٨	٦
جناب وزیر خانصاحب	•	٨	•
جناب بابو مجید احمد خانصاحب	•	٨	•
جناب منشي حکمت یار خانصاحب	•	٨	•
جناب سید انور احمد صاحب	•	٤	•
جناب نیاز احمد صاحب	•	٤	•
جناب نسے بیگ صاحب	•	٤	•
جناب احمد بخش صاحب	•	٤	•
جناب عزیز صاحب	•	٤	•
امة الحبیب صاحب	•	٤	•
جناب والدہ عزاز صاحب	•	٤	•
جناب علي احمد خانصاحب	•	٤	•
جناب مسیح الله خانصاحب	•	٤	•
جناب محبوب خانصاحب	•	٤	•
جناب چاند خانصاحب	•	٤	•
جناب ڈاکٹر یعقوب خانصاحب	•	٤	•
مدرسه نسواں - شاہ آباد	•	٤	٩
جناب امجد علي صاحب	•	٤	•
جناب مولا بخش صاحب	•	٤	•
جناب میاں جان خانصاحب	•	٤	•
جناب ظهور احمد صاحب	•	٣	٦
جناب سید کرامت علي صاحب	•	٣	•
جناب سید فضل امام صاحب	•	٢	•
جناب سید بشارت علي صاحب	•	٢	•
جناب سید شرافت علي صاحب	•	٢	•
جناب الا نبي ملازمه عبد الاحد	•	٢	•
جناب منشي احمد حسن صاحب	•	٢	•
از فرزندان حافظ علي حسین صاحب	•	٢	•
جناب هدایت شاہ صاحب	•	٢	•
جناب مختیار خانصاحب	•	٢	•
جناب هدایت الله صاحب	•	٢	•
جناب کریم الله صاحب	•	٢	•
جناب سدن صاحب	•	٢	•
جناب مظهر حسین صاحب	•	٢	•
جناب مولوي تراب علي صاحب	•	٢	•
جناب اکرام الله صاحب	•	٢	•
جناب انعام الله صاحب	•	٢	•
جناب اسد علي صاحب	•	٢	•
جناب حمید الله خانصاحب	•	٢	•
جناب بشیر الدین صاحب	•	٢	•
جناب نبي بخش صاحب	•	٢	•
جناب مدیر خانصاحب	•	٢	•
جناب زمن خانصاحب	•	٢	•
جناب سعادت علي صاحب	•	٢	•
جناب نظیر خانصاحب	•	٢	•
جناب مظهر	•	٢	•
جناب حمید الله صاحب	•	٢	•
جناب اسمعیل بیگ صاحب	•	٢	•

باقي آینده

PRINTED & PUBLISHED BY A. K. AZAD, AT THE HILAL ELECTRICAL PRTG PRLG. HOUSE, 7/1 McLEOD STREET, CALCUTTA

لا تهنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان كنتم مؤمنين (القرآن الحكيم)

الہلال

Al-Hilal,
Proprietor & Chief Editor:
Abul Kalam Azad,
7-1, McLeod street.
CALCUTTA.

Yearly Subscription, Rs 8.
Half-yearly „ „ 4-12.

ایک ہفتہ وار مصور رسالہ

مدیر مسئول و خصوصی
السید احمد ابو الکلام الدہلوی

مقام اشاعت
۷-۱ مکلاوڈ اسٹریٹ
کلکتہ

قیمت
سالانہ ۸ روپیہ
ششماہی ۴ روپیہ ۱۲

نمبر ۱۵ | کلکتہ : چہار شنبہ ۷ - ذیقعدہ ۱۳۳۱ ہجری | جلد ۳

Calcutta . Wednesday, October 8, 1913.

فہرست

تصاویر

شذرات

هموا بما لم ينالوا !

کچھہ دنوں سے مشہور تھا کہ پوشیدہ طور پر ایک جلسے کی طیاریاں ہو رہی ہیں جو دہلی میں منعقد ہوگا - اسکے صدر ہز ہائینس نواب صاحب رامپور ہونگے ' اسمیں مسلمانوں کو تعلیم دی جاے گی کہ بغاوت (جو وہ کر رہے ہیں) اچھی بات نہیں گورنمنٹ کے وفادار رہیں تو بہتر ہے -

معتبر اشخاص کی روایت سے معلوم ہوا تھا اصل مقصد جلسہ دو باتیں ہیں :

(۱) بعض اسلامی جرائد کی مخالفت -

(۲) مسٹر محمد علی اور سید وزیر حسن صاحب کے سفر کی عدم اہمیت کا اعلان -

خاص رقعے چھاپے گئے تھے - حاذق الملک حکیم اجمل خان ' نواب حاجی محمد اسحاق خان ' انریبل مسٹر شاہد حسین بیرسٹر ایٹ لا ' اسکے خاص ارکان و اساطین انجام بتلاے گئے ہیں اور قلب کے اندرونی جوش ' اور بیرونی القاء ' دونوں اجزاء معرکہ سے اس مضمون وفاداری کی ترکیب کی اطلاع ملی ہے - و لکن نحکم بالظواہر -

بعض اشخاص کو میں نے جلسے کے حالات کے متعلق تار دیے مگر انہوں نے وقت کے بعد اطلاع دی !

بہر حال ۲ - اکتوبر کو بارہ بجے دہلی میں جلسہ منعقد ہوا - نواب صاحب رامپور اسی وقت آے اور شریک مجلس ہوے -

لیکن جلسے سے زیادہ جلسے کی روداد پر اسرار ہے -

کلکتہ میں ۳ - کی صبح کو میں نے (انگلش مین) دیکھا تو اسمیں ایک تار جلسے کے متعلق شائع ہوا تھا ' اور اسکے شاندار

مداومات کی ترتیب میں دفتر انگلشمین کے غیر معمولی زحمت اٹھائی تھی - بعد یہی تار دیگر اخبارات میں بھی بھیجا گیا اور دراصل یہ وہ "سرکاری" اطلاع تھی جو جلسے کی طرف سے دی گئی تھی -

لیکن اسکے بعد ہی جاربی (امپائر) اسکا اوسکے نامہ نگار نے اپنے مشاہدات کے مطابق جو تار بھیجا تھا، اُس میں شائع ہوا تو یہ صبح کے تار سے بالکل مختلف تھا اور سرے سے جلسے کی تکمیل و برہمی ہی کے متعلق دونوں میں اختلاف تھا -

اسکے بعد ادارۂ الہلال میں مخصوص اطلاعات پہنچیں - انریبل سید رضا علی کا تار شایع ہوا - دہلی اور لاہور کے معاصرین کے نامہ نگاروں نے حالات شایع کیے - یہ سب اُس "سرکاری" اطلاع سے بالکل مختلف بل متضاد تھے، جو ۳ - کی صبح کو اخبارات میں پہنچی تھی -

جلسے کی کار روائی "سرکاری" اطلاع میں یہ بیان کی گئی ہے کہ بالاتفاق هزهائنس نواب صاحب رامپور صدر صاحب ہوے اور انہوں نے ایک تحریر پڑھی - اس تحریر کا خلاصۂ امور یہ تھا:

(۱) بعض اسلامی اخبارات کو اس طرف متوجہ کرنا چاہئے کہ وہ "معتدل اور مائل بہ صلح لہجہ" اختیار کریں -

(۲) حادثۂ کانپور کے متعلق موجودہ حالت کا خاتمہ کردیا جاے میں پسماندگان شہدا کیلیے لوکل گورنمنٹ سے وظائف مقرر کراوںگا

(۳) اس بارے میں اگر گورنمنٹ کے ساتھہ صلح امیز رویہ اختیار کیا جاے تو یقیناً مسلمانوں کی جائز خواہشوں پر حکام پوری توجہ کرینگے -

اسکے بعد انریبل میاں محمد شفیع، انریبل سید رضا علی، مسٹر حامد علی خاں، نواب مزمل اللہ خان وغیرہ کی تقریریں کیں، اور مندرجہ ذیل رزولیوشن پاس ہوا:

"یہ جلسہ صدر کی پیش بہا نصیحت کو پسند کرتا اور ان ضروریات کی اهمیت کو تسلیم کرتا ہے اور مناسب سمجھتا ہے کہ هندوستان کے تمام حصوں سے مسلمانوں کے نمائندوں کا ایک باضابطہ جلسہ منعقد کیا جاے جو ان امور کی تکمیل کیلیے تدابیر اختیار کرے"

مزید براں قرار پایا کہ هزهائینس نواب صاحب کسی قریبی تاریخ میں مجوزہ جلسے کا انتظام کریں چنانچہ انہوں نے سر راجہ صاحب محمود آباد کو تار دیا ہے کہ وہ اس جلسے کا سکریٹری ہونا منظور کریں -

افسوس کے ساتھہ کہنا پڑتا ہے کہ روداد صحیح نہیں، اور جن حضرات نے اسکی تصنیف و تدوین کی زحمت گوارا فرمائی ہے، کاش وہ سمجھتے کہ غلط بیانی اور اخفاے حقیقت کی معصیت سے نہ تو دنیا میں کامیابی خریدی جا سکتی ہے اور نہ اس چادر میں ناکامی چھپائی جا سکتی ہے -

(امپائر) اور اسکے بعد کی متواتر اطلاعات نے اس شان تبرقع و حجاب آرائی کو چند گھنٹوں سے زیادہ مہلت نہ دی، اور بالآخر تمام واقعات لوگوں کے سامنے آگئے -

سب سے پہلی بات فیصلہ طلب یہ ہے کہ یہ جلسہ جن اغراض سے کیا گیا تھا، وہ عمل میں لاے جا سکے یا نہیں؟ اور جلسہ تکمیل تک پہنچا یا برہم ہوگیا؟

اس روداد کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جلسہ پوری طرح کامیاب [illegible] جس اتفاق راے سے صدارت کی کرسی پر نواب صاحب بیٹھے، بالکل ویسے ہی اتفاق راے سے یہ رزولیوشن بھی پیش ہوا اور پاس ہوا، اور گویا اس رزولیوشن کا پیش کرنا ہی جلسہ کا مقصود اصلی تھا، جسکے حاصل کرنے میں کوئی دقت پیش نہ آئی -

چنانچہ رزولیوشن پر تقریر کرنے والوں کی جو فہرست دی گئی ہے، اسمیں مسلسل نواب مزمل اللہ خاں، مسٹر حامد علی، اور انریبل سید رضا علی کے نام دے گئے ہیں -

مگر اصل حقیقت اس کے بالکل متضاد ہے، جیسا کہ اب سب کو معلوم ہوگیا ہے - یہ جلسہ اس لیے منعقد نہیں ہوا تھا کہ نواب صاحب کے نصائح و وصایا لوگوں کو سنا دئے جائیں اور پھر ایک آئندہ جلسے تجویز کرکے جلسہ ختم ہو جاے، بلکہ اسلیے کہ اسی جلسے کو تمام مسلمانان هند کا قائم مقام جلسہ قرار دیکر انکے لیے ایک پولیٹکل نظام عمل تجویز کیا جاے - بعض اخبارات کے خلاف رزولیوشن پاس ہوں - مسٹر محمد علی کی نیابت سے اختلاف کیا جاے، اور لوگ پکاریں کہ اب نواب صاحب رامپور کو انگلستان تشریف لیجانا چاہیے -

مگر ان تمام باتوں میں سے ایک بات بھی نہو سکی - انریبل سید رضا علی اور ایک خاص جماعت بغیر بلاے جلسے میں پہنچ گئی تھی - انہوں نے نہایت زور سے اس جلسے کی مخالفت کی اور ثابت کیا کہ محض چند رؤسا کا جلسہ تمام قوم کا قائم مقام نہیں ہو سکتا - اگر ایک بہتر کسی مقام پر خوش پوشاکوں کی جمع ہو جاے تو وہ قوم کی نائب نہیں ہو سکتی - جلسے کے انعقاد سے پہلے بھی اسلامی اخبارات میں مخالفت کی صدائیں اٹھہ چکی تھیں - نتیجہ یہ نکلا کہ مخالفت کا مقابلہ نہیں کیا جاسکا اور ایک دوسرے جلسے کی تجویز کا اعتراف کیا -

اسلامی اخبارات کی مخالفت میں کوئی کاروائی نہو سکی - مسٹر محمد علی اور سید وزیر حسن کے متعلق پوری کار روائی میں ایک لفظ بھی نظر نہیں آتا - نواب صاحب رامپور کی اسلامی نیابت اور سفر انگلستان کو تو گویا ارباب جلسہ نے بالکل بھلا ہی دیا تھا -

ان حالات سے بغیر کسی بحث کے ثابت ہوتا ہے کہ جو جلسہ تجویز کیا گیا تھا، وہ منعقد نہوسکا، اور قبل اسکے کہ اپنے مقصد اصلی تک پہنچے درہم برہم ہو گیا -

اب رہی یہ بات کہ جلسے کی ناکامی کے بعد جو کار روائی کی گئی، اسکا کیا حال ہے؟ مجوزہ جلسے کا خیال کیسا ہے؟ نواب صاحب کے نصائح و وصایا کس عالم میں نظر آتے ہیں؟ تو ان کی نسبت ان شاء اللہ لکھیں گے -

البصائر

افسوس کہ البصائر شوال سے جاری نہوسکا - نئی مشینیں جو منگائی گئی تھیں، انکے لیے مکان زیر تعمیر تھا - اول تو اسمیں دیر لگی - پھر مشین روم بن گیا تو موٹر وغیرہ کے لگنے میں دیر ہو رہی ہے - پوجا کی تعطیل کی وجہ سے دفاتر بند ہیں - امید ہے کہ ذیقعدہ میں پہلا نمبر ضرور نکل جائیگا -

(منیجر البصائر)

مجلس دفاع مطابع و جرائد ہند

INDIAN PRESS ASSOCIATION.

گذشتہ اشاعت میں میں نے ایک افتتاحیہ کے ذریعہ اس تجویز کو پیش کیا تھا - اس ہفتے نہایت کثرت سے اسکی نسبت مراسلات و مکاتیب ادارۂ الہلال میں پہنچے ہیں اور جن میں سے بعض مشاہیر ملک و اکابرین ملت کی ہیں - میں القدہ انکا اقتباس شائع کرونگا - کیونکہ انسے اندازہ کیا جاسکے گا کہ پریس ایکٹ کے بیجا تشددات نے ملک میں کس درجہ بے چینی اور تشویش پیدا کردی ہے اور مطابع و جرائد کے دفاع کا خیال کس قدر بر وقت اور عام خواہش کے مطابق تھا کہ مجرد اعلان ' ہر طرف سے صداؤں نے اٹھکر اسکا ساتھہ دیا !

(آغاز عمل)

میں نے سب سے پہلے یہ تجویز انریبل (بابو سریندر ناتھہ بینرجی) اور (بابو موتی لال گھوش) ایڈیٹر (امرتا بازار پتریکا) کے سامنے پیش کی - میں نہایت متشکر و ممنون ہوں ان دونوں بزرگان ملک اور مشہور اعیان مطابع کا ' جنھوں نے ہر طرح اعانت و شرکت کا وعدہ فرمایا ' اور با وجود پوجا کی عام تقریب کے اپنا قیمتی وقت دینے کیلیے آمادہ ہوگئے -

ہم کو ایک ایسی مجلس قائم کرنی ہے جو عام اور وسیع ہو - جسمیں وہ بد بختانہ و نا مبارک تفریق نہو جو ہندو مسلمانوں کے سوال کی صورت میں ہرجگہ پیدا کی جاتی ہے - جس میں ملک کے ہر حصے سے ارباب مطابع و جرائد شریک ہوں اور کوئی حصہ ایسا باقی نہ رہے جہاں کے پریس کے قائم مقام اسمیں نہوں - پھر اسکا ایک مرکزی مقام ہو اور اسکی شاخیں تمام صوبوں میں قائم ہوجائیں - وہ بصورت آل انڈیا ایسوسی ایشن کے بھی ہو اور بصورت پراونشیل جماعت کے بھی -

اسکے لیے باہمی مشورہ و مبادلۂ آرا کی ضرورت ہے اور نہایت وسیع پیمانے پر تعاون و اشتراک عمل کی - پس ہم مجوزین نے اپنا فرض یہ سمجھا ہے کہ اپنی تجویز کو کاغذ کے صفحوں سے ایک وسیع اجتماع تک پہنچا دیں ' پھر تمام امور کا فیصلہ وہی اجتماع کر لیگا -

چنانچہ اسی غرض سے ۲ - اکتوبر کو دو بجے ایک جلسہ انڈین ایسوسی ایشن کے ہال میں قرار پایا - اسکا اعلان گو ادارۂ الہلال سے کیا گیا مگر ایڈیٹر الہلال کے علاوہ چار دیگر وقیع ترین اخباروں کے ایڈیٹروں کے بھی اسکے نیچے دستخط تھے - باتفاق عام (انریبل بابو سریندر ناتھہ بینرجی) صدر جلسہ منتخب ہوے اور کافی غور و مباحثہ کے بعد طے پایا کہ پوجا کی بڑی تعطیل کے بعد ان شاء اللہ نومبر میں ایک عظیم الشان جلسہ کلکتہ میں منعقد کیا جاے اور وہ تمام امور مہمہ کے متعلق وسائل و ذرائع عمل اختیار کرے -

اسکے بعد اس جلسے کے اہتمام و انتظام کیلیے حسب ذیل اشخاص کی ایک کمیٹی مقرر کی گئی :

(۱) انریبل بابو سریندر ناتھہ بینرجی - ایڈیٹر (بنگالی)
(۲) بابو کرشنا کمار متر ایڈیٹر (سنجیونی)
(۳) بابو موتی لال گھوش ایڈیٹر (امرتا بازار پتریکا)
(۴) مولوی مجیب الرحمن صاحب ایڈیٹر (مسلمان)
(۵) مولوی محمد اکرم صاحب ایڈیٹر (محمدی)
(۶) ایڈیٹر (بھارت متر)
(۷) ابو الکلام ... ایڈیٹر (الہلال)

(تعویق کار)

بلا استثنا یہ سب کی خواہش تھی کہ جہاں تک ممکن ہو جلد کام شروع کردینا چاہیے - لیکن ایک بڑی دقت پوجا کی بڑی تعطیل کی وجہ سے پیش آگئی ہے - جن حضرات نے اس موسم میں کلکتہ کو دیکھا ہے ' انکو معلوم ہے کہ یہ وقت تمام بنگالیوں کیلیے سال بھر میں ایک خاص وقت تفریح و تعطیل اور سیر و سیاحت کا ہوتا ہے - تمام دفاتر سرکاری بند ہوجاتے ہیں - ریلوے کمپنیاں بھی نصف کرایے کی رعایت کردیتی ہیں - اکثر لوگ شہر سے باہر چلے جاتے ہیں ' اور جو لوگ رہتے ہیں انہیں اپنے مراسم تقریب اور محافل تفریح و نشاط سے مہلت نہیں ملتی -

پس اسلیے تقریباً نا ممکن ہے کہ اس زمانے میں کوی کارروائی پہل کی جاسکے - پھر یہ بھی ہے کہ خط و کتابت اور اعلان و اشاعت کیلیے بھی جلسے سے پہلے کافی وقت ملنا چاہیے - اسلیے نومبر سے پہلے جلسے کا انعقاد یوں بھی موزوں نہ تھا

بہر حال امید ہے کہ یہ جلسہ اپنے مقصد مہم کیلیے ایک کامیاب آغاز عمل ثابت ہوگا اور اللہ تعالی کا فضل ہر حالت میں مطلوب - مندرجۂ صدر کمیٹی کا انتخاب عارضی ہے - وہ صرف انعقاد جلسہ تک ہے - اسکے بعد مجوزہ کانفرنس کا اجلاس تمام امور مہمہ کا فیصلہ خود کرلے گا -

(ایسوسی ایشن کی ضرورت)

آج ملک کا یہ حال ہے کہ اگر اسے ایک جسم فرض کیجیے تو اس جسم کا کوی حصہ زخم سے خالی نہیں - یکسر زخموں کا ایک پیکر خوں چکاں ہے ' جسمیں سر سے لیکر پاوں تک ٹیس اور ٹپک کے سوا کچھہ نہیں ہے !

درد ہے جاں کی عوض ہر رگ و پے میں ساری
چارہ گر ہم نہیں ہونے کے جو درماں ہوگا !

قومی و ملکی زندگی کی کوئی شاخ ایسی نہیں جو تمام تر محتاج عمل ' و مغاں سنج اعانت نہو - علی الخصوص مسلمانوں کیلیے تو یہ ایک اشد شدید دور مصائب و ابتلا ہے - انکی ہمت و عزم اور استقلال و غیرت کیلیے اس سے بڑھکر آزمایش کا موقعہ کبھی نہیں آیا - جو مرثیہ خوان ملت ہمیشہ " آخری وقت " کہکر غافلوں کو ڈرایا کرتے تھے ' غالباً انکا مقصود یہی وقت تھا - وہ ہندوستان سے باہر دیکھتے ہیں تو اسلامی ممالک کا ہر گوشہ ماتم کدہ نظر آتا ہے اور حیران رہجاتے ہیں کہ کس کس فریاد پر کان دھریں ' اور کس کس کی مصیبت پر آنسو بہائیں ؟ خود ہندوستان کے اندر دیکھیے تو قدم قدم پر ضرورتیں متقاضی ' مصائب فریادی ' شدائد معاں سنج ' اور عزائم کیلیے آزمایش در پیش - ابھی تعلیم سے ابھی وہ فارغ نہیں ہوے ' کوئی با قاعدہ سیاسی تحریک گویا شروع ہی نہیں ہوی ' مسلم یونیورسٹی کی طرف سے دل ٹوٹ چکے ہیں ' ندوہ کا خاتمہ سامنے ہے - باہر کے چندوں کی فہرستیں اب تک کھلی ہوی ہیں - لاکھوں مہاجرین کی خانماں بربادی کے مناظر سامنے ہیں اور دار الخلافۂ اسلامی پر ابتک امن و صلح کا دور شروع نہیں ہوا -

ان سب پر مستزاد حادثۂ فاجعۂ کانپور ' جسکے زخم نے تمام پچھلے زخموں کی ٹیس بھلا دی - ابتک اسکی مسجد مقدس کے محراب و منبر اپنی حالت زار پر مرثیہ خوان ہیں ' اور زندان مصائب کے اندر ایک سو چھہ فرزندان اسلام ہیں ' جنکے ہاتھوں میں اس جرم پر ہتھکڑیاں پہنا دی گئی ہیں کہ انھوں نے تعمیر مسجد مقدس الہی کیلیے ۳ - اگست کو اینٹیں چنی تھیں !

خدا گواہ کہ گر جرم ما ہمیں عشق ست
گناہ گبر و مسلماں بجرم ما بخشند !

ہماری مصیبتوں کی یہ ایک فہرست خونیں ہے جو نظروں کے سامنے ہے ' اور آلام و غموم کا ایک حصار تاب گسل ہے جس نے چاروں

طرف سے گھیر لیا ہے - پھر کس کس زخم پر پٹی باندھیں؟ اور کس کس مرض کیلیے نسخۂ شفا لکھوائیں؟

تن ہمہ داغدار شد پنبہ کجا کجا نہم؟

تاہم اگر غور کیجیے تو ان تمام زخموں کے لیے کوئی ایک مرہم ہوسکتا ہے تو وہ یہی انجمن "دفاع مطابع و جرائد ہند" کی تاسیس ہے - مسلمانوں میں جو نئی زندگی اور بیداری گذشتہ تین سال کے اندر پیدا ہوگئی ہے اور پھر توفیق الہی نے تنبہ و اعتبار کے مسلسل و پیہم اسباب فراہم کرکے اسکو اس درجہ تک پہنچا دیا ہے کہ کسی کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا، وہی صرف ایک رشتۂ آخری ہے جو ان تمام مایوسیوں میں امید کا چراغ روشن کرتی اور یقین دلاتی ہے کہ یہ سفر بغیر کسی منزل مقصود تک پہنچائے نہیں رہیگا، اور ہجوم آلام و مصائب کے اس شب تاریک، بیم موج اور گرداب حائل میں کبھی نہ کبھی ساحل مراد نظر ہی آجائگا:

وما ذلک علی اللہ بعزیز!

لیکن یہ آثار حیات، یہ علائم تیقظ و بیداری، یہ حرکت و جستجوے مقصود، یہ جد و جہاد حق و صداقت، اسی وقت تک ہے، جب تک کہ افکار و آرا کو فرصت نشر و اعلان، اور مطبوعات و جرائد کو حریت اشاعات و اظہارات حاصل ہے - جب تک سوتوں کو جگایا، اور بے خبروں کو ہشیار کیا جا سکتا ہے، جس وقت تک صدائیں کھل کر بلند ہو سکتی ہیں، اور قلم بغیر کسی مراقبۂ مستبدہ حق و صداقت کا ساتھ دیسکتا ہے -

لیکن اگر پریس کی آزادی کا خاتمہ ہوگیا جیسا کہ ہو رہا ہے، تو پھر نہ تو اصلاح و طلب حقوق کو قیام ہے، نہ اظہار صداقت اور دعوت حق و حریت کی راہ باز - نہ مصائب اسلامی پر رنج و غم کے آنسو بہ سکتے ہیں اور نہ فرزندان اسلام کی خانماں بربادیوں پر دلوں کو آہ و فغاں کی اجازت ہے - ملک کی تمام مصیبتیں لا علاج، اور ملکی فلاح و ترقی کیلیے حصول امن و آرامی خواب و خیال - آج اسلام کے ماتم کدوں میں سب سے زیادہ ماتم و فغاں سنجی مسجد کانپور اور اسکے شہداء مقدسین و مجروحین کی قربانیوں پر ہے، لیکن اگر پریس کے حقوق کا قانونی دفاع نہ کیا گیا تو پھر کون مساجد کی فریادوں کی ترجمانی کریگا؟ کون قہر و جبر کی دست درازیوں پر شکوہ سنج فریادی ہوگا؟ اور کیونکر ملک و قوم کو اپنے آلام و مصائب کے اظہار کا موقع ملے گا؟ -

پس فی الحقیقت مطبوعات و جرائد کے حقوق کا حفظ و دفاع اولین فرض ملک و ملت ہے اور اسکی اپیل سب سے زیادہ ہماری قوتوں کے اتفاق کی مستحق اور صرف وقت و مال کی احق ہے - ہندوستانی پریس کا نظم و استحکام اور اتحاد و تعاون بھی اسی کے ذریعہ ہو سکتا ہے - یہ کیسے افسوس کی بات ہے کہ جس ملک میں حیوانات تک کے حقوق کی محافظت کیلیے انجمنیں قائم ہوں، وہاں مطابع و جرائد کی حفاظت کیلیے چند نفوس و افراد کی ایک جمعیۃ بھی نہو؟

الہلال اگر اپنی ضمانت کا بار قوم کے سر ڈالتا تو احباب و معاونین کے لطف و کرم سے مطلوبہ رقم ہی نہیں بلکہ اس سے چہار چند رقم چند دنوں کے اندر جمع ہو جاسکتی تھی، مگر اس نے ایسا نہیں کیا - ابتدا سے اسکا اصول کار یہ رہا ہے کہ اپنی سالانہ قیمت کے سوا (کہ وہ بھی بلحاظ اسکے مصارف کے نصف قیمت سے زیادہ نہیں) اور کسی شے کا وہ قوم سے طالب نہیں ہوا -

لیکن اب کہ یہ تمام سرمایہ ایک اہم ترین ملکی غرض کیلیے وقف کردیا گیا ہے، وہ کچھہ حرج نہیں دیکھتا کہ صداے اعانت بلند کرے - اللہ کے فضل سے امید ہے کہ انعقاد جلسۂ مجوزہ سے پہلے وہ ضمانت الہلال کے نام سے ایک گرانقدر رقم مہیا کر سکے گا - فالسعی منی والاتمام من اللہ تعالی -

افکار و حوادث

ہموا بما لم ینالوا

(۹ : ۷۵)

ہمیں دو ہفتے پیشتر سے بعض امور کی اطلاع تھی، اور متعدد موثق ذرائع سے شملہ و رامپور سے انکی نسبت مفصل تحریریں دفتر میں پہنچ چکی تھیں - مگر ہم ہمیشہ واقعات کے ظہور کا انتظار کرتے ہیں اور ارادوں اور نیتوں کے معاملات کو عفو و درگذر کا مستحق سمجھتے ہیں -

مومن کو چاہیے کہ اپنے اندر اخلاق الہی پیدا کرے: " تخلقوا باخلاق اللہ! " -

اللہ کے اخلاق کا یہ حال ہے کہ اس نے ہمارے ارادوں اور نیتوں کی لغزشوں کو معاف کردیا ہے، اور جزا و سزا کا احتساب صرف اعمال جوارح و جسم پر مترتب ہوتا ہے -

سورۂ بقر میں یہ آیت جب نازل ہوئی:

وان تبدوا ما فی انفسکم او تخفوہ یحاسبکم بہ اللہ (۲ : ۲۸۴)	تمہارے دلوں کے اندر جو جو باتیں ہیں خواہ تم انکو ظاہر کرو یا چھپاؤ، لیکن اللہ کے علم سے تو مخفی نہیں، وہ ان سب کا تم سے حساب لیگا -

تو صحابۂ کرام بہت غمگین ہوے کہ خطرات قلب اور حدیث نفس کا احتساب مشکل ہے - نہیں معلوم کس وقت کیسا خیال گذرے اور قیامت کے دن اسکا جواب دینا پڑے؟ اسپر اسی رکوع کی یہ مشہور آیۂ کریمہ نازل ہوئی:

لا یکلف اللہ نفسا الا وسعہا - (۲ : ۲۸۶)	اللہ تعالی کسی انسان پر تکلیف شرعی قائم نہیں کرتا مگر وہاں تک کہ اس کے بس اور قدرت میں ہے -

اعمال کی طرح خیالات کی نگہداشت بغیر توفیق الہی کے ممکن نہیں اور اسمیں انسان مجبور ہے -

البتہ منافقین اس سے مستثنی ہیں کہ انکا کفر انکے دل ہی میں ہوتا ہے، گو ظاہر میں ایمان کے مدعی ہوتے ہیں -

---

پس ہم بھی ہمیشہ اعمال و واقعات پر نظر رکھنا چاہتے ہیں اور اس وقت تک کچھہ پروا نہیں کرتے، جب تک کہ ارادے عملی ظہور تک نہیں پہنچ لیتے -

اگر ایسا نہو تو پھر نقد و اختبار کا پیمانہ نہایت تنگ ہوجاے - ہم کو تو ایسے لوگوں کی خبر ہے جو شب کو بستروں پر لیٹتے ہیں تو ان ارادوں اور خیالوں میں ہوتے ہیں، جن میں سے اگر ایک ارادے کو بھی تکمیل و ظہور کی خدا مہلت دیدے، تو تمام مسلمانوں کے گھر شیطانوں کی بستیاں بن جائیں اور ایک مسلم بھی دنیا میں نہ ملے جو کفر کی لعنت سے آزاد ہو -

لیکن یہ اللہ کا لطف و فضل ہے کہ وہ ان منافقین و دجالین اور مفسدین خاسرین کے ارادوں کو ہمیشہ ناکام رکھتا ہے اور انہیں کبھی مہلت نہیں ملتی کہ اپنی نیات فاسدہ و اقدامات مفسدہ کو عمل و ظہور تک پہنچا سکیں!

ولولا فضل اللہ علیک ورحمتہ لہمت طائفۃ منہم ان یضلوک،	"اور اگر اللہ تعالی کا فضل اور اسکی رحمت تمہارے شامل حال نہ ہوتی تو ان لوگوں میں ایک گروہ تو تم کو

بچیں یہ کہہ رہا ہے کہ "ہم بے قصور ہیں"!

۱۰۳ انسب کو جو ۴۰ دن کی گرفتاری کے بعد رہا کیے گئے -

مسجد کانپور اور اے - بی روڈ

اس تصویر میں مسجد اور مندر دونوں دکھلائے گئے ہیں -

یالیتنی مت قبل ھذا ، وکنت نسیاً منسیا!

مسجد کانپور کا ایوان عدالت، حادثۂ خونیں ۳-اگست کے بعد

آگے سامنے صحن کا محراب ہے - اسکے دونوں جانب خون کے دھبے - اسکی سیڑھی پر اینٹ کے ڈھیلے ہیں -

مسجد مقدس کانپور متنازعہ فیہ حصے کے انہدام کے بعد

دائیں جانب آگے سامنے دیوار گری ہوئی اور صحن کھلا نظر آ رہا ہے -

مسلم گزٹ لکھنؤ

(۲)

اس واقعہ کے دو پہلو ہیں :

(۱) گورنمنٹ کے ایک حاکم نے مالک مسلم گزٹ کو اسکے لیے مجبور کیا یا نہیں کہ وہ ایڈیٹر کو علحدہ کردے ؟

(۲) مالک مسلم گزٹ کا مولوی صاحب سے رویہ اور ادعاء حریت و حق پرستی کا حشر -

سب سے پہلے امر اول کی نسبت غور کیجیے - پھر سمجھہ میں نہیں آتا کہ آنریبل مسٹر برن کو کیونکر سمجھایا جائے کہ لفظ " جواب " کا جو مطلب انہوں نے اپنے ان عجیب و غریب جوابات سے ظاہر کیا ہے ' وہ اس مطلب سے بالکل مختلف ہے جو ہر زبان کی لغت میں مسطور ہے ' اور ہر زبان کا بولنے والا نقل کرتا ہے - سوال کا منشا یہ تھا کہ مجسٹریٹ نے مالک مسلم گزٹ پر ایڈیٹر کی علحدگی کیلیے زور ڈالا یا نہیں ' اور ڈالا تو کس قانون کی بنا پر ؟

اسکا جواب صرف یہی ہوسکتا تھا کہ یا تو وہ واقعہ سے انکار کریں یا اسکی وجہ بتلائیں ' مگر وہ کہتے ہیں کہ " سوال میں پورے واقعات نہیں بیان کیے گئے " پھر بتلاتے ہیں کہ وہ " پورے واقعات " یہ ہیں کہ مالک مسلم گزٹ کی ایک تحریر کا ترجمہ موجود ہے - لیکن اس تحریر کا وجود خود اس امر کی علانیہ شہادت دیتا ہے کہ مالک مسلم گزٹ اور مسٹر فورڈ میں ایڈیٹر کی علحدگی کا تذکرہ آیا ہے اور وہ کوئی تحریر اس سے لکھواکر اپنے قبضہ میں لے رہے ہیں - یہ اس بات کے ثبوت کیلیے کافی ہے کہ مسٹر فورڈ نے مالک مسلم گزٹ پر زور ڈالا ' کیونکہ اگر ایسا نہ ہوتا تو یہ تحریر وجود ہی میں کیونکر آتی ' اور ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کی میز سے صعود کرکے کونسل ہال کی میز تک کیونکر مرتفع ہوتی ؟

اسکے علاوہ خود اس تحریر ہی میں یہ جملہ بصراحت موجود ہے کہ " آپکی تحریز کے مطابق " میں ایڈیٹر کو علحدہ کیے دیتا ہوں - پھر اسکے بعد اس امر کے ثبوت کیلیے اور کیا باقی رہجاتا ہے کہ مسٹر فورڈ نے مالک مسلم گزٹ پر اس بارے میں زور ڈالا تھا ؟

البتہ بعض الفاظ ہیں جنکے معانی ہمیشہ ایسے موقعوں پر ایک خاص اصطلاح کے ماتحت آجاتے ہیں - اگر کوئی حاکم کسی بارے میں نہایت ہی سخت زور ڈالے اور اپنے اقتدار سے کام لے ' تو اسکا نام یہاں کی اصطلاح میں " راے " اور " خواهش " سے زیادہ نہوگا - کوئی حاکم اپنے حاکمانہ اقتدار سے کام لیکر کیسی ہی سخت مداخلت کرے ' لیکن مداخلت کا نام ہمیشہ یہاں " مشورہ دینے " کے ہیں -

پھر سوال نہ ہے کہ اس تحریر کے پیش کرنے کے بعد وہ کون سا جواب تھا جو آنریبل سید رضا علی کو ملنا ؟ اسکے بعد بھی تو یہ سوال بدستور باقی ہے کہ ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ نے کس قانون کی بنا پر ایسا کیا ؟

اس تحریر نے بالکل پردہ اٹھا دیا - لطف یہ ہے کہ خود انہوں نے ہی پردہ اٹھایا جسے امید بالکل برعکس تھی - واقعہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ جس ملاقات میں مالک مسلم گزٹ سے علحدگی کیلیے کہا گیا ہے اور جس کی صحیح و اصح خبر مجھے ملی تھی ' اسی ملاقات میں یہ تحریر بھی لکھوا لی گئی ' تا کہ نادان و کمزور مالک مسلم گزٹ اچھی طرح پھنس جاے -

ہر حاکم کو جسے قانون نے عدالتی اختیار دیے ہوں ' پورا حق حاصل ہے کہ جس کسی پر چاہے ' مقدمہ قائم کرے ' اور پھر جوڈیشل اور ایگزیکٹیو اختیارات کی یک جائی کی وجہ سے جس طرح چاہے اسکا فیصلہ بھی کردے - لیکن یہ اختیار تو اب تک قانون کی مجلدات میں درج نہیں کیا گیا ہے کہ وہ کسی شخص کو بلا کر غیر با قاعدہ اور غیر قانونی طور پر دھمکاے اور اس سے وہ کرانا چاہے جو قانون وقت بھی نہیں کرسکتا ؟

ایڈیٹر کو بھی بعض حالتوں میں مثل پرنٹر و پبلشر کے سزا دی جا سکتی ہے ' لیکن مجبور کرکے دفتر سے نکالا نہیں جاسکتا - اسکی مثال بد بختی سے مسلم گزٹ ہی نے قائم کی -

معاملے کا دوسرا پہلو مالک مسلم گزٹ کے متعلق ہے ' اور افسوس ہے کہ انکے ساتھہ ہمدردی کرنے کا پہلو کسی طرح مشورہ نہیں دیا جاسکتا - وہ ایک طرف حریت و صداقت اور جان نثاری و مدریت کے اظہارات سے لوگوں کو طرح طرح کی توقعات میں مبتلا کرنا چاہتے ہیں ' دوسری طرف اس تحریر میں نہایت ذلت اور عاجزی کے ساتھہ اپنے قصوروں کیلیے معافی خواہ رہے ہیں ' اپنے تئیں ایڈیٹر کے آگے عاجز بتلاتے ہیں ' اور لکھتے ہیں کہ میں تعمیل حکم اور معذرت خواہی کیلیے طیار ہوں !

کچھہ مضائقہ نہ تھا اگر انکا اصلی خیال یہی ہوتا - کوئی حرج نہ تھا اگر وہ ازادانہ نکتہ چینی کے مخالف ہوتے - اعتدال اور احتیاط کا ملحوظ رکھنا کوئی قابل اعتراض و تذلیل بات نہیں ہے - لیکن ایسی حالت میں ضرور تھا کہ وہ اپنے تئیں حکام کے اثر سے آزاد رکھتے اور اپنے طور پر جو چاہتے کرتے - انکو فوراً ہر ایسی خواهش کے جواب میں صاف صاف کہدینا تھا ' کہ اگر آپ مقدمہ قائم کرنا چاہتے ہیں تو شوق سے کیجیے - جب اس کام کو اختیار کیا ہے تو کب تک عدالت کے نام سے کانپیں گے ؟ لیکن آپکو اسکا کیا حق ہے کہ مجھسے تحریر لکھوائیں ' میرے انتظامی امور میں دخل دیں ' اور کسی شخص کو مجبور کریں کہ وہ دفتر چھوڑ کر چلا جاے ؟

مسلم گزٹ غالباً آجکل میں بالکل بند ہوجائیگا مگر ان حالات کے بعد اسکا بند ہو جانا ہی بہتر ہے - قوم کی ازادی و حق پرستی کی تحریک میں اگر جان ہے تو اسے اسطرح کے سینکڑوں اخباروں کے بند ہونے کی ذرہ برابر پروا نہیں - یہ واقعات سوا اسکے کہ استبداد کی یادگاروں میں تعداد کا اضافہ کرتے رہیں ' اور کوئی اثر نہیں ڈال سکتے -

یہاں تک لکھہ چکا تھا کہ معلوم ہوا ' مسلم گزٹ بند ہوگیا ہے اور ایک ماتمی اور الوداعی تحریر شائع کی گئی ہے جس میں لکھا ہے کہ ہم مجبور ہیں - ہم نے جو کچھہ اپنی اُس تحریر میں لکھا تھا جو کونسل کے جواب میں دکھلائی گئی ' اور پھر جو کچھہ اخبار میں لکھا ' اسمیں کوئی تناقض نہیں - حکام کا دماغ اظہار حق سے بیزار رکھتا ہے اور خوشامد ہم سے بن نہیں آتی وغیرہ وغیرہ - پس اسکے سوا چارہ نہیں کہ اخبار بند کردیں - انا للہ و انا الیہ راجعون -

مسلم گزٹ اگر بند کردیا گیا تو بہت سے اخبار نکلتے ہیں اور بند ہوتے ہیں ' اور ہر زندگی کیلیے موت کبھی نہ کبھی وقت آتی ہی ہے - مگر افسوس یہ ہے کہ مسلم گزٹ تو بند ہوگیا لیکن اپنی جگہ اپنی ایک ایسی مہلک نظیر چھوڑ گیا جس کے نقصان کا کوئی اندازہ نہیں کیا جاسکتا -

بہتر تھا کہ مسلم گزٹ نہ نکلتا ' کیونکہ اسکی اشاعت سے جس قدر فائدہ ہوا تھا ' اس سے زیادہ اسکے مرض الموت سے نقصان پہنچا '

اگرچہ موت سے نہیں ' کیونکہ اس مذبذبی و مسموم مرض کے بعد اسکا مرجانا ہی بہتر تھا -

مالک مسلم گزٹ کو معلوم ہونا چاہیے کہ مسلم گزٹ کی موت کی پوری ذمہ داری خود انہیں پر ہے - حکام کا جبر و تشدد کہاں نہیں ہے اور کہیں نہ ہو ؟ کیا انہوں نے مسلم گزٹ کو اس امید پر نکالا تھا کہ حکام اسکو اپنے بچوں کی طرح اپنی گودیوں میں کھلائیں گے ؟ کیا انکو یہ امید تھی کہ ہمیشہ حکام کی طرف سے انکی راہ میں سہولتیں بہم پہنچائی جائیں گی ؟ کیا وہ اس وہم و خبط میں تھے کہ مسلم گزٹ کیلیے ڈپٹی کمشنر صاحب لکھنؤ اڈیٹری منیجر کی خدمت انجام دینگے ؟ یہ تو اول روز سے کھلی ہوئی بات تھی کہ مسلم گزٹ جس روش پر چلانا چاہتا ہے وہ حکام کو پسند نہیں ' ہر آن و ہر لمحہ اسکے تمام ارکان کو سخت سے سخت آزمایشوں کیلیے مستعد رہنا تھا اور ہر وقت ان باتوں کی بلکہ ان سے بھی زیادہ شدائد کی توقع رکھنی تھی ' جو کہ پیش آئیں - پھر اگر ان دنوں اور مشکلوں کے مقابلے کی طاقت نہ تھی تو کس نے مدت کی تھی کہ آزادی کا دعوا کیجیے اور مسلم گزٹ نکالیے ؟

سمندر طغیانی پر ہے - موجیں پہاڑ کی چوٹیوں تک اچھل رہی ہیں - آسمان پر ایک دوسرا سمندر ہے جو بہہ رہا ہے - پھر اگر کشتی چلانے والے ہونگے تو اسی حالت میں چلا کر کنارے تک پہنچا دینگے - انکے لیے ایک پرسکون و پرامن سمندر قیا نہیں پیدا کیا جائیگا -

اصل یہ ہے کہ مسلم گزٹ کے نکلنے اور پھر اس میدان میں آنے کی بھی ایک تاریخ ہے اور لوگوں کو معلوم نہیں - یہ بھی عجیب اتفاق ہے کہ مسلم گزٹ نکلا اور اس سے قدرت نے وہ کام لیا جس کا کسی کو سان و گمان بھی نہ تھا - ضرورت ہے کہ اب اسکو لکھا جائے اور بوقت فرصت لکھونگا -

سب سے زیادہ افسوس اس پر ہے کہ بغیر کسی علانیہ کارروائی اور باقاعدہ قانونی حملے کے ' پریس کے حریف ایک وضع الاشاعۃ اخبار کو بند کرادینے میں کامیاب ہوگئے ' اور اس طرح بد ترین مثال جو قائم ہوسکتی تھی ' ہوگئی -

اگر میر جان صاحب سے کہا گیا تھا کہ ہم مقدمہ چلائیں گے تو کونسی قیامت آگئی تھی ؟ اسمیں عاجزی کرنے اور گڑگڑانے کی کونسی بات تھی ؟ صاف کہدیتے کہ مقدمہ قائم کیجیے اور قانون کے مطابق کارروائی کیجیے - پھر یا تو باقاعدہ کارروائی ہوتی اور وہ ہر حال میں موجودہ حالت سے ہزار درجہ بہتر تھی ' اور یا پھر سر دست ملتوی رکھی جاتی اور بحالت موجودہ یہی اغلب تھی جیسا کہ خود میر صاحب کو معلوم ہے -

لیکن وہ دھمکی سے ڈر گئے اور بغیر کسی زحمت و مشقت کے وہ سب کچھ کردیا ' جس کا کرنا پریس کے حریفوں کے لیے آسان نہ تھا -

اخبار بند کرنے کی بڑی وجہ یہ بتلائی گئی ہے کہ اگر اخبار جاری رکھا جائے تو حکام کی سختی سے اب اسمیں اصلی روح حریت باقی نہیں رہیگی - اور ایسی حالت میں بہتر ہے کہ بند ہی کردیا جائے -

اسمیں کچھ شبہ نہیں کہ اگر ایک شخص اپنے ضمیر و ایمان کے ساتھہ کام کرنے کا موقعہ نہیں پاتا تو اسکے لیے یہی بہتر ہے کہ کام ترک کردے - اپنے تئیں استبداد حکام سے محصور پاکر اگر میر صاحب نے مسلم گزٹ کو بند کردیا تو یہ بہت اچھا کیا - لیکن افسوس ہے کہ اگر یہی کارروائی چند ہفتے پیشتر کی جاتی تو یہ تمام واقعات پیش ہی کیوں آتے ' جنکی بدولت ایک بد ترین مثال حکام کے سامنے آگئی ہے ؟

جب میر صاحب کو بلا کر مجبور کیا گیا تھا کہ وہ معافی مانگیں اور ایڈیٹر کو علحدہ کردیں ورنہ انپر مقدمہ چلایا جائیگا ' تو فی الحقیقت اس " جنازہ " کے اٹھانے کا اصلی وقت وہی تھا ' نہ کہ اسکے بعد -

انکو سونچنا چاہیے تھا کہ مجبوری حالت کس طرح کی زندگی کیلیے موزوں نہیں ہے جو اخباروں کیلیے مقدمات و عتاب حکام و فشار عدالت میں صرف ہو - پس معافی نامہ لکھنے ' ایڈیٹر کو فوراً علحدہ کرنے ' حکام کی غیر باقاعدہ و قانون مداخلت کی ایک مثال قائم کرنے کی جگہ ' بہتر ہے کہ مسلم گزٹ ہی بند کردیا جائے -

اگر وہ ایسا کرتے تو ضرور ہم سب کی ہمدردی کے مستحق ہوتے - بعض لوگ کہتے کہ ڈر گئے اور پرچہ بند کردیا ' مگر صاحبان عقل سمجھتے کہ دنائت موجودہ نکلنے سے اسکا نہ نکلنا ہی بہتر تھا اور کیا ضرور ہے کہ ہر شخص اپنے تئیں مخمصوں میں گرفتار کرائے ؟

اصل یہ ہے کہ وہ گھبرا گئے - اب اسکے سوا چارہ نہیں کہ ہم سب انہیں معاف کردیں - لیکن افسوس کہ انکی قائم کردہ مثال کے نتائج کبھی قوم کو معاف نہ کرینگے !

اعـلانـات

انجمن ہدایت الاسلام دہلی کا چوتھا سالانہ جلسہ بتاریخ ۱۰ - ۱۱ - ۱۲ ذیقعدہ سنہ ۱۳۳۱ ھجری مطابق ۱۱ - ۱۲ - ۱۳ اکتوبر سنہ ۱۹۱۳ ع یوم شنبہ - یکشنبہ - دوشنبہ بمقام دہلی باڑہ ہندو راؤ منعقد ہوگا - معزز علماء کرام اور واعظین دور دور سے مدعو کیے گئے ہیں -

(از جانب) :

ابو محمد عبد الحق حقانی سرپرست - حاجی محمد اسحق سوداگر ناظم و حاجی عبد الصمد نائب ناظم - پیرزادہ محمد حسین جج پنشنر نائب سرپرست - محمد حسن خاں عرف نواب خضر پنشنر تحصیلدار نائب ناظم - نظام الدین احمد سفیر و مہتمم انجمن -

(موتمر سے تیسرا خط) اس سلسلے کے متعلق الہلال میں ریویو کیا جا چکا ہے - اب اسکا تیسرا ٹکڑا بھی شائع ہوگیا ہے - مولوی شرف الدین احمد صاحب ریاست رامپور کے پتے سے ملسکتا ہے -

آریہ سماج کے بانی مہرشی سوامی دیانند سرسوتی جی کی یادگار میں حسب معمول اخبار پرکاش لاہور کا رشی نمبر دیوالی کے موقعہ پر ۲۴ - اکتوبر سنہ ۱۹۱۳ ع کو بڑی آب و تاب سے شائع ہوگا - جس میں بلا لحاظ مذہب و ملت ہندوستان کے برگزیدہ اصحاب اور مشہور و معروف اہل قلم کے زبردست مضامین (نظم و نثر) رشی جیون اور آن کے کام کے متعلق درج ہونگے - پرچہ کو ہر پہلو سے مفید اور دلچسپ بنانے کی غرض سے اس سال پانچ انعام مشتہر کیے گئے ہیں - پندرہ روپیہ اس شخص کو دیا جائیگا - جو رشی دیانند کے متعلق صحیح و اقفیت بہم پہنچائیگا - پندرہ اور دس روپیہ کے دو انعام دو عمدہ نظموں کے لیے دیے جائیں گے - چوتھا انعام پندرہ روپیہ کا اس شخص کی نذر ہوگا - جو رشی جیون کے متعلق نہایت اعلی ڈراما یا کہانی لکھکر بھیجیگا - پانچواں انعام پندرہ روپیہ کا نقد یا تمغہ کی صورت میں اس شخص کو دیا جائیگا - جو رشی نمبر کے ایک ہفتہ بعد تک سب سے زیادہ پرکاش کے خریدار بنائیگا - (خریداروں کی تعداد بیس سے کم نہیں ہونی چاہیے) قیمت ڈیڑھ آنہ (۱۰) ہوگی - فی سینکڑہ ۹ روپیہ ۸ آنہ

آپ کا داس

کرشن بی - اے - ایڈیٹر پرکاش - لاہور

۷ ذیقعدہ ۱۳۳۱ ہجری

مساجد اسلامیہ اور خطبات سیاسیہ

اسلام میں مساجد کی حیثیت دینی

انجمن اسلامیہ لاہور کا رزولیوشن

(۱)

اجعلتم سقایة الحاج و عمارة المسجد الحرام کمن امن باللہ و الیوم الاخر و جاهد فی سبیل اللہ ؟ لا یستون عند اللہ - و اللہ لا یهدی القوم الظالمین - (۹ : ۱۹)	کیا تم لوگوں نے حاجیوں کو پانی پلانے اور مسجد کے آباد رکھنے کے کام کو اُس شخص کے کاموں جیسا سمجھ لیا ہے ' جو اللہ اور روز اخرة پر سچا ایمان لایا اور اللہ کی راہ میں جہاد کرتا ہے ؟ اللہ کے نزدیک تو یہ دونوں برابر نہیں ہوسکتے - اور پھر وہ ظلم کرنے والوں کو کبھی راہ راست نہیں دکھلاتا -

(و اغلظ علیہم !)

مجھکو تمام دنیا کی طرح معلوم ہے کہ صبر و تحمل اور ضبط و حزم بہر حال غیظ و غضب اور عجلت و بے صبری سے بہتر ہے ' میں جانتا ہوں کہ تسامح و روا داری اور نرمی و لینة کی انسانی قلوب پر حکومت ہے ' اور سختی و خشونت انسان کے ملکوتی خصائل کی فہرست میں داخل نہیں - میں نے قران کریم میں پڑھا ہے کہ جب ایک داعی حریت اور مجاہد فی سبیل الحق کو خدا نے مصر کے شخصی فرماں روا کے پاس بھیجا تھا تو کہا تھا " و قولا له قولا لینا " - میں دنیا کے اُس سب سے بڑے شخص کی نسبت بھی سن چکا ہوں جسکو کہا گیا تھا کہ " فبما رحمة من اللہ لنت لهم ' و لو کنت فظاً غلیظ القلب ' لانفضوا من حولک (۱)

اور پھر الحمد للہ کہ اپنے رب کریم کی بخشش سے صبر کی طاقت اور تحمل کی عادت بھی رکھتا ہوں -

تاہم بعض موقعے ایسے ہیں ' جہاں پہنچ کر میری طاقت صبر جواب دیدیتی ہے - سررشتۂ تحمل بے اختیار ہاتھہ سے چھوٹ جاتا ہے - میں اللہ کی رحمت و عفو کو بھول جاتا ہوں - از فرق تا بقدم اسکے قہر و غضب اور غیظ و جلال کی چادر اوڑھ لیتا ہوں - پھر میری قدرت سے باہر ہوتا ہے کہ اپنے غصہ کو ضبط کروں - میری زبان میرے قابو میں نہیں رہتی - وہ اسکو دیکھتی ہے جو کہ رحمن و رحیم ہے لیکن قہار و جبار بھی ہے !

صبر کی پہلی حالت اگر " قولا له قولا لینا " (اے موسی و ہارون ! فرعون کے ساتھہ نرمی سے گفتگو کرنا) کے تابع تھی ' تو یہ دوسری حالت " و اغلظ علیہم " (اے پیغمبر ! دشمنان حق کے ساتھہ راہ حق میں نہایت سختی کرو !) کے ماتحت ہوتی ہے -

(جہل و ادعا)

ان مواقع مہیجہ اور مناظر صبر ربا میں سے ایک سب سے بڑا ناقابل تحمل موقعہ وہ ہوتا ہے ' جب دیکھتا ہوں کہ جہل مذہب کے ساتھہ علم مذہب کا دعوا کیا جاتا ہے ' اور وہ لوگ ' جو اسلام سے وہی نسبت رکھتے ہیں جو ایک جاہل مریض کو علم طب سے ہوتی ہے ' مدعیانہ باہر نکلتے ہیں اور اسلام کی طرف اُس چیز کو نسبت دیتے ہیں ' جس سے حاشا کہ وہ پاک و بری ہے -

میں انسانی جہل و عصیاں کے سخت سے سخت مناظر پر خاموش رہ سکتا ہوں ' لیکن ایک لمحہ کیلیے بھی مجھہ سے یہ نہیں ہوسکتا کہ اسلام کے متعلق جہل و بے خبری کے ساتھہ دعوا کیا جاے اور میرے قلم و زبان سے کسی طرح کی بھی نرمی و درگذر ایسے لوگوں کے حصے میں آے - اگر ایک شخص جاہل ہے تو اسپر سب کو افسوس ہوگا لیکن غصہ کسی کو بھی نہیں آئیگا ' لیکن جو شخص با وجود جہل مطلق کے ' کسی شے کے متعلق عالمانہ و مدعیانہ اپنی نمایش کرتا ہے ' تو اسکا گناہ جہل نہیں ہے بلکہ ابلیسیانہ تمرد و سرکشی ہے ' اور پھر اسکو ذلت و حقارت کے سوا اور کچھہ نہیں مل سکتا -

(المرشدون الجاهلون)

ہماری بد بختی نے خود ہماری بربادیوں کے سامان کر دیے ہیں - قوم کے قدرتی پیشوا علماء مذہب تھے - اگر قران مسلمانوں کی دینی و دنیوی فلاح کا جامع ہے تو جس جماعت کے پاس قران کا علم ہوگا ' وہی ملت مرحومہ کی دینی و دنیوی پیشوائی کی اہل ہوگی - لیکن ہمارا مرض پاؤں میں نہیں بلکہ دماغ میں ہے - ہمارے پاؤں میں لنگ نہیں ہے مگر دماغ میں قوة ارادہ باقی نہ رہی - علما نے اپنے فرائض کو سب سے پہلے خیرباد کہا ' اور پھر انہی کی ضلالت سے قوم کی تمام گمراہیوں کی توالد ہوئی -

اب حالت یہ ہے کہ ایک گلہ ہے جس کا کوئی چرواہا نہیں - نئے لوگ مسند پیشوائی پر بیٹھے ہیں - انکا جہل مرکب اور نفس خادع جو کچھہ انکے قلب پر القا کرتا ہے ' اُسی کو اسلام کی طرف منسوب کر دیتے ہیں - ہر شخص جو قلم پکڑ سکتا ہے شیخ الاسلام ہے ' ہر اخبار کا ایڈیٹر جو چند آدمیوں کا وقت خرید سکتا ہے مفسر قرآن ہے - ہر انگریزی داں ' ہر خطاب یافتہ ' ہر سیکریٹری ' ہر مقرر ' حق رکھتا ہے کہ اپنے ہر القاء شیطانی کو تعلیم اسلامی قرار دے ' اور اپنے ہر ہیجان نفسانی کو اجتہاد دینی سے تعبیر کرے : الا انہم ہم المفسدون و لکن لا یشعرون (۲ : ۱۲)

پھر یہ کون ہیں جو ہمارے سامنے آے ہیں اور اپنے احکام و اوامر ہم پر نافذ کرتے ہیں ؟ ان میں سے کتنے ہیں جنہوں نے علوم دینیہ کی تحصیل کی ہے ' اور کتنے ہیں جنکو قرآن و سنت کی خبر ہے ؟ جہل مطلق کے سوا کیا ہے جسے وہ پیش کرسکتے ہیں ' اور تعبد حکام کی بخشی ہوئی ذلت عزت نما کے سوا کونسی شے

---

(۱) انحضرت کو مخاطب کرکے اللہ نے فرمایا کہ یہ اللہ کا بڑا فضل ہے کہ اس نے آپکو دشمنوں کے ساتھہ نرم دل بنایا ' ورنہ اگر آپ سخت دل اور غصہ ور ہوتے تو کبھی لوگوں کو آپکی طرف کشش نہ ہوتی اور ساتھہ چھوڑ کر الگ ہو جاتے -

ہے جسپر انہیں ناز ہے؟ بیشک ' اچھا کپڑا اور شاندار مکان ایک انسان کو سوسائٹی میں ممتاز کرسکتا ہے - اگر ایک شخص کے پاس کوئی گراں معاوضہ نوکری ہے ' کوئی قیمتی جائداد ہے ' یا کوئی سرکاری خطاب ہے ' تو کچھہ ہرج نہیں اگر وہ ان چیزوں سے اپنے دل و دماغ کو خوش کرے ' لیکن اسکے یہ معنے تو نہیں ہوسکتے کہ اُسے علما سے ناجائز مطالبات کرنے کا حق بھی حاصل ہوگیا ہے ' اور جہل و علم کے جو قدرتی حدود ہمیشہ سے یکساں طور پر موجود ہیں وہ اسکی خاطر توڑ دیے جائیں ؟

(حکم اقفال مساجد و منع خطبات سیاسیہ)

ملت مرحومہ کی مصیبتوں کی مثالیں ہمیشہ پیش آتی رہتی ہیں - آجکل پنجاب میں یہ مسئلہ چھڑ گیا ہے کہ مساجد میں پولٹیکل امور پر تقریر کرنا جائز ہے یا نہیں ؟ اسکی ابتدا (انجمن اسلامیہ لاہور) کے ایک اعلان سے ہوئی ' جس میں اپنے زیر انتظام (شاہی مسجد لاہور) کی نسبت حکم دیا گیا ہے کہ اسمیں پولیٹیکل تقریریں نہ کی جائیں - ثبوت میں یہ دلیل پیش کی جاتی ہے کہ مسجد ذکر الہی اور عبادت و طاعت کیلیے ہے ' نہ کہ پولیٹیکل ہنگاموں کیلیے -

میں نے انجمن اسلامیہ لاہور کا وہ رزولیوشن نہیں دیکھا - معلوم نہیں اسکے اصلی الفاظ کیا ہیں ؟ لیکن اخبارات میں مندرجۂ صدر الفاظ کو بار بار دہرایا گیا ہے - اسکی مخالفت میں مجلسیں منعقد ہو رہی ہیں اور تجاویز پاس کی جا رہی ہیں - لیکن افسوس کہ اسلام کے احکام مذہبی اور مومنین اولین کے اسوۂ حسنہ کی بنا پر ابتک کسی نے اسپر نظر نہیں ڈالی -

(انجمن اسلامیہ لاہور) کے سکرٹری خان صاحب مسٹر بشیر علی خلف الصدق خان بہادر مولوی برکت علی مرحوم ہیں - مجھے جہاں تک معلوم ہے ' نہ تو انہوں نے دینی تعلیم پائی ہے اور نہ ان امور و مباحث کی نسبت کوئی واقفیت رکھتے ہیں - رزولیوشن انہوں نے تنہا پاس نہ کیا ہوگا بلکہ ارکان انجمن کے مشورے سے ہوا ہوگا ' لیکن ارکان انجمن کی نسبت بھی جہاں تک مجھے معلوم ہے ' اُن میں کوئی شخص ایسا نہیں جو اِن چیزوں کا اہل ہو -

پھر وہ کونسا حق امر دینی انہیں حاصل تھا ' جسکی بنا پر یہ اعلان انکے قلم سے نکلا ؟

اس سے بھی قطع نظر کیجیے - اسکے بعد کا سوال اس سے بھی زیادہ اہم ہے - یہ تسلیم بھی کر لیا جاے کہ انجمن اسلامیہ علماء دینیہ ' رؤساء روحانیہ ' اور مجتہدین ملت کی ایک انجمن ہے ' لیکن پھر بھی اسکی حیثیت اس سے زیادہ نہیں ہوتی کہ محض لاہور نامی ایک شہر کی انجمن ' جسکے سپرد شاہی مسجد کا انتظام کردیا گیا ہے تاکہ وہ اسکی خدمت انجام دے اور بس - پھر کیا مساجد اسلامیہ کے متعلق اوامر و نواہی کے اعلان کا حق صرف مسلمانوں کی ایک انجمن کو شرعاً حاصل ہوسکتا ہے ؟ اور کیا وہ مجاز قرار دی جا سکتی ہے کہ جس کام کو چاہے مسجد میں ہونے دے اور جس کو چاہے روک دے ؟

اسلام میں حق امر و حکم کسی کو نہیں - وہ دنیوی انتظام و حکومت میں جب کسی ایک فرد کے استبداد کو تسلیم نہیں کرتا اور کہتا ہے کہ " ان الحکم الا للہ " تو اسکے احکام دینیہ کیونکر تابع اراء اشخاص و جماعات مخصوصہ ہوسکتے ہیں ؟ اس نے یہ حق صرف قرآن کو دیا ہے ' یا پھر دنیوی امور میں اُس اجماع کو ' جو تمام مسلمانوں کی اکثریۃ رائے سے عبارت ہے -

(خطبہ الہلال)

میں نے اپنے کاموں کیلیے ایک راہ اپنے سامنے دیکھلی ہے اور صرف اسی پر چلنا چاہتا ہوں - میں خاص خاص اشخاص و جماعات کی باہمی نزاعات و معاملات میں وقت صرف کرنا پسند نہیں کرتا - (الہلال) کو نکلے ایک سال سے زیادہ عرصہ گذر گیا ' لیکن نہ تو کبھی میں نے لاہور کی مختلف جماعتوں کے منافسات شخصیہ کی نسبت کچھہ لکھا اور نہ (زمیندار) اور اسکے مخالف گروہوں کے جھگڑوں کی نسبت کوئی راے دی - اصول کے ماتحت کام کرنے والوں کو اپنی نظر بلند رکھنی چاہیے اور انکا وقت بہت قیمتی ہے -

تاہم میں دیکھتا ہوں کہ (انجمن اسلامیہ) کے اس اعلان نے ایک سخت افساد دینی اور فتنۂ ملی کا دروازہ کھول دیا ہے اور وہ اسلام کے احکام کے متعلق سخت غلط فہمی پیدا کرتا ہے - مسلمانوں کے لیے سب سے بڑا وسیلۂ عزو فلاح مساجد کے مجامع ہیں ' اور انکا رشتہ جس قدر مساجد سے بڑھیگا ' اتنا ہی وہ اپنے تمام دینی و دنیوی محاسن سے بہرہ اندوز ہونگے - انکے تمام درد دکھہ کا علاج ہمیشہ یہیں سے ملا ہے اور اب بھی یہیں سے ملے گا - لیکن یہ اعلان چاہتا ہے کہ اس دور تنزل و اسلام فراموشی میں ' جبکہ اسلام کی قدیمی سنتوں کے احیاء کی ضرورت ہے ' اس سنۃ حقیقیۂ اسلامیہ کی بچی کھچی ہستی بھی ضائع کردے -

پس میں مجبور ہوں کہ تمام اعراض و اطراف شخصیہ سے بکلی غض بصر کرکے ' اور پنجاب کے مقامی مناقشات احزابیہ (پارٹی فیلنگ) سے بے خبر ہوکر ' محض ایک اسلامی مسئلہ کی حیثیت سے اسپر نظر ڈالوں -

(موضوع بحث)

ہمارے سامنے یہ مسئلہ زیر بحث ہے کہ مساجد اسلامیہ صرف پانچ وقت کی نماز اور جمعہ ہی کیلیے ہیں یا کسی اور کام کے لیے بھی ؟ اگر اور کاموں کیلیے بھی ہیں تو باصطلاح حال پولیٹکل مجالس ان میں منعقد ہوسکتی ہیں یا نہیں ؟

میں مساجد اسلامیہ کے متعلق بعض دیگر اہم مطالب کو بھی ضمناً عرض کرونگا کہ کسی نہ کسی پیرایہ و تقریب پر ضروری خیالات لوگوں کے سامنے آجائیں -

(القرآن الحکیم)

(مفردات) میں ہے :

" المسجد بکسر الجیم : موضع السجود "

اگرچہ " مسجد " کے مفہوم کے متعلق مفسرین نے طرح طرح کے اقوال نقل کیے ہیں مگر صاف بات یہی ہے جو امام (راغب) نے لکھی ہے - یعنی مسجد بکسر جیم ہے اور اس سے وہ مقام مراد ہے جہاں فاطر السماوات و الارض کے آگے جبین نیاز زمین پر رکھی جاے - اسی کی جمع ہے " مساجد " -

پس " مسجد " کا مقصود اسکے نام سے ظاہر ہے - سورۂ (جن) میں اللہ تعالی نے اسکے مقصد کی تحدید کی :

و ان المساجد للہ ! مسجدیں صرف اللہ ہی کیلیے ہیں - (۷۲ : ۱۸)

اس سے ظاہر ہوا کہ مساجد کے متعلق پہلا حکم الہی یہ ہے کہ وہ صرف اللہ ہی کیلیے ہیں - یعنی انکے اندر صرف وہی اعمال انجام دیے جا سکتے ہیں جو مخصوص اللہ کیلیے ہوں -

اسکے بعد فرمایا :

فلا تدعوا مع الله احدا - (۷۲ : ۱۸)

پس مسجدوں میں الله کے سوا اور کسی کی بندگی نه کرو ۔

اس جملے نے اس تمام اعمال کی نہی عام کردی' جو خدا کے سوا کسی اور کیلیے انجام دیے جائیں' خواہ وہ لسانی ہوں یا بدنی - امام (طبری) نے حضرۃ ابن عباس سے یہ تفسیر نقل کی ہے که :

اي افردوا المساجد بذكر الله تعالى ولا تجعلوا لغير الله فيها نصيبا - (تفسير : ۱۹ : ۷۱)

یعنی مسجدوں کو صرف الله کے ذکر کیلیے مخصوص کردو ۔ الله کے سوا غیروں کیلیے وہاں کے ذکر و عبادت میں کوئی حصه نہو -

امام طبری' امام رازی' حافظ ابن کثیر وغیرہم اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں :

قال قتادة : كانت اليهود و النصارى' اذا دخلوا كنائسهم اشركوا بالله ' فامر الله نبيه ان يوحدوه وحده -

" قتادہ نے اس آیة کے شان نزول میں کہا : یہودیوں اور عیسائیوں کا قاعدہ تھا که جب اپنے گرجوں میں جاتے تھے تو الله کے ساتھہ اسکے ذکر میں بندوں کو بھی شریک کرتے تھے - پس الله نے اپنے نبی کریم کو حکم دیا که مسجد کو صرف الله هی کیلیے مخصوص' اور صرف اسی کے ذکر کیلیے مخصوص کر دیں "

ان اقتباسات سے مندرجۂ ذیل نتائج مقصد مساجد کے متعلق حاصل ہوتے ہیں :

(۱) مساجد کی تعمیر اور انکا قیام صرف اسلیے ہے تاکه وہ عمارتیں الله کے نام سے مخصوص کردی جائیں - انکا مقصد صرف یہ ہونا چاہیے که الله کے لیے ہوں اور اسی کے ذکر و عبادت کیلیے وہاں لوگ جمع ہوں -

(۲) یہود و نصاری کا قاعدہ ہے که وہ اپنے گرجوں میں خدا کے ساتھہ انسانوں کا بھی ذکر کرتے ہیں اور اس عقیدت و طاعت اور ذوق عبادت کے ساتھہ ' جو صرف الله هی کیلیے مخصوص ہے - اس آیة میں اس سے روکا گیا اور فرمایا که مسجدیں الله کیلیے ہیں' نه که انسانوں کے ذکر کیلیے -

(۳) پس آجکل جو لوگ بادشاہوں کیلیے بعض مسجدوں میں دعائیں مانگتے ہیں اور شاہی تاج پوشیوں کی تہنیت میں شور و غل مچاتے ہیں' اس آیت اور اسکے شان نزول سے بالکل ممنوع ثابت ہوگیا اور ایسا کرنا " لا تجعلوا لغير الله تعالى فيها نصيبا " میں داخل -

[۲]

سورۂ (جن) کی اسی آیة کے ساتھہ کا ٹکڑا ہے :

و انه لما قام عبد الله يدعوه' كادوا يكونون عليه لبدا - (۷۲ : ۱۸)

" اور جب خدا کا بندہ خاص (یعنی حضرۃ داعی اسلام) الله کی عبادت کیلیے کھڑا ہوتا ہے تو لوگ اسکے گردا گرد جمع ہو جاتے ہیں اور اسطرح نزدیک آ آکر دیکھتے ہیں گویا قریب ہے که لپٹ پڑیں گے "

اس آیة کے شان نزول میں متعدد اقوال ہیں - حضرۃ (ابن عباس) سے مروی ہے که جب انحضرۃ نماز پڑھنے کیلیے کھڑے ہوتے یا قرآن پڑھتے' تو حرص استماع میں لوگ ہجوم کرکے ایک دوسرے پر گرنے لگتے اور نہایت قریب آجاتے - الله نے اسکی ممانعت کی - امام (ابن جریر) نے تفسیر میں روایت (سعید بن جبیر) دوسرا قول نقل کیا ہے :

لما رآه يصلي و اصحابه يركعون بركوعه و يسجدون بسجوده ; قال : عجبوا من طواعية اصحابه له -

" جب انحضرۃ صلی الله علیه وسلم اور آپکے اصحاب کو نماز میں اسطرح دیکھتے که سب انکے جھک جانے کے ساتھہ هی جھک جاتے ہیں اور انکے سجدہ کرنے کے ساتھہ هی سجدہ میں گرجاتے ہیں تو انکی اس عجیب اطاعت و فرماں برداری پر انکو نہایت تعجب ہوتا اور متحیر ہو ہوکر دیکھنے لگتے "

حافظ عماد الدین (ابن کثیر) نے اپنی تفسیر میں بروایۃ حسن نقل کیا ہے :

قال الحسن : لما قام رسول الله صلعم يقول لا اله الا الله و يدعو الناس الى ربهم ' كادت العرب تلبد عليه جميعا (حاشيه فتح البيان جلد : ۱۰ - صفحه ۹۵)

جب انحضرت (صلعم) کھڑے ہوتے' لا اله الا الله کہتے' اور لوگوں کو الله کی طرف دعوۃ دیتے' تو اہل عرب ہجوم کرکے پہنچتے اور انکے ایک دوسرے پر چڑھه آتے -

اصل یہ ہے که اس آیت میں خدا تعالے نے اس حالت کی طرف اشارہ کیا ہے جو آغاز اسلام میں انحضرۃ اور آپکے ساتھیوں کی تھی - جب آپ نماز پڑھنے کیلیے قیام فرما ہوتے' ایک جماعت آپکے جاں نثاروں کی آپکے پیچھے صف بستہ کھڑی ہوجاتی' اور خشوع و خضوع اور انقطاع و قنوت کے ساتھہ یہ مقدس گروہ ایک ان دیکھی ہستی کے تصور میں بیخودانہ مصروف رکوع و سجود و مشغول تسبیح و تکبیر ہوتا' تو یہ منظر کفار عرب کیلیے نہایت تعجب انگیز ہوتا اور وہ اس عجیب طریق قیام و رکوع اور صفوف و متابعت امام کی عظمت و رعب سے مبہوت ہوجاتے - پھر انہوں نے اپنی شوخی و سرکشی سے اس منظر عبادت کو ایک تماشه سا بنالیا اور نماز کے وقت جمع ہو ہوکر ہجوم کرنے لگے اور دیکھنے کے شوق میں ایک دوسرے پر ٹوٹنے لگے - وہ اکثر تماشه دیکھنے والوں کی طرح بڑھتے بڑھتے اس قدر قریب آجاتے' گویا لپٹ پڑنے کے ارادے سے بڑھ رہے ہیں - پس یہی اصل حقیقت ہے' جسکی طرف امام ابن (جریر) نے ایک روایت نقل کرکے اشارہ کیا ہے اور اسکا اقتباس اوپر گزر چکا ہے -

اب غور کیجیے که اس آیه کریمه سے مساجد کے متعلق کیا بات نکلتی ہے ؟ اس سے ثابت ہوتا ہے که اپنے ضعف و مرعوبیت اور اطاعت احکام غیر الله کی عبودیت سے اجکل مسجدوں کے متولیوں اور انجمنوں کے سکریٹریوں نے جو روش اختیار کررکھی ہے' اس نے مساجد اسلامیه کی عظمت کو اسی طرح تاراج ضلالت کردیا ہے جیسا که ظہور (مسیح) کے وقت دور شام کے ہیکل کا حال ہوگیا تھا -

اس آیت میں آغاز اسلام کی جس حالت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے' بد بختی سے آج ہم اپنی تمام عظیم الشان مساجد میں وہی حال دیکھه رہے ہیں - دہلی و آگرہ کی جامع مسجد اور لاہور کی تاریخی مساجد ہمیشه یورپین حکام اور یورپ کے سیاحوں کا تماشه گاہ رہتی ہیں - وہ اکثر عین نماز کے اوقات میں آتے ہیں اور بالکل اسی طرح' جسطرح اہل عرب تعجب سے بطور تماشے کے مسلمانوں کو مصروف نماز دیکھتے تھے' قریب آ آکر ہماری صفوں کا تماشه کرتے ہیں اور کوئی نہیں ہوتا جو اس تضحیک شعائر الله سے انہیں باز رکھے اور روکے !!

اسلام اپنے اعمال و احکام دینیه کے اندر اقوام وثنیه کے مندروں اور رومن کیتھولک عیسائیوں کے خانقاہوں کی طرح کوئی راز نہیں رکھتا - اس نے بکمال کشادہ دلی اجازت دی ہے که غیر قوم و

مذهب کے لوگ اسکی مسجدوں میں آسکتے هیں' اور مسلمانوں کي تمام طاعات و عبادات کا مطالعه کر سکتے هیں - لیکن تاهم وه اپنے تمام دنیا میں موجوده مسیحیت کي فرضي بے تعصبي کي طرح اسدرجه فیاض نهیں هے که اپني عبادت گاهوں کو تماشه گاه بنا دے' اور لوگ بطور تماشه دیکھنے کے وهاں جمع هو هوکر نظاره کریں !

(جامع مسجد) دهلي کے بد بختي سے اس بارے میں اپني جو روایات قائم کر دي هیں' وه اس آیة کي پوري تفسیر' اور هتک اہلیهٔ مقدسهٔ اسلامیه کي امثال مشهوره میں خاص طور پر یاد گار هیں -

اس بارے میں دوسري مفید مابحث فیه آیة سوره (توبه) کي متعلق (مسجد ضرار) هے - لیکن اس سے پہلے "مسجد ضرار" کا مختصر حال سن لینا چاهیے -

(مسجد ضرار)

حضرة (ابن عباس) اور دیگر صحابه کرام سے شیخین و ترمذي و نسائي و احمد و ابو یعلي و حاکم و ابن خزیمه' وغیر هم کبار محدثین رحمهم الله نے روایت کي هے که جب آنحضرة (صلعم) نے مکه معظمه سے هجرت کي اور مدینے تشریف لاے تو سب سے پہلے بني عمرو بن عوف کے محلے میں شهر کي اصلي آبادي سے باهر اترے - اسکے بعد شهر میں قیام فرمایا اور مسجد نبوي کي بنا پڑي - لیکن انکے اولین قیام گاه میں بھي لوگوں نے ایک مسجد بنا لي اور آنحضرة بھي اکثر وهاں تشریف لیجا کر نماز پڑھنے لگے - یه مسجد "مسجد قبا" کے نام سے ابتک مدینے میں موجود هے - یه مسجد بن چکي تو بعض رؤساء منافقین نے مسلمانوں میں تفرق ڈالنے اور ضعفاء قلوب کو اپني تلبیسات فاسده و مضله کا آله بنانے کیلیے کہا که هم اپنے لیے ایک دوسري مسجد بنائیں اور اپني علحده جماعت قائم کریں - حضرة ابن عباس نے ایک دوسري روایت میں (ابو عامر الراهب) کا نام لیا هے که وه اس شرارت و دسیسهٔ نفاق کا محرک اصلي تھا - بهر حال لوگ آنحضرة کے پاس آے اور اپني مسجد میں چلنے اور نماز پڑھنے کي خواهش کي - الله تعالے کو انکا ارادهٔ نفاق و افساد فی الملة معلوم تھا - اس نے آپکو جانے سے روکا اور اس مسجد کو "مسجد ضرار" کے لقب سے یاد کیا - نیز فرمایا که :

" لا تقم فیه ابداً " اس مسجد میں هرگز هرگز جاکر قیام نه کرنا !

یه هم نے بروایت مشهور لکھا - ورنه صحاح و مسانید میں وه روایتیں بھي موجود هیں' جن میں مسجد ضرار کو مسجد قبا کي جگه' مسجد نبوي کے مقابلے میں بنانا ظاهر کیا هے - امام ابو الحسن (واحدي) نے اسباب النزول میں یه تمام روایتیں جمع کر دي هیں (کتاب مذکور صفحه : ۱۹۵)

چنانچه سورة (توبه) میں اسکا ذکر فرمایا هے :

و الذین اتخذوا مسجداً ضراراً و کفراً و تفریقاً بین المومنین و ارصاداً لمن حارب الله و رسوله من قبل' و لیحلفن ان اردنا الا الحسنی' و الله یشهد انهم لکاذبون - لاتقم فیه ابداً - لمسجد اسس علی التقوی من اول یوم احق ان تقوم فیه' فیه رجال یحبون ان یتطهروا' و الله یحب المطهرین - (۹ : ۱۰۸)

" اور جن منافقوں نے اس غرض سے ایک مسجد بنا کھڑي کي که مسلمانوں کو نقصان پہنچائیں' خدا و رسول کے ساتھه کفر کریں' مسلمانوں میں پھوٹ ڈالیں' اور ان لوگوں کو پناه دیں جو الله اور رسول کے ساتھه قتال کرچکے هیں' تو الله گواهي دیتا هے که یه بالکل جھوٹے هیں اگرچه قسمیں کھا کر کہتے هیں که همارا اراده اس کام سے سواے نیکي کے اور کچھه نهیں - اے پیغمبر ! تم کبھي بھي اس مسجد میں جاکر کھڑے نه هونا ! هاں وه مسجد مقدس' جس کي بنیاد روز اول هي سے اتقا و پرهیزگاري پر رکھي گئي هے' یقیناً اسکي مستحق هے که تم اسمیں نماز کیلیے کھڑے هو - کیونکه اسمیں ایسے لوگ هیں جو صاف اور ستھرا رهنے کو پسند کرتے هیں اور الله بھي صاف رهنے والوں دوست رکھتا هے "

اس آیت سے چند امور واضح هوے :

(۱) مساجد کي تعمیر سے ایک بڑا مقصود اتحاد و اتفاق بین المسلمین اور جمع کلمهٔ ملت و دفع تشتت و تفریق هے - یهي مصلحت وجوب جماعت اور قیام جمعه و عیدین میں بھي مضمر هے - پس الله باهمي پھوٹ اور تفرقه کو پسند نهیں کرتا - مسجد کي تعمیر و قیام نیز اسکي جماعت و اجتماع اور ذکر و عبادت بلکه جمیع اعمال متعلقهٔ مساجد میں کوئي بات ایسي نه هوني چاهیے' جس سے مسلمانوں میں باهمي نا اتفاقي پیدا هو اور الگ الگ دھڑے بندي کي جاے - اگر بد بختي سے مختلف جماعتیں هوگئي هیں اور دل صاف نهیں' تو کم از کم اسکے اثرات کو مسجد تک متعدي نه هونا چاهیے اور وهاں کے اعمال کو بالکل نا اتفاقي سے پاک رکھنا چاهیے -

(۲) اجکل مسجدوں کي تولیت' نئي مساجد کي تعمیر' اور قدیم مساجد کے انتظام و اهتمام کي جماعتوں کے حالات پر نظر ڈالیے تو صدها مثالیں ایسي ملیں گي' جن کے اندر صرف جذبهٔ خبیثهٔ افتراق اور نیت فاسدهٔ نفاق کام کر رهي هے' اور اس طرح جس هواے نفساني سے هم نے خود اپنے گھروں کو نجس کیا هے' اسي سے خدا کے گھر کو بھي آلوده کرنا چاهتے هیں - پھر کتني مسجدیں هیں جو اتحاد و جمع کلمهٔ مسلمین کي جگهه افتراق و تشتت کلمهٔ اسلام کا موجب هوتي هیں ؟ اور کتني اسلام کي عبادت گاهیں هیں جنکے ایوان و صحن اتحاد و اتفاق کي جگه فتنهٔ و فساد بلکه قتال و جدال بین المسلمین کا گھر بنادیے گئے هیں ؟ : ولا تکونوا کالذین تفرقوا من بعد ما جاء هم البینات' اولئک لهم عذاب عظیم (۳ : ۱۰۲)

(۳) اسي طرح هر ایسي تحریک جو مساجد کے متعلق تفریق و نا اتفاقي کا موجب هو' جائز نهیں که خدا نے اس آیت میں ایسي صداؤں کو علامت نفاق و خصوصیت منافقین خاسرین قرار دیا هے -

(حکم طهارت ظاهري)

(۴) اگرچه موضوع بحث کے خلاف هے لیکن بطور جملهٔ معترضه اس آیهٔ کریمه کے متعلق ایک فائدهٔ جلیله کي طرف اشاره کرنا ضروري -

مسجد ضرار کے مقابلے میں جس مسجد کي الله تعالے نے تعریف و توصیف کي هے' خواه وه مسجد قبا هو یا مسجد نبوی' لیکن ایک بہت بڑا وصف یه فرمایا که .

فیه رجال یحبون ان یتطهروا' و الله یحب المطهرین -

" اس مسجد میں ایسے لوگ هیں جو صفائي اور ستھرائي کو پسند کرتے هیں اور الله بھي صفائي پسند کرنے والوں کو دوست رکھتا هے "

اس سے ثابت هوتا هے که اسلام کي نظر میں صفائي اور پاکیزگي کا درجه کیسا بلند هے' اور اس نے صاف و پاک رهنے پر کس درجه زور دیا هے ؟ اولین وصف اس مسجد کا یه بیان کیا که وه مؤسس

علی التقوی ہے - یہ گویا اس مسجد کا احق ہونا بہ حیثیت اسکے محل کے تھا - اسکے بعد وہاں کے لوگوں کی صفائی پسندی کا ذکر کیا ہے ' یعنی محل کی طرح بہ حیثیت حال کے بھی وہ اقدم و افضل ہے - چونکہ مسجد نبوی میں آنے والے زیادہ تر مومنین مخلصین تھے ' اسلیے وہ صاف و پاکیزہ رہتے تھے اور صفائی کو کہ وصف اسلام و ایمان ہے پسند کرتے تھے - برخلاف مسجد ضرار کے بانیوں کے ' کہ بوجہ نفاق و کفر پسندی کے عـلائم اسلام اُن میں مفقود تھیں - اسلیے عموماً نجاست اور گندگی کی حالت اور میلے کچیلے رہنے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے - خدا نے فرمایا کہ یہ فرق اللہ کی نظر میں بہت اہم اور وقیع ہے کیونکہ وہ صاف ستھرا رہنے والوں کو دوست رکھتا ہے -

افسوس کہ آج مسلمانوں کی یہی سب سے بڑی خصوصیت جو انکو منافقین و کافرین سے ممتاز کرتی تھی ' غیروں کے حصے میں آگئی ہے اور انکو صفائی اور پاکیزگی سے محروم سمجھا جاتا ہے - یورپ آج جسمانی صفائی اور پاکیزگی کا خواہ کیسا ہی نمونہ ہو ' لیکن اسکی یہ حالت اسکے تمدن و ترقی معاشرت کا نتیجہ ہے نہ کہ مسیحیت کا - گزشتہ صدیوں میں عیسائیوں کے یہاں ضرب المثل تھا کہ صفائی کافروں (مسلمانوں) کا شعار ہے ' اور پکا عیسائی وہ ہے جسکے جسم پر برسوں کا میل جما ہوا ہو - حروب صلیبیہ (کروسیڈ) کی تاریخوں سے اسکا پتہ چل سکتا ہے -

برخلاف اسکے مسلمان مذہباً مجبور ہیں کہ صاف رہیں - اپنے جسم کی روزانہ بلکہ دن میں پانچ بار صفائی کریں - صاف کپڑے پہنیں - بدبودار چیزیں نہ کھائیں - مساجد میں جائیں تو اچھے سے اچھا کپڑا پہنکر اور لطیف سے لطیف عطر لگا کر - یہ مشہور حدیث سب کو معلوم ہے کہ " خذوا زینتکم عند المساجد "

ممکن ہے کہ اس آیت میں طہارت و تطہیر سے طہارت معنوی یعنی طہارت من الذنوب و المعاصی مراد لیا جائے اور کہا جائے کہ ظاہری طہارت و صفائی مقصود نہیں - لیکن اول تو قرآن کریم کے الفاظ اس طرح کی توجیہ کیلیے کوئی قرینۂ بینہ نہیں رکھتے - پھر بکثرت احادیث صحیحہ اسکی مؤید ہیں ' جنکو تفاسیر میں دیکھنا چاہیے - اس سے بھی بڑھکر یہ کہ مفسرین صحابہ و تابعین نے اس آیت میں طہارت سے طہارت ظاہری ہی مراد لیا ہے اور امام (رازی) نے اس تفسیر کے بعد تصریح کر دی ہے کہ " وھذا قول اکثر المفسرین " یہ قول (یعنی طہارت ظاہری) اکثر مفسرین کا ہے -

الہلال کی ایجنسی

ہندوستان کے تمام اردو ' بنگلہ ' گجراتی ' اور مرہٹی ہفتہ وار رسالوں میں الہلال پہلا رسالہ ہے جو باوجود ہفتہ وار ہونے کے ' روزانہ اخبارات کی طرح بکثرت متفرق فروخت ہوتا ہے - اگر آپ ایک عمدہ اور کامیاب تجارت کے متلاشی ہیں تو اپنے شہر کے لیے اسکے ایجنٹ بن جائیں -

دعوۃ و تبلیغ اسلام

ایڈیٹر الہلال اور اشغال سیاسیہ

غفلت عموم مسلمین و علماء دین از اہم ترین فریضۂ اسلامی

(۲)

(از جناب نواب حاجی محمد اسماعیل صاحب رئیس دتاولی)

مخدومی حضرت مولانا ابو الکلام صاحب آزاد مجدہم !

غالباً اسوجہ سے کہ میں نے جدید درخواست خریداری نہیں بھیجی ' کئی مہینے سے میں اخبار (الہلال) کے پڑھنے سے محروم رہا - آج اتفاق سے ایک دوست کے ہات میں میں نے ۱۷ - ستمبر کا پرچہ دیکھا - میں اسکو اوراق پلٹ کر پڑھ رہا تھا کہ اسکے صفحہ ۲۲۶ و ۲۲۷ - میں میرا ایک پرانا خط دیکھنے میں آیا جو چند مہینے پیشتر میں نے جناب والا کی خدمت مبارک میں بھیجا تھا - کئی مہینے کے توقف کے بعد مجھکو اوس پرچہ کے دیکھنے کے اتفاق ہونے سے جس میں آپ نے مجھکو یاد فرمایا ' اپنی یا آپ کی کرامت کی طرف خیال گیا - جسکا آخری فیصلہ یہی کیا گیا کہ مجھ سے گنہگار کا کرامت کو اپنے ساتھ منسوب کرنے سے بہتر یہی ہے کہ جناب ہی کی کرامت اسکو قرار دیا جائے کہ اوسی پرچہ میں یہ خط چھاپا گیا جسکو میں ایک مدت کے بعد پڑھنے والا تھا - بہر حال توجہ اون فقروں کے جو " الہلال " کی طرف سے آخر میں درج ہیں اور نیز توجہ اوس عنوان کے جو اس نیاز نامہ کا جناب کی طرف سے عطا ہوا ہے ' میں نے اپنے تئیں خوش نصیب کہا اور میرے دلکو اس سے اطمینان ہوا کہ میں ایک بڑے شخص کو اس ضروری سوال کی طرف مزید متوجہ کرسکا -

مخدومی حضرت مولانا ! یہ کہنا کہ پالیٹکس سر سے پاؤں تک مسلمانوں کی قومی حیات کے واسطے ایک جزو لاینفک نہیں ہے ' صریح غلطی ہوگی - مسلمانوں پر کیا موقوف ہے ؟ ہر ایک قوم کے وجود کی برقراری یا اوسکی ترقی کے واسطے ملکی معاملات و حالات پر بحث کرنا اور کرتے رہنا لازمۂ انسانیت خصوصاً اس زمانہ میں ہے ' اور نہایت خوشی کی بات ہے کہ اس ضرورت کو ہم مسلمانان ہند بھی ایک مستقل ' با رعب ' اور فیاض گورنمنٹ کی تعلیم دہی اور برکات کے سبب سے سمجھنے لگے ہیں اور اپنے حقوق کی حفاظت پر دلدادہ نظر آتے ہیں اور انشاء اللہ تعالی اسکا انجام (گو کہ اسوقت غلطیوں کے غبار میں اسلامی پالیٹکس آلودہ ہو رہا ہے) اچھا ہی ہوگا - مسلمانوں کا شیرازۂ قومی جو بکھرا ہوا ہے ' یک جا ہو جائیگا - اور وہ یہ کہہ سکیں گے کہ وہ بھی ایک زندہ قوم دنیا میں ہیں -

لیکن جسطرح یہ کہنا کہ زندگی کے واسطے صرف غلہ ہی کی ضرورت ہے ' غلط ہے ' کیونکہ حیات کے واسطے پانی اور میوا وغیرہ کا

بهي لزوم هے - اسي طرح يه خيال کر لينا که هندوستان کے اندر مسلمانوں کي قومي حيات کا بقا فقط پالٹيکس پر زور دينے هي ميں هے ' غلط هے - اوس طرز حکومت کي بنا پر جو انگريزوں کي هندوستان ميں هے ' ميري ايک راے ابتداء عمر سے رهي هے اوس سے انحراف کرنے کي ضرورت اسوقت تک ثابت نهيں هوئي - اور وہ يه هے که " جس شے کي همکو سب سے کم ضرورت هے وہ پالٹيکس پر توجه هے " ان وجوہ سے ' که اول تو انگريزي طريق ملک داري هندوستان کي کسي قوم کو جس ميں مسلمان بهي شامل هيں ' پامال نهيں هونے ديگا - دوم اس سے بهي زيادہ ضروري اور مفيد کام مسلمانوں کي توجه کا محتاج هے يعني (اشاعت اسلام) - مگر شايد مجهه سے زيادہ کسي دوسرے کو اس کا ملال نه هوگا ' جبکه ميں ديکهتا هوں که ميرے هم مذهب اونکي چال چل رهے هيں اور روز بروز اونکي توجه پولٹيکل مسائل پر بحث کرنے پر بڑهتي جاتي هے اور وہ کام جس سے زيادہ دنيا اور دين دونوں کا فايدہ هے ' کس ميرسي ميں پڑا اور دور تر هتا جاتا هے - همارے علما اور پيشوايان دين (جسطرح که جناب والا خود هيں يا شمس العلما مولانا شبلي هيں) افسوس که اپنے فرايض کو بهول چکے هيں اور ايسي تو - تو - ميں - ميں ميں جس سے اونهيں الگ رهنا زيادہ مستحسن تها ' پڑگئے هيں - ميں پهر عرض کرونگا که ميں معاملات ملکي ميں توجه کرنا غير ضروري نهيں جانتا ليکن بلا شبه يه قطعاً غلطي هے که سب گروهوں کا مقط بهي کام رهجاے که وہ حکام پر نکته چيني ميں منهمک هو جائيں اور اپنے تمام دوسرے کام بهول جائيں - اگر هندوستان کے امن و عافيت اور حکومت هند کے برکات کو قدرشناسي سے ديکها جاے تو سب سے زيادہ اوسي ميں صلاحيت اسکي هے که هندوستان کے اندر مسلمانوں کا ايک ذيعلم اور محب اسلام گروہ ايسا بننا چاهيے جو اشاعت اور برقراري اسلام کا کام اپنے ذمه لے - ميں جناب کي علمي قابليت اور وسعت معلومات کے ساتهه آپکے اخلاق کے اوپر بهروسه کرکے اس عرض کرنے کي جرات کرونگا که اگر جناب کو پالٹکس پر بهي توجه کرنے کا شوق هے تو اسکو آپ کيوں بهولے پڑے هيں که اشاعت اسلام بهترين پالٹيکس اور ازدياد نفوس اعلى ترين قومي قوت اس زمانه ميں هے - شمس العلما مولانا شبلي معاف فرمائينگے اگر عرض کيا جاے که اونهوں نے ندوہ کو چهوڑ کر پولٹکل نظموں کو مسلمانوں کے حق ميں مفيد يا اپنے واسطے موجب نام آوري قرار ديا هے - اگر آپ حضرات ان فضوليات کو چهوڑ ديں ' اور ايسے علما کے پيدا کرنے ميں ' جو يورپ کا علمي مقابله کرتے هوے اونکے واسطے روحي فضيلت کا اور تلقين اسلام کا باعث هوں ' اپنے آپ کو مصروف کرديں ' تو بلا شبه عند الناس اور عند الله دونوں جگه زيادہ مقبول هونگے - اشاعت مذهب جيسي ضروري تحريک سے جسطرح مسلمانان عالم (يعني اندرون هند اور بيرون هند) غافل هيں وہ هر طرح نهايت افسوس ' ملامت ' اور مواخذہ کے لائق هے اور يه سب الزام علما کے سر سب سے اول هے -

يورپ کا کوئي حصه ايسا نهيں هے جهانکے علما اپنے عقايد اور دين کي تلقين کے واسطے دور دراز ملکوں ميں صديوں سے مارے مارے پهرتے ' مرتے ' اور کٹتے نه هوں - مگر همارے هم مذهبوں کا کون ايسا ملک يا سلطنت هے ' جسکے مسلمان گهر سے اس کام کے ليے باهر بهي نکلے هوں ؟ بلکه سچ تو يه هے که انهوں نے اسکا اقبال بهي بطور ايک ضروري خيال کے نهيں کيا هے - مگر هم هندوستان کے مسلمان دوسرے ملک کے مسلمانوں پر اوسوقت تک الزام نهيں لگا سکتے جب تک که خود کچهه کر نه دکها ليں ' اور اولي معقول جواب اس الزام کا همارے علما کے پاس ايک ايسے ملک اور زمانه ميں نهيں هے جبکه آزادي اور علم کي نهريں بهه رهي هيں - هلندر جيسي کانسرويٹو قوم تک تو اپنے دين کي اشاعت کرنے لگي اور مسلمان جيسے لبرل مذهب والے کچهه نه کريں ؟

الغرض ميں نهايت ادب اور عاجزي سے معافي مانگ کر جناب سے عرض کرنے کي جرات کرونگا که پالٹيکس کے اس حصه سے جس ميں فضول گوئي اور دشنام دهي کے سوا کچهه نه هو ' محترز رهکر اپني تمام قابليت و لياقت اور الله کي بخشي هوئي قوت اصلاح و خدمت پالي ٹکس کے اوس حصه پر صرف کيجيے جس سے مسلمانوں کي تعداد دنيا ميں بڑهے - مسلمان علما ملکوں ملکوں جائيں ' اپني نيکيوں اور علمي قوت اونپر نمودار کريں ' اور نيز هندوستان ميں بهي کم علم مسلمانوں کو مرتد هونے سے بچائيں - مگر يه جب هي هوگا جب که جهوٹي واہ وا سے آپ حضرات خوش نه هونگے اور دنيا کے بهت سے کاموں ميں سے يه ايک هي کام (يعني اشاعت اسلام) اپنا مرکز نظر اور منتهاے خيال نه بنا لينگے -

جناب کا ادنى ترين خادم :

(اسمعيل)

(الهلال)

اس مکرر توجه فرمائي کا مکرر شکريه - جناب مولانا شبلي نعماني آجکل سيرۃ نبوي کي تدوين ميں مصروف هيں نه که پولٹيکل نظموں کا ديوان ترتيب دينے ميں - رها مسئلۂ تبليغ و دعوت اسلام ' تو ضرورت هے که اس موضوع اهم و اقدم پر پوري تفصيل کے ساتهه اپني معروضات پيش کروں ' اور انشاء الله پهلي فرصت ميں اسکو لکهونگا -

---

شيعه کانفرنس بمقام جونپور

قلعۂ جونپور کا ميدان اجلاس کيليے تجويز هوا هے - اس سے زيادہ هوا دار اور پرفضا کوئي اور جگه اس نواح ميں نهيں هے ' قلعه سے اسٹيشن ريلوے تقريباً پون ميل کي دوري پر هے ' اور بالکل سيدهي سڑک وهانسے يهانتک آئي هے - قلعه کے پهاٹک پر کوتوالي شهر هے اور اندر شاهي زمانه کي عمدہ مسجد اور مختصر سا خوشنما باغ بهي هے جو شام کو تفريح کيليے دلچسپ جگه هے - هم نے اپنے سرفراز کنندہ مهمانوں کيليے اس چهوٹے سے شهر ميں سواري کا بهي اهتمام کيا هے جو گاڑيوں کے آمد کے اوقات پر ريلوے اسٹيشن پر موجود رهينگي - استقبال حضرات تشريف آوران کيليے والنٹيرس موجود اور هر طرح کسي مدد دينے کي کوشش کرينگے - نرخ کرايه گاڑي اور قلي والنٹيرس سے معلوم هوگا -

معزز مهمانان اضلاع غير کيليے قلعه کي سطح زمين پر خيمے ڈالے جا رهے هيں جنميں همارے کرم فرما قيام فرما لينگے - اونکے ليے غريب جونپور نے اپنے اوقات کے مطابق تين دن کيليے کچهه نان و نمک کا بهي سامان کيا هے جسے اميد هے که همارے بندہ نواز قبول فرما کر عزت بخشينگے - اسکے علاوہ کهانے پينے اور ناشتے کي مختلف دکانين بهي خاص نگراني ميں مهيا رهينگي ' که کسي صاحب کو کوئي تکليف نهو - اقسام شيريني و سگريٹ و پان و ديگر مفرحات مثل ليمونيڈ وغيرہ کي بهي کافي دکانين هونگي که جمله ضروريات عند الموقع پوري هوتي رهيں - جونپور کے مشهور تيل و عطر و تمباکو نوشيدني کي دکانين بهي متعدد موجود هونگي - جهانتک ممکن هوگا هے خاص سواريان بهي يکجا رهينگي بشرطيکه قبل سے ورود کي اطلاع ملے -

شيخ محمد قاسم وکيل - سکريٹري انتظاميه کميٹي
اجلاس شيعه کانفرنس مقام جونپور

الحریۃ فی الاسلام

نظام حکومۃ اسلامیہ

وامرہم شوری بینہم (۴۲ : ۳۶)

(٦)

توطیۂ مباحث آتیہ
اور مباحث گذشتہ پر ایک اجمالی نظر

بقیہ مقالۂ سابقہ

(۱)

" انقلاب فرانس " یورپ کی موجودہ جمہوریت و حریت کا سرچشمہ تسلیم کیا جاتا ہے - ہم نے مختصر طور پر اسکے اعلانات و اساسات کی تشریح کی تاکہ آیندہ مباحث کے سمجھنے میں آسانی ہو - گزشتہ نمبر میں فرانس کا جو " منشور حریت " نقل کیا ہے اور جس میں مبادی حریۃ و مساوات بیان کیے گئے ہیں' اس سے اگر تشریح قوانین و تکرار مقاصد و اعادۂ مطالب کو الگ کر دیا جاے تو اصل اصول نظام جمہوریت کے وہی چند دفعات رہجاتے ہیں جنکو اس مضمون کی اولیں قسط میں ہم نے بیان کیا تھا اور پھر ابھی تھوڑا ہی عرصہ گزرا ہے کہ مکرر دہرا چکے ہیں - یعنی بصورت تقسیم مواد' نفی حکم ذاتی' مساوات عمومی' انتخاب رئیس' اور اصول شوری : یہی چار دفعات اصل اصول قرار دیے جا سکتے ہیں - اگر ان عناصر مرکبہ کی بھی تفرید کی جاے تو پھر صرف ایک ہی اصل الاصول آخر میں باقی رہجائیگا یعنی " نفی حکم مطلق و ذاتی " یا " السلطۃ للشعب وحدہ ": حق تسلط صرف قوم ہی کو حاصل ہے -

(احکام اسلامیہ و نظام خلافۂ راشدہ)

انہی دفعات اربعۂ نظام جمہوریۃ کو پیش نظر رکھکر ہم نے احکام اسلامیہ و اعمال مسلمین اولین کا تفحص کیا تھا' اور ایک ایک دفعہ پر ترتیب وار بحث کی تھی - گو بحث اجمالی' اور نظر سرسری تھی' تاہم حسب ذیل نتائج تک پہنچنے میں ضرور رہنما ہوئی ہوگی :

(۱) اسلام ہر قسم کے ذاتی و شخصی تسلط کی نفی مطلق کرتا ہے - اس نے روز اول ہی سے جو نظام حکومت قائم کیا' وہ خالص جمہوری اور شائبۂ شخصیت سے پاک تھا - تصریحات کلام اللہ اور سنت مسلمین اولین سے بغیر کسی توجیہ و تاویل کے ثابت ہوتا ہے کہ " حکومت جمہور کی ملک ہے - ذات اور خاندان کو اسمیں دخل نہیں " یہی اصول خلاصۂ نظام جمہوریۃ حاضرہ ہے -

(۲) نفی حکم ذاتی کا پہلا نتیجہ مساوات عمومی افراد بشر ہے - یعنی خاندانی' ملکی' قومی' اور مالی امتیازات کوئی شے نہیں - اسلام نے پہلے ہی دن اعلان کر دیا : " لیس لاحد علی احد فضل' الا بالدین و تقوی " یعنی کسی ایک انسان کو دوسرے انسان پر کوئی فضیلت نہیں ہو سکتی' الا اسکی دینی فضیلت اور حسن عمل -

(۳) نظام جمہوریۃ کا تیسرا رکن رئیس جمہوریۃ' اور اسکا تقرر بذریعۂ انتخاب ہے - رئیس جمہوریۃ کو اسلام خلیفہ کہتا ہے اور " اجماع " سے مقصود فوراً اکثریۃ انتخاب ہے -

(۴) اسی ضمن میں تکمیل جمہوریۃ صحیحہ کیلیے ضرور تھا کہ خود " رئیس جمہور " کو عام افراد ملک کے مقابلے میں کوئی امتیاز خاص حاصل نہو - مساوات حقیقی کے یہ معنی ہیں کہ جس شخص کو رئیس جمہوریۃ منتخب کیا گیا ہے' وہ اپنے تمام حقوق قانون و مال میں بھی مثل ایک عام باشندۂ شہر کے نظر آے - پس اس حیثیت سے بھی تفصیلی نظر ڈالی گئی تو اسلام کا خلیفہ اس شان میں سامنے آیا کہ پھٹی ہوئی چادر اور دو وقت کی غذا کے سوا اسکے پاس اور کچھ نہ تھا !

(۲)

ان مباحث کے ضمن میں ہم پر اس سے بھی زیادہ خصائص الہیۂ اسلامیہ کا انکشاف ہوا - ہم نے صرف یہی نہیں دیکھا کہ جو کچھ آج جمہوریۃ و حریۃ' اور مساوات و امن کے نام سے دکھلایا جا رہا ہے' وہ سب کچھ اسلام کے پاس موجود ہے' بلکہ یہ بھی نظر آیا کہ موجودہ عصر تمدن کے یہ تمام مناظر فریبندہ ابتک اس حقیقت عظمی و اصلیت کبری سے خالی ہیں' جسکو تیرہ سو برس پہلے وہ ظاہر کر چکا ہے -

(یورپ کی ناکامیاب جستجوے مقصد)
(اور انقلاب فرانس کی ناکامی)

حریۃ صحیحہ اور اسلام کے تعلق پر بحث کرتے ہوے دو پہلو پیدا ہو جاتے ہیں - ایک پہلو بحث کا یہ ہے کہ آج یورپ کے بازار حریت میں بہتر سے بہتر جو متاع دکھلائی جاسکتی ہے' وہ ہمارے امانت خانوں میں تیرہ سو برس سے موجود ہے -

دوسرا حصہ وہ ہے جہاں نظر آتا ہے کہ صرف وہ متاع ناقص ہی نہیں' بلکہ اس سے بھی اعلی و اشرف اشیا ہمارے پاس موجود ہیں -

ہم نے گزشتہ مباحث میں اس دوسرے حصۂ بحث پر بھی کہیں کہیں نظر ڈالی ہے اور اسکا خلاصہ حسب ذیل ہے :

(۱) اسلام نے اپنے نظام حکومت سے نکلی پادشاہ کے وجود کو خارج کردیا اور ایک کامل جمہوریت قائم کی جسمیں صرف ایک پریسیڈنٹ بنام خلیفہ رکھا گیا ہے - برخلاف اسکے یورپ میں جمہوریت کی تحریک اب تک پوری طرح کامیاب نہو سکی -

اسکا بڑا حصہ اب تک تاج و تخت فرماں روائی کے آگے عاجزی کرنے پر مجبور ہے - امریکہ اور فرانس' صرف یہی دو بڑی جمہوریتیں انقلاب فرانس کا کامیاب نتیجہ ہیں - انکے علاوہ چند چھوٹی چھوٹی جمہوریتیں ہیں مگر انکا شمار بڑے ملکوں میں نہیں -

(۲) انقلاب کی اصلی روح مساوات ہے - اور صرف شاہی اقتدار و تسلط کے روک دینے ہی سے جمہوریۂ صحیحہ قائم نہیں ہوسکتی - تا وقتیکہ نوع بشر میں مساوات حقیقی قائم نہو - اس بنا پر گو فرانس کے انقلاب نے شاہی اقتدار کی مطلق العنانی سے دنیا کو نجات دلا دی' تا ہم وہ " مساوات حقیقی " کے قیام میں کامیاب نہوسکا - مختلف درجات و طبقات امت کا اختلاف بدستور باقی ہے - دولت کے اقتدار کی لعنت سے ابتک دنیا نے نجات نہیں پائی' اور تمیز ادنی و اعلی کے عذاب الیم کی زنجیر اب تک اسکے پاؤں میں پڑی ہے -

(۳) یہ کیا ہے کہ اب تک بادشاہ ہے جو ملکی خزانے سے کروڑوں روپیہ لیتا اور با وجود ایک عام باشندۂ شہر ہونے کے تمام باشندوں سے ارفع و اعلی رہتا ہے ؟

اب تک وہ عظمت و جبروت کے اس عرش مقدس پر متمکن ہے ' جہاں تک زمین کے عام باشندوں کی رسائی نہیں ؟

شاہ انگلستان سترلاکھ پچاس ہزار روپیہ ہر سال تن تنہا اپنے اوپر صرف کرتا ہے اور جرمنی کا حکمراں نوے لاکھ - پھر کیا با ایں ہمہ یورپ کو مساوات انسانی کے ادعا کا حق حاصل ہے ؟

اسکی آبادی ابتک اُن امیروں کے ایوانوں سے رکی ہوئی ہے جو چاندی سونے کے گھمنڈ میں اپنے ہم جنسوں کے ساتھ سب کچھہ کرسکتے ہیں - پھر وہ مساوات کہاں ہے جسکے مرثئے نے تمام اکناف یورپ کو اپنے نعروں میں چھپا لیا ہے ؟

لیکن اسلام نے روز اول ہی مساوات کی حقیقی تصویر دنیا کو دکھلا دی - اسکا اولین قدوس بادشاہ جس طرح زندگی بسر کرتا تھا تم پڑھ چکے ہو - اسکے خلفائے صاف کہدیا کہ " حلتان و قوتی و قوت اهلی " یعنی مجھکو صرف دو جوڑے کپڑے کے اور اپنی اور اپنے اہل و عیال کی مایحتاج غذا چاہیے اور بس !

حضرۃ ختم المرسلین نے قبیلۂ مخزوم کی ایک عورت کی نسبت روٴساء قریش سے' حضرۃ (ابوبکر) نے اپنی خلافۃ کی اولین مجلس میں' حضرۃ (معاذ) نے سردار رومی کے آگے ' (مغیرہ بن شعبہ) نے ایرانی سپہ سالار کے سامنے ' اور واقعۂ اجنادین میں رومی سپہ سالار کے آگے اسکے معتبر نے' جو تقریریں کی تھیں ' انکو تمام گذشتہ نمبروں میں پڑھو' اور پھر مساوات یورپ کا مساوات اسلامی سے مقابلہ کرو !

(۳) لیکن مساوات کے بھی مختلف درجے 'اور اسکی مختلف قسمیں ہیں - یہ سچ ہے کہ انقلاب فرانس نے اپنے اعلان حریت میں تمام ابناء وطن کو مساوی قرار دیا ' لیکن کیا تمام ابناء ادم کو بھی درجۂ و حقوق میں مساوی قرار دیسکا ؟ وہ عدم مساوات جو ایک محدود رقبۂ زمین میں ہو' زیادہ مستحق نفریں ہے' یا وہ' جو تمام دنیا اور دنیا کی تمام قوموں میں پھیلا ہوا ہو ؟ اگر تم ایک سرزمین کے رہنے والوں کو ایک درجے میں رکھنا چاہتے ہو تو یہ دنیا کے دکھہ کا اصلی علاج نہوا - دنیا اُس مساوات کیلیے تشنہ ہے جو ابناء وطن کی طرح مختلف وطنوں اور قوموں کا امتیاز بھی مٹادے اور اسود و ابیض ' مغرب و مشرق ' متمدن و غیر متمدن ' غرضکہ خدا کے تمام بندوں کو ایک درجے میں لاکر کھڑا کر دے - تم ابھی ابھی انقلاب فرانس کی سرگذشت سے فارغ ہوے ہو - تم نے وہ اعلان حریۃ پڑھا ہے ' جس کو تاریخ عظمت کے ساتھہ اپنے سینے سے لگائے رکھتی ہے' لیکن کیا اسمیں اول سے لیکر آخر تک کسی جگہ بھی اس مساوات کا ذکر ہے جو کسی خاص سرزمین کو نہیں بلکہ تمام عالم کو اپنا پیغام نجات سناتا ہو ؟ اسکی ہر دفعہ کو مکرر پڑھہ لو - تم ہر جگہ " وطن " ہی کا نام پاؤگے' اور انقلاب فرانس کا بلند سے بلند

مساوات کا تخیل اس سے زیادہ نہوگا کہ " فرانس " کا ہر باشندہ ایک دوسرے کے برابر ہوجائے -

لیکن خدا کی زمین جو صرف فرانس اور یورپ ہی کی اقوام سے آباد نہیں ہے' اپنے اس زخم کیلیے کہاں مرہم ڈھونڈے' جس نے ایک قوم اور وطن کو دوسری قوم اور وطن پر فضیلت دیدی ہے ؟

یورپ سے اسکو تسکین نہیں مل سکتی ' لیکن اسلام کا ہاتھہ اسکو مرہم بخش سکتا ہے - اُس نے صرف اپنے وطن اور سرزمین ہی کو مساوات باہمی کا حقدار نہیں سمجھا ' بلکہ اسکا اعلان ایک عالمگیر مساوات کا فرمان تھا - جبکہ اُس نے کہا کہ:

یا ایہا الناس ! انا خلقناکم من ذکر و انثی وجعلناکم شعوباً و قبائل لتعارفوا ' ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم ! (۴۹ : ۱۳)

" اے لوگو ! ہم نے تم کو مرد و عورت کے اتحاد سے پیدا کیا ' اور تم کو مختلف قوموں اور خاندانوں میں تقسیم کردیا - لیکن اس اختلاف قوم و نسل سے کوئی امتیاز و شرف حاصل نہیں ہوسکتا ' کیونکہ اس سے مقصود صرف یہ ہے کہ تم باہم ایک دوسرے سے شناخت کیے جاؤ - ورنہ تم میں سب سے زیادہ اللہ کے آگے افضل وہی ہے جو سب سے زیادہ متقی اور نیک اعمال ہے ! "

تو اسکا اعلان مساوات صرف مکہ اور حجاز ہی کیلیے نہ تھا بلکہ تمام عالم کیلیے تھا !!

اسلام صرف وطن ہی کی محبت لیکر نہیں آیا - اُسکے پاس تمام عالم کے عشق کا پیغام ہے - اس نے جو کچھہ کیا تمام عالم کیلیے کیا' اور صرف وہی تھا جو یہ کرسکا : وما ارسلناک الا کافۃ للناس بشیرا ونذیرا (۳۴ : ۲۳) دنیا کا خدا " رب العالمین " تھا' جسکی ربوبیت عامہ میں کوئی خصوصیت وطن و مقام نہیں - پس اسکا پیغام امن و نجات بھی " رحمۃ للعالمین " ہوکر آیا کہ : وما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین (۲۲ : ۱۰۷) -

(۴) اگر یورپ مساوات انسانی کے اصلی راز کو پالیتا تو اشتراکیۃ (سوشیا لیزم) کی بنیاد نہ پڑتی - امرا کے اقتدار ' دولت کی ظالمانہ تفخیم ' طبقات عامہ کی تذلیل و تحقیر ' ارباب اقتدار کا استبداد ' جماعات و افراد کا قانونی امتیاز ' یہ اور اسی طرح کے اسباب ہیں ' جنکی وجہ سے اشتراکیۃ کی بنیاد پڑی اور روز بروز بڑھتی جاتی ہے - یورپ کے ادعاء مساوات کی سماعت کرتے ہوے کوئی وجہ نہیں کہ ہم اشتراکیہ کی شہادت سے کان بند کرلیں - ابھی لوگوں نے دو سال پیشتر کا وہ موقعہ بھلایا نہوگا جب مسٹر (لائڈ جارج) نے امراء انگلستان کے ٹیکس سے بری ہونے کے خلاف سعی کی تھی اور اسکی وجہ سے طبقۂ خواص میں ایک سخت جوش پھیل گیا تھا -

(رجوع بہ مباحث بقیہ)

پس ان مباحث کے بعد اب ہمارے لیے صرف دو منزلیں اور باقی رہگئی ہیں :

(۱) حکم " مشورہ " اور " اصول شوراء اسلامیہ " - اسکے ضمن میں اُن آیات کریمہ پر ایک مفسرانہ نظر ڈالنی چاہیے جن میں حکم شوری دیا گیا ہے -

(۲) بعض شکوک و اعتراضات کی تحقیق جو اس بارے میں پیدا ہوتے ہیں - ازانجملہ وہ شبہات جو انقلاب عثمانی کے زمانے میں بعض جرائد و مجلات میں شائع ہوے تھے' اور حال میں ایک تحریر کے ذریعہ انکا اعادہ بھی کیا گیا ہے - یہ تحریر روزانہ (پیسہ اخبار) لاہور میں شائع ہوئی ہے -

ایندہ نمبر سے ہم اِن دونوں بحثوں کی طرف متوجہ ہونگے - واللہ الہادی ' و علیہ اعتمادی -

مراسلات

تاریخ حیات اسلامیہ

الہلال اور پریس ایکٹ

(دعوۃ دینیۃ الہلال)

ایک مشہور بزرگ ملت تحریر فرماتے ھیں :

الہلال آغاز اشاعت سے میری نظر سے گذرتا ہے - اور کم از کم کوئی تحریر جناب کے قلم سے اسمیں ایسی نہیں نکلی ہے جس کو میں نے اول سے آخر تک بغور و فکر نہ پڑھا ہو - میرا یہ عقیدہ ہے کہ آج نہ صرف ہندوستان میں ' بلکہ ممالک اسلامیہ میں بھی کوئی رسالہ ایسا موجود نہیں ہے جو مثل الہلال کے اسلام کی اصلی اور حقیقی دعوت کا احیاء کرتا ہو -

آپکی تحریرات سے واضح ہوتا ہے کہ آپکا نقطۂ نظر صرف مذہب اور قرآن ہے اور اللہ تعالی نے آپکو یہ ایک مخصوص قابلیت عطا فرمائی ہے کہ ہر معاملے اور مسئلہ پر مذہب ہی کے لحاظ سے نظر ڈالتے ھیں ' اور آپ سے پہلے آجتک کسی نے اس دعوے کا ثبوت پیش نہیں کیا ہے کہ قرآن مسلمانوں کی تمام ضروریات ترقی پر جامع ہے - اس بنا پر گو الہلال کا انداز بحث بے باک اور اظہار صداقت و حق گوئی بلا خوف تھی ' تاہم وہ تبلیغ اسلام کا ایک ارگن تھا ' اور مجھکو کبھی یہ خطرہ نہیں گذرا تھا کہ گورنمنٹ اسکی نسبت بھی ضمانت کا سوال اٹھائیگی -

اس خیال کا ثبوت پچھلے پندرہ مہینوں میں برابر ملتا رہا - الہلال نے ہر موقعہ اور ہر معاملہ پر اسقدر بے لاگ اور بے پردہ حق گوئی کی کہ آجتک اسکی مثال میری نظر میں تو کوئی نہیں - آجکل کی آزادی کے جوش و خروش میں بھی کسی کو اسکی جرأت نہیں ہو سکی - لیکن وہ حق گوئی بہ حیثیت پولیٹکل ایڈیٹر کے نہ تھی بلکہ بہ حیثیت ایک دینی داعی کے تھی اور ہم نے ہمیشہ گورنمنٹ کی خاموشی کو اسی دانشمندی پر محمول کیا کہ وہ حقیقت سے واقف اور اسکی حیثیت سے با خبر ہے اور اسی لیے الہلال کے کاموں میں مداخلت کر کے تمام پیروان اسلام کی اصلاح و دعوت کے سب سے بڑے کام کو نقصان پہنچانا پسند نہیں کرتی -

جناب کو معلوم ہے کہ بعض امور و مسائل کے متعلق خاکسار کو الہلال سے اختلاف رہا ہے اور دو تین مرتبہ اسکی نسبت بالمشافہ اور بذریعہ مراسلات اپنی معروضات پیش بھی کرچکا ہوں - مثلاً جناب نے اشاعت الہلال کے ساتھ ہی اس بحث کو چھیڑا کہ مسلمانوں کیلیے سلف گورنمنٹ کی خواہش ضروری ہے ' حالانکہ میں اپنے عقیدے میں اب تک اسے قبل از وقت سمجھتا ہوں اور سر دست ان معاملات کو ہندو مسلمانوں کی متحدہ جد و جہد کا مستحق سمجھتا ہوں جنکے نتائج کے حصول پر سلف گورنمنٹ کا ملنا موقوف ہے - با ایں ہمہ آپنے اس مبحث کو مثل تمام لوگوں کے محض آجکل کے لبرل خیالات یا ہندو بھائیوں کی دیکھا دیکھی اور یورپ کی آزادی کے اتباع کی بنا پر نہیں اٹھایا ' بلکہ اسکو مذہبی حیثیت سے ثابت کیا اور ظاہر فرمایا کہ ہر مسلمان کا بحیثیت مسلمان ہونے کے فرض ہے کہ وہ ایسا چاہے - جب یہ صورت پیش آئی تو میں نے آپ کو لکھدیا کہ گو میری رائے میں ابتک کچھہ تزلزل نہیں ہوا تاہم آپنے جس خوبی اور دلنشیں طریقہ سے اسکا مذہبی و اسلامی پہلو بیان کیا ہے اس نے میرے دل کو نہایت متاثر کیا اور میں اب اسکو مذہباً مسلمانوں کا ایک دینی مطالبہ یقین کرتا ہوں مگر اسکی جد و جہد کا وقت یہ نہیں سمجھتا -

آپنے گو ابھی اس تحریک میں کامیابی حاصل کی اور آل انڈیا مسلم لیگ کو اعلان پر مجبور کردیا تاہم واقعات سے آپ پر منکشف ہوگیا ہوگا یا آئندہ ہو جائیگا کہ صرف سلف گورنمنٹ کے تصور سے کچھہ نہیں ہوسکتا -

بہر حال الہلال ہمارا ایک دینی مصلح ہے - وہ مسلمانوں کو عمل بالقرآن و السنہ کی کامل و اکمل دعوت دیتا ہے - اللہ نے اسکے ساتھہ جو اسباب اثر و حسن قبول کے جمع کردیے ھیں ' وہ آجتک کسی اہل قلم کو ہندوستان میں نصیب نہیں ہوے - پس اسکے وجود کے قیام سے بڑھکر کوئی اہم مسئلہ آج در پیش نہیں - کیونکہ عرصے کے بعد یہی ایک حقیقی اور مفید چیز ہے جو ہم اپنی قوم میں پیدا کرسکے ھیں -

ہماری تمام مفید تحریکوں اور کاموں کے قیام کا یہی وسیلہ ہے اور خدا نخواستہ اگر اسکی حفاظت نہ کرسکے تو پھر تمام مسلمان اپنی سب سے بڑی دینی و قومی دولت کھو بیٹھیں گے - الہلال جیسے رسائل بمنزلہ جڑ کے ہوتے ھیں اور ترقی کی تمام توقعات مثل شاخوں کے - سب سے پہلے جڑ کی حفاظت چاہیے ' پھر شاخوں کی - • • • • • • •

• • • • • • • • •

معلوم ہوتا ہے کہ بد قسمتی سے جو غلط پالیسی اس وقت ہمارے صوبے نے اختیار کر رکھی ہے اور جس کی پیروی پنجاب نے بھی کی ہے ' اسکا اثر آپکی گورنمنٹ بنگال تک پہنچ گیا ہے - اور وہ دانشمندی اور پر مصلحت پالیسی جو اب تک اس نے الہلال کے متعلق اختیار کر رکھی تھی ' اب افسوس ناک طریقہ سے بدل دی گئی ہے - اسی کا نتیجہ ہے کہ الہلال کا ایک پرچہ ضبط کر لیا گیا اور پھر ضمانت طلب کی گئی - جس مضمون کی بنا پر یہ ضبطی عمل میں آئی ہے ' اسمیں اول سے لیکر آخر تک ایک سطر بھی ایسی نہیں ہے جس سے تاج برطانیہ کی وفاداری پر حرف آتا ہو - البتہ صوبجات متحدہ کے حکام پر نکتہ چینی کی ہے اور اگر حکام کی شکایت بھی تاج کی وفاداری کے خلاف ہے تو پھر تو واقعی ہندوستان میں زندگی بسر کرنا ہمارے لیے دشوار ہوگیا - گورنمنٹ اخبارات کے معاملے میں سخت غلطی کررہی ہے - اسکے

مشیر اسکے خیر خواہ نہیں اور سچے خیر خواہوں سے وہ بد ظن ہے - اب تک اُس نے پنجاب کے اخبارات کو پریس ایکٹ کا نشانہ بنایا تھا لیکن اب الہلال کی جانب متوجہ ہوکر اپنی غلطی کو انتہائی درجہ تک پہنچا دیا ہے - اسکا نتیجہ یہی نکلے گا کہ مسلمانوں کی بے چینی لا علاج ہوجائیگی - انکو اس وقت الہلال سے بڑھکر کوئی شے محبوب نہیں - میں اُن علما و صوفیاء سے واقف ہوں جو الہلال کی جلدیں بنوا کر اس احتیاط سے اپنے حجروں میں رکھتے ہیں' جیسے مقدس کتابیں یا اپنا عمر بھر کا اندوختہ کوئی رکھتا - ہے جس دن الہلال خاکسار کے یہاں آتا ہے' بعض مرتبہ اسی دن کم از کم پچاس ساٹھہ آدمی اسکی زیارت کیلیے آتے ہیں اور اسپر خورد دار .... اسکو چھپاتے پھرتا ہے کہ کہیں لوگ لے نہ اڑیں ! ہفتہ بھر تک ہر شخص کی درخواست ہوتی ہے کہ سب سے پہلے اسی کو دیکھنے کا موقعہ دیا جائے - پچھلے دنوں ایک عزیز دوست مدراس سے آئے تھے - انہوں نے اس سے بھی بڑھکر تعجب و غرابت شوق و عشق کے واقعات چشم دید بتلائے ہیں -

ایسی حالت میں اس کارروائی سے ظاہر ہے کہ مسلمانوں میں ہر درجے کے لوگوں میں گورنمنٹ کی طرف سے کیسی افسوس ناک بدظنی پیدا ہوجائیگی ؟ لوگ سمجھیں گے کہ گورنمنٹ اب اسکو بھی پسند نہیں کرتی کہ اسلام کا کوئی داعی ازراہ اپنے قوم و ملة کی اصلاح کرے -

مسلمانوں کی وفاداری کی طرف سے خواہ نخواہ گورنمنٹ متردد ہوتی ہے - گورنمنٹ کے ارکان و مشیروں کو معلوم نہیں کہ الہلال نے دنیا میں آتے ہی اپنی تعلیم کے متعلق کیا کہا تھا ؟ الہلال کی جلد اول کی کسی اشاعت میں آپنے کسی بزرگ کے خط کے جواب میں ایک لیڈنگ ارٹیکل لکھا تھا - اسمیں لکھا تھا کہ " گورنمنٹ کو چاہیے کہ وہ ہمیں اسلامی تعلیم کی نشر و اشاعت کرنے دے کیونکہ اسکے لیے بھی سب سے زیادہ بہتری اسی میں ہے - اسکو معلوم ہونا چاہیے کہ جس شخص کا ہاتھہ قران کریم سے رکا ہوا ہوگا وہ بغاوت کا بم نہیں پکڑ سکتا "

مجھکو اصلی الفاظ یاد نہیں مگر قریب قریب یہی الفاظ ہیں - پس کتنی صحیح اور سچی بات تھی جو الہلال نے پہلے ہی ظاہر کردی ہے - اسلام ایک دعوت امن ہے اور الہلال اسکی طرف داعی ہے - پھر ظاہر ہے کہ اس سے بڑھکر سچی اور مستحکم وفاداری کا داعی کون ہوسکتا ہے ؟

تمام دنیا اگر ہزار مرتبہ وفاداری کا وعظ کرے تو ہم پر اتنا اثر نہیں پڑسکتا' جس قدر الہلال کے اس ایک جملہ سے ہوتا ہے - کیونکہ مسلمان ہر چیز کو مذہب کی راہ سے قبول کرتے ہیں اور چونکہ الہلال کو مذہبی عقیدت سے دیکھتے ہیں اسلیے اسکے ہر حکم کو ماننا فرض سمجھتے ہیں - پھر یہ کیسی شدید غلطی ہے کہ گورنمنٹ اپنی اصلی وفاداری (نہ کہ غلامانہ و خوشامدانہ) کی تعلیم کے تنہا ذریعہ سے' احسانمند ہونے کی جگہ اور مخالف ہو رہی ہے ؟

میرا یہ عریضہ بہت بڑھگیا - اپنے خیالات سے مجبور تھا - الہلال کے متعلق اگر عرض کرنا چاہوں تو ایک دفتر طیار ہوجائے کیونکہ صدہا خیالات اسکی نسبت میرے دماغ میں گزرتے ہیں -

حقیر جناب کے نو روپیہ داخل کردیا اور آیندہ کیلیے بھی انشاء اللہ وہی ذات اپکے مقدس کاموں کی حافظ و ناصر ہے' جسکی تعلیم کو پھیلانا آپ اپنی زندگی کا مقصد سمجھتے ہیں اور جسکی راہ میں آپنے اپنی جان و مال تک کو لگا دیا ہے - خدا گورنمنٹ کے حکام کو نیک سمجھہ دے - در اصل یہ ہماری ہی شامت اعمال ہے کہ بعض حکام کی سمجھہ اولٹی ہوگئی ہے - وہ ایک الہلال کی وجہ سے کڑوروں مسلمان دلوں کو صدمہ پہنچانا چاہتے ہیں -

میں نے یہ واقعہ سنتے ہی تار دیا تھا کہ اعانتی فنڈ کھولا جائے لیکن جناب نے اسکو غیر ضروری بتلایا - لیکن الحمد للہ کہ اب انجمن دفاع حقوق مطابع کے قیام کا اپنے اعلان فرمایا ہے اور یہ وہ تحریک ہے جو خود خاکسار کے پیش نظر تھی اور عنقریب اسکے متعلق ایک چٹھی اخبار ہمدرد دہلی کو لکھنا چاہتا تھا - بہر حال ۱۵ - روپیہ کی حقیر رقم اس مد میں قبول کیجیے - آیندہ انجمن مذکور کی نسبت بعض ضروری امور عرض کرونگا و السلام

(الہلال)

اگرچہ اس گرامی نامہ میں اعلان نام کی نسبت کوئی ممانعت نہ تھی' مگر بعض وجوہ سے یہ فقیر خود مناسب نہیں سمجھتا کہ اسکا اعلان کیا جائے - اصل شے خیالات ہیں جنکی اشاعت کی نسبت اُنکا ارشاد تھا' اور بعض مقامات کے حذف کے بعد اسکی تعمیل کردی گئی - آغاز اشاعت (الہلال) سے ابتک ہزاروں مکاتیب و رسائل آ چکے ہیں' جن میں از راہ لطف و کرم الہلال اور اسکے کاموں کے متعلق اظہار حسن ظن کیا گیا ہے' غیر معمولی توصیف و تمدیح کا مستحق قرار دیا ہے' اور اُس شوق و ذوق کا تذکرہ کیا ہے' جو الہلال کے ساتھہ اُن بزرگوں کو ہے - لیکن ہمیشہ انکی اشاعت کو فقیر نے غیر ضروری سمجھا' اور ہمیشہ شکریہ کے ساتھہ معذرت کردی کہ انکی اشاعت سے مجبور ہوں -

لیکن اب واقعہ ضمانت کے ضمن میں اسطرح کے جو خیالات ظاہر کیے جاتے ہیں' انکو ایک حد تک حذف کردینے کے بعد شائع کردیتا ہوں کہ بزرگوں کے اظہار لطف و کرم کے مقابلے میں اسدرجہ انکار' فی الحقیقت کفران نعمت و نا شکرگزاری میں داخل ہے -

(۱) " سلف گورنمنٹ " کے متعلق جناب نے تحریر فرمایا ہے - گذارش ہے کہ میں تو اپنی راے پر بحمد للہ کہ بدستور قائم ہوں کیونکہ وہ راے میری نہیں ہے بلکہ تعلیم اسلامی سے ماخوذ ہے - رہا مصالح وقت اور مسلم لیگ کی حالت - تو نہ تو میں نے کبھی بھی عرض نہیں کیا تھا کہ مسلم لیگ صرف اپنے مقاصد کے صفحات پر چند سطریں سوٹ ایبل سلف گورنمنٹ کی بھی بڑھا لے اور اسکے بعد پھر کنج بے عملی و تعطل میں معتکف ہو جائے - اصل شے کام اور کارکن افراد کا اجتماع' پھر ایک اصول و نصب العین کے ماتحت تمام معاملات ملکی میں آزادی و سرگرمی سے حصہ لینا ہے - لیگ اب تک ان امور سے ویسی ہی محروم ہے جیسی کہ ہمیشہ سے تھی' اور جب تک اسکے عناصر و اجزاے کار کا مسئلہ صاف نہوگا یہی حالت رہیگی -

(۲) جناب نے الہلال کی جلد اول کی جس اشاعت کا حوالہ دیا ہے وہ نمبر (۹) اشاعت ۸ - ستمبر سنہ ۱۹۱۲ ہے - اس موقعہ کے اصلی الفاظ یہ ہیں :

" گورنمنٹ کو بھی یاد رکھنا چاہیے کہ اگر ہم مسلمان سچے مسلمان ہو جائیں تو جس قدر اپنے نفس کیلیے مفید ہوں' اتنے ہی گورنمنٹ کیلیے' اور اسی قدر اپنے ہمسایوں کیلیے - اسکو بھولنا نہیں چاہیے کہ اگر ہم سچے مسلمان ہونگے تو ہمارے ہاتھہ میں قران ہوگا اور جو ہاتھہ قران سے رکا ہو' وہ بم کا گولا یا ریوالور نہیں پکڑ سکتا -

البتہ یہ بھی سمجھ لینا چاہیے کہ اسلام نے ہم کو آزادی بخشنے اور آزادی کے حاصل کرنے دونوں کی تعلیم دی ہے - ہم جب حاکم تھے تو ہم نے آزادی دی تھی، اور اب ہم محکوم ہیں تو بھی چیز طلب کرتے ہیں - ہم خدا کی مرضی اسی میں یقین کرتے ہیں کہ قوموں اور ملکوں کو اپنے اوپر حکومت کرنے کیلیے طیار کیا جائے - یورپ خود اسی اصول پر کاربند ہوکر آزادی حاصل کرچکا ہے - پس ہم انگلستان سے آج اسی شے کے طلبگار ہیں جس کیلیے کل تک وہ خود بھی بیقرار تھا -

بیشک، اگر اسلام کے ماتحت پالیٹکس کی راہ ہمارے سامنے ہوگی تو ہم ایک طاقتور گروہ ہونگے - بے خوف ہونگے اور اظہار حق میں بے باک ہونگے - کیونکہ ہم مسلمان خدا کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے، لیکن اسلام ہی کے بتلائے ہوئے اصولوں کی وجہ سے قانون اور تحت حکومت بھی ہماری طرف سے بالکل بے خطر ہوگا - چونکہ ہماری راہ صاف اور غیر مشتبہ ہوگی، اسلیے ہماری نیت اور ہماری زبان بھی ایک ہوگی - ہم جوش میں بھی آئیں گے لیکن ہمارا جوش قانون اور حفظ امن کے اندر ہوگا - کیونکہ خدا نے ہم سے کہا ہے کہ زمین پر فساد نہ کرو -

اب تک مسلمانوں کے جو لیڈر قوم کو چپ اور غافل رکھنے کی کوشش کرتے رہے، وہ اندر ہی اندر پھوڑے کو بڑھانا اور راکھ کے اندر چنگاریوں کو دبانا چاہتے تھے، لیکن اگر ہم اس راہ پر آ گئے تو ہمارے رحم

ادبیات

احرار قوم
اور طفل سیاست

یہ اعتراض آپ کا بیشک صحیح ہے * احرار قوم میں ہیں بہت خامیاں ابھی
چلتے ہیں تھوڑی دور ہر اک راہرو کے ساتھ * گم گشتہ طریق ہے یہ کارواں ابھی
زود اعتقادیاں ہیں، تلوّن ہے، وہم ہے * ہوجاتے ہیں ہر ایک سے یہ بدگماں ابھی
دل میں نہ عزم ہے نہ ارادوں میں ہے ثبات * جھیلے نہیں ہیں معرکۂ امتحاں ابھی
بے اعتدالیاں ہیں ادائے کلام میں * باہر ہے اختیار سے ان کے زباں ابھی
ہر دم ہیں گو مسائل ملکی زبان پر * ان میں سے ایک بھی تو نہیں نکتہ داں ابھی

* * *

یہ سب بجا درست، مگر سچ جو پوچھیے * جو کچھ کہ ہے، یہ ہے اثر رفتگاں ابھی
یہ ہے اسی سیاست پارینہ کا اثر * گو شمع بجھ چکی ہے مگر ہے دھواں ابھی
موزوں نہیں ہے جنبش اعضا تو کیا عجب * شب کے خمار کی ہیں یہ انگڑائیاں ابھی
چلنے میں لڑکھڑاتے ہیں اک اک قدم پہ پاؤں * چھوٹے ہیں قید سخت سے یہ خستہ جاں ابھی
بیکار کردیے تھے جو خود بازوئے عمل * گو کھل چکے ہیں، پر نہیں کھنچتی کماں ابھی
آئے کہاں سے قوت رفتار پاؤں میں * کچھ بیڑیاں ہیں پاؤں کی بند گراں ابھی
غوں غاں ہے، کچھ مباحث ملکی نہیں ہیں یہ * اک طفل ہے سیاست ہندوستاں ابھی

(شبلی نعمانی)

دل میں پوشیدہ نہیں، بلکہ کھلے ہوئے چہرے پر ہونگے - ہماری شکایتوں کے پھوڑے اندر ہی اندر پک کر جسم امن و قانون کو نقصان نہیں پہنچائیں گے، بلکہ قوت کر پھٹ جائیں گے - ہم شور ضرور مچائیں گے مگر دل میں پھر کچھ باقی نہ رہیگا - ہم بات ضرور کرینگے مگر اپنے اندر شکایتوں کی آگ نہیں پالیں گے -

پس گورنمنٹ کیلیے مصلحت اسی میں ہے کہ ہمکو سچا مسلمان بننے کیلیے چھوڑ دے، کیونکہ مسلمان ہونے کے بعد ہم اپنے نفس کیلیے اور پھر تمام عالم کیلیے یکساں طور پر ایک مفید ہستی بن سکتے ہیں - "

(الہلال جلد اول نمبر ۹ - صفحہ : ۸ -)

لیکن اصل یہ ہے کہ اب ہمارے حکام کا معیار وفاداری اس قدیمی اور فطرتی معیار وفاؤ بے وفائی سے بالکل مختلف اور ناممکن الفہم ہے، جو دنیا نے ہمیشہ سمجھا ہے، اور ہم بھی بوجہ عقل و ادراک رکھنے کے سمجھتے ہیں - پس اب ان فکروں میں پڑنا ہی نہیں چاہیے - حق اور صداقت انسان کی غلط فہمیوں کی حد ضرر سے بہت اونچی ہے - جو لوگ کام کرنا چاہتے ہیں وہ صرف اپنے کام ہی کو دیکھیں اور ہر طرف سے آنکھیں بند کرلیں -

وعسیٰ ان تکرھوا شیئاً و ھو خیر لکم، و عسیٰ ان تحبوا شیئاً و ھو شر لکم و اللہ یعلم و انتم لا تعلمون ! (۲ : ۱۲۲)

ترجمہ اردو تفسیر کبیر

جسکی نصف قیمت اعانۂ مہاجرین عثمانیہ میں شامل کی جائیگی - قیمت حصۂ اول ۲ - روپیہ - ادارۂ الہلال سے طلب کیجیے -

(دعوۃ الہیہ الہلال)

طبلہ ام جز کشش کارے ندانند
حکیمان ایں کشش را عشق خوانند

جناب فاضل اجل، مصلح امت، طبیب ملت، حکیم اخلاق، فخر اسلام، مولانا ابوالکلام - السلام علیک و رحمۃ اللہ و برکاتہ -

میں ادھر سفر کی کشاکش میں مبتلا رہا ہوں - اخباروں کے دیکھنے کا موقع نہیں مل سکا -

آج "الہلال پریس کی ضمانت" کا حال الہلال میں پڑھکر ایک عجیب حالت کا ورود ہوا - متضاد کیفیتوں کا اجتماع ایک وقت میں ممتنع الوقوع سمجھا جاتا ہے لیکن طرفہ یہ ہے کہ میرے دل و دماغ میں دو متضاد کیفیتوں کا اجتماع ہوگیا: حزن و ملال بھی اور فرح و سرور بھی !!

حزن اسلیے کہ ایک طائر سدرہ پرواز کو (جسکی صفیر پر طائران سفلی بھی پر افشانی کو طیار ہیں) دام میں لانے اور قفس میں بند رکھنے کی کوشش کی گئی -

فرح و سرور اسلیے کہ جناب اوس منزل تک پہونچ گئے جس منزل سے انبیا و صدیقین، و شہدا کو سابقہ پڑتا رہا ہے - اگر خدا کو منظور ہے تو آگے کامیابی ہی کامیابی ہے:

در پس ہر گریہ آخر خندہ ایست

ان دونوں کیفیتوں کی حالت میں متحیر تھا کہ جناب کو لکھوں تو کیا لکھوں؟ ہمدردی کا عریضہ یا مسرت کی مبارکباد؟

بڑی سوچ اور غور کے بعد مبارکباد عرض کرتا ہوں - اگر تاریکی ضلالت قوم کو قطعہ نہ گھیرا ہے، تو طلوع آفتاب ہدایت کی امید اور روشنی پھیلنے کی توقع کیونکر ہوسکتی ہے؟ اگر کانٹوں کا احتیاط رکھا جاے تو پھولوں تک کب ہاتھہ پہونچ سکتا ہے؟ جس کام میں ہاتھہ ڈالا جاے بشرطیکہ طالب صادق ہو، تکالیف کی منازل طے کرتے ہوے گوہر مقصود کو حاصل کر لینا لازمی ہے - بہر حال ضمانت ایک نیک خیال ہے - خدا مبارک کرے -

ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام ہدایت کے لیے اوٹھہ کھڑے ہوے تو کیا کیا مصائب نہ پیش آئے؟ آگ میں ڈالے گئے، وطن سے نکالے گئے، سب کچھہ ہوا، مگر خدا نے ساتھہ نہ چھوڑا - خدا کی یاری اور یاوری سے غالب و منصور ہوکر رہے -

اس واقعہ کی مشاکلت و مماثلت حضرت پیغمبر آخر الزمان روحی فداہ و صلی اللہ علیہ و آلہ و صحبہ و سلم سے ہے کہ جب آپ نے ہدایت کی آواز بلند کی تو ایذا رسانی کے لیے قوم اوٹھہ کھڑی ہوئی - باقاعدہ اور مکمل کمیٹی بنائی گئی جسکا میر مجلس ابو لہب تھا، اور مکہ کے سردار اسکے ممبر تھے - ریزولیوشن یہ پاس ہوا کہ محمد (صلعم) کو ہر طرح سے دق کیا جائے - بات بات میں اسکی ہنسی اوڑائی جائے - تمسخر اور ایذا سے اسے سخت تکلیف دیجائے - آنہیں سچا سمجھنے والوں کو بھی انتہا درجہ کی تکالیف میں مبتلا کیا جائے - اس تجویز پر جسقدر عمل ہوا، ماہرین فن تاریخ و سیر سے پوشیدہ نہیں - بسا اوقات نبی کے راستے میں کانٹے بچھائے جاتے تاکہ رات کی اندھیاری میں آپ کے پاؤں زخمی ہوں - گھر کے دروازے پر کوڑا کرکٹ پھینکا جاتا تاکہ صحت و جمعیت خاطر میں خلل پیدا ہو - لیکن تاہم خدا نے تو ساتھہ نہ چھوڑا - آپ غالب اور منصور رہے - بلکہ: تبت یدا ابی لہب و تب، ما اغنی عنہ مالہ وما کسب، سیصلی ناراً ذات لہب و امراتہ، حمالۃ الحطب فی جیدھا حبل من مسد -

اگر الہلال کی حالت کو ان واقعات سے تطبیق دیجائے تو پوری مطابقت ہوتی ہے - الہلال کی پہلی آواز ہدایت نے کلوخ در خانۂ زنبور کا کام کیا - سر برآوردگان قوم بگڑے، تخریب کے لیے اوٹھہ کھڑے ہوے - مگر خدا نے ساتھہ نہ چھوڑا - مجھے لکھنو کا گمنام خط (جو الہلال کی پہلی جلد کے کسی پرچہ میں شائع ہوا تھا) نہیں بھولتا جس سے ابو لہب کی یاد تازہ ہوجاتی ہے - با ایں ہمہ الہلال کی روش میں کوئی فرق نہ آیا اور وہ اپنا کام کیے چلا جاتا ہے:

زعشق آدمی را پرورش کردہ
خرد را چشم خواب آلود کردہ

اگر اب ضمانت لی جاتی ہے تو لی جاے، تاہم الہلال سے امید ہے کہ وہ ہدایت عامہ سے باز نہیں رہیگا -

امام محمد ابن اسمعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو امیر بخارا نے کہلا بھیجا کہ حدیث اور تاریخ نبوی محل شاہی میں سنا جایا کریں - آپ نے جواب دیا کہ میں علم کی ذلت گوارا کرنا نہیں چاہتا - مسجد میں آکر سنا کریں - امیر نے کہا کہ جب تک میں اور میرے شاہزادے مسجد میں رہا کریں مجلس عام نہو - امام نے فرمایا کہ میں ہدایت نبوی کو محدود نہیں کرسکتا - اگر مجلس کی بندش کا حکم دے دیں تو یہ دوسری بات ہے - مجھکو بھی خدا کے نزدیک عذر کا موقع ملجائیگا - امیر نے امام کو خارج البلد کردیا، وہ تکلیف سفر کو مرحبا اور آتش وطن کو خیر باد کہتے ہوئے چلدیے مگر کلمۂ حق نہ بیچا - لیکن پھر کیا ہوا؟ ہر طرف سے نزول تجلیات و برکات الٰہی تھا !!

تم مرے پاس ہوتے ہو گویا * جب کوئی دوسرا نہیں ہوتا

گورنمنٹ اظہار عقائد مذہبی اور تبلیغ ہدایت دینی میں دخیل نہیں ہوتی - یہ جو کچھہ ہو رہا ہے ہمارے ہی یاران طریقت کی کوشش کا نتیجہ ہے -

الہلال کا سخت انتظار ہے اور اب بے تابی کی حدتک پہونچ گیا ہے -

دیغ ہندی و حنصر رومی * بکند آنچہ انتظار کند

(حکیم غلام غوث طبیب ریاست بہاولپور)

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ - اخباروں کے دیکھنے سے معلوم ہوا کہ الہلال کے لیے دو ہزار کی ضمانت طلب کی گئی ہے - اس خبر کے دیکھنے سے نہایت سخت صدمہ گزرا - قبل ازیں اخبار ہمدرد و کامریڈ سے بھی طلب کی گئی تھی - افسوس ہے کہ ایسے نامی گرامی رسائل جو نہ صرف اخباری حیثیت ہی سے اعلی درجہ کے ہیں، بلکہ ہم مسلمانوں کے لیے باعث ترقی و بہبودی ہیں، ہر طرف سے بحر الم میں گرے ہوے نظر آتے ہیں - خدا اس کشیدگی کو دور کرے اور حاکم و محکوم میں اخلاص و اتحاد پیدا ہو - الہلال کے متعلق ہم لوگوں کا افسوس اسلیے بھی شدید ہے کہ ہم اسے محض ایک اخبار کی حیثیت سے نہیں دیکھتے بلکہ فی الحقیقت وہ ہمارا ایک دینی مصلح اور مذہبی معلم ہے، اور خدا نخواستہ اگر ہم اس سے محروم ہوگئے تو یہ ہماری انتہائی بد قسمتی ہوگی - دو ہزار کا فراہم ہوجانا با ہمت لوگوں کے لیے کوئی بڑی بات نہیں - اگر ہر خریدار صرف ایک ہی روپیہ اس فنڈ میں دیدے تو بھی مطلوبہ رقم سے زیادہ رقم جمع ہو جا سکتی ہے:

قطرہ قطرہ بہم شود دریا

اگرچہ تقریباً دو سال سے ہم مسلمانوں نے مختلف چندوں مثلاً طرابلس، ترکی مہاجرین، و کانپور فنڈ میں اپنی ہمت سے

زیادہ دیگر قومی ہمدردی کا ثبوت دیا ہے ' لیکن امید ہے کہ باہمت حضرات اس موقعہ پر بھی اپنی غیرت دینی کا ثبوت دینگے - فدوی قبل ازیں اپنی بساط کے موافق ہر ایک فنڈ میں جو کچھہ ہوسکا شرکت کرچکا ہے - آج پانچ روپیہ کا منی آڈر ارسال خدمت گرامی ہے اور امیدوار کہ یہ ناچیز رقم الہلال ضمانت فنڈ میں داخل کرکے ممنون و مشکور فرمائینگے -

(محمد عبد الواحد - سوداگر سکندرا باد - دکن)

حضرت مولانا ! رسالہ الہلال نمبر ۱۳ - میں شذرات مطلبہ کے زیرعنوان بمعرض قراۃ (الہلال پریس کی ضمانت) سخت افسوس ہوا ' اور معاً دل میں یہ خدشہ پیدا ہوا کہ اب الہلال جیسے زندہ دل مصلح مسلمین رسالہ کے بھی نشانۂ حکومت ہو جانے کے بعد اخوان ملت پھر آسی ضلالت و ادبار کے تاریک گڑھے میں جا پڑینگے ' اور پھر انکی غفلت سابق بدستور لاحق ہوجایگی ' چونکہ اب الہلال کی ہمت شکن تحریریں اور ولولہ خیز اور حیات افزا الہامی اثر کے مقالات بعض عمال سلطنت کے جبر سے مسلمانوں کے گوش زد نہ ہوسکیں گے اور چار ناچار الہلال دز نظر بیان اور پیرایۂ بیان بدلدینا پڑیگا - اس خدشہ کے پیدا ہوتے ہی میں نے بمصروفی کے ساتھہ پرچہ رکھدیا اور دل بیٹھہ گیا رکفی باللہ شہیدا کہ ہم اور نہ صرف ہم بلکہ حضرت والد صاحب مدظلہ بھی آبدیدہ ہوئے اور مشار الیہ نے عرصہ تک افسوس فرمانیکے بعد دعا فرمائی کہ خداوندا ! اپنی نصرت غیبی الہلال کے شامل حال رکھہ بدولہ وہ خلوص دل سے تیرے دین کا مددگار اور تیری مرضات کا طالب ہے -

خاکسار کی نظر دیر تک الہلال پر گڑی رہی - لیکن پھر الہلال کی دلآویزی مجبور کن ہوئی کہ کم از کم ایک نظر تو ڈال لو با دل ناخواستہ اٹھایا اور آسی ضمانت سنانی کے مضمون پر نظر پڑی - لیکن چند الفاظ کے پڑھتے ہی آپ کے صبر و شکر ' ہمہ استقلال ' عزم مصمم ' و ثبات ارادہ نے میرے پژ مردہ دل کو شاداب کردیا اور میں ایک بے اختیارانہ جوش کے ساتھہ اٹھہ بیٹھا - پھر تو وہی میں تھا اور وہی الہلال - وہی نگاہ شوق تھی اور وہی اسکا مجذوب و مطالب - دل بڑھہ گیا ' ہمت بلند ہوگئی ' ازل سے آخر تک پڑھہ گیا ' باغ امید کو سرسبز پایا اور سابق کی طرح آج بھی نخل مراد کو بارور دیکھا ' فالحمد اللہ علی ذالک -

ابو تراب عبد الرحمن گیلانی
گیلانی - مونگیر

" الہلال " سے ضمانت طلب ہوئی - مجھکو آپکی وہ درد انگیز دعا یاد ہے جو الہلال کے صفحوں پر ہمیشہ مانگی گئی ہے کہ " خدا تعالی آزمایشوں میں صحیح ڈالے ' تاکہ میرے دلی استقامت کا اندازہ ہو " یہ اسکی استجابت کا آغاز ہے اگرچہ فی الحقیقت آزمائشیں تو بہت سی ہوچکی ہیں اور دنیا دیکھہ چکی ہے - یقین کیجیے کہ آج ہزاروں قلوب اسلام آپکے ساتھہ ہیں ' اور آپنے جو بیج بویا تھا ' وہ بار آور ہوچکا -

(محمد مکرم ارکیرانہ)

(الہلال)

میری دعائیں جن آزمائشوں کیلیے ہیں وہ دوسری ہی ہیں ' اور شاید اب دور نہیں - ان چھوٹے چھوٹے واقعات کو انسے کیا نسبت ؟ انتظار کیجیے - انی معکم من المنتظرین !

جناب مولانا و بالفضل اولینا دام مجدکم - السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ - بلا شبہہ ضمانت جو آپ سے طلب ہوئی ہے تمام قوم و ملت کو نہایت ہی شاق ہے اور اسلیے ہر ایک اہل دل کو اسکا رنج ہے ' لیکن " عسی ان تکرھو شیا و ھو خیر لکم " خدا کا کلام ہے اور امید ہے کہ اسی میں کچھہ بہتری ہوگی - مجھکو سخت افسوس ہے کہ کارکنان سلطنت کیا ایسی موٹی سی بات کو بھی نہیں سمجھتے کہ اس ضمانت کے لیے جانے سے الہلال کے ارادت مندوں کو جو ہزاروں لاکھوں کی تعداد میں ہیں کیا رنج نہوگا ؟ اور اگر وہ اسبات کے قائل ہیں تو کیا یہ امر سلطنت کے لئے کسی نفع کا باعث ہوسکتا ہے کہ صرف دو ہزار روپیہ کی خاطر اسقدر افراد کے دل میں سلطنت کی طرف سے رنج کا بیج بو دیں جو برگ و بار لا کر ایک درخت تناور بن جاے اور پھر اس سے طرح طرح کے دل خراش نتائج پیدا ہوں ؟ زمیندار کی ضمانت ضبط ہونے سے کسقدر افراد کو رنج پہونچا ہے اور کیا اسقدر ناراض شخصوں کی تعداد میں ہر روز اضافہ ہونا سلطنت کے لئے مفید نتائج کا مثمر ہوسکتا ہے ؟ ہرگز نہیں لیکن اب انکو کون سمجھاے ؟ خدا ہی انکو عقل سلیم عطا فرمائے - کہ ان کارروائیوں سے درگذر کریں اور بدستور مسلمانوں کو وفادار رہنے دیں جو خود انکے حق میں مفید ہے اور مسلمانوں کے اس اعتقاد کے متزلزل نہونے میں بھی ' کہ برٹش گورنمنٹ انکے حق میں ایک رحمت ہے -

جانسار عطا محمد عفی عنہ (امرتسر)

السلام علیک - ذیل ارس ایک نیاز نامہ جس میں ایک روپیہ کے ٹکٹ برای ضمانت فنڈ ہمدرد و زمیندار تھے ارسال خدمت کرچکا ہوں امید کہ مشرف خدمت اقدس ہوا ہو - قدرت حق ہے کہ اگلا زخم بھرا نہ تھا کہ ایک اس سے بھی گہرا زخم آموجود ہوا !

بہرحال جاے شکر ہے کہ یہ آزمائش ہماری استقامت کیلیے ضرر رساں نہیں ہوسکتی - باری تعالی اپنے فضل و کرم سے اسلام اور جملہ اہل اسلام کو خیر و برکت ' فتح و ظفر ' عزت و ایمان ' عطا فرماے - آمین یا رب العالمین -

ایک روپیہ بذریعہ ٹکٹ ضمانت فنڈ ارسال خدمت ہے -

محمد افضل - کوئٹہ - بلوچستان

الہلال پریس ایسوسی ایشن

زر اعانۂ ضمانت الہلال

جو مجلس دفاع مطابع و جرائد ہند کے خزینہ میں منتقل کردیا جائیگا

(۱)

نام	رقم
جناب حاجی مصلح الدین صاحب	۱۰۰
ایک محترم بزرگ ملت	۱۵
جناب محکم الدین محمد امین صاحب	۵۰
ایک بزرگ از علی گڈہ	۱۰
ایک خاتون اسلام پرست از حیدرآباد دکن -	۱۵
جناب امداد حسین خان صاحب اسٹیشن ماسٹر فاضلکا	۵
جناب ایچ محمد یوسف صاحب اینڈ کو - مدراس	۵
جناب عبد الواحد صاحب سوداگر سکندر آباد دکن	۵
جناب احمد حسین صاحب	۱

جناب مجيد حسن صاحب بي اے ۰ ۰ ۲
جناب احمد علي صاحب بي اے ۰ ۰ ۱
جناب احمد بهائي صالم جي رنگون ۰ ۰ ۵
جناب احمد حسين صاحب طالبعلم ازبدي ۰ ۸ ۰
جناب برکت الله صاحب از مدراس ۰ ۰ ۳
جناب احمد حسين خان صاحب وکيل ۰ ۰ ۲
جناب ضياء الدين خان صاحب وکيل ۰ ۰ ۲
جناب مولانا قطب عالم شاه صاحب ۰ ۰ ۱
جناب شاه نظير عالم صاحب ۰ ۰ ۱
جناب مولانا سعادت علي صاحب مدرسه عاليه
رامپور ۰ ۰ ۱
جناب سيد حسن صاحب محله قلعه - ٹونک ۰ ۰ ۵
جناب حسن مرتضى صاحب امروهه ۰ ۰ ۸
جناب شمس الدين احمد صاحب
ڈسٹرکٹ هسپتال عليگڈه ۰ ۰ ۱
ايک بزرگ رامپور ۰ ۰ ۱۰
جناب رب نواز خان صاحب دهلي ۰ ۰ ۱
جناب ايڈيٹر صاحب افغان پشاور ۰ ۶ ۶

(باقي آينده)

زراعانۂ دفاع مسجد مقدس کانپور

جناب عبد الحي خانصاحب -
حيدر اباد دکن ۰ ۷ ۰
جناب غلام مصطفى صاحب صيغه دار خزانه
صرف خاص حضور نظام حيدر آباد دکن ۰ ۰ ۲۵
جناب منشي خان محمد صاحب - درگئي ۰ ۰ ۵
جناب منشي اسمعيل صاحب درگئي ۰ ۰ ۳
جناب منشي چراغدين صاحب درگئي ۰ ۰ ۲
جناب منشي محمد شريف صاحب ۰ ۱۲ ۰
جناب محمد عبد السليم صاحب حيدرآباد دکن ۰ ۰ ۲
جناب سيد شفقت حسين صاحب - افضل
گنج - حيدر اباد دکن ۰ ۰ ۲
جناب سيد حسن صاحب رضوي - ٹونک
راجپوتانه ۰ ۰ ۵
غيور مسلمانا مانگرول بذريعه
جناب محمد اظام الحق صاحب عباسي ۰ ۰ ۱۵
جوبلي اسکول بهاگلپور کے لڑکوں کی همدردي
کا نتيجه ۰ ۴ ۷
جناب حافظ چراغ الدين صاحب قريشي
- اٹک ۰ ۰ ۲
جناب محمد نظام الحق صاحب عباسي
مانگرول ۰ ۰ ۵
بذريعه طفيل احمد خانصاحب - -
گوجر ٹوله - رامپور ۰ ۰ ۴۳
جناب مرزا حبيب احمد صاحب -
کاتل صدتي - حيدر آباد دکن ۰ ۱۰ ۳
جناب علاؤ الدين صاحب مرحوم - دو پال ۰ ۲ ۱۰
جناب احمد حسن صاحب ۰ ۰ ۹
جناب محمد عبد العزيز صاحب هدسوري
برروز عيد الفطر بمقام سراله ضلع امرواتي عيدگاه مسجد کانپور کيلئے

چنده جمع کيا گيا جو بذريعه مني آرڈر مبلغ ۵۲
روپيه ۷ آنه ارسال خدمت هے چنده دهندگان کي تفصيل حسب
ذيل هے -

جناب محمد نظام الدين صاحب ۰ ۰ ۵
جناب شيخ نبو صاحب ۰ ۰ ۱۰
جناب محمد عني الدين صاحب ۰ ۰ ۶
جناب محمد وزير الدين صاحب ۰ ۰ ۱
جناب سيد محبوب صاحب ۰ ۰ ۱
جناب وفادار خانصاحب ۰ ۰ ۱
جناب عظمت الله صاحب ۰ ۰ ۱
جناب شيخ سبحان صاحب ۰ ۰ ۱
جناب شيخ بهر لو صاحب ۰ ۰ ۱
جناب يسين خانصاحب ۰ ۰ ۱
متفرق ۰ ۰ ۱۶
پرده نشين خاتونان اسلام پرست ۰ ۰ ۸
جسميں سے ۹ آنه مني آرڈر کميشن منها کيا اور بقيه بارن روپيه
ارسال خدمت هے -

جناب مولوي دوست محمد خانصاحب - پيش امام
سورتي مسجد - منگيل بازار - برهما ۰ ۴ ۶
مسلمانان ٹهکري واله ضلع لائل پور - ۶ ۲ ۳۶
بذريعه ايس - اے - رحمان صاحب
بهاري - حال مقيم بلوچستان ۰ ۰ ۱۲۰
مسماة بو بو بذريعه ايم - اي - ايس -
محمد عبد الصمد صاحب - ۰ ۰ ۹
جناب ڈاکٹر عبد الواحد جترو ۰ ۰ ۱۶
بذريعه جناب بابو سلامت
و رمضان خانصاحب ۰ ۱۵ ۱
جناب غلام مصطفى صاحب - صيغه دار
صرف خاص حضور نظام دکن ۰ ۰ ۷۵

بقيه چنده شاهجهانپور

جناب نتھے خانصاحب ۰ ۱ ۰
جناب الن خان صاحب ۰ ۱ ۰
جناب ننھے خان صاحب ۰ ۱ ۰
جناب نيار احمد صاحب ۰ ۱ ۰
جناب نتھے خان صاحب ۰ ۱ ۰
جناب ننھے خان صاحب ۰ ۱ ۰
جناب عبد الرزاق صاحب ۰ ۱ ۰
جناب طفيل صاحب ۰ ۱ ۰
جناب سدن صاحب ۰ ۱ ۰
جناب شرافت صاحب ۰ ۱ ۰
جناب نبي جان خان صاحب ۰ ۱ ۰
جناب فضل صاحب ۰ ۱ ۰
جناب احمد علي صاحب ۰ ۱ ۱
جناب عبد الغفار صاحب ۰ ۱ ۰
جناب عزيز احمد صاحب ۰ ۱ ۰
جناب کفايت خان صاحب ۰ ۱ ۰
جناب پهندن خان صاحب ۰ ۱ ۰
جناب موتي خان صاحب ۰ ۱ ۰
ايک مسماة ۰ ۱ ۰

بقیہ مضمون صفحہ ۴ کا

ومایضلون الا انفسہم وما یضرونک من شئی (۴ :) (۱)

راہ حق سے بہکا دینے کا ارادہ کر ہی چکا تھا - حالانکہ حقیقت حال یہ ہے کہ یہ لوگ تمہیں تو کیا گمراہ کرینگے ؟ خود اپنے ہی کو گمراہی میں ڈال رہے ہیں - یقین رکھو کہ وہ تم کو کچھہ نقصان پہنچا نہ سکیں گے "

پھر اگر ہم لوگوں کے ارادوں اور خیالوں کا بھی مراقبہ کریں تو اعمال تک پہنچنے کی کبھی مہلت ہی نہیں ملے -

ہم بالفعل چند کلمات اس جلسے کی نسبت کہنا چاہتے ہیں جو ہزہائنس نواب صاحب رامپور کی زیر صدارت ۲- اکتوبر کو حسب اقرار یک مفتہ ' دہلی میں منعقد ہوا تھا - لیکن مندرجۂ صدر خیالات کی بنا پر ہم اُن تمام اخبار و معلومات سے بالکل چشم پوشی کرلینگے ' جنکی اس جلسے کے انعقاد سے پیشتر ہمیں خبر مل چکی ہے - نہ تو اس معمی اور طلسمانہ طریق عمل پر بحث کرینگے ' جو اس جلسے کے انعقاد کیلیے اختیار کیا گیا تھا - نہ اس پر اسرار طریق دعوت شرکت پر نظر ڈالیں گے ' جسکے ذریعہ ایک خاص طبقہ کے لوگوں کوشش کرکے جمع کیا گیا - نہ (حاجی نادر علی وکیل) نامی کسی شخص کو تلاش کرینگے جو مفید اغراض سرکار عمل کی تلاش میں بھیجا گیا تھا ' اور نہ جلسے کی اصلی غرض و غایت ' اسکی تحریک کے اسباب ' وابلۂ زمزمہ ای وحدت اور کاروان موجودہ کے پیام اور ان سب کے سال سوال کو روشنی میں لائیں گے جس کے اندر مسلمانوں کے موجودہ عہد بیداری و حرکت کیلیے بہت سی یادگار تصویریں مضمر ہیں ' اور جو انسانی عصیان و تمرد کے نتائج کا نہایت ہی دلچسپ افسانہ ہے -

ان امور پر اگر نظر ڈالنی ہے تو اسکا بہتر وقت دوسرا ہے - اور شاید دور نہیں - سردست ہم صرف اُسی چیز کو دیکھیں گے ' جو ۲ - اکتوبر کو ہمیں دکھلائی گئی ' اور بالاخر بادنٰی مجلس جس صورت میں اپنے تئیں پیش کرنے پر مجبور ہوگئے اور انہوں نے پیش کیا ' اُسی کو بہ تمثل تجاہل و تغافل عارفانہ ' تسلیم کر لینگے .

نہ کہیں رہنے ڈالیے انکی نقاب میں
اچھے برے کا حال کھلے کیا حجاب میں

جن لوگوں کو تاریکی پسند ہے اور اپنے کاموں کو چوری چھپے کرنے پر مجبور ہیں ' بہتر ہے کہ انہیں روشنی میں لاکر پریشان نہ کیا جاے - جس کے چہرے پر داغ ہوے ہیں ' اُسی کو برقعہ ڈالنے کی ضرورت ہوتی ہے - چور رات کی پچھلی پہر میں دیواروں کی آڑ سے اپنے تئیں چھپاے ہوے نکلتے ہیں ' مگر شریف آدمی ہمیشہ دوپہر کی روشنی میں سڑکوں پر دیکھے گئے ہیں - چھپنے والوں کیلیے یہی عذاب الیم کیا کم ہے کہ وہ خود بھی اپنے کاموں کو علانیہ کرنے کے قابل نہیں پاتے ؟ انسانی ضمیر کے اسی عذاب کی طرف جا بجا قران کریم نے اشارہ کیا ہے : تری الظالمین مشفقین مما کسبوا ' وہو واقع بہم (۴۳ : ۲۱)

الغرض انسان کی اس غلطی پر ' جو شاید اسکی فطرہ میں داخل ہے ' ہمیشہ ماتم کیا گیا ہے اور کیا جائیگا کہ وہ اپنے رازوں کو اُسے چھپاتا ہے ' جنکے ہاتھہ میں اُسکی جزا و سزا نہیں ' پر اُس کی بالکل پروا نہیں کرتا جو اسکے جزا و سزا پر تنہا قادر ہے ' اور اسکے تمام چھپے ہوے کاموں پر سے عاقبت کار پردہ اٹھا دینے والا ہے ؟

وہ نادان لوگوں کو دھوکا دینا چاہتے ہیں ' حالانکہ انکے نفس خائن نے خود انکو دھوکے میں ڈال رکھا ہے :

ولا تجادل عن الذین یختانون انفسہم - ان اللہ لا یحب من کان خوانا اثیما - (۴ : ۱۰۷)

جو لوگ دوسروں کو دھوکا دیکر حقیقت میں خود اپنے تئیں دھوکا دے رہے ہیں انکی طرف ہوکر رد و کد نکرو - کیونکہ اللہ تعالے دھوکا دینے والوں اور معصیت شعار انسانوں کو پسند نہیں کرتا -

افسوس تم قران پڑھتے نہیں - جو لوگ رازداریوں کے ساتھہ پوشیدہ پوشیدہ اپنے کاموں کو انجام دینا چاہتے ہیں اور اپنے ارادوں اور مشوروں کو تاریکی میں رکھتے ہیں ' خدا نے انکی نسبت کیسے صاف اور منطق لفظوں میں راے دی ہے ؟ کاش دماغ سوچیں اور دل عبرت پکڑیں !

یستخفون من الناس ولا یستخفون من اللہ وہو معہم اذ یبیتون ما لا یرضی من القول و کان اللہ بما یعملون محیطا ! (۴ :)

" یہ لوگ کیسے احمق ہیں ! انسانوں سے تو پردہ کرتے ہیں مگر خدا سے پردہ نہیں کرتے ! حالانکہ جب وہ راتوں کو (مثلاً رات کے گیارہ بجے بریلی کے اسٹیشن پر -) اُن باتوں کیلیے مشورہ کرتے ہیں جو اللہ کی خوشنودی کے خلاف ہیں ' تو خدا تو انکے ساتھہ موجود ہوتا ہے - جو کچھہ یہ کرتے ہیں ' سب اسکے احاطۂ علم میں داخل ہے !

الذین یتخذون الکافرین اولیاء من دون المومنین ' ایبتغون عندہم العزۃ ؟ وان العزۃ عند اللہ جمیعا و قد نزل علیکم فی الکتاب ان اذا سمعتم ایات اللہ یکفر بہا و یستہزء بہا ' فلا تقعدوا معہم حتی یخوضوا فی حدیث غیرہ (۴ :)

یہ لوگ مسلمانوں کو چھوڑکر کافروں کو اپنا دوست بناتے ہیں - کیا اسلیے کہ انکے دربار میں اپنی عزت بڑھانی چاہتے ہیں ؟ اگر یہی بات ہے تو جان رکھیں کہ ہر طرح عزتیں تو اللہ ہی کے اختیار میں ہیں - اسکو چھوڑکر یہ کیوں غیروں کی چوکھٹوں پر جھکتے ہیں ؟

حالانکہ مسلمانوں پر اللہ قران کریم میں یہ حکم نازل کرچکا ہے کہ غیروں سے ویسے ملنے جلنے میں تو کوئی ہرج نہیں ' لیکن جب تم اپنے کانوں سے سن لو کہ آیات اللہ سے انکار کیا جارہا ہے ' شعائر الہیہ کی توہین ہو رہی ہے ' احکام دینیہ کی ہنسی اڑائی جا رہی ہے ' تو پھر ایسے لوگوں کے ساتھہ اُس وقت تک نہ بیٹھو ' جب تک کہ وہ کسی دوسرے بات کی طرف متوجہ نہو جائیں "

ہم نے کسی دوسری جگہ اس جلسے کے مختصر حالات لکھدیے ہیں ' نیتوں کا خدا علیم ہے - ہماری دعا ہے کہ اگر اِن بزرگوں کا مقصود اصلاح حالت اور دفع فساد ہے ' تو اللہ انہیں جزاء خیر دے اور انکی سعی کو قبول کرے - اور اگر ایسا نہیں ہے ' تو پھر اُن دلوں پر حسرت ' جنکے لیے گزشتہ عبرت نقش نہیں ' اور ان دماغوں پر افسوس ' جو آئندہ کیلیے متفکر نہیں - کوئی سال ایسا نہیں گزرتا ' جس میں نیات فاسدہ کی نامرادی اور اعمال مفسدہ کی ناکامی اپنے اندر ایک سبق عبرت و موعظت نہ رکھتی ہو - راز دارانہ اعمال اور قوم سے علحدگی و مستبدانہ خود رائی کے ناکام نتائج اس کثرت سے سامنے آچکے ہیں کہ اندھوں کے سامنے رکھے جائیں تو دیکھنے لگیں اور گونگوں کو سنایا جاے تو بے اختیار چیخ اٹھیں - پھر یہ کیوں ہے کہ آنکھیں بند ہیں ' دل مردہ ہوچکے ہیں '

(۱) اس آیۂ کریمہ میں در اصل انحضرۃ (روحی فداہ) سے خاص تخاطب ہے - لیکن حالت تمام مومنوں کیلیے عام - اسی لیے اس وقت یاد آگئی تو لکھدی گئی - (منہ)

کان پلپلۂ غفلت سے بہرے ' اور سب نے خدا کی طرف سے گردنیں موڑلی ہیں ؟ وجعلنا علی قلوبهم اكنة ان يفقهوه وفي اذانهم وقرا ! (۱۷ : ۴۸)

شاید ہی کوئی اور آیت اسقدر مجری زبان پر ہمیشہ جاری رہتی ہے ' جیسی یہ آیۂ کریمہ کہ فی الحقیقت ہماری موجودہ غفلتوں کا ایک مرقع عبرۃ ہے

اولا یرون انهم یفتنون فی کل عام مرة او مرتین ' ثم لایتوبون ولا هم یذکرون (۹ . ۱۲۷)

کیا یہ لوگ نہیں دیکھتے کہ کوئی برس ایسا نہیں گذرتا جس میں ایک یا دو مرتبہ یہ لوگ آزمایشوں میں نہ ڈالے جاتے ہوں مگر باوجود اسکے نہ تو وہ اپنی بد اعمالیوں سے توبہ کرتے ہیں اور نہ ان تنبیہوں سے عبرت پکڑتے ہیں '

رفتار سیاست

دولت عثمانیہ اور یونان

اشرار بلقان نے پرکار شمشیر اور رنگ خونیں سے صفحۂ بلقان میں اپنی اپنی حدود کا نقشہ کھینچا ' لیکن افسوس کہ تقاطع خطوط نے صفحہ کو پہلے سے اور زیادہ تاریک اور مبہم الحدود کردیا !

دیدی غاچ اس نقشہ کے اندر حدود بلغاریا میں داخل کیا گیا ' لیکن اوس پر یونانی قابض تھے ' صلح بخارست کے بعد قرار پایا کہ یونان اوس کو بلغاریا کے لیے خالی کردے گا ' دول کی اس عنایت میں شک نہیں ' لیکن اس کو کیا کیا جاے کہ نیم مردہ بلغاریا اب اس حرکت کے بھی لائق نہیں ' اور یونان اس خوف سے اب تک اسے خالی نہیں کرتا کہ ترک اس پر قابض ہوجاینگے !

صلح ترکی و بلغاریا نے تاریخ بلقان کا نیا دور شروع کیا - بلغاریا نے مطیعانہ و دوستانہ اپنے قدیم آقا اور جدید دوست کے ہاتھ میں ہاتھ ڈالدیا ہے - یونان کو خطرہ ہے کہ یہ دونوں اس طرح بڑھتے ہوے کہیں میری طرف نہ بڑھ آئیں -

اس خطرہ کے آثار اولین تو یہ ہیں کہ شاہ یونان خطابات و اعزازات کے بارگراں کو لندن میں چھوڑتا ہوا - یونان روانہ ہوگیا محکمۂ جنگ اپنے افسروں کو رخصتوں پرسے طلب کررہا ہے ' جہاز حرکت میں آرہے ہیں ' ان سب کے بعد پہلا عمل اضطرابی یہ بھی ظاہر ہوگیا کہ " بلحاظ عہد نامہ ترکی و بلغاریا یونان نے دیدی غاچ کے تخلیہ کیلیے اپنے افسروں کو حکم دیدیا ہے "

ایک دوسرا خطرناک مسئلہ جزائر ایجین کا ہے ' یہ جزائر چونکہ یورپ اور ایشیا کے اتصالی نقطے ہیں اس لئے ترکوں کی نظر میں ان کی بڑی اہمیت ہے ' اور اسی لیے وہ ان جزائر کی ایک معقول تعداد اپنے ہاتھ میں رکھنا چاہتے ہیں - یونان اس کے لیے بمشکل آمادہ ہوگا ' وہ معاملات متنازعہ کی نسبت ترکوں سے مکاتبت و مصالحت کیلیے طیار ہے لیکن مسئلۂ جزائر کو ہاتھ لگانے سے قطعی انکار کرتا ہے -

لیکن اس مشکل نے یونان کو ایک اور خطرہ میں مبتلا کردیا یعنی اپنے جہازات کے تحفظ و سلامتی کی فکر میں ' بحر اسود میں یونان کے جو تجارتی جہاز آمد و رفت کرتے ہیں ' انکا بیمہ کرنے سے بیمہ کمپنیوں نے انکار کردیا ہے کیونکہ جنگ کے خطرات قوی ہیں ایسی حالت میں یونانی جہازات کی زندگی یقیناً خطرے میں پڑگئی ہے ' خصوصاً جبکہ " رشادیہ " بھی پانی میں اتر چکا ہے اور رؤف بے قائد حمیدیہ (حسب اطلاع رائٹر ۶ اکتوبر) روم اور لندن جنگی جہازات کی خریداری اور بحری افسروں کے انتخاب کے لیے پہونچ چکا ہے -

یونان کو ترکوں کی تبدیلی کی بھی شکایت ہے کہ صلح بلغاریا سے پیشتر کی سی حالت نہیں رہی مگر یہ شکایت بالکل بے فائدہ ہے - اس عصر جدید میں یونانیوں کا " پہلا فلسفہ " بیکار ہوچکا ہے !

(البانیا)

آسٹریا کی مداخلت و تشجیع نے مسئلہ البانیا کو اہم بنا دیا ہے عجیب تر یہ کہ بلغاریا ' اس فرصت سے وہی کام لینا چاہتا ہے جو سرویا نے رومانی پیش قدمی کے موقع پر لیا تھا -

۲ - اکتوبر کا تار ہے ' کہ سرویا کی فوج دیبرا اور اوچریڈا میں داخل ہوگئی -

ریوٹر کہتا ہے کہ اگر یہ صحیح ہے تو ایک تیسری جنگ کے لئے ' بلقان کا میدان پھر صاف ہورہا ہے -

لندن سے ۳ - اکتوبر کو تلغراف آیا کہ آسٹریا نے سرویا کو بزور کہا ہے کہ البانیا کے متعلق لندن کانفرنس کے فیصلے پر قانع رہے مگر سرویا کا جواب ہے کہ وہ صرف مدافعانہ کوششوں میں مصروف ہے ' حدود البانیا پر قبضہ کرنے کی نیت نہیں -

۶ اکتوبر کو بلگریڈ کی اطلاع ہے کہ سرویا نے البانیوں کو پورڈنگ میں شکست دی ' اور ان کا تعاقب سرحد تک کیا گیا ' لیکن یہ خود سرویا کے اپنے گھر کا تار ہے ' اسلئے محتاج تصدیق ہے '

سلسلۂ واقعات سے ظاہر ہوتا ہے ' کہ شاید اب جنگ کا خاتمہ ہوجاے ریوٹر ' ۳ ستمبر کے تلغراف میں اطلاع دیتا ہے کہ دول نے ہالینڈ سے استدعا کی تھی کہ وہ ڈچ سپاہیوں کا ایک جندرمہ (فوجی پولیس) البانیا کے لئے مرتب کرے ہالینڈ نے یہ درخواست منظور کرلی ہے ' اور چند ڈچ افسروں کو اس غرض سے البانیا روانہ کیا ہے , کہ تحقیق حال کے بعد اطلاع دیں کہ کتنے افسروں کی ضرورت ہوگی -

وزیر سرویا جو اخیرہ سے واپس آگیا ہے اوسنے بھی ایک تقریر میں ظاہر کیا ہے کہ ممالک بلقان لڑتے لڑتے اس قدر تھک گئے ہیں کہ جدید مقابلے کے لئے اب طیار نہیں ' دوسری ریاستوں کے متعلق وزیر موصوف کا بیان صحیح ہو یا نہو ' اپنی واقفیت کی بنا پر اپنے متعلق تو اون کی راے عینی شہادت سے کم نہیں !!

آخر الانباء

لندن ' ۸ اکتوبر - ترکی نے ۶ ڈویژن کے اون کل افسروں کو جو اس وقت رخصت پر تھے حکم دیا ہے کہ ۲۴ - گھنٹہ کے اندر وہ دیمو طیقا پہنچ جائیں -

قسطنطنیہ ' ۸ اکتوبر - طلعت بے اوس مجلس کے صدر ہونگے جو آج وزارت خارجہ میں منعقد ہوگی ' جو اس امر پر غور کریگی کہ ترکی اور بلغاریا کے درمیان ۲۰ ماہ رواں کو ایک تجارتی معاہدہ کے لئے گفتگو شروع کی جاے -

لندن ' ۸ اکتوبر حکومت عثمانیہ نے فتحی بے کو بلغاریا میں اپنا سفیر متعین کرنا چاہا ہے - اس کے متعلق بلغاریا سے دریافت کیا ہے -

لندن ' ۸ اکتوبر - ترکوں اور یونانیوں کی گفتگوے صلح تقریباً دیر میں ختم ہوگی ' ترکی اپنے مطالبات کو اپنی قدیم رعایا کے مذہبی و عمومی حقوق کی حمایت پر مبنی کرتی ہے جن کو بلغاریا نے تسلیم کرلیا ہے ' لیکن یونان اس کے لیے طیار نہیں ' گفتگو میں جزائر ایجین کا ذکر متروک ہوگا اور اوسکا فیصلہ یورپ پر موقوف رہیگا '

لیکن ہر حال میں ترکی نے بعض جزائر کے متعلق اپنے دعوی پر عزیمت ظاہر کرنے کا ارادہ کرلیا ہے -

صرف ۳ روپیه باره انه میں دو عمدہ گھڑیاں

غضب کي رعايت

گھڑي کے شائقين ! يه زرين موقع هاتهه سے لجانے دين کيونکه تمام گھڑيونکي قيمت ميں ايسي عظيم الشان رعايت آينده نه کرسکيں گے اسوقت تين روپيه باره آنه ميں دو بايسه اعلى درجے کي قيمتي گھڑياں آپ کے نذر پہچاتي ہيں - يه معمولي بازاري گھڑياں نہيں ہيں - آپ خود فرماويں انميں ايک تو اصلي کيلس ليور جيبي گھڑي هے جسکي گارنٹي پانچ سال اور ۳۶ گھنٹه کي کوک هے - اور اسکے ساتهه ايک نيشن ايبل چين بهي دي جاتي هے -

اصلي کيلس ليور و نيو فيشن بي ٹائم پيس

بيش بہا موقعه

دوسري چھوٹي بي ٹائم پيس هے جوکه پائداري لحاظ سے تمام دنيا ميں مشہور هے - آپ يقين کريں که يه سودا چهارم قيمت ميں آپ کو ملتا هے - همارے إسٹاک ميں گھڑياں بہت بڑي تعداد ميں موجود هيں اور هکو تين ماه کے اندر گودام خالي کرنا هے - جلد خريد ليے اور اپنے دوستوں کو اس خبر سے مستفيد کيجيے -

ايک گھڑي آپ کي جيب کي زينت بڑهاويگي دوسري ميز يا طاق ميں رکھيے - قيمت کل تين روپيه باره آنه محصولڈاک چار آنه -

ملنے کا پته - برج باسي لال ويش ناولٹي ايجنسي نمبر ۲۲۷ بلديو بلڈنگس جهانسي

Brij Basilal Vaish Novelty Agency 227 Baldeo Building Jhansi U. P.

هم هيں

کشمير کے شال - رفلي آوني پارچات - چادريں - کامدار ميز پوش - پلنگ پوش - پردے - نمدے - گبهے - نقاشي مينا کاري کا اعلى سامان - زعفران - مشک نافه - جدوار - ممیرہ - سلاجيت - زيره - گل بنفشه وغيره وغيره روانه کرنے والے - مکمل فهرست مفت هم سے طلب کرو -

منيجر دي کشمير کو اوپريٹيو سوسائٹي - سري نگر - کشمير -

يورپ اپنے گھر ميں رهے

ايشياء و افريقه ميں اسکا رهنا عقل اور فطرت کے خلاف هے - يه مقوله مصر کے زبردست بزرگ اور تمام صوبوں کے شيخ المشائخ هے جو انہوں نے اپني کتاب مستقبل الاسلام ميں لکها هے - اس کتاب ميں ايسي دل کو لگنے ولي پيشين گوياں هيں که مسلمان على الخصوص ايشيائي آنکهه ديکهکر باغ باغ هو جاتي هے - اسکے اردو ترجمه کا نام اسلام کا انجام هے - قيمت چار آنے -

زار روس کي هتکڑياں

اس کا بهيد شيخ سنوسي کے رسالوں ميں هے جسمیں ظهور حضرت امام مهدي اور شہنشاه انگلستان کے مسلمان هونے اور آئنده زمانه کے هولناک انقلابات کي سچي پيشين گوياں هيں -

حصه اول ۳ آنه - حصه دوم کتاب الامر ۳ آنه - حصه سوم فيضان ۸ آنه -

هندوستان ميں جهاد

سلطان محمود غزنوي نے سومنات ميں کيونکر جهاد کيا - اسکے چشم ديد منظر روزنامچه خواجه حسن نظامي ميں ملينگے. جسميں سفر بمبئي سومنات کاٹھياواڑ گجرات وغيره کا دلچسپ تذکره هے - قيمت ۸ آنه

يه سب کتابيں دفتر حلقه نظام المشائخ دهلي سے منگاليے -

مولانا ابولکلام ايڈيٹر الهلال

کي لکھي هوئي اردو زبان ميں سرمد شهيد کي پهلي سوانعمري جسکي نسبت خواجه حسن نظامي صاحب کي رائے هے که با عتبار ظاهر اس سے اعلى اور شاندار الفاظ آجکل کوئي جمع نہيں کرسکتا اور باعتبار معاني يه سرمد کي زندگي و موت کي بحث هي نہيں معلوم هوتي بلکه مقامات درويشي کا ايک مسئله اور البيلا خطبه نظر آتا هے - قيمت صرف ڈهائي آنے -

انيوا کے انقلابات

کے معلوم کرنيکا شوق هو تو حکيم جاماسپ کي ناياب کتاب جاماسپ نامه کا ترجمه منگا کر ديکهيے جو ملا محمد الواحدي ايڈيٹر نظام المشائخ نے نهايت صحيح اور سليس اردو ميں کيا هے - پانچهزار برس پہلے اسميں بحساب نجوم و جفر آجتک کي بابت جسقدر پيشينگوئياں لکھي گئي تهيں وہ سب هو بهو پوري اترين مثلا بعثت آنحضرت صلعم - معرکه کربلا - خاندان تيموريه کا عروج و زوال وغيره وغيره قيمت ڈهائي آنے -

المشتهر

منيجر رساله نظام المشائخ و درويش پريس دهلي

غبطة الناظر

سوانح عمري شيخ عبد القادر جيلاني (رض) عربي زبان ميں تاليف ابن حجر - ناياب قلمي نسخه سے چهپي هے - کاغذ ولايتي صفحه ۵۶ - قيمت ۸ آنه علاوه محصول ڈاک - ملنے کا پته - سپرنٹنڈنٹ بيکر هوسٹل - دهرمتله - کلکته -

---

مسجد کانپور مچلي بازار

کے روزانه مفصل و مسلسل حالات اور عدالت کي کل کارروائي شائع کرنيکا اخبار آزاد کانپور نے انتظام کيا هے - اجلاس عدالت کي پوري کارروائي دوسرے روز صبح کو شائع کر ديجاتي هے - اس پرچے کي ايک روپيه ماهوار قيمت مقرر کيگئي هے - اشاعت پر پرچه برابر ڈاک سے ارسال هوتے رهيں گے - مني آرڈر بنام منيجر آزاد کانپور آنے - واقعه ۳ - اگست سے آخر ماه تک کے کل حالات بهي موجود هيں - قيمت ايک روپيه

منيجر آزاد - کانپور

هذا بصائر للناس ، و هدى و رحمة لقوم يوقنون !

(۴۵ : ۱۹)

البصائر

ایک ماهوار دیني و علمي مجله

جس کا

اعلان پہلے " البیان " کے نام سے کیا گیا تھا -

ماہ شوال سے شائع هونا شروع هوجائيگا

ضخامت کم از کم ٦۴ صفحه - قیمت سالانه چار روپیه مع محصول ڈاک

خریداران الہلال سے : ۳ - روپیه

اسکا اصلی موضوع یه هوگا که قرآن حکیم اور اُس کے متعلق تمام علوم و معارف پر تحقیقات کا ایک نیا ذخیرہ فراهم کرے - اور اُن موانع و مشکلات کو دور کرنے کی کوشش کرے ' جن کی وجه سے موجوده طبقه روز بروز تعلیمات قرانیه سے نا آشنا هوتا جاتا ہے -

اسی کے ذیل میں علوم اسلامیه کا احیاء ' تاریخ نبوۃ و صحابۃ و تابعین کي ترویج ' آثار سلف کي تدوین ' اور اردو زبان میں علوم مفیدہ حدیثه کے تراجم ' اور جرائد و مجلات یورپ و مصر پر نقد و اقتباس بهي هوگا - تا هم یه امور ضمني هونگے ' اور اصل سعي یه هوگي که رسالے کے هر باب میں قرآن حکیم کے علوم و معارف کا ذخیرہ فراهم کرے - مثلاً تفسیر کے باب میں تفسیر هوگي ' حدیث کے باب میں احادیث متعلق تفسیر پر بحث کي جائیگي - آثار صحابه کے تحت میں تفسیر صحابه کي تحقیق ' تاریخ کے ذیل میں قرآن کریم کي تنزیل و ترتیب و اشاعت کي تاریخ ' علوم کے نیچے علوم قرانیه کے مباحث اور اسی طرح دیگر ابواب میں بھی وهي موضوع وحید پیش نظر رهیگا -

اس سے مقصود یه ہے که مسلمانوں کے سامنے بدفعة واحد قرآن کریم کو مختلف اشکال و مباحث میں اس طرح پیش کیا جاے که عظمت کلام الہی کا وہ اندازہ کر سکیں - و ما توفیقی الا بالله - علیه توکلت و الیه انیب - پتـــه : نمبر (۱۴) مکلاؤڈ اسٹریٹ کلکته

لغــــات جـــدیـــده

مؤلفـه

مولانا السید سلیمان الزیدي

یعني : عربي زبان کے چار هزار جدید ' علمي ' سیاسي ' تجارتي ' اخباري اور ادبي الفاظ اصطلاحات کي محقق و مشرح ڈکشنري ' جسکی اعانت سے مصر و شام کي جدید علمي تصنیفات و رسائل نہایت آساني سے سمجهه میں آسکتے هیں ' اور نیز الہلال جن جدید عربي اصطلاحات و الفاظ کا استعمال کبهي کبهي کرتا ہے ' وہ بهي اس لغت میں مع تشریح و اصل ماخذ موجود هیں - قیمت طبع اعلی ۱ - روپیه ۴ آنه - طبع عام ۱ - روپیه - درخواست خریداري اس پته سے کي جاے :

مطبع المعین لندہ ' لکهنو -

[illegible]

هندوستان میں نه معلوم کتنے آدمي بخار میں مرجایا کرتے هیں ' اسکا بڑا سبب یه بهي ہے که اُن مقامات میں نه تو دوا خانے هیں اور نه ڈاکٹر ' اور نه کوئي حکیمي اور مفید پٹنٹ دوا ارزاں قیمت پر گهر بیٹهے بلا طبي مشورہ کے میسر آسکتي ہے - همنے خلق الله کي ضروریات کا خیال کرکے اس عرق کو سالہا سال کي کوشش اور صرف کثیر کے بعد ایجاد کیا ہے ' اور فروخت کرنے کے قبل بذریعه اشتہارات عام طور پر هزارها شیشیاں مفت تقسیم کردي هیں تاکه اسکے فوائد کا پورا اندازہ هوجاے - مقام مسرت ہے که خدا کے فضل سے هزاروں کي جانیں اسکي بدولت بچي هیں اور هم دعوے کے ساتهه کہه سکتے هیں که همارے عرق کے استعمال سے هر قسم کا بخار یعني پُرانا بخار - موسمي بخار - باري کا بخار - پهر کر آنے والا بخار - اور وہ بخار ' جسمیں ورم جگر اور طحال بهي لاحق هو ' یا وہ بخار ' جسمیں متلي اور قے بهي آتي هو - سردي سے هو یا گرمي سے - جنگلي بخار هو - یا بخار میں درد سر بهي هو - کالا بخار - یا آسامي هو - زرد بخار هو - بخار کے ساتهه گلٹیاں بهي هوگئي هوں - اور اعضا کي کمزوري کي وجه سے بخار آتا هو - ان سب کو بحکم خدا دور کرتا ہے ' اگر شفا پانے کے بعد بهي استعمال کیجاے تو بهوک بڑھ جاتي ہے ' اور تمام اعضا میں خون صالح پیدا هونے کي وجه سے ایک قسم کا جوش اور بدن میں چستي و چالاکي آجاتي ہے ' نیز اسکي سابق تندرستي از سر نو آجاتي ہے - اگر بخار نه آتا هو اور هاتهه پیر ٹوٹتے هوں ' بدن میں سستي اور طبیعت میں کاهلي رهتي هو - کام کرنے کو جي نه چاهتا هو - کهانا دیر سے هضم هوتا هو - تو یه تمام شکایتیں بهي اسکے استعمال کرنے سے رفع هوجاتي هیں - اور چند روز کے استعمال سے تمام اعصاب مضبوط اور قوي هوجاتے هیں -

قیمت بڑي بوتل - ایک روپیه - چار آنه

چهوٹي بوتل بارہ - آنه

پرچه ترکیب استعمال بوتل کے همراہ ملتا ہے

تمام دوکانداروں کے هاں سے مل سکتي ہے

المشتهر ڈاکٹر

ایم - ایس - عبد الغني کیمسٹ - ۲۲ و ۷۳

کولو ٹوله اسٹریٹ - کلکته

خضــاب سیــه تــاب

همارا دعوی ہے که جتنے خضاب اسوقت تک ایجاد هوے هیں ' اُن سب سے خضاب سیه تاب بڑهکر نه نکلے تو جو جرمانه هم پر کیا جائیگا هم قبول کرینگے - دوسرے خضابوں سے بال بهورے یا سرخي مائل هوتے هیں - خضاب سیه تاب بالوں کو سیاہ بهونرا کردیتا ہے - دوسرے خضاب مقدار میں کم هوتے هیں - خضاب سیه تاب اُسي قیمت میں اسقدر دیا جاتا ہے که عرصه دراز تک چل سکتا ہے - دوسرے خضابوں کي بو ناگوار هوتي ہے - خضاب سیه تاب میں دلپسند خوشبو ہے - دوسرے خضابوں کي اکثر دو شیشیاں دیکهنے میں آتي هیں ' اور دونوں میں سے دو مرتبه لگانا پڑتا ہے - خضاب سیه تاب کي ایک شیشي هوگي ' اور صرف ایک مرتبه لگایا جائیگا - دوسرے خضابوں کا رنگ دو ایک روز میں پهیکا پڑجاتا ہے ' اور قیام کم کرتا ہے - خضاب سیه تاب کا رنگ روز بڑهتا جاتا ہے ' اور دو چند قیام کرتا ہے - بلکه پهیکا پڑتا هي نہیں - کهونٹیاں بهي زیادہ دنوں میں ظاهر هوتي هیں - دوسرے خضابوں سے بال کم اور سخت هوجاتے هیں - خضاب سیه تاب سے بال نرم اور گنجان هو جاتے هیں - بعد استعمال انصاف آپ سے خود کہلائیگا که اسوقت تک ایسا خضاب نہیں ایجاد هوا - یه خضاب بطور تیل کے برش یا کسي اور چیز سے بالوں پر لگایا جاتا ہے - نه باندهنے کي ضرورت نه دهونیکي حاجت - لگانے کے بعد بال خشک هوے که رنگ آیا - قیمت في شیشي ایک روپیه زیادہ کے خریداروں سے رعایت هوگي - محصول ڈاک بذمهٔ خریدار - ملنے کا پته :

کارخانه خضاب سیه تاب کٹرا دل سنگه - امرتسر

PRINTED & PUBLISHED BY A. K. AZAD, AT THE HILAL ELECTRICAL PRTG. & PUBLG. HOUSE, 7/1 MCLEOD STREET, CALCUTTA.

ولا تهنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان كنتم مؤمنين (القرآن الحكيم)

Al-Hilal,
Proprietor & Chief Editor:
Abul Kalam Azad,
7-1, MacLeod Street.
CALCUTTA.

Yearly Subscription, Rs. 8.
Half-yearly „ „ 4-12.

الهلال

ایک ہفتہ وار مصور رسالہ

مدیر مسئول و خصوصی
ابو الکلام الدہلوی

مقام اشاعت
۷ - ۱ ، مکلاوڈ اسٹریٹ
کلکتہ

قیمت
سالانہ ۸ روپیہ
ششماہی ٤ روپیہ ۱۲

نمبر ۱۶ — کلکتہ : چہار شنبہ ۱٤ - ذیقعدہ ۱۳۳۱ ہجری — جلد ۳

Calcutta: Wednesday, October 15, 1913.

فہرست

تصاویر

ایک اجتماع عظیم !!

۱۲ - اکتوبر کا عام جلسۂ کلکتہ

۱۲ - اکتوبر کو جو عظیم الشان عام جلسہ کلکتہ میں منعقد ہوا تھا ' وہ بھی ہمیشہ یادگار رہیگا ' مثل اُن چند جلسوں کے ' جو پچھلے دنوں جنگ طرابلس و بلقان کے موقعہ پر کلکتہ میں منعقد ہوے تھے ' اور جو صرف کلکتہ ہی کی خصوصیات میں سے ہیں -

افسوس ہے کہ اسکی تفصیلی روئداد مسئلۂ کانپور کی وجہ سے ہمیں نکالدینی پڑی اور قلت وقت سے مزید صفحات کی گنجایش نہیں -

جلسہ کا وقت دو بجے کا قرار دیا گیا تھا - ہالیڈے اسٹریٹ کا نہایت وسیع میدان ایسی عظیم الشان مجالس کیلیے شہر بھر میں ایک ہی جگہ ہے - بارہ بجتے بجتے تمام شہر میں جلسے کا اثر محسوس ہونے لگا اور دور دور سے جوق جوق شرکاء جلسہ کے گروہ آنے لگے - دکانیں بھی بند کردی گئی تھیں اور بعض مشہور اسلامی آبادیوں سے با قاعدہ جلوس کی صورت میں لوگ آئے تھے ' جنکے ہاتھوں میں جھنڈیاں تھیں اور پرجوش قومی نظموں کے ترانے زبانوں پر - دو بجے تک میدان بھر گیا اور تلاوت کلام مجید کے بعد تحریک صدارت سے کارروائی شروع ہوئی -

جلسے کے صدر جناب پرنس غلام محمد شریف آف کلکتہ تھے جو میسور کے مشہور خاندان شاہی کی یادگار ہیں - مسلمانوں کے علاوہ ہندو معززین نے بھی باوجود پوجا کی تقریب کے جلسے میں شرکت کی تھی اور بعض نے کارروائی میں حصہ بھی لیا -

جلسے میں ۸ - تجویزیں پیش ہوکر بالاتفاق منظور ہوئیں - جو کسی جگہ درج ہیں - آخر میں ایڈیٹر الہلال نے موجودہ حالات پر ایک مبسوط تقریر کی اور دعاء استقامت و توفیق عمل پر جلسہ ختم ہوا -

شذرات

"گمشدہ صلح" کی "واپسی"

ہز ایکسلنسی لارڈ ہارڈنگ کی دانشمندی اور مزید دانشمندی کی ضرورت

(خلاصۂ تلغرافات عمومی و خصوصی)

کل ۱۴ - اکتوبر کو ۹ - بجکے ۳۵ - منٹ پر ہز ایکسلنسی وائسراے اسپیشل ٹرین سے کانپور پہونچے - اسٹیشن پر آنریبل مسٹر ڈی - سی - بیلی قائم مقام لفٹنٹ گورنر صوبجات متحدہ ' آنریبل سید علی امام ' اور دیگر سرکاری ارکان نے ہز ایکسلنسی کا استقبال کیا -

اسٹیشن سے وائسراے نے مع سرکاری رفقا کے مسجد مچھلی بازار کا رخ کیا - وہاں آنریبل سر راجہ محمود آباد - مسٹر مظہر الحق - مولانا عبد الباری فرنگی محلی - اور دیگر معززین موجود تھے' جنہوں نے استقبال کیا - ہز ایکسلنسی مسجد کے اندر داخل ہوے - انہوں نے جوتا نہیں اتارا مگر ایک خاص قالین بچھادیا گیا تھا جس پر قدم رکھا - وہ تقریباً ۲۰ - منٹ تک اندرون مسجد کا معائنہ کرتے رہے - اس اثنا میں مولانا عبد الباری صاحب فرنگی محلی سے نہایت بے تکلفی سے گفتگو فرمائی اور اونکی وساطت سے مسلمانوں کو یہ پیغام دیا کہ " اب اس واقعہ کو وہ بالکل بھول جائیں "

اسکے بعد وائسراے مع جماعت سرکٹ ہوس تشریف لاے ' جہاں لوکل مسلمان رؤساء اور معززین خارجہ کا ایک وفد منتظر ورود تھا - مسٹر سید فضل الرحمان وکیل کانپور نے حسب ذیل اڈریس پڑھا ' اور نواب سید علی خاں صاحب نے وائسراے کے سامنے پیش کیا :

" ہم مسلمانان کانپور نہایت فخر و مسرت کے ساتھ یاد کرتے ہیں کہ حضور کی آخری تشریف آوری کانپور میں اس وقت ہوئی تھی' جبکہ ہمارے ہر دلعزیز و محبوب بادشاہ سابق یعنی کنگ اڈورڈ سابع کی یادگار کی بنیاد رکھی گئی ہے ' جو نہایت عام جو اور صلح پسند تھے -

ہم نہایت متاسف ہیں کہ ہمارے شہر کا امن ۳ - اگست کے واقعۂ مچھلی بازار کی وجہ سے متزلزل ہو گیا ہے -

ہم نہایت زور سے ان لوگوں پر نفرین کرتے ہیں ' جنسے یہ غیر قانونی کام ظہور میں آیا کہ انہوں نے خلاف قانون پتھر پھینکے یا کسی دوسرے غیر قانونی طریق سے پیش آے - ہم لوگ حضور کو یقین دلاتے ہیں کہ ہم مسلمانان کانپور اپنے شہنشاہ کے مطیع قانون اور وفادار رعایا ہیں -

ہم لوگ اس مشہور ہمدردی سے اچھی طرح واقف اور اسکے لیے ممنون ہیں جو بد قسمت و مصیبت زدہ انسانوں کے ساتھ حضور کے دل میں جاگزیں ہے - ہم حضور کی اس فیاضانہ اعانت مالی کے لیے نہایت شکر گذار ہیں جو ان بیواؤں اور یتیموں کیلیے کی گئی ہے جنہوں نے موجودہ مہلک حادثے میں نقصان اٹھایا ہے -

ہم لوگ حضور کو یقین دلاتے ہیں کہ حضور کے انصاف و ہمدردی پر ہمیں کامل اعتماد ہے - اور اسی وجہ سے ہم لوگ طلبگار ہیں کہ واقعات موجودہ کی بنا پر جو جدید سوالات در پیش ہیں ان کا تصفیہ حضور کے ہاتھ میں دیدیں - حضور دل سے ہماری قوم کے بہترین فوائد کو ملحوظ رکھتے ہیں "

ہز ایکسلنسی وائسراے نے اسکا مفصل ذیل جواب دیا :

" حضرات !

اسوقت جو اڈریس آپ نے پڑھا ہے ' میرے لیے نہایت تشفی بخش ہے - کیونکہ اوس میں نہ صرف میری ہمدردی و انصاف پر اعتماد ظاہر کیا گیا ہے بلکہ اوس چیز کو ظاہر کیا ہے جس کو میں نہایت قیمتی سمجھتا ہوں یعنی شہنشاہ کی وفاداری' اور جسکی نسبت میں یہ خیال کرکے بہت خوش ہوتا ہوں کہ اس ملک کے مسلمانوں کی وہ خاص خصوصیت ہے -

اگر مجھے کامل طور سے آپکی قوم کی وفاداری کا یقین نہوتا ' تو آج میں شملہ سے کانپور نہ آتا - مجھے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ میں اس تیقن کا اعادہ کروں جسکا اظہار میں نے ابھی ابھی کونسل میں کیا تھا ' کہ گورنمنٹ کی پالیسی میں رعایا کے مذہبی جذبات و امور کی نسبت کوئی تغیر نہیں ہوا ' اور آپ جانتے ہیں کہ یہ کہنا بالکل صحیح ہے -

ترقی و تمدن کی رفتار کے ساتھہ ہمیشہ یہ ممکن ہے کہ سڑکوں ' ریلوے لائنوں ' اور نہروں کے بنانے وقت موجودہ عمارات مقدسہ و غیر مقدسہ سامنے آجائیں' لیکن میں یقین دلاتا ہوں کہ گورنمنٹ نہایت غور و فکر کے ساتھہ ان لوگوں کے حقوق و فوائد کا لحاظ کریگی جن کو اس سے نقصان پہونچنے کا اندیشہ ہے اور ہمیشہ کوشش کریگی کہ اس قسم کے مسائل کو ایسے طریق سے حل کرے ' جس سے سب کو اطمینان ہو -

یہ جانکر کہ آپکے لفٹنٹ گورنر کے اخلاق رحیمانہ اور فیاضانہ ہیں' میں محسوس کرتا ہوں کہ اگر آپ اس مسئلہ کے حل کرنے کی اسی قدر فکر کرتے جسقدر کہ میں نے کی ہے ' تو آپ مسئلۂ مسجد کے حل میں اور نیز سر جیمس مسٹن کی خواہشوں کے پورا کرنے میں کامیاب ہوتے - اگر ایسا ہوتا تو ۳ - اگست کا وہ غمناک و حسرت انگیز واقعہ پیش نہ آتا اور بیوہ عورتوں اور یتیموں کو اپنے شوہروں اور سرپرستوں کا غم نہ کرنا پڑتا -

یہ واقعات اب ایک تاریخ ماضی ہے جس کو میں امید کرتا ہوں کہ بھلا دیا جائیگا - میں شملہ سے صرف آپ لوگوں میں امن پھیلانے کے خیال سے آیا ہوں - آپ نے اپنے اڈریس میں یہ یقین کرکے کہ میں دل سے آپکی قوم کی بہتری کا خواہاں ہوں ' کہا ہے کہ واقعات موجودہ کی بنا پر جو مسائل پیدا ہوگئے ہیں انکا فیصلہ آپکے ہاتھہ میں چھوڑ دیتے ہیں - یہ بالکل سچ ہے اور میرے دل میں آپکی قوم کی بہتری ملحوظ ہے -

میں نے اس مسئلہ پر نہایت غور کیا ہے ' اور اس مشکل کے حل کرنے کی ایک شکل پیدا کی ہے -

میں نہایت غور و فکر کے بعد اس فیصلہ پر پہونچا ہوں کہ محلہ مچھلی بازار میں ۸ - فیٹ بلند ایک چھت بنالی جاے جسپر دالان اوسی طرح بنا دیا جاے جسطرح پہلے تھا لیکن اوس سے کسی قدر بلندی پر' اور نیچے کی زمین گذرگاہ کے لیے چھوڑ دی جاے بغیر اس کے کہ مسجد کے دالان کی حیثیت میں کوئی دست

اندازی کی جاے - یہ خیال کرنا فضول ہے کہ یہ زمین جسکے اوپر دالان تعمیر ہوگا کس کی ملکیت ہوگی ؟ لیکن یہ ضرور ہے کہ اوس زمین کو بہ حیثیت گذرگاہ استعمال کرنے کی عام پبلک بھی اسی طرح مستحق ہوگی جس طرح وہ لوگ جو مسجد میں نماز پڑھنے کیلیے آلیں گی - اب متولیوں کو چاہیے کہ اوپر کی چھت اور نیچے کی پختہ سطح میونسپلٹی کے نقشہ کے مطابق بنالیں -

اب میں اون لوگوں کی نسبت چند الفاظ کہنا چاہتا ہوں جن پر ۳ - اگست کے بلوے کا الزام قائم کیا گیا ہے :

میں تمہارا باپ ہوں اور تم میرے بچے ہو - بچے جب کوئی بیجا حرکت کرتے ہیں تو باپ کا فرض ہے کہ اون پر رحم کرکے اون کو سرزنش کرے تا کہ وہ عقل سیکھیں اور آیندہ غلطی نہ کریں - میں یہہ باتیں اپ لوگوں سے بالذات نہیں کہتا بلکہ اون لوگوں سے کہتا ہوں جن پر بلوے کا الزام ہے اور جو ۱۰ - ہفتے سے قید ہیں -

یہ لوگ اگر جبرو ظلم کے مجرم ہیں تو انہوں نے نہ صرف قانون حکومت کے خلاف کیا ' بلکہ اس عظیم الشان مذہب اسلام کے نہایت مشہور ' عالم گیر ' اور مسلمہ اصول کے بھی خلاف کیا جسکے یہ پیرو ہیں -

گورنمنٹ کا فرض ہے کہ قانونی طاقت کو برقرار رکھے ' اور میں بحیثیت اعلی افسر حکومت ہند ہونے کے کہتا ہوں کہ وہ ہر حالت میں قائم رکھی جائگی - عام حالات کی رو سے گورنمنٹ کا یہ فرض تھا کہ وہ ان کو عدالت کے سپرد کرکے سزا دلاے ' لیکن گذشتہ ایام قید میں وہ کافی تکلیف اٹھا چکے ہیں اور میں پہلے ہی کہہ چکا ہوں کہ میں کانپور میں امن لیکر آیا ہوں ' پس میں اپنا رحم دکھانا چاہتا ہوں -

جو لوگ کہ اس فتنہ کے بانی ہیں ' اور جنکی ترغیب سے یہ نقصان پہونچا ہے اون کا بھی کچھہ خیال نہ کرنا چاہیے -

چونکہ مسئلہ مسجد کے حل ہونے کی ایک صورت نکل آئی ہے ' اسلیے میں چاہتا ہوں کہ جن معاملات مسجد سے لوگوں کے جذبات کو اشتعال ہوا ہے ' اسکو وہ بالکل بھول جائیں -

میں یقین کرتا ہوں کہ اگر اس فتنہ کی تحریص و ترغیب دلانے والوں کو بھی معاف کیا جاے تو ان لوگوں کی بے اعتدالانہ تقریروں اور ناجائز صرف جوش و مصاحبت سے جو حسرتناک واقعات ظہور پذیر ہوے ' وہ آیندہ اونکے لیے باعث تنبہ ہونگے ' تاکہ آیندہ اس قسم کی بے اعتدالانہ تقریروں سے احتراز کریں -

میری خواہش ہے کہ ملزمین دلوی جن مصائب میں مبتلا ہیں اب اون سے انہیں نجات دی جاے - میں نے اسی وجہ سے سر جمیس مسٹن اور مسٹر ٹیلی کے ساتھہ متفق ہوکر لوکل گورنمنٹ کو فہمایش کی ہے کہ تعزیرات ہند کی دفعۂ ۴۹ - کی رو سے جن لوگوں پر مقدمہ سشن میں پیش تھا ' واپس لے لیا جاے -

میں امید کرتا ہوں کہ معاملات مسجد اور مقدمۂ دلوی کے متعلق یہ تصفیہ نہ صرف کانپور میں بلکہ تمام ہندوستان کے مسلمانوں میں امن و سکون پیدا کردے گا ' اور پھر کسی خاص شہر میں یا اور کہیں ایسا نہ کیا جاے جس سے یہ خاص واقعہ ہمیشہ کے لیے یادگار رہ جاے ' نیز مجھے امید ہے کہ تمام مسلمان شہنشاہ کی وفاداری میں متحد ہونگے ' اور اخلاص کے ساتھہ قانونی حکام کے ساتھہ ملکر قانون و انتظام کے استقرار اور اس وسیع و خوبصورت سرزمین کی ' جسمیں ہم رہتے ہیں ' صلح و خوشی اور ترقی میں کوشاں رہینگے "

عدالت کے ایک غیر معمولی اجلاس میں جسمیں ایک کثیر مجمع موجود تھا ' سرکاری وکیل نے کہا : " لوکل گورنمنٹ نے مجھکو ہدایت کی ہے کہ تینوں مقدمات میں جو اشخاص ماخوذ تے اون پر سے مقدمات اٹھا لیے جائیں اور اونکو رہا کر دیا جاے "

مسٹر مظہر الحق نے جواب میں کہا کہ میں بخوشی اسکو قبول کرتا ہوں -

ماخوذین اوسی وقت کاڑیوں میں بیٹھکر جو پہلے سے طیار تھیں ایک بہت بڑے اہتمام کے ساتھہ جسکو باترتیب رکھنے میں پولیس کو بڑی زحمت ہوئی اپنے اپنے گھروں کو واپس آے -

(الہلال)

پرچہ بالکل مرتب تھا کہ کانپور کا یہ واقعہ شائع ہوا ' اسلیے دیگر مضامین نکالکر اسے درج کردیا گیا - میں اپنی مفصل راے آیندہ اشاعت میں دونگا کہ اب گنجایش بالکل نہیں رہی - امید ہے کہ مسلمان ہر موقعہ پر سمجھہ اور غور و فکر سے کام لیں گے اور جلدی کے نتائج و خیمہ سے بچیں گے ' جو کچھہ وہ اس وقت کو بیٹھیں گے پھر واپس نہیں ملیگا ' اور نہ وقت ہی واپس آئگا -

---

اجتمـــاع عظیـم : ۱۲ - اکتـوبر

کی منظـور شـدہ تجـاویـز

(۱) مسلمانوں کا یہ عظیم الشان عام جلسہ جس میں ہزاروں مسلمان ہر درجہ اور ہر طبقہ کے موجود ہیں ' اس واقعہ پر اپنے منتہی درجہ افسوس اور دلی رنج کو ظاہر کرتا ہے کہ اردو ہفتہ وار جرنل " الہلال " سے گورنمنٹ بنگال نے ضمانت طلب کی اور اسکی ایک اشاعت کو قابل ضبطی قرار دیا - یہ عظیم الشان مجمع الہلال کو مسلمانوں کا ایک دینی مصلح اور قومی آرگن تسلیم کرتا ہے اور پوری صداقت اور کامل وثوق کے ساتھہ ظاہر کرتا ہے کہ الہلال سے ضمانت کا لینا گویا تمام پیروان توحید سے ضمانت طلب کرنی ہے -

(۲) مسلمانوں کا یہ عظیم الشان مجمع مسجد کانپور کے مسئلہ کو تمام موجودہ اسلامی مسائل میں سب سے زیادہ اہم یقین کرتا ہے ' اور مسلمانوں کا فرض دینی سمجھتا ہے کہ آخر تک اپنی ہر طرح کی آئینی جد و جہد کو جاری رکھیں -

(۳) یہ جلسہ پورے استقلال اور استقامت کے ساتھہ مسجد کانپور کے متعلق اسلامی مطالبات کی تشریح کرتا ہے جو حسب ذیل ہیں : (الف) مسجد مچھلی بازار کانپور کے مغصوبہ حصے کی واپسی (ب) تمام ماخوذین کانپور کی بلا استثنا و بعزت و توقیر رہائی - (ج) ایک مختلط کمیشن کا تقرر جو حادثۂ ۳ - اگست کی تحقیق کرے اور اسکے فیصلے کا سرکاری اعتراف -

(۴) یہ جلسہ ۱ - اکتوبر کے اوس جلسے کی تمام کارروائیوں کی مخالفت کرتا ہے جو دہلی میں قابل اعتراض ' مخفی ' اور پر اسرار طریقہ سے منعقد ہوا تھا - نیز اس امر کا اعلان کرتا ہے کہ مسلمانوں کے دینی و قومی معاملات میں وہ کسی والی ریاست کو اپنا رہنما تسلیم کرنے سے مجبور ہے ' اور مسجد کانپور جیسے دینی معاملات میں صرف اپنے علماے دینیہ ہی کے احکام کو قابل قبول سمجھتا ہے -

(۵) بعض غیر قائم مقام حلقوں سے یہ صدائیں بلند کرائی گئی ہیں کہ اسلامی اخبارات کا موجودہ رویہ بے اعتدالانہ اور قابل اصلاح ہے - لیکن یہ جلسہ اسطرح کی تمام آوازوں کو صرف ایک محدود طبقہ کے خود غرضانہ اظہارات سے زیادہ وقعت نہیں دیتا - اور ان اسلامی اخبارات پر اپنا پورا اعتماد ظاہر کرتا ہے جنھوں نے

افکار و حوادث

طبائع و اخلاق انسانی کی بو قلمونی در حقیقت ایک حیرت انگیز چیز ہے - بساط ارض کا ہر گوشہ نقش و نگار کی ایک ممتاز نوعیت رکھتا ہے ' لیکن چشم جمال پسند اچھے کو اچھا اور برے کو برا کہنے پر مجبور ' اور سلطان حق کی طرف سے اسکے لیے مامور -

ہم نے اسپین اور ہندوستان میں طبائع و اخلاق گونا گون کے دو مرقع دیکھیے - شاہ اسپین نے اپنے قاتل کو جسنے اوسکی جان لینے کیلیے اوسپر حملہ کیا تھا ' معاف کردیا ' لیکن ہندوستان کے ایک چھوٹے سے صوبہ کا امیر اون مقتولین کو بھی معاف نہیں کرتا ' جنکی جانیں اوسکے سپاہیوں نے بالکل غیر آئینی طور سے لی تھیں ! !

ہم نے اخبارات میں پڑھا کہ مسٹر ٹائلر نے مقتولین و مجروحین کے ورثہ کو تقریباً تین تین چار چار روپے حوالے کیے - اے افسوس اسلام کے فرزندوں پر ' جنکے لہو کی قیمت صرف تین چار نقرئی سکے ہیں ! ! اور اے خوش قسمتی اوس ایک گورے سپاہی کی ' جسکی جان کل ملک کے امرا سے زیادہ قیمتی ہے ! !

دنیا میں کوئی شر ' شر محض نہیں - مصائب و بلایا شر ہیں مگر یہ بھی منافع و فوائد سے خالی نہیں - (غزوۂ احد) میں مسلمانوں پر جن مصیبتوں کا نزول ہوا ' خداے پاک نے اون کا ایک فائدۂ جلیلہ و منفعت عظیمہ یہ بتایا تھا :

و لیبتلی اللہ ما فی صدورکم ' و لیمحص ما فی قلوبکم ' و اللہ علیم بذات الصدور - (۳ — ۱۴۸)

" تاکہ تمہارے سینوں میں جو منافقانہ اسرار پوشیدہ اور تمہارے دلوں میں جو خیانت کارانہ ضمائر مخفی ہیں ' خدا اون کو علی الاعلان ظاہر کردے ' اور وہ تو سینوں اور دلوں کے اسرار و ضمائر سے خود بھی واقف ہے "

پس آج بھی ہم جن مصائب میں گرفتار ہیں گو وہ بد ترین احوال عالم ہیں تاہم ہمارے لیے منفعتوں اور فائدوں سے خالی نہیں - ہم میں اس سے پہلے مومنین مخلصین اور منافقین خائنین میں کوئی افتراق و امتیاز نہ تھا - ان مصائب عظمی نے بحمد اللہ کہ دونوں جماعتیں الگ کردیں - تاہم ہم کو ہندوستان کے ہر شہر اور شہر کے ہر محلے اور کوچے میں سراغ رسانی کے لیے نکلنا پڑتا ' لیکن مسلمان ممنون ہیں اپنے اُن پرستاران اہرمن و مدعیان یزداں پرستی کے ' جنہوں نے اس زحمت سے انہیں بچالیا اور زبان اعمال سے خود آکر کہدیا کہ " تم جنکے متلاشی ہو وہ ہم ہیں "

[بقیہ مضمون صفحہ ۳ - کا]

مسجد کانپور کے معاملہ میں قوم کے اصلی جذبات کی ترجمانی کی ہے -

(۶) یہ جلسہ اپنے اُن قابل احترام برادران ہنود کی ہمدردی کا نہایت شکر گذار ہے ' جنہوں نے واقعۂ کانپور کے متعلق بلا روو رعایت حق کا ساتھہ دیا - نیز تمام ہندو مسلمانوں سے التجا کرتا ہے کہ وہ ملک کے عام مصائب سے عبرت پکڑیں اور متحد ہوکر اپنے حقوق کی حفاظت کریں -

(۷) یہ عام مجمع ہندیان افریقہ کے مصائب و جد و جہد کے ساتھہ اپنی پوری ہمدردی کا اظہار کرتا ہے ' اور عدالت افریقہ کے اوس وحشیانہ فیصلہ کو جو طریقۂ نکاح اسلامی کو غیر قانونی قرار دیتا ہے ' نہایت غیظ و نفرت کی نظر سے دیکھتا ہے اور برٹش گورنمنٹ سے مطالبہ کرتا ہے کہ وہ اپنی وسیع حدود حکومت میں ماتحت ریاستوں کو مسلمانوں کے مذہبی امور میں مداخلت سے باز رکھے -

پریس ایکٹ کا ہاتھہ جسکی نسبت سالہاے گذشتہ کی امپیریل کونسل میں ہمکو یقین دلایا گیا تھا کہ شورش بنگالہ کا کام ختم کرکے معطول ہوگیا ہے اور اب کبھی اوسمیں جنبش نہوگی ' حکام اضلاع و صوبہ ہاے ہند کے اعجاز مسیحانہ و عمل مسیحیانہ سے اوسمیں وہ قوت پیدا ہوگئی ہے جو پہلے بھی نہ تھی - اس ایک سال کے اندر جن اعمال شدیدہ و مستبدہ کا ظہور ہوا ' وہ اوسکی اظہار قوت کیلیے کافی ہیں - لیکن تاہم کہا کیا جاے کہ ہمارے اوپر ایک ہاتھہ اس سے بھی زیادہ پر زور و قوی ہے ' جسکے " بطش شدید " سے ہم ڈرتے ہیں اور با ایں ہمہ حق کہتے ہیں - یہ امر بالکل فضول ہے کہ کبھی بھی وہ لوگ ہم سے خوش ہونگے جنکے لیے ہمارے پاس خوشی نہیں ہے - ہم اگر انکی خواہشوں کی پیروی کریں تو وہ ہم سے خوش ہوں ' لیکن سوال یہ ہے کہ ہم انسان کی پرستش کرکے خوشی حاصل کریں یا خدا کی راہ میں غم اٹھالیں ؟ ہم خاص کر اپنے معاملے کو سونپدیتے ہیں تو وہ فیصلۂ آسمانی یاد آجاتا ہے جو تیرہ سو برس پہلے خداے اسلام کر چکا ہے :

و لن ترضی عنک الیہود و لا النصاری حتی تتبع ملتہم ' قل ان ہدی اللہ ہو الہدی ' و لئن اتبعت اہواءہم بعد الذی جاءک من العلم ' مالک من اللہ من ولی و لا نصیر - (۲ : ۱۱۴)

اور تم سے یہود و نصاری کبھی راضی نہونگے جب تک کہ تم انہی کا طریق و ملت اختیار نہ کرلو - پس ان لوگوں سے کہدو کہ اللہ کی ہدایت تو وہی ہدایت ہے جس پر ہم چل رہے ہیں - اور اگر تم نے اسکے بعد کہ تمہارے پاس اللہ کی طرف سے علم صحیح آچکا ہے ' انکی خواہشوں کی پیروی کی تو پھر جان لو کہ تم کو اللہ کے غضب سے بچانے والا نہ تو کوئی دوست ہوگا اور نہ کوئی مددگار !

ہم سے ضمانتیں لی جاتی ہیں کہ ہم حکام کا دل دکھاتے ہیں ' لیکن اون حکام سے کون ضمانت لے جو رعایا کا دل دکھاتے ہیں ؟ ہم کو تہدید کی جاتی ہے کہ ہم جھوٹ بولتے ہیں ' لیکن اونکو کون تہدید کرسکتا ہے جو ایسا کرتے ہیں ؟ ہمکو سزا دی جاتی ہے کہ ہم آئین حکومت کے خلاف کرتے ہیں ' لیکن اونکو کون سزا دے جو آئین رحم و انسانیت کے خلاف کرتے ہیں ؟ وسیعلم الذین ظلموا ' ای منقلب ینقلبون ؟

ہمکو شرم دلائی جاتی ہے کہ معاملۂ مسجد مقدس کانپور کو صرف سیاسی اغراض سے مذہبی اہمیت دیتے ہیں ' حالانکہ یہ یکسر غلط ہے " و اللہ یعلم انہم لکاذبون " لیکن پھر بھی انگلینڈ ' آئرلینڈ ' اور السٹر میں اس وقت جو کچھہ ہو رہا ہے ' کیا اس کو مذہبی اغراض سے سیاسی اہمیت نہیں دی جاتی ؟ پھر کیا ہے جو شرم دلانے والے خود نہیں شرماتے ؟ و یل للمطففین ! !

پریس ایکٹ کا مطابع اسلامیہ کے ساتھہ اس وقت جو برتاؤ ہے اوس سے متاثر ہوکر بعض مسلمان جرائد لکھتے ہیں کہ " ہم نے پریس ایکٹ کی تنفیذ کے وقت صرف اسلیے اوس کی تائید کی تھی کہ یہ ہندوں کے ساتھہ مخصوص رہیگا ' ہمیں کیا خبر تھی کہ خود مسلمانوں کے ساتھہ بھی کبھی یہی ہوگا ؟ " ہم معاصرین موصوف کی آخر بینی ' عاقبت اندیشی ' ہمدردی وطنی ' اور سب سے آخر مصائب مطابع اسلامیہ کیلیے ترحم و تاثر قلب کی بے اختیارانہ داد دیتے ہیں ' مگر پوچھتے ہیں کہ کیا غلامی و تعبد کا ایک خاصہ بے حیائی اور دیدہ دلیری بھی ہے ؟ بدبختی کی یہ حد ہوگئی کہ اپنے ہم وطنوں کو عمداً نقصان پہنچانے کا اقرار کرتے ہوے بھی ہمیں شرم نہیں آتی ! قتل اللہ امثالہم -

۱۴ ذیقعدہ سنہ ۱۳۳۱ ہجری

مساجد اسلامیہ اور خطبات سیاسیہ

اسلام میں مساجد کی حیثیت دینی

انجمن اسلامیہ لاہور کا رزولیوشن

(۲)

(منع ذکر الہی و سعی تخریب مساجد)

ایک اور آیۃ کریمہ جس میں مساجد کا ذکر ہے ' سورہ بقر میں ہے :

ومن اظلم ممن منع مساجد اللہ ان یذکر فیها اسمه وسعی فی خرابها ' اولئك ما كان لهم ان يدخلوها الا خائفين - (۲ : ۱۰۸)

" اور اُس سے زیادہ ظالم کون ہوگا جو اللہ کی مسجدوں میں خدا کے نام و دعوۃ کو منع کرے اور (اس طرح) اسکی خرابی کے درپے رہے ؟ ایسے لوگ تو خود اس لائق نہیں کہ مسجدوں میں آئے پائیں مگر (پاداش عمل کے خوف سے) ڈرتے ڈرتے "

اس آیت میں اُس شخص یا اُس جماعت کو سب سے زیادہ اظلم قرار دیا ہے ' جو مساجد میں ذکر الہی کو روکے اور اسکی خرابی کیلیے سعی کرے - مفسرین کرام نے مختلف روایات جمع کی ہیں کہ اس سے کونسی جماعت خاص طور پر مقصود تھی اگرچہ حکم عام ہے ؟

امام (طبری) نے اسکے متعلق دو قول نقل کیے ہیں -

پہلا قول اُن رواۃ کا ہے جو اسے نصاری کے طرف نسبت دیتے ہیں :

فقال بعضهم الذين منعوا مساجد الله ان يذكر فيها اسمه ' هم النصارى والمسجد بيت المقدس .... وقال آخرون بل عنى الله عزوجل بهذه الاية مشركي قريش اذ منعوا رسول الله (صلعم) من المسجد الحرام (تفسير طبري - ۱ : ۳۹۷)

پس بعض نے کہا کہ جو لوگ مساجد میں اللہ کے ذکر سے مانع ہوے ' وہ نصاری ہیں اور مسجد سے یہاں مقصود مسجد بیت المقدس ہے - اور بعضوں نے کہا کہ نہیں ' بلکہ اس آیۃ میں اللہ تعالی نے مشرکین قریش کا ذکر کیا ہے ' جنکہ انہوں نے انحضرۃ صلی اللہ علیہ وسلم کو مسجد حرام یعنے خانۂ کعبہ میں جانے سے روکا اور اللہ کی عبادت سے مانع ہوے -

امام موصوف نے دونوں قولوں کے متعلق روایات و آثار نقل کیے ہیں اور پھر آخر میں خود قول اول کو ترجیح دی ہے - کیونکہ :

لان مشركي قريش مكه لم يسعوا قط في تخريب المسجد وان كانوا قد منعوا في بعض الاوقات رسول الله واصحابه من الصلاة فيه ' فصح ان الذين وصفهم الله بالسعي في خراب مساجده غير الذين وصفهم الله بعمارتها (۱ : ۳۹۸)

مشرکین مکہ نے کبھی مسجد حرام کی تخریب کی کوشش نہیں کی اگرچہ بعض اوقات آنحضرت اور صحابہ کو اسمیں نماز پڑھنے سے روکا ہو - پس اس سے ثابت ہوا کہ جن لوگوں کی نسبت اللہ تعالی نے اس آیت میں بیان کیا ہے کہ وہ مساجد کی خرابی کے درپے ہوے ہیں ' وہ ان لوگوں کے سوا کوئی دوسری ہی جماعت ہے - کیونکہ مشرکین قریش تو مسجد حرام کے آباد رکھنے والوں میں سے ہیں ' نہ کہ خراب کرنے والے ' اور اس حیثیت سے اللہ انکا وصف کر چکا ہے "

لیکن نہایت تعجب ہے اس مفسر جلیل اور امام نحریر پر ' کہ اس آیت کی صحیح ترین تفسیر سے کیوں کر اُس نے چشم پوشی کی ' حالانکہ مشرکین عرب کے سوا اور کوئی جماعت یہاں مراد لی ہی نہیں جا سکتی ' اور جس قدر دلائل اسکے خلاف بیان کیے گئے ہیں ' اُن میں سے ایک بھی قابل اعتنا نہیں -

تفصیل کا موقعہ نہیں - باختصار وجوہ ذیل اسکے لیے موجود ہیں :

(۱) قول اول کے متعلق جس قدر روایات امام موصوف نے نقل کی ہیں ' عموماً ان راویوں سے مروی ہیں ' جو ضعیف غیر معتبر ' اور ائمۂ فن کے آگے مجروح ہیں -

(۲) ان روایات کا ما حصل یہ ہے کہ نصاری بیت المقدس کی تخریب کے درپے ہوے - مثلاً ' بشر بن معاذ ' حسن بن یحیی ' اور موسی وغیرہ نے مجاہد ' قتادہ ' اور سدی سے روایت کی ہے کہ .

اولئك النصارى حملهم بغض اليهود على ان اعانوا بخت نصر البابلي المجوسي على تخريب بيت المقدس - (تفسیر ابن جریر ۱ : ۳۹۷)

اس آیت میں اشارہ نصاری کی طرف ہے - انکو بعض یہودیوں نے اُبھارا تھا کہ بیت المقدس کی تخریب میں بخت نصر بابلی اور مجوسی کی اعانت کریں -

ایک دوسری روایت میں رومیوں کا بھی ذکر ہے :

حدثنی موسی قال : الروم كانوا ظاهروا بخت نصر على خراب بيت المقدس ...... من اجل ان بني اسرائيل قتلوا يحيى بن زكريا (ایضاً)

موسی نے مجھسے سدی کا قول نقل کیا کہ یہاں مقصود رومی ہیں ' اُنہوں نے بخت نصر سے بیت المقدس کو خراب کرایا - اور یہ اسلیے کیا کہ بنی اسرائیل نے حضرۃ یحیی بن زکریا کو قتل کر دیا تھا -

ہم نے یہ دو روایتیں اسلیے نقل کیں تاکہ ہمارے علما کرام اندازہ کر سکیں کہ ہماری تفاسیر کی عام روایات و آثار کا کیا حال ہے اور کس طرح رطب و یابس اور غث و ثمین کا انہیں مجموعہ بنا دیا گیا ہے ؟ امام ابن جریر اس جلالۃ و عظمت کے شخص ہیں کہ نہ صرف اپنے دور و زماں میں بلکہ تاریخ اسلام میں ایک ممتاز حیثیت رکھتے ہیں - وہ صرف مفسر ہی نہیں بلکہ محدث بھی ہیں اور مورخ بھی - تا این ہمہ بلا ادنی نقد و بحث کے اُن روایات کو نقل کرکے ترجیح دے رہے ہیں ' جنکو ایک معمولی بچہ بھی ' جس نے انبیا کی تاریخ کے سوانح و سنین یاد کرلیے ہوں ' بے اختیار موضوع کہدے گا - جب تفسیر طبری کا یہ حال ہے تو پھر اُن متداول تفاسیر کی احادیث و آثار کا کیا پوچھنا جنکے اقتباسات بغیر نقد و بحث کے علماے حال کی زبان پر ہوتے ہیں اور جو اسی سے ماخوذ ہیں ؟

اصل یہ ہے کہ ہمارے یہاں ایک کام جمع روایات تھا اور ایک نقد و انتخاب ' پہلا کام پہلوں کا تھا اور دوسرا پچھلوں کا - پہلوں نے اپنا فرض ادا کیا مگر پچھلوں نے غفلت کی -

تاہم اگر وسعت نظر و تحقیق و تفتیش سے کام لیا جائے تو محققین کی نہ کسی میں اور نہ کسی دور میں کمی نہیں رہی - بغیر کسی اجتہاد جدید کے ' ہم صحیح ترین روایات و تاویلات کا مجموعہ مرتب کر سکتے ہیں ' اور یہی ایک اصولی فرق ہے جو آجکل کے مدعیان اجتہاد اور صاحبان علم و فن سے الگ کر دیتا ہے -

ان روایات کا موضوع ہونا ظاہر ہے - اول تو (بخت نصر) کو عیسائی تخریب بیت المقدس پر آمادہ کرتے ہیں ' حالانکہ عیسائیت کا ظہور بھی (بخت نصر) کے زمانے میں نہیں ہوا تھا - پھر بعض یہود کا عیسائیوں کو آمادہ کرنا ظاہر کیا ہے اور دوسرے راوی ابنی تحقیق کا یہ قیمتی اضافہ فرماتے ہیں کہ عیسائیوں سے مقصود روم کے عیسائی ہیں - اور پھر یہ کہ انکو حضرة یوحنا کے قتل کا بدلہ لینا تھا ! !

ان غریبوں کو معلوم نہیں کہ عیسائیت روم میں کب پہنچی ' اور بخت نصر کا مذہب کیا تھا ؟ اسکو بابلی بھی لکھتے ہیں اور مجوسی بھی ' اور پھر یوحنا کے قتل کا انتقام اسکی وجہ قرار دیتے ہیں ' حالانکہ یوحنا کا واقعہ تو خود رومیوں کے عہد تسلط شام میں ہوا ہے ' اور اس وقت بخت نصر کی ہڈی کی ہڈی بھی اسکی قبر میں گل سڑ گئی ہوگی !!

چنانچہ (امام رازی) اور (نیشاپوری) نے اس خبط تاریخی کو بالآخر محسوس کیا اور (ابو بکر رازی) کا یہ قول نقل کیا ہے کہ : " لا خلاف بین اهل العلم بالسیر ان عهد بخت نصر کان قبل مولد المسیح بزمان " (تفسیر کبیر - ۱ : ۴۷۵)

(۲) امام موصوف ایک بہت بڑی وجہ قول اول کے ترجیح کی یہ بیان کرتے ہیں کہ اس آیت میں منع ذکر الہی کے ساتھ تخریب مسجد کا بھی ذکر کیا گیا ہے اور اگر مشرکین مکہ اسکا مورد قرار دیے جائیں تو یہ اسلیے غلط ہوگا کہ انہوں نے کبھی بھی تخریب مسجد حرام کی سعی نہیں کی - وہ تو اوسکو آباد رکھنے والے ہیں -

لیکن امام موصوف کی اس توجیہہ پر تعجب ہے - حافظ (ابن کثیر) نے اپنی تفسیر میں اسکا نہایت عمدہ جواب دیا ہے - اسکا نقل کر دینا کافی ہوگا :

و اما اعتماده علی ان قریشا لم تسع في خراب الکعبه ' فای خراب اعظم مما فعلوا ؟ اخرجوا عنها رسول الله و اصحابه و استحوذوا علیها با صنامهم (حاشیه فتح البیان - ۱ : ۳۷۰)

" اور امام طبری کا اس پر زور دینا کہ قریش مکہ نے تو کبھی خانۂ کعبہ کے خرابی کی سعی نہیں کی ' تو اسکا جواب یہ ہے کہ جو کچھ انہوں نے کیا اس سے بڑھکر اور کیا تخریب کعبہ ہوسکتی تھی ؟ انہوں نے اللہ کے رسول اور انکے ساتھیوں کو مسجد سے نکلنے پر مجبور کیا اور اسکو اپنے بتوں سے بھر دیا ' یہی تو سب سے بڑی اسکے لیے خرابی تھی "

(۳) پھر روایات پر اگر نظر ڈالی جائے تو حضرة ابن عباس اور ابن زید کی روایات اسی تفسیر کی موید ہیں جو عکرمہ ' سعید بن جبیر ' ابن عطاء کی روایت سے خود امام موصوف نے نقل کی ہیں -

(۴) البتہ حضرة ابن عباس کی جو روایت ہے ' اگر اس سے اتنا ٹکڑا نکالدیا جائے کہ " رومی عیسائی تھے " تو اس آیہ کا اشارہ بیت المقدس کی آخری تباہی کی طرف بھی بے تکلف قرار دیا جاسکتا ہے ' جس میں رومیوں نے بیت المقدس کی مسجد کی دیواریں ڈھا دی تھیں اور وہ اسی طرح منہدم رہیں تا آنکہ فتح بیت المقدس کے بعد حضرة عمر نے انکو تعمیر کیا :

الایة نزلت في ططلوس الرومي و اصحابه من النصاری و ذلك انهم غزوا بني اسرائیل فقتلوا مقاتلهم و سبوا ذراریهم و حرقوا التوراة و خربوا بیت المقدس و هذا قول ابن عباس (اسباب النزول واحدی صفحه : ۲۴)

یہ آیت شاہ ٹیٹس رومی اور اسکی فوج کے حق میں نازل ہوئی ہے " جو عیسائیوں میں سے تھا " اسلیے کہ انہوں نے یہودیوں پر حملہ کیا ' اور انکو قتل کر ڈالا نیز تورات کے نسخے جلا دیے اور بیت المقدس کی عمارت خراب کردی - یہ قول ابن عباس کا ہے -

" من النصاری " نے اس روایت کا اعتبار کھو دیا ' ورنہ باقی بیانات صحیح ہیں - رومیوں کے آخری حملۂ بیت المقدس میں یہ سب باتیں ہوئی ہیں - البتہ آیت کا سیاق و سباق اور محل و موقعہ رومیوں کے ذکر کے بالکل خلاف ہے -

امام (رازی) نے ایک اور توجیہہ کی ہے - وہ اس کا محمل یہود کو قرار دیتے ہیں - بعد کی آیتوں میں تحویل قبلہ کا ذکر ہے - اسلیے وہ کہتے ہیں کہ تحویل قبلہ (یعنی بیت المقدس کی جگہ کعبہ کی طرف منہہ کرکے نماز پڑھنے) کے بعد یہودی لوگوں کو کعبے کی طرف متوجہ ہونے سے مانع ہوتے تھے ' " و لعلهم سعوا ایضا في تخریب الکعبه " پس خدا نے انکو اظلم فرمایا ' لیکن ارباب فہم کو یہ بتلانا ضروری نہیں کہ یہ توجیہہ بھی کوئی وزن نہیں رکھتی - (تفسیر کبیر - ۱ : ۴۷۵)

(تحقیق منع مساجد و سعی تخریب)

اصل یہ ہے کہ اس آیت میں مشرکین مکہ ہی کا ذکر ہے -

قرآن کریم کی تفسیر کا اصول یہ ہونا چاہیے کہ سب سے پہلے قرآن کے مبہمات و غرائب اور محذوفات و ضمائر کی تفسیر خود قرآن ہی سے پوچھی جائے - یہ قرآن کریم کا ایک خاص امتیاز ہے کہ اسکا ایک ٹکڑا دوسرے ٹکڑے کیلیے مفسر و مشرح ہوتا ہے -

اب دیکھیے کہ قرآن کریم کے دوسرے مواقع اس طرح اس کی تفسیر کرتے ہیں ؟ سورہ (انفال) میں مشرکین مکہ کا ذکر کرتے ہوے فرمایا :

و ما لهم الا یعذبهم الله و هم یصدون عن المسجد الحرام و ما کانوا اولیاءه ' ان اولیاءه الا المتقون و لکن اکثرهم لا یعلمون (۸ : ۳۴)

" اور اب کونسی وجہ ہے کہ مشرکین مکہ تو مسلمانوں کو مسجد حرام میں جانے سے روکیں اور خدا انکو عذاب میں گرفتار نہ کرے ؟ حالانکہ یہ گو اسکے متولی ہونے کے مدعی ہیں مگر فی الحقیقت اسکے اهل نہیں - اسکے مستحق تو صرف اللہ سے ڈرنے والے یعنی مسلمان ہیں "

اس آیت میں صریح طور پر مشرکین مکہ کی نسبت فرمایا کہ وہ مسلمانوں کو مسجد میں جانے سے روکتے ہیں - خواہ یہ روک صلح (حدیبیہ) کے بعد کی ہو خواہ آغاز اسلام کی -

دوسری جگہ فرمایا :

ما کان للمشرکین ان یعمروا مساجد الله شاهدین علی انفسهم بالکفر - اولئك حبطت اعمالهم و في النار هم خالدون (۹ : ۱۸)

مشرکوں کو کوئی حق نہیں کہ اللہ کی مسجدوں کو آباد بھی رکھیں اور اپنے اعمال سے اپنے اوپر کفر کی شہادت بھی دیے جائیں - یہی لوگ ہیں جنکے تمام کام برباد و ضائع ہیں اور یہی ہیں کہ دائمی عذاب انکا رفیق ہے -

اس آیت میں شرک و کفر کو تعمیر و خدمت مساجد کے منافی فرمایا کہ دونوں چیزیں جمع نہیں ہوسکتیں - پھر اسکے بعد والی آیۃ میں زیادہ تصریح کی :

انما یعمر مساجد اللہ من آمن باللہ و الیوم الآخر و اقام الصلوۃ و اتی الزکوۃ و لم یخش الا اللہ (۹ : ۱۹)	در حقیقت اللہ کی مسجدوں کو تو وہی شخص آباد رکھتا ہے ' جو اللہ اور آخرت پر سچا ایمان لایا ' نماز قائم کی ' زکوۃ ادا کی ' اور نیز جس نے اللہ کے سوا اور کسی ہستی اور قوت کا ڈر نہ مانا !

یہ آیت ہمارے سلسلۂ آیات متعلقۂ مساجد میں آئیگی ' کہ نہایت اہم اور تشریح طلب ہے ' لیکن یہاں صرف یہ دکھلانا مقصود ہے کہ اللہ نے مساجد کی تعمیر و آبادی اور خدمت و تولیت کیلیے ایمان و اسلام کو شرط بتلا یا اور یہ کہ اعمال کفریہ کے ساتھہ یہ شرف جمع نہیں ہوسکتا -

اسی طرح ایک اور آیت بھی ہے :

ھم الذین کفروا و صدوکم عن المسجد الحرام - (۴۸ : ۲۵)	یہ اہل مکہ وہی تو ہیں جنھوں نے اللہ اور اوسکے ساتھہ کفر کیا اور تم کو مسجد حرام جانے سے روکا -

ان تمام آیات کریمہ کے مطالعہ سے بغیر کسی دوسری طرف رجوع کرنے کے واضح ہو جاتا ہے کہ :

(۱) قرآن کریم مشرکین مکہ کی نسبت ہر جگہ کہتا ہے کہ انہوں نے مسلمانوں کو مسجد حرام میں جانے سے روکا -

(۲) قرآن کریم تعمیر مساجد کیلیے ایمان باللہ و عمل صالح کو شرط قرار دیتا ہے اور کہتا ہے کہ جو اعمال کفریہ و شرکیہ میں مبتلا ہیں ' وہ مسجد کے آباد کرنے والے کیسے ہو سکتے ہیں ؟

پس اس سے ثابت ہوگیا کہ آیۂ زیر بحث میں بھی منع و تخریب مساجد سے قطعاً مشرکین مکہ ہی مراد ہیں ' اور جو انکے اعمال تھے ' وہی اعمال ہیں جنکو قرآن کریم نے " اظلم " یعنی کمال ظلم و عدوان سے تعبیر فرمایا ہے - رہا امام (طبری) کا اعتراض تو وہ ان آیات سے خود بخود رفع ہو جاتا ہے - کیونکہ قریش مکہ اپنے تئیں مسجد حرام کے آباد رکھنے والوں اور متولیوں میں سے سمجھتے تھے ' مگر خدا نے صاف صاف کہدیا ہے کہ انکا ایسا سمجھنا غلط ہے - وہ آباد کرنے والے نہیں بلکہ فی الحقیقت اسکی تخریب کے درپے ہیں - کیونکہ وہ ذکر الہی کو روکتے اور مومنوں کو اسمیں داخل ہونے نہیں دیتے -

(حکم آیۂ کریمہ عام ہے)

اصل یہ ہے کہ اس آیت میں کسی مسجد کا ذکر ہو - وہ مسجد ایلیا ہو یا مسجد حرام - مشرکین مکہ مقصود ہوں یا رومی بت پرست ' لیکن اسمیں شک نہیں کہ مساجد الہی کے متعلق ایک حکم عام ہے جو قرآن نے دیا ہے ' اور جو جماعت ' جو قوم ' جو فرد ' ایسا کریگی ' اسکا مصداق ہوگی :

و ھذا حکم عام لجنس مساجد اللہ و ان مانعھا من ذکر اللہ مفرط فی الظلم ' و لا باس ان یجی الحکم عاماً و ان کان السبب خاصاً (نیشا پوری حاشیۂ طبری - ۱ : ۳۷۴)	اور یہ حکم عام ہے تمام مسجدوں کیلیے ' جو کوئی کسی مسجد میں ذکر الہی کو روکے وہ سخت ظالم ہے ' اور اسمیں کوئی حرج نہیں کہ کسی آیت کا حکم عام قرار دیا جائے اگرچہ سبب نزول آیت خاص ہو - (۱)

صاحب (احکام القرآن) بھی اس سے متفق ہیں :

انه کل مسجد ' لان اللفظ عام ورد بصیغة الجمع فتخصیصه ببعض المساجد او ببعض الازمنة محال	اس سے مقصود ہر مسجد ہے - کیونکہ لفظ عام بصیغۂ جمع وارد ہوا ہے ' پس بعض مساجد یا بعض زمانوں کی خصوصیت کرنا بالکل محال ہے -

(منقول از رازی)

(نتائج بحث)

(۱) قریش مکہ اپنے تئیں بانی کعبہ قرار دیکر فخر کرتے تھے - اسکی خدمت و عزت انکے لیے موجب شرف و افتخار تھی - مگر انہوں نے مسلمانوں کو مسجد میں جانے اور ذکر الہی سے روکا اور اپنے بتوں کا اسکو پرستش گاہ بنایا - اسپر اللہ نے کہا کہ تم سے بڑھکر دنیا میں اور کون ظالم ہوسکتا ہے کہ خدا کے گھر میں آنے سے روکتے ہو ؟

پس جو لوگ مسلمانوں کو مسجدوں میں آنے سے روکیں وہ گو مدعی اسلام اور متولی مساجد ہوں مگر فی الحقیقت انکی حالت بھی مثل مشرکین مکہ کے ہوگی اور سب سے بڑے ظلم کرنے والے ہونگے -

پھر آج کتنی ہی مسجدیں ہیں ' جن میں مسلمانوں کو جانے سے روکا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ یہاں آکر اپنے خدا کا ذکر نہ کرو ؟ ہر فرقہ دوسرے فرقے کے ساتھہ ایسا ہی سلوک کرتا ہے اور محض چند اختلافات و نزاعات کی بنا پر مسجد کے دروازے مسلمانوں پر بند کردیے جاتے ہیں - کتنے مقدمات ہیں جو صرف اسی بنا پر ہندوستان کی عدالتوں میں ہو چکے ہیں ' اور کتنی خونریزیاں ہیں جو مساجد کے صحن میں صرف اسلیے کی گئیں کہ جنکو مساجد میں آنے سے روکا گیا تھا ' وہ بد بختی سے مسجد میں چلے آئے تھے ؟

ابھی تھوڑی دیر کے بعد آپ پر واضح ہوجائیگا کہ جس شے کو لوگ آج سیاست یا سیاسی مباحث سے موسوم کرکے خوف زدہ ہورہے ہیں ' یعنی حفظ حقوق دینیۂ و اسلامیہ و رد استبداد و جبر حکومت ' وہ بھی فی الحقیقت ذکر الہی ہی میں داخل ہے کیونکہ وہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اور اسلام کا جہاد مقدس لسانی ہے - پھر اگر ایسا ثابت ہوگیا تو کیا ان مباحث و مذاکرہ سے روکنے والے اس آیۂ کریمہ کے مصداق نہونگے ؟ اعاذنا اللہ تعالی !

(۲) یہ عجیب بلاغت قرآنی ہے کہ ہر موقع و مطلب کو اپنے لیے بہترین لفظ ملتا ہے اور اگر اسکو الگ کر دیا جائے تو پھر اسکی جگہ دوسرے لفظ سے نہیں بھر سکتی - اس آیت میں " اظلم " کا لفظ فرمایا کہ " ظلم " کا افعل التفضیل ہے - " ظلم " کی تعریف یہ ہے کہ " وضع الشی فی غیر موضعہ و التصرف فی حق الغیر " (مفردات) یعنی کسی شے کا اسکی اصلی جگہ کے خلاف کام میں لانا یا بنانا اور دوسرے کے حق میں تصرف کرنا -

پس یہاں منع مساجد کو ظلم سے تعبیر کیا کہ مسجدیں جس غرض سے بنائی گئی ہیں ' مانعین مساجد چاہتے ہیں کہ اسکے خلاف کاموں میں لائی جائیں - وہ اللہ کے نام سے پکار دی گئی ہیں پس انسانی ملکیت ان میں باقی نہیں رہی - اب انسانوں کے ذکر و ستائش کا انکو گھر بنانا (حسب تعریف ظلم) دوسرے کے حق میں تصرف کرنا ہے -

---

(۱) تفسیر نیشا پوری در اصل تفسیر کبیر امام رازی کا اختصار ہے اور اختصار بھی بجنسہ - پس یہ عبارت امام رازی ہی کی سمجھیے - تفسیر کبیر کی جلدیں تو الماری نظروں کے سامنے ہے اور میں انہیں دیکھہ رہا ہوں ' مگر رات کے دو بج چکے ہیں - سر میں سخت درد ہے - نفس آسودگی پسند اُٹھنے نہیں دیتا - اسلیے نیشا پوری ہی کے حوالے پر اکتفا کرتا ہوں - یہ تفسیر طبری کے حاشیے پر چھپی ہے -

خدا نے عمارت مساجد کا مقصد حقیقی جسکے لیے وہ موضوع ہیں، خود ہی بار بار بتلا دیا ہے - مثلاً سورۂ (نور) میں مشہور تمثیل مصباح و زجاج کے بعد فرمایا :

فی بیوت اذن الله ان ترفع و یذکر فیہا اسمه یسبح له فیہا بالغدو و الآصال - (۲۴ : ۳۶)	" یہ چراغ ایسے گھروں میں روشن کیا جاتا ہے ' جنکی نسبت خدا نے حکم دیا ہے کہ انکی عظمت کی جاے ' اور ان میں اللہ کا ذکر اور اسکے نام کی تقدیس ہو - ان میں اللہ کے بندگان مخلص و مومن صبح و شام تسبیح و تقدیس میں مصروف رہتے ہیں "

مسجد جب اس کام کیلیے وضع ہوئی ' تو مانعین مساجد ظاہر ہے کہ اسکے موضوع سے اسے محروم رکھنا چاہتے ہیں اور یہی معنی ہیں ظلم کے - شرک کو بھی خدا نے اسی لفظ سے تعبیر کیا ہے : " ان الشرک لظلم عظیم (۳۱ : ۱۳) " شرک سب سے بڑا ظلم ہے ' کیونکہ انسان کا سر جو صرف اللہ کے آگے جھکنے کیلیے ہے ' اسکی زبان ' جو طرف اسی کی تسبیح و تقدیس کیلیے ہے ' اسکے قدم ' جو صرف اسی کے طرف شتابی اور بیقراری سے دوڑنے کیلیے ہیں ' جب کسی دوسرے کیلیے اپنے تئیں وقف کردیں تو یہ ظلم ہوگا کیونکہ ظلم " وضع الشی فی غیر موضعه " کو کہتے ہیں -

اگر یہ سچ ہے تو پھر وہ خبیث روحیں کیوں اپنے اوپر ماتم نہیں کرتیں ' جو اس ظلم اعظم کی مرتکب ' اور اس وعید الہی کی مصداق ہیں ؟ کیا خدا کی مقدس مسجدوں کو ' جو صرف اسی کے لیے تھیں اور اسی کے نام کی عظمت کیلیے ' غیروں کیلیے بنا دیا ہے ' جہاں انسانی حکمرانی کے فرمان چلتے اور دنیوی استبداد و تسلط کے احکام نافذ ہوتے ہیں ' اس حکم الہی کے ماتحت " اظلم " نہیں ہیں ؟ وہ اشرار و ارذال ' جو آج خدا کے گھروں کو شیاطین کی پرستش و غلامی کا مندر بنانا چاہتے ہیں ' جنکی ابلیسانہ آرزو یہ ہے کہ مساجد الہی کا صحن مقدس جو ملائکۂ سماویہ کے نزول علوی کا رحمت کدہ تھا ' زمین کی ارواح خبیثہ کی ناپاک قوتوں کا شیطان کدہ بن جاے ' کیا اپنے صورت اعمال قریش مکہ سے کچھہ زیادہ مختلف ہیں ' جنہوں نے مسجد حرام کے طاقوں میں پتھر کے بت رکھدیے تھے ؟

کیا تم نے بارہا نہیں دیکھا کہ عین اس مندر معظم کے پہلو میں ' جو صرف اللہ ہی کے احکام مقدسہ کے اعلان کیلیے تھا ' اور عین اس محراب معظم کے نیچے ' جو صرف اسی کے آگے جھکنے کیلیے خمیدہ ہوا تھا ' غیروں کے نام کی تقدیس و تسبیح کی گئی ' اور جو جگہ کہ اللہ کی غلامی کیلیے بنائی گئی تھی ' اسکو دوسروں کی غلامی سے ناپاک کیا گیا ؟ قریش مکہ کو خدا نے " اظلم " کہا - اسلیے کہ انہوں نے خدا کے ذکر کو روکا اور مسجد کی طاقوں میں پتھر کی مورتوں کو سجایا ' پر وہ ' جو آج مسجدوں میں اسکے حکموں کو روک کر غیروں کے حکموں کی منادی کرتے اور پتھر کی بیجان مورتوں کی جگہ زندہ بتوں کے آگے گردنوں کو جھکاتے ہیں ' کیا اُنسے زیادہ " اظلم " اور ان سے زیادہ خدا کے بے امان غصے اور اسکے جلال و غیرت کے ہیجان کے سزاوار نہیں ہیں ؟

مسجد خدا کیلیے بنائی گئی ہے تاکہ صبح و شام اسکے نام کی وہاں پکار بلند ہو : یسبح له فیہا بالغدو و الآصال - پس اسے خدا ہی کیلیے چھوڑ دو - اسکے دشمنوں کو دعوت نہ دو کہ وہ تمہارے گھروں کی طرح خدا کے گھر پر بھی قبضہ کرلیں ' اور اسکو اپنی انسانی پرستش و تعبد کا مندر بنالیں - تم جو اپنے تاج و تخت کی حفاظت نہ کر سکے ' ایسا نہ کرو کہ خدا کے تخت معبودیت کی تقدیس کو بھی غیروں کی بدولت بٹہ لگادو - اس نے تم کو اپنی عبادت کیلیے ایک مقدس عمارت دی ہے ' پس اسی کے آگے جھکو اور اسی کو پیار کرو - وہاں اسکے دشمنوں کیلیے دعائیں نہ مانگو اور نہ بادشاہتوں کی پوجا کیلیے ہاتھہ اٹھاؤ - اسکے گھر میں صرف اسی کو مانو کہ خدا کے گھر میں انسانوں کی تسبیح و تقدیس تمھارے لیے زیبا نہیں -

(۳) ایک صاف اور عام مہم نتیجہ جو اس آیت سے نکلتا ہے وہ اسکے حکم کی عمومیت اور ہر زمانے اور ہر دور کیلیے وعید الہی کی صداقت ہے - اللہ تعالے نے اس آیت میں دو چیزوں کا ذکر کیا ہے - منع ذکر الہی اور سعی تخریب مساجد - ایک صورت تفسیر یہ ہے کہ دونوں کا مفہوم ایک ہی شے قرار دیا جاے اور تخریب مساجد کی سعی کو منع ذکر الہی کا نتیجہ سمجھا جاے ' جیسا کہ (ابو مسلم) کا خیال ہے اور جیسا کہ (شیخ علی المہائمی) نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے :

" و یذکر فیہا اسمه و " اذا منع لم یهتم لعمارتها فکانما " سعی فی خرابها " (تفسیر مہائمی صفحہ : ۵۷)	" و یذکر فیہا اسمه " یعنی جب کہ اس نے لوگوں کو ذکر الہی سے روکا تو مساجد کی آبادی کا اہتمام نہیں کیا - اور ایسا کرنا یہ معنی رکھتا ہے کہ گویا اس نے مساجد کی خرابی کی سعی کی -

پس اس تفسیر کی بنا پر سعی تخریب کے معنی بھی " منع ذکر الہی " کے ہوے -

لیکن اگر عطف کی بنا پر دونوں میں فصل کیجیے تو پھر (امام رازی) نے اسکی تشریح یوں کی ہے :

السعی فی تخریب المسجد قد یکون لوجہین : احدهما منع المصلین و المتعبدین و المتعهدین له ' فیکون ذالک تخریباً - و الثانی بالهدم و التخریب (تفسیر کبیر - ۱ : ۴۷۶)	" تخریب مسجد کی کوشش دو طرح سے ہوگی - ایک صورت تو یہ ہے کہ نماز پڑھنے والوں ' عبادت گذاروں ' اور وابستگان مساجد کو مانع ہوں - پس ایسا کرنا بھی فی الحقیقت مسجد کی تخریب ہوگی - دوسری صورت یہ ہے کہ اسکی عمارت کو منہدم کیا جاے اور حقیقی معنوں میں اسکی تخریب ہو "

اس سے ظاہر ہوا کہ " سعی فی خرابها " میں دونوں صورتیں داخل ہیں اور آیت کا حکم عام -

پس جب کبھی کوئی شخص یا گروہ کسی مسجد میں دائمی یا عارضی ' تھوڑی دیر کیلیے یا زیادہ عرصے کیلیے ' نمازیوں کو جانے سے روکے ' جن لوگوں نے خدا کے گھر میں پناہ لی ہے انپر حملہ آور ہو ' اور وہاں کے عبادت گذاروں کا خون بہاے ' تو وہ بھی ہماری نظروں میں انہی مشرکین مکہ کی سی جماعت ہوگی جنہوں نے مسجد حرام میں جانے سے مسلمانوں کو روکا تھا ' اور جو سلوک ہم نے انکے ساتھہ کیا تھا ' اسی کی وہ بھی مستحق ہوگی - نیز اس سے بڑھکر کوئی " اظلم " نہیں اور نص صریح اس پر شاہد -

تخریب کی یہ پہلی صورت ہے - دوسری صورت حقیقی معنوں میں تخریب ہے ' یعنی مسجد یا اسکے کسی حصے کو منہدم کرنا ' تو ظاہر ہے کہ یہ صورت بھی جس شخص یا جس گروہ سے سرزد ہو وہ اس آیت کریمہ کی بنا پر " اولئک ما کان لهم ان یدخلوها الا خائفین - لهم فی الدنیا خزی و لهم فی الآخرة عذاب عظیم " کی وعید کا مستحق ہوگا -

(یتبع)

عربي زبان اور علمي اصطلاحات

استدراک

(از مولوي ابوالکلام عبد الوهاب صاحب ' بہار مدرسہ هوگلي ' کلکته)

میں نے نہایت دلچسپي سے ۳ - ستمبر سنه ۱۹۱۳ کے الهلال میں " عربي زبان اور علمي اصطلاحات " کے عنوان سے ایک مضمون پڑھا ' علوم و فنون کے انگریزي و عربي نام اگر استقصاء اور تکمیل کے ساتھ یکجا مرتب کردیے جائیں تو درحقیقت یہ ایک نہایت بیش قیمت چیز ہوگي ' اور ان کے لیے نہایت مفید ہوگي جو عربي اور انگریزي ' دونوں زبانوں کي تصنیفات علمیه کا مطالعه کرتے هیں - اس مفید سلسله کي تکمیل میں حصه لینے کے لیے میں بھي شرکت کرنا چاهتا هوں - ایک مقدمه عربي و انگریزي اسماے علوم کا پیش کش خدمت ہے

1	Histology	علم ترکیب ابدان الحیوانات
2	Embryology	علم الجنین و التشکل
3	Phormocology	فن ترکیب الادویه
4	Photography	فن تصویر
5	Painting	فن تصویر
6	Osteology	فن ماهیه العظام
7	Neurology	علم باحوال الاعصاب
8	Odontology	علم علاج الاسنان
9	Organology	علم اعضاء البشر و الحیوانات و النباتات
10	Geomancy	علم الرمل
11	Geoponics	علم زراعت
12	Ouranography	علم تعریف ماهیة السماء
13	Glyptics	فن نقش الجواهر
14	Glyphography	فن نقل الصور
15	Gnomonics	فن القواعد البسیطه
16	Orthography	علم وضع الخط
17	Ornithology	علم طبائع الطیور
18	Orology	علم ماهیة الجبال
19	Ophiology	علم طبائع الحیات
20	Opthalmotology	علم اصول معالجة العیون
21	Metronomy	علم وزن الاوقات

(الهـــلال)

آپکے ذوق علمي اور توجه فرمائي کا شکر‌گزار هوں - " مسئلۂ وضع اصطلاحات " کے چھیڑنے سے مقصود یہ نہیں ہے کہ اس شورش فتنه زا کو خاموش کیا جاے جو دنیا کو اس غلط فہمي میں مبتلا کرنا چاهتي ہے کہ اردو میں علوم حدیثیه و فنون جدیده کے لیے مناسب الفاظ نہیں ملتے - حقیقت یہ ہے کہ همارا رونا صرف اسي کا نہیں ہے کہ اردو کا دائرۂ زبان و مصطلحات تنگ ہے ' بلکه رونا اس کا ہے کہ همارے دوستوں کا میدان علمي تنگ ہے !

کیا عجیب بات ہے کہ اردو زبان کی بے مائگی و بے کسي پر اس وقت ماتم کیا جا رها ہے حالانکه نادان ماتم کرنے والوں کي کوتاه نظري ماتم کي زیاده مستحق ہے - وہ نہیں دیکھتے کہ عربي زبان ام لغات اسلامیه ہے زنده ہے - اور اپنے بچوں کی پرورش کے لیے تمام اسباب و سامان اپنے پاس رکھتي ہے -

لوگ معترض هیں کہ مصطلحات اردو کے لیے عربی زبان کي مراعات استحقاق پر کیوں زور دے رہا هوں ؟ یہ کیوں ضروري قرار دیا جاتا ہے کہ حتی الامکان عربي هي کے الفاظ اردو کي ادبیات علمیه میں استعمال کیے جائیں ؟ لیکن شاید یہه نکته اونکي نگاه سے مخفي ہے کہ صرف عربی هی نہیں بلکه هر علمي زبان اپني ماتحت زبانوں کیلیے ایسے هي حقوق کا مطالبه رکھتی ہے -

دنیا کی تمام موجوده زبانیں دو قسم کی هیں. اصلی اور فرعی:

اصلی سے مقصود وہ زبانیں هیں ' جو دوسري زبانوں کي پیدایش و خلقت کے لیے خمیر و عنصر هیں ' مثلا عربي ' سنسکرت ' لاطینی ' یونانی -

فرعي اون زبانوں سے عبارت ہے جنکی ترکیب و خلقت صرف ایک یا متعدد السنۂ اصلیه سے هوئی ہے -

حسب استمرار عادت لغویه جس طرح السنۂ فرعیه اپنے عام الفاظ و کلمات میں السنۂ اصولیه کي محتاج هیں ' اسي طرح اصطلاحات علوم اور مصطلحات فنون میں بھی وہ اونکي موهبت و فیاضی کی دست نگر هیں - غور کیجیے کہ تمام یوروپین زبانیں با این همه کثرت اختراعات و وسعت علوم ' اپني اصطلاحات میں لاطیني و یونانی الفاظ کي مقروض هیں اور آج بھي کہ بیسویں صدي ہے ' یورپ میں جب کوئي ' علم ' فن ' مسئله ' یا آله نیا وضع هوتا ہے تو اوسکے تسمیه کیلیے لندن ' پیرس اور برلن کي زبانوں کي جدید ڈکشنریوں کے طرف مراجعت نہیں کی جاتي ' بلکه روما کے اور اتھنز کی بوسیده صحائف لغت کي طرف -

یہي حال سنسکرت اور اوسکي فرعي زبانوں کا ہے ' آج بنگله گجراتی ' اور مرهٹي زبانوں میں وضع اصطلاح کي ضرورت هوتي ہے تو سنسکرت هي کے الفاظ هر جگه ان مفلس گدا گروں کا کچکول سوال پر کرتے هیں -

اصطلاحات حدیثه کا سوال جانے دیجیے ' مسلمان آج تمام اطراف عالم میں پھیلے هیں - اونکي زبان هر جگه ایک نہیں ہے ' لیکن مصطلحات دینیه و علمیه اب تک ایک هیں اور ایسا هی هونا بھي چاهیے - پھر کوئي سبب نہیں کہ ۱۳ - سو برس کا استحقاق آینده کے لیے اوس سے سلب کرلیا جاے -

اس کے بعد چند معروضات دفعه وار عرض کرتا هوں :

(۱) ضرور ہے کہ وضع و تسمیۂ اصطلاحات میں عربي زبان کے ثقیل ' مغلق اور نادر الاستعمال الفاظ استعمال نہ کیے جائیں کہ یہ

خود عربي کے لیے بھی بار ھیں ' پھر دوسري فروعي زبانوں کا کیا سوال -

(۲) الفاظ مصطلحه حتی الوسع مختصر اور چھوٹے ھوں که زبانوں پر بآسانی رواں ھوسکیں ' بڑے بڑے فقروں کو الفاظ مصطلحه قرار دینا خلاف آئین وضع اصطلاح ہے -

(۳) اکثر حضرات وضع اصطلاح میں اس بات کی کوشش کرتے ھیں که دوسري زبان میں اوس اصطلاح کا جس قدر مفہوم ہے وہ بتمامه اردو میں منتقل کرلیا جاے - اس سے دو نتیجے پیدا ہوتے ھیں - یا تو ارتکو اردو کی قلت ثروت و تنگی دامانی کی شکایت ہوتی ہے که اوسمیں اداے مفہوم کی قدرت نہیں ' جیسا که اکثر احباب اسکے شاکی ھیں ' اور یا پھر حسب وسعت مفہوم ' الفاظ کثیرہ میں اپنا مفہوم ادا کرنا پڑتا ہے -

سب سے پہلے اس پر غور کرنا چاھیے که " اصطلاح " کی حقیقت کیا ہے ؟ اصلاح کی تعریف صحیح نه ہے که " ایک جماعت کا کسی خاص وسیع مفہوم کے دار ادا کرنے کے لیے ایک مختصر و محدود لفظ فرض کرلینا ' جسکے بولنے سے حسب فرض و وضع ' وہ مفہوم ذھن میں آسکے " پس اگر اس اصطلاح معروض کے لیے ضروري ہے که وہ اپنے الفاظ سے اپنے مفہوم کے تمام معاني و مطالب ادا کردے تو پھر وہ اصطلاح کہاں ہوئی ؟ وہ تو عام گفتگو کا ایک ٹکڑا ہے -

خود انگریزي اصطلاحات پر غور کیجیے - وہ جن معانی کی طرف اشارہ ھیں ' اونکے الفاظ کب ان سب کو محیط و جامع ھیں ؟ اس کی مثالیں آپکو تمام اصطلاحات میں موجود ملیں گی ' پس در حقیقت الفاظ اصطلاحات ھمکو مفہوم عربي نہیں سمجھاتے ' بلکه محض فرض اور وضع و تسلیم عام سے عبارت ھیں -

(۴) - سب سے آخری یه که جن السنۂ اصلیه سے آپ الفاظ مستعار لے رہے ھیں ' اون کے قواعد و قوانین لسانیه کی رو سے وہ صحیح ھوں -

ان وجوہ مذکورہ کی بنا پر آپ کی مصطلحات موضوعه کی نسبت " الہلال " کے حسب ذیل ملاحظات ھیں :

۱ - Embryology کا ترجمه " علم الجنین والشکمر " کیا گیا ہے - دفعۂ اول کی رو سے " شکمر (۱) " معلق اور نادر الاستعمال لفظ ہے لیکن اس سے چارہ بھی نہیں - انتظار کیجیے که استعمال سے علم ہوجاے -

۲ - Histology کے لیے " علم ترکیب ابدان الحیوانات " برا لفظ ہے - " علم ترکیب الاجسام " کافي ہے -

۳ - Photography کے لیے " فن تصویر " کافی نہیں " فن تصویر شمسي " چاھیے که عموم میں خصوص ہوجاے -

۴ - Osteology " علم ماھیة العظام " کی جگه صرف " علم العظام " کافي ہے ' ماھیت کي تخصیص کی ضرورت نہیں اور نه خود اصل اصطلاح میں کوئی لفظ ایسا ہے -

۵ - Neurology " علم باحوال الاعصاب " میں " احوال " بے کار ہے که یه خود سمجھا جاتا ہے ' پس " علم الاعصاب " جیسا که خود انگریزي میں ہے ' کافي ہے -

۶ - Odontology " علم علاج داء الاسنان " ثقیل الترکیب اور غیر ضروري الفاظ پر مشتمل ہے - " علم علاج الاسنان " صحیح مفہوم ادا کرتا ہے اور کافی -

(۱) شکمر ' کولول ' نباتات کی ابتدائی خلقت جو ابھی تمیز نکر سکیں ہوں - (منه)

برید فرنگ

حادثۂ فاجعۂ کانپور

مشہور اخبار ٹروتھه (Truth) اپني تازہ اشاعت میں حادثۂ کانپور پر بحث کرتے ہوے لکھتا ہے :

" سر جیمس مسٹن جن سے ھمیں بہت کچھه امیدیں تھیں ' گذشته واقعۂ کانپور میں بمشکل انسے کوئی مدبري کي علامت ظاھر ہوئي ہے ' ھر ایک آدمي جانتا ہے اور جو نہیں جانتا اسکو جاننا چاھیے که مشرق میں صرف مذھب اور مذھب ھي ایک ایسي چیز ہے جس کو جس قدر اھمیت دي جاے کم ہے - خصوصاً اسی وقت میں (جبکه مسلمان جنگ بلقان کي وجه سے سخت مشتعل ہورہے ھیں) صرف ایک سڑک کو چوڑا کرنے کي غرض سے انکے جوش کو بھڑکانا درحقیقت اپني ناقابل بیان بے وقوفي کي نمایش کرنا ہے -

گلي کے موڑ کي درستگي کچھه زیادہ ضروري نہیں ہے جبکه وہ ھر ایک حصه کو جسکا تعلق انکي کسي مقدس عمارت سے ھو ' ویسا ھي مقدس سمجھتے ھیں جیسا که اصل عمارت کو - ھمکو یه دیکھکر تعجب ہوتا ہے که سر جیمس مسٹن جیسے تجربه کار افسر نے اسکو محسوس نه کیا جو فی الحقیقت اینگلو سکسن قوم کے دامن عمل پر حماقت کا ایک افسوسناک داغ ہے -

خیر ' یه سب کچھه ہوا - یہاں تک بھي حرج نه تھا ' مگر ایسے موقع پر جب که سر جیمس کو اپني غلطي کا اعتراف کرنا چاھیے تھا ' اوں صاف انکار کردیا که گویا انھوں نے کچھه کیا ھي نہیں اور اس حصۂ مسجد کو تعمیر نه کرانا ' انکي نادانی کي ایک آور بڑي دلیل ہے - مجھکو تمام حالات کا علم ہے - گورنمنٹ کے اس خیال سے بھي بے خبر نہیں ہوں که مشرق میں کسي گورنمنٹ کو اپني رعایا کي کوئي بات اسانی سے کبھي بھي ماننی نه چاھیے ' لیکن میں یه کہے بغیر نہیں رہ سکتا که اکبر اعظم کو (جو مشرق میں بہت

بقیه مضمون

۷ - Organology کے لیے " علم اعضاء البشر و الحیوانات و النباتات " ایک نہایت طویل ترکیب ہے - " علم الاعضاء " کفایت کرتا ہے اور " اعضا " میں اعضاے انسان و حیوانات و نباتات داخل ھیں -

۸ - Ournnography " علم تعریف ھیئۃ السماء " کی جگه " علم اشکال الفلک " زیادہ مناسب ہے ' " تعریف " اصل میں موجود نہیں - لفظ " ھیئۃ " Astronamy کے مقابل مستعمل ہوچکا ہے ' اور " سماء " سے زیادہ (علم ھئیت) میں لفظ " فلک " بولا جاتا ہے - ھاں " اجرام سماویه " البته مصطلح ہے -

۹ - Ophtholmotology " علم اصول معالجة العیون " بھي بہت طویل ہے ' " علم معالجة العیون " کہیے -

۱۰ - Metronomy " علم وزن الاوقات " صحیح نہیں ' وزن اشیاء ثقیله کا ہوتا ہے ' وقت کا نہیں البته " تقدیر " کہه سکتے ھیں - یعني " علم تقدیر الاوقات " مگر عربي میں پہلے سے اسکے لیے " علم المواقیت " کا لفظ موجود ہے -

بڑا بادشاہ گزرا ہے) ایسے موقع پر اپنی غلطی کے تسلیم کرنے میں ذرا بھی پس و پیش نہ ہوتا تھا ، بلکہ نہایت متانت اور سنجیدگی سے اپنی رعایا کے بھڑکے ہوئے جوش کو ٹھنڈا کر دیتا تھا -

اس موقع پر بہت سے لوگ اکبر کے پوتے اورنگ زیب کی مثال پیش کرینگے مگر کیا وہ اسکے اس طریق سیاست کے مہلک نتائج کو جو اسکے مرنے کے بعد ظہور میں آئے ، بھول گئے ؟ ایک طرف تو مرہٹوں نے سیواجی کی ماتحتی میں زور پکڑ لیا اور اسکے مرنے کے بعد ہی خود مختاری کا اعلان کرکے ایک علیحدہ حکومت قائم کر لی - دوسری طرف تمام صوبے ماتحتی سے نکل گئے - محمد شاہ میں ان لڑائیوں کی بدولت جو اورنگ زیب کے زمانۂ حیات میں ہوئی تھیں ، کہاں طاقت رہی تھی کہ انپر چڑھائی کرتا ؟ وہ صرف برائے نام دہلی و اگرہ کا بادشاہ تھا - بالآخر مسلمانوں کی اس عظیم الشان حکومت کا شیرازہ جسکو اکبر کی پالیسی نے مجتمع کیا تھا اس جابرانہ پالیسی کی بدولت آسانی سے بکھر گیا -

ٹھیک ایسے وقت میں جبکہ تمام دنیا کے مسلمانوں کا خون مسیحیت کے خلاف جوش میں ہے ، یہ واقعہ کہیں ان بھڑکے ہوئے شعلوں پر ہوا کا کام نہ دے ، جسکا نتیجہ آیندہ چلکر خطرناک نکلے گا - واقعۂ تقسیم بنگال اسکی ایک بیّن مثال ہے - تقسیم کے موقع پر کس کو خیال تھا کہ اسکا نتیجہ " انارکی " کی صورت میں ظاہر ہوگا - گو اب اسکا اعلان کیا جا چکا ہے مگر کیا کوئی بتا سکتا ہے کہ اس سے اہل بنگال کے اس جوش میں فرق آگیا جو الحاق سے پیشتر تھا ؟

اپنی غلطی کا اعتراف اس وقت کرنا جبکہ وقت ہاتھ سے جا چکا ہو ، بے فائدہ ہے - مقتضاے حکمت یہی ہے کہ ظہور نتیجہ سے پہلے ہی انسداد کر دیا جائے - بہر حال ابھی وقت ہے کہ سر جیمس مسٹن اس پر غور کریں - ہمارے خیال میں اپنی غلطی کے اعتراف میں پس و پیش نہ کرنا چاہیے - ورنہ ان کو اس وقت زیادہ افسوس ہوگا جبکہ وہ اپنی اس غلطی کے نتائج کو واقعات کی صورت میں دیکھینگے -

اختراعات حربیہ اور مصائب اسلامیہ

فن طیارہ کی حربی خدمت کی آزمائش

دنیا میں جب کوئی نیا آلۂ سفاکی و خونریزی ایجاد ہوتا ہے تو ہمارا دل کانپ اٹھتا ہے کہ دیکھیے کون سی اسلامی آبادی اس کی آزمائشگاہ قرار پاتی ہے ؟

ڈاکٹر اپنے اختبارات تشریحیہ کے لیے مردہ جسم کی تلاش کرتے ہیں - پس یورپ کو بھی حق ہے کہ وہ اپنے اختبارات حربیہ کے لیے کسی مردہ قوم کے اجسام میتہ کو تلاش کرے ، جس سے معلوم ہو کہ یہ آلۂ مخترعہ اون کے مقصد سفک و قتل میں کہاں تک معین ہو سکتا ہے ؟

مہلک ترین آلۂ حرب جس کا نام " میکسم توپ " ہے اسکی سرعت و سہولت اتلاف جان کی آزمائش کے لیے سیاہستان افریقہ میں سب سے پہلے ہمارے ہی اجسام میتہ کی نمایش ہوئی ، غرقاب کشتیوں نے جو جنگی جہازوں کی موت کے لیے سب سے زیادہ کارگر آلہ ہیں ، اپنے فوائد لاتحصی کا ثبوت سب سے پہلے معرکۂ دولت علیہ و روس ہی میں دیا تھا -

تلاش مقصود کا قصور ہوتا اگر طیاروں کے جنگی فوائد و منافع کی اہمیت کے لیے بھی جلد سے جلد کسی اسلامی آبادی کا انتخاب نہ کر لیا جاتا ، چنانچہ " امن کے شاہزادوں " نے اپنے سفاکانہ و خونخوارانہ اختبار و امتحان کے لیے بہت جلد طرابلس کے ریگستانوں اور بلقان کی پہاڑیوں کو منتخب کر لیا ، آخر مناظر خونین کی نمائش اور اس جدید مخترعۂ حربیہ کی آزمائش ہوئی - اس آزمایش و اختبار مشئوم کے نتائج اب نہایت خوشی و مسرت کے ساتھ ہمارے خوفناک ممتحن و مختبر شایع کر رہے ہیں اور بتلاتے ہیں کہ ان معرکوں نے آثار علمیہ کو کہاں تک ترقی دی !!

امریکہ کا مشہور علمی رسالہ " سائنٹیفک امریکن " ۱۳ - ستمبر سنہ ۱۳ - کے نمبر میں نتائج مذکورہ کی طرف حسب ذیل اشارات کرتا ہے :

" موجودہ مغربی فوجی نمایش و نقل و حرکت سے جو سبق سیکھا گیا اسکی مزید ترمیم و تصحیح میدان جنگ طرابلس و بلقان سے ہوگئی - فرانس اور جرمنی ہوائی جنگ کے لیے طیار رہیں ، ایک کی بری طیاری مکمل ہے اور دوسرے کی بحری - اسٹریا اور انگلستان کی جنگی نمایش سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ دونوں حکومتیں بھی ایک حد تک اس جنگ کے لیے مستعد ہیں -

سنگستان بلقان سے زیادہ ریگستان طرابلس کے معرکوں سے آلات ہوائیہ کی کامیابی کا امکان ظاہر ہوتا ہے - طرابلس کی آب و ہوا اور جغرافی حالات طیارہ کے لیے موافق تھے - گو اطالی طیار تربیت یافتہ نہ تھے ، تاہم وہ کامیاب ہوے ، لیکن بلقان میں اوس کی آب و ہوا اور اندرونی اور جغرافی حالات کی بنا پر بہت سی مشکلات کا سامنا پڑا ، جس کے لیے ترتیب و تنظیم کی سخت ضرورت محسوس ہوئی ، جو یہاں مفقود تھی ، اور جو صرف فرانس میں کامل اور جرمنی میں کسی قدر موجود ہے -

طرابلس میں اطالیہ کے مقابل فقط بے قاعدہ عرب اور چند با قاعدہ ترکی فوج تھی - بلقان میں اسکے برخلاف دونوں طرف با قاعدہ و آراستہ فوجیں تھیں ، توپیں کثرت سے ہر موقع پر موجود تھیں ، اور حصار کا انتظام نہایت عمدہ تھا - طرابلس میں طیارے نہایت آسانی سے گردش کرکے محفوظ مرکز پر پہونچ جاتے تھے -

نیز طرابلس ایک ریگستانی ملک ہے جو صرف کہیں کہیں شاداب ہے ، اصل لڑائی ایک قلیل حصہ میں محدود تھی اور کثرت سے طیاروں کی ضرورت نہ تھی کہ فوج کی ہر نقل و حرکت کے موقع پر موجود رہیں - ملک قابل زراعت نہیں ، صرف چند نخلستان اور شاداب مقامات ہیں - صحرا نشین عرب ہمیشہ حسب موقع ایک نخلستان سے دوسرے نخلستان میں منتقل ہوتے رہتے ہیں ، اس لیے دشمن قدرتی طور پر ایک جگہہ سے دوسری جگہہ نہایت آسانی سے بہ لطائف الحیل نکل جا سکتا ہے - عرب کی بے قاعدہ فوج ابھی مصروف پیکار ہے اور پھر اپنے ہتیار کھول کر امور معاش میں مشغول ، اس لیے طیاروں کے ذریعہ دشمن کا پتہ لگانا بہت مشکل ہے ، اگرچہ ملک کا صاف منظر اور عجیب و غریب نیلگوں فضا تلاش مقصود کے لیے نہایت موافق تھی -

ان وجوہ سے صحیح طور پر طیاروں کی کوئی فوجی حیثیت نہ بلقان میں تھی اور نہ طرابلس میں ، اور نہ حقیقی طور سے طیاروں کو فوج کا پانچواں حصہ بنایا گیا جیسی کہ اب فوجی تجویز ہے - اطالیہ نے لڑائی کے آخر زمانہ میں چند اچھے طیاروں کو نوکر رکھ لیا تھا ، لیکن بلقان میں صرف نو تعلیم بلقانی اور کچھ اجنبی طیار تھے -

---

باب التفسیر

قصص القرآن

(۲)

قصص بني اسرائیل

بصائر و مواعظ ، نتائج و عبر

(دوطیلہ نارسیدہ)

اس سے پہلے کہ اصل مضمون شروع کیا جاے ہمکو پندرھویں صدي (ق م) میں مصر کے سیاسی حالات پر ایک نظر ڈالني چاھئے -

تقریباً دو ہزار قبل مسیح حدود عرب سے ایک سامی قوم جو متعدد قبائل کا مجموعہ تھي ' مصر پر حملہ آور ہوئي ' اور اسکو فتح کیا - عرب اسکو عاد ' ثمود ' اور معین وغیرہ قبائل کا مجموعہ سمجھتے ہیں ' اسرائیلي اوسکو " عمالیق " کہتے ہیں ' اہل بابل و عراق کے ہاں اوسکا نام " عربیي " اور " عمورانی " ہے ' اور خود مصري اوسکو بطور تحقیر " شاشو " اور " ہیک شاش " یعني " شاہان بادیہ " اور " شاہان چرواہان " کہتے ہیں ' کیونکہ کہ عرب کے سامي بادیہ نشین در حقیقت اونٹوں کے چرواہے تھے -

مصر ' عہد قدیم سے دو حصوں پر منقسم ہے : مصر بالا اور مصر زیریں - مصر زیریں بالکل بحر احمر کے کنارے حدود عرب کے مقابل واقع ہے ' نہر سویز کے کھودنے سے پہلے بحر روم اور بحر احمر کے ما بین ' ایک چھوٹا سا خشک قطعہ حائل تھا ' جو مصر کو حدود عرب و جزیرہ نماے سینا سے ملاتا تھا - نہر سویز اسي خشک قطعۂ ارض کو کاٹکر اور ان دونوں دریاؤں کو باہم ملا کر بنالي گئي ہے ' در حقیقت اس نہر نے اوس دیوار کو جو مشرق و مغرب یا یورپ و ایشیا کے درمیان حائل تھي ' منہدم کردیا ' جس سے سیلاب تمدن و تلاطم مغرب سے مشرق میں داخل ہونے کے لیے نہایت آسان راستہ مل گیا -

شاشو یا عمالیق اسي خشک راستہ سے ' جزیرہ نماے سینا ہو کر مصر زیریں میں چلے آئے - مصر کے خاص باشندے جو سام کے بھائي " حام " کي اولاد تھے ' شکست کھاکر مصر بالا میں چلے گئے - ان سامي فاتحین نے یہاں ایک عظیم الشان حکومت قائم کي ' جو تقریباً تین چار سو برس تک عمالیق کیلئے نشان فخر و امتیاز رہي - عام سامي قبائل مختلف اوقات و حالات میں اپنے ہم نسب و خاندان قوم کے پاس بغرض استمداد و استعانت آتے جاتے رہتے تھے -

یہي سبب ہے کہ بیسویں صدي (ق م) میں سرخیل قبائل سامیہ حضرۃ ابراہیم خلیل کو بابل و عراق یعني کلدان سے حدود مصر و شام کي طرف آتے ہوئے دیکھتے ہیں ' اور پھر جب اس ملک میں قحط نمودار ہوتا ہے ' تو حضرت مع اپني بیوي سارہ کے یہیں سے مصر کا رخ کرتے ہیں - مصر زیریں کا سامي بادشاہ جب ایک سامي خاندان کي آمد کي خبر پاتا ہے ' اور اوسکے ساتھہ ایک خاتون کا ہونا بھي سنتا ہے ' تو اوسکو اپنے قدیم خاندان سے اتصال کے شرق میں نکاح کا پیغام دیتا ہے ' لیکن یہہ سنکر کہ وہ شوہر دار خاتون ہے ' سوء قسمت پر افسوس کرتا ہے ' اور بالاخر سعادت اتصال خاندان اسطرح حاصل کرتا ہے کہ اپني بیٹي " ہاجرہ " کو حضرت کي خدمت میں دیتا ہے ' جس سے اسماعیلي عربوں کي نسل پیدا ہوتي ہے - (۱) حضرت ابراہیم اپني دونوں بیویوں کے ساتھہ بیل ' گدھا ' خچر اور اونٹ وغیرہ بہت سامان جہیز میں لیکر کنعان واپس آتے ہیں -

حضرۃ ابراہیم کے دو بیٹے اسماعیل و اسحاق ہوئے - اسماعیل ملک عرب میں آباد ہوئے اور اسحاق (ع) کنعان میں اپنے باپ کے جانشین ہوئے اسحاق سے یعقوب پیدا ہوئے - جنکا دوسرا نام " اسرائیل " تھا - انکي اولاد " بني اسرائیل " یعني فرزندان اسرائیل کہلائي ' اور خدا نے خود اپني زبان سے انہیں برکت دي -

حضرت یعقوب کے بارہ بیٹوں میں سے جنکي نسل سے بني اسرائیل کے بارہ گھرانے قائم ہوئے ' ایک بیٹے حضرت یوسف تھے - بھائیوں نے اوسي تحاسد برادرانہ سے مغلوب ہوکر ' جس نے اس سے پہلے اسي گھرانے کے دو اور بھائیوں یعني " اسماعیل و اسحاق " میں افتراق کردیا تھا ' اپنے بھائي یوسف کو ایک اسماعیلي قافلہ کے ہاتھہ جو عرب سے مصر کو جا رہا تھا ' بیچ ڈالا - عجائب ایام دیکھو کہ آخرالامر بني اسحاق اور بني اسماعیل کا اس عجیب طریقے سے اتصال ہوا -

مصر پہنچکر اسماعیلي قافلہ نے حضرت یوسف کو ایک مصري سردار کے ہاتھہ فروخت کر ڈالا ' جہاں " عزیز " کي بیوي اور حضرت یوسف کا واقعہ پیش آیا اور انہیں قید خانے جانا پڑا ' بالاخر تعبیر خواب کي تقریب سے شاہ مصر کے دربار میں پہونچے - بادشاہ کو جب یہ معلوم ہوا کہ یہ ایک سامی النسل نوجوان ہے ' تو وہ نہایت مسرور ہوا کہ وہ فرزند سے محروم تھا ' اور رفتہ رفتہ اوسنے زمام حکومت حضرت یوسف کے ہاتھہ میں دیدي -

حضرت یوسف نے اب مناسب سمجھا کہ اپنے خاندان کو کنعان سے جہاں وہ مبتلاے قحط تھا ' مصر بلا لیں ' کیونکہ یہاں اب اون کے لیے حکومت کا سامان تھا - حضرت یعقوب مع اپنے خاندان کے مصر آگئے - شاہ مصر نے بزرگ خاندان سام کا استقبال کیا اور جاگیر و مناصب انکو عطا کیے - حضرت یعقوب نے اتحاد نسل کے اظہار کے لیے کہا کہ " ہم بھي اے پادشاہ چرواہے ہیں "

(۲)

اس واقعہ سے تقریباً تین سو برس بعد تک اسرائیل کي اولاد ملک مصر میں بڑھتي اور پھیلتي گئي ' لیکن خود اصل حکمران

(۱) یہودیوں نے اس قصہ کي کہ " شاہ مصر نے بد دلي حضرت سارہ کو اپنے تصرف میں لانا چاہا تھا اور بالاخر حضرت سارہ کي کرامت دیکھکر اور یہہ سنکر کہ اسکا شوہر موجود ہے ' اپنے ارادہ سے باز رہا " صرف یہي حقیقت اصلي ہے جو ہم نے بیان کي - مزید تفصیل البصائر کے باب التفسیر میں ہوگی

حضرت ہاجرہ ام اسماعیل کو لونڈي کہنا بھي یہودیوں کي حاسدانہ جہالت ہے ' اور افسوس ہے کہ مسلمان بھي غلطي سے اسکا یقین کرتے ہیں - حالانکہ خود یہودیوں کي تاریخ سے اسکي پوری تردید ہوتي ہے - منہ

سامی خاندان روز بروز ضعیف ہوتا گیا یعنی عاقبۃ الامر جیسا کہ ہمیشہ اہل ملک بیرونی قوم پر غالب آتے ہیں ' سامی خاندان جو مصر قدیم کا باشندہ تھا ' غالب آگیا اور سامیوں کو مصر سے نکالدیا صرف بنی اسرائیل جو در اصل دوسرا سامی خاندان تھا اور عہد یوسف (ع) سے مصر کے ایک سرسبز و شاداب قطعۂ ارض پر قابض تھا ' ملک میں باقی رہ گیا -

" اسرائیل کی اولاد برومند اور فراواں ہوئی ' اس نے نہایت زور پیدا کیا ' اور زمین اون سے معمور ہوگئی ' تب مصر میں ایک نیا بادشاہ (یعنی نئی بادشاہی) جو یوسف کو نہ جانتا تھا ' پیدا ہوا اور اوسنے اپنے لوگوں سے کہا :

دیکھو ! بنی اسرائیل ہم سے زیادہ قوی تر ہیں ' آؤ ہم اونکے ساتھہ ایک دانشمندانہ چال چلیں ' تا نہو کہ جب وہ اور زیادہ ہوجائیں اور جنگ پڑجائے تو ہمارے دشمنوں سے مل جائیں ' ہم سے لڑیں اور ملک سے نکل جائیں -

اسلیے مصریوں نے اون پر خراج کے لیے محصل بٹھائے تاکہ وہ سخت کاموں کے بوجھہ سے اون کو ستائیں - ان محصلوں نے فرعون کے لیے شہر (نیثوم) اور (رعمیس) میں خزانے بنوائے " (خروج باب ۱ : ۱۴)

لیکن سنن الہیہ کا یہ قاعدہ جاری ہے کہ قوت حاکمہ ملت محکومہ کو جسقدر دباتی ہے اوسیقدر وہ اور اُبھرتی ہے ' اور جسقدر اوسکے مظالم میں اشتداد ہوتا ہے ' اتناہی خیال انتقام ' ملت محکومہ کے بازوؤں میں زور اور ارادوں میں عزیمت پیدا کردیتا ہے -

مصریوں نے اسرائیل کی اولاد کو جتنا دکھہ دیا وہ اور زیادہ بڑھی کہ ایسا ہونا سنت الہی کا اقتضا تھا -

* * *

تم نے دیکھا ہوگا کہ ربڑ کے ایک گیند کو جب ایک بچے نے تمہارے سامنے زمین پر پٹکا تھا تو رد عمل کیلیے جس قوت دفع سے وہ پٹکا گیا تھا ' اوسی قوت دفاع کے ساتھہ وہ زمین سے بلند ہوا - زخم کے مواد فاسد کو اگر نکلنے کا راستہ نہ ملے تو کیا وہ آخرکار ناسور بنکر باہر نہ بہہ جائیگا جسکا اندمال موت کے سوا ممکن نہیں ؟

کوہ آتش فشاں کی حقیقت کیا ہے ؟ اوس حرارت و جوش کی ایک لہر ہے جسکو زمین سے نکلنے کی راہ نہ دی گئی - آخرالامر طبقات زمین کی دیواروں کو توڑکر قلۂ کوہ کو ہلاتی ہوئی باہر نکلی ' اور دور دور تک آبادیوں کو بے نشان کردیا !

لوگ مکانوں میں پانی نکلنے کیلیے راستے بنائے ہیں کہ اگر ایسا نہو تو ایک ہی برسات میں مکانوں کی بنیادیں ہل جائیں -

* * *

مصری اب بنی اسرائیل کی کثرت و قوت سے خوف زدہ ہوے انہوں نے بنی اسرائیل سے کام لینے میں سختی کی - ذلیل ' سافلانہ ' اور نیچے درجہ کی ہر قسم کی خدمت اون سے لیکر اونکی زندگی تلخ کردی " کیونکہ اونکی وہ ساری خدمتیں جو وہ کرتے تھے مشقت اور ذلت کی تھیں " (خروج ۱ : ۱۵)

(۳)

فطرت اپنی ضرورتوں کو آپ پورا کرتی ہے - ایک صحرائی حیوان اگر کسی کوہستان میں پہونچ جائے تو چند نسلوں کے بعد کوہستانی زندگی کے لائق اوسکے ناخن ' پنجے ' جبڑے ' اور رانیں خود بخود ہوجا لینگے - اگر کسی گرم ملک کے حیوان کو برفستان میں پرورش کرو تو چلد انقلابات نسلیہ کے بعد شدید برودت و برف کے تحمل کے لائق وہ خود اپنا جسم طیار کرلیگا -

جب زمین میں گرمی ' ہوا میں تپش ' اور موسم میں امسس ہوتی ہے تو دست نصرت الہیہ بارش کیلیے ابر کی چادر خود ہوا میں پھیلا دیتا ہے - اگر ایسا نہو تو مدبر عالم کی شان تدبیر و تہیۂ اسباب کی تحقیر ہو - وہ ہر ضرورت کو پیدا کرتا ہے اور پھر خود ہی اوسکے لیے تہیۂ سامان و اسباب کرتا ہے ' وما ذالک علیہ بعزیز -

پس جب کوئی قوم مضطر و مضطرب ' شدائد و خطرات سے محاط ' آلام و مصائب کا مرجع ' قہر و جبر و اکراہ کا نشانہ ' انواع تشدید و تعذیب کا ہدف ہو ' تو یقین کرو کہ خداے مدبر عالم کا دست تدبیر مصروف کار ہے ' اور سد ضرورت کیلیے وہ خود ہی سامان پیدا کررہا ہے ' کیونکہ خود اسی نے تو پہلے ضرورت بھی پیدا کی -

بنی اسرائیل مصر کی سرزمین میں انواع قہر و تعذیب میں گرفتار تھے ' ضرورت پیدا تھی ' پس خدا نے بطرا تعالی ' اور اوسنے موسی کو " وادی طوی " میں " جبل طور " کے نیچے کھڑا دیکھا ' وہ پکارا :

اذهب الى فرعون انه طغى (۲۰ : ۲۵)

موسی ! فرعون کے پاس جاؤ ' اب اوسکا طغیان حد کو پہونچ چکا -

موسی (ع) تنہا لیکن حق و صداقت کی جمعیت غیر مرئیہ کے ساتھہ ساتھہ ' جبل طور سے آترا ' اور دربار شاہی کا رخ کیا - اس نے فرعون کو خطاب ربانی سنادیا :

فارسل معنا بنی اسرائیل ولا تعذبهم قد جئناك بآية من ربك ' والسلام على من اتبع الهدى ' انا قد اوحي الينا ان العذاب على من كذب وتولى - (۲۰ : ۴۹)

بنی اسرائیل کو ہمارے ساتھہ جانے دے ' انہیں دکھہ نہ دے ' ہم خدا کی نشانی تیرے پاس لائے ہیں ' اگر اس نشانی کی اطاعت کریگا ' تو سلامت رہیگا ' ورنہ خدا نے ہمکو بتایا ہے کہ جو اس نشانی کو تسلیم نہ کریگا وہ آخرالامر گرفتار عذاب ہوگا -

(۴)

وہ ' جو دنیاوی ساز و سامان پر مغرور ' حکومت فاسدہ کے نشہ سے چور ' اور اپنی قوت و استیلا اور قہر و جبر پر متکبر ہیں ' وہ ہر صداے اصلاح ' اور ہر نداے موعظت کو اپنے لیے صاعقۂ موت اور صیحۂ قیامت سمجھتے ہیں . یحسبون کل صيحة عليهم (۶۳ : ۴) وہ صداے اخلاص و موعظت کے استماع کی قوت نہیں رکھتے کہ اون کا دل اون سے کہتا ہے : " یہ صداے اخلاص و موعظت نہیں ' ہماری حکومت قائمہ کیلیے نداے رحیل ہے "

وہ اعمال تنبیہ و اصلاح کے دیکھنے کی قوت نہیں رکھتے کہ اونکا نفس اونکو کہتا ہے : " یہ اعمال تنبیہ و اصلاح نہیں ' ہماری عزت و قوت کے غیر فانی جسم کیلیے سازش قتل و سامان موت ہے "

کبھی وہ داعی و منادی حق کو خطاب کرتا ہے :

" میں تمہاری آواز سے ڈرتا ہوں کہ اوس سے میرے کنگرۂ حکومت کو لرزش ہوتی ہے "

کبھی وہ خود اپنی قوم کے افراد صالحہ کو آواز دیتا ہے :

" ہاں ! اسکی صداے جاذب اور نداے دل ربا سے متاثر نہ ہونا ! یہ تم کو اپنی آواز مقناطیسی سے معزول کرکے حکم دیگا کہ ان میٹھے چشموں ' ان سرسبز میدانوں ' اور ان بلند خیموں سے نکل جاؤ کیونکہ اب ان کا مالک آیا ہے اور تم ان پر بغیر حق کے قابض تھے "

فرعون نے موسی کو کہا جو اُس عہد کا داعی اور حق کا منادی تھا : اجئتنا لتخرجنا ' من ... اے موسی ! کیا اس لیے تو ہمارے

ارضنا بسحرک یا موسی ؟ (۲۰ - ۵۹)

پاس آیا ہے کہ اپنے زور سحر سے ہم کو ہماری حکومت سے بے دخل کردے ؟

پھر اپنی قوم کے اُن رجال صالحین کی طرف مخاطب ہوا جن کا قلب حق کا مستقر ' جن کے کان استماع صداقت کے لیے مستعد ' اور جنکے ہاتھ اعانت صفا کیلیے بلند رہتے ہیں اور جنکی حسب تدبیر الہی کسی عہد و ملک میں کمی نہیں ' اور کہا :

ان ہذان لساحران یریدان ان یخرجاکم من ارضکم بسحرھما و یذھبا بطریقتکم المثلی ' فاجمعوا کیدکم ثم ائتو صفا ' وقد افلح الیوم من استعلی - (۲۰ : ۶۷)

یہہ ساحر ہیں جو چاہتے ہیں کہ تمکو تمہارے ملک و حکومت سے بے دخل کردیں ' اور تمہارے بہترین طریقۂ و تہذیب کو برباد کردیں ' کوئی تدبیر متفقاً سوچو ' اور پھر صف بہ صف مقابلہ کیلیے آجاؤ - آج جو بالند رہا ' وہی کل کو کامیاب ہوگا -

جب کوئی ضعف و کمزور قوم آمادۂ اعانت حق ہوتی ہے ' تو اعدائے حق و صداقت اپنی قوت و طاقت کے عجیب و غریب کرشموں سے اسکو مرعوب کرنا چاہتے ہیں ' اونکے ہولناک سزا اور مرد تعزیر کی تعزیریں زہرناک سانپوں کی طرح ادھر ادھر دوڑتی نظر آتی ہیں ' حالانکہ وہ بے جان ہوتی ہیں -

فاذا حبالہم و عصیہم یخیل الیہ من سحرہم انہا تسعی (۲۰ - ۶۹)

جادوگران فرعون کی رسیاں اور ڈنڈے اونکے زور سحر سے ایسا خیال ہوتا تھا کہ (گویا) سانپ بن بن کر دوڑ رہے ہیں !!

ناصر حق اور داعی صداقت چند لمحوں کے لیے خوف سے کانپ جاتا ہے کہ آخر وہ بھی انسان ہے -

فاوجس فی نفسہ خیفۃ موسی - (۲۰ . ۷۰)

حضرت موسی نے اپنے دل میں ڈر محسوس کیا -

مگر پھر معاً صدائے مجیب الدعوات کی آواز غیر مسموع دل کو تسلی بخشتی اور روح کو اطمینان دیتی ہوئی سنائی دیتی ہے :

لا تخف انک انت الاعلی ! (۲۰ . ۷۱)

اے ناصر حق و صداقت ! ! خوف نہ کر کہ غلبہ تیرے ہی لیے ہے -

ہاں ! تیرے پاس شمشیر آہنی نہیں لیکن تیرے دہنے ہاتھ میں لکڑی کا ایک خشک آلہ ہے - اس " آلۂ معجزنما " سے دشمنوں پر حملہ آور ہو کہ یہ اون کی شہرت کا چراغ گل ' اُن کے سر و سامان کی نمائشی چمک کو دھندلا ' اور اونکے ستمکارانہ امن اور جابرانہ عدل کے ایوان کو متزلزل کردیگا :

الق ما فی یمینک تلقف ما صنعوا ' انما صنعوا کید ساحر ' ولا یفلح الساحر حیث اتی - (۲۰ - ۷۲)

موسی ! اپنے دہنے ہاتھ کی لکڑی ڈال دے - انہوں نے اپنے تصنع و فریب سے جو کچھہ بنایا ہے اُسکو نگل جائیگی ' یہ صرف ساحرانہ فریب و تدبیر ہے ' جو کسی طرح آخرا کامیاب نہیں ہوسکتی -

(٦)

صداقت ایک معجزہ ہے جو اپنی تاثیر کے لیے شرمندۂ اسباب نہیں - وہ جو دشمن ہیں ' وہ جو عداوت رکھتے ہیں ' وہ جو اپنی قوت و استیلا پر مغرور ہیں ' صداقت کا جب ظہور ہوتا ہے تو منہہ کے بل گر پڑتے ہیں کہ ہم نے صداقت آسمانی کو بادلوں سے اُترتے دیکھا اور قبول کیا :

والقی السحرۃ سجدا قالوا : آمنا برب ہارون و موسی (۲۰ : ۷۳)

" ساحر جو اپنی قوت سحر کے زور پر موسی کے مقابلہ کو نکلے تھے ' حق کا نشان دیکھہ کر اطاعت کے لیے سجدہ میں گر پڑے ' اور پکار اُٹھے : ہم نے خدائے ہارون و موسی کا نشان دیکھا اور قبول کیا "

مگر یہ فرعونیوں کی آنکھیں روشن ' لیکن دل اندھے ہوتے ہیں ' اسلیے کہ وہ اپنی قوت پر مغرور اور نشۂ حکومت سے مخمور ہیں - لوگ جب روشنی کو چشمۂ خورشید سے طلوع ہوتے ہوے دیکھتے ہیں ' تو کہتے ہیں کہ روشنی طلوع ہوئی اور ہم نے دیکھا - وہ جو کہتے ہیں کہ " روشنی طلوع ہوئی اور ہم نے دیکھا " دل کے سچے ہیں اور آنکھہ کے بھی ' لیکن فرعون اُن سے کہتے ہیں کہ جب ہم نے نہیں کہا کہ دیکھا ' تو تم نے کس کو دیکھا اور قبول کیا ؟

فرعون نے کہا : کیا تم میری ہیبت سے نہ ڈرے ؟ کیا تم میرے زور حکومت سے مرعوب نہوے ؟ کیا تم میری قوت تعزیر سے خوف زدہ ہوکر نہ کانپے ؟ تم کس کی صدا کو قبول کرتے ' اور کس کی روشنی کو نور کہتے ہو ؟ تم کہو کہ نہ ہم سنتے ہیں اور نہ دیکھتے ہیں ' ورنہ تم دیکھتے ہو کہ جلاد کی تلوار تمہارے سامنے ہے اور سولی کا درخت تمہارے پیچھے -

قال ا آمنتم قبل ان آذن لکم ' انہ لکبیرکم الذی علمکم السحر ' فلا قطعن ایدیکم و ارجلکم من خلاف ولا صلبنکم فی جذوع النخل ' و لتعلمن اینا اشد عذابا و ابقی (۲۰ : ۷۴)

فرعون بولا ! بغیر میرے کہے تم نے قبول کرلیا ' موسی تم سب کا سحر میں استاد ہے - اس قبول سے فوراً انکار کرو ' ورنہ تمہارے ہاتھہ پاؤں ٹکڑے کردیں گے ' اور تم کو کسی درخت کے تنہ میں لٹکا کر سولی دیدیں گے ' دیکھو تو کسکا عذاب سخت اور دائمی ہے ؟

لیکن جو سنتے ہیں وہ کیونکر کہیں کہ نہیں سنتے ؟ اور جو دیکھتے ہیں وہ کیونکر کہیں کہ نہیں دیکھتے ؟ پھر اے قہر و ظلم کے تخت پر بیٹھنے والو ! اے حکومت قاہرہ کا تاج سر پر رکھنے والو ! اے قوانین ظالمہ و قواعد جائرہ کی تلواریں چمکانے والو ! اور اے جلاد بٹھانے اور سولی سے ڈرانے والو ! ہم تمہاری قوت جانتے ہیں لیکن مانتے نہیں - ہم تمہاری طاقت سے بے خبر نہیں ' لیکن ہم کو اوس کا ڈر بھی نہیں - تمہاری قوت و طاقت سے بھی پرے ہم ایک اور قوت و طاقت کو دیکھتے ہیں - جسم تمہارے ہاتھہ میں ہے لیکن دل تمہارے ہاتھہ میں نہیں - پس جو کچھہ کرنا ہو کر گذرو کہ دل نے جسکو دیکھا ہے اوسکے قبول و دعوت سے آسمان کے نیچے آئی کوئی شی روک نہیں سکتی - کیا یہی جواب نہ تھا ' جو موسی پر ایمان لانے والوں نے فرعون کو دیا تھا ؟

لن نوثرک علی ما جاءنا من البینت و الذی فطرنا ' فاقض ما انت قاض ' انما تقضی ہذہ الحیوۃ ' انا آمنا بربنا لیغفر لنا خطایانا وما اکرہتنا علیہ من السحر ' والله خیر و ابقی ' انہ من یات ربہ مجرما فان لہ جہنم لا یموت فیہا ولا یحیی ' و من یاتہ مومنا قد عمل الصلحت فاولئک لہم الدرجت العلی ' جنت عدن تجری من تحتہا الانہار خالدین فیہا ' ذالک جزاء من تزکی -

" اے فرعون ! ہم کو خدا کی جو نشانیاں پہونچ چکی ہیں جس نے ہم کو پیدا کیا ' اوس کو چھوڑ کر تیری اطاعت نہیں کرسکتے ' تجکو جو کچھہ کرنا ہے کر گذر ! تیرا حکم صرف ہماری اس دنیاوی زندگی ہی تک ہے اور بس ' ہم اپنے خدا کے احکام کو قبول کر چکے ' تا وہ ہماری خطاؤں سے درگذرے اور جن برائیوں کے کرنے پر تو نے مجبور کیا اوسکو بھلا دے - ہمارا خدا نیک اور دائم ہے - خدا کے احکام کا جو مجرم ہوگا ' اوسکے لیے جہنم ہے ' جسمیں نہ تو زندگی ہے کہ اوسمیں مسرت نہیں ' اور نہ موت ہے کہ تکلیف سے نجات نہیں ' اور جو خدا کے احکام کو مانے گا اور اوسکے بتاے ہوے نیک کاموں کو کریگا ' اوسکے لیے درجات عالیہ ہیں ' نیز باغ جاوید جسکے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں ' اور دراصل یہ پاک لوگوں کے ایمان و ایقان کا پاک اجر اور پاک جزا ہے ! "

فتنۂ عمان

[مرسلۂ حضرۃ الادیب الفاضل احمد محمد شیبانی ، سکریٹری سلطان عمان]

چونکہ بندہ " الہلال " کے مطالعین میں سے ہے ' اسلیے مجھے ایک گونہ مجاز حاصل ہے ' کہ عمان کے متعلق جو غلط فہمیاں واقع ہو رہی ہیں ' انکو رفع کروں اور اصلی بغاوت کا سبب ظاہر کروں - کیونکہ مسئلہ عمان آج کل مطمح انظار جمیع بلاد و جرائد ہو رہا ہے -

" عمان " کے متعلق آپ نے دو یا تین مضامین شایع کیے ہیں ' میری نظر سے بھی گذرے ' جنکو شاید آپ نے جرائد اجنبیہ سے اقتباس کیا تھا ' مگر جس منصفانہ طریقہ سے آپ نے اس فتنہ کی نسبت اپنی راے کا اظہار کیا ہے ' اسکے لیے اپ مشکور ہیں -

اکثر اخبارات نے اس شورش کے باب میں کج رائی اور افترا پردازی کو استعمال کیا ہے ' جسکو میں حقیقت حال سے لا علمی پر محمول کرتا ہوں ' یہہ کوئی اصول بحث نہیں ہے کہ کسی تلغراف کے مختصر مضمون پر رائے زنی کردی جاے ' یا محمد بن سعید (صدیق لیرایسٹ) جیسے معکوس وطن پرست نامہ نگار کے مضمون پر آمنا و صدقنا کہدیا جاے - یا دو متنازع گروہ میں سے ایک کو اپنی خواہش کے مطابق مخطی اور دوسرے کو مصیب ٹھیرا دیا جاے - یہ سراسر غلطی اور نادانی ہے : " و اذا حکمتم بین الناس ان تحکموا بالعدل "

یہ آپ جانتے ہیں کہ بادیہ نشین اعراب میں ہمیشہ لڑائی جھگڑے ہوا کرتے ہیں - خصوصاً سرزمین " عمان " کے اندرونی حصہ میں ' جہاں مدنیت نام کو نہیں ہے - جتنے شعوب و قبائل ہیں ' سب آپس میں ایک دوسرے کے سخت مخالف ہیں ' یہ قبائل دو گروہوں میں منقسم ہیں : " ہناوی " اور " غافری " (جنکو بنی ہنا و بنی غافر بھی کہتے ہیں) ان میں ہمیشہ خانہ جنگیاں ہوتی رہتی ہیں اور جب کبھی عارضی اتفاق ہو جاتا ہے تو اپنے حاکم سے بر سر پرخاش ہو جاتے ہیں جس سے ان کا مقصد محض سلب و نہب ہوتا ہے -

سنہ ۱۳۱۲ ھ میں قبائل ہناویہ کے قریباً چار سو مسلح اشخاص سلطان " مسقط " کے بھائی کی وفات پر تعزیت کے لیے مسقط آئے ہوے تھے ' جنکو سلطان موصوف نے نہایت عزت کے ساتھ اپنے محل کے ایک حصہ میں فروکش کیا تھا - مگر ان میزبان کش مہمانوں نے وہ نمک حرامی کی ' جس کی نظیر مشکل سے ملیگی - یعنی نصف شب کے وقت جبکہ تمام مخلوق غفلت کی نیند سو رہی تھی ' پہرہ داروں پر حملہ کردیا ' اور درمیانی دروازہ توڑ کر محل شاہی میں گھس پڑے اور بندوقیں چلانی شروع کردیں -

سلطان ایک مامون جگہ سے شب بھر انکا تنہا مقابلہ کرتے رہے - اور ایسا مقابلہ کیا کہ دشمنوں کو یہ گمان تھا کہ انکے ساتھ کئی آدمی ہیں جو بارش کی طرح گولی برسا رہے ہیں ' مگر حقیقت میں وہ تنہا تھے - الغرض صبح تک سلطان نے پینتیس ۳۵ آدمیوں کو اپنی گولیوں کا نشانہ بنا دیا ' اور جب یہ دیکھا کہ صبح کی روشنی انکی تنہائی کو ظاہر کردیگی تو محل کو خیرباد کہکر ایک مخفی راستے سے اطمینان کے ساتھ " قلعۂ جلالی " میں پہونچگئے ' جو محل سے تقریباً چار سو قدم کے فاصلہ پر ایک ٹیکری پر واقع ہے - (اسی واقعہ کو نیر ایسٹ لکھتا ہے کہ " سلطان کشتی میں بیٹھکر فرار ہوگیا تھا اور قلعۂ مذکورہ میں چند سال تک پناہ گزیں رہا)

وہاں سے وہ دشمنوں کا مقابلہ کرتے رہے - یہاں تک کہ سلطان کے انصار بنی بو علی تحت قیادت امیر عبداللہ بن سالم مسقط آ پہونچے اور بلوالیوں سے لڑ کر اکثر مقامات پر قبضہ کرلیا -

المختصر اکیس (۲۱) روز کی خونریز لڑائی کے بعد ایک صلحنامہ قرار پایا (ربانی) جس پر فریقین متفق ہوگئے اور پانچہزار بدوؤں نے ایک ہی روز میں مسقط چھوڑ دیا اور اپنے وطن کو روانہ ہوگئے - اثناے راہ میں سالار قوم شیخ صالح بن علی کو ایک نا معلوم مقام سے بندوق کی گولی آلگی جس سے جانبر نہ ہوسکا اور جس گدھے پر سوار تھا اسی کی پشت پر اپنے کیفر کردار کو پہونچا : والجزاء من جنس العمل -

ان دنوں جو شورش برپا ہے ' یہ اسی کے لڑکے کی شرارت ہے جسکا نام عیسی بن صالح ہے ' مگر بانی مبانی ایک اندھا شخص ہے جسکو عبداللہ بن حمید السالمی کہتے ہیں - یہ شخص خود کو علامۃ الدہر و مصلح العصر و مجدد طائفۂ اباضیہ تصور کرتا ہے - یہ دونوں اشخاص سلطان کے وظیفہ خوار ہیں - اور جتنے لوگوں نے انکا ساتھ دیا ہے وہ بھی سلطان ہی کے نعمت پروردہ ہیں اور انکی عوائد جمیلہ سے ہمیشہ سرفراز ہوتے رہے ہیں - مگر کفران نعمت نے انہیں ابھارا اور محسن کشی پر آمادہ کردیا - جس کی پاداش انہیں ضرور ملنی چاہئے ' عاجلاً او آجلاً -

بظاہر جو بغاوت کے اسباب بتائے جاتے ہیں یہ صرف حیلے حوالے ہیں کہ بدویوں نے انسداد اسلحہ کی وجہ سے بلوا کردیا ہے - ممکن ہے کہ یہ وجہ بھی ہو ' مگر فی الحقیقت یہ ایک قدیم دشمنی کے نتائج پر مبنی ہے اور اس کور باطن و ظاہر کو ملک گیری کا خیال پیدا ہوگیا ہے - تعجب تو یہ ہے کہ عبداللہ بن حمید نے اپنے ہی داماد کو امام عادل مقرر کیا ہے اور اسی کے ہاتھ پر سب سے بیعت بھی کرائی ہے - اس سے معلوم ہوسکتا ہے کہ وہ کہاں تک حق پر ہے ؟

اس وقت تک جس قدر ممالک باغیوں کے قبضہ میں آئے ہیں سب بلا حرب و قتال ' کیونکہ عبداللہ نے پہلے ہی سے بدویوں کو اور ان ممالک کے باشندوں کو ملا رکھا تھا - اور عہد و پیمان کرلیا تھا - علاوہ ازیں انکو یہ بات سمجھا دی تھی کہ امام اور اسکے ساتھیوں پر بندوق کی گولی کارگر نہ ہوگی ' جسکو جاہلوں نے سچ مان لیا اور ابھی تک معتقد ہیں ' غرض اس قسم کے مذہبی پہلو سے اسنے اپنے تو معتقد علیہ بنا لیا ہے -

" اسمائل " پر امام کا حملہ ہونے سے پیشتر سید نادر کے ہمراہ تین ہزار سے زیادہ فوج تھی اور شہر کے باشندے بھی امداد و مدافعت کے لیے سینہ سپر نظر آتے تھے مگر امام کی آمد پر ساری فوج اور

کل رعایا برگشتہ ہوکر دشمنوں سے جا ملی ' جیسے قرق قلعہ سی اور لولو برغاس کے موقع پر عیسائی سپاہیوں نے ترکوں کا ساتھ چھوڑ دیا تھا - سید نادر صرف اپنے پچاس ہمراہیوں کے ساتھ رہگئے تھے - اس مواقف حرج کو دیکھکر انہوں نے قلعہ بند ہونا مناسب سمجھا ' اور ایک مہینہ تک اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ ہزاروں محاصرین کا مقابلہ کرتے رہے ' اور عبد اللہ کے اس گولی نہ لگنے والے طلسم کو توڑ ڈالا ' انکے صرف دو آدمی کام آئے اور حملہ آوروں کو اپنی لاشوں کے لیے نیا قبرستان آباد کرنا پڑا -

اخر میں جب وقت قلعہ کی رسد میں کمی واقع ہونے لگی تو سید نادر نے ایک عارضی صلح کی تحریک کی جسکو فوراً امام نے منظور کر لیا ' اس تحریک سے سید نادر اپنے رفقا کے ساتھ بعز و احتشام قلعہ سے نکل کر مسقط آپہونچے ' چونکہ التوا کی میعاد پندرہ روز کی مقرر تھی اسلیے اسکے ختم ہونے پر امام نے قلعہ کو اپنے قبضہ میں لے لیا -

اس ہفتہ کی ڈاک سے معلوم ہوا ہے کہ امام کے مریدوں میں اختلاف واقع ہو رہا ہے ' حمیر اور عیسے بن صالح اپنے اپنے وطن کو چلے گئے ہیں ' عبد اللہ اور امام (سمائل) میں مقیم ہیں ' (سمائل) کے بعض عربوں نے جو بنی رواحہ کہلاتے ہیں سلطان کی خدمت میں ایک درخواست پیش کی ہے جسمیں مالی اور سلاحی امداد کا مطالبہ کیا ہے - سلطان نے اس درخواست کو نامنظور کردیا - برٹش گورنمنٹ کو مسقط سے خاص دوستانہ تعلق ہے - اس بنا پر اوس نے سلطان کی امداد کے لیے کافی استعداد بہم پہونچائی ہے ' اور مسقط سے کچھہ دور پر چھاؤنی ڈال رکھی ہے ' تاکہ اگر بدویوں نے ہجوم کیا تو باہر ہی باہر روک دیے جائیں -

خاتمہ پرمیں بھی آپکی طرح یہی کہونگا کہ " الفتنۃ نائمۃ لعن اللہ موقظہا " و قال اللہ تعالی : ضرب اللہ مثلاً ' قریۃ کانت آمنۃ مطمئنۃ یاتیہا رزقہا رغداً من کل مکان ' فکفرت بانعم اللہ ' فاذاقہا اللہ لباس الجوع والخوف بما کانوا یصنعون - بفاسم : ابو الحارث ۲۰ شوال سنہ ۱۳۳۱

(الهلال)

مسلمان آج جن مصائب میں مبتلا ہیں ' ان کی بنا پر اب یہ سوال باقی نہیں رہا ہے کہ زید حق پر ہے یا عمرو ؟ سوال یہ ہے کہ مراکز اسلامیہ کی کس کی ذات سے امید ہے ؟ عمان دفیہ ارض مقدس اسلامی کا ایک ٹکڑا ہے ' اس لیے بہر حال اوس کو مقدس رہنا چاہیے - لیکن یہہ دیکھکر ہر مسلم قلب کیوں نہ دو نیم ہو کہ مسلمان ابھی تک زید و عمرو ہی کا سوال کر رہے ہیں -

سرزمین عرب کا ایک ایک گوشہ تقدیس و تمجید کی ایک ایک اقلیم ہے ' پس جو اجنبی ہاتھہ اوس کے ایک گوشے کو ناپاک کرتا ہے ' وہ تقدس و مجد اسلامی کی ایک پوری اقلیم کو تباہ کر رہا ہے ' اس لئے ہمکو صرف اوس تیغ آزمائے مقدس کا انتظار ہے ' جو اپنے ایک وار سے دست نجس اجنبی کی جنبش کو باطل کردے کہ دامان قدس و مجد اسلامی مصئون رہے ' فہل من رجل یصون ثوب الاسلام ؟

میں نے آپکی تمام تحریر میں صرف اس سطر کو ڈرتے ڈرتے پڑھا ہے کہ " برٹش گورنمنٹ کو مسقط سے خاص دوستانہ تعلق ہے اس بنا پر اوس نے سلطان کی امداد کے لیے کافی استعداد بہم پہونچائی ہے "

ہم یورپ کی محبت ہی سے ڈرتے ہیں کہ وہ عداوت کی پہلی منزل ہے - المودۃ تابعۃ التجارۃ و التجارۃ تتبعہ الرایۃ ' اس لیے ہم مسلمانان عالم یہ نہیں پوچھتے کہ سلطان کے ساتھہ کیا خیانت ہوئی ؟ ہم یہ پوچھتے ہیں کہ عمان کے ساتھہ کیا خیانت ہوئی ؟ ہم اس خبر کے طالب نہیں کہ سلطان کی امداد و اعانت کے کیا اسباب بہم پہونچائے جا رہے ہیں ؟ بلکہ یہہ جاننا چاہتے ہیں کہ عمان کی امداد و اعانت کے کیا اسباب بہم پہونچ رہے ہیں ؟ فہل من مجیب ؟

تاریخ حیات اسلامیہ

الهلال اور پریس ایکٹ

زان دل شوریدہ را بر نارک خود می نہم
کا شیان مرغ مجنوں شد دل شیدائے من

اس عہد مذلت و مصیبت میں کہ ہر مسلم ہستی کیلیے جینا ننگ و عار ہے ' ہمیں اپنے دل و جان ' دونوں اسلیے پیارے ہیں کہ ایک تو الہلال کے سوز عشق سے داغدار ' اور دوسرا درد محبت سے بیقرار ہے - الہلال کی محبت کو ہم تو سچے دل سے گویا خدا اور رسول کی محبت سمجھتے ہیں - ہمیں وہ بھولی ہوئی تعلیم یاد دلائی گئی ہے جسے فراموش کرکے ہم خسر الدنیا والاخرہ کے پورے مصداق بنچکے تھے - ہم اپنے اعتقاد میں ایسی شخص کو مسلمان جانتے ہیں جو الہلال کا سچے دل سے والہ و شیدا ہو - وہ جسد بے روح جنھیں کل تک دنیا و ما فیہا کی خبر تک نہ تھی ' آج متحرک ہی نہیں ہیں بلکہ میدان عمل میں اہل قوت سے بھی آگے نکل جانے کا قصد کرتے ہیں - اہل بصیرت دیکھیں کہ یہ الہلال ہی کی صداے حق انتما کا معجزا مبین ہے - کسے خبر تھی کہ یہ عروس حق و صداقت بے نقاب ہوتے ہی اپنے جمال باطل سوز سے دلوں کو مسحور کرکے اک تازہ روح پھونکدیگا ؟ ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء -

ضمانت الہلال کی یکایک خبر سنکر دل کو بہت قلق ہوا - طبیعت دیر تک بےچین رہی ' لیکن جب اس واقعہ کی حقیقت پر غور کیا تو چپکے چپکے اک خیال نے تسکین دیدی ' اور دل خون گشتہ اس نو عروس غم سے یہ کہکر ہم پہلو ہوگیا :

کام جاں را تازہ کردی ای غم لذت سرشت !
نے غلط گفتم ' چہ غم ای من و ائے سلواے من !
من کہ مستی کردن از خون جگر آموختم
ننگ ہوشم باد گر جز خون بود صہباے من

بجائے شکوہ کے گورنمنٹ بنگال کا شکریہ ادا کرنا چاہیے کہ اسنے بھی خوشی یا کسی کے ایما سے الہلال کی ضمانت لیکر اسمیں اور چار چاند لگا دیے - لیکن اسکے ساتھہ ہی اسے یاد رکھنا چاہیے کہ تنکوں سے دریا کا سیلاب نہیں رُک سکتا - دو ہزار اور دس ہزار کی ضمانت تو کیا بلا ہے ؟ اس دریاے رحمت الہی کی روانی کو انشاء اللہ پھانسی کی سختی بھی نہیں روک سکتی - ہزاروں کیا بلکہ لاکھوں جانفروش اپنا زور نا توانی دکھانے کیلیے ایک اشارۂ چشم کے منتظر ہیں - گورنمنٹ ہند کو خوب معلوم ہے کہ الہلال اک اسلامی مذہبی رسالہ ہے - اس کے مٹانے کی تمسخر انگیز سعی کرنا گویا مسلمانوں کے مذہبی جذبات کو پامال کرنا ہے - تمام مسلمان باستثنائے چند ملت فروش منافقین کے ' گورنمنٹ کی ایسی کارروائیوں کو نہایت غیظ و اضطراب کی نظر سے دیکھہ رہے ہیں - کبتک اس جور بیجا اور ستم ناروا کے ہم مورد رہیں گے ؟ اور کہانتک ہم اپنے ملی جذبات اور مذہبی تقدیس کو پامال ہوتے دیکھیں گے ؟ کاش وہ گردنیں جو ان جبر و استبداد کی رسیوں کے حلقوں کو زینت گلو سمجھتی ہیں ' کٹ جائیں ' تاکہ قوم کے جسم کو اس رذل دوش سروں کے بارے نجات حاصل ہو - اب تو مسلمان مسلمان ہوکر زندہ رہنا چاہتے ہیں - آخر اس بت پرستی کی کوئی حد بھی ہے ؟

ادبیات

شرایط صلح

لوگ کہتے ہیں کہ حکام ہیں آمادۂ صلح * یہ اگر سچ ہے تو جز خوبی تقدیر نہیں
لیکن انعام گراں قدر و وظایف کی طمع * یہ حقیقت میں کوئی صلح کی تدبیر نہیں
مایۂ بحث اگر ہے تو فقط مسجد ہے ' * دیت قتل شہیدان جواں مد نظر نہیں
داد خواہِ حق مسجد ہیں اسیران جفا * ورنہ اُن کو گلۂ سختی تعذیر نہیں
ہم نے خود ذوق اسیری نے یہ کانوں میں کہا * کہ " خم طرۂ محبوب ہے ' زنجیر نہیں "

* * *

حرم مسجد کو اگر آپ سمجھتے ہیں حقیر * آپ کے ذہن میں اسلام کی تصویر نہیں
آپ کہتے : " وضوخانہ تھا ' مسجد تو نہ تھی " * یہ بجا مسئلۂ فقہ کی تعبیر نہیں
آپ اس بحث کی تکلیف نہ فرمائیں کہ آپ * حامل فقہ نہیں ' واقف تفسیر نہیں

* * *

بند کرتے ہیں جو یہ آپ جرائد کی زباں * نہ بھی کچھ مانع آرائی تحریر نہیں
اور بھی بڑھتی طمع کا سامان ہے یہ * فتنۂ عام کے دبنے کی یہ تدبیر نہیں
فتح اسطرح کیا کرتے ہیں اقلیم قلوب : * تیر ترکش میں نہیں ' ہات میں شمشیر نہیں
آج ہی کچھ ہے گرفتاری دل کی تدبیر * سختی طوق و گراں باری زنجیر نہیں
حشر سے بڑھکے عام کا رکنا ہے محال * یعنی اس خواب پریشاں کی یہ تعبیر نہیں

* * *

داد خواہوں سے جو آپ نے جو ارشاد کیا * کہ " یہ حکم ازلی قابل تغییر نہیں "
حسن ظن کے جو گنہ گار تھے ' یہ بول اُٹھے : * اس موقع میں بھی انصاف کی تصویر نہیں !
ہم اسیران محبت سے بھی ہے جو سلوک * پھر نہ کہیے گا کہ فتراک میں نخچیر نہیں

(شبلي نعماني)

گناہ نفع بخش

مپرس حال شہیدان کانپور زمن * کہ بیدریغ حریفان زدند تیغ ہلاک
پولیس را صلۂ خدمتش عطا کردند * " از آں گناہ کہ نفعے رسد نہ غیر ' چہ باک ؟ "

(اشعري)

در بازوے قدرت تو مضمر صد زور کماں آفرینش
برخیز کہ شور کفر برخاست اے فتنہ نشاں آفرینش

پانچ روپیہ کی حقیر رقم ضمانت الہلال کے فنڈ میں داخل کیجاتی ہے ' قبول فرمالیں - اور اس مضمون کو اخبار میں تھوڑی سی جگہ دیں

داعی بالخیر ' سید عبد الحکیم ' سیف ' (رئیس شاھجہان پور)

اللہ تعالی انکی سعی بلیغ کو بار آور کرے اور آپکے متبعین کو استقامت والمی عنایت فرمائے - حسن کوہ ; قاری سے آپ اپنے ارادہ پر مستقیم ہیں خداوند اسلام سب مسلمانوں کو جلد اسی روش پر لائے -

گورنمنٹ نے اگر ضمانت لی ہے ' تو کیا ہماری جانوں کو بھی اسنے لے لیا ہے ؟ نہیں ہماری جانیں تو اوس قادر ذو الجلال کی ملک ہیں - جسنے ہمیشہ راستبازوں ' حق گوؤں ' اور صادقوں کی مدد کی ہے -

پہلے میرا دل مضطرب تھا ' بلکہ دوسرے معنوں میں نا امید تھا مگر الحمد للہ کہ انکی تحریروں نے مطمئن کر دیا ' یعنی مسلمان بنا دیا - میرے پاس کیا ہے جو میں آپکی نذر کروں ؟ ہاں اوس خداے کریم کی دی ہوئی جان حزیں ہے جو عیوز اللہ کے آگے کسی قسم کا بھی عجز لرنیکو کفر تصور کرتی ہے ' یا پھر اس جان کا جمع شدہ عرق - جو بصورت روپیہ پیسہ کے ملتا ہے - علاوہ قیمت الہلال اور البصائر میں ایک روپیہ ماہوار ہمیشہ کیلیے نذر کرونگا اگر قبول فرمائیں تو جواب آنے پر انشاء اللہ تین ماہ کی تین قسطیں بذریعہ منی آڈر بھیجدونگا -

گر قبول افتد زہے عز و شرف -

آپکا ادنی خادم - جان محمد

حضرت مولانا - السلام علیکم - ہم یہ کہنے سے باز نہیں رہسکتے کہ وہ مصلح و معلم جرائد اسلامی جنکو آج ہم اپنی جان و مال سے بھی زیادہ عزیز رکھتے ہیں ' حکام کے جبر و تشدد سے ان شاء اللہ کچھہ بھی نقصان نہیں اٹھائینگے ' بلکہ یہ انکی تحریک صداقت کو اور قوی و مستحکم کریگا - ۳ - اگست کے اندوہناک واقعۂ کانپور سے ابتک کتنے اخباروں کا گلہ گھونٹا جا چکا لیکن پھر اس سے کیا ہوا ؟ کیا مسلمانوں کا جوش سرد ہوگیا ؟

" الہلال " کا ابتک بچ جانا تعجب انگیز تھا اسلیے کہ یہ تو اور بھی ہر ایسے معاملے میں جو گورنمنٹ اور مسلمانوں کے درمیان غلط فہمی پیدا کرتے ہیں ' آزادانہ ' مگر از روے مذہب ' نکتہ چینی کرتا تھا - تاکہ گورنمنٹ اور رعایا کی کشیدگی اندر ہی اندر نشو و نما پا کر خطرناک نہ ہونے پائے - ہاں یہ ضرور تھا کہ اس امر سے بعض حکام کے جور و ظلم البتہ آشکارا ہو جاتے تھے - با ایں ہمہ " الہلال " سے دو ہزار کی ضمانت طلب کی گئی ہے - یہ ضمانت " الہلال " سے نہیں بلکہ مسلمانان ہندوستان سے لی گئی ہے -

دو ہزار روپیہ کی کیا حقیقت ؟ اگر دس دس ہزار کی بھی ضمانت لیجاتی تو قوم اپنی جان بیچکر گورنمنٹ کے خزانے میں داخل کر دیتی - گو مسلمان مفلس ' غریب اور فاقہ مست ہیں مگر اسلام کی محبت سے ابتک انکے دل خالی نہیں اور اپنی جان تک اسپر سے نثار و قربان کر دینے کیلیے سر بکف ہیں ' میں یہ حقیر رقم الہلال ضمانت فنڈ کے لئے بذریعہ منی آڈر ارسال خدمت کرتا ہوں - امید ہے کہ الجناب اس حقیر و ناچیز ہدیہ کو قبول فرمائینگے -

خادم المسلمین
خواجہ سید منظور احمد - آرہ

حضرت مولانا المکرم ' ذی المجد والکرم -

الہلال کے خبر ضمانت اور اسکے ۲۷ - اگست کے نمبر ۹ کی ضبطی نے قارئین الہلال کے نہیں ' بلکہ عموماً مسلمانان ہندوستان کے دل ہلا دیے - یہ ایک استبداد عظیم ہے جو مسلمانان ہند کو احاطہ کیے ہوے ہے ' تحریری آزادی سلب ہوچکی ہے - آزادی تقریر کا جنازہ اٹھہ چکا - تعجب نہیں آگے چلکر مسلم ہستی سے کہا جاے کہ " وجودک ذنب لا یقاس بہ ذنب - الہلال کی نور افشانی ماخوذ ہے انوار قرآنیہ سے - جب تک قرآن دل و زبان پر ہے آجکل کی عدالت میں الہلال کیا اہل قرآن ہونا ہی بڑا نا قابل عفو جرم ہوگا - کیوں نہیں قرآن کریم کا ہمسے مطالبہ کیا جاتا کہ حق و باطل متصادم ہوں اور ان دونوں میں سے کوئی ایک ہستی باقی رہجاے ' اور تنازع بقا کا مسئلہ ہمیشہ کے لئے منفصل ہو جاے - خدا آپ کے ارادوں میں برکت عنایت فرمائے ' اور اشاعة حق کے ارادہ میں جس قدر موانع و مزاحم ہیں انکو دور فرما کر اس دور استبداد میں ان الباطل کان زھوقا کی تفسیر دکھلا دے - مجروحین کانپور کی اعانہ کے لیے بھی چندہ فراہم کر رہا ہوں عنقریب مرسل خدمت ہوگا -

محمد سعد اللہ - کرت پور ' بجنور

حضرت من دامت برکاتہم -

الہلال قومی اور مذہبی رسالہ ہے اوسکی ضمانت کا واقعہ اسلام کی ضمانت کا مسئلہ ہے جس پر تمام مسلمانوں کو پوری توجہ کرنی چاہیے ورنہ کیا عجب ہے کہ اسطرح احساس مذہبی ہی معدوم کر دیا جاے -

ضمانت فنڈ میں فی الحال (۵ - روپیہ) بذریعہ منی آڈر روانہ کرتا ہوں جو میرے لیے موجب برکت ہوگا -

حافظ حقیقی سے یہی دعا ہے کہ وہ حضرت کو اپنی حفاظت میں رکھے اور اوسکی نصرت ہمیشہ حضرت کی رفیق رہے ' آمین ثم آمین -

خادم - خریدار نمبر (۱۹۲۵)

شہداء کانپور اعلی اللہ مقامہم

بخدمت جمیع معزز بن جرائد اسلامیہ و بزرگان ملت

واقعات حادثۂ ہائلہ کانپور پر میں نے غور کیا ہے' اوس بناء پر میں بلا خوف تردید کہ سکتا ہوں کہ ہمارے بزرگان قوم نے اسوقت تک بجز پیروی مقدمہ کے کوئی سبیل ایسی نہیں نکالی' نہ کوئی ایسی رائے قایم کی ہے' جسکے ذریعہ موجودہ ما خوذین کانپور اور مغفور شہدائے کانپور کی بیواؤں اور یتیموں اور پس ماندگان کے گذارہ کی صورت دائمی طور پر ہو سکے' اوس وقت تک کہ اونمیں کے چند نفوس اپنی مدد آپ کرنیکے قابل ہوجائیں یا اپنے پیروں پر آپ کہڑے ہو سکیں -

جو چندہ کہ اب تک وصول کیا جا رہا ہے اور اینده وصول کیا جائیگا ' اوسکی نسبت میں یہ دیکھہ رہا ہوں کہ صرف مقدمہ اور صرفۂ رمد رلایت کے لیے ہے- لیکن کسی صاحب نے اسوقت تک اس معاملہ میں کہ (آیندہ مجروحین اور شہدا کے ورثا کا کیا حشر ہوگا ؟) کوئی تجویز پیش نہیں کی میرے خیال میں یا تو موجودہ چندہ مسجد مچھلی بازار کانپور میں سے ایک مستقل رقم تجارت میں لگا کر اسکا حافظ احمد اللہ صاحب ' محمد ہاشم صاحب اینڈ سنس تاجران کانپور کو منیجر مقرر کر دیا جاے کہ اوسکے منافع سے بیوگان و یتیمان کانپور کی اخیر وقت تک (جیسا کہ میں اوپر عرض کر چکا ہوں) خبر گیری ہوتی رہے -اور یا جو اور تجویز سب صاحبوں کے نزدیک مناسب ہو عمل میں لائی جاوے -

اگر اسوقت اسطرف توجہ نہوئی تو آیندہ بعد درآمدگی نتیجہ مقدمات عجب نہیں کہ ان مصیبت زدوں کی حالت نہایت نازک ہو جاے - تمام جرائد اسلامیہ سے امید ہے کہ میری اس تحریک کو اپنے اپنے جرائد میں درج فرما کر بتائینگے کہ ورثاء و پس ماندگان شہدائے کانپور کا آیندہ مستقبل کیا ہوگا ؟

محمد علی' افسوس' رائپل -

زر اعانۂ دفاع مسجد مقدس کانپور

فہرست زر اعانۂ مصیبت زدگان کانپور معرفت جناب احمد حسین صاحب ڈرافس مین' دھوند سالاملی ریلوے' پونا - بہ تفصیل ذیل:

جناب احمد حسین ڈرافس مین ۴ روپیہ - جناب امرسنگہ صاحب ٹہیکیدار ۱ روپیہ - جناب مسورا صاحب ۸ آنہ - جناب جعفر صاحب ۱ روپیہ جناب مرزا احمد علی بیگ صاحب ۱ روپیہ - جناب علی بہائی صاحب ۴ آنہ - جناب گلزار خان صاحب ۴ آنہ - جناب عالم علیخاں صاحب ۱ روپیہ - جناب محمد خاں صاحب ۵ روپیہ - جناب احمد علی ٹکٹ کلکٹر جی - آئی - پی ریلوے ۱ روپیہ - جناب حکیم عبد الرحمن صاحب ۱ روپیہ جناب احمد صاحب ۴ آنہ جناب امیر صاحب عطار ۸ آنہ جناب فتح محمد صاحب ۱ آنہ - جناب عبد الرحمن صاحب ۲ آنہ جناب شیخ محبوب صاحب ۱ آنہ - جناب مصطفی صاحب ۱ آنہ - جناب امیر صاحب ۱ آنہ جناب راجو صاحب ۱ آنہ جناب عثمان صاحب بڑی والے ۸ آنہ جناب مقبول صاحب کیرج اگزامنر ۸ آنہ - جناب عبد الرزاق صاحب ہیڈ سگنلر ۱ روپیہ -

جناب اقدس بعد سلام علیکم کے عرض پرداز ہوں کہ مسلمانان شہر اودے پور سے جو چندہ پس ماندگان شہدائے کانپور کیلیے ابتک وصول ہوا اوس میں سے ایکصد روپیہ بذریعہ منی آرڈر ارسال خدمت کیا جاتا ہے فہرست چندہ دہندگان بغرض اشاعت عقب سے روانہ خدمت کیجاویگی -

یہ چندہ ممبران مسلم کلب اودے پور کہ اور خصوصا سیکریٹری صاحب کلب مذکور کی سعی سے ہوا ہے - اور کوشش جاری ہے -

حادثۂ فاجعۂ کانپور

حادثۂ کانپور کے معصوم زخمی ! !

ایک آٹھہ برس کی لڑکی' جسکا شانہ چھروں سے زخمی ہوگیا تھا '

اعلان

ضرورت

ایک نوجوان گریجوایٹ جو معزز خاندان سے ہیں اور معقول آمدنی رکھتے ہیں - اپنی شادی کی خاطر کسی شریف خاندان سے خط و کتابت کرنا چاہتے ہیں - خط و کتابت بلسلم عاصم معرفت الہلال -

ترجمہ اردو تفسیر کبیر

جسکی نصف قیمت اعانۂ مہاجرین عثمانیہ میں شامل کی جائیگی - قیمت حصۂ اول ۲ - روپیہ - ادارۂ الہلال سے طلب کیجیے ·

جناب احمد حسین صاحب هیڈ راقسمیں
دهند - پونا ۰ ۰ ۱۹
بکوشش و سعی منتظمین مسلم کلب اردیپور و بذریعه جناب
شیخ ولي محمد صاحب گرد اور اردیے پور
میراز ۰ ۰ ۱۰۰
مسلمانان عیور موضع بین ضلع پٹنه
بذریعه احمد رضا صاحب ۰ ۰ ۱۵
جناب محمد یعقوب صاحب - جمولی مونگدر ۰ ۰ ۳۵
جناب حافظ درست محمد صاحب
پیش امام - سورتي مسجد - نگهاں بازار ۰ ۹ ۱۰
جناب اکبر خانصاحب - موضع حسبانه
لائل پور ۰ ۰ ۳
جناب مولوي قطب الدین صاحب ۰ ۰ ۷
ایک بزرگ جو نام ظاهر کرنا نہیں چاهتے
(کلکته) ۰ ۰ ۲

زر اعانۂ مہاجرین عثمانیہ

جناب محمد اسمعیل صاحب راج محل ۰ ۰ ۱
جناب غلام حیدر صاحب - محله سید نگریاں
گوجرانواله ۰ ۸ ۷
جناب حکیم محمد عبد المجید صاحب -
روکي - جالندهر ۰ ۰ ۱
بذریعه جناب مبارک حسین صاحب - کلکته ۰ ۰ ۲۵

جناب من ! چار پانچ ماه قبل سے براے امداد ترکي و مصیبت زدگان جنگ بلقان کچهه چنده جمع هوکر پڑاتها - لیکن چند وجوه مانع ارسال تهے - کل مبلغ ۱۲۵ روپیه روانه خدمت هے -
یہاں اسلام براے نام هے - بڑے جد و جهد کي یه رقم نتیجه هے۔
ش - ع - ر - بهاري مقیم لاهري ' بلوچستان
(تفصیل ۱۲۵ -)

جناب میر بلوچ خانصاحب تومکي ۰ ۰ ۱۰
جناب میر تاج محمد خانصاحب تومکي متعلم ۰ ۰ ۳۷
جناب محمد رحب صاحب ۰ ۸ ۰
جناب سبهاگه گوله صاحب ۰ ۱ ۳
جناب بهیکه صاحب ۶ ۰ ۰
مسمات سهیني بیوه ۰ ۲ ۰
مسمات بختاور بیوا ۰ ۲ ۰
جناب الله رایه گوله ۰ ۲ ۰
جناب ضمیر صاحب گوله ۰ ۱ ۰
جناب باوحسن صاحب ۰ ۲ ۰
جناب مزار صاحب نهار ۰ ۸ ۰
جناب محمد شریف صاحب زرگر ۰ ۰ ۲
جناب شهر محمد ۰ ۰ ۲
جناب فلو صاحب ۰ ۴ ۱
جناب محمد شفیع صاحب ۰ ۰ ۱
جناب گوزا صاحب ۰ ۰ ۱
جناب مراد خانصاحب تومکی ۰ ۸ ۰
مسماة مرادن بیوه ۰ ۲ ۰
جناب الهي بخش صاحب ۰ ۰ ۲
جناب دهنی بخش صاحب ۰ ۰ ۴
جناب محمد عظیم وحاجی زرگر ۰ ۰ ۱

جناب ارباب دایه [illegible] ۱۰ ۱
جناب سید حسن شاه شمس صاحب ۰ ۹ ۲
جناب عبد الحکیم صاحب ۰ ۰
جناب کلاتي صاحب ۰ ۱۳ ۰
جناب بهنمور ۰ ۲ ۰
جناب کابر صاحب ۰ ۲ ۰
جناب زوبهو صاحب ۰ ۲ ۰
جناب میر مهر الله خاں صاحب ۰ ۰ ۱
جناب حجواني صاحب ۰ ۸ ۰
جناب ملاقائم الدین صاحب ۰ ۰
جناب موسی خاں صاحب ۰ ۸ ۰
جناب فقیر گل شاه ۰ ۰ ۱
جناب پیر بخش صاحب ۰ ۲ ۰
اَچرو رند میراسي ۰ ۸ ۰
باجهي هرتا صاحب ۰ ۸ ۰
جناب اله بخش صاحب ۰ ۸ ۰
جناب اله دتا صاحب ۰ ۸ ۰
جناب عبد الغفور صاحب ۰ ۰ ۲
جناب مرزاخانصاحب ۰ ۲ ۰
جناب صالح محمد صاحب ۰ ۶ ۰
مسمات حلیما ۰ ۰ ۱
جناب نائب نود هاں صاحب ۰ ۰ ۴
جناب شیخ محمد صاحب ۰ ۰ ۲
جناب گل حسن خانصاحب ۰ ۰ ۱
جناب سهر صاحب ۰ ۰ ۱
جناب دوست محمد صاحب ۰ ۰ ۵
جناب راجد بخش صاحب ۰ ۸ ۰
جناب سفر صاحب ۰ ۰ ۱
جناب پاندهي صاحب ۰ ۸ ۰
جناب حامد صاحب ۰ ۰ ۰
جناب حاجی صاحب ۶ ۳ ۰
جناب سالنداد صاحب ۰ ۲ ۶
جناب قاضي عبد الحق صاحب ۰ ۱۰ ۲
جناب عمر صاحب ۰ ۰ ۱
جناب ملا تاج الدین ۰ ۰ ۱
جناب بري صاحب ۰ ۸ ۰
جناب بنگو تجار صاحب ۰ ۸ ۱
جناب عبد الرحیم ۰ ۰ ۱
جناب حمزه خانصاحب ۰ ۰ ۱
مسمات عزي بیوه ۰ ۲ ۰
جناب سلطان صاحب ۰ ۸ ۰
جناب گگراي صاحب ۰ ۴ ۲
جناب گیت خرات صاحب ۰ ۰ ۱
جناب سربواه تمنگ صاحب ۰ ۰ ۱۸
جناب گیت خیرات ۰ ۴ ۰
جناب محمد صاحب ۰ ۰ ۱
جناب نوداني صاحب ۰ ۴ ۱
جناب ولي محمد صاحب ۰ ۲ ۰
جناب اسلم بخش صاحب ۰ ۲ ۰

Printed & Published by A. K. AZAD, at the HILAL Electrical Prtg. & Publg. House, 7/1 McLeod Street, CALCUTTA.

ولا تهنوا ولا تحزنوا وأنتم الأعلون إن كنتم مؤمنين (القرآن الحکیم)

الہلال

ایک ہفتہ وار مصور رسالہ

Al-Hilal,
Proprietor & Chief Editor:
Abul Kalam Azad,
7-1, McLeod street.
CALCUTTA.

Yearly Subscription, Rs. 8.
Half-yearly „ „ 4-12.

مدیر مسئول و خصوصی
محمد ابو الکلام آزاد الدہلوی

مقام اشاعت
۷ - ۱ مکلاوڈ اسٹریٹ
کلکتہ

قیمت
سالانہ ۸ روپیہ
ششماہی ۴ روپیہ ۱۲

نمبر ۱۷ — کلکتہ : چہار شنبہ ۲۱ - ذیقعدہ ۱۳۳۱ ہجری — جلد ۳
Calcutta : Wednesday, October 22, 1913.

فہرست

تصاویر

مجلس دفاع مسجد مقدس کانپور

۱۹ - اکتوبر کو انجمن کی جانب سے ٹون ہال کلکتہ میں ایک عام جلسہ منعقد کیا گیا ' تاکہ مسئلہ مسجد کانپور کے تازہ تغیرات کی نسبت غور و فکر اور اظہار رائے کیا جائے - باوجودیکہ صرف ایک دن پیشتر ہی اسکا اعلان کیا گیا تھا ' لیکن جلسہ عظیم الشان اور مجمع نہایت کثیر تھا -

مجملاً اسکی روئداد اخبارات میں چھپ چکی ہے - تفصیلی حالات شاید آئندہ نمبر میں شائع کیے جاسکیں - حسن اعتدال اور حزم و احتیاط کے ساتھ اس معاملے کی نسبت اس جلسے میں تجاویز منظور کی گئی ہیں ' ارباب فہم نے انکی اہمیت اور ضرورت کا اندازہ کر لیا ہوگا -

سب سے آخری تجویز یہ تھی کہ :

" نظر بہ حالات گذشتہ ' عمارات و اوقاف دینیہ کے حفظ حقوق و دفاع کیلیے نہایت ضروری ہے کہ مسلمان اپنی تمام کوششوں سے باقاعدہ کام لیں - اسلیے یہ جلسہ تجویز کرتا ہے کہ " انجمن دفاع مسجد مقدس کانپور کلکتہ " کو آئندہ " حفظ حقوق و دفاع عمارات دینیہ " کے نام سے بدستور قائم و جاری رکھا جائے "

یہ کہنا ضروری نہیں کہ گذشتہ تجربے آئندہ کیلیے کس قدر موثر اور عبرت انگیز سبق دے چکے ہیں - یہ مسئلہ ہمیشہ سے اہم تھا لیکن اب تو اسکی اہمیت انتہائی درجے تک پہنچ گئی ہے - امید ہے کہ اخوان ملت اس کام میں انجمن کی اعانت فرمائیں گے

ابو الکلام (صدر) (آنریبل) فضل الحق (سکریٹری)

شذرات

گمشدہ امن کی واپسی

لارڈ ہارڈنگ کی یادگار دانشمندی

۲ - جولائی اور ۱۴ - اکتوبر

الا ان حزب اللہ ہم الغالبون!

فوقع الحق و بطل ما کانوا یعملون - فغلبوا هنالك و انقلبوا صاغرین! (۱۱۵ : ۷)

جو حق بات تھی وہ سب پر ثابت ہوگئی ' اور جو کچھہ باطل پرستوں نے کیا تھا ' سب ملیا میٹ ہوگیا - پس فرعون اور اوسکے ساتھیوں نے شکست کھائی اور حکم الہی سے ذلیل و خوار ہوگئے -

ہے ایک حلق کا جوں اسکے جوشاں بہ مدرے
سکھائی طرز ایسے دامن اٹھا کے آئے ہیں '

" مسئلہ مسجد کانپور " کی تاریخ میں ہر واقعہ یادگار ہے - اس کا آغاز بھی یادگار تھا اور اس کا اتمام بھی - اسکی ابتدا بھی ناقابل فراموش ہے اور اسکی انتہا بھی - اسنائے وہ ایام وسطی جو درد و غم ' آہ و فغاں ' حق طلبی ' و داد خواہی میں بسر ہوے - وہ بھی یادگار رہیں گے ' اور وہ ایام آخریں ' جو جوش و خروش ' جہد و جہاد ' سعی و تلاش ' اتحاد و اجتماع ' اور بالآخر فتح و انصرام کی صورت میں نمایاں ہوے ' وہ بھی کبھی نہ بھلائے جا سکیں گے :

واللہ یوید بنصرہ من یشاء ' ان فی ذالک لعبرة لاولی الابصار ! - (۳ : ۱۲)

البتہ ہر شے کی یاد یکساں نہیں ہوتی ' اور ہر یاد اپنے ساتھہ ایک خاص اثر رکھتی ہے - زخم بھی یاد رہتے ہیں اور دست مرہم بھی - لیکن پہلی یاد کے ساتھہ ہمیشہ دل میں ٹیس اٹھتی ہے ' اور دوسری یاد ہمیشہ تسکین دیتی ہے - خوں ریزی او بیداد کرکے ہمیشہ دنیا نے نفرت کی ہے ' مگر امن کی کوششوں کو ہمیشہ تعریف ملی ہے کہ یہ انکا قدرتی حق ہے -

(۲ - جولائی) اور (۳ - اگست) کی طرح (۱۴ - اکتوبر) بھی یادگار رہیگی ' مگر وہ یادگار ' ظلم و ناانصافی ' تعصب و نادانی ' مغرورانہ ہٹ اور حاکمانہ گھمنڈ ' سفاکانہ اقدام اور جابرانہ خوں ریزی کی یادگار نہیں ' بلکہ ۱۴ - اکتوبر اُس عقل و تدبر اور دانشمندی و دانائی کی یادگار ہے ' جس نے ہمیشہ حق و صداقت کا ساتھہ دیا ہے ' اور جو اگر دنیا سے روٹھہ جاے ' تو پھر ظلم و ناانصافی کے بے امان دیو زمین کے بسنے والوں کو کبھی پناہ نہ دیں -

ہندوستان کا انصاف گم ہوگیا تھا - برطانیہ کے خزانے کا سب سے زیادہ قیمتی موتی کھوگیا تھا - لیکن مبارک ہو لارڈ ہارڈنگ کو کہ انہوں نے اُسے واپس بلانا چاہا !

* * *

یہ یادگار صرف عقل و نادانی ہی کے ایک بڑے معرکے کو یاد نہیں دلاتی ' جسمیں بالآخر دانائی کو فتح ہوئی اور نادانی کو شکست کا اعتراف کرنا پڑا ' بلکہ اس سے بھی زیادہ موثر عبرة اسکے اندر حق و باطل کی کشمکش اور بالآخر حق کی فتح یابی کی ہے - وہ صداقت جس نے ہمیشہ فتح پائی ہے ' اس واقعہ کے اندر ایک صدائے غفلت شکن رکھتی ہے کہ اسکی قوت سے لوگ مایوس نہوں - اس نے اپنی مثالوں کو ہمیشہ دہرایا ہے ' اور وہ اب بھی اپنی مثالیں پیش کر سکتی ہے - مسلمین ہنگامۂ کانپور کا مسئلہ فی الحقیقت حق و باطل کا ایک مقابلہ تھا - باطل کی قوتیں حکومت کے گھمنڈ اور تسلط کے غرور میں پوشیدہ تھیں مگر حق کی بے سروسامانی کے اندر بھی اسکا قدیمی معجزہ موجود تھا - گو اس کی آواز سے بار بار غفلت کی گئی ' اسکی صداؤں کی بارہا تحقیر ہوئی ' داد خواہی کی فریادوں کو بار بار ٹھکرایا گیا ' تاہم اسکی قوت ناگزیر اور اسکا جلال بے امان تھا - پس آخر اُس نے اپنی طاقت کا اعتراف کرایا جیسا کہ ہمیشہ کراتا ہے اور جیسا کہ ہمیشہ ہوگا : قل جاء الحق و زهق الباطل ' ان الباطل کان زهوقا !

اس فتح و شکست کو اُس فیصلے میں ڈھونڈھنے کی ضرورت نہیں ' جو مسجد کانپور کے متنازع فیہ حصے کا کیا گیا ' اور نہ تو اسے ہز اکسلنسی کی تقریر میں تلاش کرنا چاہیے - اس فتح و نصرت کیلیے صرف اسقدر کافی ہے کہ جو لوگ اس مسئلے کو اغماض و بے دردی سے طے کرنا چاہتے تھے ' انہوں نے اپنی محبت کے اظہار کو ضروری سمجھا ' اور جن لوگوں کو صرف زخم ہی کا مستحق سمجھا گیا تھا ' انکے لیے بالآخر ایک مرہم بھی طیار کیا گیا ! !

* * *

جو کام جس غرض سے کیا جاے ' اگر وہ غرض حاصل ہوجاے تو یقیناً خوش ہونا چاہیے - ہمکو اس امر سے نہایت خوشی ہے کہ اس دانشمندانہ عمل نے لاکھوں مسلمانوں کے غمگین اور مایوس دلوں کو یکایک مسرور کردیا اور جس درجہ نادان اور بے درد (نہ کہ فیاض و رحم دل) سر جیمس مسٹن کے متمردانہ رویہ نے غلطی کی تھی ' ایسی ہی لارڈ ہارڈنگ نے تدبر و انصاف فرمائی سے کام لیا - انہوں نے مقدمات اٹھا لیے اور مسجد کی زمین میں مداخلت کرنے کی اصلاح کرنی چاہی - ہر وہ آنکھہ جو ایک سوجھہ نے جرموں کے ہاتھوں میں سر جیمس مسٹن کو ہتکڑیاں ڈلواتے دیکھہ چکی ہے ' ۱۴ - اکتوبر کے اس منظر کو محبت و شکر کی نگاہوں سے دیکھے بغیر نہیں رہسکتی کہ لارڈ ہارڈنگ کے ہاتھہ پدرانہ محبت کے اظہار کے بعد ' انکو بلا استثنا رہا کر دینے میں مصروف ہیں !

لیکن ہر واقعہ کی مختلف حیثیتیں ہوتی ہیں اور ان تمام جذبات مسرت و امتنان کے ہجوم میں، اسپر افسوس کیے بغیر میں نہیں رہسکتا کہ بہت سے لوگ واقعہ کو مختلف نظروں سے نہ دیکھنے میں ایسی غلطی کر رہے ہیں، جس پر شاید انکو کسی وقت تاسف ہو، حالانکہ کام وہی سچا اور پر صداقت ہے، جس کیلیے امتداد زمانہ کے ساتھ ساتھ مسرت اور خوشیاں بھی بڑھتی جائیں، اور جسکے لیے کبھی بھی تاسف نہو -

۱۴ - اکتوبر کا واقعہ چند چیزوں کا مجموعہ ہے - مسئلۂ مسجد کانپور نے مختلف صورتیں اختیار کرلی تھیں - ایک مسئلہ ہے مسجد کے متعلق زمین کا - اور ایک مسئلہ ہے متہمین کی رہائی کا -

ایک شے ہے کانپور کے وفد کا اڈرس، اور پھر سب سے آخر سامنے آنے والی چیز ہے ہز ایکسلنسی کی تقریر، جسمیں ان تمام امور کا اعلان کیا گیا -

کیا مجھے وہ حضرات جو ۱۴ - اکتوبر کی شام سے مصروف کار ہیں، بتلا سکیں گے کہ انکے اظہارات کس چیز کے متعلق ہیں، اور تقلید و اتباع کے سوا انہوں نے کیا خود بھی اسپر کچھہ غور کیا ہے ؟

(دالان)

اولین مسئلہ مسجد کے دالان کا تھا، لیکن اگر میں یہ کہنے سے خاموش رہوں تو یہ میرے ایمان کا انتہائی ضعف ہوگا کہ اسکا مسئلہ اب تک فیصل نہیں ہوا ہے - نہ صرف مسلمانوں کیلیے، بلکہ حضور ویسراے کی اُس عظمی اور داد کار انصاف فرمائی کے دائمی اور محکم ہونے کیلیے بھی نہایت ضروری تھا کہ وہ مسلمانوں کے مذہبی اظہارات اور علماء کرام کی شرعی تصریحات کے مطابق ہوتا - وہ انتہائی مقصد جو حضور ویسراے کی اس مداخلت کے اندر مضمر ہے، کس درجہ شریفانہ، اور کس درجہ مجذوب القلوب ہے ؟ یعنی انہوں نے مسلمانوں کے غم و الم کو دور کرنا چاہا، اور انکی خواہشوں کو پورا کرکے برٹش انصاف کے سب سے بڑے قیمتی اصول "عدم مداخلت مذہبی" کے احترام کو ہمیشہ کیلیے محفوظ کرنا - پھر کیا نہ کوئی خوشی کی بات ہوگی اگر ایک ایسی اعلی مدح اور بہترین عمل کو ہم ایسی حالت میں چھوڑ دیں، جو مسلمانوں کو کامل تسکین دینے، اور انکی تمام شکایتوں کے دور کرنے میں کسی طرح، اور کبھی بھی ناکام ثابت ہو؟ اگر ایسا کیا جاے تو درحقیقت یہ ویسراے کی مقدس فرمائیوں کا ہماری طرف سے کوئی اچھا معاوضہ ہوگا -

حضور ویسراے نے ٹوٹے ہوے دلوں کو جوڑنا چاہا تھا، پس ضرور تھا کہ ہم انہیں مدد دیتے، تاکہ اسطرح یہ شکستہ باہم ملا دیے جائے کہ پھر دیکھنے والوں کو یہ بھی بتلانا مشکل ہوتا کہ ٹوٹا بھی ہے تو کہاں سے ؟

دل شکستہ دراں کوچہ می کنند درست
چنانکہ خود نشناسی کہ از کجا بشکست ؟

لیکن اگر بال رہگیا تو وہ دیکھنے والوں سے گذشتہ کی معذرت کر سکا اور بھولنے والے پچھلی یاد کو نہ بھلاسکیں گے !

یہ جو آوازیں بعض اطراف سے اٹھہ رہی ہیں - یہ جو مراسلات کانپور سے آ رہی ہیں، یہ جو خود ۱۴ - اور ۵ - اکتوبر کے بعض حالات و واقعات کانپور ہیں - کیا اسی بات کا نتیجہ نہیں ہیں ؟ اگرچہ :

ملکیا شیوں مبارک باد میں !

اصل مسئلہ زمین کی ملکیت کا مسئلہ ہے اور افسوس کہ ہز ایکسلنسی نے اس کو صاف کرنا غیر ضروری بتلایا -

ممکن ہے کہ اسمیں کچھہ مصلحتیں ہوں، تاہم بہت آسانی سے ممکن تھا کہ زیادہ صبر و انتظار کے ساتھ معاملے کے ہر پہلو کو صاف کرلیا جاتا - اوروں کو جلدی ہو تو ہو، لیکن الحمد للہ کہ خود مسلمانوں کو اس معاملے میں جلدی کرنے کی کوئی وجہ نہ تھی -

ایک صورت یہ ہے کہ زمین کا وہ ٹکڑہ بجنسہ واپس کردیا گیا - اب متولی اُس زمین کو اس طرح استعمال کرینگے کہ اُس جانب ایک دروازہ نالیں گے - چھت کیلیے دو کھمبے کھڑے کریں گے - نیچے کا حصہ انکی ملکیت ہوگی قانوناً و علناً، اور اس طرح یہ اصول شرعی برابر قائم رہیگا کہ "کسی مسجد کا کوئی حصہ مصالح مسجد کے سوا اور کسی کام میں نہیں لگایا جا سکتا"

دوسری صورت یہ ہے کہ مسجد کا جسقدر حصہ حکام کانپور نے لینا چاہا تھا، وہ بجنسہ سڑک کو دیدیا گیا - البتہ مسجد کے اوپر صحن کے ساتھہ ۸ - فٹ کا برامدہ سا نکال لینے کی اجازت دیدی گئی ہے، جس کی اجازت ہر شہر کی میونسپلٹی ہر مکان کو خاص شرائط کے ماتحت دیدیا کرتی ہے -

وہ پیچھے کی زمین کہ اصل معاملہ ہے، سڑک میں بدستور شامل رہیگی - البتہ یہ ایک خاص بے اصولی جائز رکھی گئی ہے کہ اپنے حصے کو متولیان مسجد اپنے صرف سے طیار کرادیں -

پس اسکو اچھی طرح صاف ہوجانا چاہیے کہ کونسی صورت قرار پائی ہے ؟ یہ کوئی عقل مندی کی بات نہیں کہ "زمین ملگئی، زمین ملگئی" کا شور مچا کر لوگوں کو واقعہ کے سمجھنے کی مہلت نہ دے جاے اور وہی معاملہ مشتبہ اور پیچیدہ ہوکر رہجاے، جسکی بدولت مسلمانوں کو اس درجہ ناقابل تلافی نقصان عزت و جان گوارا کرنے پڑا، اور جسکی وجہ سے خود حکومت کو بھی اس درجہ پریشانی اور حیرانی سے اٹھانی پڑی -

حضور ویسراے کے عادلانہ ارادہ کی صحیح تکمیل اور اسکی سچی قدردانی جب ہی ہوسکتی ہے، جب کہ انکے فیصلے اور اعلان کو اسطرح معلق چھوڑ دینے کی جگہ اسکو اس حالت تک پہنچانے کی سعی کی جاے، (حالانکہ پہلے ہی ہونی تھی) کہ وہ اپنے اصلی مقصد کو حاصل کرسکے -

میں سمجھتا ہوں کہ اگر یہ معاملہ اچھی طرح صاف کردیا جاتا تو کانپور کے عام مسلمان بھی بالکل مطمئن اور شاد کام ہوجاتے اور باہر بھی ہر طرف طمانیت ہوتی -

میں ہرگز یہ راے نہ دونگا کہ مسلمان اس معاملے میں کوئی نیا ایجی ٹیشن شروع کریں، اسکی کوئی ضرورت نہیں - البتہ یہ ضرور ہے کہ اس معاملے کو کارکن ذرائع سے صاف ہوجانا چاہیے کہ اب بھی وقت باقی ہے - اور مجھے امید ہے کہ شاید ایسا باسانی ہوسکے گا -

(باقی آئندہ)

رفتار سیاست

(دولت عثمانیہ اور معاہدات دول)

گذشتہ ہفتہ غم اور مسرت ' دونوں قسم کی خبروں سے خالی رہا - مدت ہوئی ' اطلاع ملی تھی کہ ترکی انہیں شرائط و معاہدات پر یونان سے صلح کریگی ' جن کو بلغیریا نے قبول کرلیا ہے - یونان کو اس سے انکار تھا - پھر خبر آئی کہ ترکی وکیل صلح ادھر گفتگو کے لیے پہونچ گیا - اسکے بعد چند روز تک رویٹر کی زبان خاموش رہی ۱۴ - اکتوبر کو سب سے پہلا فقرہ جو اسکی زبان سے نکلا وہ یہ تھا کہ شاہ یونان نے فوجی جائزہ لیتے ہوے گیارھویں پلٹن کے افسروں کو خطاب کر کے کہا :

" اگر یونان اس وقت بلقان کے حالات سیاسیہ کا مالک ہے تو یہ صرف تمہارے ہی زور و استقلال کا نتیجہ ہے - میں مطمئن ہوں کہ اب کوئی جنگ نہ ہوگی اسلیے کہ ہم کامل طور سے طیار ہیں ' اور کامل اطمینان نہ ہوے تک ہم مضبوط و مستقل رہینگے "

۳ - دن کے کامل سکوت کے بعد ۱۰ - اکتوبر کو قسطنطنیہ سے تار آیا کہ حکومت نے یونانیوں کے ایک ناگہانی حملہ سے متنبہ ہوکر یہ فیصلہ کرلیا ہے کہ دردانیال بند کردیا جاے - صرف دن بھر دو گھنٹے کے لیے کھولا جاے گا - دوسرا تار اس کے ساتھہ یہ تھا کہ یونانی رعایا کے قسطنطنیہ سے اخراج کا مسئلہ یونانی اخبارات اور حکومت کے گذشتہ واقعۂ غیظ و اشتعال کی بنا پر گورنمنٹ کے زیر غور ہے -

اسی تاریخ کو وائنا سے بحوالۂ تلغراف سالونیکا ' ایک آسٹرین پریس کی اطلاع تھی کہ " کابی " کے قریب یونانی اور ترک سواروں میں دو گھنٹے تک ایک خون ریز جنگ ہوئی ' یونانیوں نے ترکوں کو پیچھے ہٹا کر " قادم کوئی " پر قبضہ کرلیا ہے - لیکن افسوس ہے کہ اس فتحمندانہ اور مسرت انگیز خبر کی پھر کوئی تصدیق انھیں سے موصول نہ ہوئی ' اس لیے اسکی صحت مشتبہ ہے -

اسکے بعد کی آخری خبر یہہ ہے کہ گفتگوے صلح شروع ہوگئی ہے -

(مشکلات مالیہ)

گذشتہ جنگ کے غیر متوقع مصارف نے ہر شریک جنگ حکومت کو مشکلات مالیہ میں مبتلا کردیا ہے - بلغاریا کا حال تو بہت دنوں پہلے ہی کھل چکا ' رومانیا جسکی جنگی تاریخ صرف پیش قدمی ہی پر ختم ہوگئی ' اسکو بھی (حسب تلغراف ۱۹ - اکتوبر) ایک ہزار اسٹرلنگ بحساب ساڑھے چار فیصدی سود قرض لینا پڑا - (جاوید بے) وزیر مالیہ عثمانیہ ایک مدت سے فرانس سے قرض لینے کے لیے کوشاں تھے - آخر ۵ - فیصدی پر انکو ایک معتد بہ رقم شلم کی مزج ریلوے لائن کی بعض شرائط پر مل گئی - ۱۴ - کا تار ہے کہ مجلس وزراے عثمانی نے ان شرائط کو تسلیم کرلیا ہے - کوشش ہے کہ اسی قسم کے شرائط پر جرمنی سے بھی ایک قرض لیا جاے اور وہ اسکے لیے طیار ہے - اللہم وفق العثمانیین لخیر بلا بہم ' و ارزقہم سداد الرای و حسن النیہ -

(البانیا)

سرویا کی فوج بدستور البانیا کے حدود پر مجتمع ہے اور بہ نگاہ حرص اپنے شکار کو دیکھہ رہی ہے - لیکن آسٹریا نے ' اور اب جرمنی نے بھی سرویا کو سخت تہدید کردی ہے کہ نا عاقبت اندیشی نہ کرے - اسعد پاشا نے ایک اور ہنگامہ بپا کیا تھا لیکن ناکامیاب رہا -

افکار و حوادث

مسئلہ کانپور کے متعلق سر جیمس مسٹن نے بار بار کہا کہ میں نے جواز انہدام حصۂ مسجد کے متعلق بعض علما سے بھی پوچھہ لیا ہے - گذشتہ ہفتے خان بہادر شاہ ابو الخیر غازیپوری کانپور گئے تھے - مسٹر مظہر الحق نے باصرار ان سے لکھوا لیا کہ " میں نے نہ تو بالمشافہ اور نہ تحریراً ' کسی طرح بھی ہز آنر کو جواز انہدام کا فتوی نہیں دیا ہے "

لیکن ہم اپنے محترم دوست سے پوچھتے ہیں کہ تمام علماے ہندوستان میں سے صرف شاہ ابو الخیر ہی انکو کیوں مشتبہ نظر آئے ؟ اور پھر ہم اپنے دوست کو انکی اس غلطی پر بھی متنبہ کرنا چاہتے ہیں کہ سر جیمس نے علما کا حوالہ دیا تھا ' نہ کہ خاں بہادروں کا - ایسی حالت میں ایک خاں بہادر کے مشتبہ ہونے کی کوئی وجہ نہ تھی - بہتر ہوگا اگر خاں بہادر اپنی تحریر پریس سے واپس لے لیں -

سنا ہے کہ دہلی کے بھی کسی صاحب سے لوگوں نے اسی قسم کی تحریر کا مطالبہ کیا ہے ' لیکن ہم پھر اپنے دوستوں کو سر جیمس کے خاص لفظ " علما " کی طرف توجہ دلاتے ہیں کہ وہ علما سے مطالبہ کریں ' نہ کہ دوسروں سے - ان صاحب نے اس شور و غل میں خاموشی کو بہتر سمجھا ہے - ہم ان کو خاں بہادر سے دانشمند تر اور عاقل تر سمجھتے ہیں ' یہ دوسری بات ہے کہ " السکوت نصف النطق " بہت سے لوگوں کو یاد ہو -

لیکن کیا شاہ ابو الخیر نے اس مسئلہ میں حدیث " المستشار موتمن " (جس سے مشورہ لیا جاے اسکو مشورۂ نیک دینا چاہیے ' اور نیز اخفاے راز میں امانت داری کرنی چاہیے) پر تو عمل نہیں فرمایا ہے ؟

حضور وایسراے کے فیصلۂ کانپور کے متعلق بعض ایسے اشخاص ' جماعات ' مقامات ' اور مجالس کی طرف سے بھی تشکر و امتنان کے رزولیوشن عجیب و غریب سرعت کے ساتھہ پاس ہو رہے ہیں ' جن کا نام مسجد کانپور کے مسئلے کی پوری تاریخ میں کہیں نظر نہیں آتا - اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ مسجد کانپور کی مصیبت انکے لیے اسقدر اہم اور قابل اظہار نہ تھی ' جسقدر کہ کانپور کی مسرت !

لیکن اگر یہ سچ ہے کہ جو رویا ہے اوسی کو ہنسنا بھی چاہیے ' تو ہم حیرت سے پوچھتے ہیں کہ جو روئے نہیں ' وہ آج ہنستے کیوں ہیں ؟ جنہوں نے یہ نہیں کہا کہ ہم " شکایت کرتے ہیں " وہ یہ کیوں کہتے ہیں کہ " ہم شکریہ ادا کرتے ہیں " ؟ جن کو کسی چیز کے گم ہوجانے کا غم نہ تھا ' وہ آج کس چیز کے ملنے کی خوشی کر رہے ہیں ! اور پھر وہ ' جو " باغیوں " کے " فتنہ " میں شریک نہ تھے ' آج ان کی " مسرت " میں شامل ہوکر زبان حال سے یہ کیوں کہتے ہیں کہ " ہم بھی قلباً باغی تھے گو منافقت مانع اظہار تھی " ؟ قیامت کی نسبت بعض روایتوں میں آیا ہے کہ منافقوں کی پیشانیوں پر ایسی نشانیاں نمایاں ہوجائیں گی ' جنسے وہ تمام صفوف محشر میں پہچان لیے جائیں گے - سچ یہ ہے کہ ۳ - اگست کو مسلمانوں پر قیامت آگئی اور مومنوں اور منافقوں میں ہمیشہ کیلیے امتیاز ہوگیا !!

الهلال

٢١ ذیقعدہ : ١٣٣١ هجری

مساجد اسلامیہ اور خطبات سیاسیہ

اسلام میں مساجد کی حیثیت دینی

انجمن اسلامیہ لاهور کا رزولیوشن

(٣)

(حقیقت تعبد و پرستش)

ممکن ہے کہ تم کہو: مساجد میں انسانی حکومتوں کے احکام کا اعلان ' اور انسانوں کی تعریف و تمجید پرستش و تعبد میں داخل نہیں - پرستش تو صرف اسی کی کرتے هیں جسکے لیے مسجدیں بنائی گئی هیں - اسی کے آگے عبادت کیلیے کھڑے ہوتے ' اور اسی کی حمد و ثنا خطبوں میں بیان کرتے هیں - البتہ انسانوں میں جو لوگ بڑے هیں ' جنکا دربار عزت بخش اور جنکا حکم و اقتدار بہت وسیع ہے ' انکی تعریف کرتے هیں اور انکے لیے دعا مانگتے هیں -

اگر میں اسکا جواب دوں - اگر میں اسلام کی توحید اور اسکے مقابل شرک کی تشریح کروں - تو میں اپنے موضوع بحث سے بہت دور جا پڑونگا اور اب بھی ابھی نزدیک نہیں جیسا کہ همیشہ رهنا چاهیے - مگر میں کہونگا کہ میں نے جو آجکل کے مشرکین هوا پرست کو قریش مکہ کے مشرکین اصنام پرست سے تشبیہ دی تو نادانو ! وہ تو تمہارے اس کہنے میں بھی موجود ہے - در اصل توحید اسلامی کے متعلق یہ ایک عالمگیر ضلالت ہے جس میں آج مختلف صورتوں کے اندر عالم اسلامی گرفتار ہے - لوگ بھول گئے هیں کہ اسلام کا مایۂ شرف محض اعتقاد توحید نہیں بلکہ تکمیل توحید ہے - اور تکمیل توحید کی اصل و اساس " توحید فی الصفات " ہے -

(توحید فی الصفات)

مشرکین مکہ کبھی بھی خدا کے منکر نہ تھے - وہ کبھی یہ نہیں کہتے تھے کہ جن بتوں کی هم پوجا کرتے هیں یہی خالق ارض و سماوات هیں :

ولئن سالتهم من خلق السماوات والارض و سخر الشمس والقمر ؟ لیقولن الله ! فانی یوفکون ؟ (٢٩ : ٦١)

" اور اگر ان مشرکین عرب سے تم پوچھو کہ وہ کون ہے جس نے آسمان و زمین کو پیدا کیا ' اور سورج اور چاند کو اس ترتیب و نظام عجیب پر مسخر کر دیا ؟ تو بے اختیار بول اٹھیں گے کہ کوئی نہیں ' صرف الله ! جب حالت یہ ہے تو پھر یہ گمراہ کہاں بھٹکتے چلے جا رہے هیں ؟ "

پھر سورۂ (زمر) میں فرمایا :

ولئن سالتهم من خلق السماوات والارض ' لیقولن الله ' قل افرءیتم ما تدعون من دون الله ان ارادنی الله بضر ' هل هن کاشفات ضره ؟ او ارادنی برحمة ' هل هن ممسکات رحمته ؟ قل حسبی الله ' علیه یتوکل المتوکلون ! ! (٣٩ : ٣٩)

اور اے پیغمبر ! اگر تم ان مشرکین مکہ سے پوچھو کہ کون ہے جس نے ان آسمانوں اور اس زمین کو پیدا کیا ؟ تو ضرور اسکے جواب میں یہی کہیں گے کہ " الله نے " ! پھر تم ان سے کہو کہ اگر الله مجھکو تکلیف پہنچانا چاہے تو وہ تمہارے معبود ' جنھیں تم خدا کو چھوڑ کر پکارتے هو ' میری تکلیف کو دور کر سکتے هیں ؟ یا اگر الله مجھہ پر اپنا فضل و کرم کرنا چاہے تو کیا وہ اسے روک سکتے هیں ؟ اے پیغمبر ! ان سے کہدو کہ میرے لیے تو بس (وهی) خدا بس کرتا ہے (جس کے وجود سے تم بھی انکار نہیں کرسکتے) اور بھروسہ کرنے والے اسی پر بھروسہ کرتے هیں ! !

پس اگر اپنے اعمال مشرکانہ کے ساتھہ تم بھی خدا کا اقرار کرتے اور اسکو عبادت مخلوق و مخلوقات کا مستحق سمجھتے هو ' تو تمہارے مورث اعلی بھی ایسا هی سمجھتے تھے - انکو الله کے وجود سے انکار نہ تھا - جب ان سے پوچھا جاتا تھا کہ با وجود اس اقرار کے بتوں کو اپنا قبلۂ عبادت کیوں بناتے هو ؟ تو جواب میں کہتے تھے :

ما نعبدهم الا لیقربونا الی الله زلفی (٣٩ : ٤)

هم انکی پرستش صرف اسلیے کرتے هیں کہ یہ همارے لیے وسیلۂ شفاعت هیں - اور تاکہ همیں الله کا مقرب بنا دیں -

سورہ (یونس) میں بھی انکا قول نقل کیا ہے :

و یعبدون من دون الله ما لا یضرهم و لا ینفعهم و یقولون هؤلاء شفعاؤنا عند الله - (١٠ : ١٩)

" اور الله کے سوا یہ اُن چیزوں کی پرستش کرتے هیں جو نہ تو انھیں نقصان پہنچانے کی قدرت رکھتی هیں اور نہ نفع پہنچانے کی - اور جب پوچھو تو کہتے هیں کہ یہ همارے بت خدا تو نہیں مگر همارے لیے شفیع و وسیلۂ تقرب ضرور هیں - "

پھر کیا یہی جواب نہیں ہے جو آج تمہاری زبانوں سے بھی نکل رہا ہے ؟

تم بھی مدعی اسلام هو ' خدا کو مانتے اور اسکے آگے عبادت کیلیے کھڑے ہونے سے منکر نہیں ' لیکن با ایں همہ تم نے دنیوی قوت و طاقت اور عز و جاہ کے انسانی صورت بتوں کو اپنی تعبدانہ عاجزی و تذلل کا مستحق سمجھہ لیا ہے -

قریش مکہ نے اپنے پتھروں کی مورتیں بنا رکھی تھیں - تم نے دنیوی تاج و تخت اور حکام و امرا کو انکی جگہ دیدی ہے - تم اُن سے اسطرح ڈرتے اور انکے نام سے کانپتے هو ' جو صرف خدا هی کے ساتھہ سزاوار تھا - تم انکا ذکر اس احترام و عظمت سے کرتے هو ' جو صرف خدا هی کا حق خالص تھا - تم انکے آگے اس عاجزی و ذلت سے جھکتے هو ' جو صرف خدا هی کے سامنے زیب دیتی تھی - تم انکے احکام جائرہ اور اوامر مفسدہ کی اس طرح بلا چون و چرا تعمیل کرتے هو ' جس کا حق خدا کے سوا اور کسی هستی کو نہ تھا - تم خدا کے گھر کے اندر انکا ذکر کرتے اور انکی تعریف و تہنیت میں گیت گاتے هو ' اور انکے حکموں اور فرمانوں کا منبروں پر چڑھ چڑھکر اعلان کرتے هو - پھر اگر یہ شرک فی الصفات نہیں ہے تو کیا ہے ؟ کیا شرک و بت پرستی بغیر پتھر کی مورت اور تعزیر قربانی کے بچھڑے کے ممکن نہیں ؟ کیا بت پرستی کا گھر دل اور ارادہ نہیں بلکہ مندر کا کلس اور پوجا کا چبوترہ ہے ؟

پھر تم بھی تو یہی کہتے ہو کہ "ما نعبدهم الا لیقربونا الی اللہ زلفی" ؟ تم بھی تو یہی جواب دیتے ہو، جبکہ تم پر توحید کی دعوت اور ایمان باللہ کی پھٹکار پڑتی ہے کہ "ہٰؤلاء شفعاؤنا" ؟ یعنی یہ حکام، یہ ارباب اقتدار، یہ امرا و رؤسا، گو مالک حقیقی نہیں مگر ہمارے لیے وسیلۂ تقرب، و ذریعۂ شفاعت، و موجب ترفع درجات و ازدیاد اعزاز ہیں؟

مگر یاد رکھو کہ وہ زندگی جسکے اعزاز و ترفع کی نفسانی خوشیوں کیلیے تم یہ سب کچھہ کر رہے ہو، دائمی نہیں۔ وہ وقت بھی آنے والا ہے جبکہ مالک الملک حقیقی کا تخت جلال و جبروت بچھایا جائیگا اور پوچھا جائیگا:

این شرکاؤکم الذین کنتم تزعمون؟ (۶ : ۲۲)

"آج کے دن کہاں ہیں وہ تمہارے ٹہرائے ہوئے معبودان باطل، جنکو تم خدائی میں شریک سمجھتے اور اسلیے انکے آگے جھکتے تھے؟"

اور پھر جبکہ تم اپنے ان حکام و امرا کو ڈھونڈھوگے تو:

هل لنا من شفعاء فیشفعوا لنا او نرد فنعمل غیر الذی کنا نعمل! (۷ : ۵۱)

"آج کے دن ہمارے دنیا کے سفارش کرنے والے اور وسیلہ ہائے تقرب میں سے ہے کوئی سفارشی کہ یہاں بھی ہماری سفارش کرے؟ یا ممکن ہو تو دوبارہ دنیا میں لوٹا دیا جائے تاکہ جیسے عمل ہم پہلے کرتے تھے، اُسکے خلاف ایماندارانہ عمل کریں!!"

لیکن اُس دن کیلیے اُن سب پر افسوس اور اُن سب کیلیے حسرت، جنہوں نے آج دنیا میں پڑ کر اللہ کو بھلا دیا ہے۔ یقیناً وہ بھی اُس دن بھلا دیے جائینگے اور جس طرح انہوں نے آج خدا کے دین مقدس کو اپنے اعمال سیئہ سے ہنسی کھیل بنا دیا ہے، اسی طرح اُس دن بھی اُنسے تمسخر کیا جائیگا:

الذین اتخذوا دینهم لهوا و لعبا و غرتهم الحیوة الدنیا، فالیوم ننساهم کما نسوا لقاء یومهم هذا، و ما کانوا بآیاتنا یجحدون (۷ : ۴۹)

"ان لوگوں نے دین الٰہی کو ہنسی کھیل بنا رکھا تھا، اور دنیا کی زندگی اور جاہ و عزت کی ہوس نے انہیں دھوکے میں ڈالدیا تھا۔ پس آج کے دن ہم بھی انہیں اُسی طرح بھلا دینگے، جس طرح یہ لوگ دنیا میں آج کے دن کو بھلا بیٹھے اور ہماری آیتوں کا انکار کرتے رہے!!"

(بقیہ نتائج بحث)

گذشتہ سے ملحق

(۴) اس جملۂ معترضہ کے گزشتہ نمبر کی بہت سی جگہ لکھی تھی کہ اس آیت سے مقصود بیت المقدس کی تخریب کا کوئی واقعہ ہے یا مشرکین مکہ کا تمرد اور سرکشی؟ لیکن یہ اطلاق مصالح سے خالی نہ تھا۔

اس امر کے ثابت ہوجانے کے بعد کہ اس آیت میں مشرکین مکہ کی طرف اشارہ ہے، بعد اسی کے ہم اس نتیجہ تک پہنچ جاتے ہیں کہ خدا نے مشرکین مکہ کو اسلام و پیروان اسلام کی طرف سے جس سلوک کا مستحق قرار دیا تھا، ہر زمانے اور ہر دور میں مانعین مساجد اسی سلوک کے مستحق ہونگے۔ مشرکین مکہ کا سب سے بڑا جرم سورۂ توبہ کے نزول کے ساتھہ یہی بتلایا گیا تھا کہ "و هم یصدون عن المسجد الحرام" وہ مسجد سے مسلمانوں کو روکتے ہیں۔ پس جب کبھی کوئی شخص، کوئی گروہ، کوئی قوم، کوئی طاقت، ہمارے ساتھہ ایسا کریگی، تو ہم مجبور ہونگے کہ اُسے بھی سورۂ (توبہ) کے احکام کا مستحق سمجھیں۔

اسلام و مسلمین کے حقوق دینیہ کا حفظ و احترام ایک معاہدۂ صلح تھا جو مسلمانوں اور قریش مکہ میں قرار پایا تھا۔ پر مکہ والوں نے اُسے توڑ دیا اور خدا کو اعلان کرنا پڑا کہ:

براءة من الله و رسوله الی الذین عاهدتم من المشرکین، فسیحوا فی الارض اربعة اشهر، واعلموا انکم غیر معجزی الله، و ان الله مخزی الکافرین۔ (۹ : ۲)

"جن کے ساتھہ تم مسلمانوں نے صلح و امن کا عہد و پیمان کر رکھا تھا، اب اللہ اور اُسکے رسول کی طرف سے انکو صاف جواب ہے۔ پس اے اہل مکہ! امن کے اب چار مہینے ہی باقی رہگئے ہیں، جنمیں خوب چل پھر لو۔ اور اچھی طرح جان لو کہ تم خدا کو کسی طرح بھی نہ ہرا سکوگے۔ نیز یقین رکھو کہ اللہ آخر کار کافروں کو مسلمانوں کے ہاتھوں رسوا کرنے والا ہے۔"

لیکن یہ واقعہ اُسی زمانے سے مخصوص نہیں۔ ہر زمانے میں امن و صلح کے ایسے ہی معاہدے مسلمانوں اور غیروں میں ہوتے ہیں، اور اب بھی دنیا کے متعدد وسیع ٹکڑوں کا امن ایسے ہی معاہدوں پر موقوف ہے۔ پس آج بھی جو گروہ اس معاہدہ کو توڑیگا، وہ ذمہ دار ہوگا اُن تمام نتائج امن شکنی اور عدم صلح و آشتی کا، جنکا پیدا ہونا اس قسم عہد سے لازمی اور ناگزیر ہے۔

(۵) ایک اور بھی عجیب انگیز اور نصرۃ افزائے ایقان و ایمان نتیجہ اس آیۂ کریمہ سے نکلتا ہے۔

جو دشمنان حق و اللہ کہ مسجد سے مانع اور اسکے مخرب ہوں، انکی نسبت اس آیت میں فرمایا کہ:

اولئک ما کان لهم ان یدخلوها الا خائفین (۲ : ۱۰۸)

"ایسے لوگ اس لائق نہیں کہ مسجدوں میں آنے پائیں مگر اس حالت میں کہ ڈرتے ڈرتے۔"

یعنی جن لوگوں نے ایسا کیا انہیں دخول مسجد کا حق نہیں۔

امام (رازی) نے تفسیر میں حسب عادت متعدد وجوہ تفسیر پیش کیے ہیں۔ وجہ ثانی میں لکھتے ہیں:

ان هذا بشارة من الله للمسلمین بانه سیظهرهم علی المسجد الحرام و علی سائر المساجد و انه یذل المشرکین لهم حتی لا یدخل المسجد الحرام واحد منهم الا خائفا یخاف ان یؤخذ فیعاقب او یقتل، و قد انجز الله صدق هذا الوعد (جلد اول. ۴۷۶)

"یہ فی الحقیقت اللہ کی طرف سے مسلمانوں کیلیے ایک بشارت ہے کہ عنقریب اللہ تعالیٰ انہیں مسجد حرام اور تمام مسجدوں پر قابض کر دیگا، اور پھر وہ مشرکین کو انکے آگے عاجز و ذلیل بنا دیگا، یہاں تک کہ اُن میں کوئی شخص مسجد حرام میں داخل نہوسکیگا مگر اس حالت میں کہ اپنے مظالم کے انتقام سے ڈرتے ہوئے اور قتل و ہلاکت کے تصور سے کانپتے ہوئے۔ اور اگر غور کیا جائے تو اللہ تعالیٰ نے بہت جلد ہی اپنی اس بشارت کو پورا کر دکھایا، اور جیسا کہا تھا، ویسی ہی حالت مومنوں کو نظر آگئی۔"

اس سے امام موصوف کا مقصود یہ ہے کہ اس آیت کا یہ ٹکڑا دراصل ایک بشارت کے رنگ میں ہے۔ اور خدا تعالیٰ مسلمانوں کو مانعین و مخربین مساجد پر ہجوم و نصرت دینے والا تھا، اُسکی ان لفظوں میں خبر دی گئی ہے۔

آسمان کی صداقت زمین کے دور و زمان سے مقید نہیں۔ ایسی

بشارت کی صداقت صرف فتح مکہ هي کے وقت ظاهر نہیں هوئی ' بلکہ تاریخ اسلام کے هر دور اور هر عہد میں اپنا معجزہ دکھلا تی رهی هے - تمام واقعات سے قطع نظر کرکے " مسجد کانپور " هي کے معاملے پر نظر ڈالیے - ایک جماعت اسکے لیے بد قسمتی سے مانع و مخرب هوی اور غلط فہمیوں کے ضد اور نفسا نیت کے ساتھہ ملکر اس آیت کا پورا منظر همیں دکھلا دیا - لیکن تاهم اسی آیت میں خدا نے آخر کی فتح و کامیابی اور مانعین کی شکست و ذلت کی بھی خبر دی هے - پس ضرور هے کہ وہ حرف حرف پورا هو - ضرور هے کہ جو نکالنے والے تھے ' وہ خود هی نکالے جائیں اور یقینی هے کہ جنھوں نے مسلمانوں کو شکست دینی چاهی تھی ' وہ خود هی شکست کھائیں - چنانچہ بحمد اللہ کہ اس بشارت کی تصدیق ۱۴ - اکتوبر سے شروع هوگئی هے - نہیں معلوم کہ اس آغاز کا انجام کیا هوگا ؟ تاهم فتح و شکست کا سلسلہ تو هوگیا -

(۵) سب سے آخری نکتہ یہ هے کہ منع مساجد سے بڑھکر اللہ کی نظر میں کوئی فسق و کفر نہیں ' اور اسی طرح ان لوگوں سے بڑھکر آے کوئی محبوب نہیں جو اسکی مسجد کی آبادی کیلیے سعی و کوشش کریں کہ یہ عظیم ترین عبادات و عمل ایمانی هے :

وظاهرها یقتضی ان یکون الساعي في تخریب المساجد اسوء حالا من المشرک ' لان قوله " و من اظلم " یتناول المشرک لانه تعالی قال : ان الشرک لظلم عظیم ! فاذا کان الساعي في تخریبه في اعظم درجات الفسق ' وجب ان یکون الساعي في عمارته في اعظم درجات الایمان - (تفسیر کبیر - ۴۷۷ : ۲)

اور اس آیت کا ظاهر اس مطلب کیلیے مقتضي هے کہ مساجد کی تخریب کی سعی کرنے والا مشرک سے بھی بڑھکر بد تر هو - اسلیے کہ اللہ تعالی نے اس فعل کو سب سے بڑا ظلم فرمایا اور شرک بھی ظلم هے - پس یہ شرک سے بھی زیادہ عظیم کفر هوا - اور پھر اسی طرح اس سے یہ بھی ثابت هوتا هے کہ جب مساجد کی تخریب کیلیے سعی کرنے والا سب سے بڑے فسق کے درجوں میں هے ' تو یقیناً مساجد کی آبادی و تعمیر کا ساعی ایمان کے اعظم و اعلی درجات کا رکھنے والا هوگا -

پس جن مومنین مخلصین نے مسجد کانپور کی تعمیر و آبادی کیلیے سعی کی ' انھیں اللہ تعالی کا شکر گذار هونا چاهیے کہ یہ بہت بڑی توفیق تھی ' جو اس نے عطا فرمائی اور پھر ضرورت استقامت و استقلال ' اور ثبات کار و عزائم امور کی هر حال میں هے - وما النصر الا من اللہ تعالی -

(تیسری آیت)

انما یعمر مساجد اللہ من آمن باللہ و الیوم الاخر و اقام الصلوہ وآتی الزکاۃ ولم یخش الا اللہ - فعسی اولائک ان یکونوا من المهتدین (۹ : ۱۹)

اللہ کی مسجدیں آباد کرنے والا تو وہ شخص هوسکتا هے جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان لایا ' نماز قائم کی ' زکات ادا کی ' اور پھر یہ کہ وہ کسی سے نہ ڈرا مگر صرف اللہ سے - تو بیشک ایسا شخص قریب هے کہ هدایت یافتہ اور فوز و فلاح سے کامیاب هو -

یہ آیت اس سے پہلے بھی ایک جگہ لکھی جا چکی هے ' مگر اسکے نتائج نہایت اهم اور غور طلب هیں -

(۸) اس آیت کا شان نزول عام طور پر یہ بیان کیا گیا هے کہ مشرکین مکہ تعمیر و تولیت کعبہ کے فخر پر بہت نازاں تھے اور کہتے تھے کہ اس بزرگی اور سعادت کے بعد اور کیا چاهیے ؟ خدا تعالے نے اسکا رد کیا اور فرمایا کہ شرف تعمیر و تولیت مسجد کے مفید هونے کیلیے چند شرطوں کا هونا بھی ضروري هے - بغیر انکے ادعاء شرف مفید کسب سعادت نہیں -

چنانچہ امام (طبري) نے ایک روایت نقل کی هے کہ :

حدثنا ابن حمید عن ابن اسحاق قال : ثم ذکر قول قریش انا اهل الحرم و سقاۃ الحاج و عمار هذا البیت فلا احد افضل منا ' فقال " انما یعمر مساجد اللہ من آمن باللہ والیوم الاخر " ای ان عمارتکم لیست علی ذلک - (۱۰ - ۶۷)

ابن اسحاق سے ابن حمید نے روایت کی هے کہ قریش مکہ کہتے تھے کہ هم اهل حرم هیں - حجاج کو پانی پلانے والے هیں اور مسجد حرام کو آباد رکھنے والے هیں - کوئی شخص هم سے افضل نہیں هوسکتا - خدا تعالے نے انکا رد کیا کہ " اللہ کی مسجدوں کو آباد رکھنے والا وهي شخص هو سکتا هے جو اللہ پر ایمان رکھے " یعنے تمہارا متولي کعبہ هونا اسکے لیے کیا مفید هے ؟

بعض مفسرین تابعین نے اسکے شان نزول میں خاص طور پر حضرۃ (عباس) کا بھی ذکر کیا هے :

انه لما اسر العباس یوم بدر ' اقبل علیه المسلمون فعیروہ بکفرہ باللہ و قطیعۃ الرحم و اغلظ علی له القول ' قال له : الکم محاسن ؟ قال : نعم ' انا لنعمر المسجد ونحجب الکعبة و نسقي الحاج ' فانزل اللہ عز وجل ردا علی العباس (اسباب النزول للواحدي صفحہ : ۱۸۱)

جب حضرۃ عباس بدر میں قید هوکر آے تو مسلمان انسے ملے اور انکو کفر پر اور قطع رحم پر ملامت کي - حضرۃ علی علیہ السلام نے کہا کہ " کیا ان اعمال کفر و شرک کے ساتھہ کوئي خوبي و نیکي بھی تمہارے پاس هے ؟ " عباس نے کہا کہ " کیوں نہیں ' هم هي هیں کہ مسجد کو آباد رکھنے والے ' کعبہ کے پاسبان ' اور حاجیوں کو پانی پلانے هیں - اس سے بڑھکر اور محاسن کیا هونگے ؟ " اسپر اللہ تعالے نے یہ آیہ نازل فرمائی

ان تصریحات سے ثابت هوا کہ مشرکین مکہ با وجود اعمال کفریہ و شرکیہ ' خدمت و تولیت مسجد پر بہت فخر کرتے تھے اور کہتے تھے کہ جب یہ خدمات همیں حاصل هیں تو پھر اور اعمال حسنہ کی همیں کیا ضرورت ؟ ان چیزوں کے مقابلے میں اور کونسی عبادت و سعادت بڑی هو سکتی هے ؟ مگر اللہ نے فرمایا کہ یہ تمہارا خیال باطل هے - محض خدمت و تولیت کعبہ کوئی شرف نہیں - ایک عمارت کے خادم و پاسبان هو جانے سے روح اور قلب کو کیا نفع هو سکتا هے جو سعادتوں کا گھر اور شرف و عزت کی اصلي جگہ هے ؟ اصلی چیزیں کچھہ اور هي هیں - اور جب تک وہ نہوں ' اس وقت تک ان باتوں سے کچھہ حاصل نہیں هو سکتا -

پھر انکی تفصیل بالترتیب بیان کي کہ وہ تعداد میں چار هیں :

(۱) ایمان باللہ اور روز آخرت کا یقین -

(۲) صلواۃ الہی کو قائم کرنا -

(۳) اداء زکات -

(۴) اللہ کے سوا اور کسی هستي اور طاقت سے نہ ڈرنا -

گویا یہ چار شرطیں هیں ' جنکو تعمیر و تولیت مسجد کیلیے اللہ نے ضروری فرمایا هے -

مسجد اللہ کي عبادت کیلیے هے ' پھر ظاهر هے کہ جو شخص اسلام کے اعتقاد و عمل سے محروم هے ' وہ کیونکر اسکا آباد کرنے والا اور اسکا متولي هو سکتا هے ؟

ان چار شرطوں میں آخری شرط سب سے زیادہ اهم ' اور اسلیے سب سے آخر میں ظاهر کی گئی ہے کہ در اصل خلاصۂ ایمان باللہ اور اصل حقیقت اسلامیہ ہے - اللہ پر ایمان رکھنے والے قلب کی حقیقی علامت یہ ہے کہ " لم یخش الا اللہ " - وہ کسی سے نہ ڈرے مگر صرف اللہ سے - نہ تو ما فوق الفطرۃ قوتوں کا اعتقاد اسکو ڈرا سکے ' نہ دشمنوں کی هیبت و جبروت کا خوف - نہ کفر کا ساز و سامان ' اور نہ ضلالت کی قوت و احاطہ - تاج و تخت کی سطوت اسکو مرعوب نہ کرسکے ' اور دنیوی سزا و جزا کی وعید اسپر بالکل غیر موثر ہو - وہ جس قدر اللہ سے ڈرنے والا ہو ' اتنا ہی اللہ کے سوا دوسری قوتوں سے بے خوف اور نڈر ہو -

(۳) اس آیۂ کریمہ کو پیش نظر رکھکر موجودہ حالت پر نظر ڈالیے تو حالات کیسے درد انگیز ' اور مشاهدات کس درجہ گریہ آور هیں ؟ وہ مذهب الہی جس نے اپنے دشمنوں کے غرور باطل کا رد کیا تھا ' آج خود اپنے پیروؤں کو اسی غرور ضلالت اور فخر دھر آمیز میں مبتلا پاتا ہے ' اور وقت آگیا ہے کہ جس طرح کلام الہی نے مشرکین مکہ کے دعوئے تولیت کعبہ و تعمیر مساجد کو اس آیۂ کریمہ کے نزول سے جھٹلا دیا تھا ' اسی طرح آج خود مدعیان اسلام و ایمان میں سے انکی معنوی درست اور غیر جسمانی نسل کے ادعائے باطل کو بھی جھٹلاے اور اسی آیہ کا انہیں مخاطب قرار دے -

یہ آیت همیں بتلاتی ہے کہ مساجد کے متولی اور پاسبان وہی هوسکتے هیں جو ایمان باللہ و یوم الآخرۃ کا اپنے اعمال سے ثبوت دیں ' جو صلوۃ الہی کو قائم کریں اور زکوۃ ادا کریں - جنکا سب سے بڑا نمایاں وصف ایمانی یہ هو کہ وہ اپنے تمام اعمال و افعال میں نڈر اور بے خوف هوں ' اور اللہ کے سوا کوئی نهو جو انہیں ڈرا سکے اور اپنی قوت و عظمت سے مرعوب کرسکے - پھر ان لوگوں ' ان انجمنوں ' ان اماموں ' ان منتظموں کو ' جو اپنے اعمال کے اندر ان خصائص ایمانی کا کوئی ثبوت نہیں رکھتے ' کیا حق حاصل ہے کہ اللہ کی مساجد کے متولی اور اسکے گھر کے پاسبان هوں ؟ یہ آجکل کے مغرور و سرکش متولی ' جو ٹھیک ٹھیک مشرکین مکہ کی طرح مساجد کی تعمیر و تولیت پر کافرانہ ناز کرتے هیں ' کیا ٹھیک ٹھیک اس آیت کے مخاطب و مصداق بھی نہیں هیں ؟ کتنے هیں جو مساجد کے اوقاف کو اپنے ابلیسانہ اغراض دنیویہ کا وسیلہ ' اور اپنے شیطانی عیش و آرام کا ذریعہ بنانے کیلیے مسجدوں پر قابض اور اسکے لیے هر موقعہ پر اپنے استحقاق کے اظہار کیلیے مستعد رهتے هیں ؟ حالانکہ جن مسجدوں کی تولیت کا اپنے تئیں مستحق سمجھتے هیں ' ان میں ان بندگان نفس کو پانچ وقت کی نماز پڑھنے کی بھی توفیق نہیں ملتی ' اور عین اس وقت کہ انکے زیر انتظام مساجد میں بندگان الہی کی صفوف اللہ کے آگے سر نیاز جھکاتی اور اسکی تسبیح و تقدیس میں مصروف رهتی ہے ' وہ اپنے دار الخباثت کے اندر مصروف فسق و معاصی ' و مشغول نفس پرستی هوتے هیں !!

کتنے متولی هیں ' جو قیام صلواۃ و اداء زکواۃ کے حکم کو اپنے لیے بھی قابل عمل سمجھتے هیں حالانکہ وہ اسی خدا کا حکم ہے ' جسکی عبادت کے گھر کی پاسبانی کا انہیں غرور ہے ؟

پھر ان سب سے زیادہ ان بندگان شیاطین و عبدۃ الاصنام کی حالت محتاج نظر ہے ' جنہوں نے مساجد کے انتظام و تولیت میں دخل حاصل کرکے انہیں غیروں کے احکام کفریہ اور حکومتوں کے فرامین جابرہ کے ماتحت کردیا ہے ' اور هر وقت دنیا کی شیطانی قوتوں کے خوف سے لرزتے اور دنیوی حکام کے ڈر سے روتے رهتے هیں - هر وہ شخص جو قران کو کلام الہی ' اور اسکے احکام کو واجب التعمیل سمجھتا ہے ' بتلاے کہ کیا انہیں مساجد کے متولی اور منتظم هونے کا حق حاصل ہے ؟ مسجدوں کا خدا تو کہتا ہے کہ صرف وهی مومن مخلص اور مسلم قانت مسجد کا متولی هوسکتا ہے ' جسکا وصف نمایاں " لم یخش الا اللہ " هو ' پھر وہ ' جو خدا کے سوا دوسروں سے ڈرتے اور اسکو چھوڑکر غیروں کے سامنے جھکتے هیں ' کیونکر اسکی مساجد کے محافظ اور پاسبان هوسکتے هیں ؟ وہ خداے غیور جس طرح خود اپنی صفات میں کسی کی شرکت گوارا نہیں کرسکتا ' اپنی مسجد کی مقدس عمارتوں کے اندر بھی اپنے سوا کسی دوسرے کے خوف اور هیبت کو نہیں دیکھ سکتا " و الغیرۃ من صفات حضرۃ الربوبیۃ " - اسکے گھر کا وهی خادم هوسکتا ہے جو صرف اس گھر کے مالک هی کا غلام هو ' اور اس ایک آقا کی غلامی کیلیے اور تمام آقاؤں سے کٹ چکا هو - (مسیح) نے کہا کہ ایک غلام دو آقا کو خوش نہیں کرسکتا - لیکن قران نے بھی اس سے زیادہ بلیغ و موثر مثال دی ہے جبکہ اس نے کہا کہ :

ما كان لرجل من قلبين في جوفه (۳۳ : ۴)	اللہ نے کسی انسان کے پہلو میں دو دل نہیں رکھے هیں - دل ایک هی هوتا ہے -

پس اگر تمہارے پاس دل ایک ہے ' تو تمہارا سر بھی دو چوکھٹوں پر جھک نہیں سکتا اور تمہاری غلامی کیلیے دو آقا بھی نہیں هوسکتے - یا تو تم خدا کیلیے هوگے ' یا پھر اسکے سوا دوسروں کیلیے - اگر تم اسکے لیے هو تو پھر غیروں سے کیوں ڈرتے اور اسکے حکموں کے آگے کیوں جھکتے هو ؟ پھر اگر ایسا نہیں ہے تو یاد رکھو کہ نافرمانی گناہ ہے مگر شرک کفر ہے - تم غیروں سے ڈرکر انکی غلامی کرتے هو تو کرو ' مگر یہ کیا ہے کہ پھر خدا کے گھر کی غلامی و خدمت کا بھی دعوا کرتے هو ؟

(۴) پس اس آیۂ کریمہ نے صاف صاف یہ امر بتلا دیا ہے کہ اللہ کی مساجد کے متولی صرف وهی لوگ هوسکتے هیں جو ایمان باللہ ' قیام صلوۃ ' ایتاء زکواۃ ' اور " لم یخش الا اللہ " کی ایمانی علائم اپنے اندر رکھتے هوں - اور جو ایسا نہو ' وہ کسی طرح اسکا مستحق نہیں کہ خدا کے گھر کی عزت کو اسکی تولیت و تعلق سے بٹہ لگایا جاے - اسلیے هر مسلمان کا فرض دینی ہے کہ وہ اپنے جہاد فی سبیل الحق اور امر بالمعروف میں اس چیز کو بھی داخل کرلے ' اور جہاں جہاں ایسے لوگ مساجد پر قابض هوں ' انکے هاتھ سے مساجد کا انتظام لیلیا جاے ' اور ایسے لوگوں کے سپرد کیا جاے ' جو سچے مومن هوں ' اعمال حسنہ و صالحہ انکا شعار هو - لم یخش الا اللہ کے مصداق ' اور جمیع اوصاف و خصائل ایمانیہ سے بہرہ اندوز هوں -

مگر اسکے لیے ضرور ہے کہ لوگ حالت کو محسوس کریں اور اپنی قوت سے کام لیں - مسلمانوں کی غفلت اور عدم احتساب نے مساجد کے منتظمین کو بے پروا اور اپنے کاموں کی طرف سے بالکل بے غم کردیا ہے - جو استبداد و خود رائی آج ادنی و اعلی کا رکنوں میں پیدا هوگئی ہے ' وہ بھی اسی کا ایک نمونہ هیں - مساجد کے اوقاف پر جس طرح وہ چاهیں تصرف کریں - مسجدوں کے اندر جس طرح کے احکام چاهیں ' نافذ کریں - اسکے دروازے جب چاهیں کھولیں اور جس پر چاهیں بند کردیں - پس جب تک کہ مسلمان احتساب کیلیے آمادہ نہونگے اور اپنی اجماعی قوت سے کام لینا نہ سیکھیں گے ' اس حالت کا انسداد محال ہے - (یتبع)

ان فی ذالک لآیات لقوم یوقنون !

آیرلینڈ ہوم رول بل

(۱)

اجمال تاریخی

دنیا میں بصیرت کی کمی نہیں ، دیدۂ عبرت نگاہ کی کمی ہے - ہر واقعہ جو مرسم (۱) عالم پر ظاہر ہوتا ہے ، ہمارے لیے خزینۂ نتائج و عبر و گنجینۂ مواعظ و نظر ہے ، لیکن مصیبت یہ ہے کہ ہم واقعات کو داستان کی طرح پڑھتے ہیں ، اور حقائق کو نغمۂ و ترانہ کی طرح سنتے ہیں ، پر افسوس کہ صحیفۂ عبرت کی طرح پڑھتے نہیں !

وکاین من آیۃ فی السموات والارض ، یمرون علیہا وہم عنہا معرضون !

(۱۲ : ۱۰۵)

آسمان و زمین میں عبرت کے لیے کتنی ہی نشانیاں ہیں ، جن پر سے لوگ سرسری گذر جاتے ہیں اور اپنی غفلت سے اون کی حقیقت تک نہیں پہونچتے !

ایک عرصے سے آیرلینڈ کے ہوم رول بل کا مسئلہ انگلینڈ میں درپیش ہے اور روزانہ تار برقیوں میں برابر انکا ذکر ہوتا ہے ، مگر بہت سے لوگ ہونگے جنکی اس پر اس لحاظ سے نظر نہ ڈالی ہوگی کہ خود ہمارے لیے اس واقعہ میں کس درجہ موثر مواعظ و بصائر موجود ہیں ؟

آیرلینڈ انگلینڈ کے قریب ایک وسیع جزیرہ ہے جو نسل ، مذہب ، اور زبان میں انگلینڈ سے بالکل مختلف ہے - سنہ ۱۱۲۹ میں امراء آیرلینڈ کی دائمی مخاصمات و منازعات کا نتیجہ انگلینڈ کے استیلا کی صورت میں ظاہر ہوا جیسا کہ ہر جگہ اور ہمیشہ ہوا ہے ، اور بارھویں صدی سے (جبکہ اس قبضہ کی ابتدا تھی) یہہ غیور و شجیع قوم اس وقت تک کہ بیسویں صدی کا آغاز ہے ، برابر اپنی آزادی و استقلال کے لیے کوشاں و جانفشاں رہی ہے - آخری تدبیر ہوم رول بل یعنی قانون استقلال داخلی و اداری کی صورت میں نمودار ہوئی تھی جو بارہا ابھری اور پھر دبا دی گئی - اخر الامر لبرل پارٹی کے آخری اقتدار نے اسکو موجودہ حالت تک پہنچایا جسکی مخالفت و موافقت کی صداؤں اور ہنگاموں نے آج انگلینڈ کے ایوان حکومت کو متزلزل کر دیا ہے -

چونکہ یہ واقعات ہمارے لیے موجب کمال موعظت و بصیرت اور باعث تنبیہ کار ہونگے ، اسلیے ان سے واقفیت حاصل کرنا ان تمام فرزندان ملک کے لیے نہایت ضروری ہے ، جو کام کرنے کے لیے راستوں کے متلاشی ہیں ، اور اگر راہ دیکھتے ہیں تو دست رہنمائی نہیں پاتے -

(جغرافی حالات)

برٹش امپائر کی یورپین مقبوضات میں (جو چند چھوٹے بڑے جزیروں کا مجموعہ ہے) آئرلینڈ ، انگلینڈ کے بعد اہمیت میں دوسرا جزیرہ ہے - اس کی وسعت انگلینڈ کے تین چوتھائی حصے کے برابر ہے - اس کا پایہ تخت شہر ڈبلن ہے جو لنڈن کے بعد برٹش امپائر میں دوسرا شہر ہے -

آئرلینڈ بلحاظ آبادی انگلینڈ سے بہت پیچھے ہے - اس کی آبادی انگلینڈ کے صرف پانچویں حصے کے برابر ہے - کل آبادی ۵۹ ، ۷ ، ۴۲ ، ۵ ہے ، جس میں ۳ ، ۱۴ ، ۱۹۳ ، ۴ کیتھولک ہیں ، ۲ ، ۵۲ ، سروئی اور باقی پروٹسٹنٹ مذہب کے مختلف فرقے -

جزیرہ چار صوبوں پر منقسم ہے :

السٹر ، لینسٹر ، مونسٹر ، کانوٹ -

(السٹر) کی زیادہ آبادی نو باشندگان اسکاٹ لینڈ کی ہے ، اور یہی تنہا آیرلینڈ کا صنعت و کارخانہ جات میں سب سے آگے بڑھا ہوا ہے -

(لینسٹر) قدیم انگریزوں کی نو آبادی ہے -

(مونسٹر) آیرلینڈ کا گرم ترین صوبہ ہے ، اور یہی اس جزیرہ کے قدیم باشندوں کا ، جن کو " کیلٹک " Keltic کہتے ہیں ، مسکن و موطن ہے -

(کانوٹ) آیرلینڈ کا سب سے کم تعلیم یافتہ اور سب سے کم زرخیز حصہ ہے -

ہم نے آیرلینڈ کے قدیم باشندوں کا نام " کیلٹک " بتایا ہے - کیلٹک قبیلہ ' گیالک (Galic) قوم کی ایک شاخ ہے جو اہل اسکاٹ لینڈ و انگلینڈ سے بالکل مختلف ہے ، لیکن آیرلینڈ میں ان کا نام ملیشین (Milesians) ہے - ہنری دوم کے عہد میں یہ جزیرہ فتح ہوا تو السٹر میں ایک بڑی تعداد انگریزوں کی بھی آباد ہوگئی - رفتہ رفتہ اسمیں اضافہ ہوتا گیا یہاں تک کہ اب ایک بڑی آبادی ہوگئی ہے-

آیرلینڈ کی معلومات تاریخ قدیم نویں صدی (ق م) سے شروع ہوتی ہے - اس زمانے میں آیرلینڈ پر " مجلس ملی " ایک منتخب بادشاہ کے ماتحت حکمراں ہوتی تھی ، جو رؤساء قبائل سے مرکب تھی -

یہ نظام حکومت سنہ ۴۰۰ (ق م) تک قائم رہا - اس عہد میں " ہوگونی " نامی ایک اولو العزم بادشاہ تخت نشین ہوا ، جسنے بہت سے مغربی جزائر کا حکومت آیرلینڈ میں اضافہ کیا ، بعض ممالک سے خراج بھی وصول کیے ، اور ترتیب و تنسیق کے لیے ملک کو ۲۵ - صوبوں پر منقسم کر دیا -

تاریخ نے ہمیشہ دکھایا ہے کہ بحالت ضعف حکومت عمومیہ ، تخت حکومت پر اتفاقات عصر نے جب کبھی کسی قوی الارادہ ، راسخ العزم ، اور شجیع القلب سلطان کو بٹھا دیا ہے ، تو حکومت اپنے ضعف کو کمزور مجبور ہوگئی ہے کہ ابتدا نسل سلطانی کے لیے اپنے تخت کو خالی کر دے - چنانچہ اس قدیم عہد تاریخ میں بھی یہی ہوا ، اور آئرلینڈ کا تاج جانشینان " ہوگونی " کے سروں کے لیے مخصوص ہوگیا -

اس وقت سے تیسری صدی مسیحی تک جو ان ممالک کی نصرانیت کا آغاز عہد ہے ، اس خاندان کے مختلف اجزا برسر

(۱) موسم بعد اسٹیم -

حکومت رہے - روساء قبائل ہمیشہ ایک دوسرے پر حملے کیلیے فرصت اور موقع کی تلاش میں رہتے تھے - سنہ ۹۵ ق م میں دو مدعیان سلطنت پیدا ہوے ' اور جزیرہ شمالاً و جنوباً دو حصوں میں منقسم ہوگیا ' لیکن ایک ہی سال کے بعد پھر بدستور ایک متحدہ حکومت قائم ہوگئی -

اس ملک کا آخری بت پرست تاجدار ایک نہایت اولوالعزم بادشاہ تھا جس نے نہ صرف ملک کی ترتیب و تنظیم ہی میں سعی بلیغ کی ' بلکہ آئر لینڈ سے نکل کر فرانس ' اسکاٹلینڈ ' اور انگلینڈ پر بھی حملہ آور ہوا ' اور آخر نہر " لوار " کے ساحل پر ایک تیر اجل پیغام کا نشانہ ہوکر ' اپنی اولوالعزمانہ امیدوں کے ساتھ رخصت ہوگیا -

یہ تیسری صدی مسیحی تھی - پوپ کے نائب ان دور و دراز ممالک میں نشر مسیحیت کیلیے مصروف کار تھے - اس وقت سے پانچ صدی تک برابر کوششیں مصروف رہیں ' تا انکہ پانچویں صدی کے اختتام پر تمام آئر لینڈ نے بپتسمہ پاکر " آدم کے موروثی گناہ " سے نجات حاصل کی اور مسیحیت میں داخل ہوگیا ۔

تاریخ نصرانیت کا ایک ایک صفحہ شاہد ہے کہ جب کوئی قوم " باپ اور بیٹے کے جلال " پر ایمان لائی ہے ' تو سب سے پہلے اُس سے مسیح کے اس حکم کی تعمیل کرائی گئی ہے کہ :

" یہ مت سمجھو کہ میں زمین پر صلح پھیلانے آیا ہوں ' صلح پھیلانے نہیں بلکہ تلوار چلانے آیا ہوں ' کیونکہ میں آیا ہوں تا کہ بیٹے کو باپ سے ' بیٹی کو ماں سے ' اور بہو کو ساس سے جدا کروں " (متی ۱۰ : ۳۴)

انھوں نے ہمیشہ اپنے غیر نصرانی بھائیوں کو نہایت تعذیب و تکلیف کے ساتھ قبول نصرانیت پر مجبور کیا یا پھر انکے خون سے زمین کو رنگین کیا -

آئر لینڈ میں غیر نصرانی قبائل کے ساتھ جو کچھ ہوا ' اسکے انتقام کے لیے ۱۰۰ - برس کے صبر و تحمل کے بعد نارتھ میر نینڈ اور ڈنمارک کے روساء نے آئر لینڈ پر حملہ کردیا اور فتح کیا - پھر اس عہد میں بھی وہ سب کچھ ہوا ' جو نصرانیوں نے ۱۰۰ - برس پہلے اس سرزمین پر کیا تھا - کنیسے لوٹے گئے ' " فرزندان پدر آسمانی " جلا وطن کیے گئے ' مدارس نصرانیہ بند ہوگئے ' مذہبی کتابیں جلا کر خاکستر کا ڈھیر کردی گئیں - اور " آنکھ کے بدلے آنکھ " موسی کی شریعت کا قانون ہے -

آخر الامر دیال سوم شاہ ایرلینڈ کے زیر علم اہل آئر لینڈ کی ایک فوجی طاقت مجتمع ہوئی ' جو اگرچہ حملہ آور کو ملک سے نکال نہ سکی ' تا ہم ان کو نہایت کمزور کردیا ' اور با ایں ہمہ ضعف ' وہ روساء قبائل کو باہم لڑا لڑا کر دو صدی بعد تک سواحل پر جمے رہے -

سنہ ۱۰۰۲ ع منسٹر کے ایک بادشاہ نے ڈنمارک والوں کو سواحل سے بھی نکال دیا اور اسطرح جزیرہ کا کامل الاقتدار بادشاہ ہوگیا لیکن کون نہیں جانتا کہ حکومت وطنیہ کے زوال و فنا کا صرف ایک ہی سبب ہوتا ہے ' یعنی ملک کے امرا و روساء کی باہمی نا اتفاقی و خیانت وطنی - امیر لینسٹر کی دعوت و ترغیب سے ' جو امیر منسٹر کی اس غیر معمولی کامیابی سے دل گرفتہ تھا ' ڈنمارک نے سنہ ۱۰۱۴ - میں پھر حملہ کردیا لیکن نا کام رہا -

بیرونی دشمن گو نا کام رہا اور یہ اکثر ہوتا ہے لیکن خود اندرونی دشمن جب ملک میں پیدا ہوجاتا ہے تو وہ کبھی نہیں مرتا ' جب تک کہ خود ملک کی رونق و سلامتی نہ مرجاے - چنانچہ ملک کے چاروں صوبے باہم معرکہ آرا ہوگئے -

انگریز قوم اپنی قومی خصوصیات و امتیازات اور حیل سیاسیہ میں نہ صرف آج ہی نامور ہے ' بلکہ آج سے ۸ - سو برس پہلے بھی وہ اسی طرح تھی - آج مصر اور دیگر اطراف عالم میں وہ جوا کھیل رہی ہے ' لیکن اسکی مشق ۸ - سو برس اِدھر سے کر رہی تھی ' تب کہیں جا کر اس دور جدید میں اس سبکدستی اور صفائی سے اپنا پولیٹکل ڈراما حسب موقع دکھلا سکی ہے ' جسے وقتاً فوقتاً ممالک شرقیہ کے اسٹیج پر شروع کرتی ہے اور ختم کرتی ہے -

لینسٹر بادشاہ ' سنہ ۱۱۶۹ ع میں ہنری دوم شاہ انگلینڈ سے طالب اعانت و نصرت ہوا ' اور اسطرح آئر لینڈ کے دسترخوان تاجداری پر خود اوسنے انگلینڈ کو دعوت دی - سنہ ۱۱۶۹ ع میں جو برطانی فوج آئر لینڈ میں داخل ہوئی تھی ' آج سنہ ۱۹۱۳ ع تک کہ ۷۳۵ برس ہوچکے ہیں واپس نہیں آئی ہے ' پھر مصر و رنجبار اور مسقط کے لیے لوگوں کو کیا جلدی پڑی ہے ؟

ہنری شاہ انگلینڈ کا قبض و استیلا کے جواز کے متعلق یہ استدلال ہے کہ پوپ نے سنہ ۱۱۷۷ ع میں اہل آئر لینڈ کی گردنیں اسکو بخش دی ہیں ' اور اسکی ایک سند بھی لکھکر حوالے کردی ہے -

(آئر لینڈ کا جہاد آزادی)

لیکن جو قوم کہ اپنی گردن کی خود اپنے تئیں بھی مالک نہ سمجھتی ہو ' وہ پوپ مفروض کی اس سند مجعول کو دیکھکر کیونکر اپنی گردن دوسری قوم کے آگے ڈال دیتی ؟ اس کشمکش کا نتیجہ ظاہر تھا -

انگلینڈ کا اس دعوے پر برابر حملہ آورانہ اصرار رہا ' اور آئرلینڈ کا ہمیشہ مدافعانہ انکار بھی قائم رہا - لیکن اس ہنگامۂ خارجی میں آئر لینڈ کی داخلی شورش بھی کم نہوئی ' نارمن جو اس جزیرے کے دوسرے باشندے تھے ' ہمیشہ قدیم آیرش باشندوں سے برسر پرخاش رہے اور اکثر حالتوں میں غالب رہے -

ان احزاب کی تسکین کے لیے ایک تجویز یہ عمل میں لائی گئی کہ جزیرہ کا حاکم خود شاہزادہ جان بنایا گیا ۔ وہ سنہ ۱۱۸۵ ع میں ۶۰ - جہازوں کا ایک بیڑہ لیکر ' آیرلینڈ کی طرف روانہ ہوا ' لیکن ہزیمت ہوئی اور واپس آکر خود سابق انگریز گورنر شاہزادہ کے خلاف سازش میں شریک ہوگیا - سنہ ۱۲۱۰ ع میں شاہزادہ پھر واپس آیا - اور انگلو نارمن روساء کو ' جنھوں نے اس وقت بڑی قوت پیدا کرلی تھی ' کمزور کردیا -

اس سے فراغت پاکر جان نے محکمے قائم کیے ' عدالت جاری کی ' سکے ضرب کیے ' ڈبلن میں ایک مجلس انتظامی کی بنیاد ڈالی - پھر سنہ ۱۲۱۶ ع میں ہنری ثالث نے تمام آیرلینڈ کو معافی دیدی ' اور انکو شخصی آزادی بخشی ' لیکن تاہم ان میں سے کوئی چیز بھی تشنہ کامان حریت و استقلال کو تسکین نہ دے سکی -

انگلینڈ ابھی اسی طرح باہم دست و گریباں تھے کہ اسکاٹ لینڈ کی سرزمین نے (اڈورڈ بروس) نامی ایک نیا مدعی پیدا کیا ' جسکی سعی و کوشش نے اسکاٹلینڈ کو بھی آیرلینڈ کی طرح انگلینڈ کے لئے مصیبت کدہ بنا دیا - اتحاد مصائب مصیبت زدوں کو متحد کر دیتا ہے - آیرلینڈ کے اکثر امرا نے اڈورڈ بروس کو اسکاٹلینڈ کی طرح آیرلینڈ کی حمایت کی دعوت دی ' اوسنے قبول کیا اور انگلو نارمن قبائل کو شکست دے کر اکثر حصوں پر قبضہ کرلیا ' اور اس طرح آیرلینڈ کا بادشاہ منتخب ہوا -

(لہا بقیۃ صالحۃ)

فن مکالمۃ

(از مراسلہ نگار ادیب ، صاحبزادہ مولوی ظفر حسن صاحب)

به بستان رو که از بلبل طریق عشق گیری یاد
به مجلس آ که ز حافظ سخن گفتن بیاموزی

(۱) قل لہم فی انفسہم قولا بلیغا　(لوگوں سے ایسی بات کہو کہ انکے دل میں اتر جاے)
(۲) قولوا قولا سدیدا　(پختہ بات کہو !)
(۳) (قولا لہ) قولا لینا　(نرمی سے بولو !)
(۴) قولوا قولا معروفا　(نیک اور اچھی بات کہو !)

امتحان سراے عالم میں انسانی کامرانی و فائز المرامی ، مقصد پذیری و قسمت وری ، فیروز مندی و کامیابی ، غرضکہ تمام دنیاوی فوز و فلاح ، فی صدی ننانوے حصہ زبان کے ہاتھہ ہے - اس مضغۂ گوشت نے ، جس پر بتیس دانتوں کا پہرہ ہے ، با این همه تقید و پابندی ، آهنی قلعے تسخیر کیے ہیں ، ممالک فتح کیے ہیں ، فوجوں کو شکستیں دی ہیں ، گداگروں کو پادشاہ بنایا ہے ، خاک آلود و ژولیدہ مو سروں پر تاج مرصع کار رکھا ہے ، اور بوریاے مسکنت کو اورنگ جہانبانی پر جا بٹھایا ہے - اور پھر اس ظلمت کدۂ ہستی میں اگر کسی نے کفر و ضلالت کی اقلیموں کو فتح کیا ہے ، اور وہم پرستی و خام اندیشی کی تاریکی کا پردہ چاک کیا ہے ، تو وہ یہی شمشیر عالمگیر ، اور وہ اسی تلوار آبدار کی چمک ہے - اسی نے انسانی دلوں میں تثلیث کی جگہ توحید کو ، آتش پرستی کی جگہ یزداں پرستی کو ، اور اصنام ساکت و صامت کی جگہ خداے حی و قیوم کو دلوائی ، کفر اندیشی و باطل پرستی کی گھٹا دور کی ، اور نور ایمان و ایقان سے صفحۂ عالم کو جگمگا دیا !!

اسلام نے اپنی حقانیت کی حجت زبان کو قرار دیا ہے - (۱)
اسلام کے ہاتھہ میں اگر کوئی ایسا عصا ہے جو چشم زدن میں اژدہا بنجاے اور طرفۃ العین میں زمین کے اندر سے چشمۂ شیریں نکالدے ، تو وہ یہی عصاے زبان ہے ! اسکے پاس اگر کوئی ایسا ساز نغمہ ہے جسکی آواز جن و انس ، پرند چرند ، اور شجر و حجر کے دلوں کو اپنی طرف کھینچ لے ، تو وہ بربط زبان ہی ہے ، اور پھر اسلام کو اگر کوئی جمال عالمگیر و حسن جہاں تسخیر حاصل ہے ، تو وہ یہی حسن گفتار ہی ہے :

آنچه خوباں همه دارند ، تو تنہا داری !

تاریخ کامیابی و فرخندگی کا ہر صفحہ سلطان زبان کا ثنا سنج و مدح طراز ہے - اسکی ہر سطر ایک ترانۂ توصیف ، اور اسکا ہر لفظ ایک زمزمۂ تحمید ہے - اسکی صاف صاف شہادت ہے کہ اس تیرہ خاکدان ارضی میں زبان ہی نے آدم زاد پر فردوس فلاح و گلشن صلاح کے دروازے کھولے ، وہ آلۂ وحید زبان ہی ہے جسنے انسان کے لیے قصر کامرانی تعمیر کیا ، سامان عیش و نشاط ترتیب دیا ، اور زمین پر سلسبیل و کوثر کی نہریں جاری کردیں ، تاکہ وہ ان سے بہرہ مند و حظ اندوز ہو ، اور دنیا میں باغ ہاے جنت کی لذتیں لوٹے - پھر وہ مضراب زبان ہی تھی ، جسنے ساز ہستی کے نغمہ ہاے مخفی آشکار اور سرود فطرت کے ترانہ ہاے مضمر کو برسر بازار کردیا ، اور انسان کو اس کے ترنم لطیف و تغنی سحر تاثیر سے لطف اندوزی و فیضیابی کا موقع دیا - اور پھر زبان ہی وہ کلید خاص ہے ، جس نے گنجینہ ہاے مقفل و سربستہ کو ایک لمحہ کے اندر صرف دست و نظر کردیا !

خامه کلیدے که در گنج راست
زیر زباں مرد سخن سنج راست

پھر زبان ہی وہ بال سے زیادہ باریک اور تلوار کی دھار سے زیادہ تیز ایک صراط امتحان ہے ، جسکے نیچے حسرت و یاس کا جہنم شعلہ زن ہے ، اور جسکی سرحد بہشت مسرت و کامرانی کے اندر ختم ہوتی ہے - اگر پاے گفتار کو لغزش ہوئی تو طعمۂ رنج و تعب ہوگئی ، ورنہ عیش دائمی و انبساط سرمدی سے ہم آغوشی ہے - اگر اسکا حسن استعمال اوج مراد و معراج نشاط تک پہونچا دیسکتا ہے ، تو اسکا سوء استعمال حضیض نامرادی و تحت الثراے ناکامی پر پٹک بھی دیتا ہے ، اور جسطرح زبان کے حسن استعمال نے غریب کو امیر ، فقیر کو بادشاہ ، محتاج کو غنی ، مغلوب کو غالب ، مغلوب کو فاتح ، بزدل کو شجاع ، ظالم کو رحمدل ، اور کافر کو مومن بنا دیا ہے ، اسیطرح اسکے سوء استعمال نے بادشاہوں سے بھیک منگوا دی ہے - شہزادوں کے ہاتھہ میں کاسۂ احتیاج دیدیا ہے ، ایک عالم کو دشمن بنا لیا ہے اور لا تعد و لا تحصی مصائب و آلام کے پہاڑ انسان کے سر پر لا دھرے ہیں -

* * *

تاریخ انگلستان شاہد ہے کہ چارلس اول نے درشت کلامی کے دیوتا کو اپنا سر نذر کیا ، ہنری دوم کے الفاظ طامس اے بیکٹ کی ہلاکت کا باعث ہوے ، فریڈرک اعظم کے زہر آلود فقرات جنگ جنگ ہفت سالہ (Seven years war) کا موجب بنے ، اور پھر کون نہیں جانتا کہ جب انگلستان کی حالت بہت نازک تھی ، برطانی فوج دل شکستہ ہو رہی تھی ، فرانس کے رعب سے تمام برطانیہ کے جسم میں رعشہ تھا ، تو (نیلسن) کے الفاظ ہی تھے جسنے بحری فوج کے ٹوٹے ہوے دل پھر جوڑ دیے ، ہاری ہوے ہمتوں کو پھر چاق چوبند کر دیا ، بزدلوں کے اندر روح شجاعت از سر نو پھونک دی ، اور پیچھے ہٹنے والے قدموں کو سب سے آگے بڑھا دیا !!

زمانہ جانتا ہے کہ (نپولین) کی کامیابی کا راز ہاتھہ نہ تھا بلکہ زبان تھی - اسکی زبان کی مٹھی میں فرانس کا دل تھا - یہی زبان تھی جسکی دستگیری نے اسے سپاہیوں کی ادنی صف سے نکالکر فرانس کے تخت پر جا بٹھایا - پس نپولین کو بادشاہ بنا دیا اسکے اقوال نے ، نہ کہ اسکے افعال نے - یعنی اسنے ، جو اسنے کہا تھا - نہ اسنے ، جو اسنے کیا تھا !!

* * *

جون کا مہینہ ہے ، اٹھارویں صدی عیسوی کا آفتاب قریب غروب ہے - برٹش پارلیمنٹ کے روبرو وارن ہسٹنگس (ہندوستان کے ایک گورنر جنرل) کا مقدمہ پیش ہے ، رچرڈ برنسلے شیریڈن اٹھتا ہے - مخالفت میں کامل ساڑھے پانچ گھنٹہ تقریر کرتا ہے - لیکن سامعین کا کیا رنگ ہے ؟ کیا اسکے طولانی خطبہ سے گھبرا رہے ہیں ؟ اسکی طویل تقریر سے اکتا گئے ہیں ؟ نہیں ، بلکہ اسکے برخلاف ہر شخص سر تا بقدم گوش ہے ، حیرت ہے ، جو جس پہلو بیٹھا ہے ، اسی پہلو بیٹھا رہگیا ہے - گویا پتھر کے بت جا بجا کرسیوں پر نصب کردیے گئے ہیں - تنفس میں ابتری ہے ، آنکھیں کو کھلی ہیں لیکن خطابت کے مسمریزم سے ہر شخص معمول و مدہوش ہے - فریقین اسطرح محو سماعت ہیں کہ ما بہ النزاع قطعاً فراموش ہے - ہسٹنگس کی موافقت و مخالفت کا کسی کو خیال نہیں - ہر قلب (غالب) کی اس فلسفہ سنجی کا مصداق حامد ہے :

---

(۱) فأتوا بسورة من مثله (منه)

بذوق بیخبر از در در آمدم، معدوم
بوعدہ ام چہ نیاز و ز انتظار چہ حظ !

لوگن جیسا وارن ہسٹنگس کا طرفدار، دوران تقریر میں ایک گھنٹہ بعد اپنے ہم نشین سے کہتا ہے: "بس یہ تمام لفاظی ہی لفاظی ہے، دلیل اور ثبوت کا نام نہیں" دوسرا گھنٹہ گذرنے پر کہتا ہے: "کیسی عجیب و غریب خطابت ہے؟" تیسرے گھنٹے کے بعد کہتا ہے: "واقعی مسٹر ہسٹنگس سے کچھ انصاف نہیں کیا" مگر قبل اسکے کہ تقریر ختم ہو، زور سے چیخ اٹھتا ہے: "درحقیقت ہیسٹنگس ظلم و انصاف کشی کا ایک شیطان عظیم ہے" !!

ہاؤس آف کامنس کا ایک ممبر التوائے اجلاس کی تحریک پیش کرتا ہے اور اس امر کا اظہار و اعتراف کرتا ہے کہ بہ حالت موجودہ، اسکا دل و دماغ صحیح رائے دینے کے قابل نہیں۔

یہ ہے زبان کا اثر، اور یہ ہے الفاظ کی تاثیر !!

* * *

خیر، یہ تو تاریخی واقعات ہیں - ہماری انفرادی زندگی میں شب و روز اس قبیل کی باتیں پیش آتی رہتی ہیں - اس رسالہ کے ہر پڑھنے والے کو تجربہ ہوگا کہ کسطرح ایک مہذب عزیز کی بات نے نشتر کا کام کیا، اور کسطرح ایک لفظ نے دشمن کا دل صاف کر دیا؟ اور پھر ذرا سی دیر میں دشمن دوست، اور دوست دشمن ہوگیا؟

یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ الفاظ کا اثر وقت کے ساتھ ختم ہو جاتا ہے، نہیں، بلکہ وقت کے گذر جانے اور مہینوں، سالوں اور صدیوں کے بعد بھی دیکھا گیا ہے کہ امتداد زمانہ نے شراب تاثیر کو اور تیز کر دیا ہے اور الفاظ اپنے اندر وہی کھٹک، وہی اثر، وہی درد، اور وہی طپش رکھتے ہوئے نظر آئے ہیں - اعمال انسانی پر انکی حکومت برقرار رہی ہے اور اکثر بزرگان دین و قوم اور کبار خاندان و قبیلہ کے اقوال نے اس پیکر معصیت و عصیاں یعنے انسان کو برے کاموں سے بچایا ہے اور ہر موقعہ پر سامنے آکر ایک قاہر و جابر مانع کا کام دیا ہے !

انسان کا دل کچھ عجیب طلسم زار تاثیر و تاثر ہے - کبھی اس سینۂ نازک میں ہوا کی ٹھیس سے بال پڑ جاتا ہے، اور کبھی اس آئینہ عجیب کا غلیظ و دیرینہ زنگ آن واحد میں دور ہو جاتا ہے -

مگر ایسا کیوں ہے ؟

ماہرین علم النفس جانتے ہیں کہ لفظ میں کیا تاثیر ہے، لبوں کی حرکت میں کیسا سحر ہے، اور زبان کو دل کے اندر کیسا کچھ دخل عظیم حاصل ہے؟ اس رسالے کا مقصد وحید، اسی مسئلہ کی علم النفس کی روشنی میں تحلیل، چند اہم نتائج علمیہ کا اندراج، اور فن مکالمۃ کی سرسری تدوین ہے -

پس سب سے پہلے ہم "فن مکالمۃ" کی تعریف کیطرف رجوع ہوتے ہیں کہ "فن مکالمۃ کہتے کسکو ہیں؟" لیکن اس سوال میں کہ "فن مکالمت" سے کیا مراد ہے؟ دراصل دو سوال پوشیدہ ہیں، یا یوں کہیے کہ یہ سوال دو سوالوں سے مرکب ہے - پہلا سوال یہ ہے کہ "فن" کیا چیز ہے؟ اور دوسرا یہ کہ "مکالمۃ کیا شے ہے"؟

"علم" و "فن" کی بحث و تفریق، علم منطق کا ابتدائی مبحث ہے - اکثر رسائل اسی بحث سے شروع کیے جاتے ہیں، اور عجیب عجیب موشگافیاں کیجاتی ہیں، مگر "علم" و "فن" کا مسئلہ ارباب منطق کے ہاتھ میں جاکر، نہایت خشک اور غیر دلچسپ بحث بنجاتا ہے - برخلاف اسکے ہمارا قلم "فن مکالمۃ" کے مباحث دلچسپ و مفید لکھنے کے لئے مضطرب ہے - لیکن کیا کریں کہ قارئین کرام کو ان مباحث سے فائدۂ تام حاصل نہوگا - تاوقتیکہ مسئلہ "علم" و "فن" پر ایک گونہ انہیں عبور حاصل نہو جائے کہ یہی فن مکالمۃ کا اساس اولین و بنیاد مباحث ہے -

پس ہم اس مسئلۂ اہم کے طرف خاص طور پر متوجہ ہوتے ہیں کہ اگر عمارت کا سنگ و بنیاد ہی درست و راست نہیں تو نقش و نگار کی خوبی و حسن کو لیکر کوئی کیا کریگا؟ حسن فضول و مفاد مجرد، دونوں فن نفیس کی نظر میں قبیح و قبیح تر ہیں - کمال ہر صنعت حسن و افادہ، دونوں کے انضمام پر منحصر ہے، اور کمال ہر کار، حسن آرائی و کارمندی، دونوں کی آمیزش لطیف کا نام ہے - دیکھو، چشم و ابرو کی یکجائی کا کیا اشارہ ہے؟ آنکھ جو کہ بذات خود ایک آلۂ مفید ہے، محراب ابرو کے بغیر ایک روزن دیوار سے زیادہ نہیں، اور ابرو جو اپنی جگہ پر مظہر حسن، و جلوہ گاہ جمال مجرد ہے، آنکھ کے بغیر ایک دیوار شکستہ کی محراب کے سوا اور کیا ہے؟

بھوں پاس آنکھ قبلہ حاجات چاہئے

سب سے پہلے ہم "علم" اور "فن" کے متعلق ایک تمہید مختصر پیش کرینگے، جو یوں بھی بجائے خود نافع و دلچسپی سے خالی نہوگی - اسکے بعد "مکالمۃ" کے مباحث کی طرف متوجہ ہونگے اور وہ طریقے بتائے جائینگے، جن پر عمل کرنے سے انسان اپنی زبان سے ایک عالم کو تسخیر کر لے سکتا ہے، اور ساری دنیا کو اپنی مٹھی میں لیلے سکتا ہے کہ جسطرف چاہے اسے پھیر دے !!

(علم و فن)

علم عبارت ہے مجموعۂ کلیات و مجردات و نظریات سے - وہ مظاہر فطرت کی توضیح و تشریح کرتا اور موجودات عالم کے وجود و ظہور کے شرایط و قوانین بتلاتا ہے - علم اس بات کو ثابت کرتا ہے کہ کسی شے کے وجود پذیر ہونیکے کیا اسباب ہیں، کسی چیز کے معرض شہود میں آنیکے کیا علل ہیں، اور مناظر و مظاہر کائنات کے بواعث تخلیق کیا کیا ہیں، اور نیز کیا طریق وقوع ہے؟ علم بتلاتا ہے کہ کیوں سمندر سے ابخرات اٹھے، کسطرح بادل بنے، کیوں پہاڑوں سے ٹکرا کر برسے، ہوا نے کسطرح ہاتھوں ہاتھ انکو ہر جگہ پہونچایا، کسطرح برگ خشک لب کو سیراب کیا، مرجھائے ہوئے پودے سرسبز و شاداب ہوگئے، اور سوکھی کھیتیوں کو ہرا بھرا کر دیا؟ علم ہی ہے جو اس مشاطۂ اعجاز کار سے تعارف کراتا ہے، جسکے ہاتھوں شاید فطرت کے آرائش حسن و جمال کا کام انجام پاتا ہے، جسکا دست آرائشگر عروس ہستی کی چہرہ پرداری و حسن افروزی کا آلۂ وحید ہے، جسکی انگلیاں معشوق قدرت کے بالوں کا شانۂ حسن افزا ہیں - جس سے کائنات عالم کے شباب حسن کا نکھار قائم و برقرار رہتا ہے: ربنا ما خلقت ھذا باطلا !!

غرضکہ علم کا موضوع بحث، موجودات ہستی کے درمیان جو علاقہ ہائے سببیت وجود گزیں ہیں، انکا انکشاف اور مظاہر فطرت کے انداز ظہور کی تعین و تحدید ہے اور بس -

برخلاف اسکے "فن" نام ہے ان اصول و ہدایات کے مجموعہ کا، جو کسی علم کی نظریات پر مبنی ہوتے ہیں اور اسطرح اس علم میں ثابت و مبرہن ہوکر، شمع راہ عمل، اور رہنمائے بصیرت و عبرت ہوتے ہیں، یعنی "فن" کو ان اصول و قوانین کی حقیقت و ماہیت سے کچھ بحث نہیں ہوتی اسلیے کہ یہ تو علم کا موضوع خاص ہے - فن کا کام، محض ان اصول متحققہ و قوانین منکشفہ کو عمل کے سانچے میں ڈھالنا، اور انسے استفادہ حاصل کرنا ہے - علوم نظریات و کلیات کا اثبات اور حقائق و مظاہر فطرت کا انکشاف

کرتے هیں' اور مفردات کے اصول خاص کي تعلیم دیتے هیں - مگر فلسفي کا کام بس اسي قدر ہے که ان کلیات و مفردات و حقائق متحققه و مکتشفه سے بہرہ اندوز هوں ' اور اعمال انساني کے لئے علوم سے نتائج مفیدہ حاصل کرکے سہل وآسان اور موصل الی المقاصد راهیں کھولدیں -

مثال کے لیے علم تشریح (Anatomy) اور فن جراحي (Surgary) کو لیجیے - علم تشریح جسم انساني کے اعضا و جوارح کے حالات و تعلقات باهمي کو ظاهر کرتا ہے - مگر فن جراحي صرف ان مباحث و کلیات سے فائدہ اٹھاتا ہے ' اور اپنے اصول و قوانین کو علم تشریح کي نظریات و حقائق سے اخذ کرتا اور اسطرح عمل جراحي کے لیے ایک ذخیرۂ هدایات و تنبیہات فراهم کر دیتا ہے -

اگر ناظرین کرام دوران تعریف " فن مکالمة " میں اجازت دیں ' تو بطور جملۂ معترضه کے کہه سکتا هوں که جسطرح فن جراحي یکسر علم تشریح پر مبني ہے ' اسي طرح بعینه " فن مکالمه " بھي تمام تر علم النفس سے ماخوذ ہے - فن مکالمه بتاتا ہے اور علم النفس اصول کو ثابت کرتا ہے - پس جو جسکا مطلوب هو ' وہ اسي طرف متوجه هو:

به بستاں رو که از بلبل طریق عشق گیري یاد
به مجلس آے کز حافظ سخن گفتن بیاموزي

اب جبکه فن کي ماهیت و حقیقت ظاهر هو گئي ' تو سوال یه ہے که مکالمه کے معني کیا هیں ؟

الهلال :

(۱) یه مضمون کئي نمبروں میں ختم هوگا - ابھي صرف تمہید هي ہے - آپنے عنوان " فن مکالمة " رکھا ہے - جب تک که اصل مبحث شروع نہو ' نہیں کہا جا سکتا که آپکا مقصود اصلي کیا ہے ؟ لیکن مثالوں سے معلوم هوتا ہے که آپ تقریر و خطبات کے متعلق لکھنا چاهتے هیں - اگر یہي مقصود هو تو اسکے لیے تو " فن خطابت " پہلے سے ایک عمدہ لفظ موجود ہے ' اور " مکالمة " کي ضرورت نہیں -

(۲) آغاز مضمون میں آپنے " فاتوا بسورۃ من مثله " کي طرف اشارہ کیا ہے اور فصاحت بیان کو اسلام کا سب سے بڑا حربۂ اثر و تسخیر قرار دیا ہے - میں سمجھتا هوں که اس سے آپکا مقصود یه هوگا که مذهب نے بھي اس وسیلۂ تاثیر سے کام لیا - ورنه اس آیت میں محض فصاحت و بلاغت بیان هي کي تحدي نہیں ہے - والقصة بطولها - اسلام کے اسلحۂ اثر ایک دو هي نہیں بلکه بہت سے هیں ' اور اسکي بڑي تلوار فطرۃ انساني کي مطابقت اور تعلیم صحیح و ارشاد الہي ہے - یہي معني هیں اس آیت کے که " ذلک الدین القیم "

(۳) خطابت کے عجیب و غریب اثرات کي مثالیں تاریخ عرب سے بھي بکثرت ملسکتي هیں اور وہ نہایت موثر اور دلچسپ هیں - علی الخصوص دور جاهلیة -

برید فرنگ

برطانیه از روے معاهدہ ' دولت عثمانیه کی اعانت پر مجبور ہے

اثر: کاتب شہیر و انصاف دوست ' مستر بلنٹ

مشہور اسلام دوست انگریز اهل قلم اور سیاسي مصنف ' مستر " بلنٹ " نے حسب ذیل خط " ویسٹ منسٹر گزٹ " کے اڈیٹر کے نام شائع کرایا ہے :

" جناب من ! ممنون هوں که آپ نے میرا پہلا خط شائع کردیا -

آپ نے اپنے ایک مقالۂ افتتاحیه (لیڈنگ آرٹیکل) میں ان فقروں کو لکھتے هوے که " هم دولت عثمانیه کي زندگي کے ضامن نہیں هیں " (میں اس اظہار سے باز نہیں رہ سکتا که) ایک نہایت افسوس ناک غلطي کي ہے -

معلوم هونا چاهیے که حکومت برطانیه ' از روے معاهدۂ دفاعیه ۴ - جولائي سنه ۱۸۷۸ ع (دیکھو کتاب ازرق Blue Book عدد ۳۸ - سنه ۱۸۷۸ ع) روسیوں سے عثماني ایشیا کي محافظت و مدافعت پر مجبور ہے -

برطانیه کي وزارت خارجیه اس معاهدے کي پابند ہے ' جیسا که ابھي ابھي گذشته سال وزیر خارجیه نے خود اپني زبان سے اس کا اعتراف کیا ہے -

انگلستان نے اس معاهدے میں دولت عثمانیه سے وعدہ کیا ہے که اگر روس کبھي عثماني ایشیا کے کسي حصه پر حمله آور هوگا تو وہ همیشه اپني جنگي قوت سے دولت عثمانیه کي اعانت کرے گا ' اس کے معاوضه میں دولت عثمانیه نے اصلاحات کے جاري کرنے اور مسیحي رعایا کے حقوق کي حفاظت کا وعدہ کیا ' اور جزیرۂ قبرص کے انتظامات انگریزوں کے سپرد کردیے که وہ عثماني ایشیا کي حفاظت کے لیے اس اهم جنگي موقع سے کام لیں -

ان تصریحات کے بعد در حقیقت اوس وقت تک کے لیے ' جب تک که یه معاهدہ فسخ نہو ' اور قبرص دولت عثمانیه کو واپس نه دیا جاے ' انگلستان مجبور ہے که قانوناً اور اخلاقاً اس معاهدے کي عزت کرے ' خواہ اوسکي جنگي قوت بحر متوسط میں کسي حد تک متغیر کیوں نه هو جاے -

اس بنا پر اس وقت دول عظمی کے مقابلے میں روس کي خواہ کسي حد تک بھي بے جا رگي هو ' لیکن اس معاهدہ کي تصدیق و تعمیل سے وہ کسي طرح عذر نہیں کرسکتا - اسکي مثال بعینه اوس معاهدہ کي سي ہے ' جو ایک انسان کي حفاظت و مدافعت کے لیے دوسرا شریف انسان کرتا ہے -

پس انگلستان کو اوس روس کے مقابلے میں اس معاهدے کي

عزت بھولنی نہ چاہیے تھی' جسکے خوف سے متاثر ہوکر سرایڈورڈ گرے نے ایام گذشتہ میں دولت عثمانیہ کو یہ نصیحت کی تھی :

" ادرنہ کی حوالگی میں دولۃ علیہ اب تاخیر نہ کرے' ورنہ ممکن ہے کہ روس ایشیائی صوبوں کی طرف پیش قدمی کردے گا "

اس وقت عثمانی رجال سیاست اڈورڈ گرے کی روشوں کے ساتھہ قلبی میلان و انعطاف سے نا واقف نہ تھے' اور نہ اس پر اسرار نصیحت کی اس حقیقت سے نا آشنا تھے کہ اس سے جتنی ترکوں کے ساتھہ خیر اندیشی ظاہر ہوتی ہے' اوس سے کہیں زیادہ سلافی اقوام کے ساتھہ ہمدردی و طرفداری ظاہر ہوتی ہے' اور یہ روس کے مصالح کا عین مقتضی ہے -

یہ نا معلوم امر نہیں ہے کہ ادرنہ یورپ میں ایک مستحکم اور قلعہ دار شہر ہے - اسلیے ظاہر ہے کہ انگلستان کیلیے اوسکی حفاظت کوئی اہم چیز نہیں' اور اسی لیے معاہدۂ قبرص میں یورپین عثمانی صوبوں کے اندر اصلاحات و مطلوبات کی دفعہ نہیں رکھی گئی - پس یہ بالکل صاف ہوگیا کہ سر اڈورڈ گرے نے جن ہمدردانہ الفاظ سے ترکوں کو خطاب کیا' ان کا مقصود یہی تھا کہ ترک ادرنہ چھوڑ کر خط اینوس و میدیا تک ہٹ آئیں اور یہی ہے کہ ترک سر اڈورڈ گرے پر یہ الزام قائم کریں کہ وہ بھی یورپ کے اوس طریق سیاست میں شریک ہیں جس کا مقصود عثمانی صوبوں کی غارتگری ہے - اس کا کیا مطلب ہے کہ ایک حریف کو تو آگے بڑھایا جائے' اور دوسرا ترکوں سے خطاب کرے کہ مقابلہ کی حاجت نہیں' تم یہاں اور پیچھے ہٹ آؤ' جیسا کہ طرابلس میں آخر ہوچکا ہے ؟

سر اڈورڈ گرے کے ان چند مختصر فقروں سے بظاہر ترکوں کو کوئی نقصان نہیں ہوا' لیکن حقیقت میں انکو متعدد نقصانات پہونچائے گئے - سلافی اقوام کی اسکے ذریعہ تشجیع کی گئی کہ تم نہ ڈرو' روسی اور انگریز تمہارے ساتھہ ہیں' اور ترکوں کو ایشیا کی حفاظت کے لیے ادرنہ سے فوج کا ایک ٹکڑا ایشیا میں منتقل کردینا پڑا -

بظاہر حالات معلوم ہوتا ہے کہ آپ معاہدۂ قبرص کو نا قابل التفات اور گویا معدوم سمجھتے ہیں' لیکن مجھے شک ہے کہ وزارت خارجیہ آپ سے متفق نہ ہوگی' کیونکہ سر اڈورڈ گرے نے گذشتہ سال نہایت صریح الفاظ میں اٹلی کے قبضۂ جزائر رودس کے وقت اس کا حوالہ دیا تھا' گو وہ ترکوں کے لیے مفید نہ تھا - وزارت خارجیہ نے کہا تھا کہ " انگلستان نے روس سے عثمانی ایشیا کی محافظت کا عہد کیا ہے' نہ کہ تمام دول عالم سے "

ان وجوہ سے میں اوس وقت تک' جب تک کہ انگلستان قبرص پر قابض ہے' اس امر کیلیے اوسے مجبور پاتا ہوں کہ وہ روسیوں سے ایشیاے عثمانی کی حفاظت کرے .... "

میں آج بعرض ملاحظہ مسجد مچھلی بازار کانپور لے آیا - مجھے چند معزز دوستوں سے معلوم ہوا کہ میری نسبت یہ غلط فہمی عام ہو رہی ہے کہ میں نے کوئی تاری اپنا یا دستخطی بحضور حضور با القابہ پیش کیا ہے جسکا مضمون یہ ہے کہ منہدمہ حصہ مچھلی بازار کانپور کا جزو مسجد نہیں ہے حالانکہ یہ افواہ محض غلط ہے میں نے کوئی تاری یا کوئی تحریر مسجد مذکور کے متعلق نہ لکھی ہے اور نہ جناب لفٹنٹ گورنر بہادر کو دی ہے - نہ کوئی گفتگو اسکے متعلق ہز آنر یا کسی دوسرے حاکم سے کی ہے - لہذا آپ میری دستخطی تحریر ہذا اپنے معزز اخبار میں شائع فرما کر مجھکو قوم کی بدگمانی سے بری فرمائیے فقط -

دستخط فقیر محمد ابو القادر غازی پوری ۸ - اکتوبر ۱۹۱۳

عالم اسلامی

رشادیہ

عثمانی زرہ پوش جہاز

حمیدیہ کے بعد' جسکی تاریخ بنا سنہ ۱۸۸۰ ہے' ۳ - ستمبر سنہ ۱۹۱۳ - پہلا موقع ہے جب حکومت عثمانیہ ایک زرہ پوش جنگی جہاز کی مالک ہوئی ہے -

سلطان کے نام سے اس جدید مدرعہ (آہنی جنگی جہاز) کا نام " رشادیہ " رکھا گیا ہے - رشادیہ کی طیاری کے لیے عملی سنہ ۱۹۱۱ ع میں انگلستان کے کارخانہ (ویکرز برو) کو حکم دیا گیا' اور اسکے تین مہینے بعد دولت علیہ اور کارخانہ والوں کا باہمی معاہدہ طے ہوا - ۶ - دسمبر سنہ ۱۹۱۱ع رشادیہ کی طیاری کا روز افتتاح' اور ۳ - ستمبر سنہ ۱۹۱۳ تاریخ تکمیل ہے -

رشادیہ تاریخ مذکور سے بہت پہلے طیار ہوچکا تھا' لیکن اس اثنا میں دولت عالیہ جن حوادث و انقلابات میں مبتلا رہی' نیز وقتاً فوقتاً مدرعۂ مذکورہ میں جن نئی نئی اصلاحات و اضافات کی فرمائشیں ہوتی رہیں' ان کی بنا پر کام بدیر ختم ہوا' لیکن تاخیر کا نتیجہ بہت بہتر ہوا -

رشادیہ کا طرز بنا اوس جدید انگریزی جہاز کی طرز کا ہے' جسکا نام " جارج پنجم " ہے - رشادیہ وزن' قوت آلات' سرعت سیر' استحکام و سلاح بندی اور اپنی بڑی بڑی توپوں کے لحاظ سے بالکل " جارج " کے مساوی و مماثل ہے' بلکہ " رشادیہ " کی سکنڈ باٹری قوت و شدت میں " جارج " سے کہیں زیادہ مضبوط و مستحکم ہے -

" رشادیہ " کا بار ۲۳ - ہزار ٹن' طول ۵۲۵ - فیٹ' عرض ۹۱ - فیٹ' عمق ۲۸ - فیٹ ہے' اور اوسکے انجن کی طاقت ۳۱ - ہزار گھوڑوں کے برابر ہے - اسکی متوسط رفتار ۲۱ - میل ہے' اور سطح فوقانی ۱۲ - انچ کی فولادی چادر سے چھپی ہے - اس میں چار فوقانی طبقے ہیں جو ۱۲' ۹' ۸' اور ۶ - انچ کی مختلف الضخامۃ چادروں میں لپٹے ہوے ہیں - سب سے آخری اور داخلی طبقہ جو بالکل سطح آب کے برابر ہے' نہایت محفوظ و محکم ہے -

سلاح بندی کے لحاظ سے " رشادیہ " تمام انگریزی جہازوں سے ممتاز ہے - اسکی پہلی باٹری جو دس توپوں سے مرکب ہے اور جن میں سے ہر ایک کا قطر ۵ - ۱۳ - انچ ہے جہاز " جارج " سے مشابہ ہے - اسی طرح دوسری اور چوتھی صف کی توپیں بھی بالکل " جارج " کی طرح ہیں - چوتھی صف کی توپیں بیچ سے جہاز کے مقدم و موخر حصہ میں بغرض حفاظت چار حرکت کرنے والی توپیں بھی موجود ہیں - دوسری باٹری ۱۶ - توپوں سے مرکب ہے - ہر توپ کا قطر ۶ انچ ہے' نیز بالکل محفوظ اور سامنے سے کھلی ہوئی ہیں - ضرورت کے موقع پر آٹھہ توپیں داہنے بائیں' اور چھہ چھہ آگے پیچھے چلائی جا سکتی ہیں - طرز " جارج " کے اور جہاز جو موجود ہیں' ان کی دوسری باٹری میں چھہ چھہ توپیں ہیں جن میں سے ہر ایک کا قطر صرف ۱۴ - انچ ہے -

" رشادیہ " بحریۂ عثمانیہ کی ترقی کا دوسرا زینہ ہے اگر ہم " حمیدیہ " کو پہلا زینہ سمجھیں - البتہ یہ بھی جو کچھہ ہوا' امریکا' فرانس' روس' اور اٹلی کی قوت بحریہ کے مقابلہ میں' ہیچ ہے -

ان سلطنتوں میں جو جہاز بنتے ہیں ان میں ۲۰ - ۲۰ بلکہ ان سے بھی زیادہ توپیں ہوتی ہیں، جن میں سے ہر ایک کا قطرہ ۵ ۰ ۶ - ۲ - انچ کا ہوتا ہے -

" رشادیہ " کی ترتیب و تنظیم اور سلاح بندی ایک کمیٹی کی زیر مراقبہ ہوئی ہے جسکے رئیس کمانڈر حقی بک تھے -

لندن کے سفیر عثمانی توفیق پاشا نے اپنی تقریر میں رشادیہ کی تقریب کرتے ہوے فرمایا :

" رشادیہ امید ہے کہ ملک و حکومت کی حفاظت و حمایت نہایت شجاعت و بہادری سے کرے گا اور کسب سعادت و ترقی راہ میں آگے بڑھتا رہے گا "

آگے چلکر سفیر موصوف نے کہا .

" دولت عثمانیہ کی آرزو صرف یہ ہے کہ وہ سکون و امن کے ساتھہ دنیا میں باقی اور اپنی وسیع حدود فرمانروائی کی ادبی و مادی ترقی میں کوشاں اور جانفشاں رہے، اور اس فوز و کامیابی کے حصول میں دولت عثمانیہ حکومت برطانیہ کی اعانت پر اعتماد کرتی ہے "

(سر وسمت لارڈ) کارخانۂ (ریکارز) کے ایک ممبر نے سفیر موصوف کے جواب میں ایک فصیح تقریر کی جسکے آخری فقرے یہ تھے :

" رشادیہ کی حسن قسمت و نیک فال ہونے کی سب سے بڑی علامت یہ ہے کہ وہ عین عید کے روز پانی میں اتارا گیا، جو مسلمانوں کے نزدیک سب سے زیادہ مبارک دن ہے "

سابق متولی مسجد کانپور

گذارش ہے کہ جناب کو بخوبی معلوم ہوگیا ہوگا کہ میں مسجد مچھلی بازار کے معاملہ میں بے قصور ہوں - میرے خلاف جو مضمون جناب کو کانپور سے گئے وہ غلط تھے - لہذا قبل بھی عرض کرچکا ہوں - اب بھی گزارش ہے کہ اگر آپ مناسب سمجھیں تو تردید شایع فرمادیں - ورنہ جیسی جو راے اقدس ہو - میں ہر طرح پر خوش ہوں - مگر یہہ ضرور عرض کرونگا کہ خدا شاہد ہے - میں نے کوئی مخبری زبانی یا تحریری کسی حاکم کو نہیں دی - فقط -   (فدوی کریم احمد - بساطی بازار کانپور)

(الہلال)

فقیر نے کانپور میں دونوں مرتبہ آپسے زبانی کہدیا تھا کہ مجھے اس بارے میں کوئی خاص کاوش تو ہے نہیں - ایک دینی معاملہ تھا - آپکے خلاف سرکاری و غیر سرکاری معلومات پہنچیں تو بے اختیار قلم سے مخالفانہ خیالات ظاہر ہوگئے - الحب فی اللہ و البغض فی اللہ اصل و اساس ایمان ہے - ہر شخص کا معاملہ اللہ کے ساتھہ ہے - وہ نیتوں کا علیم ہے - اگر واقعی آپ بے قصور ہیں تو اس سے زیادہ اور خوشی کی کیا بات ہوسکتی ہے ؟ اللہ تعالی ہم سب کو توفیق دے کہ صبر و ثبات کے ساتھہ راہ اسلام پرستی پر قائم رہیں -

ایک اقتصادی تجویز

(ایک حامی غیور و ملت پرست کے قلم سے)

مجلس خدام کعبہ کے قیام پر تمام مسلمانوں کو اسکا خیر مقدم کرنا چاہیے میں نے سرمایہ مجلس کے مصارف کو بغور پڑھا لیکن ذیل کے خیالات نے جو ہر وقت میرے لیے کاہش جان ہیں، بے اختیار مجبور کیا کہ جو تجویز عقل ناقص میں آئی ہے، اسکی طرف ارکان مجلس خدام کو ضرور توجہ دلاؤں -

جب جنگ ترکی و اٹلی شروع ہوئی تو برادران اسلام اپنے مظلوم بھائی بہنوں کے مصائب سے بیتاب ہوگئے اور اطالوی مال کو بائیکاٹ کردیا - لیکن چند ہی دنوں کے بعد وہ بیتابی ایسی ختم ہوگئی، جیسے کسی کی انگلی میں چوٹ لگ جاے اور وہ کچھہ اضطراب کے بعد اسے بھول جاے - اگرچہ بفضل خدا جنگ بلقان نے ایک سرے سے دوسرے سرے تک تمام مسلمانوں کے دلوں میں پھر غیرت قومی کی ایک لہر سی پیدا کردی، لیکن افسوس جتنی کوشش ہم نے اطالی ثروت کو اقتصادی نقصان پہونچانے کی کی تھی، اسکے عشر عشیر سعی بھی اُن طاقتوں کی اشیاء تجارت کو (جو اس شرمناک اسلامی خونریزی کی موجب ہوئیں) بائیکاٹ کرنے کے لیے نہیں کی، اور اسکا رائد بھی احساس نہوا -

حقیقت یہ ہے کہ لوگ مجبور بھی ہیں - کریں تو کیا کریں ؟ جو چیزیں ملتی ہیں وہ سب یورپ کی مصنوعات ہیں، اور اس طرح اہل یورپ ہمارا خون طرح طرح سے چوس رہے ہیں لیکن اب تو خون بھی باقی نہیں رہا -

حقیقت یہ ہے کہ ہم اپنی تلوار سے خود ہی اپنا گلا کاٹ رہے ہیں اور دشمنوں پر اپنی خونریزی کا الزام قائم کرتے ہیں - کیا یہ تلوار ان کے ہاتھہ میں خود ہم نے، ان کی تجارت کو ترقی دیکر نہیں دیدی ہے ؟

اب ذرا غور فرمایئے کہ ادھر تو ہم جنگ بلقان کے مجروحین کے لیے چند روپیے بقہر و اکراہ چندے میں دیتے ہیں اور ادھر اہل یورپ ہم سے بصد فریب لاکھوں روپے روزانہ وصول کرتے ہیں - ہندوستان میں مسلمانوں کی تعداد سات کروڑ بتائی جاتی ہے - ان میں بہت سے روساء و امرا ہیں جو روزانہ سیکڑوں روپے کا مال خریدتے ہیں، اور جو غریب و مفلس ہیں، وہ بھی کم از کم یورپ کی چند چیزیں تو ضرور خریدتے ہیں - اور یہ تمام چیزیں یورپ کی مصنوعات تجارتی ہوتی ہیں - اس سے آپ لوگ خیال فرماسکتے ہیں کہ ہم کسقدر روپیہ روزانہ دشمن کی نذر کرتے ہیں، اور یہ وہی ہمارا روپیہ ہے جس سے ہمارے ملکوں پر گولہ باری کی جاتی ہے اور ہمارے بھائیوں کی جانیں تلف کیجاتی ہیں - اسی کی بدولت آج ہم اپنی سلطنتوں کو غارت کر بیٹھے اور نوبت بایں جا رسید کہ خانہ کعبہ بھی معرض خطر میں ہے -

اب سوال یہ ہے کہ یورپ کی ترقی کا راز اور مسلمانوں کی تباہی کا باعث کیا ہے ؟

سبب یہ ہے کہ ہم صنعت ' مزدوری ' اور تجارت کو ننگ و عار جانتے ' اور ملازمت کو باعث افتخار و امتیاز سمجھتے ہیں -

آپ اور قوموں پر نظر ڈالیے - ہر طرف تجارت کی گرم بازاری ہے - ہمیں اپنے ہادر بہائیوں کی ترقی تجارت پر نہایت ہی مسرت ہوتی ہے کہ وہ بفضلہ تعالی ہم لوگوں جیسے غیر ملک کے محتاج نہیں - کپڑا بنتا ہے ' صابون تیار ہوتا ہے ' دیا سلائی بسکٹ تمام ضروری چیزیں طیار کرکے غیر ملکی مصنوعات سے مستغنی ہو سکے ہیں ' مگر حیف ہے مسلمانوں پر ' جنہوں نے غلامی اور حلقۂ بگوشی کے سوا اب تک کچھہ نہ جانا - تمام قومیں ترقی کے مدارج طے کرچکیں ' لیکن ہم جہاں سے چلے تھے ' وہیں موجود ہیں :

شکست رنگ شباب و ہنوز رعنائی
دراں دیار کہ زادی ' ہنوز آنجائی

جب سے اٹلی کی جنگ شروع ہوئی ہے ' میں نے بذات خود بیلاں ' فیتے ' کنارہ ' خرید نا بند کر دیا - بلکہ کپڑا اور عام چیزیں بھی بہت دیکھکر خرید تی ہوں - میں نے اپنی تمام بہنوں سے عہد لیے ہیں اور بزرگوں سے استدعا کی ہے کہ وہ ہرگز کنارہ بیلیں نہ خریدیں اور جہانتک ممکن ہو ان اعداء اسلام ممالک کی اشیاء کی خریداری سے پرہیز کریں (جو ہمارے اسلامی ممالک کے درپے آزار ہیں) مجھے اپنی اس کوشش میں بفضل خدا بہت کامیابی ہوئی -

مجھسے ایسا سوال کیا جاتا ہے ' کہ کپڑا بھی تو یورپ ہی کا بنا ہوا ہوتا ہے - اسکا سواے اسکے اور کیا جواب ہوسکتا ہے کہ جتنا ہم گناہ کم کریں بہتر ہے - یہ گناہ ہم بدرجہ مجبوری کرتے ہیں اور وہ اپنی رہائش کے لیے ' اسکے متعلق میں رسالہ " خاتون " کے ماہ جولائی سنہ ۱۹۱۲ کے پرچے میں ایک مفصل مضمون لکھہ چکی ہوں -

جس وقت کپڑا خریدا جاتا ہے تو دل دکھتا ہے کہ افسوس یہہ ہمارا روپیہ ہمارا ہی خون بہالیگا ' مگر کچھہ چارہ کار نظر نہ آتا تھا ' الحمد للہ کہ انجمن خدام کعبہ قائم ہوگئی - یہہ انجمن نہ صرف ہمارے مصائب ہی کو دور کریگی بلکہ اگر چاہے تو تمام قوم میں ایک روح حیات پھونک دے سکتی ہے - یتیم خانوں کی حفاظت اور توسیع ' جہازوں کی فراہمی ' یہ وہ درکام ہیں کہ اگر فضل خدا شامل حال ہے تو مسلمانوں کی زندگی میں ہو جائینگے -

لیکن پھر اسکا ایک پہلو تاریک بھی نظر آتا ہے اور وہ دیمک جو عرصہ سے مسلمانوں کو کہا رہا ہے ' کام کیے ہی جایگا ' یعنی غیر ملکی مصنوعات کی خریداری ' جسکی بدولت وہی گولہ بارود بنکر ہمارے لیے آئیگی - اگر ترکی کو آپ پانچ چار لاکھہ روپیہ سالانہ بھیجدیا کرینگے تو اس رقم قلیل سے خانہ کعبہ کی کیا حفاظت ہوسکتی ہے ؟

ان وجوہ سے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس ایک ثلث رقم سے جو حفاظت کعبہ کیلیے حکومت حافظ حرمین کو بھیجنے کی تجویز ہے ' ایک کپڑے کا کارخانہ کھولا جاے ' اور اسکے منافع سے ایک مناسب رقم حفاظت کعبہ کیلیے جمع کی جاے ' یا بھیجی جاے ' اور باقی کل منافع کارخانہ کی توسیع کیلیے اور رفتہ رفتہ کارخانوں کی تاسیس میں صرف ہو ' اور ان ہندوستانی مصنوعات کیطرف بھی خاص توجہ کی جاے جن کے بنانے والے اگرچہ مسلمان ہوتے ہیں مگر ہمارے افلاس و کم مایگی کے باعث اغیار اوس سے فائدے اٹھاتے ہیں - اگر انکو ترقی دیجائے ' اور ان سے خود مسلمان فائدہ اٹھائیں تو اسلامی تجارت میں عجیب خوش حالی پیدا ہوجاے -

میں یہ ضرور کہونگی کہ اگر انجمن نے اسطرف توجہ نہ کی تو ان چندوں سے مسلمانوں کی ازدیاد غربت کے سوا کوئی اور فائدہ حاصل نہوگا - اگر کوئی خدمت و امداد کعبہ کا دعوی بھی کرے تو غلط ہے ' بلکہ وہ حقیقت میں دشمنوں کی خدمت و امداد کررہا ہے ' ایسے وہ بجاے خادم و ناصر کعبہ ہونے کے ' دشمن و برباد کن کعبہ ہے -

دوسری تجویز یہ ہے کہ ترکی میں بھی انجمن خدام کعبہ کی شاخ قائم کیجاے اور انجمن کے بیت المال کا بھی ایک مصرف وہاں قرار دیا جاے -

حج کے موقعہ پر لاکھوں جانوروں کی قربانی کی جاتی ہے ' اگر ان کی کھالیں جمع کی جائیں اور اس سے عرب میں چمڑے کے کارخانے قائم کیے جائیں تو وہاں کی ساختہ مصنوعات اسلامی دنیا میں نہایت فروغ بخش ثابت ہونگی - یقین ہے کہ ہمارے ترک و عرب بھائی عرب و ترکی میں اس مفید تجویز کو پسند کرینگے اور یہ نیک تجویز ترکوں ' عربوں ' اور ہندی مسلمانوں کے اس رشتۂ اخوت کو جو کعبہ کی مشترکہ خدمت کے جذبے سے قائم کیا جاتا ہے ' زیادہ مستحکم و مضبوط کر دیگی - داعیہ

عاجزہ مکرم جہاں ' از شملہ

سیاہ نپولین

حریت دل ڈھونڈھتی ہے ' رنگ نہیں

" ڈبلن ریویو " میں مسٹر گریہم Graham نے توسینٹ (Toussaint) کے حالات شائع کئے ہیں - اس عجیب و غریب آدمی کو مضمون نگار نے " سیاہ نپولین " کے نام سے تعبیر کیا ہے -

مسٹر گریہم کہتے ہیں کہ یہ شخص سان ڈامنگو San Damingo میں بہ حالت غلامی سنہ ۱۷۴۳ ع میں پیدا ہوا تھا - پچاس برس تک جزائر غرب الہند میں زراعت کی مزدوری کرتا رہا مگر اس طویل زمانۂ غلامی میں اسکے دل سے آزادی کا خیال ایک لمحہ کے لیے بھی جدا نہ ہوا - یہ پاک چنگاری برابر اسکے سینے میں سلگتی رہی - بالاخر اس چنگاری نے اس روح آتشیں میں آگ لگادی جو تمام امریکہ میں بھڑک دیا گیا تھا - آخر کو انٹیلس (Antilles) سے یہ آگ نمودار ہوکر تمام براعظم امریکہ میں بھڑک گئی ' اور بالاخر اس میں اس ملک کی غلامی جلکر خاکستر ہوگئی -

اس نے اپنے ملک میں دائمی فتنۂ و فساد اور مصیبت و فلاکت کو دیکھا جسکی وجہ سے اس مظہر غیرت حق کو جوش آگیا اور اس نے انسان کو وہ حقوق دلاے جو اسکے ہم نوع انسانوں نے صرف اختلاف رنگ کی وجہ سے اس سے چھین لیے تھے ' اور جس نے سیاہ انسانوں کو وحش اور بہائم بنا رکھا تھا - اگرچہ اسکی کوششیں زیادہ دور تک سر سبز نہ رہنے پائیں - اور اسکے ملک کے غدار ' اور نمکحرام گروہ نے ' جو غلامی کو حریت پر ترجیح دیتا تھا اور جو ہر جگہہ موجود ہے اور ترجیح دیتا ہے ' اسے گرفتار کرادیا ' مگر تاہم اس ہمت کے بادشاہ نے کبھی نا امیدی اور خوف کو اپنے پاس آنے نہ دیا - اس نے اپنی بلند ہمتی اور اولوالعزمی سے تاریخ عالم میں کام کرنے اور کوشش کرنے کا ایک نیا باب کھول دیا ہے -

Tousaint توسینٹ کی صرف فوجی قابلیت نے اسے سیاہ نپولین کا خطاب خود اہل یوروپ کے زبان سے دلایا ہے - جس کا وہ دشمن شدید تھا ' اور جس پر اسکو فخر تھا - (بقیہ برید فرنگ)

اسئلہ و مناظرہ

چند اور نئے الفاظ ! !

" اکاذیب " اور " شرمناک "

سلسلۂ خط و کرب

از مسٹر عبد الماجد بی - اے - لکھنؤ

۱۷ - ستمبر کے الہلال میں صفحہ ۲۲۱ - سے لیکر صفحہ ۲۲۳ - تک انشا پردازی و خطابت کے پردہ میں جن مبہم " مغالطات " کا طومار پیدا کردیا گیا ہے ' انکی داد " مذاق " کے طلبا دینگے میں اگر ادنی " پردہ دری " کرنا چاہوں بھی ' تو شاید اپنے دوسرے مشاغل کو کافی صدمہ پہنچائے بغیر نہیں کرسکتا - البتہ اُن متعدد " بیباکانہ اکاذیب " میں سے ' جو اس مضمون کی زینت و زیبائش کا باعث ہو رہے ہیں ' ایک بات کا صاف کردینا میں ہر حال میں ضروری سمجھتا ہوں - وہ قطعاً غلط ہے ' کہ میں اس معاملہ میں " واقف کاروں " سے مشورہ طلب کرلینے ' یا انکے مشوروں کے تسلیم کرنے پر تیار نہیں ہوں ' میں خود ' بلا الہلال کے دربار سے کوئی ہدایت پائے ہوے ' ملک کے اُن متعدد تعلیم یافتہ حضرات سے مشورہ طلب کر چکا ہوں ' جو میرے نزدیک مشورہ دینے کے اہل ' یا بہ قول آپکے ' " واقف کار " ہیں - میں نے اس مسئلہ میں مشورہ حاصل کیا ہے مسٹر سید کرامت حسین (سابق جج ہائی کورٹ) سے جو علوم عربیہ میں کمال رکھنے کے علاوہ فلسفۂ جدید (خصوصاً فلسفۂ اسپنسر) کے بھی عالم ہیں - میں نے استفادہ کیا ہے ' مولانا حمید الدین بی - اے (پروفیسر میور کالج الہ آباد) سے جنکی جامعیت علوم مغربیہ و مشرقیہ سے شاید آپکو بھی انکار کی جرات نہ ہو - میں نے استشارہ کیا ہے مولوی عبد الحق بی - اے (صدر مہتمم تعلیمات حیدر آباد) سے ' جو علاوہ علوم مغربی سے واقفیت کے عربی میں بھی کافی دستگاہ رکھتے ہیں ' میں نے مشورہ حاصل کیا ہے خان بہادر سید اکبر حسین (الہ آبادی) سے ' جو علاوہ اردو زبان میں سند (Authority) ہونے کے فلسفہ جدید کا خاصہ مذاق رکھتے ہیں - اور میں نے مشورہ طلب کیا ہے اپنے شہر کے پروفیسر مرزا محمد ہادی بی - اے (کرسچن کالج) سے جو علوم قدیمہ و جدیدہ دونوں میں مشہور قابلیت رکھتے ہیں - حضرات موصوف کے علاوہ میں نے اور بھی اُن متعدد تعلیم یافتہ لوگوں سے استصواب رائے کیا ہے ' جنکی علمی و ادبی قابلیت کی شہرت ابھی غالباً اُس فضا میں نہیں پہنچی ہے ' جس میں الہلال کا نشو و نما ہو رہا ہے -

اور پھر میں نے بعض اُن سنجیدہ مذاق اصحاب سے بھی تبادلۂ خیالات میں کبھی تامل نہیں کیا ' جو چند دنوں سے آپکے استاف میں ہیں - بعض حضرات سے ان مسائل پر کافی بحث ہو چکی ہے ' ہو رہی ہے - میرے لایق دوست مولوی سید سلیمان نے جس محنت سے وضع اصطلاحات علمیہ پر ایک تحریر شایع فرمائی ہے ' نیز میرے ایک دوسرے دوست (" خدا بندہ " از جونپور) نے اسی مسئلہ لذت و الم پر مضمون تحریر فرمایا تھا ' میں اسکا اعتراف کرتا ہوں -

ہاں یہ جرم مجھہ سے البتہ سرزد ہوا ہے (اور شاید آپکے ضابطۂ تعزیرات میں یہ جرم ناقابل معافی ہو) کہ میں نے اُس شخص سے دستگیری کی التجا نہیں کی ' جس نے گو اپنی خطیبانہ سحر بیانیوں سے ایک بہت بڑی جماعت کو مرعوب و مسحور کر رکھا ہے ' مگر جسکے " خالص کمالات علمی " کا ثبوت مجھے ابتک باوجود " سعی و تلاش " کے نہیں مل سکا ہے -

رہا آپکا یہ دعوی ' کہ عربی میں فلسفہ کی بہتر سے بہتر اصطلاحات موجود ہیں بہ شرطیکہ تلاش کی جائیں ' تو اسکے متعلق میں نے اپنے پچھلے خط میں جو سوال کیا تھا ' وہ بدستور قائم ہے - مجھے بتائیے کہ میں سایکالوجی ' ایپسٹما لوجی ' ایتھکس (اپنے جدید معنے میں) اور منطق استقراء کی مصطلحات کس کتبخانہ میں تلاش کروں ؟ کس کتاب میں ڈھونڈھوں ؟ مصر کے نامور فضلا ' مشہور مستشرقین یورپ ' اور خود ہندوستان کے مستند ترین فضلا (مثلاً شمس العلما مولانا شبلی نعمانی) تو اپنی لاعلمی کا اظہار کرتے ہیں ' لیکن الہلال کو اپنے دعوے پر اصرار ہے ' اور چونکہ یہ دعوی الہلال نے کیا ہے ' اسلیے کسی دلیل کی بھی حاجت نہیں ' محض اسکا اعادہ و تکرار کافی ہے - لیکن یاد رکھیے کہ یہ خطیبانہ حربے ' عوام فریب تقریروں و تحریروں میں خواہ کتنے ہی کارگر ہوتے ہوں ' لیکن علمی مباحث میں انکا استعمال قطعاً بے محل و غیر موثر ہونے کے ساتھہ " بیحد شرمناک " ہے - سیاست اور مذہب مدت سے آپکی تیغ خطابات کے زخم خوردہ ہو رہے ہیں ' اب مہربانی کرکے علمی مسایل کی جان پر تو رحم فرمائیے -

الہلال :

سخت شرمات وہ ' اتنا نہ سمجھتا تھا انہیں
چھیڑنا تھا تو کوئی سخت دعا دینا تھا !

اب تک تو صرف " خط و کرب " کے متعلق بحث تھی ' لیکن اب میں سمجھتا ہوں کہ آپکی لغات و مصطلحات جدیدہ و مخترعہ میں اور چند الفاظ و اصطلاحات کا بھی اضافہ ہوگیا ہے - اگر وضع و اختراع کی رفتار ایسی ہی جاری رہی تو مجھے ہمت ہاردینے کا علانیہ اعتراف ہے

[illegible]

اب تک تو صرف یہی مصیبت تھی کہ آپ " خط و کرب " کا مطلب وہ نہیں سمجھتے جو سمجھانا چاہتے ' لیکن یہ تو بڑی مصیبت ہوئی کہ اب مغالطات ' مذاق ' پردہ دری ' بیباکانہ اکاذیب ' کمالات علمیہ ' اور بیحد شرمناک کے متعلق بھی مجھے خوف پیدا ہوگیا ہے کہ آپ انکے معانی سے بے خبر ہیں اور نہیں جانتے کہ ان الفاظ کو ان موقعوں پر بولنا چاہیے ؟ میں نے اسی لیے اپنی تحریر میں اسطرح کے الفاظ کو ان ورقوں کا ہاتھ سے [illegible] کردیا ہے -

اگر میں چاہوں تو بعذر " اپنے مشاغل کو صدمہ پہنچانے " ان الفاظ کے معانی کی [illegible] کرسکتا ہوں جو افسوس ہے کہ مثل " خط و کرب " کے آپ کو معلوم نہیں - لیکن چونکہ مجھے معلوم ہے کہ آپ نصیحت میں آ گئے ہیں ' اور ابھی عہد میں آپ کالجوں پر [illegible] ہے ' اسلیے آپکو معذور سمجھتا ہوں اور آپنے عہد پر [illegible] ہوں - کاش آپکو [illegible] کہ مسائل علمیہ کا فیصلہ کالجوں اور محض ادعائی اسناد سے نہیں ہوتا - (اکاذیب) اور (شرمناک) کے استعمال ایسے محض ان دو لفظوں کو مثال خط و کرب کے سن لینا ہی کافی نہیں ہے بلکہ انکے مواقع استعمال کو بھی مثل " خط و کرب " کے معلوم کرنا چاہیے -

غصے میں اُنکو کچھہ نہ رہا تن بدن کا ہوش
کیا لطف ہم نے شب کو اٹھاے عتاب میں !

اب آپ اور بگڑیں گے اور کہیں گے کہ مسائل علمیہ میں ایسے عاشقانہ شعروں کا پڑھنا " اکاذیب " ہے - " بہتان " ہے - " بے حد شرمناک " ہے - لیکن خیر " بیحد شرمناک " اقدامات تو پہلے ہی کرچکا ہوں ' اب کیا ہے کہ دو تہمتیں کیلیے آپکے عشوہ طرازانہ غیظ و غضب سے جی بھی نہ بہلاؤں ؟

کاوش سے انکی خوش ہوں مگر حسن اتفاق
جو تیر بھی جو پہنچا ' وہ ہی مرا مدعا ہوا

البتہ یہ ضرور کہونگا کہ آپ کو تحریر و تالیف کا شوق ہے - آپ علمی مباحث میں مشغول رہنا چاہتے ہیں - بہتر ہے کہ طبیعت میں صبر و سکون پیدا کیجیے اور ذرا ذرا سی چوٹوں سے گھبرا نہ اٹھیے - آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ اصلاح و تنقید کے کاموں میں جس قدر سختی ضروری اور بعض حالتوں میں سخت سے سخت الفاظ کا استعمال تک بھی عین عدل و انصاف ہے ' اتنا ہی علمی مباحث میں اس سے احتراز کرنا چاہیے - اپنی راے نہایت سادگی سے قائم رکھیے ' مخالف کا سخت سے سخت بھی نقد میں جواب دیجیے ' مگر دشنام آمیز الفاظ کا استعمال اور غلط الزام دہی کسی طرح جائز نہیں - ذرا سی بات پر بگڑ اٹھنا ' اور مخاطب پر بغیر کسی ثبوت کے کذب و افترا اور اعمال ستودہ کا الزام لگانا ' لوگوں کی نظر میں آپکے وقار کو کھودیگا ' اور جن کاموں میں آپ رہنا چاہتے ہیں انکے لیے نہایت مضر ہوگا - سب سے زیادہ یہ کہ اسطرح کی طفلانہ برہمی آپکی اس حیثیت کو صدمہ پہنچا دیگی ' جسکے آپ خواہشمند ہیں ' یعنی علمی زندگی کے اختیار کرنے میں حارج ہوگی - اور پھر ویسے ہی آپ جانتے ہیں کہ اسی راہ چلتے بھلے آدمی کو گالی دیدینا اس خیال سے ' کہ شریف آدمی ہے مار بیٹھیگا نہیں ' کوئی اچھی بات نہیں ہے -

اگر میں آپ سے توجہ دلاؤں کہ " اکاذیب ' بہتان ' بیحد شرمناک اور مغالطات " میری تحریرات میں سے نکالیے تو آپکی لیے کیسی مشکل ہو ؟

" بہتان " اور " شرمناک " کا یہ حال ہے کہ میں نے چند سطروں میں آپکو ابتدا توجہ دلائی اور مجبوراً ' کیونکہ مضمون کے عنوان میں تبدیلی نہیں ہوسکتا تھا - اپنے اس رجوع کیلیے - میں نے اسکے متعلق پھر چند سطریں لکھیں - آپ کو چاہیے تھا کہ اسپر غور کرتے اور سمجھکر کچھہ لکھتے ' لیکن آپ نے فرہنگ آصفیہ ' غیاث اللغات ' بہار ' و ڈکشنری ' اور اسٹین گاس کی سندات کا پشتارہ اٹھا لیا اور بلا تامل پٹک دیا - اسپر میں نے دیکھا کہ اصل موضوع کے علاوہ چند در چند غلطیاں ایسی پیدا ہوگئی ہیں جنکی وجہ سے زبان اور وضع اصطلاحات و اسناد و استشہاد کتب کی نسبت لوگوں کو سخت غلط فہمیاں ہونگی اور ایک فتنۂ لغویہ کا دروازہ کھل جائیگا - بس میں نے بتفصیل سے اپنے خیالات ظاہر کیے - تاہم بحث سے پہلے آپکے شوق علمی کی تعریف کی - آپکو علم تعلیم دادہ طبقہ کی چہل سالہ جمود دوستی سے الگ پاتا ہوں اور خوش ہوتا ہوں - اسکا اظہار کیا ' اور پورے مضمون میں کہیں بھی کوئی سخت لفظ یا " شرمناک " الزام آپ پر نہ لگایا کہ ایسے مباحث میں ان باتوں کا موقعہ ہی کیا تھا -

میں نے اول سے آخر تک اصولاً بحث کی اور پھر آخر میں دفعہ وار نتائج بحث پیش کردیے - ان تمام دفعات میں سے ایک دفعہ کی نسبت بھی آپنے کچھہ نہیں لکھا اور نہ کوئی جواب دیا - آپکو " اپنے اشغال " کے مضروب و مجروح ہونے کا خوف ہے ' لیکن افسوس کہ آپ کو ایک کالم سے زیادہ لاحاصل دشنام دہی اور ادعائے الزام کی فرصت ملگئی ' مگر میرے سوالوں کے جواب دینے کا موقعہ نہ ملا ؟ میں نے استعمال اصطلاحات ' علم بول چال اور اصطلاحات علمیہ کے اختلاف ' الفاظ مہندہ و سخیفہ کی حقیقت ' غیاث اللغات اور فرہنگ آصفیہ کے حوالے ' انگریزی لغات سے استشہاد ' اور متعدد امور کی نسبت جو کچھہ لکھا ' اسکا کیا علاج ہے کہ آپکو اسمیں صرف " اتہام " - " بیحد شرمناک " " مغالطات " اور " اکاذیب " ہی نظر آیا ؟ اور اسپر ستم جو نکتہ یہ کہ اپنے اشغال عظیمہ اور اعمال عالیہ کو ٹھیس لگنے کے خوف سے ثبوت و دلیل کی فرصت بھی نہیں !

ہما خوبیاں ہیں میرے تغافل شعار میں !

" انشا پردازی " اور " خطابت " جس سے نام لینے کی اپنے اس تحریر میں نہایت غیر مخفی سعی کی ہے ' بار بار آپکی زبان پر آتا ہے - خطابت فن تقریر کو کہتے ہیں - غالباً خطابت کو آپ خطابیات کے معنوں میں بول گئے ہیں - اگر ایسا ہی ہے تو اسکے لیے بھی آپکو صبر و انتظار کے ساتھہ سمجھنے کی کوشش کرنی چاہیے - اگر آپ یا آپکے ساتھہ اور لوگ بھی اس نادانی میں مبتلا ہیں کہ مباحث علمیہ کے لیے ضروری ہے کہ انکا طرز تحریر قصداً نہایت روکھا پھیکا ' اور غیر انشا پردازانہ رکھا جاے - اگر ایسا نہیں ہے تو وہ کوئی علمی بحث ہی نہیں ' تو یہ نہایت سخت غلطی ہے - یہ ضرور ہے کہ علمی مباحث کو عام ادبیات سے مختلف ہونا چاہیے - لیکن اس اختلاف کی بنا طرز تحریر نہیں بلکہ مطالب کا اختلاف ہے -

یہ اسکی تفصیل کا موقعہ نہیں - لیکن حظ و کرب کے متعلق میری تحریر کوئی علم و فن کا مقالہ نہ تھا بلکہ آپکے مضمون پر ایک سرسری نقد تھا - اگر انشا پردازی سے آپکا مقصد یہ ہے کہ اس کی عبارت اچھی اور اسکے الفاظ اور جملے بلیغانہ تھے تو کوئی شخص آپکی اس تعریض کا مطلب نہ سمجھہ سکے گا کہ کسی مضمون کا خوش عبارت و بدیع الالفاظ ہونا اسکے پیش کردہ مطالب کے غلط ہونے کیلیے کیونکر مستلزم ہے ؟ اگر ایک شخص اپنے ہر طرح کے مطالب کو اچھی عبارت میں لکھہ سکتا ہے تو یہ اللہ کا ایک فضل ہے اور یقیناً خوشی کی بات ہے - پھر آپ اسکے لیے غمگین کیوں ہیں ؟ کیا آپ کے جواب دینے کیلیے یہ بھی ایک شرط ہے کہ مضمون " غیر انشا پردازانہ ہو " ؟

آپ نے تمام مضمون میں صرف ایک ہی بات موضوع بحث کے متعلق لکھی ہے - یعنی یہ کہ اپنے اس بارے میں ارباب علم سے مشورہ کیا ہے - لیکن آپنے کچھہ نہیں بتلایا کہ کس بارے میں مشورہ کیا ہے ؟ لذت و الم کے غیر کافی ہونے میں یا حظ و کرب کی صحت میں ؟ تاہم اگر یہ سچ ہے کہ ان حضرات نے حظ و کرب کو صحیح بتلایا ہے تو مجھے یہ کہنے میں ذرا بھی تامل نہیں ہوسکتا کہ ان سب نے غلطی کی ہے ' جس طرح میں خود بھی اپنے خیال میں غلطی پر ہوسکتا ہوں - آپ کم از کم اس امر کو صاف کردیں کہ آپکا یہ استفتا کس سوال پر مشتمل تھا ؟ تاکہ اس سے جواب کا تعلق و مفہوم متعین ہوسکے -

آپنے بے فائدہ یہ لکھکر اپنی طبیعت کو خوش کرنا چاہا کہ میرے علمی کمالات کا کوئی ثبوت نہیں - تاہم ' معلوم نہیں کہ علم سے آپکا مقصود کیا ہے ؟ کہیں حظ و کرب اور اتہام و شرمناک کی طرح اس بارے میں بھی کوئی اختراع خاص نہو کیونکہ اب آپکے ہر لفظ کے متعلق شبہات پیدا ہونے لگتے ہیں - خیر ' کچھہ بھی مقصود ہو ' لیکن میں سمجھتا ہوں کہ آپنے اپنے ترکش طنز و تشنیع کا سب سے زیادہ قیمتی تیر ایک ایسے نشانے کی فکر میں ضائع کیا ' جہاں اسکے صرف کی بالکل ضرورت نہ تھی - میں نے آجتک کبھی بھی یہ دعوا نہیں کیا کہ علم و فن کا میں ماہر ہوں -

البتہ ان لوگوں کو شرمانا چاہیے جو آج چالیس سال سے علمی توقعات کا مرکز ہیں، جنہوں نے یورپ کی علمی زبانوں کی تحصیل کی ہے، اور جو فی الحقیقت خدمت علم انجام دینے کیلیے تمام ملک میں صرف ایک ہی گروہ ہے - وہ اگر اپنے علمی کمالات کا ثبوت دینے میں مقصر رہے ہیں تو انکے لیے افسوس ناک ہے - نہ کہ میرے لیے -

اپنے " تلاش " کا بھی لفظ لکھا ہے کہ " با وجود سعی و تلاش، علمی کمالات کا کوئی ثبوت نہیں ملا " لیکن یہ تلاش ویسی ہی تلاش تو نہ تھی، جیسی آپنے " حظ " کی تحقیق و جستجو میں حضرت غیاث اللغات اور علامہ پامر کی رہنمائی میں کی تھی ؟ اگر ایسا ہے تو پھر صورت حال دوسرے ہی ہوجاتی ہے -

آخر میں آپسے پھر کہونگا کہ محض دوسرے کو ادعائی الزام دیدینے، غصے میں آکر روٹھ جانے، مخاطب کو جاہل کہدینے اور گالیوں کے دینے سے کسی بحث کا فیصلہ نہیں ہوسکتا - آپ لکھنے پڑھنے کا کام کرنا چاہتے ہیں تو اپنی طبیعت کو بدلیے - اس مضمون کو آپنے غیظ و غضب کے عالم میں لکھا ہے، اسلیے قابل معافی ہے - لیکن ایک علمی مذاق رکھنے والے شخص کو اسدرجہ عدم زیب نہیں دیتا - آپنے میری تحریر کے متعلق نہایت افسوس ناک طریقہ سے بلا قصد غلط بدبانیاں کی ہیں - اگر میں چاہوں تو زیادہ سخت الفاظ لغت میں مل سکتے ہیں - لیکن پھر اس سے کیا حاصل ؟ بحث و مباحثہ سے مقصود کسی لفظ کی تحقیق و صحت کا کشف ہے نہ کہ اور کچھ - میں نے اپنی تمام تحریر میں کوئی لفظ سخت نہیں لکھا اور بہتر تھا کہ آپ اسکا جواب دیتے - جواب کی جگہ آپنے جو طریقہ اختیار کیا، وہ میرے لیے بہت مایوسی پیدا کرتا ہے - تاہم میں ہنستا ہوں، اور ایسی نا دانیوں کو ہنسکر ٹالدینا ہی بہتر ہے -

رہا مسئلۂ اصطلاحات علمیہ، تو اپکو یاد دلانے کی ضرورت نہ تھی - میں خود اب اس بحث کو آخر تک پہنچاے بغیر کب چھوڑنے والا ہوں خواہ آپ اس سے بھی زیادہ غصے میں آ آکر بگڑتے رہیں - میں لکھتا رہونگا، تا انکہ اصطلاحات علمیہ کا مسئلہ ایک حد تک صاف نہ ہو جاے -

میں بہت خوش ہوں کہ گو آپنے اپنا مضمون بازار کے کسی چبوترے پر سے شروع کیا، لیکن خاتمہ ناصحانہ انداز میں ہوا ہے - آپ نے محبت علم و عقل میں بیقرار ہو کر نصیحت کی ہے کہ " مذہب اور سیاست تو تیغ خطابیات سے زخمی ہوچکے ہیں، اب علم پر رحم کیجیے "

اللہ اللہ ! آپ کو بھی مذہب کے زخمی ہونے کا درد ہے ! !

اینکہ می بینم، بہ بیداریست یا رب یا بخواب ؟

یہ ایک نہایت مسرت انگیز خبر ہے - تاہم مذہب و سیاست کی تو آپ چنداں فکر کریں نہیں - اسکی تو آپ حضرات کی خدمات جلیلہ سے تلافی ہو ہی گئی ہے اور ہو رہیگی - رہا علم، تو اللہ اسکے زخموں کو اپکے دست مسیحائی سے مرہم پٹی مبارک کرے -

البتہ اس تقسیم سے غریب " زبان " رہگئی تو کوئی مضائقہ نہیں - " خوش قسمتی " سے فرہنگ آصفیہ اور غیاث اللغات اپکی " میز " پر موجود ہی ہیں - خدا اس " خوش قسمتی " سے ہمیشہ علم و ملت کو بہرہ ور اور شاد کام فرماے ! !

این دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد !

حیران ہوں کہ " مذہب و سیاست " کا لفظ کس آسانی سے اب لوگ بول اٹھتے ہیں ! ویحسبونہ ہینا وھو عند اللہ عظیم :

ہر بو الہوس نے حسن پرستی شعار کی
اب آبروے شیوۂ اہل نظر گئی !

تاریخ حیات اسلامیہ

الہلال اور پریس ایکٹ

حافظ صبور باش کہ در راہ عاشقی
ہر کس کہ جاں نداد بجاناں نمیرسد

آخر کار جس شہید حریت کو اپنی آزادی کا سچا ادعا تھا، جس مجنون صداقت کے رگ رگ سے وارفتگی ٹپکتی تھی، اسکے پاؤں میں بھی عارضی بیڑیاں پڑ ہی گئیں !

اللہ اللہ ! جس محو توحید نے زمانہ کا عیش حیات خود پر حرام کیا کہ گمراہان وادی عشق کی رہنمائی کرے، جس شمع حریت نے گم کردگان راہ مقصود اور سرگشتگان کوچۂ غفلت و ضلالت کے لیے اپنی متاع زندگی تک نذر کردی، تاکہ ضیاء حق و صداقت سے ظلمت کدۂ ملت کو منور کردے - وہ علم بر دار حزب الہی، جو جاں بکف ہم سرشاران غفلت کی نادانیوں پر بیچین ہوکر آیا، اور بیقرار ہوکر مد ہوشان بادۂ غلامی کے بار بار جھنجھوڑے، ہم کو چونکایا، پرانے درد محبت کو تازہ کیا، جسکو رقیبوں کی صحبت ہرسائی نے ہم سے چھین لیا تھا، بھولے ہوے عہد اسیری و پیمان وفا کیطرف اشارہ کیا، اور آہ وہ، کہ ہم نے اوسکو نادانوں کی طرح الزام فریب کاری دیا، اور کیونکر نہ دیتے کہ اغیار کا سحر شرارت پوری طرح کارگر ہو چکا تھا - لیکن اسپر بھی وہ ملول نہوا، بار بار غمخوارانہ، غمگسارانہ، اور شفقت فرمایانہ شان تحمل سے نیم مضطرب اوار میں بھی سوال کرتا رہا :

ز کدام شہر آئی کہ بدوستاں نہ پرسی،
مگر اندراں ولایت کہ توئی وفا نباشد ؟

ہاں اے استبداد پرستو ! آخر اسکے لئے بھی وہ دن آ ہی گیا کہ جرم عشق میں مبتلاے مشکلات ہوا، اور ابھی کیا ہوا ہے ؟

ازیں مزوں نتوانی بمن جفا، ورنہ
تو آں نئی، کہ جفاے توانی و نکنی

اے کافر نعمتو ! یہ کیسا شرف نفس ہے کہ جس ذات گرامی نے اپنی جان کو اسیر آلام و مصائب کیا، تاکہ تمہیں اس صہباے حریت کے جام پلادے، جس سے کہ وہ خود بھی خود رفتہ تھا، اور آسی کو خود عاشق صفت بھی بننا پڑا کہ تم کو مانوس عشق بنا دے ؟

پھر اوس سے اسقدر بے پروائی اور بے توجہی ؟ یہ کیا بجز اسکے معنی ہے کہ ایسے جان نثار ملت کو دشمنوں کے حوالے کر دیا جاے، جو نہیں چاہتے کہ تم میں حس بیداری پیدا ہو اور جو تمہارے متاع درد کے دقیقاً غارتگر ہیں ؟ آہ یہ کیوں ہے کہ تم خاموش ہو ؟

الہلال، یہ پشیمان محبت، آہ اب کیوں نہ مجبور کیا جاے کہ وہ جدہر طرف بے انتہا توقع اور امید سے ملتفت ہوا تھا، وہ اوس سے یوں دامن کش رہیں ! اسکے لیے سخت اذیت ہے کہ تمکو تباہ ہوتا دیکھے اور ساکت رہے، دیکھتا رہے کہ اغیار کا زہر رگ و پے میں ساری ہو رہا ہے اور پھر خاموش رہے - کاش کہ اس فدا کار جانسوز کی قدر کی گئی ہوتی اور اس کو اعدا کے حملوں سے محفوظ رکھنے کی کوشش کی گئی ہوتی - نادانو ! کیا اتنا نہیں سمجھتے کہ تمہارا حریف اگر آج قلعہ کی پہلی منزل پر ہے تو کل چوٹی

پر پہنچ سکتا ہے ' جسکے بعد قلعہ میں ہر طرح کا تغیر و تبدل ایک ذرا سی چیز ہوگی ؟ کہاں ہے وہ دعواے آزادی و استحقاق داد حریت طلبی ؟ ہم نصیب ترکوں اور بد قسمت ایرانیوں پر بیجا دباؤ اور انکی حق تلفی گوارا نہیں ' چالیس کروڑ فرزندان اسلام کی رہنمائی پر فخر ' قولاً اور فعلاً اسلام کے سچے فرزند ہونیکا ادعا ' سلف گورنمنٹ کی اهلیت کا اظہار ' جوش و خروش حق پرستی ' هنگامۂ حق طلبی ' اور حریت کے نام پر قربانی کا دعوی ؟ ؟

هم چلے هیں کہ معترضوں کی ' مسلمانوں کو ایک مردہ قوم کہنے والوں کی ' تکذیب کریں ' هم اٹھے هیں کہ انکو اپنی حیات کا زندہ ثبوت دیں ' هم بڑھے هیں کہ ثابت کردکھالیں کہ مسلمان وهی مسلمان هیں جیسا کہ کبھی تھے ' مگر ابھی ایک هی قدم اٹھا تھا ' رکھا بھی نہیں ' رکھنے کے لیے اٹھایا هی تھا ' اور اٹھانے میں بھی انتظار امداد غیبی ' مصلحت اندیشی ' اور دور بینی مانع اقدام تھی ' کہ با ایں همه دعوے ضبط و استقلال و صبر و استقامت ' نگار حریت کی پہلی هی نگاہ امتحان و قہر نے بتا دیا کہ هماری پختہ مغزی تاب مقاومت نہیں رکھتی !

میں ابتدا سے دیکھ رہا تھا کہ یہ نیا دور و ولولۂ حریت اور مجسمۂ ایثار و آزادی کتنی عمر پاتا ہے ؟ افسوس کہ ان اولوالعزم دعوؤں کی حقیقت گذشتہ هفتوں میں صاف ظاهر ہوگئی کہ ابھی سب سوداے خام هی ہے - اے مدعیان سوداے عشق ! جب عدو کی پہلی هی نگاہ قہر تمہارے لئے عافیت سوز و همت ربا ہے ' جب حریف حیلہ جو کے روکنے اور دور باش کہنے کی همت اور طاقت تم میں نہیں ہے ' تو پھر اپنے دعوؤں کو واپس کیوں نہیں لے لیتے ؟ جب تمہارا شیرۂ مردانگی اس قابل نہیں تو پھر تمہارا قلب ' تمہاری جان ' تمہارا سر ' تمہاری هستی کس جھوٹے وعدۂ وفاداری عشق کیلیے ہے ؟ هوسناک مدعیوں کی ضرورت نہیں ' بہتر ہے کہ تم اسلام اور اسکے داعی (الہلال) کی پرستاری دوسرے اهل طرف کیلیے چھوڑ دو - ضبطی اور ضمانت تمہید ہے اس امر کی ' کہ رفتہ رفتہ الہلال کو هم اغوش گمنامی (خدانخواسته) کردیا جاے ' اور هم اسیطرح خاموش بیٹھے رهیں جسطرح ابتک صیاع حیات ملی پر همیشه خاموش رہے هیں - آہ اعیار هنده رن هیں کہ هم هی وہ حامل راہ عمل هیں جو دعوے اهلیت ملک رانی کرتے هیں ' هم هی وہ رسوا کن اسلام هیں جو ترکی و ایران کی حفاظت کرنے چلے ہیں ' میں پوچھتا هوں کہ کیا تم میں روح غیرت و ثاثر باقی ہے ؟ اگر ہے تو اسکا ثبوت ؟

در دهر نہ یے گل عذارے نرسید
تا بر دلش از زمانه خارے نرسید
در شانه نگر کہ تا بصد شاخ نشد
دستش بسر زلف نگارے نرسید

سید محمد عبد المهیمن مرهانی - بی - اے

الهــــلال

جناب کے اس ندا کارانہ جوش ملی اور مخلصانہ محبت فرمائی کیلیے سپاس منشکر و دعا گو هوں - زاد نا اللہ سعادة و ادام خدمة الاسلام ! لیکن چند امور کی نسبت گذارش ضروری ہے :

(۱) اپنے جوش محبت میں معاونین الہلال کو الزام دیا ہے کہ واقعۂ ضمانت میں امتحان استقامت نہ دیسکے - پس کہیں " نامرد " کہیں " نادانی " کہیں " بیوفائی " کے الفاظ لکھے هیں - لیکن یہ فقیر آپکو یقین دلاتا ہے کہ اگر رحوم خالق اللہ و محبودیت قلوب عباد اللہ نعمائے الہیہ میں سے کوئی قیمتی نعمت قرار دی جاسکتی ہے ' تو میں نہیں عرض کرسکتا کہ اس کریم ذرہ نواز نے اپنی یہ نعمۃ عظیمہ کس درجہ مجھہ پر مبذول فرمائی ہے ؟ الحمد اللہ کہ الہلال کو اپنے احباب و اخوان کرام سے ابداً شکایت نہیں - وہ اپنے هر طرف محبت و خلوص کے ایسے مظاہر پاتا ہے ' جنکا حاصل هونا اس دنیا میں کسی انسان کیلیے سب سے بڑی فیروز مندی ہے : فیا لیت قومی یعلمون بما غفرلی ربی وجعلنی من المکرمین !

نہ صرف اپنے مقامی اخوان طریقت هی میں ' بلکہ هر جگہ ایسے لوگوں کو پاتا هوں جو مجھے اپنے حسن ظن سے داعی حق سمجھکر صرف جان و مال تک سے دریغ نہیں رکھتے - میں ایسے مخلصین مومنین کو دیکھتا هوں جو میری محبت میں مضطرب اور میری الفت میں استقامت شعار هیں - میں ایسے محبین صادقین کی صداهاے خدمت گذار اور نداهاے الفت شعار کو سنتا هوں جو مجھسے کو سوں دور هیں ' لیکن میرے قرب کے خواهاں اور میرے رشتے کے متلاشی هیں - پھر ان سب کے بعد میرا نفس کثیف اور قلب عصیاں کار ہے ' جسکو غرق ندامت و خجالت هوکر دیکھتا هوں اور اس کرشمه ساز قدرت کی نیرنگ آرائیوں پر محو حیرت هوکر رهجاتا هوں - یہ کیا بوالعجبی ہے کہ سنگ ریزے کو اپنے بندوں کی نظروں میں لعل و جواهر دکھلا دیا ہے ' اور جو کہ خود اپنی نظروں میں حقیر ہے ' اسکو دوسروں کی نظروں میں عزیز بنا دیا ہے ؟ آہ ! وہ جو گناهوں اور بدیوں میں ڈوبا ہے ' کہاں جاے کہ اسکو خدا کے نیک بندے پیار کرتے هیں ؟ وہ جو اپنی محرومی کا ماتمی اور اپنی نارسائی پر فریادی ہے ' اس کرشمه ساز کے آگے روے کہ جسکو اپنی محبت کامل سے محروم کیا اسی کی محبت اپنے بندوں کے دلوں میں ڈالدی ؟ و واللہ لو ان ذنوبی قسمت علی جمیع اهل الارض ' لوسعتهم ' و استحقوا بها الخسف والهلاک ' فکیف بمن یحملها وحده ؟ ولکن سبحان من سبقت رحمته غضبه !!

ربندگی بدشهی نه تخت سلطانی
اگر تو خدمت محمود چون ایاز کنی
رنار کی نبرد پے بمنزل مقصود
مگر طریق روش از سر نیاز کنی
اگر نیاز بر آید ' مرو ' کہ آخر کار
بصد نیاز بخوانند ترا و ناز کنی !

آپ جوش محبت میں بیخودانہ لکھہ گئے ' لیکن آپنے میری نظروں سے میرے دوستوں کو نہ دیکھا - جو کچھہ ہے ' اسکے لیے اللہ کا شکر گذار اور اخوان ملت کے ثبات محبت کا رهین منت هوں - شکایت نہ کیجیے کہ الحمد اللہ هر طرف سامان تشکر وامر ہے ! والحمد للہ رب العالمین -

(۲) باقی الہلال کی دعوت کے قیام اور اعداے معاندین مداومت کے ارادوں کی نسبت جو چند اشارات آپنے کیے هیں ' تو یہ تو هر حالت میں ناگزیر ہے - تاهم یاد رکھیے کہ جو لوگ روز اول هی سے آخری امتحان و قربانی کیلیے سربکف هوچکے هیں ' انکے لیے جادۂ ملت پرستی کی یہ ابتدائی منزلیں کیا کٹھن هوسکتی هیں ؟ الحمد اللہ کہ الہلال کے کاموں کی نسبت مطمئن اور شاد کام هوں - حق اور هدایت صادقہ کا ظهور گو انسانوں کی هاتھی کے اندر سے هو ' لیکن فی الحقیقت وہ کار و بار الہی هیں ' جنکو خود هی وہ شروع کرتا ہے ' خود هی اسکی حفاظت کرتا ہے ' اور پھر خود هی انجام تک پہنچا دیتا ہے : و مما انعم اللہ سبحانه و علی ' تعویلی فی الشدائد والمصائب کلها علی اللہ تعالی ' بیدہ ملکوت کل شی وهو علی کل شی قدیر !

مکن تغافل ازین بیشتر کہ می ترسم
گماں برند کہ این بندہ بے خداوند ست

PRINTED & PUBLISHED BY A. K. AZAD, AT THE HILAL ELECTRICAL PRTG. & PUBLG. HOUSE, 7/1 McLEOD STREET, CALCUTTA.

لا تهنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان كنتم مؤمنين (القرآن الحكيم)

Al-Hilal,

Proprietor & Chief Editor

Abul Kalam Azad,

7-1, MacLeod street.

CALCUTTA.

Yearly Subscription, Rs 8.

Half-yearly 4 12

الہلال

ایک ہفتہ وار مصور رسالہ

مدیر مسئول و خصوصی
احمد المکنی بابی الکلام الدہلوی

مقام اشاعت
٧ - ١ مکلاوڈ اسٹریٹ
کلکتہ

قیمت
سالانہ ٨ روپیہ
ششماہی ٤ روپیہ ١٢

جلد ٣ | کلکتہ : چہار شنبہ ٢٨ - ذیقعدہ ١٣٣١ ہجری | نمبر ١٨

Calcutta : Wednesday, October 29, 1913.

فہرس

شذرات

گم شدہ امن کی واپسی

(٢)

مجلس دفاع مسجد کانپور

اجتماع ٹون ہال کلکتہ - ١٩ - اکتوبر

اس سلسلے میں بہتر ہوگا کہ پہلے ١٩ - اکتوبر کو مسلمانان کلکتہ کا جو جلسہ "مجلس دفاع مسجد مقدس کانپور" کے زیر اہتمام ٹون ہال میں منعقد ہوا تھا، اسکی روئداد شائع کردی جاے کہ اسکے ضمن میں بعض ضروری مطالب آجاتے ہیں - اور لوگ اسکے تفصیلی حالات دریافت کر رہے ہیں -

(صبر و شکر)

اگر دنیا میں انسانی غلطیوں کی کوئی فہرست مرتب کی جاے تو میں سمجھتا ہوں کہ اس تعجیل طبیعت جنون کی اکثر غلطیاں جلد باری اور عدم فکر و صبر کا نتیجہ ہونگی - قرآن کریم نے اسی فطرۃ انسانی کی طرف اشارہ کیا ہے، جبکہ فرمایا تھا :

خلق الانسان من عجل !

صبر ناگوار ہے مگر جلد ہی خطرناک ہے - نہ وہ شکایت مستحق توجہ ہے جو صبر و فکر کے عنصر سے خالی ہو ' اور نہ وہ شکر قیمتی ہے ' جو صبر و فکر کے بغیر ظہور میں آتا ہو -

۱۴ - اکتوبر کو کانپور میں جو کچھہ ہوا ' اسپر کسی کو زیبا نہیں کہ چپ رہے - جن زبانوں نے نادانی کی شکایت کی ہے ' انہیں دانائی کی تعریف بھی ضرور کرنی چاہیے - لیکن دماغ کا کام زبان سے پہلے نہیں بلکہ اسکے بعد ہے - اور نہ کبھی نہیں بھولنا چاہیے کہ وقت اپنے ساتھہ ہماری زبان سے نکلی ہوئی باتوں کو بھی لیجاتا ہے ' اور پھر نہ وہ خود آتا ہے اور نہ ہماری زبان کو واپس کرتا ہے -

۱۴ - اکتوبر کے اعلان کے ساتھہ ہی لوگوں نے اپنا کام شروع کردیا - میں اس سے خوش ہوں اور اللہ کا شکر گذار ہوں کہ اس نے حالات میں مسرت انگیز تبدیلی کی اور تین ماہ کے اندر ہی مسلمانوں کے جوش و خروش کو اصولاً عدم مفید ادا ' لیکن تاہم یہ بات میری سمجھہ میں نہیں آتی کہ جو جلسے تمام اطراف ہند میں اسی دن شام کو یا اسکے دوسرے دن منعقد ہوے (کیونکہ پندرہ ہی کے دن سے کارروائیاں چھپنا شروع ہوگئی تھیں) انہوں نے اس واقعہ کے تمام پہلوؤں پر غور کرکے ' اور شکر و حزم ' دونوں کے ملحوظ رکھنے پر اپنے دماغ اور اپنے اوقات صرف کیے ؟

پھر کتنے لوگ ہیں ' جنہوں نے عواقب پر بھی نظر رکھی ' اور اسکو بھی سوچا کہ آج ' کل کیلیے کیا طرز پیش کریگا ؟

کلکتہ میں تفصیلی اطلاعات اسی دن دو بجنے کے بعد پہنچ گئی تھیں مگر یہ مناسب نہیں سمجھا گیا کہ اظہار راے میں جلدی کی جاے - صرف اصل واقعہ کی اطلاع کافی نہ تھی اور دیگر معلومات کے بھی حاصل کرنے کی ضرورت تھی - پس جب کافی طور پر غور کیا جاسکا ' تو " مجلس دفاع مسجد مقدس کانپور " کی جانب سے اعلان شائع کیا گیا کہ اتوار کے دن ٹون ہال میں جلسہ ہے -

(افتتاح مجلس)

جلسہ کا افتتاح تلاوت کلام اللہ سے ہوا ' اور قاری عبد الرحمن صاحب نے سورۂ حشر کا آخری رکوع تلاوت کیا : یا ایہا الناس ! اتقوا اللہ ' و لتنظر نفس ما قدمت لغد ' و اتقو اللہ ' ان اللہ خبیر بما تعملون !

جلسے کے صدر پرنس غلام محمد منتخب ہوے جو جنوبی ہند کے مشہور شاہی خاندان میسور کی یادگار اور کلکتہ کے شریف ہیں - انکی تحریر ریزولیوشن انکے انگریزی میں موجود تھی لیکن عام سامعین کے خیال سے انہوں نے اسکا ترجمہ اردو میں سنایا ' جسکا خلاصہ بعد اظہار تشکر یہ تھا :

" ایک ہفتہ سے زیادہ زمانہ نہیں گذرا ہے کہ ہم سب ہالیڈی اسٹریٹ کے میدان میں جمع ہوے تھے جبکہ ہمارے دل غمگین ' اور ہمارے جذبات مجروح تھے - ہم نے مسجد کانپور کے متعلق اپنے دینی مطالبے کو دہرایا تھا اور گورنمنٹ سے التجاے انصاف اور پبلک سے درخواست ہمت کی تھی - آپکو یاد ہوگا کہ اس موقعہ پر میں نے آپکو توجہ دلائی تھی کہ اعتدال کے ساتھہ اپنی جائز کوششوں کو جاری رکھیے ' اور برٹش انصاف سے مایوس نہ ہو جیے -

کس کو معلوم تھا کہ ایک ہفتے کے اندر ہی واقعات متغیر اور صورت حال مبدل ہو جاے گی ' اور پھر ہمیں اسقدر جلد جمع ہونا پڑیگا ؟ الحمد للہ کہ ہماری سعی ضائع نہ گئی اور ہمارا سچا جوش اثر کیے بغیر نہ رہا - ہز ایکسیلنسی لارڈ ہارڈنگ نے بالآخر اس معاملے میں مداخلت کی اور اس طرح تمام مسلمانوں کے دلوں کو اپنی جانب کھینچ لیا "

آخر میں انہوں نے کہا :

" آپکو یاد ہوگا کہ اس جلسے میں مولانا ابو الکلام نے مسجد کانپور کے متعلق تین مطالبات اپنی تقریر میں پیش کیے تھے - الحمد للہ کہ انکا ایک حصہ پورا ہوگیا ہے ' اور جتنا باقی رہگیا ہے ' اسکے لیے بھی ہمیں مایوس نہ ہونا چاہیے اور پورے اعتماد کے ساتھہ امید رکھنی چاہیے کہ ہماری خواہشوں کا پورا لحاظ کیا جائیگا - "

(زمین کا فیصلہ)

اسکے بعد مولوی ابو القاسم نے پہلی تجویز پیش کی :

" یہ جلسہ پورے استقلال و ثبات کے ساتھہ شریعت اسلامی کے اس مسلم قانون کا اعلان کرتا ہے کہ کسی مسجد کی زمین کا کوئی حصہ ' کسی صورت ' اور کسی ہیئت میں ' مصالح مسجد کے سوا اور کسی کام میں نہیں لایا جاسکتا ' اگرچہ اسکے اوپر چھت ڈالکر مسجد سے اسے ملا دیا گیا ہو "

مولوی ابو القاسم صاحب نے نہایت تفصیل سے اس تجویز کی ضرورت بیان کی - انہوں نے کہا کہ کسی جماعت کی خواہش میں تبدیلی ہوسکتی ہے ' کوئی گروہ اپنی آرزؤں میں کمی بیشی کرسکتا ہے ' لیکن کسی مذہبی اصول اور قانون شریعت میں تبدیلی نہیں ہوسکتی - اسلامی مساجد کی زمین کا کوئی ٹکڑا ہمارے اصول شریعت کی بنا پر مسجد کے مصالح کے سوا دوسرے کاموں میں نہیں لایا جا سکتا - اسکے دلائل واضح اور روایات نا قابل تاویل ہیں - پس ہمارا فرض ہے کہ اس موقعہ پر بھی اپنے اصول دینی کا صاف صاف اعلان کردیں - کیونکہ بعض اوقات خاموشی سے بڑھکر اور کوئی شے مضر نہیں ہوتی -

مولوی محمد اکرم صاحب ایڈیٹر اخبار محمدی نے اسکی تائید کرتے ہوے دلائل شرعیہ کی تشریح کی اور بالاتفاق پاس ہوا -

(شکریہ)

اسکے بعد ابو النصر مولوی فضل الحق ایم - اے نے دوسری تجویز پیش کی :

" یہ جلسہ ہز ایکسلنسی لارڈ ہارڈنگ بالقابہ کی اس یادگار انصاف فرمائی کا نہایت مسرت و انبساط کے ساتھہ شکریہ ادا کرتا ہے کہ انہوں نے اس معاملہ میں مداخلت فرمائی اور تمام متہمین حادثہ ۳ - اگست کو رہا کردیا "

قابل محرک نے ان درد انگیز اور جگر شگاف واقعات کو دہرایا جو آغاز مسئلۂ مسجد سے اب تک واقع ہو چکے ہیں ' اور اس افسوس ناک تغافل و قساوت کی طرف اشارہ کیا جو اس معاملہ کی نسبت ۱۵ - اکتوبر سے پہلے تمام حکام کا رہا ہے - انہوں نے سر جیمس مسٹن کا ذکر کیا اور وہ جواب یاد دلایا جو انہوں نے لکھنؤ کے ڈیپوٹیشن کو دیا تھا ' اور پھر کہا کہ حضور ویسراے نے ان باتوں کی عین وقت پر تلافی کی اور ہماری نا قابل فراموش شکر گذاری اسکے ساتھہ ہے -

اس تجویز کی تائید میں ایڈیٹر الہلال نے تقریر کی - یہ تقریر بہت تفصیلی تھی - اسکا کچھہ حصہ مرتب کرکے یہاں درج کردیا جاتا ہے :

ایڈیٹر الہلال کی تقریر

جلسۂ ۱۹ - اکتوبر میں

دوسری تجویز کے متعلق

(نور و ظلمت)

برادران ملت ! مسئلۂ اسلامیۂ کانپور کو شروع ہوئے چھ ماہ ' اور انہدام حصۂ متنازع فیہ کو تین ماہ سے زائد زمانہ گذر گیا - یہ زمانہ اس عصر مظلمہ کا ایک تاریک ترین حصہ تھا ' جو آج تین سال سے زمین کے بہت بڑے حصے پر چھایا ہوا ہے - اور جو منجملہ تاریخ کی اُن یادگار قرون ظلمت کے ہے ' جبکہ روشنی مظلوم اور تاریکی فتح یاب ہوئی ہے -

یہ مسجد مقدس کانپور کا مسئلۂ خونین تھا ' جس کے ماتم میں ہم نے یہ پورا زمانہ بسر کر دیا ہے -

آج اس وسیع اور تاریخی ہال کے اندر جو لوگ موجود ہیں ' انہوں نے اس گذشتہ سہ ماہی کے اندر بارہا مجھے اپنے سامنے پایا ہے - انکو یاد ہوگا کہ میری فریادیں کس قدر پر از غموم ' اور میرا ماتم کس درجہ شدید تھا ؟ میں نے ہمیشہ کہا کہ یہ ایک خالص دینی اور اسلامی مسئلہ ہے اور اسکے لیے ہر طرح کی سعی و کوشش داخل جہاد فی سبیل اللہ - میں نے ہمیشہ اُن ملعونین حرم کے حرم کی تقدیس کی ' جنکے ایک سو چھ مقدس ہاتھوں میں ہتکڑیاں ڈالی گئیں - اور میں ہمیشہ اُس مقدس خون کے احترام میں رویا ' جو ۳ - اگست کو مشہد مقدس مچھلی بازار میں حافظین مسجد الہی ' اور ناصرین حرمت شعائر اللہ کا بہایا گیا - وہ ایک ظلم صریح تھا اور میں نے اُس ظلم کے اعلان میں کمی نہیں کی - وہ جور و قہر کی ایک منحوس و مذموم مثال تھی ' اور میں نے انسانی فسق و معصیت سے نفرت کرنے کی توفیق پائی - اسے انصاف کی ایک یادگار قربانی تھی جس کیلیے حکومت کے غصان غرور نے چھری تیز کی - اور ظلم کے خونخوار عفریت کی پرستش تھی ' جس نے انسانیت اور عدل الہی کا جسم پارہ پارہ کیا - پس میں نے انصاف اور انسانیت کے جنازے پر ماتم کیا ' میں نے حق کی شہادت پر آنسو بہائے ' میں نے عدل کی مظلومیت پر انسانوں کو دعوت آہ و بکا دی '

لیکن اے اخوان عزیز ! یہ حالت تھی ' کہ یکایک حالات میں تغیر ہوا اور اوراق حوادث نے اپنا ایک نیا صفحہ الٹ دیا - یہ ماتم و فغاں سنجی در اصل ایک معرکہ آرائی تھی ' جس نے حق و باطل ' ظلم و انصاف ' اور نادانی و دانشمندی کو باہمدگر صف آرا کر دیا تھا - حق بے سر و سامان تھا ' جیسا کہ ہمیشہ رہا ہے ' اور انصاف مظلوم و مقہور تھا ' جیسا کہ ہمیشہ اسکو پیش آیا ہے -

تاہم وہ حکیم و قدیر ' جسکی قدرت کے کرشمے مخفی ' اور جسکی حکمت کی تلوار ہمیشہ نیام میں رہتی ہے ' غافل نہ تھا - و ما اللہ بغافل عما تعملون - ہر چند حق سے اعراض کیا گیا ' اور صداقت کو بار بار ٹھکرایا گیا ' مگر اُس حق کی دنیا میں تعبیر کی جا سکتی ہے جو انسانوں کی فغاں سنج زبانوں سے نکلتا ہے ' پر اسکی تو تحقیر کرنے پر کوئی قادر نہیں ' جو حق کے پیچھے رہکر اوسکو لڑاتا ' اور پھر آخر میں فتح یاب کرتا ہے ؟ وکم من فئة قليلة غلبت فئة كثيرة باذن الله - بالآخر حق ظاہر ہوا ' اور باطل نے شکست کھائی - ان الباطل كان زهوقا - جن لوگوں کو بار بار کہا گیا تھا کہ تم صرف زخموں ہی کے مستحق ہو ' انکے لیے ۱۴ - اکتوبر کو اُسی کانپور کے اندر ' جسمیں مچھلی بازار کی مسجد ۳ - اگست کے حادثہ کی افسانہ خوانی کر رہی ہے ' ایک مرہم بھی طیار کیا گیا ! !

حضرات ! میں کہ زخموں کیلیے ہمیشہ رویا ہوں ' آج اس دست مرہم بخش کے شکریہ کیلیے کھڑا ہوا ہوں (چیرز) -

(علاج کا اصلی وقت)

حضرات ! زخموں کیلیے مرہم کا شاید اصلی وقت وہ ہے ' جبکہ زخم لگتا ہے ' اور دیر ہوئے میں ہمیشہ ڈاکٹروں نے خوف ظاہر کیا ہے کہ زخم نا قابل اندمال نہو جائے - تاہم میں بالکل پسند نہیں کرتا کہ وقت کا سوال چھیڑوں - میں صرف مرہم کا شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں - یہ مرہم قیمتی ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ اگرچہ زخموں سے خون بہت بہہ چکا ہے ' تاہم مرہم مجرب ہو تو وہ ہر حال میں مفید ہو سکتا ہے - ہم سب کی یقیناً آرزو ہوگی کہ یہ علاج سریع الاثر اور قوی الدفع ثابت ہو (چیرز) -

(موضوع تشکر)

لیکن اے حضرات ! ہر واقعہ کی مختلف حیثیتیں ہوتی ہیں ' اور ہر حیثیت مخصوص نظر و بحث کی طالب - میں سمجھتا ہوں کہ آپ رزولیوشنوں کی ترتیب اور انکے محرکین و موئدین کے منقسم فرائض کے بارے میں غلطی نہ کرینگے - ۱۴ - اکتوبر کا واقعہ کئی چیزوں کا مجموعہ ہے - لیکن میں دوسرے رزولیوشن کی نسبت عرض کر رہا ہوں - میرا موضوع اس وقت محدود ہے -

(عزیز گم گشتہ)

حضرات ! ہندوستان کا انصاف گم ہو گیا تھا - ہم اسکی تلاش میں نکلے - ہم نے اُسے کانپور میں بار بار تلاش کیا ' مگر جس قدر تلاش کیا ' اتنا ہی وہ اور زیادہ گم ہوتا گیا - ہم نے کانپور کی سرکاری عمارتوں اور کانپور کی عدالت ' دونوں جگہ ڈھونڈھا اور دونوں جگہ ناکام رہے - پھر ہم لکھنؤ آئے اور ہم نے سرکٹ ہاؤس کی دیواروں کے پیچھے اس یوسف عزیز کو ڈھونڈھا ' مگر اُس کی صداء وجود کہیں سے نہ آئی - ہم نے نینی تال کی خوش فضا چٹانوں اور اسکی جنگل و حسین گھاٹیوں میں آوارہ گردی کی ' مگر ہم منزل کی جستجو میں جسقدر نکلے ' اتنا ہی وہ ہم سے دور ہوتی گئی - ہمارے دل گو نہیں تھکے تھے ' مگر ہمارے پاؤں تھک گئے تھے - ہمارے ارادوں نے گو جواب نہیں دیا تھا ' مگر ہماری ہمت نے جواب دیدیا تھا -

تاہم ہم نے پائے تلاش کو تیز ' اور صدائے جستجو کو بلند تر کیا ' اور بالآخر جو گم گشتہ انصاف ہمیں زمین پر نہیں ملا تھا ' وہ زمین سے بلند تر ' یعنی (شملہ) کی چوٹیوں پر سے خود بخود نمودار ہو گیا (چیرز)

(شملہ اور نینی تال)

حضرات ! ہندوستان کے جغرافیے میں ہمیشہ یہ پڑھایا جاتا ہے کہ (نینی تال) کا پہاڑ (شملہ) سے بہت چھوٹا ہے - وسعت میں بھی تنگ ہے ' اور بلندی میں بھی کوتاہ ہے - میں سمجھتا ہوں کہ اگر جغرافیہ اب اس مساحت کی تعلیم دینا چھوڑ دے ' جب بھی ہمالیہ کی شاخوں کے متعلق ہماری معلومات غلط نہوگی - کیونکہ اب ہمیں تعبیر جغرافیہ کی مدت پذیری کے یقین ہوگیا ہے کہ واقعی شملہ نینی تال سے بہت زیادہ وسیع ' اور اس کی چوٹیاں اُس سے بہت زیادہ ارفع و اعلی ہیں ! (چیرز - مسلسل اور دیر تک)

(وفاداری کی بنیاد امید ہے)

حضرات ! آپکو یاد ہوگا کہ میں نے گذشتہ اتوار کے عظیم الشان مجمع میں کیا کہا تھا ؟ اجازت دیجیے کہ میں آج پھر ایک مرتبہ دہراؤں اور میں خیال کرتا ہوں کہ برٹش انڈیا کے ہر باشندے کو ہمیشہ دہرانا پڑیگا - میں نے آپسے کہا تھا کہ گو ہم زخمی ہیں اور ہمارے زخم بہت گہرے ہوگئے ہیں' تاہم مایوس نہیں ہیں - ہم اگر مایوس ہو جائے تو ہماری حالت موجودہ حالت سے بالکل مختلف ہوتی - ہماری زندگی اس عقیدے پر ہے کہ برٹش حکومت ایک انصافی کانسٹیٹیوشنل گورنمنٹ ہے - اس نے ہمیشہ دعوا کیا ہے کہ اسکی بنیاد قانون اور حقوق پر ہے نہ کہ شخصی استبداد اور جبر و تحکم پر - پھر ہم تو مسلمان ہیں اور ہمارے مذہب نے ہم کو سکھایا ہے کہ حکم کسی طاقت کے لیے نہیں' اور کوئی انسان انسانوں پر محض اپنے تخت و تسلط کے زور سے حکومت کرنے کا حق نہیں رکھتا کہ ان الحکم الا اللہ - پس جبکہ ہمارے سامنے یہ شاندار مگر اتنا ہی موثر دعوی موجود ہے' تو کوئی وجہ نہیں کہ ہم مایوس ہو جائیں -

(جاہدوا فی سبیل اللہ)

ہمیں حق کی راہ میں جہاد کرنا چاہیے کہ جہاد سعی و کوشش کو کہتے ہیں' اور پوری قوت' پورے اتحاد' پورے استقلال' اور کامل ثابت قدمی و عزم کے ساتھ اپنے مطالبات حقہ کو پیش کرتے اور دہراتے رہنا چاہیے - اگر انصاف اس سرزمین میں گم ہو جائے تو ہمیں اسکی گم شدگی پر ماتم کرنا چاہیے' پر مایوس ہونا نہ چاہیے - بہت ممکن ہے کہ اسکا سراغ حکام کے بنگلوں کے ان برامدوں میں نہ ملے' جہاں حاکم و محکومی کے فرق کو نمایاں کرنے کیلیے سائلوں کو بہت دیر تک ٹہلنا پڑتا ہے - بہت ممکن ہے کہ اسکا سراغ ان عدالتوں کی شاندار عمارتوں کے اندر نہ ملے' جہاں قانون کا غلط استعمال' اور انسانی غلطی و غلط فہمی' اور تعصب و نفسانیت مل نہیں گئی ہے - بہت ممکن ہے کہ اسکا پتہ صوبوں کے فرماں رواؤں اور گورنریوں کے گورنمنٹ ہاؤسوں میں بھی نہ چلے' جہاں با اقتدار و حاکم انسانوں کے ساتھ "رعب حکومت" کے عفریت کو بھی بسنے کی بسا اوقات اجازت دیدی جاتی ہے - بلکہ میں کہتا ہوں کہ بہت ممکن ہے کہ دہلی اور شملہ میں بھی آپ اسکی صدا نہ سنیں' جہاں بہر حال انسان ہی رہتے ہیں' اور آدم کی اولاد بلا استثنا اپنے اندر نیکی اور بدی کی وہ تمام قوتیں رکھتی ہے جو خدا نے اسکو ودیعت کی ہیں -

لیکن تاہم اے حضرات ! ہماری زندگی اور ہماری وفاداری صرف اس ایک ہی امید پر ہے کہ برٹش حکومت کا انصاف ہر جگہ گم ہو سکتا ہے' لیکن "تاج" کے سائے میں اسکو گم ہونے کی جگہ نہیں مل سکتی' کیونکہ وہ جگہ صرف اسکے نمایاں ہی ہونے کیلیے ہے - (چیرز)

(نذارت و بشارت)

یہ واقعہ اس عقیدے کی ایک تازہ نظیر ہے - وہ حق مانگنے والوں کیلیے ایک پیام مراد' اور چپ رہنے والوں کیلیے ایک تازیانۂ تنبیہ و عبرت ہے - اب وہ لوگ کہاں ہیں' جو کہتے ہیں کہ نہ مانگو' اسلیے کہ مانگنا گناہ ہے ؟ اب وہ منافقین و خائفین کیوں ہمارے ساتھ بھی شریک شکر گذاری ہو رہے ہیں' جو کہتے تھے کہ شکایت نہ کرو' کیونکہ شکایت کرنا بغاوت ہے ؟ اگر یہ بیج جو بویا گیا تھا' بغاوت کا تھا' تو آج وفاداری کے حسن پھل کو لینے کیلیے وہ بھی دراز رہے ہیں' وہ کہاں سے آیا ؟ کیا یہ سب کچھ اسی چیز کا نتیجہ نہیں ہے' جس سے روکا جاتا تھا اور جس سے ڈرایا جاتا تھا ؟ (چیرز)

(اینگلو انڈین پریس)

حضرات ! اس واقعہ کو ابھی چار پانچ دن ہی گذرے ہیں مگر اتنے عرصے کے اندر ہی اس تعصب اور حاکمانہ غرور کے پتلے نے زہر کی قے کرنا شروع کردیا ہے' جس کا دماغ نشۂ باطل سے معطل' اور جسکے جذبات ہیجان خود پرستی سے مجنونانہ ہیں - میرا مقصد اس اینگلو انڈین طبقہ سے ہے' جو بد قسمتی سے ہمیشہ اسکا مخالف رہا ہے کہ ہندوستان پر حق و انصاف کے ساتھ حکومت کی جائے - اسکے خیال میں حضور ویسراے نے اس مدبرانہ انصاف کے ذریعہ حکومت کے رعب کو زخمی کر دیا اور اسکے مزعومہ حریف بغاوت کو تلوار پکڑا دی - مگر کاش وہ سمجھتا کہ "رعب حکومت" کے فرضی دیوتا کو زخمی کرنا بہت بہتر ہے اس سے' کہ دس کروڑ مخلوقات الہی کے دلوں کو زخمی کیا جائے (چیرز)

وہ کسی انقلاب آفریں جماعت سے بہت ڈرتا ہے' جو اسکے وہم و خیال کے خواب میں بہت مہیب' اور اسکے تصور باطل اندیش میں کسی پیدا ہونے والی بغاوت کا مقدمۃ الجیش ہے - لیکن اگر (نائٹل) کے اس حملہ کی صداقت اب تک باقی ہے کہ "جو بویا جاتا ہے' وہی کاٹا بھی جاتا ہے" تو ہمیں تعجب ہے کہ جن لوگوں نے خوف اور ڈر کا بیج بویا نہیں' وہ خوف کے پھل سے کیوں کانپ رہے ہیں ؟ (چیرز)

(ویل للمطففین)

حضرات ! میں سمجھتا ہوں کہ انسانی خود غرضی کی مثال اس سے بڑھکر اور کوئی نہیں ہوسکتی - یہ کیسی عجیب بات ہے کہ انسان خود اپنے لیے جس چیز کو جائز نہیں رکھتا' دوسرے کیلیے اسی کا خواہشمند ہوتا ہے ؟ انگلستان کی سرزمین انصاف و حقوق کا مامن سمجھی جاتی ہے - اسکے بسنے والوں نے صدیوں کی جد و جہد سے اپنے حقوق حاصل کیے ہیں اور حکومتوں کو شکستیں دی ہیں - پس ہم بھی آج انگلستان سے وہی چاہتے ہیں جو خود اس نے چاہا (چیرز) - پھر اسکے فرزندوں کا یہ نمونہ کیسا وحشیانہ ہے کہ وہ انصاف کے نام سے چڑتے اور حاکمانہ جبر کی پوجا کرتے ہیں ؟ (چیرز)

سچ یہ ہے کہ (مسیح) کو اسکی زندگی میں بھی اسکے ساتھیوں نے نہ سمجھا' اور اسکے بعد بھی اسکے ماننے والے اس سے دور ہیں - کیا یہ اینگلو انڈین مسیحی خدا کے فرزند کو کبھی بھی جواب نہ دینگے' جبکہ وہ پکارتا ہے کہ "تو دوسروں کے ساتھ بھی وہی سلوک کر' جو تو چاہتا ہے کہ دوسرے تیرے ساتھ کریں" ؟ (چیرز)

یہی انسانی کمزوری ہے جسکی طرف قرآن کریم نے اشارہ کیا ہے اور اسکو "تطفیف" سے تعبیر کیا ہے کہ : ویل للمطففین الذین اذا اکتالوا علی الناس یستوفون و اذا کالوہم او وزنوہم یخسرون ! لین دین میں کم دینے والوں کیلیے کیا ہی تباہی اور ہلاکت ہے ! جب وہ دوسروں سے لیتے ہیں تو وزن میں ٹھیک ٹھیک لیتے ہیں' پر دوسرے کو دینے کا وقت آتا ہے تو گھٹا گھٹا کے اور تول تول کے دیتے ہیں !! (باقی آیندہ)

البصائر

معافی خواہ ہوں کہ نئے پریس کی تکمیل میں غیر متوقع تاخیر کے اسباب پیدا ہو رہے ہیں - اسلیے اس وقت تک پرچہ شائع نہو سکا -

مینیجر البصائر

His Excellency LORD HARDINGE G C. M G, G. C V. C, &c &c.
Who on the memorable date of 14th October 1913 came down to Cawnpore as a
Messenger of "Peace and Mercy", and gave back to the Country the lost peace and good-will.

افکار و حوادث

یورپ کو مفخر ہے کہ اوس نے غلامی کا قانوناً اور عملاً ابطال کیا ' اور انگلینڈ مدعی ہے کہ اس شرکت فخر و مباہات میں انگریز سرمایہ داروں کا حصہ زیادہ ہے - ہم بھی اس کو تسلیم کرتے ہیں کہ افراد کی غلامی یورپ نے اور علی الخصوص انگلینڈ نے دنیا سے مٹا دی ' لیکن اس حقیقت سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا کہ اقوام اور مملکتوں کی غلامی اسی نسبت سے اور زیادہ مستحکم اور شدید بھی کردی - پہلے نخاس کے میدانوں میں غلام افراد کی بیع و فروخت ہوتی تھی - اب وزارت خارجیہ کے ایوانوں میں اقوام و ممالک کی بیع و فروخت ہوتی ہے !!

ہم نے ۲۳ - اکتوبر کا تار پڑھا : " افواہ ہے کہ کسی دوسرے افریقی علاقے کے معاوضے میں زنجبار جرمنی کے حوالے کردی جاے کا جو اس وقت تک برٹش نفوذ کے تحت میں تھا " - کیا یہ قوموں اور مملکتوں کی غلامی اور اونکی بردہ فروشانہ بیع و فروخت نہیں ہے ؟ پھر یورپ کو کس چیز پر ناز اور انگلینڈ کو کس چیز کا ادعا ہے ؟ ما لکم کیف تحکمون ؟

بعد کی خبر ہے کہ " زنجبار کے متعلق گذشتہ خبر بالکل بے بنیاد ہے " لیکن اس تغلیط سے کیا حاصل کہ بولی بولی جاچکی ہے اور غلام میدان بردہ فروشی میں کھڑے کیے جا چکے - اب اگر خریداروں سے معاملہ صاف نہ ہوسکا اور بیع فسخ ہوگئی ' تو بد بخت غلاموں کو اسکی کیا خوشی کہ کل پھر کوئی دوسرا خریدار آ موجود ہوگا !

بنارس ' فیروز پور ' اور مدراس کی بعض مجالس اسلامیہ نے اپنی تجویزیں شائع کی ہیں کہ جناب نواب حاجی محمد اسحاق خاں سے درخواست کی جاے کہ وہ کالج کی سکرٹری شپ سے علحدہ ہوجائیں ' لیکن جس طریقہ سے یہ کارروائی کی جا رہی ہے ' ہم اسے پسندیدگی کی نظر سے نہیں دیکھتے ' اور موقعہ ملا تو کبھی اس بارے میں کچھ لکھیں گے - مگر ہمیں تعجب ہے کہ یہ لوگ جدید ناظم صاحب ندوۃ العلما کو کیوں بھول گئے ؟ اسے درخواست کیوں نہیں کی جاتی کہ از راہ کرم اس مسند کو خالی کردیں ؟

کالج کے سکریٹری سے ان لوگوں کو شکایت ہے کہ وہ انتظامی اور سیاسی پہلوؤں کو محفوظ نہ رکھہ سکیں گے ' اور یہ کہ وہ قوم کی آزادانہ تحریکوں کے مخالف ہیں ' لیکن ندوے کا ناظم تو ندوے کے مذہبی و علمی ستونوں کو توڑ رہا ہے ' جن پر ندوے کی عمارت قائم کی گئی تھی - وہ نہ ندوے کے اغراض سے آشنا ہے اور نہ مقتضیات عصریہ سے واقف ' اسکے پاس نہ تو تجربہ ہے اور نہ علم - پھر کس امید پر کہا جاے کہ اس عہد ابراہیمی میں ندوہ ' ندوہ نہ رہے گا ؟ ہم کو بہ تحقیق معلوم ہوا کہ اب ندوے کا مقصد عملاً ایک انگریزی اسکول اور پنجاب کے مولوی فاضل کا اور ستقل مدرسہ ہے اور بس - فیا للبلاهة و یا للهلاکة !

مدراس و بمبئی کے تعلیمی صیغوں سے ایک " اقرار نامۂ وفاداری " شائع ہوا ہے ' جس پر سرکاری ' نیم سرکاری ' اور بعض امدادی مدارس کے معلمین سے اس امر پر " صدق قلب " سے اقرار لیا جاتا ہے کہ وہ ہمیشہ شہنشاہ کے وفادار و مطیع ' اور ہر قسم کی سیاسی جد و جہد اور طلب حقوق سیاسی سے محترز رہینگے - نیز اپنے شاگردوں میں شہنشاہ کی وفاداری و جاں نثاری کے جذبات پیدا کرینگے -

عجب نہیں کہ لوگ اس اقرار نامے کو بھی بیسویں صدی کے عجائب میں شمار کریں - اولاً اس کی تخصیص ان صوبوں میں کیا ہے ؟ ثانیاً ہر ہستی جو ہندوستان میں وجود پذیر ہوتی ہے وہ پہلے ہی سے " الست بربکم " کے جواب میں " بلی ! " کہکر پیدا ہوتی ہے اس لیے جب تک برطانیہ ہندوستان پر قابض ہے ' اطاعت شعاری اوسکا جوہر ہے ' پھر اس خارجی ایجاب و قبول کی ضرورت کیا ہے ؟ کیا مدراس و بمبئی کے تعلیمی افسر لوگوں کے قلب کی اطاعت پر قانع نہیں جو قلم اور زبان کی اطاعت چاہتے ہیں ؟

رفتار سیاست

(دولت علیہ و یونان)

رائٹر نے ۱۵ - اکتوبر کو یونان و ترکی کے درمیان جس جنگ کی خبر الی تھی ' آخر اتھنز اور قسطنطنیہ ' کہیں سے اوس کی تائید نہ ہوئی - اس لیے یقیناً وہ غلط تھی -

۲۴ - اکتوبر کا اتھنز سے تار ہے کہ " یونان اور ترکی کے درمیان گفتگو بصلح و آشتی آگے بڑھ رہی ہے اور عن قریب ختم ہونیوالی ہے "

شروط و معاہدات کی طرف اب تک تاروں میں کوئی اشارہ نہیں ' اسلیے حقیقت حال مخفی ہے -

(البانیا و سرویا)

گذشتہ ہفتے تک سرویا ' البانیا کے دروازے پر کھڑی ' مکان کے اندر جھانک رہی تھی کہ اہل مکان کی غفلت اسے نصیب ہو ' لیکن مشکل یہ ہوئی کہ ایک طرف تو خود مکان والے جاگ اٹھے - دوسری طرف والدا کی پولیس نے ڈانٹ کر پوچھا کہ دروازے پر کون کھڑا ہے ؟ ناچار مایوس واپس انا پڑا !!

۲۰ - اکتوبر کا لندن سے تلغراف ہے کہ سرویا نے دول کو اطلاع دی ہے کہ اوس نے اپنی فوج کو البانیا سے واپسی کا حکم دیدیا - لیکن تنہا مدعا علیہ کا بیان کافی نہ تھا - اب والدا سرکاری طور پر بیان کرتا ہے کہ " حقیقتاً سرویا نے البانیہ سے فوج ہٹا لی اور یہ کہ اس طرح مصالح یورپ اور نیز امن عام کی اس نے بڑی خدمت کی ہے "

(بلغاریا)

تھریس کے بعض علاقے جو ازروے صلح بلغاریا کو ملے تھے ' بلغاریا نے صرف اس لیے اب تک ان پر قبضہ نہیں کیا تھا کہ اگر یونان و ترکی میں جنگ منتظر چھڑ جاے تو ترک آسانی سے یونانی علاقوں میں داخل ہوسکیں - اب چونکہ یونان و ترکی کی صلح تقریباً مستلزم ہے ' اس لیے آہستہ آہستہ بلغاریا کی فوج قبضہ کے لیے آگے بڑھ رہی ہے -

اس سے پہلے یہہ خبر آچکی ہے کہ اس علاقے کے مسلمانوں نے اپنی خود مختاری کا اعلان کردیا ہے - اب ۲۳ - کا لندن سے تلغراف ہے کہ بلغاریا کی فوج تھریس میں آہستہ آہستہ آگے بڑھ رہی ہے ' لیکن مسلمان جو گذشتہ تجارب کے تلخ نتائج حاصل کرچکے ہیں پوری طرح مزاحم ہیں - (مصطفی پاشا) اور (مالکو تیرنو دو) کو بلغاریا نے برباد پایا - دریاے (آردا) کے جنوبی گاؤں اب تک جل رہے ہیں جن میں ترک باشی بزوقوں نے آگ لگا دی تھی !

جمال بے قسطنطنیہ کے فوجی گورنر مسلمانوں کو جو بلغاریا سے نہایت برافروختہ ہیں ' تفہیم و نصیحت کرنے کے لیے کوماجینا پہونچ گئے ہیں ' تا کہ وہ بلغاری حکام کی اطاعت بلا مزاحمت قبول کرلیں اور شروط صلح کی خلاف ورزی نہو - والمستقبل بید اللہ تعالی - یفعل مایشاء و یختار -

[بقیہ مضمون صفحہ ۱۶ - ۱۷]

پس یہ تو میں گوارا نہیں کرسکتا کہ ان بزرگوں کو مجھے اطلاع نہ دینے اور اخفاء مقصد کا الزام دیا جائے کیونکہ یہ واقعہ کے خلاف ہے - البتہ واقعی حالت جو پیش آئی ' وہ میں نے بیان کردی اور ہر شخص کو اسکا حق ملنا چاہئے کہ وہ اپنی حالت ظاہر کردے -

(۵) اڈیٹر صاحب ہمدرد کے متعلق مجھکو اسقدر معلوم ہے کہ مولوی ظفر علی خان صاحب کو اسکی اطلاع دی اور انہوں نے بالکل پسند کرلیا تھا -

اصل پوچھیے تو اشخاص کی اطلاع و مشورہ اصل شے نہیں ہے ' بلکہ پہلی چیز اصول مسئلہ کی صحت و عدم صحت کا سوال ہے -

(۶) " کانپور کی پبلک سے واقعات مخفی رکھے گئے " اسمیں مجھے شک ہے - سید فضل الرحمن صاحب ' حافظ احمداللہ صاحب ' شیخ محمد ہاشم صاحب ' شیخ نثار الدین صاحب ' حاجی عبد القیوم صاحب ' حافظ محمد حلیم صاحب ' تقریباً تمام متولیان مسجد غالباً مشورہ میں شریک اور اس مسئلہ میں پوری طرح متفق تھے ' اور ہیں - باہم میں بعض کے ساتھ عرض نہیں کرسکتا -

(۷) میں نے ۱۲ - اکتوبر کے جلسے میں تیسرا رزولیوشن پیش کرتے ہوے جو شرائط پیش کیے تھے ' یہ فیصلہ اسکے مطابق نہیں اور نہ کوئی پوچھنے کی بات تھی بالکل ظاہر ہے -

(۸) مسٹر مظہر الحق ڈیپوٹیشن میں تو شریک نہ ہوے - ڈیپوٹیشن صرف کانپور کے مقامی معززین کا تھا اور میں سمجھتا ہوں کہ آپکا یہ سوال بے موقعہ ہے - شاید ہی کسی مسلمان شخص کا ایثار آج تمام ہندوستان میں اسقدر واضح اور غیر محتاج دلیل و بحث ہے ' جس قدر مسٹر مظہر الحق کا - حضور وائسرائے کی ملاقات اور انکے شکریہ ہیبت کرنے کا اگر انہیں شوق ہو تو اسکے لیے وہ شاید مسجد کانپور کے معاملے میں پڑنے کی جگہ ' زیادہ کم قیمت اور آسان وسائل رکھتے ہیں -

یہ جناب کے سوالات کے اصلی جوابات نہیں ہیں اور نہ میں اسکا تشفی بخش جواب دےسکتا ہوں - البتہ جتنا حصہ میرے متعلق ' یا میری معلومات میں تھا ' میں نے عرض کردیا - آخر میں چند الفاظ اور بھی کہونگا :

(۱) مسٹر مظہر الحق کی حیثیت اس معاملے میں لیڈر یا مفتی کی نہ تھی ' بلکہ ایک مشیر قانونی کی - وہ ۳ - اگست کے متہمین کے دفاع کیلیے آئے تھے نہ کہ مسجد کے متعلق شرعی فیصلہ کرنے - انہوں نے اپنا فرض کامل طریقہ سے انجام دیا - انکے تمام مؤکل رہا ہوگئے - اور انکی خدمت بے داغ اور انکا احسان نا قابل فراموش ہے -

(۲) رہا فیصلۂ مسجد ' تو پچھلے نمبر میں جناب میری راے پڑھچکے ہیں - ٹون ہال کے جلسہ میں بھی - شاید تمام اردو جرائد میں یہی ایک آواز ہے جس نے اتفاق کلی سے انکار کردیا - میں علانیہ کہتا ہوں کہ اس بارے میں فیصلہ کنندوں نے غلطی کی اور بہتر تھا کہ وہ جلدی نہ کرتے - سپریم کورٹ کے شرعی مآتم کو چند لمحوں کے اندر طے کردینا بہتر نہ تھا -

(۳) شکوک ظاہر کرنے چاہئیں اور اعتراض صحیح کو روکنا وہی جبر و شخصیت اور استبداد ہے ' جسکے صنم خانوں پر دو سال سے مسلمان پتھر پھینک رہے ہیں - تاہم عدل و انصاف و عدم افراط و تفریط ہمارے تمام کاموں کا بنیادی اصول ہونا چاہیے - سر راجہ صاحب محمود آباد اور جناب مولانا عبد الباری نے اس معاملے میں جو کچھ کیا ' نہایت خوش نیتی سے کیا - پس مسلمانوں کو انکی شکرگذاری سے اس توجہ اعراض نہ کرنا چاہیے ' جو آیندہ کیلیے ہر حال میں ناشکری کی ایک مثال مشئوم بن جاے - یہ کوئی اچھی بات نہیں کہ انسان صرف نکتہ چیں اور شاکی ہی ہو ' اور شکر و امتنان کو بھول جاے - جو اچھی نیتوں سے کوشش کرتے ہیں ' انکو انکا قدرتی حق دینے میں بخل نہ کرو - البتہ اتباع اور پیروی ہر حال میں صرف اصول اور شریعت کی ہے ' نہ کہ اشخاص کی - اور غیر مسئول اللہ اور اسکی وحی کے سوا اس سطح ارضی پر کوئی نہیں - اگر کسی نے سعی و کوشش میں غلطی ہوگئی ہے تو اسکو پوری آزادی سے ظاہر کیجیے - اور اسمیں کسی شخص کی پروا نہ کیجیے - ہم مسلمانوں نے صاحب وحی (روحی فداہ) کے حضور میں اپنے شکوک و اعتراض ظاہر کیے ہیں - ہم نے ائمہ پر اعتراض کیے ہیں اور غزالی و رازی کی غلطیاں ظاہر کرتے ہیں - جب اسلام کی تعلیم حریت کا یہ حال ہے تو " با دیگران چہ رسد ؟ "

۲۸ ذیقعدہ : ۱۳۳۱ ہجری

مساجد اسلامیہ اور خطبات سیاسیہ

اسلام میں مساجد کی حیثیت دینی

انجمن اسلامیہ لاہور کا رزولیوشن

(۴)

(چوتھی آیت)

گذشتہ نمبر میں جس آیت کی بحث پر ختم مقالہ ہوا تھا' اسکے بعد ہی سورۂ (توبہ) میں فرمایا :

اجعلتم سقایۃ الحاج و عمارۃ المسجد الحرام کمن آمن باللہ و الیوم الاخر و جاہد فی سبیل اللہ ؟ لا یستون عند اللہ ' واللہ لا یہدی القوم الظالمین (۹ : ۱۹)

کیا تم لوگوں نے حاجیوں کو پانی پلانے اور مسجد کے آباد رکھنے کے کام کو اُس شخص کے اعمال عظیمہ جیسا سمجھہ رکھا ہے' جو اللہ اور روز آخرت پر سچا ایمان لایا ' اور اُسکی راہ میں جہاد کرتا ہے ؟ اللہ کے نزدیک تو یہ دونوں برابر نہیں ہوسکتے اور وہ ظلم کرنے والوں کو کبھی راہ راست نہیں دکھلاتا "

یہ آیۂ کریمہ موجودہ حالات کے انطباق و تصدیق کے لحاظ سے ایک عجیب و غریب آیت ہے' اور اسی لیے اسکو مضمون کے پہلے نمبر میں زیر عنوان رکھا گیا تھا -

اصل میں یہ آیت بھی متعلق ہے تفسیری آیۂ کے ' جس پر گذشتہ نمبر میں بحث کی گئی تھی یعنی :

انما یعمر مساجد اللہ من آمن باللہ و الیوم الاخر و اقام الصلوۃ و آتی الزکوۃ و لم یخش الا اللہ ' فعسیٰ اولئک ان یکونوا من المہتدین (۹ : ۱۹)

اللہ کی مسجدیں آباد کرنے والا تو وہ شخص ہوسکتا ہے جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان لایا ' نماز قائم کی ' زکات ادا کی ' اور پھر یہ کہ وہ کسی سے نہ ڈرا مگر صرف اللہ سے - تو بیشک ایسا شخص قریب ہے کہ ہدایت یافتہ اور مورد فلاح سے کامیاب ہو -

اسی کا بقیہ تکرہ متذکرۂ صدر آیت ہے - لیکن نظر بہ اہمیت مطلب ضروری ہے کہ اسپر مستقل اور علحدہ نظر ڈالی جائے -

(تشریح و تفسیر)

گذشتہ نمبر میں شان نزول بیان کیا جا چکا ہے - مشرکین مکہ کو اپنی تعمیر و تولیت مسجد پر نہایت غرور تھا ' اور موسم حج میں حجاج کی خدمت اور انکو پانی پلانے کے کام پر نہایت نازاں تھے - انکا یہ غرور باطل اور افساد فخریہاں تک بڑھگیا تھا کہ ان کاموں کے مقابلے میں اور کسی عمل صالح اور عبادت الہی کو وقعت نہیں دیتے تھے ' اور بادام کے ایسے دانوں سے تیل نکالنا چاہتے تھے' جن میں چھلکے کے سوا اور کچھہ نہ تھا - حضرت عباس ایمان لانے سے پہلے جب اسراء بدر میں آئے ہیں اور حضرت امیر علیہ السلام اور اُن میں گفتگو ہوئی ہے' تو گذشتہ نمبر میں ہم پڑھچکے ہو کہ اُنھوں نے قریش مکہ کے اس فخر و غرور باطلانہ کو کیسے ادعا اور تحدی کے لہجے میں ظاہر کیا تھا ؟

پس پہلی آیت میں خدا تعالی نے اسکا رد کرتے ہوے اُن شرایط اربعۂ ایمانیہ کو بیان کیا ' جنکے بغیر تعمیر و تولیت مساجد کچھہ مفید نہیں - اسکی تشریح ہوچکی ہے - اسکے بعد اس آیت میں زیادہ صراحت کے ساتھہ اُن دو کاموں کا ذکر کیا جن کا اُنھیں تمردانہ و سرکشانہ غرور تھا ' یعنی سقایۂ حاج اور خدمت و تولیت مسجد - اسکے بعد نہایت موثر اور مسکت پیرایہ میں اسکی نسبت سوال کیا اور اصلی و حقیقی اعمال صحیحہ و وسیلۂ محمودیۂ الہی کو پیش کیا - پھر خود ہی اپنے انداز مخصوص ربانی میں اسکا جواب دیا ' تا دماغ ضلالت انسے کچھہ سوچیں' اور قلوب غفلت شعار متنبہ ہوں !

قیل نزلت فی علی و العباس و طلحۃ بن شیبۃ ، افتخروا بالسقایۃ و سدانۃ البیت ، فاعلمہم جل ثناؤہ ان الفخر فی الایمان باللہ والیوم الآخر والجہاد فی سبیلہ ، لا فی الذی افتخروا من السدانۃ و السقایۃ - (تفسیر ابن جریر طبری - ۱۰ : ۹۷)

یہ آیت اللہ کی طرف سے اُن لوگوں کیلیے زجر و توبیخ ہے جو حجاج کو پانی پلانے اور مسجد حرام کی پاسبانی پر فخر کرتے تھے - پس اللہ نے انکو خبر دی کہ یہ کوئی فخر کی بات نہیں ہے - اصلی فخر تو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھنے والوں ' اور اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والوں کے لیے ہے "

امام (طبری) نے اسکے متعلق متعدد آثار صحابۂ و تابعین رضوان اللہ علیہم نقل کیے ہیں -

تفسیری آیت کے ضمن میں جو کچھہ لکھا جاچکا ہے ' اسکی اس آیت سے تائید و تشریح مزید ہوتی ہے - خدا تعالی نے دو شخصوں یا دو جماعتوں کو پیش کیا ہے - ایک شخص حاجیوں کو پانی پلاتا ہے اور مسجد کا متولی ہے - دوسرا شخص اللہ اور روز آخرت پر ایمان لاتا ہے اور اسکی راہ میں جہاد کرتا ہے -

پھر فرمایا کہ اللہ کے نزدیک تو دونوں درجے میں برابر نہیں ہوسکتے - کہاں شخص تولیت مساجد و سقایۂ حاج ' اور کہاں مرتبۂ مومنین مخلصین و مجاہدین صادقین ؟ کہاں خدمتگذار مکان اور کہاں پرستار مکین ؟ کہاں وہ ' جو اسکے گھر کی پاسبانی کا مدعی مگر خود اپنے دل کی پاسبانی سے غافل ہے ' اور کہاں وہ جس نے اپنے مسجد قلب کو عبادت نفس کی آلودگی سے پاک کیا اور اپنی قوتوں کو صرف اسکے گھر ہی کیلیے نہیں' بلکہ خود اسکی راہ میں قربان کردیا ؟ و ہل یستوی الذین یعلمون والذین لا یعلمون ؟

(حقیقت جہاد)

" جہاد " جہد سے نکلا ہے ' جسکے معنی سعی ' تعب ' کوشش ' اور کسی کام کے کرنے میں بمقابلۂ دشمن صعوبات کے اُٹھانے کے ہیں :

استفراغ الوسع فی مدافعۃ العدو ظاہراً و باطناً - (مفردات راغب اصفہانی)

دشمن کے حملے کے دفاع میں اپنی پوری طاقت سے کوشش کرنا ' خواہ وہ دشمن ظاہری حملہ آور ہو جیسے اعداء حق و صداقت و حکام ظالم و جابر ' یا باطنی جیسے نفس و مظاہر شیطانیہ

پس اللہ کی صداقت اور عدل کی راہ میں تکالیف و صعوبات کا اُٹھانا ' انتہائی سعی و کوشش کرنا ' اور ایثار و قدویت سے کام لینا ' ظاہراً بھی اور باطناً بھی ' " جہاد مقدس و اقدس " ہے -

پھر یہ خواہ وطن کیلیے ہو، خواہ قوم کیلیے - علم کی راہ میں ہو یا خدمت انسانیت کیلیے - زمین کے کسی خاص محدود حصے کی بھلائی کیلیے ہو، یا تمام دنیا کیلیے - ہر حالت میں وہ جہاد ہے، اور جس شخص کو اسکی توفیق ملے، وہ مجاہد فی سبیل اللہ -

افسوس کہ "جہاد" کی حقیقت کی تشریح کا یہ موقعہ نہیں - متعدد مقالات (الہلال) میں نکل چکے ہیں، جن میں حقیقت جہاد کے بیان کرنے کی کوشش کی گئی ہے، اور کیا اچھا ہو اگر اس وقت قارئین کرام کے پیش نظر رہیں - علی الخصوص وہ مقالات جو (الہلال) کی گذشتہ جلدوں میں "عید اضحیٰ" اسوۂ ابراهیمی" فاتحۂ جلد دوم" امر بالمعروف" وغیرہ کے عنوانوں سے شائع ہوچکے ہیں -

ان مضامین میں پوری تفصیل کے ساتھ یہ امر واضح کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ "جہاد" کو محض "قتال" کے معنوں میں لینا ہمارے بعض معاصرین کی غلطی اور یورپ کے معترضین کی سخت نادانی ہے - "جہاد" ایک لفظ عام ہے اور خود قرآن کریم نے "جہاد" و "قتال" کے عموم و خصوص کے فرق کو بار بار نمایاں کیا ہے - نیز احادیث و آثار اس بارے میں بکثرت مروی - ہر وہ سعی و کوشش، ہر وہ انتہائی جہد، ہر راہ عمل کی سختی کی برداشت اور تلاش مقصود کے ابتلا و مصائب کا تحمل، جو حق کیلیے ہو، عدل کیلیے ہو، انسانیت کیلیے ہو، صداقت و حقیقت کی خاطر ہو، نیکی کے قیام اور بدی کے استیصال کی راہ میں ہو، جو اللہ کی مرضی کے تابع، اور جو شیطانی رجیم کی آرزؤں کے مخالف ہو، در اصل جہاد فی سبیل اللہ ہے، پھر خواہ وہ سیاسی ہو یا اخلاقی، اور تمہاری اصطلاح میں دینی ہو یا تمدنی -

(اسوۂ نبوت)

حضرة (نوح) علیہ السلام نے اس راہ میں قدم اٹھایا، اور ظلم و عصیان سے بندگان الہی کو روکا - یہ اصلاح اعتقادات و اعمال دینیہ کا جہاد تھا - حضرة (ابراهیم) نے کالدیا کے صنم کدوں سے ارض الہی کو پاک کیا اور کواکب پرستوں کو دعوۃ توحید دی - انہوں نے اسکے جلانے کیلیے آگ سلگائی اور اسکی ہلاکت کے مشورے کیے - یہ بھی جہاد فی سبیل اللہ تھا - حضرة (موسی) علیہ السلام فراعنۂ مصر کی شخصی حکومت اور جابرانہ غلامی کے قلع و قمع کیلیے آئے اور اپنی قوم کو غیروں کی غلامی و محکومی سے نجات دلائی - یہ ایک پورا پولیٹکل اور سیاسی جہاد تھا - مگر یہ بھی جہاد فی سبیل اللہ تھا !

حضرة (مسیح) بنی اسرائیل کے گم شدہ اخلاق کی سراغ میں آئے - ظالم یہودیوں نے انکے منھہ پر تھوکا اور (پلا طوس) کے بے رحم سپاہیوں نے انکے سر پر کانٹوں کا تاج رکھا، تا وہ صلیب پر لٹکائے جائیں اور جو لکھا ہے، وہ پورا ہو -

یہ ایک اخلاقی جہاد تھا، اور اس اخلاقی مجاہد نے اس راہ میں اپنی عظیم قربانی کرکے فی الحقیقت اسکی پوری تکمیل کردی، پس یہ بھی جہاد فی سبیل اللہ تھا -

حضرت (ختم المرسلین) علیہ الصلوۃ و السلام نے تمام عالم کی ضلالتوں اور تاریکیوں کو دور کرنا چاہا اور اپنی اور اپنی جماعت مقدس کی زندگی اس راہ میں صرف کردی - یہ محض اصلاح اقوام و زمن کا کوئی خاص شعبہ نہ تھا، جسکو ہم نے پالٹکس، تمدن، اخلاق، اور مذہب کے نام سے تقسیم کردیا ہے، بلکہ انکی دعوۃ عام، اور اسکی اصلاح عالمگیر تھی - اُس دنیا کے سب سے بڑے خدا نما انسان کا جہاد، ہر اصلاح انسانی اور دفع ہر فساد ارضی کیلیے تھا - صلی اللہ علیہ و علی جمیع الانبیاء والمرسلین، و علی آلہم و صحبہم اجمعین !

(والذین معہم)

یہ تو اسوہ ہاے جلیلۂ نبویہ ہیں، جنکو جہاد فی سبیل اللہ کا نمونہ بنا کر بھیجا گیا - لیکن پھر ان سب کے ماتحت اور زیر ظل، صدیقین و شہدا، اور صالحین و تابعین امت کے اعمال مجاہدانہ و عزائم حق پرستانہ ہیں، جنکے ان گنت اور بے شمار نمونے ہمارے سامنے موجود ہیں -

انبیاء عظام کے اعمال دنیا میں کشت زار اصلاح کیلیے بمنزلہ تخم کے ہوتے ہیں اور انکے متبعین و مومنین کے اعمال الہیہ بمنزلۂ اشجار و اثمار کے :

کزرع اخرج شطأه فآزره فاستغلظ فاستوی علی سوقه یعجب الزراع لیغیظ بهم الکفار - (۴۸ : ۲۹)	" مثل اُس کھیتی کے کہ اُس نے پہلے زمین سے اپنی پہلی کونپل نکالی، پھر اُس نے غذاء نباتی کو ہوا اور مٹی سے جذب کرکے اُس کونپل کو قوی کیا، پس وہ بتدریج بڑھتی اور موٹی ہوتی گئی - یہاں تک کہ کھیتی اپنی نال پر سیدھی کھڑی ہوگئی، اور اپنی سرسبزی و شادابی سے کسانوں کو خوشی دینے لگی - خدا نے یہ ترقی انہیں اسلیے عطا کی، تا کہ کفار اس کو دیکھکر غصے میں جلیں"

پس جو مومنین مخلصین اپنے اعمال کی روشنی آفتاب نبوت سے کسب کرتے ہیں، اور اپنی قوتوں کو کسی نہ کسی صورت میں حق و صداقت اور دفع فساد و ظلم کی راہ میں وقف جہاد فی سبیل اللہ کردینے کی توفیق پاتے ہیں، وہ اس تخم دعوۃ کے برگ و بار ہیں - خدا انکو انبیاء و صدیقین کی معیت کا شرف عطا فرماتا ہے اور انکے کاموں کو بھی اعمال نبوت کی طرح اپنی مقبولیت کیلیے چن لیتا ہے ومن یطع اللہ والرسول فاولائک مع الذین انعم اللہ علیہم من النبیین و الصدیقین و الشہداء والصالحین، و حسن اولائک رفیقا (۴ : ۷۱)

(جہاد لسانی)

حقیقت جہاد کی طرح جہاد فی سبیل اللہ کے وسائل و ذرائع بھی عام ہیں اور ان کو صرف تلوار ہی کے قبضہ کے اندر سمجھنا غلطی ہے جہاد حق کی راہ میں سعی و کوشش ہے - خواہ وہ زبان سے ہو، خواہ مال سے - خواہ تلوار و نیزہ سے ہو، خواہ خون مظلومیت سے - خدا کی سچائی اور انسانی ظلم کے انسداد کی راہ میں اپنی قوتوں کا صرف کرنا، کسی صورت اور کسی شکل میں ہو، داخل معنی و حقیقت جہاد ہے -

قرآن کریم میں ہر جگہ " جاهدوا باموالکم و انفسکم " آیا ہے - یعنی جہاد اپنے نفوس اور اپنے اموال کے ذریعہ کرو - نفوس کے جہاد میں ہر طرح کا ذریعۂ جہاد آ گیا - امام احمد، ابو داؤد، نسائی اور ابن حبان و غیرہم نے حضرة (انس) سے روایت کی ہے کہ :

جاهدوا المشرکین باموالکم و انفسکم و السنتکم !	جہاد کرو اپنے مال سے، اپنی جان سے، اور بذریعہ اپنی زبان کے !

اس سے ثابت ہوا کہ جہاد نہ صرف جان و مال، بلکہ زبان سے بھی ہوتا ہے -

فی الحقیقت " جہاد لسانی " اشرف ترین جہاد ہے - اس سے مقصود ہے بذریعہ مواعظ و خطب، اور بوسیلۂ تقریر و کلام کے لوگوں کو دعوۃ الہیہ دینا، ظلم و جبر شخصیت و استبداد کا رد اور قلع و قمع کرنا، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر، اور وہ تمام اشاعت تعالیم

حقہ اور نشر و اعلان حق و صداقت جو بذریعۂ تقریروں ' علم جلسوں ' اور مجالس مواعظ و خطب کے عمل میں آئے ۔

میں نے اس جہاد کو اشرف و اعظم جہاد اسلیے کہا کہ فی الحقیقت جہاد لسانی ہی تمام مجاہدات کی بنیاد اور ہر طرح کے جہاد کیلیے وسیلہ و ذریعہ ہے - تم اپنے نفس شیطان کے مقابلے کیلیے اٹھو ' یا شیطان ضلالت و ظلم و جبر کیلیے - تم کو راہ صداقت میں مال و متاع کی ضرورت ہو ' یا جان و زندگی کی - تم کو انسانی حکومتوں سے نکلے ہوے زور استبداد و استعباد کو وادی سینا کے مجاہد کی طرح توڑنا ہو ' یا بد اخلاقی و نفسانی ضلالت کو دور کرنے کیلیے ناصرہ کے واعظ کی طرح اپنی مظلومانہ قربانی اور اپنے خون شہادت کی تلاش ہو - تم موسی کی طرح دشمن کو شکست دینا چاہو ' یا مسیح کی طرح دشمن سے شکست کھا کر فتح حاصل کرنا چاہو ' غرضکہ کسی قسم کے جہاد کیلیے مستعد ہو ' مگر سب سے پہلے تمہیں ان روحوں ہی کی تلاش ہوگی جو جہاد لسانی کے ذریعہ بندگان الہی کی غفلت دور کریں ' انکو خدا کا پیغام پہنچائیں ' انکے دلوں کے اندر محبت صداقت کی افسردہ انگیٹھی کی آگ کو بھڑکا دیں ' انکو تفکر و تدبر کی دعوت دیں ' انکو غفلت و اعراض کے نتائج سے ڈرائیں ' اور بالاخر خدا کی بخشی ہوئی قوۃ تاثر اور معجزات حقانیت کی پیدا کی ہوئی طاقت گویائی سے ایسی جانفروش جماعتیں پیدا کر دیں ' جو حق و صداقت کے عشق سے مضطرب اور جہاد فی سبیل اللہ کے جوش سے دیوانہ وار ہوں ! !

دنیا میں اصلاح کے تخم کے ہمیشہ سب سے پہلے " جہاد لسانی " ہی کی سطح پیدا کی ہے - اور یہی پہلی اینٹ ہے ' جس پر بڑی بڑی عمارتیں بنی ہیں اور بڑے بڑے شہر بسائے گئے ہیں - تمام انبیاء کرام اور رسل عظام جو اصلاح کی دعوۃ لیکر آئے ' انہوں نے اپنے الہی کار و بار کو وعظ ہی سے شروع کیا ' ہمیشہ وعظ ہی کرتے رہے ' اور دنیا سے رخصت بھی ہوے تو وعظ ہی کرتے ہوے - گویا اصلاح و دعوۃ ایک درخت ہے ' جسکا بیج بھی وعظ ہے ' جسکے لیے پانی بھی وعظ ہے ' اور آخر میں جسکا پھل بھی وعظ ہی ہوتا ہے !

(حضرۃ نوح) کے پتھروں کی بارش میں وعظ تھا - (خلیل اللہ) نے بابل کے بت خانے کے پجاریوں کے سامنے تقریر کی - (بنی اسرائیل) کے نجات دہندے کو بھی اپنا کام اسی سے شروع کرنا پڑا اور اس نے فرعون کے تخت کے آگے اور فرعونیوں کی بھیڑ کے سامنے ' دونوں جگہ وعظ ہی کے حربۂ الہی سے کام لیا -

وہ (آفتاب کنعانی) جس سے مصر کے قید خانے میں اجالا ہوا ' وہ بھی زندان مصائب کے اندر گویا ہوا تو وعظ ہی تھا ' جو اسکی زبان پر جاری ہوا -

وہ ' جو (ناصرہ) میں پیدا ہوا ' (کفر نحوم) میں بسا ' اور جس نے (گلیل) کی گلیوں سے اپنی مقدس منادی شروع کی - اس نے بھی اپنا کام وعظ ہی سے شروع کیا اور وعظ ہی پر ختم کیا -

جب (یہودیہ) کی آبادی اور (یروں) پارٹی بھی اسکے پیچھے ہو لی ' تو اس نے کوہ (زیتون) کی ایک چٹان پر سے اپنی صدا بلند کی - اور پھر جب وہ عید (فطیر) کے آخری دن اپنے شاگردوں کے ساتھ (فسح) کی روٹی توڑ رہا تھا ' جو اسکے جہاد فی سبیل اللہ کی آخری رات تھی ' تو اس وقت بھی وہ وعظ ہی میں مصروف تھا ! !

پھر سب سے آخر (اسلام) کی تحریک الہی کی ابتدائی تاریخ پر نظر ڈالو ' جو وعظ سے شروع ہوئی اور وعظ ہی پر ختم ہوئی -

وہ اصلاح انسانیت کا آخری ظہور اکبر ' جس نے موسی کی طرح حملہ نہیں کیا ' اور مسیح سے زیادہ عرصے تک صبر کیا ' گو بدر کے کنارے اور احد کے دامن میں تلوار کا جواب تلوار سے دینے پر مجبور ہوا ' تاہم اسکا اصلی حربہ وعظ ہی تھا - اس نے تورات کے حامل کی طرح قتال خونین نہیں کیا بلکہ ہمیشہ جہاد لسانی ہی کو ہر جہاد پر مقدم رکھا - نوح کی طرح اسپر پتھر پھینکے گئے ' پر اس نے نوح کی طرح بد دعا نہیں کی اور نہ نہیں کہا کہ :

رب لا تذر علی الارض	اے پروردگار ! ان کافروں میں سے
من الکافرین دیارا !	کسی کو بھی زندہ نہ چھوڑ کہ روے
(۷۱ : ۲۵)	زمین پر آباد نظر آے !

بلکہ کہا تو یہ کہا کہ : " رب اہد قومی ' فانہم لا یعلمون " ! خدایا ! میری قوم کی ہدایت کر ' کیونکہ وہ نہیں جانتے !

خدا نے بھی اسکا سب سے بڑا وصف بتایا تو یہی بتایا کہ وہ اسکی آیتیں پڑھتا اور اپنی طرف سے اسکے بندوں کو تعلیم دیتا ہے :

هو الذی بعث فی الامیین رسولا منهم ' یتلو علیهم آیاته و یزکیهم ' و یعلمهم الکتاب و الحکمة ' و ان کانوا من قبل لفی ضلال مبین !

(۶۲ : ۲)

پس زبان ہی کا جہاد وہ اشرف و اکمل جہاد ہے ' جو حکم الہی کے مطابق ' اسکے برگزیدہ رسولوں کی اصلی سنت ' تمام مجاہدات حقہ کا بنیاد اولین و وسیلۂ وحید ' اور انسانی نیکی و ہدایت کا اصلی سرچشمہ و منبع ہے !

(عود الی المقصود)

پس فرمایا کہ : " اجعلتم سقایة الحاج و عمارة المسجد الحرام کمن آمن باللہ و الیوم الآخر و جاہد فی سبیل اللہ ؟ "

کیا تم نے حاجیوں کے پانی پلانے اور مسجد کی تعمیر و تولیت کو اس شخص کے کاموں جیسا سمجھ رکھا ہے ' جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان لایا اور اسکی راہ میں جہاد کرتا ہے ؟

مشرکین مکہ کو تولیت مسجد پر ناز تھا ' مگر اللہ کا رسول اور اسکے ساتھی ایمان باللہ اور جہاد فی سبیل اللہ میں مصروف تھے - خدا نے کہا کہ دونوں ہرگز ہرگز برابر نہیں ہوسکتے -

اس آیت میں پہلے ایمان باللہ و الیوم الآخر کو فرمایا کہ فی الحقیقت تمام انسانی نیکیوں کی جڑ ہے ' اور کوئی انسانی شرف ایسا نہیں جسکی شاخ اسی جڑ سے نہ نکلتی ہو - اسکے بعد جہاد کا تذکرہ کیا اور جہاد میں ہر قسم کا جہاد داخل ہے -

یہ دلیل ایک واضح بات تھی - اسی لیے انسان کی قدرتی دانائی کے اعتماد پر اسکے لیے صرف سوال کا کر دینا ہی کافی تھا - دلیل کی حاجت نہ تھی ' اور نہ قرآن کریم کا انداز مخصوص ہے - ہر شخص جانتا ہے کہ مکان کی عظمت مکین کی وجہ سے ہوتی ہے اور اینٹ چونے کے اندر کوئی پر اسرار تقدس نہیں ہے - اگر ایک شخص خدا کی راہ میں اپنی قوتوں کو قربان کر رہا ہے ' تو اسکے مقابلے میں اس شخص کی کیا حیثیت ہوسکتی ہے جو صرف اسکے گھر کی پاسبانی کا مدعی ہے ؟

ان اشارات کے بعد ضروری ہے کہ اس آیت کے بعض نتائج مہمہ کی طرف متوجہ ہوں -

(نتائج بحث)

(۱) اب تم ذرا آجکل کے مولویوں ' پیش اماموں ' اور ان انجمنوں کو دیکھو جنکے زیر انتظام کوئی مسجد ہے یا مسجد کے اوقاف ہیں - انکے اس فخر و غرور باطل کو دیکھو ' جس کا نشہ ہمیشہ

انہیں سرگراں رکھتا ہے ' اور انکے اُن اعمال مشرکانہ و عصیان شعارانہ کا احتساب کرو ' جنکو وہ با وجود کوشش کے خدا کی طرح اسکے بندوں سے بھی نہیں چھپا سکتے ۔

دیکھو ! وہ کیسے سرگراں اور کیسے سرکش ہیں ؟ انکا غرور کس درجہ مغروران قریش کے ما مرانہ غرور سے اشد ہے ' جنکے حق میں یہ آیت نازل ہوئی تھی ؟ ٹھیک ٹھیک مثل انکے یہ بھی مساجد کی تولیت اور اسکے ممبروں کے موروثی منصب پر نازاں ہیں ' اور کہتے ہیں کہ یہ تو ہمارے گھر ہیں ' جنکے اندر سب کچھہ کرنے کا ہمیں اختیار حاصل ہے - خواہ ہم اُسے مشرکین مکہ کی طرح بتوں کی پوجا کا گھر بنا دیں ' خواہ عمروں کی تعظیم و تعبد کیلیے اسکے صحن میں فرش و قالین بچھائیں - خواہ اُس محراب عبادت کے نیچے ' جہاں الله کے آگے جھکنے کیلیے دعاء کی جاتی ہے ' عمروں کی تعریف و ثنا اور تسبیح و تہلیل کی صدائیں بلند کریں - خواہ اُس ممبر پر چڑھکر ' جو صرف ذکر و تحمید الٰہی و امر بالمعروف و نہی عن المنکر کیلیے ہے ' غیروں کے حکموں کا اعلان کریں ۔ قاتلہم الله ' انی یوفکون !

(۲) وہ اُن بندگان الٰہی کے دشمن ہیں ' جنہوں نے الله اور یوم آخرت پر ایمان و یقین کرکے ' خدا کے سوا دوسروں کا خوف اپنے دل سے نکال دیا ہے ' اور حضور خدا تعالی کے امر بالمعروف و نہی عن المنکر ' اور وعظ و ہدایت مومنین : قلمع و قمع مفساد و عدوان مامورین کی توفیق دی ہے ' اور جو اسکی راہ میں " جہاد مقدس لسانی " کی سنت ابدا و صدیقین ادا کرنا چاہتے ہیں - حالانکہ جن مسجدوں کی تولیت و امامت کا انہیں غرور ہے ' انکا خدا تو کہتا ہے کہ سب سے بڑی نیکی ایمان باللہ ' اور سب سے بڑا عمل جہاد فی سبیل اللہ ہے - مسجدوں کی تولیت کا مغرور باطل ' اور اسکا ادعاء القاء شیطانی سے زیادہ نہیں - پھر انہیں کیا ہوگیا ہے کہ جس چیز کو خدا باطل کہتا ہے ' اسکا غرور کرتے ہیں ' اور جنکو خدا پیار کرتا ہے ' انکے دشمن ہوگئے ہیں ؟

(۳) جہاد کی حقیقت سے تم پر واضح ہوگیا ہوگا کہ اشرف و اعلی جہاد ' جہاد لسان و قلم ہے کہ تعداد جمیع مجاہدات مقدسہ کی یہی ہے - اور ظالم و جابر کا استیصال اور حقوق انسانیت و مسلمین کا مطالبہ جہاد فی سبیل الله میں داخل - پس یہ جو کہتے ہیں کہ مسجدوں میں وعظ و خطبات کو روادار ' کیونکہ وہ " سیاسی " ہیں ' تو اسکا صاف مطلب یہ ہے کہ وہ جہاد فی سبیل الله کو روکنا چاہتے ہیں ' اور سیاست کے نام سے حفظ حقوق مسلمین و دفع ظلم و جور کی سعی مراد لیتے ہیں - پھر صحیح ان لوگوں کو یاد کرنے کیلیے کوئی موزوں لقب بتلاؤ جو جہاد فی سبیل الله والحق کے مانع اور احکام فراعنہ پر اپنے آراء شیطانیہ کو ترجیح دینے والے ہیں ؟ میں اگر انکو کفر پرست کہوں تو تم کہوگے کہ یہ ایمان و کفر کی بحث ہے - میں اگر انکو مشرک کہوں تو تم پکاروگے کہ یہ بہت ہی بڑی جسارت ہے - ہاں یہ جسارت ہے ' لیکن جن ظالموں نے الله کے آگے جسارت کی ہے ' کیوں نہ ہم بھی انکے لیے جسارت کریں ؟ وہ نہ مومن ہیں نہ مسلم - انکا حال یہ ہے جو کہا گیا : نومن ببعض و نکفر ببعض ' و یریدون ان یتخذوا بین ذلک سبیلا -

ان لوگوں کی اصطلاح میں جس چیز کو سیاست اور پالٹکس کہتے ہیں ' اسلام کے نزدیک عین دین و مذہب ہے ' اور جہاد فی سبیل الله میں داخل - کما سیاتی انشاء الله - پس جہاد فی سبیل الله کیلیے مساجد سے بڑھکر اور کونسی جگہ بہتر ہوسکتی ہے ؟

اقتراعیات

(سفر جسٹ عورتیں)

عورت یورپ میں بہت دنوں سے مظلوم رہی ہے اور اب بھی ہے - وہ شادی سے پہلے باپ کی اور شادی کے بعد شوہر کی مالک ہے - وہ نام کا بھی حق نہیں رکھتی کہ شادی سے پہلے وہ باپ کے نام میں اور شادی کے بعد شوہر کے نام میں مدغم ہوجاتی ہے ' وہ مالی معاملہ اپنے نام سے نہیں کر سکتی ' وہ کوئی جائداد اپنے نام سے نہیں خرید سکتی ' وہ موروثی جائداد میں بھی کوئی مداخلت شوہر کے سامنے نہیں کر سکتی -

نصرانیت جو یورپ کا اسمی مذہب ہے ' افسوس کہ وہ بھی ان معاملات میں اس طبقۂ ضعیف کی دستگیری نہیں کرتا ' کیونکہ اسکے صحیفۂ الہیہ میں " لہن مثل الذی علیہن " (قرآن حکیم) کی آیت نہیں ہے -

اب جبکہ ہر طبقہ اپنی حریت و ازادی کے لیے سرگرم راہ سعی و طلب ہے ' انگلستان کی نصرانی عورتیں بھی اُٹھی ہیں کہ مردوں سے اپنے حقوق مغصوبہ واپس لیں ' جس طرح ان کی بعض بہنیں امریکہ وغیرہ بعض ممالک میں کچھہ حقوق واپس لے چکی ہیں - ان کے دعاوی و مطالب حسب ذیل ہیں :

(۱) مساوات سیاسی Political Equality یعنی پارلیمنٹ میونسپلٹی اور ڈسٹرکٹ بورڈ میں عورتوں کی نامزدگی و انتخاب -

(۲) حریت مالی و شخصی Economic & Personal یعنی وہ اپنے مال و جائداد میں اپنی زندگی کی جس روش کے لیے جس قسم کا تصرف چاہیں ' کرسکیں -

(۳) حریت دماغی Intellectual مرد جس طرح اپنی ترقی و ارتقا کے لیے مختلف دماغی راستے تلاش کرتے ہیں اور اسکے لیے جو وسائل و ذرائع اختیار کرتے ہیں ' حق ہے کہ عورتیں بھی ان سے محروم نہوں -

ان مطالب کے حصول کے لیے انگلستان کی عورتیں ایک مدت سے جانفشاں ہیں ' اور سعی مقصد میں کسی خطرے کی پرواہ نہیں کرتیں - کامیابی کی راہ انگلستان کی عورتیں وہ سمجھتی ہیں جسکو ہندوستان کے مرد اب تک نہیں سمجھے -

مسز پنکھرسٹ حقوق طلب عورتوں کی لیڈر یعنی " سیدۃ الاقتراعیات " ہیں - ۳ اپریل سنہ ۱۹۱۳ع کو انہوں نے اولڈبیلی کے اجلاس میں بکمال حریت و استقلال کہا :

" خواہ کتنے ہی دنوں کی سزا ملے ' مجھے اس کی پروا نہیں ' میں اپنے ارادے سے کبھی باز نہ آؤنگی ' میں جس وقت یہاں سے قید خانے جاؤنگی ' اوس وقت سے کھانا چھوڑ دونگی - اس حالت میں اگر مرگئی تو بہتر ہے ' ورنہ اگر بچ کر نکلی تو اپنے حقوق کے لیے پھر مصروف پیکار ہو جاؤنگی " -

آجکی اشاعت کے ساتھہ ایک مرقع شائع کیا جاتا ہے ' جس سے اقتراعی تحریک کی زور و قوت کا اندازہ ہوگا - وزارۂ انگلستان علی الخصوص مسٹر ایسکوئتھہ کے ساتھہ اس تحریک کا جو سلوک رہا ہے ' اسکو اخباروں میں آپ پڑھ چکے ہیں - اس مرقع میں پہلی تصویر اس اقتراعیہ کی ہے جس نے پچھلے دنوں ملک معظم کے گھوڑے کو گھوڑ دوڑ میں پکڑ لیا تھا - اسکے بعد دو تصویریں ان دو مشہور عمارتوں کی ہیں ' جنکو آگ لگا کر عورتوں نے جلا دیا اور کئی لاکھ پونڈ کا نقصان عظیم ہوا !

مشہور اقنراعیہ ' جس نے گھوڑ دوڑ کے میدان میں مالک معظم کے گھوڑے کو پکڑلیا تھا -

ایک ندرا نے ریس کورس کی عمارت ' جس کو ایک اقنراعیہ نے آگ لگاکر جلا دیا -

انگلینڈ کا ایک مشہور کارخانہ جس کو اقنراعیہ فدائیوں نے جلا کر برباد کردیا - لاکھوں روپیہ کا نقصان عظیم '

ان فی ذالک لایات لقوم یوقنون !

آیرلینڈ ہوم رول بل

(۲)

لیکن آیرلینڈ کے لیے یہ اطمینان دیر پا نہ رہا - سنہ ۱۳۱۸ میں انگلینڈ کی فوج نے اڈورڈ بروس کو سخت ہزیمت دی ' اور اخر اسی معرکہ میں وہ کام آیا - لیکن اس فتح سے جو انگلینڈ کو میدان جنگ میں ہوئی ' ایوان صلح کے اندر کوئی کامیابی نہ ہوئی - آیرلینڈ بدستور مرجع اضطراب و مسکن شورش و التہاب رہا -

بلکہ انگلینڈ کے مصائب و مشکلات کی گرہ پہلے سے زیادہ سخت ہوگئی ' یعنی نارمن اور آیرش اجناس باہمی مصالحت و مزاوجت سے ایک متحد النسل ' متحد اللسان ' اور متحد الارادہ قوم بن گئی ' جس نے اپنی مجموعی قوت کو وطن عزیز کی محافظت و مدافعت کے لیے مجتمع کر لیا -

سنہ ۱۳۶۱ - میں اس عقدہ کے حل کے لیے انگلینڈ نے ایک اور تدبیر کی جو اس کے آئرش سیاست کا اب بھی آخری تیر ہے ' یعنی اڈورڈ ثالث نے ایک فرمان جاری کیا جس کا مضمون یہ تھا :

" آیرلینڈ کے تمام مناصب اور عہدے صرف اہل ملک اور ان انگریزوں کے لیے مخصوص رہینگے جنہوں نے آئرش قومیت بذریعہ مزاوجت قبول کرلی ہے "

اس فرمان عطاے حقوق نے ملک میں ایک سیاسی سکون پیدا کر دیا ' لیکن دوسری طرف اجتماعی و اقتصادی حالات کی سطح مطمئن میں ایک دوسری جنبش نمودار ہوگئی ' یعنی انگریز کسب حقوق ملکی کے لیے نہایت کثرت سے آئرش قومیت میں داخل ہونے لگے - اس تحریک سے آیرلینڈ اور انگلینڈ ' دونوں کو نقصان پہونچا - اول کو اقتصادی و اجتماعی ' اور دوسرے کو سیاسی ' اس لیے دونوں گھبرا اٹھے ' یہاں تک کہ سنہ ۱۳۶۸ میں شہزادہ (لائنل) کی زیر نظارت اس کو ملک کے لیے خیانت کبری قرار دیا گیا -

اسی چودھویں صدی کے اواخر میں (رچرڈ ثانی) شاہ انگلینڈ نے آہستگی ' سکون ' اور اطمینان کی جگہ ' زور اور قوت سے ملک میں سکون و اطمینان پیدا کرنا چاہا ' لیکن کون نہیں جانتا کہ جو پانی پر حکومت کرنا چاہتا ہے ' وہ آہستگی و سکون سے اوسکی سطح متحرک کی جنبش باطل کرسکتا ہے ' پر زور آزمائی و قوت نمائی دریا کی لہروں کو اور زیادہ شدید الحرکۃ اور خوفناک بنا دیگی !

(رچرڈ) اور اوسکا جانشین ' دونوں اوسمیں نا کامیاب رہے - (اڈورڈ رابع) نے ایک قاعدہ جاری کیا کہ بغیر کسی معزز انگریز کی معیت کے جو شخص آیرلینڈ میں جاے یا وہاں سے آنے کی کوشش کریگا ' مقتول ہوگا - ہنری سابع نے تمکین قانون کے لیے بندش استبداد کو اور زیادہ سخت کیا - اوسنے قرار دیا کہ نہ تو کوئی ملکی مجلس بغیر اذن حکومت انگلینڈ منعقد ہوگی ' اور نہ اوسکا کوئی قانون بغیر تصدیق انگلینڈ نافذ ہوگا - سنہ ۱۴۹۵ میں سر اڈورڈ (بریڈمس) نے جو انگلینڈ کی طرف سے آیرلینڈ کا گورنر جنرل تھا ' آیرلینڈ کی مجلس وطنی کے اختیارات و احکام کو لغو قرار دیا تا آنکہ انگلینڈ کی پارلیمنٹ اونکی تصدیق نہ کردے -

(اصلاح مسیحیت کی ابتدا)

اب تک ان دونوں ممالک کے درمیان صرف قومی اور سیاسی اختلافات تھے ' اب وہ زمانہ آگیا جب (لیوتھر) نے پالپ سینٹ پطرس کے اس اختیار کا انکار کیا کہ " جو تم زمین پر باندھوگے وہی آسمان پر باندھا جائیگا ' اور جو زمین پر کھول دوگے ' وہی آسمان پر کھولا جاے گا " اور ایک جدید فرقہ کی بنیاد ڈالی ' جو اب " پروٹسٹنٹ " کے نام سے مشہور ہے اور موجودہ مسیحیت و تمدن کی تاریخ کا ایک نہایت اہم مگر نہایت تفصیل طلب حصہ ہے -

(انگلینڈ و آئرلینڈ میں مذہبی اختلافات)

(بعض مذہبی مذاہب نصرانیت)

اس وقت یورپ کی اکثر حکومتیں بحالت تغیر و انقلاب تھیں - ترک مسلمانوں کی سیاسی قوت ' دین اسلام کی سادگی ' اور تعلیم توحید کی حقیقت سے روز بروز یورپ متاثر ہوتا رہا - بالاخر (لیوتھر) نے ان اثرات کو قبول کیا اور اوسکی عام دعوت دی ' سلاطین و ملوک یورپ ' پوپ کی مداخلت سے گھبرا اٹھے تھے ' انہوں نے لیوتھر کی نے سایۂ پناہ کو غنیمت سمجھا -

(لیوتھر) کی اصلاح کی تاریخ میں یہ یاد رکھنا چاہیے کہ اسکو سب سے بڑا الزام مسلمان ہونے کا دیا گیا تھا - نیز کہا جاتا تھا کہ اس نے قرآن کریم کا ایک قدیمی لاطینی ترجمہ کسی محفوظ خانقاہ کے مخفی حجروں میں رہکر پڑھا ہے اور اسی کا اثر تھا ' جو اسکی دعوت کی صورت میں ظاہر ہوا - (چیمبرس انسائیکلو پیڈیا) میں اسکی پوری تفصیل ہے اور (برٹانیکا) میں اسکی طرف اشارہ کیا ہے - انشاء اللہ ایک مستقل مضمون لیوتھر کی اصلاح کے متعلق لکھا جائیگا ' جس سے معلوم ہوگا کہ اسلام کی دعوت بالاخر کن کن صورتوں اور بھیسوں میں اپنا کام کرتی رہی ' اور جن لوگوں نے اسے قبول نہیں کیا تھا ' انہیں پھر دوسری صورت میں اسے قبول کرنا پڑا -

انگلینڈ میں اس وقت (ہنری ثامن) بادشاہ تھا ' جس کو متعدد امور میں پوپ سے مخالفت ہوگئی تھی ان میں سے ایک امر یہ بھی تھا کہ اسکی متعدد بیویاں تھیں -

(تعدد ازدواج) گو اصول نصرانیہ کی رو سے صحیح ہے ' لیکن رومن کیتھولک مذہب میں قدیم ملکی و قومی رسوم کی بنا پر ناجائز تھا ' پوپ نے (ہنری) کے اس فعل کو ناجائز قرار دیا ' لیکن وہ باز نہ آیا ' اور لیوتھر کے دامن میں آکر پناہ لی ' جہاں اسکو تعدد ازدواج پر کوئی تنبیہ نہیں کی گئی -

ان واقعات سے متعدد نتائج ضمناً ظاہر ہوے ہیں :

(ا) مذہب پروٹسٹنٹ اپنے وجود میں اسلام کا ممنون ہے -

(ب) مذہب پروٹسٹنٹ کے نشر و ظہور کے وجوہ و اسباب سیاسیہ و اجتماعیہ ہیں -

(ج) تعدد ازدواج اصول نصرانیہ کی رو سے جائز ہے کیونکہ تورات میں یہہ اجازت موجود ' انجیل میں اسکا ذکر متروک ' ایک بادشاہ نصرانی کا اسپر عمل ' اور مدعی اصلاح جدید و زلیمس و مرسس فرقہ پروٹسٹنٹ کا سکوت !! پھر اسکے بعد اور کیا ثبوت چاہیے ؟

بہرحال یہ اسباب تھے جن کی بنا پر ہنری شاہ انگلینڈ پروٹسٹنٹ فرقہ کی حمایت پر آمادہ ہوگیا - انگریزی قوم جو آزادی کی فطری طالب اور حریت کی طبعی طلبگار تھی ' اس جدید مذہب کی تقلید و قبول کے لیے اپنی ہر شے نثار کرنے لگی -

(ہنری اور الزبتھ)

اس تغیر و انقلاب دینی نے اوس خلیج کو جو انگلینڈ و آیرلینڈ کی دو قوموں کے درمیان حائل تھی ' اور زیادہ عمیق و وسیع کردیا ' سنہ ۱۵۳۷ میں ڈبلن پایہ تخت آیرلینڈ میں ایک انگریزی دربار منعقد ہوا ' جس نے یہ فرمان سنایا کہ آج سے پاپاے روما (پوپ) کی جگہ شاہ انگلینڈ خود ملک کے مذہب کا مالک ہے - آیرلینڈ کو آج سے کوئی حق نہیں کہ وہ پوپ سے کسی امر میں بھی مکاتبت و مراسلت کرے - نیز آج جو شخص شاہ انگلینڈ کی اطاعت کا حلف نہیں اٹھائیگا ' عدالت کا مجرم اور باغی قرار دیا جاے گا -

اس کے بعد ہنری نے شاہ آیرلینڈ کا لقب اختیار کیا ' حالانکہ باقاعدہ اور منظم حکومت اوسکی اب تک صرف جزیرے کے ایک چھوٹے سے حصے ہی میں محصور تھی !

یہ احکام زمین کے اسی قطعے میں جو وطن ' قومیت ' زبان ' اور اب مذہب میں بھی بالکل مخالف تھا ' ہر شخص سمجھہ سکتا ہے کہ کیسے حوادث مختلفہ اور کیسے کیسے مصائب گونا گوں کے باعث ہوے ہونگے ؟ تاہم ہنری چونکہ ایک قسی القلب ' ظلم پیشہ ' اور جابر العلم بادشاہ تھا ' اسلیے فتنے نے زیادہ سر اٹھانے کی فوری مہلت نہ پائی -

ملکہ (الزبتھ) کے عہد حکومت میں جبکہ زمام حکومت ایک عیش پسند ' نازآفریں ' لیکن مغرور و متکبر ملکہ کے ہاتھہ میں تھا ' جو اسلیلاے ممالک پر بھی اوسی قدر قدرت رکھتی تھی ' جس قدر فتح قلوب پر ' جسکا دربار بہادروں سے بھی اوسی قدر پر رہتا تھا ' جس قدر عشاق سے ! کیتھولک فرقے کے پروٹسٹنٹ پر نہایت خوں ریز ' وحشیانہ ' اور خوفناک مظالم کیے ' لیکن جو مصیبت کے عنصر سے بنی تھی وہ عداوت کیونکر کرسکتی تھی ؟ بالاخر نتیجہ یہ ہوا کہ مظالم میں اشتداد اور عداوت و انتقام میں اضافہ ہوتا رہا -

الزبتھ ہندوستان کے (اکبر اعظم) ایران کے (عباس صفوی) اور ترکی کے (سلیمان قانونی) کی ہمعصر تھی - اور ترقی ممالک و امن و نظم میں بھی اپنے ان مشرقی معاصرین کی طرح اسکا عہد شاندار اور ممتاز تھا -

الزبتھ نے آیرلینڈ کی تسکین و تامین کے لیے دو تدبیریں کیں ' ایک طرف تو ایک جنرل کو آیرلینڈ کی تسخیر کامل کے لیے روانہ کیا - دوسری طرف برطانی انگریزوں کی تعداد کثیر کو آیرلینڈ میں مستقل اقامت کا حکم دیا - انھوں نے " السٹر " کا صوبہ اپنے لیے منتخب کیا ' تاکہ ملک کے اندر انگلینڈ کی طرف سے ایک شدید و باسل قوت ہمیشہ موجود رہے -

یہی " السٹر " ہے جو آج (ہوم رول بل) کی وجہ سے معرکہ گاہ محشر خیز بنا ہوا ہے -

لیکن باوجود کثرت فتوحات و کثرت تعداد ' اہل برطانیہ اور نسل آیرلینڈ اپنے جہد و جہاد سے باز نہ آئی - الزبتھ کے آخریں پندرہ سالونکے اندر آیرلینڈ و برطانیہ کی تلواریں ہمیشہ نیام سے باہر رہیں ' لیکن دونوں کے مقاصد ایک دوسرے سے متضاد تھے - ایک اپنی حریت و استقلال کے لیے سرفروش تھا ' دوسرا غلبۂ و استیلا اور جبر و قہر کے لیے بے قرار - دیو باطل فرشتۂ حق سے دست و گریباں تھا ' اور طوق غلامی حریت و استقلال کی گردن میں زبردستی حلقۂ گلو بنا چاہتی تھی -

شرارۂ جنگ خوفناک حد تک مشتعل ہوگیا - طرفین کے خسائر و نقصانات کا اندازہ ۳۰ - لاکھہ پونڈ ' اور ۲ - لاکھہ جانوں سے کیا جاتا ہے !!

سنہ ۱۵ - ۵۸ میں سرجان (پیررٹ) نے ' جو انگلینڈ کی طرف سے آیرلینڈ کا حاکم تھا ' ایک دربار منعقد کیا ' جس میں رؤساے آیرلینڈ و برطانیہ شریک تھے -

(جیمس) اول نے بھی الزبتھ کی روش سیاست کو ملحوظ رکھا اور بدستور آیرلینڈ کے صوبہ السٹر میں آباد ہونے کیلیے پروٹسٹنٹ برطانی خاندان مسلسل آتے رہے -

(قرون حونین)

سنہ ۱۶۴۱ ع میں جبکہ انگلینڈ دستوری حکومت کی کوششوں اور مصیبتوں میں مبتلا تھا ' اور امرا کے سلب قدرت ' جمہور کی حریۃ و احترام حقوق ' اور نائبین ملک کے توسیع اختیارات کے لیے بادشاہ اور امرا سے لڑ رہا تھا ' تو آیرلینڈ نے بھی عزم کیا کہ جس چیز کو انگلینڈ اپنے بادشاہ اور امرا سے مانگ رہا ہے ' وہ انگلینڈ سے اپنے لیے بھی طلب کرے -

صلح و آشتی سے کبھی بھی یہ متاع نہیں ملی جیسا کہ دنیا کی تاریخ بتلا رہی ہے ' پس دونوں نے اپنے اپنے حریفوں کے مقابلے میں تلوار کھینچ لی - انگلینڈ نے تائب شاہ کا سر اتار لیا ' اور آیرلینڈ نے لاکھوں برطانی انگریزوں کو جسم بے سر کردیا - آیرلینڈ کا صوبہ " السٹر " جو پروٹسٹنٹ اور برطانی انگریزوں کا مسکن تھا ' رومن یعنی اہل آیرلینڈ کے غیظ و غضب اور انتقام و قہر کی بجلی وہاں گری ' اور برطانی آبادی کا خرمن جلا کر خاکستر ہوکر رہگیا - صرف چند دنوں کے اندر پچاس ہزار انگریز اس شورش میں طعمۂ اجل ہوے تھے !!

بچوں اور عورتوں پر کوئی رحم نہیں کیا گیا ' مردوں کو صرف تلوار اور گولی ہی سے نہیں ' بلکہ آگ ' پانی ' بھوک ' اور سردی سے ہلاک کیا گیا - شوہر بیبیوں کے روبرو ' اور بچے ماؤں کے سامنے قتل ہوے - لڑکیاں اور تمام عورتیں بے حرمت کی گئیں - غرض کہ وحشت و بہیمیت ' درندگی و سفاکی کا کوئی ایسا حربۂ جہنمی نہ تھا ' جو استعمال نہ ہوا ہو -

(اتحاد و استقلال)

اس جوش انتقام سے فارغ ہوکر آیرلینڈ نے جو زیادہ تر کیتھولک تھا ' حلف اٹھایا کہ عقائد و مقاصد فرقۂ کیتھولک کی محافظت و مدافعت کے لیے اپنے خون کا آخریں قطرہ تک نثار کرنے کیلیے طیار ہے -

ایک سال کی شورش کے بعد سنہ ۱۶۴۲ - میں آیرلینڈ کی ایک مجلس ملکی مجتمع ہوئی - سن مذکورہ کی ۲۳ - اکتوبر کو

تمام اہل مملکت میں ایک عام اتحاد قائم ہوگیا، جس کا نام تاریخ حروب اخیرا انگلستان میں اتحاد کیل کینی Kil Kenuy (۱) ہے۔

ایک مجلس انتظامی منتخب ہوئی جس نے زمام حکومت اپنے ہاتھوں میں لے لیا - مجلس کے ۲۴ - ممبر تھے، جنمیں پانچ مذہبی عہدہ دار اور باقی عام ملکی اشخاص تھے -

مجلس نے استقلال آیرلینڈ کا اعلان کیا، ایک حکومت موقتہ کی بنیاد ڈالی، محکمے قائم کیے، سکے مضروب ہوئے، اعلی عہدہ دار متعین کیے گئے، اور اسطرح آیرلینڈ کو وہ گم شدہ آزادی مل گئی، جس کا ایک مدت سے وہ متلاشی تھا -

(اعتشاش و قتل و سلب)

انگلینڈ جو اس وقت خود دستوری و استبدادی حکومتوں کی کش مکش میں مبتلا تھا، اسکی فوجی عمل کے بالکل نا قابل تھا، اس لیے اوس نے اُس بے امان ہتیارسے کام لیا، جو آج بھی ایک یوروپین حکومت کا بہترین اور محفوظ ترین حربہ ہے - یعنی سیاست تفریق، و نشر عداوت، و ترغیب خائنین، و تالیف منافقین وطن -

آیرلینڈ کا نظام عمل پراگندہ اور شیرازۂ حکومت منتشر ہوگیا -

سنہ ۱۶۴۹ - میں وہ عہد آگیا جب مشہور (کرامویل) نامی ایک سپاہی حمایت حریت کے نام سے تخت انگلینڈ کا مالک ہوا، اور ملک ایک موروثی بادشاہ کے پنجے سے چھوٹ کر ایک ذاتی بادشاہ کے پنجے میں آگیا - (کرامویل) ایک شجاع اور راسخ العزم انسان تھا - اوس نے آیرلینڈ کے موجودہ ضعف سے فائدہ اٹھایا، ایک ایک کرکے رومن آیرلینڈ کے تمام قلعے مسخر کرلیے، اور تمام جزیرہ میں ایک عام سیاسی سکون پیدا ہوگیا - آیرلینڈ کی تاریخ میں یہ پہلا دن تھا، جب انگلینڈ، تمام جزیرہ کا کا ملاً بلا اشتراک اپنے کو مالک کہہ سکتا تھا -

لیکن اب بھی مشکلات کا خاتمہ نہ ہوا، اور نہ درحقیقت کبھی ایسی غیروطنی حکومت کی مشکلات کا خاتمہ ہوسکتا ہے - سنہ ۱۶۸۸ - میں ایک نئی شورش آیرلینڈ میں رونما ہوئی - (جیمس دوم) نے جو انگلستان کے تخت کے لیے کوشاں تھا، انگلینڈ سے ناکامیاب ہوکر آیرلینڈ کی طرف رخ کیا -.آیرش قوم نے جوش و خروش اور عزو احتشام کے ساتھہ اوس کا استقبال کیا، اور ایک جرار سپاہ آیرش اور فرنچ افسروں کے تحت قیادت اوس کی اعانت و حمایت کے لیے آمادہ ہوگئی - دراصل اس پردے میں خود آیرلینڈ کی اعانت و حمایت ملحوظ تھی -

ولیم (ولیم آف اورنگ) جو برطانی سپاہ کا قائد تھا، اوس نے سنہ ۱۶۹۰ - میں اس حسن تدبیر سے جنگ شروع کی کہ آیرلینڈ کی استقلال طلب فوج بالکل ناکام رہی - اور ۱۲ - جولائی سنہ ۱۶۹۱ - میں نہایت سخت ہزیمت اٹھا کر، بالاخر ۳ اکتوبر سنہ ۱۶۹۲ میں سوا برس کی مدافعت کے بعد، چند شرائط پر سب نے ہتیار ڈال دیے -

---

(۱) کلکنی دراصل آیرلینڈ کے ایک شہر کا نام ہے جو برطانی انگریزوں نے جا کر بعہد اسٹرانگ بو Strong-Bow آباد کیا تھا - اُس عہد سے اڈورڈ رابع تک انکو فرامین متعلق آبادی وغیرہ ملتے رہے - ملکہ الزبتھ کے عہد میں اسکے اطراف کے قصبات کو ملاکر ایک چھوٹے سے صوبے کی حیثیت دیدی گئی - جیمس اول نے اسکی توسیع کی - پارلیمنٹیں بدوامات اسمیں قائم ہوئیں - کرامویل نے پھر دوبارہ اسے فتح کیا - اسی شہر میں یہ اتحاد رقم ہوا تھا - اور آسی کی نسبت سے اسکا نام " اتحاد کلکنی " ہوگیا - (انسا یکلو پیڈیا برٹانیکا حرف کاف)

انگریزی قوم نے فتح کے بعد اپنے اخلاق کی کوئی عمدہ مثال نہیں پیش کی - شرائط صلح جو یورپ کی رسم و عمل کے مطابق توڑنے ہی کی چیز ہے، توڑ دیے گیے، نا فرمانی و سرکشی کا آیرلینڈ سے پورا معاوضہ لیا گیا، اونکی جائدادیں ضبط کرلی گئیں، مظالم کا ایک سلسلۂ مہیب شروع ہوگیا، تمام خاندان تباہ ہوگئے، لوگ بھاگ بھاگ کر دوسرے ملکوں میں چلے گئے - جن کے پاس پاے رفتار نہ تھے، وہ ظلم و ستم کی زنجیریں پہننے پر مجبور کیے گئے - عرصۂ متصل و مسلسل ۱۰۰ - برس تک، مظلوم و مفلوک انسان، منہدم ایوان و عمارات، اور خشک و بے رونق میدانوں کے سوا آئرلینڈ میں اور کچھہ باقی نہ رہا تھا، آئرش اور کیتھولک ہونا، اس قطعۂ ارض میں سب سے بڑا جرم انسانی تھا -

اٹھارھویں صدی کے قوانین سیاست میں اس جرم کے مرتکب کے لیے ہر قسم کی سزا جائز تھی - اوسے خود اپنے ملک و وطن میں کوئی حق حاصل نہ تھا، وہ اعلی عہدوں کا مستحق نہ تھا، وہ فوج میں بھی نوکر نہیں ہوسکتا تھا، وہ کوئی ہتیار اپنے پاس نہیں رکھہ سکتا تھا، وہ عام حقوق ملکی سے متمتع ہونے کا بھی حقدار نہ تھا، عجب نہیں کہ ان میں سے اکثر باتوں کو پڑھکر ایک ہند نژاد متعجب نہ ہو، کیونکہ وہ ایک مدت سے ان تمام باتوں کا عادی ہوگیا ہے، اور اسلیے اسے شکایت نہیں، لیکن اس شدت دود محرومی کی تکلیف اس دل سے پوچھو، جسکا احساس ابھی مفقود نہیں ہوا، اور جسکی فرمیت ابھی جسم میت نہیں ہوگئی ہے !!

اعانۂ مسجد کانپور

کا ایک مصرف

میں ایک اہم قومی مسئلہ کے طرف آپکی توجہ مبذول کراتا ہوں - امسال حج میں مسلمانوں کو اسوقت تک جن دقتوں کا سامنا کرنا پڑا ہے - اور سال آیندہ سے جو مصیبتیں آنیوالی ہیں، انکا خیال کرتے ہوے، اور نیز حجاج کو جن مصائب اور تکالیف کا سامنا ایام حج میں" کرنا پڑتا ہے، انکا لحاظ رکھتے ہوے مناسب ہے کہ ہم ایک کمپنی قومی سرمایہ سے قائم کریں جو حاجیوں کے لیے جہاز بہم پہنچا دے، اور اُنکی ہر طرحکی عافیت کا خیال رکھے - اسوقت موقع حاصل ہے اور وقت ہے کہ ہم اس اہم کام کو کرائیں - روپیہ کی بھی معقول رقم اسوقت مسلمان جمع کر سکتے ہیں - عید اضحی کا زمانہ قریب ہے اور موقع ہے کہ اِس اجتماع سے فائدہ اُٹھایا جاے -

کانپور کے فنڈ میں ایک لاکھہ روپیہ تقریباً محفوظ ہوگا - (اُن چندوں کو ملا کر جو اسوقت متفرق شہروں میں لوگوں کے پاس جمع ہے) میرے خیال میں مناسب ہوگا کہ اس رقم کو بھی اسی نیک مصرف میں لگا دیا جاوے -

اِس کمپنی سے جو منافع ہو، اسکا ایک حصہ پس ماندگان شہداے کانپور پر صرف کیا جاوے - اسوقت میں علیل ہوں اور ان چند سطور کو ضروری سمجھہ کر بھیج رہا ہوں - امید ہے کہ آپ انکو نہ صرف شایع فرماد یںگے، بلکہ اپنی قیمتی راے بھی اس بارہ میں دینگے - حضرت نواب وقار الملک بھی اگر اِس بارہ میں اپنی راے مبارک سے عوام کو شرف مخاطبت بخشیں تو بہت مناسب ہو -

(خاکسار سید احمد حسین)

فن مکالمۃ

(از مراسلہ نگار ادیب صاحبزادہ مولوی ظفر حسن صاحب)

(۲)

(خطابت)

" مکالمت " کا ضد و مقابل " خطابت " ہے جو عبارت ہے ایک مجمع سے خطاب کرنے ' اور تقریر مسلسل و غیر منقطع کرنے سے - خطبہ تقریر کا نام ہے جو شخص واحد کرتا ہے ' متعدد اشخاص سنتے ہیں ' اور خاموش رہتے ہیں ' کچھہ دخل نہیں دیتے - یعنی مفہوم خطابت کے اجزاے ترکیبی تین ہیں :

(۱) تسلسل بیان (۲) تعدد مخاطبین (۳) سکوت سامعین - [یہ صحیح نہیں - بغیر انکے بھی خطابت کی تکمیل ہوسکتی ہے - عام گفتگو اور خطابت کا فرق معنوی بھی ہے - الہلال]

" خطابت " کے برخلاف " مکالمت " کوئی تقریر مستقل و غیر منقطع نہیں ہوتی ' بلکہ اسکے عین معنی یہ ہیں کہ مخاطبین موضوع گفتگو میں حصہ لیں - ایک شخص سوال کرے ' دوسرا جواب دے - ایک اظہار شک کرے ' دوسرا رفع شک کرے - ایک شخص کوئی واقعہ بیان کرے ' دوسرا شخص اسکے مثل کوئی دوسرا واقعہ نقل کردے -

اسکے علاوہ مکالمت کی تکمیل مفہوم کے لیے صرف ایک مخاطب کافی ہے ' بشرطیکہ بات چیت میں حصہ لے ' یا کم سے کم ہاں ہوں کرتا رہے ' زبان نہیں تو حرکات و سکنات ہی سے جواب دیتا رہے - ابروں کو جنبش چاہے نہ دے ' مگر گردن ضرور ہلاتا رہے ' اگرچہ یہ حرکت بھی متکلم کے ہر قول کی تائید و تسلیم ہی میں کیوں نہو -

غرضکہ بز اخفش ہی کیوں نہو ' مگر بت جامد نہو -

برخلاف اسکے خطابت کا مفہوم اسوقت تک پورا نہیں ہوتا ' جب تک کہ متعدد مخاطبین جمع نہوں ' پھر اگرچہ ایک سے زیادہ اشخاص جمع ہو جائیں ' لیکن ہر شخص بول سکتا ہو ' تو یہ ایک " صحبت مکالمہ " ہوگی ' مجلس خطابت نہوگی - ہاں البتہ اگر ایک شخص تقریر کرے ' باقی سب اسکی تقریر سنتے رہیں ' تو یہ مکالمہ نرہیگی بلکہ خطابت ہوجائیگی -

پس فن مکالمہ اس سے زیادہ نہیں ہے کہ ایک ذخیرۂ اصول گفتگو ' و فرد قوانین گفتار ' و فہرست ضوابط گفت و شنود ہے - اور بس - وہ چند ہدایات اور اشارات و تنبیہات پیش کرتا ہے جن پر عمل کرنے سے انسان اپنی زبان میں تاثیر ' اپنے کلام میں جاذبیت ' اور اپنے الفاظ میں سحر پیدا کرسکتا ہے - اس فن میں چند ایسے گر بتاے گئے ہیں کہ دوران گفتگو میں انکا لحاظ رکھا جاے تو مقصد تقریر حاصل ہوگا - یعنی مخاطب متاثر ہوگا ' زبان سے نکلے ہوے الفاظ دل میں جاکر ٹھہرینگے ' اور منھہ سے نکلی ہوئی آواز کی صداے بازگشت سامع کے اعماق قلب سے بلند ہوگی !!

یہی فن مکالمت کا مقصد اور غایۃ الغایات ہے کہ سامعین و مخاطبین متاثر ہوں ' الفاظ دل پر نقش ہوجائیں ' فقرات دل کے اندر اتر جائیں ' جملے دل کے اوپر کھد جائیں ' جو سنے متکلم کی جانب متوجہ ہوجاے - الفاظ گویا ایک پارہ مقناطیس ہوں کہ تقریر کا ہر لفظ دامن دل کو مضبوط پکڑ لے :

> ز فرق تا بقدم ہر کجا کہ می نگرم
> کرشمہ دامن دل می کشد کہ جا اینجا ست

یعنی اگر موضوع گفتگو کوئی منظر ہو تو اسطرح بیان کیا جاے کہ اسکا سماں بندھجاے ' اور کوئی مسئلۂ علمیہ ہو تو اسطرح سمجھایا جاے کہ کوئی دقت و مشکل باقی نہ رہے اور ذہن سامع فوراً قبول کرلے -

بہر حال مکالمت کا مقصد اعلی و غایۃ اولی یہی ہے کہ جو لفظ زبان پر جاری ہو ' اس میں اثر ہو ' اور جس میں اثر ہو ' وہی زبان پر جاری بھی ہو -

(مکالمۃ اور علم النفس)

جو شخص علم النفس کی ابجد سے بھی واقف ہے ' وہ جانتا ہے کہ تاثر و تحسس نفس کا سبب وحید و علت منفرد ' نفس کا موثر و عامل شے کی طرف متوجہ ہونا ہے - باغ میں گلہاے رنگ رنگ کھلے ہوے ہیں - لالہ و گل ' نسرین و نسترن ' سوسن و نرگس ' جوش بہار سے متوالے ہو رہے ہیں - نسیم عطر بیز کے ملائم جھونکے چل رہے ہیں - غبار صحن چمن کیمیاے عیش و نشاط ہے - در و دیوار کی صفائی و آئینہ وشی کا یہ عالم ہے کہ ایک باغ کے ہزار باغ نظر آ رہے ہیں - ایک فضاے مسرت و انبساط ہے جو ہر چہار طرف محیط ہے -

ہر پتہ جاذب نظر ' ہر ذرہ مقناطیس قلب ' اور ہر برگ سیاہ کہربائے نفس و دل ہے - کیا ممکن کہ کوئی داخل باغ ہو ' اور جوشش بہار سے متاثر نہو -

لیکن تاہم ایسے مجنون قلب و فرہاد دل بھی اس وحشت زار عالم میں بستے ہیں ' جو بادۂ عشق و الفت میں اسدرجہ سرشار و مدہوش ' اور خمار ہجر و فراق سے اسقدر افسردہ دل و تاریک قلب ہیں کہ بہار و باغ کا عکس تک انکے قلب مکدر پر نہیں پڑتا - طراوت سبزہ و رنگ آمیزی گل نشاط انگیز سہی ' لیکن انہیں اس سے کیا سروکار ؟

> خوشست کوثر و پاک است بادہ کہ درست
> ازاں رحیق مقدس درین خمار چہ حظ ؟

اس عالم محویت و مجذوبی میں اگر آثار خارجیہ کا انسان کے نفس پر کچھہ اثر ہوتا ہے تو وہ کوئی مستقل اور بالذات اثر نہیں ہوتا ' بلکہ محض تصور موجود فی الذہن ہی میں گھل مل کر (عرفی) کے اس شعر کی تصدیق کردیتا ہے :

> در دل ما غم دنیا غم معشوق شود
> بادہ گر خام بود پختہ کند شیشۂ ما

دہلی کی خاک اسی شعر کا ترجمہ کر رہی ہے :

> میں وہ کیفی ہوں کہ پانی ہو تو بن جاے شراب
> جوش کیفیت سے میرے خاک کے پیمانے میں

خیر ' یہ تو علم النفس کے مسائل ہیں ' فن مکالمت کو براہ راست ان سے کچھہ زیادہ علاقہ نہیں - فن مکالمت کو علم النفس کے محض اس کلیہ سے سروکار ہے کہ :

" جب تک نفس انسانی متوجہ نہو ' کیسی ہی دلفریب صورت ہو ' کیسا ہی دلکش نغمہ ہو ' کیسی ہی مشام نواز خوشبو ہو ' کچھہ اثر نہوگا - اسلیے کہ اثر وابستۂ توجہ ہے ' اور توجہ ہی اثر ہے - توجہ نہیں تو اثر بھی نہیں "

پس کیسی ہی مفید تقریر ہو ' کیسی ہی دلچسپ گفتگو ہو ' اور کیسا ہی دلاویز کلام ہو ' لیکن اگر مخاطب کی توجہ دوسری جانب مشغول ہے ' تو تمام سعی گفتار و کوشش تکلم ' حرکت لب و زبان ' اور ایک صوت مہمل و آواز بے معنی کے اخراج سے زیادہ ثابت نہوگی -

پس متکلم کا فرض اولیں یہ ہے کہ اگر وہ سامع کو اپنے کلام سے مسحور و متاثر کرنا چاہتا ہے ' تو اسکی توجہ کو اپنی طرف مائل کرے ' اور جب تک سلسلۂ مکالمت جاری ہے ' "جلب توجہ" کے اصول کا دامن نہ چھوڑے ' اور نیز ان تمام باتوں کا لحاظ رکھے ' جو سامع کے لیے باعث دلچسپی و دلپسندی ہوں -

(مکالمۃ کے ابتدائی اصول)

اب سوال یہ ہے کہ وہ باتیں کیا ہیں ' وہ کونسے امور اور وہ کون سے وسائل ہیں ' جنکے اختیار کرنے سے مخاطب ہمہ تن متوجہ رہتا ہے ' اسکا خیال بھٹکنے نہیں پاتا ' دلچسپی قائم رہتی ہے ' اور جو بات متکلم کے منہ سے نکلتی ہے ' دل میں اتر جاتی ہے ؟

یہ وہ وسائل و ذرائع ہیں ' جو علم النفس کی کلیات و جزئیات سے مستنبط ہوتے ہیں ' اور دوران مکالمت میں ہماری تنبیہ و ہدایت کرتے اور بصیرت بخشتے ہیں -

سب سے پہلے ' یعنی کلام کرنے اور اصول مکالمت کے استعمال باقاعدہ سے پہلے ' متکلم کو چاہیے ' اس امر کا اندازہ معلوم کرلے کہ مخاطب کون ہے ؟ اسکی قومیت کیا ہے ؟ مذہب کیا ہے ؟ عمر کیا ہے ؟ مذاق کیا ہے ؟ کن باتوں کو پسند اور کن باتوں کو ناپسند کرتا ہے ؟ استعداد علمی کا کیا حال ہے ؟ اور عادات و اطوار کیسے ہیں ؟ یعنی دوران مکالمت میں اس کا برابر لحاظ رکھنا چاہئے کہ مخاطب ہندوستانی ہے یا انگریز ؟ مسلمانوں میں سے ہے یا ہندو ؟ جوان ہے یا بوڑھا ؟ مرد ہے یا عورت ؟ شاعر ہے یا فلسفی ؟ سخن طرازی و دانش آوری مقبول ہے یا محض نالۂ حزیں ؟ (۱) انمیں سے اکثر امور تو مذہب و ملت کے معلوم ہوتے ہی منکشف ہو جاتے ہیں ' اور تعیین مذاق و عادات شخصی اور استعداد علمی کا بہت بڑا حصہ وضع و قطع اور لباس و گفتگو سے معلوم ہوجاتا ہے - باقی امور تواتر و تکرار ملاقات سے واضح ہوجاتے ہیں - بہر کیف انسان کو چاہیے کہ جسقدر معلومات اسے حاصل ہوں ' ان سے فائدہ اٹھانے میں غفلت نہ کرے -

اثرات و نتائج ' غلطی کی اصلاح کردینگے - پسندیدگی و ناپسندیدگی کلام اس معاملہ میں ایک عمدہ مشیر ہے - پس جیسا کچھ مزاج مخاطب کا اندازہ ہو ' اس سے فائدہ اٹھانا چاہیے ' اور اس تخمین و اندازہ پر جو امور موثرہ متفرع ہوتے ہیں ' انکو اختیار کرنے میں پس و پیش نکرنا چاہیے - بات بات پر عادات شخصی ' استعداد علمی ' و مذاق مخاطب سے رہنمائی طلب کرنا چاہیے - لفظ لفظ پر مخاطب کی حالت و سیرت خاص سے مشورہ کرنا چاہیے - بلکہ حرف حرف پر جذبات حالیہ و کیفیات لاحقہ کا خیال رکھنا چاہیے -

یعنی شاعر سے طرز مکالمت اور ہو ' فلسفی سے اور - رند سے انداز مخاطبت اور ہو ' اور زاہد سے اور :

ما مرد زہد و توبۂ و طامات نیستم
با ما بجام بادۂ صافی خطاب کن

پہلے دیکھہ لو کہ مزاج کا رخ کسطرف ہے ؟ پھر رولے سخن مطابق حالت کرو - پہلے اندازہ کرلو کہ ہوا کسطرف چل رہی ہے ؟ پھر کشتی کو اسی جانب چھوڑ دو کہ ساحل مقصود تک پہونچنے کی یہی راہ ہے - تاثیر کلام کا بیشتر حصہ طبیعت شناسی و جذبات پروری کے اندر مضمر ہوتا ہے -

مخاطب کی حالت نفس ' و کیفیت قلب ' و روش مزاج کے تعین امکانی کے بعد ' جن امور کا دوران مکالمت میں لحاظ رکھنا فرض متکلم ہے ' وہ ذیل میں ابھی مجملاً تحریر کیے جاتے ہیں - انہیں کو ہم " قوانین مکالمت " کی اصطلاح سے تعبیر کرتے ہیں - کلام موثر و سخن دلپذیر کیلیے لازمی ہے کہ ان " قوانین " کے تابع ہو - یہی قوانین فن مکالمت کا اساس ہیں -

آیندہ فرداً فرداً ہر قانون کی اصل و حقیقت اور طریق استعمال و اصول مشق پر مفصل بحث کیجائیگی -

" قوانین مکالمت " حسب ذیل ہیں :

(۱) تلفظ -

(۲) لہجہ -

(۳) حرکت و اشارہ

(۴) قدرت بیان یعنی معیار بیانی و استعمال صنائع و بدائع -

(۵) تحریک و لحاظ جذبات ' ضرب الامثال و ایراد اشعار و مقولات ' و تطبیق واقعات ' و لطائف و ظرائف - (باقی آئندہ) :

بعد ازیں نور بآفاق دہیم از دل خویش
کہ بخورشید رسیدیم و غبار آخر شد

(۱) سخن طرازی و دانش ہنر نظیری نیست
قبول درست مگر نالۂ حزیں گردد

علامۂ شبلی کی قدر دانی
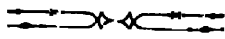
حضور نظام حال کی علم پروری !
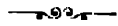
ایشیاء میں علوم و فنون نے ہمیشہ سلطنت کی آغوش میں تربیت پائی ہے اور بہ خصوصیت بقاء علوم کے ساتھہ خود سلطنت کی بھی شہرت ' وسعت تمدن ' اور بقاے نام کا ذریعہ ہے - ہندوستان میں ریاست حیدر آباد نے ایشیا کی اس خصوصیت کو سب سے زیادہ نمایاں کیا ہے - چنانچہ اسوقت ہندوستان میں جس قدر ستون علم ہیں ' ان سب کو اسی ریاست نے قائم کر رکھا ہے - مولانا حالی اسی خرمن فیض کے خوشہ چیں ہیں ' علامہ شبلی نعمانی کی تصنیفات کا سلسلہ اسی ریاست کے دامن عاطفت کے ساتھہ وابستہ ہے - حال میں حضور نظام خلد اللہ ملکہ نے اس سلسلہ کو اور بھی مستحکم ' اور اپنے دامن فیض کو اور بھی وسیع تر کردیا ہے - یعنی مولانا شبلی نعمانی کے ماہوار وظیفے میں دو سو روپیہ ماہوار کا اضافہ فرمایا ہے - یقین ہے کہ ہندوستان کے گوشے گوشے میں حضور نظام کی اس علمی فیاضی کی قدر کی جائیگی ' کیونکہ ابھی تک ہندوستان میں علم سے اشخاص پیدا نہیں ہوتے ' بلکہ اشخاص سے علم پیدا ہوتا ہے ' اور ریاست حیدر آباد ان کائنات علمیہ کی آدم اول ہے !

(عبد السلام ندوی)

الہلال کی ایجنسی

ہندوستان کے تمام اردو ' بنگلہ ' گجراتی ' اور مرہٹی ہفتہ وار رسالوں میں الہلال پہلا رسالہ ہے ' جو باوجود ہفتہ وار ہونے کے ' روزانہ اخبارات کی طرح بکثرت ملک میں فروخت ہوتا ہے - اگر آپ ایک عمدہ اور کامیاب تجارت کے متلاشی ہیں تو اپنے شہر کے لیے اسکے ایجنٹ بن جائیں -

مجلس دفاع مطابع و جرائد ہند

دفاع مطابع و اتحاد ملکی

(از مسٹر مشیر حسین قدوائی بیرسٹر ایٹ لا - لندن)

مجھے ازحد مسرت ہوئی کہ آپ نے پریس اسوسی ایشن کی بنیاد ڈالی - یہ کام انگریزی خوانوں کا تھا ' مگر اسکا بھی مرد میدان ہوا تو وہی اولو العزم شخص ' جو بیشک حال کی تعلیم سے ناواقف مگر اصلی آزادی اور سچی حریت کی تعلیم کا معلم ہے !

اگر کوئی مذہب ' کوئی قانون حریت کا حامی ہے تو وہ اسلام ہی ہے - اگر کوئی قانون حریت کا دشمن ہے تو وہ ہندوستان کا پریس ایکٹ ہے ' جسکو میرے اعتقاد و رائے میں قانون کہنا ہی نا روا ہے - بلکہ لفظ قانون کی توہین کرنا ہے - میں اس قانون کا اول دن سے مخالف تھا - میں نے اپنے معزز انگریز دوستوں سے بھی کہا تھا کہ اس سے زیادہ کوئی چیز ہندوستان کے لیے مضر ' ہندوستان کے ان لوگوں کیلیے مضر ' جن میں اب اخلاقی جرات نہیں رہی ' اور در اصل خود حکومت کے لیے بھی مضر نہیں ہوسکتی کہ لوگوں کی زبان بند کردی جائے - وہ مجبور کیے جائیں کہ مخفی سوسائیٹیاں بنائیں - وہ مجبور کیے جائیں کہ دغا بازی اور خفیہ سازشوں کے طریقوں کو اختیار کرکے اپنے کیرکٹر کو خراب کریں

میں اکثر مذاق سے کہا کرتا تھا کہ اس قانون مطابع سے اور سڈیشن سے کوئی بات باہر نہیں ہوسکتی - حتی کہ میں اپنے بھائی کو گورنمنٹ کا عطا کردہ خطاب "خان بہادر" نہیں لکھتا اور اسے لکھنا ذلیل سمجھتا ہوں - یہ بھی جرم ہے - اسلیے کہ اس سے حکومت کی توہین کا پہلو نکلتا ہے !

میں کوئی مہذب ملک نہیں جانتا ' جہاں ایسا قانون ہو جو پبلک کو بالکل حاکم ضلع کے انگوٹھے کے نیچے رکھدے - ترکی میں ایک وقت میں تھا - مگر وہاں بھی اب نہ رہا -

اور ملکوں میں تو سخت قانون پر بھی نرم نظر اسوجہ سے جائز ہوسکتی ہے کہ وہاں قانون کے عامل احتیاط عمل میں لاتے ہیں ' لیکن برخلاف اسکے یہاں تو اچھے سے اچھے قانون کا بھی خراب استعمال پولیس اور مجسٹریٹ ' دونوں کرتے ہیں -

اب تو ہندوستان کی سب سے بڑی عدالت نے اسکے خلاف فیصلہ کردیا ہے - اور اس فیصلے سے زیادہ سنگین الفاظ میں قانون مطابع کی مذمت ہو نہیں سکتی تھی - اگر اب بھی ہندوستان کے لوگ اس قانون کو تسلیم کریں تو انکی حریت کا خدا حافظ - انکو انسان کہنا بھی روا نہ ہوگا -

مبارک ہو آپ کو ایک سچا اسلامی دل اور اولو العزم ہمت ' کہ آپنے اس وبال کا احساس کیا ' اور مبارک ہو آپ کی انجمن ' جسنے اسکا بیڑا اوٹھایا ہے کہ وہ اس آفت کو ہندوستان کے سر سے ٹالنے کی کوشش کریگی - میں نے بہت خوشی سے دیکھا ہے کہ اب بنگال کے اندر تو ہندوستان میں تفریق کی چال بازیاں نہیں چل سکتیں - انشاء اللہ اس صورت میں تو (مولانا ابو الکلام) اور (بابو سریندر ناتھ) دست بدست چلینگے ! مبارک ہو یہ اتفاق ' اور اس اتحاد پر اللہ کی رحمت نازل ہو !!

آپ نہ صرف اسوسی ایشن قائم ہی کیجیے بلکہ اوسکے خزانہ کو اسقدر وسعت دیجیے کہ گورنمنٹ اگر ہندوستان کے ہر اخبار سے دس دس ہزار کی ضمانت دس دس بار بھی مانگے ' تب بھی وہ بلا تکلف پیش کی جاسکے - اگر گورنمنٹ چاہتی ہے کہ وہ قوم کو اعلان جنگ دیدے تو قوم کو بھی ضرور اسکے لیے تیار ہو جانا چاہیے - اسطرف گورنمنٹ کے بعض حکام کے دماغ ایسے چکر کھا گئے ہیں کہ پریس کی صنعتی آنکے لیے ایک دل لگی سی ہوگئی ہے -

افسوس کہ اتنا ذرا بھلا بھی ان نادانوں کی سمجھہ میں نہیں آتا - وہ یہ نہیں جانتے کہ خلق خدا کے عزم بالجزم کا مقابلہ توپ اور تلوار سے تو ہو نہیں سکتا ' پھر ان مہمل تدبیروں سے کیا ہوگا ؟ وہ نہیں جانتے کہ ان لوگوں کو بھی اپنے سے خلاف کرا رہے ہیں جو یہ تسلیم کرتے ہیں کہ ابھی انگریزی حکومت ہندوستان پر بہت ضروری ہے - وہ نہیں جانتے کہ ایسی کارروائیوں سے حکام بالکل باغیوں کے ہاتھوں میں اپنے تئیں دے رہے ہیں - بلکہ در اصل خود ان لوگوں کا کام کر رہے ہیں جو فتنہ و فساد کے خواہاں ہیں !!

بنگ مسلمانوں کے دلونکو اس زمانہ میں انہوں نے اپنی طرف سے روشنی پھیر دیا - اور محض حماقت سے - افسوس ! افسوس بھی ہے اور خوشی بھی - اگر مسلمانوں کے دل اپنے کارکن ہندوں کی طرف ہوجائیں تو خوشی کی بات ہے -

آپ تو اپنی سعی کرتے ہی رہیے - اللہ آپ کو کامیابی دیگا - اتفاق بین الاقوام ہندوستان کی بہتری کے لیے اور خود مسلمانوں کی بہتری کے لیے لازمی ہے ' اور وہ شخص تو کسی طرح مسلمان نہیں جسمیں حریت کا جذبہ نہ ہو -

کاش خدا ہر ہند کے مسلمان کو مسلمان کردے !

ہاں ' اس کوشش کے مقابلہ کیلیے تیار رہیے ' جو ہندو مسلمانوں میں نفاق ڈالنے کی کی جائیگی - اسکا وقت عین یہی ہے - کسی نواب .... کی تلاش ہو رہی ہے - قوم چونکہ اب زیادہ ہوشیار ہے اسلیے اسمیں آسانی تو نہ ہوگی ' تاہم اور بہت سے طریقوں سے مطلب حاصل ہوسکتا ہے - وہ دشمن نہایت خطرناک ہوتا ہے جو دوستی کے پردے میں دشمنی کرے - میونسپل بورڈ وغیرہ میں جداگانہ انتخاب کا حق بھی ایک دام تزویر ہوسکتا ہے - اسی طرح اور بہت سے دام ہیں - بنگال کے مسلمانوں کو خبر کرتے رہیے - اور صوبوں کا تو خدا حافظ ہے - مسلمانوں کے موجودہ آزاد اخبارات اس معاملہ میں کچھہ بہت قابل اعتماد نہیں - وہ آسانی سے پھسل سکتے ہیں - مگر آپ تو انشا اللہ مضبوط ہی رہینگے -

افسوس ' کراچی دور ہے ' ورنہ اس مرتبہ کانگرس میں مسلمانوں کی تعداد بہت ہوتی -

مصالحۃ مسجد کانپور کے متعلق چند شکوک

(از جناب مولانا محمد رشید صاحب کانپوری مدرس مدرسۂ عالیہ کلکتہ)

کانپور کی مسجد کے متعلق ۱۴ - اکتوبر کو حضور وایسرائے بالقابہ نے جو مصالحۃ کی ہے ' اوسمیں تمام گرفتاران بلا کی رہائی ایسا واقعۂ یادگار ہے ' جسکے متعلق حضور وایسرائے ' مسٹر مظہر الحق ' راجہ صاحب محمود آباد ' مولانا عبد الباری صاحب و دیگر حضرات کا جسقدر شکریہ ادا کیا جاوے کم ہے -

لیکن اصل مسجد کے متعلق جو سمجھوتہ ہوا ہے ' اوسمیں مجھکو اور نیز پبلک کو چند شکوک ہیں ' اگر اوسکو جلد رفع نہیں کیا گیا تو بہت کچھہ غلط فہمی پھیلنے کا خوف ہے - اسلیے جہاں تک ہوسکے جلد رفع کرنیکی کوشش بیحد ضروری ہے - قبل اظہار شکوک اتنا ظاہر کردینا ضروری سمجھتا ہوں کہ میرے متعلق کوئی صاحب یہ خیال نہ کریں کہ میں کسی مخالف پارٹی کا آدمی ہوں - بلکہ میں نے اس مقدمہ میں اپنی امکان بھر کوشش کی ہے اور جسطرح ممکن ہو تائید کرتا رہا ہوں - میں نے ہمیشہ موجودہ جماعت کی ثنا و تعریف ہر اس و ناکس کے آگے کرنے میں کبھی دریغ نہیں کیا -

شکوک یہ ہیں :

(۱) گذشتہ مارچ میں جب میونسپل بورڈ کی جانب سے یہ تجویز پیش ہوئی تھی کہ وضو خانہ وغیرہ چھوڑ دیکر بنایا جاوے اور نیچے کی زمین آمد و رفت کے لیے خالی رکھی جاوے ' تو اوسوقت متولیان مسجد و دیگر لیڈران کانپور نے نامنظور کیا - اب تقریباً ویسے ہی فیصلہ کو کن وجوہ سے منظور کیا گیا ہے ؟

(۲) نواب صاحب رامپور اور دیگر معزز مسلمانوں نے جو جلسہ دہلی میں کیا تھا ' اوسپر یہ الزام لگایا جاتا ہے کہ وہ قوم کے منشا کے خلاف تھا - پبلک کے لیڈروں کو مدعو نہیں کیا گیا ' نہ اوسکے مقاصد کو شائع کیا گیا - اب سوال یہ ہے کہ یہ سمجھوتہ جو کیا گیا ہے اوسکی پبلک کو کہاں تک اطلاع تھی ؟ کن کن پیشوایان قوم سے مشورہ لیا گیا تھا ؟ اخبار زمیندار جسنے تیس ہزار سے زاید رقم جمع کرکے بھیجی ' مسجد ہی کے معاملہ کے متعلق اوسکی سابقہ ضمانت ضبط ہوگئی ' دس ہزار روپیہ کی بیش قرار رقم ضمانت میں پھر جمع کرنا پڑی ' باعلہ اوسکو بھی اس فیصلہ کی اطلاع پیشتر نہیں کی گئی - زمیندار نے اپنی طرف سے جو شرائط صلح چھاپے وہ ان سے علحدہ تھے ' جو اس امر کی صاف دلیل ہے کہ اوسکو اس مصالحۃ کے شرائط معلوم نہ تھے - جناب (مولانا ابو الکلام آزاد) نے ابتدا سے لیکر آخر تک اس معاملہ میں جس بے نظیر خلوص اور دلسوزی سے کام لیا ہے وہ کسی شخص کی نظر سے مخفی نہیں ' لیکن آخری فیصلہ کی کچھہ خبر انہیں بھی نہیں کی گئی - گنتی کے چند آدمیوں نے جو چاہا طے کرلیا ' تو پھر اس فیصلہ اور نواب صاحب کے فیصلہ میں کیا فرق ہے ؟

(۳) ۱۴ - اکتوبر کو نواب وایسرائے نے جو فیصلہ فرمایا تھا اوسکے صحیح حالات بعد فیصلہ کردینے کے بھی کانپور کی پبلک سے کیوں مخفی رکھنے کی سعی بلیغ کیگئی ؟ مسٹر مظہر الحق یا سید رضا علی صاحب وغیرہ سے بعد فیصلہ جب کسی نے دریافت کیا تو یہی جواب دیا کہ زمین مسجد کی واپس ملگئی - صحیح حالات کیوں بیان نہیں کیے گئے ؟ حتے کہ بعض لوگ چراغاں کرنے پر مستعد ہوگئے تھے ' لیکن جب اونکو صحیح حالات بتلائے گئے تو اونہوں نے چراغ گل کردیے - مجھے ذاتی طور پر واقفیت ہے کہ مول گنج میں ایک صاحب نے وسیع پیمانہ پر روشنی کا انتظام کرلیا تھا بیعانہ بھی دے چکے تھے ' لیکن جب اونکو یہ اصلی حال معلوم ہوا تو بیعانہ ضبط کرانا غنیمت سمجھا مگر روشنی نہیں کی !!

(۴) سب سے ضروری سوال یہ ہے کہ بار بار اسکی تصریح کی جاچکی ہے کہ اوس دالان کے مسجد ہونیکی متعلق علما کی کمیٹی نے فیصلہ کیا ہے جو ناقابل ترمیم ہے اور اس لیے مسلمان اوسکے حوالہ کرنے سے مجبور ہیں - پس اب جب کہ یہ سمجھوتہ ہوگیا ہے تو آیا ان علما سے بھی اسکی نسبت استفسار کرلیا گیا تھا ؟ اور اونہوں نے بھی اجازت دیدی تھی کہ اسطرح دالان مسجد کا یعنی کافی ہے کہ نیچے راستہ ہو ' جسپر جنبی ' حائضہ اور بلا تفریق ہر شخص گذر سکے اور بالائی حصہ پر مسجد ؟ اگر اون علما سے نہیں پوچھا گیا تو کیا وجہ ؟ اور آیا ہندوستان بھر میں صرف مولانا عبد الباری صاحب کو اس مشورہ میں شریک کرنا اور کسی دوسرے سے کچھہ نہ پوچھنا کیا معنی رکھتا ہے ' حالانکہ اونکو پہلی مجلس علما میں طلب بھی نہیں کیا گیا تھا ؟ آیا اس فیصلہ کا لازمی لیکن خوفناک نتیجہ یہ ہوگا کہ گورنمنٹ یقین کرلے گی کہ تمام علما کا متفقہ فیصلہ کوئی چیز نہیں ' اور اوسکو ایک ادنے اشارہ سے منسوخ کیا جاسکتا ہے ؟ نیز اس فیصلہ سے کیا یہ خوف نہیں ہے کہ آیندہ دیگر مقدس عمارتوں کے ساتھہ بھی گورنمنٹ ایسا ہی فیصلہ کرے کہ اوسکے نیچے یا اوسکو پاٹ کر اوپر سڑک بنا لے اور نظیر میں اس فیصلہ کو پیش کرے ؟

(۵) بار بار ظاہر کیا گیا ہے کہ یہ کانپور کا مقامی مسئلہ نہیں ہے ' تمام ہندوستان کا مسئلہ ہے - پھر کیا وجہ ہے نہ تمام ہندوستان کے اکابرین سے اسکے متعلق راے نہیں لیگئی ؟

(۶) الہلال سے خاص طور پر یہ سوال ہے - انہوں نے بارہا جو شرائط صلح ظاہر کیے ہیں ' علی الخصوص ۱۲ - اکتوبر کو کلکتہ میں جو عظیم الشان جلسہ انجمن دفاع مسجد کانپور کا منعقد ہوا تھا ' اسمیں مولانا ابو الکلام نے جو شرائط اپنی تقریر میں پیش کیے تھے آیا یہ فیصلہ اون کے پیش کردہ شرائط کے موافق ہے ؟

(۷) اخبار زمیندار لاہور سے سوال ہے کہ اس نے جو شرائط صلح بار بار ظاہر کیے ہیں اور ہمیشہ جن امور پر زور دیا ہے کیا وہ پورے ہوگئے ؟

اگر اس کا جواب نفی میں ہے تو پھر نواب صاحب رامپور کی مصالحۃ پر اظہار نفرت اور اس فیصلہ پر اظہار مسرت کی کیا وجہ ہے ؟ کیوں زمیندار میں نواب صاحب رامپور والے جلسے کو گالیاں دی گئیں مگر اس فیصلے پر مٹھائی تقسیم ہوئی ؟

(۸) مسٹر مظہر الحق نے کانپور میں بارہا فرمایا کہ ڈیپوٹیشن ایک بے معنی چیز ہے - میں ہمیشہ سے ڈیپوٹیشن کے خلاف ہوں " اسقدر تصریحات کے بعد وہ ۱۴ - اکتوبر کے ڈیپوٹیشن میں کیوں شریک ہوے - اور کن مجبوریوں سے ایسا کیا ؟

(۹) آخر میں اس کثیر چندہ کے متعلق سوال ہے کہ وہ کیا ہوگا - شہدا جنگ خاندان کی اعانت کی ضرورت ہے ' اونکی تعداد اب تک پانچ چھہ سے متجاوز نہیں ہوئی ' اونکے متعلقین کے لیے پچاس روپیہ ماہوار کی اعانت اگر ضروری ہو تو مستقبل سرمایہ کے واسطے بھی دس بارہ ہزار کی رقم کافی ہے - شہدا کی یادگار کا

قائم کرنا چاہا کہ مسٹر مظہر الحق نے کلکتہ بار اثنائے تقریر میں کہا ہے ' کیا اسکا اب انتظام ہوگا ؟ مسجد کا دالان اگر طے شدہ طریقہ سے بنانا منظور ہو تو اوسکے لیے تو دو ہزار دو ہزار کی رقم ضرورت سے زاید ہے - باقی روپیہ کیا ہوگا ؟ ایمان اور انصاف کا مقتضی تو یہ ہے کہ اوسکو بقدر ضرورت رکھکر بقیہ پبلک کو بجنسہ واپس کردیا جاوے - اس کا بڑا نفع یہ ہوگا کہ پبلک کا اعتماد قائم ہوجاویگا - کیونکہ وہ یقین کریگی کہ تحریکدار ضرورت تھی تو واپس بھی کر دیتے ہیں' اگر اور زائد وسیع النظری سے کام لیا جاے تو یہ ہوسکتا ہے کہ جن اخباروں کو ضمانتیں صرف کانپور کے معاملہ کی بدولت داخل کرنا پڑیں ہیں' انکی ان رقوم کو اس چندے سے پورا کیا جاوے بلکہ بہتر ہوگا کہ اوسکے پر امیسری نوٹ اخباروں کی طرف سے داخل ہوں اور اسکا منافع ورثہ اور شہدا میں تقسیم کیا جاوے -

امید ہے کہ آپ صاحب انصف ان امور کا جواب اپنی پہلی فرصت میں دیکر نہ صرف راقم کو بلکہ پبلک کو جو سخت کشمکش میں مبتلا ہے' مطمئن فرما دیں گے -

الہلال :

جناب نے اس مضمون کی اشاعت یا عدم اشاعت کو الہلال کی حق گوئی و آزادی کیلیے اپنے خط میں معیار قرار دیا تھا - لیکن میں سمجھتا ہوں کہ اسکے لیے کوئی زیادہ بلند تر معیار ڈھونڈھنا چاہیے -

مسئلۂ اسلامیۂ کانپور کی نسبت آپکے جو شکوک ظاہر کیے ہیں' انکی اشاعت اور انکا تصفیہ یقیناً بہتر ہے' کیونکہ ہر طرح کے خیالات کو سچائی اور راستی کے ساتھہ ظاہر ہونا چاہیے اور کسی شک کے اندر ہی اندر نشو و نما پانے سے بہتر ہے کہ وہ دنیا کے سامنے آجاے -

ان سوالات کا جواب تو انکے متعلقین بہتر دے سکیں گے مگر چند دفعات کے متعلق مجھکو بھی کچھہ عرض کرنا ہے :

(۱) یہ خیال اور بھی بعض حضرات نے ظاہر کیا ہے کہ جب مسجد مچھلی بازار کا قضیہ شروع ہوا تو مسٹر ٹیلر نورث صاحب کا چبوترہ دوبارہ بنانے کی اجازت دینے پر راضی تھا - لیکن مجھکو ذاتی طور پر علم نہیں' اور کانپور کے بعض دیگر اشخاص تو اسکے خلاف بھی کہتے سنا ہے - بہر حال میں سمجھتا ہوں کہ ہر موقعہ پر اصولاً بحث کرنا بہتر ہوتا ہے - اگر یہ طریقہ جائز نہیں تو جس طرح کل جائز نہ تھا آج بھی نہیں ہے' اور اگر جائز ہے تو کل ہم نے نہ مانا تھا' آج مان لیا - پس سب سے پہلے اصولاً نظر ڈالیے اور وہ آپ ڈال چکے ہیں -

(۲) ہز ہائنس نواب صاحب رامپور کے جلسے سے جن لوگوں نے مخالفت کی ہے' وہ صرف ایک ہی واقعہ کا نتیجہ نہیں ہے' بلکہ بہت سے واقعات کا مجموعہ ہے - سب سے پہلی بات مسلمانوں کو وفاداری کی دعوۃ دینی تھی' جسکے صاف معنی یہ ہیں کہ جلسے انہیں رو بہ بغاوت قرار دیتا تھا - مسلمان وفاداری و بغاوت کے بارے میں بہت غیور واقع ہوے ہیں اور وہ اپنے تئیں باغی کہلانا پسند نہیں کرتے -

پھر یہ بھی ہے کہ اسمیں کسی فیصلہ کو پیش نہیں کیا گیا تھا' بلکہ صرف حکام پر اعتماد کی دعوت تھی جسکے منظور کرلینے کے یہ معنی ہیں کہ حالات کے دیکھنے اور ملنے سے پہلے مسلمان قبولیت دیدیتے پس دونوں چیزوں میں فرق ضرور ہے -

تاہم میں تو کوئی وجہ نہیں پاتا کہ نواب صاحب رامپور کی مخالفت کی جاے - جو لوگ انہیں دہلی لاے' اگر انکی نیت دفع فساد و اصلاح حال تھی تو اللہ انہیں جزاے خیر دے -

(۳) آپنے دو موقعوں پر مفسر کا بھی تذکرہ کیا ہے' اسلیے چند لفظ اس بارے میں بھی عرض کرونگا -

یہ تو درست نہیں ہے کہ اس بارے میں مجھسے مشورہ نہیں لیا گیا - مشورہ ضرور لیا گیا اور اسی غرض سے مسٹر مظہرالحق کلکتہ تشریف لائے - البتہ جسطرح یہ یقینی ہے کہ مجھسے مشورہ لیا گیا اور اطلاع دی گئی' اسی طرح یہ بھی یقینی ہے کہ آخری تبدیلیوں سے میں بالکل بے خبر رہا اور ایک لمحہ کیلیے بھی مجھکو اسکا علم نہیں ہوا کہ قطعی و آخری فیصلہ ہونے والا ہے - ورنہ میں ضرور کہتا کہ عدم جلدی سے بہتر ہے' اور مزید و وسیع مشورہ مطلوب - واللہ علی ما اقول شہید !

مجھکو سب سے پہلے اسکی اطلاع وسط ستمبر میں بعض خاص ذرائع و مکاتبت سے ہوئی - اسکے بعد غالباً ۲۸ - تا ۲۹ - ستمبر کو مسٹر مظہرالحق تشریف لائے اور اس بارے میں مشورہ لیا -

مشورہ کس بارے میں تھا ؟ فیصلے کی کیا صورت پیش کی گئی تھی ؟ بہتر سمجھتا ہوں کہ اسکو جناب مولانا عبدالباری صاحب کے الفاظ میں نقل کردوں جو انہوں نے مجھے اپنے ایک گرامی نامہ مورخہ ۳ - اکتوبر میں تحریر فرمائے تھے' اور جو بجنسہ وہی صورت تھی' جو مسٹر مظہرالحق نے انکی جانب سے ظاہر کی تھی -

(اس خط کا وہ حصہ آیندہ نمبر میں شایع کرونگا کیونکہ اس نمبر میں گنجایش بالکل نہیں رہی -)

اسی صورت کی نسبت میں نے مسٹر مظہرالحق سے عرض کیا تھا کہ اگر ایسا ہو' اور اسکے ساتھہ ہی کوئی امر مسلمانوں کیلیے رنجیدہ پیش نہ آئے تو میری جانب سے کوئی مخالفت نہوگی - کیونکہ نظر بہ حالات و اطراف مسئلہ و مصالح غنیمت ہے -

تاہم یہ بھی ملحوظ خاطر رہے کہ :

(۱) یہ مشورہ قطعی اور آخری نہ تھا -

(۲) مجھسے یہ نہیں کہا گیا تھا کہ تم اپنی آخری راے دو -

(۳) گفتگو اس عنوان پر تھی کہ آخری مشورہ و اطلاع کا صاف صاف موقع تھا اور بصراحت تمام یہ گفتگو میں آچکا تھا -

(۴) میں نے بار بار (یعنی کم از کم چھہ سات بار) باصرار یہ کہدیا تھا کہ کمال حزم و احتیاط کی ضرورت' اور اپنے مطالبات کا استحکام و ثبات' اصول و اساس کار ہونا چاہیے -

اسکے بعد جناب مولانا عبدالباری صاحب سے مراسلت ہوئی - پھر بعض اسباب و مصالح ایسے پیش آئے کہ ۸ - اکتوبر کو بانکی پور گیا اور مسٹر مظہر الحق سے اس بارے میں گفتگو ہوئی - لیکن اس وقت بھی نئے تغیرات کی بالکل اطلاع نہیں ملی' البتہ ایڈریس کے متعلق بعض امور درمیان میں آئے تھے -

۱۱ - کی صبح کو میں کلکتہ واپس آیا کہ ۱۲ - کو جلسہ تھا - میں منتظر تھا کہ اب آخری گفتگو کا موقعہ آئیگا اور ہزایکسلنسی وائسراے کی آخری راے معلوم ہوگی مگر دوپہر کے دن تار آیا کہ وائسراے کانپور تشریف لیجا رہے ہیں !

منگل کو میں نے انکی اسپیچ پڑھی تو حالات اس صورت سے مختلف تھے' جنکی مجھکو اطلاع دی گئی تھی' اور جنکی نسبت مشورہ کیا گیا تھا -

(بقیہ مضمون کے واسطے صفحہ ۴ پ ملاحظہ ہو)

ادبیات

اسوۂ حسنہ

ایثار کی اعلی ترین نظیر

عشق رسول کا معیار

کافروں نے یہ کیا جنگ احد میں مشہور * کہ پیمبر بھی ہوئے کشتۂ شمشیر دو دم
ہوگئے مشہور مدینہ میں جو پہنچی یہ خبر * ہر گلی کوچہ تھا ماتم کدۂ حسرت و غم
ہوگئے بیتاب گھروں سے نکل آئے باہر * کودک و پیر و جوان و خدم و خیل و حشم
وہ بھی نکلیں کہ جو تھیں پردہ نشینان عفاف * جن میں تھیں سیدۂ پاک بھی با دیدۂ نم

* * *

ایک خاتون کہ انصار نکو نام سے تھیں * سخت مضطر تھیں، نہ تھے ہوش و حواس ان کے بہم
موقع جنگ پہ پہنچیں تو یہ لوگوں نے کہا: * "کیا کہیں تجھ سے کہ کہتے ہوئے شرماتے ہیں ہم
تیرے بھائی نے لڑائی میں شہادت پائی * تیرے والد بھی ہوئے کشتۂ شمشیر ستم
سب سے بڑھ کر یہ کہ شوہر بھی ہوا تیرا شہید * گھر کا گھر صاف ہوا، ٹوٹ پڑا کوہ الم"

* * *

اس عفیفہ نے یہ سب سن کے کہا تو یہ کہا: * "یہ تو بتلاؤ کہ کیسے ہیں شہنشاہ امم؟"
سب نے دی اسکو بشارت کہ سلامت ہیں حضور * گرچہ زخمی ہیں سر و سینہ و پہلو و شکم
بڑھ کے اسنے رخ اقدس کو جو دیکھا تو کہا: * "تو سلامت ہے تو پھر ہیچ ہے سب رنج و الم!
میں بھی، اور باپ بھی، شوہر بھی، برادر بھی فدا * اے شہ دیں! ترے ہوتے ہوئے کیا چیز ہیں ہم؟"

(شبلی نعمانی)

فکاہات

لیگ سے خطاب

کہا کل لیگ سے میں نے کہ "اے بزم دل آرائی * حقیقت میں تمہارا کچھ عجب دل کش سراپا ہے
تمہاری ذات سے ہندوستاں میں آج رونق ہے * تمہارے دم سے وابستہ ہر اک ادنی و اعلی ہے
تمہارے کارنامے آج گھر گھر ہیں زبانوں پر * تمہارے حسن ملت سوز کا عالم میں چرچا ہے
مٹا جاتا ہے کوئی آپ کے طرز تکلم پر * کوئی رنگ تبسم دیکھ کر والہ و شیدا ہے
کوئی قومی ترانہ آپ کا سنکر ہے گرویدہ * کوئی مجلس کی رونق دیکھ کر محو تماشا ہے
نتیجہ الغرض دیکھا یہ ہم نے حسن ظاہر کا * کہ ساری قوم پروانہ کی صورت تم پہ شیدا ہے
مگر ہم دیکھتے ہیں آپ کو الفت ہے غیروں سے * وفاؤں پر ہماری کچھ توجہ ہے نہ پروا ہے
سمجھ میں کچھ نہیں آتا کہ ہم سے کیوں ہوئی نفرت؟ * خدا کے واسطے کچھ تو کہو اسکا سبب کیا ہے؟

* * *

ہوا ارشاد: "نفرت تو نہیں ہے آپ سے مجھکو * مگر مجبور ہوں، سچ ہے کسی کا قول سچا ہے.
"محبت ایک سے نبھتی ہے، دو دو سے نہیں نبھتی * تمہیں کس دل سے چاہوں جب کسیکا دل پہ قبضہ ہے"؟

(نظم نصیر آبادی)

تاریخ حیات اسلامیہ

الہلال اور پریس ایکٹ

روح و روان اسلام مولانا ابوالکلام

الہلال کی پیہم اشاعت نے فدایان قوم و ملت کے اضطراب کو سکوں سے بدلدیا اور ایمان والوں کے بیتاب قلوب تسکین روحانی سے فرح اندوز ہوگئے . فالحمد للہ الذی انزل السکینہ فی قلوب المومنین لیزدادوا ایماناً مع ایمانہم ' و للہ جنود السماوات والارض وکان اللہ عزیزا حکیما - اس نزول سکینہ کے اداے شکرانہ میں اسکے مخلص مفلس جو کچھ ہدیہ پیشکش کریں' آپ کا قبول فرمالینا بھی شکریے کا مستحق ہے -

کاش مجھہ سے تہی مایہ برادران اسلام کی بھی توفیق رفیق ہو کہ سبقت کرنیوالوں کے اتباع کا فخر حاصل کریں : و ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء -

چند ابیات تضمین دست حضرت حافظ کے دوسرے صفحے پر پیشکش خدمت والا ہیں - کہیں جگہہ خالی ہو تو درج فرما کر شرف بخشیں -

" گداے گوشہ نشینی تو حافظا مخروش "

کہاں وہ دل ہے ' کہاں اب وہ ہمنیں دل کی ؟
لہو رگوں میں ہے لیکن کہاں وہ باقی جوش ؟
گلے میں طوق غلامی ہے زیور ناموس
گئے وہ دن کہ پورا کرتے تیغ علم بردوش
نہیں ہے گو " بعمل کوش " پر عمل اپنا
مگر یہ کہتا ہے نبشن کہ " ہرچہ خواہی پوش "
خطاب و خلعت و اعزاز مول لینے کو
کوئی ہے ملک فروش اور کوئی قوم فروش
نیا یہ پاس ادب ہے ' کہ بدلے سجدوں کے
ہوئی ہیں مسجدیں پامال صدمۂ پاپوش
" رموز مملکت خویش خسروان دانند
گداے گوشہ نشینی تو حافظا مخروش "

(مرتضی حسن شفق ارگیا)

ممبران مسلم لائبریری کیطرف سے ایک رقم حقیر بذریعہ منی آرڈر جہت اعانت ضمانت الہلال مقدس ارسال خدمت شریف ہے ' کل ممبروں نے خواہش ظاہر کی ہے کہ اس رقم کو بجاے کسی دوسرے کار خیر میں خرچ کرنے کے اپنی دو ہزار رقم مدخلۂ ضمانت کا ایک جزو بنا لیویں - یہ ہمارے لئے بالخصوص باعث فخر و عزت ہوگا - ہم سے یہ ہو سکتا تھا کہ الہلال کی اعانت میں ایک خاص کثیر رقم دیتے - مگر ساتھہ ہی یہ بھی خواہش ہے کہ کلام الہی کی پیروی اور مقاصد اسلامی کی تکمیل جملہ افراد اسلام سے عمل میں آئے تو زیادہ بہتر ہے تا کہ ہر ایک فرد اپنے فرائض دینی و ملی کو سمجھنے لگ جائے -

(۲) نہایت افسوس ہے کہ ہمارے مسلمانوں کا ایک بہت بڑا حصہ انجناب کی خدمات دینی و قومی سے اسوقت تک آشنا نہیں ہوسکتا ' جب تک کہ وہ اپنے اندر درد اسلام نہ پیدا کرلیں ' اور نہ تب تک آپکے ہم آواز و ہم خیال ہی ہوسکتا ہے - اسکے لیے ضرور ہے کہ ایک سال یا دو سال کامل آپ کا ہر فرد اسرار کلام ربانی سے ذوق آشنا ہو ' اور اسی کی اسوقت اشد ضرورت ہے - جب سے آپکا اخبار اسطرح پڑھا جانے لگا ہے ' تب سے ہر ایک متنفس کے دلمیں قرآن شریف کی حقیقی محبت جاگزیں ہوگئی ہے اور دل سے خواہش کرنے لگ گئے ہیں کہ اگر ۴۰ - روپیہ ماہوار تک کوئی عالم دین قرآن شریف سے بخوبی واقف ملجائے تو اُنکا وجود اپنے لئے باعث سعادت سمجھیں اور اُنکی خدمت میں رہکر درس قرآن لیں -

سکریٹری مسلم لائبریری ارپشنار (مدراس)

میں ابھی سفر ہی میں تھا کہ الہلال نمبر (۱۳) پہونچا - سب سے پہلے عنوان شئون داخلیہ پر نظر پڑی - جس کے تحت میں الہلال پریس کی ضمانت دلسوز و جانگداز مرثیہ پڑھ رہی تھی - گو اس سطر کے دیکھنے سے جسقدر افسوس اور کرب رفع ہوا ' اسکا بیان اسوقت عبث ہے ' مگر ساتھہ ہی ادخال ضمانت سے بعنایت درجہ خوشی بھی ہوئی - خدا آپکو اور آپکی عزت ملی و جوش و خلوص دینی کو قائم رکھے اور نظر بد سے بچاے -

اب قوم اور معاونین الہلال کو آپکا ممنون ہونا چاہیے اور حتی المقدور دامے - درمے - اعانت کرنے میں سعی جمیل - میں اسوقت سفر میں ہوں - در بدر ہوں - تاہم مکان پہونچکر حسب مقدور ارسال خدمت عالی کرونگا ' مگر کیا ہم اور کیا ہماری اعانت - ہاں البتہ دعا شامل حال ہے :

از دست گداے بینوا ناید ہیچ - جز آنکہ ز صدق دل دعاے بکند

(سید شبر الدین شاہ قادری - بالا پور - حیدرآباد دکن)

مبلغ دس روپیہ کا منی آرڈر روانہ خدمت ہے - اِس میں سے مبلغ سات روپیہ الہلال ضمانت فنڈ کے لئے قبول فرمایئے - اور مبلغ تین روپیہ البصائر (اردو) کا چندہ ہے - الہلال کی ضمانت کا کیا اثر ہوا ہے ؟ اِسکو کیا لکھوں ؟ تفسیر القرآن کی ضبطی کا اثر جو ایک مسلمان پر ہوسکتا ہے ' وہ یہاں سب پر ہوا - خدا سے دعا ہے کہ وہ ذمہ دار حکام کو سمجھہ عطا فرمارے ! والسلام -

(قاضی سید احمد حسین رئیس ترہت ضلع گیا)

اقتدار المسلمین - حضرت مولانا زاد مجدہم -

عرصے سے الہلال کی ضمانت کا حال پڑھا تھا مگر ایک واقعہ سن چکا تھا - جسوقت کہ پہلے پہل آپ نے اخبار الہلال شایع کیا ہے تو ایک والی ریاست نے کچھہ رقم بطور امداد پیش کی تھی اور آپ نے انکار کیا تھا - اسوجہ سے جرات نہوئی کہ شاید ہمارا بھی ویسا ہی حال ہو - یہی سبب ہے کہ اپنے طرف سے کچھہ ثبوت اس صدمہ کا جو میرے قلب محزوں پر ہوا ہے' نہ دیسکا ' لیکن اب چونکہ کئی ایک پرچوں میں قیام خزینۂ دفاع جرائد کا حال پڑھا ' اِسلئے جرات ہوئی - اور خدا کا شکر بجا لایا کہ مجھے بھی موقعہ اس کام کا جو دل میں ابھر رہا تھا ' مل گیا -

اِسلئے ایک نہایت ہی قلیل سی رقم مبلغ ۱۰۰ - روپیہ کی پیش کش ہے - امید ہے کہ جناب شرف قبولیت عطا فرماکر مجھے ممنون فرما لینگے -

آپکا خادم دینی و نیاز مند
محمد اکبر

دعوۃ الہیۃ الہلال

واقعۂ ضمانت

(۱) الہلال کے اکثر پرچوں کے دیکھنے کا اتفاق ہوا - اسمیں شک نہیں کہ زمانۂ حال کی روش میں کہ علوم اسلامیہ کا مذاق جاتا رہا ہے اور علوم جدیدہ کی ادعائی روشنی نے ہر چہار طرف تاریکی پھیلا دی ہے ' آپکے الہلال نے ساون بھادوں کی گھنگور گھٹا چھائے ہوئے بادلوں کے تاریکی میں چمک کر ' صاعقۂ ہدایت کا کام دیا - فالحمد اللہ علی لطفہ و رحمتہ -

(۲) نئے تعلیم یافتوں کو مادہ پرستی کے ولولوں نے اندھوں کی طرح بھٹکتا ہوا گمراہ چھوڑ رکھا تھا جسکی الہلال نے رہنمائی کی ہے -

(۳) نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلم کے ارشاد کو کہ کلام باری کو مضبوط پکڑنا چاہیے ' بھول جانے ہی کا یہ نتیجہ ہے کہ آج مسلمان دین و دنیا سے تباہ حال ہیں اور اب بھی اگر بیدار نہ ہوے تو بیہودیوں سے بھی بدتر حال میں مبتلا ہوجانے کا خطرہ عظیم درپیش ہے -

(۴) بعض جدید طرز کے روشن خیالوں کا یہہ خیال خام ہے کہ کلام الہی نے محض مذہب ہی کی تعلیم دی ہے ' دیگر امور معاش و تمدن و سیاست سے غافل ہے یا مقصر ہے - حالانکہ کلام پاک (تبیان لکل شی) تمام ہدایت دینی و دنیاوی کا مخزن ہے اور علوم دینیہ ہی علوم سیاسیہ کا بھی منبع ہیں -

اس امر کو الحمد للہ کہ سب سے پہلے الہلال نے واضح و مدلل کر دیا -

(۶) لیکن کلام پاک کو راہ ہدایت تعبیر کرنے اور ضلالت سے بچنے کیلیے صحیح عقل کی ضرورت ہے - اسکے لیے ہر زمانہ کی روش کے مطابق ایسے علماء حق مطلوب ہیں ' جو ضروریات زمانہ کے مطابق کلام پاک کی ہدایت کو دکھا دیں ' لہذا رب العزت کی امۃ مرحومہ پر یہ خاص رحمت ہے کہ وہ ہمیشہ زمانہ کی روش کے مطابق ایک ایسا عالم الہی پیدا کر دیتا ہے ' جو کلام پاک کی صحیح تفسیر بموافقت زمانہ و ضروریات عصریہ ' امت کے آگے پیش کرتا ہے -

(۷) اسمیں شک نہیں ہے کہ یہہ کام پروردگار عالم نے آپکے اور آپکے ایسے علماء حق کو تفویض کیا ہے ' جسکو متزلزل الجبال وجود بھی روک نہیں سکتے - کیونکہ یہ اللہ کے کاروبار ہیں ' جو اپنی امت کی ہدایت کیلیے اپنے بندوں کو چنتا اور اسکے پیچھے اپنی نصرت و اعانت کی ملائکہ کو متعین کر دیتا ہے -

(۸) پس واقعۂ ضمانت الہلال سے گو دل پر صدمہ اور سخت قلق ہے ' تاہم اطمینان کلی ہے کہ جس ظہور صداقت و ہدایت الہیہ کیلیے ملکوں اور قوموں کی مخالفت موثر نہیں ' اسکو انشاء اللہ یہ معاندانہ مساعی کیا ضرر پہونچا سکینگے ؟

(۹) البصائر نے بھی جس کام کا بیڑا اٹھایا ہے ' بلا شک نہایت اہم اور اس زمانہ کی رفتار کے لحاظ سے بہت ضروری ہے - اور خوب ہے کہ مختلف حصص زندگانی اور آخرت پر کم بیشی کی لیے مختلف بصائر ہوں -

(۱۰) دونوں اقسام کی جلدیں اس قابل ہیں کہ لوگ مجلد کرکے اپنے کتب خانوں میں رکھیں اور روز مرہ تلاوت کیا کریں - کیونکہ تراجم قران پاک ایسے علم فہم طریقہ سے کہ جس سے محض ترجمہ ہی کے پڑھنے سے مطالب واضح ہوجاویں ' بالکل معدوم ہیں - اور جسکو آپ اس خوبی سے ادا فرماتے ہیں کہ محتاج بیان نہیں -

خادم محمد عبد اللطیف (علیگ)
سابق منصف - ممالک متحدہ

اخباروں کے دیکھنے سے و نیز آپکی تحریر سے معلوم ہوا کہ الہلال سے بھی دو ہزار کی ضمانت طلب کی گئی ہے - جس روز میں نے پہلے پہل اس خبر کو سنا ' جیسا صدمہ دل پر گزرا ' خدا ہی جانتا ہے - غیرت نے قبول نہ کیا کہ میں سنوں اور خاموش بیٹھا رہوں - چنانچہ اسی روز سے ادھیڑ بن میں تھا کہ جو کچھہ اس غریب سے ہوسکے ' الہلال کے حفظ و بقا کے لیے نثار کر دے - کبھی اپنی مفلسی پر افسوس کرتا تھا اور کبھی محرومی پر - چنانچہ اسی فکر میں تعطیل کا زمانہ بھی قریب آگیا - تعطیل میں مکان گیا اور اسی مسرت سے ایک رقم فراہم کی - یہ رقم حقیر آج الہلال پر سے نثار کرتا ہوں - امید ہے کہ قبول کیجیگا -

میں ایک معمولی حیثیت کا آدمی ہوں - جیسا کہ حضور پر بھی ظاہر ہے - اپنی بے مائیگی ہی کی وجہ سے مبلغ ۸ - روپیہ ایک وقت میں جمع نہ کرسکا اور مجبوراً آپسے معافی چاہی - مبلغ ۴ - روپیہ کا ریل - بھی عنایت فرمایا جاے - بقیہ ۴ - روپیہ عقب سے ارسال خدمت کرونگا -

حضرت مولانا ! میں سچ کہتا ہوں کہ جیسا صدمہ عام مسلمانوں کو سقوط ادرنہ و مرحوم شوکت پاشا کے انتقال سے ہوا تھا ' ویسا ہی میں نے اس واقعہ سے دکھ پایا - جا بجا الہلال کی ضمانت کے بارے میں گفت و شنید سنی - سبھی افسوس کے ساتھہ کہتے تھے کہ اب گورنمنٹ کو کیا ہوگیا ہے کہ ایسے لوگوں کے طرف مخاطب ہو رہی ہے جن کے ایک اشارہ کے لاکھوں لوگ منتظر ہیں ؟ اکثر لوگونکی زبان سے بے تحاشہ یہ لفظ نکل گیا کہ جس طرح سقوط ادرنہ و مرحوم شوکت پاشا ای حالت میں بالآخر کامیابی و خوش حالی بھی پوشیدہ تھی (جسکا ظہور بہت جلد ہوا) اسی طرح اس واقعہ کی تہہ میں بھی اصلی خوشی و کامیابی چھپی ہو -

حضرت مولانا ! میں کہہ نہیں سکتا کہ آپکے بیان و تحریر میں کونسا جادو اور طلسم ہے یا مسمریزم کا اثر ہے کہ جو شخص ایک بار بھی آپکی تحریر دیکھہ لیتا ہے ' ممکن نہیں کہ الہلال کا عاشق نہ ہو جاے اور اوسکا دل آپ اپنے قبضہ میں نہ کرلیں - جہانتک میرا خیال و عقیدہ ہے ' نہ تو آپکی تحریر میں طلسم و مسمریزم ہے ' نہ آپ جادوگر ہیں - اصلی چیز کچھہ اور ہی ہے - یعنے آپنے ایک ایسی چیز کی مضبوط گرفت کرلی ہے اور اسکا لب و لہجہ اختیار کیا ہے جسکو کبھی فنا نہیں ' اور جس کا اثر قطعی اور لا بدی ہے - یعنی کلام پاک الہی - اور یہی باعث ہے آپکے الہلال کی تسخیر قلوب و کشش کا - ہر جگہ اوسکی مثال ' اوسکی شہادت ' اوسکا حکم غرضکہ تمام محور بحث صرف کلام الہی ہی ہوتا ہے -

محمد عبد الجلیل از آرہ

نہایت ادب کیساتھہ عرض خدمت ہے کہ الہلال کی ضمانت کی خبر سنکر جو صدمہ ہوا ' حیطۂ بیان سے باہر ہے - خیر' مرضی مولی از ہمہ اولی :

صبر تلخ است و لیکن بر شیریں دارد

امید ہے کہ اس خاکسار کی ایک ادنی رقم فنڈ میں جمع فرمائیگے ' اور خاکسار کو ممنون و متشکر -

(نیاز مند ہاشم علی - بمبئی)

از جانب انجمن ہلال احمر قسطنطنیہ

بخدمت جناب ایڈیٹر صاحب (الہلال)

ہندوستانی اخبارات میں جو فہرست چندہ مرسلہ مسلمانان ہند بنام انجمن ہلال احمر عثمانی شائع ہوچکی ہے ' اسمیں متعلق ان رقومات کے جو مسلمانان رامپور ممالک متحدہ ہند کیجانب سے میر قمر شاہجہان صاحب نے ارسال کی ہیں ' غلطی واقع ہوگئی ہے -

صحیح فہرست حسب ذیل ہے :

تاریخ	رقم		کیفیت
۲۴ مارس سنه ۱۳۲۸	۱۱۳۳۷	پیاسٹر	جنگ طرابلس
	۱۴۷۵	"	"
۱۲ ایلول سنه ۲۳۲۸		"	"
۲۴ مئی سنه ۱۳۲۸		"	"
۲۹ تشرین ثانی ۱۳۲۸	۱۷۹۲	"	جنگ بلقان
۵ "	۵۰۱۰۰		"
۲۹ "	۳۵۵۹۵	"	"
"	۵۹۰۱۵	"	"
۱۹ کانون اول سنه ۱۳۲۸	۱۲۱۱۹۱	"	"
۱۴ شباط سنه ۱۳۲۸	۵۲۴۴۹	"	"

فہرست رقوم چندہ مسلمانان رامپور بخدمت صدر اعظم ترکی بامداد مجروحین و یتامی جنگ طرابلس و بلقان -

اول قسط بوساطت عالیجناب ہز ہائینس نواب صاحب رامپور تاریخ ۱۸ جنوری سنه ۱۹۱۲ ۳۰۱۰۰ ۰ ۰

(۲) قسط دوم بوساطت مسٹر قمر شاہ خان سکریٹری انجمن ہلال احمر رامپور تاریخ ۴ مارچ سنه ۱۹۱۳ ۴۹۳۶ ۸ ۰

(۳) قسط سوم بوساطت مسٹر قمر شاہ خان تاریخ ۲۶ مارچ ۱۹۱۳ ۱۷۰۱ ۳ ۰

(۴) قسط چہارم بوساطت مسٹر قمر شاہجہان تاریخ ۳۰ اپریل ۱۹۱۳ ۱۷۰۱ ۳ ۱

(۵) قسط پنجم معرفت مسٹر قمر شاہجہان تاریخ ۲۹ جولائی ۱۹۱۳ ۳۰۷۵ ۶ ۳

دیار محمد قمر شاہجہان از رامپور

فہرست زر اعانۂ دفاع مسجد کانپور

بذریعہ مولانا ابو آزاد عبد الرحمن صاحب گیلانی ۲۲ - روپیہ ساڑھے دس آنہ -

(فہرست اسامی حضرات اعانہ دہندگان)

مولوی عبد اللہ صاحب وکیل - ۲ - روپیہ - شیخ رفاقت حسین صاحب - ۲ - روپیہ - منجملہ قیمتہ چرم عقیقہ عزیزان مولوی عبد الشکور صاحب مختار موضع گورکھپاری - ۲ - روپیہ - اہلیہ مولوی عبداللہ صاحب وکیل قیمت بازو - ۳ - روپیہ - اہلیہ مولوی عبدالشکور صاحب مختار گورکھپاری قیمت پہونچی - ۳ - روپیہ مولوی عبدالشکور صاحب مختار مذکور - ۱ - روپیہ - شیخ شجاعت حسین صاحب مختار - ۱ - روپیہ مولوی یسین صاحب - ۱ - روپیہ شیخ عبدالعزیز صاحب مختار ڈپٹی ملعم لشکر - ۱ - روپیہ - منجملہ ہمشیرہ مولوی عبداللہ صاحب وکیل - ۱ روپیہ - اہلیہ مولوی شرف الدین صاحب - ۱ روپیہ - مولوی عبدالشکور صاحب مختار - ۱ - روپیہ - اہلیہ مولوی شمش الہدی صاحب - ۱ - روپیہ - والدہ عبدالعلیم صاحب مختار - ۸ - آنہ - اہلیہ منشی شجاعتحسین صاحب - ۸ - آنہ - وزن مرے عقیقہ مذکور الصدر - ۷ - آنہ - شیخ تبارک حسین صاحب - ۲ - آنہ - اہلیہ شیخ رحمی احمد صاحب - ۴ آنہ - شیخ نورالحسن صاحب - ۲ - آنہ - اہلیہ شیخ عبدالرحمان صاحب - ۲ - آنہ - والدہ مولوی یسین صاحب - ۲ - آنہ - منشی عبداللطیف صاحب - ۲ - آنہ - شیخ محب علی صاحب - ۱ آنہ - اہلیہ قادر علی صاحب - ۱ - آنہ - اہلیہ اولاد علی صاحب - ۱ - آنہ - مسماۃ پھولیا کلیز - ۱ - آنہ - بلاقی پاسی قوم ہندو - ۱ - آنہ شیخ صدیق صاحب مرمنچک ۲ پائی -

(ایضاً بذریعہ مولانا صاحب چندہ موضع ڈیہ - ۱۰ - روپیہ)

مولوی عبدالعزیز صاحب مختار - ۱ - روپیہ - مولوی ابوالحسن صاحب - ۱ - روپیہ - متفرقات مبلغ - ۹ - روپیہ - جملہ - ۸ - روپیہ -

جملہ رقم متعلقہ چندہ مبلغ - ۳۰ - روپیہ - ۱۰ - آنہ - ۶ - پائی ہوئی ' جسمیں - ۶ - آنہ فیس منی آرڈر اور - ۶ - پائی ٹکٹ پر صرف ہوا اور بذریعہ منی آرڈر - ۳۰ - روپیہ - ۳ - آنہ - بروز جمعہ ۱۶ ذیقعد بہیجا گیا - باقی ۱ - آنہ کا ٹکٹ عقب سے جاے گا -

---

بذریعہ جناب محمد ضیا الحق صاحب ار بہونگیر ضلع نل گنڈہ (دکن) ۱۷۱ - ۹ -

(به تفصیل ذیل)

جناب علی بخش خانصاحب گنہ دار ابپاشی ۵۰ - روپیہ جناب سلیمان خانصاحب گنہ دار ۴۲ - روپیہ ۷ - آنہ ۶ - پائی جناب سید نعمت شاہ صاحب رمیدار ۱۲ - روپیہ ۱۲ - انہ جناب نور محمد خانصاحب سپر سلیمان خانصاحب گنہ دار ۸ - روپیہ ۸ - آنہ جناب محمد خانصاحب گنہ دار آبپاشی ۸ - روپیہ ۷ - آنہ جناب رام راؤ صاحب پٹواری ۸ - روپیہ ۸ - آنہ جناب عظیم احمد صاحب گنہ دار ۵ - روپیہ ۱ - آنہ جناب محمد کلیم صاحب گنہ دار ۵ - روپیہ جناب محمد افضل علی صاحب گنہ دار ۱۳ آنہ - ۶ - پائی جناب محمد سلامت اللہ صاحب نور میں آبپاشی ۵ - روپیہ ۱ - آنہ جناب حسام الحق صاحب گنہ دار ۴ - روپیہ ۲ - آنہ جناب عبد الرحمن صاحب گنہ دار ۴ - روپیہ ۴ - آنہ جناب عبدالغفور صاحب گنہ دار آبپاشی ۱ - روپیہ ۱۱ - آنہ جناب حکیم غلام محمد خانصاحب رامپوری گنہ دار آبپاشی ۴ - روپیہ ۱۱ - آنہ ۶ - پائی خاکسار محمد ضیاء الحق سپروایزر آبپاشی ۱۰ - روپیہ -

۱۷۱ - روپیہ ۹ - آنہ ۶ - پائی - فیس منی آرڈر اپنی جیب سے ادا کی گئی (جزاک اللہ - الہلال)

ترجمہ اردو تفسیر کبیر

جسکی نصف قیمت اعانۂ مہاجرین عثمانیہ میں شامل کی جائیگی - قیمت حصۂ اول ۲ - روپیہ - ادارۂ الہلال سے طلب کیجیے -

---

PRINTED & PUBLISHED BY A. K. AZAD, AT THE HILAL ELECTRICAL PRTG. & PUBLG. HOUSE, 7/1 McLEOD STREET, CALCUTTA.

لا تہنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان کنتم مؤمنین (القرآن الحکیم)

Al-Hilal,

Proprietor & Chief Editor

Abul Kalam Azad,

7-1, MacLeod street.

CALCUTTA.

Yearly Subscription, Rs. 8.

Half-yearly „ „ 4-12.

الہلال

ایک ہفتہ وار مصور رسالہ

مدیر مسئول و خصوصی

احمد المکنی بابی الکلام الدہلوی

مقام اشاعت

۷ - ۱ مکلاوڈ اسٹریٹ

کلکتہ

قیمت

سالانہ ۸ روپیہ

ششماہی ۴ روپیہ ۱۲

نمبر ۱۹ — کلکتہ : چہار شنبہ ۵ - ذی الحجہ ۱۳۳۱ ہجری — جلد ۳

Calcutta Wednesday, November 5, 1913.

فہرست

تصاویر

شذرات

گم شدہ امن کی واپسی

(۳)

مجلس دفاع مسجد کانپور

اجتماع ٹاؤن ہال کلکتہ - ۱۹ - اکتوبر

اسکے بعد مولانا سید سلیمان صاحب دسنوی نے دوسرا رزولیوشن پیش کیا :

" جو ڈیپوٹیشن ۱۴ - اکتوبر کو کانپور میں حضور وایسرائے کی خدمت میں مسلمانان کانپور کی جانب سے پیش ہوا تھا ، یہ جلسہ نہایت افسوس اور کمال تاسف کے ساتھ اس کی اس کارروائی کو دیکھتا ہے کہ اپنے ایڈریس میں اُن سفاکانہ مظالم کا نتیجہ ذکر نہیں کیا ، جو ۳ - اگست کو مقامی حکام اور پولیس نے ایک بے ضرر اور غیر مسلح جماعت پر کیے ہیں "

اس تجویز کو پیش کرتے ہوے محرک نے تفصیل کے ساتھ تجویز کے مقصد کی تشریح کی ، جس کا خلاصہ میں اپنے لفظوں میں لکھتا ہوں ۔

" حضرات ! حضور وایسرائے نے کانپور میں بار بار اس موثر خواہش کو دہرایا ہے کہ مسلمان گذشتہ واقعات بھلا دیں - ہم اس امن فرمایانہ اور صلح جویانہ خواہش کی پوری قدر و قیمت محسوس کرتے ہیں ، تاہم حضور وایسرائے کی نظر سے یہ بات مخفی نہوگی کہ دنیا میں دنیا کا ہر واقعہ جلد سے جلد بھلا دیا جا سکتا ہے ، لیکن " خون " کے دھبے جلد محو نہیں ہوتے -

ہم مسجد کانپور کی تاریخ کے ہر واقعہ کو بھلانے کی کوشش کرینگے لیکن شاید ۱۴ - اگست کو جلد بھول جانے میں تعمیل حکم سے مجبور ہوں - یہ ہماری طاقت سے باہر ہے کہ ہم معصوم بچوں کی چیخوں ' اور بے دست و پا مظلوموں کی آخری فریادوں کو بھلا سکیں -

لیکن اے حضرات ! یہ ایک جوشیلہ خواہش حضور ویسرائے بہادر کے فیروز مندیوں کی جو تمام صلح کا ذکر آئی ہے' مگر ہندوستان کا ہر مسلمان اس واقعہ پر اپنے حیرت آمیز تعجب کو ظاہر کیے بغیر نہیں رہ سکتا کہ جو ایڈریس کانپور کے وفد نے حضور ویسرائے کی خدمت میں پیش کیا ' اسمیں بھی اس ناقابل فراموش واقعہ کو بھلا دینے کی کوشش کی گئی تھی - حالانکہ ہم " بھولنے " کی تعلیم لارڈ ہارڈنگ سے لیے سکتے ہیں مگر کانپور کے چند افراد اور متولیان مسجد سے لینے کیلیے طیار نہیں -

حضرات ! یہ وفد واقعات کا جامع الذاب تھا اور اسلیے پیش ہوا تھا کہ حضور ویسرائے سے انصاف حاصل کریں - پس اگر اسکو ۳ - اگست کے بعض ناموں سکیلیے اعمال پر اظہار نفرت کرنا آتا تھا ' تو اس سفاکانہ خون ریزی اور ظالمانہ استعمال قوت قاہرہ کے متعلق بھی اسکی زبان نے کیوں یاری نہ دی ' اور کیوں اس چیز کو اس نے یاد رکھا ' جس کو بصورت کوشش دنیا بھلا دیسکتی ہے ' اور اس چیز کو بھول گیا ' جس کو خدا بھی کبھی نہیں بھلائیگا ؟

حضرات ! ہم نے اس معاملے میں سب کچھ کھویا - ہم نے اپنے مقدس خانۂ الہی کی بے حرمتی دیکھی ' ہم نے اسکے صحن کے اندر اپنے بھائیوں کی لاشوں کو دیکھا ' ہم نے زخمی بچوں کو تڑپتے اور جانکنی میں ایڑیاں رگڑتے دیکھا - ہم نے وہ تمام سختیاں جھیلیں ' جو کانپور سے باہر بھی ہمارے ساتھ کی گئیں - اخبارات سے ضمانتیں لی گئیں ' پریسوں کو بند کیا گیا - رسائل ضبط کیے گئے -

ان تمام حوادث ظلم و جور کے بعد بھی ہم طیار ہوے کہ اگر ہم کو امن و صلح کا پیغام دیا جاے' اور انصاف و راستی کی ایک نظر بھی میسر آجاے ' تو تمام معاملے کو ختم کردیں' اور صلح کے علم کو جنگ کے ہتھیاروں پر ترجیح دیں - پھر کیا ایسی حالت میں ' جبکہ سب کچھ کھو دینے کے بعد انصاف کی عدالت میں پورا پورا ہمارا حق بھی نہیں ملتا ' ہم اسکا بھی حق نہیں رکھتے ہیں کہ ایک لمحہ کیلیے ظلم و خونریزی کی بربادی کی شکایت کرکے ' اپنے زخمی دلوں کو تسکین دیسکیں ؟

اگر صلح کے موقعہ پر گذشتہ کی یاد بہتر نہ تھی ' اور واقعی ماضی کو بھلا ہی دینا چاہیے ' تو پھر ڈیپوٹیشن کو کیا حق حاصل تھا کہ اس نے ان واقعات پر اظہار نفرت کیا ' جنکا اشارہ مشکوک ' جنکے الفاظ مبہم' اور جنکی نسبت اس وقت تک عدالت کا کوئی فیصلہ موجود نہیں ؟

یہ صرف کانپور کا مقامی مسئلہ نہ تھا ' یہ ایک عام اسلامی مسئلہ اور تمام مسلمانان عالم کے حقوق دینی و ملی کا سوال تھا - اسلیے کانپور کا وفد یقیناً مسلمانوں کے سامنے جوابدہی کی پوری ذمہ داری رکھتا ہے "

دیگر متعدد اصحاب نے اسکی تائید میں تقریریں کیں اور بالاتفاق پاس ہوا -

(قانون حفظ عمارات دینیہ)

اسکے بعد چوتھا رزولیوشن پیش ہوا :

" یہ جلسہ نظر بہ حالات گذشتہ' اسکی سخت ضرورت دیکھتا ہے کہ آئندہ عمارات دینیہ اور اوقاف خیریہ کی حفاظت کیلیے ایک مستقل اور علحدہ قانون نافذ کیا جاے - کیونکہ تازہ حالات نے ثابت کردیا ہے کہ موجودہ قوانین و اعلانات کے ابہام و تاویلات سے ہر وقت معابد دینیہ کی حفاظت خطرے میں ہے "

(ایڈیٹر الہلال) نے اس تجویز کو پیش کیا اور پیش کرتے ہوے مصالحۂ کانپور کی نسبت دوسری تقریر کی - یہ تقریر پہلی تقریر سے زیادہ مبسوط اور مفصل تھی - مضمون کے آخر میں درج کی جائیگی -

(جرائد و مطابع اسلامیہ)

پانچویں تجویز جرائد اسلامیہ کی ضمانت کے متعلق تھی :

" یہ جلسہ ہز ایکسلنسی کی اس موثر خواہش کو پیش نظر رکھتے ہوے کہ " گذشتہ واقعات بھلا دیے جائیں " گذشتہ کے بھلانے کیلیے ضروری سمجھتا ہے کہ جن اسلامی جرائد و مطابع سے محض اس بنا پر ضمانتیں طلب کی گئیں کہ انہوں نے مسئلۂ مسجد کانپور کی نسبت مسلمانوں کے حقیقی جذبات و خیالات کی ترجمانی کی تھی ' انکی ضمانتیں واپس کردی جائیں' ورنہ یہ واقعہ من جملہ ان ناقابل فراموش یادگاروں کے ہوگا ' جو ہمیشہ حادثۂ کانپور کو تازہ کرتی رہیں گی "

(ایک غلط فہمی)

اس موقعہ پر یہ ظاہر کردینا ضروری ہے کہ بعض اصحاب کو اس تجویز کی نسبت چند غلط فہمیاں پیدا ہوگئی ہیں - انکا خیال ہے کہ اس تذکرہ کو مسئلۂ کانپور کے ضمن میں ظاہر کرنا ضروری نہیں - یہ پریس ایکٹ کا نتیجہ ہے اور اسی حیثیت سے اسکا مطالبہ بھی کرنا چاہیے -

لیکن شاید وہ بھول گئے کہ اگر یہ خلط مبحث کی غلطی ہے' تو اسکی ابتدا خود گورنمنٹ ہی نے کی ہے - پس کچھ حرج نہیں اگر غلطی کا مقابلہ غلطی ہی سے کیا جاے - کیا خود پریس ایکٹ کا استعمال مسجد کانپور ہی کے ضمن میں نہیں کیا گیا ؟ اور کیا یہ واقعہ نہیں ہے کہ زمیندار لاہور سے صرف انہی مضامین کی بنا پر دس ہزار کی ضمانت طلب کی گئی ' جو مسجد کانپور کے متعلق شائع ہوے تھے ؟

جسقدر ضمانتیں لی گئی ہیں' انکے سرکاری اعلانات کو گزٹ میں تلاش کیجیے - ہر ضمانت کے ساتھ جو سبب بیان کیا گیا ہے وہ کسی نہ کسی حیثیت سے مسجد کانپور ہی کے متعلق ہے - پھر کونسی وجہ ہے کہ اس واقعہ کو بھی منجملہ ان شدائد کے نہ قرار دیا جاے ' جو مسئلۂ کانپور کی بدولت عمل میں آے ' اور کیوں نہ اسی معاملہ کے ذیل میں اسکا مطالبہ بھی کیا جاے ؟

علی الخصوص " زمیندار " سے دس ہزار روپیہ کی ضمانت لینا ' ایک ایسا اہم واقعہ ہے ' جس کو کبھی بھی بھولنا نہیں چاہیے - یہ قانون کے احترام کا علانیہ خون ہے ' اور ایک آئینی گورنمنٹ کے لیے ناقابل تاویل استبداد

(مجلس حفظ و دفاع عمارات دینیہ و خیریہ)

چھٹا رزولیوشن ایک نہایت ہی اہم اور اقدم ترین تجویز تھی - دراصل موجودہ حالات کا اصلی علاج اسی میں پوشیدہ ہے ' بشرطیکہ ارادے کے ساتھہ عمل کی بھی توفیق رفیق کار ہو -

ہماری غفلت پیشگیوں کا عام حال یہ ہے کہ ہمیشہ خواب و سرشاری میں ایک جسم بے روح اور ایک نعش سرد کی طرح

ساکن و جامد پڑے رہتے ہیں - نہ زبان حرکت کرتی ہے اور نہ دماغ کام کرتا ہے - لیکن جب اپنی ہی غفلتوں اور اپنی ہی ضلالت کاریوں کے نتائج کسی مہیب و مہلک صورت میں ظہور کرتے ہیں ' تو اُس وقت شور مچاتے ہیں اور آہ و فغاں کرتے ہیں - مگر جب صداؤ حرکت کا دور ختم ' اور سفر ہمت کسی منزل نا تمام تک پہنچ جاتا ہے ' تو پھر:

مست خسپند بغفلت کدہ تا سال دگر !

عمارات دینیہ و اوقاف خیریہ کا مسئلہ برسوں سے مغان سنج امانت ہے - کوئی سال ایسا نہیں جاتا کہ کوئی نہ کوئی درد انگیز واقعہ اسکی فریادوں کو ہمارے غفلت پیسہ کانوں تک نہ پہنچاتا ہو ' لیکن اب تک کوئی انجمن ' کوئی با قاعدہ جماعت ' کوئی مستقل فنڈ ' ایسا قائم نہوا جو سرزمین ہند میں اسلام کے احترام اور اسکے پیروؤں کے کروڑھا روپیے کی موقوفہ املاک کے حفظ و دفاع کے کام کو دائمی طور پر اپنے ہاتھوں میں لے لے -

کاش اگر کانپور کے واقعہ سے یہی ایک نتیجہ ہمیں حاصل ہو جائے کہ عمارات دینیہ و اوقاف خیریہ کے تحفظ کا با قاعدہ کام شروع کر دیں ' یہ سمجھیں کہ جو خون ۳ - اگست کو ہمارا بہا تھا ' اور بہہ کر ایک معاوضے میں ہمیں یہی سدِ عبرت و وسیلۂ عمل ہاتھ آ گیا !

مجلس " دفاع مسجد مقدس کانپور " کلکتہ نے قائم ہو کر الحمد للہ کہ اپنے فرائض سے غفلت نہ کی - مقامی تحریک جس قوت و وسعت سے جاری کی گئی ' وہ ہمارے انجمنوں کیلیے ایک عمدہ مثال ہے - باہر کا کام بھی پوری توجہ سے شروع کیا گیا تھا ' ابتدائی اعلان شائع ہو گیا تھا - خاص مقامات میں شاخیں قائم ہو رہی تھیں - دورہ کیلیے خود صدر مجلس اور سکریٹری آمادہ تھے ' مگر اسی اثنا میں واقعات متغیر ہو گئے -

تاہم کام باقی ' اور فی الحقیقت اصلی کام تو بالکل ہی باقی ہے ' اسلیے ۱۴ - اکتوبر کے جلسۂ انجمن کو اپنا کام ملتوی کر دینے کی جگہ ' ضرورت تھی کہ زیادہ وسیع و دائمی صورت میں جد و جہد شروع کی جاتی

اس تجویز کے الفاظ یہ ہیں :

" یہ جلسہ تجویز کرتا ہے کہ " انجمن دفاع مسجد کانپور " کلکتہ کو آیندہ " حفظ و دفاع عمارات دینیہ و اوقاف خیریہ " کے نام سے بدستور قائم رکھا جائے - اور وہ زیادہ وسیع و دائمی صورت میں اپنا کام جاری رکھے "

(شکریۂ معاونین کرام)

آخری تجویز مرزا احمد علی صاحب نے پیش کی :

" یہ جلسہ اُن تمام بیرسٹرز ' وکلا ' مجالس ' اور جرائد اسلامیہ کا نہایت خلوص و احترام سے شکریہ ادا کرتا ہے ' جنہوں نے مسئلہ " مسجد کانپور " کی نسبت یادگار خدمات انجام دیں ' اور جو فی الحقیقت قوم کی دینی و ملی خدمات کا ایک پر فخر کارنامہ ہے - علی الخصوص مسٹر مظہر الحق بیرسٹر ایٹ لا بانکی پور کا ' جنہوں نے اس حادثے میں اپنے عدیم النظیر ایثار نفس اور جوش حق پرستی کا نا قابل فراموش ثبوت دیا ' اور نیز سید فضل الرحمن صاحب وکیل کانپور کا ' جنہوں نے مقدمات حادثہ ۳ - اگست میں نہایت سخت صعوبات اور مصیبتیں برداشت کی ہیں "

مسٹر مظہر الحق کا نام جونہی رزولیوشن میں اول بار آیا ' ہال چیئرز کی آواز سے گونج اٹھا :

اجرش دہد خداے کہ کر دست یاوری
با آں کساں کہ یاور و ناصر نہ داشتند

و من الناس من یشری نفسہ ابتغاء مرضات اللہ ' واللہ رؤف بالعباد

حقیقت یہ ہے کہ مسٹر مظہر الحق نے ایثار و محبت کی جو مثال اس حادثے میں پیش کی ہے ' وہ انجمنوں اور جلسوں کی تعریف و ثنا سے ارفع و اعلی ہے - تاریکی جتنی زیادہ سخت ہوتی ہے ' اتنی ہی روشنی کی قدر بھی بڑھجاتی ہے - شب ماہ میں چراغ بے نیاز کیا جاتا ہے ' مگر محاق کی آخری راتوں میں ٹمٹما تا ہوا دیا بھی کم از درخشندگی آفتاب نہیں ہوتا - ہماری خود غرضی و نفس پرستی کی انتہا ہو گئی ہے - عشق حق و صداقت ' محبت و ملک ملت ' اور لقاء وجہ رب کے شوق کو ہم بھول گئے ہیں - اغراض کے نفس اور طلب نفع کی بندگی ہمارے ایمان و خدا پرستی تک پر غالب آگئی ہے - کتنے مقدمے ہیں جو ہمیشہ پیش آتے ہیں ' جن میں مسلمانوں کی کوئی نہ کوئی دینی و قومی مصلحت مضمر ہوتی ہے ' لیکن ہمنے وکیلوں کو آزمایا ہے ' ہم نے بیرسٹروں کا امتحان لیا ہے - ہم اگر کہیں تو اس وقت استثنا کیلیے ایک واقعہ بھی یاد نہیں آتا ' جس میں بغیر فیس لیے ہوے کسی مسلمان قانون پیشہ شخص نے اپنا تھوڑا سا وقت بھی صرف کیا ہو - کلکتہ کے متعدد واقعات میرے سامنے ہیں - بنگالی وکلا نے اسلامی معاملات کے لیے ایثار کیا ہے ' مگر مسلمانوں نے ذرا بھی دلچسپی ظاہر نہ کی ! علی گڈہ میں ایک عیدگاہ کا مقدمہ در پیش تھا ' وہاں کے بعض مشہور " قوم پرست " وکلا و بیرسٹرز کے پاس لوگ گئے اور روتے دھوتے ' مگر اُن مدعیان خدا پرستی کو ہمیشہ " الکشمی " کی پوجا پاٹ ہی میں مصروف پایا !!

میرے سامنے کی بات ہے کہ لکھنو میں اسی معاملہ کانپور کیلیے ایک صاحب لکھنو میں گئے ' اور ایک مشہور مسلمان بیرسٹر کے پاس منتیں کرکے گئے کہ کانپور جائے - مگر انھوں نے معذرت کی کہ " یہ معاملہ اب اور طرح کا ہو گیا ہے ' میں کس طرح جاؤں ؟ "

وہ شخص عدم الاستفسار تفصیلی جالات بیان کرسکتا ہے - جبکہ اغراض پرستی کی تاریکی اس درجہ شدید ہو ' تو جو روشنی ہمیں مسٹر مظہر الحق کے جہاد فی سبیل اللہ میں نظر آئی ' وہ کیوں نہ ہمارے لیے ایک اعجاز عز و کمال ہو ؟

ٹوپسل کی مسمیری کی وجہ سے مجھے معلوم ہے کہ مسٹر مظہر الحق کی پریکٹس کو ایک گونہ نقصان پہنچا تھا ' کیونکہ یہ پیشہ کمال درجہ صرف وقت اور مسلسل توجہ کامل کا طالب ہے - اختتام مقدمات مفاہمت کے بعد وہ متوجہ ہوے ' اور اپنی گذشتہ مصروفیت کے ساتھ کام کرنے لگے - ایسی حالت میں ضرور تھا کہ پھر درمیان میں دو بارہ انقطاع ہوتا - کیونکہ یہ انقطاع موکلوں کو مایوس کرنے والا ہوتا ہے ' اور مایوسی کی اشاعت اس کام کیلیے سخت مضر ہے -

جس وقت وہ کانپور گئے ' مجھے معلوم ہے کہ ایک بہت بڑا کیس لے جاتے تھے - یہ کیس کئی پچیس ہزار روپیہ سے کم کا نہ تھا ' لیکن جب کانپور کے متعلق ٹیلیگرام ملا تو انھوں نے مقدمہ کی بریف واپس کردی اور کانپور چلے گئے -

بہر حال مسٹر مظہر الحق نے انسانوں سے اپنا کاروبار چھوڑ کر خدا سے یہ معاملہ کیا ہے : الیہ یصعد الکلم الطیب و العمل الصالح یرفعہ - اور وہ یقیناً مطمئن ہونگے کہ خدا اپنے معاملہ داروں کو کبھی

نقصان نہیں پہنچاتا - دنیا کی کوئی بھی تجارت نقصان سے خالی نہیں ' لیکن خدا کے ساتھہ لین دین کی تجارت ہی وہ تجارت ہے ' جس میں اصل اور نفع ' دونوں محفوظ رہتے ہیں :

ان الذین یتلون کتاب اللہ و اقاموا الصلوۃ و انفقوا مما رزقنا ہم سرا و علانیۃ ' یرجون تجارۃ لن تبور - لیوفیہم اجورہم و یزیدہم من فضلہ ' انہ غفور شکور (۳۵ : ۲۸)

"جو لوگ اللہ کی کتاب کو پڑھتے ہیں اور صلوۃ الہی کو قائم کیے ہیں ' اور جو کچھ ہم نے انہیں دے رکھا ہے ' اس میں سے ظاہراً اور باطناً ' اسی کی راہ میں کسی صورت میں اللہ کے لیے خرچ کرتے ہیں ' تو بیشک وہ ایک ایسے کاروبار کے نتائج کی امید رکھتے ہیں ' جس میں کبھی گھاٹا ہی نہیں ہوسکتا - کیونکہ اللہ انکا اجر انہیں پورا پورا دیگا و اور انکے اجر کے علاوہ (جو بمنزلہ اصل کے ہے) اپنے فضل و کرم سے نفع مزید بھی عطا کریگا (جو ارباب کرم کا شیوہ ہے) اور وہ بڑا ہی صاحب فضل اور اعمال حسنہ کی قدر کرنے والا ہے "

یہ اللہ کا وعدہ ہے اور دنیا اسکی ہر آن و ہر لمحہ تصدیق کرتی ہے - انہوں نے اپنے مال و وقت کا نقصاً بہت ہی نقصان کیا ' اور ایسے وقت میں ' جبکہ بڑے بڑے مدعیان حب و صداقت مرعوب ہو گئے اور لرزنے لگے - لیکن اسکا بدلہ بھی دور نہیں :

و من یتق اللہ ' یجعل لہ مخرجاً ' و یرزقہ من حیث لا یحتسب ' و من یتوکل علی اللہ فہو حسبہ (۶۴ : ۳)

جو شخص راہ تقوی اختیار کریگا ' خدا اسکے لیے نجات کی راہ نکال دیگا ' اور اسکو وہاں سے روزی پہنچائیگا ' جدھر کا اسے وہم و گمان بھی نہوگا - اور جو شخص اللہ پر بھروسہ رکھے گا ' تو خدا اسکے لیے بس کرتا ہے -

میں اس تذکرے کو بار بار چھیڑتا ہوں تو معذور ہوں - من احب شیأ اکثر ذکرہ - جو کام جس کو محبوب ہوتا ہے ' اس کا اکثر ذکر کرتا ہے - مجکو آج قربانی و ایثار سے بڑھکر اور کسی چیز کی تلاش نہیں - اور خاک برسرم - میں کیا شے ہوں ؟ خود اسلام بھی آج اسی متاع کا متلاشی ہے - میں جب ایثار و قربانی کی ایک مثال سامنے دیکھتا ہوں ' تو جی چاہتا ہے کہ بار بار اسکا تذکرہ کروں - بار بار اسکی تعریف کروں - بار بار لوگوں کو اسکی تقلید و اتباع کی دعوت دوں : لعلہم یتذکرون و لعلہم یتفکرون !!

مسٹر مظہر الحق کا ساتھہ ایک جماعت نے بھی دیا اور اُن سب کی خدمات کا احترام بھی ہم پر فرض ہے - علی الخصوص سید فضل الرحمن صاحب وکیل کانپور کا ' جو آغاز مقدمہ سے اسکے روح رواں رہے ہیں -

(تشکر رئیس مجلس و حاضرین)

آخر میں اڈیٹر الہلال نے بہ حیثیت صدر (انجمن دفاع مسجد کانپور) رئیس مجلس کا شکریہ ادا کرتے ہوے ووٹ اف تھینکس کی تحریک ' اور مولوی ابو القاسم نے تائید کی - رئیس مجلس نے حاضرین کا شکریہ ادا کرتے ہوے اختتام مجلس کا اعلان کیا -

افکار و حوادث

اسلام و علوم اسلامیہ کی واقفیت و اطلاع میں انگریز دیگر اقوام یورپ سے ہمیشہ پیچھے رہے ہیں - انگلینڈ میں مستشرقین کبھی پیدا بھی ہوئے ہیں ' تو وہ بھی عموماً اور علی الاکثر نسلاً انگریز نہ تھے ' بلکہ فرنچ ' جرمن ' یونانی ' اور یہودی ہیں - یہ قوم بغیر فوائد تجارتیہ و منافع سیاسیہ کسی کام میں ہاتھہ نہیں ڈالتی کہ نفع حاصل اوسکے قانون سیاست کی پہلی دفعہ ہے - یہی سبب ہے کہ نپولین ہمیشہ انگریزوں کو ایک دکاندار قوم کہا کرتا تھا -

لیکن انقلابات حاضرہ نے اب انگلستان کی بھی آنکھیں کھولدی ہیں اور سیاست کا اشارہ ہے کہ اسلام و علوم اسلامیہ سے اطلاع حاصل کی جائے -

انگلستان میں پچھلے ہفتے یہ تحریک پیدا ہوئی ہے کہ :

" اسلام کو سمجھنے کے لیے علوم اسلامیہ کی ایک درسگاہ قائم کرنی چاہیے - جس کا اساس گاہ قاہرہ ہو ' اور جسمیں انگریز علوم اسلامیہ کی تعلیم حاصل کریں "

اسکے محرک کو جن کا نام مسٹر (جیمس برائس) ہے ' اس کی ضرورت محسوس ہوئی ہے کہ :

" اسلام کی وسعت کا ' جہاں تک کہ اوس کا تعلق مغربی تہذیب و تمدن سے ہے ' سمجھنا نہایت ضروری ہے "

وہ یہ بھی اُمید رکھتے ہیں کہ :

" یہ درسگاہ عالم اسلامی کے لیے اوسی قدر مفید و نافع ہوگی جس قدر روما کی درسگاہ اٹلی کے لیے "

ہم ممنون ہیں اپنے دوستوں کے جو ہم کو سمجھنا چاہتے ہیں لیکن ہم کو خود ہم سے نہیں سمجھنا چاہتے ' بلکہ خود اپنے سے - کیونکہ ظاہر ہے کہ اس قسم کی درسگاہوں کے اساتذہ ہمیشہ یورپین ہونگے - اس لیے ہم نہیں سمجھتے کہ آیا وہ اس کے نظام تعلیم سے ہم کو سمجھینگے یا کہ خود اپنے کو ؟

مسٹر (برائس) کے خیال میں اس زیر تجویز درسگاہ کا مطمح (آئیڈیا) نہایت درجہ بلند ہے - وہ یقین کرتے ہیں کہ تمام دنیاے اسلام کے لیے ایک مفید نمونہ اور عجیب و غریب مثال اسکے ذریعہ پیش کی جاسکے گی - حالانکہ یورپ اور علی الاخص انگلینڈ اطلاعات اسلامیہ میں جو درجہ رکھتا ہے ' اوسکے لحاظ سے وہ سر دست ایک ابتدائی مکتب کا محتاج ہے ' جس میں اسلام کی ابجد کی تعلیم دی جاے ' نہ کہ کسی " تعجب انگیز درسگاہ " کا !

مسٹر برائس کو یہ بھی یقین ہے کہ " مصر و ہندوستان کے لوگ اس حسن خدمت و حسن نیت کا نہایت تپاک سے استقبال کرینگے اور ان دونوں مقامات سے تجویز مذکور کے لیے مالی اعانتیں بھی حاصل ہوں گی "

انگلینڈ کا اصول کار ہمیشہ یہ رہا ہے کہ وہ اپنے ذاتی فوائد و منافع کی تصویر اس طرح کھینچتا ہے کہ نادان دیکھنے والے کو اسمیں اپنے فوائد کے خال و خط نظر آنے لگتے ہیں مستشرقین یورپ کے حسن نیت و نیت کا اب تک جو تجربہ ہم کو ہوا ہے ' اوسکی تلخی جب تک مسلمانوں کو یاد رہیگی ' وہ کبھی اس قسم کے ارادوں کا استقبال نہیں کرسکتے - پس نہایت افسوس کے ساتھہ کہنا پڑتا ہے کہ مصر و ہندوستان کو اس قدر فہمی کے حسن ظن سے ابھی معاف ہی رکھا جاے -

۲۹ اکتوبر کو ریوٹر نے لندن سے تار دیا کہ "مسٹر وزیر حسن ' مسٹر امیر علي ' اور سر آغا خان میں ایک پولیٹکل ڈنر کے متعلق اختلاف راے اس حد تک ہوا کہ بالآخر مسٹر امیر علي اور سر آغا خان نے لیگ کي صدارات سے استعفا دیدیا"

سب سے پہلے ٹائمز نے مختلط اور غیر محتاط اطلاعات کي آواز بلند کي جسکے صداے بازگشت ریوٹر کے ذریعہ ۳۱ اکتوبر کو تمام انگلو انڈین جرائد میں پھیل گئي

ریوٹر کا بیان ہے :

"مسٹر وزیر حسن اور مسٹر محمد علي نے مسٹر امیر علي سے چاہا تھا کہ وہ ان کو ایک پولیٹیکل ڈنر دیں ' مسٹر امیر علي نے بمشورہ لارڈ چانسلر بدین سبب اس سے انکار کیا کہ کہیں منع کاپیوز کي نہ خونی نہ سمجھي جاے ' اسپر مسٹر وزیر حسن نے مسٹر امیر علي کو ایک سخت خط لکھا جس میں ایک فقرہ یہ بھی تھا کہ " یا تو آپ مستقل اور قوي دل ہوکر کام کیجیے یا دیگر ضعیف اور کمزور لوگوں کي طرح قوم کو چھوڑ دیجیے" اس خط سے متاثر ہوکر مسٹر امیر علي نے استعفا دیدیا - آغا خاں بھي مستعفي ہوگئے ہیں"

ریوٹر نے شام کے تار میں یہ تسلیم کیا ہے کہ سر آغا خان کے استعفے کو مسٹر امیر علي کے استعفے سے کوئي تعلق نہیں ' آغا خان کا استعفا اس بنا پر ہے کہ وہ لائف پریسیڈنٹ شپ کے اصول کو اب جبکہ قوم میں جمہوریت پیدا ہوگئی ہے ' مناسب نہیں سمجھتے ' اور اب وہ چاہتے ہیں کہ اس عہدے کا انتخاب صرف ایک ہی سال کے لیے ہوا کرے -

---

مگر پرسوں مسٹر محمد علي کا ایک خاص تار لندن سے آیا ہے جس سے واقعات زیادہ واضح اور منکشف ہوجاتے ہیں بشرطیکہ یہ بیان مکمل ہو ' ان کا بیان ہے کہ :

مراسلۂ نگار ٹائمز نے مسلمانان ہند کے موجودہ اضطراب سیاسی کے متعلق جو خیالات ظاہر کیے ہیں ' انکي تردید کے لیے آغا خاں کي راے تھی کہ ایک سیاسي ڈنر آغا خاں اور مسٹر امیر علي کي طرف سے انگلستان کے ارباب اعزاز و ارکان سیاست کو دیا جاے ' جسمیں موجودہ اتہامات کي تکذیب کي جاے ' اور اسي کے ضمن میں دیگر خیالات بھي ظاہر کیے جائیں ' مسٹر امیر علي نے اس قسم کے ڈنر میں شرکت سے انکار کیا - یہہ ایک واقعہ مستقل ہے ' جس سے استعفا کو کوئي تعلق نہیں

دوسرا واقعہ یہہ ہے کہ مسٹر امیر علي نے مسٹر وزیر حسن کے نام ایک خط میں حسب ذیل امور کا مطالبہ کیا :

(۱) - لندن مسلم لیگ ' آل انڈیا مسلم لیگ سے بالکل الگ اور مستقل ایک شے ہے ' وہ اوس کي پالیسي کے اتباع پر مجبور نہیں -

(۲) آل انڈیا مسلم لیگ کو ۱۸۰۰ پونڈ سالانہ لندن مسلم لیگ کے مصارف کے لیے بلا قید و شرط دینا چاہیے -

(۳) آل انڈیا مسلم لیگ صداقت اور خلوص نیت کے ساتھہ گورنمنٹ کا ساتھہ نہیں دیتي -

مسٹر وزیر حسن نے اس کے جواب میں لکھا کہ ان امور کے فیصلے کا حق مسلم لیگ کو ہے ' اور بھي کچھہ باتیں جواباً لکھي تھیں ' مسٹر امیر علي کو ان جوابات سے تسلي نہیں ہوئي ' اور استعفا دے دیا"

بہر حال خواہ کچھہ ھي سبب ہو ' مگر ہمارے جھگڑوں کی یہ تشہیر افسوس ناک ہے - ممکن ہے کہ اس ہفتے مزید اطلاعات حاصل ہوں اور اسکے بعد زیادہ محتاط راے دي جاسکے -

ادبیات

ہمارا طرز حکومت

کبھی ہم نے بھی کی تھی حکمرانی ان ممالک پر * مگر وہ حکمرانی جسکا سکہ جان و دل پر تھا

* * *

قرابت راجگان ہند سے (اکبر) نے جب چاہی * کہ یہ رشتہ عروس کشور آرائی کا زیور تھا
تو خود فرماندہ (جے پور) نے سبقت کی خواہش کی * اگرچہ آپ بھی وہ صاحب دیہیم و افسر تھا
ولی عہد حکومت اور خود شاہنشہ اکبر * گئے امبیر تک ' جو تخت گاہ ملک و کشور تھا
ادھر راجہ کی نور دیدہ گھر میں حجلہ آرا تھی * ادھر شہزادے پر چتر عروسی سایہ گستر تھا
دلہن کو گھر سے منزل گاہ تک اس شان سے لائے * کہ کوسوں تک زمیں پر فرش دیبائے مشجر تھا
دلہن کی پالکی خود اپنے کاندھوں پر جو لائے تھے * وہ شاہنشاہ اکبر اور جہانگیر ابن اکبر تھا (۱)

* * *

یہی ہیں وہ شمیم انگیزیاں عطر محبت کی * کہ جن سے بوستان ہند برسوں تک معطر تھا
تمھیں لے دیکے ساری داستاں میں یاد ہے اتنا * کہ " عالمگیر ہندو کش تھا ' ظالم تھا ' ستمگر تھا " !!

(شبلی نعمانی)

(۱) مآثر الامرا میں یہ واقعہ تفصیل سے منقول ہے -

فکاہات

کانپور میونسپلٹی کا خطاب

مسجد مچھلی بازار کانپور سے

اے مسجد شکستہ ! کجوں دل گران مدار * کا مادہ گشت چارۂ درد نہان تو
تا دور چرخ و قاعدۂ آسمان بپاست * پایندہ باد نام تو و ہم نشان تو
ہرگز (بہ جان تو) کہ گوارا نہ کردہ ام * اندیشۂ کہ سود من است و زیان تو
اکنون نوازشانہ بیا ' قسمتے دہیم * تا بانگ مرحبا شنوم از زبان تو
ہیچم دریغ نیست کہ برجاے اولین * برپا کنند بام و در و سایبان تو
اما بشرط آں ' کہ گذارند بہر من * از خاک ' تا بلندی سقف مکان تو
" از صحن جادہ تا بہ لب بام ازان من * و از بام جادہ تا بہ ثریا ازان تو "

(وصاف)

فریب لطف

بسملوں کی اس نمک طرزی کو دیکھا چاہیے * اک ذرا سے لطف میں ' مضمون قاتل ہوگئے
یا تو وہ وسعت طلب کی ' یا پھر اتنا احتراز ! * اس قناعت پیشگی کے ہم تو قایل ہوگئے
مضطرب تھے کسقدر عشاق ' لیکن بخش دوست * پھر اسی شان تغافل را پہ مایل ہوگئے
رسم بیکاری اٹھانے دست سعی ناخدا * ولولے موجوں کے پھر پابوس ساحل ہوگئے
کر دیا مجبور کتنا ان کی پرسش نے (بہار) * چھوٹے ہم تو اور پابند سلاسل ہوگئے

(بہار [illegible] پوری)

تاریخ حیات اسلامیہ

الہلال اور پریس ایکٹ

" الہلال " جو ارسرتا پا ایک مجموعۂ ہدایت الہی ہے ' علاوہ اپنے مقصد اصلی کے بجائے خود بھی ایک ایسی نعمت گراں قدر ہے ' جو ہر مسلم ہستی کو اپنی جان سے زیادہ عزیز ہونا چاہیے ' مجھے بھی کہ بالطبع خصائص پسند ہوں ' وہ ابتدا سے حد عزیز رہا ہے - اسکی اداے خود داری نو آوروں کی بدرجہ لئے دیوانہ کن اور مجنوں فرما شے ہے -

ایک سب سے بڑی بات الہلال میں یہ ہے کہ اُس کی ہر بات اپنے رنگ میں خاص ' اور اُس کی ہر ادا اپنے انداز میں بے نظیر ہوتی ہے - کوئی بات ہو' لیکن وہ عام رنگ سے الگ اپنی راہ پیدا کرتا ہے اور مطالب وآرا ' بحث و مباحثہ ' الفاظ و اصطلاحات عنوانات و ترتیبات ' طرز تحریر و طرز بیان ' کسی شے میں بھی آوروں کی تقلید نہیں کرتا بلکہ خود آوروں کیلیے مجتہد ہے

" الہلال " سے ضمانت طلب ہوئی ' اچھا ہوا - اور اگر ایسا نہ ہوتا تو خود ہمارا ہی نقصان مقدر تھا - لیکن " چندہ ضمانت " ؟ اسمیں کچھ ایسی عمومیت تھی جو اُس کی شان عالی سے گری ہوئی تھی - نیز اسکی خود داری بھی اس سے بہت ارفع و اعلی تھی - پھر یہ بھی سوچتا تھا کہ بھلا یہ ضمانت کہانتک جاری ہونگے ؟ بقول جناب کے کہ " یہ وبا تو عالمگیر ہے " پھر بھلا ایک کے علاج سے کہیں شہر اور ملک صحت یاب ہو سکتے ہیں ؟

میں نے نہایت خوش و مسرت سے وہ مضامین پڑھے ' جن میں " دوام حوالہ " کی تاسیس کا اعلان کیا گیا ہے - صاف نظر آتا ہے کہ ضمانت طلبی کے بارے میں بھی الہلال کا ایثار عام حالت سے کس درجہ مختلف ہے ؟

الحمد للہ کہ اگرچہ مسلمانان ہند ایک مدت تک نا آشناے سیاسیات رہے ' تاہم اُنھوں نے گذشتہ دو سال کے اندر اپنی مخصوص قومی اور ملکی مصلحتوں کے سمجھنے میں اپنی ہوشیاری کا پورا ثبوت دیدیا ہے -

کیا کوئی صاحب الراے انکار کر سکتا ہے کہ " الہلال " کی تحریک " دوام مطابع ہند " ایک اہم ترین سیاسی تحریک نہیں ہے ؟

کاش مشیران و مصلحان قوم اس نازک نکتہ تک پہنچے ہوے ہوں جو اتحاد قومی کی اتحاد مطابع کے حاصل ہونے بعد رسمی بالکل حاصل ہے !

مفصلۂ ذیل رقوم بہ مد " ضمانت الہلال " اسی اہم ملکی خدمت کے لیے جمع ہوئی ہیں جو ارسال خدمت ہیں ' اور خداے برتر و قادر سے اُمید ہے کہ وہ آیندہ بھی اس سلسلے کو جاری رکھنے کی توفیق دیگا - نیز مجھے یقین ہے کہ تعلیم یافتہ مسلمان اپنی حاصل کردہ عزت کو کھو دینے کے بجائے اُسکو با عظمت بنانے میں کوشاں ہونگے ' اور دوام مطابع کے فنڈ کو فوراً مکمل کر دیں گے -

تفصیل چندہ حسب ذیل ہے :

ایس محمد بخش صاحب ۲۵ - روپیہ - منشی رفیع الدین صاحب - ۵ روپیہ - غفور خانصاحب - ۲ - روپیہ - حافظ مہتاب صاحب - ۲ روپیہ - جمعدار داود صاحب - ۱ - روپیہ - عبدالرزاق صاحب - ۸ آنہ - شہاب الدین احمد صاحب - ۸ - آنہ - محمد ہاشمی احمد صاحب - محمد یوسف صاحب - ۸ - آنہ - لطیف الدین صاحب - ۵ - روپیہ -

اپکا ادنی ترین نیاز مند : لطیف الدین از دھاراوہ بمبئی

بخدمت اقدس حضرت مولانا صاحب دام مجدکم - یہ مژدہ سن کر کہ خدا کے سر چشمۂ ہدایۃ و ارشاد یعنی الہلال کیلیے ضمانت کا روپیہ قوم سے ابدا بطور فرض لیا ہے ' ہر دوام مطابع کے فنڈ میں جمع ہوگا ' بڑی خوشی حاصل ہوئی - ایک نا چیز رقم پیش خدمت ہے - امید ہے اس خیال سے واپس نکرینگے کہ یہ ایک غریب طالب العلم کا روپیہ ہے - کیونکہ احقر کا دل ہرگز قبول نہیں کرتا کہ اسوقت کی اس سب سے بڑی دینی خدمت سے بالکل محروم رہوں -

نجم الحسن چودھری - کلکتہ مدرسہ کا ایک طالب علم -

جناب سے دو ہزار کی ضمانت طلب ہوئی ہے - عرض نہیں کرسکتا کہ اس سے کس قدر صدمہ ہوا ؟ آپ جیسے اسلام کے دوست اس دنیا میں خال خال پائے جاتے ہیں میں نے حضور کی خدمت با برکت میں ایک اچکن سلک کی روانہ خدمت کی ہے - امید ہے کہ اس اچکن کو نیلام کرکے جو قیمت وصول ہو' اسے فنڈ میں جمع کر دیں - یہ اچکن ابھی سلکر آئی تھی مگر چونکہ میرے پاس دوسری اچکن بھی ہے ' اسلیے میں نے اسی نئی کو بھیجنا مناسب سمجھا - امید ہے کہ جب نیلام فرمائیں تو یہ بھی فرما دیں کہ یہ ایک عاشق اسلام و رسول اسلام کی اچکن ہے !!

اور بھی نئی چیزیں اور تھوڑا سا روپیہ میرے پاس اسی کے متعلق موجود ہے اسکو بھی روانہ کرونگا -

خادم محمود حسن خاں - ضلع پٹنہ

(اعانۂ شہداے کانپور)

جناب مولانا - ہم دونوں بھائی طالب علم ہونے کی حیثیت سے یہ حقیر رقم اُن معصوموں کی مدد کے واسطے دیتے ہیں جنکے باپوں نے شربت شہادت پیا اور اُن پر کسی کا سایہ سواے اللہ کے نہ چھوڑا - اُن بچوں ماں باپوں کی مدد کے واسطے ہم یہ ناچیز رقم پیش کرتے ہیں ' جنکے جوان لڑکوں نے شہادت کا مرتبہ حاصل کرکے اپنے ماں باپ کو بے یار و مددگار چھوڑ دیا !

اسکا اظہار فضول ہے کہ ہم نے یہ ناچیز رقم کیونکر جمع کی ؟

محمد سعید الزماں و متین الزماں صفوی - اسیون ضلع اوناؤ - اودھ

انجمن "اتحاد و ترقی" کا اجلاس

فرانس کا مشہور افسانہ نویس: پیر لوتی
جو ترکوں کی حمایت میں بارہا مشہور ہوچکا ہے۔
جس نے موجودہ جنگ کے زمانے میں متعدد
مضامین مسیحی مظالم کے خلاف لکھے۔ اور
جسکا حال میں ترکوں نے نہایت شاندار
استقبال اپنے دار الخلافہ میں کیا۔

الہلال

۵ ذی الحجہ : ۱۳۳۱ ہجری

مساجد اسلامیہ اور خطبات سیاسیہ

اسلام میں مساجد کی حیثیت دینی

انجمن اسلامیہ لاہور کا ریزولیوشن

(۵)

(پانچویں آیت)

مساجد کے متعلق ایک اور آیت قابل غور ہے ۔ لیکن قبل اسکے کہ اس آیت کو پیش کیا جائے ' اس سے پہلے کی ایک آیہ پڑھ لینی چاہیے ۔

ان اللہ یدافع عن الذین آمنوا ' ان اللہ لا یحب کل خوان کفور - اذن للذین یقاتلون بانہم ظلموا ' و ان اللہ علی نصرہم لقدیر - الذین اخرجوا من دیارہم بغیر حق الا ان یقولوا ربنا اللہ ! (۲۲ : ۳۹)

" خدا مسلمانوں کے دشمنوں کو اُنسے ہٹاتا رہتا ہے ۔ وہ کسی خائن و نا شکرگذار کو کبھی پسند نہیں کرتا - جن مسلمانوں پر کافروں نے قاتلانہ حملے کیے ' اب مسلمانوں کو بھی اُن سے لڑنے کی اجازت ہے ' اس لیے کہ اُن پر ظلم ہو رہا ہے اور کچھ شبہ نہیں کہ اللہ انکی مدد کرنے پر قادر ہے - یہ وہ مظلوم لوگ ہیں کہ انکا کوئی قصور نہ تھا - صرف اس اقرار پر کہ ہمارا پروردگار اللہ ہے ' وہ ناحق اپنے گھروں سے نکال دیے گئے اور اپنے وطن سے اُنکو ہجرت کرنی پڑی "

اسکے بعد مساجد و عمارات مقدسہ کا ذکر ہے :

و لولا دفع اللہ الناس بعضہم ببعض ' لہدمت صوامع و بیع و صلوات و مساجد یذکر فیہا اسم اللہ کثیرا ' و لینصرن اللہ من ینصرہ ' ان اللہ لقوی عزیز - (۲۲ : ۴۰)

" اور اگر اللہ لوگوں کو ایک دوسرے کے ہاتھ سے دفع کراتا نہ رہتا ' تو انسانی ظلم و تعصب سے دنیا کا امن و سکون کبھی کا غارت ہوگیا ہوتا - تمام مسیحی صومعے اور گرجے ڈھا دیے جاتے ' یہودیوں کے عبادت خانے منہدم ہو جاتے ' اور مسلمانوں کی وہ مسجدیں بھی ' جن میں کثرت سے خدا کا ذکر کیا جاتا ہے - جو اللہ کی مدد کریگا ' یقیناً اللہ بھی اُس کی مدد کریگا - کچھ شبہہ نہیں کہ اللہ صاحب قوت و احاطہ ہے اور وہی عزیز ہے "

پھر اسکے بعد زیادہ تشریح و تفصیل فرمائی ہے :

الذین ان مکناہم فی الارض اقاموا الصلوٰۃ و آتوا الزکوٰۃ و امروا بالمعروف و نہوا عن المنکر ' و للہ عاقبۃ الامور ! (۲۲ : ۴۱)

" یہ وہ لوگ ہیں کہ اگر انکی حکومت و قدم یابی کو زمین پر قایم کردیا جائے تو انکا کام یہ ہوگا کہ صلوٰۃ الٰہی کو قایم کرینگے ' زکوٰۃ ادا کرینگے ' امر بالمعروف انکا شعار ہوگا اور نہی عن المنکر میں ساعی و مجاہد رہیں گے ' اور تمام باتوں کا انجام کار اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے "

(تشریح و تفسیر)

یہ آیات کریمہ سورۂ (حج) کی ہیں ' جس کو باستثناء بعض آیات ' اکثروں نے مکی اور بعض نے مدنی کہا ہے - یہ آیتیں اُس زمانے کے حالات کی خبر دیتی ہیں ' جو اسلام کے ابتدائی دور غربت و مظلومی کا زمانہ تھا ' اور اسکا تخم ظہور و عروج ابھی خاک پامالی میں مدفون تھا - جو لوگ اسلام لا چکے تھے ' اُن پر طرح طرح کے مظالم و شدائد کیے جاتے تھے ' حالانکہ انکا جرم اسکے سوا کچھ نہ تھا کہ اللہ کو اپنا پروردگار سمجھتے ' اور اسکی توحید پر یقین رکھتے تھے - یہاں تک کہ شدت مظالم و شدائد سے ترک وطن پر مجبور ہوے - خود حضرۂ داعی علیہ الصلوٰۃ و السلام نے ہجرت فرمائی - اور رفتہ رفتہ مسلمانوں کے اکثر خاندان مدینۂ منورہ میں آکر پناہ گزیں ہوگئے - تمام مفسرین صحابۂ و تابعین کا بالاتفاق بیان ہے کہ یہ آیات اُسی موقعہ پر نازل ہوئیں - امام (طبری) نے تمام روایات جمع کر دی ہیں ۔ (۱۷ : ۱۲۴) -

پہلی آیت میں فرمایا کہ اپنی غربت و مظلومیت کو دیکھکر مسلمان دل شکستہ نہوں اور اپنے عظیم الشان مستقبل کی طرف سے مایوس نہو جائیں - یہ قانون الٰہی ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر دور و ہر عہد میں اپنی صداقت و حق پرستی کو ظالموں کے حملوں سے بچاتا ہے ' اور وہ مومنوں کے لیے ایسے اسباب دفاع و حفظ فراہم کرتا رہتا ہے ' جن سے دشمن انکی دعوت کو ضرر پہنچانے میں ناکام و نامراد رہتے ہیں -

خود مکۂ معظمہ کے قیام میں باوجود کمال غربت و مظلومیت و قلت انصار و عدم وسائل حفظ و دفاع مادّیہ ' اللہ تعالیٰ نے مومنوں کے لیے جو اسباب دفاع فراہم فرمائے ' وہ تاریخ اسلام کے قارئین سے پوشیدہ نہیں ہیں -

اسکے بعد فرمایا کہ : " اذن للذین یقاتلون بانہم ظلموا (الخ) " جن لوگوں نے مسلمانوں پر ظلم کیے ' ایسے قتال و جہاد کی مسلمانوں کو بھی اب اجازت ہے -

تمام مفسرین صحابۂ و تابعین و عموم ارباب تفسیر و تاویل کا اتفاق ہے کہ یہ آیہ اولین آیت جہاد ہے - اس سے پہلے جس قدر احکام نازل ہوے ' صبر و استقامت اور انتظار ما بعد پر مبنی تھے - سب سے پہلی بار اسی آیت کے ذریعہ مسلمانوں کو اجازت دی گئی کہ ظالموں کے حملوں کے جواب میں وہ بھی قتال و جہاد جاری کر دیں -

بعضوں نے اُن آیات کو شمار کیا ہے جو اس سے پہلے صبر و سکوت اور تحمل و منع قتال کے بارے میں نازل ہوئی تھیں اور انکی تعداد ستر سے زیادہ بتلائی ہے ! اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ اسلام نے کیسی شدید مجبوری کے عالم میں تلوار کے فساد کا علاج تلوار کی دواء آخری سے کرنا گوارا کیا ؟

امام (طبری) نے قتادہ کا قول نقل کیا ہے :

قال ہی اول آیہ انزلت فی القتال ' فاذن لہم ان یقاتلوا (۱۷ : ۱۲۳)

" یہ پہلی آیت ہے جو قتال و جہاد کیلیے نازل ہوئی - اس آیت کے ذریعہ اللہ نے مسلمانوں کو حکم دیا کہ وہ بھی اپنے حملہ آوروں کو قتل کریں "

یہی قول دیگر اجلۂ صحابۂ و تابعین مفسرین رضوان اللہ علیہم کا بھی ہے ' جیسا کہ حافظ (ابن کثیر) نے لکھا ہے :

قال غیر واحد من السلف کابن عباس و مجاهد و عروة بن الزبیر و زید بن اسلم و مقاتل ابن حیان و قتادہ و غیرهم هذه اول آیة نزلت فی القتال - و استدل بهذه الآیة بعضهم علی ان السورة مدنیه (حاشیه فتح البیان - ۷ : ۳۲۵)

" سلف میں سے ایک سے زیادہ مفسرین کا قول ہے مثل ابن عباس و مجاہد ' عروہ بن زبیر ' زید بن اسلم ' مقاتل ابن حبان ' اور قتادہ و غیرہم کے ' کہ یہ پہلی آیت ہے جو قتال کے بارے میں اتری ہے چنانچہ اسی آیت کی بنا پر بعض نے استدلال کیا ہے کہ سورۂ حج مکی نہیں ہے مدنی ہے "

چنانچہ حضرة ابن عباس نے روایت کی ہے کہ جب انحضرة صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کی اور مکہ سے نکلے ' تو حضرۃ ابوبکر نے کہا - " انا للہ و انا الیہ راجعون - لیہلکن جمیعاً ! " یعنی جب انحضرۃ یہاں سے تشریف لے جا رہے ہیں تو پھر مکہ کا خدا حافظ ! یقیناً اب مشرکین مکہ ہلاک ہونگے - پھر جب یہ آیت نازل ہوئی تو وہ سمجھہ گئے کہ اب قتال و جہاد شروع ہوگا - (طبری ۱۷ : ۱۲۳)

بہر حال مقصود یہ ہے کہ یہ آیت اولیں آیت حکم قتال ہے -

اسکے بعد اس حکم و اجازت کی توضیح کی کہ " الذین اخرجوا من دیارهم (الخ) " یعنی یہ مسلمان جنکو اب قتال و دفاع کی اجازت دی جاتی ہے ' وہ لوگ ہیں ' جنکو بغیر کسی جرم و حق کے ' محض خدا پرستی کی وجہ سے دشمنوں نے گھروں سے نکال دیا اور ہجرت پر مجبور کیا - ایسے ظلم و عدوان کے مقابلے میں اب حکم قتال ناگزیر ہے - اور گو انکی حالت بیکسانہ اور مظلومانہ ہے ' لیکن یقین رکھو کہ اللہ انکو فتح و نصرۃ دینے پر قادر ہے -

ان تمام تصریحات کے بعد پھر مسلمانوں کے ظہور کی علت عالی ' حکم قتال کی ضرورت و مصلحت ' اور اسکے آئندہ ظاہر ہونے والے نتائج عظیمہ کی طرف اشارہ کیا کہ : ولولا دفع اللہ الناس بعضهم ببعض ' لهدمت صوامع و بیع و صلوات و مساجد یذکر فیها اسم اللہ کثیرا - اگر اللہ تعالی لوگوں کی ایک دوسرے کے ہاتھہ سے مدافعت نہ کراتا رہتا ' تو تمام عبادت کدے منہدم ہو جاتے اور اللہ کے گھروں کا کوئی محافظ نہ رہتا !

اس آیت میں معابد دینیہ کیلیے متعدد نام آئے ہیں اور آخر میں " مسجد " کا لفظ بھی ہے - مفسرین کرام نے اسپر غور کیا ہے کہ ان الفاظ سے مقصود کیا ہے ؟ اور کیا وہ مختلف مذاہب کے معابد کے اسماء ہیں ' یا مقصود صرف مساجد ہی ہیں ؟ اکثر مفسرین نے " صوامع " اور " بیع " کو عیسائیوں کا گرجا بتلایا ہے - پہلا خانقاہ کے معنی میں جو شہر سے باہر راہبوں اور عزلت گزینوں کیلیے ہوتا ہے - اور دوسرا کنیسہ اور چرچ کے معنوں میں ' جو شہروں میں روزانہ اور ہفتہ وار نماز کیلیے بنائے جاتے ہیں - " صلواۃ " کو یہودیوں کا گرجا بتلاتے ہیں اور (امام طبری) نے ضحاک کا ایک قول نقل کیا ہے کہ " صلوات یہودیوں کا معبد ہے - وہ اپنے معبد کو " صلوتا " کہتے ہیں " (؟)

بعضوں نے صلوات کو (صائبین) کی نماز قرار دیا ہے - لیکن ایک جماعۂ ملتلہ کی راے ہے کہ صلوات سے مقصود خود مسلمانوں ہی کی نماز ہے اور ہدم سے مراد اسکے قیام کا ممنوع ہونا ہے - امام (رازی) نے ایک وجہ اس قول کی یہ بھی قرار دی ہے اور متعدد اقوال نقل کیے ہیں : (تفسیر کبیر : ۴ - ۵۶۴)

بہر حال یہ آیت نہایت اہم ہے ' اور ہم کو الفاظ کی جگہ اسکے مطلب پر تدبر و تفکر کرنا چاہیے -

(حاصل تفسیر)

اس سے پیشتر خدا تعالی نے مسلمانوں کی ابتدائی مظلومی و بیکسی کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا کہ اللہ انکی حفاظت کیلیے دفاع کرتا رہتا ہے -

اسکے بعد قتال و جہاد کی اجازت دی اور فرمایا کہ مسلمانوں کا کوئی جرم بجز اسکے نہ تھا کہ وہ اللہ کے پرستار ہیں اور غیروں کی پوجا سے انکار کرتے ہیں - لیکن انپر ظلم کیا گیا اور انکو گھروں سے نکالا گیا - جب حالت ایسی ہو تو کیوں نہ اب انہیں بھی لڑنے کی اجازت دی جاے ؟

لیکن اس حکم قتال میں بھی مصالح الہیہ ' اور اس جنگ و دفاع میں بھی ایک حکمۂ عظیمہ پوشیدہ ہے - یہ اجازت اس قانون الہی کے ماتحت ہے ' جس کا ہمیشہ ظہور ہوا ہے ' اور اس عظیم ترین مصلحت و حکمت کا ظہور ہے ' جس کو حفظ امنیت ' و دفع فساد و طغیان ' و قیام عدل و استقامۃ ' و ثبات مدنیۃ صحیحہ ' و نظام و قوام عالم کیلیے قدرۃ الہیہ نے ہمیشہ ظاہر کیا ہے -

(علۃ ظہور امۃ مرحومہ)

وہ مصلحت کونسی ہے ' اور وہ حکمت کیا ہے ؟ وہ کونسا قانون الہی ہے جسکے ماتحت اس اجازت کا نزول ہوا ؟

اسی کا جواب ہے جو ان لفظوں میں دیا گیا کہ " لولا دفع اللہ الناس بعضهم ببعض " یعنے وہ مصلحت و حکمت یہ ہے کہ دنیا کی مختلف اقوام ' مختلف جماعتیں ' مختلف مذاہب و ملل ' اللہ کو یاد کرنے اور اسکی عبادت کیلیے گھر بناتے ہیں ' لیکن باہم ظالمانہ تعصب میں سرشار ' اور ایک دوسرے کے قتل و ہلاکت ' اور اسکی دینی عمارات و معابد کے ہتک و انہدام کیلیے مستعد رہتے ہیں - پھر جس کو قوت اور ساز و سامان دنیوی حاصل ہو جاتا ہے ' وہ ظلم و خوں ریزی کے شیطان کا حکم بنکر اپنے سے ضعیف و کمزور پر غالب آجاتا ہے اور اسکی دینی عمارتوں کی ہتک کرتا ' مذہبی اعمال میں مانع ہوتا ' بلکہ اسکے معابد کو یکسر منہدم کر دیتا ہے -

یہ ظلم آباد ارضی کی سب سے بڑی مصیبت ' انسانیت کی مظلومیت ' اور سلطان عدل کی ہزیمت کا سب سے بڑا ماتم ہے !!

پس حکمۃ الہیہ اسکی مقتضی ہوئی کہ زمین کی امنیت اور ظلم و طغیان کے انسداد کیلیے وہ ہمیشہ اپنے بندوں کو چنے ' اور اپنی قوموں کو بھیجے جو دنیا میں اسکی قوت و نصرت کی فوج لیکر ظہور کریں ' تا کہ مذاہب کیلیے امن اور معابد کیلیے حفاظت ہو - وہ اُن ظالموں سے عدل و حقوق کی راہ میں لڑیں ' جو اپنی شیطانی قوتوں سے مغرور ہوکر اللہ کے گھروں کی بے حرمتی کرتے اور خدا کی عبادت گاہوں کو ڈھاتے ہیں - اور انسانوں کو چین و آرام کے ساتھہ ' بے خوف و بے خطر ' اپنے خدا کی یاد کرنے اور اپنے اپنے معابد میں اسکو پکارنے کا موقع ملے -

اگر وہ ایسا نہ کرتا ' اگر وہ ایک قوم کے دست تظلم سے دوسری قوم مظلوم کو نجات نہ دلاتا ' اگر وہ ضعیف کو نصرت نہ بخشتا ' تا وہ قوی کے طغیان و فساد سے محفوظ ہو جاے ' تو دنیا کا چین اور سکھہ ہمیشہ کیلیے غارت ہو جاتا - قوموں کی راحت ہمیشہ کیلیے اُسسے روٹھہ جاتی ' اللہ کی سرزمین پر وہ تمام بلند منارے گرا دیے جاتے جو اسکے گھر کی عظمت کا اعلان کرتے ہیں ' اور

وہ تمام مقدس عمارتیں خاک کا ڈھیر ہو جائیں ' جنکے اندر اسکے نام کی پرستش ' اور اسکے ذکر کی پاک صدائیں بلند ہوتی ہیں !

پس فرمایا کہ مسلمانوں کو قتال و جدال کی جو اجازت دی گئی ہے ' تو یہ اسلیے نہیں ہے کہ خون کی ندیاں اور زمانہ تعزیز ہے نہیں ' بلکہ صرف اسلیے ہے کہ قانون دفاع مذاہب و معابد ' و ظہور امنیت و قیام عدل کے مانعت ' اللہ تعالی نے اُن کو اقوام عالم میں سے چن لیا ہے ' اور انکے قتال و قدوریت کے ذریعہ وہ الہی مساجد و معابد کو محفوظ ' اور اقوام کے داعی ظلم و عدوان کا انسداد کرنا چاہتا ہے - انکو صرف اسلیے دنیا میں بھیجا گیا ہے کہ ظلم کے دست کو الٹ دیں ' عدل الہی کی قدوس بادشاہت کا اعلان کریں ' اور خدا کی مساجد و معابد کو ھتک و انہدام سے بچالیں -

پس وہ گروہ الہی مظلوم نظر آرہے ہیں ' سامان دفاع و قتال سے محروم ہیں ' تاہم وہ ' جو ہمیشہ اپنے اس قانون کے معجزات دکھلاتا رہا ہے ' جس نے زمین کے ہر دور طغیان و فساد میں اپنی نصرت کی انوار چمکائی ہے ' اور اپنی حکمہ کے عجائب کا ورق الٹا ہے ' ضرور ہے کہ انکی مدد کریگا اور انکے قتال و جہاد سے اس اعظم ترین خدمت عالم اور اس اشرف ترین دفاع انسانیت کا کام لیگا ' کیوں کہ وہ قوی و عزیز ہے : و لینصرن اللہ من ینصرہ ' ان اللہ لقوی عزیز !

چنانچہ اسکے بعد کی آیت میں اچھی طرح اسکی تشریح کر دی ' اور یہ وہ آیہ عظیمہ و جلیلہ ہے جو مسلمانوں کے مقصد ظہور اور انکے نصب العین کے تعین کیلیے ایک عجیب و غریب نص قرآنی ہے :

الذین ان مکنا ہم فی الارض اقاموا الصلوٰۃ و اٰتوا الزکوٰۃ و امروا بالمعروف و نھوا عن المنکر ' وللہ عاقبۃ الامور	" یہ وہ لوگ ہیں کہ اگر ہم نے انکی قوت و حکومت کو دنیا میں قائم کردیا تو انکا کام یہ ہوگا کہ صلوٰۃ الہی کو قایم کرینگے ' اپنے مال کو اللہ کی راہ میں نوع انسانی کی اعانت کیلیے

خرچ کرینگے ' نیک کاموں کا حکم دینگے ' اور برائیوں سے روکیں گے - اور انجام کار تمام امور کا اللہ ہی کے ہاتھہ ہے "

یہ آیت گذشتہ آیات سے متصل اور انکی تشریح کرتی ہے - امام (طبری) نے تفسیر عبارت یوں کی ہے کہ :

اذن للذین یقاتلون بانہم ظلموا ' الذین ان مکنا ہم فی الارض - (۱۲۶ : ۱۷)	"جن لوگوں سے کافروں نے قتال کیا ہے ' انکو بھی قتال کرنے کی اجازت ہے - اسلیے کہ وہ مظلوم ہیں - اور یہ مظلوم وہ مسلمان ہیں کہ اگر اللہ انکو دنیا میں

قائم کردے تو وہ صلوٰۃ الہی کو قائم کریں گے " (الخ)

(نتائج بحث)

بظاہر آیات متعلقہ مساجد کے ذکر میں قارئین کرام کو بہت سی تفصیلات ' غیر متعلق اور خلاف موضوع بحث نظر آتی ہونگی ' لیکن اگر وہ غور فرمائیں گے تو معلوم ہوگا کہ یہ اطناب مصالح سے خالی نہیں -

پھر اس قسم کے جرائد و مجلات کے مباحث و مقالات میں یہ خیال بھی پیش نظر رکھنا چاہیے کہ ضمناً جس قدر مفید بیانات آجائیں ' بہتر ہے - نہیں معلوم پھر فرصت اور مہلت نظر و تحریر ملے یا نہیں ؟

یہ خیال الہلال کے اکثر مقالات و مباحث میں نظیر کے پیش نظر رہتا ہے کہ ارادے وسیع ہیں اور مہلت قلیل -

اب غور فرمائیے کہ ان آیات سے کیا نتائج پیدا ہوئے ہیں ؟

(۱) سب سے پہلا نتیجہ و حاصل بحث جو سامنے آتا ہے ' وہ اُس قانون الہی اور حکمہ ربانیہ کا ظہور ہے ' جسکے ماتحت فی الحقیقت امتیں ' ملل و مذاہب کا نظام و قیام ہے ' اور جو اگر نہوتا تو نہیں معلوم دنیا کا کیا حال ہوتا ؟ وہ دنیا ' جسپر طرح طرح کے رنگ و اشکال کی قومیں بستی ' اور مختلف صورتوں کی آباد و پر رونق عمارتیں کھڑی ہیں ' جس کی سطح پر زندگی پرورش پاتی ' اور اسبابِ سکھہ اور چین کی راحت سے شاد کام ہے ' جسکے اوپر عظیم الشان گرجے ہیں ' اور اونچی مناری کاھوں پر خدا کو پکارا جاتا ہے ' جو اپنی آبادیوں کی عمارتوں کے سلسلوں کو معبدوں کے کلس اور مسجدوں کے مناروں سے زونق دیتی ہے ' اور انکے اندر اپنی اپنی زبانوں اور اپنے اپنے طریقوں سے انسان اپنے خالق سے عشق و محبت کا تذکرہ کرتا ' اور اسکے سامنے اپنے نفس عجز و بندگی سے گراتا ہے ' غرضکہ وہ جسمیں و جمیل دنیا ایک ایسی ماوراء تصور ہلاکت و بربادی کا منظر ہو جاتی ' جس کی سطح پر خونریز انسانوں کی بوسیدہ ہڈیوں ' اور منہدم عمارتوں کی اوڑتی ہوئی خاک کے سوا اور کچھہ نہ ہوتا !!

یہ انقلابات جو قوموں اور ملکوں میں ہوتے رہتے ہیں ' یہ جو پرانی قومیں مرتی اور نئی قومیں اُنکی جگہ لیتی ہیں ' یہ جو قوی کمزور ہو جاتے ہیں اور ضعیفوں کو با وجود ضعف ' غلبہ کے سامان میسر آجاتے ہیں ' یہ تمام حوادث اسی حکمۃ و قانون الہی کا نتیجہ ہیں -

وہ ایک ملک کے ظلم و استیلا کو دوسرے ملک کی اعانت سے دفع کراتا ' اور ایک قوم کی بربادی کا دوسری قوم کے ہاتھوں انتقام لیتا ہے - اسی کا نتیجہ ہے کہ انسانوں کو زمین پر بسنے کی مہلت حاصل ' اور مذاہب کو زندگی و امنیت نصیب ہے -

(۲) نیز اس آیت نے صاف صاف بتلا دیا کہ دنیا میں مسلمانوں کے ظہور و قیام کی علۃ اصلی کیا ہے ؟ اور وہ کونسا کام ہے ' جسکے انجام دینے کیلیے خدا نے انھیں دنیا میں مدعو و نصرت کا علم دیکر بھیجا ؟

یہ سب سے پہلی آیت ہے جس میں قتال کا مسلمانوں کو حکم دیا گیا - چونکہ پہلا حکم تھا ' اسلیے ضرور تھا کہ ساتھہ ہی حکم کی علت بھی بتلا دی جاتی - پس فرمایا کہ صداقت اور خدا پرستی مظلوم ہوگئی ہے اور ظلم و ضلالت کی قوت کا غلبہ و استیلا بڑہ گیا ہے - وہ زمین جو اسلیے بنائی گئی تھی کہ خدا کی پرستش کا معبد ہو ' اب خدا پرستوں پر ایسی تنگ ہوگئی ہے کہ اللہ کو پکارنا اور " ربنا اللہ ! " کہنا سب سے بڑا انسانی جرم ہوگیا ایک قوم اپنی قوت کے گھمنڈ سے مغرور ہوکر مذہب اور اسکی عبادت کو روکنا چاہتی

ایسی حالت میں ضرور ہے کہ نئی قوم کو بھیجے تا وہ قوموں اور اور ظالموں سے قتال کرے ' مظلو دلائے - ایسا ہونا نظم عالم کیلی ایک قوم کے ہاتھوں دوسری " لہدمت صوامع و بیع و کثیرا " ! عبادت کدے منہدم ہو جا جنکے اندر نہایت کثرت سے خدا کی کی جاتی ہے !

پھر فرمایا کہ گو مسلمان مظلوم ہیں مگر ہم انکو نصرت بخشینگے کیونکہ یہ اللہ کی سلطنت کو قائم کرانا ' اور اسکی پرستش و عدالت کو صرف دلانا چاہتے ہیں - اسکے بعد مسلمانوں کے ظہور کے نتایج بتلائے کہ یہ مظلوم مسلمان جنکو جہاد کی اجازت دی جا رہی ہے' وہ قوم ہے نہ فتح و نصرت اور قیام و تمکن کے بعد اسکا کام عیش و عشرت ' ملک گیری ' او ر محض تعیش فرمائی نہوگا ' بلکہ وہ دنیا میں صفات الہیہ کا مظہر اور اسکے عدل و صداقت کی نعمت کی حامی ہوگی - وہ فلاحوں اور کمزوروں سے دنیا کو روکیگی - اعمال حسنہ کا حکم دیگی - عبادت مالی و بدنی اسکا شعار ہوگا !

ان ترتیبات سے کیا نتیجہ نکلتا ہے ؟ کیا تم نہیں دیکھتے کہ مطالب مضطرہم او ر تدالم منتظم درس و بصیرت ہیں ؟

اس سے ثابت ہوا کہ مسلمان دنیا میں صرف اسلیے آئے کہ اللہ کے عبادت خانوں کی حفاظت کریں ' اور انکو انسانی ظلم و سرکشی کی شرارتوں سے بچائیں - انکو صبر صرف کہا گیا کہ صبر کرو انکھ روس مسودہ تلوار کے مقابلے میں تلوار اٹھانے کی اجازت دی تو بتلا دیا کہ یہ اجازت صرف اسلیے ہے کہ ایسا نہونا تو اللہ کی عبادت کے گھر ڈھا دیے جاتے اور مسجدیں منہدم کر دی جاتیں ' جنکے اندر نہایت کثرت سے اسکا ذکر ہوتا ہے -

یہ سرسری مطالعہ کا نہیں بلکہ نہایت غور و تدبر کا موقعہ ہے - مسلمانوں نے جب سب سے پہلی مرتبہ تلوار کے قبضے پر ہاتھ رکھا تو اسکے سامنے مساجد کی حفاظت اور اسکے انہدام ہی کا مسئلہ تھا - انہوں نے اس دنیا میں قتال و دفاع کا پہلا قدم اٹھایا تو وہ اپنے گھروں کی حفاظت کیلیے نہیں بلکہ خدا کے گھر کی حفاظت کی راہ میں تھا - وہ صبر و ضبط کے ساتھہ مدت تک بیٹھے رہے ' پر اٹھے تو مسجد کیلیے اٹھے ' اور تڑپے تو مسجد ہی کی راہ میں !

(٣) خدا نے بھی انکا سب سے بڑا شرف یہی بتلایا کہ انکے ذریعہ اپنے معابد کی حفاظت کا کام لے گا ' اور اگر انکو نہ ظاہر کرتا ' اور اپنی نصرت و قوت کی بخشش کیلیے نہ چن لیتا تو اسکی زمین پر اسکے مقدس معابد منہدم ہوجاتے -

(٤) صرف اسلام ہی کی مساجد کیلیے نہیں ' بلکہ تمام عبادت خانوں کی بلا استثنا حفاظت انکا مقصد بتلایا کہ وہ مذاہب کو امن دینے والے اور اقوام کو ظلم و تعصب سے بچانے والے ہونگے - یہ در اصل ایک طرح کی پیشین گوئی تھی ' لیکن ایک ہی صدی کے اندر ہی واقعات نے اسکی تصدیق کردی !

...ایک مذہب دوسرے مذہب کو برباد کرنا چاہتا تھا '

...قوم چاہتی تھی کہ خدا کی زمین صرف ہمارے ہی

دوسری قوم کے مذہب اور مذہبی عمارات

...مانوں ہی کی تلوار تھی جس نے

اور بربادی و ہلاکت سے نجات

مسلمانوں کی وجہ سے عیسائیوں

' اسکا تذکرہ طولانی اور محتاج

...ہ مصر میں قبطیوں کو جس

م سے نجات دلائی اور قبطی

...ی تھے ؟ خود عیسائیوں ہی کے

...تھا درجہ کی مذہبی تفریق اور

...ب چرچ دوسرے چرچ کے پیرو

...دیتا ' اور بسا اوقات زندہ جلا دیتا

...ب چرچ ' جسکے ہاتھوں مشہور یعقوبی

فرقے کو کیسی کیسی درد انگیز مصیبتیں جھیلنی پڑیں ؟ لیکن صرف مسلمان ہی تھے جنھوں نے مصر و اسکندریہ میں اس فرقے کو پناہ دی ' اسکے معابد محفوظ ہوگئے ' اور بکمال آزادی اپنے گرجوں کے اندر اقرار توحید کے ساتھہ ' خداے مسیح کی پرستش کرنے لگا !

پھر اسلامی حکومتیں قائم ہوئیں اور گو اسلام کی شرعی خلافت کا یہ دور نہ تھا ' تاہم امویہ و عباسیہ کے عہد پر نظر ڈالو اور اس پیشین گوئی کی صداقت کو یاد کرو - کس طرح تمام مذاہب و ملل کو اسلامی حکومتوں میں آزادی دیدی گئی اور علی الخصوص عیسائیوں کے فرقے کس طرح مسلمانوں کی بدولت بربادی سے بچ گئے ؟

مسلمانوں کی حکومت میں خود مختلف اسلامی مذاہب کو آزادی حاصل نہ تھی - شوافع حنابلہ کے دشمن تھے ' اور حنابلہ شوافع کو ہلاک کرنا چاہتے تھے - اشاعرہ نے اوربعہ کی قوت پاکر معتزلہ کے ساتھہ جو کچھہ کیا ' سب کو معلوم ہے - سنیوں اور شیعوں کا باہمی جدال بجاے خود ایک داستان خونین ہے - خوارج و قرامطہ کے حالات تاریخ میں تلاش کرو - ہمیشہ ایک فرقے نے دوسرے فرقے کو تباہ کیا ہے ' اور دوسرے نے انتقام کا موقع پایا ہے تو کسی طرح کی کمی نہیں کی ہے - تاہم یہ کیسی عجیب بات ہے کہ مسلمان خود تو باہم ایک دوسرے کو برباد کرتے تھے ' لیکن غیروں کو انہوں نے ہمیشہ پناہ دی اور ذمیوں کے حقوق ذمہ کی کبھی بے احترامی نہ کی - شوافع نے حنابلہ کا محلہ بغداد میں لوٹ لیا ' لیکن عیسائیوں کے گرجوں کی برابر حفاظت ہوتی رہی '

صلاح الدین عیسائیوں کے حربی جہد کا میدان میں جواب دیتا تھا ' جبکہ وہ بیت المقدس کی مسجد عمر کو ڈھا چکے تھے ' لیکن خود اسکی حکومت کے اندر عیسائیوں کو پوری آزادی تھی اور مسجد عمر کی طرح مسیحی گرجا نہیں ڈھایا جاتا تھا !!

حضرت عمر (رض) کے دنیا میں آخری الفاظ یہ تھے کہ غیر مذہب رعایا کے حقوق کی حفاظت کرنا - انہوں نے اپنی آخری وصیت میں کہا تو یہی کہا کہ انکو دشمنوں کے حملے سے بچایا جاے اور انکے معابد محفوظ رہیں ! (طبری وغیرہ)

جب کوئی فوج حرکت کرتی تھی تو اسکے تمام افسروں کو نصیحت کی جاتی تھی کہ پادریوں کو قتل اور گرجوں کو منہدم نہ کرنا !

کیا یہ سب کچھہ اسی کا ظہور نہ تھا کہ " ولو لا دفع اللہ الناس بعضہم ببعض لہدمت صوامع و بیع و صلوات و مساجد یذکر فیہا اسم اللہ کثیراً " ؟ فہل من مدکر ؟

(٥) پس اگر آج مسلمان اپنی وسیع زمینوں کی حفاظت نہیں کرسکتے جس پر انکے تخت حکومت بچھے ہوے اور انکا علم فرماں روائی نصب ہے ' تو کچھہ افسوس نہیں ' لیکن اگر وہ زمین کے اس چھوٹے سے ٹکڑے کی بھی حفاظت نہ کرسکیں ' جو خدا کی عظمت و جلال کا تخت ہے ' اور جسکے مینارے اسکی قدوسیت کے علم ہیں ' تو انکے لیے افسوس ہے !

کیونکہ یہ انکا مقصد ظہور ہے اور اگر وہ اپنے مقصد حقیقی کو بھول جائیں تو یہ مقصد کی موت ہوگی جس کے بعد زندگی ممکن نہیں !

(٦) مسجد مقدس کانپور کا معاملہ ایک تازیانہ تھا ' جس نے مسلمانان ہند کو انکا مقصد عظمی یاد دلانا چاہا - پس مبارک ہیں وہ جو اس تنبہ سے عبرت پکڑیں ' اور آیندہ اپنی قوتوں کو اس راہ میں وقف کر دیں !!

مصالحۂ مسئلۂ اسلامیۂ کانپور

(۲)

اس حال کو پہنچے ہرے قصے سے کہ اب ہم
راضی ہیں گر اعدا بھی کریں فیصلہ اپنا

معلوم ہوتا ہے کہ فیصلۂ مسئلۂ اسلامیہ کانپور کی نسبت مجھے بہت کچھ لکھنا پڑیگا' علاوہ اسکے جو میں لکھنا چاہتا تھا -

میں نے گذشتہ اشاعت میں مولانا محمد رشید صاحب کی تحریر کے ضمن میں اس صورت متصلہ کا ذکر کیا تھا' جسکی مجھے اطلاع دی گئی تھی - یہ زبانی گفتگو تھی - تحریر کی صورت میں بعینہ وہی صورت جناب مولانا عبد الباری صاحب نے بھی اپنے خط مورخہ ۳ - اکتوبر میں تحریر فرمائی تھی - مسٹر مظہر الحق سے ملاقات غالباً ۲۸ یا ۲۹ - کو ہوئی' اور یہ خط ۳ - اکتوبر کو لکھا گیا تھا -

یہ خط دراصل ایک پرائیوٹ تحریر ہے مگر اسلیے شائع کر دیتا ہوں کہ :

(۱) خود مولانا موصوف نے حال میں جو ایک تحریر شائع کرائی ہے' اسمیں بھی قریب قریب یہی امور درج ہیں -

(۲) اس خط میں انہوں نے لکھا تھا کہ " تا امضای معاملہ یہ تحریر بصیغۂ راز رکھی جاے " اب چونکہ معاملہ ہوچکا - اسلیے اسکی اشاعت میں کوئی ہرج نہیں -

(۳) میری نسبت مشہور کیا گیا ہے اور بار بار مجھے خطوط و تلغرافات میں یاد دلایا گیا ہے کہ تم سے مشورہ کرلیا گیا تھا' اب کیوں مسئلۂ زمین مسجد میں اختلاف کرتے ہو؟ ایسی حالت میں اپنی برات اور کشف حقیقت کیلیے جائز وسائل کے استعمال کا حق ضرور مجھے حاصل ہونا چاہیے -

(نقل خط)

" میں نے اس راے کو تسلیم کر لیا ہے کہ حصہ متنازعہ فیہ جزو مسجد ہے - وہ کسی حالت میں سوائے مسجد کے کسی دوسرے کام میں صرف نہیں ہوسکتا ہے' اس پر بھی اگر مسلمانان کانپور اور علماے کرام صلح کو پسند کریں' تو میں اس مخمصے سے چھٹکارے کی بہترین صورت یہ تجویز کرتا ہوں کہ مسجد پھر مستحکم و مضبوط بنائی جائے - اور اوسکی کرسی اعلا ۸ - فٹ بلند ہو' مگر زمین حصۂ منہدمہ کی اپنی موجودہ حالت پر رہے -

اس زمین کے تین حصے ہیں . ایک حصہ مہری کا' دوسرے پر دیوار مکان متصل کی تھی' تیسرا حصہ مسجد کا دالان ہے - جو حصہ دالان مسجد کا ہے' وہ ایک چبوترے کی صورت پر قائم کردیا جائے -

جو پیدل چلنے کا راستہ ہے' اوسکی بلندی سے اس چبوترے کی بلندی کم ازکم ایک فٹ ہو - اور اوس مہری کے حصہ پر تین در کا برامدہ قائم کیا جائے - یہ برآمدہ سڑک کی طرف ہوگا - اوسکے اور سڑک کے درمیان میں دیوار کی زمین اور کچھہ مقدار پیدل راستہ کی بھی ہوگی' اوسکی بلندی پیدل راستہ کے برابر ہو؛ اور یہ برامدہ اسقدر بلند ہو کہ مجاس صحن سے اوسکی چھت مساوی ہوجاوے' اور درمیان اس برآمدے کے بلکہ بیچ میں دروازہ مسجد کا ہو - خواہ دوسرا دروازہ ہو - یا جو اسوقت موجود ہے وہی رہے -

پھر جو رخ اس برامدہ کا سڑک کی طرف ہو' وہ جالی سے بند کردیا جاے - یہ جالی لوہے کی ہو خواہ پتھر کی - اس برامدہ کے دونوں بازوکے در کھلے رہیں یا لوہے کے دروازے اوسمیں لگادیے جائیں - پیدل راہ جسوقت تنگ ہو تو مسجد کے آنے والونکے لیے اصالۃ' اور دوسرے لوگونکے لیے ضمناً اسقدر اجازت ہوگی کہ بازونکے دروازوں سے مسجد میں داخل ہوں یا ایک طرف سے دوسری طرف نکل جائیں - یہ برآمدہ ہمیشہ مسجد کی ملک رہیگا' اور اوسکے اندر خرید و فروخت کے معاملات کسی طرح نہیں ہوسکنے - کوئی سواری یا جانور نہیں گذر سکتا - مسلمانوں کو حالت نا پاکی میں جانا شرعاً ممنوع ہے -

اس صورت کی مسجد بنانے کا ہم نے ارادہ کیا ہے اور اسکو ہم ظاہر کرتے ہیں - مگر ہم مسجد کے مغصوبہ زمین کو بلا شرط حاصل کرنا چاہتے ہیں -

یہ مصالحت اوسوقت کر سکتے ہیں جب گورنمنٹ بلا توسط مقامی حکام ہمارے تمام مطالبات قبول کرے :

اولاً ہماری زمین جو کہ جزو مسجد ہے ہمکو واپس کردی جائے -

ثانیاً ہمارے جملہ ماخوذین متعلق مسجد بری کردیے جائیں -

ثالثاً ایک عام قاعدہ بحفظ مقامات مقدسہ کا اجرا کردیا جائے -

علاوہ انکے حسب ذیل امور بھی ہماری خواہشات سے ہیں :

(۱) جہانتک ہو گورنر جنرل خود آکے ہمارے قیدی رہا کردیں اور ہماری مسجد ہمکو واپس دیدیں

(۲) جسقدر ضمانتیں اخبارات سے اس بارہ میں لیگئی ہیں' وہ منسوخ کردی جائیں -

(۳) جن حکام نے ظلم کیا ہے اونکی معقول تنبیہ ہو تاکہ آیندہ ایسے مظالم کا سد باب ہوجائے -

اور اعانت متعلقین زدگان کی بابت گورنمنٹ خود بھی کرے کہ اکثر حضرات اسکی جرات اور ناراضگی گورنمنٹ کا باعث سمجھتے ہیں' اوسکی صورت یہ ہے کہ جسقدر چندہ اس مد کا موجود ہے وہ گورنر جنرل کی آمد کانپور کے وقت پیش کردیا جاے - اور اوسسے خواہش کیجائے کہ خود بھی اوسکی شرکت کریں اور گورنمنٹ سے بھی شرکت کرائیں تاکہ مستقل امداد اس طور پر ہوسکے "

الہلال :

اس خط میں مولانا نے جو صورت بیان کی ہے' قریب قریب یہی صورت انہوں نے اپنے اس مضمون میں بھی بیان کی ہے جو انجمن موید الاسلام میں پیش کیا گیا - مسٹر مظہر الحق جب مشورہ کیلیے تشریف لاے تو انہوں نے اسی کا خلاصہ بیان فرمایا - البتہ آخر میں جو تین مطالبات اور مزید لکھے ہیں' ان میں سے دفعہ (۱) کے علاوہ اور کسی دفعہ کو انہوں نے شرائط فیصلہ میں شامل نہیں کیا تھا' اور دراصل اصلی مسئلہ زمین مسجد اور مقدمین حادثہ ہی کا تھا - یہ امور اسکے علاوہ ہیں -

میں نے جب اس صورت مذکورہ کو سنا' نیز معلوم ہوا کہ جناب راجہ صاحب محمود اباد کا بیان ہے کہ ہر ایکسلنسی کسی ایسی صورت کو منظور کرلینے کیلیے طیار ہیں' تو گو آخری مشورہ اور قطعی راے کی صورت میں گفتگو نہ تھی' تا ہم میں نے کہا کہ

دوسرا اسے منظور کرلیں تو پھر تمام معاملہ کا خاتمہ ہے - کیونکہ اصولاً اس صورت میں اور زمین پر مثل سابق دالان تعمیر کردینے میں کچھہ بھی فرق نہیں ہے -

(اصلی سوال)

تمام معاملے کی بنیاد یہ امر ہے کہ مسجد کی زمین کا ایک حصہ مسجد کی ملکیت اور قبضے (باصطلاح قانون) ' اور تصرف (باصطلاح فقہ) سے نکالکر سڑک میں شامل کردیا گیا ہے - مسلمان کہتے ہیں کہ یہ جزو مسجد ہے ' اسلیے سڑک میں شامل نہیں کیا جا سکتا -

پس قانون اور فقہ ' دونوں کے لحاظ سے یہ سوال (ملکیت) اور (تصرف) کا ہے - نہ کہ کسی ہئیت و شکل عمارت کا -

(مجوزہ صورت)

مولانا نے فیصلے کی صورت یہ تجویز کی کہ .

" گورنمنٹ بلا کسی شرط کے زمین مغصوبہ واپس کردے اور جس طرح مسجد کی ملکیت میں تھی' اسی طرح دیدی جاے"

اس دفعہ نے (ملکیت) کا مسئلہ صاف کردیا اور مسجد کی زمین اُسے بجنسہ واپس ملگئی

یہ اصول ٹھیک ٹھیک قائم رہا کہ " مسجد کی زمین کا ہر حصہ مقدس ' اور وہ کسی حال میں مصالح مسجد کے سوا کسی دوسرے کام میں نہیں آسکتا "

اب دوسرا مسئلہ (تصرف) کا رہا - کیونکہ قانوناً بھی ملکیت بغیر حق تصرف کے مفید دعوی نہیں -

اسکا فیصلہ اس طرح ہوا کہ حق تصرف بھی مسجد اور اسکے متولیوں باعام جماعت کو ملیگا - لیکن اب چونکہ اُس جانب سڑک نکلی ہے جو پہلے نہ تھی' اور مسجد کی نئی تعمیر درپیش ' لہذا اس تعمیر کا نقشہ متولیان مسجد اپنے جدید مصالح اور فوائد کے لحاظ سے یہ تجویز کرتے ہیں کہ اُس جانب مسجد کا صدر دروازہ بنایا جاے - صدر دروازے کیلیے برامدہ ضروری ہے - اسلیے اوپر تو صحن مسجد کی وسعت اور اسکا دالان بدستور رہیگا ' لیکن اسکے نیچے دروازہ کی وجہ سے ایک سہ درہ بنایا جائیگا' اور وہ بالکل اسی طرح زمین کی مسجد پر ہوگا ' جیساکہ صدہا مساجد میں مثل مکانات کے کچھہ جگہ چھوڑ دی جاتی ہے' اور اسپر یا تو سیڑھیاں ہوتی ہیں ' یا بطور برامدے کے جگہ خالی رہتی ہے - بمبئی اور کلکتہ کی مساجد میں یہ صورت بکثرت ہے -

یہ جو جگہ خالی چھوڑ دی جاتی ہے تو مسجد ہی کی زمین ہوتی ہے' لیکن مصالح مسجد کیلیے اسکو الگ سا کردیا جاتا ہے -

(سڑک اور زمین مسجد)

ایک اہم سوال جو اب فیصلہ کے اثر کیلیے مہلک ہو رہا ہے ' اُس حالت میں بھی پیدا ہوسکتا تھا ' یعنے یہ برامدہ یا سہ درہ سڑک میں شامل ہوگا - اور گو مسجد کے دروازے کے سامنے کی زمین کو دھوپ اور بارش سے بچانے اور آنے جانے والے نمازیوں کے خیال سے اسکی تعمیر عمل میں آئی ہو' لیکن اسکا کیا علاج کہ عام راہگیر بھی ہر حالت میں اسپر سے گذریں گے ' اور اسکا احترام مثل مسجد کے محفوظ نہ رہیگا ؟

یہی سوال ہے جو موجودہ صورت میں ہر شخص کے دل میں پیدا ہوتا ہے -

لیکن اسکا علاج بھی اس صورت میں موجود تھا - مولانا نے صاف صاف لفظوں میں لکھدیا تھا کہ دروازے کے سامنے کا حصہ فٹ پاتھ سے ایک فٹ اونچا بنا دیا جائیگا ' اور جو رخ اسکا سڑک کی جانب ہوگا ' اسے جالی سے بند کر دیا جائیگا - دونوں جانب کے سر لوہے کے دروازے سے بند ہوسکیں گے . . . . اسکے اندر خرید فروخت نہوسکے گی ' کوئی سواری یا جانور وہاں سے نہیں گذر سکتا ' مسلمانوں کو حالت ناپاکی میں وہاں جانا مثل مسجد کے شرعاً ممنوع ہے "

(گورنمنٹ کی خاطر نہیں بلکہ مسجد کیلیے)

رہی یہ بات کہ ہم دروازہ کیوں بنالیں ؟ کونسی وجہ ہے کہ پہلی سی حالت باقی نہ رکھی جاے ؟ تو اسکے لیے نہایت معقول وجوہ ہیں :

(۱) مسجد از سر نو تعمیر کرینگے تا کہ زیادہ خوش قطع ' زیادہ مستحکم ' اور زیادہ آرام دہ ہو - مسجد کو از سر نو تعمیر کرتے ہوے بحفظ رقبۂ زمین' ہمیں اختیار حاصل ہے کہ بر بناے مصالح و فوائد ' نقشۂ عمارت میں تبدیلی کریں - اس تبدیلی سے اُس اصول پر کوئی اثر نہیں پڑتا ' جسکا تعلق مساجد اور گورنمنٹ سے ہے -

(۲) پہلے حالت اور تھی - اب اُس جانب سے ایک بڑی سڑک نکل رہی ہے - لہذا ضرور ہے کہ اب مسجد کا صدر دروازہ سڑک کی جانب ہو - اگر یہ قضیہ نہ بھی پیش آتا ' جب بھی نئی سڑک کی صورت میں اُس جانب صدر دروازے کا رکھنا ضروری تھا -

(۳) دروازہ کے آگے برآمدے کا ہونا علاوہ عمارت کی حسن و خوشنمائی کے ' نمازیوں کیلیے بھی آرام دہ ہوگا - کیونکہ بارش کے وقت دروازہ کی پانی سے حفاظت ہوگی - دھوپ میں سایہ ہوگا - یہی مصالح ہیں جنکی وجہ سے بڑے بڑے مکانوں میں برآمدے نکالے جاتے ہیں اور مساجد میں بھی موجود ہیں -

" مسجد کی از سر نو تعمیر " - " ایک فٹ کی بلندی " - " سہ درہ " - " لوہے یا پتھر کی جالی " - " زمین کی بلا شرط واپسی " وغیرہ وغیرہ ' مولانا کی تحریر کے اہم الفاظ ہیں - اُن پر دوبارہ نظر ڈال لیجیے -

(مجوزہ فیصلہ بالکل کامیابی تھی)

اب آپ انصاف فرمائیں کہ اس صورت اور مسجد کو بحالت اولی چھوڑ دینے میں اصولاً ' شرعاً ' قانوناً ' کیا فرق ہے ؟ بلکہ فی الحقیقت پہلی صورت سے بھی زیادہ بہتر و انفع -

اس معاملہ کی اصلی روح حفظ زمین مساجد کا اصول تھا - اور وہ بمجرد اعتراف ملکیت حاصل - پھر تصرف میں میونسپلٹی کو کوئی دخل نہیں !

یقیناً میں نے اس صورت کو سنکر ایک ابتدائی گفت و شنود کی طرح اتفاق ظاہر کیا ' اور کچھہ عرصہ تک مختلف پہلوؤں پر گفتگو کرنے کے بعد کہا تھا کہ " اگر ایسا ہوا تو میں مخالفت نہیں کرونگا "

مگر اب کہتا ہوں کہ اس صورت سے تو کوئی بھی مخالفت نہیں کرسکتا - کیونکہ یہ تو بالکل سر جیمس مسٹن کے حکم کو خاک میں ملانا اور مطالبۂ مسلمین کی بہ کلی فتح تھی -

مسٹر مظہر الحق نے خود بار بار کہا : میری سمجھہ میں یہ بات نہیں آتی کہ اس صورت کے منظور کرلینے کے بعد سر جیمس مسٹن کیلیے کیا باقی رہجایگا ؟ انکو تعجب تھا اور مینے بھی اس تعجب مین شرکت کی -

مولانا عبد الباري نے اس صورت مجوزہ کے واضح کرنے کیلیے مجوزہ نو تعمیر مسجد کا ایک نقشہ بهي قلم سے کهینچ کر بهیجا تها - بہتر ہے کہ آسے بهي نقل کردیا جاے ' تاکہ صورت مجوزہ اچهي طرح سمجهہ میں آجاے - نیز معلوم ہوسکے کہ میرا اتفاق کس صورت میں تها ؟

(نقشۂ نو تعمیر حصۂ متنازعہ فیہ)

جو پہلي صورت مجوزہ کي حالت میں ہوتا

(ایک ضروري مکالمہ)

یہ گفتگو محض ایک ابتدائي مشورہ تها - آخري مشورہ اور قطعي و اختتامي راے کا موقعہ بعد کیلیے چهوڑ دیا گیا تها تاہم الله تعالی کي کچهہ عجیب حکمت ہے کہ چند خیالات اُس وقت مجهے پیدا ہوے' اور میں نے مسٹر مظہر الحق پر ظاہر کیے - بالآخر وہي صورت پیش آئي -

میں نے کہا " کسي امر کے نیک و بد اثر کیلیے تنہا وہي چیز اسکے ساتهہ کے اور حالات و حوادث بهي ہوتے ہیں - اثر مجموعي طور پر پڑتا ہے اور بعض حالتوں میں ضمني باتیں اسطرح غالب آجاتي ہیں کہ نفس مسئلہ مغلوب ہوجاتا ہے -

حضور ویسراے کہتے ہیں کہ میں خود آؤنگا - مسجد دیکهونگا اور خود اپني زبان سے تمام امور کا اعلان کرونگا ' لیکن ایک اہم سوال یہ ہے کہ وہ کس عالم میں آئیں گے ؟ اور کیسے خیالات ظاہر کرینگے ؟

فیصلہ اور مضي ما مضی کي تعریز ہو رہي ہے ' لیکن کہیں ایسا نہو کہ مسلمانوں کي دل شکنی یا رنجیدگي کي کوئي بات ہوجاے - کہیں گذشتہ واقعات کا جانب دارانہ تذکرہ نہ نکل آے - کہیں جرم و بے جرمي کا سوال نہ چهڑ جاے - اگر ایسا ہوا تو پهر اصل مسئلہ کا اثر ان باتوں کے ساتهہ شامل ہوکر پبلک کے سامنے آئیگا اور فیصلہ کنندوں کی حالت نازک ہوجائیگي -

جب ویسراے فیصلے کي غرض سے آئیں گے تو کانپور میں جوش و محبت کے ساتهہ خیر مقدم ہوگا ' لیکن اگر انکی تقریر میں کوئي بات ایسي ہوگئي ' تو جن لوگوں نے ایسا کرایا ہے ' انکو ملامت کہنچائیگي "

لیکن مسٹر مظہر الحق نے کہا کہ " ایسا کیوں ہونے لگا ؟ حالات وائسراے کي نظر سے پوشیدہ نہیں " سچ یہ ہے کہ مسٹر مظہر الحق کے ہاتهہ میں فیصلہ نہ تها ' اور نہ وہ اسکے بانی تهے - وہ اسکي نسبت کہنے تو کیا کہتے ؟

لیکن اب میں دیکهہ رہا ہوں کہ میرا خیال بالکل غلط نہ نکلا - حضور وائسراے اگر سر جیمس مسٹن کي بے موقع تعریف نہ کرتے ' اگر جرم و بے جرمي کا سوال نہ چهیڑتے ' اگر زمین کي ملکیت کو ایک غیر ضروري سوال قرار نہ دیتے ' اور اگر اُن لفظوں کے ساتهہ رہائي کا حکم نہ دیتے ' جن کے ساتهہ دیا گیا ' تو شاید عام مسلمانوں کے دلوں میں زیادہ طمانینہ اور شکر گزاری ہوتي - عام اس سے کہ اصل مسئلہ کي حالت کیسي ہي کیوں نہ ہوتي !

ہر شے کا حکم اسکے گرد و پیش اور حوالي کے تغیرات کے بعد بدل جاتا ہے - کیونکہ جماعت پر اثر مجموعي حالات کا ہوتا ہے - عام نظریں ایک کیمسٹ کي طرح تفرید کیمیاوی کے بعد حوادث پر نظر نہیں ڈالتیں -

یہ ایک نہایت اہم نکتۂ سیاست اور صرف اعلی حکام کے سمجهنے ہی کي بات ہے - تعجب ہے کہ حضور وائسراے نے اسپر غور نہ فرمایا :

ربط پنہان غیر کا پردہ ہے ' ورنہ آپ
دشمن کے ساتهہ صرفہ کریں رسم و راہ میں ؟

(تغیر اور تسہیم و ترمیم)

گفتگو کا آغاز اسی صورت سے ہوا - جبکہ شملہ اور لکهنو میں نامہ و پیام اور گفت و شنید ہو رہی تهی ' تو یقیناً یہی صورت سب کے پیش نظر تهی - خود مسٹر مظہر الحق کو بهی یہی معلوم تها ' اور مولانا عبد الباري بهی اسی خیال میں ہونگے ' لیکن (جیسا کہ خود مولانا نے اپني تحریر میں لکها ہے) جب معاملہ زیادہ وقیع حد تک پہنچا اور سرکاري حلقہ میں آخري راے کسي نہ کسی طرح قرار پاگئي ' تو لکهنو میں ایک صحبت شوری طراز پائي - منگل کے دن ویسراے آئے ہیں - جمعرات کو یہ صحبت منعقد ہوئي تهي -

یہی صحبت شوری ہے' جس نے معاملات کی صورت یکا یک متغیر کردي - مولانا عبد الباري اپنی تحریر میں لکهتے ہیں کہ تمام مطالبات میں سے صرف مسجد اور ملزمین کی رہائی کے مسائل فیصلے کیلیے لیے گئے - معلوم ہوتا ہے کہ اسی مجلس میں کہدیا گیا تها کہ ویسراے اس سے زیادہ اور کچهہ نہیں کرسکیے کہ چهجہ نکال لینے کی اجازت دیدیں ' اور ایک طرح کا مبہم قبضہ زمین کی مسجد پر ہوجاے - قیاس کہتا ہے کہ عدم ملکیت کے سوال پر

اس صورت میں زور نہ دیا گیا ہوگا ' اور جناب راجہ صاحب اور مولانا عبد الباري نے اپنی جگہ یہی سمجھا ہوگا کہ زمین کی ملکیت بھی مسجد کو دیدي جا رہي ہے -

میرا اختلاف یہیں سے شروع ہوتا ہے کہ زمین کي ملکیت اور تصرف ' دونوں کي وہ صورت قائم نہ رہي جو پہلے پیش کي گئي تھي - اور حفظ زمین مسجد کا اصل الاصول خطرہ میں پڑگیا جسکے لیے یہ تمام حوادث خونین پیش آئے تھے -

(اختلاف کا مبدء)

(۱) اول تو اس تغیر صورت کی اُن لوگوں کو بالکل اطلاع نہیں دي گئی' جنکو پہلی صورت کی اطلاع دي گئی تھی - مجھے معاف رکھا جاے اگر میں کہوں کہ یہ وہی شخصیت ہے ' جس پر ہمیشہ لوگوں کو ملامت کی گئی ہے - مسئلہ کی اہمیت اور اسکا عام اسلامی مسئلہ ہونا اخر کچھہ بھی وقعت ضرور رکھتا تھا ' اور وایسراے سے یہ کہنے کا موقعہ پورا پورا حاصل تھا کہ " اب ہمیں اس آخري صورت کی نسبت مسلمانوں سے آخري مشورہ کر لینے کی مہلت ملنی چاہیے - ہم ثابت بالخیر ہیں ' لیکن اصلي فیصلہ کنندہ قوت نہیں ہیں "

(۲) پھر سب سے بڑھکر اصولی سوال یہ ہے کہ پہلا مشورہ بھي آخري اور قطعي نہ تھا - خود مجھسے جس طرح گفتگو ہوئي تھی ' میں سمجھتا ہوں کہ اوروں سے بھی اسي طرح ہوئي ہوگی - ایک منٹ اور ایک نصف لمحہ کیلیے بھي میرے ذہن میں یہ خیال نہیں آتا کہ صرف اسی ابتدائي مشورے کی بنا پر خاتمۂ کار ہوجائیگا - میرے محترم دوست مسٹر مظہر الحق اس سے اچھي طرح واقف ہیں میں نے مولانا عبد الباری صاحب کو تار دیا تھا کہ " معاملہ اہم و نازک ' کمال حزم مطلوب ' پس اپنی ذمہ داري کی نزاکت کو محسوس کرکے قدم بڑھانا چاہیے " اور انہوں نے اطمینان دلایا تھا - خدا بہتر جانتا ہے کہ آثار گفتگو سے میں مضطرب اور نتیجہ کي طرف سے مشوش خاطر تھا - مشورہ میں رازداري کي شرط لگا دي تھی ' اور ابتدائی گفتگو کا عام اعلان کسی طرح مناسب بھی نہ تھا - کسے معلوم تھا کہ فیصلہ ہوگا بھی یا نہیں ؟ اسي لیے میں نے راجہ صاحب سے بالمشافہ گفتگو کرنا چاہي لیکن اتوار کے دن روانہ ہوکے صرف پیر ہي کے دن میں لکھنو پہنچ سکتا تھا ' اور انہوں نے تار دیا کہ اُس دن میں لکھنو میں نہونگا - پھر باوجود اپنی مسدہلک مصروفیت اور نا قابل بیان انہماک اشغال کے ' مسٹر مظہر الحق سے ملا - لیکن انکو خود بھي یہ کب معلوم تھا کہ مکمل یک معاملات کا خاتمہ ہے ؟

پس ضرور تھا کہ آخري مشورہ بھی کرلیا جاتا اور جیساکہ خیال تھا' صحیح معنوں میں ایک وسیع تر مشورہ اس معاملہ کو اپنے ہاتھوں میں لیتا - اس صورت میں مولانا عبد الباري کي ذمہ داري بھي نہ رہتي اور شاید موجودہ حالت سے زیادہ بہتر حالت میں تمام معاملات نظر آتے -

(مشکلات کار)

میں مشکلات سے بھي بے خبر نہیں ' اگرچہ عام معترضین بے خبر ہوں - یہ بالکل سچ ہے کہ حضور وایسراے کسي وجہ سے اس معاملہ کو جلد سے جلد ختم کردینا چاہتے تھے ' اور اس کي علت پر غور کرنے کیلیے ہمیں زیادہ دماغ سوزي کي ضرورت نہیں - ہر شخص اسے سمجھہ سکتا ہے' اور اسی کی بنا پر مسلمان اس فیصلے کو اصولاً اپنے حق طلبانہ ایجی ٹیشن کی کامیابی اور حضور وایسراے کی یادگار دانشمندي اور مصلحت شناسی سے تعبیر کرتے ہیں - تاہم ہمارے لیے کوئي مجبوري نہ تھی کہ چند دنوں کی اور تاخیر گوارا کرلیتے ' اور کہدیتے کہ جب تک اس اخري صورت کي نسبت مشورہ نہ کرلیا جاے ' اُس وقت تک کچھہ نہیں کیا جاسکتا - حضور وایسراے چاہتے ہیں تو بغیر انتظار نتائج جو فیصلہ چاہیں کر دیں - لیکن اگر مسلمانوں کی دلجوئی اور اہمیت عامہ مقصود ہے تو صرف ایک شخص اپنی ذمہ داري پر کیونکر اتنے بڑے خونین معاملہ کے فیصلۂ اخري کو لیلے سکتا ہے ؟

میں سمجھتا ہوں کہ سنیچر اور اتوار کے دن شملہ میں ایسا کرنا کچھہ بھي مشکل نہ تھا - جیساکہ دنیا کے ہر حصے اور ہر آبادي میں کیا جا سکتا ہے -

جمعرات سے پیشتر تک جسقدر گفتگو ہوئي تھي ' غالباً جناب راجہ صاحب اور حضور وایسراے میں ہوئی تھي - جمعرات کے دن یا جمعہ کے دن آخري راے کا مراسلہ ذکر انریبل سید رضا علي کو شملہ بھیجا گیا اور اسکے ساتھہ ہي ہز ایکسلنسي کي حرکت ظہور میں آئي - یہي آخري وقت مہلت لینے اور حزم و احتیاط کا تھا -

* * *

یہ واقعات ہیں جو میرے علم میں ہیں ' اور وہ راے ہے جس کا اظہار میں نے اپنا فرض سمجھا - یہی سبب ہے کہ میں نے فیصلہ ہی کے دن اپنی راے سے حضرات متعلقین فیصلہ کو اطلاع دیدي ' اور اسی بناپر (ٹون ہال) کلکتہ کے جلسہ میں بھي سب سے پہلا رزولیوشن زمین مسجد کے متعلق رکھا گیا کہ اس سے حفظ مساجد کا بنیادي اصول خطرہ میں ' اور آئندہ کے لیے نظیر ہونے کا خوف سامنے تھا -

(گذشتہ و آئندہ)

یہ قطعی اور نا قابل تاویل ہے کہ مسلمانوں کي حق طلبي نے بحیثیت اکثر صورت میں قدم بقدم کامیابی حاصل کي - کسي حق طلبانہ ایجي ٹیشن کی کامیابي کی یہ صورت ہمیشہ تاریخ ہند میں یادگار اور آیندہ کیلیے سبق عبرت رہیگی - لیکن یہ قدم بقدمی زمین کے فیصلہ میں نہیں ہے بلکہ اس اصولی صورت معاملہ میں ہے کہ بالاخر اغماض و بے دردي کی جگہ حکومت کو اعتراف کرنا پڑا ' اور جبکہ تمام عرضداشتیں اور درخواستیں رد کر دي گئي تھیں ' تو خود وایسراے آئے اور اس معاملہ میں مداخلت کے سوا چارۂ کار نظر نہ آیا - فوقع الحق و بطل ما کانوا یعملون ! !

اب آئندہ کیا کرنا چاہیے ؟ اسپر میں پانچ چھہ دن اور غور کرنے کي مہلت چاہتا ہوں اور ۱۴ - اکتوبر سے مسلسل غور کر رہا ہوں - آئندہ نمبر میں اپنا خیال شاید ظاہر کرسکوں - و ما تشاؤن الا ان یشاء اللہ ' ان اللہ کان علیماً حکیماً !

مسئلۂ عمان

مرحوم سلطان فیصل ، امیر عمان -

عمان ، بحرین کے بعد قریب خلیج فارس، سواحل عرب پر ایک قدیمی عربی ریاست ہے - اسکے مشرق میں بحر عمان ، مغرب میں بحرین - اور شمال میں اضلاع حضر موت ہیں - ساحلی مقامات نہایت آباد و سرسبز ہیں ، پہاڑوں میں معدنیات بھی پائے جاتے ہیں -

یہ ملک ایک مستقل ریاست ہے ، جس کا پایہ تخت شہر " مسقط " ہے ، ملک کا رقبہ تخمیناً ۸۰ ہزار میل ہے اور آبادی ۱۰ لاکھ - تمام رعایا جو قبائل پر منقسم ہے، فوج میں داخل ہے ، باشندے زیادہ تر اباضی طریقے کے خارجی مسلمان ہیں -

دیگر غیر محفوظ سواحل عرب کی طرح ایک مدت سے یہ بھی یوروپین پالیسی کا شکار ہے، ایک برٹش کونسل یہاں تمام امور میں دخیل کا رہے ، گو اب تک اغراض صرف تجارتی اور حفظ طرق ہند بتلائے گئے ہیں -

ہندوستان کی حفاظت کا عقریب بھی ایک بلاے بے درماں ہے ، جس سے کسی ملک کو پناہ نہیں !

گذشتہ دنوں جس فرمانرواے عمان کے ابتلاے آفات اور پھر وفات کی اطلاع آئی، اوس کا نام " فیصل بن ترکی بن سعید " تھا ، سلطان سعید نہایت دلیر، شجاع اور بلند حوصلہ امیر تھا ، اس نے نہ صرف عمان ہی کو اپنے قبضۂ حکومت میں رکھا ، بلکہ سواحل کی دوسری جانب افریقہ میں زنجبار، اور ایشیا میں گوادر (بندر بلوچستان) پر بھی قابض ہوگیا !

مرحوم (امیر فیصل) سابق والی عمان

سلطان سعید کے مرنے پر اوس کا ایک بیٹا (سلطان برعاش) زنجبار کی، اور سلطان (ترکی) عمان کی مسند امارت پر بیٹھا - (ترکی) کو مسند نشینی کے تھوڑے ہی دنوں بعد اپنے بھائی عبد المجید سے برسر پیکار ہونا پڑا ، اور نا کامیاب ہوکر ناچار انگریزی جہاز کے سامنے اطاعت قبول کرلی ، اب ترکی کہ بجاے عبد المجید سلطان عمان مشہور ہوا ، اور یہ بھی انگریزی جہاز میں قید ہوکر بمبئی لایا گیا ، یہاں وہ ایک مدت تک نظر بند رہا تھا - یہیں سابق سلطان فیصل پیدا ہوا - عبد المجید سے عرب خوش نہ تھے ، اسلیے سر برآوردگان عمان کی مخفی دعوت پر ایک عورت کے بھیس میں (ترکی) بمبئی سے عمان پہونچ گیا !

خوش قسمتی سے عبد المجید اس وقت عمان سے باہر شکار میں مشغول تھا ، اس لیے ارکان و عمائد عمان کی تائید سے وہ بلا مزاحمت تخت نشین ہوگیا اور شہر کے دروازوں کے گارد کو حکم دیدیا کہ عبد المجید جب واپس آئے تو سنجیدگی سے اوس کو کہدو کہ " تم اب سلطان عمان نہیں ہو " -

عبد المجید مجبوراً ملک کے اندرونی علاقے میں چلا گیا ، اور فراہمی جمعیت کے بعد لڑنے کو نکلا ، بالاخر ۶۰ ہزار ڈالر کے معاوضے میں اپنے دعوئے تخت نشینی سے باز آیا ، جس کو برٹش گورنمنٹ نے ترکی کی طرف سے فوراً ادا کردیا ، اور ترکی اپنے حریف کے حملوں سے محفوظ ہوگیا -

وفات سے کچھہ دن پہلے سلطان " ترکی " کو راس الحد کے قریب ایک اور ملکی شورش کا مقابلہ کرنا پڑا جسکے فرو کرنے کے لیے اوسنے اپنے محبوب فرزند امیر فیصل کو روانہ کیا ، امیر فیصل نے جو بعد کو سلطان فیصل ہوا ، باغیوں کو شکست دی ، اور ایک انگریزی جہاز کی اعانت کی بدولت شدائد سفر بحری سے نجات پاکر عمان واپس آیا -

(ترکی) کے بعد " فیصل " ہندوستانی تجار اور اہل ملک کے انتخاب اور برٹش گورنمنٹ کی رضا سے امیر عمان منتخب ہوا ، فیصل اپنے باپ ہی کے زمانہ سے امور مہمہ سر انجام دے چکا تھا ، اس لیے اپنے بھائی " محمد " کے مقابلہ میں کامیاب رہا -

فیصل کو ملک کی متعدد بغاوتوں سے سابقہ پڑا ، پہلے اپنے چچا " عبد المجید " سے جو آخر قید ہوکر بمبئی آیا ، پھر ابن سالم سے جسکو ۱۰ - ہزار ڈالر دیکر راضی کیا گیا ، لیکن ایک شب کو اوس نے ناگہانی حملہ کردیا اور محل میں گھس پڑا ، سلطان بہ مشکل جان بچا کر ایک دوسرے قلعے میں چلا گیا ، پھر ایک اور سردار نے شورش کی، جس پر انگریزی جہاز نے گولہ باری کی - آخر الامر اس موجودہ بغاوت سے سابقہ پڑا، جسکے فرو کرنے میں وہ بالکل نا کامیاب رہا تھا ، اور کیا عجب کہ اوسکی موت ، شدت غم و حزن اور اندیشہ و فکر کا نتیجہ ہو -

فیصل کی وفات پر اب اوس کا بیٹا سلطان " تیمور " امیر عمان ہے ، ریاست کا استقلال خاتمہ پذیر ، اور جدید حالات کمال درجہ پر باعث تشویش ، و لعل اللہ یحدث بعد ذلک امرا !

انگلستان کی خوش قسمتی ہے کہ حفاظت ہند کا ایک ایسا بے امان بہانہ مل گیا ہے ، کہ اسکے صیاد طمع کیلیے عرب و افریقہ کے تمام گوشے شکار گاہ بن گئے ہیں - نہر سویز پر اسی کیلیے قبضہ ضروری ہے - مصر اسی بہانے کا بدل ہے - خلیج فارس اور اسکی ریاستیں اسی کی بدولت تہ بہ تہ ہو چکی ہیں - کویت اور محمرہ کا خاتمہ ہوچکا ہے - تبت پر بھی اسی کیلیے پنجۂ آز بڑھا تھا - یہ سب کچھہ لعل ہند کی حفاظت کیلیے ہے ، لیکن کسے معلوم کہ یہ لعل درخشاں ہمیشہ ایک ہی خزانے میں رہیگا ؟ و تلک الایام نداولہا بین الناس ! !

انتقاد

مسئلۂ خطبات جمعۂ و عیدین

ہ تقریب رسالہ خطبات الاسلام

مصنفہ مولوی محمد یونس صاحب رئیس دناولی - علیگڈہ

مولوی صاحب نے اسمیں جمعہ کیلیے بطور نمونے کے چند اردو خطبے مرتب کرکے جمع کیے هیں - مقصد یہ ہے کہ لوگوں کو مفید وقت و حال خطبات کی طرف مائل کیا جاے - اس رسالے کو دیکھکر مجھے اصل مسئلۂ خطبات مساجد جمعہ کا خیال آگیا جسے مدت سے لکھنا چاہتا ہوں اور انشاء اللہ لکھونگا -

جمعہ کا اجتماع اور حکم خطبہ مسلمانوں کے ملاح دارین کا وسیلۂ عظمی تھا - اس سے مقصود یہ تھا کہ هفتے میں ایک بار لوگوں کو انکی حالت اور ضرورت کے مطابق هدایت و ارشاد کی دعوت دی جاے اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا ایک دائمی ذریعہ هو -

خطبہ در اصل ایک وعظ تھا جیسا کہ وعظ ہوتا ہے - آنحضرة (صلعم) کے بعد خلفاء راشدین اور صحابہ کا بھی یہی حال رہا اور تمام عربی حکومتیں جو اسکے بعد قائم هوئیں انمیں بھی خلفا و سلاطین کو مساجد کے ممبروں پر وعظ کرتے هوے تاریخ میں دیکھا جا سکتا ہے - حقیقت خطبہ کے لیے کتب صحاح کے ابواب متعلق جمعہ و خطبہ کی احادیث دیکھنی چاهئیں -

لیکن همارے اصلی مصیبت همارے حالات میں نہیں ہے نہ وہ نتائج هیں - اسکا اصلی منبع همارے اعمال کے تحریف و نسخ میں ہے کہ وهی علل و اسباب هیں - شخصی حکومتوں کے قیام ' عجمی سلاطین کی کثرت ' سنت خلفاء راشدین کے ضیاع ' اور جہل و غفلت کے استیلا نے هر اسلامی عمل کو ایک لباس ظاهر دیکر اسکی روح حقیقت سلب کرلی ہے ' خطبۂ جمعہ اور عیدین و نکاح کا بھی یہی حال ہے -

اب خطبے کے معنی یہ رهگئے هیں کہ عربی زبان میں ایک چھپی هوئی کتاب ' جو بازار سے خرید لی جاے ' اور الف لیلہ کی طرح اسمیں سے ایک خطبہ غلط سلط پڑھکر سنا دیا جاے - آواز بشدت کریہہ هو ' اور لب و لہجہ میں عربیت پیدا کرنے کیلیے هرجگہہ تعجیم و ثقالہ سے کام لیا جاے - بعض لوگ قران شریف کی حاصل کردہ قرات کو اسمیں بھی صرف کرتے هیں ' اور پھر جو شخص هر لفظ کے آخری حرف کو پوری سانس میں کھینچ کر پڑھدے وہ سب سے بڑا قاری ہے !!

بسا اوقات عربی پڑھنے والا بھی یہ نہیں جانتا کہ میں کیا پڑھ رہا هوں ؟ الف لیلہ کی ایک رات کا افسانہ ہے ' طلبوتی کی کوئی حکایت ہے ' یا ارشاد و هدایت امت کا وہ عظیم و جلیل عمل اقدس ' جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم نے ممبر پر کھڑے ہوکر مجھکو انجام دینا پڑتا ہے ؟ پھر سننے والوں کی مصیبت کا کیا پوچھنا ؟ کوئی اونگھتا ہے ' کوئی اپنے ساتھیوں سے صبح کے بازار کا بھاؤ پوچھتا ہے !

یہ مسخر انگیز تذلیل و تحقیر ہے اس مذهب عظیم کے اعمال دینیہ کی ' جس کے داعی اول نے اپنے خطبات و مواعظ سے ایک بادیہ نشین قوم کو روم و ایران کے تمدن کا مالک بنا دیا تھا !

و ما کان اللہ لیظلمهم ' و لکن کانوا انفسهم یظلمون !!

یقین کرو کہ جب حضرة (مسیح) نے بنی اسرائیل کی ذلت و هلاکت پر ماتم کیا تو شریعت موسوی کے احکام و اعمال کا بعینہ یہی حال تھا جو آج تم نے خدا کی شریعت کا بنا رکھا ہے - مسیح اگر اُن فروسیوں اور صد وقیوں پر روتا تھا ' جو گو بڑے بڑی آستینوں کے جبے پہنتے ' هر وقت دعائیں مانگتے ' اور بڑی بڑی مہیب تسبیحیں اپنے هاتھوں میں رکھتے تھے ' پر شریعت کے حکموں کو انہوں نے مسخ اور اعمال صالحہ کو بے اثر کردیا تھا ' تو همیں بھی اپنے عالموں اور صوفیوں پر ماتم کرنا چاهیے جو انکی طرح یہ سب کچھہ کرتے هیں پر آنهی کی طرح حقیقت سے بھی خالی هیں !!

میں سرے سے اس امر هی کا اعدعدو دشمن هوں کہ خطبے لکھے هوے پڑھے جائیں - یہ ایک بدعت ہے جسکا نہ تو قرون مشہود لہا بالخیر میں ثبوت ملتا ہے اور نہ علت حکم اسکا موید - خطبہ ایک وعظ ہے - پس مسجدوں میں ایسے خطیب هونا چاهئیں جنکو یہ قابلیت حاصل هو نہ جمعہ کے خطبے تبلیغے طیار هو کر آئیں ' اور زبانی مثل عام مواعظ کے وعظ کہیں - ضرور ہے کہ قوم کی موجودہ حالت اسکے پیش نظر هو - جو بیماریاں آج همیں لاحق هیں ' انهی کا علاج بتلائیں ' نہ کہ اُنکا ' جو اب سے پانچ سو برس پہلے تھیں ؟

جو خطبات عربیہ آجکل رائج هیں ' میں نے سب کو پڑھا ہے - وہ تو اُس وقت کیلیے بھی موزوں نہ تھے ' جس وقت کیلیے لکھے گئے تھے - پھر آجکل کی حالت کا کیا ذکر ؟

خطبہ کا یہ مطلب کس نے بتلایا ہے کہ صرف جمعہ و عیدین کے چند مسائل بیان کردیے جائیں اور کہدیا جاے کہ ایک دن مرنا ہے پس ڈرو اور موت کو یاد کرو ؟ بیشک ' موت کو یاد کرنے سے بڑھکر انسان کیلیے دنیا میں کوئی نصیحت نہیں هوسکتی - کفاک بالموت واعظاً یا عمر ! - لیکن صرف یہ کہدینا لوگوں کو ڈرانے کیلیے کافی نہیں ہے - موت کی یاد کے ساتھہ انکو اُس زندگی کا طریقہ بھی بتلانا چاهیے جو تذکرۂ آخرة کے ساتھہ ملکر ' انسانوں کو دونوں جہانوں میں نجات دلا سکتی ہے -

بڑا مسئلہ زبان کا ہے - اور ضرور ہے کہ ایک مختصر سے خطبۂ ماثورۂ عربیہ کے بعد ' وعظ اُسی زبان میں هو ' جو سامعین کی زبان ہے ' ورنہ سمجھہ میں نہیں آتا کہ سے حاصل کیا ؟

شریعت نے کیسی عمدہ مصلحت اس میں رکھی کہ جمعہ کے خطبے کو نماز فرض کا قائم مقام قرار دیا اور اسکی سماعت کو فرض بتلایا - امام ابو حنیفہ (رح) کے نزدیک دونوں خطبوں کا سماع واجب ہے ' اور امام شافعی (رح) کے نزدیک صرف پہلے کا - اُس وقت نماز پڑھنا جائز نہیں -

اس سے مقصود یہی تھا کہ لوگ عمل عبادت کی طرح نصائح و هدایت کو بھی سنیں - پھر اُن نصائح کو ایسا اهم هونا چاهیے کہ مصروفیت نماز سے بھی اقدم و انفع هوں - کیا یہ خطبات جو آجکل دیے نہیں بلکہ اٹک اٹک کر پڑھے جاتے هیں اور لوگ بیٹھے هوے اونگھتے هیں ' یہی وہ مواعظ هیں ' جنکی سماعت فرض ' اور انکی موجودگی میں نماز تک ممنوع ہے ؟ فاین تذهبون ؟

عقل و شریعت کیلیے ماتم ہے کہ موجودہ علما خود اس طریق کے عامل اور اس پر پوری طرح قانع هیں ! فما لها اولاد القوم ' لا یکادون یفقهون حدیثاً !

بڑی مصیبت یہ ہے کہ مساجد کی امامت عموماً جہلا کے ہاتھوں میں ہے اور یہ کام ایک ذریعۂ معاش بن گیا ہے - وہ بیچارے کہاں سے ایسی قابلیت لائیں کہ برجستہ خطبہ دیں اور اسکے تمام شرائط کو پورا کریں !

خطبہ کے معنی تو یہ ہیں کہ نہ صرف علم حالت کی اسمیں رعایت کی جاے ' بلکہ گذشتہ جمعہ کے بعد جو نئے حالات و حوادث دنیا میں گذرے ہیں اور انکی بنا پر مسلمانوں کو جو کچھہ تعلیم کرنا ضروری ہے ' اسکے بھی رعایت اسمیں ملحوظ رہے - ضرورت اسکی تھی کہ جنگ بلقان و طرابلس کا ذکر خطبوں میں ہوتا - مسجد کانپور کا جب حادثہ پیش آیا ' تو اسکے بعد کے جمعہ میں ہر جگہہ خطباء اس واقعہ کے متعلق بیان کرتے - مسلمانوں کی تعلیم ' انکی سیاسی حالت ' انکے اخلاق و اعمال ' انکی ضروریات حاضرہ ' اگر مساجد کی تعلیم سے درست نہونگی تو کیا وائی - ایم - سی کے پریچنگ ہالوں میں انکو ڈھونڈھا جاے ؟ اگر یہ سلسلہ درست ہوجاے تو پھر نہ انجمنوں کی ضرورت ہے ' نہ کسی مرکزی کانفرنس کی لوکل کمیٹیوں کی ' اور نہ مسلم لیگ کی شاخوں کی -

میں نے ایک بار لکھا تھا کہ میرے فکر و نظر از آجکل کے ارباب عمل کے کاموں میں ایک بہت بڑا اصولی فرق یہ ہے کہ وہ راہ تاسیس اختیار کرتے ہیں ' اور میں صرف تجدید و احیاء کی ضرورت سمجھتا ہوں - یہ بحث بھی اسی کی ایک مثال ہے -

اس کام کیلیے ضرورت ہے علماء حق کی بیداری اور اداء فرض کی ' ضرورت ہے تمام ائمۂ مساجد ہند کے حالات کی تفتیش و تحقیق کیلیے ایک باقاعدہ صیغہ کی ' ضرورت ہے ایک مدرسہ کی اور ایک خاص نصاب تعلیم کی جس میں سے مساجد کے پیش امام و خطباء طیار ہوکر نکلیں ' لیکن -

تن ہمہ داغدار شد ' پنبہ کجا کجا نہی ؟

لوگ مسجد کانپور کے جمع شدہ روپیہ کے مصارف ڈھونڈھتے ہیں ' مجھے ایک مرتبہ خیال ہوا کہ اعانت ورثاء شہداء و ایتام کے بعد اس سے کانپور میں ایک مدرسہ کیوں نہ طیار کیا جاے جس میں مساجد کے پیش امام اور خطباء کو تعلیم دی جاے - یہ روپیہ مسجد کیلیے تھا اور مساجد کے احیاء ہی میں اسے صرف بھی ہونا چاہیے -

جس رسالہ کا عنوان میں ذکر کیا ہے ' اصلاح خطبات کے سلسلے میں قابل ذکر ہے - مولوی صاحب نے اسمیں جمعہ کے چند خطبات اردو میں لکھکر جمع کیے ہیں - اور دیباچہ میں علما و ارباب فکر سے خواہش کی ہے کہ وہ اس بارے میں انہیں مشورہ دیں ' تاکہ دیگر حصص بھی شائع ہوں -

میں اس نیک و مفید خیال پر انہیں مبارک باد دیتا ہوں - اس قسم کے حقیقی کاموں کو آج کون سوچتا اور کون کرتا ہے - البتہ جو طریق تحریر و عبارت انہوں نے اختیار کیا ہے وہ قابل اصلاح ہے - لکھنے پڑھنے میں قدیم طرز کی پابندی سے کیا حاصل ؟ خطبہ کی عبارت نہایت موثر ہونی چاہیے تا کہ دلوں کو کھینچ لے اور سامع کو اسکا دروں دوسری طرف متوجہ نہ ہونے دے - مطالب بھی جو خطبات میں بیان کیے گئے ہیں ' وہی ہیں جو عموماً پرانے خطبوں میں پائے جاتے ہیں - یہ طریق اصلاح نہیں - اور نہ اس سے کوئی فائدہ حاصل ہو سکتا ہے - اصل شے تو مطالب ہی کی تبدیلی ہے - اسمیں مسلمانوں کے تمام موجودہ امراض ملی و اجتماعی کو پیش نظر رکھنا چاہیے اور اُن چیزوں اور شریعت

[پچھ کالم کا بقیہ مضمون]

کے اُن حکموں پر زور دینا چاہیے ' جنکے ترک نے مسلمانوں کو فلاح کونین سے آج محروم کردیا ہے -

مولوی صاحب اپنے فکر کو وسیع تر کریں - میں انکے حسن ضرورت و اصلاح کا معترف ہوں ' مگر مجھے سخت تعجب ہے کہ انہوں نے نفس مطالب میں کیا تبدیلی کی اور کیونکر اِن مضامین پر مطمئن ہوگئے ؟

رسالہ غالباً مصنف سے مفت ملیگا -

مطبوعات جدیده

عبطة الناظر

قیمت ۸ - آنہ : سپرنٹنڈنٹ بیکر ہوسٹل - دھرمتلہ - کلکتہ

عرصہ ہوا ' ڈاکٹر اڈورڈ ڈینسن راس سابق پرنسپل مدرسہ کالج کلکتہ نے اسے بعد تہذیب (ایڈٹ) شائع کیا تھا - ایک روپیہ قیمت تھی - اب نصف کردی -

یہ عربی میں حضرۃ شیخ عبد القادر جیلانی قدس سرہ کی ایک مختصر سوانح عمری ہے ' جسکا قلمی نسخہ بانکی پور کے کتب خانہ سے ہاتھہ آیا - ڈاکٹر راس دیباچہ میں لکھتے ہیں :

"یہ ایک نادر کتاب ہے - اصل نسخہ میں مصنف کا نام نہ تھا - لیکن پہلے صفحہ پر " تالیف المرحوم قاضی القضاۃ الشافعی شیخ الاسلام ابن حجر " کاتب کے ہاتھہ سے مسطور ہے - اس سے خیال ہوتا ہے کہ ابن حجر عسقلانی کی تصنیف ہے - لیکن ابن حجر کی تصنیفات میں اسکا ذکر نہیں - تاہم چونکہ کتاب نادر ہے اور میرے اکثر مسلمان احباب حنفی و قادری ہیں ' میں نے چاہا کہ اسے شائع کردوں "

جس زمانے میں یہ رسالہ چھپ رہا تھا ' اسی زمانے میں میں نے کہدیا تھا کہ اسکی اشاعت مفید نہیں اور نہ اسمیں کوئی خاص بات ہے - شیخ کے حالات میں مبسوط کتابیں مثل (بہجۃ الاسرار) وغیرہ کے موجود ہیں اور جابجا انہیں کے حوالے سے اسمیں بھی مطالب نقل کیے گئے ہیں - پھر طرز جمع و تحریر نہایت عامیانہ اور معمولی ہے - حافظ عسقلانی کی تو قطعی نہیں ہوسکتی - ابن حجر مکی کی ہوگی ' نہ انکی تمام زندگی ایسی ہی تصنیفات میں بسر ہوئی ہے !

افسوس کہ نا واقفیت کی وجہ سے ڈاکٹر موصوف نے لا حاصل وقت اور روپیہ ضائع کیا -

حدائق البیان فی معارف القران

۴ - روپیہ - دفتر اخبار مشرق - گو رکھپور

۴۴۳ - صفحہ کی ضخیم کتاب ہے - مصنفہ مولانا محمد عبد الغفور صاحب فاروقی ریٹائرڈ سب جج محمد آباد اعظم گڈہ -

حافظ سیوطی کی ایک نہایت مفید کتاب (اتقان) ہے جسمیں قران کریم کے جمع و ترتیب ' قرأت و رسم الخط ' علوم متعلق تفسیر ' اور طبقات علوم القران وغیرہ کے متعلق مصنفات قدما کا عمدہ انتخاب کیا ہے - اس سے قران کریم کے متعلق متعدد

مباحث و مطالب میں نہایت قیمتي مدد ملتي ہے - غالبا اردو کي یہ جدید کتاب اسي سے ماخوذ ہے - اور نام میں " معارف" کا جو لفظ ہے ' تو اس سے مقصود قران کریم کے متعلق مفید معلومات کا التقاط و انتخاب ہوگا ' نہ کہ معارف و اسرار و علوم قرانیہ -

فہرست سے معلوم ہوتا ہے کہ مسائي مطالب بھي بہت سے درج کردیے ہیں - مثلا بحث جہر تسمیہ و قراۃ فاتحہ خلف الامام و مناقب امام ابو حنیفہ و رد مخالفین احناف وغیرہ وغیرہ - لیکن اسکی کیا ضرورت تھی ؟

کتاب اسقدر عمدہ چھپي ہے کہ لیتھو کي چھپائي کا بہترین نمونہ ہے - ایسی عمدہ طباعت پر ہم مشرق پریس گورکھپور کو مبارک باد دیتے ہیں - کتاب کے کاغذ اور چھپائی کے مقابلے میں قیمت کچھہ بھي گراں نہیں -

ریاض القرا

ناصر الدین محمد مدرس مدرسۂ محمدي - والي پلٹیہ - مدراس

مولانا حاجی محمود صاحب نے یہ اردو رسالہ فن قرات میں مرتب کیا ہے - مسلمانوں نے اپني الہامي کتاب کي جسقدر خدمت کی ہے' دنیا کي کسي قوم نے نہیں کي' لیکن افسوس کہ آج انکي غفلت بھي اور قوموں سے زیادہ ہے !

از انجملہ فن قرات کي تدوین ہے - اسلام جب عجمي اقوام میں پھیلا جو قدرتي طور پر عربي زبان کے مخارج و تلفظ سے نا واقف اور غیر مستعد تھے' تو ضرور ہوا کہ انکي تعلیم کیلیے کوئي فن ایسا وضع کیا جاے ' جس کے ذریعہ وہ حروف عربیہ کا صحیح مخرج ادا کرسکیں - پھر طریق قرات و مباحث وقف وغیرہ بھي اسمیں داخل ہوگئے - اگرچہ (بقول حضرۃ شاہ ولی اللہ) اس طرح کے فنون میں انہماک کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ معاني کلام اللہ پر تدبر کرنے کي جگہ حرفوں کے مخارج پر تمام قوت تلاوت صرف ہونے لگتي ہے' اور آجکل کے زمانے میں اصلي ضرورت فہم قران کي ہے نہ کہ رعایت قرات کي ' تاہم ہر شے کا صحت سے پڑھنا ایک ضروري چیز ہے اور علی الخصوص حفاظ کیلیے تو نہایت ضروري -

اردو میں پیشتر سے بھی متعدد رسائل موجود ہیں مگر اس رسالے میں یہ بات مزید ہے کہ اصول قرات کے بعد قرا کے حالات بھی درج کیے ہیں -

حقیقت اسلام

۲ - آنہ منشي نور الحسن - کرنٹي مشرف منزل - علي گڈہ

جناب حاجی محمد موسی خاں صاحب رئیس دتاولی نے اپنے وہ مضامین اسمیں جمع کیے ہیں جو انہوں نے " عقائد و احکام اسلامیہ کے عقلي فوائد و مصالح پر مختلف اخبارات میں لکھے تھے اور اس سے مقصود یہ ہے کہ جدید تعلیم یافتہ نوجوانوں کو مذہبي پابندي کي دعوت دي جاے "

مذہب کی ضرورت ' توحید و رسالت ' احکام خمسۂ اسلامیہ ' عام اوامر و نواہی ' اور اسي طرح کے اکثر ضروري عنوانات پر مضامین ہیں - اس قسم کے رسائل کي آجکل جس قدر اشاعت ہو' انفع ہے - اسلامي احکام کو غیروں کے سامنے پیش کرنے کي آج اسقدر ضرورت نہیں ہے' جس قدر خود مسلمانوں کے آگے -

کرشمۂ قدرت

۱۲ - آنہ مولوي نور محمد - پیر لوہاری - جھنگ

مختلف امراض کیلیے مختلف نسخوں کا ایک مجموعہ ہے ' جسمیں سب سے پہلے ایک نسخہ تریاق الامراض نامي درج کیا ہے اور اسکے متعلق دعوا کیا ہے کہ تمام بیماریوں یکساں کیلیے مفید ہے ! پھر بعض دیگر امراض کیلیے نسخے ہیں - اخر میں عرق خضاب وغیرہ کي ترکیبیں -

معلم البنات (اردو ریڈر نمبر ۱)

خواجہ فیاض حسن - مدرسۂ شاهي - آگرہ

لڑکیوں کي ابتدائي تعلیم کے ایک سلسلے کا پہلا نمبر ہے ' جسمیں مفرد حروف سے مرکبات بنائے ہیں - ارقام و اعداد کے نقشے ہیں - نصیحت کے جملے اور چھوٹے چھوٹے خط عزیزوں کے نام دیے ہیں - ابتدائی تعلیم کیلیے یقیناً مفید ہوگي -

عقائد عثماني

۲ - آنہ : مہتمم کتب خانہ عثمانیہ حیدر آباد - دکن

ابتدائي تعلیم کا ایک مفید رسالہ ہے - اسلامي عقائد ضروریہ اور اوامر و نواهي کو صاف اور سلیس عبارت میں درج کیا ہے - خوشخط اور جلي قلم -

لکھنو میں جلسہ

فیصلۂ مسجد کانپور

عام راے کي ظلم !

دو روز سے لکھنؤ میں چرچا تھا کہ وایسراے کا شکریہ ادا کرنے کے لیے ایک عام جلسہ ہوگا چنانچہ حسب اعلان آج یکشنبہ کو تین بجے جلسہ قرار پایا - قیصر باغ کي بارہ دري میں غیر معمولي اجتماع کے ساتھہ جلسہ منعقد ہوا ' مسٹر نبي اللہ پریسیڈنت جلسہ نے جلسہ کا مقصد بیان کیا - جلسہ نہایت سکون اور خموشي کي حالت میں شروع ہوا ' اور غالباً اسیطرح ختم بھي ہو جاتا ' مگر یکا یک لوگوں میں ایک بے چیني پیدا ہوئي جس نے رفتہ رفتہ اسقدر ترقي کي کہ آخر کار جلسہ میں ایک انقلاب عظیم ہوگیا ' بعض اشخاص نے نہایت پر تاثیر تقریریں کیں جن سے عام جلسہ کا رنگ بالکل بدل گیا - شکریہ والا ریزولیوشن تو پاس ہوا لیکن ایک دوسرا ریزولیوشن بھي پیش کیا گیا ' جسکا مطلب یہ تھا کہ " مسجد کا کوئي حصہ کسي حالت میں ' کسي دوسرے کام میں نہیں لایا جاسکتا ' لہذا موجودہ صورت کسیطرح تسلي بخش نہیں ہے اور ہم چاہتے ہیں کہ ہماري مسجد بعینہ پہلي حالت میں تبدیل کردي جاے "

یہ ریزولیوشن جسوقت پیش کیا گیا تو اس زور و شور سے اسکي تائید کي گئي کہ در و دیوار سے صداے بازگشت آتي تھي ' آخر کار تمام ارباب حل و عقد کو بھي بلا اختلاف اس ریزولیوشن کو منظور کرنا پڑا - آخر میں ان لوگوں پر اظہار افسوس بھي کیا گیا جن لوگوں نے احکام اسلام کے خلاف فتوی دیکر حضور وایسراے بالقابہ کو دھوکا دیا ' اور مسلمانوں کو نا قابل تلافي نقصان پہونچایا -

اگر چہ اپ کو اسکی خبر ہوجائیگي مگر میں نے اپنا فرض سمجھا کہ آپ ایسے محسن قوم کو اسکي اطلاع من و عن پہونچا دوں -

(" معین " از لکھنؤ)

عالم اسلامی

شروط صلح دولت علیہ و بلغاریا

تفصیلی بیان عربی ڈاک سے

ستمبر میں دولت علیہ عثمانیہ اور حکومت بلغاریا کے مابین معاہدہ صلح ختم ہوگیا ' اور طرفین کے دستخط ثبت ہوگئے - لیکن اب تک سوائے بعض دفعات ' شروط صلح کا کامل مسودہ شایع نہیں ہوا تھا - اس ہفتے کی ڈاک کے جرائد استانہ و قاہرہ میں اسکی تفصیل آگئی ہے - کل ۲۰ - دفعات ہیں جن میں سے ضروری مواد کا خلاصہ حسب ذیل ہے :

(۱) دونوں حکومتوں کی سرحد کی ابتدا نہر (رور رایا) سے شروع ہوکر ساحل بحر ایجین پر ختم ہوگی - دہانہ نہر (رور رایا) کا خط حدود مجمع انہار (بیررزگو) و نہر (ڈیلیوا) سے ملتا ہوا جنوب غربی اور شمال عربی کو قطع کریگا - اس مجمع النہرین سے گزر کر (نہر ڈیلیوا) کے ساتھہ ساتھہ آگے بڑھکر ' نہر (گولیما) سے مل جاے گا ' پھر نہر (گولیما) کی دہنی شاخ سے ملکر اوس نہر سے متصل ہوگا ' جو (ترک خلطی) کی طرف سے آتی ہے ' یہاں قدیم و جدید حدود متحد ہوجالینگے ' اور یہاں سے قدیم حدود کے ساتھہ ساتھہ (بلا بان باشی) تک جدید خط سرحد متحد رہے گا ' اسکے بعد سے جدید خط براہ راست (نہر طاحون) تک آے گا ' اور نہر (طاحون) سے جانب شمال نہر (مریم) تک ' جو مصطفی پاشا کے مشرق میں بہتی ہے -

نہر (مریم) کے مغربی رخ سے بخط مستقیم اوس ریلوے پل تک یہ خط آئیگا ' جو نہر (جرمن) پر واقع ہے ' اور دہانۂ نہر (جرمن) کے شمال سے اوس جنگل تک ' جس کا نام (تاری) ہے اور جس کا نمبر (۶۱۳) ہے - یہاں سے خط تحدید قریہ (یا بلاحق) اور قریہ (عرلجق) سے جو عثمانی حدود میں ہیں ' نخل زار (نمبر ۴۴۱) اور (نمبر ۳۶۷) سے گذرتا ہوا ' نہر (اردا) تک اے گا ' نہر (اردا) کے ساتھہ ساتھہ مشرق کی جانب نہر (عاجو ہور) - نہر (اتون) - دہانہ نہر (اکالی) - دہانۂ نہر (ماندرا) اور نہر (ماریقا) سے پیچ و خم کے ساتھہ گزرتا ہوا ' ساحل نہر (ایجین) پر پہنچ کر ختم ہو جاے گا -

(۲) دستخط سے (۱۰) دن کے بعد ایک دوسرے کے حدود سے دونوں حکومتوں کی فوجیں ہٹ جائینگی - اور اسکے بعد (۱۵) روز کے اندر ہر حکومت کے عہدہ دار حسب قوانین و رسوم جاریہ ایک دوسرے کو اوسکی ملکیت پر قبضہ دیدینگے اور (۳) ہفتہ کے اندر دونوں حکومتیں ایک دوسرے کے اسیران جنگ کو رہا کردیں گی -

(۳) بمجرد ثبت دستخط ' فریقین میں ڈاک ' تلغراف ' اور ریلوے کے تعلقات شروع ہوجائینگے -

(۴) ایک سال کے اندر فریقین میں تجارت اور جہاز رانی کا وہ معاہدہ جو ۱۹ جنوری سنہ ۱۹۱۱ ع میں طے ہوچکا ہے ' ازسر نو شروع ہوجائیگا ' اور چنگی کا محصول جو عموماً حسب قواعد رائج ہے ' اور مصنوعات کا ورود و صدور جائز ہوگا - اور نیز تعیین سعرا کے متعلق ۲ - دسمبر سنہ ۱۹۰۹ ع میں جو فرامین صادر ہوچکے ہیں ' وہ بدستور قائم رہینگے -

(۵) دستخط سے ایک مہینے کے اندر دونوں طرف کے اسیران جنگ رہا ہوجائینگے ' ان کے مصارف وہی حکومت قبول کرے گی جس کے پاس وہ قید تھے ' البتہ تنخواہیں ہر حکومت اپنے اپنے اسیروں کے لیے آپ ادا کریگی -

(۶) طرفین کے وہ تمام اشخاص جنہوں نے اس جنگ میں کسی طرح کا مخالفانہ حصہ لیا اور وہ ایک دوسرے کے قبضہ میں آگئے ہیں ' ان سب کے لیے حکم عفو عام صادر ہوتا ہے -

(۷) وہ زمینیں جو دولت عثمانیہ کی طرف سے حکومت بلغاریا کو ملی ہیں ' وہاں کے باشندے بلغاری رعایا ہوجائیں گے ' لیکن چار سال کے اندر تک اون کو حق حاصل ہے کہ بلغاری رعایت سے نکل کر رعایت عثمانیہ میں داخل ہو جائیں ' اس کے لیے حکومت بلغاریا اور ترکش کونسل کو پہلے اطلاع دینی چاہیے ' اور جو ابھی بچے ہیں وہ سن رشد و بلوغ کے چار سال بعد تک اس اختیار سے مستفید ہو سکیں گے -

ان اطراف و جہات کے مسلمان باشندے ' جو اب بلغاری رعایا ہوجائیں گے ' چار سال تک فوجی خدمت اور فوجی محصول سے بالکل مستثنی رہینگے -

اگر یہ مسلمان عثمانی رعیت ہونے کو ترجیح دیں گے تو چار سال کے اندر بلغاری علاقے سے مع اپنے سامان و اسباب کے نکل جائینگے ' اور اسکے لیے اون کو چنگی کا کوئی محصول ادا کرنا نہ پڑے گا ' نیز یہ بھی اون کے لیے جائز ہوگا کہ اپنی زمین و زراعت و جائداد اپنی ملکیت میں باقی رکھیں اور اپنے طرف سے کسی دوسرے کو ان کا اہتمام و انتظام سپرد کردیں -

(۹) بلغاری مسلمانوں کو وہی حقوق عطا ہونگے جو خود بلغاریوں کو حاصل ہوں گے ' اور ان کو عقائد و عبادات و رسوم دینیہ کے قیام و ادا میں کامل حریت ہوگی - رسوم و عوائد اسلامیہ کا احترام ہوگا - سلطان کا نام بحیثیت خلافت دینی خطبوں میں پڑھا جاے گا -

اوقاف اور مجالس دینیۂ اسلامیہ جو اس وقت موجود ہیں یا آیندہ کبھی قائم ہوں ' اپنے قواعد و نظام عمل کے ساتھہ حکومت بلغاریا میں بلا قید و شرط اور بغیر مداخلت ' محترم و معتبر ہوں گے ' اور بلا قید و شرط ' اونمیں مداخلت صرف علما اور پیشوایان مذہبی کے ساتھہ مخصوص رہے گی -

اوقاف و مجالس بلغاریہ جو دولت عثمانیہ میں موجود ہیں اون کو بھی وہی حقوق عطا ہوں گے ' جو دیگر مسیحی اوقاف و مجالس کو حاصل ہیں -

(۱۰) وہ اوقاف جو اب بلغار حکومت میں داخل ہوگئے ہیں ' ان میں بھی وہی قوانین جاری رہینگے جو اس وقت دولت عثمانیہ میں جاری ہیں - اور ان کے انتظام و اہتمام کے لیے خاص عہدہ دار متعین ہونگے - ان میں کسی طرح کا اوس وقت تک تغیر

و تبدیل نہ ہوگا ' جب تک کہ اون کا کافی معاوضہ ادا نہ کردیا جاے - اور ان اوقاف کی رقمیں جن ضرورتوں میں پہلے صرف ہوتی تھیں ' اونھیں ضرورتوں میں اب بھی صرف کی جالیں گی -

(۱۱) خاص سلطانی اور ارکان خاندان سلطانی کی جاگیر جو اب بلغاری علاقے میں واقع ہوگئی ہیں ' اپنے قدیم مالکوں کے قبضے میں علی حالہ باقی رہیں گی - اگر ان کا فروخت کرنا منظور ہوگا تو ہر حال میں بلغاری رعایا اور دوسروں پر ترجیح دی جالیگی -

(۱۲) بلغاری حکومت میں ایک رئیس المفتیین کا عہدہ قائم کیا جالیگا جو مسلمانان بلغاریا کے انتخاب ' شیخ الاسلام قسطنطنیہ کی منظوری ' اور حکومت بلغاریا کے قبول سے نامزد ہوگا ' اوس کے ماتحت ہر صوبہ میں مفتی رہینگے ' جو مسلمانوں کے تمام مذہبی و دینی احکام و فتاوی کو جاری و نافذ کرینگے ' ان تمام مذہبی عہدہ داروں اور اونکے ماتحت اطباء محررین و وکلا کے وظائف اور تنخواہیں حکومت بلغاریا ادا کریگی - ان کی تعیین و تبدیل کا حق صرف رئیس المفتیین کو ہوگا -

(۱۳) حکومت بلغاریا رئیس المفتیین کی ہدایت و مشورہ سے مسلمانوں کے لیے خاص مدارس قائم کریگی - مدارس کی زبان ترکی ہوگی ' اور بلغاری زبان بھی اوس میں پڑھائی جاے گی - رئیس مدارس مسلمانوں کے تعلیمی امور و مسائل کے متعلق حکومت بلغاریا سے براہ راست گفتگو کرے گا -

(۱۴) ہر صوبہ میں جہاں مسلمان ہوں ' اوقاف و مدارس و مجالس اسلامیہ کی نگرانی و انتظام کے لیے ایک مجلس ہوگی ' جس کے ممبر صرف مسلمان ہوں گے - اس قسم کی مجلسوں کا حکومت پورا احترام و اعتبار کرے گی -

---

فیصلہ مسجد کانپور

از جناب مولوی محمد وحید الدین صاحب (علی گڈھ)

۲ - ذیقعدہ سنہ ۱۳۳۱ ہجری روز چہار شنبہ کا " الہلال " میں نے دیکھا ' اوس میں مسجد کانپور کے مضمون کو دیکھکر مجھکو بہت حیرت ہوئی - اب تک تو یہ سنا تھا کہ مسجد کانپور کی زمین کو حکومت نے چھوڑ کر مسجد کو دیدی مگر آپ کے اخبار سے معلوم ہوتا ہے کہ مسجد کو زمین متنازعہ فیہ واپس نہیں دی گئی ' بلکہ یہ حکم دیا گیا ہے کہ اوس زمین میں آٹھہ فٹ کی محراب قائم کرکے اوسپر مسجد کے متعلق سہ درہ تعمیر کرایا جاے - اگر یہ خبر صحیح ہے اور غالباً صحیح ہوگی جب تو رسالہ " الہلال " اور نیز اخبار " وکیل امرتسر " میں درج ہوئی ہے - تو اس بنا پر یہ بالکل صاف بات ہے کہ یہ زمین ہرگز ادنی طرح مسجد کو نہیں ملی کیونکہ کتب فقہ کے دیکھنے سے ظاہر ہو جاے گا کہ جو زمین کہ اوسمیں مسجد کا سامان رکھا جاے ' یا وہ زمین جو مسجد کی ضروریات کے واسطے ہو ' قطعاً مسجد میں داخل ہے ' غسل خانہ وغیرہ جو مسجد کی ضروریات میں سے ہے اوسکی زمین بھی مسجد ہی میں داخل ہوگی -

پس زمین متنازعہ فیہ میں جب ایک محراب اس غرض سے بنائی گئی کہ لوگوں کی آمد و رفت کے واسطے راستہ ہو اور اوس محراب پر سہ دری بناکر مسجد کے متعلق کردی گئی ' تو کیا اس زمین کو یہ کہا جاسکتا ہے کہ یہ زمین مسجد کے متعلق ہے ؟

میں نے جو عرض کیا ہے وہ موافق تحریرات اخبارات ہے اگر تحریرات اخبارات غلط ہیں تو میری عرضی بھی بناء الفاسد علی الفاسد کی صورت اختیار کرکے غلط ہوگی ' ورنہ نہیں -

برید فرنگ

دولۃ علیہ کا مستقبل

(نیرامست) کی تازہ اشاعت میں ایک نہایت باخبر شخص کی مراسلۃ شائع ہوئی ہے ' جو لکھتا ہے :

" نہایت عیارانہ مخفی تدبیریں یونان کے ایجنٹوں کے ذریعہ عمل میں آرہی ہیں - اسکی غرض یہ ہے کہ اسطرح عام خیال کو ترکی و یونان کی موجودہ کشمکش و شدید کی طرف متوجہ کیا جالے اور اصلی امور سے جو اس میں پوشیدہ ہیں ' پھیرکر کسی اور طرف مائل کیا جاے - یہ لوگ ترکوں کے مظالم کی قدیم فرضی اور مصنوع داستانیں سرزمین برطانیہ میں شائع کر رہے ہیں - حالانکہ وہ نہیں جانتے کہ سب سے مخفی رازہاے سربستہ جنکا انکشاف اب ہوا ہے ' ملک کو ایسی باتوں کے قبول کرنے کا کبھی موقع نہ دینگے - اگر اب کوئی تیسری جنگ بلقان میں چھڑ جاے تو ترک اپنے دشمنوں کے ساتھہ اسی انصاف پژوہی کے ساتھہ پیش آئیں گے جو انھوں نے سنہ ۱۸۹۶ - کے جنگ میں دکھلائی تھی - اور ہمیں یقین ہے کہ وہ ایسا نکرینگے جیسا کہ یونان نے اپنے حلیف بلغاریا کے ساتھہ کیا -

ترکوں کے طرز عمل کے متعلق دو ابتدائی باتیں بطور اصول کے قابل لحاظ ہیں -

(۱) ترکوں کو ضرورت ہے کہ بیرونی حملوں کے خوف سے بالکل مامون ہوجائیں اور

(۲) ملک کی اندرونی ترقی و ترفہ کے متعلق تدابیر عمل میں لائیں -

یہ دو امور ایسے ہیں جن پر برطانیہ عظمی بلکہ تمام یورپ کا مفاد منحصر ہے - ترکوں نے جو جنگی صدمات پہلی جنگ بلقان میں اٹھاے وہ یورپ کے لیے بڑا موثر سبق ہونا چاہیے - اس جنگ کی وجہ سے آسٹریا کو اکیس ملین پونڈ صرف اپنی فوج کی گرد آوری پر خرچ کرنا پڑا ' اسی کی وجہ سے جرمنی کو ایک خاطر خواہ تعداد کا اضافہ اپنی فوج میں کرنا پڑا ' اسی طرح کی کوشش کسی قدر فرانس کو بھی کرنی پڑی ' علاوہ اس جنگ کی وجہ سے ایک عالمگیر مالی بے اطمینانی اور اقتصادی تنگی ملک میں پھیل گئی - یہ جنگ اپنے ساتھہ نا متناہی مصائب لائی اور سب سے ادنی تخمینہ ان جانوں کا جو اس کی قربانگاہ پر چڑھائی گئیں ' سات لاکھہ پچاس ہزار ہے !!

نہ صرف برطانیہ بلکہ تمام یورپ کے لیے نہایت ضروری ہے کہ ترکوں کو بلا خوف و خطر نہایت کامیابی کے ساتھہ مذکورہ بالا مقاصد کے حصول کے واسطے کام کرنیکی مہلت دیدی جاے - ترکی اگر خطرہ میں پڑ جاے تو اسکے یہ معنی ہیں کہ تمام یورپ کا امن خطرہ میں پڑ جاے گا -

خیوس Chios اور میتیلین Mitylene ان دونوں ' اور انکے علاوہ ان جزیروں پر جن سے درِ دانیال پر زد آسکتی ہے ' قبضہ کرلینا سلطنت عثمانیہ کے لیے نہایت اہم ہے - ترکی کا ان جزیروں پر قبضہ نہ رکھنا ویسا ہی ہے ' جیسا کہ برطانیہ کا جزیرۂ سکیلی Scilly اور ویگٹ Wight سے دست بردار ہو کر جرمنی کے حوالہ کر دینا - ان جزیروں کا جو ترکوں کے ایشیائی مقبوضات کے تحفظ کے

لیے ضروری هیں ' یونان کے طرف سے شد و مد کے ساتهه مطالبه کرنا ' هر ایک صحیح العقل انسان کو یقین دلانے کے لیے کافی هے که اسمیں کوئی آور غرض بعید اسکے پیش نظر هے ' اور یه غرض ایسی هے که وه کسی طرح اس توازن کو قائم رکھنے میں ممد نہیں هوسکتی ' جو هر یوروپین سیاست داں کے دماغ میں موجود هے - اور نیز یه کسی طرح اس امن کو واپس نہیں لاسکتا جسکے لیے سر اڈورڈ گرے کی زیر هدایت یه کام کر رهے هیں -

ناظرین اب خیال کرسکتے هیں که یونان ان جزائر کا کیا مصرف لیگا ؟ اور پهر وه کسطرح ترکوں کے ایک دائمی خطره کا باعث هونگے ؟

هم سب اس حوصله سے بے خبر نہیں هیں ' جو یونانیوں کو قسطنطنیه کے متعلق هے -

اس کی تشریح کے لیے میں صرف اتنا کہنا کافی سمجھتا هوں که ابهی گذشته شب کو ایک انگریز نے ایک خط یونان سے پایا هے جسمیں بیان کیا گیا هے که وهاں ایک تیسری لڑائی اور قسطنطنیه پر حمله کرنیکا چرچا چهڑا هوا هے - شاه یونان کا حوصله صرف اتنی سی بات سے نه مٹیگا که اسے بلغاریا کا سزا دهنده کہا جائے - اسنے قسطنطین دوازدهم کا خطاب اختیار کیا هے ' تا اپنے آپ کو اس قسطنطین کا خلیفهٔ بلا فصل ظاهر کرے جس نے بازنطینی Byzantine سلطنت کو اپنے هاتهه سے کهو دیا تها - جب هم اس بیجا حوصله کو سمجهتے هیں اور اس امر کو بهی بخوبی جانتے هیں که اسمیں کیا کیا خطرات یورپ کے امن عام کے لیے پوشیده هیں ؟ تو همیں یقین هو جاتا هے که بڑی طاقتیں ایک منٹ کے لیے بهی نه تو یونان کے مطالبات کا ساتهه دینگی اور نه اسکے مخفی کید و مکر کو نظر استحسان سے دیکھیں گی -

یونان ان جزیروں سے جو کام لیگا ' هم نهایت صفائی کے ساتهه دیکهه رهے هیں - اس کے پاس وه جزیرے سیاسی مفسده پردازیوں کا سرچشمه هوجائینگے اور تمام قسم کی مصنوعات قانونی کے اشتمالی ممالک عثمانیه میں جانیکا ذریعه بن جاینگا - وه حالت نهایت هی ناقابل برداشت هوگی - اسکا انجام جنگ اور هلاکت کے سوا اور کچهه نہیں هوسکتا -

---

الهلال کی ایجنسی

هندوستان کے تمام اردو ' بنگله ' گجراتی ' اور مرهٹی هفته وار رسالوں میں الهلال پہلا رساله هے ' جو باوجود هفته وار هونے کے ' روزانه اخبارات کی طرح بکثرت متفرق فروخت هوتا هے - اگر آپ ایک عمده اور کامیاب تجارت کے متلاشی هیں تو اپنے شهر کے لیے اسکے ایجنٹ بن جائیں -

عید کی خوشی

از جناب سید عوث محی الدین صاحب مینیجر ایجوکیشنل پبلیشنگ هاؤس ریاست میسور -

همارے هاں هر سال بہت سی عیدیں آتی هیں ' ان موقعوں پر هم کیا کرتے هیں ؟ نئے کپڑے پہنتے هیں ' لذیذ کهانے کهاتے اور کهلاتے هیں اور پهر خوشیاں منانے لگتے هیں -

مہذب ممالک کے لوگ بهی یه سب کچهه کرتے هیں مگر وه چند اور سبق آموز کام بهی کرتے هیں جو هم نہیں کرتے - ان ممالک کے ارباب فکر نے سوچا که عید کے دن خوشی منانے کے ذریعے ایسے ایجاد کیے جائیں جن سے ظاهری اور باطنی ' دونوں مسرتیں حاصل هوسکیں ' ان لوگوں نے اس سوال کو بڑی عمدگی کے ساتهه حل کرلیا - عید کے دن ایک دوست دوسرے دوست کو " عید کارڈ " روانه کرتا هے جس سے ظاهری خوشی بهی حاصل هوتی هے اور اسکے مضامین سے فائده بهی پہنچتا هے - اس سے بهی بڑهکر یه که اس موقع پر کتابیں دوستوں کو بطور تحفه بهیجتے هیں جو خاص طور پر مہیا کی جاتی هیں - آجکل هندوستان میں بهی مہذب ممالک کے لوگوں کی طرح عید کارڈ رائج هوگیا هے لیکن افسوس که اس سے بجز نمایش و تصنع کے اور کوئی فائده نہیں - اس سے کاتب اور مکتوب الیه کو کیا خوشی میسر آتی هوگی ! میرے دوستو ! خوشی وهی سچی اور اصلی هے جبکه هم بحیثیت ایک مسلمان هونے کے عید کے کل احکام بهی باقاعده ادا کریں ' اس دن اپنے ارادوں اور همتوں کو مستقل اور وسیع کریں ' اپنی اور اپنی قوم کی سچی ترقی کے وسایل پر غور کریں ' اور کوئی تدبیر اپنی بگڑی کے بنانے کی نکالیں ' صرف کارڈوں کی بهر مار سے یه ساری باتیں حاصل نہیں هو جاتیں -

دیکهتے هو که کرسمس میں کئی لاکهه کتابیں چهپتی هیں ' بچوں کیلیے چهپتی هیں ' لڑکوں کیلیے چهپتی هیں ' لڑکیوں کیلیے چهپتی هیں - اور عام مذاق کے لوگوں کیلیے چهپتی هیں - اور پهر ایسی چهپتی هیں ؟ که حقیقةً تحفه میں دیجا سکیں - قیمتی کاغذ پر خوشنما حروف ایسے معلوم هوتے هیں ' گویا موتی جڑ دیے هیں - سنہری کنارے کتاب کو سچ مچ سونے کی اینٹ بنا دیتے هیں - ان تمام خوبیوں پر جلد کی دلفریبی مستزاد هوتی هے - ایک ایک شخص درجنوں کتابیں خریدتا هے ' اپنے بچوں اور اپنے دوستوں کے بچوں کو دیتا هے - یہی کتابیں هیں جو ان لوگوں میں اعلی خوشی پیدا کرکے انکو مستقل مزاج ' اولوالعزم اور همدرد قوم بنا دیتی هیں !

ایک عرصه سے هم دیکهتے هیں که عید کے دن هماری خوشیوں کا پیمانه صرف ایک عید کارڈ کے ملنے هی سے چهلکنے لگتا هے - هم اب تک عید کی اصلی خوشیوں سے محروم هیں - ریاست

(میسور) سارے ہندوستان میں " ماڈل اسٹیٹ " مشہور ہے - مجکو نہایت خوشی ہوئی جب میں نے دیکھا کہ یہاں کے زندہ دل اہل اسلام نے گذشتہ عید الفطر کے موقع پر عید کارڈوں کے علاوہ سبق آموز و دلچسپ کتابیں بھی دوستوں کو بطور تحفہ بھیجیں اور اس طرح ایک عمدہ رسم کی بنیاد ڈالی -

ہندوستان میں (ٹائمز آف انڈیا) کرسمس کے موقع پر اس قسم کے متعدد تحائف تیار کرتا ہے اور اس اخبار کا کرسمس نمبر بھی بڑی آن بان سے شائع ہوتا ہے - اردو میں ٹائمز آف انڈیا کے مقابلہ میں اگر کوئی جورنل پیش کیا جا سکتا ہے تو وہ صرف (الہلال) ہی ہے ' اور ہماری خوش قسمتی ہے اس کے فاضل ایڈیٹر کے کلام میں وہ تاثیر اور شیرینی ہے کہ کیا بچے کیا بڑے ' سبھی مزے لے لے کر پڑھتے ہیں - اگر دفتر الہلال سے عید کے موقعوں پر عیدہ اور خاص اسی وقت تحفہ میں بھیجے جانے کے قابل کتابیں طبع ہونے کا انتظام ہو ' تو کل اہل اسلام کو بے حد فائدہ پہنچ سکتا ہے -

امید ہے کہ فاضل ایڈیٹر الہلال اور دیگر خیر خواہان قوم اس ضروری التماس پر خاص توجہ مبذول فرما کے اس رسم کی اجراء کے متعلق اپنی اپنی آراء ظاہر فرماویں گے - کم از کم اتنا تو ہو کہ الہلال کا ایک خاص عید نمبر مرتب ہو کر شائع ہو - اگر آپکے اس کا انتظام کیا جائے تو چار ہزار کاپیوں کا میں اسی وقت آرڈر دیتا ہوں -

الہلال :

آپکی تجویز اور برادران میسور کی عملی تحریک نہایت مبارک ہے - لیس العید لمن لبس الجدید ' انما العید لمن خاف یوم الوعید ! افسوس کہ آپنے دیر میں اطلاع دی - اسلیے اس عید کے موقع پر تو تعمیل سے مجبور ہوں - البتہ بشرط زندگی آیندہ انتظام کیا جائیگا -

---

اعانۂ مسجد کانپور کا ایک مصرف

از جناب مولانا نعیم الدین احمد صاحب - ریٹائرڈ ڈپٹی کلکٹر - کلکتہ

مولانا ! السلام علیکم - آپ مجھے اجازت دیں کہ آپکے بیش بہا رسالے کے ذریعہ سرمایۂ مسجد کانپور کی ایک عمدہ صورت مصرف پیش کروں اور آپ از راہ نوازش اپنی راے سے بھی مطلع فرمالیں - یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ کانپور کی مسجد کے معاملہ میں جو آواز اٹھی ' وہ بہت کچھ آپکے ذات بابرکات کی مساعی کا نتیجہ تھی اور اس ایجیٹیشن میں الہلال کی خدمت یادگار رہیگی - ہندوستان کے لیے آپ کی ذات غنیمت ہے اور قوم کی مذہبی تعلیم کے لیے الہلال - یہ تحریک اگر الہلال کے ذریعہ مقبول طبع عام ہو تو قوم کو کیا عذر ہوگا -

میں یہ تجویز پیش کرتا ہوں کہ اس سرمایہ کا ایک حصہ جنوبی افریقہ کے مصیبت زدہ مسلمان ہندیوں کی امداد کے لیے دیا جائے جو اپنے ملک اور مذہب کی عزت کے لیے جیل خانہ جا رہے ہیں اور ہر طرح کی تکالیف برداشت کر رہے ہیں - جناب کو معلوم ہے کہ عدالت جنوبی افریقہ نے حکومت کے اشارہ سے مسلمانوں کے تعدد ازدواج کے قانون کو جایز نہیں قرار دیا ' یعنی ایک سے زاید بی بی نا جایز ہوگی اور آنکے بچے ناجائز مانے جائینگے - ایسی عورت کو اپنے شوہر کے ساتھ رہنے کا بھی حکم نہیں - یہ صریحاً ہمارے مذہب کی توہین عظیم ہے اور ہمارا فرض ہے کہ ہم اپنے مذہب کی حفاظت کے لیے ہر طرح کی کوشش کریں اور جس طریقہ سے جہاں تک ہوسکے ' اسمیں مدد کریں - برٹش حکومت کی انصاف پسندی ضرب المثل ہے - اگر ٹرانسوال کی عدالت سے کوئی زیادتی ہوگئی تو اسکے خلاف کارروائی کرنا برٹش گورنمنٹ کے انصاف کو برقرار رکھنا ہے - ہمارے ہندی بھائی اپنے ملک اور مذہب کی آبرو رکھنے کے لیے کیسا ایثار نفس کر رہے ہیں ؟ پھر کیا ہمارا فرض نہیں کہ ہم دامے ' درمے ' آنکے کام آئیں ؟ یہ ایک ایسی تحریک ہے کہ ہندو مسلمانوں کے رشتہ اتحاد کو اور زیادہ مستحکم کردیگی -

---

مجلس دفاع مطابع و جرائد ہند

بہ تقریب ضمانت الہلال

(۲)

	پائي	آنه	روپیه
ایک فیاض و غیور فرد ملت بذریعہ جناب حاجی مصلح الدین صاحب کلکتہ	۰	۰	۱۰۰
ایم - ایچ - ایس - مال رنگون	۰	۴	۵
بذریعہ جناب لطف الدین صاحب دھاراوار بمبئی - بعد وضع منی آڈر فیس	۰	۸	۳۶
جناب ایس محمد بخش صاحب	۰	۰	۲۵
جناب منشی رفیع الدین صاحب	۰	۰	۵
جناب غفور خان صاحب	۰	۰	۵
جناب عبد الوہاب صاحب	۰	۰	۲
جناب حافظ مہتاب صاحب	۰	۰	۲
جناب لطیف الدین صاحب	۰	۰	۵
جناب جمعدار داؤد صاحب	۰	۰	۱
جناب عبد الرزاق صاحب	۰	۸	۰
جناب شہاب الدین احمد صاحب	۰	۸	۰
جناب محمد احمد صاحب ہاشمی	۰	۸	۰
جناب محمد یوسف صاحب	۰	۸	۰
جناب محمد اسمعیل سیٹ صاحب سمبوداس اسٹریٹ مدراس	۰	۰	۵
جناب رئیس احمد صاحب لاہرپور - سیتا پور	۰	۰	۱۰
ایس - ایم - اے - حلیل چوک مسجد - آرہ	۰	۰	۵
جناب حافظ عبد الوہاب صاحب کوہ ندا پولی - اعظم گڈہ	۰	۰	۵
جناب محمد الدین صاحب سائنس ماسٹر ہوشیار پور	۰	۰	۲
جناب خدا دوست صاحب ہوشیار پور	۰	۰	۲
ایک بندۂ خدا "	۰	۰	۱
جناب سید احمد حسین صاحب گیا	۰	۰	۴
جناب عبد الحی خان صاحب حیدر آباد - دکن	۰	۰	۱
جناب کبیر احمد صاحب بھاگلپور	۰	۰	۳
جناب محمد بیگ صاحب اورنگ آباد	۰	۰	۵
جناب مسعود احمد صاحب لاہرپور سیتاپور	۰	۰	۵
ایک بزرگ شاہجہاںپور	۰	۰	۲
جناب محمد ابراہیم دارجلنگ	۰	۰	۱
جناب مولوی عبد السلام ندوی لکھنو	۰	۸	۰
" جناب اکرام اللہ خانصاحب ندوی "	۰	۸	۰
" جناب محمد سعید خانصاحب ندوی "	۰	۸	۰
جناب دین محمد ماسٹر دار العلوم ندوہ	۰	۴	۰
" جناب فضل الرحمن مدرس "	۰	۴	۰
" جناب اشفاق حسین صاحب ندوی "	۰	۴	۰
" جناب محمد سعید - متعلم ندوہ "	۰	۲	۰
جناب خواجہ سید منظور احمد صاحب آرہ	۰	۰	۱

PRINTED & PUBLISHED BY A. K. AZAD, AT THE HILAL ELECTRICAL PRTG. & PUBLG. HOUSE, 7/1 McLEOD STREET, CALCUTTA.

AL-HILAL

Proprietor & Chief Editor

Abul Kalam Azad

7 / 1 McLeod street,
CALCUTTA.

Telegraphic Address

"AL-HILAL"

Yearly Subscription, Rs 8

Half-yearly „ „ 4-12

الہلال

مدیر مسئول و خصوصی
ابوالکلام الدہلوی

مقام اشاعت
۷ - ۱ مکلوڈ اسٹریٹ
کلکتہ

قیمت
سالانہ ۸ روپیہ
ششماہی ۴ روپیہ ۱۲

جلد ۳ کلکتہ : چہار شنبہ ۱۲ - ۱۹ ذی الحجہ ۱۳۳۱ ہجری نمبر ۲۰-۲۱

Calcutta. Wednesday, November 12 & 19 1913.

[بقیہ مضمون صفحہ ۴ کا]

جتنے هڑتال کرنے والے گرفتار کیے گئے تے سب کانوں میں بھیجدیے گئے هیں - هندوستانی ابهي تک اپنے ارادے پر ثابت قدم هیں اور کام کے لیے حاضري دینے سے انکار کرتے هیں - ان پر غیر حاضري کا جرم قائم کرکے قید سخت کي سزا دیجا رهي هے اور اسطرح ان سے کانوں میں کام لیا جا رها هے - ڈنڈي کے مجسٹریٹ مسٹر جے - ڈبلو کروس اور نیو کیسل کے مجسٹریٹ ڈي - جي - جیلیس نے اعلان کیا هے کہ جو هندوستاني کام کرنے سے انکار کرینگے وہ بهوکے مارے جائیں گے اور جیل کے قواعد کي رو سے انکو کوڑوں سے کام کرنے پر مجبور کیا جائیگا - بیلنگم نیوي کیشن اور کیمبرین کي کانوں میں هزاروں هندوستاني باقاعدہ کوڑوں سے مارے گئے - کوڑوں کے علاوہ گولیاں بهي چلائي گئیں جن سے دو آدمي سخت زخمي هوے - ان مصیبت زدوں کو پناہ دینے سے مجسٹر یٹوں نے صاف انکار کردیا هے اور اعلان کردیا هے کہ جو شخص مجسٹریٹ کے پاس داد رسي کے لیے کان چهوڑ کر آئیگا' اس پر بهاگنے والے قیدي کي حیثیت سے فائر کیا جائیگا - سرچ جو لکڑیوں سے مسلح هے' ان مقاومت مجهول کرنے والوں پر نہایت وحشیانہ طریقہ سے حملے کر رهي هے' جو ساحلي ضلعوں میں هیں"

مسٹر گوکهلے کو ایک دوسرے تار سے معلوم هوا هے کہ والکسریست کے هڑتالیوں پر نہایت وحشیانہ طریقے سے حملے هو رهے هیں - کام لینے والے راشن دینے سے انکار کرتے هیں اور باهر سے هر قسم کي خبر رساني اور رسد رساني بهي روکدي گئي هے - مگر تمام هڑتالي جنکي تعداد دو هزار هے' ابتک ثابت قدم هیں -

(آخـــر الانبـــاء)

مسٹر گاندهي نے والکرسٹ کي عدالت میں بیان کیا کہ انهوں نے اپنے ارادے کی اطلاع وزیر داخلیہ کو کردي تهی اور والکرسٹ کے دفتر کے مهاجرین کو اپنے عبور کي تاریخ سے بهي مطلع کردیا تها - انهوں نے عدالت کو یقین دلایا کہ ٹرانسوال میں قیام کي غرض سے ایک هندوستاني کا غیر قانونی داخلہ موجودہ تحریک سے کوئي تعلق نهیں رکهتا -

وہ جانتے هیں کہ جو کارروائی انهوں نے شروع کي هے وہ انکے متبعین کے لیے بڑے سے بڑے خطروں اور سخت شخصي مصائب سے بهري هوئي هے' مگر انکو یقین هے کہ سخت مصائب کے علاوہ اور کوئی شے نهیں جو یونین گورنمنٹ اور اسکے رهنے والوں کے ضمیر کو جنبش میں لاسکے -

مسٹر کیلنبیچ کو تین ماہ کي سزا هوگئي - مسٹر پولک ابهي تک حوالات میں هیں -

فہرست

تصـــاویـــر

شذرات

یوم الحج اور "حزب اللہ"

نوید فتح و مژدۂ قبول !!

مژدۂ صبح دریں تیرہ شبانم دادند * شمع کشتند وز خورشید نشانم دادند !
رخ کشودند و لب ہرزہ سرایم بستند * دل ربودند و دو چشم نگرانم دادند !

پہلے سال عید الفطر اور عید اضحی کے موقعہ پر مناسب وقت مقالات افتتاحیہ لکھنے کی توفیق ملی تھی - اس سال عید الفطر بھی خالی گئی اور افسوس کہ عید اضحی کے موقعہ پر بھی طبیعت کی افسردگی نے فرصت نہ لی ' حالانکہ دل شوریدہ کے ماتم و شیون کا اصلی موسم یہی تھا -

ادھر کچھہ عرصے سے طبیعت گم ہے ' اور سراغ راہ نا پید - گم گشتگی پہلے بھی تھی مگر کبھی کبھی خبر بھی آجاتی تھی - اب یہ بھی نہیں :

بار اے دل با نہ می باشی نہ با ما بستی !
در کجائی ' چند روزے شد کہ پیدا نیستی !

مضامین باعتبار مواد و اصول نگارش دو طرح کے ہوتے ہیں - ایک صورت تو یہ ہے کہ عام واقعات و حوادث کے متعلق افکار و آرا کا اظہار کیجیے ' یا کسی علمی و دینی موضوع پر بحث کیجیے - اسکے لیے تلاش و رجوع کتب کی ضرورت ہوتی ہے - یا پھر اپنی یاد داشت اور حافظہ کی معلومات کی - اکثر لوگ تو اسکے لیے بھی فراغ خاطر اور جمعیت و سکون طبع کے محتاج ہوتے ہیں کہ دماغ ٹھکانے نہیں تو قلم و مداد کی صحبت کیسے گوارا ہو؟ مگر سچ یہ ہے کہ اگر دماغ مناسب ہو اور توفیق مدد ' قیاس رفیق ' تو اسکے لیے نہ تو فرصت کی ضرورت ہے نہ صحت کی - نہ دن کی شورش اسکے لیے مخل ' نہ رات کی سرگرانی اسمیں حائل - نہ تو پریشانی خاطر اسکو روک سکتی ہے اور نہ شورش طبع مانع ہوتی ہے - ہر وقت کسی نہ کسی طرح کام کیا جاسکتا ہے اور میرا تجربۂ و عمل یہی ہے -

الحمد اللہ کہ پریشانی و غموم و ہموم کے سخت سے سخت موانع میں بھی مجھے قلم جواب نہیں دیتا - وقت کی کمی کو کبھی بھی میں نے عدم تحریر و تالیف کیلیے عذر نہ سمجھا ' اور جمعیۃ خاطر کا اس بارے میں ابداً قائل نہیں - یہ ایک فضل و کرم ربانی ہے ' ورنہ اگر اپنے کاموں میں جمعیۃ خاطر اور فرصت و سکون کا محتاج ہوتا ' تو شاید چھہ مہینے کے بعد بھی ایک سطر لکھنے کی بمشکل امید ہوتی - کیونکہ میری زندگی بہ حسب اصطلاح زمانہ ' دلجمعی و فراغ خاطر کے اسباب سے بکلی محروم ہے - میرے لیے سرور و انبساط دائمی طور پر مفقود ہیں - میں ایک نا آشناے مسرت اور دائم الحزن زندگی رکھتا ہوں ' اور اپنے فیصلۂ حیات پر شاکر اور اپنی حالت پر قانع ہوں - اس نے اس حیات مستعار میں جو کچھہ دے رکھا ہے ' یہ بھی اسکا فضل ہے - جو کچھہ نہیں ہے ' اسکا حق ہی کسے تھا کہ گلہ و شکوہ ہو ؟ دنیا میں آئے ہوئے ہم سے کچھہ معاہدہ نہیں کیا گیا تھا کہ تمہاری ہر امید اور ہر خواہش پوری کر دی جائیگی ؟

کلید بستگی تست غم ' بجوش اے دل !
تو گر چنین نہ گدازی ' گرہ کشاے تو کیست ؟

لیکن دوسری قسم ان مضامین کی ہے جو باصطلاح قدیم " مصنوع " دماغ سے نہیں بلکہ دل سے تعلق رکھتے ہیں - جنکے لیے دماغ کی کاوش نہیں بلکہ دل کا جوش مطلوب ہے - جو حواس کی جگہ جذبات و عواطف کے تابع ہیں - جنکے لکھنے کیلیے بہترین وقت وہی ہوتا ہے جب دماغ لا یعقل مگر دل ہوشیار ہوتا ہے - اور جنکے لیے شرط اولین یہ ہے کہ ادراک و حواس کو بالکل معطل کر دیجیے اور سر تا پا پیکر جذبات مخفیہ و مجسمۂ حسیات قلبیہ بن جائیے کہ دل کے کار و بار کی رونق کیلیے بازار خرد و ہوش کی ویرانی ضرور ہے !

اس قسم کی چیزیں البتہ وقت اور حالات پر موقوف ہیں - ضرورت سے متاثر نہیں - جب تک چولہے میں آگ نہو ' دیگ سے دھواں نہیں اٹھہ سکتا - یہ آگ اپنے اختیار میں نہیں - کبھی خود بخود بھڑک اٹھتی ہے اور کبھی ہزار ہوا دیجیے ' ایک چنگاری بھی میسر نہیں آتی -

اسکی مثال یوں سمجھیے کہ کبھی موسم خزاں میں دل کا کوئی مخفی جوشش بہار اسطرح آپکو مترنم کر دیتا ہے کہ خود بخود گنگنانے لگتے ہیں ' اور کبھی طبیعت اسطرح افسردہ ہوتی ہے کہ عروس بہار کو با ہمہ عشوہ ہاے تمکین رو برو سامنے دیکھکر بھی شگفتہ نہیں ہوتی - اسکے بھی اسباب و محرکات ہیں ' مگر وہ نہیں جنسے دماغ و ادراک قوت و استعداد جلب کرتا ہے - وہ کچھہ دوسرے ہی محرکات ہیں ' اور جب تک انکا اشارہ نہو ' دل کی موسیقی کا تار مترنم نہیں ہوسکتا :

چاک مت کر جیب بے ایام گل
کچھہ ادھر کا بھی اشارہ چاہیے !

میری حالت اس بارے میں بالکل بے اختیارانہ ہے - ضرورت ہر طرح کا کام اپنے وقت پر کرا لیتی ہے ' مگر اپنی پسند اور خواہش جس شے کو ڈھونڈھتی ہے ' وہ دوسرے ہی کے قبضہ میں ہے :

زمام خاطر ما بستۂ تصرف تست
اگر یقین نداری بامتحان برخیز !

ارادہ تھا کہ اس موقعہ پر کچھہ لکھونگا مگر نہ لکھہ سکا - البتہ اسکی جگہ توفیق الہی نے اس سے اہم تر بلکہ اصل مقصود کی طرف اقدام عمل کا سامان بہم پہنچا دیا ' یعنی یوم الحج اور عید اضحی کی مقدس یاد کے ساتھہ جماعۃ " حزب اللہ " کی تکمیل تاسیس متشکل و متمثل ہوکر نمودار ہوئی ' اور میں نے دیکھا کہ الحمد للہ اب اسباب سکوت بکلی مرتفع ' موانع اقدام یکسر

مفقود ' اور استعداد طبع و آمادگی قلب بہمہ وجوہ مضطرب کار ہے - اور جو جمال مقصود نظارۂ یک نفس دکھلا کر مستور و محجوب ہوگیا تھا ' اب پھر با ہزاراں دلفریبی و رعنائی ' و با یک شہر دلنوازی و زیبائی ' پردہ در افگن نظارۂ امید ' و چہرہ بر افروز آرزوے دید ہے !

بازم از نو خم ابروے کسی در نظر ست
سلخ ماہ دگر و غرۂ ماہ دگرست !!

اس ماہ مقدس ' اس یوم مبارک ' اس آوان سعید میں ' جبکہ دشت حجاز کے ایک ایک ذرہ سے " لبیک ! لبیک ! اللہم لبیک !! " کی صدائیں اٹھ رہی ہونگی ' جبکہ لاکھوں انسان کسی کی تلاش میں مجنون وار دشت پیما ' اور کسی کے شوق میں والہانہ و مضطربانہ ' سر و پا برہنہ ' جسم پر کفنی لپیٹے ہوے " موتوا قبل ان تموتوا " کی یکسر تصویر ہونگے ! جبکہ اس مسلم اول ' اس مومن قانت ' اس پیکر خلت ' اس کشتۂ عبودیت ' اس جاندادۂ محبت ' یعنی اس (خلیل اکبر) کی صداے عشق و رما ابراہیم کداے حجاز کی ہر ہستی مضطر کے اندر سے " انا الحی بالحی الذی لا یموت " کے معنی حیات کو آشکارا کر رہی ہوگی کہ :

کشتگان خنجر تسلیم را
ہر زمان از غیب جانے دیگرست

غرضکہ ایسے یوم عظیم و وقت سعید میں کیونکر ممکن تھا کہ طالع کار خفتۂ غفلت رہتا ' اور طلیعۂ مقصود پردۂ فراموشی سے طالع نہ ہوتا ؟ پس فیضان الٰہی نے عین وقت پر دستگیری کی ' اور جبکہ موانع راہ و عدم تہیۂ اسباب سے میں یکسر انتظار تھا ' تو نوید فتح باب ' اور بشارۂ آغاز کار توقیع قبولیت لیکر اس طرح امید نواز قلب مشتاق ہوی نہ چشم حیران نظارہ نے مقام ابراہیم کی صلوۃ طواف ' ما بین الصفا و المروہ کے سعی ' یوم الترویہ کی صدا ہاے تہلیل ' قربانگاہ منی کے سیلاب خونین ' عرفہ کے مقام ' جبل عرفات کے اجتماع ' مزدلفہ کے وقوف ' اور طواف الوداع کے ہجوم میں عروس مقصود کو بے حجاب دیکھ لیا !

وو اللہ لولا خشیۃ الناس والحیا
لعانقتها بین المقام و زمزما

لبیک لبیک ' اللہم لبیک ' لا شریک لک لبیک ' ان الحمد والنعمۃ لک والملک لا شریک لک ! اللہم انک دعوت عبادک الی بیتک الحرام وقد جئت طائعا لامرک ' فاعفولی و ارحمنی یا ارحم الراحمین ! اللہم یا رب ھذا البیت العتیق ! اعتق رقابنا و رقاب ابائنا و امہاتنا و اخواننا و اولادنا من النار فی الدنیا والاخرۃ ! اللہم احسن عاقبتنا فی الامور کلہا ' واجرنا من خزی الدنیا و عذاب الاخرۃ !!

* * *

پس اب آغاز عمل ہے اور شورش کار ' امتحان راہ در پیش ہے اور مشکلات امور سامنے ' تحریراً جو کچھ کرنا ہے وہ خاتمۂ سخن کے در نمبر ہیں ' جن میں سے ایک آجکی اشاعت میں اور دوسرا اشاعت آیندہ میں شائع ہوگا کہ دلوں کی افسردگی و خموشی ذرا دور ہولے - اسکے بعد جو کچھ ہے اصل کار کا آغاز ہے : وتلک الدار الاخرۃ نجعلہا للذین لا یریدون علوا فی الارض ولا فسادا ' والعاقبۃ للمتقین -

آج کے مقالۂ افتتاحیہ کا کچھ حصہ کسی گذشتہ اشاعت میں بھی شائع ہوچکا ہے لیکن بقیہ مضمون کی اشاعت اس وقت روک دی تھی - چونکہ سلسلۂ بیان کیلیے وہ تکرار ضروری تھا اسلیے آج اتنا حصہ مکرر شائع کیا جاتا ہے تاکہ بلا زحمت رجوع پیش نظر آجاے :

یارب دل پاک و جان آگاہم دہ !
آہ شب و گریۂ سحرگاہم دہ !

در راہ خود اول ز خودم بیخود کن !
و انگہ بیخود زخود بخود راہم دہ !

مسئلۂ اسلامیۂ کانپور

اس ہفتے مسئلۂ اسلامیۂ کانپور کی مصالحۃ کے متعلق صیغۂ مراسلات میں متعدد مکاتیب و مضامین بالا قتباس درج کیے گئے ہیں - یہ انکے علاوہ ہیں جنکی اشاعت کسی وجہ سے غیر ضروری تھی - صرف ایک اہم مراسلہ باقی رہگئی ہے - نیز جناب مولانا عبد الباری کے ایک تازہ گرامی نامہ کا کچھ حصہ ' یہ دونوں آیندہ اشاعت میں درج ہونگے -

میں اسے کبھی پسند نہیں کرسکتا کہ خیالات کے اعلان کو روکا جاے اور شکایتوں کا علاج یہ تجویز کیا جاے کہ شکایتوں کے وجود سے انکار ہو !

موافقت جیسی کچھ اور جتنی کچھ ہے ' عام اور آشکارا ہے - پس مقدم امر یہ ہے کہ جو مخالفانہ آرا ہوں ' وہ بھی ایک مرتبہ پوری طرح سامنے آجائیں - اسکے بعد فہم و تفہیم کی کوشش کرنی چاہیے -

میں نے گذشتہ اشاعت میں عرض کیا تھا کہ فکر مستقبل کی نسبت اپنے خیالات ظاہر کرونگا - لیکن افسوس کہ بعض امور حتکا علم و تصفیہ قبل از اظہار راے ضروری ہے ' اب تک صاف نہیں ہوے - اسلیے اس ہفتے تمام مراسلات متعلق مسئلہ کانپور شائع کردیتا ہوں - آیندہ ہفتے جو کچھ اختتامی طور پر عرض کرنا ہے عرض کرونگا -

النبأ الالیم !

جنوبی افریقہ میں بد بختان ہند کے مصائب اب اس حد تک پہنچ گئے ہیں کہ انسانیت کیلیے ماتم کدہ اور عدل و انصاف کیلیے مصیبۂ عظمی ہے ! کیا عجیب انقلاب حالت ہے کہ جن لوگوں کے حقوق کے تحفظ کے بہانے انگلستان نے ٹرانسوال کے لاکھوں نفوس جنگ بوئر میں قتل کیے تھے ' آج انہی سے جیل خانے آباد ہیں اور کوئی نہیں جو انکی فریادوں پر کان دھرے ! دس برس سے زیادہ زمانہ گذر گیا کہ یہ آوارگان غربت مورد مصائب و الم ہو رہے ہیں - نہ تو انگلستان کی شہنشاہی کچھ اپنے اثر سے کام لے سکتی ہے ' اور نہ حکومت ہند کے پاس انکے زخموں کیلیے کوئی مرہم ہے :

فریاد کہ ہر کس ناسبری فتد ' او را
شرط ست کہ از خویش و وطن دور شود !

کسی دوسری جگہ بعض ضروری تلغرافات کا خلاصہ درج کیا گیا ہے اور تفصیلی حالات سے تو آجکل روزانہ اخبارات کے صفحوں کے صفحے رنگے ہوے ہیں - مجھے اپنے اخوان ملت سے صرف یہ عرض کرنا ہے کہ اس موقعہ پر اپنے ہم وطنان دور و مہجور کی خبر لیں - آج تک جو ضلالت و غفلت مسلمانوں کے سیاسی مذاق پر چھائی ہوئی تھی ' اسکا سب سے بڑا درد انگیز نتیجہ یہ تھا کہ ملک کی فلاح و بہبود کی طرف سے انہوں نے بالکل آنکھیں بند کرلی تھیں ' اور اس اصلی شرف خدمت ملک و وطن کو صرف ہندوؤں کے لیے چھوڑ دیا تھا - انکو سمجھایا گیا تھا کہ " مسلمانوں کا پالیٹکس صرف ہندوؤں سے لڑنا اور اپنی علحدہ قومیت کو قائم کرنا ہے اور بس " اسلیے وہ ہمیشہ سمجھتے رہے کہ ملک و اہل ملک کی خدمت سے انہیں کوئی واسطہ نہیں -

لیکن الحمد اللہ کہ اب حالت پلٹی ہے اور مسلمانوں نے بھی ملکی سیاست کے مفہوم کو سمجھنا شروع کیا ہے - ضرور ہے کہ وہ اپنی تغیر حالت کا اب قدم قدم پر ثبوت دیں اور ملک و اہل

ملک کي هر خدمت ميں ابناے وطن سے بڑھکر حصه ليلے اور سب سے اگے رهنے کي کوشش کريں - تاکه اس طرح انکي پچھلي غفلت و معصيت ملکي کا کفارہ هو -

جنوبی افریقه کے هندوستانیوں کا سوال تمام اهل ملک کیلیے پیام ماتم هے - اسلام انسانیت اور اسکے حقوق کے احترام کا سب سے بڑا معلم هے ' اسلیے اج مسلمانوں کے دلوں میں بھی اس مصیبت کی تپش سب سے زیاده هونی چاهیے - مصیبت زدگان افریقه میں بکثرت مسلمان نهیں مگر میں نهیں چاهتا که اسطرف زور دوں - بهر حال وہ انسان هیں ' مظلوم هیں ' اور پھر خاک هند کے فرزند ' پس هر شخص کو جو هندوستان میں بستا هے ' اس ماتم میں حصه لینا چاهیے -

وقت هے که مسلمانان هند بزرگ ملک مسٹر (گوکھلے) کی اپیل کا دل کھولکر استقبال کریں - جہاں تک جلد ممکن هو ' هر شهر اور هر مقام پر اعانتي فهرستیں کھل جاني چاهئیں - اداره الهلال بھي وجه اعانت کو وصول کرنے کیلیے طیار هے -

فتنۂ اجودهیا

امسال عید قرباني الحمد لله که بغیر کسی انسانی قربانی کے بخیر و خوبی گذر گئی - اور خدا وہ دن جلد لاے که ملک کی تمام قومیں باهمي نزاعات کی جگه ' صرف اپنے ملک کی صلاح و فلاح هی کو اپنی قوتوں کا مصرف بنائیں -

(اجودهیا) میں ابکے قربانی حکماً روک دي گئی - میں نے یه سنا اور اسپر چنداں افسوس نهوا ' کیونکه بہت سے مسلمان خود بھی اراده کر رهے تھے که برضا و رغبت اس حق سے دست بردار هوجائیں - لیکن کهه نهیں سکتا که شدت غم و غصه سے میرے دماغ کا کیا حال هوا ' جب میں نے پڑھا که مسلمانان اجودهیا قربانی کے ماتم میں نماز عید سے بھی دست بردار هوگئے که اگر قربانی کو مجسٹریٹ روک سکتا هے تو نماز کو هم بھی روک دیسکتے هیں ۔

همارا بھی تو آخر زور چلتا هے گریباں پر ا

مجھے معلوم نهیں که اجودهیا کے مسلمانوں میں پڑھے لکھے لوگ بھی هیں یا نهیں ' اور انهیں اپنے دین و مذهب کي بھي کچھه خبر هے یا نهیں ؟ بظاهر اس واقعه سے تو یهي معلوم هوتا هے که انکي مسلماني گوشت کھانے هي تک هے اور بس -

اِن جاهلوں سے کوئي پوچھے که عید کے دن قرباني کرنا امام ابو حنیفه (رح) کے نزدیک واجب هے ' اور ائمۂ ثلاثه کے نزدیک سنت - احادیث کا ذخیره بھي دوسرے هي مذهب کا موید هے - پس اگر قرباني روکدي گئي تھي تو ایک عمل سنت یا زیاده سے زیاده واجب کے ادا کرنے سے وہ محروم رهگئے تھے ' اور اُسکي بھي اُنکے سر کوئی پرسش نه تھی ' کیونکه حاکم کے حکم سے مجبور تھے - لیکن نماز تو خدا کا ایک مقرر کرده فرض اور اعظم ترین شعائر اسلام بلکه عمود دین و ملت هے - پھر ایک عمل سنت کے اجباري ترک سے انهوں نے ایک عظیم ترین اور داخل قدرت و اختیار فرض کو کیوں چھوڑ دیا ' اور عین عید کے دن الله کے آگے سر عبودیت جھکانے سے دیده و دانسته کیوں باز رهے ؟

یه کونسی عقل مندي هے که اگر جیب سے ایک دھیلا گر جاے تو هاتھه کی اشرفی بھی پھینک دي جاے ؟

رفتار سیاست

بالاخر دولت علیه اور یونان میں بھي صلح هوگئي - صلح نامه پر دستخط نصف شب کے بعد هوے - نزاع انگیز امور طے نه هو سکے اور یه اس صلحنامه کا ایک ما به الامتیاز ضعف هے که اهم امور کا تصفیه ثالثي کے هاتھه دیدیا گیا هے -

یورپ کے سوا اور کون هے جو پنچ بنسکتا هے ؟ اسلیے ابھي اس داستان الممالک کو ختم نه سمجھنا چاهیے بلکه اسکے تتمے یا یورپ کي نصفت پروري کي حکایت سننے کے لیے طیار رهنا چاهیے -

البانی حدود کا مسئله هنوز غیر منفصل هے - یوناني و البانی حدود کی تعیین کے لیے جو کمیشن بیٹھا تھا ' اسکے برطانی ممبر نے چند تجاویز پیش کي تھیں - ریوٹر کو معلوم هوا هے که دول میں اسکے متعلق باهم مبادله آرا هو رها هے - امید هے که یه تجاویز جلد اختیار کرلي جائیں گي ' کیونکه آسٹریا اور اطالیا نے ان سے اتفاق کرلیا هے -

حدود کے متعلق ایران و ترکی میں چند اختلافات تھے جنکے فیصله کے لیے قسطنطنیه میں ایرانی عثمانی وکلاء کی ایک مجلس بیٹھی تھی - اب اس نے ایک عهد نامه ترتیب دیا هے - اس کی رو سے جنوبی سرحد شط العرب کے ساحل یسار کے پیچھے پیچھے جائیگی لیکن اس دریا میں ایران کے جهاز راني کے حقوق پر کوئي اثر نهیں پڑیگا -

حکومت ایران نے ۱۷ - نومبر کو برطانی اور روسي سفارتخانوں کو اطلاع دي هے که اس عهد نامه کي باقاعده تصدیق کرنا چاهتي هے - اسکو امید هے که اس باب میں ایراني فوائد و مصالح محفوظ رهینگے -

جنوبي افریقه

محرم عشق تو ام می کشند غوغائیست
تو نیز بر سر بام آ که خوش تماشائیست !

۸ - نومبر یوم شنبه کو تیسري مرتبه مسٹر گاندھي قانون عهد نامه نٹال کي خلاف ورزي کے جرم میں گرفتار هوے - گرفتاري کے بعد ڈنڈي بھیجدیے گئے - ڈنڈي کي عدالت میں مسٹر موصوف کے وکیل نے انتهائي سزا کي درخواست کي - عدالت نے ۱۱ - نومبر کو ساٹھه پونڈ جرمانه کیا اور در صورت عدم اداے جرمانه ۹ - ماه کي قید - انهوں نے قید کو جرمانه پر ترجیح دي ! !

مسٹر گاندھي کے ساتھه جسقدر اور اشخاص تھے ' وہ سب نٹال واپس بھیجدیے گئے جہاں گرفتار کرکے ڈان هاسر جلا وطن کر دیے گئے هیں -

مسٹر پولک اور مسٹر کیلین بیچ مسٹر گاندھي کے دست و بازو تھے - یه دونوں بھي بجرم اعانت و اغوا گرفتار کرکے والکسرسٹ کے حوالات میں بھیجدیے گئے - ضمانت کي درخواست کي گئي مگر اس بنا پر نا منظور هوئي که دونوں صاف صاف آئنده مدافعت میں حصه نه لینے کا وعده نهیں کرتے تھے -

نٹال انڈین ایسوسي ایشن نے مسٹر گوکھلے کو حسب ذیل تار موصول هوا هے :

" مقاومت مجهول کے تمام لیڈر جیل بھیجدیے گئے هیں - گورنمنٹ نے کانوں کے احاطوں کو هنگامي قید خانے قرار دیا هے -

[بقیه مضمون کے لیے صفحه اول ملاحظه هو]

يـوم الحج

الله اكبر' الله اكبر' لا اله الا الله و الله اكبر' الله اكبر' و لله الحمد !!

قافلۂ حجاج منی سے عرفہ جاتے ہوے !

ذلک يوعظ به ' من كان منكم يومن بالله واليوم الاخر

الا ' ان حزب الله هم الغالبون

(۱) ۱۳۳۱ هجری

خاتمۂ سخن و اغاز عمل

———]*[———

انما وليكم الله و رسوله و الذين امنوا ' الذين يقيمون الصلوة و يوتون الزكواة و هم راكعون - و من يتول الله و رسوله و الذين امنوا ' " فان حزب الله هم الغالبون " (۵ : ۲۶)

اے مسلمانو! تمہارا دوست الله ہے ' اسکا رسول ' اور وہ لوگ جو الله اور رسول پر ایمان لاچکے ہیں ' جو صلوۃ الہی کو دنیا میں قائم کرے ' اسکی راہ میں اپنے مال کو صرف کرتے ' اور سب سے زیادہ یہ کہ ہر وقت الله اور اسکے حکموں کے آگے جھکے رہتے ہیں - پس جو شخص الله ' الله کے رسول ' اور صاحبان ایمان کا ساتھی ہوکر رہیگا ' تو یقین کرو کہ وہ " حزب الله " میں سے ہے ' اور " حزب الشیاطین " کے مقابلے میں حزب الله ہی کا بول بالا ہونے والا ہے !!

ز شرح قصۂ ما رفت خواب از چشم خاصان را
شب آخر گشتہ و افسانہ ار افسانہ میخیزد !

— :*: —

و العصر ' إن الانسان لفي خسر ' الا الذين آمنوا و عملوا الصالحات ' و تواصوا بالحق و تواصوا بالصبر - قسم ہے اس عصر انقلاب اور دور تغیرات کی ' جو پچھلے دور کو ختم کرتا ' اور نئے دور کی بنیاد رکھتا ہے ' کہ نوع انسانی کیلیے دنیا میں نقصان و ہلاکت کے سوا کچھہ نہیں - مگر ہاں وہ نفوس قدسیہ ' جو قوانین الہیہ پر ایمان لائے ' اعمال صالحہ اختیار کیے ' ایک دوسرے کو امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے ذریعہ دین حق کی وصیت کرتے رہے ' اور نیز صبر و استقامت کی بھی انہوں نے تعلیم دی (۱۰۳ : ۴) اولئك على هدى من ربهم ' و اولئك هم المفلحون (۲ : ۴)

یہ ہے جماعت " حزب الله " کا مقصد وحید ' جسے غالباً ہر شخص دن میں ایک دو مرتبہ نماز کے اندر ضرور پڑھتا ہے ' اور یہ ہے خلاصہ اسکے پیش نظر اغراض کا ' جو سورۂ " والعصر " کی صورت میں ہر مسلمان کے آگے موجود ہے - فمن شاء اتخذ الی ربه سبیلا !

گذشتہ تمہید کی چار صحبتوں میں جو کچھہ عرض کر چکا ہوں ' اس سے بہت زیادہ عرض کرنا تھا ' مگر مناسب یہ نظر آیا کہ پہلے مختصراً اصل اغراض و مقاصد بیان کردے جائیں ' اور اسکے بعد انکی ہر دفعہ پر ایک مستقل مضمون شائع کیا جاے :

مخاطب اند کے نارک مزاج ست
سخن کم گو ' کہ کم گفتن رواج ست

(۱) یہ ایک عجیب حسن اتفاق ہے کہ جس آیۂ کریمہ کی بنا پر اس جماعت کا نام " حزب الله " رکھا گیا ہے ' اس آیۂ کریمہ کے عدد بقاعدۂ جمل ۱۳۳۱ ہیں اور یہی ہجری سنہ اس جماعت کی تاسیس کا ہے !!

(تلاش مقصود)

لیکن کم از کم آج پہلے مقصد کے متعلق تو چند کلمات ضرور عرض کرونگا اور معافی خواہ ہوں اگر آن احباب کرام کو شاق گذرے ' جو اب صرف اصل دفعات طریق عمل ہی کے مشتاق ہیں -

گذشتہ مطالب و بیانات سے آپ نے اندازہ کرلیا ہوگا کہ اس عاجز کا مقصد کیا ہے ؟ آخری نمبر کے خانے کی سطور میں عرض کرچکا ہوں کہ ہمکو آج سب سے پہلے کس چیز کا متلاشی ہونا چاہیے ؟

دنیا کی بیماریاں ہمیشہ یکساں رہی ہیں اسلیے انکا علاج بھی اصولاً ایک ہی ہونا چاہیے - وہ جب کبھی متلاشی ہوی ہے ' تو اسکی تلاش اُس جستجو سے کبھی بھی مختلف نہ تھی ' جو جستجو کہ آج ہمیں درپیش ہے -

ایک ہی چیز تھی ' جسکی ہمیشہ تلاش رہی - ہم بھی آج اُسی کو ڈھونڈھیں گے -

جبکہ اسی زمین پر ایسے ہزاروں برس پہلے خدا کے ایک مخلص

من لم یزدہ مالہ وولدہ الا خسارا (۷۱ : ۲۱)

پکار پکار کر تیرا پیغام پہنچایا ' اور اسکے بعد بھی ظاہر و پوشیدہ ' ہر طرح سمجھایا ' لیکن خدایا ! با این ہمہ سعی ودعوت و اصلاح ' ان سرکشوں نے میرا کہا نہ مانا اور انہی معبودان باطل کی غلامی کرتے رہے جنھوں نے انکے مال اور انکی اولاد کو فائدہ کی جگہ الٹا نقصان ہی پہنچایا "

تو وہ بھی اپنی قوم کو اُسی کی تلاش کا پتہ دے رہا تھا -

(۲)

جبکہ کالدیا کے بت خانے میں ایک برگزیدہ نو جوان نے امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا فرض ادا کیا ' جبکہ اس نے اپنے ہاتھہ میں چھری لی ' اور اپنے فرزند عزیز کو محبت الہی کی بیخودی میں دشمنوں کی طرح زمین پر دے پٹکا ' جبکہ اُس نے دنیا سے رخصت ہوتے ہوے اپنے خاندان کو دین الہی کی پیروی کی وصیت کی اور کہا :

ربنا انی اسکنت من ذریتی بواد غیر ذی زرع عند بیتک المحرم ' ربنا لیقیموا الصلوۃ ' فاجعل افئدۃ من الناس تہوی الیہم و ارزقہم من الثمرات لعلہم یشکرون (۱۴ : ۴۰)

" وادی غیر ذی زرع " ایام حج میں !

بندے نے اسکو درد اور تڑپ کی آواز میں پکارا تھا اور کہا تھا کہ :

رب انی دعوت قومی لیلاً و نہارا ' فلم یزدہم دعای الا فرارا ' و انی کلما دعوتہم لتغفر لہم ' جعلوا اصابعہم فی اذانہم واستغشوا ثیابہم و اصروا و استکبروا استکبارا - ثم انی دعوتہم جہارا ' ثم انی اعلنت لہم و اسررت لہم اسرارا - (۷۱ : ۹) قال نوح : رب انہم عصونی واتبعوا

خدایا ! میں نے اپنی قوم کو رات دن حق و ہدایت کی دعوت دی ' لیکن افسوس کہ میری دعوت کا نتیجہ بجز اسکے اور کچھہ نہ نکلا کہ وہ اور مجھسے بھاگنے لگی - میں نے جب کبھی انکو پکارا تاکہ وہ تیری طرف رجوع ہوں ' تو انہوں نے اپنے کانوں میں انگلیاں ٹھونس لیں کہ کہیں میری آواز نہ سن لیں ' اور اپنے اوپر سے کپڑے اوڑہ لیے کہ کہیں میرے چہرے پر نظر نہ پڑجاے اور ضد اور شیخی میں آکر اکڑ بیٹھے ! اس پر بھی میں باز نہ آیا ' پھر انہیں

یا بنی ! ان اللہ اصطفی لکم الدین فلا تموتن الا و انتم مسلمون ! (۲ :)

دیکھو ! اللہ نے تمہارے اس دین اسلام کو تمہارے لیے پسند فرما یا ہے ' پس ہمیشہ اسی پر قائم رہنا ' اور دنیا سے نہ جانا مگر اس حالت میں کہ تم مسلمان ہو ! !

تو اُس نے بھی اُسی کو ڈھونڈھا اور پایا تھا -

(۳)

جبکہ تخت گاہ فراعنہ کے ایک قید خانہ میں کنعان کے قیدی نے دین الہی کا وعظ کہا ' اور جبکہ اس نے اپنے ساتھیوں سے پوچھا کہ :

یا صاحبی السجن ! ارباب متفرقون خیر ام اللہ الواحد القہار ؟ ما تعبدون من دونہ الا اسماء سمیتموہا انتم و اباؤکم ما انزل اللہ

" اے یاران محبس ! بہت سے مالک اور آقا بنا لینا اچھا ہے یا ایک ہی خداے قہار کے آگے جھکنا ؟ تم جو اللہ کو چھوڑ کر دوسرے معبودوں کی پرستش کر رہے ہو ' تو یہ اسکے سوا کیا ہے کہ چند

بها من سلطان ان الحکم الا لله ' امر الا تعبدوا الا اياه - ذالك الدين القيم ' ولكن اكثر الناس لا يعلمون (۱۲ : ۴۱)

نام هيں جو تم نے اور تمهارے پيش روں نے گهڑ ليے هيں ؟ حالانکه خدا نے تو اسکے ليے کوئي سند بهيجي نهيں - اے گمرا هوا ! يقين کرو که تمام جهان ميں حکومت صرف اسي خدا کيليے هے ! اس نے حکم ديا هے که صرفاً سي کے آگے جهکو ! يهي اسلام کا سيدها راسته هے - ليکن افسوس که اکثر لوگ نهيں سمجهتے ! "

تو اسکي نظر بهي اسي کے طرف تهي ' اور اسي کي تلاش تهي ' جسکا وه سراغ دے رها تها !

(۴)

وه " شاطي و ادي ايمن " اور " بقعهٔ مبارکه " کا مقدس چرواها ' جبکه کوه سينا کے کنارے " اني انا الله رب العالمين " کي نداء مقدس سے مخاطب هوا تها ' اور جبکه ايک ظالم و جابر حکومت کي غلامي سے نجات دلانے کيليے اس نے يکهٔ و تنها ' فرمان رواے عهد کے سامنے حريفانه کهڑے هوکر پيشين گوئي کي تهي که :

ربي اعلم بمن جاء بالهدى من عنده ' ومن تكون له عاقبة الدار ' انه لا يفلح الظالمون - (۲۸ : ۳۸)

يعني اے لوگو ! مجهکو جهٹلانے ميں جلدي نه کرو ! خدا خوب جانتا هے که کون شخص اسکي طرف سے سچائي ليکر آيا هے ' اور آخر کار کس کے هاته نتيجه کي کاميابي آنے والي هے ؟ يقين کرو که خدا کبهي ان لوگوں کو فلاح نهيں ديتا ' جو بر سر ناحق هيں ! "

تو وه بهي اسي تلاش کا اعلان کر رها تها ' اور يهي تلاش تهي جسنے اسے منزل مقصود تک پهنچايا تها -

(۵)

وه " ناصره " کا نوجوان اسرائيلي ' جو پچهلي کتابوں کي پيشين گوئي کے مطابق آيا تها ' تا که عهد اسرائيلي کے خاتمے اور دور اسماعيلي کے آغاز کا اعلان کرے ' اور جبکه اس نے جلنے سے پيشتر ايک باغ کے گوشے ميں اپنے نادان اور نا سمجه ساتهيوں سے کها تها که :

اني رسول الله اليكم مصدقا لما بين يدي من التوراة و مبشراً برسول ياتي من بعدي ' اسمه " احمد " - (۶۱ : ۷)

ميں الله کے طرف سے تمهاري طرف بهيجا هوا آيا هوں - ميں کوئي نئي شريعت نهيں لايا ' بلکه ميرا کام صرف يه هے که کتاب تورات کي ' جو مجهسے پهلے آچکي هے ' تصديق کرتا هوں ' اور ايک آنے والے رسول کي خوشخبري ديتا هوں جو ميرے بعد آئيگا اور جسکا نام " احمد " هوگا ! "

تو وه بهي اسي وادي جستجو کا ايک کامياب قدم شوق تها ' اور يهي گوهر مقصود تها ' جسکے ليے اس نے اپنے بے عقل ساتهيوں کے جيب و دامن کو بيقرار ديکهنا چاها تها -

(٦)

اور پهر وه ظهور انسانية کبرى ' وه مجسمهٔ نعمة الهيهٔ عظمى ' وه معلم کتاب و حکمت ' وه مزکي نفوس و انسانيت ' وه " هادي الى صراط مستقيم " وه مخاطب " انک لعلى خلق عظيم " وه تاجدار کشور ستان يزداں پرستي ' وه فتح ياب اقليم قلوب انساني ' وه علم آموز درسگاه " ادبني ربي فاحسن تاديبي " وه خلوت نشين شبستان " ابيت عند ربي هو يطعمني و يسقيني " يعني وه وجود اعظم و اقدس ' جسکے ليے دشت حجاز ميں ابراهيم خليل (ع) نے اپنے خدا کو پکارا : (ربنا و ابعث فيهم رسولاً منهم ' يتلو عليهم اياتك و يعلمهم الكتاب والحكمة ' و يزكيهم - ۲ : ۱۲۱) جسکے نور مبين کي تجلي فاران کي چوٹيوں پر موسى (ع) نے ديکهي ' جسکے عشق ميں داؤد (ع) نے نغمه سرائي کي ' جسکے جمال الهي کي تقديس ميں سليمان (ع) اپنے تخت جلال پر جهک گيا جسکے طرف يوحنا (ع) نے پوچهنے والوں کے پيغمبرانه اشاره کيا ' اور جسکے ليے ناصره کے اسرائيلي نبي نے اپنا جانا هي بهتر سمجها ' تاکه اپنے باپ سے جو آسمان پر هے سفارش کرے ' اور اسکو " جو آنے والا هے " جلد بهيجدے - (يوحنا : ۱۶ : ۸) -

و اذ جعلنا البيت مثابة للناس و امنا ' و اتخذوا من مقام ابراهيم مصلى و عهدنا الى ابراهيم و اسمعيل ان طهرا بيتي للطائفين و العاكفين و الركع السجود (۲ : ۱۹)

غرضکه جب وه " آنے والا " آيا ' اور خدا کي زمين آخري مرتبه سنواري گئي ' تا اسکي ابدي حکومت و جلال کا تخت بچهے ' اور پهر اسکے فرمان آخري کا اعلان هوا :

و من يبتغ غير الاسلام دينا ' فلن يقبل منه و هو في الاخرة من الخاسرين - (۳ : ۷۹)

" اب سے جو انسان احکام اسلامي کي جگهه کسي دوسري تعليم کو تلاش کريگا ' تو يقين کرو که اسکي تلاش کبهي مقبول نهوگي ' اور اسکے تمام کاموں کا آخري نتيجه نا مرادي هي هوگا ! ! "

تو وه بهي اسي کي جستجو ميں نکلا تها ' جسکي جستجو ميں سب نکلے ' اور قبل اسکے که وه اسکے ليے بيقرار هو ' خود اس نے بيقرار هوکر اسکا هاته پکڑ ليا تها :

و وجدك ضالاً فهدى (۹۳ : ۷)

اور اے پيغمبر ! هم نے تم کو ديکها که هماري تلاش ميں سرگرداں هو پس هم نے (خود هي) تم کو اپني راه دکهلا دي !

(۷)

دنيا کي خوشي مرجها گئی تهي - اسکا جمال صداقت پژمرده ' اور اسکا چهرهٔ هدايت زخمي هوگيا تها - وه پيمان و مواثيق ' جو

اولاد آدم نے مقدس رسولوں کے سامنے ' انکے پاک پیغاموں کو سنکر خدا سے باندھے تھے ' ایک ایک کرکے عصیان و تمرد سے توڑ دیے گئے تھے ' اور خداکی رحمت و رافت زمین کے بسنے والوں سے روٹھہ گئی تھی - اُسکا وہ جمال ازلی و ابدی ' جس سے پردے اٹھادیے گئے تھے تا اسکے ڈھونڈھنے والوں کو محرومی نہو ' اب پھر مستور و محجوب ہوگیا تھا - اور اُسمیں اور اسکے بندوں میں کوئی رشتہ باقی نہ تھا -

ہاں ' کوئی نہ تھا ' جو اسکو ڈھونڈھے - کوئی قدم نہ تھا ' جو اسکی طرف دوڑے - کوئی آنکھہ نہ تھی ' جو اسکے لیے اشکبار ہو - کوئی دل نہ تھا ' جو اُسکی یاد میں مضطرب ہو - کوئی روح نہ تھی ' جو اُسے پیار کرے - اُسکی دنیا اُس سے بے خبر تھی - اسکے بندے اُس سے غافل تھے - انسان کا ضمیر مرچکا تھا ' فطرة کا حسن حقیقی عصیان عالم کی تاریکی میں چھپ گیا تھا - طغیان و سرکشی کے سیلاب تھے ' جو خشکی و تری ' دونوں میں اُمنڈ آے تھے ' اور جسکے اندر خدا کے رسولوں کی بنائی ہوئی عمارتیں بہہ رہی تھیں :

ظهر الفساد في البر والبحر بما كسبت ايدي الناس (۳۰ : ۴۰)

خشکی اور تری ' دونوں میں انسان کے عصیان و سرکشی سے فتنہ و فساد پھیل گیا !

ان الوسائل للملوک ببابهم
و وسیلتي العظمی بهذا الباب !

مدینہ منورہ کا دروازہ : باب العنبریہ
(جس کو باب الرشادیہ بھی کہتے ہیں)

جبکہ یہ حالت تھی تو دنیا بگڑکر پھر سنوری ' انسانیۃ مرکر پھر زندہ ہوئی ' اور خدا نے اپنے چہرے کو پھر بے نقاب کردیا - وہ جو شام کے مرغزاروں اور برو شلیم کے ہیکل کے ستونوں سے روٹھہ گیا تھا ' اب پھر آگیا ' تا کہ دشت حجاز کے ریگستانوں کو پیار کرے ' اور اپنے راز و نیاز محبت کیلیے ایک نئی قوم کو چن لے - دنیا جو صدیوں سے اسکو بھلا چکی تھی ' پھر اُسکی تلاش میں نکلی ' اور انسان نے اپنے مقصود و مطلوب کو کھو کر پھر دوبارہ پالیا :

قد جاءکم من الله نور و کتاب مبین ' یهدي به الله من اتبع رضوانه سبل السلام ' ویخرجهم من الظلمات الی النور ' و یهدیهم الی صراط مستقیم (۴ : ۱۸) -	بیشک تمہارے پاس الله کے طرف سے ایک نور ہدایت ' اور ایک کتاب مبین آئی ' الله اُسکے ذریعہ سلامتی کے راستوں پر ہدایت کرتا ہے اُس کی ' جو اُسکی رضا چاہتا ہے ' اور اُسکو ہر طرح کی گمراہی کی تاریکی سے نکال کر ہدایت کی روشنی میں لاتا ' اور صراط مستقیم پر چلاتا ہے !

(۸)

غرضکہ دنیا کی حیات ہدایت و سعادت کی تاریخ یکسر تلاش و جستجو ہے - اس نے اپنے ہر دور میں کھویا ' اور پھر ہر دور میں اسکی تلاش میں نکلی - وہ جب کبھی گری تو اُسی کو کھو کر گری ' اور جب کبھی اُٹھی ' تو اسی کی تلاش کا ولولہ لیکر اُٹھی - اسکے ہادیوں نے جب کبھی اسکو جگایا تو اسی کیلیے جگایا ' اور جب کبھی اُسکا ہاتھہ پکڑا ' تو اسی جستجو میں نکلنے کیلیے پکڑا - اُس کی یہ تلاش ہمیشہ کامیاب ہوئی ' اور اس نے جب کبھی پکارا ' اُسے جواب ملا - پانی کے ملنے میں کبھی بھی دیر نہ ہوئی ' البتہ تشنگی کا ثبوت ہمیشہ مانگا گیا :

جمال حال شود ترجمان استحقاق
دلیل آب جگر تفتگی و تشنہ لبی ست !

(جماعة)

لیکن یہ انقلاب عظیم جو ہئیۃ انسانیۃ میں ہوا ' جس نے دنیا کو یکسر بدل دیا ' اور جس عزیز گم گشتہ کو وہ بھول بیٹھی تھی ' اسکی تلاش و جستجو میں گم ہوکر ' پھر نمودار ہوئی ! کس چیز کا نتیجہ تھا ؟

یقیناً وہ ایک صداے الہی تھی ' لیکن کن کے اندر سے اُٹھی ؟ کچھہ شک نہیں کہ وہ جمال ربانی کی ایک بے نقاب بخشش نظارہ تھی ' لیکن اس جلوہ ریزی کا آفتاب ' کن کے سیماء وجوہ پر چمکا ؟

اُنکے ' جنکی نسبت کہا گیا کہ " سیما هم في وجوههم من اثر السجود " !!

اصل یہ ہے کہ وہ ایک جماعت تھی ' اور تاریخ اصلاح عالم میں یاد رکھنا چاہیے کہ ہر دعوت و انقلاب اصلاح نے سب سے پہلے جماعت ہی کو پیدا کیا ہے - دعوت الہی اگر کوئی بیج ہے تو اسکے درخت کی پہلی شاخ جماعت ہی ہے - دنیا میں جب کبھی کوئی اصلاحی تغیر ہوا ہے ' تو محض تعلیمات سے نہیں ہوا ہے بلکہ اُس جماعت کے اعمال سے ہوا ہے ' جو اُن تعلیمات کی حامل و محافظ تھی - وہ صدائیں جو محض زبانوں سے اٹھتی ہیں ' ہوا کی منجمد سطح میں تموج پیدا کرسکتی ہیں مگر دلوں کے سمندر میں لہریں پیدا نہیں کرسکتیں - کان انکو سنتے ہیں ' پر دل انکے آگے مسجود نہیں ہوتے -

یہی سبب ہے کہ دنیا میں جب کبھی مصلحین حق کا ظہور ہوا ' خواہ وہ ظہور انبیا و رسل کرام کا تھا جو بمنزلۂ اصل ہیں ' یا انکے متبعین و مجدد دین کا جو بمنزلۂ فرع و ظل کے ہیں ' مگر ہمیشہ انکا پہلا کام یہی رہا کہ انہوں نے اپنی تعلیم و دعوۃ کا نمونہ ایک جماعت کی صورت میں پیش کیا - اور پھر یہ بنیاد جتنی محکم بن سکی ' اتنا ہی استحکام بعد کی تعمیرات کو بھی حاصل ہوا ہے - حضرة ابراہیم کی نسبت قران کریم نے تصریح کی ہے کہ !

لقد کان لکم اسوة حسنة في ابراهيم " والذين معه " (۶۰ : ۴) " بیشک تمہارے واسطے اتباع و پیروی کیلیے ایک بہترین نمونہ اور نصب العین ہے حضرة ابراہیم کی زندگی میں - نیز " انکے ساتھیوں " کی زندگی میں "

فرمایا کہ " والذین معه " اور وہ لوگ جو انکے ساتھی ہیں - یہی " معیت " ہے جو اعمال اصلاح و نبوت کی حامل و محافظ ہوتی ہے ' اور اُس امانت اصلاح و دعوت کو دنیا میں پھیلانے کیلیے

سنبهال لیتي هے ' جو انبیاء کرام لیکر دنیا میں آتے هیں -

حضرة نوح جب کشتي میں سوار هوے تو ستر آدمي انکے ساتهه تهے - حضرة (موسی) کا ساتهه ابتدا میں خود بني اسرائیل میں سے بهی ایک تعداد قلیل نے دیا ' حضرة مسیح نے اپنی تمام حیات دعوة میں بارہ آدمی پیدا کیے ' لیکن فی الحقیقت یہی جماعتیں تهیں ' جنهوں نے لاکهوں اور کروڑوں دلوں کو مسخر کیا ' اور زمین کے بڑے بڑے حصوں کو اپنی اصلاح و دعوت کے آگے سر بسجود پایا -

کیونکه وہ دعوت و اصلاح کي جماعتیں تهیں ' جو آن تعلیمات کا اپنے اعمال و افعال کے اندر نمونه رکهتي تهیں - اور زبان کی پکار ضائع جاسکتي هے ' پر اعمال کی صدا کبهي جواب لیے بغیر نهیں رهتي !

پس اصلاح عالم کا یه آخري ظهور جس نے دین الهی کو اسکے قدیمي نام " اسلام " کے ساتهه پیش کیا ' یه بهي دنیا میں اسي لیے آیا ' تا ایک جماعت پیدا کرے ' اور اس نے " جماعت " پیدا کي - یهی جماعت تهي جس کو خدا نے اپنے کاموں کیلیے چن لیا ' اور اسکے دلوں کو اپنے جمال و صفات الهیه کا مسکن بنایا - عشق الهی کي وہ آتش مقدس ' جسکے لیے (نوح) نے لکڑیاں چنیں ' جس کو (ابراهیم) خلیل نے اپنے دامن قرباني سے هوا دي ' جسکی چنگاریاں وادي ایمن کي تاریکي میں چمکیں ' جسکے شعلوں کیلیے (مسیح) کی قرباني کے خون نے تیل کا کام دیا ' اور جو بالاخر جبل (بو قبیس) کے غاروں میں " سراجاً منیرا " بن کر بهڑکی ' اسکے شعلوں سے اس جماعت الهي نے اپنے دلوں کی انگیٹهیوں کو روشن کرلیا تها ' اور یه انگیٹهیاں گو تعداد میں قلیل ' اور دنیا کی تاریکی وسیع و عالمگیر تهی ' لیکن انهی سے دعوة و اصلاح کے وہ لا تعد و لا تحصی چراغ روشن هوے ' جن میں سے ایک ایک چراغ زمین کے بڑے بڑے رقبوں اور انسانوں کی بڑي بڑي آبادیوں میں آفتاب جهانتاب بنکر ظلمت رباے عالم هوا !

یهي وہ خدا کی روشنی تهي ' جو اسکي جماعت میں سے هوکر چمکی ' اور جس کو خدا نے " نور الله " کے لقب سے یاد کیا :

یریدون ان یطفئوا نور الله بافواههم و الله متم نورہ و لو کرہ الکافرون !

(آسمان کي پادشاهت !)

میرا مقصود تاریخ دعوة اسلامیه کی اس اولین جماعة سے هے ' جس نے حضرة ابراهیم خلیل کے ساتهیوں کی طرح ' محمد رسول الله (علیهما الصلوة و السلام) کا ساتهه دیا ' اور اتباع اعمال نبوت کے ذریعه ' خود اپنے اندر خصائص و برکات نبوت پیدا کرلیے :

محمد رسول الله ' و الذین معه اشداء علی الکفار ' رحماء بینهم ' تراهم رکعاً سجدا ' یبتغون فضلاً من الله و رضوانا '

محمد رسول الله ' اور وہ لوگ جو اسکے ساتهه هیں - دشمنان حق کے مقابلے میں نهایت سخت ' مگر آپسمیں نهایت رحم دل ' انکو تم همیشه الله کے آگے عالم رکوع و سجود میں دیکهو گے

سیما هم في وجوههم من اثر السجود ! (۴۸ : ۲۹)

که الله کے فضل اور اسکی خوشنودي کے طالب هیں - انکي پیشانیوں پر کثرت سجود کي وجه سے نشان پڑگئے هیں !

یهي جماعت تهي ' جسکے الهي کا روبار کو حضرة (مسیح) نے " آسمان کي بادشاهت " سے تعبیر کیا ' کیونکه في الحقیقت وہ دنیا کو قواے شیطانیه کے تسلط سے نکالنے والی تهي ' اور اسي کے اعمال حسنه کے ذریعه دنیا میں خدا کا تخت عدل و صلاح بچهنے والا تها - وہ ایک بیج تها ' جو بوتے وقت گو حقیر اور بہت چهوٹا تها ' پر بار آور هونے کے بعد ایک درخت وسیع و تناور بننے والا تها - اسي لیے (مسیح) نے اسکو اس تمثیل میں بیان کیا که :

" آسمان کي پادشاهت رائي کے دانے کے مانند هے ' جسے ایک شخص نے لیکے اپنے کهیت میں بویا - وہ سب بیجوں سے چهوٹا هے پر جب اُگتا هے ' تب سب ترکاریوں سے بڑا هوتا هے ' اور ایسا درخت هوتا هے که هوا کے پرندے اسکے ڈالیوں پر بسیرا لیتے هیں !! " (متی ۱۳ : ۳)

چنانچه پچهلي آیه میں اسي تمثیل کي طرف قران کریم نے بهي اشارہ کیا :

ذلک مثلهم في التوراة و مثلهم في الانجیل (الخ):

یهي جماعت هے ' جسکو تورات اور انجیل میں ایک کهیتي سے تمثیل دي هے (الخ)

دیکهو ! آسمان کي پادشاهت کا یه بیج جو بویا گیا ' في الحقیقت کیسا حقیر تها ؟ ایک جماعة قلیل و حقیر ' جس کو نه ساز و سامان دنیوي حاصل تها ' اور نه کسي طرح کي دنیوي ریاست و عزت - نه اسکے پاس آلات جنگ تهے ' نه کوئي مسلح فوج - چند فقرا و صعالیک تهے ' جنهوں نے دعوة الهی کا ساتهه دیا ' الله کي پکار کو سنکر اسکي تلاش میں نکلے ' اور آسمان کیلیے زمین والوں سے اپنا رشته قطع کر دیا - انکے پاس پر هیبت جسم نه تهے اور نه خونخوار اسلحه ' مگر انکے سینوں میں صداقت شعار دل تهے ' اور انکے آنکهوں میں سچائي کے آنسو - انهوں نے تعلیم الهي کو اپنا دستور العمل بنایا - انهوں نے هر اس لفظ کو جو خدا کے مقدس پیغامبر کي زبان سے نکلا ' اپنے اعمال و افعال کے اندر محفوظ کر لیا - انکي زبانیں خاموش تهیں مگر انکے اعمال گویا تهے - انهوں نے اس " اسوۂ حسنه " کي زندگي کو اپنا نصب العین بنایا تها ' جو گو انسان تها ' مگر اپنے هر فعل کے اندر ایک خدا نما جلوۂ الهی رکهتا تها - وہ نه صرف تعلیم ' بلکه ایک عملي نمونه لیکر دنیا میں بڑهے ' اور آسمان کي پادشاهت کا وہ مقدس تخم ' جسکي منادي شام کے مرغزاروں میں هوئي تهي ' حجاز کے ریگستانوں میں نشو و نما پانے لگا - تهوڑا هي زمانه گذرا تها که ایک سرسبز و تناور درخت نے اپني ڈالیوں سے کرۂ ارضي کو چهپا لیا - هوا کے پرندوں نے اسکي شاخوں میں نشیمن بنائے ' اور زمین کي مخلوقات نے اسکے سایے میں پناہ لی :

[ط]

ولو انهم اذ ظلموا انفسهم جاءوک ' فاستغفروا الله و استغفر لهم الرسول ' لوجدوا الله توابا رحیما (۴ : ۶۷)

حرم نبوی (مدینه) کا ایک منظر عمومي داخل صحن سے

صلی الله علیه و علی اله و صحبه و سلم

اصلہا ثابت و فرعہا فی السمـاء ' تؤتی اکلہـا کل حین باذن ربہـا ' و یضرب اللہ الامثـال للناس لعلہم یتذکرون (۱۴ : ۱)

وہ درخت کہ جو اسکی زمین کے اندر مضبوط اور بلند ٹہنیاں آسمان تک پہنچی ہوئی ہیں - قوۃ الہیہ کی نشؤ فرمائی سے وہ ہر وقت کامیابی کا پھل لاتا رہتا ہے ' اور یہ ایک مثال ہے جو اللہ بیان کرتا ہے ' تا کہ لوگ سوچیں اور غور کریں ! !

(تلاش مکان یا تلاش مکین ؟)

یاد رکھو ' وہ خـدا جو مکان و زمان سے منزہ ہے ' جب دنیـا میں آتا ہے ' تو اپنے بسنے کیلیے گھر چاہتا ہے - زمین کی شاندار آبادیاں ' پہاڑوں کی سر بفلک چوٹیاں ' سمندروں کی ناپیدا کنار موجیں ' صحراؤں کے وسیع میدان ! یہ سب اسکے لیے بیکار ہیں - پادشاہوں کے تخت ہیبت و اجلال ' لعل و جواہر سے لبریز خزانے ' بڑے بڑے گنبدوں اور ستونوں کے عظیم الہئیۃ ایوان و محل ' اسکا گھر نہیں بن سکتے - تم اسکے لیے ایک گھر پیدا کرو جو اسکے جمال قدس کا نشیمن ' اور اسکے حسن ازلی کا کاشانہ بن سکے - تم جو اسکی جستجو میں نکلنا چاہتے ہو ' بہتر ہے کہ پہلے اپنی جستجو میں نکلو - تم ' کہ اسکے نہ ملنے کے شاکی ہو ' چاہیے کہ پہلے اپنی گم گشتگی پر ماتم کرو ! اسکے حریم محبت کا دروازہ ہمیشہ سے بے حجاب ہے - اسکے کاشانۂ وصال کے باب عشق نواز پر کوئی پاسبان نہیں - وہ تو ہر آن و ہر لمحہ اپنے متلاشیوں کا منتظر ہے ' لیکن ساری محرومی اسمیں ہے کہ ہمارے پاس کوئی مکان ہی نہیں جو اسکے قدوم محبت کا مکین بن سکے !

ہرچہ ہست از قامت ناساز و بے اندام ماست
ورنہ تشریف تو بر بالاے کس دشوار نیست !

اسکے بسنے کے لیے چاندی اور سونے کا محل ' اور صندل و آبنوس کا تخت مطلوب نہیں ہے جس میں لعل و الماس کے ٹکڑے جڑے ہوں - وہ اُن دلوں کا طالب ہے ' جن میں اسکے درد محبت کے زخموں سے خون کے قطرے ٹپک رہے ہوں - اسکے لیے فقیروں اور خاک نشینوں کی ایک ایسی جماعت چاہیے ' جنکے دل ٹوٹے ہوے ' جنکے جگر چلے ہوے ' جنکی آنکھیں خونبار ہوں - یہی ٹوٹے پھوٹے کھنڈر اسکے رہنے کیلیے ایوان و محل ہیں ' اور یہی اجڑی ہوئی بستیاں ہیں ' جنکو اس نے اپنی آبادی کیلیے چن لیا ہے - وہ کہ آبادیوں کی رونق ' صحراؤں کی فضا ' پہاڑوں کی بلندی ' ملکوت السماوات کی بو قلمونی ' اسے اپنی طرف متوجہ نہ کرسکی ' دلوں کی اجڑی ہوئی بستیوں اور ٹوٹی پھوٹی دیواروں کو اپنا کاشانۂ وصال بناتا ہے اور اس گھر کے سوا اور کوئی جگہ اسے پسند نہیں :

لا وسعنی ارضی و لا سمائی ' و لکن یسعنی قلب عبدی المومن - و ایضاً قال : انا عند المنکسرۃ قلوبہم ! !

انا عرضنا الامانۃ علی السماوات و الارض و الجبـال ' فابین ان یحملنہا ' و اشفقن منہا ' و حملہا الانسان ' انہ کان ظلوماً جہولا ! (۳)

"ہم نے اپنی امانت آسمانوں اور زمینوں اور پہاڑوں کے سامنے پیش کی ' لیکن سب نے اسکے اٹھانے سے انکار کردیا اور اس بار گراں کے متحمل نہو سکے - لیکن انسان آگے بڑھا اور اسے بلا تامل اٹھا لیا - کچھ شک نہیں کہ وہ اپنے اوپر سخت ظلم کرنے والا اور سرگشتۂ نادانی ہے "

و قال مولی الجامی ' قدس اللہ سرہ السامی :

غیر انسان کس نکردہ قبول
زانکہ انسان ظلوم بود و جہول

ظلم از انکہ ہستی خود را
ساخت فانی بقاے سرمد را
جہل از انکہ ہرچہ جز حق بود
صورت آں ز لوح دل بر بود
ننگ ظلمے ' کہ عین معدلت ست !
نغز جہلے ' کہ مغز معرفت ست !

ماولم یکن للانسان قوۃ ہذہ الظلومیۃ و الجہولیۃ ' لما حمل تلک الامانۃ العظیمۃ الالہیۃ ! !

* * *

پس اُس قدوس و قدیم کا دنیا میں کوئی گھر ہو سکتا ہے ' تو وہ صرف اُن انسانوں کے دلوں ہی کا آشیانۂ محبت ہے ' جنھوں نے اس گھر کو اسکے بسنے کیلیے پہلے ہی سے سنوار رکھا ہے ' اور اسکی آرایش و تزئین سے کبھی غافل نہیں ہوتے - دنیا کے گھروں کی طرح اس گھر کی آرائش کیلیے نہ تو حریر و اطلس کے پردوں کی ضرورت ہے ' نہ دیباؤ قاقم کے فرش و قالین کی - اسکی آرائش کیلیے صرف ایک ہی چیز مطلوب ہے ' یعنی زخم محبت کی خونبادہ فشانی ' جسکے چھاپوں سے اسکی دیواریں ہمیشہ گلزار رہیں :

جز محبت ہرچہ بردم ' سود در محشر نداشت
دین و دانش عرضہ کردم ' کس بہ چیزے برنداشت

* * *

(شبلی) را در خواب دیدند و پرسیدند : کیف وجدت سوق الاخرۃ ؟ بازار آخرت را چہ طور یافتی ؟ گفت : بازار یست کہ رونق ندارد دریں بازار مگر جگر ہاے سوختہ ' و دلہاے شکستہ ' آہ ہاے سوزاں ' و چشم ہاے خوں افشاں ! سوختہ را مرہم نہند ' شکستہ را بار بندند ' و چشم ہاے خونچکاں را از سرمۂ نظارہ مجلی و منور سازند !

دل شکستہ دراں کوے می کنند درست
چنانکہ خود نشناسی کہ از کجا بشکست

* * *

پس اگر تم اسکے طالب ہو تو ایک جماعت پیدا کرو ' تا اسکی جلال و قدوسیت کا وہ آشیانہ بنے - اگر تمہارے پاس گھر نہیں ہے ' تو بسنے والے کی تلاش میں کیوں سرگرداں ہو ؟ مکین سے پہلے چاہیے کہ مکان کی فکر کرلو !

(اعمـال الہیہ)

دنیا کے اندر تبدیلی پیدا کرنا آسان نہیں ہے - تم کسی گھر کی ایک دیوار یا کھڑکی بدلنی چاہتے ہو تو اسکے لیے کیا کیا سروسامان کرنے پڑتے ہیں ؟ پھر جو لوگ سطح ارضی کے بڑے بڑے رقبوں اور انسانوں کی عظیم الشان آبادیوں کے اعمال و معتقدات کو بدلدینا چاہتے ہیں ' انکو سوچنا چاہیے کہ انکا مقصد کس درجہ مشکل اور کٹھن ہے ؟

دنیا میں ماضی انقلابات ہمیشہ سلطنتوں کے تغیرات اور خونریز جنگوں کے ظہور سے ہوتے رہتے ہیں ' لیکن غور کرو کہ اُن میں کا ہر چھوٹا سے چھوٹا انقلاب بھی کیسی گرانقدر قیمت رکھتا ہے ؟ قرنوں کی مرتیں مکر و تدابیر میں گذر جاتی ہیں - خزانوں کے خزانے لٹا دیے جاتے ہیں - کڑوڑوں گینیوں کے قرض لیے جاتے ہیں - پھر فوجوں کے سمندر طوفان میں آتے ہیں ' قیمتی سے قیمتی آلات و اسلحہ کڑوں کی تعداد میں تقسیم کیے جاتے ہیں '

بے شمار انسانوں کی قربانیاں تڑپتی ہیں، اور خون کی ندیاں بہتی ہیں، عورتیں بیوہ، بچے یتیم، والدین زندہ درگور ہوجاتے ہیں۔ یہ سب کچھ ہو رہتا ہے، جب کہیں جاکر ایک چھوٹا سا ملکی نقلاب تکمیل کو پہنچتا ہے!!

پھر وہ بھی یقینی نہیں کہ ہزارہا کوششیں رائگاں اور صدیوں کی امیدیں پامال بھی ہوجاتی ہیں۔

جب دنیا کے اُن مادی انقلابات کا یہ حال ہے جو صرف انسانی حکومت کے تحت، اور انسانی نسلوں کی آبادیوں کو متغیر کرنا چاہتے ہیں، تو پھر اس روحانی اور قلبی انقلاب کو سوچو، جو زمین کی سطح اور انسان کے جسموں کو نہیں بلکہ روحوں اور دلوں کی اقلیموں کو پلٹ دینا چاہتے ہیں، اور کروڑوں انسانوں کے اعمال وخصائل کے اندر تبدیلی کے خواہشمند ہوتے ہیں۔ ان انقلابات کیلیے کیا محض انسانی قوت و تدبیر، اور محض اخلاق و مذہب کے چند رسمی اصولوں کو پکار دینا ہی کافی ہوسکتا ہے؟

تم ایک مرتبہ خود اپنے ہی نفس کو آزما دیکھو، جس پر تمہارے ارادے کو پوری قدرت ہے۔ کیا ایک چھوٹی سے چھوٹی تبدیلی بھی اپنے نفس و اعمال کے اندر بآسانی پیدا کرسکتے ہو؟

پھر جب تم ایک نفس کی تبدیلی پر، جو خود تمہارے اختیار میں ہے، قادر نہیں، تو اُن کروڑوں دلوں کو کیونکر بدل سکتے ہو، جن پر تمہاری نہیں، بلکہ صدیوں کے پرورش یافتہ و مستحکم اعتقادات و اعمال کی حکومت قاہرہ، اور نفس کا تسلط جابرہ قائم ہے؟

اصل یہ ہے کہ انسان جسم کو پارہ پارہ کر دیسکتا ہے پر دلوں کو نہیں بدل سکتا۔ زمین کی خشکی و تری کا نقشہ ممکن ہے کہ وہ بدل دے، لیکن قلب و روح کا ایک گوشہ بھی اسکے پھیرے سے نہیں پھر سکتا۔ وہ تعلیم دیسکتا ہے اور اصلاح! اصلاح! پکار بھی سکتا ہے، لیکن نہ تو تخم صدقی کا بیج اسکے دامن میں ہے، اور نہ بارآور کرنے والی نشو و نما اسکے قبضے میں۔ یہ صرف اُسی مدبر و حکیم کے دست قدرت کا کام ہے، جو مقلب القلوب اور محول الحوال ہے، اور جو ہمیشہ اپنے کار و بار قدرت کی نیرنگیاں دکھلاتا اور اپنی عجائب فرمائی پر حیرانی و تعجب کی بخشش کرتا ہے!

پس اگر تم کہ انسان ہو، انسانوں کو بدلنا، اور ارواح و قلوب کے عوالم روحانیہ کو منقلب کردینا چاہتے ہو، تو یاد رکھو کہ جب تک تم انسان ہو، ایسا نہیں کرسکتے، کیونکہ انسانوں کو اسکی قدرت نہیں دی گئی۔ البتہ اگر تم اپنے اندر قوت الٰہی پیدا کر لو، اگر اپنی جماعت کے اندر اس کارفرماے حقیقی کا ایک گھر بنا لو۔ تمہاری صداؤں کی جگہ تمہارے اندر سے اُسکی آواز نکلنے لگے۔ تمہاری آنکھوں کے حلقوں سے تمہاری نظروں کی جگہ اُسکی نگاہیں کام کرنے لگیں، تمہارے اعمال و افعال، یکسر اُسکے صفات و اعمال ہوجائیں۔ یعنی از سرتا بقدم اپنے تمام اعمال و خصائل میں ایک پیکر اخلاق الٰہی بن جاؤ، تو پھر تمہارے کام، خود تمہارے کام نہونگے، جنکے لیے انتظار، حسرت، اور ناکامی ہو، بلکہ یکسر اُس قادر و مقتدر کے کار و بار ہونگے، جسکا دامن عز و کبریائی اس سے بہت اقدس و منزہ ہے کہ آلودۂ ناکامی و ملوث حسرت و افسوس ہو۔

پھر جب وہ، کہ سب کا مالک ہے، تم میں ہوگا، تو تم کو بھی اُسکے ملک کی ہر شے پر قدرت ہوجائیگی۔ کیونکہ تمہاری قدرت درحقیقت اسی کی قدرت ہوگی۔ تمہاری صداء دعوۃ ایک سیلاب انقلاب ہوگی جس کو دنیا کی کوئی طاقت نہ روک سکے گی۔ تمہاری زبانوں سے جو کچھ نکلے گا، وہ دلوں اور روحوں پر نقش ہوجائیگا اور پھر نہ زمین کا پانی اُسے دھو سکے گا اور نہ آسمان کی بارش اُسے محو کرسکیگی۔ تمہاری تعلیم بیج اور پھل، دونوں اپنے ساتھ لائیگی، اور تم گو چپ رہوگے، لیکن تمہاری خاموشی کی ایک ایک صداء عمل پر کروڑوں ہستیاں اپنے دلوں کو ہتھیلیوں پر رکھکر پیش کش کرینگی۔ تمہاری آنکھوں سے شعلہ الٰہی کے جب شرارے نکلیں گے تو دنیا میں کس کی آنکھ ہوگی، جو اس سے دو چار ہوسکے؟ تمہاری زبانوں سے جب لسان الٰہی کی صداء دعوۃ اٹھیگی، تو خدا کی آواز کو سنکر اسکی کون مخلوق ہے جو لبیک نہ کہیگی؟

تم جس طرف سر اٹھاؤگے، دلوں کو سر بسجود اور روحوں کو معترف عجز و نیاز پاؤگے، اور خدا کا قاہر و مقتدر ہاتھ تم میں سے ظاہر ہوکر ملکوں اور قوموں کو منقلب کردیگا!

تم ایک عالم کو بدلنا چاہتے ہو۔ تمہارے سامنے صدیوں کی ایک مستحکم عمارت ہے۔ تم چاہتے ہو کہ اسے تک سر ڈھا دو اور اُسکی جگہ ایک نیا محل تعمیر کرو۔ لیکن اسکے لیے تمہارے دست و بازو کی قوت تو کافی نہیں۔ جب تک تمہارے ہاتھ کے اندر سے اللہ کا ہاتھ نمایاں نہوگا، اس رد و قبول اور ہدم و بنا سے عہدہ برا نہو سکوگے۔

(تشریح مزید)

حکیم و جاہل اور فرزانہ و ہشیار میں مرئیات و مشاہدات کا فرق نہیں ہے بلکہ صرف چشم نظارہ اور دل فکر فرما کا۔ تم نے کبھی اس پر بھی غور کیا ہے کہ یہ کیا بوالعجبی ہے کہ پاک تعلیمات کا اثر اور مقدس صداؤں کی تاثیر ہم میں سے مفقود ہوگئی ہے؟ یہ کیوں ہے کہ بہتر سے بہتر ارادے ہمارے ذہنوں میں، اعلی سے اعلی خیالات ہمارے فکروں میں، اور پاک سے پاک تعلیمات ہماری زبانوں پر ہیں، مگر نہ تو ارادوں میں مقبولیت ہے، نہ خیالات میں فعّالیت، اور نہ تعلیمات میں اثر۔ جس دنیا کے بڑے بڑے وسیع ٹکڑوں کو صرف ایک زبان کی دعوۃ نے مسخر و مسحور کردیا تھا، آج اسی دنیا میں بڑی بڑی جماعتوں کی صدہا صدائیں ایک نفس واحد کی غفلت جامد و ساکن میں حرکت پیدا نہیں کرسکتیں۔ یہی اسلام کی صدائے دعوۃ اور یہی اسکی کتاب ہدایت کی صداء اصلاح اُس وقت بھی تھی، جبکہ اسکے ایک ایک داعی نے ایک ایک اقلیم کو مسخر اثر کرلیا تھا، اور یہی اب بھی ہے کہ خود اپنے دلوں ہی میں تپش محسوس نہیں ہوتی، دوسروں کی انگیٹھیاں اس سے خاک روشن ہونگی!

ایک ہی علۃ سے دو مختلف نتیجے پیدا نہیں ہوسکتے۔

اصل یہ ہے کہ دنیا کا سر انقلاب و تغیر ہمیشہ صدائے عمل کے آگے جھکا ہے، نہ کہ صدائے قول کے سامنے۔ حقیقی شے ہر تعلیم کیلیے "نمونہ" ہے، اور جب تک مصلح اپنے اندر اپنی اصلاح کا نمونہ نہیں رکھے گا، اسکی تعلیم دلوں کی مقبولیت اور روحوں کی اطاعت سے محروم رہیگی۔ آگ جب جلتی ہے تو سب سے پہلے جلانے والے کو گرم کرتی ہے۔ اگر تمہارے پاس آگ موجود ہے تو سب سے پہلے اپنے آپ کو سوز و تپش میں دکھلاؤ۔ پھر دوسروں کو گرمی و حرارت کی دعوت دینا۔ اگر خود تمہارے اندر آگ موجود ہے تو اس مجمر سوزاں کو جہاں کہیں بھی رکھوگے، خود بخود ہر طرف گرمی پھیل جائیگی۔ کیونکہ گرمی آگ کے شعلوں سے نکلتی ہے، برف کی سل سے پیدا نہیں ہوسکتی!

اسلام نے ایک جماعت صحابۂ کرام کی پیدا کردی تھی، جو اس تعلیم کا ایک مجسم و بیّن عملی نمونہ اپنے اندر رکھتی تھی، اور ان میں کا ہر فرد اُس اسوۂ حسنہ کی قوۃ سے ایک ایک اقلیم کی تسخیر اپنے قبضۂ اقتدار میں رکھتا تھا۔ انکے اعمال کے اندر تعلیمات الہیہ کی مقدس انگیٹھی شعلہ فروز تھی، اسلیے وہ جہاں جاتے تھے، ایک آتش کدہ اثر اپنے ساتھ لیجاتے تھے۔

[ک]

افکار و حوادث

ہماری انجمنوں کے سالانہ جلسے کیا ہیں ؟ قومی میلے ہیں - سال میں ایک مرتبہ تمام اطراف ہند سے کسی ایک شہر میں مسلمان جمع ہوجاتے ہیں ' تین چار روز چہل پہل رہتی ہے ' ہر طرف ایک حرکت اور حدّت نمودار ہوجاتی ہے ' استیج کے پاس کچھہ لوگ محو نمائش ' اور استیج کے پیچھے تمام لوگ محو تماشا نظر آتے ہیں - تیسرے روز بھیڑ چھنٹنی شروع ہوتی ہے اور چوتھے روز سکون پیدا ہوجاتا ہے - پھر جلسوں کے ہال اور کانفرنسوں کے پنڈال ایک لق و دق میدان نظر آتے ہیں جہاں سے میلہ اٹھہ چکا ہے اور اب جا بجا قافلۂ عرب کی طرح اوس کے ایامِ اقامت کے چند آثار چھوڑ دیے ہیں !

فاسئلوا حالہا عن الاثار

امسال ہمارے میلے شہر آگرہ میں لگینگے ' جہاں ہم کبھی اپنی عظمت و اقتدار کے دہی میلے لگا چکے ہیں !

اسی گھر میں جلاتا ہے چراغ اور روشن '

جس آگرہ میں " ہمایوں " نے عروس علم و انکشاف کے عشق و محبت میں جان دی ' اسی آگرہ میں اب ہم مشورہ کرینگے کہ اس روٹھے ہوے معبود کو کیونکر منا کر گھر لائیں ؟

جس خاک پر اکبر و جہانگیر نے دوسروں کی قسمتوں کا فیصلہ کیا تھا ' اب ہم وہاں جمع ہونگے تاکہ خود اپنی قسمت کا فیصلہ کریں !

جہاں کبھی تخت حکومت و اجلال پر بیٹھکر غیروں کو اپنے سامنے سربسجود دیکھہ چکے ہیں ' وہاں اب گرد ہلاکت و ادبار پر لوٹ کر سوچینگے کہ محکومی کی زندگی میں عافیت کیونکر پالیں !

فتادم دام بر کنجشک و شادم ' یاد آن ہمت

کہ گر سیمرغ می آید بدام ارادہ می کردم !

و بلونا ہم بالحسنات و السیئات ' لعلہم یرجعون !

یعنی حسب معمول اواخر دسمبر میں کانفرنس اور مسلم لیگ ' دونوں کے اجلاس آگرہ میں ہونگے - کانفرنس کے پریسیڈنٹ آنریبل مسٹر شاہدین (لاہور) اور مسلم لیگ کے آنریبل سر رحمت اللہ (بمبئی) منتخب ہوے ہیں - آنریبل شاہدین چیف کورٹ کے جج ہیں - امید ہے کہ ہماری قسمت کا بہتر فیصلہ کرسکیں !

افریقہ کی سرزمین آج سے نہیں بلکہ تقریباً ۱۲۰۵ برس سے ہمارے لیے مصائب و حوادث کا گھر ہے - اسی براعظم میں مصر ' حبش ' طرابلس ' تونس ' الجزائر ' اور مراکش واقع ہیں ' جن کا ایک ایک ذرہ ہمارے عروج و زوال رفتہ کی تاریخ ' اور ہمارے ایام سرور و حزن کی پر درد داستان ہے - پس اگر ہم پر چند برسوں سے اوس کے ایک چھوٹے سے ٹکڑے (جنوبی افریقہ) میں ظلم و ستم کی چند حکایتیں پیدا ہوگئی ہیں تو اسپر تعجب کیا ہے ؟

لیکن افسوس تو یہ ہے کہ ہم محرومان قسمت کے ساتھہ ہمارے بہت سے ہندو ' سکھہ ' اور پارسی ہم وطن بھی مورد آلام و مصائب ہیں !

کہا جاتا ہے کہ مسلمان اوس وقت تک خاموش رہتے ہیں جب تک کہ اون کے مذہب کو نہ چھیڑا جاے - کس قدر جھوٹ ہے ! برٹش جنوبی افریقہ میں مسلمانوں کے مذہب کو چھیڑا گیا ' لیکن کب اون کے جوش و حمیت کے تار سے کوئی آواز نکلی ؟ اسلامی نکاح کو یہ کہکر وہاں کی عدالت نے رد کردیا کہ یہ اوس ملک کا نکاح ہے جہاں تعدد ازدواج جائز ہے ! پھر کیا یہ مسلمانوں کی دینی تحقیر نہیں ہے ؟ کیا یہ صریح احکام اسلامیہ میں مداخلت نہیں ہے ؟

اہل ہند جنوبی افریقہ میں خاموشی اور سکون کے ساتھہ کام کر رہے ہیں - اونہوں نے کارخانوں سے تعلق منقطع کردیا ہے ' اپنے اپنے حقوق کا مطالبہ صبر و استقلال کے ساتھہ کر رہے ہیں - آج کی خبر ہے کہ چار ہزار ہندوستانیوں نے جن میں عورتیں اور بچے بھی شامل ہیں ' رئیس الاحرار مسٹر گاندھی کی رہبری میں ریاست کوچ کردیا ہے -

تمام لوگ زیادہ تر کارخانوں کے ملازم اور مزدور ہیں ' جنکی معیشت کا مدار زیادہ تر روزانہ یا ہفتہ وار اجرت پر ہے ' ایسی حالت میں ترک اشغال سے وہ جس مصیبت عظیمہ میں مبتلا ہونگے ' اوس کا اندازہ ہر شخص بہ آسانی کر سکتا ہے - یہ سب کچھہ صرف اسلیے ہے کہ ہندوستان کے حقوق غیر ممالک میں محفوظ رہیں ! پس ہزار حیف سرزمین ہند پر ' اگر وہ اپنے ان محترم فرزندوں کی خبر نہ لے !

ہم ہندوستانیوں کے ساتھہ یہ طرز عمل نہ صرف جنوبی افریقہ میں بلکہ امریکا ' آسٹریا ' اور دیگر نو آبادیوں میں بھی ہے - ہم اپنی گورنمنٹ سے صرف یہ درخواست کرتے ہیں کہ اگر فرزندان ہند کو برطانی نو آبادیاں قبول نہیں کرتیں ' تو ہندوستان کو بھی کیوں نہیں اختیار دیا جاتا کہ وہ اپنے ثمرات و فوائد کا باب وسیع ' باشندگان نو آبادیہاے برطانیہ کے لیے بند کردے ؟ و لکم فی القصاص حیوۃ یا اولی الالباب -

اصل یہ ہے کہ جو درخت اپنی جگہہ پر قوی و توانا نہیں ' اسکی لکڑیوں کو کہیں بھی اچھی قیمت نہیں ملسکتی - عمدہ درخت کی لکڑی جہاں جائیگی ' شانۂ زلف بنکر دست حسن میں جگہہ پالیگی - پر جس درخت کی جڑ ہی میں نشو و نما نہ ہوئی ' وہ جہاں کہیں بھی لیجایا جائیگا ' آگ اور شعلوں ہی کی نذر ہوگا :

تو نخل میوہ فشاں باش در حدیقۂ دہر

کہ کم درخت قوی خشک شد کہ بشکستند

سرزمین ہند کے فرزند جب خود اپنے والدین ہی کی گود میں مستحق عزت نہیں ' تو گھر سے باہر جاکر انہیں مطالبۂ عزت کا کیا حق ہے ؟ اصل شے قومی عزت ہے اور یہ مرکز و ملت سے ہے ' نہ کہ شاخوں اور افراد سے - آج ایک انگریز یا جاپانی دنیا کے کسی گوشے میں بھی جا کھڑا ہو ' وہ خواہ کیسا ہی ہیچ کارہ اور تکلیف دہ ہو ' لیکن اسکی نسبت قومی و وطنی زمین کے ذروں اور ہوا میں اوڑنے والے پرندوں سے اپنی عزت و عظمت کرالیگی !

لیکن آہ ' وہ بدبختان ہند ' جنکے لیے انکے وطن کی نسبت مایۂ فخر نہیں بلکہ آلہ تحقیر ہے ' جب خود اپنی سرزمین ہی میں آرام پانے کے مستحق نہیں سمجھے گئے تو دوسرے ملکوں میں کیوں نہ ذلت و حقارت سے ٹھکرائے جائیں ؟ اور پھر کیوں کوئی حکومت انکا ساتھہ دے ؟

جرم منست پیش تو گر قدر من کم ست

خود کردہ ام پسند خریدار خویش را

مطبوعاتِ جدیدہ

دی کانپــور مـــوسک

THE CWANPORE MOSQUE.

مسجـــد کانپـــور

مسٹر بی - کے - داس - گپتا - سب ایڈیٹر " بنگالی " کلکتہ - قیمت - ۱ روپیہ

حادثۂ مسجد کانپور اپنے اندر جو عبرتیں اور بصیرتیں رکھتا ہے ! اسکے لحاظ سے ضرور تھا کہ اسکے واقعات کو محض اخبارات کے صفحوں اور زبانی روایتوں ہی پر ضائع ہو جانے کیلیے نہ چھوڑ دیا جاے ' بلکہ وہ کسی زیادہ پائدار اور محفوظ صورت میں آجاے -

خود مجھکو بھی خیال ہوا تھا کہ بعد اختتام مقدمہ اسکے تمام حالات انگریزی اور اردو میں جمع کرکے شائع کیے جائیں -

لیکن ہم سب کو ایک انصاف دوست بنگالی اہل قلم کا ممنون ہونا چاہیے ' جس نے سب سے پہلے اس ضرورت کو پورا کر دیا -

جن حضرات نے حادثۂ فاجعۂ کانپور کے زمانے میں ہندوستان کے معزز ترین زور انہ لسان حال " " بنگالی " کو پڑھا ہے ' انہوں نے ابھی اُن متعدد و بلیغ اور پر از واقعات و حوادث مضامین کو نہیں بھلایا ہوگا ' جو عرصے تک بنگالی میں اسکے مراسلہ نگار خصوصی (اسپیشل کارسپانڈنٹ) کے دستخط سے نکلتے رہے ہیں ' اور جنھوں نے فی الحقیقت اس حادثہ کے مظالم و خفایا کی تشہیر و اعلان اور حقیقت و اصلیت مستورہ کے کشف میں سب سے زیادہ حصہ لیا ہے -

یہ مکاتیب در اصل مسٹر بی - کے - داس گپتا - سب اڈیٹر بنگالی کے رشحۂ قلم ہیں ' جنکو ادارۂ بنگالی نے مخصوص طور پر وقائع نگاری کیلیے کانپور بھیجا تھا -

مسٹر موصوف نے کانپور سے آکر تمام حالات و وقائع جمع کیے - اور بعض بعض ضروری چیزوں کی تلاش میں تکلیف و زحمت بھی برداشت کی - چنانچہ اسکا پہلا حصہ مرتب ہوکر شائع ہوگیا ہے اور دوسرا بھی آجکل میں نکل جائیگا - مجموعی قیمت دونوں حصوں کی ایک روپیہ کچھہ زائد نہیں ہے ' کیونکہ پہلے ہی حصے کی ضخامت ۱۰۸ صفحے کی ہے - نیز متعدد ہاف ٹون تصویریں بھی دی گئی ہیں -

مسٹر بی - کے - گپتا نے زبانی مجھسے کہا ہے کہ انکا مقصود اس کتاب سے جلب زر نہیں ہے - وہ اسکی آمدنی کا ایک حصہ زراعانۂ کانپور کے فنڈ میں دینے کیلیے طیار ہیں -

میں نہایت متاثر ہوا ' جب میں نے سرورق الٹا ' اور کتاب کے تہدیہ و تعنون (ڈیڈیکشن) کا صفحہ نظر آیا - مسٹر گپتا نے مندرجۂ ذیل لفظوں میں ' شہداء کانپور رضی اللہ عنہم و اعلی اللہ مقامہم کی مقدس یاد کے ساتھہ اپنی کتاب کی تقدیس کی ہے :

To

The Memory of my Mussalman Country-men who lost their lives in the riot at Cawnpore, on the 3rd day of August 1913.

پہلا حصہ کانپور امپرومنٹ اسکیم سے شروع ہوکر ایڈیٹر الہلال کے ورود کانپور کے ذکر پر ختم ہوگیا ہے - دوسرے حصے میں مقدمے کی مفصل روداد ' نیز وہ تمام وقائع و حالات ہیں ' جن پر اس افسانۂ خونین کا خاتمہ ہوا -

کانپور امپرومنٹ اسکیم مشرح درج کی ہے - مسجد کی مطلوبہ زمین کیلیے جیسی کچھہ مضحکہ انگیز قانونی کارروائی کی گئی ' وہ قابل مطالعہ ہے ' اور قانونی طور پر زمین کے متعلق اصل مسئلہ وہی ہے - اسکے بعد اُن مراسلات کی نقل دی ہے جو اس بارے میں ہز آنر سر جیمس مسٹن اور مسٹر محمد علی میں ہوئیں - پھر ۱ - جولائی کے حادثۂ انہدام اور ۳ - اگست کے قتل عام کی مشرح کیفیت درج کی ہے اور انکی سرگذشت سرکاری و غیر سرکاری ' دونوں ذرائع سے لی ہے - اسکے بعد " بنگالی " میں جو مبسوط مکاتیب انکے شائع ہوتے رہے ' اور کانپور میں رہکر جو کچھہ انہوں نے واقعہ کے تمام اجزا کی تحقیقات کی ' ان کو بجنسہ درج کیا ہے اور یہ کتاب کا اہم ترین حصہ ہے -

اسکے بعد اس حادثہ کے متعلق انگریزی اخبارات کی رائیں نقل کی ہیں اور اس باب کو انگلستان کے اخبار The out look اور The Pall Mall Gazette کے مضامین سے شروع کیا ہے -

لکھنو کے ڈپوٹیشن کا ایڈرس اور اسکا جواب بھی اسی حصے میں آگیا ہے -

ہر حیثیت سے یہ ایک اہم مجموعہ ہے - مجھے یقین ہے کہ ہر شخص اسکا ایک ایک نسخہ ضرور اپنے پاس رکھے گا - یہ مسلمانوں کی موجودہ بیداری اور حسیات دینیہ و ملیہ کی ایک یادگار داستان ہے ' اور اسکا ایک ایک لفظ ہمارے پاس محفوظ رہنا چاہیے -

مسٹر گپتا نے اس معاملے میں اپنے قلم و دماغ سے جو بہترین خدمت حق و انصاف کی انجام دی ہے ' وہ ایک ایسا واقعہ ہے جسکے تشکر و امتنان سے ہم کبھی غفلت نہیں کر سکتے - اور اگر مسلمان بکثرت اس دلچسپ و نافع کتاب کو خریدینگے ' تو یہ انکے قیمتی جذبات و عواطف کی ایک نہایت ہی ادنی قسم کی شکر گذاری ہوگی -

درخواستیں " دفتر بنگالی - کلکتہ " کے پتہ سے آنی چاہئیں -

تاریخ دربار دھلی

سید ظہور الحسن مالک کارخانۂ احسن التجارت ازہ نظام الملک دھلی -
قیمت - ۱ - روپیہ - ۸ - آنہ -

آخری دربار دھلی منعقدۂ ۱۲ - دسمبر سنہ ۱۹۱۱ - کے حالات جمع کیے ہیں - دربار کے موقعہ پر جسقدر مراسم ادا ہوے اور جسقدر مجالس و محافل منعقد ' اُن سب کے حالات کو الگ الگ عنوان سے مرتب کیا ہے - سب سے پہلے جلوس شاہی کی مشرح کیفیت دی ہے اور آخر میں تمام رؤسا و شرکاء دربار کی فہرست - کاغذ اور چھپائی پر تکلف ہے -

فصول مسعودیہ

" مصنفہ حضرۃ شاہ مسعود علی قلندر " حسب فرمایش " جناب سید شاہ ولایت احمد صاحب قلندر سجادہ نشین خانقاہ لاھرپور "

فارسی کا ایک ضخیم رسالہ ہے ' سلسلۂ قلندریہ کے تمام شیوخ و اکابر کے حالات و ملفوظات اسمیں جمع کیے گئے ہیں - ابتدا میں ایک مقدمہ " فیوض مسعودیہ " کے نام سے ہے ' جسمیں مصنف اور انکے خاندان کے حالات عنوان وار ترتیب دیے ہیں - قیمت اور مقام اشاعت لوح پر درج نہیں - آسی پریس لکھنو میں چھپی ہے -

انتقاد

مجالس ذکر مولد (صلعم)

سیرۃ نبوی (صلی اللہ علیہ و صلعم)

ادارۂ سیرۃ نبوی

فقیر کا ایک مدت سے خیال ہے کہ سیرۃ نبوی میں ایک محققانہ و مفصل کتاب کی تدوین کے علاوہ (جیسی سیرۃ کبیر جو مولانا شبلی نعمانی مرتب فرما رہے ہیں) اور بھی بہت سی صورتیں ترتیب و اشاعت کی مطلوب و ضروری ہیں -

ازانجملہ سخت ضرورت ہے ایسے مختصر رسائل کی ' جن میں مباحث و مناظرات متعلق سیرۃ سے بکلی چشم پوشی کی جائے - صرف حالات زندگی صحت و تحقیق کے بعد درج کیے جائیں - اختصار ہر جگہ ملحوظ رہے ' اور صرف وہی مواقع مفصل ہوں ' جنکی تفصیل ہماری موجودہ عملی زندگی کیلیے اسوۂ حسنہ کی دعوت رکھتے ہیں اور جنکی نسبت ایک الہامی فکر نقاد کے ساتھ کہا گیا تھا کہ " خلقہ القرآن " (آنحضرت کا خلق تعلیم قرآنی کی تصویر ہے) -

ان رسائل سے عام مطالعہ و واقفیت اور اثر و اصلاح کے علاوہ مخصوص طور پر مقصود یہ ہے کہ مجالس ذکر ولادۃ نبوی کی اصلاح ہو - اور یہ جو ایک نہایت قوی رسم اجتماع و احتفال موجود ہے ' اس قوت سے اصلی و حقیقی فائدہ اٹھایا جائے -

میں ایک بار اسکی نسبت لکھ چکا ہوں - میرے اعتقاد میں قرآن کریم جو ایک کتاب مسطور ' فی رق منشور ہے ' اسکی لوح محفوظ حامل قرآن کی زندگی تھی ' اور میں " لقد جاءکم من اللہ نور وکتاب مبین " میں " نور " کو " کتاب " کا وصف نہیں سمجھتا ' بلکہ اُس وجود انسان کامل کی زندگی کو سمجھتا ہوں ' جسکی نسبت دوسری جگہ کہا گیا کہ " داعیاً الی اللہ باذنہ و سراجاً منیرا "

وللناس فیما یعشقون ' مذاہب !

پس اگر ہمیں مسلمان ہونے کیلیے قرآن کریم کی تلاوت کی ضرورت ہے ' تو یقین کیجیے کہ اسکو ایک عملی زندگی کی صورت میں دیکھنے کیلیے اس " اسوۂ حسنہ " کے مطالعہ کی بھی ضرورت ہے : لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنہ - اور یہ پچھلی ضرورت پہلی ضرورت ہی جیسی ہے - پہلی سے کم نہیں :

فی مذہبی ' یا نعم هذ المذهب !

(مجالس ذکر مولد)

اسکا بہترین ذریعہ مجالس ذکر مولد نبوی ہیں ' بشرطیکہ اُن میں عام رسائل مولد کی جگہ ' جو بالعموم موضوعات و قصص اور غیر مفید و لا حاصل صرف عبارت و انشا کا مجموعہ ہیں ' پیش نظر طریقہ سے صحیح و محقق حالات حیات نبوی بیان کیے جائیں -

اس قسم کی چیزیں در اصل لکھنے اور پڑھنے کی نہیں ہیں - اسکے لیے ایسے لوگوں کی ضرورت تھی ' جو " سیرۃ نبوی " کے خطیب (لکچرر) ہوں - جنہوں نے اس موضوع خاص کا مطالعہ (یعنی اسٹیڈی) کی ہو - جنکو اُسمیں صاحب فن (اکسپرٹ) کا درجہ حاصل ہو - اور وہ ہر مجلس اور ہر جماعت کے سامنے ' اُس مجمع کی حالت ' ضرورت ' گرد و پیش ' او و مخصوص داعیات و احتیاجات کے مطابق ' سیرۃ نبوی پر خطبہ (لکچر) دیسکیں - کیونکہ ہر شہر ' ہر محلے ' ہر خاندان ' ہر جماعت ' اور ہر مجلس کی ضروریات یکساں نہیں - کسی جماعت کیلیے سیرۃ نبوی کا کوئی خاص حصہ زیادہ تفصیل چاہتا ہے ' کسی کے مخصوص و وقتی حالات کسی خاص موقع کے اطناب کے طالب ہیں - کسی کو (بدر) کی فتح کا واقعہ سنانا چاہیے اور کسی کو (احد) کی ہزیمت کے مصالح کے ذریعہ عزم و استقامت کی وصیت کرلی چاہیے - کسی کیلیے مجاہدات و غزوات کے عزائم ضروری ہیں ' اور کسی کیلیے فتح مکہ کا عفو و صفح اور درگذر و کرم !

پھر ایک جماعت کے واقعات و حالات کے لحاظ سے ' اخلاق و خصائل نبوت میں سے کسی خاص خلق عظیم پر زور دینے کی ضرورت ہے ' اور دوسری کیلیے کسی دوسری حالت کی -

اگرچہ اس حیات طیبۂ مقدسہ کا کوئی فعل ایسا نہ تھا جو محبوب و محمود نہو - وکل ما یفعلہ المحبوب ' محبوب :

زفرق تا قدمش ہرکجا کہ می نگرم
کرشمہ دامن دل می کشد کہ جا اینجا ست !

لیکن تا ہم وہ انسانی زندگی کے ہر شعبے اور ہر حصے کیلیے اسوۂ حسنہ ہے ' اور زندگی اور زندگی کے متعلقات کی صدہا صورتیں ہیں - کون ہے جو اس صحیفۂ نبوت کا اول سے آخر تک حق مطالعہ ادا کرسکتا ہے ؟ پس بجز اسکے چارہ نہیں کہ اپنے چہرۂ اعمال کے حسن و آرایش کا جو حصہ سب سے زیادہ بگڑ گیا ہو ' سب سے پہلے اسی کو اس آئینہ میں دیکھکر سنوار لیں -

(رسائل خطبات سیرۃ)

لیکن مشکل یہ ہے کہ ایسے لوگ کہاں سے آئیں ' اور اپنے جہل و بے مایگی پر کہاں تک ماتم کریں ؟ اگر یہ نہیں تو کم از کم اتنا تو ہو کہ سیرۃ نبوی پر مختلف مقاصد اور مختلف پیرایۂ و ترتیب سے چھوٹے چھوٹے رسائل لکھے جائیں ' اور انہی کو لوگ مجالس میں پڑھدیا کریں - یا یاد کرکے مثل خطبہ کے سنا دیں -

ایک مجموعہ خطبات سیرۃ کا ہو ' جو صرف تعلیم یافتہ مجامع کیلیے مخصوص ہو - ایک مجموعہ صرف عام مجالس کیلیے - اور ایک بطور درس و مطالعہ کے بچوں اور عورتوں کی تعلیم کیلیے -

سب سے پہلے کم از کم ان تین قسموں کی سیرتیں علاوہ سیرۃ کبیر کے ضرور ہی لکھی چاہیئں -

(اسلوب و زبان)

لیکن نہایت مشکل اور اہم مسئلہ اسکی زبان اور طرز تحریر کا ہے - علی الخصوص ایک ایسے عہد خیرہ مذاقی میں ' جب کہ لوگ فن بیان و انشا پردازی کا شوق تو پیدا کرلیتے ہیں ' لیکن اسکے مواقع استعمال اور صحیح مفہوم بلاغت سے بے خبر ہیں -

جو مجموعہ خطبات کا مجالس و محافل ارباب علم و فکر کیلیے ہو ' اسکا انداز تحریر اور ہونا چاہیے ' اور مجالس عامہ کیلیے اور -

ایک میں تاریخ و سیرۃ (بائیوگریفی) کے اسلوب (اسٹایل) کے ساتھ اگر با عتدال و بلا اغراق و تعلیب ' طرز بیان میں انشا پردازانہ علو و رفعت بھی پیدا کی جائے تو مضائقہ نہیں ' کیوں کہ

موضوع کی بلندی خود مستحق رفعت ہے - لیکن دوسرے میں تاریخ کی جگہ اصلاح و دعوۃ کا مقصد پوشیدہ اور مخاطب عامۃ الناس ' اسلیے نہ تو اسلوب بیان مورخانہ و فلسفیانہ ہو ' اور نہ بلند و عالمانہ ' بلکہ نہایت عام فہم و سلیس اور محض سادہ و سہل ' با ایں ہمہ ' سادگی بیان کے ساتھہ ضرور ہے کہ بغیر کسی انشا پردازانہ پیچ و خم کے ' اپنے اندر ایک ایسی بے اماں تاثیر بھی رکھتا ہو کہ سننے والے اسکے ہر لفظ پر بے اختیار دل و جاں سپرد کر دیں ! و ان من البیان لسحرا -

جس بات کو میں نے یہاں چند سطروں میں لکھا ہے ' غور کیجیے تو یہ ایک نہایت نازک اور دقیق نکتۂ بلاغت ہے ' اور افسوس کہ اقلیم عصر کو اس کا حس نہیں -

بڑی مشکل یہ ہے کہ ایک عرصے سے عام لوگ ذکر میلاد کی مجالس میں ٹھمری ٹپہ کے عادی ہوگئے ہیں - مجھکو بہت سی ایسی مجلسیں یاد ہیں' جہاں غزلوں کے مطالب اور صراحت خطاب و ضمیر سے اگر قطع نظر کرلی جائی' تو یہ بتلانا محال ہوجاتا کہ ایک مقدس ذکر دینی کی صحبت میں بیٹھے ہیں' یا کسی تو اصرز مگر صحیح معنوں میں خوش گلو مغنیہ کے سامنے - میں یہ کہنے سے نہیں شرماتا کہ موسیقی کو نہایت محبوب رکھتا ہوں اور چونکہ دل رکھتا ہوں' اسلیے اُس شے سے قطع تعلق نہیں کرسکتا ' جس کا تعلق دل کے ساتھہ ' جسم اور روح کا تعلق ہے' لیکن تاہم نہ تو کوئی شخص بھی پسند نہیں کرسکتا کہ مجالس دعوت مقدسہ و مذاکرت دینیہ کو موسیقی کے مشتبہ جذبات سے آلودہ کیا جاے -

میرے خیال میں اس ذکر مقدس کیلیے یقیناً یہ ایک نا قابل تحمل گستاخی ہے -

پھر ظاہر ہے کہ یہ نئے خطبات سیرۃ تو اس عنصر دلکش سے بالکل خالی ہونگے - انکے پڑھنے کا انداز بھی روضہ خوانی کی طرح نہیں بلکہ ایک وعظ کی طرح بالکل تحت اللفظ ہوگا - اصلاح کے کاموں میں لوگوں کی دلچسپی کے قیام اور توجہ کے بقاء سے کسی طرح چشم پوشی نہیں کی جا سکتی ' ورنہ اصل مقصود فوت ہوجاے - پس نہایت ضروری اور اساسی امر یہ ہے کہ انکے اسلوب بیان و طرز تحریر میں کچھہ ایسی باتیں بھی جمع کی جائیں ' جنکا اثر و کشش ' تمام عوام پسند اجزائے میلاد کی پوری پوری تلافی کردے ' اور طریق و اداب خطبات ' و رسم مواعظ و دعوۃ بھی ہاتھہ سے نہ جاے -

(ادارۂ سیرۃ نبوی)

ان خطبات کی ضرورت تو مجالس ذکر مولد کے خیال سے ہے - لیکن انکے علاوہ بھی مختلف انداز بیان و ترتیب ' اور تلخیص مطالب و مسائل کے ساتھہ سیرۃ نبوی کو مرتب کرنے کی ضرورت ہے ' جو طرح طرح کی اشکال دعوت و اثر میں اس اسوۂ حسنۂ الہیہ کو اہل اسلام وغیر اہل اسلام کے سامنے پیش کرے -

ضرورت تھی کہ ایک خاص ادارہ " سیرۃ نبوی " کی غرض سے قائم کیا جاتا ' جس کا کام مسلسل اور دائمی ہوتا ' اور جو اس بارے میں تحقیقات و انکشافات فن کی مصروفیت کے ساتھہ ' سیرۃ کے چھوٹے بڑے ' مختلف اشکال و مقاصد کے ایڈیشن بھی شائع کرتا رہتا -

کاش موجودہ ادارۂ سیرۃ جو شمس العلما مولانا شبلی نعمانی کے زیر ادارۃ قائم ہے ' تکمیل سیرۃ کبیر کے بعد بھی اپنے کام کو جاری رکھے ' اور ایک با قاعدہ جماعت اس مقصد اعظم و اقدم کو اپنے ہاتھوں میں لے لے ' جو اصلاح و بقاے ملت و دعوۃ دیانۂ حقۂ اسلامیہ کیلیے بمنزلۂ اساس کار و بنیاد جمیع مساعی و مبانی ہے -

(احتفال مولد نبوی)

مجھکو کئی بار خیال ہوا کہ ایک دو رسالے سیرۃ نبوی پر مذکورۂ صدر اصولوں کو پیش نظر رکھکر لکھوں ' اور آج اس مبحث کو زیادہ تفصیل کے ساتھہ لکھا بھی اسی لیے تاکہ ارباب قلم و نظر کو اس طرف توجہ ہو اور ایک ابتدائی مشورہ انکے سامنے آجاے - اگر ماہ ربیع الاول قادم تک کسی بزرگ نے اسکی طرف توجہ نہ کی تو چند خطبات سیرۃ پر لکھونگا - نیز کوشش کرونگا کہ کسی بڑے شہر میں ایک احتفال عظیم اس مقصد سے منعقد ہو اور اُس میں صرف سیرۃ مبارک ' پر مختلف ارباب علم و خبرۃ خطبات دیں - یہ خیال بھی مجھے عرصے سے ہے - امسال لاہور یا لکھنو میں بماہ ربیع الاول ایک مرکزی مجلس ضرور منعقد کرنا چاہیے - و ما توفیقی الا باللہ -

الجمیل

۱ - روئیۃ : سید سبط الحسن - ڈاکخانہ حسین آباد - ضلع مونگیر -

اس مسئلہ کی طرف اس وقت انتقال ذہنی اسلیے ہوا کہ ریویو کیلیے مدت کی پڑی ہوئی کتابیں نکلوائیں تو ایک رسالہ " الجمیل " نامی اسی موضوع پر نظر آگیا -

آنحضرۃ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرۃ میں یہ ایک نیا رسالہ لکھا گیا ہے جسمیں اختصار کے ساتھہ مثل از ولادت و حالات خاندانی سے لیکر وفات تک کے حالات ' صاف اور عام فہم اردو میں جمع کرنے کی کوشش کی ہے - مرتبہ مولوی سید محمد نور صاحب بہاری -

کتاب ۱۲۸ - صفحہ کی ہے اور فہرست سے معلوم ہوتا ہے کہ تقریباً تمام حالات زندگی جمع کیے گئے ہیں - دیباچہ میں لکھا ہے کہ سیرۃ نبوی کو بچوں کی تعلیم میں داخل ہونا چاہیے اور اسی خیال سے اردو میں یہ رسالہ مرتب کیا جاتا ہے -

پوری کتاب نہیں دیکھہ سکتا - بعض مقامات پڑھے تو عبارت صاف اور سلیس نظر آئی اور طرز ترتیب آجکل کے مذاق کے مطابق - بہ حیثیت مجموعی یہ رسالہ بہت غنیمت معلوم ہوتا ہے اور آجکل کے رائج و معروف ذخیرۂ سیرۃ کی جگہ بہت بہتر ہے کہ لوگ اس کتاب کو پڑھیں - البتہ چند باتوں کا مولوی صاحب خیال رکھتے تو بہتر تھا :

(۱) اگر مقصود بچوں اور عورتوں کا بھی مطالعہ ہے تو اتنی ضخامت مناسب نہیں اور نہ ہر طرح کے حالات کی ضرورت - ہر تصنیف میں مقدم شے قارئین و مخاطبین کی ضروریات و حالت کا صحیح اندازہ کرنا ہے -

(۲) جن کتابوں سے حالات لیے ہیں اور دیباچہ میں انکا تذکرہ کیا ہے' وہ معیار نقد و تحقیق کسی طرح معتبر و مستند نہیں - دیباچہ میں لکھتے ہیں :

" عربی میں بڑی بڑی ضخیم کتابیں تالیف ہوئیں جن میں سواے موضوع ' صحیح ' سقیم ' مرسل ' منقطع ' مفصل کا اضافہ بھی شامل تھا - ان میں صحیح تر سیرۃ حافظ ابو الفتح ' ابن ہشام ' سیرۃ شامی ' سیرۃ حلبیہ ہے لیکن انقلاب زمانہ سے جب دوسری زبانوں میں ترجمہ یا ملخص ہونے لگا تو معاف اور موضوع کے علاوہ نفس واقعات اور حوالے میں بھی تصرف کیا گیا "

لیکن یہ صحیح نہیں - اول تو " سواے موضوع ' صحیح ' سقیم " کا مطلب معلوم نہیں کیا ہے ؟ پھر جن کتابوں کو " صحیح تر " کہا

هے ' اُن میں سواے " ابن هشام " کے کوئي بهي " صحیح تر " نہیں - حافظ ابو الفتح سے نہیں معلوم کونسي کتاب مراد هے ؟

سیرۃ شامي محمد بن یوسف صالحي (المتوفي سنہ ۹۴۲ ھ) کي تصنیف هے ' یعنے دسویں صدي هجري کي - مصنف وسیع النظر ضرور تها - چنانچہ دیباچہ میں لکها هے کہ "میں نے سیرۃ کي تین سو سے زائد کتابیں دیکهیں " ناهم طریق جمع و انتخاب و نقد و تحقیق سے حالي اور رطب و یابس سے مملو هے - نیز متاخرین کے علم اندار کے مطابق محدثانہ روش سے بهي خالي -

اسي کتاب کا خلاصہ " سیرۃ الحلبیۃ " هے ' جسے علي برهان الدین حلبي (المتوفي : ۱۰۴۴) نے سیرۃ شامي سے اخذ کرکے مع اضافہ بعض الزیادات مرتب کیا ' مگر یہ بهي سیرۃ کي عام کتابوں کي طرح معمولي انداز جمع و ترتیب سے لکهی گئي هے ' اور نہ نسبت دیگر کتابوں کے " صحیح تر " کے لقب کي مستحق نہیں -

کچهہ شک نہیں کہ نہ تمام کتابیں جمع ترین مواد سیرۃ هیں جسے محدثانہ نقد و تحقیق و نظر درایت کے بعد سیرۃ کي کتابیں مرتب کي جا سکتي هیں ' لیکن اسکي یہ کسي طرح مستحق نہیں کہ " سیرۃ ابن هشام " کي صف میں اُنهیں جگہ دي جاے اور اسکي طرح " صحیح تر " سمجها جاے ' جو فن سیرۃ میں اقدم و اول ' اور بمنزلۂ اُم الکتب هے -

یہ بهي صحیح نہیں کہ غلط و موضوع واقعات کي شہرت ' ان کتابوں کے غلط حوالوں کا نتیجہ هے - کسي اُردو یا فارسي کي کوئي کتاب معلوم نہیں جس کے غلط ترجمہ کیا هو - اصلي سبب نقد و تحقیق کا نہونا ' اور محض عقیدہ و حسن ظن کو بنیاد تاریخ و سیرۃ قرار دینا ' اور کتب دلائل و خصائص مثل دلائل ابو نعیم و خصائص سیوطي وغیرہ کي عام اشاعت و مقبولیت ' اور سب سے زیادہ جماعۂ قصاص و وعاظ کا گرمي مجلس و عوام فریبي کیلیے اس قسم کي چیزوں کو سعي و جہد شائع کرنا هے -

مولوي صاحب نے اپنا ماخذ اصلي سیرۃ حلبیہ اور سیرۃ سید احمد بن دحلان کو بتلایا هے - حالانکہ وہ بغیر کسي واسطہ کے خود ابن هشام سے فائدہ اُٹها سکتے تہے جو اب مصر میں چهپ گئي هے (زاد المعاد) کے حاشیہ پر چهپ گئي هے - اور خود حجۃ الاسلام علامۂ ابن قیم کي کتاب (زاد المعاد) اس باب میں سب سے زیادہ نافع تهي جس کا اُنہوں نے مطالعہ نہیں کیا -

(سید احمد بن دحلان) زمانۂ حال کے مصنف هیں - مکہ معظمہ میں شوافع کے مفتي تہے - اُنہوں نے متعدد کتابیں لکهي هیں اور اس دور کے مصنفین میں کئي حیثیتوں سے بہت غنیمت هیں - انکي سیرۃ بهي نسبۃً اختصار و ترتیب کے لحاظ سے بہت اچهي هے ' تاهم اعتماد کیلیے کافي نہیں -

ضمني طور پر جن کتابوں کا نام لکها هے ' ان میں تاریخ الخلفا ' تفسیر خازن ' مدارک ' اور احیاء العلوم بهي هے - لیکن ایک سیرۃ کي کتاب کو جسکا اصل ' فن حدیث هے ' ان کتابوں سے کیا واسطہ ؟

ایک کتاب " اسماء الرجال " نامي بهي لکهي هے - لیکن اس نام کي کوئي کتاب دنیا میں نہیں هے -

(۳) آغاز کتاب کے دو تین صفحہ دیکهہ سکا - جاهلیت عرب کا حال لکهتے هوے سودہ بنت زهرہ کا واقعہ لکها هے جو بے اصل هے - کہانۃ کے بارے میں جو جملۂ معترضہ آگیا هے ' وہ بهي صحیح نہیں اور بالکل بے موقعہ هے - واقعۂ ولادت کے تذکرہ میں حضرۃ عباس کي

روایت سے جو حدیث درج کي هے ' قابل احتجاج نہیں اور خود حافظ سیوطي خصائص کبری میں اسکو نا قابل الذ راج و استدلال تسلیم کر چکے هیں - حضرۃ عیسی اور حضرۃ موسی وغیرهم علی نبینا و علیهم السلام کي نسبت لکهدیا هے کہ وہ سب کے سب مختون پیدا هوے تہے مگر اسکا بهي کوئي ثبوت نہیں - محض بے اصل هے -

اس سے معلوم هوتا هے کہ عدم تحقیق و نقد ' و عدم حصول کتب معتبرہ ' و قلت اعتناء فن کي وجہ سے تمام کتاب میں اور بهي بہت سي باتیں اسي طرح رطب و یابس هونگي -

(۴) عبارت میں بهي شگفتگي کي کمي ' اور عدم سلاست جا بجا هے - ایسي کتابوں میں جنسے مقصود عورتوں ' بچوں ' اور علم اردو خواں طبقہ سے تخاطب هو ' عبارت کے مسئلہ کو بهي کم ضروري و اهم نہیں سمجهنا چاهیے -

امید هے کہ مولوي صاحب دوسرے ایڈیشن میں ان امور کا خیال رکهیں گے - کچهہ شک نہیں کہ انکا ارادہ اور انکي مبارک سعي یقیناً مستحق تعریف و شکر هے -

---

تقدم علوم و معارف

سنہ ۱۹۱۲ میں

(۱)

کیا عجیب اختلاف احوال ہے !

ایک طرف تو یہ حال ہے کہ ہمارے اسلاف پیشین ہم کو جو ذخیرۂ معارف سپرد کر گئے ہیں، اوس میں ایک ذرہ کا اضافہ بھی ناممکن یقین کیا جاتا ہے، اور علوم قدیمہ کا بھی یہ حال ہے کہ جب ہماری مجلس کا کوئی گراں پایہ ممبر اٹھ جاتا ہے تو پھر اوس کا کوئی جانشین پیدا نہیں ہوتا -

دوسری طرف اسی آسمان کے نیچے ایک دوسری آبادی ہے، جہاں کی نسل ہمیشہ اپنے اسلاف کی متروکات علمیہ کو تعجب انگیز ترقی دے رہی ہے، اور جب اوس آبادی کا کوئی فرد اپنی جگہ خالی کرتا ہے تو اپنے سے ایک بہتر شخص کو اپنا جانشین بنا جاتا ہے !

یورپ کی تمام شاخہاے زندگی کی طرح اسکی علمی زندگی بھی شغف، حوصلہ مندی، سرگرمی، اور استقلال کی روح سے لبریز ہے، یورپ میں علمی زندگی کی ہر دلعزیزی و مقبولیت کا اندازہ علماء علوم و فنون کی اس تعداد سے ہوسکتا ہے جو سنہ ۱۳ ع کی دلیل انگلستان (گائڈ بک) مطبوعہ لندن میں شائع ہوئی ہے اور جو بالتفصیل درج ذیل ہے -

امریکا	...	...	...	...	۱۶۷۸
انگلستان	...	...	...	...	۱۳۷۲
جرمنی	..	...	...	...	۱۲۸۰
فرانس	...	...	...	...	۱۳۲۳
آسٹریا	...	...	...	...	۳۴۸
اٹلی	...	...	...	...	۲۱۵
سوئزرلینڈ	...	...	...	...	۲۱۴
کینیڈا	...	...	...	...	۱۴۹
سویڈن	...	...	...	...	۱۰۹
روس	...	...	...	...	۹۷
ڈنمارک	...	...	...	...	۹۳
بیلجیم	...	...	...	...	۹۰
ناروے	...	...	...	...	۸۸

گائڈ بک میں صرف انہیں چیزوں کا ذکر ہوتا ہے جو کوئی خاص اہمیت و عظمت رکھتی ہیں، اسلیے یقیناً اسمیں ہر سند یافتہ یا ہر اسکول کا ٹیچر اور کالج کا پروفیسر شامل نہ ہوگا، بلکہ یہ جماعت ہوگی صرف ان اشخاص کی، جو صحیح معنی میں اہل علم ہیں، اور علمی زندگی بسر کر رہے ہیں -

یورپ میں علم کی سرعت رفتار کا یہ عالم ہے کہ اسکی ترقی و انقلاب کی ہر سال ایک سالانہ روداد شائع کی جاتی ہے - چنانچہ ایک مشہور مجلۂ علمیہ نے گزشتہ سال کی روداد بھی ایک مضمون کی صورت میں شائع کی ہے - اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ گذشتہ ربع قرن میں علم نے یورپ میں کہاں تک ترقی کی ؟ ہم اسکے بعض حصص کا خلاصہ شائع کرتے ہیں - یہ ایک اجمالی بیان ہوگا جس میں صرف چند اصناف علم اور انکے متعلق بھی چند مخصوص ترین انکشافات و اضافات کا ذکر ہے - و علی کل حال، فیہ تبصرۃ لمن القی السمع و ہو شہید -

(علم الحیاۃ)

اس علم میں اہم ترین اضافہ، وہ مشہور خطبۂ رئیسہ (پریسیڈنشل اڈریس) ہے جو پروفیسر شیفر نے مجمع تقدم العلوم البرطانی (برٹش اکاڈمی) کے جلسۂ منعقدہ (ڈنڈی) میں پڑھا تھا - اس خطبہ کے شائع ہوتے ہی بحث و استدلال کا دروازہ کھلا اور اعتراضات و جوابات نے مجلات علمیہ کے صفحات پر ایک علمی جنگ برپا کردی (۱) -

جیسا کہ پروفیسر شیفر نے اپنے خطبۂ رئیسہ میں بیان کیا ہے، (حیات) کی تعریف ایک ایسی گرہ ہے، جسکے کھولنے سے اساطین فن ہمیشہ عاجز رہے ہیں -

(اسپنسر) کا شمار ائمہ فن میں ہے اور مبادی علم الحیات پر اسکی کتاب لٹریچر کی اس شاخ میں ایک عدیم النظیر اضافہ ہے - (اسپنسر) نے اس کتاب کے دوران تعریف حیات کے لیے وقف کیے مگر اس سعی طویل کا ماحصل صرف یہ نکلا کہ وہ کچھہ تعریف نہ کرسکا اور بالاخر اپنے عجز و قصور کا اوس نے اعلان کیا -

یہی وجہ تھی کہ پروفیسر شیفر اپنے خطبہ میں مسئلہ تعریف کو غیر منحل چھوڑ کے آگے بڑھگئے، اور ایک ایسے رسمی و غیر متوقع الحصول مقصد کے پیچھے اپنا وقت ضائع نہیں کیا، جسکا حصول (اگر ہوتا) تو فن کو کوئی مخصوص مفاد اساسی نہ پہنچا سکتا -

مگر با ایں ہمہ حیات کی تفسیر و تشریح کا گزیر ہے اور پروفیسر شیفر اس جماعت کے ساتھہ ہیں جو اسکو " عمل آلی " قرار دیتا ہے -

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ (حیات) کے متعلق دو مذہب ہیں - ایک گروہ کا خیال یہ ہے کہ حیات ایک مستقل بالذات شے ہے اور جسم و حیات کی نسبت ظرف و مظروف کی ہے -

اسکو یوں سمجھیے کہ ایک غبارہ گرم پرواز ہے - اسمیں دو چیزیں ہیں - غبارہ اور وہ دھواں یا گیس، جو اسمیں بھرا ہوا ہے - گو پرواز غبارہ کا فعل ہے مگر ہے اثر گیس کا، اور گیس بجاے خود کوئی ایسی چیز نہیں، جسے کسی عمل کیمیاوی نے غبارہ کے اجزا سے پیدا کیا ہو، بلکہ ایک مستقل شے ہے جو اسمیں داخل کی گئی ہے -

قریباً یہی حالت جسم و حیات کی بھی ہے - اسی جماعت میں وہ گروہ ہے جو کہتا ہے کہ حیات کرۂ ارض میں پیدا نہیں ہوئی

(۱) یہ خطبہ الہلال جلد ۲ - نمبر ۱۳ - و ۱۴ - میں ملخصاً شائع ہوچکا ہے - منہ

ہے بلکہ کسی اور سیارے سے آئی ہے - (۱)

دوسرے گروہ کا یہ خیال ہے کہ حیات کوئی مستقل بالذات شے نہیں بلکہ یہ وہ عمل کیمیاوی ہے جو زندہ جسم کے عناصر میں ہوتا رہتا ہے -

یعنی جسطرح شیشے کی سختی ' سونے کی لچک ' پانی کا سیلان ' کوئی مستقل بالذات شے نہیں ' بلکہ مادہ کے مختلف طبعی یا کیمیاوی خواص ہیں - اسیطرح حیات بھی زندہ اجسام کا کیمیاوی خاصہ ہے - اسی لیے اصطلاح میں اس عمل کو " عمل آلی " کہتے ہیں ' اور اس مذہب کو " مذہب آلی -

" مذہب آلی " کے مرید ین میں پروفیسر (جاک لوبی) بھی ہیں - یہی وہ شخص ہیں جنہوں نے دریا کے پانی میں بعض مادے ملائے ہیں اور اس آمیزش کے بعد بعض بحری حیوانات کے انڈوں میں سے تلقیم کے بغیر اسی قسم کے بچے نکلے ہیں -

(حیات منفصل)

کیا کوئی عضو کسی جسم حیوانی سے علاحدہ ہونے کے بعد زندہ رہ سکتا ہے ؟ یہ سوال سال گذشتہ سے پہلے مستبعد و نا قابل پرسش تھا ' مگر اب ایک ثابت شدہ مسئلہ ہے - موسیو (کارل) نے عملیات جراحیہ کے اثنا میں اپنے تجربات سے ثابت کر دیا ہے کہ بعض کیمیاوی تدابیر سے عضو مقطوع ۱۶ سے ۲۰ - دن تک زندہ رہ سکتا ہے -

یہ مسئلہ دلچسپ اور مفصل طلب ہے مگر افسوس کہ یہ موقع نہیں - اسلیے تفصیل قلم انداز کرتے ہیں - ان شاء اللہ مضمون کے آخر میں اس موضوع پر مفصل لکھینگے -

(علم الجغرافیہ)

سال گذشتہ جغرافی تحقیقات کے لیے مختلف مہمیں روانہ ہوئی تھیں ' انمیں سے جاپانی مہم جو لفٹنٹ (شیراسی) کی سرکردگی میں تھی ' قطب تک پہنچنے سے پہلے ناکام واپس آئی - (امنڈسن) اور (اسکاٹ) کی مہمیں قطب تک پہنچیں - انکے حالات (الہلال) جلد دوم میں مفصل شائع ہو چکے ہیں - اس لیے قلم انداز کیے جاتے ہیں -

(ستیفن) اور (انڈرسن) نے جلیج کارونیج کے جزائر میں کچھ ایسے لوگ دریافت کیے ہیں جنکے بال سرخ ' آنکھیں کرنجی ' اور رنگ سفید ہیں - خیال کیا جاتا ہے کہ یہ لوگ سویڈن اور ناروے کے رہنے والے ہیں جو بہت عرصہ ہوا ' اسطرف نکل آئے تھے -

(علم الارض)

زلزلوں کے سبب کے متعلق علما میں شروع سے سخت اختلاف چلا آتا ہے - حکماء متقدمین میں سے ارسطو اور فیثاغورس وغیرہ کا یہ خیال ہے کہ اسکا سبب ہوائیں ہیں - طالیس اور سینیکس وغیرہ اسکا سبب پانی کو قرار دیتے ہیں - کلدانی منجم اجرام سماویہ کو اس کا باعث بیان کرتے تھے -

متقدمین کی طرح متاخرین کی آرا بھی اس باب میں متعدد اور سخت متعارض ہیں - ان آرا کے استقصاء کا یہ موقع نہیں - انمیں سے سب سے آخری اور فی الحال معتمد علیہ یہ رائے تھی کہ جوف زمین میں اس عہد کی آگ کا ایک حصہ باقی ہے' جبکہ یہ ایک کرۂ آتشیں ہو رہا تھا - اس آگ میں جب کسی وجہ سے ہیجان پیدا ہو جاتا ہے تو زمین کانپنے لگتی ہے - یہی لرزہ ہے جسکو ہم زلزلہ کہتے ہیں -

مگر اب یہ ثابت ہوا ہے کہ زلزلے زمین کے بعض طبقات کے دھسنے کی وجہ سے پیدا ہوتے ہیں -

خیال یہ تھا کہ ان سنگیں طبقات کا دل جو دھسنے ہیں' ۱۲ - میل سے زیادہ نہیں ہوتا - اس کے بعد کے طبقات ضغط و فشار کی وجہ سے پھٹتے نہیں بلکہ سیال مواد کی طرح ہلنے لگتے ہیں -

بعض لوگوں نے یہ تجویز کی تھی کہ ایک کنواں کھودا جاے ' اس کنویں کی کھدائی اسوقت تک جاری رہے' جب تک کہ وہ سنگیں طبقات سے گذر کے نرم حصے تک نہ پہنچ جاے - مگر اس تجویز پر اسوقت یہ اعتراض کیا گیا تھا کہ اس نرم حصے تک پہنچنا نا ممکن ہے کیونکہ اس حد تک پہنچنے سے پہلے زمین کا فشار اسقدر بڑھ جائیگا کہ بالآخر کنویں کے دونوں پہلو مل جائینگے -

اسوقت یہ خیال بھی ظاہر کیا گیا تھا کہ کانیں زیادہ عمق میں نہیں ہوتیں - مگر بارہ تجارب نے یہ ثابت کیا ہے کہ کانیں بہت زیادہ عمق میں بھی پائی جاتی ہیں - ۱۷ - سے ۲۰ - میل عمق تک فشار زمین کا (زمین کے چھلکے کا) معمولی فشار خندق کے دونوں پہلوؤں کو نہیں ملاتا ' پس ۲۰ - میل عمیق خندق میں انسان جا سکتا ہے -

ساحل فرنڈالی کے قریب زمین پھٹی - اسکے بعد نیچے مٹی اور پتھر نکلے اور انہیں پتھروں اور مٹی کے ڈھیر سے ایک جزیرہ بنگیا - اسوقت سطح آب سے اس جزیرہ کی بلندی ۱۴ - قدم (فیٹ) ہے -

(الطب و الجراحہ)

(سرطان) کے اسباب ابھی تک دریافت نہیں ہوے ' اسی سے اسکا کوئی کامیاب علاج بھی ایجاد نہ ہوسکا - لیکن اگر سرطان آغاز ظہور میں تشخیص کرلیا گیا ' اور نکال بھی لیا گیا تو پھر شفا یابی کا پہلو غالب ہو جاتا ہے - شعاعہاے (رنتجن) اور (ریڈیم) صرف اس حصہ کے لیے مفید ہیں ' جو عمل جراحی کے بعد رہجاتا ہے' مگر ڈاکٹر اکثر اپنا تجربہ اسکے خلاف بیان کرتے ہیں - انکا بیان ہے کہ انہوں نے ریڈیم کے ذریعہ عمل جراحی کے بغیر چار ایسے مریضوں کو اچھا کیا ' جنکے چہرے میں سرطان تھا ' اور چھ ایسے مریضوں کو بھی جنکے جبڑے میں سرطان تھا - ان کے علاوہ بعض ایسی عورتوں کو بھی اچھا کیا جنکے رحم میں سرطان ہوگیا تھا - ان تمام شفا یاب مریضوں میں سے کسی کو بھی پھر سرطان نہیں ہوا - یہ ان شعاعوں کی ایک عجیب و غریب خاصیت بیان کی جاتی ہے کہ وہ صرف انہیں انسجہ میں اثر کرتی ہیں ' جنمیں مادہ سرطانی ہوتا ہے -

ان شعاعوں کا قاعدہ یہ ہے کہ جب دو ہفتہ تک مسلسل استعمال ہوتا رہتا ہے تو ان سرطانی خلایا میں ایک قسم کی تحریف پیدا ہو جاتی ہے - یہی تحریف بڑھتے بڑھتے اسقدر بڑھتی ہے کہ سرطان بالکل جاتا رہتا ہے - (البقیة یتلی)

(۱) ہمارے ہاں علماے متکلمین اسلام کا بھی یہی مذہب ہے اور اس سے حسب اصول مذہب و ادیان ' یہ ثابت ہوتا ہے کہ جسم کے فنا کے بعد بھی نفس زندہ رہتا ہے ' کیونکہ وہ جسم سے علحدہ اپنا مستقل وجود رکھتا ہے - کئی بار ارادہ ہوا کہ ایک مضمون صرف اس موضوع پر لکھا جاے کہ متکلمین اسلام نے فلسفۂ و مباحث علوم میں ضمناً پڑکر جو بعض اصول قایم کیے تھے ' تحقیقات جدیدہ اب انکو تسلیم کرتی جاتی ہے -

وثائق و حقائق

باب التفسیـــر

سلسلۂ قصص بنی اسرائیل

(۳)

قتـــل نـفس

—:*:—

حقوق و فرائض عباد میں سے سب سے اول و افضل فرض یہ ہے کہ ہر انسان دوسرے انسان کی زندگی کی حرمت اور اس کی جان کی عزت کرے - جب تک حرمت زندگی و عزت جان نہیں ' اس وقت تک دنیا میں راحت و اطمینان بھی نہیں -

(قابیل و ہابیل)

کتب الہیہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس بدترین فعل شیطانی کا مبتدع اول وہ گنہگار انسان (قابیل) تھا ' جسکے سوء نیت اور خبائث قلب کو دیکھکر خدا نے قربانگاہ میں اوسکی قربانی قبول نہ کی ' لیکن اوسکے بھائی (ہابیل) کی قربانی قبول ہوئی کہ وہ نیت کا خالص اور دل کا نیک تھا - یہیں سے قربانی کی حقیقت بھی سمجھہ میں آسکتی ہے کہ وہ جانور کی گردن سے خون گرانے کا نام نہیں ' بلکہ نیکی اور پاکی کے چند قطرات خونین سے عبارت ہے ' جو خدا کے نام پر دل سے کہ مستقر خیالات ہے ' ٹپکیں :

لن ینال اللہ لحومہا و لا دماؤہا و لکن ینالہ التقوی منکم (۲۲ : ۳۸)

خدا کو قربانی کا گوشت اور خون نہیں پہنچتا ' بلکہ صرف تمہاری نیکی ہی خدا تک پہنچتی ہے -

(قابیل) نے دیکھا کہ خدا نے اوسکے بھائی (ہابیل) کی قربانی کو قبول کی عزت بخشی لیکن اوسکی قربانی کو عزت نہ دی ' وہ رنجیدہ ہوا ' اور اپنے بھائی کے خون سے اپنا ہاتھہ رنگین کیا - (توراۃ - پیدائش ۴ : ۴) -

قران مجید نے اسی قصہ کو ان الفاظ میں دہرایا ہے :

واتل علیہم نبأ ابنی آدم بالحق اذ قربا قربانا فتقبل من احدہما ولم یتقبل من الآخر ' قال لاقتلنک ' قال انما یتقبل اللہ من المتقین ' لئن بسطت الی یدک لتقتلنی ما انا بباسط یدی الیک لاقتلک ' انی اخاف اللہ رب العالمین ' انی ارید ان تبوأ باثمی و اثمک فتکون من اصحاب النار ' وذلک جزاء الظالمین ' فطوعت لہ نفسہ قتل اخیہ فاصبح من الخاسرین (۳۰ : ۳۳)

اے پیغمبر ! ان لوگوں کو آدم کے دو بیٹوں کا سچا قصہ سنا دے - جب دونوں نے خدا کے حضور اپنی اپنی قربانیاں پیش کیں تو ایک کی قبول ہوئی اور دوسرے کی قبول نہ ہوئی - جس کی قبول نہ ہوئی اوس نے اپنے بھائی سے کہا کہ میں تجھکو قتل کروں گا - بھائی نے کہا : قربانی خدا نیکوں کی قبول کرتا ہے اور تم اگر میرے قتل کے لیے ہاتھہ بڑھاے ہو تو بڑھاؤ ' لیکن میں تو نہیں بڑھاتا - میں اپنے خدا سے ڈرتا ہوں - میں چاہتا ہوں کہ میرا اور اپنا ' دونوں کا گناہ تم ہی اٹھاؤ اور دوزخ کے سزاوار بنو کہ ظالموں کی یہی جزا ہے - پہلا بھائی اپنے نفس کا مطیع بنکر اپنے بھائی کا قاتل ہوا - اور مبتلاے خسران !

یہ پہلی خونریزی تھی جو دنیا میں ہوئی ' اور خون بے گناہی کا پہلا قطرہ تھا جو زمین پر گرا - دنیا میں جب کبھی اس کی مثال ظاہر ہوگی ' تو آدم کا قاتل فرزند ہی اوس کا ذمہ دار ہوگا کہ اس شرارت کا تخم زمین میں سب سے پہلے اوسی نے بویا -

حدیث صحیح ہے :

لا تقتل نفس الا کان لابن آدم الاول کفل منہا (بخاری) -

دنیا میں جب کوئی مظلوم قتل کیا جاتا ہے تو آدم کے فرزند اول کو بھی اوس میں سے حصہ ملتا ہے -

(نیکی اور بدی کا تخم)

اسی طرح ہر نیکی کا مبتدع اور فاعل اول ' جب تک وہ نیکی دنیا میں باقی ہے ' اوسکے ثواب عمل سے بہرہ ور ہوگا ' کیوں کہ سب سے پہلے اسی نے دنیا کو وہ نیکی سکھائی - یہی مطلب ہے اس حدیث مشہور کا :

من سن سنۃ حسنۃ فلہ اجرہا و اجر من عمل بہا (ص ح)

جو کوئی ایک طریقہ جاری کرے گا ' اسکو بھی اوس نیکی کرنے والے کی طرح ہمیشہ ثواب ملے گا -

پس جو وجود دنیا میں کوئی بدی لاتا ' وہ تمام دنیا کا دشمن ہے کہ وہ بدی ہر ایک کے ساتھہ ہوسکتی ہے - اور جو دنیا کو کوئی نیکی سکھاتا ہے ' وہ تمام دنیا کا محسن ہے ' کیوں کہ اس سے دنیا کی ہر زندگی متمتع ہوگی - اسی لیے خداے پاک نے آدم کے ان دونوں بیٹوں کے قصے کے بعد فرمایا :

من اجل ذلک کتبنا علی بنی اسرائیل انہ من قتل نفسا بغیر نفس او فسادا فی الارض ' فکانما قتل الناس جمیعا ' و من احیاہا فکانما احیا الناس جمیعا (۵ - ۳۵)

اسی لیے ہم نے بنی اسرائیل کو کہدیا کہ جو کسی کو بغیر اسکے کہ اسنے کسی کو قتل کیا ہو یا زمین میں اسنے کوئی فتنہ برپا کیا ہو ' قتل کرتا ہے وہ گویا تمام بنی نوع انسانی کو قتل کرتا ہے ' اور جو کسی کو اپنی مہربانی سے زندہ کرتا ہے ' وہ گویا تمام نوع انسان کو زندہ کرتا ہے -

(حفظ نفس)

اس معجزانہ ' پر اثر ' اور معجز طرز ادا کے علاوہ خدا نے کئی بار اعلاناً خونریزی سے منع فرمایا - سورۂ انعام میں ہے :

ولا تقتلوا النفس التی حرم اللہ الا بالحق ' ذلکم وصکم بہ لعلکم تعقلون - (۶ - ۱۵۸)

جان جسکا قتل خدا نے حرام کیا ' حق کے سوا ' کسی اور سبب سے اوس کو ہلاک نہ کرو ' خدا تمہارے سمجھنے کے لیے تم کو یہ نصیحت کرتا ہے -

اور پھر سورہ بنی اسرائیل میں فرمایا ہے :

ولا تقتلوا النفس التی حرم اللہ الا بالحق ' ومن قتل مظلوما فقد جعلنا لولیہ سلطانا ' فلا یسرف فی القتل انہ کان منصورا - (۱۷ : ۳۵)

" جان جسکا قتل خدا نے حرام کیا ' حق کے سوا کسی اور سبب سے اوس کو ہلاک نہ کرو - جو مظلوم ہوکر مارا جاے اوسکے وارث کو ہم نے قصاص اور بدلے کا اختیار دیا ہے مگر وہ اس انتقام میں تعدی اور زیادتی کسی طرح نہ کرے - اس طرح یقیناً وہ مظفر و منصور ہوگا "

یہ حکم امن عالم اور حفظ انسانیت سے متعلق ہے' اسی لیے جب کسی دور و عصر میں امن عالم کا محافظ ربانی اور حفظ انسانیت کا واعظ روحانی دنیا میں آیا' تو اوس نے اس حکم کا اعادہ کیا -

تم نے اوس فرمان کو سنا ہے' جو امن عالم کے ایک "محافظ اکبر" نے مقدس جماعات انسانی کے روبرو اور "بیت خلیل" کے سامنے دنیا کو سنایا تھا ؟

الا ان دماءکم و اموالکم محرمة علیکم کحرمة یومکم هذا' فی بلدکم هذا' فی شهرکم هذا !

آگاہ ہو کہ تمہارا خون' تمہارا مال' ایک دوسرے کیلیے محترم ہے' جسطرح آج کے روز اس شہر مکہ میں' اس ماہ ذوالحجہ میں محترم ہے -

اسی طرح وہ جو "کوہ طور" سے آیا' اور اسکے بھی جو "کوہ زیتون" پر نمودار ہوا' یہی کہا تھا کہ "تو خون مت کر"

(حفظ نفس کیلیے قتل نفس)

لیکن جس طرح قیام امن و احترام روح انسانیت کے لیے سفک دم و قتل نفس ممنوع ہے' اسی طرح کبھی کبھی انہیں عزیز ترین متاع عالم کی حفاظت و عزت کے لیے سفک دم و قتل نفس ضروری بھی ہو جاتا ہے - ایک جماعت انسانی کا مجرم' ایک نفس زکیہ کا قاتل' ایک حکومت صالحہ کا باغی' اور ایک برہم زن امن عالم کا قتل' عین عدل و نفس انصاف ہے' تاکہ دنیا کی صلح و سلام واپس آئے' اور انسانیت و روح کی عزت و احترام باقی رہے -

(عفو و انتقام)

اسلام سے پہلے دنیا نے صرف دو اصولوں پر کام کیا ہے - عفو اور انتقام - ہم نے موسی (ع) کی شریعت میں "جان کے بدلے جان' آنکھ کے بدلے آنکھ اور دانت کے بدلے دانت" پڑھا ہے' لیکن یہ نہیں پڑھا کہ "اے اسرائیل ! تو اپنے دشمنوں کو معاف کر دے"

ہم نے مسیح (ع) کو سنا کہ اوسنے (گلیل) کی سر زمین میں ایک پہاڑ کے نیچے کہا:

"تم سن چکے ہو کہ کہا گیا تھا' آنکھ کے بدلے آنکھ اور دانت کے بدلے دانت' پر میں تم سے کہتا ہوں کہ شریر کا مقابلہ نہ کرنا' بلکہ جو تیرے داہنے گال پر طمانچہ مارے' تو دوسرا گال بھی اوس کی طرف پھیر دے' جو تیرا کرتہ لے' اوس کو چوغہ بھی لے لینے دے' جو کوئی تجھے ایک کوس بیگار میں لے جائے' اوسکے ساتھ دو کوس چلا جا" (۱)

ہم نے یہ سنا' لیکن یہ تو نہیں سنا کہ اوسنے کہا ہو: "شریروں اور بدکاروں کو اون کے اعمال کی سزا دو کہ آسمان کی بادشاہت کی طرح زمین کی بادشاہت میں بھی امن و سلامتی ہو"

لیکن ہم نے مسیح کے بعد (بطحاء) کی سر زمین میں' جبل حراء کے دامن میں' ایک اور بولنے والے کا کلام سنا' جس نے گلیل کے منادی کی طرح پہلے کہا:

ادفع بالتی هی احسن السیئة - (۲۳ - ۹۷) -

برائی کا معارضہ ہمیشہ نیکی سے کرو -

و یدرؤن بالحسنة السیئة اولئک لهم عقبی الدار - (۱۳ - ۲۲) -

آنے والے گھر کا انجام اون کے لیے ہے جو برائی کو نیکی سے دفع کرتے ہیں -

لیکن ساتھ ہی اوس نے سلطان عدل کے جلال' امنیت عالم کے احترام' نظام مدنیة کے قوام' اور قانون و عدالت کی ہیبت کے ساتھ کہا' جیسا کہ موسی (ع) نے بادل کی گرج' بجلی کی چمک' اور قرنا کی آواز میں سنا تھا:

فمن اعتدی علیکم فاعتدوا علیه بمثل ما اعتدی علیکم و اتقوا الله و اعلموا ان الله یحب المتقین - (۲ : ۱۹۴) -

"جو تم پر تعدی کرے تم بھی اوسی طرح اور اوسی قدر اوس پر تعدی کرو' خدا سے ڈرو اور یقین کرو کہ خدا اپنے سے ڈرنے والوں کو پیار کرتا ہے"

پھر اوس نے موسی (ع) کے قانون کا اعادہ کیا:

و کتبنا علیهم فیها ان النفس بالنفس و العین بالعین والانف بالانف والاذن بالاذن والسن بالسن و الجروح قصاص - (۵ : ۴۸)

"ہم نے تورات میں لکھدیا ہے کہ جان کے بدلے جان' آنکھ کے بدلے آنکھ' ناک کے بدلے ناک' کان کے بدلے کان' دانت کے بدلے دانت' اور زخم کے بدلے زخم ہے" .

وہ ادھوری باتوں کو جنسا کہ (مسیح) نے کہا تھا' پورا کرنے کے لیے آیا تھا - وہ آیا اور اون کو پورا کیا - اوس نے کہا کہ "تم دشمنوں سے در گذر کرو' اور برائی کو نیکی کے ذریعہ دور کرو" اوس نے صرف یہی نہیں کہا کہ دشمنوں کے شدائد جور کے ساتھ تحمل کرو' بلکہ یہ بھی کہا کہ تحمل کرو اور احسان کرو' برائی کو انگیز کرو اور اسکی جزا نیکی کے ساتھ دو کہ یہ حصول امن کا ذریعہ اور سبب صلح و سلام کی تدبیر ہے:

و لا تستوی الحسنة و لا السیئة' ادفع بالتی هی احسن السیئة' فاذا الذی بینک و بینه عداوة کانه ولی حمیم' و ما یلقاها الا الذین صبروا' و ما یلقاها الا ذو حظ عظیم (۴۱ ۳۳)

"نیکی اور بدی برابر نہیں - نیکی سے بدی کو دور کرو کہ اس سلوک سے وہ' جس کو تم سے عداوت ہے' تمہارا دوست ہو جائے گا - یہ وہ طریقۂ اخلاق ہے جس پر صرف صابر اور خوش قسمت انسان ہی عمل کرتے ہیں"

(قانون حفظ و قتل)

لیکن یہ عفو و حلم یہ صفح و در گذر' یہ تحمل و انگیز' کب تک ؟ اوس وقت تک' جب تک کہ اوس شر اور بدی کا اثر شخص واحد تک محدود' اور صرف ایک ذات خاص ہی کے منافع خصوصیہ میں محصور ہو کہ یہ جرم ایک شخص واحد اور ذات خاص کا ہے جس کے معاملات و حوادث خصوصیہ کو ہیئۃ اجتماعیہ اور سوسائٹی سے تعلق نہیں -

وہ پانی کا ایک بلبلہ ہے جو ایک ٹھوکر سے پیدا ہوا اور مٹ گیا - اس جرم کو معاف کرو کہ اشخاص کی ذاتی محبت و مودت اور شخصی لطف و رحم کو ترقی ہو اور دنیا امن و صلح سے بھر جائے - یہی وہ موقع ہے جہاں (مسیح) کے حکم پر عمل کرنا عین اسلام کی تعلیم ہے -

لیکن دنیا میں ایسی بھی بدیاں ہیں جو گو ایک شخص خاص کے ساتھ ظاہر ہوتی ہیں' لیکن وہ سمندر کی لہریں ہیں' جو ہوا کے جھونکوں سے پیدا ہوتی ہیں اور دور تک پانی کی سطح کو متزلزل کر دیتی ہیں - وہ گو ایک ذات واحد کا گناہ ہے لیکن اپنی وسعت اثر و قوة نفوذ کے لحاظ سے تمام مجتمع انسانی کا گناہ

(۱) تورات - سفر خروج - ۲۵ : ۲ اور متی ۵ - ۳۸ - (منہ)

ہے - پھر جب وہ تمام مجتمع انسانی کا گناہ ہے تو ایک شخص خاص کو کیا حق ہے کہ وہ اوس گناہ کو معاف کرے ' اور اگر کرتا ہے تو وہ خود تمام مجتمع انسانی کا گناہ کر رہا ہے -

زید ' خالد کے گھر میں سرقہ کا مرتکب ہوتا ہے ' اب خالد کو کوئی حق نہیں کہ وہ زید کے گناہ کو معاف کرے - اور اگر کرتا ہے تو گویا اوس کو اعادۂ جرائم و معاصی کی تعلیم دیتا ہے -

عمر ' بکر کے قتل کا مرتکب ہوتا ہے ' بکر کا باپ اب حق نہیں رکھتا کہ اوس کے اس جرم کو معاف کرے ' اگر وہ معاف کرتا ہے تو اوس کا عفو جرات آموز جرائم قتل ہے ' اس لیے اب عمر ' صرف بکر کے موالی و اعزہ ہی کا گناہگار نہیں بلکہ خود مجتمع انسانی کا ' امن و عدل عالم کا ' اور حکومت کا گنہ گار ہے - اسی نکتہ کی طرف کتاب حکیم نے منافع قصاص پر بحث کرتے ہوے اشارہ کیا ہے :

من قتل نفساً بغیر نفس او فساداً فی الارض فکانما قتل النفس جمیعاً ' و من احیاها فکانما احیی الناس جمیعاً - (۵ : ۳۶)	جس نے کسی کو بغیر اس کے کہ وہ مرتکب قتل ہوا ہو یا اوس نے زمین میں فساد برپا کیا ہو ' قتل کر دیا ' تو اوس نے گویا تمام دنیا کو قتل کر دیا ' اور جس نے ایک کو زندہ بچایا تو اوس نے گویا تمام دنیا کو زندگی بخشی -

یہ وہ موقع ہے جہاں اسلام نے موسی کی اس شریعت کا حکم دیا ہے کہ " جان کے بدلے جان اور آنکھ کے بدلے آنکھ "

قران مجید نے ان دونوں مواقع کی تفریق و تمیز سے تورات و انجیل کی شریعت عفو و انتقام کی جو ناقص تھی ' تکمیل کی ' اور اس طرح وہ پورا ہوا جو (مسیح) نے کہا تھا کہ " میرے بعد آنے والا میری ادھوری باتوں کو پورا کردیگا "

(اخلاق اور قانون)

مسئلۂ عفو و انتقام کی نسبت ایک اور نکتہ بھی قابل لحاظ ہے -

دنیا میں دو چیزیں ہیں اخلاق اور قانون - اخلاق کا تعلق انسان کی ذات سے ہے اور قانون کا تعلق حکومت اور مجتمع انسانی سے ہے - عفو و درگذر اور صفح و مغفرہ ایک انسان کا بہترین وصف ہے ' لیکن اگر اوس سے تجاوز کرکے وہ حکومت اور جمعیۃ انسانی تک پہونچ گیا تو وہ قانون کی سرحد میں آ گیا ' جہاں مغفرت گناہ عظیم ' اور صفح و عفو جریمۂ کبیرہ ہے - یہ جرات آموز جرائم ہوتا ہے اور برہم زن امن انسانی -

اسی لیے آس ارحم الراحمین نے فرمایا ' جہاں اپنے معجزانہ انداز کلام میں فرمایا کہ :

و لکم فی القصاص حیوۃ یا اولی الالباب (۲ - ۱۷۹)	اے دانشمندو ! نوع انسانی کی بقا و حفاظت ' قصاص اور بدلے ہی میں ہے -

گذشتہ آیت کو پھر پڑھو :

من قتل نفساً بغیر نفس او فساداً فی الارض فکانما قتل الناس جمیعاً ' و من احیاها فکانما احیی الناس جمیعاً (۵ : ۳۳)	جس نے کسی کو بغیر اس کے کہ وہ مرتکب قتل ہوا ہو ' یا اوس نے زمین میں فساد برپا کیا ہو قتل کردیا ' تو اوس نے گویا تمام دنیا کو قتل کیا ' اور جس نے ایک کو زندہ بچایا ' اوس نے گویا تمام دنیا کو زندگی بخشی !

اس موقعہ پر اگر قاربین کرام آس سلسلۂ مقالات پر بھی ایک نظر ڈال لیں ' جو (الہلال) جلد اول میں " امر بالمعروف " کے عنوان سے شائع ہوا ہے ' تو مطالب زیادہ وضاحت کے ساتھ ذہن نشین ہوں -

(اسلام دونوں کا جامع ہے)

مسیح (ع) کی تعلیم صرف اخلاق ہے اور موسی (ع) کی شریعت صرف قانون ' لیکن وہ ' جس نے کہا کہ " میں خانۂ نبوت کی آخری اینٹ ہوں " (۱) وہ جس طرح ایک معلم اخلاق تھا ' اسی طرح ایک مقنن آئین و قانون بھی تھا - اوس نے کہا :

والذین اذا اصابهم البغی هم ینتصرون ' و جزاء سیئة سیئة مثلها ' فمن عفا و اصلح ' فاجره علی الله ' انه لا یحب الظالمین ' و لمن انتصر بعد ظلمه ' فاولئك ما علیهم من سبیل - انما السبیل علی الذین یظلمون الناس و یبغون فی الارض بغیر الحق ' اولئك لهم عذاب الیم ' و لمن صبر و غفر ان ذلك لمن عزم الامور (۴۲ - ۴۰)	خدا کے پاس کی وہ اجرت جو سراسر خیر اور دائمی ہے ' اون لوگوں کے لیے ہے جو اوس سرکشی و بغاوت کا ' جو اون کے ساتھ کی جاے ' انتقام لیتے ہیں کہ بدی کا بدلہ ویسی ہی بدی ہے البتہ جو معاف کردے اور صلح کرلے تو اسکا اجر خدا پر ہے ' وہ ظالموں کو پیار نہیں کرتا - جو اپنی مظلومی کے بعد اپنے ظلم کا انتقام لے تو اوس پر بھی کوئی الزام نہیں - الزام تو اونہیں پر ہے جو خود لوگوں پر ظلم کرتے اور زمین میں فساد پھیلاتے ہیں - یہی لوگ ہیں جن کے لیے دردناک عذاب ہے - مگر جو صبر کرے اور دوسروں کی خطا بخش دے تو یہ بڑی ہی عالی حوصلگی کے کام ہیں "

اسلام اور شرائع سابقہ کا یہ فرق ایک نہایت اہم اور اصولی نکتہ دقیق ہے ' اور افسوس کہ اسکی تشریح ضمناً ممکن نہیں ' اور مصیبت یہ ہے کہ ایک موضوع پر لکھتے ہوے کتنے ہی ضمنی مطالب کی طرف اشارہ کرنا پڑتا ہے -

(حاصل مبحث)

ان تمام آیات میں بار بار اعادہ ہوا ہے کہ شریعت حقۂ الہیہ نے خون ریزی کو اکبر الجرائم اور قتل نفس کو معصیۃ کبری قرار دیا ہے - تاہم بقاے حفظ سلم عالم ' و امنیت انسانی ' و قیام عدل و نظام کے لیے دو وصف کے لوگوں کا خون بہانا نہ صرف جائز بلکہ ضروری و الزم بھی بتلاتا ہے -

(۱) ایک وہ جس نے کسی مظلوم انسان کا ناحق خون کیا - اوس سے قصاص لیا جائے گا کہ اسکے عمل بد سے دنیا محفوظ رہے اور اسکا اقدام خونیں متعدی نہو -

(۲) دوسرا وہ ' جو زمین کے امن و سلامتی کو برباد ' اور قوموں کے سکون و راحت کو غارت کرتا ہے ' جو انسانوں کے خون کی عزت نہیں کرتا ' جس کا وجود دنیا کے لیے باعث مصائب و حوادث اور موجب برہمی صلح و سلام ہے ' اور جو انسانوں کے فطری حقوق اور خدا کی بخشی ہوئی ازادی و خود مختاری کو غارت کرنا چاہتا ہے - وہ بھی قتل کیا جاے کہ فی الحقیقت اسکی موت دنیا کی زندگی ہے :

---

(۱) آنحضرت (ع) نے ایک تمثیل میں اپنے آپ کو (کہ تکمیل دین کے لیے تشریف لاے تھے) مکان کی آخری اینٹ سے تشبیہ دی ہے جسکے بعد مکان کی عمارت کامل ہو جاتی ہے -

ولكم في القصاص حيوة يا اولي الالباب (۲ : ۱۷۹)
دانشمندو! قصاص و انتقام کے خون هي میں تمهاري زندگی کا سرچشمه ہے -

اور اسلام کا یه قانون کس کو معلوم نہیں ؟

و جزاء سيئة سيئة مثلها (۴۲ : ۴۰)
اور بدي کا بدله ویسي هي بدي ہے جیسي که کي گئي -

یہي اصل الاصول دنیا کے مادي قوانین اور عدالت کو بهي قرار دینا پڑا ہے ' اور سیاسة اخلاقي بهي ایسي تعلیم رحم و درگذر کو یہاں پہنچکر تک سر نہلا دیتي ہے - وهي عدالت جو خون ریزي کو جرم بتلاتي ہے ' جب خونریزي کي جاے ' تو اسکا انصاف خونریزي هي سے کرتي ہے ' اور جس نے تلوار سے خون بہایا ہے ' اسکو عدالت کے جلاد کے آگے سر جهکانا پڑتا ہے ' یا سولي کے تختے پر کهڑا کیا جاتا ہے !!

اخلاق سے بهي اگر فتوی طلب کیا جاے تو وہ عدالت کا ساتهه دیگا -

کیونکه اس بارے میں اصل الاصول یه ہے که " انساني زندگي اور اسکے فطري حقوق کي حفاظت کي جاے " رحم بهي اسي لیے ہے تاکه کسي بر سختي کرکے اسکي حیات و حقوق طبیعیه کو گزند نه پہنچایا جاے - درگذر اور عفو بهي اسي لیے ہے تاکه انساني زندگي کا احترام ' اور انساني حقوق حیات کا اعتراف کیا جاے - لیکن اگر اس عفو و درگذر ' اس تعلیم حفظ نفس ' اور عدم قتل و خون ریزي سے خود وهي اصل الاصول خطرے میں پڑ جاے ' جس کي بنا پر یه تمام اصول قائم کیے گئے تهے ' تو پهر اسکے سوا چارہ نہیں که جس طرح انساني زندگي و حقوق کي حفاظت کیلیے منع قتل کي تعلیم دي جاتي تهي ' ٹهیک ٹهیک اسي طرح انساني زندگي اور حقوق کي حفاظت هي کیلیے قتل و خون ریزي کي بهي اجازت دي جاے -

اخلاق کا واعظ کہتا ہے که " قتل مت کرو " اور عدالت فیصله کرتي ہے که " قاتل کو پهانسي پر چڑهاؤ " دونوں کا مقصد ایک هي ہے ' اور ٹهیک ٹهیک ایک هي درجے میں دونوں انساني زندگي اور حقوق طبیعي کے محافظ هیں - پہلا خون کے روکنے کیلیے ایسا کہتا ہے تو دوسرے کا بهي فیصله خون هي کي حفاظت کیلیے ہے -

البته اس عالم کي هر راہ پل صراط ہے - اور صراط مستقیم عدل و اعتدال کا نام ہے ' پس اگر اخلاق کے وعظ نے تفریط کی ' اور قانون وسیاست نے افراط ' تو دونوں کی تعلیم نظام امن و عدل کو درهم برهم کردیگی -

(کوہ سینا) کے اعتکاف نشین نے مقدس تختیوں پر جو کچهه لکها ' اور (گلیل) کي گلیوں میں جس اخلاق کي منادي کي گئي ' وہ دونوں نظام و قوام کے دو علحدہ عنصر ضرور تهے ' پر الگ الگ دنیا کیلیے بیکار تهے - ایک یکسر قانون تها ' جو بقول یہودي انشاپرداز (پولوس) کے " صرف سزا هي دیسکتا تها پر بچا نہیں سکتا تها " (۱) دوسرا اخلاق محض تها ' جو حسن و جمال میں تو دلفریب تها پر عمل و نظام کیلیے بالکل بیکار تها - یه دونوں عنصر الگ الگ دنیا کے دکهه کیلیے نه صرف بیکار هي تهے ' بلکه اسکي بیماري کو اور زیادہ کرنے والے تهے -

لیکن جب وہ دنیا سے گیا " جسکا جانا هي بہتر تها تا که آنے والے کو جلد بهیجنے کیلیے اپنے آسماني باپ سے سفارش کرے " (۲) اور خداوند نے (طور) اور (زیتون) کے پہاڑوں کي جگه (فاران) کي چوٹیوں سے اپني ندا بلند کي ' تو وہ آگیا ' جو موسی کے قانون اور مسیح کے وعظ کو " پورا کرنے والا تها " اس نے ناقص کو کامل ' اور ادهورے کو پورا کیا ' اور اُن دونوں عنصروں کو ' جو الگ الگ تهے ' تسویة و اعتدال کے ساتهه اسطرح ترکیب دیا که قانون کا عدل اور اخلاق کا رحم ' دونوں باهم مل گئے ' اور امنیت و نظام انساني کا ایک مرکب صحیح و صالح پیدا هوگیا -

اس مرکب میں " جزاء سيئة سيئة مثلها " اور " ولمن صبر وغفر ' ان ذلك لمن عزم الامور " دونوں عنصر موجود هیں -

یہي شریعة حقة الهیه ہے ' یہي ناموس طبیعي و سنة رباني ہے ' یہي فطرة الله ' التي فطر الناس عليها ہے ' اور اگر ایک لمحه ' ایک دقیقه کیلیے بهي اسکي حکومت دنیا سے اٹهه جاے اور صرف (توراة) کي قساوت یا صرف (انجیل) کي محبت دنیا پر مسلط هو جاے ' تو دونوں حالتوں میں دنیا امن و مدنیت کي جگه ' قتل و خونریزي ' نہب و سلب ' وحشت و سبعیت ' اور جرائم و معاصي ' کا ایک شیطان کدہ بن جاے !!

(آخري نتیجه)

آخري نتیجه جو اِن مواد و ترتیبات کے بعد سامنے آتا ہے ' یه ہے که شریعة الهیه نفس انساني کي محافظ ہے ' اور اسي لیے وہ دو صورتوں میں (حسب تصریح بالا) قتل نفس کو فرض و لازم قرار دیتي ہے - ان صورتوں میں انسانوں کا قاتل ' مجرم و عاصي نہیں هوتا ' بلکه ایک نہایت مقدس فرض انسانیت و عدالة حقه انجام دینے والا هوتا ہے ' وہ ویساهي محب انسانیت اور نوع خواہ و امن پرست ہے ' جیسا که خود قانون اور عدالت کي قوت - اسکا اخلاقي عمل نہایت اقدس و محترم ہے ' کیونکه وہ اس قتل نفس کے ذریعه تمام جمعیة انساني اور عدل و نظام امنیت کي خدمت انجام دیتا ہے -

دنیا کا قانون اور اخلاق ' دونوں شریعه الهیه کے اس اصول و حکم کے قولاً و عملاً ' دونوں طرح پیرو هیں ' گو بعض اوقات اپنے قول و عمل کو بهول جاتیں -

(عود الی المقصود)

پس اسي لیے تها که حضرة (موسی) علیه السلام نے مصر کے بازار میں ایک قبطی پر هاتهه اٹهایا ' اور وہ مرگیا - اسکا قصه " قصص بني اسرائیل " کے سلسلے میں قرآن کریم نے بیان کیا ہے ' اور یه آج کي تمہید طویل اسلیے تهي تاکه کل اُس واقعه پر ایک عالمِ نظر ڈال سکیں ' اور پہلے ایک اصول قانون و فیصلۂ اخلاق و شریعت ذهن نشین هوجاے -

---

ایجوکیشنل کانفرنس آگرہ

چونکه سالانه جلسه آل انڈیا محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس کا امسال آگرہ میں بتاریخ ۲۶ و ۲۸ دسمبر ۱۹۱۳ عیسوي منعقد هوگا لہذا التماس ہے که جو اصحاب تشریف لائیں وہ اپنے رقعه اور تاریخ آمد سے فوراً مطلع فرمائیں تاکه انتظام میں دقت نه هو ساتهه هي اسکے یه بهي رقم فرمائیں که کهانا پینا رهنا یوروپین طریقه سے پسند فرمائینگے یا انڈین -

انڈین طریقه کا یومیه	۱ - روپیه ۸ - آنه
یوروپین طریقه کا یومیه	۳ - روپیه

نرخ مقرر ہے - یه بهي تحریر فرمائیں که همراہ کسقدر آدمي هونگے یا جناب تنها هونگے - اور کس اسٹیشن پر آگرہ میں وارد هونگے -

خواجه فیاض حسن آنریري جائنٹ سکریٹري ریسپشن کمیٹي -
آل انڈیا محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس گلاب خانه آگرہ -

دولۃ عثمانیہ کا مستقبل

لوگ کہتے ہیں کہ ترک حکمرانی کے اہل نہیں اسلیے کہ انہوں نے ایشیا ' افریقہ ' یورپ ' غرض کہ دنیا کے بیشتر حصہ پر حکومت کی مگر افریقہ بالکل کھو بیٹھے ' یورپ کی صرف ایک چپہ پر قابض رہسکے ' وہ بھی دول یورپ کی منازعۃ داخلیہ اور مطامع شخصیہ کے سبب سے - ایشیا میں انکی مقبوضات کی تعداد کچھہ نہ کچھہ موجود ہے مگر اسکا بھی حشر معلوم -

لیکن کاش یہ معترضین اپنے آپ کو تعصب کے ہاتھہ میں نہ دیدیتے اور انصاف کو ذرا بھی کام فرماتے !

ترکوں کو حکومت کرتے ہوے آج سو دو سو نہیں بلکہ چھہ سو سال ہوگئے - یہ طول عمر اور امتداد بقاء اس شدید اختلاف و تنوع کے باوجود ہمارے سامنے ہے ' جو انکی رعایا کی زبان ' قومیت ' مذہب ' اور رسوم و عادات میں ابتدا سے پایا جاتا ہے -

پھر کیا کوئی سلطنت جو اتنی مختلف اقوام پر حکمراں ہو ' اسقدر طویل عرصہ تک زندہ رہی ہے ؟

کیا صرف یہ طول عمر ہی ترکوں کی اہلیت حکمرانی کے لیے ایک دلیل قاطع نہیں ؟

" دولت عثمانیہ بر سر سقوط ہے "

یہ ایک ایسا فقرہ ہے جو آج سے نہیں بلکہ صدیوں سے کہا جا رہا ہے - یاد ہوگا کہ آج سے چار سو برس پہلے ایک انگریزی سفیر نے انگلستان کو دولت عثمانیہ کے متعلق یہی خبر دی تھی - اسکے بعد سے اس فال بد کا اعادہ برابر ہوتا رہا ' مگر پھر کیا ہوا ؟ ان گونہ گوں صدمات حوادث و ظلمات مصائب و نوائب کے باوجود ' جنکا اس سفیر کو وہم بھی نہ ہوگا ' دولت عثمانیہ آج تک قائم ہے ' اور جس ہلال کے محاق میں آنے کا مژدۂ جانفزا ' صدیوں سے نصرانی دنیا کو سنایا جا رہا ہے ' وہ بفضلہ و منہ آج تک باسفورس پر نور افشاں و درخشندہ ہے : یریدون لیطفؤا نور اللہ با فواہہم و اللہ متم نورہ و لو کرہ الکافرون -

لیکن ہم اپنے نفس کو فریب دینگے اگر اس ضعف و اختلال سے بھی اپنی آنکھیں بند کر لینگے ' جو اسوقت دولت علیہ میں موجود ہے -

اس ضعف و اختلال کا آغاز سلطان محمود کے عہد سے شروع ہوتا ہے - سلطان محمود وہ شخص ہے ' جس نے سلطنت عثمانیہ میں اصلاح کا سنگ بنیاد رکھا - اس نے چاہا تھا کہ ترکوں میں تمدن و علوم جدیدہ ضروری ترمیم کے بعد رائج کرے -

جبکہ وہ اصلاح داخلی میں مصروف تھا ' تو یونان نے علم استقلال بلند کیا - روس نے دریاے ڈینوب کی طرف پیشقدمی کی - محمد علی مصر پر قابض ہوگیا - فرانسیسی جزائر میں اتر آئے -

یہ اختلال عبد المجید کے عہد میں اور بڑھگیا - یونان نے تھسلی لے لیا ' اور روس نے مشرقی اناطولیا ' باطوم ' اور قارص - فرانس نے تیونس کے الحاق کا اعلان کردیا - یونان کی طرح رومانیہ ' سرویا ' بلغاریا ' اور جبل اسود نے بھی علم استقلال بلند کیا - آسٹریا ' بوسنیا ' اور ہرزیگوینا میں آتر آیا ' اور انگلستان مصر و قبرص میں -

ایطالیہ کا غصب طرابلس اور ریاستہاے بلقان کا غصب ولایات رومیلی اسی داستان کا دنبالہ تھا -

یہ ایک حیرت انگیز و العجبی ہے کہ انقسام دولت عثمانیہ کا آغاز اسوقت ہوا ' جبکہ اسکا دانشمند و بیدار مغز تاجدار اصلاح داخلی کی داغ بیل ڈال رہا تھا ' اور اسکا انجام بھی اسوقت ہوا جبکہ قوم عثمانیہ شخصی حکومت کے پنجے سے نکل چکی تھی اور حریت کے ہاتھہ میں دستور کا علم لہرا رہا تھا !!

اس انقسام کی رفتار جسقدر تیز تھی ' اسکی نظیر تاریخ میں بمشکل ملسکتی ہے ' اور سچ یہ ہے کہ اس " سخت جان مریض " (حیاہ اللہ الی یوم القیامہ) کی جگہ اگر کوئی دوسری سلطنت ہوتی تو کب کی ختم ہوگئی ہوتی -

اسقدر قطع و برید کے بعد بھی دولت عثمانیہ کے بعض مفتوضات کچھہ کم وسیع نہیں - رقبہ میں اسکے ایشیائی مقبوضات انگریزی ممالک سے پنجگونہ زیادہ ہیں - صرف جزیرہ نماے عرب ہندوستان سے ' کہ مقبوضات برطانیہ کا درۃ التاج ہے ' کم نہیں -

ترکوں نے جتنی توجہ کہ اپنی یوروپین مقبوضات پر کی ' اگر اسکا ایک عشر بھی وہ ایشیائی مقبوضات پر کرتے ' تو بلا مبالغہ آج دنیا کی قوی اور دولتمند سلطنتوں کی صف میں کسی بلند و ممتاز نشست پر نظر آتے -

ترکوں نے اس تغافل و اہمال کا خمیازہ ہمیشہ کی طرح اس جنگ میں بھی کھینچا - خزانہ خالی ' تنخواہیں واجب الاداء ' قرض کے شرائط خطرناک ' بالآخر دار السلطنت کی زمین فروخت کرنی پڑی - کیا یہ حوصلہ شکن و زہرہ گداز مصائب نازل ہوتے اگر ایشیائی مفتوضات کے ان " کنوز مخفیہ " سے فائدہ اٹھایا گیا ہوتا جو عرصہ سے مدفون ہیں مگر اب تک بیکار پڑے ہیں ؟

مرض مزمن اور اسکے ساتھہ مہلک بھی ہے مگر ہنوز لا علاج نہیں - علاج ایک اور صرف ایک ہی ہے ' یعنی اقتصادی حالت کی اصلاح ' اور ایشیائی مفتوضات سے استفادۂ صحیح -

اگر رویٹر اور جرائد عربیہ کی اطلاعات صحیح ہیں تو بعد از خرابی بسیار اب ترک اسطرف متوجہ ہو چلے ہیں : فرزقہم اللہ الثبات و السداد ' لئلا نکون کالمستجیر من الرمضاء بالنار !

بیشک ترکوں کے لیے تریاق امراض ایشیائی مفتوحات میں ہے ' مگر اس تریاق تک راستہ مجموعہ نشیب و فراز ' و کج و پیچ ' و خار و سنگ سے معمور ہے اور اصلی کام راستے کا طے کرنا ہے -

اگر کسی ملک میں ایک ہی قوم آباد ہو اور تو حکمراں جماعت سے اسکی قومیت مختلف نہ ہو ' یا اگر مختلف ہو تو حکمراں جماعت اپنی گذشتہ بد اعمالیوں کیوجہ سے اسکی نظروں میں مبغوض و ممقوت نہ ہو ' تو اسکا انتظام آسان ہے ' لیکن اگر حاکم محکوم سے جنسیت میں مختلف ہے اور با ایں ہمہ اسکی نظروں میں مبغوض ' تو پھر انتظام کی راہ میں مشکلات کی ایک دیوار حائل ہوجاتی ہے -

اور نچهه نه پوچهیے اس صورت کو ' جبکه اختلاف جنسیت ' اور مبغوضیت کے ساتهه خود رعایا بهی مختلف اقوام کا مجموعه هو - حسن تدبیر و سیاست کی اصلی امتحانگاه یہی هے ' کیوں که یہی وہ راه هے جسمیں قدم قدم پر لغزشیں استقبال کرتی هیں اور ایک ایک لغزش با اپنے اندر مساعی کے لیے صدها تباهیاں اور بربادیاں رکهتی هے ایشیا کی عثمانی مقبوضات مختلف اقوام و ملل سے آباد هیں ' اناطولیا میں تین قومیں یعنی مسلمان ' عیسائی ' اور یہودی آباد هیں -

مسلمانوں کی تعداد ۴۰ - لاکهه اور عیسائیوں کی تعداد ۵۰ - لاکهه ' اور یہودیوں کی تعداد ۵ لاکهه هے - ارمینیا اور کردستان میں مسلمانوں کی تعداد ۱۹ لاکهه ' عیسائیوں کی تعداد ۹ - لاکهه هے - شام و عراق میں مسلمانوں کی تعداد ۳۱ - لاکهه ' اور عیسائیوں اور یہودیوں کی تعداد ۱۲ - لاکهه هے عرب کا وہ حصه جو عملاً دولت عثمانیه کے زیر حکومت هے ' صرف مسلمانوں هی سے آباد هے جنکی تعداد ۱۱ - لاکهه هے -

ان صوبوں میں عرب ' ارمن ' چرکس ' کرد ' بلغار ' یونانی ' اور یہود ' اس طرح مختلط و ممزوج هیں ' جسطرح که جزیرہ نماے بلقان میں بلقانی اقوام هیں - لیکن ان دونوں جزیروں میں فرق یه هے که بلقانی اقوام میں سے هر قوم کوئی نه کوئی ایسا مرکز ضرور رکهتی هے ' جسکی طرف وہ کهنچتی هے - مثلاً بلغاری بلغاریا کی طرف کهنچتا هے - سروی سرویا کی طرف ' وعلم جرا مگر ان ایشیائی اقوام میں عرب کے علاوہ کوئی قوم بهی اپنے لیے کوئی ایسا مرکز نشش نہیں رکهتی جسکی وجه سے اسمیں ترکوں سے نفرت اور قومی غرور جاگزیں هوسکے ' اور یہی دو چیزیں حریت طلبی و استقلال خواهی کا مبدء هوتی هیں -

ارمنی مدعی هیں که انکا وطن اصلی " ارمینیا " محفوظ هے مگر واقعه یه نہیں ' بلکه اسوقت تو انکی حالت یہود کی سی هے - جسطرح یہودیوں کے وطن اصلی کو تخریب و تقسیم نے مٹا دیا ' اسیطرح آرمینیوں کے وطن اصلی " آرمینیا " کو بهی فاتحوں کے تخت و تاراج نے فنا کر دیا ' اور اسکے قدیم حدود روس ' ترکی ' اور ایران میں تقسیم هوگئے ' بلکه اناطولیا میں تو لوگ لفظ ارمن هی بهولگئے هیں ' اور ارمن کے بدلے اپنے آپ کو هائک اور اپنے ملک کو هایکستان کہنے لگے هیں -

آرمینیا کی طرح اب کردستان بهی غیر معدود شہروں کے مجموعه کا نام هے اور اس لیے وہ بهی اپنے باشندوں میں کوئی صحیح قومی یا وطنی غرور پیدا نہیں کرسکتا -

باقی تمام ولایات عثمانیه بحر روم سے لیکے خلیج فارس تک غرباً و شرقاً ' اور بحر اسود سے لیکے بحر احمر تک شمالاً و جنوباً ' پهیلے هوے هیں - یه ولایات مشتمل هیں اناطولیا پر ' جو کثیر السکان اور سیر حاصل ملک هے - عراق پر ' جسکی زمین دجله اور فرات کیوجه سے سرسبزی میں مشہور و معروف هے - شام پر ' جو انبیاء بنی اسرائیل کا مهبط هے ' اور جو ساحل بحر روم پر کوہ طور سے جزیرہ نماے سینا تک هے - اور حجاز و یمن پر ' جو عرب کے دو بہت بڑے ٹکڑے هیں -

ان ولایات میں سے اناطولیا ترکوں کا وطن هے گو اصلی نہیں بلکه ثانی - یہاں ترکوں نے اپنی قومیت کو اسطرح محفوظ رکها هے که انمیں اور دیگر اقوام کرد ' ارمن ' چرکس ' وغیرہ میں تمیز بالکل آسان هے -

یہاں انکا مشغله زراعت هے مگر زراعت سے انکے جنگی اوصاف میں شمه برابر بهی فرق نہیں آیا - وہ آج بهی میدان جنگ میں اپنی بے هراسی ' جانبازی ' اور پا مردی کے محیر العقول جوهر اسیطرح دکهاتے هیں ' جسطرح که اسوقت دکهاتے تهے جبکه اقبال مندی انکو صحراء تاتار سے لیکے نکلی تهی - سلاطین عثمانیه کی طرف سے جب کبهی انکو جنگ کی دعوت دیگئی هے تو وہ فوج در فوج میدان جنگ پہنچے هیں ' اور آج بهی عثمانی قوت کا اصلی سرچشمه یہی اناطولیا هے -

جنگی اوصاف کے علاوہ انکے دیگر فضائل اخلاق و خصائص ' قومی راستبازی ' پیمان نگهداری ' پاکدامنی وغیرہ بهی محفوظ هیں - اور جو مسافر انکی طرف سے گزرا هے ' انکی مدارات و ضیافت کی تعریف میں همیشه رطب اللسان آتا هے -

ان ترکوں کا حلیه عموماً یه هوتا هے : قد بلند ' جسم بهرے هوے ' سر بڑے ' چہرے گول ' استخوان و عضلات قوی و استوار - انکے چہروں پر ایک گونه خمول و ضعف بهی نظر آتا هے ' مگر یه درحقیقت ضعف نہیں بلکه انکسار آمیز وقار هے جو انکا قومی خاصه هے -

ترک سبک روح نہیں که شادمانی اسکو سرمست یا غم پریشان خاطر کرسکے ' بلکه وہ ایک کوہ وقار و حلم هے ' جو نه مسرت سے از خود رفته هوتا هے اور نه مصائب و محن کے آگے عاجز و درمانده - وہ کسی کی پرواہ نہیں کرتا کیونکه وہ کسی کو اپنے آپ سے برتر نہیں سمجهتا -

ریلوے لائن نے انکے ملک میں عجیب و غریب کرشمه سازیاں کی هیں اور خصوصاً وهاں کی آمدنی تو بہت هی بڑهگئی هے -

اناطولیا کی طرح عراق کسی خاص قوم کا وطن نہیں کہا جاسکتا بلکه وہ خدا کی زمین هے جسمیں اسکی هر قسم کی مخلوق آ رهتی هے - اسکے شہروں میں عرب ' کرد ' چرکس ' ارمن ' یہودی ' بلغاری ' یونانی ' وغیرہ مختلف الجنس لوگ آباد هیں ' اور اسکے صحراء بادیه نشین عربوں سے جو اونٹ چراتے اور قتل و غارت اور تاخت و تاراج کرتے پهرتے هیں ' معمور هیں - خلیج فارس کے قریب چند چهوٹی چهوٹی ریاستیں بهی هیں جو براے نام دولت عثمانیه کے تابع هیں -

یه حال هے آج اس سرزمین کا ' جہاں کبهی بغداد ' بابل ' اور نینوا آباد تهے !

(نائنٹینته سنچری) کا ایک مقاله نگار لکهتا هے :

" تهوڑے دن هوے ' جب میں خلیج فارس سے قسطنطنیه اُس راسته سے هوتا هوا گیا تها ' جس سے بغداد ریلوے نکالنے کا اراده هے - میں بهی اور لوگوں کی طرح ششدر رهگیا ' جب میں نے دیکها که زمین کی نه پیداوار هے ' آئنده نه پیدا هوسکتا هے ' اور جرمنی کے لیے یه کچهه کم وافر نہاں مدفون هے ! !

ان شہروں کی زمین کسقدر سرسبز اور یہاں کی نہریں کسقدر پر از آب هیں ! یه مقامات جنت تهے مگر آہ اب ویران و خراب هیں ! !

جس طرف نظر اٹهاؤ ' شہروں کے کهنڈر هیں ! آبپاشی کے عظیم الشان سامان ' بڑے بڑے حوض اور پل وغیرہ اور عمارتوں کے آثار و انقاض نظر آتے هیں ! ! آج یه شکسته و افتاده هیں مگر کل یہی تهے ' جن سے یه ویرانه فردوس ارضی بنا هوا تها ! ! !

دجله و فرات کے مماثل اگر کوئی نہر هے تو صرف دریاے نیل هے - سرسبزی میں بهی اور اوسے پانی کے بے مصرف رهنے میں بهی - صدیاں گزر گئیں که یه دونوں نہریں زمین اور اسکی پیداوار کو چهینتی هیں اور دریا میں ڈالدیتی هیں - دجله هنوز اتنے زور کے ساتهه بہتا هے که بڑے بڑے حوضوں کو بهر دیتا هے ' مگر فرات کثرت اسراف سے کمزور هوگیا هے - با ایں همه دونوں بہت فائده پہنچا سکتے هیں اور اگر ولیم ککس بند باندهسکے تو گرد و پیش کی بہت سی بے برگ و گیاہ اور افتاده زمینیں ایک دوسرا عظیم الشان مصر بن جائینگی "

شـــورش و اضطـراب هنـــد

مـرض كي تشـخيص

مسٹر ایچ فیلـڈنـگ هال (Mr. H. Filding Hall) ایک مشهور اهل قلم هیں اور آجکل برطاني مستعمرات (برٹش کالونیز) کے متعلق اکثر مشهور رسائل و جرائد میں خامه فرسائی کرتے رهتے

العمس هـــلال احمــر رنگــون
اور اسکے والنٹیرر

هیں - پچهلي ولایت کی ڈاک میں اسکے متعـدد مضـامین هنـدوستـان کے موجوده اضطـراب کے متعلق آئے هیں جنکا اقتباس دلچسپ اور مفید هوگا -

انهوں نے رساله " انیسوي صدی " میں ایک مضمون عنوان بالا سے شائع کیا ہے - مضمون میں تحریر کرتے هیں که " سب سے زیاده اهم اور پیچیده سوال جو انگریزوں کے زیر مطالعه هے ' وه هندوستان کا سوال هے "

" جو بے چینی هندوستان میں اسوقت هو رهي هے ' نه وه کم هوتي هے اور نه کم هونے والي هے -

یه بے چیني کچهه مخصوص مقـامات یا مخصوص اقوام هي میں نہیں هے ' بلکه عام طور سے هر حصۂ ملـک اور هر قوم میں پائي جاتي هے - اگرچه اسکي موجومیں بلنـدي اور پستي بهي هے مگر یه موجیں گهٹنے والي نہیں هیں - آن میں مد نہیں هے ' همیشه جزر هي چلا جاتا هے !

هندوستان کے جذبات اب هم سے متفق نہیں هیں - اصلي جذبات کو هم کهوچکے هیں - هندوستان اب هماري حکومت برداشت نہیں کر سکتا - یه حکومت اسکو اب ظلم معلوم هونے لگي هے اور وه اس کے خلاف صداے احتجاج بلند کرنے لگا هے - وه اپنے وقت کا منتظر هے - جسوقت اسکو موقع ملا وه هم سے همیشه کے لیے جدا هو جائیگا اور همارا ساتهه چهوڑ دیگا - خواه همکو یه گوارا هو یا نهو -

مگر یه بات هم دونوں هي کی تباهي کا باعث هوگي - جو لوگ که واقعات کو دیکهتے رهتے هیں ' وه اس نتیجه میں شک و شبه نہیں کر سکتے - همکو لازم هے که وقت سے پہلے هم اپنا انتظام کرلیں اور سیلاب کے آنے سے پہلے پل باندھ لیں -

دیکهنا یه هے که وه کیا بات هے جسکي وجه سے هندوستان هم سے اسقدر متنفر هوگیا هے ؟ پہلے تو ایسا نه تها - هم نے هندوستان فتح نہیں کیا . . . وه خود اپني مرضی سے هماري حکومت کے زیرسایه خود بخود آگیا - انگریزی فوج نے هندوستان کو فتح نہیں کیا - نه انگریزي فوج نے غدر کے زمانه میں کچهه مدد کي - وه بیشک ضروري اور زلزل بهم پہنچانے والي تهي ' مگر تنها کچهه بهي نہیں کر سکتي تهی - اسکي تعداد بہت کم تهي - آب و هوا اور موسم کي وجه سے انگریز چل پهر تک نہیں سکتے تهے - وه فتوحات کیا کرتے ؟ انگریزي فوج هندوستان میں صرف چل سکتي هے مگر کسي قسم کی فتوحات هرگز نہیں کر سکتي "

(اصلي مرض)

اس عنوان کے تحت میں مسٹر فیلڈنگ هال نے اٹلانٹک منتهلي میں ایک دوسرا مضمون شائع کیا هے اور اس بات کي کوشش کي هے که هندوستـان کي بے چیني اور انگریزونکي کي تالیف قلوب کي ناکامیابي کی تشریح کریں -

مسٹر فیلڈنگ کو یقین هے که سول سروس کے ملازمین هندوستان بہت زیاده دیر میں بهیجے جاتے هیں اور اس سے قبل آنکي رائیں نہایت درجه متعصبانه قائم هوچکي هوتي هیں جو

محض قومي تعصب، حاکمانہ گھمنڈ، جہل رسوم و عادات ہند، اغلاط فکر و راے، اور نا قابل اعتبار وسائل علم و اخبار کا نتیجہ ہوتي ہیں - یہ لوگ ہمیشہ انہیں رائیوں پر جمے رہتے ہیں، جس کي وجہ سے اکثر نا قابل تلافی غلطیاں ظہور میں آتي رہتي ہیں -

چنانچہ مسٹر موصوف لکھتے ہیں :

" اس زمانہ کي تعلیم پچھلے زمانے کی تعلیم سے بالکل مختلف ہوتي ہے -

قدیم زمانہ کے تعلیم یافتہ لوگ کبھي ایسے متعصب نہیں ہوا کرتے تھے - انہوں نے نہ کبھی لفظ " مغرب مشرقي " سنا تھا اور نہ انکو کبھي بعد تجربہ کے یہ تعلیم دي گئي تھي کہ " مشرقي لوگ جھوٹے اور چور ہوتے ہیں " بلکہ وہ ہر شخص کو جو ہر انساني سے متصف سمجھتے تھے، آنکے دل فیاض اور آنکے دماغ وسیع تھے - آنکي طبیعت اس بات پر ہمیشہ مائل رہتي تھي کہ وہ ہر نئي بات کو سیکھیں - آنکے مغرب عقل اور وقت اصولونکي چار دیواري میں اسطرح مقید نہیں ہو جاتے تھے کہ اس محصور دل تک مشرقي لوگونکي ہمدردي کبھي پہونچ ہي نہ سکے - یہي وجہ تھي نہ وہ مشرقي لوگونسے اچھي طرح ملتے اور انکے قلبي احساسات کو معلوم کر کے انسے ہمدردي رکھتے تھے "

مسٹر موصوف نے ہر بات کو نہایت واضح مثال سے آراستہ و مدلل کرکے ظاہر کیا ہے - آنکي تجویز اصلاحات نہایت اعلی ہیں اور اس جملہ پر ختم ہوئي ہیں :

" اگر رعایا کي جذبات کو ملحوظ رکھا جاے، انسے ہمدردي کی جاے، اور ایسے حکام و عمال مقرر کیے جائیں جو انتظام کے ساتھہ ان ضروري امور کا بھی خیال رکھیں، تو رعایا حکومت سے بہت قریب ہوتي جائگي - پھر جب انکي مالیت سلف گورنمنٹ کے لائق ہو جاے، اسوقت وہ تمام حکومت اپنے ہاتھہ میں آہستہ آہستہ لے لیں گے - وہ ابھی سوارا ج کے قابل نہیں ہیں - اگر وہ کسي طرح حکومت کي اس مشین پر اپنا قبضہ کر لیں تو بجاے چلانے کے اسے پرزے پرزے کردینگے - پس انکو انکے مقصد تک پہنچنے میں خود ہمیں ہي مدد کرني چاہیے، نہ کہ غصہ اور انتقام "

(انگلین سول سروس)

یہي اہل قلم ایک دوسرے مضمون میں ہندوستان کے انگریز حکام کي نسبت زیادہ صراحت سے بحث کرتے ہوے لکھتا ہے :

" گورنمنٹ طرز زندگي اور واقعات سے ایک گونہ الگ تھلگ ہے - پچاس برس ہوے کہ روز بروز رعایا اور واقعات ملکی دور جا رہے ہیں - ابتدا میں گورنمنٹ اُس اعلی مجموعۂ انساني کا نام تھا جو لوگوں کي طرز زندگي سے واقف تھي - وہ جانتے تھے کہ حکومت کیسولکر کرني چاہیے ؟ انساني طبیعت و فطرت کا انہیں علم تھا - ان لوگوں کي آنکھیں کھلي تھیں - وہ ہیاہے کي کوشش کرتے تھے اور وہي کام کرتے تھے، جسکي انصاف اور راستي

اجازت دیتي تھي - وہ محض اسلیے کوئي کام نہیں کرتے تھے کہ قانون اسکا حکم کرتا ہے - وہ نظائر کي تلاش میں بھي پڑتے تھے مگر حق پرستي ہي اُن سے کام لیتي تھي - انہوں نے قانون کو انساني جامہ پہنایا تھا - ان کي رعایا عزت کرتي تھي - وہ آدمي تھے، نہ کہ فیصلۂ قانوني کي کوئي مشین -

حکومت اب محض ایک مدرسہ کا نام ہے جہاں لوگ صرف خیالات میں زندگي بسر کرتے ہیں اور اپنے آپ کو عیبوں سے مبرا خیال کرتے ہیں - صم، بکم، عمي ! خیال اگر ہے تو خشک اور بے معني قانون کا - اس دائرے سے باہر انکا قدم نہیں اٹھہ سکتا - عجیب تر یہ کہ حکومت اپني تکالیف و مصائب کا باعث دوسروں کو قرار دیتي ہے اور ملزم ٹھہراتي ہے !!

Ebersely نے ٹھیک کہا کہ ہندوستاني سول سروس چند مدرسین کے مجموعے کا نام ہے اور بس - بہت قریب ہے کہ اسکي پیشین گوئي اس کے کام کے انجام کے متعلق پوري ہو -

غرضکہ سول سروس کي ناکامي کا احساس روز بروز بڑھتا جاتا ہے - یہ بات نہ صرف ہندوستانیوں اور چند انگریزوں ہي پر منکشف ہوئي ہے بلکہ گورنمنٹ پر بھي ظاہر ہوگئي ہے - اسکي خرابیاں چند در چند ہیں، اور قریب ہے کہ ہندوستان ہم کھو بیٹھیں - اسکا الزام بھي موجودہ سول سروس ہي کے محکمے پر ہوگا "

شہزادہ عمر فاروق افندي
بن شہزادہ عبدالمجید افندي - حفید سلطان المعظم، جو وائنا کے دارالفنون میں مشغول تعلیم ہیں -

ہندوستان میں انارکزم

اسی طرح رسالہ ایسٹ اینڈ ویسٹ (East & West) میں " مسٹر ریس" ہندوستان کي بے چیني پر رقمطراز ہیں - وہ لکھتے ہیں :

" جو شخص اپنے متعلق کچھہ سوچ بچار کرسکتا ہے، وہ ضرور یہ خیال کرتا ہے کہ دنیا کی سیاسي اور اقتصادي مشین پراني ہوکر ٹوٹ پھوٹ گئي ہے - محب انسانیۃ اشخاص (Humanitarian) اسوجہ سے بے چین ہیں کہ دولت برابر سے تقسیم نہیں ہوئي - ایک امیر ہے تو دوسرا محتاج - ایک آزاد ہے تو دوسرا غلام - وہ دنیا کو ایک اکھاڑے یا تماشگاہ سے تعبیر کرتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ اسمیں مزدور زندگي اور موت کے لیے جھگڑتے ہیں، اور آقا یا روپیہ ادا کرنے والے اُنپر ایک سخت بھاري ٹکس لگا دیتے ہیں - وہ تمدني حیثیت سے موثر کار کو اسقدر مضر سمجھتے ہیں، جسقدر فرانس میں شکار کي وہ اجازتیں، جو امرا کو سنہ ۱۷۸۹ سے قبل حاصل نہیں !!

غرض کہ اسطرح ایک فریق دوسرے فریق کا ہمیشہ سے مخالف چلا آرہا ہے - اسي عالم میں یکا یک طوائف الملوکي اور قانون شکني کا ظہور ہوتا ہے - کچھہ عرصے خود ساختہ قوانین سے ہر طرح کي سختي غریبوں اور کمزوروں پر روا رکھي جاتي ہے - جس کي وجہ سے لاکھوں آدمیوں کے دلوں میں ظلم اور بے انصافي کا خیال پیدا ہوجاتا ہے -

اس سے یه نتیجه نکلتا هے که همیں ایسا علاج اختیار کرنا چاهیے جس سے قومي تعلیم سے بهترین اخلاقي اور علمي نمونے کے آدمي طیار هوں ' جس سے زمین اور سرمایه برابر سب پر تقسیم هو ' کوئي زبردست کسي زیردست کو لٹه دیا جاے ' تقسیم دولت برابر به حصهٔ رسد سب کیلیے هوجاے -

رسکن (Ruskin) کا قول هے :

" وهي قوم سب سے زیاده دولتمند هے ' جو سب سے زیاده بڑي تعداد انسان کي پرورش کرسکے اور انکو خوش رکهه سکے "

هندوستان کي فوضویت (Anarchism) کو بهي هم اسي زمرہ میں لیتے هیں - هندوستاني اخبارات جو همارے قابل تحسین ڈاکخانے اور محکمهٔ تار سے فائده اٹھاتے هیں ' همیشه ایسے مواد جمع کرتے رهتے هیں جو یورپ اور امریکه کے جنگجویانه لٹریچر سے حاصل هوسکتا هے - تعلیم یافته جماعت میں انگریزي ایک قسم کي لنگوا فرینکا (عام زبان) هوگئي هے اور اسکے ذریعه ایک حصهٔ قوم میں ایسي بیداري پیدا هوگئي هے جو خود اختیاري حکومت (سلف گورنمنٹ) کے عشق سے معمور هے ! "

مسقط و عمان

مسقط ' ایجین ' اور سیاست برطانیه

گریفک اپني تازه ترین اشاعت میں رقم طراز هے :

" جب سے نپولین مصر میں آیا هے اسوقت سے برطانیه کي سیاست خارجیه کا محور هندوستان کا راسته هے -

یہي واقعه هے جسکي روشنی میں همیں مشرق اوسط ' مشرق ادنی ' اور بحر اسود کے شرر ریز مسائل کا مطالعه اور انکا فیصله کرنا چاهیے - کیونکه یه ایسے مسائل نہیں هیں جنکا فیصله بند کمروں میں بیٹھکے ایک استانبت دوست شخص کے نقطهٔ نظر سے کیا جاسکے -

' مسقط اور ایجین ' جو اسوقت حل طلب مسائل کي صف میں سب سے زیاده ممتاز و نمایاں نظر آتے هیں ' همارے محور سیاست سے گہرا تعلق رکھتے هیں ' کیونکه دونوں نہایت هي قریب سے مسئلهٔ مدافعت هند کو مس کرتے هیں -

مسقط تو اسلیے که وه هندوستان کے خلاف بحري قزاقوں کا مرکز هوسکتا هے ' اور ایجین اسلیے که مغرب کي طرف سے هندوستان کي مدافعت کی اسکیم میں ایشیائي ترکي کا بطور سپر کے رهنا جزائر ایجین کي قسمت کے ساتهه وابسته هے - -

ان دونوں امور کا پیش نظر رهنا نہایت اهم هے - خصوصاً اسلیے که ایک صورت میں تو لوگوں کا میلان اسطرف هے که معاملات مسقط کو محض گوله باري کے ایک مقامي اور نا قابل اعتناء واقعه کي حیثیت سے دیکها جاے - دوسري صورت میں میلان طبائع اسطرف هے که ان جزائر کے متعلق اس طرح بحث کیجاے ' گویا انکي قسمت کا فیصله صرف اصول قومیت هی کي بنا پر هوسکتا هے -

یه صحیح هے اور مجھے اسکا یقین هے که فرانس کے ساتهه جدید معاهده کا تعلق صرف تجارت اسلحه هي کي بنا پر هے - اسکے علاوه سلطنت میں فرانس کے تمام دیگر حقوق بدستور محفوظ هیں مگر میں اس معاهده کو ایک دوسري طویل گفتگو کے طرف گام اولین سمجھتا هوں -

همیں جو کچهه چاهیے وه یه هے که مسقط میں هماري بالادستي بے سهیم و عدیل هو - یه ایک عقل سوز بو العجبي هوگي که هم ایک طرف تو خلیج فارس کے دوسرے حصوں میں اپنے پوزیشن کو مستحکم و منتظم بنانے کیلیے ترکي سے معاهده کریں ' اور دوسري طرف اس ضرورت کي تکمیل کیلیے ذرا بهی کوشش نکریں !

مسقط پر برطانوي حمایت کے آغاز سے مانع وه انگریزي و فرانسیسي معاهده هے ' جو ۱۰ - مارچ سنه ۱۸۶۲ ع میں هوا تها اور جسمیں مسقط کي اور زنجبار کي آزادي کے احترام کا عهد کیا گیا تها - اس عهد کا جسقدر حصه زنجبار کے متعلق تها ' وه تو هم نے اگست سنه ۱۹۰۴ ع میں خرید لیا - مگر اس کا وه حصه ' جو مسقط کے متعلق هے ' ابهی نا خریده پڑا هے اور هنوز بالکل صحیح و سالم هے - بارها کوشش کي جا چکي هے که اس حصه کا فیصله ایک ایسے وسیع عهد نامه کے ذریعه سے هو جائے جسمیں اسکے علاوه گیمبیا اور فرانسیسی مقبوضات هند کا بهی تصفیه هو جائے - گیمبیا فرانس کو دیدیا جائے اور یه مقبوضات برطانیه کو - مگر هر بار قومی جوش کے استعمال نے تمام عمده مساعی کو شکست دي اور یه گره اسی طرح نا کشوده پڑي رهگئی -

حضرۃ الامیر سلطان تیمور
بن فیصل والي عمان

سنه ۱۸۸۶ ع میں جرمنی بهی اس اعلان سنه ۱۸۶۲ ع میں شریک هوگیا - اس کي شرکت نے اس مسئله کو اور بهی پیچیده کر دیا هے -

اسوقت آخري معامله کے واسطے دو باره سلسله جنباني کرنے کے لیے تمام حالات موافق و سازگار هیں - انگریزي و فرانسیسی اور انگریزي و جرمن تعلقات کا مطلع ابر و غبار سے اسطرح صاف هے که اس مبادلهٔ مقبوضات پر کوئی اعتراض نه هوگا ' جو چند سال هوے تجویز کیا گیا تها -

بہر نوع خلیج فارس میں همارے مصالح و فوائد کے منتظم اور با قاعده هونے کے لیے مسئلهٔ مسقط کا حل نا گزیر هے - اور یه راے تو کسي طرح لائق قبول نہیں که خطرات و مشکلات کے اس کھلے هوے دروازے کو ایک طویل مدت تک یونہیں کھلا پڑا رهنے دیا جائے -

رهے جزائر ایجین ' تو اس علم نے جو آج مصر پر لہرا رها هے ' بلکه خود سنه ۱۸۷۸ ع کے اس معاهده نے جسکي بدولت یه علم لہراتا هے ' انکے متعلق هماري پالسي کي داغ بیل ڈالدي تهي - یه عهد نه اعتناء و التفات سے محروم اور عرصه دراز تک حقیر سمجها جاتا تها مگر آج عثماني شاهنشاهي اور بحر اسود کے موجوده حالات کو دیکھتے هوے متعصب سے متعصب مخالف بهي اسکي اهمیت سے انکار نہیں کرسکتا -

حقیقي سیاست ایک ایسا میدان هے ' جہاں تورات مقدس کے " احکام عشره " نہیں چلتے - اسلیے هم نہیں چاهتے که خیال پرستوں کے اوهام و آراء کے پشتاروں کو لاد کے اپنے بار کو اور بڑھالیں -

آیرلینڈ هوم رول بل

اور اُس کي تاریخ خونین کے بعض مشهور اشخاص

ملکۂ الیزبیتهه ، جس کے عهد میں آیرلینڈ نے نسبتاً آرام پایا (۱۵۵۸ م)

شاه هنري چهارم (۱۵۸۹)
جس نے سب سے پہلے پروٹسٹنٹ مذهب کي آزادي کا اعلان کیا

یه تصاویر مضمون " آئرلینڈ هوم رول بل " نمبر (۲) کے متعلق هیں ، جو ۲۸ ذی قعده کي اشاعت میں نکلا هے - الیزبیتهه اور هنري
[illegible]

ان فی ذلک لآیات لقوم یوقنون !

آیرلینڈ ھوم رول بل

(۳)

اب اٹھارویں صدی نمودار ہوئی ' جو انگلنڈ کے نشو و نما کا عہد ہے - جب کہ ظلم و ستم کی تاریکی میں رحم انسانی اور حب انسانیت اور نظام و قانون کی برق کبھی کبھی چمک جاتی تھی' اور جب کہ درندوں کے جھنڈ میں کچھہ انسان بھی پیدا ہو چلے تھے -

یہ انسان کون تھے ؟ مولینکس ' ڈین سوفٹ ' اور ڈاکٹر لوکس وغیرہ تھے - یہ اشخاص انگریز پروٹسٹنٹ اہل قلم تھے ' جو آیرلینڈ کے کیتھولک مردے کی فریاد رسی اور اعانت کے لیے اٹھے تھے - ہم نے کہا کہ بجلی چمکی - یہ سچ ہے ' پر تاریکی بھی تھی - مولینکس کا رسالہ جس کا عنوان " توضیح دعوائے آیرلینڈ " تھا ' آگ کے دیوتا کو نذر کیا گیا ' تاکہ موسی کی شریعت کے مطابق قربان گاہ ظلم و ستم کے لیے " سوختنی قربانی " ہو -

یہ ہے عملی اقرار اوس گناہ کا ' جو اسکندریہ کے کتبخانے میں کیا گیا ' اور جس کو چالاکی سے ہمارے سر تھوپا جاتا ہے -

ڈین سوفٹ کے رسالے کے لیے انعام مشتہر ہوا کہ یہ اوس شخص کو دیا جاے گا جو پتہ لگاے کہ یہ کہاں کہاں فروخت ہوتا ہے ؟ عجب نہیں کہ ہندوستان کا پریس ایکٹ اسی قدیم قانون کے تجربہ و عمل کی نقل ہوا

ڈاکٹر لوکس کو ان قوانین کی بنا پر جو آیرلینڈ کے جمہور اور انگریزی حقوق کی محافظت کے لیے وضع ہوئے ' آیرلینڈ سے بھاگ کر انگلینڈ آنا پڑا ' جہاں اب حریت عامہ کا سپیدۂ صبح نمودار ہو رہا تھا -

سنہ ۱۷۸۲ - میں ایک طرف تو یہاں ایک شخص ہنری گراٹن پیدا ہوا ' اور دوسری طرف ایک اور مفید تحریک کا موقع مل گیا - افواہ تھی کہ فرانسیسی فوج آیرلینڈ پر حملہ آور ہوگی ' اس بنا پر آیرلینڈ کے وطن پرست نوجوانوں نے ملک و وطن کی محافظت کے لیے خود والنٹیر بن کر آیرلینڈ کے لیے ایک فوج طیار کرلی - فرانسیسی تو نہ آئے اور اس لیے نوجوانان آیرلینڈ کو میدان معرکہ میں کامیابی کا موقع بھی نہ ملا ' لیکن اس جوش و خروش اور کثرت و ہجوم کے ذریعہ اونھوں نے انگلینڈ سے میدان سیاست جیت لیا ' یعنی آیرلینڈ کی مجلس ملکی مستقل اور خود مختار ہوگئی - جارج اول کے فرمان کا چھٹا حکم جو نہایت ظالمانہ تھا ' منسوخ ہوا - پوئنگس وغیرہ کے نام سے اور جو قابل اعتراض اور غیر سنجیدہ قوانین و نظامات انگلینڈ کی طرف سے آیرلینڈ میں جاری تھے ' باطل النفاذ قرار پائے -

ابھی ایک سب سے زیادہ شدید اور دیر طلب مرحلہ باقی تھا ' جس کو اہل آیرلینڈ اپنی اصطلاح میں " آزادی " کہتے تھے ' یعنی " مساوات حقوق و قوانین " اور " ابطال تفرقۂ و امتیاز حاکم و محکوم " یہ وہی شے ہے جس کے الفاظ و تعبیرات سنہ ۱۸۵۷ میں ہم ہندوستانیوں کو بھی مل گئے ہیں ' لیکن جن کے مفہوم و مصداق کی تلاش میں ہم ۵۷ - برس سے سرگردان و پریشان ہیں !!

ابھی یہ واقعات تازہ تھے کہ اٹھارھویں صدی کے اواخر میں ثورۂ فرانس نے دنیاے سپید میں مطالبۂ حریت و استقلال کی ایک نئی امنگ پیدا کردی - تلخی نتائج اور ناکامی سعی نے آیرلینڈ کے کیتھولک اور پروٹسٹنٹ ' دونوں فرقوں کو متحد کردیا کہ :

عند المصائب تذهب الاحقاد

" اوقات مصائب میں عداوتیں بھلا دی جاتی ہیں " ۱۲ اکتوبر سنہ ۱۷۹۱ کو ایک سیاسی مجلس کی بنیاد ڈالی گئی جسکا نام (جمعیتہ متحدۂ آیرلینڈ) رکھا گیا ' اور جس کا مقصد " تمام آیرلینڈ کا بلا تفریق و امتیاز نسل و مذہب ' متحداً و متفقاً آیرلینڈ کے استقلال و آزادی کی طلب و سعی " قرار پایا - انگلینڈ نے شدت اور سختی کے ساتھہ اس شورش کو فرو کرنا چاہا ' عدالت عالیہ کا قانون اوس نے اٹھا دیا ' اور فوجی قوت کی اعانت سے جلسوں اور جمعیتوں کو منتشر کر دیا ' مختلف محلوں میں پبلک کی آزادی و مراقبت کے لیے فوجی پہرے بٹھاے گئے -

لیکن دنیا میں ایک چراغ ہے جو روشن ہوکر پھر نہیں بجھتا - وہ حریت صحیحہ کا چراغ ہے - اہل آیرلینڈ نے چلے مخفی اور سری جمعیتیں قایم کرلیں ' اور پھر فرانس سے اعانت طلب کی ' اب یہ بالکل قریب تھا کہ انگلینڈ کے خلاف فوجی مظاہرہ شروع ہوجاے مگر بد بختی سے گورنمنٹ نے اپنی سختی اور تشدد کا ہاتھہ اور زیادہ مضبوط کردیا ' یعنی ۳۰ مارچ سنہ ۱۷۹۸ کو آیرلینڈ میں کورٹ مارشل جاری ہوگیا -

بہانہ طلب حکام اس موقع پر اپنا جوہری ہاتھہ پھیلانے کے لیے حکومت کے صرف گوشۂ چشم کے منتظر رہتے ہیں ' انھوں نے وہ دست درازی اور تعدی کی کہ ہوا اور زیادہ تند ' اور شعلے اور زیادہ مشتعل ہوگئے - ایک بغاوت عام شروع ہوگئی - پانچ مہینے تک پانی کا جزیرہ آگ کا آتشدان بن گیا تھا - متعدد مشہور معرکوں میں آیرلینڈ بڑھا کہ انگلینڈ کی مٹھی سے اپنی " متاع مغصوب " چھین لے ' لیکن ہر مرتبہ گورنمنٹ مضبوط پائی اور ناکام واپس لوٹ آیا -

ان معرکوں میں ایک لاکھہ ۳۷ - ہزار انگریزی فوج مشغول رہی ' اور مصارف کی تخمین ۳ - کرور پونڈ سے ۵ - کرور پونڈ تک کی گئی ہے ' مقتولین کی تعداد ۲۰ - ہزار انگریز اور ۵ - ہزار آیرش تھی - اختتام جنگ کے بعد بھی بہت سے وطن پرست اسیر قتل کیے گئے کہ ان کے جرم حق طلبی کی یہی سزا تھی !

سکون فتنہ کے بعد لارڈ کارنوالس آیرلینڈ کا گورنر جنرل مقرر کیا گیا - اُسے ان اسباق نتائج کی تعلیم دی گئی ' جو انگلینڈ کو صدیوں

کی مصیبت و تکالیف کے بعد یاد ہو چلے تھے ' یعنی یہہ کہ کس صلح و آشتی اور نرمی کے ساتھہ کسی غیر ملک و قوم پر حکومت کرنی چاہیے ؟ سنہ ۱۷۹۵ میں جب اٹھارہویں صدی اپنے واقعات پر قلموں و حوادث گوناگوں کی تاریخ ماضی کے پردے میں روپوش ہو رہی تھی ' ایرلینڈ کے تمام مجرمین سیاسی کے نام عفو عام کا حکم صادر ہوگیا ' اور حالات ملکی کی ظاہری سطح ساکن اور مطمئن نظر آنے لگی -

(اتحاد حکومت انگلینڈ و آیرلینڈ)

سنہ ۱۸۰۱ ع

نئی صدی کے شروع سے آیرلینڈ کے مرسم سیاست پر ایک نیا کھیل شروع ہوا ' جس کا آخری پردہ جب اٹھا ' تو ہم نے دیکھا کہ انگلینڈ و آیرلینڈ کی ایک متحدہ حکومت قائم ہے ' اور اب برٹش حکومت کا نام تھا ' " انگلینڈ کی حکومت " نہیں ہے ' بلکہ " انگلینڈ و آیرلینڈ کی متحدہ حکومت " ہے - لیکن کیا یہہ بھی انیسویں صدی کے اعاجیب و معجزات میں سے کوئی اعجوبہ اور معجزہ تھا کہ دو حریف دشمنوں کے وہ ہاتھہ جو صرف تطاول اور حملے ہی لیے اٹھتے تھے ' اب مصافحے کے لیے بڑھنے لگے ؟

لوگ کہتے ہیں کہ لوہے کے تیز اور آبدار آلے میں بڑی قوت ہے ' لیکن میں کہتا ہوں کہ چاندی اور سونے کے سکوں میں بڑی قوت ہے ! ۶۰۰ سو برس کا سلسلۂ فتنہ و حرب ' جدل و قتل ' معارضہ و مقابلہ ' جس کو بازوے زور آزما اپنے متواتر حملوں سے کبھی کاٹ نہ سکا ' اوس کو کمزور ہتیلیوں نے نقرئی و طلائی سنگریزوں سے بالکل چور چور کردیا !

ہم نے بار بار کہا ہے اور پھر کہتے ہیں کہ قوموں کے سقوط و زوال کا صرف ایک ہی سبب ہے ' یعنی " خیانت قومی " جو صرف طمع زر و جاہ کا نتیجہ ہے - وہ اپنے دشمنوں کے پاس اپنے دوستوں کے پاس سے زیادہ روپے کے ڈھیر اور جاہ و عزت کی فراوانی دیکھتا ہے تو مجنون ہو جاتا ہے ' اور اپنے دوستوں سے ہٹ کر اپنے دشمنوں کے پاؤں پر یہہ پکارتے ہوے سر رکھہ دیتا ہے ' کہ " قوم و وطن کی عظمت تمہارے پاؤں کے نیچے ڈالتا ہوں ' لیکن للہ اپنی جیب کے چمکتے ہوئے روپے ہاتھہ میں رکھنے کو اور اپنے پہلو کا بلند چبوترہ بیٹھنے کو دو "

تاریخ نے اکثر تو یہ بتایا ہے کہ دشمن " بچۂ افعی " اور " اخگر آتش " سمجھکر اس فرصت سے فائدہ اٹھاتا ہے ' اور گرے ہوے سر کو پاؤں سے ٹھکرا ٹھکرا کر کچل ڈالتا ہے ' لیکن کبھی مصالح مستقبل کی حفاظت کے لیے اوس کے حرص و آز کو خوف رازوں کے ڈھیر سے پر بھی کر دیتا ہے ' اور اوس کو آس پاس کے کسی بلند چبوترے پر بٹھا بھی دیتا ہے - فتح مند قوم ان اس عجیب الخلقت انسان کو دیکھتے ہیں اور ہنستے ہیں ' اور مفتوح و خراب خوردہ قوم اوس پر نظر کرتی ہے اور نفرت و تاسف سے روتی ہے !!

ایسے ملک میں جو ۶۰۰ برس سے نیم غلامی کی زندگی بسر کر رہا تھا ' ایسے اشخاص کی کچھہ کمی نہ تھی - چنانچہ لارڈ کار نولس اسی معاملے کے لیے آیرلینڈ بھیجا گیا - اس نے اس فرض کو نہایت خوبی سے انجام دیا - اس نے بعضوں سے آیرلینڈ کے خطاب امارت (لارڈ شپ) کا ' بعضوں سے قدیم نوابی کے عہدے کا ' اور دیگر اشخاص سے برٹش اقطاع حکومت کے مناصب جلیلہ کا وعدہ کیا - اکثر امرا و ارکان حکومت و مجلس آیرلینڈ کا منہہ روپیوں سے بند کردیا گیا ' بالآخر ۱۳ - لاکھہ خرچ سے جو کام نہیں ہوسکتا تھا '

وہ ۱۳ - لاکھہ پونڈ میں بحسن و خوبی تمام انجام کو پہونچ گیا - آیرلینڈ کی مجلس حکومت بعض شرائط متفقہ پر آوٹ کر انگلینڈ کی پارلیمنٹ میں مدغم ہوگئی ' انگلینڈ و آیرلینڈ کی حکومت متحدہ کی بنیاد ڈالی گئی ' اور انگلش پارلیمنٹ میں حسب حصۂ مشروطہ ' آیرش ممبروں کا بھی انتخاب ہونے لگا -

اس ادغام و اتحاد سے فرزندان آیرلینڈ کے مناصب و اعزاز میں کہاں تک اضافہ ہوا ؟ اور فتح مند لارڈ نے خود اپنے اس عمل مبارک کو کس نظر سے دیکھا ؟ اس کا جواب خود لارڈ موصوف کی ایک تقریر کے حسب ذیل فقروں سے ملے گا :

" اس وقت میں ایک نہایت ناگوار خدمت انجام دے رہا ہوں ! مجھے ایسے لوگوں سے معاملہ کرنا ہے جو اس آسمان کے نیچے سب سے زیادہ بد معاملہ ہیں !! میں اس ساعت مشئوم کو یاد کرکے جب میں نے اس کام میں ہاتھہ ڈالا ' خود کو ملامت و نفرین کرتا ہوں ! اگر مجھے کچھہ تسکین ہے تو صرف اس خیال سے کہ اگر یہ اتحاد نہ ہوتا تو حکومت برطانیہ کے اجزا یقیناً منتشر ہو جاتے "

(امم نصرانیہ میں کلیسا)

اتحاد حکومت کے ساتھہ اتحاد کلیسا کی بھی دفعہ تھی ' یعنی آج سے انگلینڈ اور آیرلینڈ ایک ہی کلیسا کے ماتحت ہونگے - امم نصرانیہ میں کلیسا کی متابعت کے وہی معنی ہیں جو مسلمانوں میں کسی خاص امام یا مجتہد کی متابعت کے - پس آیرلینڈ کی کلیساے انگلینڈ کی متابعت ' ویسی ہی حیثیت رکھتی ہے جیسی مسلمانوں میں احناف و شوافع کا ' اصحاب حدیث کی تقلید و اتباع کرنا ' یا اشاعرہ کا ارباب اعتزال کی پیروی و انقیاد -

اہل آیرلینڈ نے اگر حماقت سے اتحاد کلیسا کی دفعہ منظور کرلی تھی تو ظاہر ہے کہ اس نشۂ ملامت و سفاہت کا خمار زیادہ دیر تک قائم نہیں رہ سکتا تھا - نئے مذہب کے گمراہان راہ سیاست کو اکثر صحیح پولیٹکل راستے کی ہدایت کی ہے - اہل آیرلینڈ کو دو برس سے زیادہ مذہب کے گمراہ نہ چھوڑا ' (رابرٹ ایمٹ) کی زیر سیادت ایک سیاسی حرکت نمودار ہوئی ' لیکن سوء تدبیر کے جو سوء استعمال اور نا آخر بینی کا نتیجہ ہے ' نا کام رہا ' اور بالآخر اس سرخیل قافلۂ حرکت سیاسی نے " یہودیوں کے بادشاہ " یعنی یسوع کی طرح سولی پر جان دی -

رابرٹ ایمٹ مرگیا ' لیکن جو جنبش و حرکت وہ پیدا کر گیا تھا وہ نہ مری - چند برسوں تک رومن کیتھولک فرقے کی آزادی و حریت کا مسئلہ فریقین میں موجب اضطراب و محن رہا ' پارلیمنٹ میں اکثر اس پر پر جوش اور طویل مباحثے ہوے لیکن بے سود ' آخر ۲۰ - برس طرفین کے اس مجادلۂ لسانی میں بسر ہوگئے - ان حوادث و مصائب میں آیرلینڈ روز بروز زیادہ تباہ کار اور ضعیف ہوا گیا ' زمین کے " خدا " کی طرح آسمان کا خدا بھی غضبناک تھا ' روپیوں کی قلت ہوگئی ' سرمایۂ ملکی مرتبۂ صفر کو پہونچ گیا ' غلے کا نرخ ۵۰ فی صدی کم ہوتا گیا !!

(دینیل اور کونسل)

آسمان کا خدا غضبناک ہوتا ہے کہ اپنے نزول رحمت کے لیے اسباب پیدا کرے ' ہوا زور زور سے چلتی ہے کہ بادل کے منتشر ٹکڑے یکجا ہو جائیں اور رحمت کا پانی کھل کر برسے - پانی برسا اور آیرلینڈ کی خاک نے (ڈینیل اوکونل) نام ایک عجیب و غریب انسان پیدا کیا جو کوششوں کا پتلا اور ہمتوں کا مجسمہ تھا - اوسکی جہد و

جہاد کوشش و طلب کا سلسلہ سنہ ۱۸۴۷ تک قائم رہا جو اوسکی وفات کی تاریخ ہے -

(جمعیۃ کاتولیکیہ)

ڈینیل اوکونل کی اعانت و مساعدت کے لیے تمام امراے سپاہی اور رؤساے دینی طیار ہوگئے ' ملک کے اقطاع و اطراف میں کیتھولک فرقے کی حمایت و نصرت کے نام سے سیکڑوں انجمنیں ترتیب پاگئیں ' جن میں سب سے معروف " جمعیۃ کاتولیکیہ " ہے - جمعیت کا اقتدار و نفوذ تمام ملک پر چھا گیا ' اور ہر طرف سے جمعیت کے مصارف و مخارج کے لیے قطعات نقرئی و طلائی پہنچنے لگے - بالاخر یہ بے پناہ حربہ کارگر ہوا - ۱۳ - اپریل کو شاہ انگلینڈ نے آیرلینڈ کے رومن کیتھولک فرقے کے فرمان آزادی و استقلال دینی پر دستخط کردیے -

(امم نصرانیہ میں تعصب مذہبی)

نصاراے مغرب نے ہمیشہ کہا ہے کہ تعصب مذہبی صرف جاہلیت اسلام کا خاصہ ہے ' آیرلینڈ و انگلینڈ کا ہفت صد سالہ مرقع تاریخ قارئین کے سامنے ہے ' اوس میں جو کچھ نظر آیا وہ مذہبی تعدی ' ظلم ' سخت گیری ' اور تعصب کے لائق نفرین کارناموں کے سوا اور کیا ہے ؟ اور ہاں ' یورپ اگر سچا ہے جیسا کہ اوسکا معصوم چہرہ اکثر ظاہر کرتا ہے ' تو آیرلینڈ کے کیتھولک فرقے کی کوشش و سعی ' جد و جہد ' اور اضطراب و اضطرار کس چیز کی طلب کے لیے تھا ؟ اور یہ کیا چیز تھی جو ۱۳ - اپریل سنہ ۱۸۲۹ کو انگلینڈ کے " حامی دین (۱) بادشاہ " کے دستخط سے مزین ہوئی ؟ اور یہ کیا چیز ہے جس کا نام تاریخ میں " فرمان آزادی و استقلال دینی " مشہور ہوا ہے !

(امم نصرانیہ میں حریۃ مذہبی)

مسلمان اپنے عہد حکومت میں غیر قوموں سے ایک قسم کا محصول لیتے تھے جس کا نام " جزیہ " تھا - ہم نے اپنی دائرہ سے ' احکام مذہبی سے ' بقایاے حکومۃ ہاے اسلامیہ کے طرز عمل سے بارہا ثابت دیا ہے کہ وہ ایک فوجی محصول ہے جو اون لوگوں سے لیا جاتا ہے جو خدمات جنگ سے مستثنی ہیں ' تاکہ وہ ملک کے امن پر صرف ہو ' لیکن یورپ کا بار بار جاہلانہ اصرار ہے کہ وہ ایک " مذہبی ٹیکس " ہے - بہر حال جو کچھ ہو اوس سے عورتیں ' بچے ' بوڑھے اور نادار مستثنی تھے - صرف جوانوں سے حسب مقدار ثروت ' لیا جاتا تھا - متوسطین سے چند درہم اور امرا سے چند دینار -

آیرلینڈ کی کل آبادی میں پروٹسٹنٹ صرف - ۱/۱۰ - تھے لیکن تمام رومن کیتھولک سے پروٹسٹنٹ الیسا کے مصارف کے لیے آمدنی کا دسواں حصہ یعنی ایک عشر Tenth Tithe وصول کیا جاتا تھا - کیا یہ وہی مکروہ جزیہ نہیں ؟ کیا یہ وہی مبغوض مذہبی ٹیکس نہیں ' جس کا اسلامی تاریخ میں ذکر کرتے ہوے ایک یوروپین مورخ غصے سے کانپنے لگتا ہے اور نفرت سے بھر جاتا ہے ؟ پھر کیا یورپ کو " اپنی آنکھ کا شہتیر نظر نہیں آتا جو اپنے بھائی کی آنکھ سے تنکا نکالنے کے لیے بے قرار ہے " ؟

یہ ایسی مذہبی عصبیت نہ تھی جس کو کیتھولک جماعت بآسانی انگیز کرلیتی - ایک خوفناک جنگ برپا ہوئی جس کا

(۱) من جملہ شاہ انگلینڈ کے خطابات شاہانہ کے لفظ " حامی دین " بھی ہے - ملہ -

نام " حرب عشر " ہے اور جس میں قساوت و بے رحمی کی وہ سلطنتیں ظاہر ہوئیں ' جن میں دیگر صنائع و حرف کی طرح یورپ ایشیا سے بہت آگے ہے - سنہ ۱۸۳۱ ع کی نمائش اعمال میں انگلینڈ کو نظر آیا کہ عجب نہیں ' بازار تہذیب و تمدن میں ان قاسیانہ و بے رحمانہ صنائع کا بھدا پن اور قبح عمل موجب کساد شہرت ہے - اس لیے اوس نے قانون عشر کو منسوخ کردیا اور صرف زمینداروں تک محدود رہا -

---

مسئلۂ صلح کانپور اور الهلال

مسٹر مظہر الحق

الهلال کا اختلاف

حضرت مولانا ' السلام علیکم و رحمۃ اللہ - تصفیہ کانپور کے متعلق جناب نے جو راے ظاہر فرمائی ہے ' اگرچہ وہ عام راے سے مختلف ہے تاہم اس بنا پر اگر چند کلمات عرض کروں تو معاف فرمائیں -

میرے نزدیک تصفیہ مسلمانوں کے نقطۂ خیال کے بالکل خلاف ہوا ہے ' اسلیے کہ اصل مسئلہ ماخوذین کی رہائی نہیں ' بلکہ مسجد کی تعمیر ہے ' اسکو اسطرح طے کرلینا کہ زمین سے آٹھہ فٹ بلند چھت بنا کر وضو خانہ تعمیر کرلیا جاے اور نیچے زمین تمام گذرگاہ کر دیجاے ' گویا عملاً اسکا ثبوت دینا ہے کہ اگر آیندہ کوئی مسجد سڑک میں آتی ہو تو پوری مسجد آٹھہ فٹ بلندی پر بنا دیجائیگی اور نیچے کا حصہ سڑک کردیا جائیگا ' تمام اخبارات اس فیصلہ کو بہ نظر استحسان دیکھتے اور اطمینان ظاہر کرتے ہیں مگر الهلال کی حالت تمام لیڈروں اور اسلامی اخبارات سے بالکل مختلف ہے -

یہ تو میں کبھی نہیں کہہ سکتا کہ جناب نے اپنی ضمیر کے خلاف اظہار خیال کیا ہے ' لیکن معاف فرمائیگا آپ ' اگر میں کہوں کہ شاید اس خیال سے کہ اس صلح میں مسٹر حق بھی شریک تھے ' سفر مقصود کے طے کرنے میں خلاف امید اور خلاف عادت ایک سریع السیر راستہ چھوڑ کر دور دراز راستہ اختیار کیا گیا ہے - حالانکہ میں نے کانپور میں سنا تھا کہ ایک سخت تار مسٹر مظہر الحق کے نام آپکا آیا ہے کہ آپ کو اس صلح سے اختلاف ہے - اور آپ اختلاف کرینگے -

جناب مولانا ' شاید آپکو اپنی قوت کا علم نہیں ہے ' اگر آپ ایک لیڈر ' ایجی ٹیشن قائم رکھنے کے متعلق لکھدے تو آپ باور کریں کہ جوش برابر قائم رہتا ' گو مسجد کے متعلق یہ ایجی ٹیشن مفید بھی ثابت نہ ہوتا تو بھی آپ خیال فرما سکتے ہیں کہ اور حیثیتوں سے کسقدر مفید ہوتا - والسلام -

ایک مسلمان - از ہنسوہ ضلع فتحپور -

ترجمہ اردو تفسیر کبیر

جسکی نصف قیمت اعانۂ مہاجرین عثمانیہ میں شامل کی جائیگی - قیمت حصۂ اول ۲ - روپیہ -

ادارۂ الهلال سے طلب کیجیے -

مراسلات

مصالحۂ مسئلۂ اسلامیۂ کانپور

اقتباس بعض مکاتیب و رسائل

جناب مولانا و بالفضل اولینا دام مجدکم - السلام علیکم و رحمة الله و برکاته - الہلال نمبر ۱۶ جلد ۳ - مطبوعه ۱۵ - اکتوبر سنه ۱۹۱۳ میں عنوان "گم شده علم کی واپسی" کے ذیل میں آپ نے اس ایڈریس کی نقل دی ہے جو ۱۴ اکتوبر کو مسلمانان کانپور کی ایک جماعت نے پیش کیا تھا اور لارڈ ممدوح نے جو جواب ایڈرس مذکور کا دیا اسکو بھی میں نے بغور مطالعه کیا - میں نہیں سمجھه سکا که یه ایڈریس اہل مسلمانان ہند کے قائمقاموں یا ملزموں کی تجویز اور منظوری سے مرتب ہوا یا فوری طور پر کانپور کے سربرآورده اصحاب نے اپنی ذمه داری پر مرتب کیا تھا - بہرحال جب ایڈریس میں یه امر درج ہے که "هم نہایت زوار سے ان لوگوں پر نفرین کرتے هیں جنسے غیر قانونی کام ظہور میں آیا نیز یه که " انہوں نے خلاف قانون پتھر پھینکے یا اسی دوسری غیر قانونی طریق سے پیش آئے" تو اب اس بات کے ماننے میں کیا عذر هوسکتا ہے که ۳ - اگست کا مجمع خلاف قانون تھا ' اور یه اندراج اقبال جرم کے مساوی بلکه صریح اقبال جرم ہے ' پس لارڈ هارڈنگ بالقابه کا اپنے جواب میں یه فرمانا که "بچے جب کوئی بھی حرکت کرتے هیں تو باپ کا فرض ہے که ان پر رحم کرکے انکو سرزنش کرے تاکه وه عقل سیکھیں اور اینده غلطی نکریں " اور بقول لارڈ موصوف " عام حالات کی رو سے گورنمنٹ کا یه فرض ہے که وه انکو عدالت کے سپرد کرکے سزا دلائے " :

لیکن گذشته ایام قید میں ملزم کافی تکلیف اٹھا چکے هیں ' پس لارڈ ممدوح نے اپنا رحم دکھلایا اور ۱۰۶ ملزموں کے برخلاف جو مقدمات بلوی عدالت میں دایر تھے انکو اوٹھا لیا اور ملزموں کو بعزت رہا فرمادیا !!

پس اس انعام کو دیکھه کر جسکا اعتراف ایڈریس میں کیا گیا ہے هر شخص یه کہنے کا حق رکھتا ہے که اخر جب جرم کا اقبال هي کرنا تھا تو اسقدر شور و شغب اور آه و فغاں کرنا محض بے سود تھا ' اور کوه کندن و کاه برآوردن کا مصداق -

میرے خیال میں اقبال جرم کی صورت میں گورنمنٹ اور اسکے کارکن افسروں کا ذره بهر بھی قصور نہیں ہے ' اور بلا شبه لارڈ هارڈنگ بالقابه کا یه رحم کا برتاؤ که ۱۰۶ ملزموں کو صرف چند اشخاص کے اقبال جرم کرنے کی صورت میں رہا کردیا ' قابل هزار ستایش اور مستحق شکریه ہے ' اور اسیواسطے هندوستان کے هر ایک حصے میں مسلمانوں نے ایسے جلسے کیے -

مسجد کے منہدمه حصه کا یه فیصله که جس قدر مسجد کی زمین سڑک میں ملاسی گئی ہے ' پبلک کی گزرگاه کے لئے بدستور چھوڑ دی جاوے اور اسپر ۸ فیٹ کی بلندی چھت ڈالکر متولی اسیطرح کا دالان بنالیں جسطرح پر که وه پہلے موجود تھا ' اور نیز لارڈ ممدوح کا یهه خیال که اس کی ملکیت کا خیال فضول ہے ' میں نہیں سمجھتا که کس قانون کے مطابق ہے ؟ شرع محمدی کے رو سے تو یقیناً یه فیصله درست نہیں ہے ' لیکن اگر کسی انگلش قانون کے مطابق هو تو اسکا مجھکو علم نہیں -

بموجب شرع محمدی کے جائداد موقوفه کا اولی مصرف سواے اس غرض کے ' جسکے لئے کوئی جائداد وقف هوئی ہے ' کوئی اور نہیں ' اور نه اسکا عارضی یا دائمی انتقال هوسکتا ہے اور نه اسکا کوئی حصه وقف سے خارج هوسکتا ہے ' اسلیے لارڈ ممدوح کو چاهئے تھا که جہاں ملزموں پر اسقدر رحم فرمایا ہے که بعد جوڈیشل ثبوت کے محض ایڈرس دینے والوں کے اقبال پر ملزموں کے برخلاف جسقدر مقدمات بلوی کے عدالت سیشن میں تھے اپنے شاهانه اختیار سے عدالت سے اٹھاکر انکو بعزت رہا فرما دیا ہے ' وهاں اسقدر اضافه فرما دیتے که جسقدر حصه زمین کا سڑک میں ملادیا گیا ہے وه واگزار کیا جاتا ہے ' که مسلمانوں کے مذہبی قانون میں مداخلت هوئی ہے ' یا کم سے کم هندوستان کے علماء و فقہاء سے استفتا فرما لیتے که اس قسم کا فیصله مسلمانوں کی شرع میں کیا حیثیت رکھتا ہے ' لیکن افسوس شاید تنگی وقت نے لارڈ ممدوح کو ایسا کرنے نہیں دیا - لیکن اسکی اصلاح کے واسطے هنوز وقت موجود ہے ابھی تک نه تو سڑک تیار هوچکی ہے اور نه دالان مسجد هی بن چکا ہے -

خاکسار عطا محمد امرتسری

جلسۂ لکھنؤ

۲۶ اکتوبر کو ایک عظیم الشان عام جلسه قیصر باغ میں بغرض ادائے شکریۂ حضور والسرائے منعقد هوا - انعقاد جلسه کی خبر بذریعه اشتہارات ایک روز قبل کردی گئی تھی - ۳ بجے کو اجتماع کامی هوگیا تھا مگر بعض رزولیوشن جو جلسے میں پیش هونے والے تھے ' اب تک زیر بحث تھے ' اور جلسے کی کاروائی کے قبل هي اختلاف آرا کے جوش نے اسقدر چپقلش برپا کردی تھی که جلسے کی نمایاں اور سربرآورده صورتیں رزولیوشن کی مسودے هاتھه میں لئے هوئے بغرض افہام و تفہیم ۲۰ ' ۲۰ - ۲۵ ' ۲۵ حاضرین کو اپنی طرف مخاطب کرکے بعض کو حصول رائے کی غرض سے اور بعض کو مصالح سیاسی کی تفہیم کی بنا پر ' اپنے گرد و پیش جمع کررہے تھے !

طرفین کی پرجوش جماعتیں اپنا اپنا کام کر رهی تھیں ' اور یه سلسله تقریباً ۴ تک جاری رہا - اسکے بعد مسٹر نبی الله کی زیر صدارت کارروائی شروع هوئی ' صدر نے ۳ - اگست کے واقعه کا اور پھر اس اجتماع کا ذکر کرتے هوئے کہا " نہایت مسرت قلبی کا باعث ہے که هم لوگ آج اس خون ریز واقعه کے ناگوار معاملات کو منتظم دیکھکر حضور والسرائے کا شکریه ادا کرنیکے لیے مجتمع هوئے

ہیں" اثنائے تقریر میں انہوں نے کہا کہ " حالانکہ مسجد گویا واپس مل گیا " لفظ (گویا) دونوں جماعتوں کے لیے سب سے زیادہ دلچسپ اور قابل گرفت تھا - اس کے بعد انہوں نے تجویز شکریہ کے الفاظ پڑھکر سنالے -

بعض اصحاب نے - اسباب معلومہ کی بنا پر غیر معمولی اختلاف کی آوازیں بلند کیں - جناب صدر و منشی احتشام علی صاحب و غیرہم نے یہ فرماکر اس اختلاف کو رفع کیا کہ " والسرائے کا یہ فیصلہ جہاں تک کہ اون کی خود ذات کا دخل و اثر ہے ' ضرور قابل شکریہ ہے کیونکہ حضور والسرائے مسائل نہیں جانتے اور جب ہمارا ہی ایک مستند عالم ایک صورت شرعی جو اسکے اپنے نزدیک جائز سمجھی ' پیش کردی ' تو اس سے والسرائے کی ہمدردی میں سرموفرق نہیں آتا اور وہ ضرور قابل شکریہ ہیں " مگر باوجود اس کے جوش اسقدر غالب تھا کہ بحالت موجودہ رزولیوشن کو پاس کرنے سے انکار کردیا گیا " اور اس رزولیوشن میں ترمیم چاہی گئی ' مگر چونکہ پلیٹ فارم پر اور کرسی صدارت کے ارد گرد اکثر ارباب ثروت اور ارباب جاہ اشخاص ہوا کرتے ہیں اور یہ بھی ظاہر ہے کہ ایسے لوگ اس رزولیوشن سے باوجوہ یا بے وجہ مخالفت بھی نہیں کیا کرتے ' اسلیے پاس پاس کا شور بلند کردیا گیا - میں ایک غیر جانب دار پردیسی ہونے کی حیثیت سے اس کا اعتراف کرتا ہوں کہ یہ رزولیوشن ہرگز جائز طریقہ سے پاس نہیں ہوا اور میری راے میں موافق اور مخالف راؤں میں دو اور چار کا تناسب تھا -

اب مخالف پارٹی کے لیے سوائے اسکے اور کچھ چارہ نہ تھا ' کہ اسکے بعد ایک نیا رزولیوشن پیش کرے - چنانچہ ایک نیا رزولیوشن پیش کیا گیا جسکے صحیح الفاظ مجھے یاد نہیں ' لیکن مفہوم یہ تھا کہ " حضور والسرائے سے درخواست کی جائے کہ وہ مسجد کو مثل پیشتر کے تعمیر کرنے کی اجازت دیں ' اور ہم کسی مسجد کا ہر حصہ خواہ کیسی ہی صورت ہو مگر غیر مصالح مسجد میں استعمال ناجائز سمجھتے ہیں "

سب سے زیادہ ملامت کی بوچھاڑ اس عالم پر کی گئی جسنے کسی وجہ سے اس فیصلہ کو جائز بتایا - اسکے بعد اون لوگوں کی ہمدردی اور کوششوں کے شکریہ کا رزولیوشن پیش کیا گیا جنہوں نے معاملات مسجد میں حصہ لیا تھا ' مگر پبلک نے بیک زبان آواز بلند کی کہ ہم اس کو واضح کرنا اور سب کے نام مفصل جاننا چاہتے ہیں ' جسکا مفہوم سوائے اسکے اور کچھ نہ تھا کہ جناب مولوی عبد الباری صاحب کو اس میں شریک نہ کرنا چاہیے -

جلسہ میں ایک عجیب قسم کی حرارت اور جنبش تھی ' اور لوگوں میں غیر معمولی جوش تھا - پبلک شکریہ کا کوئی رزولیوشن بلا شرط پاس کرنے پر آمادہ نہ تھی -

راقم - ایک مہمان فرنگی محل

مصالحۃ کانپور

مسلمانان سندھ

ہم مسلمانان اہل سندھ آپکی جلیلۃ القدر خدمات اسلامیہ کا اعتراف کرنا اور ان خدمات دینیہ ملیہ کے سبب جو تکالیف و صعوبات آپکو پہونچی ہیں ' انمیں آپکے ساتھ ہمدردی کرنا فرض دینی سمجھتے ہیں - بعد ازاں عرض پرداز ہیں کہ واقعۂ جانگداز اور حادثہ ہائلۂ کانپور نے جو مہیب اثر اور سنسنی سی دنیا بھر

کے نہ فقط مقدس مقامات بلکہ چھوٹے چھوٹے قریوں تک میں بھی پیدا کردی تھی ' وہ ہر ایک کو معلوم ہے - اسنے تاریخی تعدی اور جبر مذہبی و استبداد کی یاد کو از سر نو مسلمانوں کے دلوں میں تازہ کردیا تھا - اور عام طور پر برٹش گورنمنٹ کی طرف سے مذہبی آزادی کا جو خیال تھا ' وہ ایک خواب پریشان یا اضغاث احلام معلوم ہونے لگا تھا - اس حالت میں ہندوستان کے مسلمانوں کی امیدیں بجز حضور والسرائے بہادر کے اور کسی سے بندھی نہ تھیں - کہ وہ اپنے ایام حکمرانی کو اس تاریخی داغ سیاہ سے بچالینگے - ہم متشکر ہیں حضور والسرائے بہادر کے ' جنکے دل میں ہماری ان امیدوں کا عکس منعکس ہوا مگر افسوس وائے ہماری شوربختی ! اور اے وائے ہماری شومی قسمت ! کہ جو کچھ حضور ممدوح کے دل میں ہمارے لیے انصاف فرمانے کا جذبہ پیدا ہوا ' وہ بھی اجتہادی غلطی کی آمیزش سے نہ بچ سکا ' جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ نہ تو شریعت کا احترام کیا ' نہ ہمارے بیگناہ مقتول بھائیوں کے بہے ہوے خون کا خیال کیا - یعنی وہ حصہ مسجد کا جسکے بچانے کے واسطے ہمارے غیرت مند بھائیوں نے اپنا خون بہایا اور عزیز جانیں قربان کیں ' حکومت کی طرف سے اتنی شفقت اور دریا دلی دکھانے کے باوجود بھی نہ بچ سکا - اور اس قطعۂ زمین پر بھی سر مستی تشدد اور ذللی استبداد کے نشان و آثار قائم رہے -

ہم حضور والسرائے کے اس نیک خیال کا دل سے خیر مقدم کرتے ہیں کہ اس واقعہ کو بالکلیہ بھلا دینا چاہتے - مگر کیا یہ عرض کرنا داخل گستاخی نہ ہوگا کہ جب حضور ہی نے اس واقعہ کو ہمیشہ کے واسطے نہیں بھلایا اور گذشتہ علائم و آثار کو نہیں مٹایا تو پھر ہم اسطرح باوجود دیکھنے ان آثار و علائم کے اس واقعہ کو دل سے بھلا سکتے ہیں ؟

اگر حضور سچ مچ چاہتے ہیں کہ یہ واقعہ لوگوں کے دلوں سے محو ہوجاوے تو بجز اعادہ صورت اصلیۂ حصۂ منہدمہ اور کوئی حیلہ نہیں - ہم حیران ہیں کہ بعض مسلمان اصحاب بے سوچے سمجھے اپنی خوشامدی و شکر کے رزولیوشن پاس کر کے حضور والسرائے کو دھوکا دے رہے ہیں - یہ سچ ہے کہ جو کچھ حضور والسرائے نے اس معاملہ کے طے فرمانے کی غرض سے قدم رنجہ فرمانے کی تکلیف گوارا فرمائی ' اور جو کچھ مسلمانوں کے جذبات کا لحاظ کرکے زبان مبارک سے ہمدردی دکھائی ' لاریب قابل شکریہ و سزاوار ستایش ہے - مگر اسکے سوا جو کچھ حصہ منہدمہ کے بارہ میں حضور نے فیصلہ صادر فرمایا ہے ' وہ ہرگز ہرگز از روے احکام اسلام صادر کرنے کے قابل نہیں -

یہ جو مولانا عبد الباری صاحب دام برکاتہ نے اظہار فرمایا ہے کہ ہز آنر جان بیلی قائم مقام لفٹنٹ گورنر کو حضور والسرائے نے تاکید کی ہے کہ احکام اسلام کا ضرور لحاظ رکھیں - معلوم نہیں اس لحاظ رکھنے کا وقت کب آئیگا ؟ اگر اس تاکید کا جلوہ ظاہر ہونے والا ہے تو جلد ہونا چاہیے - ورنہ ہم نہ سب کچھ زبانی جمع خرچ اور طفل تسلی سمجھینگے -

کیا منہدمہ حصہ بقول مولانا عبد الباری صاحب جزو مسجد نہیں تھا ؟ تھا اور یقیناً تھا - پھر کیا وجہ ہے جو اسکو عام گذرگاہ بنایا جاتا ہے ؟ کیوں فقط اسکی ہوا پر ہمکو قبضہ دلایا جاتا ہے ؟ خبر نہیں وہ کونسی بات ہے جسکی بنا پر ہمارے بعض مسلمان اصحاب اس فیصلہ کو اطمینان بخش قرار دیتے ہیں ؟

ہمارے سچے جذبات پر قہقہے اڑاے گئے ' ہماری اسلامی غیرت کو بدنام کیا گیا ' اور اس سچی عزت کو جو لازمۂ مذہب پرستی ہے ' شور و شر ' فتنہ و فساد سے تعبیر کیا گیا - ہماری زبانوں

کو آہ و بکا کرنے سے روکا گیا - ہمارے واقعات لویس القلم کو ہم سے چھینا گیا ' ہمارے معزز و موقر اخبارات کو سختی سے سختی صدمے پہونچائے گئے ' ہمارے دلی جذبات کے ترجمانوں کو ترجمانی جذبات سے روکا گیا ' ہمارے بعض قومی آرگنوں کو موت کے گھاٹ پہونچایا گیا ' باوجود اتنے شدائد و مصائب کے اس حصۂ مسجد سے بھی ہمکو محروم رکھا جاتا ہے ' اور فقط اس حصۂ ہوا پر ہمکو قبضہ دینا کافی سمجھا گیا ہے - فیاحسرتی و یا لہفی ! ہم نے اپنی جماعت کے اجلاس منعقدہ ۲۳ - اکتوبر سنہ ۱۹۱۳ ع میں یہ رزولیوشن پاس کیا ہے کہ " ہم مسلمانان اہل سندھ حضور وایسرائے کی توجہات بندہ پرورانہ و الطاف شاہانہ کے شکرگذار ہیں ' مگر فیصلہ دربارہ حصہ مسجد کو غیر اطمینان بخش سمجھکر مستدعی ہیں کہ وہ بجنسہ ہمارے حوالے کیا جاوے تاکہ ہم اسکو صورت اصلی پر تعمیر کرا کے اس واقعہ کی یاد دل سے بھلا دیں " -

راقم: میرزا شرافت حسین سکریٹری انجمن اتفاق
کراچی ' سندھ

کانپور کی ایک یادگار رات

۲۹ - اکتوبر کی گارڈن پارٹی اور جشن نشاط

یوں تو انسان دن کی روشنی اور رات کے اندھیری سے ہمیشہ ہی متاثر ہوا کرتا ہے مگر بعض دن اور بعض راتیں ایسی بھی گذر جاتی ہیں' جو باعتبار اپنے واقعات و نوعیت کے انسان کو مدتوں تک اپنی یاد سے خالی الذہن ہونے نہیں دیتیں -

۳۰ - اکتوبر کی رات بھی ایک ایسی ہی رات ہے جو کانپور کی تاریخ میں لکھے جانے کے قابل ہے -

البتہ طلائی حرفوں میں نہیں بلکہ واقعی سیاہ حرفوں میں !

رات کو بمقام ایسوسی ایشن گراونڈ ایک نہایت شاندار گارڈن پارٹی اور دعوت کا انتظام سوداگران چرم کانپور کی طرف سے کیا گیا تھا - دو قسم کے کارڈ انگریزی اور اردو میں لکھے ہوے تقسیم کیے گئے - میرے پاس اور برادر معظم جناب حکیم عبدالولی صاحب قبلہ کے پاس اردو لکھے ہوئے کارڈ آئے تھے ' جنکے دیکھنے سے معلوم ہوا کہ جناب مولانا عبدالباری صاحب قبلہ - مسٹر مظہرالحق اور راجہ صاحب محمود آباد کی دعوت کے سلسلے میں مختلف شہروں کے مسلمان بھی مدعو کیے گئے ہیں -

لیکن انگریزی کارڈ میں جو اتفاق سے پارٹی میں پہونچکر میری نظر سے گذرا ' صرف گارڈن پارٹی کا ذکر تھا - دعوت کا ذکر نہ تھا اور نہ یہی لکھا گیا تھا کہ یہ گارڈن پارٹی کس کے آنر میں دیگئی ہے ؟ پارٹی کے احاطے میں داخل ہوتے ہی سب سے پہلی غیر معمولی بات اُن یورپین حکام کی موجودگی نظر آئی ' جنکی جابرانہ اور غیر انصافانہ طرز حکومت پر تھوڑے ہی روز پیشتر صدائے احتجاج بلند کیجا رہی تھی !

دوسری چیز جو ایک اسلامی قلب کو ہلا دینے والی ثابت ہوئی' وہ پولیس کے اُن مسلمان عہدہ داروں کی شرکت تھی جو قتل اسکے دہشت سے بے قصور مسلمانوں کے خون سے اپنے ہاتھ رنگ چکے تھے !!

تیسرا منظر جو ایک مسلمان کو اُس پارٹی سے نفرت دلانے والا تھا' وہ اُن حضرات والا شان اور خطاب یافتگان عالی مقام کی رونق افروزی تھی ' جو مسلمانوں کی مصیبت کیوقت کانپور سے ایسے غائب رہے تھے ' جیسے غدر کیوقت واجد علی شاہ لکھنؤ سے ' اور آج اس پارٹی میں شریک ہوکر گویا زبان حال سے فرما رہے تھے کہ " ہم لوگ تو صرف خوشی ہی کے ساتھی ہیں - غم اُٹھالیں بد بخت مسلمان "

لیکن باوجود اِن تمام غیر مستحق اشخاص کی موجودگی کے جو پارٹی اور ڈائیننگ ہال میں اچھلے کھلے پھر رہے تھے ' ہم مطمئن ہوجاتے اگر وہ بے قصور ایک سو چھہ کلمہ گو بھی (جو تین مہینہ کی قید کی مصیبت جھیلکر حضور لارڈ ہارڈنگ بہادر وایسرائے ہند کے انصاف اور رحم دلی کی داد دیتے ہوے اپنے بچھڑے ہوئے عزیزوں سے ملے) اس دعوت میں شریک کر لیے جاتے لیکن صدمہ اور افسوس ہے تو اس بات کا ہے کہ ہمارے اُن ہر دلعزیز بھائیوں کو دعوت میں بلانا تو درکنار اُن بیچاروں کے ساتھ ایسی سختی برتی گئی کہ اُنھیں میں کے چند مسلمانوں کو جو صرف مسٹر مظہر الحق کو دیکھکر اُنکا شکریہ ادا کرنا اور اپنا دل خوش کرنا چاہتے تھے ' پھاٹک کے اندر تک آنے کی اجازت بھی نہ دیگئی اور نہایت بیجا طریقہ سے اُن لوگوں کو باہر نکال دیا گیا !!

خدا سے دعا ہے کہ مسلمانوں کے دلوں میں غیرت ' حمیت ' سچائی ' اور ایثار نفسی پیدا ہو - یہی اسلام کے سچے اصول ہیں اور یہی اصولوں کو جو قوم مد نظر رکھیگی ' وہی میدان ہستی میں قدم بڑھاتی ہوئی کامیاب نظر آئیگی !!

راقم حکیم عبد الغنی (لکھنؤ)

اردو کا سرخ کارڈ میرے نام بھی آیا تھا ' اسمیں مسٹر مظہرالحق' سر راجہ صاحب محمود آباد ' اور جناب مولانا عبد الباری کے اعزاز میں پارٹی اور ڈنر کا دینا ظاہر کیا تھا - مگر میں نے اسکے پشت پر یہ شعر لکھکر واپس بھیجدیا :

ما خانہ رمیدگان ظلمیم
پیغام خوش از دیار ما نیست !

شاید ایسا کرنا رسم وراہ تہذیب کے خلاف تھا مگر آپ جانتے ہیں کہ میں اپنے مجنونانہ جذبات سے مجبور ہوں ' اور کیا کروں کہ نغموں کا نہیں بلکہ ماتم کی فریادوں کا عادی رہا ہوں - کوئی صحبت آہ و بکا ہوتی تو جاتا - عیش و نشاط کی کام جویوں کے لائق نہیں :

دماغ عطر پیراہن نہیں ہے * غم آوارگی ہاے صبا کیا

جس شہادت آباد کانپور میں خون کے دھبے اب بھی تلاش کرنے سے مل سکتے ہیں ' وہاں اسقدر جلد " بھولنے " کی تعلیم پر عمل کرنے کی قدرت نہیں رکھتا :

ہنیئاً لارباب النعیم نعیمہا
و للعاشق المسکین ما یتجرع

میں صبر کیے خاموش تھا - آپنے یہ خط لکھکر میرے خیالات میں ایسی جنبش پیدا کردی ہے کہ اگر ضبط نہ کروں تو نہیں معلوم کیا کیا لکھہ جاؤں ؟ جبکہ گارڈن پارٹی میں بینڈ کے نشاط انگیز نغمات بلند ہو رہے تھے ' تو اُس وقت کتنے انسان تھے' جنکے کانوں میں موت اور احتضار کی اُن چیخوں کی بھی صدا آتی تھی ' جو ۳ - اگست کو مچھلی بازار میں بے بسی کی ایڑیاں رگڑتے ہوے

کتنے ہی فرزندان توحید کی خشک زبانوں سے نکلی ہونگی؟ جانے دیجیے - اپنے کاموں میں مصروف رہیے - دنیا عقلمندی میں بہت بڑھگئی ہے اور میں دیوانہ ہوں!

در بادیہ تشنگاں بمردند
وز دجلہ بہ مکہ می رود آب!

اردو انگریزی کارڈوں کے اختلاف مضمون کا حال سب سے پہلے مجھے مسٹر مظہر الحق سے معلوم ہوا - انکے پاس بھی اردو ہی کا کارڈ آیا تھا - عین پارٹی میں انکو انگریزی کارڈ کے مضمون کی خبر ہوئی - اسمیں ان تینوں بزرگوں کا بالکل ذکر نہ تھا ' بلکہ صرف یہ تھا کہ حضور ویسراے کی تشریف آوری کی خوشی میں یہ پارٹی دی گئی ہے!

مجھے ذاتی طور پر معلوم ہے کہ مسٹر مظہر الحق نے بعض اشخاص کانپور کو پارٹی سے پہلے لکھدیا تھا کہ ان حکام کو جلسے میں بلانے کی کوشش بہتر نہ ہوگی ' جو مسلمانوں کیلیے اپنے نظارے میں ایک درد انگیز داستان کی یاد رکھتے ہیں -

میں نے یہ بھی سنا ہے کہ جلسے میں شاید کسی شخص سے بعض حکام نے یہ بھی کہا کہ " ہمکو اردو کارڈ کا حال معلوم نہ تھا - اگر معلوم ہوتا کہ یہ پارٹی ان لوگوں کے اعزاز میں دی گئی ہے تو ہم کبھی نہ آتے "

حضرات کانپور کی یہ ستم ظریفی بھی قابل داد ہے کہ ایک طرف تو حکام کو اردو کارڈ کے مضمون سے بے خبری کی شکایت ہے ' دوسری طرف آپ کو انگریزی کارڈ کی بے خبری پر افسوس تھا کی دونوں ہیں اور دونوں کی شکایت بھی یکساں! صحبت تو ہوگئی - اب دونوں فریق اپنی اپنی شکایتوں کا موازنہ کر لیں:

کہتے ہیں کہ وہ بھی یہی کہتے ہیں ' کروں کیا
کہیے ہو کہ دلجو لیے اعدا نہ کرو تم!

انکو جن امور کی شکایت ہے اب آسکی نسبت کیا کہوں؟ اپنی اپنی طبیعت اور اپنا اپنا اصول ہے - لیکن معاف فرمایےگا - جناب راجہ صاحب محمود آباد ' مسٹر مظہر الحق ' اور مولانا عبدالباری تو مجبور تھے کہ انھی کیلیے دعوت کا دینا ظاہر کیا گیا تھا ' اور نہ جاتے تو لوگوں کی دلشکنی ہوتی ' مگر آپ کو اور جناب حکیم صاحب کو کونسی مجبوری پیش آئی تھی کہ با وجود ان حالات کے حس و تاثر کے ' شریک صحبت رہے اور اب بعد اختتام صحبت اسکی شکایت ہے؟ یکے بعد دیگرے آپنے تین درد انگیز اور ضبط ربا مناظر دیکھے ' جنکی آپنے تفصیل کی ہے ' لیکن بالآخر ان تینوں مرحلوں سے آپ بھی علی ای حال گذر ہی گئے اور کوئی منزل بھی آپکو مجلس کی رنگینیوں سے الگ نہ کرسکی!

ایں گناہیست کہ در شہر شما نیز شود!

اگر آپکی جگہہ میں ہوتا اور یہ تکلیف دہ مناظر سامنے ہوتے ' تو بلا ادنی تامل وہاں سے اٹھکر چلدیتا اور چلتے چلاتے جتنے شخص مل جاتے ' انکو بھی کھینچ کر اپنے ساتھہ لیجاتا:

ہمرہ غیری رمی گرلی بیا عرفی تو ہم؟
لطف فرمودی ' برو ' کیں پاے را رفتار نیست!

کن یداً ' لا تکن لساناً - سچی شکایت عمل سے ہونی چاہیے نہ کہ زبان سے - آپ بالآخر ڈنر میں بھی شریک ہوے اور متہمین حادثہ ۳ - اگست کے شکریے کی تحریک کی - بقول آپکے مناظر ثلاثہ سہ پہر او پیش آئے تھے - رات تک آپنے ضبط اینڈر کیا اور کیا مجبوری تھی؟

میں نے سنا ہے کہ ایک سو چھہ آدمیوں میں سے بھی جو لوگ پارٹی اور ڈنر میں شریک کیے جاسکتے تھے ' انکو شریک کیا گیا تھا - مولوی عبد القادر صاحب آزاد سبحانی پارٹی اور ڈنر ' دونوں میں شریک کیے گئے تھے - البتہ ان میں سے عام لوگوں کو نہیں شریک کیا تھا عذر یہ ہے کہ یہ دونوں صحبتیں آداب و رسوم صحبت کی متقاضی ' اور انکے لیے وہ موزوں نہ تھے - رات کو مجلس میلاد میں سب کو شریک کیا گیا تھا -

مصالحۃ مسئلۃ اسلامیۃ کانپور

از جناب مولوی حکیم محمد رضوان صاحب

مخدوم الالسنۃ و الافواہ - محسود الاقران و الاشباہ - محترمی جناب مولانا زید مجدکم - سلام مسنون - فیصلۂ کانپور کے متعلق میں نے موافق اور مخالف دونو قسم کی رائیں غور اور اطمینان سے پڑھیں - عرصہ سے اس خیال میں ہوں کہ اپنی ناچیز رائے سے اہل ملک کو آگاہ کروں لیکن کثرت کار اور ہجوم افکار سے اسقدر عدیم الفرصت رہا کہ کچھہ نہ لکھہ سکا - اگرچہ میری مشغولی کا ابتک وہی عالم ہے لیکن زیادہ تاخیر میں وقت کے گذر جانے کا اندیشہ ہے اسلیے چند سطریں لکھکر حاضر خدمت کرتا ہوں - اگر جناب مناسب خیال فرمائیں تو الہلال کے کسی کالم میں درج کردیں -

اس میں کچھہ شک نہیں کہ ۱۴ - اکتوبر کا مبارک دن انگریزی عہد حکومت میں یادگار رور ہے جس کی مسرت خیز یاد کا مسلمانوں کے دل و دماغ سے مٹنا دشوار ہے - اس یوم سعید میں حضور ویسراے بہادر نے مسلمانوں کے ساتھہ جو شریفانہ سلوک کیے ' جس سیر چشمی سے اپنی عنایت و کرم گستری کا بین ثبوت دیا ' اور جس مردانگی سے انکے سو چھہ گرفتاران بلا کو قید غم سے آزاد فرمایا ' انکی شکرگزاری سے ہماری زبانیں عاجز ہیں اور جسطرح اسوقت تمام قومیں حضور ممدوح کی ثنا خواں ہیں اسی طرح انکی آئندہ نسلیں بھی جناب موصوف کی نیکی ' انسانیت ' انصاف پسندی ' اور صلح جوئی کی ہمیشہ توصیف کرینگی - اگرچہ اینگلو انڈین اخبارات اپنے تعصب سے اس مدبرانہ انصاف کی غلط تعبیر کر رہے ہیں اور حضور نائب کشور ہند کی مردانہ فیاضی اور عنایت کو کمزوری اور بزدلی بتا رہے ہیں لیکن سچ یہ ہے کہ:

رموز مملکت خویش خسروان دانند

حضور ویسراے نے رحم و عدالت کی سب سے زبردست طاقت سے جسقدر قلوب کو مسخر کر لیا ہے اور جتنے دلوں پر برٹش رعب و جلال کا سکہ جما دیا ہے ' اگر اسکی جگہ اپنی ساری بحری و بری قوت کو صرف کر دیتے تو بھی اس محبت اور خلوص کا حصول نا ممکن تھا -

حضور ویسراے کے علاوہ اور جن جن حضرات نے مسلمانوں کی دستگیری اور غمگساری فرمائی ' وہ سب کے سب صد عزت و تشکر کے لائق ہیں - میں اس موقع پر مسلمانوں کے عدیم النظیر مربی و سرپرست جناب مسٹر مظہر الحق و جناب مسٹر فضل الرحمن کے نام نامی کے لیے بغیر نہیں رہسکتا جنھوں نے اسیران مذہب کی اعانت کیلئے اسوقت ہاتھہ دراز کیا ' جب ان کی عزت و حرمت کا بجز رحمت الہی کے کوئی محافظ نہ تھا - جب مسلمانوں کی اندھا

دہلی گرفتاریاں ہو رہی تہیں، جب وارلنگ بے نکان مجرموں کے لئم نکل رہے تہے، جب مجروحین کے کاری زخموں سے خون کے فوارے جاری تہے، جب ننہے معصوم بچے بستر مرگ پر دم توڑ رہے تہے، اسوقت سب سے پہلے غیرت و حمیت کا شعلہ الٰہی کے مبارک سینوں میں مشتعل ہوا اور بعدہ ان کے شراروں سے ہر شخص نے اپنی قابلیت و استعداد اور قوت کے موافق حصہ حاصل کیا - اس نازک اور اہم موقع پر معزز اڈیٹر الہلال "ہمدرد" زمیندار" اور مرحوم مسلم گزٹ نے جو مذہبی اور قومی خدمت انجام دی، اسکی یاد بہی ہنوز مسلمانوں کے دلوں میں تازہ ہے اور اس کی سپاسگزاری سے مسلمان کبہی سبکدوش نہیں ہوسکتے -

ان تمامتر واقعات میں سب سے زیادہ فخر و شکر کے لائق یہ بات ہے کہ ہماری کوششیں بیکار نہیں ثابت ہوئیں، ہماری پراگندہ طاقتیں ایک مرکز پر جمع ہوگئیں، ہماری مجموعی قوت کا آخر الامر دنیا نے اعتراف کیا، ہماری تقریروں نے نہ صرف ظاہری عمارتوں کو بلکہ دلوں کے کنگروں کو ہلادیا، اور ہماری تحریروں نے نئے دور کا سنگ بنیاد رکہا - فللہ الحمد و اللہ اکبر - کون جانتا تہا کہ آج کے بعد کل کیا ہونیوالا ہے، اور کسکو علم تہا کہ مستقبل ایام ماضیہ کی تاریکی اور ظلم کو دور کر دینیوالا ہے؟

یہانتک جو کچہہ عرض کیا گیا وہ بطور تمہید کے تہا - اصل مقصد کے متعلق یہ گذارش ہے کہ فیصلہ کانپور کی نسبت خود مسلمانوں کے مختلف خیالات ہیں - زمیندار، ہمدرد، و دیگر اسلامی اخبارات کے اڈیٹر فیصلہ کے ہر جزو کو قابل اطمینان بتلاتے ہیں - آنریبل سید رضا علی نے اس پر ایک مجمع کے سامنے اظہار مسرت کیا ہے - مسٹر مظہر الحق کے مطمئن ہونے کی خبر زمیندار کے کسی اشاعت میں درج کی گئی ہے - فرنگی محل کے آستانہ سے جو صدا بلند ہوئی ہے اس میں گو یہ فیصلہ قابل تعریف نہیں بتادا گیا، تاہم سر تسلیم خم کردینے کی ہدایت کیگئی ہے -

لیکن بہت سے مسلمان فیصلہ کے اس جزے جس کا تعلق مسجد کے ساتہہ ہے، مختلف نظر آتے ہیں - ان تمام مسلمانوں میں معزز اڈیٹر (الہلال) خصوصیت سے قابل الذکر ہیں جنہوں نے حق کے اعلان میں ذرا کوتاہی نہ فرمائی اور شریعت اسلامی کے زبردست قانون کا کمال آزادی سے اظہار کرتے ہوئے زمین مسجد کے مطالبہ کو قائم رکہا -

اڈیٹر (الہلال) کی بہی وہ مصیبت ہے جو ہزاروں، لاکہوں قلوب کو بجلی کی سرعت سے اپنی طرف کہینچ رہی ہے!!

فیصلہ مسجد کی صحت کے متعلق سب سے زیادہ قابل غور یہ مسئلہ ہے کہ یہ مذہبی قضیہ کس اعتبار سے طے ہوا ہے اور مبادی علم میں کن پہلوؤں پر خیال کیا گیا ہے؟ اگر اسکی بنیاد سیاسی حکمت عملی یا اپنے ضعف و رسوائی و ناکامی اور نامرادی کے خیال پر قائم کیگئی ہے تو شاید ہم بہی یہ کہنے کیلیے طیار ہوجائیں کہ بہت خوب، بجا اور درست ہے - لیکن اگر ان تمام خیالات کے ساتہہ مذہب کا بہی جوڑ لگایا گیا ہے تو بجز اپنی اور مسلمانوں کی بد قسمتی کے اور کیا کہا جاسکتا ہے - کیونکہ مذہب اسلام میں مسجد کا کوئی حصہ مصالح مسجد کے سوا عام راستہ یا دوسرے کسی مقصد میں نہیں لایا جاسکتا -

میں سخت متحیر ہوں کہ جن مسلمانوں نے مسجد کے اس فیصلہ کو بہ طیب خاطر منظور فرمایا ہے انہوں نے جناب مسٹن صاحب بہادر کے فیصلۂ معارضہ کو کیوں نا منظور کردیا تہا - حالانکہ اس فیصلہ میں دو تین باتیں ایسی موجود تہیں جو اس میں ہرگز نہیں پائی جاتیں -

(۱) مسجد کے شمالی طرف ایک معتد بہ حصۂ زمین کا ملنا -

(۲) گورنمنٹ عالیہ کا اس پر اپنی طرف سے عمارت بنانا -

(۳) اس حصہ کا من کل الوجوہ مسلمانوں کے قبضہ میں آجانا -

اور اس فیصلہ کی نوعیت جہانتک اخبارات سے معلوم ہوسکی یہ ہے کہ اصل نزاعی حصہ رہگذر عام میں اسی طرح شامل ہے صرف اسکے اوپر آٹہہ فٹ بلند ایک چہجہ بنا کر وضو خانہ یا دالان بنانے کی اجازت دیگئی ہے - اس عمارت کو متولی اپنے صرف اور اپنے روپیہ سے طیار کرالینگے اور زمین کی ملکیت کا مسئلہ نہایت اجمال اور ابہام میں رکہا گیا ہے جس سے کسی نتیجہ پر پہنچنا بہت دشوار ہے - بہر حال اب ان باتوں کا وقت نہیں - شریک معاملہ حضرات نے جن امور کو مناسب سمجہا ان پر عمل فرمایا اور اپنی بے لوث مخلصانہ خدمتوں سے مسلمانوں کو رہین منت کیا - جو لوگ ان کا شکوہ کرتے ہیں میرے نزدیک سخت غلطی پر ہیں - البتہ قابل غور یہ سوال ہے کہ مسلمانوں کو اب کیا کرنا چاہئیے اور کونسے جائز اور مناسب طریقے اختیار کرنے چاہئیں جن میں مسلمانوں کی حقیقی اور اصلی کامیابی کا راز مضمر ہو -

امید ہے کہ معزز و محترم اڈیٹر الہلال اور دیگر بزرگان قوم اسطرف خاص توجہ فرماکر مسئلہ مذکورہ پر روشنی ڈالینگے -

عید اضحیٰ اور انجمن خدام کعبہ

ہر مسلمان کی دینی جوش کی امتحان کا وقت ہے

(۱)

ہم بارہا بصراحت، دہرا چکے ہیں کہ یہہ تحریک محض مذہبی ہے، اسکو کسی سیاسی قضایا سی کوئی سروکار نہیں، مگر سچ ہے کہ حیلہ جو اور بزدل اور عقبیٰ فراموش و دین فروش بد نصیبوں کے لئے آخر کوئی بہانا تو ضرور چاہیے - اللہ انکو توفیق عمل عنایت فرمائے - جو اخوان ملت اس آواز کے منتظر ہیں، ہم انکو یاد دلاتے ہیں کہ انکی امتحان اور انکی ایفاے عہد کا وقت آ گیا - آج یوم الحج ہے اور عید الاضحیٰ (ضحیٰ) ہے - سنت ابراہیمی کی ساتہہ حرمین شریفین کے لئے بہی تہوڑی سی قربانی آج چاہیے -

اگر آپ انجمن کی سلسلہ میں داخل ہوگئی ہیں تو جزاک اللہ - اس عہد کو یاد فرمالیجے جو داخلہ کے وقت حلفاً آپنے کیا تہا - جو حضرات ہنوز کسی نہ کسی وجہ سے داخل سلسلہ نہیں ہوئے انکو دعوت دیجئے - عید الضحیٰ (اضحیٰ) کی دن ہر ایک خادم کا فرض ہونا چاہیے کہ وہ اپنی جوش ایمانی کو بجائے خود آزمائے اور تجربہ کرے کہ وہ کچہہ کر سکتا ہے یا نہیں؟ اسکی اندر شعلہ مذہبی پیدا ہوا یا نہیں؟ اسکی غیرت کو کچہہ حرارت پیدا ہوئی یا نہیں؟

خاکساران

محمد عبد الباری فرنگی محلی خادم الخدام جمعیت اصلیہ انجمن خدام کعبہ دہلی

شوکت علی بی اے معتمد خادم الخدام

AL-HILAL

Proprietor & Chief Editor.

Abul Kalam Azad

7/1 McLeod street.

CALCUTTA.

Yearly Subscription, Rs. 8

Half-yearly „ „ 4-12

الہلال

ایک ہفتہ وار مصور رسالہ

مسئول و خصوصی
احمد الکلام الدہلوی

مقام اشاعت
۷ - ۱ مکلوڈ اسٹریٹ
کلکتہ

قیمت
سالانہ ۸ روپیہ
ششماہی ٤ روپیہ ۱۲

جلد ۳ — کلکتہ : چہار شنبہ ۲٦ ذی الحجہ ۱۳۳۱ ہجری — نمبر ۲۲

Calcutta · Wednesday, November 26 1913.

فہرست

تصاویر

جنوبي افریقہ

اخبار الانبیاء

جب کوہ آتش فشاں پھٹتا ہے تو پھر چند سوراخوں کے بند کرنے سے آتش و سنگ کی بارش موقوف نہیں ہوتي - مسٹر گاندھی ، کیلن بیچ ، پولک ، اگر یا بزنجیر ہو گئے تو کیا اس سے وہ عالمگیر آگ بھی پا بجولاں ہو جائیگی جسکے آتشکدے ان اسیروں کے دہن و زبان میں نہیں بلکہ ان ہزار ہا ہندوستانیوں کے دلوں میں ہیں ، جو جنوبي افریقہ میں پھیلے ہوے ہیں ؟

انساني فطرت کي ایک عجیب و غریب کمزوري یہ ہے کہ وہ جرم سے انکار کرنے کے وقت دنیا کو محروم الوجدان اور مسلوب العقل سمجھہ لیتا ہے حالانکہ ناداں یہ نہیں جانتا کہ جرم نے خود اسکي خرد و ہوش پر پردے ڈالدے ہیں -

کسي بد نصیب کے قتل سے انکار ممکن ہے مگر جب آستین و دامن پر خون کے دھبے ہوں اور ہاتھہ میں خنجر ، تو کون ہے جو اس انکار کو صحیح تسلیم کریگا ؟

دفتر مستعمرات کے نام لارڈ گلیڈ اسٹون نے اس بارے میں ایک مراسلہ بھیجا ہے جسمیں لکھا ہے کہ ظلم و جبر کي خبریں مبالغہ سے پر ہیں - انکو اپنے وزرا کي عدل پرستي پر کامل اعتماد ہے - وزرا کا مقصد صرف اعادۂ امن ہے اور کچھہ نہیں - تازیانے اور گولیوں کي خبر صحیح نہیں -

ان تمام ہندوستانیوں کي تعداد ۴۹۸ ہے جنکو قیدي اور بدو کیمپ کے ملموں میں سزا دي گئي ہے - سزا کي مقدار ایک ہفتہ اور ۱۰ شلنگ سے لیکے ۵ پونڈ اور ٦ ماہ تک ہے - قیدي میں ۱۰ - احاطۂ قید خانے کی حیثیت میں منتقل کیے گئے ہیں اور سزا صرف ۲ کو دي گئی ہے - وغیرہ وغیرہ

ہم نہیں سمجھتے کہ اس سعی سے لارڈ گلیڈ سٹون کا مقصد کیا ہے ؟ اگر اس کا منشاء یہ ہے کہ وہ اس فرض سے سبکدوش ہونا چاہتے ہیں جو بحیثیت صدر اعظم ہونے کے ان پر عائد ہوتا ہے ، تو بیشک وہ اداء فرض میں تو کامیاب ہو گئے مگر اسطرح کہ اپنے ضمیر و فیصلہ کو مشکوک بھی کر دیا ، لیکن اگر وہ در حقیقت اہل ہند کي تشفي چاہتے ہیں تو ہمیں انکی اس عقل و دانش پر ماتم کرنا چاہیے -

وہ ہندوستانیوں کي تشفي کرنا چاہتے ہیں مگر نہیں جانتے کہ کیونکر کریں - وہ کہتے ہیں کہ مجھے اپنے وزراء پر اعتماد ہے مگر انکے اعتماد کي وجہ سے ہندوستاني ان وزراء پر کیونکر اعتماد کرسکتے ہیں ، جنکے طرز عمل نے یہ معشر بپا کیا ہے ؟

تازیانہ و بندوق کے استعمال سے وہ اسلیے انکار کرتے ہیں کہ مقامی مجسٹریٹ اسکا اعتراف نہیں کرتے ، مگر ہم پوچھتے ہیں کہ اگر ہندوستان میں انکي رعایا کے ساتھہ یہي واقعہ ہوا ہوتا تو یہ دلیل انکی تسلي کے لیے کافی ہوتی ؟

وہ کہتے ہیں کہ وہ قلي جو غالباً مارا جا رہا تھا ، مرض سے مر گیا مگر ہم ہندوستاني جانتے ہیں کہ گوروں کی ٹھوکر کھانے والے ہمیشہ تلی ہي کی وجہ سے مرتے ہیں -

اب جبکہ پیمانہ لبریز ہوکے چھلک گیا ہے ، ہماري حکومت ہند نے بھی اپنی مہر خاموشي توڑي ہے -

۱۹ - نومبر کو وائسرے نے وزیر ہند کے نام ایک تار اس مضمون کا بھیجا کہ بنظر بر حالات موجودہ ، ایک بے لاگ اور کامل تحقیقات ہوني چاہیے -

اگر مظالم ثابت ہو جائیں تو ان اشخاص کے خلاف اعمال پر سختي کے ساتھہ اعتراض کیا جائے - نیز ہر ممکنہ طور کی حکومت سے ایسی مداخلت کي درخواست کیجاے - اسکے جواب میں وزیر ہند نے وہ مراسلہ بھیجدیا ہے جو دفتر مستعمرات میں موصول ہوا تھا مگر غنیمت ہے کہ حکومت ہند نے اس پر اکتفاء نہیں کیا اور دوبارہ لکھا ہے کہ جلد سے جلد بے لاگ اور کامل تحقیقات ایک ایسی کمیٹی کے ذریعہ ہوني چاہیے جسمیں ہندوستانیوں کی بھی نیابت ہو -

حق و صداقت کي راہ میں اگر کوئی جماعت جہاد کرتی ہے تو اغیار و اجانب بھی اسکے ساتھہ ہمدردي کیے بغیر نہیں رہسکتے - معاملات ہند کے ساتھہ انگریزي پریس کی سرد مہري پر ہمیشہ شکایت کی گئي ہے مگر سچ یہ ہے کہ ہم نے یک دل ہوکر کسي کام کے لیے کوشش بھي کب کی ؟ آج جبکہ ہم جنوبي افریقہ میں متحدہ و متفقہ طور پر وطن عزیز کی عزت و حقوق کے لیے جد و جہد کر رہے ہیں ، تو انگلستان کے آزاد اخبارات سے لیکے شدید ٹوری لیبر ونگو اخبارات تک ، سب کے لب خود بخود کھل گئے ہیں -

ٹائمز ، مارننگ پوسٹ ، ڈیلي نیوز ، پال مال گزٹ وغیرہ ، سب نے بالاتفاق ہندوستانیوں کي حمایت میں صدائیں بلند کی ہیں -

مسئلۂ اسلامیۂ کانپور

میں چاہتا ہوں کہ چند الفاظ اسکے متعلق اور عرض کروں - ۵ - ذي الحجه کي اشاعت میں جو مضمون مفصل شائع ہوا ہے ' وہ قارئین کرام کے پیش نظر ہوگا - اس مضمون میں پوری شرح و بسط کے ساتھہ فیصلے کی اس صورت کو عرض کرچکا ہوں جو پہلے قرار پائي تھی ' اور جسکي صحیح اطلاع دي گئي تھي -

سب سے پہلے اسپر نظر ڈالني چاہیے کہ موجودہ صورت اس صورت سے کن کن امور میں مختلف ہے ؟

(۱) سب سے پہلا سوال زمین متنازعہ فیہ کي ملکیت کا ہے - حضور وایسرائے نے نہ صرف یہ کہ اسے مبہم ہي چھوڑ دیا ہے ' بلکہ اس کو غیر ضروري بھي قرار دیا ہے -

مسٹر مظہر الحق کہتے ہیں کہ ملکیت کا اعتراف کرا لینا کچھہ بھي مشکل نہ تھا ' لیکن قانوناً یہ ایک لاحاصل بات ہوتي - زمین موقوفہ کسي کي ملک نہیں - البتہ گورنمنٹ نے اسپر قبضہ کر لیا تھا جو ہم کو واپس ملگیا - عدالت دیواني میں نالش بھي کي جاتي تو قبضہ ہی کي جاتي ' نہ کہ ملکیت کي -

جناب مولانا عبد الباري صاحب کے ایک خط کا کچھہ حصہ آج کی اشاعت میں کہیں درج کیا گیا ہے ' اس میں بھي انہوں نے اسي پر زور دیا ہے -

میں نے اسپر غور کیا لیکن میں اسے سمجھہ نہ سکا - یہ سچ ہے کہ وقف کي ملکیت کسي کو نہیں پہنچتي مگر پھر یہ کیا تھا کہ میونسپلٹي اس زمین کي قیمت دے رہی تھی ؟ یہ قیمت دیکر صرف قبضہ لینا چاہتي تھي یا وہ حق بھي ' جسے حق تملک کہتے ہیں ؟

خرید و فروخت اس شے کي ہوتی ہے ؟

" زمین موقوفہ " کسي کی ملکیت نہیں - یہ آپکا خیال ہے نہ کہ عملاً گورنمنٹ کا - وہ ضرورت کے وقت بقیمت اسکو خرید لیتي اور اسکي ملکیت کو منتقل کر لیتی ہے - پس یہ بات یہ زمین کسي کي ملکیت کا سوال نہ تھا بلکہ قبضہ کا ' خود آپکا ایک دعوا ہے اور جب آپ یہ کہتے ہیں تو کوئي دلیل پیش نہیں کرتے بلکہ محض اپنے دعوے کا اعادہ کرتے ہیں -

یہ کوئي مسلم مقدمۂ قانوني نہیں جو آپ میں اور آپکے مدعا علیہ میں مشترک ہو - اور اسکا اعتراف کرانا غیر ضروري ہو - مسجد سے وہ زمین علحدہ کرکے سڑک میں شامل کرا لي گئی - اسمیں اور مسجد میں ایک دیوار حائل ہوگئي - اسکے معاوضہ میں دوسري زمین دي جاتي تھی یا نقد روپیہ -

یہ تمام باتیں صرف قبضہ ہی کے متعلق نہ تھیں -

میں قانون سے واقف نہیں ہوں لیکن قانون کو سمجھنا چاہتا ہوں - میرا خیال یہ ہے کہ اصلی سوال ملکیت ہی کا ہوگیا تھا - وہ پہلي صورت میں اصولی طور پر ملحوظ تھا مگر اس صورت میں نظر انداز کر دیا گیا -

(۲) اسکے بعد سوال حق قبض و تصرف کا ہے - پہلي صورت میں قبضہ بالکل مسجد کو مل جانا چاہیے تھا لیکن اب اشتراک حق مرور سے پورا قبضہ بھي باقي نہ رہا -

(۳) ہئیت مجموعي اس صورت کي ایسي تھي ' جس سے یہ تعبیر گویا خود مصالح مسجد کیلیے ہوتا ' اور یہ نظیر قائم نہ ہوتي کہ سڑک کی توسیع کیلیے مسجد کي زمین کسي راضي نامہ کے بعد لیلی جاسکتي ہے -

پس فی الحقیقت موجودہ فیصلہ میں عدم ملکیت ' عدم تکمیل قبضہ ' اور آیندہ نظیر ' تین نقص شدید پائے جاتے ہیں - قبضہ کي عدم تکمیل کا مبنی حق اشتراک مرور ہے -

مولانا عبد الباري کي تحریر جو آج شائع کي جاتي ہے ' صاف صاف لفظوں میں بتلاتي ہے کہ -

(۱) انھوں نے جواز کا فتوي نہیں دیا - انکي خواہش یہ تھي کہ حضور ویسرائے زمین ہمارے سپرد کردیں اور ہم میں اور میونسپلٹي میں معاملہ رہجائے -

(۲) وہ اس خیال کو لفظ " بہتان " سے تعبیر کرتے ہیں کہ " انھوں نے موجودہ صورت کو جائز سمجھا "

(۳) جیسا کہ انھوں نے آنریبل سید علي امام سے کہا ' انکو اعتراف ہے کہ " اس فیصلے سے نہ تو مسلمانوں کي تشفي ہوگي اور نہ بے چیني دور ہوگي "

میں سمجھتا ہوں کہ اسکے بعد اصل معاملے کي نسبت مولانا میں اور ہم میں کچھہ بھي اختلاف باقي نہیں رہتا ' سوا اس طریق کار کے جو اختیار کیا گیا ' اور وہ واقعہ ماضي ہے نہ کہ اس مسئلہ کا مستقبل - وقت ایک بار جاکے پھر آنے کا عادي نہیں :

نکل گیا ہے وہ کوسوں دیار حرماں سے !

پس فی الحقیقت یہ کہنا کسي طرح غلط نہوگا کہ " موجودہ تصفیۂ زمین پر بے اطمینانی ظاہر کرنے میں کوئي اختلاف نہیں ہے - در اصل ایک ہي خیال ہے اور ایک ہي گروہ "

اس تصفیہ کے دو جزو ابھی باقي ہیں :

(۱) کونسل کی آیندہ نشست میں حفظ عمارات دینیہ کے قانون کا پیش ہونا اور پاس ہونا ' جس کا ذمہ بر بنائے وعدہ ہز اکسلنسي و آنریبل مسٹر امام ' جناب راجہ صاحب نے لیا ہے -

(۲) دالان کي تعمیر کے وقت میونسپلٹي سے بہ نہج احسن تصفیہ -

اگر پہلا جزو پورا ہوجائے تو موجودہ تصفیہ کے تین نقائص میں سے ایک نقص شدید خود بخود دور ہوجایگا ' یعنے اس نظیر کا آیندہ کیلیے متعدي ہونا -

دوسرے جزو پر اگرچہ مولانا عبد الباري بار بار وثوق کے ساتھہ زور دیتے ہیں ' اور اس خط کے آخر میں بھي انھوں نے دہرایا ہے ' لیکن میں چند دنوں کي امید خوش سے زیادہ اسے نہیں سمجھتا - وایسرائے نے اپني تقریر میں جن امور کو واضح کر دیا ہے اس سے زیادہ اب کچھہ نہ ہو سکے گا - البتہ یہ ممکن ہے کہ شاید میونسپلٹي سے تعمیر کے وقت کچھہ رعایات دیگر صورتوں میں حاصل ہوجائیں کیونکہ کہا جاتا ہے کہ اسکي نسبت حضور ویسرائے نے اطمینان دلایا ہے اور ایک طرح کا غیر سرکاري وعدہ ہوچکا ہے -

پس ان حالات کے ساتھہ اگر کام کرنا ہو تو صرف دو ہي کام اس بارے میں ہمارے سامنے ہیں -

(۱) فوراً ایک منتخب کمیٹي قائم کي جائے جسمیں باہر کے لوگ بھي شامل ہوں اور جو تعمیر دالان وغیرہ کے مسئلہ کو اپنے ہاتھہ میں لے اور صرف کانپور کی مقامي حالت پر نہ چھوڑ دیا جائے - اسمیں کانپور کے معززین بھي شامل ہوں - بحالت موجودہ اصلي ضرورت ایک با قاعدہ جماعت کي ہے -

(۲) مجوزہ قانون کا انتظار و مطالبہ -

(۳) بصورت عدم نفاذ قانون دیواني نالش -

افسوس کہ اس سے بھی اہم تر سوال ۳ - اگست کے خونین مظالم کا تھا ' اور وہ عین زندگي کي حالت میں دفن کردیا گیا : انا للہ وانا الیہ راجعون - اس جہان میں کوئي ہستي ایک مرتبہ مرکر پھر واپس نہیں آ سکتي - میرے پر جوش دوستوں کو سمجھنا اور غور کرنا چاہیے :

مقصد پذیر نیست دریغا ' وگرنہ من
در ہر قدم ہزار قدم پیش رفتہ ایم !

۲۶ ذی الحجه ۱۳۳۱

الخبء الالیم

مجرم عشق تو هم مي کشند و غوغا نیست * تو نیز بر سر بام آ که خوش تماشا نیست

(۲)

سر زمین محترم هند کا فرزندان اسلام سے مطالبه

ولو انا کتبنا علیهم ان اقتلوا انفسکم او اخرجوا من دیارکم ما فعلوه الا قلیل منهم ' ولو انهم فعلوا ما یوعظون به ' لکان خیراً لهم و اشد تثبیتا (۴:۶۹)

اور اگر هم ان مدعیان خدا پرستي کو حکم دیتے که حق و صداقت کي راه میں اپني جانوں کي قرباني کرو یا اپنا گھر بار چھوڑ کر نکل جاؤ ' تو اُن میں سے چند آدمیوں کے سوا کوئی بھي ایسا نه کرتا - حالانکه جو کچھه انکو سمجھا یا گیا هے اگر وه اُسکي تعمیل کرتے تو اُنکے حق میں بہتر هوتا اور اسکي وجه سے وه اپنے حق و مقصد پر مضبوطی کے ساتھه جمے رهتے -

وه آنکھیں جو ایک سال پہلے طرابلس اور برقه کے مناظر مظلومیت پر خونبانه فشاني کر رهي تھیں ' وه دل جو چند ماه پیشتر مقدونیا کے حوادث خونین کي یاد میں دو نیم تھے ' وه ربائیں جو کل تک شہداء مسجد کانپور کیلیے فغاں سنج تھیں ' ابھي اسوده خاطر اور فارغ البال نہوں که انکي مشغولیت کا سامان باقي هے !

نه چنزست آنکه پا یانے ندارد
شبے من ' درد من ' افسانهٔ من !

پھر وه آنکھیں جنھوں نے کل تک حق و انسانیت کے ان عالمگیر ماتموں میں حصه لیا هے ' کیا آج عدل و انصاف کي ایک مصیبت کبری اور ماتم عظمی کیلیے چند آنسووں سے بھی بخل کرینگي ؟

اگر کل تک طرابلس و بلقان کے ماتم گدار انسانوں کي مظلومیت پر رو رهے تھے ' تو تعجب هے اگر آج وهي انساني مظلومیت انکي آنکھوں کو تر نه کرے ! اگر انکا جوش و خروش اور جد و جہد اسلیے تھا که حق و انسانیت کا ساتھه دیں اور ظلم و عدوان سے نفرت کریں ' تو حیف هے اگر آج اُسي مظلوم انسانیت کي چیخیں انکے دلوں کي محبت اور همت کي همدردي حاصل نه کر سکیں !

انسانیت اور حق و عدل کے پرستاروں کے لیے امتیاز این و آن نہیں هے - وه جو وطن کي قید سے منزه ' زمین و مرز بوم کي تمیز سے پاک هیں ' انکے لیے خدا کي زمین کا هر ٹکرا مقدس ' اور اسکے بندوں کا هر گروه محترم هے - وه انسانیه کے خادم هیں - انکي محبت نوعي کا شرف ' وطن و قوم کي ادنی ترین تقسیموں سے آلوده نہیں هوتا - انکے کانوں میں جہاں کہیں سے بھی انسانیه کی فریاد الغیاث آتي هے ' انکھوں کے آنسو ' اور دل کے زخموں کو اپنے استقبال کیلیے مہیا پاتي هے - مشرق و مغرب انکے لیے یک ساں هے ' عزیز و بیگانه کي تفریق میں انکے لیے آزمایش نہیں - طرابلس و مقدونیا کي تڑپتي هوئي لاشوں پر اگر وه ماتم کرتے هیں ' تو جنوبي افریقه کے اُن قتیلان حق و انصاف کے خوں چکاں زخموں کو بھي دیکھ کر چیخ اٹھتے هیں ' جنھیں گوروں کی وحشیانه عقوبت نے خاک و خون پر لٹا دیا هے - و لیس البران تحب الوطن ' انما البر ان یحب العالم !

عارف هم از اسلام خراب است و هم از کفر
پروانه چراغ حرم و دیر ندارد

اسلام اسي عالم پرستي کي دعوت لیکر آیا - وه اپنے پیرووں کو وطن پرست نہیں بلکه انسانیه پرست دیکھنا چاهتا هے -

(خدمت عالم و خدمت وطن)

لیکن اگر تمام عالم همارا وطن اور اسلیے محترم هے ' تو وه خاک تو بدرجهٔ اولی همارے احترام محبت کي مستحق هے ' جسکي آب و هوا میں هم صدیوں سے پرورش پا رهے هیں ؟ اگر تمام فرزندان انسانیت همارے بھائی هیں ' تو وه انسان تو بدرجهٔ اولی همارے احترام اخوت کے مستحق هیں ' جو اسي خاک کے فرزند اور مثل همارے اُسي کي سطح پر بہنے والے پاني کے پینے والے ' اور اُسي کي فضاء محبوب کو پیار کرنے والے هیں -

پس آج جنوبي افریقه میں جو قیامت کبری قائم هے - مظلومیت کي جو انتہا اور ایثار و قرباني کي جو مہم در پیش هے ' میں نہیں سمجھتا که دنیا میں پیروان اسلام سے بڑھکر اور کون گروه هوسکتا هے ' جس کے لیے سب سے زیاده جہاد جذبات و مال کي اسکے اندر دعوت هو ؟

وه ' جو دنیا میں حق کی نصرت کیلیے آئے هیں - وه ' جو عالم کو اُس ظلم و سفاکی سے نجات دینے کیلیے آئے هیں جو حکومتوں کے غرور اور قوموں کے جنسي تعصب و وحشت سے پیدا هوتا هے - وه ' جو عدل کے علم بردار ' اور اسلیے خلافة الهي کے مدعي هیں - وه ' جو دنیا میں اپنے تئیں اُس ارحم الراحمین کا نائب سمجھتے هیں جو ظلم پر غضب ناک مگر انصاف سے خوش هوتا هے - اور پھر سب سے آخر مگر سب سے مقدم یه که جو مسلم هیں ' اور اسلیے تمام

عالم کي امنيت و عدالة کي نگراني کے اولين مستحق هيں ؟ اگر وہ اپني انسانيت دوستي اور مظلوم پروري کو صرف ايک هي قوم و ملک کے ساتهه وابستہ کردينگے اور اس ظلم آباد ارضي کے هر ماتم ميں يک ساں جوش و خروش اور غير متغير عزم و همت سے حصہ نہ ليں گے ‘ تو کيا پهر آسمانوں سے فرشتے آئينگے جو زمين کي بيکسي پر ماتم کرينگے ؟ يا درياؤں کي مچهلياں اور هوا کے پرند جمع هونگے ‘ تا انسان کي مصائب پر مرثيہ خواني کريں ؟

ميں تم سے سچ سچ کہتا هوں کہ اگر ميرا بس چلتا تو ميں اس دنيا کے تمام ماتموں کو صرف مسلمانوں هي کيليے مخصوص کر ديتا اور کسي دوسرے کي شرکت اسميں کبهي گوارا نہ کرتا - کيونکہ زمين پر جہاں کہيں بهي همدردي کے آنسوؤں اور دل کے پيام محبت کي ضرورت هو ‘ وہ صرف پيروان اسلام هي کا حصہ هے ‘ اور صرف کلمۂ توحيد هي کے گهرانے کا ورثہ هے - کيونکہ سب اسليے آئے تاکہ اپنے دشمن بچالیں مگر مسلمان صرف اسليے آئے تاکہ تمام انسانوں کو بچالیں :

وکذلک جعلناکم امۃ وسطاً ‘ لتکونوا شہداء علی الناس ويکون الرسول عليکم شہيدا -

(افسانۂ غربت)

ميرا مقصود جنوبي افريقہ هندوستانيوں کے تازہ مصائب هيں -

هندوستانيوں کا کوئي جرم بجز اسکے نہيں هے کہ وہ وهاں بس گئے هيں ‘ کاروبار کرتے هيں ‘ اور چونکہ محنتي اور کفايت شعار هيں اسليے روپيہ پيدا کرليتے هيں - انکي مرفہ الحالي وهاں کي گوري آبادي کو کهٹکتي هے اور پسند نہيں کرتي کہ انکي سرزمين ميں باهر کا کوئي انسان روپيہ کمائے - بوجہ کم خرچ اور کفايت شعار هونے کے هندوستاني دکاندار کم نفع پر مال فروخت کرتے هيں - بعض بازاروں ميں گورے دکانداروں کو اس سے بهي نقصان هوتا هے - يہ انکي مزيد برهمي کا سبب هے - انهوں نے اپني گورنمنٹ کو آمادہ کيا کہ کسي نہ کسي طرح هندوستانيوں کو يہاں کے قيام سے روک ديا جائے -

يورپين گورنمنٹ انسانوں کو نکال يک قتل نہيں کرسکتي ‘ وہ مسيحي هے اور تعبداً اسکے سامنے قرون مظلمہ کي وہ تمام وحشيانہ خوں ريزياں موجود هيں ‘ جنکي وجہ سے يہ دور دنيا کے امن و حريت کيليے ايک جہنمي لعنت رها هے - اسے وہ طريقہ بهي معلوم هے جسکے ذريعہ رومي عيسائي مصر و شام کے ملحدوں کو سزائيں ديتے تهے ‘ اور پهر آپ زندہ انسانوں کو چٹائي ميں لپيٹ کر جلا دينا بهي ضرور آتا هوگا جيسا کہ اسپين کي مجلس عدالت ديني (انکوزيشن) هزارها خدا کے پيدا کردہ انسانوں کے ساتهہ کرچکي هے - تاهم اب وہ ايسا نہيں کرسکتي اور زمانے کے انقلاب نے تعذيب و هلاکت کے وہ تمام پرانے نسخے بيکار کردیے هيں -

پس اس نے قوانين وضع کرنا شروع کیے ‘ اور جابرانہ قوانين کي لعنت بهي اس لعنت سے کم نہيں هے ‘ جو آگ اور تيز کیے هوے لوهے کي هلاکتوں سے نکلتي هے - بلکہ في الحقيقت وہ اس سے بهي شديد تر هے - ايک غيور انسان تلوار کي دهار اور آتشکدے کے شعلوں سے نہيں ڈرتا مگر اس جبر سے ضرور ڈرتا هے جو اسکے احترام و شرف کي تحقير کرے -

يہ قوانين عجيب و غريب هيں ‘ اور گويا ايک ايسي جماعت کيليے هيں جو سرے سے انسان هي نہيں هے - سب سے پہلے قانون رجسٹريشن نافذ کيا گيا جس کو غالباً سات آٹهہ سال کا زمانہ هوگيا هے - اسکا منشا يہ تها کہ هر هندوستاني جو جنوبي افريقہ ميں رهنا چاهے ‘ اپنے تئيں رجسٹري کرالے ‘ ۳ - پاونڈ يعني ۴۵ - روپيہ ٹيکس دے ‘ اور رجسٹري کے فارم پر دستخط کي جگہہ انگوٹهے کا نشان بنائے - پچهلوں دنوں جب بزرگ و محترم ملک ‘ آنريبل مسٹر گوکهلے جنوبي افريقہ تشريف لے گئے تهے ‘ تو ارکان حکومت نے وعدہ کيا تها کہ ٹيکس فوراً موقوف کرديگے چنانچہ انهوں نے اسي وقت اسکي اطلاع بذريعہ تار انگلستان و هند کے پريس کو ديدي تهي - ليکن اب جنرل بوتها کہتا هے کہ اس طرح کا کوئي وعدہ نہيں کيا گيا تها !

اسکے بعد " قانون آبادي اهل هند " نافذ کيا گيا جو کسي وحشي سے وحشي گروہ کيليے بهي نا قابل تحمل هے - اس قانون کي رو سے هندوستانيوں کے تمام حقوق مدني و شہري غصب کرليے گيے اور خدا کے هزارها زندہ بندوں کو يکايک حکم ديا گيا کہ وہ موت سے بهي بدتر زندگي کيليے طيار هو جائيں :

(۱) هندوستاني کسي شہر کي آبادي کے اندر نہيں رهسکتے -

(۲) انکي دکانيں شہر سے پورے دو ميل کے فاصلے پر هوں -

(۳) شہر کي کسي شاهراہ پر سے وہ گذر نہيں سکتے -

(۴) جنوبي افريقہ کے اندر کسي ريل کے بہتر درجہ ميں سفر نہيں کر سکتے -

(۵) کسي شہر کے کسي هوٹل ميں قيام نہيں کر سکتے -

(۶) کسي رسٹوران (قہوہ خانے) ميں بيٹهہ نہيں سکتے -

(۷) ۳ - پاونڈ جزيہ هر ۱۴ - برس سے زيادہ عمر کا هندوستاني مرد اور عورت ادا کرے -

(مذهبي توهين)

اس سے بهي بڑهکر يہ کہ ايک قانون کي رو سے هندؤں اور مسلمانوں کے نکاح کو قانوناً نا جائز قرار ديا ‘ اسليے کہ " يہ اس ملک کا طريق ازدواج هے جہاں ايک سے زياد بيوياں کي جاتي هيں "

اس کا نتيجہ يہ هے کہ جسقدر هندوستاني وهاں موجود هيں ‘ سب کي بيوياں حقوق زوجيت سے محروم هوگئيں اور انکي اولاد ناجائز قرار پائيں - اس سے بڑهکر کسي قوم کيليے ظالمانہ سلوک کيا هو سکتا هے کہ اسکے مذهبي طريق کي علانيہ توهين کي جائے ‘ قانوناً اسکے طريق نکاح کو نا جائز بتلايا جائے ‘ اور اسکي جائز بيويوں کو داشتہ عورت قرار ديا جائے ؟

(اجمال تاريخي)

يہ سلوک اُن لوگوں سے کيا جاتا هے جو ابسے نصف صدي پہلے امپيريل گورنمنٹ کے حکم سے افريقہ بهيجے گئے تهے اور تقريباً سب کے سب مزدوري پيشہ لوگ تهے - اس وقت جنوبي افريقہ آج کا جنوبي افريقہ نہ تها - وہ ايک وحشت زار و ويراني تها ‘ جہاں بڑے بڑے شہروں اور متمدن آباديوں کي جگہ درندوں کے بهٹ ‘ اور صحرائي جانوروں کے مساکن تهے - اِن لوگوں نے اپني جانوں کي قربانياں کرکے شہر آباد کیے - عمارتيں تعمير کيں ‘ کارخانوں ميں مشين کے پرزوں اور پهرکيوں کي طرح کام کيا ‘ اور اس طرح وہ " عظيم الشان جنوبي افريقہ " طيار هوگيا جسکے متمدن بازاروں سے اب ان وحشيوں کو گذرنے کي اجازت نہيں !

ابتدائي تيس سالوں کے اندر هندوستانيوں سے سلوک برا نہ تها ليکن گذشتہ ۲۰ - ۲۵ - سال سے موجودہ مظالم کي ابتدا هوئي - مشہور جنگ ٹرانسوال کے اصلي اسباب و بواعث خواہ کچهہ هي هوں ‘ ليکن بظاهر ايک سبب گورنمنٹ هند کي يہ شکايت بهي تهي کہ هندوستانيوں کے ساتهہ اچها سلوک نہيں کيا جاتا - يہي

مسٹر گاندھی میں جنہوں نے جنگ کے چھڑتے ہی امپیریل گورنمنٹ کو اطلاع دی تھی کہ وہ مع اپنی تمام جماعت کے برٹش گورنمنٹ کی خدمت کیلیے طیار ہیں -

جنگ کے کچھ عرصے بعد وہی امپیریل گورنمنٹ ' جسکی نظروں میں ہندوستان کبھی بھی سلف گورنمنٹ کیلیے عملاً موزوں نہوگا ' مجبور ہوئی کہ جنوبی امریقہ کو اداری خود مختاری دیدے - چنانچہ کیپ ' نا ٹال ' اور ٹرنسوال کے چار صوبے جو باہم ملکر ایک متحد حکومت بنائے گئے تھے ' برٹش گورنمنٹ نے انکی اداری خود مختاری کا اعلان کردیا -

اسکے بعد ہی مصائب کا اصلی دور شروع ہوتا ہے - اس سے پیشتر جنوبی افریقہ کو گورنمنٹ ہند کا بھی کچھ نہ کچھ خوف تھا - اب وہ بھی جاتا رہا -

(سنہ ۶ - سے ۱۰ - تک)

چنانچہ سنہ ۱۹۰۶ میں قانون رجسٹریشن نافذ کیا گیا جس کا ذکر اوپر ہوچکا ہے - اسمیں یہ شرط قرار دی گئی کہ ہر مرد و عورت خواہ خواندہ ہو خواہ ناخواندہ ' دستخط کی جگہہ اپنے انگوٹھے کا نشان مثل وحشیوں اور مشتبہ لوگوں کے چھاپے !

ہندوستانیوں نے اس حکم کو اپنے محترم و محبوب ملک کی توہین سمجھا اور اسکے خلاف ایک خاموش مقابلہ شروع کردیا - یہ مقابلہ مسلسل سنہ ۱۰ - تک جاری رہا - اس اثنا میں ڈیڑھ سو آدمی قید ہوے - ایک سو کو جلا وطن کیا گیا - ۷۲ - لاکھہ روپیہ سے زیادہ کی ہندوستانی جائدادیں ضائع ہوئیں ' کیسے ہی خاندان برباد ہوگئے - کتنوں کے عزیز دیسے اس دار و گیر میں گم گئے جنکا سراغ اب تک نہیں ملا !

اس اثنا میں یہ بحث ہندوستان بھی چھیڑتا رہا اور جنوبی امریقہ سے بھی کئی وفد انگلستان پہنچے - کچھہ دنوں کے بعد ہی کینگ جارج پنجم کی تاجپوشی کی تقریب تھی - اس تقریب نشاط میں مظلوموں کی فریادوں کا بلند ہونا موزوں نہ تھا ' اسلیے امپیریل گورنمنٹ نے بھی زور ڈالا - نتیجہ یہ نکلا کہ عارضی طور پر ظلم و وحشت کی اس بے امان شمشیر زنی میں ایک سکون سا پیدا ہوگیا اور یونین گورنمنٹ نے بالفعل راضی نامہ کرلیا -

گو بظاہر معلوم ہوتا تھا کہ یہ سکون ہے ' مگر در اصل ایک مہلت جنگ تھی اور اسلیے تھی تاکہ آئندہ زیادہ تازہ دم ہوکر حملہ کیا جاے - چنانچہ باوجود گورنمنٹ کے متعدد مواعید و اعلانات کے اب پوری قوت اور آمادگی کے ساتھہ وحشیانہ قوانین کا عمل در آمد شروع کردیا گیا ہے -

(مقابلہ)

لیکن ظلم و سفا کی کا جس قوت سے حملہ ہوا ہے ' معلوم ہوتا ہے کہ صبر و استقامت کی بھی اتنی ہی طاقت کے ساتھہ فرزندان ہند مقاومت کیلیے طیار ہوگئے ہیں - تمام جنوبی امریقہ میں ہندوستانیوں کی آبادی ڈیڑھ لاکھہ کے قریب ہے ' جسمیں ایک لاکھہ بیس ہزار مزدور ہیں - سب سے پہلے چار ہزار ہندوستانیوں کی ایک جماعت نے مسٹر (گاندھی) کے ماتحت عزت کی قربانی کیلیے اپنے تئیں پیش کیا - انہوں نے کار و بار بند کردیے اور ٹرانسوال سے نیٹال روانہ ہوگئے - یہ اسلیے کیا کہ ہندوستانیوں کیلیے ایک صوبے سے دوسرے صوبے میں جانا بھی جرم ہے - پس انہوں نے چاہا کہ اس قانون کی عملاً خلاف ورزی کر کے اپنے تئیں سزا دلائیں اور اسطرح ظلم کے مقابلے میں بظاہر جسمانی شکست کھا کر حقیقتاً اخلاقی فتح حاصل کریں -

اس جماعت میں صرف مرد ہی نہیں بلکہ عورتیں بھی اور انکے ساتھہ معصوم بچے بھی ہیں !

بالآخر مسٹر گاندھی گرفتار کر لیے گئے اور انہوں نے جرمانے کی جگہ قید خانے میں جانا پسند کیا -

(مقدس قربانی)

مسٹر گاندھی اس خاموش مقابلے کا سپہ سالار ہے - وہ ایک کامیاب بیرسٹر تھا جسکی آمدنی ایک لاکھہ روپیہ سالانہ کے قریب تھی - لیکن مدت سے اس جانفروش راہ حریت نے پریکٹس چھوڑ دی ہے اپنی تمام دولت اسی راہ میں لٹا دی اور صرف ۳ - پاونڈ ماہوار پر گذارہ کرتا رہا - یہ وہ مقدس ایثار ہے جس کے لیے ہندوستان میں ہم ترس رہے ہیں لیکن ہندوستان کا ایک فرزند ہندوستان سے باہر اسکا نا قابل فراموش نمونہ پیش کر رہا ہے !!

(جہاد فی سبیل اللہ)

ہر جد و جہد جو ظلم ' جبر ' نا انصافی ' اور استبداد وحشی کے مقابلے میں کی جاے ' فی الحقیقت جہاد فی سبیل اللہ ہے - کیونکہ خدا انسان نہیں ہے جسکے کاموں کیلیے ہم اپنے جان و مال کو نثار کرینگے ' بلکہ صداقت اور حق و عدالت ہی اسکا کام اور ظلم کی مقاومت ہی اسکی راہ ہے - پس زمین پر جو شخص حق کی خدمت کرتا ہے ' یقیناً وہ آسمان پر خدا کے خدمت گذاروں میں پکارا جاتا ہے - مسٹر گاندھی نے اس راہ میں اپنی جان اور مال ' دونوں لٹا دیا پس فی الحقیقت وہ مجاہد فی سبیل اللہ ہیں ' اور " بانفسہم و باموالہم " کے ہر دو مراحل جہاد مقدس سے گذر چکے ہیں -

یہ حق و عدالت کا سپہ سالار عجیب ہے - جبکہ بندوقوں کے تیر اور توپوں کی ضرب سے اسپر حملہ کیا گیا ہے ' تو نہ تو اس کے پاس مسلح فوج ہے اور نہ خود اسکے ہاتھہ ہی میں لوہے کا کوئی ہتھیار ہے ' تاہم ہم کو یقین ہے کہ اسکی فوج بے شمار ' اور اسکے آلات جنگ کی کاٹ کاری ہوگی وہ اس معرکے میں گو تنہا ہے لیکن حق و صداقت کے فرشتے اسکے یمین و یسار ہیں ' اور اسکے ساتھی گو تھوڑے ہیں ' لیکن مظلومیت خود ہی ایک تلوار ہے ' جسکی موجودگی میں اور کسی اسلحہ کی ضرورت نہیں ہوتی - وہ وقت دور نہیں جب اس جنگ کا خاتمہ ہوگا ' اور دنیا کے لیے صابر و اولوالعزم مظلوموں کے اخلاقی فتح کی ایک عظیم الشان مثال یادگار چھوڑتی ہوگی !

بلی ' ان تصبروا و تتقوا و یاتوکم من فورہم ہذا ' یمددکم ربکم بخمسۃ الاف من الملائکۃ مسومین - (۳ :)	ہاں بیشک ' اگر تم صبر کروگے اور حق و صداقت کی نافرمانی سے بچوگے تو پھر تمھیں کوئی قوت شکست نہ دیسکے گی - اگر تم پر دشمن اسی آن حملہ کردیں تو خدا اپنے ہزاروں ملائکۂ نصرت سے تمھاری مدد کریگا -

(موجودہ حالت)

گذشتہ اشاعت میں تازہ حالات کا خلاصہ دیچکے ہیں ' تمام ہندوستانی یکقلم گرفتار کر لیے گئے ہیں - کانوں کے احاطوں کو بھی جیل خانہ بنا دیا گیا ہے - جبر و ظلم ' خوں ریزی و سفا کی ' تعذیب و عقوبت کی انتہا ہوگئی - جن مزدوروں نے کام چھوڑ دیا ہے انکے لیے پستول اور کوڑے اپنی جلادی کیلیے مستعد ہیں - عدالت حکم دیتی ہے کہ جو مزدور کام نہیں کریگا اسکو بھوکا رکھکر مارا جائیگا - دو ہندوستانی زخمی ہوچکے ہیں اور کوڑوں کی سزائیں جاری ہیں -

(گورنمنٹ ہند)

یہ بالکل سچ ہے کہ جنوبي افریقہ کی گورنمنٹ اندروني خود مختاري رکھتي ہے اور وہ کچھہ ہندوستان نہیں ہے جہاں سب کچھہ کیا جاسکتا ہے ' تاہم قابل غور امر یہ ہے کہ انگلستان کی وہ انساني ہمدردي ' مظلوم پروري ' نوع خواهي ' جو کبھي ساحل باسفورس پر جھکي نمایش کرنا چاهتي ہے ' کبھي مقدونیا میں اپنے کمشنر مقرر کرني ہے ' کبھي جنگي بیڑوں کو دردانیال کے قریب پہنچ جانے کا حکم دیتي ہے ' کیا اس انتہائي وحشت و سفا کي پر بھي کچھہ نہ کر سکیگي ؟

امپیریل گورنمنٹ یقیناً اندروني معاملات میں دخل نہیں دیسکتي لیکن کیا بہ حیثیت ایک متمدن حکومت ہونے کے اس ظلم و جبر پر مواخذہ بھي نہیں کرسکتي ' جس کا ایک ادنی سا شمہ بھي ترکي اور ایران کو تخت حکومت الٹ دینے کي دھمکي دینے لگتا ہے ؟ کیا اگر چین کے کسي کھیت میں ' شام کے کسي دامن کوہ میں ' قسطنطنیہ کي کسي گلي میں ' مصري فلاحوں کي کسي آبادي میں ' ایک گورے جسم کے ساتھہ کسي غیر مسیحي هاتھہ کا کوڑا مس کر جاتا ' تو انگلستان کي بے حسي کا یہي حال ہوتا جو آج کامل پندرہ سال سے نظر آ رہا ہے ؟

گورنمنٹ ہند نہیں معلوم کب کروٹ لیگي ؟ جو زخم مظلوموں کے جسموں پر لگ رہے ہیں ' وہ شاید اس مراسلہ کے نتیجہ کا انتظار نہ کریں جو لارڈ هارڈنگ کي گورنمنٹ انڈیا اس میں بھیجے گي -

(ہمارا فرض)

لیکن بہرحال انساني فرض ان فکروں سے بالا تر ہے - خود ہم کو کہ اپنے عزیز بھائیوں کي فریادوں کو سن رہے ' اور انکي داستان غربت و مصیبت کو پڑھ رہے ہیں ' صرف اپنا فرض ہی سوچھنا چاهیے -

اس وقت سب سے زیادہ مقدم کام روپیہ کي فراهمي ہے ' جس کے لیے ہندوستان کے بزرگ ترین فرزند ' یعني انریبل مسٹر گوکھلے نے دورہ شروع کردیا ہے - اس حق و ظلم کي معرکہ آرائي کي فتح صبر و استقامت پر موقوف ہے اور وہ بغیر اعانت مالي کے ممکن نہیں - پنجاب نے اس بارے میں قابل تقلید مثال قائم کي ہے ' جہاں ایک دن کے اندر ۲۵ - ہزار روپیہ ہوگیا اور مسٹر لاجپت راے نے کہا کہ " میں اپني تمام پونجي ! فقط میں دیدینے کیلیے طیار ہوں "

افسوس کہ یہ سب کچھہ ہو رہا ہے مگر مسلمان غافل ہیں ' اور جس صف میں انہیں سب سے آگے انکے خدا نے رکھا تھا ' اپني بدبختي سے اسمیں سب سے پیچھے بھي نہیں -

آج مسٹر گوکھلے روپیہ کي فراهمي کیلیے دورہ کر رہے ہیں ' مگر کہیں سے بھي یہ صدا نہیں آتي کہ فلاں مسلمان لیڈر بھی اس کام میں تھوڑا سا وقت دینے کیلیے نکلا ہے ! افسوس و صد افسوس !

کامل اس فرقۂ زہاد سے اٹھا نہ کوئي
کچھہ ہوے تو یہي رندان قدح خوار ہوے !

میں اپني حالت کس کو سناؤں کہ علائق نے کیسا کچھہ مجبور کردیا ہے ' تاہم هاتھہ پاؤں هلا رہا ہوں کہ کسي طرح بند توڑوں اور کلکتہ سے نکلوں - مسلمانوں کو یاد رکھنا چاهیے کہ آج ان کي نئي زندگي کي آزمایش ہے - آجتک انہوں نے ملک کي تمام خدمتیں صرف ہندؤں هي کیلیے چھوڑ دي تھیں ' اور خود اپنے لیے ہندؤں کو باغي کہنے کا شریفانہ مشغلہ منتخب کرلیا تھا -

ملک کي بہتري و فلاح کي فکر ہو تو صرف ہندؤں هي کو ' جابرانہ قوانین کے خلاف احتجاج کریں تو صرف ہندو ' جنوبي افریقہ کے ہندوستانیوں کیلیے روئیں تو صرف ہندو - اگر ایسا هي ہے تو خدارا اپنے دلوں میں سوچھو کہ بدبخت مسلمان آخر کس مرض کي دوا ہیں ؟ اگر وہ ہندوستان میں بستے ہیں تو کیا ہندوستان کي خدمت بھي انکا فرض دیني نہیں ؟ اگر تمام عالم انکا وطن ہے تو کیا ہندوستان بھي نہیں ہے ؟

گلگونۂ عارض ہے نہ ہے رنگ حنا تو
اے خون شدہ دل ' تو تو کسي کام نہ آیا

مگر اب حالت پلٹي ہے اور کہا جاتا ہے کہ ہم بیدار ہوے ہیں - اگر یہ سچ ہے تو اسکا ثبوت کہاں ہے ؟

(آیۂ کریمۂ عنوان مقالہ)

عنوان مضمون کي آیت پر غور کرو - یہ آیت سورۂ نساء کے اس حصے کي ہے ' جہاں خدا تعالی نے ضعفا و منافقین کي حالت بیان کي ہے - فرمایا کہ اگر اللہ تعالی حکم دیتا کہ اسکي صداقت و عدالت کی راہ میں جہاد کرو - اپنے وطنوں کو چھوڑ دو ' اپني جانوں کي قربانیاں کرو ' تو کتنے راستباز انسان ہوتے جو اس حکم کے آگے سر جھکاتے ؟

حالانکہ اصل راہ آزمایش یہي ہے -

آج ہر شخص کو چاهیے کہ اپنے دل پر هاتھہ رکھکر سوچھے - جنوبي افریقہ میں ہمارے عزیز و محبوب بھائي جو صدمات عزت وطن محترم کي راہ میں برداشت کر رہے ہیں ' اگر انکي جگہہ ہم ہوتے اور ہم سے ایسا کہا جاتا تو ہماري حالت کیا ہوتي ؟ ہم میں کتنے ہیں جو اپني لاکھوں روپیہ کي جائداد اپنے هاتھوں تاراج کرنے کیلیے مستعد ہیں ؟ کتنے ہیں جو مسٹر گاندھي کي طرح ایک لاکھہ سالانہ کي آمدني چھوڑ کر ۴۵ - روپیہ ماہوار پر اپني پوري زندگي دیسکتے ہیں ؟ پھر کتنے ہیں جو جلا وطن ہونے کیلیے ' قید میں جانے کیلیے ' اپنے بیوي بچوں کو دشت غربت میں مبتلاے آلام و مصائب کرنے کیلیے پستولوں کا نشانہ اور کوڑوں کا تختۂ ظلم بننے کیلیے طیار ہیں ؟

ہندوستان میں آزادي کے غلغلوں سے پورا بر اعظم لرز رہا ہے - حریت اور قرباني کے دعوؤں سے کوئي زبان نہیں جو نا آشنا ہو ' مگر عزیزان ملک و ملت ! میں تم سے سچ سچ کہتا ہوں کہ آج جنوبي افریقہ میں جو کچھہ ہو رہا ہے ' اگر اسکا دسواں حصہ بھي یہاں پیش آے تو ہندوستان کے شاندار دعوؤں اور عظیم الشان اعلانات کے ہجوم میں بہت کم سچي روحیں ایسي نکلیں گی جو آزمایش میں ثابت قدم بھي رہیں گي :

در مدرسہ کس را نہ رسد دعوئي توحید
منزل گہ مردان موحد سر دار ست

ولو انا کتبنا علیہم ان اقتلوا انفسکم اواخرجوا من دیارکم ' ما فعلوہ الا قلیلا منہم !

اب بھي وقت ہے کہ مسلمان خواب غفلت سے چونکیں اور جس جوش و ایثار سے انہوں نے جنگ طرابلس و بلقان اور مسجد کانپور کے معاملہ میں حصہ لیا تھا ' اس معاملہ میں بھي حصہ لیں - والسلام علي الذین یستمعون القول فیتبعون احسنہ ' اولئک الذین هدا هم اللہ و اولئک هم اولو الالباب !

تاریخ اسلام اور بحریات

"تذکرۂ جہاز "رشادیہ""

پچھلی ڈاک میں ترکی سے جسقدر مصور رسالے آئے ہیں، نئے عثمانی جہاز (رشادیہ) کی تصویر اور تذکرہ سے پر ہیں - انکو دیکھکر بے اختیار گذشتہ عہد اسلامی کے بحری کارنامے یاد آگئے :

گذر چکی ہے یہ فصل بہار ہم پر بھی !

خیال گذرا کہ اللہ اکبر ! کیا انقلاب زمانہ ہے ! آج ایک اہن پوش جہاز کسی دوسرے ملک کے کارخانے کی غلامی کرکے حاصل کیا گیا ہے تو اسپر تمام ملک میں غلغلہ ہے - کبھی یہ عالم تھا کہ بحر اسود و اقیانوس پر صرف اسلامی بیڑوں ہی کا قبضہ تھا، اور سلطان نور الدین کے کارخانۂ جہاز سازی میں مہینوں تک آلات جہاز سازی پھیلے ہوے تھے !

یہ قصہ ہے جب کا کہ آتش جواں تھا !

جی میں آیا کہ اس تقریب پر اپنی پچھلی داستانوں کی کچھہ ورق گردانی کرلیجیے کہ اگر بستر مرگ پر ایام صحت کو جی بھر کر یاد کرلینے ہی کی مہلت مل جاے تو بھی بہت ہے ورنہ بہتوں کو تو یہ بھی میسر نہیں :

گاہے گاہے باز خواں ایں دفتر پارینہ را
تازہ خواہی داشتن گر داغہاے سینہ را

مسلمانوں کے گذشتہ تمدن کی تاریخ میں بحری ترقیات پر اب تک بہت کم لکھا گیا ہے مگر تفحص و تجسس سے کام لیا جاے تو بکثرت مواد عام تاریخوں ہی میں موجود ہے - سب سے زیادہ اس بارے میں علامۂ (مقریزی) کا ممنون ہونا پڑیگا، جس نے اپنی بے نظیر تاریخ مصر (الخطط والآثار) کی تیسری اور چوتھی جلد میں مصر کے چند کارخانوں کے نہایت تفصیلی حالات دیے ہیں -

سب سے پہلے اُن جنگی اور غیر جنگی کشتیوں کے اقسام پر نظر ڈالنی چاہیے جو عربوں نے عام طور پر استعمال کی تھیں اور انکے نام لغۂ عربی میں داخل ہوگئے ہیں - اسکے بعد اسپین اور افریقہ کے جنگی جہازوں کا ایک پورا دور ہے اور پھر عثمانی و ممالیک مصر کے عہد کے بعض خاص بحری حوادث و ترقیات ہیں - یکے بعد دیگرے ہم سب پر نظر ڈالیں گے -

اس سلسلے میں بعض مرقعات بھی ہیں جنکا مطالعہ موضوع کی دلچسپی کو بڑھا دیگا - آج ایک مفصلہ مرقعات پیشکش ہے، جس میں عہد اسلامی کی ایک جنگی کشتی اور سلطان محمد خامس کی بعض کشتیوں کی تصویریں آپ ملاحظہ فرمائیں گے -

(تحقیق کلمۂ اسطول)

سب سے پہلے اُس عام لفظ کے مفہوم کو متعین کرلیں جو عربی تاریخوں میں بحری جنگوں کے تذکرہ میں بار بار آتا ہے اور آجکل بھی عام طور پر مستعمل ہے - یعنی کلمۂ " اسطول " -

اسطول ایک یونانی نژاد لفظ ہے - اسکے معنی ہیں " چند جہازوں یا کشتیوں کا مجموعہ " جسکو آجکل اردو میں " بیڑا " کہتے ہیں - مشہور شاعر (بحتری) کہتا ہے :

یسو قون اسطول کان سفینۃ
سحائب صیف من جہام و ممطر

" وہ ایسے بیڑے چلاتے ہیں جنکی کشتیاں کیا ہیں، گرمی کے بادل ہیں کہ بعض تو خالی ہیں - اسلیے جلد گزر جاتے ہیں - اور بعض پانی سے لدے ہوے ہیں اسلیے دیر میں چلتے ہیں "

لیکن " اسطول " کا اطلاق بیڑے کے علاوہ جہاز پر بھی ہوتا ہے - (خفاجی) شفاء العلیل فی المعرب و الدخیل میں لکھتے ہیں :

الاسطول مرکب تہیاء للقتال و نحوہ

اسطول وہ جہاز ہے جو جنگ یا تجارت وغیرہ کے لیے تیار کیا جاے -

(سفن و بوارج اساطیل اسلامیہ)

اسلامی اسطول مختلف انواع کی کشتیوں سے مرکب ہوتے تھے جنمیں اہم انواع یہ ہیں :

(بطس)

(بطس) بطسہ کی جمع ہے - کبھی اسی کو بطاشہ یا بسطہ بھی کہتے ہیں مگر یہ دونوں نام مستقل الفاظ نہیں - اسی لفظ بطسہ کی تحریف ہیں -

یہ ایک بہت بڑی جنگی کشتی تھی - اسکے حجم کی طرح اسمیں باد بان بھی بکثرت ہوتے تھے - مقریزی کی عبارت آگے آئیگی جس سے معلوم ہوگا کہ ہر ایک میں ۴۰ باد بان ہوتے تھے - اس سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ عظمت حجم اور کثرت باد بان نے اسکے منظر کو کسقدر ہائل و مہیب بنا دیا ہوگا ؟

کشتی کی یہ قسم صلیبی لڑائیوں میں خاص طور پر مشہور ہوئی - کیونکہ یہ ان تمام کشتی کی انواع میں مشہور ترین نوع ہے جو اس زمانہ میں سب سے بڑے ہونے کی وجہ سے بحری جنگ میں استعمال کیجاتی تھی -

بطسہ کا استعمال جنگ کے علاوہ سامان کے نقل و حرکت اور بار برداری میں بھی ہوتا تھا - چنانچہ جنگ کے وقت کشتی میں فوج، اسلحہ، رسد، میگزین، سامان محاصرہ، وغیرہ کے تمام لوازم و ضروریات جنگ اسمیں بھر دیتے تھے - غرض کہ کشتی کیا ہوتی تھی - پورا جہاز تھا -

یہ نہ تھا کہ بطس کا اسطرح استعمال ہنگامی اور فوری ضرورتوں ہی کے وقت ہوتا تھا، بلکہ وہ اسی لیے بنا لی بھی جاتی تھیں - چنانچہ انکی ساخت میں یہ امور ملحوظ رہتے تھے - دخانی جنگ کے لیے اونچی اونچی چھتیں بنائی جاتی تھیں - اندر مختلف درجے ہوتے تھے جن میں فوج کے مختلف طبقے علحدہ علحدہ بیٹھتے تھے -

یوروپین مورخین لکھتے ہیں کہ شاہ جرمنی نے جنگ کے لیے جو بطس بنوالے تھے، وہ اتنے بڑے تھے کہ اسکو لوگ " آدھی دنیا " کہتے تھے ! (موسیو سیدیو کا مضمون تمدن اسلامی پر، مترجمۂ رفاعہ بک طہطاوی)

(معرکۂ برج دباب)

بطس کے ساتھ جنگ آرائی کے مختلف طریقوں میں مشہور ترین طریقہ وہ تھا جو فرنگیوں نے برج دباب کے لینے کے وقت صلیبی لڑائیوں میں اختیار کیا تھا -

برج دباب وسط دریا میں قائم تھا - فرنگی اسکو لینا چاہتے تھے- اسکے لیے انہوں نے بطسہ کی سطح بالائی پر ایک برج بنایا تاکہ اسے لکڑی سے بھرے کھینچے ہوے برج دباب کے قریب لیجائیں اور پھر اس برج میں آگ لگا کے برج دباب کے اندر پھینکدیں - وہاں جو لوگ ہونگے جلدی مرجائینگے اور پھر برج پر قبضہ کرلیں گے - اس کشتی کے حصہ میں برج بنا ہوا تھا لکڑی سے خوب بھرا گیا تا کہ اگر مزید لکڑی کی ضرورت ہو تو کوئی دقت پیش نہ آئے - اسکے علاوہ ایک دوسری کشتی کو بھی لکڑی سے بھرا گیا - پھر ایک تیسری کشتی میں چند ایسی کمینگاہیں بنالی گئیں جہاں تک اسلحہ ' تیر ' پتھر ' وغیرہ کا گزر نہ ہوسکے - یہ اسلیے کہ جب لوگ پہلی دو کشتیوں میں آگ لگائیں تو اسمیں آکے پناہ لیں -

جب تیاری مکمل ہوگئی تو یہ اسطول صلیبی مرشدۂ مرگ بنکے چلا - جب برج دباب کے قریب پہنچا تو اس کشتی میں آگ لگانی چاہی جسمیں برج بنایا گیا تھا - آگ سلگائی اور اسمیں روغن نفت ڈالا - لیکن اتفاق سے ہوا کا رخ برج دباب کی طرف سے خود انکے طرف ہی پلٹ گیا نتیجہ یہ نکلا کہ خود حملہ آوروں کی کشتی میں آگ لگ گئی - بجھانے کی لاکھ کوشش کی مگر کچھ نہ ہوا - تمام لوگ جلکے خاکستر ہوگئے -

مگر فرنگی اس حادثہ کے بعد بھی اپنے ارادے سے باز نہ آئے اور پھر اسکے لینے کے لیے تیاریاں شروع کیں - انکی اس برج میں ایک سونڈھہ اسطرح کی لگالی کہ جب چاہیں ' وہ شہر پناہ کی طرف پھر کے ایک راستہ سا بنجاتی ہے اور سپاہ آسانی سے وہاں تک جا سکے - لیکن اسمیں کامیابی نہوئی

(البوارج)

(بوارج) بارجہ کی جمع ہے - اسطول کی طرح یہ لفظ بھی دخیل ہے - اسکی اصل سنسکرت ہے - اصل میں یہ "بیڑا" تھا - عرب بارجہ اس عظیم الشان جنگی کشتی کو کہتے تھے جو "سونہ" نامی کشتی سے بڑی ہوتی تھی' یا بالفاظ دیگر بڑی شونہ کا نام بارجہ تھا - یہ لفظ گو دخیل ہے مگر بعد کو عربوں نے اسکا اسطرح استعمال کیا گویا یہ عربی الاصل تھا - چنانچہ اسکو صفت کے طور پر بھی استعمال کرتے ہیں اور کہتے ہیں : سفینۃ بارجۃ - ای سفینۃ مکشوفۃ -

کشتی کی یہ نوع عربوں نے ہندوستان سے اسلام کے بعد سیکھی - ہندوستان سے وہ جنگ اسی کشتی پر کیا کرتے تھے - معتصم باللہ عباسی کے زمانہ میں جب ہندوستان نے فارس کے جنوبی ساحلوں اور اسکے قرب و جوار کے مقامات پر حملہ کیا ہے تو اسوقت معتصم نے انکے بیڑوں کو گرفتار کرلیا - (مسعودی) کتاب التنبیہ والاشراف میں معتصم کی فتوحات کے ذیل میں لکھتا ہے :

و اسر البوارج' وهي مراكب الهند وكان فيها منهم عسكر عظيم قد غلبوا على ساحل عمان و فارس و ناحية البصـرة	اور بوارج کو جو کہ ہندوستان کے جہاز ہیں گرفتار کرلیا - اسمیں بہت فوج تھی جو عمان و فارس کے ساحل اور بصرہ کے ایک گوشہ پر قابض ہوگئی تھی -

بوارج کا ذکر (طبری) نے بھی سنہ ۲۵۱ - ۸۶۵ م کے واقعات میں کیا ہے - اسکے الفاظ یہ ہیں :

ولخمس بقين من صفر دخـل من البصرة الى بغداد عشرة سفائن بحرية تسمي بوارج' في كل سفينة اشتيام وثلثة نفاطين ونجار وخباز وتسعة و ثلاثون رجلاً من الجـدافين و المقاتلـة ' فذالك في كل سفينة خمسة و اربعون رجلاً (طبري مطبوعۂ مصر جلد ۱۱ - صفحہ - ۱۱۲)	۲۵ - صفر کو بصرہ سے بغداد میں بیس کشتیاں داخـل ہوئیں جو بوارج کہلاتی ہیں - ہر کشتی میں ایک افسر اعلی تھا - تین نفط انداز - نیز بڑھئی اور باورچی - انتالیس کھینے والے اور لڑنے والے بھی تھے - غرض کہ ہر کشتی میں کل ۴۵ آدمی تھے -

غرض یہ عربوں نے بوارج کا استعمال اسوقت سے شروع کیا جب وہ فتح سندھ کے بعد ہندؤں سے ملے - چنانچہ مسلمان والیان سندھ ہندؤں کے مقابلہ میں ہمیشہ بوارج ہی استعمال کیا کرتے تھے - علامۂ بلاذری نے فتوح البلدان میں اسکا تفصیلی ذکر کیا ہے - (دیکھو ذکر فتح سندھ)

(المسطحات)

یہ مسطح کی جمع ہے - یہ بھی ایک نہایت عظیم و جسیم جنگی کشتی تھی - پرتگالی زبان کے کلمہ (Mistios) اور فرنچ لفظ (Mistech) اسی کلمۂ مسطح سے نکلے ہیں - یہ اور بطس ' دونوں اسلامی جنگی کشتیوں میں سب سے بڑی کشتیاں سمجھی جاتی تھیں -

(الشذوات و السمیریات)

شذوات یا شزات جمع کے صیغے ہیں - اسکا واحد شذاۃ ہے - اور سمیریات بھی جمع ہے - اسکا واحد سمیریۃ ہے - یہ بھی ایک قسم کی کشتی تھی جو دولت عباسیہ کے عہد میں بحری جنگوں کیلیے استعمال کیجاتی تھی جسطرح بطس حروب صلیبیہ میں مشہور ہوئیں ' اسطرح یہ کشتیاں ان جنگوں میں مشہور ہوئیں جو زنگیوں سے تیسری صدی کے نصف آخر میں ہوئی تھیں - اسمیں سپاہی تیر انداز' اور مسلح ملاحوں کے علاوہ ' اسلحہ و علم آلات جنگ اور ذخائر بھی لاد لیتے تھے - مورخ طبری سنہ ۲۶۷ ھجری کے واقعات میں لکھتا ہے :

ذكر ان صاحب الزنج كان امر باتخاذ شذوات ' فعملت له ' فضمها الى ما كان يحارب به ' وقسم شذواته ثلاثة اقسام بين بهبود و نصر الـرومي واحمد بن الزرنجي - (جلد ۱۱ - صفحہ ۲۸۲) -	صاحب زنجبار نے حکم دیا کہ شذوات درست کی جائیں چنانچہ طیار کی گئیں ' پھر انکے ذریعہ سے لڑنے کیلیے جن چیزوں کی ضرورت تھی ' وہ بھی مہیا کی گئیں - اور اس نے تمام شذوات کو تین قسموں میں بہبود ' نصر رومی' اور احمد بن زرنجی کے سامنے تقسیم کردیا -

پھر اسی سلسلے میں (سمیریات) کا بھی ذکر کیا ہے :

كتب سليمان الى صاحب الزنج يسئله امداده بسميريات لكل منهن اربعون مجدافاً فوافا اربعون سميرية ' في كل مقاتلان و مع ملاحيها السيوف والـرماح والتراس	"سلیمان نے ملک زنگ کو لکھا کہ اسکی مدد کے لیے ایسی سمیریات بھیجے جنمیں سے ہرایک میں ۴۰ مجداف ہوں چنانچہ ایسی چالیس کشتیاں آئیں - ہر کشتی میں دو سپاہی تھے - نیز ان کشتیوں کے ملاحوں کے ساتھ تلواریں' نیزے ' ڈھالیں بھی تھیں"

دشمن کے شذوات و سمیریات میں سے جب کوئی کشتی پناہ مانگنا چاہتی تھی تو ایک سفید علم کو جو اسکے ہمراہ ہوتا تھا ' سرنگوں کر دیتی تھی -

دولت عباسیہ کے آخر عہد میں ان کشتیوں کا استعمال جنگ میں موقوف ہوگیا اور پھر صرف بار برداری کے کام میں آنے لگیں-

تاریخ ترقیات بحریہ
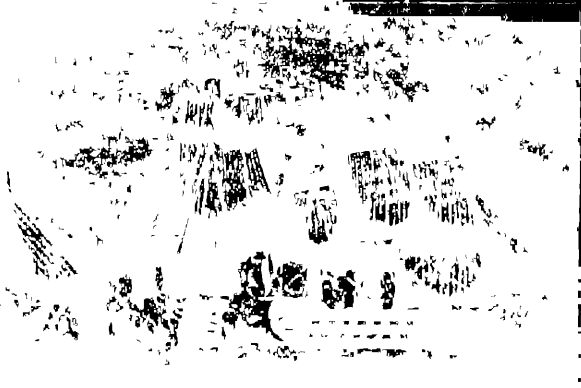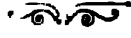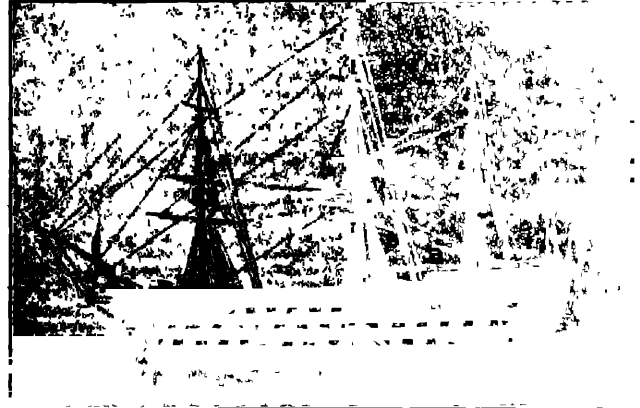
آغاز عہد بحریہ کا ایک بادبانی جہاز

اسپین کا اسلامی بیڑہ

سلطان محمد فاتح کا کارخانۂ جہاز سازی

سلطان فاتح کا کارخانہ اور خاص سلطانی کشتی
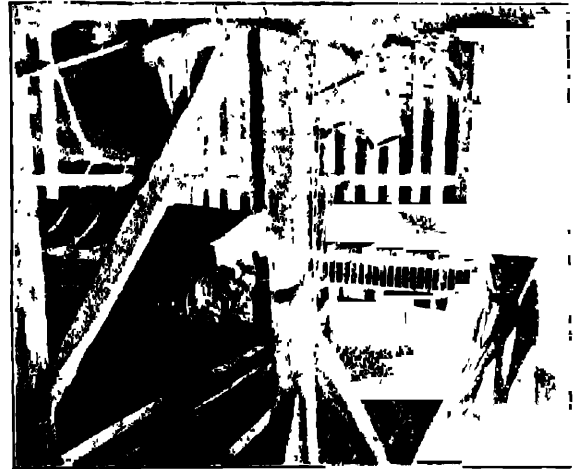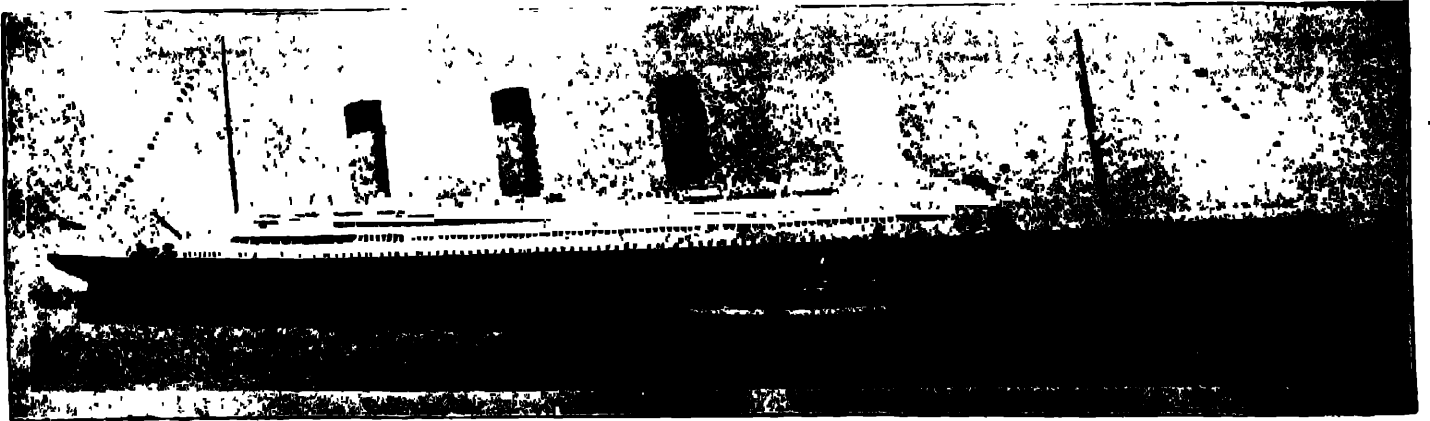
جہاز ٹائٹنک کے بعد دنیا کا سب سے بڑا جہاز، جو حال میں طیار ہوا ہے

زهــره

سٹریٹ - ریاست بھوپال - ۳ - روپیه
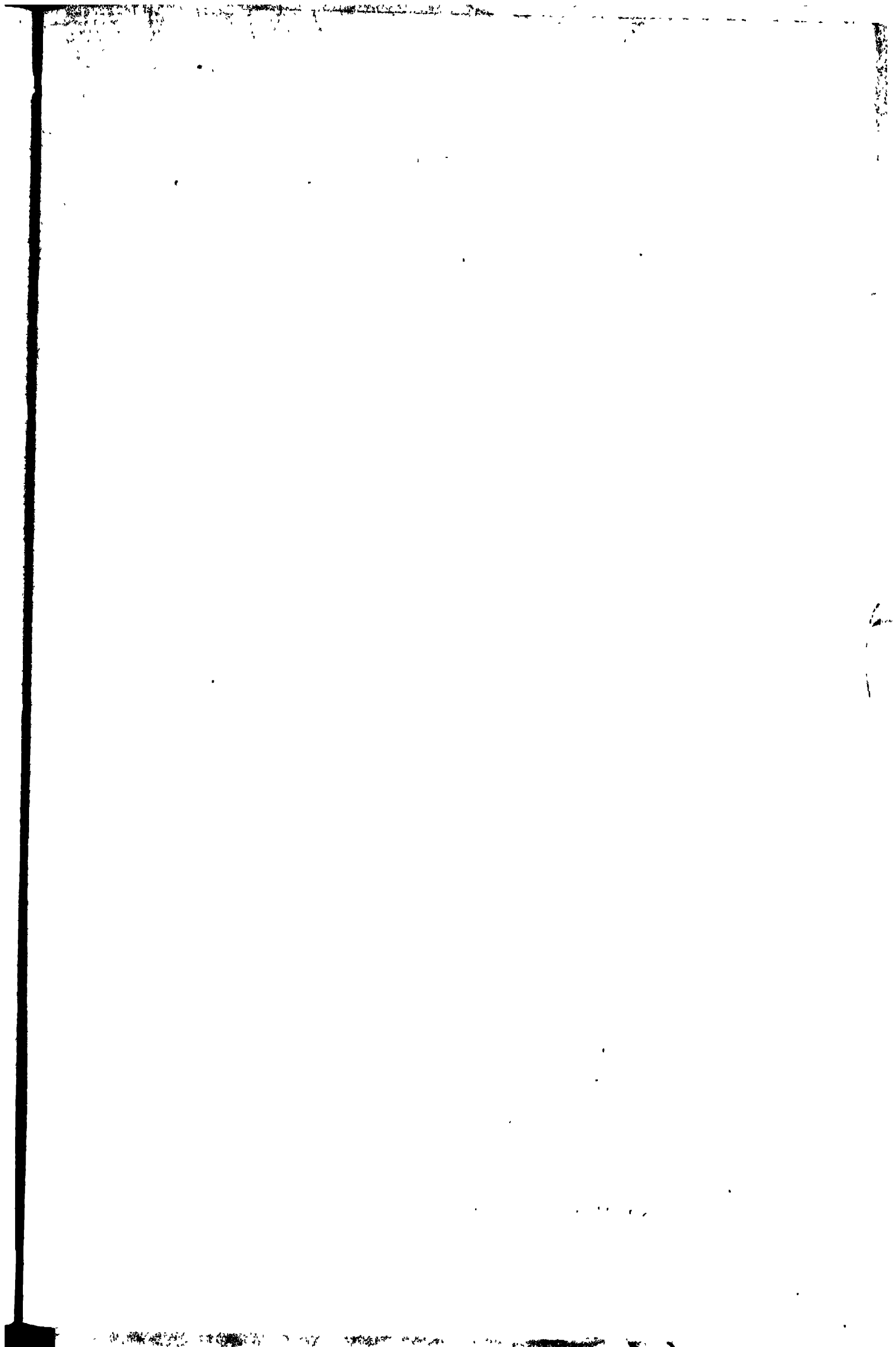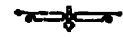
اردو کی یه ایک نئی حسین و جمیل کتاب هے ' جو مفید عام پریس آگره میں چھپکر ریاست بھوپال سے شائع هوئی هے -

" زهره " غالباً حیدرآباد کی کسی خاتون اهل قلم کا تصنیف کرده ناول تھا ' جو انگریزی میں اس خیال سے لکھا گیا تھا که مذهب اسلام کی تعلیمات صحیحه ضمناً ظاهر کی جائیں اور هندوستانی رسم و رواج کے حسن و قبح نمایاں هوں - مصنفه نے اپنا نام پوشیده رکھا هے اور صرف " تاج " کے لقب سے کتاب شائع کی هے -

اسی ناول کا یه اردو ترجمه هے - مترجم نے بھی مصنفه کی تقلید میں اپنا نام ظاهر نہیں کیا :

هرکه خواهد مثل دیدن ' در سخن بیند مرا

ایک دو صفحے ابتدا کے اور ایک دو صفحے درمیان و اخیر سے میں نے دیکھے ترجمه بہت صاف ' سلیس ' بامحاوره هے اور غالباً بالقصد انگریزی طرز تحریر کی خصوصیات کو نمایاں هونے نہیں دیا هے تا که ترجمه کی جگه عبارت میں مصنفانه شگفتگی پیدا هوجائے - گو میں اس طریق کو پسند نہیں کرتا اور اُن تمام کتابوں کیلیے جو انگریزی سے ترجمه کی جائیں ' اولین شرط یه سمجھتا هوں که انگریزی انشا پردازی و بلاغت کو اُردو میں گوارا کرکے تاصرار رسمی قائم رکھا جائے ' تا هم چونکه یه ناول ' ناول نہیں هے بلکه محض ایک سرگذشت اور چند اشخاص کا مکالمه ' نیز مقصود زیاده نو تعلیم یافته مسلمان خواتین کا مطالعه هے ' اسلیے عبارت میں اردو سلاست و روانی جس قدر بھی پیدا کی گئی مستحق تعریف هے نه که مورد تنقیض -

پلاٹ بالکل ساده هے - ایک صحیح المذاق ' حق پسند ' اور مشرق دوست انگریز ایک مقدس مسلمان بزرگ سے ملتا هے اور اسلام کی تعلیمات و احکام کی نسبت گفتگو هوتی هے - مقدس معلم اسلام کے دین الفطرة هونے ' اسکی بے تعصبی و مسامحت ' اُسکی علم پروری اور انسانیت خواهی ' اسلامی قانون ازدواج و طلاق وغیره پر مختلف مجلسوں میں لکچر دیتا هے اور حق پسند انگریز هر موقعه پر اعتراف کرتا هے -

اس ضمن میں داستان کی روح رواں " زهره " بھی پرورش پا رهی هے - یه ایک غیر معمولی جذبات و افکار کی هندوستانی لڑکی هے ' جسکو وه مقدس معلم اپنی تعلیم و تربیت سے آراسته کر رها هے - وه بڑی هوتی هے اور مقدس معلم کے انتقال کے بعد ایک انگریزی اسکول میں داخل هو جاتی هے - وهاں کی تعلیم اُسکی قدیمی تعلیم سے ملکر اُسے ایک حیات تازه بخشتی هے -

نواب نوبت علی خاں ' انکی شادی اور ایک طوائف سے وابستگی کی چند فصلیں درمیان میں شروع هوکر پھر زهره کے افسانے سے ملا دی گئی هیں -

جس طرح زهره کی سرگذشت کو اسلامی تعلیم کے درس و بیان کا ذریعه بنایا تھا ' اسی طرح نواب کے خاندان و واقعات کو هندوستانی رسم و رواج ' غیر تعلیم یافته ازواج کی نادانیوں ' اور هندوستانی طوائف کے جذبات و تعلقات کے بیان کا ذریعه قرار دیا هے - آخر میں نوبت علیخاں زهره سے عقد کرنا چاهتے هیں مگر وه اپنے افکار عالیه میں ایک معصوم انہماک کے ساتھه ' انسانی زندگی کے علائق سے ملوث هوے بغیر ' عالم جاودانی کی طرف کوچ کر دیتی هے -

افسوس که میں ان کتابوں کے بالاستیعاب دیکھنے کی مہلت نہیں رکھتا ایک خاص اصرار کی بنا پر اسکے چند صفحات دیکھے - میں مترجم کو اُس دلچسپ کتاب کی ترتیب پر مبارکباد دیتا هوں لیکن مقتضی هوں که دوسرے ایڈیشن میں نظر ثانی کرتے هوے چند امور کا خیال ضرور رکھیں -

عبارت میں یکسانی اور مواقع و مناظر کا اقتضا ملحوظ رکھنا همیشه ضروری هے اور افسانه و قصص میں تو لازم و الزم ' لیکن زهره میں جابجا تشبیب و قرار و شعر گرده پایا جاتا هے جو اشخاص افسانه کے حالات سے موزوں نہیں نہیں - عام محاورات اور عامیانه الفاظ ایک مقام پر بھی هوں تو پوری کتاب کی وقعت ادبی پر اثر ڈالتے هیں - اگر مقصود تعلیم یافته خواتین کا مطالعه هے ' تو شادی جان طوائف سے ناظرین کی تعارف کراتے هوے یه بھولنا نه تھا که اس صحبت میں خواتین بھی موجود هیں کھانے کی میز پر ایک لیڈی بھی موجود هو تو بوڑھی صحبت اور گفتگو کا موضوع و پیرایه بدل جاتا هے ' پھر ایک کتاب کو تو اپنے مخاطبات و ناظرات کا لحاظ رکھنا بہت هی ضروری هے -

شادی جان کی زبانی عشق و محبت کے جو بے پرده خیالات ظاهر کیے هیں ' شاید انکی وه وقت نہیں آیا که مسلمان لڑکیوں کو سنائے جائیں -

ابوطالب شاه کی تقوی کا تذکره بہت هی سخیف الفاظ میں هے اور مذاق سلیم پر شاق گذرتا هے - شاه صاحب کو اگر انہوں کی عادت بھی تو ضرور نه تھا که اسکی تاریخ بیده و تشویه اِن لفظوں میں بیان کی جاتی که :

" بد قسمتی سے اُنھیں اچھه شکایات دردیده نہیں ' اپنا تجوی ضابطه کے خیال تھا که انکے لیے بہترین دوا افیون هے "

ایک خاتون مطالعه کیلیے اور " شکایات دردیده " کی تعقیبی کی رحمت دینا اور اس اخلاق سوز کاوش میں ڈالنا کسی طرح مناسب نہیں -

پھر شادی جان طوائف کی طرف سے جس استقامت عشق ' و ثبات عهد ' و وفاے دل کو ظاهر کیا گیا هے ' وه بھی ان مثله پرور ان حسن سے بہت بعید هے - چنانکه ابتد و دانی -

اگر خال خال اسکی مثالیں پائی بھی جائیں تو بھی اس کتاب کو که مقصود محاسن اخلاق و معاشرت هیں ' شادی جان سے اسقدر همدردی رکھنے اور پڑھنے والوں کے دلوں میں بھی اسکا عکس نمایاں کرنے کی کیا ضرورت تھی ؟

کتاب کی اصل تصنیف ریاست حیدرآباد دکن میں هوئی هے ' اسلیے ریاست کی مقامی تعریف و توصیف کو ایک دو فصلوں میں اس کثرت و غلو سے جگهه دی هے که پڑھنے والا جو اس سے کوئی خاص دلچسپی نہیں رکھتا ' بے اختیار گھبرا اُٹھتا هے ' مترجم کو چاهیے تھا که اس حصے کو نکال دیتے - یا کم از کم مختصر کر کے گوارا کردیتے -

کتاب میں شادی بیاہ کے رسوم اور جاہل عورتوں کے اوہام و خرافات و اعمال سحریہ و باطلہ نہایت توضیح سے دکھلائے ہیں - ضرور تھا کہ اسکے ساتھہ یہ بھی ظاہر کردیا جاتا کہ اسلام ان تمام خرافات کا اعدی عدو دشمن اور انکو کسی حالت میں جائز نہیں رکھتا بلکہ ان چیزوں سے عقول و اذہان کو نجات دینے کیلیے آیا ہے - تاکہ پڑھنے والے پر مسلمانوں کے حالات سے اسلام کی تعلیم مشتبہ نہ ہوجاتی جیسا کہ صدیوں سے ہو رہا ہے -

مصنفہ نے یہ کتاب انگریزی میں لکھی ہے جس سے مقصود یہ بھی ہوگا کہ اہل انگلستان ہماری حالت کو زیادہ صحت سے سمجھیں - پھر کیا وہ انھیں ایک طرف اسلام کی خوبیوں پر حیدر شاہ کا لکچر سنانا چاہتی ہیں ' اور دوسری طرف ساچق اور چوتھی کی مشرکانہ رسوم سنا کر شادی خان کا عمل حب ؟

بہر حال بہ حیثیت مجموعی کتاب کی دلچسپی اور اسکے نفع و فوائد میں کلام نہیں - انگریزی ناولوں کی طرح درمیان میں دو چار عمدہ چھپی ہوی ہاف ٹون تصویریں بھی دی گئی ہیں - بڑی بات یہ ہے کہ کتاب مجلد ہے اور سنہری حرفوں میں نام منقش - خدا کرے کہ اردو کتابیں اسی طرح فروخت کی جانے لگیں -

مترجم اعلان کرتے ہیں کہ اس کتاب کی نصف آمدنی اعانۃ مہاجرین عثمانیہ میں دی جائیگی - جزاھم اللہ تعالی - میں بزور سفارش کرونگا کہ ہر شخص ایک ایک نسخہ اسکا ضرور خریدے کہ موجب ازدیاد معلومات و ذریعۂ سعادۃ و داخل اعانت خلافۃ اسلامیہ و مہاجرین مسلمین ہے -

کوکبہ مملوکی و ملوکی

سید معین الامام صاحب - ڈاک خانہ مراد پور - بانکی پور - ۱ - روپیہ

مرتبہ مولوی سید صغیر الدین احمد صاحب رئیس پٹنہ -

ہندوستان کے عہد اسلامی کا عہد خلجی کئی حیثیتوں سے ایک عظیم الشان اور دلچسپ عہد فرمانروائی رہا ہے -

یہ شمالی فاتحین کے ترکتاز اور اسلامی فتوحات ہند کے ابتدائی اوراق تھے - دجلہ و فرات کا تمدن ' جیحون و ہلمند سے ہوکر نیا نیا گنگا اور جمنا کے کنارے پہنچا تھا - مسلمانوں کے زور اقبال کی جو روشنی آریا ورت میں پھیلنے والی تھی ' اسکی ابھی صبح ختم نہ ہولی تھی -

غور اور غزنین کے نبرد آزما ہندوستان میں بس گئے تھے ' لیکن ابھی ہندوستان کی سحر کارانہ کشش سے مسحور نہیں ہوے تھے ' جس نے آگے چلکر اخلاق عرب و فارس کو رسم و رواج ہند کی آمیزش سے بالکل متغیر کردیا -

اس دور کا آغاز سلطان محمود بن سبکتگین کے حملوں سے شروع ہوتا ہے اور پھر عہد مملوکی و خلجی کے اواخر تک قائم رہتا ہے - یہ کتاب اسی عہد کی ایک تاریخی داستان ہے اور قطب الدین خلجی تک کے حالات نہایت سلیس اور شگفتہ عبارت میں ترتیب دیے ہیں -

اسلام نے حقیقی مساوات نوع بشر میں قائم کی - اگر دنیا کو رسم غلامی کی شکایت ہے کہ شریعت موسوی کی قائم کردہ بنیاد ' تمدن یونان و روم کی پرورش کردہ رسم ' اور (مسیح) کے پسند کردہ انسانی استرقاق کو مسلمانوں نے بالکل نیست و نابود نہیں کردیا ' تو اسمیں شک نہیں کہ ہمارا عمل ایسا ہی رہا ہے ' لیکن ساتھہ ہی ہماری تاریخ کا ایک اخلاقی معجزہ وحید بھی دنیا کبھی نہ بھلا سکے گی - اگر ہم نے خاص خاص شرطوں کے ساتھہ اسیران جنگ کو غلام بنایا بھی تو اسطرح بنایا ' کہ انکو تخت حکومت پر چتر شاہی کے نیچے جگہ دی ' اور خود انکے آگے دست بستہ کھڑے رہے ! ! '

کان مملوکی فاضحی مالکی
ان ھذا من اعاجیب الزمن !

تاریخ اسلام کے مختلف حصوں میں غلام و مملوک تخت حکومت پر فرماں روا نظر آئیں گے - ایک دو غلام تو اکثر حکومتوں میں فرماں و والی تک پہنچے - (متنبی) کے بد قسمت ممدوح (کافور) کو کون نہیں جانتا ؟ مصر میں فاطمی خلافت در اصل چرکس غلاموں ہی کے ہاتھہ میں تھی جو ممالیک کے نام سے حکمرانی کرتے رہے ' تا آنکہ سلطان سلیم عثمانی نے مصر فتح کیا -

اصل یہ ہے کہ اسلام نے جو روح حریت اپنے پیروؤں میں پھونک دی تھی ' وہ صرف انسانیۃ اور اسکے خصائل کو ڈھونڈھتی تھی - لوگ غلاموں کو رکھتے تھے مگر انھیں غلام نہیں سمجھتے تھے - بادشاہوں نے اپنے ولی عہدوں کی طرح انکو پرورش کیا اور جب کبھی کسی نے اپنے خصائل و فضائل کا ثبوت دیا تو اسپر ایک کامل حر کی طرح ترقی کی وہ تمام راہیں کشادہ ہوگئیں جو شہزادوں اور ارکان سلطنت کیلیے ہوسکتی تھیں -

یہ تو تاریخ کا عالم ہے - حسن و عشق کی دنیا میں آئیے تو ایک دلچسپ تذکرہ چھیڑ دوں - غلاموں ہی میں وہ ایاز بھی تھا کہ بندگی و مملوکی سے گذر کر آقائی و بندہ پروری تک پہنچ گیا تھا - اور دل کی غلامی کے آگے سلطنتوں کی غلامی ہیچ ہے !

دست مجنوں و دامن لیلی
روے محمود و خاک پاے ایاز

ہندوستان میں بھی ایک شاندار عہد حکومت غلاموں کا گذر چکا ہے - یہ کتاب اسی کی تاریخ ہے -

کتاب کی عبارت شگفتہ و رواں ہے - دربار اکبری کے طرز تحریر کی تقلید کی جا بجا کوشش کی ہے - البتہ یہ بات سمجھہ میں نہیں آتی کہ تمام کتاب کو محض ایک مسلسل سرگذشت کی صورت میں کیوں لکھا گیا ؟ پوری کتاب میں ابواب و فصول یا عہد و سنین کی کوی تقسیم نہیں - علاوہ اسکے کہ تاریخی تصنیفات کیلیے یہ طریق موزوں نہیں ' پڑھنے والے کو بھی اس سے الجھن ہوتی ہے اور وہ ایک ایسی سڑک میں گھر جاتا ہے جو بغیر کسی موڑ کے میلوں چلی گئی ہو !

مطبوعات جدیدہ

بزم فرید

اڈیٹر نظام المشائخ دهلي ١٠ آنه

حضرۃ خواجه فرید الدین گنج شکر کی ملفوظات حضرۃ خواجه نظام الدین دهلوي نے فارسي میں جمع کي تهي جس کا نام راحة القلوب هے - یه اسي کا اردو ترجمه هے - مرتبۂ مولوي محمد واحدي ایڈیٹر نظام المشائخ - ترجمه بهت صاف اور سلیس هے، لکهائي چهپائي بهي بهت اچهي هے -

تذکرۂ بهادران اسلام

مولوي عبد الرحیم تاجر کتب مسجد چینیاں - لاهور ٢ - روپیه ٨ - آنه

صوفي کرم الهی صاحب ڈنگوي نے یه کتاب دو حصوں میں لکهي هے - مقصود یه هے که تاریخ اسلام کے مشهور تابعین و ملوک اور ابطال و امجاد کے حالات اردو میں یکجا جمع کردیے جائیں -

یه پهلا حصه هے ضخامت ٥٢٠ صفحه کي هے - فهرست سے معلوم هوتا هے که تاریخ اسلام کے آغاز سے دولت عثمانیه کے موجوده عهد تک کے نامورانِ جنگ کو منتخب کیا هے اور الگ الگ عنوان سے انکے حالات لکهے هیں - وه تمام عنوانات جو فهرست میں هیں اگر شمار کیے جائیں تو دو تین سو سے کم نهونگے - اس سے معلوم هوتا هے که تقریباً تمام اسلامي حکومتوں کي فتوحات کے حالات لیے هیں اور اور هر عهد فرماں روائي کے نامورانِ جنگ کو چنا هے -

هر زبان میں تصنیفات کے مختلف مراتب هوتے هیں اور اردو میں بهي هونے چاهئیں - ایک درجه محققانه مصنفات کا هوتا هے جنکا لفظ لفظ نقد و نظر کي دعوت دیتا هے - دوسرا درجه عام تصنیفات کا هوتا هے جس سے صرف مفید اور ضروري معلومات کي فراهمي مقصود هوتي هے اور بس - عام مطالعه کیلیے الگ لٹریچر میں بهي تاریخ و علوم کو لینا چاهیے -

یه کتاب اسي قسم کي هے - تاریخي تحقیقات کے لحاظ سے نهیں دیکهنا چاهیے بلکه اس نظر سے که محض تفریح طبع کیلیے قصص و خرافات کا مطالعه کیا جاتا هے ' اُسکي جگه اپني تاریخ هي کي ایک مفید و دلچسپ داستان کیوں نه پڑهي جاے ؟ البته افسوس هے که کتاب کي عبارت شگفته نهیں اور یه اسلیے ضروري تها که کتاب کي اصلي حیثیت عام مطالعه کي هے ' نه که تاریخي تحقیقات و ترتیبات کي - پهر اگر عبارت بهي شگفته نهو تو اس سے کیا حاصل ؟

جهنم سے دوسرا خط

مولوي شرف الدین احمد خاں صاحب - رامپور ٢ - آنه

خان بهادر سید اکبر حسین صاحب اله آبادي نے یه ریویو اشاعت کیلیے بهیجا هے :

یوروپ اور جهنم

ایک علم دوست اور شائق تحقیق یورپین صاحب عالم خیال میں بحالت مرض یا تندرستي جهنم میں پهنچے اور وهاں بهت کچهه دیکها اور اپنے اعمال کي سزا کو پهنچے - اُنهوں نے چند خطوط میں تمام حالات لکهے هیں - بهت سي روایات مذهبي کي تصدیق کرتے هیں - نه صرف اُنکے ملک والوں نے بلکه انگلستان اور دوسرے یوروپین ملکوں نے بهي اُس کتاب کا ترجمه اپني زبان میں کیا هے ' همارے لائق دوست منشي شرف الدین احمد صاحب ملازم سرشته تعلیم ریاست رام پور نے بهي تین خطوں کا ترجمه بهت خوبي اور صفائي سے کیا هے - ایسي حالت میں که مذهبي تعلیم کم هوگئی هے ' کون ایسا هے که ان خطوں کو دلچسپ یا مفید نه پاے - شاید چار آنوں سے زیاده قیمت نهیں هے -

رسالہ ذیا بطیس

حکیم غلام نبي صاحب زبدة الحکما لاهور : ١ - روپیه

مرض ذیابطیس کي تحقیقات و تشخیص و علاج میں یه اردو رساله حکیم صاحب نے مرتب کیا هے - دیباچه میں طب و ڈاکٹري کي ٢٢ - کتابوں کي فهرست دي هے ' جن سے اسکی ترتیب میں مدد لي گئی هے - ایک دو نام سنسکرت کتابوں کے بهي هیں - اس سے معلوم هوتا هے که کتاب مستند مواد سے مرتب کرنے کي کوشش کي هے -

یه مرض مهلک و جانستاں اکثر ایسي حالتوں میں هوتا هے که عرصے تک مریض کو اسکي طرف چنداں توجه نهیں هوتي اور بالآخر لا علاج صورت اختیار کرلیتا هے - همارے ملک میں صحیح معلومات کي طبي کتب بهت کم پڑهي جاتي هیں اور اردو میں لکهي بهي نهیں گئی هیں - حالانکه (بقول اسپنسر) اُن علوم و فنون کے مطالعه و انهماک سے ' جو زندگي اور صحت میں کام آتے هیں ' زیاده مقدم وه علوم هیں ' جن سے زندگی اور صحت حاصل هوتي هے -

تعلیم التسوید

مرتبۂ مولوي مسلم صاحب عظیم آبادي ١٠ - آنه -

تحریر و انشا کي ایسي کتابیں جو صحت مذاق کے ساتهه لکهي گئي هوں ' اردو میں بلکل نهیں هیں یا شاید ایک دو هیں مگر النادر کالمعدوم -

یه چهوٹا سا نیا رساله اس بارے میں کئي لحاظ سے غنیمت هے - اسکا مقصد یه هے که طلبه کو ابتدائي تعلیم کے بعد اردو مضمون نگاري و عام تحریر و تسوید کي تعلیم میں مدد دے - سب سے پہلے آداب تحریر کي سرخي سے لکها هے که کاغذ عمده هو ' سیاهي روشن ' حاشیه بکثرت چهوڑ دیا جاے ' بین السطور ایک سطر کي جگهه خالي رهے ' علامت وقف (پنکچویشن) کا خیال رکهو - هاے مخلوط و غیر مخلوط اور یاے معروف و مجهول کے امتیاز کو نه بهولو ' وغیره وغیره -

میں یه پڑهکر بهت خوش هوا - کتاب کا باقي حصه تو طلبا کیلیے چهوڑ دیا جاے مگر اتنا حصه کم از کم وه حضرات اهل قلم ضرور ملاحظه فرمالیں جو آجکل اخبارات و رسائل میں مضامین لکهکر بهیجتے هیں یا طول طویل خط و کتابت کرتے هیں - سب سے زیاده اس تعلیم کا حق تخاطب انهي بزرگوں کو حاصل هے - وه نهیں جانتے که کاغذ و سیاهي ' اور فکر و توجه کا تهوڑا سا بهي بخل اُن غریبوں کے لیے کیسي اشد شدید مصیبت هوتا هے ' جنسے خط کے مفصل جواب مانگنے یا مضامین کي فوري اشاعت کا مطالبه کیا جاتا هے -

کتاب کا طرز تعلیم بهت اچها هے اور عبارت آجکل کے مذاق کے مطابق - البته زبان کي غلطیاں تهوڑي بهت هیں جو اهم نهیں - هر درجه کے لڑکوں کے خطوط اور مختلف طرح کے مضامین کے ابتدائي نمونے بهي دیے هیں -

جبل اسود بعد از جنگ

موازنہ خسائر و فوائد

ناس و اندوہ شدید - خاندان شاہی سے بیزاری - عام قحط الاموال و الرجال

ایک سیاح جو کمزور سے جبلی سرحد کو جانے والے راستے سے آتا ہے اور اس دو سالہ جنگ کے بعد پہلی دفعہ اس سیاہ پہاڑ میں داخل ہوتا ہے، اسے اس امر کے محسوس کرنے میں زیادہ دیر نہیں لگتی کہ یہاں کی تمام چیزوں میں ایک انقلاب عظیم ہوگیا ہے -

شاید اس تغیر و انقلاب میں ایک حصہ ان جبلی مہاجرین کا بھی ہے جو امریکہ سے وطن واپس آئے ہیں - کیونکہ تمام تہذیب و تمدن یہاں رنگ بدلنے لگی ہے - کچھ ہو، بہرحال جدید (ماڈرن) بننے کی خواہش تو یہاں یقیناً پیدا ہوگئی ہے -

چنانچہ اب وہ ڈھیلی ڈھالی اور بھاری بھرکم قومی پوشاک جو پہلے ہر جبلی پہنتا تھا، متروک ہو رہی ہے اور اسکی جگہ وہ تنگ چست اور ہلکی پھلکی پوشاک استعمال کیجاتی ہے جو امریکہ سے لائی جاتی ہے یا خود سیٹنجی ہی میں خرید لیجاتی ہے - طلائی کارچوبی کام کی مشرق صدریوں کی جمال آرائیاں اب موج میں معروف الاستعمال خاکی جاکٹوں اور ان یوروپین اوور کوٹوں کی وجہ سے درہم برہم ہو رہی ہیں، جو لمبائی و دیرینہ سالی کی وجہ سے بالکل ردی ہوگئے ہیں -

جبلیین میں انقلاب کا رنج صرف یہی ایک نہیں۔ پہلے شاہ نکولس کی ہر رعیت کا سر اس نشۂ غرور سے سرشار ہوتا تھا کہ وہ اس ملک کا رہنے والا ہے جس نے ہمیشہ کارزار میں داد جنگ آرائی دی ہے - مگر اب اس غرور کے بدلے چہروں پر مایوسی و افسردہ دلی کا دھواں اڑتا ہے اور ملک کی ہر جبیں سے اضطراب و آشفتہ خاطری ٹپکرہی ہے - مثل سابق اب بھی لوگ دارالسلطنت کی سڑکوں سے آتے جاتے ہیں، اور ان کثیر التعداد قہوہ خانوں میں جنکی کھڑکیاں سڑک کی طرف کھلتی ہیں، سگرٹ کے کش اور شراب ناب کے جرعے اڑاتے ہیں، مگر ماضی و حال میں ایک عظیم الشان فرق ہوگیا ہے - انکی زبانوں پر اپنے وطن کی شاندار تاریخ اور اصحاب جنگ کی امیدوں کا زمزمہ اب نہیں رہا - غالباً وہ اپنے دل میں اس معرکہ آرائی کے نقصانات اور فوائد کے موازنہ میں مشغول رہتے ہیں جنکے متعلق ہر شخص جانتا ہے کہ کامیابی سے کوسوں دور رہی ہے!

یہ صحیح ہے کہ اس جنگ کی وجہ سے جبل اسود کی آبادی اور رقبہ قریباً دوچند ہوگیا ہوگا مگر اسکی ۳۰ - ہزار مجموعی جنگی طاقت میں سے مقتول و مجروح، دونوں ملا کے ۱۰ - ہزار آدمی ضائع بھی ہوگئے! پھر اگرچہ جبلی شجاع تھے اور اب بھی ہیں مگر ایک لائق جنگی قوم کی حیثیت سے تو انکا اقتدار اب نہیں رہا -

اقتصادی نقطہ نظر سے بھی حالت کچھ کم خراب نہیں - جنگ نے ملک کو جس درجہ پر پہنچا دیا ہے وہ دیوالے سے بہت ہی قریب ہے - دول نے ۳ - کرور فرنک کا جو وعدہ کیا ہے - اگر اسکے ایفا کی راہ کے پتھر نہ ہٹائے گئے تو ریاست کی خود مختارانہ ہستی قریباً نا ممکن ہو جائیگی

لیکن اسوقت جبل اسود میں لوگوں کو جس سوال سے عالمگیر دلچسپی ہے وہ یہ ہے کہ جنگ کا اثر شاہ نکولس اور اسکے خاندان پر کیا ہوگا؟ اور کیا سرور سے اتحاد ممکن ہے؟

اگرچہ عرصے سے ایک جماعت ایسی موجود ہے جو شاہی حکومت کو بہت مستبد خیال کرتی ہے مگر میں پہلے جب کبھی سیٹنجی آیا تو کسی کو شاہ نکولس اور اسکے خاندان کی پالیسی پر علانیہ تنقید کرتے ہوئے نہیں سنا، مگر اب حالت بالکل دگرگوں ہوگئی ہے اور اسکے اسباب ظاہر ہیں، تمام ملک اس غلطی کو محسوس کر رہا ہے کہ نہ سالہا سال کی طلائی فرصت ضائع کی گئی حالانکہ اس جنگ کے لیے کامل طیاری کرنی تھی جو ہر جبلی کی زندگی کا مقصد اور اسکی آرزوں کا مرکز تھی - بالفاظ دیگر آج ہر شخص کی نظر میں وہ سر حکومت معرض ہوگیا ہے جو ایک ایسی فوج لیکے میدان جنگ میں اتر پڑا، جسکے پاس کافی اسلحہ نہ تھے، محکمہ اسٹریٹ بالکل نہ تھا، طبی انتظامات عملاً نابود تھے، اسکے علاوہ ہر شخص یہ بھی محسوس کر رہا ہے کہ خود جنگ کا طرز عمل بھی طمانیت بخشی سے دور رہا -

اس اضاعت فرصت کے اسباب لوگ مختلف بیان کرتے ہیں - بعض اس امر پر زور دیتے ہیں کہ اس نقشۂ عمل کے نہ اختیار کرنے کی وجہ یہ تھی کہ شاہ نکولس اپنی فوج کی نا قابلیت سے واقف تھا - بعض یہ کہتے ہیں کہ ولیعہد نے یہ حکم دے دیا تھا کہ جس فوج میں وہ خود موجود نہ ہو، وہ کسی حالت میں بھی شمالی البانیا کا دار السلطنت تسخیر نہ کرے!

اثناء جنگ میں ولیعہد کے طرز عمل سے لوگ سخت بیزار رہے ہیں - خود بدولت کبھی فوج کے ساتھ ہوتے تھے کبھی سیٹنجی میں جلوہ افروز، اور کبھی دریائے زنویر کا پر نظارہ فرماتے آب رواں، مجملاً یہ کہ شاہی خاندان کے اعضاء جو کچھ تھوڑا بہت اقتدار رکھتے تھے، شہزادہ پیٹر (شاہ نکولس کے سب سے چھوٹے لڑکے) کے علاوہ اور سب وہ بھی کھو بیٹھے -

موجودہ جنگوں نے سروی تخت پر شاہ پیٹر کے قدم جس قدر جما دیے ہیں، اسیقدر شاہ نکولس کا قبضہ اپنے "بچوں" پر (آغاز میں شاہ نکولس نے اپنی رعایا کو اپنے بچوں کا خطاب دیا تھا) کمزور کردیا ہے - اسکی وجہ یہ ہے کہ دونوں فوجیں کئی بار باہم ملیں - اور جبلی سرویوں سے متاثر ہوے - آج سروی شاہی خاندان کی شہرت جبل اسود میں گفتگو کا ایک عام موضوع ہے -

یہ واقعہ کہ بلغاریا کے خلاف دوسری جنگ میں سرویوں نے کپڑوں، سامان جنگ، اور غذا سے جبلی فوج کی خوب مدد کی ایک ایسے ملک کے باشندوں پر اثر کیے بغیر نہ رہا، جہاں ضروریات زندگی قریباً ناپید تھیں - (مراسلہ نگار ٹائمس - یکم نومبر)

برید فرنگ

جنگ بلقان کي سبک انجامي

یورپ کے مقصد وحید کي نا کامي

گربفک کي تازہ ترین اشاعت میں مسٹر لیوسیوں Lucien wolf لکھتے ہیں :

" اب کہ میدان جنگ کا افق آتشین اسلحہ کے دھوں سے صاف ہوگیا ہے اور نتائج و عواقب نقشوں اور فہرستوں کي صورت میں وضاحت و یقین کے ساتھہ بیان کیے جا سکتے ہیں ' ہر دو جنگہاے بلقان کي بے حقیقتي از خود نظروں کے سامنے آ رہي ہے -

جن مسائل کے حل کے واسطے یہ دونوں جنگیں چھیڑي گئي تھیں ' وہ بالکل حل نہ ہوے ' بلکہ انکا نتیجہ یہ ہوا کہ ان دروازوں کا کھلنا اب ایک پر خروش ترکنجي پر موقوف ہوگیا - اصل یہ ہے کہ اگر ترک اپني آخري یورپین کمینگاہوں تک ہٹا بھي دیے جاتے ' جب بھي کچھہ نہ ہوتا - نہ تو بلقان کو دوبارہ آزادي و امن نصیب ہوتا اور نہ یورپ کو اپنے وساوس و خطرات سے نجات ملتي -

بیگ اینڈ بیگیم اسکول (گلیڈسٹون اور اسکے اتباع و مقلدین) کے خواب بیک لخت خواب پریشان نکلے مسئلۂ مشرقیہ جو ہمیشہ سے یورپ کے لیے ایک جانکاہ و دماغ سوز معمہ افکار رہا ہے ' آج پہلے سے بدتر حالت میں ہے - کیونکہ اضطراب و بد امني کے اصلي عناصر یعنے بلقاني قومیں تو قوي سے قوي تر ہوگئیں ہیں مگر محافظ امن ' یعنے ترکوں کا کوئي ایسا جانشین پیدا نہ ہوا ' جو انکی جگہ دست کار فرما ہو - سچ یہ ہے کہ یورپ نے اپنے ہاتھہ سے اپنے اقتدار و احترام پر تیشہ چلایا - اب ریاستہاے بلقان نہ از فرق تا بقدم آہن پوش ہیں ' خونریزي کے مواقع تازہ اور انتقام و غارتگري کي نئي فصل کاٹنے کي فکر میں مشغول ہیں -

دونوں لڑائیوں کے مقاصد عین وقت پر صاف طور سے بیان کردیے گئے تھے -

پہلي جنگ کا مقصد مقدونیہ کي آزادي و خود مختاري تھا جیسا کہ اتحاد نامہ سرویا و بلغاریا میں لکھا گیا تھا ' اور دوسري جنگ کا مقصد بلقان میں حفظ توازن ' جیسا کہ رومانی اعلان جنگ میں ظاہر کیا گیا -

مگر ان دونوں مقاصد میں سے ایک بھی حاصل نہ ہوا -

آزادي کے بدلے مقدونیہ کي گردن میں غلامی کا ایک نیا طوق پڑا اور خود مختاري کے بجاے نہایت بے رحمي کے ساتھہ اسکي قطع برید کي گئي -

یہ نام نہاد توازن اسطرح حاصل ہوا ہے کہ یونان کا رقبہ قریباً دو گونہ کر دیا گیا ہے - سرویا کے رقبے میں ۷۵ - فیصدی کا اضافہ ہوا ہے اور بد بخت بلغار کو صرف ۱۰ في صدي ملا ہے -

" ان انتظامات سے اگر مصالحت بلقان کي وہ دور اندیشانہ پالیسي پوري ہوتي ہو ' جو ترکوں کے ظالمانہ حکومت و سیاست کي سبق آموزیوں پر مبني تھي ' تو انکے خلاف ایک حرف بھي کہنے کو نہ ہونا چاہیے - مگر کیا کیجیے کہ ایسا نہیں ہے - بلقانیوں کا بھي مقصد قیام امن نہیں بلکہ وحشیانہ قصہ ہي ہے جسطرح کہ سلاطین عثمانیہ کا مقصد بیان کیا جاتا ہے - اسکي تمام پراني برائیاں برقرار رہگئي ہیں بلکہ اور بڑھگئي ہیں -

جنوب مقدونیہ میں ڈھائي لاکھہ بلغاري اور ڈیڑہ لاکھہ یہودي و یوناني شامل ہوے ہیں - نئے سروي مفتوحات میں ایک روسي لیڈر ایم میلیوف کے تخمینہ کے بموجب ' ۴۰ - ہزار سروي اور انکے مقابلہ میں ۴ - لاکھہ ۶۷ - ہزار بلغاري ہیں - مغربي مفتوحات سرویا میں ۴ - لاکھہ یہودي باعراد ني اجنبي حکومت کے رحم کے حوالے کیے گئے -

دبروجا میں جہاں ۷ ہزار ۵ - سو روماني ہیں ' ۳ - لاکھہ ترک اور بلغاري شاہ کیرل کي رعایا بنائے گئے -

جبل اسود کي سرحد پر لیجیے تو وہاں بھي یہي حالت ہے - دول یورپ البانی مالیسوریوں کو اس سیاہ پہاڑ کي مکروہ و مبغوض حکومت کي طرف منتقل کر رہي ہیں -

یہ امر نہایت درد ناک ہے کہ قوموں کي یہ نئي ترتیب جسکے لیے جوع الارض کے علاوہ اور کوئي عذر صحیح نہیں ' مذہبي تعصب اور گرجوں کي رقابت میں اُلجھي ہوئي ہے - اور اگر دول عظمی نے مقامی بلغاریوں کي حفاظت نہ کي یا وہ روسہ نہ چلے گئے ' تو اسکو ایم پاسچش (M. Paschitch) کي اس اسکیم کے خلاف جانکاہ جد و جہد کرنا پڑیگي ' جسکا مقصد یہ ہے کہ کسي نہ کسي طرح اغیار کو اپنے اندر جذب کرلیا جائے - یقیناً یہي ہوگا کہ اس سے بلغاریا کے لیے روایتوں سے انتقام لینے کي تحریک پیدا ہوگي -

سالونیکا ' دبروجا ' اور جنوبي مقدونیہ کے یہودي کسقدر کس مپرسي اور خوف و ہراس کے عالم میں ہونگے !

یہ خاش غیر معقول خیال کا موضوع فکر نہیں ہے بلکہ خالص حقیقت ہے -

یہاں تک تو اس حیثیت سے بحث تھي کہ اب کہ ترک نکالے جا چکے ہیں ' امن بلقان کي کیا حالت ہے ؟ مگر اسکے بعد یہ سوال ہے کہ خود امن یورپ کے ساتھہ اسکي کیا حالت ہے ؟

یہاں بھي وہي حالت ہے ' بلکہ بد سے بدتر -

فتوحات بلقاني کا پہلا اثر یہ تھا کہ اس نے دول یورپ کے توازن قوي کو درہم برہم کر کے دول عظمی میں ترقي اسلحہ کي ایک خوفناک تحریک پیدا کردي - آخری ترقیوں نے بین القومي میدان میں چند اور سنگین پیچیدگیاں بھي پیدا کردیں - اتحاد ثلاثي کو زیر و زبر کیا ' جرمني کو آسٹریا سے ' آسٹریا کو رومانیا سے ' جرمني کو اطالیہ سے ' اور اطالیا کو آسٹریا سے ' فرانس کو اطالیا سے ' اور آسٹریا کو روس سے ملا دیا - اس پر مستزاد یہ ہے کہ اس جنگ سے ایشیائی ترکي میں بلقان کے پرانے مسائل مقامی بےچیني اور قومی رقابت ' دونوں شکلوں میں دوبارہ رونما ہونیکي دھمکی دے رہے ہیں - یہ مسائل برطانی شاہنشاہي کے اہم ترین مصالح سے نہایت قریب کا تعلق رکھتے ہیں - یقیناً ہمکو وہ روز بد دیکھنا پڑیگا جبکہ یہ جنگ یورپ کے لیے ایک حقیقي مصیبت ثابت ہوگي -

---

منقي آلات تنفس

ترکی اور انگلستان

نیر ایسٹ کی ۲۴ - اکتوبر کی اشاعت میں ترکی اور انگلستان کے مسئلہ پر ایک انگریز خاتون کی مراسلہ شائع ہوئی ہے - وہ لکھتی ہے :

" جناب من !

جنگ بلقان میں آپکے رسالے کی جو روش رہی' اسکے لیے آپ ان تمام لوگوں کے شکریہ کے مستحق ہیں جو انگریزی شہرت کی قدر کرتے ہیں -

ترکوں کے ہاتھوں جن مظالم کے ہونے کا دعوی کیا جاتا ہے' اب وہ قطعاً ایک ایسا مغالطہ ہے' جس کی حقیقت سے پردہ اٹھچکا ہے - سر مارک سئکس' مسٹر مارما ڈیوک پکتھال' اونریبل آرتہر ایم - پی - ہیرلوئی' وغیرہ' غیرہ مشہور ارباب علم جو اس ملک کی اور ترکوں' کی دونوں کی حالت سے خوب واقف ہیں' دنیا کو علی الاعلان بتا چکے ہیں کہ ترک جتنے ظالم ہیں اس سے کہیں زیادہ مظلوم ہیں -

ترکوں کو ان مفسدہ پردازوں کی وجہ سے کبھی امن و اطمینان نصیب نہ ہوا' جو اپنے ناپاک مقاصد کیلیے منازعات و مناقشات کے پیدا کرنے میں ہمیشہ سرگرم رہتے ہیں -

مگر اب کیا حالت ہے؟ یہ کہ ترکی حکومت کے رخصت ہوتے ہی ان جنگجو قوموں نے باہم ایک تبر باد کن جنگ شروع کردی اور مقدونیہ اور تھریس پر اسقدر مظالم کیے کہ وہاں کے باشندے آج سلطانی حمایت کی التجا کررہے ہیں - دنیا میں برطانیہ ہی اکیلی سلطنت نہیں جو اپنے گھر کو اپنا قلعہ سمجھتی ہے - ترکی کو بھی اس بات کا حق ہے کہ وہ اپنے ان ممالک پر قبضہ باقی رکھے جہاں تمام باشندوں کو پوری آزادی دیجاتی ہے - سالہا سال ہوے جب ترکی توسیع ملک کے لیے نئی زمینیں تلاش کرتی تھی - پھر اب کیا سبب ہے کہ دنیا کی دو بڑی اسلامی سلطنتوں یعنے ترکی اور انگلستان (؟) میں اسدرجہ بیگانگی ہے؟ ہاں یہ اثر ہے ان تنخواہ دار طرفداران روس و انجمن بلقان کا' جو اسی خدمت پر معمور ہیں -

یہ واقعہ آسانی سے یاد آسکتا ہے کہ آغاز جنگ سے پہلے قریبا جولائی سنہ ۱۹۱۲ ع میں روسی وزیر خارجہ سر ایڈورڈ گرے سے ملنے انگلستان آیا تھا - اندا ہم خود سمجھ سکتے ہیں کہ ضرور اسوقت مشرق ادنی کے تمام مسائل پر پوری بحث ہوئی ہوگی - اسکے بعد یہ امر بالکل صاف ہے کہ برطانیہ بھی اس فریب میں شریک تھی جو ترکی کو ستمبر سنہ ۱۲ ع میں اسوقت دیا گیا تھا جبکہ اسکی ایک لاکھ بیس ہزار فوج تھریس میں نمائشی جنگ کر رہی تھی -

اتحاد یورپ نے ترکی کو اطلاع دی کہ چونکہ اسکی ہمسایہ سلطنتوں میں سے کسی کا بھی یہ ارادہ نہیں کہ وہ ترکی پر حملہ کرے' اسلیے اس نمائشی جنگ کی یہ تعبیر کیجا سکیگی کہ ترکی بلغاریا پر حملہ کرنے کی فکر میں ہے - اور کامل پھر دو چند بیحیائی و بے ایمانی کے ساتھہ اسکو مشورہ دیا گیا کہ اس اجتماع کو توڑ دے -

ترکی نے یورپ کے کہنے پر اعتماد کیا - حالانکہ وہ اس اعتماد کا خمیازہ بارہا کھینچ چکی تھی - اس نے فوجی جمیعت منتشر کردی اور سپاہیوں کو سلطنت کے دور دراز حصوں میں بھیج دیا -

مشکل سے سپاہی گھر پہنچے ہونگے کہ بلغاریا نے جنگ کا اعلان کردیا اور یہ خونخوار درندے ترکی ممالک کو تاراج کرنے لگے -

یہ امر بالکل بعید از فہم ہے کہ انگریزی مدبرون کو روسی پالیسی کی ہدایات کی پیروی کی اجازت دیجاتی ہے - کون روس؟ وہ جو فن لینڈ' پولینڈ' اور خود اپنی غیر مسیحی رعایا پر ستمگر ہے -

ایران' ترکی' اور چین کے معاملات میں روس کی ہمارے ساتھہ شرکت ہمارے لیے سخت مضرت رساں ثابت ہوئی ہے - یہ پالیسی خود غرضی اور تنگ نظری کی پالیسی ہے جس پر ہر حقیقی آزاد خیال انگریز متاسف و متحسر ہوگا -

یورپ کی آج جو حالت ہے' روس اسکا بالکل پرتو ہے - روس امن و صلح کی راہ میں ایک سنگ گراں ہے -

یہ انگلستان نہیں بلکہ روس ہے' جسکے لیے جرمنی فوجی تیاریاں کر رہا ہے -

مجھے امید ہے کہ وہ دن دور نہیں جب جرمنی اور انگلستان جنکی علی العموم یہ حالت ہے' باہم نہایت پختہ حلیف و ہمساز ہونگے - اگر اس اتحاد کی اہمیت کو ڈپلومیٹ نہیں سمجھتے تو نہ سمجھیں' اور لوگ خوب سمجھتے ہیں - مجھے جرمنی اور اسکے صلح جو حکام پر پورا اعتماد ہے -

مراکش' جو اپنے ساحلی خط کی وجہ سے بحر اسود کا بحری مرکز بن سکتا ہے - اور مور (عرب اندلس) اگر یہ دونوں چیزیں ہم نے فرانس کو ایک خیالی شے یعنی " مصر میں آزاد ہاتھہ " اور مفاہمت دلی (Entente cordiale) کے بدلے میں نہ دیدی ہوتیں' تو مجھے یقین ہے کہ آج ہمیں افسوس نہ کرنا پڑتا - یہ " خیال " گو بجاے خود عمدہ تھا مگر ان اعلی فوائد کی قربانی کے قابل نہ تھا جو برطانیہ کو مراکش میں حاصل تھے -

راقم مارگریٹ روابنسن -

خضاب سیہ تاب

ہم اس خضاب کی بابت لن ترانی کی لینا پسند نہیں کرتے لیکن جو سچی بات ہے اسکے کہنے میں توقف بھی نہیں' خواہ کوئی سچا کہے یا جھوٹا حق تو یہ ہے کہ جتنے خضاب اسوقت تک ایجاد ہوے ہیں ان سب سے خضاب سیہ تاب بڑھکر نہ نکلے تو جو جرمانہ ہم پر کیا جاوے گا ہم قبول کرینگے - دوسرے خضاب مقدار میں کم ہوتے ہیں خضاب سیہ تاب اسی قیمت میں اسی قدر دیا جاتا ہے کہ عرصہ دراز تک چل سکتا ہے - دوسرے خضابوں کی بو ناگوار ہوتی ہے خضاب سیہ تاب میں دلپسند خوشبو ہے دوسرے خضابوں کی اکثر دو شیشیاں دیکھنے میں آتی ہیں اور دونوں میں سے دو مرتبہ لگانا پڑتا ہے خضاب سیہ تاب کی ایک شیشی ہوگی اور صرف ایک مرتبہ لگایا جائیگا - دوسرے خضابوں کا رنگ دو ایک روز میں پھیکا پڑجاتا ہے اور قیام کم کرتا ہے - خضاب سیہ تاب کا رنگ روز بروز بڑھتا جاتا ہے اور دو چند قیام کرتا ہے بلکہ پھیکا پڑتا ہی نہیں - کھونٹیاں بھی زیادہ دنوں میں ظاہر ہوتی ہیں - دوسرے خضابوں سے بال سخت اور کم ہوتے ہیں خضاب سیہ تاب سے نرم اور لچکیلے ہوجاتے ہیں مختصر یہ کہ ہمارا کہنا تو بیکار ہے بعد استعمال انصاف آپ سے خود کہلائیگا کہ اس وقت تک ایسا خضاب نہ ایجاد ہوا اور نہ ہوگا خضاب بطور تیل کے برش یا کسی اور چیز سے بالوں پر لگایا جاتا ہے نہ باندھنے کی ضرورت نہ دھونے کی حاجت لگانے کے بعد بال خشک ہوے کہ رنگ آیا - قیمت فی شیشی ۱ روپیہ محصول ڈاک بذمہ خریدار - زیادہ کے خریداروں سے رعایت خاص ہوگی -

ملنے کا پتہ کارخانہ خضاب سیہ تاب کٹرہ دلسنگہ امرت سر

المسئلة والمناظرة

لا تنازعوا فتفشلوا و تذهب ریحکم !!

اتفاق کي ضرورت

اهل تسنن و تشیع میں

(از مولوي خادم حسین صاحب بهروي)

عنوان مندرجۂ صدر کے متعلق ایک مفصل تحریر شیخ خدا حسین صاحب معلم دینیات مدرسة العلوم علیگڈہ کي طرف سے الہلال مورخه ۳ ستمبر سنه ۱۹۱۳ میں معزز ناظرین ملاحظه فرما چکے هیں - شیخ صاحب موصوف نے بنیاد اختلاف مسئله خلافت کو قرار دیا هے - آگے چلکر شیعه بهائیوں کو تلقین کي هے که خلافت کے متعلق بحث و مباحثه ترک کردیں بلکه خلفاء راشدین کو تبرا سے بهي مستثنی رکھا جائے' کیونکه تبرے کے مستحق دراصل نبي امیه هیں - پهر سنیوں کو هدایت کي هے که چونکه شیعه آپ کے اسلاف کے هاتهوں تختۂ مشق ستم بنے رهے' اور اُن کو آیندہ کے لیے بهي اندیشه هے که موجودہ آزادي برٹش انڈیا کے زیر سایۂ حاصل هے - انقلاب زمانه سے اگر پهر آپ برسر اقتدار هو جائیں تو مبادا یه بهي هم سے چهین جائے اور هم بدستور اسیر پنجه ظلم و ستم هو جائیں - اسي واسطے وہ آپ صاحبان سے اتفاق کرنے کي جرات نہیں کرسکتے - اور یه که اتحاد یوں هو سکتا هے که خلفاے راشدین کے سوا باقي جس کسي سے شیعه ناراض هوں اور اُس پر تبرا کہیں' انکو معذور رکھا جائے' بلکه تبرے میں شیعوں کا ساتھ دیا جائے - اور علاوہ ازیں عشرہ محرم میں تعزیه داري امام حسین علیه السلام میں هندو بهی شریک هوتے هیں' پس سني تو ضرور هي شامل هوا کریں "

آخر میں لکھا هے که سني صاحبان ناصبیوں کو اپنے میں سے جدا کردیں - وغیرہ وغیرہ ملخصاً -

قبل اس کے که اصل مطالب کے متعلق کچھ لکھا جائے چند جملے تمهیداً عرض کیے جاتے هیں !

(۱) اتفاق دو قسم پر مبني هے - ایک دیني اتفاق' دوسرا ملي - پهر دیني اتفاق کي بهي دو صورتیں هیں - ایک اصولي' دوسرا فروعي -

(۲) دیني اتفاق میں سے اصولي اتفاق اگرچه عملاً براے نام هے' تاهم اعتقاداً خدا کے فضل سے فریقین میں موجود هے - دوسرا فروعي اتفاق هے سو وہ عسیر الحصول معلوم هوتا هے - کیونکه صدر اسلام سے لیکر آجتک نه صرف سنیوں هي کے اندر' بلکه شیعوں کے هاں بهي ناممکن الحصول رها هے - باوجود علماء فریقین کي جانفشان مساعي جمیله کے یه سیلاب ابتک نه رک سکا - اور نه آیندہ رکنے کي بظاهر اُمید لگائي جاسکتي هے' لیکن اس اختلاف کا نتیجه افتراق ملت و شق عصاے امت تک پہنچتا هوا دیکھکر ضرور رونا آتا هے -

(۳) اب رها ملي و سیاسي اتفاق' سو اسکي تمام مسلمانوں کو خواہ وہ کسي فرقه کے هوں' بغرض حفاظت بیضه شریعت و بپاس ناموس شعائر الله هر وقت ضرورت هے - کیا هي اچها هو اگر هم فروعي اختلافات کو اسي حد تک محدود رکھیں که بوقت ضرورت وہ همارے عالمگیر اتحاد میں سد راہ نه هوں -

(۴) ابهي زیادہ عرصه نہیں گذرا که تبریز و مشهد مقدس کے واقعات حسرت آیات پر مجتهدان نجف اشرف و کربلاے معلی کي طرف سے ایک فرمان واجب الاذعان شیعه و سني کے اتفاق کي تاکید پر شائع هوچکا هے - مگر کوئي بتلائے که ان فرامین کي تعمیل کہاں تک هوئي اور معاصرین نے اپنے طرز عمل میں کیا تبدیلي دکھلائي ؟

اب شیخ صاحب موصوف کي طرف سے اپیل شائع هوئي هے که فریقین آپس میں صلح کا هاتھ بڑهائیں اور سابقه طرز عمل کو بهول جائیں -

چونکه صلح "بحکم و الصلح خیر" ایک طرح سے خاصۂ مسلماني و شان ایمان هے' اس لیے نفس مصالحت میں تو هم کو کچھ تامل نہیں - البته شرائط صلح مجوزہ میں کسي قدر کلام هے

بهر حال شیخ صاحب نے جهاں تک حسن نیت سے کام لیا هے' هم انکي دعوت کو بنظر استحسان دیکھتے هیں اور بلا خوف لومة لائم جس قابل تعریف دلیري سے انهوں نے خلفاء راشدین کے معاملات و حالات کو حواله بخدا کرکے اور اُن کے طرز عمل کو شیعوں کے لیے قابل تقلید جتلا کے اور بعض اتهامات سے انکو بري الذمه قرار دیتے هوے اپنے هم مشربوں کو حسن ظن رکھنے کي تلقین فرمائي هے' اُس کا شکریه ادا کرتے هیں - خدا کرے که اُن کے هم مشرب تعمیل ارشاد میں اهلسنت کا با کم ازکم شیخ صاحب کا هي اطمینان کرادیں -

اس کے بعد اُن بعض مطالب پر روشني ڈالي جاتي هے جن کا شیخ صاحب نے اپنے مشرح مضمون میں ذکر فرمایا هے - و بالله التوفیق :

(۱) مسئله خلافت یعنے امام معصوم یا غیر معصوم اور انتخاب امام منجانب الله یا من جانب رعیت هونے اور عقیدہ امامت معصوم کے امامیه کے هاں داخل اصول دین هونے کے متعلق -

شیخ صاحب نے مسئله خلافت کو بنیاد اختلاف ظاهر کیا هے - بے شک بناے اختلاف یهي مسئله هے - مگر تهذیب بغیر هونے اسمیں بهي اتفاق راے ممکن هے - جیسے صدر اسلام اور از منۂ ما بعد کے بزرگوں سے ثابت هے - ملاحظه هوں شواهد ذیل :-

(۱) زیدیه کے هاں امام کے لیے عصمت کي شرط نہیں - اور خود اثنا عشریوں میں بهی بعض رواۃ و مشایخ احادیث عصمت ائمه کے قایل نه تهے - بلکه انکو علماے ابکو کار جانتے تهے - باوجود اس کے ائمه کرام انکو عادل ظاهر کرتے تهے -

(دیکهو کتاب حق الیقین فصل ۱۹ - مقصد دوم از ملا باقر مجلسي -)

(۲) تبریه' سلیمانیه' اور صالحیه فرقے زیدیه کے' امامت شیخین رضی الله عنهما کے قائل هیں - تبریه اور جارودیه کي نسبت بحواله مجمع البحرین لکھا هے که وہ جناب علي علیه السلام کے حق میں امامت بالنص کے قائل نهیں اور فاضل پر مفضول کو ترجیح دینا جائز جانتے هیں - (توضیح المقال في علم الرجال مطبوعه ایران : ۴۴)

(۳) جناب علي علیه السلام کا ارشاد قول فیصل هے که شوري کا حق مهاجرین و انصار کو حاصل هے - اگر وہ کسي شخص پر اجماع کرکے اُس کو امام سے موسوم کردیں تو یه خدا کے نزدیک بهي پسندیدہ هے - (نهج البلاغه جلد ۲ - ۷)

(مزید تحقیق کے لئے ملاحظه هو شرح ابن میسم بحراني جزو ٣١)

(٣) خلافت فروع دین هے - جناب علي علیه السلام ایک خطبه میں ابتداے خلافت ابوبکر صدیق رضي الله عنه کا ذکر کرتے هوے فرماتے هیں که لوگ مرتد هو رهے تھے - اسواسطے هم نے اسلام کے برباد هو جانے کے اندیشه سے اپني خلافت کے لیے کوشش نه کي - کیونکه اس وقت ایسا کرتے تو هم کو چند روزه سرداري کے مقابله میں ایک بڑي مصیبت کا سامنا کرنا پڑتا - اسکي شرح میں فاضل ابن میسم فرماتے هیں -

فیکون المصیبة علیه في هدم اصل الدین اعظم من فوت الولایة القصیرة الامد التي غایتها اصلاح فروع الدین ومتممانه الخ (ابن میسم جزو ٣٠)

پس آن کیلیے (جناب علي) کیلیے اصل دین کے گر جانے میں زیاده تر مصیبت تھي به نسبت چند روزه سرداري کے جسکي غایت فروع دین کي اصلاح اور اسکا تتمه هے نه کہ اصل دین -

اسي خطبه پر علامه ابن ابی الحدید بول اٹھے هیں :

وهذا الکلام یدل علی بطلان دعوی الامامیة النص و خصوصاً الجلي (شرح نهج البلاغة ابن الحدید ج ٣ صفحه ١٩٥ مطبوعه مصر)

اور یه کلام امامیه کے دعوی نص اور خاصکر نص جلي کے بطلان پر دلالت کرتا هے -

(٢) شکوا جور و ستم اسلاف :

اصل یه هے که ظالموں کے ظلم سے نه تو اهلسنت بچے هیں نه شیعه - بعض موقعوں پر دونوں گروهوں پر جور و ستم هوئے هیں - مثلاً واقعه کربلا کے بعد هي مکه معظمه میں عبد الله بن زبیر بیرحمي سے شهید کیے گئے تو مدینه والوں کو واقعه حره میں مظلومان کربلا کي مصیبت میں بھي حصه لینا پڑا ' جسمیں بقول علامه مجلسي سات سو کے قریب حافظان قران مجید شهید کیے گئے - یه بني امیه کا زمانه تھا - (حیات القلوب جلد ٢ باب ٢٢ صفحه ٢٤٨)

دوسرے نمبر پر بني عباس هیں - انکو بھي اسلاف اهل سنت کہا جاتا هے ' حالانکه یه بني هاشم تھے اور ایک وقت میں شیعوں کے مایۂ فخر اسلاف ' خصوصاً جبکه سادات کي همدردي میں سفاح نے تمام بني امیه کو گھر میں بلاکر ایک هي وقت کے اندر ته تیغ کردیا تھا اور تڑپتي هوئي لاشوں پر دستر خوان بچھا گیا تھا ' اور بني عباس اور بني هاشم ان پر مزے سے بیٹھکر کھانا نوش جان کرتے رهے (واز سرآں نطعها بر نخواستند تا جمله بمردند - مجالس المومنین م ٨ صفحه ٣٢٥)

انهي میں سے دو ظالم ترین خلیفوں کي نسبت فاضل مجلسي کي راے ملاحظه هو :

" با وجودیکه منصور و هارون شیعه بودند و اقرار بامامت ثلاثه نه داشتند ' اما از کافر و بت پرست بدتر بودند - بعد از مامون خلفا سني شدند و مذهب مالکي را اختیار کردند (تذکرة الائمة : ١١٥ مطبوعه ایران)

یعني اگرچه منصور اور هارون شیعه تھے اور حضرات ثلاثه رضي الله تعالی عنهم کي امامت کے قایل نه تھے لیکن پھر بھي کافر اور بت پرستوں سے بھي بدتر تھے ' بعد مامون رشید کے یه خلیفے سني هوگئے اور امام مالک کي پیروي اختیار کرلي -

مانا که بني عباس نے بھي شیعوں پر بڑے بڑے ستم کیے لیکن شیعوں کے هاتھوں علاوه مقتصم عباس کے بے رحمانه و وحشیانه قتل کے ' مدینة السلام بغداد کي عالمگیر تباهي اور اسکے ساتھ تمدن اسلامي کي بربادي بھي غیر معمولي انتقام تھا - (ملاحظه هو مجالس المومنین مجلس دهم : ٣٣٦ ترجمه ابو طالب علقمي) -

اور در اصل اهل سنت کے اسلاف تو خلفاے راشدین اور ایمۂ اربعه وغیره هیں جنکا قول و فعل بعد از کتاب و سنت اُن پر حجت هو سکتا هے و بس - خلفاے راشدین رضي الله عنهم کے طرز عمل کي جو بوقت خلافت اُن کا تھا ' آپ تعریف فرما هي چکے - باقي ایمۂ اربعه میں سے امام شافعي کي نسبت مشهور هے که وه بباعث محبت اهلبیت کرام بعض اوقات رفض تک سے متهم هوے -

امام مالک بن انس کي بابت لکھا هے که جب منصور عباسي کے بر خلاف محمد ملقب به نفس زکیه نے خروج کیا تو آپ فقیه مدینه تھے تاهم بلا خوف لوگوں کو انکي نصرت و امداد کا فتوی دیتے تھے - نه صرف امام مالک بلکه لکھا هے که سادات عظام کے همرکاب تمام اهل مکه و مدینه نے بھي که مذهباً اهلسنت تھے ' حضرت نفس زکیه کي بیعت کرلي تھي -

اسي طرح امام ابو حنیفه کي نسبت لکھا هے که جب نفس زکیه کے بھائي ابراهیم نے منصور کے خلاف خروج فرمایا تو اکابر ملت میں سے امام اعمش اور عمار بن منصور نے انکے هاتھه پر بیعت کي - اور پھر یه که " بتحقیق پیوسته که ابو حنیفه نیز در بیعت او بود " یعني بتحقیق معلوم هوا هے که ابو حنیفه کوفي بھي انکي بیعت میں داخل تھے ' اُن کے ساتھه خروج کرنے اور امداد دینے کے فتوے دیتے تھے - نیز اپنے بیٹے حماد کو چار هزار درهم دیکر انکي خدمت میں روانه کیا تھا اور معذرت خواهي کي تھي که لوگوں کي امانتیں میرے پاس هیں ورنه خود بھي حاضر خدمت هوتا - اور آپکي امداد کرتا - آخر میں لکھا هے " وایں نامه بدست منصور دوانقی افتاد - بر ابو حنیفه متغیر شد و اورا ایذاے کرد که سبب وفات وے گشت (مجالس المومنین مجلس هشتم مطبوعه ایران سنه ٣٩٣) یعني یه خط منصور کے هاتھه پڑگیا ابو حنیفه پر وه خفا هوا - اور انکو ایسي تکلیف دي که وهي انکي وفات کا باعث هوئي -

لیکن دنیا کو یه معلوم کرکے نهایت مایوسي هوگي جب وه سنے گي که اس محبت اهلبیت کا اجر امام موصوف کو کیا ملا ؟ قاضي نور الله شوستري فرماتے هیں :

" شاه اسمعیل قبر ابو حنیفه کوفي را که در بغداد بود ' کند و عظام اورا بسوخت ' و سگے را بجاے او دفن نمود - آں موضعه را مزبله اهل بغداد ساخت (مجالس المومنین صفحه ٣٨١) -

با ایں همه بہتر یهي هے که اسلاف کے اعمالنامے تو اب بھلا هي دیے جائیں - گڑے مردوں کي هڈیاں اکھاڑنا ٹھیک نهیں - موجوده نسل کیلیے پیش آمده حالات و تعلق کو مد نظر رکھه کر ایک دوسرے سے همدردي کرنا ضروري هے اور رابطۂ الفت و اتحاد کو حسن سلوک اور حسن اخلاق سے مضبوط کرنا چاهیے - (باقي آینده)

" مصالحۂ " مسئلۂ اسلامیہ کانپور

از جناب مولانا محمد رشید صاحب مدرس مدرسہ عالیہ کلکتہ

(۲)

مولانا المحترم ! الہلال نمبر ۱۸ میں بندہ نے اپنا مضمون مطبوعہ دیکھا - اس ناچیز مضمون کو ایسے معزز مجلہ میں جگہ دینے پر آپ کی خدمت میں دلی تشکر پیش ہے -

میںنے اسی مضمون کو کیفیدر تغیر سے اخبار زمیندار و ہمدرد جیسے آزاد اور مدعیان حریت کیخدمت میں بھیجکر اونکے انصاف اور آزادی سے اپیل کی تھی کہ اوسکو درج اخبار فرماویں لیکن میری درخواست نا منظور ہوئی اور لطف یہ کہ مجکو نامنظوری کی اطلاع دینا بھی مناسب نہ سمجھا گیا - جب مدعیان حریت نے اوسکو قابل توجہ نہ سمجھا تو مجھے بدگمانی ہوئی کہ الہلال بھی اسپر توجہ نہ فرمائیگا ' لیکن " ان بعض الظن اثم " تجربہ نے اوسکے خلاف ثابت کیا و لیس الخبر کالمعاینہ - بہر حال اگر اوس مضمون کے درج کرنیکو الہلال کی حق گوئی کے لیے معیار قرار دیا تھا ' تو مجکو پہلے تجربہ ہونے کی وجہ سے امید ہے کہ آپ نہ صرف معذور ہی رکھیں گے بلکہ میری اس جرات کو معاف فرمائیں گے -

جناب والا نے میرے ناچیز مضمون پر جو ریمارک کیے ہیں میںنے اونکو غور سے پڑھا ہے ' اونکی نسبت بھی چند الفاظ لکھنے کی جرات کرتا ہوں -

(۱) ۳ - اگست کو جسدن حادثۂ فاجعۂ کانپور پیش آیا ' اوسکے دوسرے روز ہز آنر کانپور پہونچے - تمام مسلمان سخت سراسیمہ ہو رہے تھے - اوسوقت میرا اور چند دیگر حضرات کا خیال ہوا کہ مسلمانان کانپور کا ایک ڈیپوٹیشن ہز آنر سے ملکر یہاں کے حالات بیان کرے تا کہ کسی طرح سکون ہو - مگر اسمیں کامیابی بعض وجوہ سے نہ ہوسکی - بہر حال اس کے لیے ایک معزز مسلمان جو میونسپل کمشنر بھی ہیں' بلائے گئے - انہوں نے اثنائے گفتگو میں بیان کیا کہ میونسپل کی طرف سے یہ تحریر پیش کی گئی تھی کہ دالان کے نیچے کے حصہ پر گذر گاہ رہے اور بالائی حصہ شامل مسجد' لیکن متولیان مسجد و دیگر مسلمانوں نے اسکو منظور نہیں کیا - ایک معزز مسلمان میونسپل کمشنر کے کہنے کی تغلیط مشکل ہے - اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ پہلے موجودہ حالت پیش کی گئی تھی جسکو مسلمانوں نے نا منظور کیا - مہینہ کی تعیین البتہ اونہوں نے نہیں کی تھی - اسکو بعض دیگر ذرائع سے میںنے دریافت کیا ہے - اخبار زمیندار کے کسی پرچے میں بھی ایسے الفاظ درج ہیں جنسے میرے اس مضمون کی تائید ہوتی ہے - اسوقت فائل میں سے نکال کر اوسکا حوالہ دینا ذرا وقت طلب ہے - اگر قراء کرام کا اصرار ہو تو اسکو نکالا جاسکتا ہے -

(۲) ہز ہائینس نواب صاحب رامپور کے جلسہ کا کوئی پروگرام شائع نہیں ہوا جس سے کہا جاسکتا کہ اصل مقصود کیا تھا ؟ اونکے اسلامی اتفرنس کے متعلق البتہ بعض جملے اخباروں میں چھپے ہیں لیکن پورا اندازہ لگانا دشوار ہے - غالباً جناب کا خیال صحیح ہو گا لیکن اخبار زمیندار اور ہمدرد نے سب سے بڑا اعتراض اوسپر اخفا کا کیا تھا یعنی یہ کہ پبلک کو اوسکی اطلاع نہیں دیگئی اور نہ مسلمہ لیڈر اوس میں طلب کیے گئے ' نہ اوسکا کوئی پروگرام شائع ہوا -

(۳) جناب والا کی نسبت میںنے کہیں نہیں لکھا کہ " آپ کو مطلق خبر نہیں تھی " میرے الفاظ یہ ہیں : " آخری فیصلہ کی کچھہ خبر اونکو بھی نہیں کیگئی " اور آپ نے نہایت و صاحت ' سچائی ' اور حق گوئی سے اسکو نہ صرف مان لیا ہے بلکہ اسکے متعلق نہایت مفید تشریح سے بھی کام لیا ہے -

(۴) اڈیٹر صاحب زمیندار کو اگر اطلاع تھی اور اونہوں نے اسکو پسند کرلیا تھا تو سخت تعجب ہے کہ اعلان مصالحت کے قبل تک وہ اپنے پیش کردہ شرائط کیوں اس سے علحدہ لکھتے رہے ؟ ناظرین ' مجھے معاف رکھیے اگر میں یہ کہوں کہ اخبار (زمیندار) بھی ایک عجیب اخبار ہے جو عوام کے مذاق کے مطابق ہونیکے سبب سے بہت کثیر الاشاعت ہے لیکن اوسکی کوئی مستقل پالیسی نہیں - اگر کسیکو مستقل پالیسی قرار دیا جاسکتا ہے تو وہ برائے لیڈروں کو گالیاں دینا ہے جس سے شاید ہی اسکا کوئی نمبر خالی ہوتا ہو - وہ پہلے نہایت سختی سے جو شرائط صلح پیش کرتا رہا ہے' اونمیں سب سے اہم مسجد کو بعینہ اصلی حالت پر لوٹا دینا قرار دیتا ہے ' پھر اس مصالحت پر بے حد خوشی ظاہر کرتا ہے' مٹھائیاں بانٹتا ہے' پھر گھبرا کر مسجد کے فیصلہ کو علما کے حوالہ کرتا ہے' آخر میں خود مجتہد بنکر ہز ایکسلنسی کے وعدہ عطیہ شاہانہ اور زمین کے نکل جانے پر لکھتا ہے :

" ہم تھوڑا کھو کر بہت زیادہ حاصل کرینگے " (زمیندار ۲۳ - ذیقعدہ)

اور کچھہ عجب نہیں کہ عنقریب ارباب حق کے کشف حقیقت اور پبلک کی نکتہ چینی کو دیکھکر پھر اپنی تمام سابقہ رایوں کو یہ کہکر واپس لے لے کہ " اگر لوگ اس فیصلے سے خوش نہیں ہیں تو خیر ہم بھی خوش نہیں ! ! "

اگر اس فاضل اڈیٹر کے اجتہاد پر پہلے سے حضرات کانپور عمل کرتے تو ۳ - اگست کا ناگوار واقعہ پیش ہی نہ آتا ' کیونکہ پہلے ہی معقول معاوضہ یعنی اوز زمین کی صورت میں مسلمانوں کیخدمت میں پیش کیا گیا تھا - جسکو اونہوں نے اپنی بد قسمتی سے نامنظور کیا -

(۵) جن حضرات کانپور کے نام آپ نے درج فرما کر تحریر کیا ہے کہ اونکو واقعات معلوم تھے ' اگر یہ صحیح ہے تو اون لوگونکی غلط بیانی پر تعجب ہے - انمیں سے بعض بعض حضرات کی نسبت مجھے ذاتی واقفیت ہے کہ جب اون سے استفسار کیا گیا تو اونہوں نے قطعی لا علمی ظاہر کی - پھر آنریبل سید رضا علی نے مراد آباد

میں جو تقریر کی ' اوسمیں بھی صرف یہی کہا کہ مسجد کی زمین واپس ملگئی ہے - کانپور میں اون سے ملکر جب دریافت کیا گیا تو بھی اصلیت ظاہر نہیں کی - لطف یہ ہے کہ انہیں اب بھی آزادی و حریت کے ادعا کے اعادے میں تامل نہیں ہے اور فرماتے ہیں کہ " میں اصول وضعداری کے خلاف ہوں " فیا للعجب ! - آپ کو شاید تعجب ہوگا جب آپ یہ دریافت کرینگے کہ اس معاملہ میں نہ صرف غلط فہمی ہی ہوئی بلکہ تغلیط سے بھی کام لیا گیا - لکھنؤ سے میرے ایک دوست مجھے لکھتے ہیں " مسجد کے معاملہ میں غلط فہمی ہوئی اسکا نہایت افسوس ہے - اللہ تعالی مدد فرمائے - " لکھنؤ میں جو جناب راجہ صاحب اور جناب مولانا عبد الباری صاحب کا موطن ہے ' یہ غلط فہمی جب ہی ہوسکتی ہے کہ اصل بیان کرنے والے مغالطہ دینا چاہیں - جناب کو اور بھی زائد تعجب ہوگا اگر آپ میرے ایک کانپوری دوست کے اس جملہ کو پڑھیں جو اونہوں نے مجھے ۲۲ - اکتوبر کے خط میں لکھا ہے " گو باطن میں یہاں بھی فیصلہ مسجد کو لوگ پسند نہیں کرتے مگر بظاہر کوئی مخالفت نہیں ہے " بطریق جملہ معترضہ مجھے افسوس حافظ احمد اللہ کی وہ جرأت یاد آتی ہے جو انہوں نے ۲۲ - ذیقعدہ کے زمیندار میں چھپوائی ہے - اور اس غلط افواہ کی تردید کی ہے کہ " وہ فیصلہ مسجد کو قابل اطمینان نہیں سمجھتے " جب مجھے حافظ صاحب کی پہلی اخلاقی جرأت یاد آتی ہے تو اس جنبش کے چھپوانے پر تعجب ہوتا ہے - اگر یہ افواہ غلط بھی تھی تو اس اہتمام اور شد و مد سے تردید کرنیکی کیا ضرورت تھی ؟ سب سے زائد لطف یہ ہے کہ اڈیٹر صاحب زمیندار نے اس پر ایک لمبا نوٹ لکھکر یہ ثابت کرنیکی کوشش فرمائی ہے کہ " حافظ صاحب برٹش گورنمنٹ کے ویسے ہی خیر خواہ ہیں جیسے اور لوگ ! " میرا دماغ کام نہیں کرتا کہ اگر وہ اس فیصلہ کو قابل اطمینان نہیں سمجھتے تو اسلیے اونکی خیر خواہی میں کیا فرق آتا ہے ؟ فرض کیجیے کہ مولانا ابو الکلام اس فیصلہ پر مطمئن نہیں یا کلکتہ کی تمام پبلک غیر مطمئن ہے یا میں خود غیر مطمئن ہوں ' تو کیا میری وفاداری اور خیر خواہی پر حرف آگیا ؟ اور کیا وفاداری کیلیے ضروری ہے کہ گورنمنٹ کے ہر فیصلہ پر اطمینان بھی کیا جاوے ؟ خیر یہ تو ایک جملہ معترضہ تھا -

(۶) میں نے جس وقت مضمون لکھا تھا اوسوقت تک جناب کی مخالفت کا مجھے صحیح طور پر علم نہ تھا - اسلیے میں نے پوچھا تھا کہ یہ فیصلہ جب کہ آپ کے پیش کردہ شرائط کے خلاف ہے تو آپ صداے مخالفت کیوں بلند نہیں کرتے ؟ اب جب کہ الہلال بیز ٹون ہال کی تقریر میں نے دیکھ سن لی ہے تو اب اوس سوال کا کوئی موقعہ نہیں اور اب میں اوس جملہ کو واپس لیکر بہانگ دہل اقرار و اعلان کرتا ہوں کہ اس معاملہ میں تمام ہندوستان کی پبلک نے جس جلدی سے کام لیا ہے ' اوس سے کلکتہ کی پبلک مستثنی ہے ' جس نے نہایت حزم و احتیاط اور غور و فکر سے کام لیکر جو امر قابل شکریہ تھا - اوسپر دل و جان سے شکریہ ادا کیا - اور باقی سوال کو باقی رکھا ' ایسے نازک وقت میں کہ تمام انجمنیں ' تمام اخبار ' ساری پبلک ' ایک طرف ہو اور بلا سمجھے بوجھے ایک دوسرے کی تقلید کرتا جاتا ہو ' حق گوئی پر ثابت قدم رہنا اور بلا خوف لومۃ لائم اور بلا انتظار نتیجہ حق ظاہر کرنا ' معمولی دماغ کا کام نہیں - یہ مولانا ابوالکلام آزاد ہی کا کام ہے اور صرف اونکا !

ایں سعادت بزور بازو نیست * تا نبخشد خداے بخشندہ

جزاهم اللہ تعالی عن جمیع المسلمین خیرا - مدعیان حریت و حق کے لیے یہ طرز عمل نہ صرف قابل تقلید ہے بلکہ تازیانہ عبرت ہے !

و شتان بین مدعی الحریة و الحر -

(۷) یہ صحیح ہے کہ مسٹر مظہر الحق ڈیپوٹیشن کے ممبر نہ تھے کیونکہ ڈیپوٹیشن مقامی تھا - لیکن انہوں ہی نے اس معاملہ کو طے کیا ' انہوں نے ہی اڈریس لکھا ' خود وہ ڈیپوٹیشن کے ہمراہ گئے ' اسلیے اون سے سوال کرنیکا حق ضرور ہے - ہاں یہ بالکل سچ ہے کہ " شبلی ہند کا اگر اونہیں شوق ہو تو اسکے لیے وہ زیادہ کم قیمت اور آسان وسائل رکھتے ہیں "

(۸) میں اس جملہ کے ساتھ پورے طور پر متفق ہوں کہ " مسٹر مظہر الحق کی حیثیت اس معاملہ میں اندریا مفتی کی نہ تھی بلکہ ایک مشیر قانونی کی " اور در حقیقت یہی اونپر سب سے بڑا اعتراض ہے کہ اونہوں نے اپنی حیثیت سے قدم باہر کیوں رکھا ؟

توضیح مزید

(از جناب مولانا عبد الباری صاحب فرنگی محل)

مولانا موصوف اپنے ایک تازہ ترین گرامی نامہ میں تحریر فرماتے ہیں :

(۱) مجھے مثل دیگر علماء اہل اسلام اس امر کا تحفظ ہے کہ معابد و مساجد کے احترام کو کسی قسم کا گزند نہ پہونچے - خصوصاً اس معاملہ کو ایسی صورت میں طے ہونا چاہیے کہ جو غرض اصلی ہے یعنی اس مسجد کے علاوہ بھی تمام مقامات متبرکہ کی حفاظت ' وہ حاصل ہوجائے - کل ملک کا انہماک اس مسئلہ سے اسی غرض سے ہوگیا ہے - میری طرف سے اسکا خیال نہ کیا جائے کہ میں نے دیدہ و دانستہ اس فیصلہ میں اس مقصد کو نظر انداز کر دیا ہے - اگر کسی پہلو سے اس کا شبہ ہوتا ہو تو غلطی رائے پر محمول فرمایا جائے -

(۲) میں کسی طرح اس امر کو جائز نہیں سمجھتا ہوں کہ مسجد کا کوئی حصہ بلا حکم شرعی علحدہ کیا جائے' یا کسی اور کام میں لایا جائے - البتہ جو صورتیں شرع میں جائز ہیں اونکو اگر کوئی اختیار کرے تو میں قابل ملامت نہیں تصور کرتا ہوں -

(۳) میرا منصب دیگر علماء سے جدا گانہ ہے - وہ ایک پہلو پر نظر کرتے ہیں کہ اس جزء کا کسی نہ کسی طرح تحفظ ہو اور جو مطالبہ ہے وہ ثابت کردیا جائے - مگر میں ایک مصالحت کرنیوالا ہوں جسکے لیے ضروری ہے کہ موافق اور مخالف ' دونوں پہلوؤں کا لحاظ رکھا جائے - جو خیالات علماء پیش کررہے ہیں ' انکی حقیقت آپکو معلوم ہے - جو میں پیش کررہا ہوں انکو ایک جگہ جمع کردیا جائے تاکہ مخصوص اہل علم اسکو ملاحظہ کریں - میری غلطی سے مجھکو مطلع کریں کیونکہ اس فیصلہ میں جو بظاہر سقم ہے اسکا ذمہ دار صرف میں ہی ہوں - راجہ صاحب محمود آباد یوں تو جملہ امور کے متکفل تھے مگر مخصوص ذمہ دار وہ آئندہ تحفظ کے اور قانون بنوانیکے ہیں - اور مسٹر مظہر الحق بقول جناب کے تعزیرونکو چھڑوانے آئے تھے - وہ کامیاب ہوگئے - رہا میں' تو مجھے عام نظروں میں کامیابی نہیں ہوئی اور میرا منصب بہت مفید ہے - میں ایک غائبانہ مدعی کا وکیل تھا - مجھے اپنے مؤکل کے منشاء کے خلاف ایک چاول بھی نہ ہٹنا چاہیے تھا - میں ازروے دیانت عرض کرتا ہوں کہ میںنے ایسا ہی کیا ہے - اسواسطے میں بھی کہہ سکتا ہوں کہ اپنے

موکل کے نزدیک کامیاب ہوا ہوں - مجھے کسی دوسرے سے غرض بھی نہیں ہے کیونکہ : ان اجری الا علی رب العلمین - میں اپنے موکل سے اجر کا طالب ہوں نہ شکریہ کا شوق ہے - نہ نصرت و ملامت و شکایت کا اندیشہ ہے - و الحمد اللہ علی ذلک ·

. . . .

. . . .

یہ امر اب مجھے صاف کرنا ہے کہ میں نے اپنے موکل کا جو منشاء سمجھا ' اسکے موافق کیا - امید کہ اسکو بغور ملاحظہ فرمائیگا - میں نے اپنے امکان بھر شریعت کی پابندی کی مگر اسی حکم کی جسکو میں شریعت کا سمجھتا تھا - ساتھہ ہی اسکے اپنی راے پر عجب نہیں کیا ' اور جمہور علماء کے خلاف اسی وقت اظہار خیال نہیں ہوا اور آخر تک ایکے مطابق کوئی بات نہیں کہی - اسوقت مشہور یہ ابہام ہے کہ میں نے صورت موجودہ کے جواز کا فتوی دیدیا یہ بالکل غلط ہے - البتہ یہ صحیح ہے کہ اس امر سے کہ میرے ذہن میں اشتراک ہو ' قطع مصالحت کی کوئی وجہ میرے ذہن میں نہ آئی ' جبکہ ہر وقت اپنے مطالبہ کا حق جسکے ہم مکلف ہیں ہمکو پہونچتا ہے اور مقدمات دیوانی وغیرہ کا حق اسی طرح ساقط نہیں ہوا ہے - میں نے اسوقت صرف قیدیوں کی رہائی اور اصولی طور پر مسلمانوں کا قبضہ حاصل کرلینا کافی سمجھا - اس سے یہ نہیں لازم آتا ہے کہ اس صورت کو میں نے جائز بھی کر دیا ' بلکہ کتنے امور ہیں کہ نا جائز ہیں اور ہم انکو اپنی معکومیت کے باعث انگیز کیے ہوئے ہیں ' اور ہر موقع پر انکا مطالبہ کرتے ہیں - انہیں میں اسکو بھی میں نے شمار کرلیا - مجھے جن امور کے باعث مصالحت کرنا ضروری تھا وہ میرے نزدیک از روے شریعت حقہ اسلامیہ اہم تھے ' بہ نسبت اس اشتراک مرور کے - اسکی وجہ سے وہ امور نظرانداز نہیں کیے جاسکتے تھے - میں نے اسمیں جو کچھہ کیا ' خدا کی طرف سے جو ذمہ داری ہے اسکو ملحوظ رکھہ کے کیا ہے - و اللہ علی ما اقول وکیل -

. . . .

جب مصالحت ضروری سمجھی گئی جسکی وجوہ میں اسوقت نہیں عرض کرونگا اور آپکو بھی معلوم ہیں ' تو میں نے ایک حیلۂ شرعی نکالا اور کہا کہ اسکے بارہ میں مشورہ لیا جاے اور علماء سے استفتاء دریافت کیا جاے - تو مجھے اجماع رای کا حکم دیا گیا - خود میرے نزدیک یہ صورت جائز تھی اور اون لوگوں پر جو اس قضیہ میں ساعی تھے ' جتنا فرض تھا وہ ادا کر چکے کہ ایک عالم کو جسے وہ با وثوق سمجھتے تھے اس شورہ میں شریک کیا اور انھوں نے اسکے قول کو حکم خدا سمجھا - اگر مجھے اشتباہ ہوتا یا ان لوگوں کو توثیق میں کچھہ شبہہ ہوتا تو انکو اور مجھکو دونوں کو تمام علما سے یا ان علما سے جو جمع کیے گئے تھے دریافت کرنا تھا - مجھہ پر یہ فرض نہیں ہے کہ جس امر کو میں خدا کا حکم سمجھتا ہوں ' اسمیں اپنے سوا غیر کا اتباع کروں (۱) بلکہ میں خود اپنے علم و دیانت کا مکلف ہوں اور عام لوگوں کو ایک عالم کے قول پر عمل کرنا جائز ہے - شرعی قباحت اسمیں مجھے نہیں معلوم ہوئی - اسپر بھی مشورہ لیا گیا اور جو کارکن لوگ تھے ' ان سے اسکی تشریح کردی گئی - جہانتک مجھے علم ہے اوس صورت مجوزہ میں کسیکو اختلاف نہ تھا کہ ان حالات کے لحاظ سے یہ مخلص ہو سکتا ہے -

. . . .

. . . .

وقف ہی ملک کسی کے لیے نہیں ہو سکتی ہے - قبضہ زمین مسلمانوں کو دلا دیا گیا - اب صرف کمرے میں پیدل چلنے والونکی مشارکت ہے - اس امر کو نہ خیال کیجیے کہ ہماری خواہش کیا ہے ؟ اس امر کو دیکھیے کہ ہمکو جو کچھہ ملا وہ کسی نہ کسی طرح ہم شرعی مسئلہ میں لا سکتے ہیں یا نہیں ؟ مصر میں کافر و مشرک سڑکا کمرہ شرعاً جائز ہے - جنب و نفساء و حائض کے کمرے کی ممانعت اگر ہوسکتی ہے تو مسلمانوں کو انکی شریعت کی طرف سے - گورنر جنرل کو کیا حق ہے کہ اسکی تصریح کریں ؟ جانوروںکے گذرنیکی خود گورنر جنرل نے اجازت نہیں دی ہے - جو لفظ انھوں نے استعمال کیا ہے وہ اس امر پر زیادہ واضح ہے کہ نمازیوںکے لیے اصالتاً حق مرور ہے -

. . . .

. . . .

تاہم میں اسکو نا کافی سمجھتا ہوں - اسدن کانپور میں مسجد سے نکل کے قبل اسکے کہ گورنر جنرل اسکو ظاہر کریں ایک بساطی کی دوکان پر بڑے مجمع کے سامنے میں نے صاف صاف کہا کہ مسجد کی زمین پر اگر ہمکو قبضہ بھی ملا ہے تو براے نام ہے - پھر مولوی غلام حسنین صاحب سے جا کے پوری حالت ذکر کی - پھر مولوی عبد القادر صاحب آزاد سے - پھر ایک مسجد جو کہ مولوی ابو سعید صاحب کے مکان کے قریب ہے ' اوسمیں مولوی محمد رشید صاحب سے از ابتداء تا انتہا کل امور کا ذکر کیا اور کہا کہ ابتک یہ نقصان باقی ہے اور ہمکو چارہ جوئی کا حق حاصل ہے - اوسکے بعد جب مسٹر علی امام صاحب نے مجھکو مبارکباد دی تو میں نے اون سے بھی اسکے متعلق صاف صاف کہا کہ یہ تو اس سے نے چیپی دفع ہوگئی نہ کہ شریعت حقہ کے موافق ہے کیونکہ میں اسکو بالجبر سمجھتا ہوں - لیکن مجھے پورا اطمینان دلایا گیا کہ اسکے بندے کے وقت ہر طرح سے آپ مطمئن کر دیے جائیں گے - (انتہی ملخصاً)

بشـــارۂ عظمـــیٰ

لارڈ ھڈلے بالعلانیہ کا اعلان اسلام

از داعی اسلام خواجہ کمال الدین صاحب بی - اے - شکر اللہ مساعیہ

حبی فی اللہ - السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ -

مبارک ہو - اللہ تعالی نے آجتک ابتلاؤں میں ثابت قدم رکھا اور آیندہ رکھے - میں نے آجتک کوئی خط نہیں لکھا - آپ کی مصروفیت اہم نے جرات نہیں دلائی کہ آپکی توجہ کسی دوسری طرف منعطف کروں -

میں آپکی قلمی اور درمی امداد کا ہر طرح ممنون ہوں - جزاکم اللہ احسن الجزا -

بالمقابل ایک ایسی عظیم الشان نصرت الہی کی خوشخبری اور مبارکباد دیتا ہوں ' جسکی نظیر گذشتہ پچاس سال میں ھندوستان کی دنیا کے کسی مذہب نے نہ دیکھی ہوگی - و الحمد اللہ علی ذالک -

نومبر کے اسلامک ریویو کا پرچہ جو اسکے ہمراہ پہونچتا ہے ' ملاحظہ فرماویں - اسکے آخری صفحہ (ٹیٹل پیج) پر ایک اشتہار ایک زیر تصنیف کتاب کا ملاحظہ فرماویں جو رائٹ آنریبل لارڈ ہیڈلے اسوقت لکھہ رہے ہیں -

(۱) الحمد للہ کہ جناب مولانا کا یہ اعتقاد ہے اور فی الحقیقت یہی وہ اصول اساسی ہے جو اگر تسلیم کرلیا جاے تو آج مسلمانوں کے تمام دینی مصائب کا خاتمہ ہو جاے - امید ہے کہ مولانا ہر موقعہ پر اس اصول کو ملحوظ رکھیں گے کہ " جس امر کو حکم خدا یقین کرلیا جاے اسمیں غیر کا اتباع نہ چاہیے اگرچہ ایک عالم اسکی پرستش کرتا ہو " (الہلال)

پهر نومبر نمبر میں دو اور مضامین لارڈ موصوف کی قلم سے ملاحظه هوں

آینده کا مذهب ... The Religion of the Future

مذهب کی سلامت ... The Semplicity of Religion

غرض یه که یه عالي نژاد اور نیک نهاد انسان بچپن سے عیسائي شرک سے متنفر' اور اندر هي اندر توحید کا قائل اور قدم بقدم بلا علم و اراده اسلام کي طرف کهنچ رها تها - گذشته پانچ چار سال سے قرآن شریف کا مطالعه کیا - آخري سعادت آپ کے خادم کے لیے قضاو قدر نے رکهه چهوڑي تهي - وه آگ جو اندر هي اندر دهک رهي تهي' اوسمیں اسلامک ریویو نے چنگاري کا کام کیا - آگ مشتعل هوگئي اور چند ملاقاتوں نے کل حجابوں کے خش و خاشاک کو خاکستر کردیا - وه انسان جو آج سے صرف دو هفتے پہلے اس اعلان میں تامل کرتا تها' آج اس خاکسار کے ایما پر کتاب لکهنے لگا هے !!

یه کتاب میں خود چهپوا رنگا اور اسکا اردو ترجمه ساتهه هي شائع کرونگا - میں چاهتا هوں که یه کتاب هزار دو هزار کاپیوں میں مفت یا براے دام قیمت پر تقسیم هو -

آپ کو اچهي طرح میري پہلي حالت کا علم هے - ایک درد نے مجهے هندوستان میں پهرایا اور وهي اضطراب مجهے یہاں بهي لایا - میںنے اپني چلتي هولي دولت پر لات ماري' اور مجهے حاشا و کلا اسکا کوئي رنج نہیں - مدراس کي مذهبي کانفرنس میں میري تقریر نے هوا کا رخ بدل دیا اور یورپ کے فضلا نے حیرت ظاهر کي - ستمبر نمبر اسلامک ریویو میں وه تقریر چهپ گئي هے - اسوقت یورپ اور امریکه کے فضلا نہایت خوشي اور دلچسپي سے اسلامک ریویو پڑهتے هیں لیکن عین ایسي حالت میں مجهے مالي دقتوں نے تنگ کیا هے - ایک سال تو میںنے پرچه اپني جیب سے چلا دیا اور قوم پر ثابت کردیا که یه امر بیہوده نه تها - اب وقت امداد هے - آپ کوشش کریں - میں آپ سے درمي نہیں بلکه قلمي امداد اور رسخني اعانت چاهتا هوں -

هاں' خدا کے اس فضل پر میںنے چند شعر جلدی میں موزوں کیے بعرض اندراج الهلال بهیجتا هوں

ترانه حمد بجناب احدیت ماب

بر اسلام رالٹ اونریبل لارڈ هیڈ لے بالقابه

خود بخود کردي در اقبال باز
حیف باشد گر کنم بر خویش ناز
من که سرگرداں پئے مرغاں شدم
تو عطا کردی مرا یک شاهباز
آنچه بدودي به پیشم ما بخواب
روز روشن دیده ام ما چشم باز
لارڈ پیدا شد پئے نصرت مرا
کرده چوں بیچارگی رهرو گداز
آں حجسته تا چهل در خوض و فکر
آخرش کردی برا راز افشاء راز
نعره الحمد مستانه زنم
میکنم سجدات با عجز و نیاز
که عجب بینم ز غرب آفتاب
چشم بر الطاف تو ام چاره ساز

تاریخ حیات اسلامیه

الهلال اور پریس ایکٹ

حضرت مولانا - السلام علیکم ورحمة الله وبرکاته - جو خدمات انجناب آج ملة مرحومه کي اصلاح و ترقي کیلیے انجام دے رهے هیں' وه روز روشن کیطرح آشکارا هیں - اسکا بد یہي ثبوت یه هے که هم تمام اعلی اور ادنی طبقات میں آپ هي کا ذکر خیر پاتے هیں' اور ڈیڑه سال کے اندر هي ایک عالم آپکا شیفته و گرویده هوگیا هے - گو یه ایک مسلم امر هے که جنکي طبائع خود ساخته لیڈروںکي طرح تعریف پسند نہیں' وه هرگز اپني تعریف بنظر تحسین نہیں دیکهلے' تاهم هم غلامان اسلام میں جناب کي بدولت اور امداد غیبي کي مساعدت سے جو عجیب و غریب احساس ملي و دیني پیدا هو چلا هے' وه همیں مجبور کرتا هے که جناب کے اس احسان عظیم کا اعتراف کریں :

همیں بام سرفي کے بهي رستے دکهائینگے
یہاں حضرت کے دل میں آتش اسلام پاتے هیں

الهلال کي ایک هي سال کي اشاعتوں نے کافه مسلمین کے دلوں پر وه سکه جما دیا هے' جسکي نظیر شاید هي ملسکے - میں نے کثیر التعداد ناظرین الهلال کو دیکها هے که اسکي اشاعت کے دن گنتے رهتے هیں اور جبتک انہیں جدید پرچه مل نہیں لیتا' ایک بیچیني سي لگي رهتي هے اور پرچۀ سابق هي کو پڑه پڑهکر اپنے دلہاے ناصبور کو ڈهارس دیتے هیں - ایک قلیل عرصه میں الهلال نے ثابت کردیا هے که وه همارے سیاسي حقوق کا محافظ - همارے اخلاقي' ادبي' تمدني و معاشرتي حالت کا مصلح - همارے قومي جذبات پر تنقیدي نظر ڈالنے والا اور سب سے بڑهکر یه که همیں اسلام کي سچي تعلیم دینے والا ایک هي رساله هے -

الهلال کي ضمانت کي روح فرسا خبر اخبارروں میں پڑهکر ایکطرح کي نا امیدي پیدا هو چلی تهي - لیکن الهلال کي حق گوئي نے باوجود اپني ضمانت اور سرکار کي نو اختیار کرده پولیسي کے' تن مرده میں ایک زنده روح پهونک دي - الهلال همارا اسلامي معلم هے - اسکي ضمانت الهلال کی نہیں بلکه اسلام کي ضمانت هے - مسلمان خوابیده غفلت تهے لیکن موجوده مظالم اونکے جاگ اوٹهنے کے لیے کافي تازیانه هیں - اب اونکے دل سرور وحدت سے معمور - انکے دماغ حب قومي سے معمور' اور انکي طبیعتیں نور ایمان سے منور هیں - یعنے اونمیں اسلامی خو بو آگئي هے - پهر روے زمین پر کونسي قوت ایسي هو سکتي هے جو محض ضمانتونکي دهمکیاں دیدیکر همارے صداقت پرست زبانوں کو بند کردے ؟ یه تو فقط دو هزار کي ضمانت تهي - اگر ایسي پچاس هزار اور بهي ضمانتیں طلب کي جاتیں' تو بهي موجوده حالت میں انکا جمع کرنا آن واحد کا کام تها - انشا الله جبتک مسلمانوں کي جانیں باقي هیں' الهلال کا حفظ انکا فرض ایماني هوگا !

محمد طیب کوانهه ضلع شاه آباد

AL-HILAL

Proprietor & Chief Editor,

Abul Kalam Azad

7/1 McLeod Street,

CALCUTTA.

Yearly Subscription, Rs 8

Half-yearly „ „ 4 - 12.

الہلال

مقام اشاعت

۷ - ۱ مکلوڈ اسٹریٹ

کلکتہ

قیمت

سالانہ ۸ روپیہ

ششماہی ۴ روپیہ ۱۲ آنہ

نمبر ۲۳ — کلکتہ : چہارشنبہ ٤ محرم الحرام ۱۳۳۲ ہجری — جلد ۳

Calcutta · Wednesday, December 3, 1913.

فہرست

تصاویر

اخبار الانباء

جنوبی افریقہ

ہندوستان کے تقریباً تمام بڑے شہروں میں ہمدردی کے جلسے منعقد ہوچکے ہیں اور زر اعانت کی فہرستیں کھل گئی ہیں - کلکتہ میں کل سہ پہر کو ہندو مسلمانوں کا مشترک جلسہ ٹون ہال میں منعقد ہوگا -

۲۹ - نومبر کو بمبئی میں ہندوستانی خواتین کا ایک عالی مقام جلسہ ٹون ہال میں منعقد ہوا - مشہور پنڈت خاندان کی لیڈی ڈانشا صدر مجلس تھیں - جلسے نے ویسرائے اور سکرٹری اف اسٹیٹ کی مداخلت پر زور دیا اور نہایت سخت اور پر زور الفاظ میں تجاویز منظور کی گئیں -

یہ کیسی عجیب بات ہے کہ ایک طرف تو جنوبی افریقہ سے آئے ہوے مراسلے دفتر مستعمرات کو یقین دلاتے ہیں کہ سختی اور جبر کی شکایتیں صحیح نہیں - دوسری طرف واقعات و روایات کا سلسلہ بغیر کسی توقف کے اپنی ابتدائی سرعت کے ساتھ جاری ہے -

۳۰ - نومبر کی تار برقیوں سے معلوم ہوتا ہے کہ سزائے تازیانہ کے متعلق لوگ حلفیہ گواہی دے رہے ہیں - ایک ہندوستانی شخص نے حلفیہ بیان لکھوایا ہے کہ سات آٹھ ہندوستانیوں کو کام چھوڑ دینے کی وجہ سے انتہائی سختی کے ساتھ مارا گیا - مارنے میں لاٹھیاں استعمال کی گئی تھیں - پانچ ہندوستانی اس صدمہ سے بے ہوش ہوگئے ، اس عالم میں بھی انہیں قید کرلیا گیا !

رئیس الاحرار مسٹر گاندھی

جو جنوبی افریقہ کے ہندوستانیوں کے حقوق کی ۲۰ - برس سے قیادت کر رہے ہیں !

گرفتاریاں بھی برابر جاری ہیں - پولیس نے ۳۶۹ اسلونی وادی میں اور ۱۰۰ - رولر لینڈ میں ہندوستانی گرفتار کیے ہیں - گرے ٹاؤن میں بھی ہندوستانیوں نے ہڑتال کردی ہے -

ہز اکسلنسی ویسرائے کے پرائیوٹ سکرٹری بانکی پور سے مندرجہ ذیل تار برقی بھیجتے ہیں

" رائٹ آنریبل مارکوئس اف کریو (وزیر ہند) آج منظور شدہ نکم دسمبر ہندوستانیوں کے ایک وفد کو بار یابی دے رہے ہیں وفد میں سر مانچرجی بھاؤ نگری اور مسٹر امیر علی ہونگے - اسکا مقصد یہ ہے کہ ہندوستانیان افریقہ کے متعلق اپنی معروضات پیش کرے"

اس سے پہلے آل انڈیا ساؤتھ افریقہ لیگ نے اطلاع دی تھی کہ لندن میں ایک وفد لارڈ کریو کے سامنے اس مسئلہ کو پیش کرنا چاہتا ہے اور انہوں نے منظور بھی کرلیا ہے - اب اس تار برقی سے معلوم ہوا کہ نکم دسمبر کو وہ وفد پیش ہوگیا -

لارڈ کریو نے ہندوستانی وفد کا جواب دیتے ہوے نہایت ہمدردی ظاہر کی - ٹیکس کو قابل اعتراض قرار دیا اور ناضابطہ تحقیقات پر زور دیا - انہوں نے اس معاملہ کی اہمیت کا اعتراف کرتے ہوے کہا کہ انڈیا آفس اور دفتر مستعمرات ، دونوں کامل غور و فکر میں مشغول ہیں -

تعدد ازدواج کے متعلق کہا کہ ہندوستانیوں نے ہرگز یہ خواہش نہیں کی تھی کہ اس طریقۂ نکاح کو مروج کیا جاے بلکہ اس کا منشا صرف یہ تھا کہ وہ قومیں جن میں یہ مروج ہے ، گورنمنٹ جنوبی افریقہ کی توجہ سے محروم نہ رہیں - وہ تعجب کرتے ہیں کہ کیوں غلط فہمیاں پیدا ہوگئیں - مسٹر اسمٹ بذات خود تحقیقات کی غرض سے نٹال گئے ہیں -

ڈیلی کرانکل نے سر مینچرجی رئیس الوفد کے اس راے کی زور سے تائید کی ہے کہ ہندوستانیوں کے حقوق بحیثیت سلطنت برطانیہ کی رعایا ہونے کے قابل لحاظ ہیں اور یہ مسئلہ ایک خارجی آبادی سے تعلق نہیں رکھتا ، بلکہ امپیریل گورنمنٹ پر اسکا اثر پڑتا ہے -

دیگر اخبارات نے بھی کم و بیش تائید کی ہے -

معلوم ہوتا ہے کہ جنوبی افریقہ کے حکام کم از کم اب اتنا تو سمجھ گئے ہیں کہ ہندوستانیوں پر بھی ظلم و سختی کرنا قابل پرسش ہوسکتا ہے اور یہ کوئی ایسی نیکی نہیں ہے جسکا اعلان کیا جاے ، بلکہ اس کا چھپانا ظاہر کرنے سے بہتر ہے -

چنانچہ ۳۰ نومبر کی تار برقی کے آخر میں یہ خبر بھی دی گئی ہے کہ وحشیانہ سزاؤں کے خلاف شہادتیں طیار کی گئی ہیں -

شذرات

صدا به صحرا

(١) آپنے کبھی اس پر بھی غور کیا ہے کہ الہلال کی ضخامت ابتدا میں صرف ١٦ صفحہ کی تھی - احباب کرام نے بارہا اصرار کیا تھا کہ قیمت ڈیوڑھی کردی جاے لیکن ضخامت میں ضرور اضافہ ہو -

لیکن اسکے بعد بغیر اعلان، و بغیر طلب مزد و خواہش تحسین، خود ہی چار صفحے دالالتزام بڑھا دیے گیے اور ضخامت ١٦ - کی جگہ ٢٠ صفحہ کی ہوگئی -

(٢) اسپر بھی اکتفا نہ کی گئی، کیونکہ مضامین کی قلت کا صدمہ معاونین الہلال کو شاید ہی اسقدر ہو سکتا ہے، جسقدر کہ خود اس عاجز کو ہوتا ہے - پس اکثر ایسا ہوتا ہے کہ چار صفحے یا آٹھ صفحے اور بڑھا دیے جاتے ہیں اور اس طرح اوسط نکالا جاے تو عمداً الہلال ٢٠ - صفحہ سے بھی زیادہ کی ضخامت میں نکلتا ہے -

(٣) ابتدا میں صرف ایک مرتبہ عازی انور بے کی تصویر علحدہ آرٹ پیپر پر نکلی تھی اور لوگوں نے خواہش کی تھی کہ قیمت بڑھا دی جاے لیکن علحدہ صفحات پر تصاویر ضرور نکلیں - کیونکہ کہ تصویروں کی خوبی زیادہ بہتر کاغذ اور زیادہ قیمتی سیاہی نیز ہاف ٹون مشینوں کی چھپائی پر منحصر -

لیکن بغیر قیمت کے اضافہ کے خود ہی اسکا سلسلہ شروع کیا گیا - یہاں تک کہ اکثر پرچوں میں دو دو اور چار چار صفحوں کی تصویریں نکلیں اور بہت کم نمبر ایسے نکلے ہیں - جنمیں صفحات خاص نہیں ہیں -

(٤) کاغذ اور سیاہی بھی پہلی اور دوسری ششماہی سے زیادہ قیمت کی استعمال کی جاتی ہے - اور چونکہ اسدرجہ صاف اور درخشاں سیاہی ہر وقت یہاں میسر نہیں آسکتی - بڑی بڑی دکانیں عین وقت پر انکار کردیتی ہیں، اسلیے خاص آرڈر دیکر اسکا انتظام کیا گیا ہے -

(٥) ٹائپ کی چھپائی میں سب سے زیادہ مقدم اور اہم مسئلہ ٹائپ کی حداثت و قدامت کا ہے - یعنی ٹائپ کی عمر بہت تھوڑی ہوتی ہے اور نئے ٹائپ کی اب و تاب، خوش سوادی، جوڑوں کا اتصال، دوائر کی خوبصورتی، زیادہ عرصے تک قائم نہیں رہتی -

اگر خوبی و خوش نمائی سے درگذر کرلیا جاے جیسا کہ بڑے بڑے انگریزی پریسوں میں بھی ہوتا ہے تو جب تک ٹائپ علی گڈہ انسٹیٹیوٹ گزٹ کا سا ٹائپ نہو جاے، بلا تکلف کام دیسکتا ہے - اور اگر درمیان میں زیادہ گھسے ہوے حروف بدلتے جائیں تو ایک عرصے تک صاف اور ما یقرء بھی رہسکتا ہے -

الہلال کا ٹائپ عمدہ ٹائپ ہے - اگر وہ دو تین سال تک بھی نہ بدلا جاے، جب بھی کم از کم علی گڈہ گزٹ کا سا تو نہوگا -

تاہم دو چار حرفوں اور دائروں کو بھی گھسا ہوا پاتا ہوں تو میری آنکھیں دکھنے لگتی ہیں اور دل ملامت کرتا ہے کہ قارئین الہلال کے ساتھہ انصاف نہیں کرتا اسی [illegible] نتیجہ ہے کہ آغاز اشاعت سے ایکبار [illegible] نہیں ہوا، دو مرتبہ ٹائپ بدلا جا چکا ہے اور ابھر کئی [illegible] سے پورا الہلال بالکل نئے ٹائپ میں نکل رہا ہے -

اس تبدیلی میں جسقدر نیا خرچ یک مشت کرنا پڑتا ہے، اسکی آپکو کچھہ خبر ہے ؟

کیا آپ اسے محسوس نہیں کرتے کہ اب الہلال کے صفحے صفائی و رونق اور درخشندگی و تابانی میں کس درجہ پچھلی حالت سے مختلف ہیں ؟

میں نے الہلال کی پہلی اشاعت میں یہ شعر پڑھا تھا، اور ہمیشہ پڑھتا رہونگا :

گل فشانند به بستر همه چوں عرفی و من
مشت خس چیدم و بر بستر خواب اندازم

فتنۂ اجودھیا

١٩ - ذی الحجہ کی اشاعت میں برادران اجودھیا کے ترک نماز عید کے متعلق چند کلمات لکھے تھے - انکی نسبت دو تحریریں پہنچی ہیں -

ایک صاحب نے فیض آباد سے خط لکھا ہے اور اسپر بہت برہم ہیں کہ ترک نماز عید پر میں نے کیوں ملامت کی ؟

لیکن افسوس ہے کہ خط گمنام ہے اور میں شاید ایسا خیال کرنے میں ضرور حق بجانب ہوں کہ جو شخص کسی ایسے شخص کو جو بہ حیثیت ایک آزاد شہری ہونے کے اپنے نام کے ساتھہ کام کر رہا ہو، گمنام خط لکھے، وہ ایسا کرکے خود ہی بتلا دیتا ہے کہ اسکے ساتھہ کیا سلوک کرنا چاہیے ؟

گمنام خطوں کیلیے ردی کے ٹوکرے سے بہتر شاید اور کوئی جگہ نہیں، باستثناء اس حالت کے کہ ان میں کوئی مفید بات لکھی ہو -

لیکن ایک دوسرے صاحب جو گو اپنا نام تو لکھتے ہیں لیکن کسی نا معلوم خوف کی وجہ سے اسپر راضی نہیں کہ الہلال میں ظاہر کیا جائے، چند سوالات کرنے میں ضرور حق بجانب ہیں - اگرچہ اخفاء نام کی خواہش سے بلا وجہ اپنے تئیں ذلیل بھی کر رہے ہیں -

وہ لکھتے ہیں کہ " آپنے قربانی کی نسبت لکھدیا کہ ائمۂ ثلاثہ کے نزدیک سنت ہے - حالانکہ یہ صحیح نہیں - قربانی بالاتفاق اسلام میں واجب ہے "

پھر لکھتے ہیں کہ " البتہ نماز عید ائمۂ ثلاثہ کے نزدیک سنت ہے اور امام اعظم کے مذہب میں واجب - آپنے اسے فرض لکھدیا " -

نیز یہ کہ " عید کی نماز کے ترک سے مسلمانان اجودھیا کا مقصود اظہار ناراضگی تھا جو ضروری تھا - لکھنو میں سنیوں پر سختی ہوئی تو انھوں نے تعزیہ نکالنا بند کردیا - یہاں تک کہ صوبے کے حاکم کو کوششیں کرنی پڑیں - کانپور کے لوگوں نے بھی غم و ملال میں عید کی نماز نہیں پڑھی - انکو تو آپنے برا بھلا نہیں کہا اور غم و غصہ طاری نہ ہوا - جب آپ جیسا عالم دین و مصلح دینی ایسی ٹھوکریں کھالیگا تو پھر اوروں سے کیا توقع ؟ " وغیرہ وغیرہ

میں ترتیب وار عرض کرونگا :

(١) قربانی کی نسبت میں نے جو کچھہ لکھا وہی حقیقت ہے - براہ عنایت آپ کتب فقہ کی طرف رجوع کریں - میں نے اس مضمون میں تو صرف یہ لکھا تھا کہ " امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک واجب اور ائمۂ ثلاثہ کے نزدیک سنت ہے " مگر اب آپ اور متعجب ہونگے جب سنیں گیے کہ نہ صرف ائمۂ ثلاثہ ہی کے نزدیک بلکہ صاحبین کے نزدیک بھی قربانی سنت ہے -

تعجب ہے کہ آپ نے بالاتفاق وجوب کیونکر لکھا ؟

بہر حال اس نوٹ میں مقصود قربانی کا مسئلہ نہ تھا بلکہ ترک نماز عید کی بحث تھی ' اور اگر قربانی سنت بھی ہو تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ چھوڑ دی جائے ۔

(۲) نماز عید کے متعلق بھی آپنے یہ صحیح نہیں لکھا کہ " ائمۂ ثلاثہ کے نزدیک سنت ہے " بہتر ہے کہ اسے تحقیق کرکے لکھیے : نماز عیدین حضرۃ امام ابو حنیفہ کے اجتہاد میں واجب ہے ۔ امام احمد (رح) کے نزدیک فرض کفایہ ہے کہ ایک جماعت مقیم نے ادا کرلیا تو فرض ادا ہوگیا مگر ہے فرض ' اور یہی مذہب قوی ہے ۔

البتہ امام مالک و شافعی کہتے ہیں کہ سنت ہے ۔

بہر حال میرے کہنے کا مقصد آپ نہ سمجھے ۔ میرا مقصود یہ تھا کہ عید کے دن کے دو عمل مسلمانان اجودھیا کے سامنے تھے ۔ قربانی اور نماز ۔ پہلی چیز کو جبراً مجسٹریٹ نے روک دیا ۔ پھر اسکا یہ علاج تو نہ تھا کہ ایک سنت یا واجب (اصطلاحی) کے اجباری ترک سے اس عمل عظیم کو بھی عمداً ترک کردیا جائے جسکی اصل صلوۃ الہی ہے ' اور جو اعظم ترین فرائض اسلامی اور ارکان و اساس شریعۃ حقہ میں سے ہے ؟ فرض سے مقصود خاص نماز عید نہ تھی بلکہ اصل نماز ۔ قربانی کا اصل سنت یا واجب سے زیادہ نہیں ۔ پھر اسکا ترک بھی عالم مجبوری میں ہے نہ کہ عمداً ۔ اسکے مقابلے میں نماز و جماعت کو ترک کرنا کہ اصلاً ایک عظیم ترین فرض اسلامی ہے ' کسی طرح عند اللہ جوابدہی سے محفوظ نہیں رہسکتا ۔

تعجب ہے کہ اپنے عبارت پر غور نہیں فرمایا جو پوری طرح اس مطلب کو واضح کرتی ہے ؟ میں یہاں ان سطور کو پھر نقل کردیتا ہوں تا کہ آپکو زحمت رجوع نہو :

" پس اگر قربانی روک دی گئی تھی تو ایک عمل سنت یا زیادہ سے زیادہ واجب کے ادا کرنے سے وہ محروم رہگئے تھے اور اسکی بھی انکے سر کوئی پرسش نہ تھی کیونکہ حاکم کے حکم سے مجبور تھے ۔ لیکن نماز تو خدا کا ایک مقرر کردہ فرض اور اعظم ترین شعائر اسلام بلکہ عمود دین و ملت ہے ۔ پھر ایک عمل سنت کے اجباری ترک سے انہوں نے ایک عظیم ترین اور داخل قدرت و اختیار فرض کو کیوں چھوڑ دیا اور عین عید کے دن اللہ کے آگے سر عبودیت جھکانے سے کیوں باز رہے ؟ "

(۳) یا سبحان اللہ ! اظہار ناراضگی کا لیے دینے یہی ایک طریقہ رہگیا تھا کہ اگر مجسٹریٹ نے قربانی روک دی ہے تو چلو ہم نماز بھی نہیں پڑھتے ؟

نہ لڑ ناصح سے غالب کیا ہوا گر اس نے شدت کی ؟
ہمارا بھی تو آخر زور چلتا ہے گریباں پر ؟
مگر گریباں کس کا تار تار ہوا ؟

پھر یہ کس شریعت کا حکم اور کس مذہب کی تعمیل ہے ؟ کیا اس اسلام کی ' جسکے ایک عمل یعنی قربانی کے ترک کا یہ کچھ ماتم ہے ؟ یہ عجیب بات ہے کہ ایک طرف تو اسلام کے احکام و اوامر کے حفظ کا یہ جوش کہ ترک قربانی پر ماتم کیا جاتا ہے اور دوسری طرف اسی اسلام کے دوسرے اقدم ترین حکم کی یہ صریح تذلیل و تحقیر بلکہ انکار و تمرد ' کہ اظہار ناراضگی کیلیے نماز عید کی جماعت ترک کردی ؟ یہی طریقہ حفظ احکام اسلامیہ و حمایت شعائر ملت کا ہے ؟ فہاتوا برہانکم ان کنتم صادقین !

ترجو النجات و لم تسلک مسالکہا
ان السفینۃ لم تجری علی الیبس !

اگر قربانی کے روک دینے پر ہمیں اسلیے افسوس ہے کہ اسطرح ہمارے دینی اعمال کی بندش و مداخلت کا راستہ کھل جائیگا اور ایک نظیر قائم ہو جائیگی ' تو ہزار ویل و صد ہزار افسوس ان مسلمانان اجودھیا کی جہالت پر ' جنہوں نے اس سے بھی بڑھکر ایک مثال مشئوم قائم کردی کہ نماز عید مسلمانوں کیلیے کوئی ضروری اور لازمی چیز نہیں ہے ۔ اور وہ کسی سال ترک بھی کردی جا سکتی ہے ۔ پھر بہت سے مسلمان اس ترک پر ملامت کرنے اور امر بالمعروف کا فرض انجام دینے کی جگہ ترک کرنے والوں کی پیٹھ ٹھونکتے ہیں اور ہر طرف سے اس عمل زشت و بد پر انہیں صداء تعریف و احسنت کا غلغلہ سنائی دیتا ہے !

بہت ممکن ہے کہ کل کو کسی مصلحت سیاسی کی بنا پر کسی شہر میں اجتماع نماز عید روک دیا جائے ' اور اگر اسکی نسبت کہا جائے کہ یہ مسلمانوں کا ایک فرض دینی ہے تو حکام مسلمانان اجودھیا کی نظیر اور تمام مسلمانان ہند کا اتفاق سامنے کرکے سبکدوش ہوجائیں ! !

ویل لہم ثم ویل لہم

افسوس ہے کہ نہ تو خود زمانے کے پاس دماغ ہے اور نہ کسی کے پاس دماغ دیکھنا پسند کرتے ہیں ۔ ان نادانوں کو کون سمجھائے کہ لکھنے پڑھنے کیلیے قلم دوات کے علاوہ اور بھی چند چیزوں کی ضرورت ہوا کرتی ہے ' اور عقل و دانائی ایک شے ہے جس کا ثبوت مانگنے کا ہمیں ہر مدعی انسانیت سے حق حاصل ہے ۔

یہ کیسی بد بختی ہے کہ اجودھیا کے مسلمانوں نے یہ نادانی کی اور پھر فیض آباد کے لوگوں نے بکمال فخر و بہ لہجۂ تحسین خواہ تار برقیاں بھیجکر خود ہی اسکی تشہیر بھی کرالی ' لیکن تمام ہندوستان میں ایک سرے سے لیکر دوسرے سرے تک کسی مدعی اسلام کی زبان سے صدا نہ اٹھی کہ قربانی کے روک دینے سے نماز عید کو ترک کرنا ایک بد ترین مثال ہے اور شرعاً مستوجب نفریں ' اور پھر اگر ایک شخص سے صبر نہوسکا تو اسکو ترک نماز پر ناراض ہونے کے جرم میں ملامت کی جاتی ہے ؟

سچ یہ ہے کہ نماز کی ان لوگوں کی نظروں میں وقعت ہی کب باقی رہی ہے کہ اسکے ترک کرنے پر کسی کو رنج و ملال ہو ۔ عملاً تو ترک ہی ہے ۔ عیدین کی نماز ایک میلہ کی صورت میں ضرور لوگوں کو جمع کر لیا کرتی تھی ۔ آج سے اسکا بھی خاتمہ ہوگیا کیونکہ اجودھیا میں مجسٹریٹ نے قربانی روک دی ہے ! انا للہ و انا الیہ راجعون ۔

حال میں نواب حاجی محمد اسحاق خاں صاحب نے ایک خط نواب وقار الملک کے نام شائع کیا ہے ۔ اس خط کے عام مطالب اور لا حاصل ماؤ شما سے تو مجھے کوئی تعلق نہیں ۔ البتہ انکا ایک جملہ مجھے بہت ہی پسند آیا اور میں اسے پڑھکر نہایت خوش ہوا ۔ انہوں نے لکھا ہے کہ آجکل اگر کوئی شخص عام خیالات کے خلاف کوئی بات کہدیتا ہے تو لوگ اسکے پیچھے پڑ جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ قوم فروش ہے ۔ لیکن ہزارہا مسلمان ہیں جو صریح احکام اسلامیہ کی عملاً توہین کر رہے ہیں مگر نہ تو کوئی انہیں ملامت کرتا ہے اور نہ اسپر کسی طرح کی نکتہ چینی کی جاتی ہے ۔

خدا تعالی جزاے خیر دے جناب نواب صاحب کو کہ انہوں نے یہ لکھکر میرے دل کو نہایت مسرور کیا ۔ میں کہتا ہوں کہ اسمیں

کچھہ شک نہیں کہ حفظ مصالح ملت و حریت قوم و جماعت از روے احکام شریعت فرض دینی ہے اور خدا تعالی نے الہلال کو سب سے پہلے اس امر کے اعلان و اشاعت کی توفیق دی ' لیکن اسکے کیا معنی ہیں کہ چند سیاسی مسائل کی نسبت تو اسقدر ہنگامہ و غلغلہ بپا کیا جاتا ہے ' مگر فرائض و ارکان دینی کی صریح توہین و تحقیر اور عمداً تساہل و تغافل پر (جو فی الحقیقت عمای الحاد ہے) کسی کی غیرت ملی اور رگ جہاد حقوق قومی متحرک نہیں ہوتی ' اور کوئی بہی خدا کی بخشی ہوئی زبان سے اسکی شریعت کے عمل و پابندی کی راہ میں کام لینا نہیں چاہتا ؟

اسکا ایک نہایت درد انگیز ثبوت یہی اجودھیا کا معاملہ ہے - یہ کسی رنج کی بات ہے کہ تقریباً تمام مسلمان اخبارات نے اس واقعہ پر بحث کی مگر کسی کو بہی خدا سے شرم نہ آئی کہ ترک نماز عید پر بہی دو ایک لفظ لکھدے - سچ یہ ہے کہ کسی کو اسکا حس بہی نہ ہوا ہوگا !

(٥) آپنے کانپور کے مسلمانوں کی نسبت لکہا ہے ' مگر جہاں تک میں سمجھتا ہوں ' نماز عید کا حکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل پر مبنی ہے - کانپور کے مسلمانوں پر نہیں - ممکن ہے کہ ایسا سمجھنے میں میں غلطی پر ہوں - رہا یہ کہ میں نے مسلمانان کانپور کو ترک نماز عید پر ملامت نہ کی تو جس فعل کا مجھے علم نہ ہو ' اسپر پیشگی ملامت کرنے کی قدرت کہاں سے لاؤں ؟

اگر کانپور کے مسلمانوں نے ایسا کیا تو اسی طرح انپر بہی ہزار افسوس ' جس طرح اجودھیا کے مسلمانوں پر ' لیکن جہاں تک میرا حافظہ اور علم کام دیتا ہے ' میں آپکی روایت کو تسلیم نہیں کرسکتا - مسلمانان کانپور نے بیشک عید الفطر کی نماز عید گاہ میں نہیں پڑھی تہی کیونکہ نہایت شرارت کے ساتھہ مشہور کیا گیا تہا کہ ہندو مسلمانوں میں فساد ہوگا - لیکن اسکی جگہ مسجدوں میں پڑھی تہی ' اور عذر کی بنا پر مسجد میں نماز عید پڑھنا بالاتفاق جائز ہے - بلکہ شوافع کے نزدیک تو بصورت وسعت مسجد ' افضل و اولی ' جیسا کہ کتب قوم میں بہ تصریح ظاہر کیا گیا ہے -

پس کہاں نماز عید کو بالکل ترک کر دینا ' اور کہاں عید گاہ کی جگہ مسجد میں پڑھنا ؟ افسوس ہے کہ آجکل غلط بیانی روایات میں اسقدر بڑھگئی ہے ' گویا نعوذ باللہ شریعت اسلامیہ نے جہوٹ کو جائز کر دیا -

آپ نے لکہنو کے تعزیہ دار سنیوں کی مثال پیش کی ہے - اب اسکا جواب کیا دوں سوا اسکے کہ مسلمانوں کی حالت پر روؤں کہ کیوں انکا خدا اُنسے روٹھہ گیا ہے ؟ اور کیوں انکی عقلوں پر اسکے غضب نے قفل چڑھا دیے ہیں ؟ آپنے نماز عید کے ذکر میں لکہنو کی یہ مثال دیدی ' لیکن آپکو کیا معلوم کہ اسے پڑھکر میرے دل کا کیا حال ہوا ؟ کاش خدا آپکو اتنی دیر کیلیے پتھر کی صورت میں بدل دیتا جس وقت آپنے نماز عید کے تذکرہ پر تذکرہ تعزیہ داری سے صحبت ڈالی تہی ' تاکہ یہ سطریں آپکے قلم سے نہ نکلتیں -

رہا اصل واقعہ تو افسوس کہ لوگ بہ تعریف شاطر کی چالوں کو نہیں سمجھتے اور اگر سمجھتے تو صورت حال مختلف ہوتی - یہ کیا بات ہے کہ جس جگہ پچہلے سال بحکام نے مسلمانوں کا ساتھہ دیکر قربانی کرائی تہی ' آج وہیں حکماً بند کرا دی جاتی ہے ' اور کانپور کا معاملہ ہمارے سامنے ہے ؟

کیا اسکے سوا اور بہی کچھہ مقصود ہوسکتا ہے کہ دو قوموں کے اتحاد کی چند صدائیں جو اوٹھنے لگی ہیں ' خود اپنا ہاتھہ درمیان میں رکھکر آسے اس طرح روک دیا جاے کہ پھر از سر نو یورپی قوت سے یہ مسئلہ چھڑ جاے ؟

ہندو مسلمانوں کی نا اتفاقی کی شاخیں ہم پر پہیلی ہوئی ہیں ' لیکن اسکا بیج کسی دوسری ہی جگہہ ہے ' اور قربانی کا مسئلہ اسکے لیے ایک بہترین آلہ حکام کے ہاتھہ آگیا ہے -

شاعر ہند

مسٹر ربندر ناتھہ ٹگور

جنہیں حال میں ایک لاکھہ بیس ہزار روپیہ کا نوبل پرائز دیا گیا ہے - مسٹر موصوف کی اصل شاعری بنگلہ زبان میں ہے جس کا ترجمہ خود انہوں نے انگریزی میں شائع کیا اور تمام ارباب کمال کو مسخر کرلیا -

زر اعانۂ " شہداء کانپور "

اعلی اللہ مقامہم

اخباروں میں یہ بحث چھڑ گئی تہی کہ جو روپیہ مسئلۂ مسجد کانپور کے متعلق جمع ہوا ہے ' اب کہ مقدمات باقی نہ رہے ' انکا مصرف کیا ہوگا ؟

لیکن مجھے تحقیق کرنے سے معلوم ہوا کہ حادثۂ ٣ - اگست کے متعلق جن عورتوں اور بچوں کی اعانت ضروری ہے جو اس روپیہ کا اصل مقصود تہا ' انکی تعداد اور ضروریات کے لحاظ سے دو سو روپیہ ماہوار کی مستقل آمدنی درکار ہے - پس جسقدر روپیہ جمع ہوا ہے ' اُسے ایک ملی بیت المال کی صورت میں محفوظ رکھنا چاہیے اور کوئی عمدہ طریقہ ایسا اختیار کرنا چاہیے کہ صرف اُسکی آمدنی سے یتیموں اور بیوہ عورتوں کی مدد ہوتی رہے -

الہلال کی فہرست میں ابتک جسقدر روپیہ جمع ہوا ہے ' اسکا میزان کل مع بقیہ فہرست شرکاء اعانت آئندہ اشاعت میں درج کر دیا جائیگا - اب یہ فہرست الہلال میں بند کی جاتی ہے -

الہلال کی ایجنسی

ہندوستان کے تمام اردو ' بنگلہ ' گجراتی ' اور مرہٹی ہفتہ وار رسالوں میں الہلال پہلا رسالہ ہے ' جو باوجود ہفتہ وار ہونے کے ' روزانہ اخبارات کی طرح بکثرت متفرق فروخت ہوتا ہے - اگر آپ ایک عمدہ اور کامیاب تجارت کے متلاشی ہیں تو درخواست بھیجیے -

۴ محرم الحرام

ذلک یوعظ به ، من کان منکم یومن بالله والیوم الاخر !

" الا ، ان حزب الله هم الغالبون ! "

۱۳۳۰ هجری

خاتمۂ سخن و آغاز عمل

(۲)

التائبون العابدون الحامدون السائحون الراکعون الساجدون الآمرون بالمعروف و الناهون عن المنکر و الحافظون لحدود الله ، و بشر المومنین (۹ : ۱۱۳)

وہ ، جو توبہ کرنے والے ہیں ، اللہ کے عبادت گذار ہیں ، اُس کی حمد و ثنا ہمیشہ ورد زبان رکھتے ہیں ، اسکی راہ میں اپنے گھروں کو چھوڑ کر سفر کرتے ہیں ، اسکے آگے رکوع و سجود میں مشغول رہتے ہیں ، نیک کاموں کا حکم دیتے ہیں ، برائیوں سے روکنے والے ہیں ، اور سب سے آخر یہ کہ اللہ نے جو حدود قائم کردیے ہیں ، اُن سب کے محافظ ہیں ، تو ایسے مومنوں کو دین و دنیا کی فتح یابیوں کی خوشخبری سنا دو !!

غیر من در پس این پردہ سخن سازے هست * راز در دل نتوان داشت که غمازے هست
زخم کا ریست ، صراحي و قدح بر چینید * نیم بسمل شدہ ، بر سر پروازے هست
بلبلاں رو زگلستاں به شبستاں آرید * که درین کنج قفس زمزمه پردازے هست
عشق نازیم به معشوق مزاجي انداخت * زاں نیاز یم که با اوست ، بخود نازے هست
گو که این صف شکناں قصد ضعیفاں نکنند * که دریں قافله گاهے قدر اندازے هست
تو مپندار که این قصه بخود می گویم * گوش نزدیک لبم آر که آوازے هست

بی نظیري نرسیدست که امروز رود
صحبتے را بود انجام که آغازے هست !

(ظهر الفساد فی البر و البحر)

آج دنیا پھر تاریک ہے - وہ روشني کیلیے پھر تشنه ہے وہ پھر سوگئي ہے جس سے بار بار آسے جگا یا گیا تھا ، اور پھر آسے بھول گئي ہے جس کي تلاش میں بار بار نکلي تھی - اسکا وہ پرانا دکھ جسکے علاج کیلیے خدا کے رسولوں نے آہ و زاري کي ، اور جس کو چھٹي صدي عیسوي میں اللہ کے ہاتھوں سے آخري مرہم نصیب ہوا ، آج پھر تازہ ہوگیا ہے -

جو تاریکي چھٹي صدي عیسوي میں جہالت نے پھیلائي تھی جبکه اسلام کا ظہور ہوا تھا ، ویسي ہي تاریکی آج تہذیب و تمدن کے نام سے پھیل رہي ہے جبکه اسلام اپني غربة اولی میں مبتلا ہے - اگر اُس زمانے میں دنیا کي سب سے بڑي تاریکي بت پرستي تھي تو اُس کي جگه آج ہر طرف نفس پرستي چھا گئي ہے - پہلے انسان پتھر کے بتوں کو پوجتا تھا - اب خود اپنے تئیں پوجتا ہے ، خدا کي پرستش اس وقت بھي نه تھي اور اُس کے پوجنے والے آج بھي نہیں ہیں !

دنیا کي وہ کونسی پرانی بیماری ہے جو آج پھر عود نہیں کر آئي ہے ؟ جبکه وہ بیمار تھي تو کیا اُس کی حالت ایسي ہي نه تھي جیسی که آج ہے ؟ پہلے وہ پتھر کي چٹان پر بیماري کی کروٹیں بدلتی ہوگی ، اب چاندي اور سونے کے پلنگ پر لیٹ کر کراہتي ہے ، لیکن بیمار کے بستر کے بدل جانے سے بیمار کی حالت نہیں بدل سکتي -

جنسي اور نسلي تعصبات کروڑوں طاقتور انسانوں کو اپنا اسلحه بنائے ہوے ہیں - ضعف اور کمزوري سے بڑھکر قوموں اور ملکوں کیلیے کوئي جرم نہیں - ہر قوم جو طاقت رکھتي ہے ، خدا کی تمام دنیا کو صرف اپنے ہي لیے سمجھتي ہے اور اسکے کمزور بندوں کیلیے عدالت کے ایک جج کی طرح موت کا فتوی صادر کرنے میں بالکل بے باک ہے - حق اور عدالة کے الفاظ لفظاً جسقدر زیادہ دہرائے جا رہے ہیں ، معناً اِتنے ہي متروک ہوگئے ہیں اور نوع انساني کي مساوات و امیدت کی حقیقت ، قوت کے زور اور طاقت کے ادعا سے پامال ہے !

انسان لہو و لعب حیات اور غرور زخارف دنیوی کے نشے سے شاید ہی کبھی اس درجہ بد مست ہوا ہوگا ' جیسا کہ اس وقت ہو رہا ہے - اسکی معصیۃ پرستی قدیمی ہے اور شیطان اسی وقت سے موجود ہے جس وقت سے کہ انسان ہے ' تاہم معصیت کی حکومت اتنی جابر و قاہر کبھی بھی نہ ہوئی تھی ' اور شیطان کا تخت اس عظمت و دبدبے سے کبھی بھی زمین کی سطح پر نہیں بچھایا گیا تھا جیسا کہ اب قائم و مسلط ہے - .

یہ سب کچھ دیہات کے سادے میں نہیں ہو رہا بلکہ علم و مدنیۃ کے گھمنڈ میں - بیماری وہی ہے جس نے ہاتھ و کرد پر دنیا کو لوٹاتا تھا ' البتہ اب وہ سنہری پلنگ پر لیٹ گئی ہے اور موتیوں کی مسہری کے پردے چار طرف گرا دیے گئے ہیں -

ایسا ہونا ضرور ہے - کیونکہ چشمہ خشک ہوگیا ہے اور وہ نالیاں مٹی سے بھر گئی ہیں جنکی آب پاشی سے خدا پرستی کا چمن شاداب رہتا تھا - دنیا کی ہر چیز نمک سے نمکین بنائی جاتی ہے ' پر اگر نمک کا مزہ پھیکا ہو جائے تو وہ کس چیز سے نمکین کیا جائیگا ؟ (متی - ٥ : ١٣)

جو قوم تمام دنیا کی اصلاح کیلیے آئی تھی ' اگر وہ خود ہی اصلاح کی محتاج ہو جائے تو پھر کون ہے جو دنیا کی اصلاح کریگا ؟ خدا ہمیشہ اس کام کیلیے اپنی جماعت دنیا میں بھیجتا ہے اور خدا نے مسلمانوں ہی کو حزب اللہ یعنے اپنی جماعت قرار دیا تھا - پھر اگر وہی حزب الشیاطین کا ساتھ دینے لگیں تو اللہ کے پاس جانے والے کس کو ڈھونڈھیں ؟

پس آج وقت آگیا ہے کہ اسلام پھر ایک مرتبہ اپنے اس عرص کو دہرائے جو وہ ایک بار انجام دے چکا ہے ' اور مسلمان اپنی اصلاح خود اپنے لیے نہیں ' بلکہ دوسروں کیلیے کریں ' تاکہ انکی درستگی سے تمام عالم درست ہو ' اور چشمے کی روانی سے تمام کھیت سرسبز ہو جائے -

اسلام کا مشن ابھی ختم نہیں ہوا ہے - دنیا جسقدر اسکی تعلیم کی اس وقت محتاج تھی ' جبکہ چھٹی صدی عیسوی میں اس نے جزیرہ نماے عرب سے اپنی صورت دکھلائی تھی ' اس سے کہیں زیادہ آج بھی اسکے کاموں کی محتاج ہے - اسکو اپنے امن و نظام کیلیے ' اپنی عدالۃ و صداقت کے قیام کیلیے ' اپنی سفاکیوں اور بے رحمیوں کے ازالے کیلیے ' اپنی صلح عام اور امنیت عمومی کے ظہور کیلیے ' اصلاح انسانیۃ اور استیصال سبعیت و بہیمیت کیلیے ' اور سب سے آخر یہ کہ خدا کے ٹوٹے ہوے رشتے کو پھر جوڑنے کیلیے صرف اسلام ہی کی ضرورت ہے اور صرف اسلام کی - اسلام کے فرزند خود اسلام سے بے نیاز ہوگئے ہوں مگر دنیا ابھی بے نیاز نہیں ہوسکتی !

(امۃ وسطاً)

لیکن جو آتشدان خود آگ سے خالی ہوگا ' وہ کمرے کو گرم نہیں کرسکتا - اسکے لیے ضروری ہے کہ مسلمان سب سے پہلے خود اپنے اندر تبدیلی کریں - کیونکہ انکی تبدیلی پر تمام عالم کی تبدیلی موقوف ہے -

اسکیلیے رسمی انجمنوں کا قائم کرنا بیکار ہوگا اور روپیہ کی فراہمی سے دلوں کی جمعیت ممکن نہیں - اسکے لیے وہ تمام طریقے بھی بیکار ہونگے ' جنکا بلند سے بلند نمونہ آجکل کے کام پیش کرسکتے ہیں - عمدہ مقاصد کے اعلان سے عمدہ نتائج نہیں حاصل ہو جاتے - اگر صرف مفید تعلیمات و مواعظ کا دہرا دینا ہی کسی قوم میں تبدیلی پیدا کرسکتا ہے تو یہ پیشتر ہی سے اسقدر موجود ہے کہ اب اسکے لیے کسی نئی جماعت کی ضرورت نہیں - اصول معلوم ہیں اور تعلیمات چھپے ہوے راز نہیں ہیں - ضرورت صرف اسکی ہے کہ انہی اصولوں اور تعلیموں کے ماتحت اعمال و افعال کے اندر تبدیلی پیدا ہو -

(اذہبوا فتحسسوا !)

اسکا وسیلہ ایک ہی ہے جیسا کہ ہمیشہ رہا ہے - یعنے ضرورت ہے کہ جس کو دنیا نے ہمیشہ ڈھونڈھا ہے ' اسی کی تلاش و جستجو میں آج پھر نکلے ' جس پانی کے لیے وہ ہمیشہ پیاسی رہی ہے اسی کے لیے پھر آوارہ گردی کرے ' جس مقصود کی تڑپ میں ہمیشہ مضطر رہی ہے ' اسی کو پھر پکارے - یعنی عشاق الہی کی ایک ایسی جماعت اکٹھی ہو ' جو صرف خدا کیلیے ہو اور انسانوں میں رہکر اپنے تئیں انسانوں سے الگ کرلے کہ :

ترک ہمہ گیر و آشناے ہمہ باش !

باوجود اعلان ختم سخن ' ١٩ - ذی الحجہ کی اشاعت میں میں نے پچھلی صحبتوں کی بہت سی باتیں دہرائیں اور بہت سی نئی باتیں بھی کہیں - یہ اسلیے تھا ' تا کہ اس نقطۂ کار کو تمھارے ذہن نشین کرسکوں کہ جب تک اصلاح عالم کے ان الہی سلسلوں کے ماتحت ہم ایک جماعت پیدا نہ کرینگے ' جو دنیا میں ہمیشہ تاریکیوں اور گمراہیوں کے انتہائی دوروں میں ظاہر ہوے ہیں ' اور جب تک ہماری کوششیں انسانی جماعتوں اور انجمن آرائیوں کی جگہ خدا کے رسولوں اور نبیوں کے اعمال سے سنت پیدا نہ کرینگی ' اس وقت تک ہم کچھ نہیں کرسکتے - نہ ہمارا وجود خود اپنے لیے مفید ہوسکتا ہے ' نہ دنیا کیلیے -

اب غور کرو کہ پچھلی صحبتوں میں میں کن کن امور کی طرف اشارہ کرچکا ہوں ؟ میں نے کہا کہ دنیا نے اپنے ہر اصلاح و دعوت کے دور میں ایک ہی مقصود کو ڈھونڈھا ہے ' پس میں کہتا ہوں کہ آج بھی اسی کو ڈھونڈھو - میں نے کہا کہ اس تلاش و جستجو کی آخری پکار وہ تھی جو داعی اسلام (علیہ الصلوۃ و السلام) نے دنیا کی آخری فراموشی و غفلت کے وقت بلند کی ' پس میں کہتا ہوں کہ آج بھی اسی صدا کو بلند کرو - میں نے کہا کہ اصلاح و دعوۃ کی پہلی بنیاد جماعت اور اسکا عملی نمونہ ہے ' پس میں کہتا ہوں کہ آج بھی " جماعت " اور " نمونہ " کے سوا کوئی شے مطلوب نہیں - میں نے کہا کہ اسلام نے صحابۂ کرام کی ایک جماعت پیدا کی جنکا ہر فرد اپنے اندر دعوۃ اسلامی کا ایک عملی نمونہ رکھتا تھا اور وہی نمونہ تھا جس کا ایک ہی نظارہ ملکوں اور اقلیموں کی فتح و تسخیر کیلیے کافی تھا ' پس میں آج بھی ان سب سے جو دل اور آنکھ رکھتے ہیں اور جنکی آنکھیں اشکبار ہونا اور جنکے دل خونچکاں ہونا جانتے ہیں ' عاجزی کرکے اور گڑگڑا کے یہی کہتا ہوں کہ اپنے اندر نمونہ پیدا کرو -

ہاں ' میں نے کہا تھا کہ انسانی دلوں کی تبدیلی ' انسانی صداؤں سے نہیں ہوسکتی ' اسکے لیے ضرورت ہے کہ اپنی زبان کے اندر سے خدا کی آواز بلند کرو - لیکن خدا کو تم کہیں کر پاؤگے جب کہ اس قدوس و قدیم کیلیے تمھارے پاس گھر ہی نہیں ہے ؟ اس محبوب و مطلوب کو کہاں بٹھاؤگے ' جبکہ تمھارے پہلو میں اسکے بسنے کیلیے کوئی اجڑا ہوا دل ہی نہیں ہے ؟

معمورۂ دلے اگرت ہست ' باز گوے

کین جا سخن بہ ملک فریدون نمی رود

اسکے قدیم حسن سے صرف وہی دل رونق پاسکتے ہیں جو اسکی

محبت میں ویران ہوچکے ہیں مگر محبت کا اولین ثبوت محبوب کی اطاعت اور خود فروشانہ بندگی ہے :

ان المحب لمن یحب یطیع !

(حزب اللہ)

پس اُن تمام راستباز روحوں کیلیے جو دین الہی کی غربت پر کڑھتی اور روتی ہیں ' اُن تمام مومن و مسلم دلوں کیلیے جو حق کی مظلومی اور امیت و عدالت کی بے بسی کو دیکھکر غمگیں ہیں ' اور اُن تمام خدا پرست انسانوں کیلیے جو اپنے خدا کو چھوڑنا اور اُس سے اپنا رشتہ منقطع کرنا نہیں چاہتے ! " حزب اللہ " کی دعوۃ ایک پیغام الہی ہے ' جو خدا کے برگزیدہ رسولوں اور انکے متبعین و رفقا کے سلسلوں کے ماتحت چاہتی ہے کہ راستبازی اور صادق العملی کے ساتھہ ' مومنین مخلصین اور مسلمین قانتین کی ایک جماعت پیدا ہو ' جو اپنے تئیں " حزب اللہ " یعنے مومنین صادقین کہلانے کی اہل و مستحق ثابت کرے - اگر ایسا ہوا تو پھر خدا اُسے اپنے کاموں کیلیے اُسی طرح چن لیگا ' جیسا کہ ہمیشہ اُس نے چنا ہے ' اور اُسے وہ نسبت نبوت و صدیقیت حاصل ہو جائیگی جو ماموریں الہی کے متبعین کو فناء اتباع و اطاعت کے وسیلہ سے حاصل ہوتی ہے ' اور جس کو لسان الہی نے مقام " معیت " سے تعبیر کیا ہے - جیسا کہ قرآن میں جا بجا کہا گیا :

(۱) محمد رسول اللہ ' و الذین " معہ "

(۲) قد کانت لکم اسوۃ حسنۃ فی ابراہیم و الذین " معہ "

(۳) من یطع اللہ و الرسول ' فاولئک " مع " الذین انعم اللہ علیہم من النبیین و الصدیقین و الشہداء و الصالحین ' و حسن اولئک رفیقا -

(۴) کونوا " مع " الصادقین (۱)

پس جیسا کہ تیسری آیت سے ظاہر ہے ' جو لوگ جماعۃ (التی انعم اللہ علیہا) کی اطاعت و متابعت کے ذریعہ انبیا و شہدا ' اور صدیقین و صالحین کے مقامات الہیہ سے نسبت " معیت " حاصل کرلیں گے ' وہ اُن تمام انوار الہیہ اور برکات ربانیہ کا مورد و مہبط ہونگے ' جو انبیاؤ صدیقین کیلیے مخصوص ہیں ' اور من جملہ اُن برکات نبوت کے ایک بہت بڑی برکت ' دعوۃ و اصلاح کی فتح مندی اور تعمیرات ممالک و امم ہے -

امتوں کی اصلاح کرنا ' خدا سے اسکے غافل بندوں کو ملا دینا ' اعتقاد و اعمال کے عالم کو یکسر پلٹ دینا ' نئی قوموں اور نئی جماعتوں کو پیدا کر دینا ' پھر نتیجہ کی ناکامی سے بے خطر ' اور تمام موانع مادیۂ و دنیویہ کے حملوں سے بے پروا رہنا ' اور اسی طرح کی وہ تمام باتیں جو دلوں اور روحوں کی سرزمینوں میں انقلاب و تعمیر پیدا کردیتی ہیں ' وہ سب کے سب صرف خدا کے رسولوں اور اسکے بھیجے ہوے ربانی مصلحین ہی کے کام ہیں - محض انسانی دماغ سے اٹھے ہوے جوش اور انسان کے گڑھے ہوے چند جماعتی کھلونے خدا کے اِن کاموں کو انجام نہیں دیسکتے - اگر ایسا ہو تو دنیا سے امان اٹھہ جاے اور ہر انسان دلوں کا مالک اور ہر ارادہ قوموں کا تسخیر کنندہ بن جاے -

(شروط کار)

لیکن ایسا ہونے کیلیے ضرور ہے کہ کامل خلوص اور سچی قربانی کے ساتھہ خدا کے چند مخلص بندے اسکے نام پر اپنے تئیں عام لوگوں سے الگ کرلیں ' اور خدا اور اسکے سچے مومنوں میں عہد و میثاق اسلام کی ایک مرتبہ پھر تجدید ہو جاے - وہ گو ابھی عمل میں ناقص ہوں لیکن ضرور ہے کہ تلاش و تشنگی میں پکے ہوں ' اور گو اسکی راہ میں قدم نہ اٹھا سکے ہوں پر اسکی یاد میں ضرور غمگین ہوں - کچھہ ضرور نہیں کہ اُنکی تعداد زیادہ ہو - کیونکہ دنیا میں تعداد نہیں بلکہ ہمیشہ تنہا صداقت کام کرتی ہے ' اور ایک ہی سچے موتی کا ہار میں ہونا اس سے بہتر ہے کہ کانچ کے چمکیلے ٹکڑوں کا پورا ہار بنایا جاے - نہ یہ بھی ضرور نہیں کہ وہ جاہ و حشمت کے مالک اور بڑے بڑے مکانوں میں رہنے والے اور قیمتی پوشاکوں سے حسین و شاندار ہوں - کیونکہ صداقت کا گھر ہمیشہ سے خاک و گرد ہی میں رہا ہے اور جہاں ویران دل مطلوب ہوں ' وہاں آباد و پُر رونق جسموں کی ضرورت نہیں -

ہاں ' وہ جماعت خواہ تعداد میں کتنی ہی قلیل و اقل ' اور عزت و شوکت دنیوی کے اعتبار سے کیسی ہی ذلیل و اذل ہو ' پر ضرور ہے کہ اسکا ظاہر جتنا حقیر ہو ' اتنا ہی اسکا باطن عزیز و جلیل ہو - اسکے چہرے گرد فلاکت سے سیاہ ' پر دل نور صداقت و حق پرستی سے تابندہ و درخشاں ہوں - اسکے جسم پر پھٹے ہوے کپڑے ہوں مگر دوش ہمت پر تاج و تخت حکومت کی مکلل چادروں سے بھی بڑھکر قیمتی ردائیں پڑی ہوں - وہ پہاڑوں کی چٹانوں سے بڑھکر محکم ارادہ ' اور لوہے کے ستونوں سے زیادہ مضبوط ہمت لیکر اٹھے ' اور بہ یک دفعہ و بہ یک دم ' محسوس کرے کہ اسکے پاس زندگی کی قوتوں میں سے جو کچھہ تھا ' وہ اب اسکا نہ رہا بلکہ اسلام اور خدمات اسلام کے سپرد ہوگیا - اُسکی جان خود اُسے اتنی محبوب ہے کہ اگر ایک ہزار برس تک بھی چھوڑ دی جاے جب بھی اسکا جی نہ بھرے ' وہ سمجھے کہ اب ایک لمحہ اور ایک لمحہ کے دسویں حصے کیلیے بھی اُسے محبوب نہ رہی - وہ مال و دولت جس کے ایک حقیر سے حقیر حصے کی حفاظت کیلیے وہ بسا اوقات اپنی جان جیسی محبوب شے کی بھی پروا نہیں کرتا ' خود اپنی آنکھوں سے دیکھہ لے کہ اگر راہ حق میں اُسے لٹانے کی ضرورت پیش آجاے تو خاک کے ڈھیر اور کوڑا کرکٹ کے انبار میں اور اُس میں کوئی فرق نہیں ہے - وہ اہل و عیال ' عزیز و اقارب ' جنکی محبت کی زنجیریں اسکی رگ جاں سے بندھی ہوئی ہیں ' خود اسکا دل اندر سے پکار اٹھے کہ راہ حق میں انکی بندش کچے تاگے کی قوت سے بھی کمزور ہے - اگر خدا تک پہنچنے کیلیے اسکو توڑنا ضروری ہو تو ایک ہی جھٹکے میں پارہ پارہ ہو سکتی ہیں :

آنکس کہ ترا بشناخت ' جاں را چہ کند ؟
فرزند و عیال و خانماں را چہ کند ؟
دیوانہ کنی ہر دو جہانش بخشی
دیوانۂ تو ہر دو جہاں را چہ کند ؟

قل ان کان آباؤکم و ابناؤکم و اخوانکم و ازواجکم و عشیرتکم و اموال اقترفتموہا و تجارۃ تخشون کسادہا ' و مساکن ترضونہا ! احب الیکم من اللہ و رسولہ ' فتربصوا حتی یاتی اللہ بامرہ و اللہ لا یہدی القوم الفاسقین (۹ : ۲۴)

" اگر تمہارے باپ ' تمہارے فرزند ' تمہارے بھائی ' تمہاری بیویاں ' تمہارا خاندان ' تمہاری وہ دولت جو تم نے کمائی ہے ' وہ کاروبار دنیوی جسکے نقصان کا تمہیں ہر وقت اندیشہ لگا رہتا ہے ' وہ مکان و جائداد جو تمہیں نہایت محبوب ہیں ' غرضکہ یہ تمام چیزیں اگر تمہیں اللہ اور اسکے رسول اور اسکی راہ میں صرف قوت کرنے سے زیادہ محبوب و عزیز ہوں تو پھر خدا کی راہ سے ہٹ جاؤ - یہاں تک کہ اُسے جو کچھہ کرنا ہے کر گذرے - وہ اپنے کاموں کیلیے تمہارا محتاج نہیں ہے -

اور اُس کی ھدایت اسکے لیے نہیں ہے جنکے اندر ایمان کے ایثار و قربانی کی جگہہ ' ہستی کی نفس پرستی بھری ہوئی ہے "

پس اگر یہ سب کچھہ تم کر سکے اور خدا کی راہ میں قربانی کے اُس جانور کی طرح زمین پر گر گئے ' جسکے لیے چھری تیز کی جا رہی ہو ' تو میں تم سے سچ سچ کہتا ہوں کہ اس آسمان کے نیچے کوئی چیز بھی ایسی نہیں ہے جو خدا کی راہ میں قربان ہونے والوں کے حکم سے باہر ہو - جن چیزوں کی آرزو میں تم کڑھتے ہو مگر تمھیں نہیں ملتیں ' جس معشوقۂ حریت کی تلاش میں تم سرگرداں ہو مگر ہاتھہ نہیں آتا ' جن مصائب قومی اور ہلاکت ملی کے دور کرنے کیلیے آہ و واویلا مچاتے ہو مگر جسقدر اسکی گرھیں کھولنا چاھتے ہو ' اُتنی ہی وہ اور سخت ہوتی جاتی ہیں ' یہ سب چیزیں خود بخود تمھارے پاس آ جائیں گی ' بلکہ حقیقت یہ ہے کہ ان دنیا کی تو کیا ہستی ہے ؟ وہ مقصود و مطلوب اعلیٰ جو تمھاری ہستی کا اصلی نصب العین ہے مگر جسے تم بھولے ہوے ہو ' وہ بھی تمھیں خود ڈھونڈھے گا ' تا تمھارے سامنے اعادہ ہو ' اور تمھاری امانت تمھارے سپرد کر دے -

پھر تمھاری دعوت ایک نفیر ہوگی جو دلوں کو تسخیر کیے بغیر نہ رہیگی - تمھاری ایک گردش چشم ہزاروں دلوں کو منقلب کردیگی - تمھارے ایک اشارۂ ابرو پر لاکھوں روحیں زمین پر لوٹتی اور خاک پر تڑپتی ہوئی تمھارے پیچھے روانہ ہوجائینگی - تمھاری زبان سے جو کچھہ نکلے گا ' اللہ کے فرشتے آکے اپنے نورانی پروں پر اٹھالیں گے اور تم جب انہی پکاروگے تو انس و قبول کی ارواح سماویہ تمھاری صداؤں کو اپنی آغوش میں لے لیں گی تا دلوں کی جگہ زمین پر گر کر ضائع نہوں - اگر زمین کے بسنے والے تمھارا ساتھہ دینے سے انکار کردینگے تو یقین کرو کہ خدا اپنے ملائکۂ مسومین اور کروبیان مقربین کو اُتاریگا ' تا وہ تمھارے پیچھے پیچھے چلیں اور اگر انسانوں کے دل تمھاری صداقت اور حقانیت سے انکار کرینگے تو وہ ہوا کے پرندوں ' دریاؤں کی موجوں ' پہاڑوں کی چوٹیوں ' اور درختوں کی ڈالیوں کو حکم دیگا کہ تمھاری سچائی اور راستبازی پر گواہی دیں - اور میں تم سے سچ سچ ' آسمانوں اور زمینوں کے مالک کی قسم کھاکر کہتا ہوں کہ جس طرح مجھے اپنے وجود کا یقین ہے ' بالکل اسی طرح اسکا بھی یقین ہے کہ حق اور راستی ساری میں وہ قوت ہے کہ اگر وہ چاہے تو پہاڑوں کو اپنی جگہ سے ہلا دے اور سمندروں کی موجوں پر اپنا تخت بچھا دے -

عزیزان ملت ! جبتک تمھارے اعمال کے اندر قرآن کی روح جاری و ساری ہوجائیگی ' تو پھر تم خدا کے کلام کے حامل ہوگے اور خدا کا کلام بہت سے انسانی دلوں کو جو گوشت کے ریشوں سے بنے ہیں ' نرم نہ کر سکے ' مگر پہاڑوں کی چٹانوں کو تو اپنی جگہہ سے ہلا دیتا ہے !

لو انزلنا ھذا القرآن علی جبل لرایتہ خاشعاً متصدعاً من خشیۃ اللہ ' و تلک الامثال نضربہا للناس لعلہم یتفکرون !! (۵۹ : ۲۱)

" اگر ھم نے قرآن کو کسی عظیم الشان پہاڑ پر نازل کیا ہوتا ' تو تم دیکھتے کہ وہ پتھر کا وجود بھی خوف الہی سے اللہ کے آگے جھک جاتا اور اسکا سینہ شق ہوگیا ہوتا (پر افسوس کہ انسان سنتا ہے مگر سرکشی سے باز نہیں آتا) اور یہ تمثیلیں ھم لوگوں کیلیے بیان کرتے ہیں تا کہ سوچیں اور غفلت سے باز آئیں !! "

اسمیں شک نہیں کہ میری تمہید طویل ' اور انتظار کا زمانہ منتظروں پر شدید تھا ' تاھم میری طبیعت کسی طرح راضی نہیں ہوتی تھی کہ اپنے دل کی تمام آرزوؤں کو ظاہر کیے بغیر کسی کو اپنے ساتھہ چلنے کی دعوت دوں - پھر یہ بھی تھا کہ اسی ضمن میں ارادوں کا استقلال اور طلب کی صداقت کیلیے بھی ایک ابتدائی آزمایش تھی کہ جو لوگ چند دنوں تک سماع مطلب کا انتظار نہیں کرسکتے ' وہ آگے چلکر خطرات سفر کیلیے کیونکر مستعد ہوسکتے ہیں ؟

لیکن اب کہ میں اپنی تمہید ختم کرچکا ہوں اور میری آرزوئیں بے نقاب اور میری خواہش غیر مستور ہے ' تو ہر شخص کو موقعہ حاصل ہے کہ اپنے دل سے پوری طرح سوال و جواب کرلے اور دل کیلیے کوئی بات سونچنے اور سمجھنے کی اٹھا نہ رکھے - اس سفر کا ارادہ خدا نے میرے دل میں ڈالدیا ہے اور اگر پانی میرے پاس نہیں ہے تو الحمد للہ کہ اپنی پیاس کی طرف سے تو مطمئن ہوگیا ہوں - میں اٹھا ہوں اور اب چلونگا - میرا چلنا اٹل ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ حرکت مقدر ہوچکی ہے - میرے پاؤں میں سب سے زیادہ بوجھل زنجیر اپنے نفس اور اسکی ہوا پرستی کی ہے جسکے ولولوں اور چھپی ہوئی معصیۃ پرستیوں کے طوفانوں میں ہمیشہ موجیں اٹھتی رہتی ہیں ' اور میرے ارادے کو تہ و بالا کر دینا چاہتی ہیں :

صد بند دل اگرچہ بہر سو گماشتیم

اسکے بعد اپنے وجود سے باہر نفس انسانی کے ملتہ ہاے ابلیسی کے بند و علائق ہیں ' جو گو بہت سے ٹوٹ چکے ہیں لیکن جتنے باقی ہیں ' وہ بھی کم نہیں اور ایسے سخت ہیں کہ بعض اوقات انہیں توڑنے کی کوشش کرتے کرتے تھک جاتا ہوں اور قریب ہوتا ہے کہ میری انگلیوں سے خون بہنے لگے :

ہزار رخنہ بدام و مرا نہ سادہ لی
تمام عمر در اندیشۂ رہائی رفت

انما اموالکم و اولادکم فتنۃ و ان اللہ عندہ اجر عظیم (۸ : ۲۹)

میں اس راہ کی سختیوں سے بے خبر نہیں ہوں ' لیکن انکی سختیوں ہی کے اندر اپنے نام کی پکار بھی پاتا ہوں - بارہا ایسا ہوا کہ نفس کی شرارتوں نے کانوں میں انگلیاں ڈالیں اور دل کی غفلت نے خوب شور مچایا ' تا کہ اُس آواز کو نہ سن سکوں اور اسکی طرف سے غافل ہوجاؤں - ایسا بھی ہوا کہ دن پر دن اور راتوں پر راتیں اسی کشمکش میں گذر گئیں ' روز مدت کے افسردہ ولولہ ہاے معصیت یکایک زندہ ہو کر اٹھہ بیٹھے ' تاہم یہ وقت بھی گذر گیا اور کان لگا کر غور کیا تو بند ہونے پر بھی ایک صدا تھی ' جو اسکے اندر گونج رہی تھی '

تو مپندار کہ این زمزمہ ز چہرے ہست !
گوش نزدیک لبم آر کہ آوازے ہست !

میں درمیان میں اپنی پکار بلند کرکے پھر چپ ہوگیا تھا ' کیونکہ جب میں نے اپنی جانب دیکھا تو معلوم ہوا کہ ابھی چند دنوں اور اپنی آزمایش کی ضرورت باقی ہے - اس راہ میں دعوت دینے کیلیے مقدم شرط یہ تھی کہ میں خود بھی اسی طرح طیار اور آمادہ ہو بیٹھوں کہ جس دن آغاز سفر کا اعلان کروں اُس دن سب سے پہلے خود اپنے پاؤں کو تمام زنجیروں سے خالی دیکھوں - پس میں اپنی فکروں میں غرق ہوگیا اور جس قدر زمانہ توقف کا خدا کو منظور تھا ' اس عالم میں بسر ہوگیا -

لیکن مجھے نظر آیا کہ ایسا ہونا ممکن نہیں - پانی اتنے اونچے تک پہنچ گیا ہے کہ اب دریا سے بھاگنا محال ہے ' اور قریب ہے کہ مدت کے بھاگے ہوے غلام کے پاؤں میں آخری مرتبہ ایک

ایسی بوجھل زنجیر ڈالدی جاے کہ پھر کبھی بھی اسکے پانوں اس جکڑبند سے باہر نہ نکل سکیں :

خلاص حافظ ازاں زلف تا بدار مباد
که بستگان کمند تو رستگارانند !!

الحمد اللہ کہ اللہ کی توفیق رفیق نے مجھے نہ چھوڑا اور جنکو وہ چھوڑدے تو اسکی دنیا میں پھر کون ہے جو انہیں پناہ دیسکتا ہے ؟

تو گر بر هم زنی سوداے دل ' بارے زیاں داری
مرا سرمایۂ دنیا و دیں نابود می گردد !

میں اب بہمہ وجوہ مستعد سفر ہوں اور همرهان سفر کیلیے صلاے عام ہے :

مردانہ قمارے کن ' دستے بدو عالم زن !
فصلے کہ نہی برنہ ' نقشے کہ زنی کم زن !
هر دم چو فلک لعبت ' از پردہ بروں آرد
ایں شعبدہ یکسو نہ ' ویں معرکہ برهم زن !
گر مہر نہی بر دل ' از شوق پیاپے نہ !
ور قفل زنی بر لب ' از رطل دما دم زن '
تو بہر چہ خاموشی ؟ کز عقل نیندیشی ؟
من پاس گہر دارم ' غواص نۂ ' دم زن '
ایماں ز یقین خیزد ' ور هرچہ بشک یابی
در آتش حرماں بیں ' یا بر محک غم زن !
بہر لیلیٰ جاں خواهی ' شمشیر بتارک زن
آگاهی دل جوئی ' الماس بہ مرهم زن '
مومن نتواں گفتن ' عاشق کہ مجاهد بست
رو بوسہ چو سرباراں ' بر طرۂ پر خم زن '

طریق کار و اغاز عمل

رب ادخلني مدخل صدقاً و اخرجني مخرج صدقا ' واجعل لي من لدنك سلطاناً نصيرا !

یہ جماعۃ " حزب اللہ " کے نام سے موسوم ہوگی کہ خدا تعالی نے مومنین مخلصین کو اسی لقب سے ملقب فرمایا ہے : الا ان حزب اللہ هم الغالبون -

(مقصد وحید)

اتباع اسوۂ حسنۂ ابراهیمی و محمدی علیهما الصلوۃ والسلام

بحکم

(۱) لقد كان لكم في رسول الله اسوة حسنة
(۲) قد كانت لكم اسوة حسنة في ابراهيم والذين معه

(دستور العمل)

التائبون العابدون الحامدون السائحون
الراكعون الساجدون الآمرون بالمعروف
والناهون عن المنكر والحافظون لحدود الله
وبشر المومنين (۹ : ۱۱۳)

خدا تعالی نے اس آیۃ کریمہ میں آٹھ وصفوں کو بیان کیا ہے جو مومنوں میں ہونی چاہئیں ' یا آٹھ قسم کے درجوں کو بیان کیا ہے جن میں سے ہر درجہ پچھلے سے اعلی و اکمل ہے اور یہی اس جماعت کا دستور العمل اور طریق کار ہوگا :

(۱) " التائبون " اصلاح و تزکیۂ نفس کا اولین مرتبہ توبہ و انابت ہے ' یعنی بندے کا اپنے اعتقاد و اعمال کی تمام گمراهیوں اور غفلتوں سے کنارہ کشی کرنا اور اللہ کے حضور عہد واثق کرنا کہ وہ آیندہ اسکی حرمات کے خلاف کوئی قدم نہ اٹھائیگا -

(۲) " العابدون " وہ جو مقام انابت کے بعد مقام عبادت تک مرتفع ہوے - مقام توبہ و انابت گذشتہ کا ترک تھا ' عبادت حال و مستقبل کا عمل ہے -

(۳) " الحامدون " : وہ لوگ جو دنیا میں انسانی اعمال کی مدح وثنا ' اور اغراض و مقاصد نفسانیہ کے غلغلے کی جگہ ' خداے قدوس کی حمد و ثنا کی پکار بلند کریں ' اور جو توفیق الہی سے اس انقلاب کا وسیلہ بنیں کہ دنیا مادہ پرستی کے شرور سے نجات پاکر حمد الہی کے ترانوں سے معمور ہوجاے -

(۴) " السائحون " - یعنی وہ لوگ جو حق اور صداقت کی راہ میں اپنے گھر اور وطن کے قیام کو ترک کرکے ' فرزند و عیال اور دوست و احباب کی الفت سے بے پروا ہوکے ' اور سفر کی تمام تکلیفوں اور مصیبتوں کو خوشی خوشی جھیل کر نکلیں ' اور خدا اور اسکی صداقت کے عشق میں شہر بشہر ' کوچہ بکوچہ گشت لگائیں - خدا کی دعوت کی صدا انکی زبانوں پر ہو ' اور هدایت الہی کی امانت دلوں میں - وہ ان دیوانوں کی طرح جو فراق محبوب میں جنگلوں کی خاک چھانتا ' اور آبادیوں اور انکی سڑکوں پر مارا مارا پھرتا ہے ' هر جگہہ پھریں ' اور اس بھکاری فقیر کی طرح جو ایک ایک دروازے پر صدا لگاتا ' اور هر شخص کے سامنے هاتھہ پھیلاتا ہے ' دنیا کے هر گوشے میں پہنچیں - کہیں هدایت کی صدا لگائیں تو کہیں سچے دلوں کا سوال کریں جس شخص کی جیب کو ورمی اور دل کو مفلس پائیں ' اسکے دروازے کا پتھر بنکر جم جائیں - اگر وہ دعاؤں سے خوش ہو تو دعائیں دیں ' اگر دل کا نرم ہو تو فقیرانہ صدائیں سنائیں ' اگر دردمند ہو تو عاجزی کی صورت بناکر متفق کریں - غرضکہ جب تک اپنے شکار کو قابو میں نہ کرلیں ' اسکے دروازے سے نہ ٹلیں -

پھر سفر کی مختلف صورتیں اور مختلف مراتب ہیں اور لسان الہی نے " سائح " کا لفظ استعمال فرمایا کہ سب پر حاوی ہے - میں کہتا ہوں کہ ایک نیکی کے ساتھہ جو تاجر غیر ممالک کا سفر تجارت کیلیے کرے ' جس کو قران کریم نے اللہ کے فضل سے جا بجا تعبیر کیا ہے ' یا علوم مفیدہ و فنون نافعہ کی تحصیل کیلیے اپنا گھر چھوڑے ' جس کو خدا نے خیر کثیر بتلایا ہے ' یا اسی طرح کوئی دوسرا مقصد ان اغراض میں سے ہو ' جنکو دوسری قومیں سیاست و تمدن وغیرہ کے ناموں سے یاد کرتی ہیں ' تو وہ تمام صورتیں بھی اس وصف ایمان و اسلام میں داخل ہیں ' اور اس طرح کا سفر کرنے والا بھی مرتبۂ " سائحون " سے فائز ' نیز اسکے تمام برکات سے بہرہ اندوز ہے - انشاء اللہ جب اس آیۃ کریمۂ و عظیمہ کی تشریح بہ ضمن مقاصد " حزب اللہ " کرونگا ' تو یہ تمام باتیں اپنے ادلہ و براهین کے ساتھہ بصیرت افروز

ہونگي - نیز بعض ایسے معارف و حکم قرآنیہ بھي سامنے آئیں گے جن پر ابتک بہت کم تدبر و تفکر کیا گیا ہے -

(٥) " الراکعون " - بظاہر " الراکعون " اور اسکے بعد کا وصف " الساجدون " ایک هي چیز یعنے نماز کي طرف اشارہ معلوم ہوتا ہے کہ اسمیں پہلے رکوع ہے اور پھر سجود - لیکن در اصل یہ دو علحدہ علحدہ وصف یا دو علحدہ علحدہ مرتبوں کي جماعتوں کا بیان ہے ' جن میں پہلا وصف مرتبۂ رکوع ہے ' دوسرا سجود -

مقصود دونوں سے وہ مقام ہے ' جبکہ انسان اپني روح و دل اور اپني تمام قوتوں اور اپنے تمام جذبات اور تمام خواهشوں کے ساتھہ اللہ تعالی کے آگے جھک جاتا ہے ' اور وہ سر جسے اسلیے بلند کیا ہے ' اسکي ہر مخلوق کے آگے بلند ہوکر بالاخر اسکے آگے گرا دیا جاتا ہے - في الحقیقت لفظ " اسلام " کي حقیقت اور مقام " تسلیم " کا مقصود اصلي بھي یہي مقام ہے و قال في هذا المقام :

ایں جامہ کنا بہا کہ در بر داري
سودے نہ کند چو نفس کافر داري
سر را بہ زمیں نهي تو در وقت نماز
آں را نہ زمیں بنہہ ' کہ در سر داري !

لیکن اس حالات کے دو درجے ہیں : ایک مرتبۂ رکوع ہے اور ایک مرتبۂ سجود نماز میں مصلي پہلے رکوع میں جاتا ہے - اسکے بعد سجدے میں گرتا ہے - پس " الراکعون " سے مقصود وہ لوگ ہیں جو اس حالت کے پہلے درجے تک پہنچ گئے ہیں ' اور اس سے نیاز و کبریاء کے سامنے انہوں نے اپني روح و دل کو یکسر جھکا دیا ہے -

(٦) " الساجدون " - یہ دوسرا مرتبہ ہے - رکوع صرف جھکنا تھا مگر سجود جھکتے جھکتے اس قدر جھک جانا کہ بے اختیار و مضطر ہوکر زمین پر گر پڑنا اور پیشاني کو گرد و خاک مذلت سے آلودہ کردینا - یہ انکسار عبودیت کا انتہائي مرتبہ ہے ' اور اس طرف اشارہ ہے کہ بندہ اپنے سر کو نہ صرف اللہ کے آگے جھکا هی دے ' بلکہ دائمي طور پر اسکے سامنے زمین پر رکھدے اور اسے سپرد کر دے - سید الطائفۂ بغدادي سے کسي نے پوچھا تھا : نماز میں سجدے کے شرائط کیا کیا ہیں ؟ فرمایا کہ تمہارے لیے تو یہ کہ پیشاني اور ناک زمین سے مس ہو ' اور ہمارے لیے یہ کہ جب ایک بار سجدے میں سر گر جائے تو پھر دوبارہ زمین سے نہ اٹھے ! و للہ در ما قال :

در سجدہ کہ تن نہ و سر مي شود جدا
در کشور وفا کلہبش تمام کردہ اند
تا رب رسیل حادثہ ، طوماں رسیدہ باد
بت خانہ کہ خانقہش تمام کردہ اند !

پھر نظر حقیقت شناس کو بلند تر کیجیے تو اسي مقام سے وہ مرتبۂ فداء نفس انساني مراد ہے ' جسکو صوفیاء کرام اپني اصطلاح میں مقام " استہلاک کلي " اور " جمع الجمع " سے تعبیر کرتے ہیں ' اور اگر زبان اہل محبت میں کہیے تو وجود انساني کا یہي سجدہ ہے ' جسکی پیشاني زمین پر گرنے سے پہلے تو طلب عشق ہوتي ہے ' پر جب اٹھتي ہے تو عشق کي جگہ خود حسن کي جلوہ گاہ بن جاتي ہے :

بیرون عشق و عاشق و معشوق هیچ نیست
زین هر دو اسم مطلق ازل منصور آمدہ !

(٧) " الامرون بالمعروف والناهون عن المنکر " اللہ اکبر ! امر بالمعروف اور نہي عن المنکر کا درجۂ عظیمہ کہ ان تمام اوصاف عظیمہ کے بعد اسکا ذکر کیا گیا اور فرمایا کہ وہ لوگ جو حق کا اعلان کرتے ' صداقت کا حکم دیتے ' اور راستبازي و عدالۃ کي طرف بلاتے ہیں - اور چونکہ نیکي کي دعوت ' بدي کي ممانعت کے بغیر ممکن نہیں ' اسلیے ساتھہ هي اسکا بھي ذکر کیا اور کہا کہ نیز وہ فرزندان حق جو برائیوں سے روکتے اور خدا کي زمین کو نفس و شیطان کي پھیلائي ہوئي ضلالت سے بچاتے ہیں -

في الحقیقت یہ مرتبہ اسلام و ایمان کا اعلی ترین درجۂ اختصاص اور مخصوص ترین اعمال نبوت و صدیقیت میں سے ہے - اس سے بڑھکر کوئي وصف نہیں جو اسلام کي پوري حقیقت اپنے اندر رکھتا ہو - یہي وہ عمل الهي ہے جسکا انجام دینے والا زمینوں اور آسمانوں میں خدا کا دوست پکارا جاتا ہے اور اسکے اعمال کے اندر نبیوں اور رسولوں کي نسبت متحقق ہوجاتي ہے - جو گروہ یا جو فرد آمر بالمعروف و ناهي عن المنکر ہوگا ' وہ گویا آدم و نوح اور ابراهیم و موسی (علی نبینا و علیهم الصلوۃ و السلام) کا دنیا میں جانشین ہوگا -

الحمد للہ کہ اس مقام کي تشریح و تفصیل اور اعلان و دعوت کي توفیق مقدس اس فقیر کو خصوصیت کے ساتھہ برکات و مراحم مرحمت ہوئي ' اور اسکے فضل تو نوازے امید ہے کہ باب توفیق همیشہ باز و مفتوح رهیگا -

(٨) " و الحافظون لحدود اللہ " - یہ ان اوصاف الهیہ کا آخري مرتبہ اور اس زنجیر صفات ایمانیہ کي آخري کڑي ہے - یہ انتہائي وصف ہے جو ان صفات سبعۂ ربانیہ کے بعد مومنوں کو حاصل ہوتا ہے - یا مومنین مخلصین کي وہ منتہا درجہ رفیع و جلیل جماعت ہے جو ارتقاء ایماني کي آخري منزل تک پہنچ جاتي ہے ' اور پھر خدا تعالے سچ مچ اس دنیا میں اسے اپنا قائم مقام اور خلیفہ بنا دیتا ہے - پھر لا یسمع الا بسمعہ ' و لا ینظر الا ببصرہ ' و لا یتکلم الا بلسانہ :

چشم و گوش دست و پایم او گرفت
من بدر رفتم ' سرایم او گرفت !

" حافظین لحدود اللہ " سے مقصود وہ جماعت ہے جو دنیا میں شریعۃ حقۂ الهیہ کے قیام اور عدل و اصلیت کے نظام کي ذمہ دار ہوتي ہے ' اور جو حدود و قوانین خدا تعالے نے قوام عالم ' و امن انسانیہ ' و نظام مدنیۃ صالحہ ' و حفظ حقوق اقوام و ملل کیلیے قائم کر دیے ہیں ' ایک با اختیار سلطان اور ایک مسئول والي ملک کي طرح انکي محافظت کرتی ہے - یہي حدود اللہ فی الحقیقت تمام شرائع الهیہ کا مقصود حقیقي اور تمام مامورین و مرسلین اور مصلحین متبعین کي دعوت کا ماحصل ہیں ' اور یہي حدود ہیں جنکو لسان اللہ نے کہیں دین قیم ' کہیں دین حنیف ' کہیں صراط مستقیم ' کہیں فطرۃ اللہ ' کہیں سنۃ اللہ ' اور پھر کہیں " اسلام " کے نام سے تعبیر

کیا ہے - خدا تعالیٰ ہمیشہ اس خدمت کیلیے اپنی جماعتوں کو چلتا اور انہیں اپنا خلیفہ بنا تا ہے' پس وہ دنیا کو صفات الہیہ کا تجلی گاہ بنانا چاھتے ھیں کہ تحت ابلیس کے احکام خبیثہ کا جہنم کدہ - وہ ہر اُس چیز سے خوش ہوتے ہیں جنسے رب العالمین خوش ہے' اور ہر اُس درخت کی جڑ کاٹنا چاھتے ھیں جو صفات شیطانیہ کے بیج کا پھل ہے - پھر وہ اپنی تمام قوتوں کو "حدود الله" کی حفاظت کی راہ میں وقف کردیتے ھیں' اور دنیا کی جو جو قوتیں ان حدود کو توڑنے والی اور انسانیۃ کو اُسکے فطری حقوق سے محروم کرنے والی ھیں' اُن سب کے تسلط سے عالم کو نجات دلاتے ھیں - یہ گویا قوۃ الہیہ اور قوائے شیطانیہ کی ایک جنگ ہوتی ہے' پر جیسا کہ اُس نے ہمیشہ کیا ہے' وہ اپنی جنود قاہرہ کو فتح دلاتا اور ابلیس کے لشکر کو نا مراد و خاسر کرتا ہے: ولقد سبقت کلمتنا لعبادنا المرسلین' انهم لهم المنصورون' و ان جندنا لهم الغالبون!

(۳۸ : ۱۷۱)

یہ مرتبہ آخری درجہ ہے' اور اس لیے "حزب الله" کا مقصد حقیقی ہے - کیونکہ خدا تعالے نے حزب الله یعنی اپنی جماعت کو جا بجا "حزب الشیاطین" یعنی شیطان کی جماعتوں کے مقابلے میں فرمایا ہے - سورۂ مجادلہ میں جہاں منافقین و کفر پرست لوگوں کا تذکرہ کیا وہاں پہلے "حزب الشیطان" کی طرف اشارہ کیا:

استحوذ علیهم الشیطان' فانساهم ذکر الله' اولئک حزب الشیطان' الا' ان حزب الشیطان هم الخاسرون (۵۸ : ۱۸)

شیطان (اور اسکی فوجیں) ان پر مسلط ہوگئی ھیں' پس انہوں نے خدا کے ذکر اور اسکے رشتے کو فراموش کردیا ہے - "یہ حزب الشیطان" یعنی شیطان کی جماعت ہے اور یقین کرو کہ آخر کار حزب الشیطان برباد و تباہ ھی ہوگا"

پھر اسی سورۃ میں اس آیۃ کریمہ کے بعد سچے اور استوار مومنوں کا ذکر کیا ہے' اور کہا ہے کہ اسکی علامت یہ ہونی چاھیے کہ اللہ اور اسکی صداقت و عدالت کے آگے دنیا کی تمام قوتوں اور بندشوں کو ھیچ سمجھیں' ولو کانوا اباءهم' او ابناءهم' او اخوانهم' او عشیرتهم - اگرچہ انکے ماں باپ' اھل و عیال' برادر و قریب' اور خاندان اور کنبے ھی کے لوگ کیوں نہوں' لیکن خدا کی راہ میں وہ کسی کی پروا نہ کریں -

پھر اسکی تعریف ان لفظوں میں کی ہے کہ:

اولئك کتب فی قلوبهم الایمان و اید هم بروح منه' و یدخلهم جنات تجری من تحتها الانهار خالدین فیها' رضی الله عنهم و رضوا عنه' (۵۸ : ۲۱)

یہی وہ سچے مومن ھیں جنکے دلوں کے اندر خدا نے ایمان نقش کردیا ہے اور اپنی روح سے انکی نصرت فرمائی ہے' نیز وہ انہیں کامیابی و فتحمندی کے ایسے باغوں میں داخل کریگا جنکے نیچے نہریں بہہ رہی ہونگی' اور وہ ہمیشہ اسکا عیش ابدی حاصل کرینگے - یہی وہ خدا کے خاص بندے ھیں جنسے وہ راضی ہے اور وہ خدا سے راضی ھیں"

ان اوصاف و خصائص کے بیان کرنے کے بعد' پھر اس جماعت کا نام بتلایا کہ:

اولئك حزب الله' الا' ان حزب الله هم المفلحون!! (۵۸ : ۲۲)

یہی "حزب الله" یعنی خاص اللہ کی جماعت ہے اور یقین کرو کہ خواہ حزب الشیطان کی شان و شوکت کیسی ھی دلفریب ہو' مگر آخر کار یہی لوگ فلاح پائیں گے -

ان آیات سے عجیب و غریب نکات و معارف سامنے آتے ھیں مگر وقت تشریح نہیں و معمول بہ وقت توضیح مقاصد حزب الله' تا ہم مختصراً اتنا اشارہ کردینا ضروری ہے کہ ان آیات نے بعض مخصوص علامتوں اور نتائج کو سامنے کردیا ہے - مثلاً اسے واضح ہوگیا کہ:

(۱) خدا نے دنیا میں دو جماعتوں کا ذکر کیا - حزب الشیطان اور حزب الله -

(۲) حزب الشیطان کا کام یہ ہے کہ وہ چونکہ اپنے تئیں قواء شیطانیہ کا مرکب بنا دیتا ہے اسلیے شیطان ذکر الہی سے اُسے محروم کردیتا ہے اور خدا کی صداقت و حقانیت بالکل فراموش ہو جاتی ہے - لیکن "حزب الله" ذکر الہی کو زندہ کرنے والا' اور اسکے غلغلے سے تمام عالم کو معمور بنا دینے والا ہے -

(۳) حزب الله کی اصلی علامت یہ ہے کہ وہ اللہ کی وفاداری میں اور تمام شیطانی قوتوں سے بکلی باغی ہو جاتا ہے اور اسکی راہ میں کسی دنیوی اثر و قوت سے متاثر نہیں ہوتا -

(۴) "حزب الشیطان" کا نتیجہ نا مرادی و خسران ہے' اور "حزب الله" آخر کار فلاح و نصرت پانے والا ہے -

(۵) کیونکہ خدا انکے لوح دل پر نقش ایمان کندہ کردیتا اور اپنی "روح" سے انکی مدد کرتا ہے -

(۶) دائمی نشاط کار و سرور فتح مندی انکا صلہ ہے -

(۷) بارگاہ الہی میں انکا درجہ یہ ہے کہ "وہ خدا سے خوش اور راضی ھیں اور خدا اُنسے راضی و خوش ہے" اور یہ انتہاء مراتب عباد اللہ ہے - کیونکہ انکی رضا اور اپنی رضا' دونوں کا خدا نے ایک ساتھہ ذکر کیا -

حاصل سخن یہ کہ "حافظین لحدود الله" کا مقام جماعت "حزب الله" کا مرتبۂ آخری ہے اور ان مراتب ثمانیہ کے طے کرنے کے بعد اس جماعت کا فرض ختم ہو جاتا ہے -

پس یہی ھیں کہ فرمایا "و بشر المومنین" کہ انکو فلاح دارین کی بشارت پہنچا دی جائے' اور یہی قران حکیم کے مقرر کردہ مراتب عمل ھیں' جنکو حلقۂ حزب الله اختیار کریگا -

جماعۃ ثلاثہ

ثم اورثنا الکتاب الذین اصطفینا من عبادنا' فمنهم ظالم لنفسه' و منهم مقتصد' و منهم سابق بالخیرات باذن الله - ذلک هو الفضل الکبیر! -

(۳۵ : ۲۹)

(ترجمہ)

پھر پچھلی قوموں کے بعد ہم نے اپنے بندوں میں سے اُن لوگوں کو کتاب الہی (قران) کا وارث ٹھہرایا' جنکو ہم نے اپنی خدمت کیلیے اختیار کرلیا (یعنی مسلمانوں کو) - پس اُن میں سے ایک گروہ تو اسکا ہے' جو اپنے نفوس پر (ترک اعمال اور ارتکاب معاصی سے) ظلم کر رہے ھیں - دوسرا انکا' جنہوں نے معاصی کو ترک اور اعمال کو اختیار کیا ہے پر

خدا پرستی اور ترک نفسانیت میں انکا درجہ درمیانہ اور متوسطین کا ہے - تیسرے وہ ' جو اذن الہی سے تمام اعمال حسنۂ و صالحہ میں اوروں سے آگے بڑھے ہوے ہیں اور یہ خدا کا بہت ہی بڑا فضل ہے !

اس آیۂ کریمہ میں خدا تعالی نے مسلمانوں کو تین طبقوں میں منقسم کر دیا ہے :

(۱) وہ جو اپنے نفوس پر ظلم کر رہے ہیں کیونکہ خدا سے غافل اور اسکے رشتے کی عزت کو بھولے ہوے ہیں - یہ طبقہ تمام اُن مسلمانوں کا ہے جو اپنے دلوں میں اعتقاد اور حس ایمانی تو ضرور رکھتے ہیں پر ایمانی قوت میں ضعف بھی بدرجۂ کمال ہے اور عمل مفقود -

(۲) درمیانی طبقہ جو غفلت سے متنبہ ہوا ' اعمال حسنہ اختیار کیے ' اوامر الہیہ کے آگے سر اطاعت خم کیا -

(۳) اعلی ترین طبقہ جو نہ صرف خیرات و حسنات کا انجام دینے والا ' بلکہ اُن میں اوروں سے پیش رو بھی ہے اور نیکی کی صفوں میں سب سے آگے بڑھجانے والا ہے -

قوم کے مختلف طبقات و مدارج کی یہ ایک قدرتی تقسیم ہے اور ہر قوم میں یہی تین جماعتیں ہوتی ہیں - پھر جن میں پہلی کم ' دوسری بکثرت ' اور تیسری کافی ہوتی ہے ' وہ تمام قوموں میں سرفراز و ممتاز ہوجاتی ہے ' اور جس میں صرف پہلی کی کثرت ' دوسرے بہت کم ' اور تیسرا گروہ کالعدم ہوتا ہے ' وہ دنیا میں اپنے زندہ رہنے کا حق کھو دیتی ہے -

(" حزب اللہ " کے تین درجے)

پس اس تقسیم قرآنی کی بنا پر اس جماعت کے بھی تین درجے قرار پائے ہیں :

(۱)

ہر مسلمان جو راست بازی کا متلاشی ' اصلاح حال کا متمنی ' اور اسلام کے اس دور غربت میں خدمت و جہاد فی سبیل اللہ کی اپنے دل میں سوزش و تپش رکھتا ہے ' نیت صالح ' ارادۂ محکم اور اقرار واثق کے ساتھہ دین الہی کے اس میثاق مقدس کو دہرائے :

ان صلاتی و نسکی و محیای و مماتی للہ رب العالمین - لا شریک لہ ' بذالک امرت و انا اول المسلمین !

میری عبادت ' میری قربانی ' میرا جینا ' میرا مرنا ' غرضکہ میری ہر چیز صرف اللہ رب العالمین کیلیے ہے - اسی قربانی کا مجھے حکم دیا گیا ہے اور میں مسلمانوں میں پہلا " مسلم " ہوں !

اور اپنی تمام قوتوں اور خواہشوں کے ساتھہ خدا کی قربانی کیلیے طیار ہو کر اقرار کرے کہ وہ اللہ کے رشتہ میں منسلک ہونا ' اور اس کی جماعت کے فرائض ادا کرنا چاہتا ہے ' پس وہ طبقۂ " ظالم لنفسہ " میں سے طبقۂ " مقتصد " کیلیے منتخب ہو جائیگا ' اور اسکے بعد اسکی آزمایش شروع ہو جائیگی - یہ آزمایش اُس وقت تک جاری رہیگی جس وقت تک کہ وہ دوسرے درجے میں شامل ہونے کا اہل ثابت نہو -

(۲)

اُن لوگوں میں سے جو پہلی جماعت میں منتخب ہوے ہیں ' جو لوگ اپنے اعمال و افعال سے عہد الہی کے ایفا اور دین حنیفی کے میثاق کی تعظیم کا ثبوت دینگے ' ایک دوسری جماعت چھانٹی جائیگی ' اور اسمیں شامل ہونا گویا ارباب اقتصاد کے طبقہ میں شامل ہونا ہوگا -

لیکن اسکے لیے اولین شرط یہ ہوگی کہ داخل ہونے والا امور ذیل کی پابندی کا مؤمنانہ و مخلصانہ عہد کرے ' نیز جسقدر زمانہ پہلی جماعت میں بسر کرچکا ہے ' اسکے نتائج اسکے عہد کی صداقت کا یقین دلائیں :

(۱) تمام احکام شریعت کی ' انکی تمام شرائط و ارکان کے ساتھہ سچی پابندی کرنا اور از سرتا پا اپنے تمام اعمال و افعال حیات ' اور تعلقات و لوازم زندگی میں یکسر پیکر شریعت اور مجسمۂ اسلامیت ہونا -

(۲) صداقت الہی کی راہ میں سیاحت و سفر اور سیر فی الارض -

(۳) امر بالمعروف و نہی عن المنکر سے کسی حال میں غافل نہونا ' الحب فی اللہ و البغض فی اللہ کو اپنے تمام اعمال کا دستور العمل قرار دینا ' اُن تمام رشتوں کے توڑ نے میں جلدی کرنا جو خدا کی رضا سے خالی ہوں ' اور ہر اُس رشتے کو ماں باپ اور زن و فرزند کے رشتے سے بھی زیادہ قوی سمجھنا جو اللہ کی راہ میں باندھا جاے - خواہ کسی قسم کی مشغولیت اور کیسے ہی کاموں کا انہماک ہو ' مگر ہمہ وقت اسی دھن میں لگے رہنا کہ بندگان الہی کو معروف و حق کی دعوت دی جاے ' منکرات و منہیات سے روکا جاے ' اور دین الہی کی ایک بھی فوت شدہ سنت ہمارے ہاتھوں زندہ ہو جاے - اور پھر اپنے دل کے اندر کچھہ اس طرح اسکی چبھن اور ٹیس پیدا کرلینا کہ جس طرح سانپ کا کاٹا یا بچھو کا ڈسا ہوا مریض درد اور تڑپ سے لوٹتا اور کراہتا ہے ' ٹھیک ٹھیک اُسی طرح حق و عدل کی مظلومیت اور دین الہی کی بیکسی و غربت پر از سرتا پا پیکر اضطراب اور تصویر التہاب بن جانے !!

(۴) حکم اسلام و شریعۂ اسلامیہ کی اطاعت کا بتدریج وہ مرتبہ حاصل کرنا اور اس طرح اسکے احکام کی عظمت و سطوۃ اپنے اوپر طاری کرلینا کہ اُسکا ہر حکم فرمان قضا ' اور اُسکا ہر اشارہ فیصلہ کن جسم و جاں ہو - اور قلب ہر حال میں اسکے احکام کا منتظر اور اسکے اوامر کیلیے بھوکا پیاسا رہے -

(۳)

اس دوسری جماعت میں سے جو فرزندان حق اپنے اعمال و افعال سے درجۂ مسابقت و مرتبۂ علو و رفعت حاصل کرینگے ' انہی سے وہ آخری جماعت منتخب ہوگی اور یہی جماعت " حزب اللہ " کا خلاصۂ مساعی و جہاد ' اور اسکی اصلی حکمراں جماعت ہوگی - یہ لوگ " سابق بالخیرات " اور " حافظین لحدود اللہ " ہونگے - خدا تعالی جو کام اُنسے لینا چاہے گا ' خود لے لیگا ' اور جس مقصد کی طرف انہیں کھینچے گا ' وہ اُس طرف کھنچ جائیں گے - انکے مقصد آخری کو نہ اس وقت بتلایا جا سکتا ہے اور نہ متعین کیا جا سکتا ہے - جو سالک کہ ابتدائی دو جماعتوں سے ترقی کرکے اُس درجہ تک پہنچے گا ' وہ خود وہاں کے اسرار و رموز سے آشنا ہو جائیگا - اس سے پہلے وہاں کے حالات کسی پر منکشف نہو سکیں گے - کسی عضو جماعت کیلیے جائز نہوگا کہ انکے انکشاف کے درپے ہو - اور وقت سے پہلے انہیں معلوم کرنا چاہے -

تقدم علوم و معارف

سنہ ۱۲ - ۱۳ میں

(۲)

علم الانسان

جیسا کہ خود نام سے معلوم ہوتا ہے، اس علم کا موضوع انسان اور تاریخ انسان ہے - انسان کے متعلق گونہ گوں سوالات پیدا ہوتے ہیں - منجملہ انکے ایک سوال یہ ہے کہ انسان کب پیدا ہوا ؟ اسکے جواب کا سمجھنا چند دیگر مسائل کے سمجھنے پر موقوف ہے اسلیے پہلے ان مسائل کو سمجھ لینا چاہیے -

کرۂ زمین اصل میں کیا تھا ؟ کہاں سے آیا ؟ کیا کیا تغیرات ہوے ؟

یہ مبادی ہیں جنکی تفصیل کے بغیر طبقات زمین کی بحث لا حاصل ہوگی - لیکن اگر ان پر قلم اٹھایا جائے تو یہ مضمون تقدم العلوم کی روداد کے بدلے علم الارض کا ایک رسالہ ہوجاےگا، اسلیے مختصراً جدید تحقیقات کے تذکرہ پر قناعت کی جاتی ہے -

علماء ارض (جیولوجسٹ) نے زمین کے چار طبقات قرار دیے ہیں :

طبقۂ اول

یہ وہ طبقہ ہے جو حرارت زمین کی تدریجی تبرید کے بعد سب سے پہلے بنا - اسکا مایۂ قوام سنگہاے آتشین ہیں - اسکو عہد اولین کی زمین بھی کہتے ہیں -

طبقۂ ثانیہ

علما کا خیال ہے کہ جب طبقۂ اول تیار ہوگیا تو اندرون زمین کی حرارت سے بخارات بلند ہوے - یہ بخارات اوپر جا کے ابر بنے اور بارش ہوئی - بارش سے دریا اور نہریں جاری ہوئیں - پانی کے ساتھ اور صدہا قسم کے اجزاء اسوقت سطح زمین پر موجود تھے - یہی اجزا قانون ثقل کی وجہ سے پانی کے نیچے بیٹھے اور بالآخر ان رواسب سے طبقۂ ثانیہ تیار ہوگیا -

اس طبقہ میں حیوانی اجسام کے پس ماندہ اجزا، پتھر کے کوئلے، پرانی سرخ بالو، بالو کھریا، سنگہاے جیری شکرین، خالص جیری شکرین، جیری قوقعی، جیری کوچک، سنگ رنگین و سبز وغیرہ وغیرہ اجزا پائے جاتے ہیں - اسے عہد ثانی کی زمین بھی کہتے ہیں -

طبقۂ ثالثہ

یہ طبقہ طبقۂ ثانیہ کی تکمیل کے بعد شروع ہوا - اسمیں سنگ جیری جسکا مایۂ خمیر آب شیریں ہے، سنگ جیری مارنی قوقعی، سنگ جیری سلیسی، وغیرہ انواع سنگ و دیگر صدہا اصناف کے معادن و نباتات و حیوانات پائے جاتے ہیں - اسکو عہد ثالث کی زمین کہتے ہیں -

عہد ثالث کی زمین کو حداثت و قدامت کے اعتبار سے علما نے پھر تین طبقات پر تقسیم کیا ہے - ایک کو ایوسین، یعنی جدید کہتے ہیں - دوسرے کو میوسین یعنی جدید تر - اور تیسرے کو پلیوسین یعنی جدید ترین -

طبقۂ رابعہ

یہ وہ طبقہ ہے جس پر ہم لوگ اسوقت آباد ہیں - اسکی تکوین مختلف اصناف سنگ، ریگ، زمین لائق کاشت وغیرہ اجزا سے ہوئی ہے -

یہ ہیں وہ چار طبقات جو علماء ارض نے قرار دے ہیں - انکے بیان میں انتہائی ایجاز سے کام لیا گیا - کیونکہ اگر تفصیل سے کام لیا جاتا تو صرف اس ایک ہی نقطۂ بحث کے لیے مضمون کی موجودہ ضخامت بھی ناکافی ہوتی -

طبقات ارض کو اجمالاً سمجھ لینے کے بعد یہ سمجھ لینا چاہیے کہ حیات کا وجود کس طبقہ سے شروع ہوتا ہے ؟

طبقۂ اولی میں غالباً حیات کا وجود نہ تھا کیونکہ اسوقت تک حیوانات ایک طرف، نباتات کی بھی کوئی یادگار نہیں ملی - جسقدر پتھر اسوقت تک نکلے ہیں، ان سے بھی کسی ذی حیات وجود کا پتہ نہیں چلتا - پھر اسوقت زمین کی حرارت بیحد شدید ہوگی - سطح زمین ایک فرش آتشین کی طرح دہک رہی ہوگی، صعود بخارات کی وجہ سے جو ابر ہاے کثیفہ سے مشحون ہوگا، آفتاب کی شعاعیں بھی زمین تک نہ پہنچتی ہونگی، اور بخارات کی چادریں درمیان میں حائل ہوگئی ہونگی - ظاہر ہے کہ ایسی حالت میں ذی حیات کا وجود اگر ہو تو بقا کہاں تک ممکن ہے ؟

لیکن جب زمین کی اندرونی حرارت فی الجملہ کم ہوئی اور انجماد و تبرد بڑھا، تو اسوقت ذی حیات اجسام وجود میں آئے - چنانچہ طبقۂ ثانیہ میں آثار حیوانیہ (یعنی پس ماندہ اجزاے جسم حیوانی) ملتے ہیں -

مگر یہ حیوانات سادہ ترین ساخت کے تھے -

اسکے بعد وہ وقت آیا کہ تیسرے طبقہ کا آغاز ہوا - اس طبقہ میں حیوانات ذوات الثدی پیدا ہوے - (ذوات الثدی اُن حیوانات کو کہتے ہیں جو بچوں کو دودھ پلا کر پرورش کرتے ہیں)

انسان کب پیدا ہوا ؟ اسکے جواب میں اب تک تمام علما یک زبان کہتے تھے کہ چوتھے طبقے میں، اور وہ بھی طوفان کے بعد -

مگر گذشتہ سال ایسٹ انگلی (انگلینڈ) میں جو آثار انسانی (یعنی جسم انسانی کے پس ماندہ اجزا) پائے گئے ہیں، اس نے اس اعتقاد میں یک گونہ رخنہ ڈالدیا - بعض ارباب نظر علما کا خیال ہے کہ یہ آثار انسانی طوفان کے بعد کے نہیں بلکہ طبقۂ پیلوسین کے ہیں - پس اگر یہ صحیح ہے تو انسانی پیدایش کے آغاز کو طبقۂ رابعہ سے ہٹکے طبقۂ ثالثہ میں آنا پڑیگا -

یہ راے صحیح ہو یا نہ ہو، مگر یہ آثار انسانی علم الانسان کے سرمایہ میں ایک قابل اعتناء اضافہ ہیں -

انگلستان میں ایک انسان کا ڈھانچہ پایا گیا ہے - یہ ڈھانچہ ایک ایسے مرد کا ہے جسکی عمر ۳۰ اور چالیس کے درمیان میں ہوگی - اسکا قد پانچ فٹ دس انچ ہے - اسکی ہڈیاں آجکل کے انسانوں کی ہڈیوں سے ملتی جلتی ہیں - البتہ پنڈلی کی ہڈی کسیقدر مختلف ہے - اسکے کاسۂ سر کے ایک جانب سے دوسری جانب کے امتداد ' اور آگے سے پیچھے تک کے طول میں ' ۷۵ - اور ۱۰۰ - کی نسبت ہے - بہت سی باریک ہڈیوں کے تفحص سے یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ سولہویں صدی میں سیکسن قوم کے قد متوسط درجہ کے ہوتے تھے - اور ہڈیاں باریک ہوتی تھیں - انکے مردوں اور عورتوں کے جسموں میں آجکل کے مردوں اور عورتوں کے جسموں سے زیادہ تشابہ ہوتا تھا -

نیو گینیا ایک بہت بڑا جزیرہ ہے جو آسٹریلیا سے شمال کی طرف واقع ہے - وہاں متعدد جماعتیں تحقیقات کے لیے گئیں - ان جماعتوں میں ایک جماعت علماء طیور کی تھی - اس جماعت نے بونوں کی ایک قسم دیکھی جو آج تک غیر معلوم تھی - ان کا نام تدرر ہے - مردوں کے قد کا اوسط چار فٹ نو گرہ ہے - کاسۂ سر کے طول و عرض کا تناسب ' ساڑھے ۹۷ اور ۱۰ کا تناسب ہے - انکے بال سیاہ ہوتے ہیں - انکے اسلحہ ' نیزے اور ہڈی کے خنجر اور لمبی لمبی کمانیں ہیں -

اس موضوع پر ڈاکٹر اسمتھ کا خطبۂ رئیسیہ جو انہوں نے مجمع تقدم العلوم کے جلسہ علم الانسان میں دیا تھا ' نہایت بیش بہا ہے اور نہایت تفصیل کے ساتھ جدید آثار ارضیہ متعلق علم الانسان کی تشریح کی ہے -

---

سنہ ۱۹۱۲ - کی ایک مفید ترین ایجاد

انسان نے دنیا کی ہر طاقت کا مقابلہ کیا - لیکن ان تمام مقابلوں میں شاید وہ جنگ سب سے زیادہ شدید ہے - جو سمندر اور اسکی مہلک امواج سے کر رہا ہے -

اسکی سطح اور اسکی موجوں میدان میں آئیں لیکن انسان نے ہوا کی رفاقت اور پھر آگ اور دھویں کا اسلحہ لیکر انھیں مسخر کرلیا - دوسرا مقابلہ اسکے عمق ' اور اس کے اندر کی آبی دنیا سے تھا - انسان کی اولو العزمانہ طماعی نے چاہا کہ اسکے اندر اتر جاے اور بحری پیداوار کے ان خزانوں کو تاخت و تاراج کرے ' جنکو نہیں معلوم کتنے عرصے سے سمندر کی چادریں چھپاے ہوئی ہیں ؟

موتیوں اور مرجان کے نکالنے کیلیے غواصی اور غوطہ زنی ہزارہا سال سے جاری ہے - پچھلے سال ایک طرح کی دریائی موٹرکار کی ایجاد نے اس جنگ کی آخری فتح یابی کا بھی فیصلہ کردیا -

اطلانٹک کے مختلف حصوں میں اسکے ذریعہ غواصی کی جا رہی ہے - اسکے اندر دو تک وقت کئی آدمی بیٹھہ سکتے ہیں جنکو خاص طرح کا ایک چار آئینہ پہننا پڑتا ہے - ہوا کیلیے نالی سی سامنے ہوتی ہے - ایک نہایت طاقتور موٹر اسکو حرکت میں لاتا ہے - نہ صرف دریائی پیداوار کے حصول میں ' بلکہ بہت سے ایسے کاموں میں بھی اس سے مدد ملیگی ' جن کیلیے پانی کے اندر جانا اور عرصے تک ٹھہرنا ضروری ہے -

---

ترجمہ اردو تفسیر کبیر

تاریخ اسلام اور بحریات

یہ تذکرہ جہاز " رشادیہ "

(۲)

(العکیری)

(ابن بطوطہ) نے اپنے سفرنامہ میں اس لفظ کی تحقیق لکھی ہے - وہ لکھتا ہے :

" یہ کلمہ بضم العین و فتح الکاف ' و سکون الیا ہے - یہ غراب نامی کشتی کی طرح ہوتی ہے مگر اس سے کسیقدر وسیع تر - اسمیں کھیلے کے ساتھہ ڈنکے ہوتے ہیں - جنگ کے وقت چھت پاٹ دی جاتی ہے تاکہ کھینے والوں تک تیر وغیرہ نہ پہنچ سکیں - ان کشتیوں کا استعمال نہر سندہ میں بہت ہوتا ہے " (سفرنامہ جلد دوم صفحہ ۱۱۳) -

(العشیری)

یہ لفظ عشیری اور عشاری ' دونوں طرح آیا ہے - اسکی جمع عشاریات آتی ہے - چھٹی صدی ہجری کا مشہور مورخ (عبد اللطیف بغدادی) اپنے سفر مصر کے حالات میں لکھتا ہے :

" انکی (یعنی مصریوں کی) کشتیاں مختلف انواع و اشکال کی ہوتی ہیں - لیکن ان سب میں عجیب ترین کشتی جو میں نے دیکھی ' وہ تھی جسکو عشیری کہتے ہیں - یہ اندر سے " شیارہ " کی طرح ہوتی ہے - لیکن اس سے بہت زیادہ وسیع و طویل اور خوش شکل - اسمیں موٹے موٹے لکڑی کے تختے جڑے ہوے ہیں - ان تختوں سے کوئی دو دو ہاتھہ کے فاصلہ سے نکلے ہوئے ہیں - اس پر ایک لکڑی کا مکان ہوتا ہے - مکان کی چھت پر ایک قبہ ہوتا ہے - قبے میں دریچہ نما طاق اور روزن ہوتے ہیں - اس مکان میں ایک گودام بنایا جاتا ہے تاکہ تمام سامان رکھا جاے - یہ مکان مختلف قسم کے رنگوں ' سونے کے پتر ' اور بہترین روغنوں سے رنگا جاتا ہے -

یہ مکان ملوک اور رؤساء کے لیے ہوتا ہے - اسمیں رئیس یا بادشاہ اسطرح بیٹھتا ہے کہ وہ خود تو اپنی مسند پسر ہوتا ہے اور اسکے گرد و پیش غلمان و موالي آلات و اسلحہ سے آراستہ کھڑے ہوتے ہیں - کھانے وغیرہ کي چیزیں قعر کشتي میں رهتي هیں - ملاح سطح کے نیچے تمام کشتي کے اندر پھیلے ہوتے ہیں اور کھیتے ہوے چلے جاتے ہیں - ایک سوار کو دوسرے سوار کي کچھہ خبر نہیں ہوتی' ہر شخص اپنے اپنے کام میں مصروف و مشغول رہتا ہے -

رئیس جب تنہائی چاہتا ہے تو خلوتخانہ میں چلا جاتا ہے-

مصر میں ملاح پیچھے کي طرف کھیتے ہیں - کھیتے وقت انکي حرکات رسی والوں کي حرکت قہقری کے بہت مشابہہ ہوتي ہے اور کشتي کو اسطرح هلاتے هیں' جیسے کوئي اپنے آگے کے بوجھہ کو کھینچتا هو اور اسکے پیچھے لیے چلتا هو-

لیکن عراق کے ملاحوں کي حالت اس سے مختلف ہے - انکي حالت ایسي ہوتي ہے جیسے کوئي بوجھہ کو آگے دھکیل رہا ہو - پس جسطرف وہ گھومتے ہیں' اسي طرف انکي کشتیاں بھی گھوم جاتي ہیں - مصر میں کشتي ملاح کے رخ کے بالکل برعکس جاتی ہے" (الافادہ و الاعتبار - مطبوعۂ مصر - صفحہ : ۴۱)

(الشبارہ)

یہ ایک قسم کي عراقی کشتي ہے جو نہر فرات و دجلہ میں چلا کرتي تھي - پروفیسر (دوزي) اپنے مشہور لغت الاغانہ میں لکھتا ہے :

" اسکو مصري " حراقہ " کہتے تھے مگر اب عراق میں بھی یہی لفظ مستعمل ہے - بیرن دي سلان نے ابن خلکان کے حالات میں اسکا ذکر کیا ہے - ارسلان شاہ کا انتقال اسي کشتي میں ہوا تھا جبکہ وہ موصل کے سامنے نہر سے گذر رہا تھا - اسکا صحیح تلفظ بفتح شین و تشدید با ہے " مورخین نے مامون الرشید کے حالات میں لکھا ہے کہ فوجي کشتیوں کے علاوہ خاصہ کي کشتیاں چھوٹي بڑي ملا کر' چار ہزار شیارہ تھیں !

(بحري جنگ)

دولت ممالیک کے آخري زمانے تک بحري جنگ کا قاعدہ یہ تھا کہ جب شواني اور بطس و مسطحات میں جنگ ہوتي تھي تو بطس اور مسطحات کے پیچھے چھوٹي چھوٹي کشتیوں کو نہیں لاتے تھے کہ مبادا اسکی وادي میں غرق ہوجائیں - نیز پہلو کی طرف سے بھي نہیں لاتے تھے کیونکہ دونوں کا ملنا ناممکن ہوجاتا' اسلیے دور سے سامنے کرکے ایک عظیم الوزن ہتوڑے سے ٹکر مارتے' جسکو اصطلاح میں " لجام " کہتے تھے - یہ ہتوڑا اس لکڑي میں جسکو " اسطام " کہتے تھے' داخل ہوجاتا - اور جب مہلت ملتی تو پیچھے ہٹکے اس زور سے ایک سخت ٹکر مارتا کہ کشتی معاً پیچھے ہٹجاتي اور اسمیں پانی بھر جاتا - اگر فریقین کي طرف شواني ہي ہوتي تھیں تو شیني سے شیني کو ملاکے' ایک پل سا تیار کر لیتے - اس پر سے ہو کے سپاهی دشمن کي کشتي میں پہنچ جاتے اور دست بدست لڑتے -

جب ہوا رک جاتی تھي تو بڑي کشتیوں کو شواني کھینچ کر مقام جنگ تک لیجاتي تھیں -

اس زمانہ میں بحري جنگ کا اصلي کام ہواؤں کا پہچاننا تھا - ملاح کشتیوں کو بہتر سے اسطرح حرکت دیتے کہ اپنی کشتي کو دشمن کي کشتي سے آگ بڑھا دیتے تھے تا ہوا کے رخ پر قابض ہو جاتے تھے - پھر اگر اس رخ پر دشمن آنا چاہتا تو انکي زد میں ہوتا تھا - بحري جنگ کے کمانڈر کا فرض ہوتا تھا کہ جب جنگ کے لیے نکلنے لگے تو چلے جہازوں اور کشتیوں کا انتخاب کرے - انکي تعمیر و استحکام کا پورا انتظام کرلے کشتیوں کا جو حصہ پانی میں رہتا ہے اس پر از سر نو قیر (تارکول) کا روغن کرالے - آلات و اوردات کا جائزہ لیلے - جو موجود نہ ہوں انھیں منگوا لے - ایسے رؤساء و قواد (چلانے والے) مقرر کرے جو مد و جزر' تغیرات موسم' علامات ہوا' اور لنگرگاہوں اور دریائی راستوں سے پوري طرح با خبر ہوں -

جنگ کے وقت اسکا یہ بھي فرض ہوتا تھا کہ لنگرگاہوں میں یکا یک داخل نہو کیونکہ ممکن ہے کہ وہاں دشمن چھپا بیٹھا ہو - جب تک اچھي طرح معلوم نہ ہوجائے خشکي کي طرف بھي بڑھنے کي ممانعت تھي - ایسے مقامات کے متعلق ہوشیار رہنے کي سخت تاکید تھي جہاں کشتیاں ٹوٹ جاتي ہیں - حکم تھا کہ جس قدر زیادہ پانی اور غذا لے سکو' ساتھہ لیلو تا کہ اگر کبھي محاصرہ طول کھینچے تو کسي طرح کي تکلیف نہ ہو - اگر جنگ خشکي کے قریب ہوتي تھي تو پہاڑوں پر دیدبان بٹھا دیے جاتے تھے -

نمایشي جنگ

اعیاد و مراسم یا جنگ کے لیے روانہ ہوتے ہوے یا سفر سے واپسي کے وقت خلفاء و ملوک کے سامنے جنگي بیڑوں کي

عہد اسلامي اور بحریات

سلطان محمد فاتح کي زر نگار کشتي

جو بروسہ کے سلطاني کارخانے میں طیار کی گئي تھي -

کوئن وکٹوریہ

یعنی انگلستان کا سب سے بڑا آهن پوش جہاز ' جو حال میں اسی کارخانے نے طیار کیا ہے ' جس کارخانے میں دولۂ علیہ کا جہاز " رشادیہ " طیار ہوا ہے - وسعت اور استحکام میں رشادیہ اور یہ ' دونوں یکساں ہیں -

نمایش بھی کبھاتی تھی جسکو آجکل کی اصطلاح میں مجبوراً یا نمائشی جنگ کہتے ہیں - ان مواقع میں بہت بڑا جلسہ ہوتا تھا جسمیں خلفاء و ملوک کے علاوہ امراے دولت ' اعیان سلطنت ' اور نفوس عام لوگ بھی آتے تھے جہاز اپنے تمام ساز و سامان سے آراستہ ہوکے آتے اور حالت جنگ میں اپنے آپ کو فرض کرکے حملہ و هجوم اور دفاع و مقابلہ کے حیرت انگیز کار نامے دکھاتے

نمایشی جنگ میں جہاز اپنے تمام آلات جنگ استعمال کرتے - ایک پوری لڑائی ہوتی جیسی کہ آجکل ہوتی ہے - بڑی بڑی منجنیقیں جو اس عہد کی توپیں تھیں ' چڑھا دی جاتیں ' آتش افشانی کے تمام منارے اور شعلہ انگیز روغنوں کی بڑی بڑی پچکاریاں مصروف کار ہوتیں - بحری فوج جہازوں کے بالائی تختوں پر اپنے افسروں سے دمبدم احکام لیتی - ملاح کبھی کشتی کو چکر دیتے ' کبھی آگے بڑھاتے ' کبھی یکایک رجعت کرتے ' اور اس طرح دریا پر اپنی حکومت کے تمام سحر آگیں کرتب دکھا کر لوگوں کو مصر و خود رفتہ کر دیتے -

چنانچہ نو روز کے دن جزیرۂ میورقہ میں ایک اسطول کی نمائشی جنگ کی سرگذشت (ابو بکر محمد بن عیسی) نے اپنے ایک قصیدہ میں نظم بھی کی ہے ' جسکے چند اشعار ہم محی الدین مراکشی کی کتاب (المعجب) سے نقل کرتے ہیں : (۱)

بشری بیسوم المهرجان فانہ * یوم علیہ من احتفالک رونق
طارت بنات الماء فیہ و ریشها * ریش الغراب وعبر دالک شوذق
و علی الخلیج کتیبۃ جرارة * مثل الخلیج کلا ہما یتدفق
وبحر العروف علی الجواري التي * تجري کما تجری الجیاد السبق
ملاء الکماة ظهورها و بطونها * فاتت کما یأتی السحاب المغدق
خاضت غدیر الماء سابحۃ بہ * فکانما ہي فی سراب أینق
عجباً لها ما خلت قبل عیانها * ان تحمل الاسد الضواري زورق
ھزت مجادیفاً الیک کانها * اهداب عین للرقیب تحدق
و کانها اقلام کاتب دولۃ * في عرض قرطاس تخط و تمشق

(امتناحي مراسم)

مصر میں یہ قاعدہ تھا کہ جب کوئی اسطول طیار ہوکر روانہ ہونے لگتا تو اسکی تیاری کے وقت خلیفہ یا سلطان خود موجود ہوتا - جب تیاری مکمل ہوجاتی تو منظرۃ المقس (۲) میں ایک عظیم الشان جلوس کے ساتھ اسکو رخصت کرنے جاتا تھا -

مورخ مقریزي لکھتا ہے :

" سنہ ۶۹۲ - میں سلطان صلاح الدین شوانی کی تیاری کی طرف متوجہ ہوا - اس نے رئیس کو بلوایا اور وہ تمام چیزیں مہیا کیں جو شوانی کے لیے درکار ہوتی ہیں - یہاں تک کہ ساتھہ شوانی تہہ رجوہ تیار ہوگئیں - پھر انمیں آلات و سامان جنگ لادا گیا - اور ہر ایک پر سلطانی علم سامیر کیے گئے -

ان شوانی کے دیکھنے کے لیے ہر طرف سے لوگ جوق در جوق آئے تھے -

تمام شہر و اطراف میں غلغلہ بپا تھا کہ جہازوں کے افتتاح کی رسم خود سلطان ادا کریگے - لوگ نہایت اضطراب سے اُس دن کا انتظار کرنے لگے اور ساحلی مقامات میں اس تقریب کے نظارے کیلیے عارضی مکانات کی طیاریاں شروع ہوگئیں -

شہر مصر کے باہر ساحل نیل اور روضہ میں لوگوں نے اپنے لیے جھونس اور لکڑی کے گھر بنائے اور دروازوں کے آگے جتنے میدان یا چبوترے تھے ' وہ سب کرایہ پر لیلیے - ہر چبوترے کا کرایہ دو سو درہم یا اس سے کم ' حسب حیثیت و موقع دیا گیا - مختصراً یہ کہ قاہرہ میں کوئی گھر ایسا نہ تھا کہ پورا گھر کا گھر یا اسمیں سے کچھہ لوگ دیکھنے نہ آئے ہوں - سلطان صلاح الدین قلعہ جبل سے صبح کو چلا - مقام مقیاس سے لیکے بستان الخشاب اور بولاق تک لوگ بھرے تھے - سلطان ' اسکا نائب ' امیر بیدر ' اور بقیہ امراء دارالنحاس کے آگے اترے - حجاب کو منع کردیا گیا کہ وہ عام لوگوں کو گزرنے سے نہ روکیں - اور ہر شخص اچھی طرح جی بھرکر یہ منظر دیکھہ لے - شوانی یکے بعد دیگرے نکلنا شروع ہوئیں - ہر شونہ پر ایک برج اور ایک قلعہ تھا جو محاصرے کیلیے بنایا جاتا تھا اور جس سے آتشیں روغن محصورین پر پھینکا جاتا تھا - اسپر نمک اور روغن نفت کے مرکب کی پالش کی گئی تھی - اسکے علاوہ چند نقابیں تھی جنمیں سے ہر ایک نے اپنے عجیب و غریب کمالات دکھا کے اپنے ہمچشموں سے بڑھنے کی کوشش کی " (الخطط و الآثار جلد چہارم صفحہ ۲۴۸) -

مشہور جہاز والٹرنو

جو حال میں تباہ ہوا - ایک جرمن مسافر لڑکی جو بچ گیا تھا ' اسکی آخری ساعات حیات کی سرگذشت یوں بیان کرتا ہے :

" صبح چھہ بجے یقین ہوگیا کہ اب جہاز نہیں بچ سکتا کیونکہ انجن پھٹ گیا ہے اور آگ لگ گئی ہے - مسافروں میں زیادہ تعداد عورتوں اور بچوں کی تھی - دس بجے کشتیوں پر انھیں سوار کیا گیا اور رسے باندھکر سمندر میں اتارا لیکن رسے ٹوٹ گئے اور تمام عورتیں مع بچوں کے دریا میں غرق ہوگئیں ' اسکے بعد آور کشتیاں اتاری گئیں مگر سب کا یہی حشر ہوا - یہاں تک کہ آگ ادھر تک آگئی - جلنے والوں کا مایوسانہ شور تھا اور ہوا کے زور سے پہاڑ کی چوٹیوں کی طرح شعلوں کی لپٹ بلند ہو رہی تھی کہ میں دیوانہ وار سمندر میں کود پڑا "

(۱) المعجب في تلخیص اخبار المغرب طبع لندن صفحہ ۱۱۳ -

(۲) منظرۃ المقس قاہرہ کی ایک عظیم الشان ساحلی تفریح گاہ تھی ' اور مقوقس قبطی کے نام سے منسوب - آجکل " جامع اولاد عناد " نامی مسجد سے مشہور ہے -

اسئلہ و اجوبتہا

(طریق تذکرہ و تسمیۂ خواتین)

از جناب م - الف - بیگم صاحبہ (حیدرآباد دکن)

گو مجھے اچھی طرح معلوم ہے کہ جناب جن عظیم الشان کاموں میں مشغول رہتے ہیں، ان میں ایسی چھوٹی چھوٹی باتوں کی دریافت و تحقیق کی گنجایش نہوگی جیسی کہ میں عرض کرنا چاہتی ہوں - لیکن مشکل یہ ہے کہ اس معاملے کی نسبت کوئی بھی مجھے تشفی بخش جواب نہ دیسکا اور یہ ایک ایسی اصول کی بات ہے جسکا فیصلہ کر لینا اور ایک ہی طریقہ پر کاربند ہونا بہت ضروری ہے -

میں یہ پوچھتی ہوں کہ مسلمان عورتیں اپنے نام کو خط و کتابت اور اخبارات وغیرہ میں کیونکر لکھیں ؟ انگریزی قاعدہ مس اور مسز کا ہے بعض لوگ اسی پر عمل کرتے ہیں اور بعض لوگ بیگم کا لفظ بڑھا دیتے ہیں - عورتوں کا نام ظاہر کرنا ہم مسلمانوں میں معیوب سمجھا جاتا ہے - اب معلوم نہیں کہ یہ خالی رسم ہے یا شرعی حکم ہے ؟ بہرحال جناب الہلال میں ایک راے اس بارے میں ضرور شائع کردیں جو اسلامی تعلیم کے مطابق ہو اور اسی پر سب کوئی کاربند ہوں -

الہلال :

آپکا سوال بھی " عظیم الشان " ہے - یہ چھوٹی باتیں نہیں ہیں - کسی شائستہ اور ترقی یافتہ قوم کیلیے ضروری ہے کہ ان تمام جزئیات معاشرت اور آداب و رسوم میں اپنی ایک خاص تہذیب رکھتی ہو -

انگریزی طریقہ یہ ہے کہ لڑکی اپنے باپ کے نام کی نسبت سے مشہور ہوتی ہے اور عورت شوہر کے - یعنی فی الحقیقت انکے یہاں عورتوں کے عیسائی نام (اصلی نام) کا کوئی وجود نہیں - صرف شوہر یا امید وار ازدواج اصلی نام لیکر پکارتا ہے کہ ایک رسم محبت ہے - اگر گرجے کا رجسٹر اور والدین و شوہر کا حافظہ ساتھہ نہ دے تو دنیا کسی طرح معلوم نہیں کرسکتی کہ مسز فلاں کا اصلی نام کیا ہے ؟

یہ حالت گو بظاہر ایک خوشنما رسم و تہذیب معلوم ہوتی ہے مگر فی الحقیقت دنیا کے بدترین دور جہل و ظلمت کے بقیہ آثار میں سے ہے، اور آجکل کے مقلدین یورپ اور فرنگی مآبوں کو اس کی خبر نہیں - یورپ میں ایک نہایت سخت دور اُس جہالت کی تاریکی کا رہچکا ہے جو مسیحی مذہب کے مطلع ظلمت سے نکل کر پھیلی تھی اور جس کو تاریخ میں قرون مظلمہ (Middle Ages) یعنے تاریک صدیوں سے یاد کیا جاتا ہے - تورات میں ہے کہ عورت کا وجود آدم کے گناہ کا پھل ہے اور مسیح نے اس کی تصدیق کی ہے - پس یورپ نے اپنے مسیحی دور میں عورتوں کو ایسی اشد شدید غلامی کی حالت میں رکھا، اور اس جنس اشرف و اقدس کی اس درجہ عملاً و اعتقاداً تحقیر کی، کہ گذشتہ دنیا کے تمام انسانی معاصی و جرائم اسکے سامنے ہیچ ہیں، اور اسکے تذکرہ سے انسانیت کے جسم پر لرزہ آجاتا ہے -

مسیحی مذہب نے عورت کے وجود کو مثل مرد کے ایک مستقل وجود تسلیم کرنے سے انکار کردیا - پادریوں کا عقیدہ یہ تھا کہ عورت کے جسم میں سرے سے وہ روح ہی نہیں ہے جو مردوں کے اندر سے اثبات شرف و عظمت انسانیۃ کرتی ہے - اُس کو حق نہیں کہ اپنے نام سے خرید و فروخت کرے - قانون اسکے وجود شخصی کو تسلیم نہیں کرتا - وہ کوئی جائداد اپنے نام سے الگ نہیں رکھہ سکتی اور نہ کوئی مالی معاملہ شوہر کی موجودگی میں اپنے نام سے کرسکتی ہے - یہ مختصر اشارے ہیں ورنہ یہ داستان مصیبت بہت دراز ہے !

گذشتہ تین چار صدیوں کے اندر یورپ میں تمدنی و اجتماعی انقلاب ہوا اور مسیحی مذہب کی غلامی کی لعنت سے علم و مدنیۃ نے نجات دلائی، تو عورت کی حالت اور حقوق پر بھی توجہ ہوئی - رفتہ رفتہ اسکے احترام و شرف کا اعتقاد راسخ ہوگیا - تاہم اسکی غلامی کے بہت سے طوق ابتک باقی ہیں، یہ دوسری بات ہے کہ اسکی حسین و جمیل گردنوں میں انہیں سنہری زیور بنا کر خوشنما بنا دیا گیا ہو کہ یہاں آکر ہر چیز خوشنما بن جاتی ہے :

تنگ قبا نیست کہ شائستۂ اندام تو نیست !

ازانجملہ اس محترم جنس کی غلامی کا ایک نفرت انگیز بقیہ یہ ہے کہ با ایں ہمہ ادعاء حریت نسواں و تسویۂ حقوق جنسین، عورت کو سوسائٹی یہ حق دینے سے انکار کرتی ہے کہ اپنا نام ظاہر کرے - جب تک وہ لڑکی ہے، اُسکا وجود باپ کے نام میں مدغم ہے - اور عورت ہوکر اپنے شوہر کے نام میں - گویا اسکا کوئی وجود ہی نہیں، نہ اُسے حق تسمیۂ و اعلان ذاتی حاصل !

آپنے انگریزی حکام کو کسی ایڈریس کے جواب میں اپنی بیوی کے طرف سے بھی اظہار خیالات کرتے ہوے اخبارات میں پڑھا ہوگا - مثلاً ویسرائے کو ایڈریس دیا جاتا ہے اور اسمیں انکی لیڈی کی بھی تعریف کی جاتی ہے - چاہیے کہ وہ خود اپنی تعریف کا شکریہ ادا کریں - لیکن ایسا کبھی نہ ہوگا - ویسرائے اپنی جوابی تقریر کے آخر میں انکی طرف سے بھی خود ہی جواب دینگے، اور کہیں گے کہ وہ آپکے اظہارات محبت و عقیدت کی نہایت شکرگذار ہیں -

یہ عام قاعدہ ہے اور یورپ کے اُسی دور گذشتہ کا بقیہ، جس میں عورت کے وجود کو مثل ایک مرد کے انسان مستقل نہیں تسلیم کیا جاتا تھا - پس وہ مرد کی موجودگی میں خود لا شے اور کالعدم ہے - اسکی جانب سے بھی شوہر ہی اثبات وجود کرتا ہے -

میں متعجب تھا کہ سفر یجٹ عورتیں اس مسئلہ پر کیوں متوجہ نہیں ؟ لیکن حال میں مس ایڈی رسن نامی ایک سفر یجٹ عورت نے اپنے مطالبات کا اظہار کیا ہے - وہ نہایت حقارت کے ساتھہ اس رسم تسمیہ کی طرف بھی اشارہ کرتی ہے -

آجکل کے متفرنجین مارقین جو یورپ کی ہر رسم و وضع کی کورانہ تقلید کو اپنا اجتہادی دین و مذہب سمجھتے ہیں، اور ہندوستان بلکہ تمام مشرق کو اُسکی قدیمی وحشت و جہالت سے نجات دلانے کے تمسخر انگیز وہم میں بد بختانہ مبتلا ہیں، لفظ " ارادی " کے رسم الخط (اسپیلنگ) سے تو واقف ہوگئے ہیں، مگر ابھی اسکی حقیقت کا سمجھنا انکے لیے باقی ہے - یہ نادان سمجھتے ہیں کہ اعتقادات و اعمال میں انگریزی سوسائٹی کی چند مصطلحات کا رٹ لینا، اور چند رسوم و اوضاع کو نہایت جد و جہد سے ہر موقعہ پر اپنی بیرونی زندگی سے نمایاں کرتے رہنا، یہی مدنی و معاشرتی ترقی کی معراج ہے - حالانکہ ان تقراء علم و تمدن کے پاس تالی جس قدر خوش رنگ اور کالر جس درجہ چمکیلا ہے، افسوس کہ

اسقدر فکر راسخ نہیں - وہ جنکی تقلید کو اجتہاد سمجھتے ہیں، خود انکو بھی سمجھنے کی انہیں تمیز نہیں - انھوں نے یورپ کو دیکھا ہے مگر پڑھا نہیں - اور پڑھتے دیکھتے دماغ چاہیے جو اپنے گھر میں سونگھتا ہو، نہ کہ وہ آنکھیں جو لندن کی شاہراہوں کی رونق میں گم ہوگئی ہوں: مثلہم کمثل الذی استوقد نارا، فلما اضاءت ما حولہ ذھب اللہ بنورھم و ترکھم فی ظلمات لا یبصرون (۲ : ۱۶)

اسی کورانہ و تقلیدانہ تقلید کا نتیجہ ہے کہ لوگوں نے نہایت ذوق و تفاخر سے "مس" اور "مسز" کی ترکیب بھی شروع کردی ہے اور جو لوگ اس طبقہ میں زیادہ مشرق دوست ہیں، وہ اپنے قومی آداب و رسوم کے تحفظ کا یوں ثبوت دیتے ہیں کہ "مسز" کا ترجمہ "بیگم" کے لفظ سے کرتے ہیں اور اسکو بتعبیر اضافت یہ ترکیب ہندی استعمال کرتے ہیں مثلاً "بیگم صاحب سید محمود"

بعض لوگوں نے اسکو اضافہ مقلوبی میں بدلدیا ہے - یعنی وہ "بیگم صاحبہ محمود" کی جگہ "محمود بیگم" لکھتے اور بولتے ہیں مگر اصل یہ ہے کہ اس سے بڑھکر کورانہ تقلید کی کوئی مثال نہیں ہوسکتی، اور مجھے مسز کی ترکیب سے زیادہ بیگم کی ترکیب پر ہنسی آتی ہے -

اگر آپ میری رائے پوچھتے ہیں تو میری رائے تو اسلامی تعلیم کے مطابق ہے اور بس - خواہ کوئی بات ہو، میں سب سے پہلے اسلام ہی کا منہ دیکھتا ہوں - بہت سے لوگ اسپر ہنستے ہیں مگر میرا کیا؟ میں تو اپنی حالت پر عذر مستحکم ہے -

یورپ عورت کو اسکے قدرتی حقوق ابتک نہ دے سکا - اسلام دنیا میں آیا تا کہ ہر طرح کی انسانی غلامیوں کو مٹائے اور ایک بہت بڑی غلامی عورتوں کی غلامی بھی تھی پس اس نے عورتوں کو انکی چھنی ہوئی عزت واپس دلائی، انکے وجود کو ایک مستقل وجود تسلیم کیا، اور مرد اور عورت کے حقوق مساوی قرار دیے - اسلام عورت کو حق دیتا ہے کہ باپ اور شوہر سے الگ اپنی شخصیت قائم رکھے وہ اپنی ملکیت اور اپنی جائداد خالص اپنے نام سے رکھہ سکتی اور اپنے نام سے ہر طرح کا قانونی معاملہ کر سکتی ہے - وہ یورپ کی عورت کی طرح نہ تو باپ کے نام میں مدغم ہے اور نہ شوہر کے -

پس کوئی ضرورت نہیں کہ ہم یورپ کے اس بقیۂ وحشت، اس اثر جہالت، اور اس یادگار عہد نسوانی کی تقلید کریں اور "مسز" یا "بیگم" کی ترکیب سے اپنی عورتوں کو اپنے ناموں کے ساتھہ شہرت دیں - یہ مسیحیت کی بخشی ہوئی غلامی ہے مگر اسلام اس سے بہت ارفع و اعلی ہے کہ عورتوں کے ساتھہ ایسا غلامانہ سلوک جائز رکھے - اس نے ہر عورت کو بالکل مرد کی طرح ایک مستقل وجود بخشا ہے پس ہر مسلمان عورت کو اپنا وہی اصلی نام ظاہر کرنا چاہیے، جو پیدائش کے وقت اسکا رکھا گیا، اور جس نام سے اس نے جلسۂ نکاح میں اپنے شوہر کی رفاقت دائمی کا اقرار کیا، اسی نام سے وہ پکاری جائے اور وہی نام وہ خود بھی اپنا پیش کرے - اگر ہر زندہ انسان کا یہ حق طبیعی ہے کہ اسکو اسکا اصلی نام دیا جائے، تو کونسی وجہ ہے کہ عورت اس سے محروم رہے؟ یورپ جو رستوں اور تفریح گاہوں میں عورت کو بکمال عزت و احترام اپنے بازو کا سہارا دیکر اسکی خود عرضانہ پرستش کرتا ہے، عقل و فکر کے عالم میں کیوں ابتک اسکی غلامی کا حامی ہے؟

عورت مثل مرد کے ایک انسان ہے جو ماں باپ کے گھر میں مثل مرد کے پرورش پاتی ہے، پس جسطرح ایک لڑکا اپنا نام رکھتا ہے، اسی طرح لڑکی کا بھی نام ہونا چاہیے - پھر وہ ایک مستقل وجود ہے اور مثل مرد کے انسانیۃ کا نصف ثانی ہے - وہ مرد کے ساتھہ رفاقت مدنی کا اقرار کرتی اور اسکے دل کے معاوضہ میں اپنا دل دیتی ہے - پس اسکے گھر میں آکر اسکے وجود کی شریک ضرور ہو جاتی ہے، پر اپنے وجود سے محروم نہیں ہوجاتی -

وہ تعلیم جو "فطرۃ اللہ التی فطر الناس علیہا" ہے، اس طبعی حالت میں کوئی تبدیلی نہیں چاہتی -

اور یہ جو آپنے فرمایا کہ عورتوں کا نام ظاہر کرنا شاید خلاف شرم ہے، تو یہ اس لحاظ سے تو ضرور صحیح ہے کہ بد قسمتی سے آجکل مسلمانوں کی شریعت رسم و رواج ہی کا نام ہے: انا وجدنا ابائنا علی امۃ و انا علی آثارھم مھتدون - ورنہ شریعۃ فطریۂ اسلامیہ نے تو کوئی حکم اسکی نسبت نہیں دیا ہے - ہمارے سامنے حضرۃ ختم المرسلین کی ازواج مقدسہ اور اہلبیت نبوت کا اسوۂ حسنہ ہے - جبکہ ہم حضرۃ خدیجہ، حضرۃ عائشہ، حضرۃ زینب، حضرۃ فاطمہ وغیرھما (رضی اللہ تعالی عنہما) کا نام لے سکتے ہیں تو میں نہیں سمجھتا کہ وہ کون صاحب غیرت مسلمان ہے جو رسول اللہ کی بیبیوں اور صاحبزادیوں کا نام تو بلا تامل خود لے لیتا ہے مگر اپنی بیوی یا لڑکی کے نام کے اعلان سے شرماتا ہے؟

بہر حال میرا طرز عمل تو یہی ہے - جب کبھی کوئی خاتون میری بیوی کا نام لفافے پر مسز یا بیگم کی ترکیب سے لکھہ دیتی ہیں اور میری نظر پڑجاتی ہے تو مجھے نہایت سخت تکلیف ہوتی ہے اور میں لکھوا دیتا ہوں کہ از راہ کرم آئندہ ایسا نہ کریں -

رہا اسلام میں عورتوں کے حقوق کی عظمت اور مرد و عورت کے حقوق کا مسئلہ، تو اسکی طرف محض سرسری اشارے کو کافی سمجھا کہ بارہا یہ امور لکھے جا چکے ہیں اور احادیث صحیحہ اور اعمال نبوت و صحابۂ کرام کے علاوہ خود نصوص قرآنیہ اس بارے میں بکثرت و بوضاحت وارد ہیں - سب سے بڑھکر یہ کہ سورۂ بقر میں احکام طلاق بیان کرتے ہوئے ایک ہی جامع و مانع جملے میں قرآن حکیم نے اس بحث کا خاتمہ کردیا:

و لھن مثل الذی علیھن بالمعروف و للرجال علیھن درجۃ، و اللہ عزیز حکیم (۲ : ۲۲۸)	اور جس طرح مردوں کا حق عورتوں پر ہے، اسی طرح عورتوں کے حقوق مردوں پر ہیں - ہاں مردوں کو قیام مصالح معیشت کی فوقیت ضرور ہے -

یہ آیۃ فی الحقیقت ایک کلمۂ جلیل و عظیم ہے، جس نے دفعۃً و احدۃً عورتوں کو وہ تمام حقوق معاشرت و مدنیہ دلا دیے، جن سے دنیا کے جہل و ظلمت نے انہیں محروم کر دیا تھا - نیز صاف صاف بتلا دیا کہ دونوں کے حقوق بالکل مساوی ہیں، باستثناء اس طبعی فوقیت کے، جو "الرجال قوامون علی النساء" کے لحاظ سے مردوں کو حاصل ہے -

اسی کا نتیجہ ہے کہ تمام عبادات و معاملات میں مرد اور عورت اسلام میں یکساں حقوق رکھتے ہیں -

جب حالت یہ ہو تو کونسی وجہ ہے کہ عورت اپنے نام سے ظاہر ہونے اور پکارے جانے کی مستحق نہ سمجھی جائے؟

اس مسئلہ پر غور کرتے ہوئے ایک عجیب لطیفہ ذہن میں آیا - آجکل کے نئے تعلیم یافتہ اصحاب مذہب و معاشرت میں آزادی و حریت کے پرستار ہیں اور اپنے تئیں پوری کاوش و جہد سے آزاد کہلوانا چاہتے ہیں - چنانچہ عورتوں کی آزادی و حقوق کا بھی اسی ضمن میں مطالبہ کیا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ ہندوستانیوں نے عورتوں کو غلام بنا رکھا ہے -

لیکن یہ جو کچھ ہے ' محض یورپ کے بعض سطحی مناظر کی نقالی کا شوق اور اسکی ہر بات کی غلامانہ تقلید کا ولولہ ہے - خود انکے دماغ کے اجتہاد و فہم کو اسمیں دخل نہیں - ثبوت اس کا یہ ہے کہ اگر کوئی چیز اسلام کے پاس ان لوگوں کے آزادانہ مذاق کی موجود بھی ہوتی ہے ' تو بھی یہ لوگ اسے بالکل چھوڑ دیتے ہیں اور یورپ کی اسی شان و رسم کی تقلید کرنا چاہتے ہیں ' جو سرے سے آزادی و حریت ہی سے خالی ہے - مثال میں اسی مسئلہ کو لیجیے - یہ لوگ عورتوں کو آزادی دلانا چاہتے ہیں اور انکے حقوق کی بلا معاوضہ وکالت کرنے سے کبھی نہیں تھکتے - اسکا نتیجہ تو یہ ہونا تھا کہ عورتوں کو خود انکے اصلی نام سے ظاہر ہونے دیتے کہ شخصی آزادی اور استقلال کی یہی شان ہونی چاہیے' اور نہ بات ہے بھی عین انکے مذاق کی - لیکن وہ اس سے بالکل بے خبر ہیں اور " مس " اور " مسز " کی ترکیب پر متوالانہ فریفتہ ہو رہے ہیں - حالانکہ اس سے بڑھکر عورتوں کے عدم استقلال و حریت کی کوئی مثال نہیں ہو سکتی -

چونکہ یہ لوگ محض مقلد ہیں ' اسلیے انکی نظر صرف اسپر پڑتی ہے کہ ہمارے آقا فرنگ کی سنت قولی و فعلی و تقریری کیا ہے ؟ اگر اسکے سوا آزادی کی کوئی بہتر سے بہتر چیز خود انکے پاس پہلے سے موجود بھی ہوتی ہے ' تو بھی طوفان و ظلمت تقلید میں اسے دیکھہ نہیں سکتے -

آزادی نسواں کا لفظ بھی یورپ سے سن لیا ہے اور اسپر سر دھنتے ہیں ' لیکن نہ تو عورتوں کی آزادی کا مطلب کسی نے سمجھا ہے اور نہ خود یورپ کے طرز عمل کی حقیقت ہی پر غور کیا ہے : اولئک کالانعام بل ہم اضل !

مجھے ان لوگوں سے بالکل شکایت نہ ہوتی اگر میں انہیں سر سے پانوں تک فرنگی دیکھتا مگر اجتہاد فکر و دماغ کے بعد - محض بیوہ تقلید اختیار کرکے کوئی قوم قوم نہیں بنی ہے اور نہ بن سکتی ہے - سب سے پہلے دماغ کو بند تقلید سے آزادی ملنی چاہیے' پھر رسم و عمل کو - یہ لوگ چند رسوم و اوضاع کی غلامی سے قوم کو نجات دلانا چاہتے ہیں مگر خود اپنے دماغ کو یورپ کا غلام بنا رکھا ہے - قرآن کریم اسی تقلید کو کفر کا مبدء بتلاتا ہے

ان شر الدواب عند اللہ ' الصم البکم الذین لا یعقلون -

میرے ایک دوست نے ایک انگریز کا قول نقل کیا جو کالون اسکول لکھنو کا پرنسپل تھا - وہ کہا کرتا تھا کہ اگر ہندوستانیوں نے انگریزی لباس تقلیداً نہیں بلکہ اسکے فوائد کو سمجھکر اختیار کیا ہوتا ' تو میں دیکھتا کہ پانوں کی جگہ سر سے اس وضع کو اختیار کرنا شروع کرے ' حالانکہ حالت برعکس ہے - ہر شخص جو نئی تہذیب کے اسکول میں نیا نیا دیکھتا ہے ' سب سے پہلے بوٹ پہنتا ہے ' اسکے بعد انتہائی منزل ہیٹ کی ہوتی ہے - حالانکہ تمام انگریزی لباس میں سب سے زیادہ انفع شے ٹوپی ہی ہے کہ دھوپ سے آنکھوں کی حفاظت کرتی ہے نہ کہ جوتا ' جو سفر کے علاوہ ہر حال میں سخت موذی و تکلیف دہ ہے -

جلسۂ کانپور ۳۰ - اکتوبر

اور طوائفوں کی شرکت

جناب کفیل الدین صاحب عالی - بدایونی - از بدایون

جناب مولانا دام مجدہم - چونکہ آپ شرع شریف سے با خبر اور عالم متبحر ہیں ' اسلیے امید ہے کہ ذیل کے سوالات کا جواب الہلال کے ذریعہ دیکر عام مسلمانوں کا شکریہ حاصل کرینگے -

(۱) ۳۰ - اکتوبر سنہ ۱۳ ع کو جو جلسہ کانپور میں ہوا اور جسکے چشم دید حالات اخبار زمیندار کے ایڈیٹر نے اپنی ۱۶ - نومبر کے ہفتہ وار اخبار زمیندار میں چھاپے ہیں ' کیا اوسکو آپ بھی زمیندار کے ہم زبان ہوکر " اسلامی روایات کو زندہ کر دینے والا جلسہ " کہہ سکتے ہیں ' جب کہ اس جلسہ میں رنڈیاں بھی بلائی گئیں اور اونہوں نے گا بجا کر حاضرین جلسہ کو جسمیں ایڈیٹر زمیندار اور مولانا عبد الباری صاحب بھی شامل ہے ' محظوظ کیا ؟

(۲) کیا رنڈیوں کی کمائی مسجد میں لگانا جائز ہے ؟ اگر نہیں ہے تو انریبل مظہر الحق صاحب نے وہ چار گینیاں جو رنڈیوں نے اونکی خدمت میں نذر گذرانی تہیں ' مسجد کو دینے کی کیوں جرأت کی ؟ کیا مولانا عبد الباری صاحب نے اسکے لیے بھی کوئی حیلۂ شرعی نکالکر اونکو بتا دیا تھا ؟ اگر نہیں بتایا تھا اور صرف خاموشی اختیار کی تھی تو آپکی رائے میں ایک عالم کے ایسے موقعہ پر خاموشی اختیار کرنے سے اوسکی نسبت شرع شریف کیا حکم دےگی ؟

(۳) کیا آتشبازی چھوڑنا اور اوسپر مسلمانوں کا روپیہ صرف ہونا شرعاً کسی اسلامی جلسہ میں مستحسن امر ہے ' جسپر زمیندار نے بہت کچھہ اظہار مسرت کیا ہے ؟

(۴) اخبار زمیندار نے رنڈیوں کے گانے بجانے کے واقعہ کو قصداً چھپایا ہے ' کیا ایسا اخبار دیانت دار کہا جاسکتا ہے ؟

الہلال :

(۱) جس جلسے میں رنڈیاں بلائی جائیں وہ میرے اعتقاد میں اسلامی روایات کا زندہ کرنا ایک طرف ' سرے سے اسلامی جلسہ ہی نہیں - آپ کہاں ہیں اور مجھسے کیا سوال کر رہے ہیں ؟

رہا کانپور کا معاملہ تو آپنے کئی خبروں کو ملا دیا ہے - مجھے جو حالات معلوم ہوے وہ یہ ہیں کہ ۳۰ - اکتوبر کو ایک دو گارڈن پارٹی تھی جو سہ پہر کو ہوئی - اسمیں سب لوگ شریک تھے - اسکے بعد شب کو ڈنر ہوا ' اسمیں شاید راجہ صاحب اور مولانا عبدالباری نہ تھے - رات کو میلاد شریف کا جلسہ ہوا -

جہاں تک مجھے معلوم ہے ان تینوں صحبتوں کی فضا اس طرفے کی زونق فرمائی سے محروم رہی - آپنے غالباً بوجہ عدم واقفیت ان جلسوں کو مورد الزام قرار دیا -

اسکے علاوہ ایک اور صحبت بھی ہوئی جو پبلک حیثیت سے نہیں بلکہ شخصی طور پر کسی شخص نے منعقد کی تھی اور مسٹر مظہر الحق کو مدعو کیا تھا - نہیں معلوم یہ اسی دن ہوی یا دوسرے دن - اسکی نسبت پہلے اخبارات سے اور بعد کو بعض اشخاص سے معلوم ہوا کہ اسمیں شہر کی تین مشہور طوائفیں بھی آئیں اور لوگوں نے مسٹر مظہر الحق سے کہا کہ وہ بھی چاہتی ہیں کہ انکا

چندہ آپ قبول کرلیں - مسٹر مظہر الحق نے منظور کیا - وہیں انہوں نے کہایا بھی ہوگا اور چندہ بھی دیا ہوگا -

مجھے جہاں تک علم ہے' میں کہہ سکتا ہوں کہ مولانا عبد الباری اس صحبت میں نہ تھے - پس آپکو مناسب نہ تھا کہ اس جرأت کے ساتھہ مولوی صاحب کو اسمیں شریک قرار دیلے اور پھر اسی بناء فاسد پر اعتراض فاسد کرتے - مومن کی شان یہ ہونی چاہیے کہ جسقدر اعلان حق اور امر بالمعروف میں نڈر اور شدید و اشد ہو' اتنا ہی سوء ظن کرنے میں محتاط اور غیر عاجل بھی ہو - آپنے ایک مسلمان کو اسکی غیبت میں متہم کیا' اور اس کام کو اسکی طرف نسبت دی' جس سے وہ بری ہے:

ایحب احد کم ان یاکل لحم اخیہ میتۃ فکرھتموہ ؟

ہاں' اگر واقعی یہ سچ ہو کہ مولوی صاحب ممدوح بھی اسمیں شریک تھے اور وہ آپکے الفاظ میں "کا بجا کر محظوظ کرنے والوں" سے محظوظ ہوئے تو پھر مولانا مجبور ہیں کہ ہر اس شدید سے شدید سختی کو جو انسے پرسش و احتساب میں کی جائے' گوارا کریں اور جواب دیں کہ کیوں ایسی صحبت میں شریک ہوئے ؟

بہر حال جن جلسوں کا آپ ذکر کر رہے ہیں' جہاں تک مجھے معلوم ہے' ان میں تو قوم نے دیگر طبقات کے قائم مقاموں کے ساتھہ اس طائفۂ مجلس آرا کے قائم مقام نہ تھے:

وہ آئے انجمن میں تو پھر انجمن کہاں ؟

لیکن میں تو پھر بھی اس جلسے کو " اسلامی روایات " کا زندہ کرنے والا جلسہ نہیں قرار دیسکتا - میری جو رائے ہے' وہ میری عدم شرکت' نیز ۱۹ - ذی الحجہ کی اشاعت کے نوٹ سے آپ پر واضح ہوگئی ہوگی' جو حکیم عبد القوی صاحب کی مراسلہ کے ساتھہ شائع ہوا ہے - " اسلامی روایات " وغیرہ کی ترکیبیں آجکل لوگ بکثرت بولتے ہیں - اور یہ معمولی جملے ہوگئے ہیں جن سے ہر موقعہ پر انشا پردازی اور عبارت آرائی کا کام لیا جاتا ہے گو اصلیت کچھہ ہی کیوں نہو - آجکل ہر جلسہ عظیم الشان ہے - ہر صحبت دلربا - اور مسلمانوں کا ہر اجتماع " اسلامی روایات " کو زندہ کرنے والا ! اس عہد میں زاغ و بلبل کو ایک ہی قفس کی تیلیاں نصیب ہوتی ہیں:

صداے بلبل اگر نیست صوت زاغ شنو !

ایک صحبت عیش و نشاط تھی جو بعض مصالح خاص سے کی گئی - جو لوگ شاید کئی ماہ سے آہ و فغاں سنتے سنتے اکتا گئے تھے' ہر طرف سے ہجوم کرکے جمع ہوئے کہ اب چند گھڑیاں عیش و سرور میں بھی بسر ہو جائیں:

بادہ پیش آر کہ اسباب جہاں ایں ہمہ نیست !

چلے پھرے' کھایا پیا' مولوی آزاد سبحانی سے بھی ملے اور مسٹر ٹاللر سے بھی - اسکے بعد سب نے اپنے اپنے گھر کی راہ لی - اب معلوم نہیں کہ ان اشغال میں غریب اسلام کی " روایات " کہاں سے آگئیں' اور اس مجمع کے رکنوں سے فضائل و مناقب دقیقۂ و مخفیہ ہیں' جنھوں نے اسلام کی کسی فراموش شدہ سنت کا احیاء کیا ہے ؟ اسلام کا نام بھی ایک آلۂ لہو و لعب بن گیا ہے - جو کچھہ جی میں آئے کیجیے' مگر رونق سخن و تالیف قلوب کیلیے یہ ضرور کہدیا کیجیے کہ اسلامی روایات کی تازگی و تجدید مقصود ہے - کیونکہ جو کچھہ آپ کرتے ہیں صرف بیچارے اسلام ہی کیلیے کرتے ہیں' ورنہ آپ کو ان ہنگاموں سے کیا تعلق ؟

دریغا آبروے دیرگر غالب مسلماں شد !

(۲) اس سوال کو میں نہ سمجھا اور جواب سوال کی صورت پر موقوف ہے - کانپور میں کوئی مسجد تو بن نہیں رہی ہے' جسکی تعمیر کیلیے رنڈیوں نے چندہ دیا ہو - آپ اپنا مقصد صاف صاف ظاہر کریں تو جواب عرض کروں -

(۳) ہرگز نہیں - اسلام ہر ایسے فعل کو جو لغو ولا حاصل ہو اور انسانی محنت و مال کو بغیر کسی نتیجہ کے ضائع کرے' معصیت قرار دیتا ہے - پس آتشبازی کا بنانا اور چھوڑنا' دونوں نا جائز ہے - جلسے منعقد کیجیے' مگر " اسلامی جلسہ " کا لقب صرف اسی کو دیجیے' جو اپنے اندر اسلامی احکام و تعالیم کا نمونہ رکھتا ہو -

(۴) " قصداً چھپایا ہے " اسکا آپکو علم ہے - مجھے نہیں - نہ میں نے زمیندار کے مضامین پڑھے ہیں کہ قیاس سے کام لے سکوں - اگر اس جلسے کا حال بھی ایڈیٹر صاحب زمیندار نے لکھا ہے جس میں طوائفوں نے نغمہ سرائی کی تھی' اور اسمیں اس واقعہ کو قصداً نظر انداز کر دیا ہے' تو یقیناً یہ دیانت کے خلاف ہے -

آخر میں اتنا اور کہونگا کہ آپ نے ان سوالات میں غلط واقعات کو جس وثوق سے لکھا ہے' خواہ کیسے ہی مومنانہ غصہ اور ہیجان غضب کے عالم میں لکھا ہو' لیکن مسلمان کی شان سے بعید ہے -

---

مغرب سے طلوع افتاب کا پیش خیمہ

اسلام کی طرف مغرب کی بیداری

مصنفہ دی رائٹ آنریبل لارڈ ہیڈلی بی - اے - ایم - آئی - سی - آئی - انف - ایس - ای - وغیرہ وغیرہ -

یہ قابل دید کتاب اس وقت لارڈ موصوف کے زیر تصنیف ہے - اور انشاء اللہ تعالی دسمبر سنہ ۱۹۱۳ عیسوی کے اخیر تک شائع ہو جائیگی - اس کتاب میں ہمارے مکرم و محترم بھائی لارڈ موصوف ان امور کو مفصل بیان کرینگے جنکی بنا پر آپ نے چالیس سال کے غور و خوض کے بعد اسلام کو مروجہ عیسائیت پر ترجیح دی اور اسلام قبول کیا - اس کتاب میں مدلل طور پر دکھایا جائیگا کہ اہالیے بلاد غربیہ کے مناسب حال اسلام اور صرف اسلام ہی ہے - یہ یقیناً اس قابل ہوگی کہ ہر ایک انگریزی خواں کے ہاتھہ میں اسکا ایک ایک نسخہ ہو اور اس کثرت سے بلاد غربیہ میں تقسیم کی جائے کہ کوئی ملک اور شہر اس سے خالی نہ رہے - یہ جہاد اکبر ہے - موجودہ زمانہ میں اشاعت اسلام کے کام میں مدد دینے سے بڑھکر اور کوئی دینی خدمت نہیں ہو سکتی - اس لیے ہمارے مسلمان بھائی اس کو خود بھی خریدیں اور اس کی زائد کاپیاں خرید کر اپنے احباب میں اور بلاد غربیہ میں براہ راست یا ہماری معرفت مفت تقسیم کریں - با وجود ظاہری اور باطنی خوبیوں کے اس کتاب کی قیمت محض کثرت اشاعت کی خاطر صرف ۱۲ - آنہ مقرر کی گئی ہے - یکم دسمبر سنہ ۱۹۱۳ عیسوی تک خریداری کی درخواستیں بنام شیخ رحمت اللہ صاحب مالک انگلش ویر ہوس لاہور روانہ کردیں - تاکہ شیخ صاحب دسمبر کے اول ہفتہ میں مجھے اطلاع دے سکیں کہ اندازاً کتاب کا پہلا ایڈیشن تعداد میں کس قدر چھاپا جاوے ؟

نوٹ: اس کتاب کا اردو ترجمہ بھی میری طرف سے شائع ہوگا - جس کی قیمت ۱۲ - آنہ ہوگی - اس کے لیے بھی درخواستیں بھیجیے -

برادران ! یہ وقت ہے کہ آپ چند پیسوں کے بدلے ہزارہا بنی نوع انسان کو صراط مستقیم کی طرف رہنمائی کرکے ثواب دارین حاصل کرسکتے ہیں - اللہ تعالی نے آپکو خدمت اسلام کا موقعہ دیا ہے -

الراقم - خواجہ کمال الدین ایڈیٹر اسلامک ریویو امام مسجد - ووکنگ از (انگلینڈ)

المراسلة والمناظرة

لا تنازعوا فتفشلوا و تذهب ريحكم !!

اتفاق کي ضرورت

اهل تسنن و تشیع میں

(از جناب مولوي خادم حسن صاحب میرٹهي)

(۲)

(۳) " بني امیه کے مظالم کے ذمه دار خلفاء راشدین هیں کیونکه انهوں نے هي انکو اقتدار دیا تها - اور اسي واسطے حضرات شیعه خلفاء هي کو باني جفا خیال کرنے پر مجبور هوگئے - یہاں تک که کہا گیا : قتل الحسین یوم السقیفه "

آپ نے بجا فرمایا هے - بے شک حضرات شیعه نے بقول آپ کے ایسا خیال کرلینے میں افراط سے کام لیا هے - اسطرح کا خیال رکھنے والوں کو ٹھنڈے دل سے سوچنا چاهیے که خود بني امیه بهي قریش تهے - شیخین رضي الله عنهما سے بہت زیادہ رسول (صلعم) کے قریبي تهے - آل سفیان کے ساتهه سب سے پہلے بعد از بعثت جناب رسالت مآب صلی الله علیه و آله و سلم نے قرابت کي درخواست فرما کر ام حبیبه سے شادي کی بتوسط نجاشي جب که وه حبشه میں تهیں - (تفسیر عمدة البیان عمار علی ۳۲۶ - و تفسیر صافي ۳۱۰ سوره ممتحنه) امیر معاویه آنحضرت کا رسائل نویس و کاتب تها (تذکرة الائمه مجلسی ۲۴) بے شک خلفاء راشدین نے آل سفیان کو شام کا حاکم بنایا ' مگر اُن کو کیا علم تها که آئنده کیا هوگا ؟

وه نه معصوم تهے نه عالم ما کان و ما یکون - نه انکو اسم اعظم کے پورے بهتر حروف کا علم تها - نه اُن کے پاس انگشتري سلیمان تهي نه عصاے موسی وغیره آثار و تبرکات انبیاء - تعجب تو جناب علي و امام حسن و دیگر ائمه علیهم السلام کے طرز عمل پر هے که باوجود ان سب کمالات پر حاوی هونے کے ' امیر معاویه وغیره کے مقابله میں عاجز رهے اور تماحقه اُسکي سرکوبي نه کرسکے - پهر زیاد جیسے شیعوں کا هلاکو کہنا چاهیے ' اُسے جناب علي نے کوفه و بصره کا گورنر مقرر فرما دیا تها - (ناسخ التواریخ جلد ششم کتاب دوم مطبوعه ایران ۴۲) اسي کا بیٹا ابن زیاد تها -

یه بهي یاد رکهنا چاهیے که خلفاے راشدین اگر بني اُمیه کي حکومت و اقتدار کا باعث هوے هیں تو خود شیعیان کوفه وغیره بهي بني عباس کي خلافت کے باني تهے - جن کے مظالم سادات پر بقول مجلسي بنی اُمیه سے بهي بڑهه کر هیں :

" نکتهٔ عجیبے دارم از بني عباس که قرابت ایشان نسبت باهلبیت رسالت از بني اُمیه بیشتر بود و اذیت و آزار و عداوت ایشان بائمهٔ معصومین هم زیاده تر بود " (تذکرة الائمه - ۱۱۸)

یعني بني عباس کي نسبت ایک عجیب نکته کہوں که بني اُمیه کي نسبت وه اهلبیت رسالت سے زیاده تر قریبي تهے لیکن ساتهه هي ائمهٔ معصومین کے ساتهه انکي عداوت اور جور و جفا بهي اُن سے بڑهکر تهي -

(۴) انقلاب زمانه کا اندیشه -

آپ نے لکها هے که " شیعه ڈرتے هیں - کہیں پهر اهلسنت بر سر حکومت نه هوجائیں اور هم بدستور اسیر پنجهٔ ظلم و ستم ' خدا خدا کرکے گورنمنٹ انگریزي کي حکومت میں جو آزادي پائی هے اس سے پهر محروم هوجائیں گے "

ایسے خوف کهانے والوں کو آپ مہرباني کرکے ذهن نشین فرمادیں که عزیزان من ! کوئي واقعه ایسا نہیں هے جس میں کم و بیش مبالغه نه هوا هو ' اور پهر جس کا که حسب دلخواه انتقام بهي نه لے لیا گیا هو - اگر کچهه کسر رہ گئي هے تو آئے بهي حضرت صاحب الزمان علیه السلام ضرور زمانه رجعت میں پورا کردیں گے جبکه تمام روئے زمین پر صرف شیعوں هي کي حکومت هوگي - اُس وقت جیسي کچهه سنیوں کي حالت هوني هے وه محتاج بیان نہیں - ملا باقر مجلسي فرماتے هیں که کفار سے بهي بیشتر سنیوں کا صفایا کیا جاے گا !!

" وقتیکه قائم ظاهر مي شود ' پیش از کفار ابتدا به سنیان خواهد کرد با علمائے ایشان ' و ایشان را خواهد کشت (حق الیقین فصل ۱۸) -

پس شیعوں کي طرح اگر سني بهی گذشته اور آینده کے حالات پر قیاس کرکے موجوده نسل کے ساتهه اتفاق و اتحاد میں تساهل و تامل کرنے لگ جائیں تو جمعیت اسلام کا کیا حشر هو ؟

اس قسم کے دور از قیاس اوهام کسی طرح بهي قابل توجه اور همارے باهمي اتحاد میں سد راه نہیں هوسکتے -

(۵) " خلفائے راشدین کو چهوڑ کر جس کسي پر شیعه تبرا کریں - اهلسنت بهي کریں "

جناب شیخ صاحب ! آپ نے خود صاف الفاظ میں ظاهر فرما دیا هے که اس منحوس رسم کے باني بني امیه هوئے - اور اگر وه ابتدا نه کرتے تو دنیا میں تبرے کا وجود هي نه هوتا - پس گذارش هے که اس وقت نه تو بني امیه موجود هیں نه جناب علی علیه السلام اور نه انکي اولاد امجاد پر کوئي تبرا کہتا هے - پهر آپ تبرے کے بدستور جاري رکهنے پر کس کی تقلید کر رهے هیں ؟ جناب علي کي یا بني امیه کي ؟

پهر خلفاے راشدین کے سوا حضرات شیعه بعض ازواج مطہرات سے بهي ناراض هیں اور انکو خطاب هائے نا صواب سے یاد کرتے هیں حالانکه خدا وند کریم نے بلا تفریق احدے ' سب کو امہات المومنین فرمایا (و ازواجه امهاتهم : ۲۱ - ۱۷) اور پهر والدین کے بر خلاف اُف تک کرنیکي ممانعت هے (فلا تقل لهما اُف : ۱۵ - ۳)

پهر بہت سے مہاجرین و انصار سے بهي حضرات شیعه ناراض هیں اور اُن کے معائب و مطاعن کو ورد زباں رکهتے هیں ' حالانکه خداوند کریم جملهٔ مہاجرین و انصار کو مومن برحق فرماتا هے (اولٰئک هم المومنون حقا : ۱۰ - ۶)

اب مشکل یه هے که اهلسنت خدا کي رضا جوئي کو مقدم رکهیں یا برادران شیعه کي ؟ یہی رسم تبرا هے جو اتفاق فریقین کے اتحاد میں حائل هے اور اسی کے باعث شیعه مطعون بنے هوے هیں - ورنه دوسرے خاص معتقدات شیعه اس قدر موجب منافرت نہیں هوسکتے -

مثلاً ارسال الیدین که مالکی بھی کرتے ھیں ' اور غسل رجلین کے بجائے مسح رجلین - یا جناب علی علیه السلام کا بعض خصوصیتوں کی وجه سے افضل الصحابه ھونا وغیرہ وغیرہ -

پس اگر آپ سچے ھمدرد قوم و ملت ھیں تو برائے خدا اس یادگار بنی امیه اور رسم منحوس تبرا کو قطعاً موقوف کرا دیں - ھاں اس وقت ایک عملی تبرے کی سخت ضرورت ہے نه که زبانی تبرے کی ' اور وہ بھی بر خلاف اُن غیر مسلم اقوام کے ' جن کے مظالم ھمارے مشاھدہ میں آ چکے ھیں اور جنکی ساری همت اسلام کی تخریب کیلیے وقف ہو چکی ہے -

(۶) " شمول تعزیه داری امام مظلوم علیه السلام - شیعوں کے دل میں ھندؤں کی محبت جا گزیں ہو رھی ہے - کیونکه راجے مہاراجے اور ادنی و اعلی اھل ھنود تعزیه داری میں شیعوں کے ساتھه حد درجه کی دلچسپی لے رہے ھیں "

جناب شیخ صاحب ! اھلسنت اگر شیعوں کے ساتھه تعزیه داری امام میں شامل نہیں ہوتے تو ضرور اس کے کئی بواعث ھیں جو آپ جیسے محققین سے مخفی نہیں ہونے چاھئیں - مثلاً یه که مذھباً وہ اسکو بدعت اور خلاف اصول اسلام سمجھتے ھیں - لیکن اس عدم شمول کا نتیجه یه نکالنا که اھلسنت کو اس غم کا اولی احساس نہیں ' کمال بے انصافی ہے -

اھلسنت کے مشہور و معروف علما و واعظین اور شعرا کی کتابیں نہایت موثر پیرایه میں واقعات کربلا پر تقریباً ہر زمانه میں لکھی گئی ھیں - روضة الشهداء ملا حسین واعظ کاشفی ھی کو دیکھیے - یه اسی کتاب کے قبول عام کا نتیجه ہے که تمام ایران و افغانستان میں عام طور پر مرثیه خوانوں کو " روضه " خوان اور مرثیه خوانی کو " روضه خوانی " کہتے ھیں - دوسری کتاب سر الشهادتین شاہ عبد العزیز صاحب رحمه الله علیه دھلوی کی ہے - حال میں ایک کتاب یادگار حسین تالیف خان بہادر مرزا سلطان احمد صاحب شائع ہوئی ہے - جو بڑے استحسان کے ساتھه اکتوبر اور نومبر کے رساله البرھان میں درج ہوا چھپی ہے -

پھر جہلاء اھلسنت بعض شہروں میں شیعوں سے بھی بڑھکر تعزیے بناتے اور سبیلیں لگاتے ھیں - عام اھلسنت کے عدم شمول کا باعث زیادہ تر تبرے کی بھی رسم ہے - تعزیه داری کے پردہ میں بھی اکثر تبرا جاری ہوتی ہے - شروع مجلس میں نہیں تو آخر مجلس میں - پہلی محرم کو نہیں تو ساتویں کو حاضری عباس کے موقعه پر -

آپ نے ھندؤں کی دلچسپی کا ذکر بکمال مبالغه فرمایا ہے - ھمیں تو معلوم نہیں که وہ راجے مہاراجے اور عام ھندو کہاں رہتے ھیں جو تعزیه داری میں شیعوں کا ساتھه دیتے ھیں - کیا یه وھی قوم نہیں ہے جنکو حضرات شیعه مشرک کی بنا پر نجس جانکر ان کے ھاتھه کی بنائی ہوئی کوئی چیز بھی نہیں کھاتے ؟

اصل یه ہے که اس وقت تو خود اسلام کی تعزیه داری درپیش ہے - اعتقاد اسلام و توحید معرض خطر میں ہے - امام حسین علیه السلام کی نسبت کہا جاتا ہے که صرف اسلام کے بچانے کی خاطر جان دی تھی - اب پھر وھی بلکه اس سے زیادہ خطرہ عظیم درپیش ہے - بہتر ہو که سب ملکر امام حسین کے اصل مقصد کو پورا کریں -

(۷) " ناصبیوں کو نکال دینا "

آخر مضمون میں شیخ صاحب نے ھدایت کی ہے که اھلسنت [۲۰] میں سے ناصبیوں کو نکال دیں - کاش وہ ناصبی کے معنے خود ھی بتلا دیتے تاکه اھلسنت کو تعمیل ارشاد میں آسانی ہوتی - یه اس لیے عرض کیا گیا ہے که حضرات شیعه کے ھاں ناصبی کے معنوں میں بھی اختلاف ہے -

مثلاً بعض کے نزدیک کل مخالفین تشیع ناصبی ھیں - بعض کہتے ھیں که دشمن اھلبیت ناصبی ہے - بعض نے کہا ہے که جو مذھب شیعه کا مخالف ہو وھی ناصبی ہے - اس آخری معنی کو ترجیح دی گئی ہے - (ملاحظه ہو اساس الاصول سید دلدار علی صاحب ۲۲۴ مطبوعه لکھنؤ سنه ۱۲۹۴ ھ) -

لیکن اس کا کیا علاج که جس خرابی کو آپ اھلسنت سے دور کرنا چاھتے ھیں ' حضرات شیعه اُس میں زیادہ تر مبتلا ھیں - ائمة اھلبیت علیهم السلام کی چند احادیث ملاحظه ہوں :

(۱) ان من الشیعة بعد نا منهم شرمن النصاب (کتاب رجال کشی مطبوعه بمبئی : ۲۸۹)	یعنے ھمارے شیعوں میں ناصبیوں سے بھی بد تر ھیں -
(۲) وما احد اعدی لنا من من یستحل مودتنا (رجال کشی : ۱۹۸)	جو لوگ جھوٹ موٹ ھماری محبت کے مدعی ھیں اُن سے بڑھکر ھمارا کوئی دشمن نہیں -
(۳) ما انزل الله سبحانه آیة فی المنافقین الا وھی فی من ینتحل التشیع (رجال کشی : ۱۹۳)	خدائے کوئی آیت منافقین کے حق میں نازل نہیں فرمائی مگر وہ غالب ھوتی ہے ھر اُس شخص پر جو جھوٹ شیعه ہونے کا دعوی کرے -

ان سے بھی بڑھکر ایک قول ملاحظه ہو :

" ان المومنین لقلیل و ان اھل الکفر کثیر - بدرستیکه مومن حقیقی ھر آئینه کم است و بدرستیکه اھل کفر که اظہار تشیع می کنند ' ھر آئینه بسیار است (صافی شرح کافی باب قلت عدد المومنین - ۵۸ مطبوعه لکھنو) یعنی در حقیقت مومن تھوڑے ھیں اور برائے نام مومن که اظہار تشیع کرتے ھیں زیادہ ھیں -

(خاتمه)

ان معروضات سے واضح ہوگیا ہوگا که اتحاد فریقین کیلیے دو اصل کن مساعی کی ضرورت ہے اور اگر راہ حق و عدالة اختیار کی جائے اور اسلام کے موجودہ مصائب کا صحیح احساس ہو ' تو تمام غلط فہمیاں دور ہوسکتی ھیں اور کلمۂ توحید کے پیرو فقط کلمۂ اسلام کیلیے متحد و متفق ہوسکتے ھیں -

ساتھه ھی اخوان اھلسنت کی خدمت میں بھی گذارش ہے که برادران شیعه کے ساتھه محض بربنائے اختلاف مذھب ' بد سلوکی یا دل آزاری روا نه رکھیں - ایسا کرنا نه صرف شان اھلسنت کے برخلاف بلکه تعلیم اسلام کے بھی مخالف ہے - جہاں تک ممکن ہو اُن سے حسن سلوک قائم رکھو - بعض باتوں میں اُنسے اختلاف رکھتے ہو تو لازم ہے که عقلمندی اور فراخ حوصلگی سے اختلاف کو برداشت کرو - کیا اھل سنت کے اندر بیسیوں بلکه سیکڑوں مسائل ' مختلف فیه نہیں ھیں ؟

ھمیں انکی امداد و خبر گیری میں بھی سرد مہری نہیں دکھلانا چاھیے که بہر حال وہ ھم ھی میں سے اور ھمارے ھی ھیں - بہت سے قومی کاموں میں ان کے متمول رؤسا کافی حصه لیتے ھیں اور تمیز سنی و شیعه نہیں کرتے - اگر وہ نماز پڑھنا چاھیں اور پاؤں پر مسح کریں تو کرنے دو - ھاتھه چھوڑ کر نماز پڑھیں تو تعجب نه کرو - یه اختلافات وحدة کلمه کیلیے موجب تفریق و تشتت نہیں ہوسکتے - والعاقبة للمتقین -

مراسلات

" مصالحۂ " مسئلۂ اسلامیہ کانپور

از جناب مولانا محمد رشید صاحب مدرس مدرسۂ عالیہ کلکتہ

(٣)

(١٠) مولانا عبدالباری اور راجہ صاحب محمود آباد کے مساعی جمیلہ کا ہمیں انکار نہیں - جو کچھہ اونہوں نے اس بارے میں اپنے اوقات عزیز کو صرف کیا ہے اوسکے لیے وہ بیشک شکریہ کے مستحق ہیں - معاملہ مسجد میں تسلیم کرتا ہوں کہ اونکی نیک نیتی پر شبہہ کرنا کسی طرح جائز نہیں - لیکن گفتگو نیت پر نہیں ہے بلکہ اوسکے نتیجہ پر ہے - اور اس لیے اوس نتیجہ پر گفتگو کرنیکا ہر شخص کو حق ہونا چاہیے - راجہ صاحب سے صرف یہ استفسار کا حق ہے کہ اونہوں نے تمام علما میں سے صرف مولانا عبد الباری ہی کو کیوں منتخب فرمایا ' جب کہ اس سے پہلے وہ مسجد کے معاملہ میں بالکل یکسو رہے تھے ؟ بلکہ خود مولانا ہی کی تحریر کے موافق اونکو پہلے اوس دالان کے جزو مسجد ہونے میں بھی شبہہ تھا - مولانا سے محترم سے یہ سوال ہے کہ ایسے نازک مسئلہ میں انہوں نے صرف اپنے اوپر کیوں اعتماد کیا ؟ پہلی راے سے بعض کو خبر بھی دیگئی لیکن اخری صورت میں تو کسی سے کچھہ بھی نہ پوچھا گیا بلکہ اول صورت میں بھی جس طرح مشورہ ہونا تھا ' نہ ہوا -

(١١) آخر میں چاہتا ہوں کہ نفس مسئلہ کی نسبت بھی کچھہ عرض کرکے یہ بتلانیکی کوشش کروں کہ مولانا کو کن وجوہ سے شبہہ ہوا ہے اور وہ دلائل کہاں تک زور دار ہیں ؟ مولانا کو جس عبارت سے مغالطہ دیا ' غالباً وہ یہ عبارت ہے جو در مختار کے کتاب الوقف میں موجود ہے :

جعل شي اي جعل الباني شيئاً من الطريق مسجداً لضيقه و لم يضر بالمارين' جاز' لانهما للمسلمين كعكسه اي جواز عكسه ' و هو ما اذا جعل في المسجد ممر لتعارف اهل الامصار في الجوامع (در مختار جلد - ٣ : ٤١٩)

" بانی مسجد اگر کچھہ حصہ راہ سے لیکر شامل مسجد کردے اسلیے کہ مسجد تنگ ہے اور راستہ چلنے کیلیے کچھہ مضر نہ ہو' تو یہ جائز ہے ' کیونکہ دونوں ہی چیزیں مسلمانوں کی ہیں - اور اسکا عکس بھی جائز ہے یعنی مسجد کو گذرگاہ بنا دیا جاے جیسا کہ شہروں کی جامع مسجدوں میں رواج ہے "

مولانا نے اگر اسی سے استدلال فرمایا ہے جیسا ظاہراً معلوم ہوتا ہے ' تو اسمیں چند امور غور طلب ہیں :

(الف) اسیکے آگے یہ عبارت بھی ہے :

كما جاز جعل الامام الطريق مسجداً لا عكسه لجواز الصلوة في الطريق لا المرور في المسجد

" جیسے یہ جائز ہے کہ پادشاہ وحاکم راستہ کو مسجد میں شامل کردے لیکن حاکم کو اسکے خلاف کرنا یعنے مسجد کے حصہ کو راستہ میں شامل کرنا درست نہیں ہے - اسکی وجہ یہ ہے کہ راستہ میں نماز ادا ہوسکتی ہے اور مسجد میں گزرنا کسیطرح درست نہیں ہے "

اب مولانا فرمالیں کہ موجودہ صورت مسجد میں اول عبارت سے استدلال کرنا مناسب ہے یا آخر عبارت سے ؟ میری حیرت کی انتہا نہیں رہتی جب میں دیکھتا ہوں کہ یہاں اول عبارت پر لحاظ کر کے اخر عبارت سے اغماض کیا جاتا ہے ! یہاں پادشاہ وقت سڑک میں حصہ مسجد کو شامل کرتا ہے یا بانی مسجد ؟

(ب) درحقیقت یہ مسئلہ بھی متفق علیہ نہیں ہے بلکہ مسجد کے حصہ کو سڑک میں شامل کردینے کی نسبت فقہا نے اختلاف کیا ہے :

قلت ان المصنف قد تابع صاحب الدرر مع انه في جامع الفصولين نقل اولا جعل شيئا من المسجد طريقا و من الطريق مسجدا جاز' ثم رمز لكتاب اخر لو جعل الطريق مسجدا يجوز لا جعل المسجد طريقا لانه لا تصور الصلاة في الطريق فجاز جعله مسجدا و لا يجوز المرور في المسجد فلم يجز جعله طريقا - ولا يخفى ان المتبادر انهما قولان في جعل المسجد طريقا بقرينة التعليل المذكور - و يؤيده ما في التتار خانية عن فتاوى ابي الليث و ان اراد اهل المحلة ان يجعلوا شيئا من المسجد طريقا للمسلمين فقد قيل ليس لهم ذلك و انه صحيح ثم نقل عن العتابية عن خواهر زاده اذا كان الطريق ضيقا و المسجد واسعا' لا يحتاجون الى بعضه تجوز الزيادة في الطريق من المسجد لان كلها للعامة (در المختار مجلد ٣ صفحه ٤٢٠)

" میں کہتا ہوں کہ یہاں مصنف نے صاحب درر کے اتباع سے ایسا کہدیا تاہم جامع الفصولین میں اسطرح نقل کیا ہے کہ پہلے تو مسجد کے حصہ کو راستہ میں شامل کرنا اور راستہ کو مسجد میں شامل کرنا دونوں درست بتلاے ہیں - پھر دوسری کتاب کا حوالہ دیکر لکھا ہے کہ راستہ کو مسجد میں شامل کردیا جاوے تو درست ہے اور مسجد کو راستہ میں شامل کرنا درست نہیں اسلیے کہ راستہ کو راستہ رکھکر نماز پڑھنا درست نہیں تو اسکو مسجد میں شامل کرنیکے بغیر چارہ نہیں - اور چونکہ مسجد میں گذرنا درست نہیں ہے تو اگر راستہ میں شامل کردیا جاوے تب بھی درست نہ ہوگا - اس سے صاف متبادر ہوتا ہے کہ مسجد کو راستہ بنانے کے دو قولوں میں جو علت بیان کی گئی ہے اوس سے بھی اسیکی تائید ہوتی ہے - تتار خانیہ میں فتاوای ابی اللیث سے جو کچھہ نقل کیا ہے اوس سے بھی اسکی تائید ہوتی ہے - اوسمیں لکھا ہے کہ اگر اہل محلہ مسجد کے کسی حصہ کو مسلمانوں کے گذرنے کے لیے راستہ بنا دیں تو اوسمیں اختلاف ہے - بعض فقہا نے کہا ہے کہ نا جائز ہے اور یہی صحیح ہے - پھر عتابیہ کی عبارت نقل کی ہے جہاں خواہر زادہ سے منقول ہے کہ اگر راستہ تنگ ہو اور مسجد ایسی وسیع ہو کہ ایک حصہ کی ضرورت ہی نہ پڑتی ہو تو ایسی صورت میں راہ میں کچھہ حصہ مسجد کا شامل کرنا درست ہے کیونکہ دونوں چیزوں میں سب کا حق ہے "

جب که مسئله مختلف فیه تها تو دونوں قولوں پر غور کرنا چاهیے تها - اور یه دیکهنا تها که کسکی دلیل قوی هے ؟ کون قول صحیح هے ؟ بغیر غور و مشوره کے ایسے اهم مسئله میں فتوی دینے کی جرات نا مناسب تهی -

اگر مجهے اجازت دیجاوے تو میں بلا خوف تردید اس کهنے کی جرات کرتا هوں که مسجد کے حصه کو سڑک میں شامل کرنیکا جن فقها نے فتوی دیا هے' وه دلائل کے لحاظ سے کمزور هے کیونکه اسکے لیے فقها نے صرف دو دلیلیں بیان کی هیں :

(۱) دونوں چیزیں پبلک کی هیں اسلیے ایک کو دوسرے میں شامل کرنا درست هے -

(۲) صاحب در مختار نے اسکے علاوه اس دلیل کا اور اضافه کیا هے که شهروں کی جامع مسجدوں میں اسکا دستور اور رواج هے ' پهلی دلیل کی کمزوری ظاهر هے' اسلیے که پبلک کی دونوں چیزیں هونے سے یه لازم نہیں آتا که ایک کو دوسرے میں شامل کر دینا بهی درست هو - اوقاف کے مسائل پر جسکو ادنے اطلاع بهی هوگی ' اسکو معلوم هوگا که جو چیزیں جس کام کے لیے وقف هوں' انکا دوسری طرح سے استعمال کرنا کسیطرح درست نہیں هے ایک مسجد کے ملبه کو دوسری مسجد کی تعمیر کے لیے منتقل کرنا ممنوع هے اور سیکڑوں اسکے نظائر موجود هیں - یہاں تک که لکها هے که شرائط الواقف کنص الشارع - یعنے واقف کی شرائط تبدیل و تغیر قبول نه کرنے میں نصوص شرعیه کے مشابه هیں - علامه شامی لکهتے هیں :

لا نعلم ذلك في جوامعنا - نعم تعارف الناس المرور في مسجد له بابان ۰ ۰ ۰ نعم يوجد في اطراف صحن الجوامع رواقات مسقوفة للمشي فی وقت المطر ونحوه لاجل الصلواة وللخروج من الجامع لا لمرور المارين مطلقا كالطريق العام ' فمن كان له حاجة الى المرور في المسجد يمر في ذلك الموضع فقط ليكون بعيداً عن المصلين و ليكون اعظم حرمة لمحل الصلاة - اه	" همکو تو اپنے جامع مسجدوں میں کہیں اسکا پته نہیں لگا - لوگوں نے اون مسجدوں میں جنکے دو دروازے هوتے هیں' گذرنے کا رواج قائم کرلیا هے ۰۰۰۰ هاں جامع مسجدوں کے صحن کے کناروں میں مسقف رواق بنا دیے هیں تاکه بارش وغیره کے وقت اوسمیں سے گذر سکیں لیکن صرف اسلیے که نماز پڑهنے آویں یا مسجد سے باهر جاویں' نه که هرکس و ناکس کے گذرنے کے لیے عام راسته کیطرح هیں - جسکو مسجد میں چلنے کی ضرورت پیش آتی هے وه اس جگه سے هوکر گذر جاتا هے -

اس سے یه فائده هے که نماز پڑهنے والوں سے گذرنے والا دور رهتا هے نیز خاص نماز کی جگه کی حرمت بهی برقرار رهتی هے "

جب که دلائل ایسے کمزور هیں تو فقها کے اس قاعده پر عمل کرنا چاهیے تها که : لا يجوز العدول عن الدراية اذا وافقتها رواية (دلیل سے عدول کرنا درست نہیں بشر طیکه کوئی روایت بهی اسکے موافق هو)

(ج) فتاوی ابی اللیث نے نمار خانه میں جو اختلاف نقل کیا هے' اوسمیں عدم جواز کے قول کو صحیح کہا هے - پس اوسکے خلاف فتوی دینا کہاں تک مناسب تها ؟

(د) فتح القدیر میں جواز کے ساتهه یه قید بڑهائی هے : وهذا عند الاحتياج كما قيده في الفتح - شامی کی پہلے عبارت سے بهی معلوم هوگیا هے که جسنے فتوے دیا هے وه صرف اسوقت کیلیے که راسته تنگ هو - مسجد کا حصه فاضل پڑا هو - آیا یہاں بهی وهی صورت تهی ؟ صرف اسی پر غور کرلینا کافی تها !

(ه) اسیکے ساتهه در مختار میں لکها هے :

و جاز لكل احد ان يمر فيه حتى الكافر' الا الجنب والحائض والدواب (زيلعي)	هر ایک کو اوس زمین میں گذرنا جائز هے حتی که کافر تک گذر سکتا هے' لیکن جنبی' حائض' اور چارپاے نہیں گذر سکتے -

معلوم نہیں مولانا نے اسکی نسبت کیا انتظام سوچا ؟

(و) جن لوگوں نے گذر گاه بنانیکی اجازت دی هے' انکا مقصد جو کچهه میں سمجها هوں' عرض کرتا هوں - ممکن هے که بعض علما اوسکے ساتهه اتفاق نه کریں - پہلے بطور تمهید یه سمجهه لینا چاهیے که تمام فقهاے مسجدوں میں راسته چلنے کے لیے گذرنیکی ممانعت کی هے اور اسکو مسجد کے احترام کے خلاف سمجها هے - اوسکے بعد دیکها گیا که بعض بعض مسجدیں بہت بڑی هیں' اگر ان میں سے گذرنے کی ممانعت کیجاویگی تو هرج هوگا - اسلیے بعض فقها نے آسانی کے لیے حکم دیا که مسجد کے صحن کے کنارے ایک مختصر راسته لوگوں کے گذرنے کے لیے بنا دیا جاوے تاکه نمازی اور غیر نمازی دونوں اوسپر سے گذر سکیں اور لوگوں کو آسانی رهے - یه مطلب نه تها که مسجد کے کسی حصه کو منهدم کرکے اوسکو راسته میں شامل کردیا جاوے -

اس مطلب کے لیے میرے پاس متعدد وجوه و قرائن هیں :

(۱) جہاں مسجد میں گذرنے کو منع کیا هے وهاں کے الفاظ یه هیں : يكره ان يتخذ المسجد طريقا (بحر) و اتخاذه طريقاً - جہاں راسته بنانیکی اجازت دی وهاں کے الفاظ یه هیں : جعل المسجد طريقا -

عربی زبان میں جعل اور اتخاذ کے لفظ میں کوئی فرق هے یا نہیں ؟

(۲) در مختار میں " كعكسه " کی شرح میں یه الفاظ هیں : اذا جعل في المسجد ممراً - ممر کا ترجمه گذر گاه هے نه که سڑک یا پبلک روڈ - اسلیے میرے معنی کی تائید صاف هے -

(۳) علامه شامی نے " لتعارف اهل الامصار" پر جو حاشیه لکها هے : نعم تعارف الناس المرور - الخ - اوسکو غور سے پڑهیے - یه بالکل وهی صورت هے جو میں سمجها هوں -

(۴) اوسکی حرمت مثل مسجد کے هے - حائضه اور جنبی کا گذرنا ناجائز هے - دواب کا لیجانا نادرست هے - اگر مسجد کے کسی حصه کو بالکل پبلک روڈ کردیا جاوے تو اسمیں اسکی احتیاط کسطرح ممکن هوگی ؟ اسلیے بهی مطلب معلوم هوتا هے که ظاهری معنے مراد نہیں -

(۵) سب سے بڑهکر یه که دلائل سے اسی معنی کی تائید هوتی هے نه که ظاهری معنے کی - اور اوسوقت فقها کا اختلاف بهی ختم هو جاتا هے که جسنے ممانعت کی هے تو اوسی وقت کی هے ' جب اوسکو بالکل سڑک میں شامل کردیا جاوے اور مسجد کی حیثیت باقی نه رهے - گذرنیکی شدید ضرورت کے وقت زمین لینے کی اجازت دیدی جائے تو مسجد میں شامل رکهکر البته گنجائش هے -

سر دست مسئله کے متعلق اسی قدر عرض مطلب پر اکتفا کیجاتی هے :

اند کے پیش تو گفتم غم دل ' ترسیدم
که تو آزرده شوی ورنه سخن بسیارست

PRINTED & PUBLISHED BY A. K. AZAD, AT THE HILAL ELECTRICAL PRTG. PBLG. HOUSE, 7/1 MCLEOD STREET, CALCUTTA.

AL-HILAL
Proprietor & Chief Editor.
Abul Kalam Azad
7/1 McLeod street.
CALCUTTA

Yearly Subscription, Rs. 8
Half-yearly „ „ 4 - 12

الہلال

[illegible]

مقام اشاعت
۷ - ۱ مکلوڈ اسٹریٹ
کلکتہ

قیمت
سالانہ ۸ روپیہ
ششماہی ۴ روپیہ ۱۲ آنہ

نمبر ۲۴ — کلکتہ : چہارشنبہ ۱۱ محرم الحرام ۱۳۳۲ ہجری — جلد ۳
Calcutta · Wednesday, December 10, 1913.

فہرست

اخبار الانباء

جنوبی افریقہ

ہندوستانی وفد کے جواب میں لارڈ کریو کی تقریر پر لندن پریس میں نقد و بحث شروع ہوگئی ہے - ڈیلی نیوز شاہنشاہی حکومت کی مداخلت پر زور دیتے ہوئے لکھتا ہے کہ " تحقیقات پورے طور پر شاہنشاہی حکومت کی طرف سے ہونی چاہیے " کیونکہ اسکے نزدیک جنوبی افریقہ کی گوری آبادی کی راے کو نظر انداز کرنا نا ممکن ہے اور اسلیے ملکداری کا جو ممکن طریقہ باقی رہ گیا ہے ' وہ صرف دوستانہ تفہیم ہے ۔

آخر میں وہ تجویز کرتا ہے : " اس یقین کے ساتھہ کہ یونین گورنمنٹ اس مقامی اثر سے متاثر نہ ہوگی جس سے یہ تمام دشواریاں پیدا ہوئی ہیں ' اس مقدمہ کا فیصلہ خود یونین گورنمنٹ ہی کے ہاتھہ میں دیدیا جائے " ۔

ڈیلی میل لارڈ کریو کی تقریر کے تہدید و انذار کی تصویب و تائید کرتا ہے اور یونین گورنمنٹ سے امید کرتا ہے کہ وہ ہندوستان میں انگریزوں کے پوزیشن کے لحاظ سے اس " غیر منصفانہ احساس کو دور کردیگی جو اسوقت وہاں پھیلا ہوا ہے "

ڈیلی گرافک سر مانچرجی بھاؤ نگری کے اس مطالبہ کو " نا قابل رد " سمجھتا ہے کہ ہندوستانیوں کو بھی برطانی حقوق شہریت حاصل ہونا چاہییں - وہ مستعمرات کے استقلال داخلی کے متعلق لکھتا ہے کہ یہ کسی حالت میں بھی " حدود سے خالی نہیں " - موجودہ مسئلہ کی اہمیت پر بحث کرتے ہوے وہ اسکو خود شاہنشاہی حکومت سے وابستہ بتاتا ہے اور آخر میں کہتا ہے :

" یونین گورنمنٹ کو آبادی کے ایک طبقہ کے تعصبات پر پوری شاہنشاہی کے فوائد و اغراض کی قربانی کرنا نہ چاہیے "

ڈیلی ٹیلیگراف کے نزدیک تصفیہ کے لیے یونین گورنمنٹ پر زور نہیں ڈالا جا سکتا کیونکہ یہ بالکل نا ممکن ہے کہ " ایک اجنبی قوم کے خلاف کسی قسم کا دباؤ استعمال کیا جاسکے " مگر کیا یہ صحیح ہے کہ جنوبی افریقہ کی گوری آبادی اجنبی قوم ہے ؟ کیا جنوبی افریقہ برطانی شاہنشاہی کا جزو نہیں ؟ اور بالفرض اگر یہ مان بھی لیا جاے تو کیا یہی اصول ہے جو عموماً ایشیائی اور خصوصاً اسلامی سلطنتوں کے مقابلہ میں ملحوظ رہا ہے اور آیندہ رہیگا ؟

اخبار مذکور اس امر پر بہت مسرور ہے کہ لارڈ کریو نے مجوزہ تحقیقات پر کافی زور دیا ہے اور اسے یقین کامل ہے کہ جنرل بوتھا اور انکے رفقاء اس تحقیقات کی اہمیت پورے طور پر تسلیم کرینگے جو محض سرکاری نہ ہوگی

جنوبی افریقہ کے متعلق کتاب ورق (بلوبک) شائع ہوگئی ہے - اسمیں صرف پانچ ماہ یعنی ۳ - جولائی سے لیکے ۲۹ - نومبر تک کے حالات درج ہیں - کتاب کا اصلی مایۂ خمیر یونین گورنمنٹ اور دفتر مستعمرات کی باہمی مراسلات ہیں ' مگر اسکے علاوہ اسمیں وہ طویل مراسلت بھی شامل کردی گئی ہے جو رئیس الاحرار مسٹر گاندھی اور وزیر داخلہ مسٹر فشر کے درمیان ہوئی تھی اور جسمیں طمانیت بخش فیصلہ کی آخری کوشش کی گئی تھی - لیکن اس کتاب میں نہ تو حکومت ہند اور وزیر ہند کی باہمی مراسلات شامل ہیں اور نہ وہ تار جو لارڈ کریو کو غیر سرکاری طور پر موصول ہوے اور لارڈ کریو نے مسٹر ہار کورٹ کو بھیجدیے تھے -

ان مراسلات میں ترمیم قانون ازدواج ' مسٹر فشر کا وعدہ ' اسکے ایفاء کے متعلق لارڈ گلیڈ سٹون کی توثیق و تائید مع شرائط ' مقدمہ مسماۃ کلثوم بی بی ' وغیرہ وغیرہ مواضیع پر بحث کی ہے - مسٹر ہار کورٹ نے اپنے خطوط میں جا بجا حکومت ہند کی تشویش کا بھی ذکر کیا ہے - ایک خط میں لکھا ہے کہ ہندوستانی صرف وزراء کے پختہ وعدہ پر اعتماد کر سکتے ہیں -

اگرچہ جنوبی افریقہ میں اسوقت بحر ظلم و عدوان کی حکمرانی ہے مگر تا ہم جو ہندوستانی ابھی تک قید و بند کی گرفت سے آزاد ہیں ' وہ جرات خدا داد سے اپنے اسیر و محبوس برادران وطن کی ہمدردی و تائید میں برابر پرجوش جلسے کر رہے ہیں - نٹال انڈین اسوسی ایشن نے ۲۸ - نومبر کو مسٹر گوکھلے کے نام تار دیکر اطلاع دی ہے کہ یہاں پے در پے جلسے ہو رہے ہیں - ان جلسوں میں لیڈروں کے ساتھہ وفاداری کا اظہار ' تمام مظالم کی ایک ایسے کمیشن کے ذریعہ تحقیقات کا مطالبہ ' جسمیں ہندوستان کی کافی نیابت ہو ' اور تین پونڈ ٹیکس کے قانون کی منسوخی پر اصرار کیا جا رہا ہے - اسی تاریخ کو جوہانسبرگ سے مسٹر رچ نے اطلاع دی ہے کہ یہاں ایک عظیم الشان جلسہ ہوا ' جسمیں خاموش مقابلے کے ساتھہ کامل ہمدردی و محبت ' وائسراے ہند کا شکریہ ' ارباب حکومت کے مظالم کے خلاف اظہار ناراضی ' مسٹر گاندھی کے ساتھہ وفاداری ' انکے معاونین اور ان تمام عورتوں کے احترام کے اظہار ' جنہوں نے اس شریفانہ معرکہ میں مردوں کے دوش بدوش حصہ لیا ہے ' آزادانہ تحقیقات کے مطالبہ ' اور ہندوستانیوں کی امداد کے لیے شکریہ کے رزولیوشن پاس کیے گئے -

۵ - دسمبر کے تار میں بیان کیا گیا تھا کہ ڈربن کے قید خانوں میں ہندوستانی یک شنبہ سے فاقہ کشی کر رہے ہیں - اسکی وجہ وہ یہ بیان کرتے ہیں کہ کھانا نا قابل اکل ' کمبل نا کافی ' اور کپڑے غبار آلود ہیں ' کھانا کافر پکاتے ہیں - ان شکایات کے انسداد کے متعلق قید خانے کے حکام سے ملاقات کی گئی تو انہوں نے وزیر داخلیہ کے پاس تار بھیجا - وزیر داخلہ نے جواب میں کہا کہ جن لوگوں نے فاقہ کشی شروع کی ہے ' انہوں نے اپنی مرضی سے کی ہے ' اور یہ حکم دیا کہ آئندہ تمام شکایات مشتہرت سے کی جائیں ۔

وزیر موصوف کی ہدایت کے بموجب جنرل لوکس نے انجمن کو غذا وغیرہ کے انتظام سے روکدیا ہے اور تمام ہندوستانیوں کو کافر مرداروں کے رحم پر چھوڑ دیا ہے - یہ اس سابق توثیق کے بالکل خلاف ہے جسمیں بیان کیا گیا تھا کہ قید کی سزاؤں سے حکومت کا مقصد صرف اسقدر ہے کہ وہ ہڑتال کرنے والوں کو اطاعت پر مجبور کرے - مگر ۶ دسمبر کو مسٹر ویسٹ نے مسٹر گوکھلے کو ڈربن سے اطلاع دی ہے کہ حکومت نے جنرل لوکس کو ہدایت کردی ہے کہ انجمن کے زیر نگرانی پولیس کے ذریعہ تقسیم [illegible] -

شذرات

بعض مسایل مهمه

شاید هي کوئي شے اسقدر میرے لیے تکلیف ده ہے جسقدر الہلال کي قلت ضخامت اور ضیق ابواب و فصول - ہر نیا ہفته جب شروع ہوتا ہے تو امیدوں اور ولولوں سے لبریز دماغ لیکر آتا ہوں که ابکي صحبت میں تو جي بھر کے باتیں کرینگے ' لیکن جب جاتا ہوں تو وہي حسرت پیشین زبان پر ہوتي ہے که :

ابکے بھي دن بہار کے یونہي گذر گئے !

کثرت افکار و ترددات نه انتخاب کا موقع دیتے ہیں ' نه فکر و مطالعه کا - نه حسن ترتیب کا خیال رہسکتا ہے ' نه تقدیم و تاخیر مضامین کا - کئي آدمیوں کا کام ایک هي آدمي سے لیجیے گا تو اسکي معذوریاں سمجھي ہي پڑینگي - ایسی حالت میں ضرورت ہے که ایک میدان وسیع اسکے سپرد کردیا جائے - اور حواہ ترتیب و انتخاب ' اور تقدیم و تاخیر مطالب میں کتني ہي اس سے مجبورانه غلطیاں سرزد ہوجائیں ' تاہم وہ کسی طرح مقید نه ہو ' اور جو کچھه کہنا چاہتا ہے ' کم و بیش کسي نه کسی موقعه پر کہه سنائے -

کون ہے جسے اپنا دماغ چیر کر دکھلاؤں که کیا کچھه لکھنا چاہتا ہوں ' اور جو کچھه الہلال میں لکھتا ہوں ' وہ اسکے مقابله میں کیا ہے ؟ اور پھر کس سے کہوں که میرے پاس دماغ نہیں ہے - ایک مدفن اموات ہے ' جسمیں لفظ و معني کے اجساد و ارواح پیدا ہوتے ہیں اور سیر حیات کي راہ مسدود دیکھکر اپنے مولد ہي تو اپنا مدفن بھي بنا لیتي ہیں ! کما قلت

هر موج معاني که ز جیحون دلم خاست
تا ساحل لب آمده بر بافت عنان را

اگر چه اردو پریس میں تنوع و تعدد مطالب و مضامین کے اعتبار سے اسکی موجودہ ضخامت بھي اندکی ہے جو ہفته وار اخبارات ایک طرف ' ملک کے بہت سے ماہوار رسائل میں بھي مفقود ہے ' اور علي الخصوص ایسی حالت میں که ایک ہی شخص کو اس کارخانے کا ہر کیل پرزہ درست کرنا پڑتا ہے ' بیجا نہیں ' اگر الہلال اپني ہفته وار ضخامت پر نادم ہونے کی جگه شادماں ہو ' تا ہم کیا کیجیے که اپنی نظر کے جو معیار اور نمونے اپنے سامنے رکھے ہیں ' اور دل کی آرزوؤں کی جو شورش ہے ' اسکے لیے یه سب کچھه هیچ ہے - یه سچ ہے که توفیق الہي نے جو کچھه مرحمت فرمایا ' وہ بھي اپني حقیقت سے کہیں ارفع و اعلیٰ ہے ' لیکن سوال یه ہے که سائل کو جو کچھه ملے ' وہ اس کے کشکول فقر ہي کے لائق کیوں ہو ؟ دست کرم کو تو اپنے جود و دامن کي عزت پر نظر رکھني چاہیے :

وهبت علی مقدار کفي زماننا
و نفسي علي مقدار کفک تطلب

کئي ہفتوں سے چاہتا ہوں که چند اہم معاملات ہیں ' مختصراً هي سہي ' مگر انکے متعلق چند کلمات ضرور یه عرض کروں - ہر ہفتے خیال ہوتا ہے که لکھونگا ' لیکن جب آخري صفحات کي نوبت آتي ہے تو گنجائش صاف جواب دیدیتي ہے :

که اب تو کچھه نہیں باقي جناب شیشے میں !!

آج ارادہ کرلیا ہے که اس ہفتے مقالۂ افتتاحیه سرے سے لکھا هي نه جائے اور اسکي جگہه صرف شذرات ہوں - کم از کم چند ضروري معاملات تو بحث میں آجائیں گے -

طبیعتیں مختلف اور ذوق ہر شخص کا الگ ہے - ممکن ہے که بعض احباب کرام کو مقالۂ افتتاحیه کا نہونا شاق گذرے - لیکن انکي خدمت میں عرض ہے که جن صفحوں پر ہمیشه اپنے ایک سالم دل کي خونچکانیاں دیکھي ہیں ' وہاں گاہ گاہ اسکے چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں کو بھي بکھرا ہوا دیکھه لیجیے تو کیا برا ہوگا ؟ کبھي خندۂ زخم سے ارباب درد کا جي بہلتا ہے تو کبھي دل صد پارہ کے نالۂ شکستگي سے بھي :

لخت برد از دل ' گذرد هر که ز پیشم
من قاش فروش دل صد پارۂ خویشم !!

عشرۂ محرم الحرام (١)

شمع ها بردہ ام از صدق بخاک شہدا
تا دل و دیدۂ خونبانه فشانم دادند

آئیے ' سب سے پہلے آج ایک بھولي ہوئي صحبت ماتم کو پھر تازہ کریں - کتنے دن گذر گئے که راہ و رسم ماتم و شیون سے نا آشنا ہیں - نه صداے ماتم کي فغاں سنجي ہے اور نه چشم خونبار کي اشک افشاني - کار و بار غم کي رونق افسردہ ہو چلي ہے اور روز بازار درد کي چہل پہل مدت سے موقوف ہے :

نه داغ تازہ مي کارد ' نه زخم کہنه مي کارد !
بدہ یا رب دلے کیں صورت بے جاں نمي خواہم !

طرابلس کے خون آلود ریگستان کو اگر لوگوں نے بھلا دیا ' مشہد مقدس اور تبریز کا قصۂ الم اگر ذہنوں سے محو ہوگیا ' مقدونیا اور البانیا کے تازہ ترین افسانه ہاے خونین اگر فکروں سے فراموش ہوگئے ' تو کچھه مضائقه نہیں - ارباب درد و غم کیلیے ایک ایسي داستان الم صدیوں سے موجود ہے ' جو کبھي بھلائي نہیں جا سکتي ' اور اگر لوگ اسے بھلا بھي دیں تو بھي ہر سال چند ایسے ماتم آلود دن یادگاري زخم کہن کیلیے آ موجود ہوتے ہیں جو ازسرنو ایک ہزار تیرہ سو برس پیشتر کے ایک حادثۂ عظیمه کی یاد پھر سے تازہ کردیتے ہیں !

ابکے کچھه ایسا اتفاق ہوا ہے که الہلال کي اشاعت ٹھیک عشرۂ محرم الحرام کے دن واقع ہوئي ہے - پس میرا اشارہ حادثۂ ہائلۂ کبریٰ یعني شہادت حضرۃ سید الشہدا علیه و علی اجدادہ الصلوۃ و السلام کي طرف ہے - عظم الله اجورنا بمصائبنا !

وقتست که در پیچ و خم نوحه سرائي
سوزد نفس نوحه گر از تلخ نوائي
وقتست که آں پردگیاں ' کز رہ تعظیم
بر درگه شاں کردہ ملک ناصیه سائي
از خیمۂ آتش زدہ عریاں بدر آیند
چوں شعله دخاں بر سر شاں کردہ ردائي
جانہا همه فرسودۂ تشویش اسیري
دلہا همه خوں گشتۂ اندوہ رہائي

(١) یه نوٹ اگر چه اسقدر بڑھگیا ہے که شذرات کی جگه ایک پورا افتتاحیه ہے - تاہم چونکه بالکل سرسري طور پر لکھا گیا ہے اسلیے اسے الہلال کا لیڈنگ آرٹکل قرار نہیں دیتا که اسکے لیے اپنے ذہن میں بعض خاص شرائط ٹھیرا رکھے ہیں -

تنہا ست حسین ابن علی در صف اعدا
اکبر تو کجا رفتی و عباس کجائی ؟

سچ یہ ہے کہ جن مردہ دلوں کو زندگی کیلیے سوز و تپش کی ضرورت ہو، جن ارباب درد کو روح کی راحت کیلیے جسم کے ماتم کی تلاش ہو، جنکی زبانیں آہ و فغاں کو محبوب' اور جنکی آنکھیں خونبانہ فشانی کو اپنا مطلوب و مقصود سمجھتی ہوں' انکی صحبت ماتم و الم کی رونق کیلیے یہی افسانہ اتنا کچھہ سامان غم اپنے اندر رکھتا ہے کہ اگر خون کے بڑے بڑے سیلاب سمندروں کی روانی سے بہہ جائیں' اور بے شمار لاشوں کی تڑپ سے زمین کے بڑے بڑے قطعات یکسر جنبش میں آجائیں' جب بھی انکی تعداد حال اس الہام سرائی سے قاصر رہیگی' جو اسکے ایک ایک لفظ کے اندر سے ترصیع فرماے عبرت و بصیرت ہے -

لیکن آہ ! کتنے دل ہیں جنہوں نے اس واقعہ کو اسکے حقیقی بصائر و معارف کے اندر دیکھا ہے ؟ اور کتنی آنکھیں ہیں' جو حسین ابن علی شہید پر گریہ و بکا کرتے ہوے اس اسوۂ حسنہ کو بھی سامنے رکھتے ہیں' جو اس حادثۂ عظمی کے اندر موجود ہے ؟

فی الحقیقت یہ حق و صداقت' آزادی و حریت' امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی ایک عظیم الشان انسانی قربانی تھی جو صرف اس لیے ہوئی تا کہ پیروان اسلام کیلیے ایک اسوۂ حسنہ پیش کرے' اور اس طرح جہاد حق و عدالۃ اور اس کے ثبات و استقامت کی ہمیشہ کیلیے ایک کامل ترین مثال قائم کردے - پس جو بے خبر ہیں انکو رونا چاہیے - ان لم تبکوا فتباکوا ! اور جو روتے ہیں انکو صرف رونے ہی پر اکتفا نہ کرنا چاہیے - انکے سامنے سید الشہدا نے اپنی قربانی کا ایک اسوۂ حسنہ پیش کردیا ہے' اور کسی روح کیلیے ہرگز جائز نہیں کہ محبت حسین کی مدعی ہو' جب تک کہ اسوۂ حسینی کی متابعت کا اپنے اعمال کے اندر سے ثبوت نہ دے -

ضرورت تھی کہ ایک مبسوط مقالہ افتتاحیہ " اسوۂ حضرۃ سید الشہدا " کے عنوان سے کئی نمبروں میں لکھا جاتا اور نہایت تفصیل کے ساتھہ اس حادثہ ہائلۂ شہادت پر نظر ڈالی جاتی - سب سے پہلے اسکی تاریخی حیثیت نمایاں کی جاتی اور اسکے بعد ان تمام مواعظ و نتائج عظیمہ کو ایک ایک کرکے بیان کیا جاتا جو اس ذبح عظیم کے اندر پوشیدہ ہیں' اور جنکی لسان حیات آج بھی اسی طرح صدا دے رہی ہے' جس طرح کنار فرات کی' ریتلی سر زمین پر اسیے تیرہ سو برس پہلے زخم و خون کے اندر سے وعظ فرماے حقیقت و صداقت تھی !!

دنیا میں ہر چیز مر جاتی ہے کہ فانی ہے - مگر خون شہادت کے ان قطروں کیلیے جو اپنے اندر حیات الہیہ کی روح رکھتے ہیں' کبھی بھی فنا نہیں :

کشتگان خنجر تسلیم را
ہر زماں از غیب جانے دیگرست

لیکن افسوس کہ شرح و بسط کیلیے اس وقت مستعد نہیں - صرف چند مجمل اشارات پر اکتفا کرونگا :

تو خود حدیث مفصل بخواں ازیں مجمل

(۱) سب سے پہلا نمونہ جو یہ حادثۂ عظیمہ ہمارے سامنے پیش کرتا ہے' دعوۃ الی الحق' اور حق و حریت کی راہ میں اپنے تئیں قربان کرنا ہے -

بنی امیہ کی حکومت ایک غیر شرعی حکومت تھی - کوئی حکومت جسکی بنیاد جبر و شخصیت پر ہو' کبھی بھی اسلامی حکومت نہیں ہوسکتی - انہوں نے اسلام کی روح حریت و جمہوریت کو غارت کیا' اور مشورۂ و اجماع امۃ کی جگہ محض غلبۂ جابرانہ اور مکر و خدع پر اپنی شخصی حکومت کی بنیاد رکھی - انکا نظام حکومت شریعۃ الہیہ نہ تھا' بلکہ محض اغراض نفسانیہ و مقاصد سیاسیہ' ایسی حالت میں ضرور تھا کہ ظلم و جبر کے مقابلہ کی ایک مثال قائم کی جاتی اور حق و حریت کی راہ میں جہاد کیا جاتا -

حضرۃ سید الشہدا نے اپنی قربانی کی مثال قائم کرکے مظالم بنی امیہ کے خلاف جہاد حق کی بنیاد رکھی' اور جس حکومت کی بنیاد ظلم و جبر پر تھی' اسکی اطاعت و وفاداری سے انکار کردیا -

پس یہ نمونہ تعلیم کرتا ہے کہ ہر ظالمانہ و جابرانہ حکومت کا علانیہ مقابلہ کرو اور کسی ایسی حکومت سے اطاعت و وفاداری کی بیعت نہ کرو جو خدا کی بخشی ہوئی انسانی حریت و حقوق کی غارتگر ہو اور جسکے احکام مستبدہ و جائرہ کی بنیاد صداقت و عدالۃ کی جگہ جبر و ظلم پر ہو -

(۲) مقابلہ کیلیے یہ ضرور نہیں کہ تمہارے پاس قوت و شوکت مادی کا وہ تمام ساز و سامان بھی موجود ہو جو ظالموں کے پاس ہے - کیونکہ حسین ابن علی کے ساتھہ چند ضعفاء و مساکین کی جمیعت قلیلہ کے سوا اور کچھہ نہ تھا - حق و صداقت کی راہ نتائج کے فکر سے بے پروا ہے - نتائج کا مرتب کرنا تمہارا کام نہیں - یہ اس قوۃ قاہرۂ عادلۂ الہیہ کا کام ہے' جو حق کو باوجود ضعف و فقدان انصار کے کامیاب و فتح مند کرتی' اور ظلم کو باوجود جمیعہ و عظمت دنیوی کے نا مراد و نگونسار کرتی ہے : وکم من فئۃ قلیلۃ' غلبت فئۃ کثیرۃ باذن اللہ -

ایسے موقعوں پر ہمیشہ مصلحت اندیشیوں کا خیال دامنگیر ہوتا ہے جو فی نفسہ اگرچہ عقل و دانائی کا ایک فرشتہ ہے' لیکن کبھی کبھی شیطان رجیم بھی اسکے بھیس میں آکر کام کرنے لگتا ہے - نفس خادع حیلہ طرازیاں کرتا ہے کہ صرف اپنے تئیں کٹوادینے اور چند انسانوں کا خون بہا دینے سے کیا حاصل ؟ توپ و تفنگ اور تخت و سلطنت کا مقابلہ کس نے کیا ہے کہ ہم کریں ؟

آخری سوال کا جواب میں دے سکتا ہوں - تاریخ عالم کی صدہا امثال مقدسۂ و محترمۂ جہاد سے قطع نظر' تمہارے سامنے خود مظلوم کربلا کی مثال موجود ہے - تم کہتے ہو کہ چند انسانوں نے حکومتوں کی فوجوں اور ساز و سامان کا مقابلہ کب کیا ہے کہ کبھی بھی کیا جاے ؟ میں کہتا ہوں کہ حسین ابن علی نے صرف بہتر یا باسٹھہ بھوکے پیاسے انسانوں کے ساتھہ اس عظیم الشان حکومت قاہر و جابر کا مقابلہ کیا' جسکے حدود سلطنت ملتان اور سرحد فرانس تک پھیلنے والے تھے - اور گو یہ سچ ہے کہ اس نے اپنی آنکھوں کے سامنے اپنے دل کے ٹکڑوں کو بھوک اور پیاس کی شدت سے تڑپتے دیکھا' اور پھر ایک ایک کرکے ان میں سے ہر وجود مقدس خاک و خون میں تڑپا اور جان بحق تسلیم ہوا' اور یہ بھی سچ ہے کہ وہ دشمنوں سے نہ تو پینے کیلیے پانی چھین سکا' اور نہ زندہ رہنے کیلیے اپنی غذا حاصل کرسکا' اور اسمیں بھی شک نہیں کہ تا لاخر سر سے لیکر پیر تک وہ زخموں سے چور ہوا' اور اس خلعت شہادت لالہ گوں سے آراستہ ہوکر طیار ہوا' تا اس کرشمہ ساز عجائب کے حریم وصال میں پہنچے' جو دوستوں کو خاک و خون میں تڑپاتا اور دشمنوں کو مہلت دیتا ہے :

ارید وصالہ' و یرید قتلی !

تاہم فتح اسکی تھی' اور فیروز مندی و کامرانی کا تاج صرف اسی کے زخم خوردہ سر پر رکھا جا چکا تھا - وہ تڑپا اور خاک و خون

میں لوٹا' پر اسکے اس خون کے ایک ایک قطرہ سے جو عالم اضطراب میں اسکے زخموں سے ریگ و سنگ پر بہتا تھا' انقلاب و تغیرات کے وہ سیلاب ھاے آتشین پیدا کر دیے' جنکو نہ تو مسلم بن عقبہ کي خون آشامي روک سکي' نہ حجاج کي بے امان خونخواري' اور نہ عبد الملک کي تدبیر و سیاست - وہ بڑھتے اور بھڑکتے ھي رہے - ظلم و جبر کا پاني تیل بنکر انکے شعلوں کي پرورش کرتا رھا' اور حکومت و تسلط کا غرور ھوا بنکر انکي ایک ایک چنگاري کو آتشکدہ سوزاں بناتا رھا - یہاں تک کہ آخري وقت آگیا' اور جو کچھہ سنہ ۶۶ - میں کربلا کے اندر ھوا تھا' وہ سب کچھہ سنہ ۱۳۲ میں نہ صرف دمشق' بلکہ تمام عالم اسلامي کے اندر ھوا - صاحبان تاج و تخت خاک و خون میں تڑپے' انکي لاشیں گھوڑوں کے سموں سے پامال کي گئیں' قبر مقدوں سے قبریں تک اکھاڑ ڈالیں' اور مردوں کي ھڈیوں تک کو ذلت و حقارت سے محفوظ نہ چھوڑا - اور اسطرح: وسیعلم الذین ظلموا' اي منقلب ینقلبون ! کا پورا پورا ظہور ھوا !!

پھر کیا یہ سب کچھہ جو ھوا' وہ محض ابراھیم عباسي کي دعوت اور ابو مسلم خراساني کي خفیہ ریشہ دوانیوں ھي کا نتیجہ تھا ؟ کیا یہ اُسي خون کا اعجاز نہ تھا جو فرات کے کنارے بہایا گیا تھا ؟ پھر یہ فتح مندي تو بہ حسب ظاھر ہے جسکے نتائج کیلیے ایک صدي کا انتظار کرنا پڑا' ورنہ في الحقیقت مظلومیت کا خون جس وقت بہتا ہے' اُسي وقت اپني معنوي فتح مندي حاصل کر لیتا ہے -

(۳) بہر حال یہ تو حق و صداقت کي قربانیوں کے نتائج ھیں جو کبھي ظاھر ھوے بغیر نہیں رھتے' لیکن حضرۃ سید الشہدا کا اسوۂ حسنہ بتلاتا ہے کہ تم اُن نتائج کي ذرا بھي پروا نہ کرو - اگر ظلم اور جابرانہ حکومت کا وجود ہے' تو اسکے لیے حق کي قرباني ناگزیر ہے اور اُسے ھونا ھي چاھیے - تعداد کي قلت و کثرت یا سامان و وسائل کا فقدان اُسپر موثر نہیں ھو سکتا - اور ظلم کا صاحب شوکت و عظمت ھونا اسکے لیے کوئي الہي سند نہیں ہے کہ اُسکي اطاعت ھي کر لي جاے - ظلم خواہ ضعیف ھو خواہ قوي' ھر حال میں اُسکا مقابلہ کرنا چاھیے کیونکہ وہ ظلم ہے' اور حق اور صداقت ھر حال میں یکساں اور غیر متزلزل ہے -

(۴) حق و عدالۃ کي رفاقت کي آزمائشیں زھرہ گداز اور شکیب ربا ھیں - قدم قدم پر حفظ جان و ناموس اور محبت فرزند و عیال کے کانٹے دامن کھینچتے ھیں - لیکن یہ اسوۂ حسنہ مومنین مخلصین کو درس دیتا ہے کہ اس راہ میں قدم رکھنے سے پہلے اپني طلب و ھمت کو اچھي طرح آزما لیں - نہ کہ چند قدموں کے بعد ھي ٹھوکر لگے:

جرم را این جا عقوبت ھست و استغفار نیست !

اس قلیل جادۂ حق و صداقت کے چاروں طرف جو کچھہ تھا' اسکا اعادہ ضروري نہیں کہ سب کو معلوم ہے - خدا تعالے نے اپني آزمائشوں کے متعدد درجے بیان کیے ھیں:

ولنبلونکم بشيء من الخوف والجوع ونقص من الاموال والانفس والثمرات' وبشر الصابرین الذین اذا اصابتہم مصیبۃ' قالوا: انا للہ و انا الیہ راجعون (۲ : ۱۵۲)

اللہ تعالی تمھیں آزمایشوں میں ڈالیگا - وہ حالت خوف و ھراس' بھوکھہ اور پیاس' نقصان مال و جان اور ھلاکت اولاد و اقارب میں مبتلا کرکے' تمہارے صبر و استقامت کو آزمایگا' پس اللہ کي طرف سے بشارت ہے انکے لیے' جنکے ثبات و استقامت کا یہ حال ہے کہ جب مصائب میں مبتلا ھوتے ھیں تو اپنے تمام معاملات کو یہ کہکر اللہ کے سپرد کر دیتے ھیں کہ: انا للہ و انا الیہ راجعون"

خوف و ھراس' بھوک اور پیاس' نقصان اموال و متاع' قتل نفس و اولاد: یہي چیزیں انسان کیلیے اس دنیا میں انتہائي مصیبتیں ھو سکتي ھیں: اسلیے انہي چیزوں کو راہ الہي کیلیے آزمایش قرار دیا گیا -

لیکن مظلوم کربلا کے سامنے یہ تمام مرحلے ایک ایک کرکے موجود ہے - وہ ان تمام مصائب سے ایک لمحہ کے اندر نجات پاکر آرام و راحت اور شوکت و عظمت حاصل کر سکتا تھا اگر حکومۃ ظالمہ کي وفاداري و اطاعت کا عہد کر لیتا' اور حق و صداقت سے روگرداني کیلیے مصلحت وقت کي تاویل پر عمل کرتا' پر اُس نے خدا کي مرضي کو اپنے نفس کي مرضي پر ترجیح دي' اور حق کا عشق' زندگي اور زندگي کي محبتوں پر غالب آگیا - اُس نے اپنا سر دیدیا کہ انسان کے پاس حق کیلیے یہي ایک آخري متاع ہے' پر اطاعت و اقرار وفاداري کا ھاتھہ ندیا جو صرف حق و عدالۃ ھي کے آگے بڑھ سکتا تھا: و من الناس من یشري نفسہ ابتغاء مرضات اللہ' واللہ روف بالعباد -

(۶) سب سے بڑا اسوۂ حسنہ کہ اس حادثۂ عظیمہ کي لسان حال اُسکي ترجماني کرتي ہے' راہ مصائب و جہاد حق میں صبر و استقامت اور عزم و ثبات ہے کہ: ان الذین قالوا ربنا اللہ' ثم استقاموا - دوسري جگہہ کہا: فاستقم کما امرت! و للہ در ما قال:

روے کشادہ باید و پیشاني فراخ
آں جا کہ لطمہ ھاے ید اللہ مي زنند

في الحقیقت اس شہادۃ عظیمہ کي سب سے بڑي مزیت و خصوصیت یہ ہے کہ اپنے تمام عزیز و اقارب' اھل و عیال' اور فرزند و احباب کے ساتھہ دشت غربت و مصائب میں محصور اعدا ھونا' اپني آنکھوں کے سامنے اپنے جگر گوشوں کو شدت عطش و جوع سے آہ و فغاں کرتے ھوے دیکھنا' پھر اُن میں سے ایک ایک کي خون آلود لاش کو اپنے ھاتھوں سے اُٹھانا' حتي کہ اپنے طفل شیر خوار کو بھي تیر ظلم و بربریت سے نخچیر پانا' مگر با ایں ھمہ راہ عشق و صداقت میں جو پیمان صبر و استقامت باندھا تھا' اسکا ایک لمحہ بلکہ ایک عشر دقیقہ کیلیے بھي متزلزل نہونا' اور حق کي راہ میں جسقدر مصائب و اندوہ پیش آئیں' سب کو شکر و منت کے ساتھہ برداشت کرنا کہ: رضینا بقضاء اللہ و صبرنا علي بلائہ:

پیکان ترا بجان خریدار من مرھم دیگران نخواھم

دوست کے ھاتھہ سے جام زھر بھي ملتا ہے تو تشنہ کامان زلال محبت اُسے غیروں کے جام شہد و شکر پر ترجیح دیتے ھیں:

اے جفا ھاے تو خوشتر ز وفاے دگراں !

آج بھي اگر گوش حقیقت نیوش باز ھو تو خاک کربلا کا ایک ایک ذرہ توصیہ فرماے صبر و استقامت ہے:

شدیم خاک ولیکن ببوے تربت ما
تواں شناخت کزیں خاک مردمي خیزد !

افسوس کہ تفصیل مطالب کا ارادہ نہیں اور وقت و گنجائش مقتضي اجمال و ایجاز - اگر اُس صبر و استقامت کے اسوۂ حسنہ کو دیکھنا چاھتے ھو تو خدا را اسفار تاریخ کي طرف توجہ کرو - صرف ایک روایت یہاں لکھونگا' تا کہ جو لوگ خاندان نبوت اور عترۃ حضرت رسالت کي محبت کا دعوا رکھتے ھیں' وہ غور کریں کہ ادعاء محبت بغیر متابعت بیکار ہے:

ان المصیب لیس یصب بطبع

حضرت امام علي بن الحسین الشہیر بہ زین العابدین کہتے ہیں:

" اني لجالس في العشیة التي قتل ابي الحسین في صبیحتها و عمتي زینب تمرضني اذ دخل ابي و هو یقول :

یا دهر اف لک من خلیل
کم لک في الاشراف و الاصیل
من طالب و صاحب قتیل
والدهر لا یقنع بالبدیل
و انما الامر الی الجلیل
وکل حي سالک السبیل

ففهمت ما قال ' و عرفت ما اراد ' و خنقتني عبرتي ' و رددت نفسي ' و عرفت ان البلاء قد نزل بنا - و اما عمتي زینب ' فانها لما سمعت ما سمعت والنساء من شانهن الرقة و الجزع ' فلم تملک ان وثبت تجر ثوبها حاسرة وهي تقول واثکلاه ! لیت الموت اعدمني الحیاة ' الیوم ماتت فاطمة و علی و الحسن بن علی اخي ' فنظر الیها فردد غصته ثم قال : یا اختی ! اتقي اللـه ! فان الموت نازل لا محالة - فلطمت وجهها ' و شقت جیبها ' وخرت مغشیاً علیها ' و صاحت وا ویلاه ! و اثکلاه ! ! فتقدم الیها فصب علی وجهها الماء ' و قال لها یا اختاه ! تعزي بعزاء الله ' فان لی و لکل مسلم اسوة برسول الله صلی الله علیه و سلم " (تاریخ یعقوبی مطبوعہ لنڈن - جلد دوم صفحہ - ٢٩٠ -)

اسکا خلاصہ یہ ہے کہ حضرۃ امام علي بن حسین زین العابدین علیہ السلام کہتے ہیں :

" جس رات کي صبح کو میدان شہادت گرم ہونے والا تھا ' عین اسي شب کا واقعہ ہے کہ میں بیمار پڑا تھا - میري پھپي زینب میري تیمار داري میں مصروف تھیں - اتنے میں حضرۃ امام حسین داخل ہوے - وہ چند اشعار پڑھرہے تھے جنھیں سنکر میں سمجھہ گیا کہ انکا ارادہ کیا ہے ؟ میري آنکھوں سے بے اختیار آنسو جاري ہوگئے اور مجھے یقین ہوگیا کہ ہم پر ابتلاء الہي نازل ہوگئي ہے اور اب اس سے چارہ نہیں -

مگر حضرۃ زینب ضبط نہ کرسکیں کیونکہ قدرتي طور پر عورتیں زیادہ رقیق القلب ہوتي ہیں - وہ ماتم کناں چلا اٹھیں کہ وا حسرتا وا مصیبتا ! الیوم ماتت فاطمة و علي والحسن بن علي !

لیکن جب حضرۃ حسین نے یہ حالت دیکھي تو انکي جانب متوجہ ہوے اور کہا کہ اے بہن ! یہ کیا بے صبري اور کیسا جزع و فزع ہے ؟ اللہ سے ڈرو کہ موت یقیناً ایک آنے والي چیز ہے اور اس سے کوئي بچ نہیں سکتا -

لیکن حضرۃ زینب شدۃ غم و حزن سے مضطر تھیں - وہ دیکھہ رہي تھیں کہ آنے والي صبح کن واقعات خونین کے ساتھہ طلوع ہوگي - فرط غم میں انھوں نے اپنا چہرہ پیٹ لیا ' گریباں پھاڑ ڈالا اور وا ویلا ! وا حسرتا ! پکارتي ہوئي بے ہوش اپنے بھائي پر گر پڑیں - حضرۃ حسین نے یہ حالت دیکھکر انکے منہ پر پاني ڈالا اور جب ہوش میں آئیں تو فرمایا : اے بہن ! یہ کیسا غم و حزن ہے جو تم کر رہي ہو ؟ تمھیں چاہیے کہ اللہ کے حکم و فرمان کے مطابق جو طریق عزا و حزن و غم ہے ' اسے اختیار کرو ' کیونکہ میرے لیے اور ہر ایک مسلم کیلیے رسول اللہ صلي اللہ علیہ وسلم کي زندگي اور انکے اعمال و افعال میں اتباع اور پیروي کیلیے بہترین نمونہ ہے ! ! "

اللہ اکبر ! خاندان نبوت کے اس مرتبۂ رفیع اور اس درجۂ عظیم کو دیکھیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوۂ حسنہ کس طرح انکے سامنے تھا ' اور " لقد کان لکم فی رسول الله اسوة حسنة " کے حکم کے آگے کس طرح انھوں نے اپنے جذبات اور خواہشوں کو قربان کردیا تھا ؟ ایسے سخت اور زہرہ گداز موقعہ پر بھي اپني بہن کا جزع و فزع انھیں گوارا نہوا ' اور بجاے علم الغاظ صبر و تشفي کہنے کے فرمایا تو یہ فرمایا کہ " فان لي و لکل مسلم اسوة في رسول الله صلي الله علیه و سلم " ! !

پھر آج کتنے مدعیان محبت اہل بیت کرام ہیں ' جو اس اسوۂ حسنہ کے اتباع کا اپنے اعمال سے ثبوت دیسکتے ہیں ؟

انڈین نیشنل کانگریس (کراچي)

یادش بخیر ' مسلمانوں کا ایک سیاسي دور چند سال پہلے تک تھا جو گذر چکا ہے :

خواب خوش بودم و از یاد حریفاں رفتم

کہتے ہیں کہ اس گذشتہ عہد میں ایک خونخوار عفریت کسي آبادي کے عین وسط میں رہتا تھا جسکا نام " مسلمانوں کي مسلمہ قومي پالیسی " تھا - اسکي طاقت عجیب اور اسکا خونخوارانہ حملہ بے اماں تھا - خواہ انسان کہیں ہو اور کسي فکر میں ' لیکن اسکے ہاتھہ سے محفوظ نہ تھا - تمام ملک اسکے دست تظلم سے عاجز آگیا تھا اور اس شیطان لعین کے حملوں سے پناہ مانگتا تھا - چنانچہ بالآخر خدا نے دعاؤں کو سنا اور اپنے بعض بندوں کو بھیجدیا جنھوں نے روایات یہود کے بلعم باعور کی طرح اس عفریت سیاہ کو ایک ہي وار میں ٹکڑے ٹکڑے کر دیا : فانظر کیف کان عاقبة الظالمین ؟ (٢٨ : ٤١)

اذا جاء موسی و القی العصا
فقد بطل السحر و الساحر !

جسطرح پراني روایتیں جاڑے کي بڑي بڑي راتوں میں بیٹھکر لوگ سنا کرتے ہیں ' اسي طرح اس دور گذشتہ کے قصص و حکایات بھي عنقریب قصۂ پیشین بنکر زبانوں پر ہونگے -

پس جو عہد گذر چکا ' اب اسکا تذکرہ فضول ہے - مسلمانوں کي " مسلمہ قومي پالیسي " اگر کوئي تھي بھي تو اب اسکا عفریت مرچکا ہے اور خدا نے چاہا تو وہ اپني سوگوار ذریت کي خاطر اب پھر واپس نہ آئیگا -

وہ زمانہ گیا جب انڈین نیشنل کانگریس کي شرکت کے تصور سے مسلمان کانپ اٹھتے تھے اور ڈرتے تھے کہ کہیں علي گڈہ کي برادري حقہ پاني بند نہ کر دے ' اور " قومي اصطلاحات " کي فرہنگ میں کسي مسلمان کیلیے سب سے بڑي گالي یہ تھي کہ اسے " کانگریسي " کہدیا جاے - البتہ وہ کلمۂ " حق " جو حسین ابن منصور کي زبان سے نکلا تھا ' خود علي گڈہ کي در و دیوار سے اثبات وجود کر رہا ہے :

اندک اندک عشق در کار آورد بیگانہ را

اب مسلمان کانگریس میں شریک ہوں یا نہوں ' مگر ملک کي ایک ہي سچي اور صادق العمل جماعت نے اپني استقامت اور راست بازي سے انکي ضد اور ہٹ پر فتح تو ضرور پا لي ہے ' اور " مسلمہ قومي پالیسي " کے سوگوار گو اب شرم و حیا سے اپني ضلالت چہل سالہ کا علانیہ اقرار نہ کریں ' لیکن انکے دل اور ضمیر کا جو کچھہ انکے ساتھہ سلوک ہوگا ' اسے کوئي انھیں سے پوچھے تو معلوم ہو - جن لوگوں نے ضمیر کي ملامت کے عذاب الیم کا مزہ نہیں چکھا ہے ' وہ ان گرفتاران عذاب قلبي کي مصیبتوں کو کیا جانیں ؟

نوا گران نخوردند گزند را چہ خبر ؟

اگرچہ بعض ایسے استقامت فرمایان راہ ضلالت اب بھي موجود

ہیں جو کانگریس کی شرکت کو مسلمانوں کیلیے مضر بتلانے سے نہیں شرماتے' اور "مسلمہ قومی پالیسی" آنجہانی کا ذکر خیر بھی گاہ گاہ چھیڑ دیا کرتے ہیں' تاہم مجھے یقین ہے کہ سلطان وقت کے فرمان کے آگے یہ تمام مذبوحی مساعی بیکار ہیں' کیونکہ جو حق تھا وہ ظاہر ہو گیا' اور جو باطل تھا اُسے اپنی جگہ خالی کرنی پڑی: ان الباطل کان ذھوقا -

خود نتائج ہی نے فیصلہ کر دیا کہ جو لوگ قوم کو ملک کے پالیٹکس سے علحدہ رکھنا چاہتے تھے' اور علامی کا بیج بو کر اسکے نتائج کے منتظر تھے' باوجود کامل ایک قرن کی نگہداشت کے جو خود انہوں نے کی' اور باوجود اُس ساحرانہ آبپاشی کے جو قوۃ ابلیسیہ انکے پس پشت سے آکر کرتی رہی' بالآخر ناکام و نامراد ہوے اور غلامی کا "شجرۃ الزقوم" کو برگ و بار لایا' پر کامیابی کا پھل اُسے نصیب نہ ہوا: اولئک حزب الشیطان' الا ان حزب الشیطان ھم الخاسرون (۱۸ : ۵۸)

مجھے پورا یقین ہے کہ اگر امسال کانگریس کا جلسہ کراچی کی جگہ شمالی ہند کے کسی شہر میں ہوتا تو نہایت کثرت سے مسلمان شریک ہوتے: و لو کرہ المنافقون المفسدون الدجالون - لیکن افسوس کہ کراچی ان اطراف سے بہت دور ہے اور ابھی ملکی سیاست سے پوری طرح دلچسپی لینے کیلیے مسلمانوں کا مذاق ایک دو سال اور طلب کرتا ہے -

مدتوں تک جو بیڑیاں پانوں میں رہی ہیں' وہ اب کھل کر گر گئی ہیں' مگر اسکو کیا کیجیے کہ بیڑیاں بہت بوجھل تھیں - خود انسے تو نجات ملگئی مگر اسکے اثر سے ہنوز نجات نہیں ملی ہے - پانوں اسطرح سوجھ گئے ہیں کہ ایک زمانہ تک بغیر کسی مدد کے بھی بند ہے رہیں گے!

کانفرنس (آگرہ)

محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس علی گڈہ کا جلسہ آگرہ میں ہے -

افسوس کہ مجھے مہلت نہ ملی ورنہ کانفرنس کے متعلق بعض ضروری امور پر حسکو ایک دو ماہ پیشتر لکھکر صاحبزادہ صاحب کے پاس بھیجنا چاہتا تھا - یہ مسلمانوں کا تمام ملک میں ایک ہی عظیم الشان مجمع ہے جو ہر سال منعقد ہوتا ہے' اور ظلم ہے اگر اسکو مفید نہ بنایا جائے اور اس اجتماع سے حقیقی علمی و تعلیمی فوائد حاصل کرنے کی کوشش نہ کی جائے -

میں اس وقت بالکل پسند نہ کرونگا کہ علی گڈہ کانفرنس کی تاسیس و تشکیل کی تاریخ کا تجسس کروں - نہ میں اسکی ضرورت سمجھتا ہوں نہ لوگوں کو یاد دلاؤں کہ سید صاحب مرحوم نے کانفرنس صرف اس خیال سے قائم کی تھی' تاکہ انڈین نیشنل کانگریس کے مقابلے میں ایک ایسا مجمع مہیا کردیا جائے جو انہی تاریخوں میں منعقد ہو' جن تاریخوں میں کانگریس کا اجلاس منعقد ہوتا ہے' اور اس طرح مسلمانوں کو کانگریس کی شرکت سے روکا جائے!

آپ آئے ہے مگر کوئی عذر بھی تھا!

یہ لا حاصل ہے - مقصد تاسیس کچھ ہو' بہرحال یہ مسلمانوں کا اولین تعلیمی مجمع ثابت ہوا - کیونکہ جہاں تک مجھے معلوم ہے' کانفرنس سے پہلے مجلس مذاکرۂ علمیہ کلکتہ کے سوا (جس میں سید صاحب مرحوم نے فارسی لکچر دیا تھا اور جو اب سنٹرل محمڈن ایسوسی ایشن کلکتہ کے نام سے محض اسماً باقی ہے) تمام ملک میں کوئی مجلس موجود نہ تھی - وہ بھی محض مقامی تھی اور حکومت کے بعض اغراض سیاسیہ کیلیے ایک آلۂ کار بن کر رہگئی تھی -

سید صاحب کے زمانے ہی میں اسکی دلچسپیاں بہت بڑھگئیں - ابتدائی ایک دو جلسوں کے سوا' بالعموم جلسے شاندار ہوے' اور رفتہ رفتہ قومی خطابت کا یہ ایک ایسا اسٹیج بن گیا' جہاں تک پہنچنے اور تقریر کرنے کی لوگوں کو خواہش ہونے لگی -

اسکے ساتھ ہی علی گڈہ کی تحریک کی اشاعت اور فراہمی مال اعانت میں بھی اس سے مدد ملنے لگی - رزولیوشن کا مشغلہ ابھی پوری طرح شروع نہیں ہوا تھا -

اگر آج یہ سوال کیا جائے کہ کانفرنس کے وجود سے قوم کو کسقدر فوائد حاصل ہوے اور کس قدر نقصان؟ تو میں اسکا جواب دینا پسند کرونگا کانفرنس سے ایک اشد شدید نقصان تو یہ پہنچا کہ اسکا وجود بھی منجملہ اُن موانع کے تھا' جنکے ذریعہ مسلمانوں کو سیاست کے درس و درق سے روکا جاتا تھا اور پالیٹکس باغ عدن کا شجر ممنوعہ بن گیا تھا کہ: لا تقربا ھذہ الشجرۃ فتکونا من الظالمین (۲ : ۳۳)

درحقیقت اس سعی نے مسلمانوں کو اس درجہ سخت نقصان پہنچایا ہے کہ نہیں معلوم اسکی تلافی کبھی بھی ہوسکیگی یا نہیں - اور میں ایک لمحہ کیلیے بھی آجکل کے اُن مدعیان حریت کا سا نفاق جائز نہیں رکھ سکتا' جو ایک طرف تو بتکدے سے بھی رسم و راہ رکھنا چاہتے ہیں اور دوسری طرف راہ حرم میں بھی دوڑتے ہیں' اور پھر یہ تاویل کرکے اپنے جی کو خوش کر لیتے ہیں کہ جس وقت مسلمانوں کو پولیٹکل اعمال سے روکا گیا تھا' اُسوقت کیلیے ایسا ہی موزوں تھا - یعنی جو کچھ ہم نے پہلے کیا وہ بھی ٹھیک تھا - اور جو کچھ اب کر رہے ہیں یہ بھی ٹھیک ہے - دونوں راہوں میں سے ایک راہ کے اختیار کرنے کی ضرورت نہیں: مذبذبین بین ذلک' لا الی ھؤلاء و لا الی ھؤلاء!

یہ تو اسکا "عیب" تھا:

عیب می جملہ بگفتی ہنرش نیز بگو!

"ہنر" کا یہ حال ہے کہ علاوہ اُن ضمنی فوائد کے جو کسی ایسے سالانہ اجتماع سے اتحاد و ملاقات' و مبادلۂ خیالات' و جلب روابط کی صورت میں حاصل ہوے ہیں' ایک بڑا فائدہ خطبات علمیہ کا بھی تھا' جو گو زیادہ اہم و وسیع صورت حاصل نہ کر سکا' تاہم اردو ادبیات میں کئی مفید و نافع چیزوں کا اسکی بدولت اضافہ ہوگیا - نواب محسن الملک کے دو لکچر مسلمانوں کی تہذیب پر گو محققانہ نہیں ہیں اور زیادہ تر سرسری تراجم و اقتباسات کا مجموعہ ہیں' تاہم مفید و دلچسپ ہیں - مولوی سید علی بلگرامی کا لیکچر الملۃ الدمنۃ کی تاریخ پر بہت مفید ہے - مولانا شبلی نعمانی کے متعدد اہم رسائل کانفرنس ہی کی تقریب سے لکھے گئے - مولانا حالی کی کئی موثر نظمیں اسی کے جلسوں میں سنائی گئیں -

تاریخ علوم کا یہ ایک اہم مسئلہ ہے کہ مسلمانوں نے اپنے عہد علمی میں صرف یہی کیا کہ قدما کے علوم عربی زبان میں منتقل کر لیے' یا اسپر کچھ اضافہ بھی کیا؟ علی الخصوص فلسفہ میں (بقول بعض بے خبر مستشرقین فرنگ کے) وہ صرف "ارسطو کی گاڑی کے قلی" ہی تھے یا انہوں نے ارسطو سے الگ ہو کر خود بھی اپنی حکمیات کا کوئی دور شروع کیا تھا؟

الہ آباد کانفرنس میں مولانا شبلی نے ایک تقریر کی تھی اور چاہا تھا کہ کانفرنس ہی کے سلسلے میں اس موضوع پر ایک ذخیرۂ مباحث مرتب کیا جائے -

فرضکہ کانفرنس اپنے پہلے دور میں ایک حد تک علمی مذاکرات کی دلچسپیاں رکھتی تھی اور ایک ایسی صحبت تھی جو صرف اجتماع محض، یا رزولیوشنوں کے گھڑنے کا کوئی آلہ ہی نہ تھا -

سید صاحب کے بعد ایک نیا دور شروع ہوا - زمانہ بہت آگے نکل گیا تھا، اور تعلیم یافتہ جماعت بھی اس وقت سے دوگنی چوگنی ہوگئی جو کانفرنس کے آغاز عہد میں تھی - اسکا نتیجہ یہ ہونا تھا کہ کانفرنس ایک علمی مجلس ہونے کے لحاظ سے بھی ترقی کرتی، لیکن افسوس کہ روز بروز اسکے اجلاس بے مزہ ہوتے گئے - چند پرانے لوگ جو بولنے والے تھے، وہ کب تک کام دیتے؟ نئی جماعت کوئی پیدا نہ ہوئی - کہا گیا کہ تقریریں وغیرہ بالکل فضول ہیں - اب عملی کام ہونا چاہیے - اصل شے مسئلۂ تعلیم ہے - عملی کام تو جو کچھ ہونا تھا ہوچکا، نتیجہ یہ نکلا کہ کانفرنس کے جلسے محض رزولیوشنوں کی مصنوعی جنگ کا ایک تماشا گاہ بنگئے، یا علی گڈہ کالج کیلیے وسیلۂ جمع مال -

اصل یہ ہے کہ خدا انسانوں کی فطرہ کو آپکی خاطر بدل نہیں سکتا - وہ وہی چیزیں ہیں جو قوموں اور جماعتوں کیلیے اپنے اندر کشش رکھتی ہیں؛ مذہب یا سیاست - یہاں دونوں میں سے ایک شے بھی نہیں - صرف ایک مسئلۂ تعلیم کو کب تک لوگ سنیں، اور خواہ وہ کتنا ہی ضروری ہو، لیکن ضرورت اور کشش کا فرق بھی آخر کوئی چیز ہے یا نہیں؟

خدا بخشے - نواب محسن الملک مرحوم اپنے آخری زمانے میں جب کبھی لیکچر دیا کرتے تھے، تو اسقدر مجھے تکلیف ہوتی تھی کہ اٹھکر اپنے قیام گاہ میں چلا آتا اور لحاف اوڑھکر سو رہتا کہ یہ اس سے ہزار درجہ زیادہ پر لطف و لذت بخش ہے -

یہ اسلیے نہ تھا کہ مجھے انکی بلند اور یکساں آواز سے دلچسپی نہ تھی - یا مجھے انکی قوت بیانیہ کے اعتراف سے انکار تھا - بلکہ صرف اسلیے کہ وہ جب کبھی کھڑے ہوتے تو تعلیم کے متعلق تقریر کرتے یا مسلمانوں کے تنزل و بربادی کا افسانہ چھیڑ دیتے - دونوں قسم کی تقریروں کے نہ صرف مطالب بلکہ الفاظ تک ایسے تھے، جو ایک قرن سے انکی زبان و قلم پر جاری تھے اور انگنت مرتبہ دہرائے جا چکے تھے کہ اب انکے سننے کیلیے صبر و ضبط کے غیر معمولی مجاہدہ کی ضرورت تھی - آخری علی گڈہ کانفرنس میں وہ تقریر کیلیے کھڑے ہوے اور علی گڈہ کالج کے لڑکوں کو طاعون کے چوہوں سے (سو مرتبہ کی دہرائی ہوئی) تشبیہ لطیف دیکر "الاسلام دین الفطرۃ و الفطرۃ ہی الاسلام" شروع کیا ہی تھا کہ میں وہاں سے نکلکر بے اختیار بھاگا اور ڈیوٹی کی دکان میں آکر چاء پینے لگا -

اسمیں شک نہیں کہ ادھر چھہ سات سال سے صاحبزادہ آفتاب احمد خاں صاحب نے کانفرنس کے کاروبار کو نہایت ترقی دی ہے - اور علی گڈہ کی اندرونی پارٹیوں میں سے انکی مخالف پارٹی بھی اس امر کے اعتراف سے کبھی انکار نہ کریگی کہ یہ صرف انہی کی محنت اور جانکاہی کا نتیجہ ہے کہ آج کانفرنس ایک مستقل ماہوار مالی حیثیت اپنے ساتھہ رکھتی ہے اور اسکے ممبروں کی تعداد دوگنی چوگنی ہوگئی ہے - چند سالوں سے انہوں نے مختلف صوبوں اور شہروں کے مسلمانوں کے تعلیمی حالات کے جمع و بحث کا جو سلسلہ شروع کیا ہے، وہ بھی نہایت مفید و نافع ہے اور ایک ایسا مقدم کام ہے جس کو زیادہ وسعت کے ساتھہ کرنا چاہیے، تاہم صرف صاحبزادہ آفتاب احمد اکیلے کیا کرسکتے ہیں جب تک کہ کانفرنس کو مفید و دلچسپ بنانے والے تمام اسباب و وسائل فراہم نہوں -

بعض وقت سے لیگ قائم ہوئی ہے، کانفرنس اور زیادہ بے رونق ہوگئی - اگر اب کانفرنس کے اجلاس لیگ کے ساتھہ نہوں تو جلسے کا وہی حال ہو جو رنگوں اور دہلی میں ہوا تھا -

صدہا آدمی اپنے وقت اور روپیہ کو صرف کرتے ہیں، کتنے افسوس کی بات ہے کہ انکے اس صرف مال و وقت کا معاوضہ ہمارے پاس صرف ایک چوبیں اسٹیج ہو، جسپر سرخ کپڑے کا فرش کردیا گیا ہو، یا چند مرتب کرسیوں کی قطاریں، جن پر رنگ برنگ کی پگڑیاں اور مختلف پیمانے کے مالیوں کی ترکی ٹوپیاں نظر آ رہی ہوں اور بس!

ضروری رزولیوشنوں کو پیش کرنا چاہیے - رزولیوشن بھی محض بیکار چیز نہیں - کالج اور اسکے مختلف صیغوں کیلیے روپیہ بھی جمع کیجیے - اسمیں کیا ہرج ہے - لیکن اسکے ساتھہ ہی "آل انڈیا کانفرنس" کے ادعا کو ملحوظ رکھکر عام قومی ضروریات اور مقامی حالات کو بھی پیش نظر رکھنا چاہیے اور کچھہ ایسا سامان بھی مہیا کرنا چاہیے جس سے قوم کی علمی، معلومات، اخلاق و تربیت، اور مذاق تقریر و تحریر کو بھی نفع پہنچے -

بڑا سوال مجمع کی فراہمی ہے - یہ کیا ہے کہ ایک مجمع موجود ہے اور اس سے کام نہیں لیا جاتا؟ ضرورت تھی کہ یہ قوم میں فن خطابت (اریٹری) کی ایک درسگاہ ہوتا، اہم علمی و دینی مطالب پر مبسوط لیکچر دیے جاتے - اسلامی علوم و اداب کی تحقیق و تحفظ اسکا ایک اہم ترین مقصد ہوتا - اسکے اعضا آثار اسلامیۂ ہند کی تحقیق و تفتیش کرتے، اور ہندوستان کے عہد اسلامی کے متعلق ایک محققانہ سرمایۂ تاریخی فراہم کیا جاتا - اسکے ساتھہ ہر سال ایک علمی نمایش ہوتی، جسمیں مسلمانوں کے گذشتہ تمدن کے آثار و بقایا جمع کیے جاتے اور اسکے مختلف صیغوں پر متعدد لیکچر طیار کیے جاتے -

اصلاح رسوم ایک نہایت ضروری کام تھا مگر خواجہ غلام الثقلین اس سے مستعفی ہی ہوگئے -

میں چاہتا ہوں کہ اس سال کانفرنس میں کچھہ وقت صرف اسی موضوع پر صرف کیا جاے کہ "وہ کیا وسائل و ذرائع ہیں جنکے اختیار کرنے سے کانفرنس کا مجمع زیادہ مفید و نافع ہو سکتا ہے"

مجھے امید ہے کہ جناب صاحبزادہ آفتاب احمد خاں صاحب اسپر توجہ فرمائیں گے -

مسلم لیگ

اس سال مسلم لیگ کے جلسے میں غالباً بعض ایسے مسائل مہمہ پیش ہوں، جنکے فیصلے کے بعد ہمیں یہ سمجھنے کا آخری موقعہ ملجائیگا کہ لیگ کوئی ضروری شے ہے یا نہیں؟

غور کرتا ہوں تو مسلمانوں کے موجودہ سیاسی تغیرات میں قدرت الہیہ کے عجیب عجیب کرشمے نظر آتے ہیں! سبحان من لا یتغیر!!

کل کی بات ہے کہ لیگ کی فرہنگ مصطلحات میں سیاست کے معنی غلامی کے لکھے تھے، اور سیاسی حد و جہد کا نظام عمل یہ تھا کہ چند بڑے آدمیوں کے احکام کی بلا چوں و چرا تعمیل کی جاے - اسلیے کہ انکے پاس روپیہ ہے، اور اسلیے وہ لیگ کو بھی روپیہ دیتے ہیں یا کم از کم دیسکتے ہیں -

اس اثنا میں حوادث نے ورق الٹا اور سلطان وقت نے حکم دیا کہ آنکھیں کھولو! چند بندگان خداے لیگ کے چہرے سے نقاب الٹی اور چند مہینے کے جہاد لسان و قلم کے بعد ہی قوم کو نظر

آگیا کہ جس کھلونے کو سنھری دیکھکر والہ و شیفتہ تھی' اسکا رنگ تو ضرور سونے کا ہے' پر قیمت سونے کی نہیں - پس وہ بیدار ہوگئی و ان کانوا من قبل لفی ضلال مبین !

اسکے بعد ایک جماعت پیدا ہوئی جسمیں بعض لوگ تو وہ تھے جنکو ہدایت الہی نے روز اول ہی سے چن لیا تھا : و ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء - اور بعض وہ تھے جو گو ابتدا میں اس دعوۃ کے مخالفین و منکرین میں شامل رہے اور حتی الوسع انہوں نے اپنی قوتوں کو وقف مخالفت بھی کیا : استکبارا فی الارض و مکر السئی - لیکن : ولا یحیق مکر السئی الا باھلہ - بالآخر یا تو ناکامی نے سبق عبرت و سر عظمت دیا' یا بعض اغراض و مقاصد نے مصلحت وقت کی سرگوشی کی - بہرحال انہوں نے روش بدلی اور آزادی و حریت کی راہ کا اعلان کیا - نیتوں کا خدا علیم ہے' مگر میری دعا ہے کہ خدا انہیں استقامت و صداقت عطا فرما کے و آخرین منھم لما یلحقوا بھم - کے مقام سے بہرہ اندوز فرمائے -

موجودہ حالت یہ ہے کہ لیگ نے چند قدم آگے بڑھائے ہیں اور ایک بہت بڑے بلند فکر کے توڑنے کا اعلان کیا ہے - خیالات کی تبدیلی نے قوت پیدا کرلی ہے' اور جو خیالات کل تک چند "دشمنان علی گڈھ" کے تھے' آج بہت سے پرستاران علی گڈھ کے ہوگئے ہیں - حتی کہ حال میں ہز ہائنس سر آغا خاں کی جو چٹھی انکے استعفے کی نسبت موسوم بہ سید وزیر حسن شائع ہوئی ہے' وہ خود سرے لیکر پیر تک انہیں خیالات سے لبریز ہے - فی الحقیقت یہ ایک بہت بڑی حق و صداقت کی فتح مندی اور الہی کار و بار کے محیر العقول اور سریع الظہور نتائج ہیں' جن سے صاحبان بصیرت عبرۃ و موعظۃ حاصل کرسکتے ہیں : ان فی ذالک لذکری' لمن کان لہ قلب او القی السمع و ھو شہید !

پس اب قوم کے سامنے اسکی سیاسی زندگی کا آخری سوال درپیش ہے - پچھلے دو تین مہینوں کے اندر جو واقعات انگلستان میں گذرے' انہوں نے فی الحقیقت قوم کیلیے وہ منزل گذشتہ پھر از سر نو سامنے کردی ہے' جس سے پچھلے دنوں وہ سمجھتی تھی کہ گذر گئی - یہ مناقشہ گو سید وزیر حسن اور سید امیر علی کے درمیان شروع ہوا مگر اب بالکل جماعت اور اشخاص کا سوال بن گیا ہے' اور اگر یہ یہاں تک بڑھگیا ہے کہ لیگ میں اسکا فیصلہ کیا جائے تو ہمیں چاہیے کہ ٹھیک ٹھیک فیصلہ ہی کردیں -

شخصاً میں سید امیر علی کی عزت کرتا ہوں اور ان ایرادات و شخصی اعتراضات سے اس بحث کو آلودہ کرنا پسند نہیں کرتا جو بعض معاصرین فریقانہ اثر میں کر رہے ہیں - لیکن ہماری قوم کے چند بڑے افراد کے سوا شاید دنیا کا ہر صاحب عقل انسان اسکی تصدیق کریگا کہ کسی آدمی کا بڑا یا نیک ہونا اس امر کیلیے مستلزم نہیں ہے کہ اسکی ہر خواہش کی تعمیل بھی کی جائے -

سید وزیر حسن کا اس سے زیادہ کوئی قصور نہیں کہ ڈنر کی شرکت سے انکار کو انہوں نے گوارا نہیں کیا اور اسکے بیان کردہ وجوہ کے اعتراف و احترام سے انکار کردیا - بجز بے لاگ اور بے پردہ آزادی کے ساتھہ گرم لب و لہجہ میں اپنے خیالات ظاہر کیے -

مگر سید امیر علی نے لنڈن مسلم لیگ کا قصہ بھی چھیڑ دیا - وہ تنخواہ بھی مانگتے ہیں اور مالک و آقا بھی خود ہی بننا چاہتے ہیں !

لنڈن مسلم لیگ ابتدا سے آل انڈیا لیگ کی شاخ ہے مگر ایک ایسے تمسخر انگیز طریقہ سے جو کسی پڑھے لکھے آدمی کیلیے زیبا نہیں" وہ کہتے ہیں کہ باوجود اسکی شاخ ہونے اور ہندوستان سے روپیہ لینے کے' وہی لیگ کی پالیسی کی مالک بھی ہوگی !

کان مملوکی فاضحی مالکی

ان ھذا من اعاجیب الزمن !

قوم کو اس موقع پر یاد رکھنا چاہیے کہ تمام کاموں کا اصلی مبدء جماعت اور اشخاص کا سوال ہے' اور آزادی و غلامی کا اصلی مرکز بحث صرف یہی ہے جو اسکے سامنے آگیا ہے - جب تک تقلید کی بندشیں گردن میں پڑی رہتی ہیں' جب تک دماغ غلامی کیلیے نہ کہ فکر و اجتہاد کیلیے ہوتا ہے' جب تک قوم کے افراد اپنے دماغ سے خود کام نہیں لیتے بلکہ اسکی باگ چند اشخاص کے ہاتھوں میں دیدیتے ہیں' اور جب تک کہ دولت و علم' عز و جاہ' رسوخ و حکومت' اور قدامت و عمر کی پرستش کی جاتی ہے اور حق و صداقت کا معیار صرف بڑے لوگوں کی شرکت ہوتی ہے نہ کہ کسی شے کی حقیقت و حقانیت' تو اس وقت تک یقیناً ہر شخص اس خیال کے تصور سے کانپتا اور لرزتا ہے کہ فلاں بڑا آدمی ہم سے روٹھہ نہ جائے' اور فلاں اونچی کرسیوں پر بیٹھنے والا ہم سے الگ نہ ہوجائے' لیکن اگر یہ سچ ہے کہ اشخاص پرستی کا بت کدہ ٹوٹ چکا ہے اور قوم اپنی زندگی کو خود اپنے زندگی سے ثابت کرنا چاہتی ہے نہ کہ زید و عمر کے سامنے ہاتھہ باندھکر' تو آخری وقت آگیا ہے کہ وہ اس مسئلہ میں اصول و صداقت کا ساتھہ دیکر اسکا ثبوت دے -

خود سر آغا خاں نے اپنی چٹھی میں اس مسئلہ کی صداقت کا نہایت سنجیدگی سے اعتراف کرلیا ہے - اصول و آزادی ایک شے ہے جو ایک ہزار سید امیر علی کے امثال و اعمال سے بھی زیادہ قیمتی اور محبوب ہونی چاہیے - ھذہ تذکرۃ فمن شاء اتخذ الی ربہ سبیلا -

سید امیر علی کیلیے قومی خدمت کے بہت سے میدان موجود ہیں اگر وہ کام کرنا چاہیں - بہتر ہے کہ مسلمان اب انہیں پالیٹکس سے علحدہ ہی رہنے دیں - آخر کب تک بدبخت مسلمانوں کا پالیٹکس سر آغا خاں یا سید امیر علی کے بت کدے کا نام ہوگا ؟

صفحۂ خاص

اس ہفتے " دار الفنون " قسطنطنیہ کا مرقع شائع کیا جاتا ہے جو عہد دستور کے بہترین اعمال علمیہ میں سے ہے - اس مرقع میں ابتدا کی صفوف اساتذہ و معلمین کی ہے جنکو موجودہ نہضۂ علمیۂ عثمانیہ کا خلاصہ کہنا چاہیے - اثناء جنگ بلقان میں اس درسگاہ کے معلمین و متعلمین نے متعدد موقعوں پر ایثار و جاں نثاری کی امثال نمایاں پیش کیں' جنکا تذکرہ بارہا اردو جرائد میں ہوچکا ہے -

دوسری تصویر ایک مرقع عبرت اور لوحۂ انتباہ و موعظۃ ہے - یہ خواتین قسطنطنیہ کے اس عظیم الشان اجتماع کا مرقع ہے جو سقوط ادرنہ کے وقت منعقد ہوا تھا' اور جس میں عثمانی خواتین غیور و ملت پرست نے اپنے تمام زیور اتار کے دیدیے تھے - یہ تصویر الہلال میں ایک مرتبہ نکل چکی ہے جبکہ میں مسوری میں تھا مگر میری عدم موجودگی کی وجہ سے ایک سخت غلطی ہوگئی' یعنے تصویر کے نیچے اصل موقعہ و موضوع مجلس کی تصریح نہ کی گئی - اسلیے مکرر شائع کرکے تصحیح کردی جاتی ہے -

دار الفنون عالم قسطنطنیہ کا جلسہ ادرنہ کی واپسی کیلئے -

خواتین قسطنطنیہ کا جلسہ اعانت ہلال احمر کیلیے

"عالیہ زینب" ایک مشہور ترک خاتون مظالم بلقان پر لکچر دے رہي ہے -

مسئلۂ شرقیه

ریاست ہاے بلقان بعد از جنگ

آسٹریا اور روس

جو لوگ سیاست کے غوامض و دقایق سے واقف ہیں انکا متفقہ طور پر بیان ہے کہ بلقان کی پہلی اور دوسری جنگ میں شکست کا اثر صرف دولت عثمانیہ تک محدود نہیں رہا بلکہ اس کا اثر اسٹریا تک بھی پہنچا ہے - اس شکست نے مقدونیہ اور سلانیک کے متعلق ان تمام خوشگوار اور دیرینہ امیدوں کو یکسر درہم کردیا جو آسٹروی سیاست کے سینوں میں ہمیشہ آباد رہتی آئی ہیں - وہ سینے جو کل تک ان امیدوں کا کاشانہ تھے، آج انکا سنسان مدفن ہیں، ایسا مدفن جنہیں دوبارہ بعث و حشر کی امید نہیں،

اسٹریا نے جلد ان گونا گوں خطرات اور مشکلات کو محسوس کرلیا جو اس کو ہر طرف سے گھیرے ہوے تھے اور اسکی پالیسی کی ناکامی کی صورت میں اسکو ہلاکت و بربادی کی دھمکی دیتے تھے - اسنے دیکھا کہ اپنی غلطی یا مجبوری سے اس نے ان سلافوں کو اپنے حوالی میں پھیلنے اور بڑھنے کا موقعہ دیدیا - اب وہ یہاں تک بڑھگئے ہیں کہ خود اسکے ہر طرف سے گھیر رہے ہیں اور اسکے اصلی باشندوں پر زندگی کے دروازے بند کر رہے ہیں - پس اگر اسی طرح یہ بڑھتے ہی رہے تو یقیناً ایک دن اسقدر بڑھجائینگے کہ پھر کسیطرح روکے نہ رکینگے، اور اگر اسوقت انہوں نے ان ہزارہا سلافی دلوں میں سلافیت کا خوابیدہ غرور بیدار کردیا، تو پھر یقیناً سلطنت آسٹریا کی بنیادیں ہلجائینگی اور یہ عظیم الشان قصر حکومت زمین کے برابر ہوجائیگا -

یہ خطرات جب اسکے سامنے آئے تو اسکو کھٹکا پیدا ہوا - اس نے فوراً اسکے تدارک کی کوشش کی - البانیا کو اپنا آلۂ عمل بنایا اور اسکو دول کے سامنے اسلیے پیش کیا تا کہ وہ معاملات بلقان میں مداخلت کا ایک وسیلہ اور بحر اسود کی طرف امنڈنے والے سروی سیلاب کی راہ میں ایک سد آہنین بن جائے -

اس نے اپنی تجویز کی سفارش اس قاعدۂ مزعومہ سے کرائی، جو دول عظمی ہمیشہ سلطنت عثمانیہ کے مقابلہ میں دہرایا کرتی ہیں کو ان سے بڑھکر کوئی انسانی گروہ اسکا مخالف نہیں - یعنی " ملک صرف اہل ملک کے لیے ہے " -

نیز اسکی تائید ان عظیم الشان افواج سے کی جو اس نے سروی اور روسی حدود پر جمع کرنا شروع کردیں - اسکے دونوں حلیف یعنی اطالیا اور جرمنی بھی اسکی تائید میں سرگرم تھے

پس اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ مسئلۂ بلقان سے ایک اور مسئلہ پیدا ہوگیا جو اس سے کہیں زیادہ پیچیدہ اور زیادہ خطرناک تھا - بلکہ روس اور آسٹریا اور بالآخر اتحاد ثلاثی اور مفاهمت ثلاثیہ میں ایک ایسے اختلاف کا مصور تھا جو ممکن تھا کہ جنگ تک منجر ہوجاتا -

ہم کو غالباً اس رد و کد اور بحث و مباحثہ کے ذکر کرنے کی ضرورت نہیں جو اشقودرہ وغیرہ یعنی مسئلہ البانیا کی شاخوں کے متعلق ہوا - بلکہ اسقدر کہدینا کافی ہے کہ آسٹریا اپنے مقصد میں کامیاب ہوئی اور اس نے اساطین سیاست یورپ کو مشغول رکھا -

یورپ کے ارباب سیاست جنمیں انگلستان کا وزیر خارجیہ سب سے آگے آگے تھا، اسوقت کے تصور سے کانپنے لگے جب کہ روس اور آسٹریا میں جنگ چھڑ جائیگی اور پھر رفتہ رفتہ تمام یورپ میں پھیل جائیگی - اسلیے انہوں نے اس مسئلہ کو سب سے زیادہ اہمیت دی - لندن میں سفرا کی مجلس کے جلسوں میں تمام دوسرے مواضع پر اس معاملے کو مقدم رکھا گیا اور بالآخر یہ فیصلہ کیا کہ البانیا دول عظمی کی زیر نگرانی رہے -

لیکن سچ یہ ہے کہ اس مسئلہ کا جو حل انہوں نے تجویز کیا ہے محض لغو اور بے معنی ہے اور اپنی زندگی کے لیے بہت تھوڑی عمر رکھتا ہے -

روس جو اپنی ساختہ پرداختہ ریاست سرویا کی تائید کر رہا تھا، اگر ذرا بھی تفکر و تامل سے کام لیتا اور ماضی سے مستقبل کے لیے عبرت حاصل کرتا، یعنی سرویا کو ترغیب دیتا کہ وہ ان شہروں کے الحاق سے باز رہے جو خاص البانی ہیں تو بہت اچھا ہوتا، کیونکہ اس صورت میں سرویا اس عنصر کو قبضۂ اقتدار میں رکھنے کی تکلیف سے بچ جاتی جس سے اب ہر وقت نافرمانی و بغاوت کا خطرہ رہیگا - اسکے علاوہ اسے البانیا کی دوستی بھی حاصل ہوجاتی، مگر روس سروی مطامع کے ساتھ ساتھ چلا، اور سرویا نے اس طلائی اصول کے بالکل برعکس، پرزرین، دیبرہ اور چند ایسے شہر ملا لیے جو البانیا کا جزو سمجھے جاتے ہیں -

اس حرکت سے اس نے بیکار البانیوں کو چھیڑ دیا اور انمیں وہ قومی غرور پیدا کردیا جو ہمیشہ انہیں اپنے مغصوبہ شہروں کی واپسی کے لیے برانگیختہ کرتا رہیگا -

جسطرح کہ جرمنی سے الزاس اور لورین کی واپسی کے لیے فرانسیسی، اور آسٹریا سے اسکے مغصوبہ شہروں کی واپسی کے لیے اطالی بیچین رہتے ہیں -

اسکی ایک روشن دلیل یہ ہے کہ جونہی البانیوں کو سروی فوج کے منتشر ہونے کی خبر معلوم ہوئی، فوراً آسٹریا کے اغواء و تحریض سے اٹھے تا کہ ان شہروں کو واپس لے لیں جو سرویا نے ملا لیے ہیں اور اسطرح اس نقصان کی تلافی کریں جو سفرا کی کانفرنس کے فیصلہ سے انہیں پہنچا ہے -

وہ بغیر ذرا بھی غور و فکر کیے ہوے اسطرح سروی فوج پر ٹوٹ پڑے، گویا اب تک گذشتہ انقلابات اور دولت عثمانیہ سے بغاوتوں میں جسقدر خون بہا ہے، یا آخری جنگوں میں جو کچھ مصائب و شدائد ان پر نازل ہوے ہیں، وہ کچھ بھی نہ تھے - سروی فوج منظم اور باقاعدہ تھی - اسکی مدافعانہ آتشباریوں کے آگے یہ نہ ٹھہر سکے اور بالآخر پسپا ہوگئے -

آسٹریا سے یہ نہوسکا کہ اسکو ورطۂ ہلاکت میں ڈالکے خود بالکل علحدہ ہوجاتی - اس نے اپنے بلغراد کے معتمد سیاسی کو حکم دیا کہ وہ سرویا کو البانی حدود میں بڑھنے سے روکے اور استقلال البانیا کے متعلق مجلس سفرا کی قرار داد کا خیال کرے - چنانچہ ۲۶ - اکتوبر کو آسٹریا کے معتمد نے سرویا سے البانی شہروں میں رہنے کے ناگوار نتائج دوستانہ طور پر بیان کیے اور اسکی تائید جرمنی اور اطالیا کے معتمدوں نے بھی کی -

حکومت سرویا نے اس دوستانہ تنبیہ و تحریر کی کچھہ پروا نہ کی بلکہ اسکا جواب ایک ابہام آمیز نفی میں دیدیا -

سیاست یورپ کا ایک قدیم اور آزمودہ اصول ' قاعدۂ مماطلت و تسویف ہے یعنی بعض نازک موقعوں پر اہم مسائل کو خواہ مخواہ تاخیر میں ڈالدینا اور اسطرح اس سے شاخ در شاخ مسائل پیدا کر لینے تا کہ ہر بقیہ ضعیف انکی عرصے تک کی دقتوں کا مقابلہ نہ کرسکے اور محض امتداد وقت ہی سے شکست کہا جاے یہی اصول ہے جس سے یورپ نے ہمیشہ ایشیائی قوموں کو شکست دی اور انکی عزیز ترین متاع یعنے استقلال و خود مختاری نہایت آسانی سے چھین لی - اسکا استعمال اس کثرت سے ہوتا ہے کہ مثال کے لیے ہمیں تاریخ کی ورق گردانی کی ضرورت نہیں - ہمارے سامنے اسکی تازہ ترین مثال بد قسمت ایران موجود ہے -

سرویا نے چاہا کہ وہ بھی اسی اصول سے کام لے - اس نے البانی حدود سے فوج کی واپسی میں تامل ترول شروع کی - اور کہا کہ وہ البانی حدود سے اپنی فوج اسوقت تک واپس نہیں بلا سکتی جب تک کہ پوری طرح امن قائم ' اور تعیین حدود کی بابت دول کی تمام کمیٹیاں اپنے اپنے کام سے فارغ نہ ہوجائیں ' کیونکہ اگر وہ ابھی اپنی فوج ہٹالیگا تو اسے خوف ہے کہ کہیں البانی دوبارہ یورش نہ کردیں -

ظاہر ہے کہ یہ جواب حکومت آسٹریا کو کیونکر پسند آسکتا تھا ؟ اس نے اس جواب کو از قبیل مغالطہ خیال کیا ' اور یہی خیال کیا - کیونکہ شمالی سروی البانی حدود مجلس سفرا میں متعین ہوچکے تھے - انکے تعیین کا سوال باقی نہ تھا - البتہ جنوبی حدود ہنوز غیر منفصل تھے -

آسٹریا کے اس دوستانہ بلاغ پر دو دن بھی نہ گذرے ہونگے کہ حکومت آسٹریا نے بلاغ نہائی (الٹیمیٹم) بھی دیدیا - حکومت آسٹریا نے سرویا کو اطلاع دی کہ اگر آٹھہ دن کے اندر وہ البانی حدود سے نہ نکلیگی تو نہایت سخت تدابیر اختیار کریگی -

اسکے جواب میں سرویا نے روباہ بازی شروع کی اور کہنے لگی کہ موجودہ حدود نے اسے البانی یورشوں کا ایک دائمی نشانہ بنا دیا ہے' اسلیے وہاں فوج کا رکھنا نہایت ضروری ہے - اسکے جواب میں زنشپوٹ اخبار نے جو ولیعہد آسٹریا کی زبان ہے' لکھا کہ " اگر موجودہ حدود نے سرویا کو ہمیشہ کے لیے حملوں اور یورشوں کا نشانہ بنا دیا ہے تو اسکی بہترین تدبیر یہ ہے کہ ان شہروں سے دست بردار ہوجاے جنہوں نے اسے اس مصیبت میں ڈالدیا ہے "

لیکن اس تہدید و تحذیر میں حکومت آسٹریا کے تنہا رہجانے نے یورپ کے اکثر سیاسی حلقوں پر نہایت برا اثر ڈالا ' اور عام طور پر یہ خدشہ پیدا ہوگیا کہ کہیں یہ گرہ اور زیادہ نہ الجھہ جاے ' یعنے روس اپنے ساختہ و پرداختہ کی مساعدت و تائید کے لیے نہ اٹھہ کھڑا ہو -

روسی اور فرانسیسی حلقہ ہاے سیاست آسٹریا پر سخت ناراض تھے اور اس منفردانہ اصرار کو دول عظمی کے حقوق پر ایک قسم کی دست درازی خیال کرتے تھے - قریب تھا کہ یہ معاملہ بڑھکے قطع تعلق کی حد تک پہنچ جاتا مگر آسٹریا اپنے ارادہ و عمل کی اطلاع دول عظمی کو برابر کرتی رہی تھی ' اسلیے اس حد تک نہ پہنچنے پایا -

لیکن اس تدارک و حفظ ما تقدم کے باوجود فرانسیسی اخبارات اعتراضات کی بارش سے باز نہ آئے - انہوں نے حکومت سرویا کے خلاف اپنے دل کے بخارات خوب نکالے - ان معترضین کا سرخیل اخبار طان تھا - اس نے دو افتتاحیہ مقالات لکھے - ایک ۲۰ اکتوبر کو زیر عنوان " آسٹریا بلاغ نہائی " شائع ہوا - اسمیں آسٹریا کے اس فعل پر اظہار تعجب کرتے ہوے نہایت سختی کے ساتھہ دار و گیر کی تھی - اس نے لکھا کہ اگر وہ اس تہدید میں تنہا نہ رہتی بلکہ دول عظمی سے بھی شرکت و مساعدت کی خواستگار ہوتی تو دول عظمی کی طرف سے یقیناً اسکو مدد ملتی - اپنے اس قول کی تائید میں اس نے ان مختلف مواقع مثلاً اشقودرہ کے حدود اور ساحل جبل اسود پر مظاہرۂ بحریہ وغیرہ کی طرف اشارہ کیا ' جنمیں دول نے آسٹریا کی مدد کی تھی - دوسرا افتتاحیہ ۲۱ اکتوبر کو زیر عنوان " سیاست حمقاء " لکھا - اسمیں ان غلطیوں کو بیان کیا تھا جو آسٹریا نے مسئلہ البانیا میں کی ہیں - اس نے لکھا کہ آسٹریا کی فرمایش سے دول عظمی نے مسئلۂ البانیا کو ایک بین الدولی مسئلہ قرار دیا - اب کوئی ایسی وجہ باقی نہیں رہی جو آسٹریا کی تنہا تہدید کو جائز قرار دے - اس مہم کا بار اب دول عظمی کے کاندھے پر ہے' اسلیے جو کچھہ ہونا چاہیے مجموعی طور پر ہونا چاہیے - آخر مقالہ میں لکھا تھا کہ حکومت البانیا کے حفظ و بقاء کی کفیل وہی ہیں جو اسکو عالم وجود میں لائی ہیں -

انگریزی پریس نے آسٹریا کے اس انفراد و تنہا عملی کو چنداں اہمیت نہ دی - کیونکہ برطانی پبلک مسائل بلقان میں دماغ سوزی سے ایک حد تک اکتا سی گئی ہے - اب وہ صرف ان مسائل کو نظر اعتناء و اہتمام سے دیکھتی ہے جن سے امن عام کے مختل و برہم ہونے کا خوف ہوتا ہے - اسکے علاوہ اپنے داخلی مسائل میں وہ اسطرح مشغول ہے کہ خارجی مسائل کی طرف توجہ کرنا مشکل ہے - البتہ انگریزی حلقۂ سیاست نے آسٹریا کے اس فعل کو ناپسند ضرور کیا - وہ یہ چاہتے تھے کہ وائنا کی حکومت پھر اسی پالیسی کو اختیار کرتی جس پر وہ چند ماہ پہلے تھی یعنے سرویا کی خواہشوں کو روکنے کے لیے وہ دول عظمی کے ساتھہ ملکے تدابیر اختیار کرتی -

آسٹروی اخبارات نے اس فرصت کو ضائع نہیں کیا جو انہیں اسوقت حاصل ہوئی - انہوں نے اپنی حکومت کی پالیسی کی تصویب و تحسین شروع کر دی - " فریمڈ میلاٹ " جو ایک نیم سرکاری اخبار ہے' آگے بڑھا ' اور ان تمام اعتراضات کے جواب دینے شروع کیے جو طان نے حکومت آسٹریا پر کیے تھے - اس نے لکھا کہ آسٹریا نے اپنی اس آخری کارروائی سے دول یورپ کی ایک خدمت جلیل انجام دی - کیونکہ اس نے اپنی فوری مداخلت اور اپنے حامیوں کی مساعدت سے اس پیچیدگی کی بیخکنی کردی جو مماطلت و تسویف اور رد و قبول کی طرف لے جاتی اور اسکے بعد مشکلات تازہ کا دروازہ کھلجاتا -

بہر حال حکومت سرویا نے جب یہ دیکھا کہ ایک طرف تو آسٹریا اپنے ارادے میں پختہ و راسخ ہے اور دوسری طرف روس اسکی تائید سے خاموش ' تو مجبوراً اس نے سپر ڈالدی اور دول یورپ کے معتمدین کے ذریعہ سب کو آسٹریا کے درخواست کی تسلیم کی خبر بھیجدی - یہ خبر نہایت مسرت و طمانیت کے ساتھہ سنی گئی اور افق سیاست پر اوہام و وساوس کے جو ابرہاے کثیف چھائے ہوے تھے' سب کے سب چھٹ گئے -

بريد فرنگ

بلغـــراد بعـــد از جنـــگ

عام افسردگي اور اوداسي - آسٹريا کے خلاف جنگي جوش - ايم پشچ اور انکے رفقاء سے ناراضي

(گريفک ۱۲ - نومبر)

ايک سياح جو خود بلغراد يا بلغراد سے شاهنشاه فرانسس جوزف کي سلطنت (آسٹريا) ميں جانا چاهتا هے' وه اب اپنے آپ کو جنگ و خراب کے معمولي امتحان سے مسخ تر حالات ميں گهرا هوا پائيگا -

اسے زمونی ميں اس آرامده ٹرين سے اترنا پڑيگا جو اسے بدا پسٹ سے لا رهي هوگي - وه اتر کے ان تيسرے درجه کي گاڑيوں ميں سوار هوگا جنميں ازدحام کثير' روشني کم' اور کاربولک کي بو بسي هوئي هوگي - يه گاڑياں اس ٹرين کے متعلق هيں' جسکو عوام " کولرا ٹرين " کهتے هيں اور جو اب زموني اور بلغراد کے ما بين سفر کرتي رهتي هيں - اس پر بيٹهکے وه بالآخر سرويا کے دار السلطنت ميں پهنچ جائيگا -

مجهے سب سے آخري بار آئے هوے تقريباً دو سال هوے هونگے - به نسبت اوسوقت کے اسوقت شهر کي ظاهري شکل سے کهيں زياده لوگوں کے خيالات و حسيات ميں انقلاب عظيم هوگيا هے - گو يه صحيح هے که ان سڑکوں کي حالت ميں معقول ترقي هوئي هے جو پهلے بهت هي بري حالت ميں رها کرتي تهيں' اور يه بهي صحيح هے که بڑي رقم ان مخصوص شاهرا هوں کي سطح کي درستگي ميں صرف کيجا رهي هے' جن پر سے گاڑي کي آمد و رفت آجکل اسي وجه سے موقوف هے - تاهم سڑکوں کي ظاهري سطح جس درجه صاف هوگئي هے' اتني هي معنوي رونق و شان سے محروم هے !

عموما سڑکوں اور قهوه خانوں ميں زنده دلي کي کمي نظر آتي هے - بهت سے افسر دار السلطنت سے باهر هيں اور بهت سے زخمي يا بيمار - چست اور درخشاں وردیوں کي کمي' مشوه الوجوه اور مقطوع الاعضاء مردوں کي ايک تعداد عظيم' هزارها ماتمي لباسوں کا طبعي منظر جو ابهي تک گم شده عزيزوں کے سوگ ميں پهنے جا رهے هيں' اور ان تمام چيزوں کے ملے جلے اثر نے ايک عام افسرده دلي اور اداسي پيدا کردي هے' جهاں جنگ سے پهلے هر وقت چهل پهل اور شادي و خرمي رهتي تهي !

قيام بلغراد کے اثناء ميں مجهے هر قسم اور هر درجه کے لوگوں سے گفتگو کا موقع ملا - انميں ميرے وه دوست بهي تهے' جنکو ميں برسوں سے جانتا هوں - وه لوگ بهي تهے جن سے ميں پهلي بار ملا - مگر شادماني و خرمي کے بدلے' جسکي ايک ايسي قوم ميں موجودگي کي توقع هر شخص کو هوگي جو کامياب جنگيں لڑ چکي هے اور اسکي شهنشاهي ميں ايک وسيع قطعه زمين کا اضافه هوچکا هے؛ مجهے يه نظر آيا که ايک قسم کي پر اسرار اداسي هے جس نے اس پوري آبادي کا احاطه کر ليا هے !!

يه ايک ايسا واقعه هے که نه تو کوئي سروي اس سے انکار کرسکتا هے اور نه اسکي کوئي وجه بيان کرسکتا هے - اگر اسکا ذکر آپکا تو بعض تم سے کهينگے که اس غير مشکوک افسردگي کي وجه يه هے که الباني انقلاب کي وجه سے بازار سرد پڑگئے هيں - بعض کهينگے که اسکا سبب يه هے که سرويا کے ليے يوناني و عثماني پيچيدگي کے سنگين خطره هونے کا احتمال هے - بعض اسکا باعث يه بيان کرينگے که جو لوگ ان دو جنگوں ميں شريک رهے هيں' وه ابهي تک جنگ کے مظالم و اهوال بهولے نهيں هيں -

بجاے خود يه تمام اسباب و وجوه خواه صحيح هوں يا غلط' مگر اس غمناک حالت کي اصلي وجه يه معلوم هوتي هے که هر تعليم يافته سروي جانتا هے که سرويا کے سب سے زياده خطرناک اور سب سے زياده قومي دشمن يعني آسٹريا سے ايک سنگين مقابله هوے بغير نا ممکن هے که ملک کي قومي پاليسي کي پيروي کي جاے يا اسکو ترقي ديجاے - خصوصاً الدالبه کي طرف پيشقدمي جو فوجي جماعت چاهتي هے -

سرويوں ميں اگرچه بهت سے عمده صفات هيں مگر تاهم وه کم و بيش مغرور اور خود اعتماد هوتے هيں - اسليے موجوده حالت ميں کوئي شے ايسي نهيں جسکے متعلق وه يه خيال کريں که وه نهيں کرسکتے' مگر جمله ميں ايک طرف يه ديکهکے متعجب هوا که بلغاريوں کي طرف سے سروي فوج تک کے دل ميں نسبتاً کسقدر کم غبار هے' تو ان خيالات کو معلوم کرکے نفس حيرت بهي هوگيا جو آسٹريا کے متعلق سرويوں ميں پهيلے هوے هيں -

سرويوں نے هميشه اپنے اس بڑے همسايه کو نفرت و بغض کي نظر سے ديکها مگر اس زمانه کو چهوڑ کے جبکه الحاق بوسنيا سے پيچيدگياں پيدا هوگئي تهيں' کبهي بهي انکو ايک ايسي جنگ کا علانيه ذکر کرتے هوے نهيں سنا گيا جسميں اگر وه تنها چهوڑ ديے جائيں تو يقيناً انکو شکست هو -

در حقيقت اسوقت فوجي جماعت کے جذبات کي ايک خاص حالت هو رهي هے - مجهسے مشوره کے طور پر يه بيان کيا گيا که ممکن هے که سرويا اطاليا سے اس شرط پر معاهده اتحاد کرلے که اطاليا سرويا کو آسٹريا کے مقابله ميں مدد ديگي اور سرويا اطاليا کو ساحل بحر اسود کا ايک حصه ديديگي - وه حصه جسکي اطاليا کو اسقدر حرص و هوس تهي !

مجهے ايسے لوگوں سے' جنهيں ميں قابل اعتماد سمجهتا هوں' يه معلوم هوا هے که سروي فوج ميں عهديدار اس خيال کے طرفدار هيں که آسٹريا سے ايک غير بعيد مستقبل ميں جنگ هوني چاهيے - ان خيالات کي بهترين تمثيل اس قصے سے هوتي هے جو آجکل بلغراد ميں مشهور هے -

" ايک خاتون جسکا تعلق سفارتخانه آسٹريا و هنگري سے هے' حال ميں دار السلطنت کے ايک ترقي يافته شفاخانے ميں زخميوں کي تيمار داري کرتي تهي - اس محسنه نے ايک زخمي سپاهي سے' جو يه نهيں جانتا تها که وه کون هے' کها : " اچها' خير اب تو تم تمام لڑائياں کاميابي کے ساتهه ختم کرچکے " اسکے جواب ميں اس سپاهي نے بيساخته کها : " نهيں' ابهي همیں آسٹريا سے لڑنا اور اسے شکست دينا باقي هے !! "

اسوقت حکومت آسٹريا اور فوجي حکام' دونوں الباينا اور بلغاريا کے آئنده پيش آنے والے ناگوار واقعات کے ليے تياري کي انتهائي کوشش کررهے هيں - سرکاري طور پر تو يه بيان کيا جاتا هے که صرف دو ڈويژن دوباره جمع کرکے البانيا بهيجے گئے هيں -

مگر جن لوگوں کو حالات کا اچھی طرح علم ہے ' انکو یقین ہے کہ مستحفظ فوج کے پانچوں عمدہ ڈیوزنوں کے اول بدرجہ کے سپاہی بلالیے گئے ہیں اور اسطرح ایک گونہ تمام کارکن فوج بلغاریا یا البانیا کے خلاف خدمت کے لیے تیار ہے -

کچھہ ہو' بہر حال فوجی حلقوں پر بڑی سرگرمی چھائی ہوئی ہے - ابھی ابھی جب مستحفظ فوج کے سپاہی تین ہفتے کے لیے غیر حاضر تھے' تو چشم زدن میں پہاڑوں کی چھٹی پلٹن جمع کرلی گئی تھی - اگرچہ اس پلٹن کے افسروں میں سے تین ثلث یعنی ۵۰ میں ۳۶ - اور ۵ ہزار میں سے ۱۵ - سو سپاہی معرکہ بریگلنٹزا میں کام آچکے ہیں مگر لوگ کہتے ہیں کہ با این ہمہ افسروں اور سپاہیوں نے جو بہت ہی خوش و خرم معلوم ہوتے تھے' فرض (ڈیوٹی) کی دعوت کے جواب میں بے تکلف لبیک کہا اور نتائجوں نے اسی طاقت و زور کے ساتھہ کوچ کیا جسکی امید تھی -

رہی ان ممالک کی داخلی سیاسی حالت ' تو اسکی تفصیل یہاں چھیڑنا ناممکن ہے - اسقدر کہدینا کافی ہے کہ اگرچہ ایک طرف موجودہ جنگ کی وجہ سے معمولی سیاسی مقابلے ہنگامی طور پر موقوف ہوگئے ہیں مگر دوسری طرف ایم - پشچ (M. Pashitch) اور انکے رفقاء کی طرف سے اسلیے ناراضی پھیلی ہوئی ہے کہ انہوں نے مستحفظ فوج کے منتشر کرنے کے بعد البانی حدود پر فوج امن کی معمول تعداد نہیں رکھی بلکہ عملاً اسکو غیر محفوظ رکھا اور گویا باعتبار نتیجہ کے البانی حملہ کے لیے ایک راستہ کھول دیا' جس سے نو مفتوح ممالک میں سروی اقتدار کو نہایت سخت صدمہ پہنچا ہے -

مخالف پارٹی غلط یا صحیح طور پر یہ بھی محسوس کرتی ہے کہ دوسری جنگ غیر ضروری ہوتی اگر ایم - پشچ نے مارچ سنہ ۱۹۱۲ ع کے معاہدے کی (جو اب معاہدہ سرویا و بلغاریا کے نام سے مشہور ہے) تقسیم یا موجودہ حالات کے مناسب ترمیم کی شرط پر مطلوبہ توجہ دیدی ہوتی -

سرویا کا مستقبل اب اس طرز عمل پر موقوف ہے جو وزراء ان صدہا مسائل کے متعلق اختیار کرینگے جو سیاست عملی کے مسائل ہیں - اگر انہوں نے اعتدال اور ان فوجی خیالات کی قوت شکنی کی پالیسی اختیار کی جنکی طرف میں اشارہ کرچکا ہوں اور نو مفتوح ممالک میں سرکاری عمال و کار پرداز ایسے اشخاص مقرر کیے جو بہترین ہوں' اور ساتھہ ہی سیاسی منازعات سے بے تعلق' تو اس صورت میں شاہ پیٹر اور اسکی قوم ان مختلف اور باہم دگر جنگ آرا قومی عناصر کو ہنگامی طور پر متحد کرسکینگی جن سے اب سرویا کی آبادی مرکب ہوگی -

---

الہلال کی ایجنسی

ہندوستان کے تمام اردو' بنگلہ' گجراتی' اور مرہٹی ہفتہ وار رسالوں میں الہلال پہلا رسالہ ہے' جو باوجود ہفتہ وار ہونے کے ' روزانہ اخبارات کی طرح بکثرت متفرق فروخت ہوتا ہے - اگر آپ ایک عمدہ اور کامیاب تجارت کے متلاشی ہیں تو درخواست بھیجیے

ترجمہ اردو تفسیر کبیر

جسکی نصف قیمت اعانۂ مہاجرین عثمانیہ میں شامل کی جائیگی - قیمت حصۂ اول ۲ - روپیہ -

ادارۂ الہلال سے طلب کیجیے -

مطبوعات جدیدہ

ظل السلطان

مولوی محمد امین صاحب زبیری - سالانہ مع محصول ۳ - روپیہ'

اردو کا ایک حدیث الاشاعۃ ماہوار رسالہ ہے جس کے اب تک شاید پانچ چھہ نمبر نکل چکے ہونگے -

پہلے نمبر میں ظاہر کیا گیا ہے کہ سرکار عالیۂ بھوپال اور بعض ارکان خاندان شاہی نے اسکی سرپرستی منظور فرمائی ہے - اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ رسالے کی بنیاد محکم اور امید افزا ہے -

رسالہ کا مقصد " ہندوستانی خواتین میں اشاعت تعلیم' اور انکے لیے مفید معلومات بہم پہنچانا " ہے - میں نے ایک دو نمبر دیکھے اور رسالہ کے مقصد اور مطبوعات کی حالت کے لحاظ سے انکو بہتر پایا - اکثر مضامین خواتین بھوپال اور مدارس نسوانیۂ ریاست کی معلمات وغیرہ کے قلم سے نکلتے ہیں اور ایک ایسے پرچے کیلیے یہ ضرور موزوں ہے کہ اسکا زیادہ تر مواد خود خواتین کا مہیا کردہ ہو -

لیکن تاہم کام بلند سے بلند تر ہونا چاہیے - صرف چند مضامین کا اکٹھا کردینا ایسی بات نہیں کہ کسی رسالہ کیلیے خصوصیت ہو - یہ بات پیشتر سے اور رسالوں میں بھی موجود ہے - ایک رسالہ جو ایک خاتون فرماں روا کے دار الحکومت سے نکلتا ہے ' ضرور ہے کہ کوئی امتیاز بھی رکھے - اڈیٹر صاحب کو چاہیے کہ انگریزی رسائل پر نظر ڈالیں - تعلیم و تربیت نسواں کے صیغہ میں ابتک ہم نے کچھہ بھی نہیں کیا اور لٹریچر کی یہ شاخ بالکل خالی ہے - نہایت آسانی کے ساتھہ ہر ماہ ایسا مواد بہم پہنچایا جا سکتا ہے جو خاص طور پر تعلیم یافتہ عورتوں کے مذاق و اخلاق کی اصلاح کرے اور انکے لیے بلند درجہ کی مگر آسان اور سہل زبان میں توسیع معلومات کا ذریعہ ہو -

اصلاح رسوم ' تعلیم مذہبی ' تصحیح اعتقاد ' تربیت اخلاق ' مبادیات علوم ' نتیجہ خیز قصص و حکایۃ ' اور اس طرح کی صدہا چیزیں ہیں جو بغیر کسی کاوش و جہد تصنیفی کے لکھی جا سکتی ہیں - بڑی ضرورت یہ ہے کہ تعلیم یافتہ عورتوں کی سطح ترقی آہستہ آہستہ بہ نہج صحیح و بہ تحفظ آداب و اخلاق' بلند کی جائے - محض چند مضامین کی اشاعت اسکے لیے کافی نہیں - خود ایڈیٹوریل حصے میں رسالے کے نصف سے زیادہ صفحات صرف ہونا چاہئیں -

عقل کل

سید ابوالحسن موجد - ہملٹن روڈ - دہلی - ۱۰ - آنہ

سید صاحب نے اس رسالے میں اردو مختصر نویسی (شارٹ ہینڈ رائٹینگ) کے قواعد مرتب کرکے لکھے ہیں -

اردو میں مختصر نویسی کی ایجاد و ترتیب کی اس سے پہلے متعدد اشخاص کوشش کرچکے ہیں لیکن پچھلے دنوں لکھنو میں یہ ایجاد نہ صرف تکمیل ہی تک پہنچی ' بلکہ گورنمنٹ کی اعانت سے عملی طور پر اسکا درس بھی شروع ہوگیا اور اس وقت متعدد اشخاص سی - آئی - ڈی میں ملازم ہیں - البتہ سخت ضرورت ہے کہ اسکا رواج عام طور پر ہو -

معلوم نہیں لکھنؤ میں جو طریقہ مرتب ہوا ' وہ اس رسالے سے زیادہ جامع و بہتر ہے یا نہیں

اس رسالے میں حروف تہجی کی مفرد علامتیں قرار دیکر پھر انکی ترکیب کے مختلف اشکال و طرق متعددہ اسباق میں لکھے ہیں اور مشق کیلیے جا بجا عبارتیں دی ہیں -

انگریزی کی علامتیں موجود ہیں اور حروف مشترک ' اسلیے اردو مختصر نویسی کی ایجاد و ترتیب سے مقصود صرف یہ ہے کہ خاص عربی و فارسی حروف کی علامتیں اس طرح وضع کردی جائیں کہ مختصر نویسی کے اداب و شروط ہاتھہ سے نہ جائیں - چنانچہ سید صاحب نے تمام حروف عربیہ و عجمیہ کیلیے نئی علامتیں قرار دی ہیں اور انکے لیے خاص قواعد وضع کرکے مثالوں سے جا بجا واضح کیا ہے -

گورنمنٹ صوبجات متعددہ اس ایجاد سے صرف پولیس کے محکمے میں مدد لے رہی ہے تاکہ پولیٹکل جلسوں وغیرہ کی تقریریں ضبط ہوسکیں - مگر ضرورت ہے عام طور پر اس سے فائدہ اٹھائے دی - سید صاحب دہلی میں اگر اپنے ایجاد کردہ قواعد کی تعلیم سے انکے دو شخص طیار کریں تو اشاعت رسائل سے نہ زیادہ بہتر ہو -

گلزار

ادب فارسی کے درس کیلیے یہ نیا مجموعہ بہت مفید ہوگا ' جسے اقا محمد کاظم شیرازی بی - اے - معلم فارسی بورڈ آف اگزامنرس کلکتہ اور میرزا ابو جعفر صاحب بی - اے - مدرس مدرسۂ عالیہ کلکتہ نے جہان گیر ' سفرنامۂ شاہ ناصر الدین ' تاریخ سلاطین ساسانی ' حاجی ابراهیم بیگ ' انوار سہیلی وغیرہ سے مختلف دلچسپ ابواب منتخب کرکے مرتب کیا ہے - قیمت درج نہیں -

مولوی غلام علی آزاد بلگرامی کی دو نایاب کتابیں

(از مولانا شبلی نعمانی)

مولانا غلام علی آزاد اُن وسیع النظر مصنفین میں سے ہیں کہ اُن کے ہاتھ کی دو سطریں بھی ہاتھ آجاتی ہیں تو اہل نظر آنکھوں سے لگاتے ہیں کہ ذخیرہ معلومات میں قابل قدر اضافہ ہوگیا - اہل ملک کی خوش قسمتی ہے کہ مولوی عبد اللہ خان صاحب (کتب خانہ آصفیہ حیدر آباد) کی کوششوں سے ان کی تصنیفات سے دو نہایت اعلی درجہ کی تصنیفیں آج کل شایع ہوی ہیں - سرو آزاد اور مآثر الکرام - سرو آزاد خاص شعرائے متاخرین کا تذکرہ ہے - یہ تذکرہ جامعیت حالات کے ساتھہ یہ خصوصیت بھی رکھتا ہے کہ اس میں جو انتخابی اشعار ہیں ' اعلی درجہ کے ہیں ' ورنہ آزاد کے متعلق یہ عام شکایت ہے کہ ان کا مذاق شاعری صحیح نہیں اور خزانۂ عامرہ اور ید بیضا میں انھوں نے اساتذہ کا جو کلام انتخاباً نقل کیا ہے ' اکثر ادنی درجہ کے اشعار ہیں -

مآثر الکرام میں اُن حضرات صوفیہ کے حالات ہیں جو ابتدائے عہد اسلام سے اخیر زمانہ تک ہندوستان میں پیدا ہوے -

دونوں کتابوں میں عام حالات کے ذیل میں ایسے مفید اور نادر معلومات ہیں جو ہزاروں اوراق کے اُلٹنے سے بھی ہاتھ نہیں آسکتیں - میں آزاد کی روح سے شرمندہ ہوں کہ علالت اور ضعف کی وجہ سے اُن کی نادر تصانیف کے ریویو کا حق ادا نہ کرسکا اور صرف چند اشتہاری جملوں پر اکتفا کرتا ہوں ' لیکن مجھے امید ہے کہ شایقین فن ' شوق خریداری کا ثبوت دیکر ان کی روح سے شرمندہ نہ ہونگے - ملنے کا پتہ یہ ہے : عبد اللہ خاں صاحب - کتب خانہ آصفیہ - حیدر آباد - دکن -

ادبیات

خلق عظیم

ایک خاتون کی آزادانہ گستاخی

اور

رسول اللہ کا حلم و عفو

صلی اللہ علیہ و سلم

" ہند " بھی پردہ نشین حرم بو سفیاں
لقب " ہندہ جگر خوار " سے جو ہے مشہور
بارگاہ نبوی میں وہ ہوئی جب حاضر
اس ارادہ سے کہ ہو داخل ارباب حضور
عرض کی خدمت اقدس میں کہ " اے ختم رسل
دین اسلام ہے مجھکو بہ دل و جاں منظور
آپ ہم بردہ نشینوں سے جو بیعت لیں گے
کونسے کام ہیں جن کا کہ برتنا ہے ضرور " ؟

* * *

آپ نے لطف و عنایت سے یہ ارشاد کیا :
" پہلی یہ بات کہ ہو شائبہ شرک سے دور
دوسری یہ کہ نبوت کا ہے لازم اقرار "
بولی : " ان باتوں سے انکار نہیں مجکو حضور "
پھر یہ ارشاد ہوا " منع ہے اولاد کا قتل
اس شقاوت سے ہر اک شخص کو بچنا ہے ضرور "
عرض کی اسنے کہ " اے شمع شبستان رسل !
یہ وہ موقع ہے کہ عاجز ہے بیان فہم و شعور
میں نے اولاد کو پالا تھا بڑی محنت سے
میں انہیں آنکھہ میں رکھتی تھی کہ تھے آنکھہ کا نور
بدر میں قتل انہیں حضرت والا نے کیا
ہم سے کیا عہد اب اسکا لیتے ہیں حضور " ؟

* * *

گرچہ یہ سوء ادب تھا غلطی پر مبنی '
گرچہ یہ بات تھی خود شیوۂ انصاف سے دور
اسکی اولاد نے خود جنگ میں کی تھی سبقت
لڑکے مارا کوئی جائے تو یہ کسکا ہے قصور ؟
لیکن آزادی افکار تھی از بسکہ پسند
آپ نے فرط کرم سے اسے رکھا معذور !

(ماخوذ از تاریخ طبری کبیر - غزوۂ بدر میں ہند کے دو لڑکے کفر کی حالت میں لڑ کر مارے گئے تھے -)

(شبلی نعمانی)

مذاکرۂ علمیہ

تراجم احوال

مذہب نشوؤ ارتقا کا ایک صفحہ

ڈاکٹر رسل ویلس

موجودہ عہد کا ایک طبیعی کبیر ' جو روحانی بھی تھا

پچھلے دنوں ڈاکٹر رسل ویلس کے انتقال کی خبر رائٹر ایجنسی کے ذریعہ تمام عالم میں پھیلی اور یورپ کے تمام علمی حلقوں میں ماتم کیا گیا کہ طبیعیات کی موجودہ مجلس علم ' اپنے ایک بہت بڑے رکن رکین سے خالی ہوگئی -

پچھلی ڈاک میں جس قدر رسائل انگلستان اور امریکہ سے آئے ہیں ' اس ماتم علم سے کوئی خالی نہیں - متعدد رسائل نے اسکے سوانح و حالات جمع کیے ہیں ' علمی مجلات نے اسکے علمی کارناموں پر نقد و تبصرہ کیا ہے - مصور رسائل نے مختلف عہد و حالت کی چھوٹی بڑی تصاویر شائع کی ہیں کوئی رسالہ اور کوئی اخبار نہیں جو اس تذکرے سے خالی ہو - مطوبی لرجل ' یعیش و یموت فی قوم ' یعرف اقدار الرجال !!

ڈاکٹر رسل ویلس موجودہ عہد کے صنادید علم میں سے تھا - اسکی زندگی کے حالات عہد رواں کی متعدد شاندار علمی فتح مندیوں کی سرگذشت ہے - ضرور ہے کہ اردو پریس کا حلقہ بھی اس سے بے خبر نہ رہے ' اور گو بالاختصار ' لیکن اسکے حالات زندگی شائع کیے جائیں -

لیکن قبل اسکے کہ ڈاکٹر ویلس کے حالات لکھے جائیں ' ایک مختصر تمہید سے بعض پیش آنے والی اصطلاحات کو صاف کردینا چاہیے تاکہ فہم مطالب میں عام قارئین کو دقت نہو -

ڈاکٹر رسل ویلس کی اصلی حیثیت یہ ہے کہ وہ مذہب نشو و ارتقا کے کشف و ترتیب میں مشہور ڈارون کا ایک شریک و ہم پایہ ہے -

وہ علم الحیات (بیالوجی Biology) کا بھی ایک محقق ماہر تھا - اسکی شہرت میں ہمیشہ یہ حیثیت بھی نمایاں رہی - تاہم جس چیز نے اسے موجودہ عہد علمی کے ایک رکن اعلی کی صورت میں عالم سے روشناس کیا ہے ' وہ مذہب ارتقا کی تائید و نصرت ہے اور اسکے بعض اہم حصوں کی تدوین میں مساویانہ شرکت ہی ہے -

اسلیے ضروری ہے کہ مذہب ارتقا کا خلاصہ پہلے بیان کردیا جاے -

(مذہب ارتقاء اور ادبیات اردو)

افسوس ہے کہ اب تک اردو زبان میں اس مذہب کے متعلق کچھہ بھی نہیں لکھا گیا - زیادہ افسوس اسپر کہ تعلیم یافتہ اصحاب کو اسکا حس بھی نہیں - تمام قوم میں شاید گنتی کے چند اشخاص نکلیں گے ' جنھوں نے ان چیزوں کا غور و فہم کے ساتھہ مطالعہ بھی کیا ہوگا - جو لوگ اپنے الحاد اور مادہ پرستی کو مغرورانہ و متکبرانہ علوم مغربیہ کی طرف نسبت دیتے ہیں ' اور مذہب کے تذکرہ میں حکماء حال کا نام اس دعوے اور تعلق خاطر کے ساتھہ لیتے ہیں گویا اسکے شعراء ملعونۂ الحاد کی طرح انکا شجرہ نسب بھی آگے جاکر انھیں سے جا ملا ہے ' درحقیقت یہ انھی کا فرض تھا کہ مذہبی تعلیمات کی تکفیر سے پہلے کم ازکم اس چیز سے تو ہمیں روشناس کردیتے ' جس کی بنا پر وہ ایسا کر رہے ہیں ' اور جسکے غرور نے انکی نگاہوں کو خیرہ ' انکے قلب کو غیر مطمئن ' اور انکی زبانوں کو بے لگام کردیا ہے ؟

وہ مجبور تھے کہ ہمیں سب سے پہلے مذہب نشوؤ ارتقا سے واقف کرتے جو آج تحقیق عالم کا سب سے بڑا نظریہ ہے ' اور جو اب اسدرجہ وسیع و رفیع ہوگیا ہے کہ بہت جلد اپنی تمام مخالف نظریات پر فتح پانے والا ہے -

ان لوگوں کا مایۂ ناز انھی علوم کا ادعا ہے - وہ ہمیں یقین دلانا چاہتے ہیں کہ علوم کے مطالعۂ و استغراق نے انھیں مذہب سے بے پروا ہونے کیلیے مجبور کردیا ہے - اگر یہ سچ ہے تو کیوں اس استغراق و انہماک کے نتائج سے ملک و ملت محروم ہے ؟

اصل یہ ہے کہ جہل اور ادعاء کی یک جائی کی کامل ترین مثال شاید ہی کوئی ایسی ہو سکتی ہے ' جیسی کہ یہ بر خود غلط گروہ اپنے اندر رکھتا ہے - وہ دنیا کی ہر شے سے واقف ہے ' حالانکہ اسکا اسے دعوی نہیں ' پر وہ صرف اسی چیز کو نہیں جانتا ' جسکے جاننے کا اسے دعوی ہے ' اور جسکے ادعاء کے پیدا کردہ کبر و غرور سے اسکا دماغ دائم المرض ہوگیا ہے ! فی قلوبهم مرض فزادهم الله مرضا ' و لهم عذاب عظیم بما کانوا یکذبون (۹ : ۲)

اس گروہ نے علم و علم پرستی کی ایک نئی تعریف وضع کرلی ہے اور اپنے اوپر اسے پوری کوشش و جہد سے طاری کرکے بالکل فارغ البال ہوجاتا ہے -

انگریزی زبان کو روانی کے ساتھہ بول لینا ' انگریزی طرز معاشرت کی تقلید اور اسکے رسوم کی مداحی سے کبھی نہ تھکنا ' روزانہ پاینیر یا اسٹیٹسمین کو خریدنا گو نہ پڑھنا ' ہر روز

بالکل نیا کالر استعمال کرنا، کوٹ کے کالر کے نیچے کا ایک ٹکٹ، جو کسی اونچے درجہ کی ڈگری کا حوالہ دیتا ہو، اور مذہبی اعمال کی تحقیر اور تعلیمات مقدسہ کے استخفاف میں بشدت سرگرمی - اس سے بھی بلند تر معیار یہ کہ چند حکماء حال کے نام اور چند علوم و مذاہب علوم کی اصطلاحات کا اس طرح ذہن میں محفوظ رکھنا کہ جب کبھی مل اور اسپنسر کے بروز ہونے کے ادعا کی ضرورت پیش آجائے تو بلا انتظار و تامل دہرا دی جاسکیں ! ذالک مبلغهم من العلم -

یہی علم اور ماہر علم ہونے کے شرائط و ارکان ضروریہ ہیں، جنکے حصول کے بعد ہر شخص کو حق حاصل ہو جاتا ہے کہ مذہب و علم کے معرکے میں آخر الدہر کا لواء قیادت اپنے کاندھوں پر رکھ لے اور ساتھ ہی مذہب کے شکست و فرار کا بلا تامل اعلان علم بھی کردے ! کذالک یجعل اللہ الرجس علی الذین لا یومنون !!

یہ کیسی عجیب بات ہے کہ آجکل بعض تعلیم یافتہ اہل قلم تصنیف و تالیف کے میدان میں آئے بھی ہیں تو اُن چیزوں پر قلم اُٹھاتے ہیں جنہیں اگر وہ رحم کرکے اوروں کیلیے چھوڑ دیتے تو بہتر ہے - میرے سامنے ایسی تمسخر انگیز مثالیں بہت سی ہیں - ایک صاحب ہیں - اے ہیں اور کہتے ہیں کہ آجکل تفسیر القرآن لکھنے میں مصروف ہوں ! ایک دوسرے صاحب ہیں - وہ سیرۃ نبوی لکھ رہے ہیں ! ایک اور بزرگ ہیں - وہ اسلام کے مناقب و فضائل کی فکر میں شب و روز سر بزانوے تفکر و تفحص رہتے ہیں ! ایک اور تعلیم یافتہ حضرت ہیں - انہوں نے جدید علم کلام کی تدوین کی فکر میں راتوں کا سونا اور دن کا آرام ترک کر دیا ہے !

حالانکہ اگر یہ نادان اپنے وقت کو ان چیزوں میں صرف کرنے کی جگہ جنہیں وہ نہیں جانتے، اپنے دائرۂ علم و کار کی چیزوں میں صرف کریں تو ایک طرف زبان و ملت بھی علم سے بہرہ یاب ہو، اور دوسری طرف اُن نقصانات سے بھی ملک محفوظ رہے، جو اس مداخلت بیجا سے بد بختانہ اُسے پہنچ رہے ہیں -

علوم جدیدہ کا تمام سرمایہ یکسر محتاج نقل و تراجم ہے - کیا ہمارے تعلیم یافتہ احباب انکے مطالعۂ و تصنیف سے فارغ ہو گئے کہ اب اُنہیں موضوع کی تلاش میں حیرانی ہے اور مجبوراً با وجود جہل مطلق کے، علوم اسلامیہ کی طرف متوجہ ہونا پڑتا ہے ؟

جب حالت ایسی ہو تو پھر اسکے سوا کیا چارہ ہے کہ جو لوگ اِن کاموں کے اصلی اہل اور حقیقی ذمہ دار نہیں ہیں، وہی بقدر اپنی سعی و جہد کے اسکے لیے کوشش کریں - ممکن ہے کہ ان لوگوں کی غلطیوں کیلیے انکی یہ سعی موجب انتباہ و احساس غیرت ہو، اور ملک و زبان کی اس درد انگیز حالت میں کوئی مفید تغیر پیدا ہو جائے -

میں آجکل مذہب نشو و ارتقا کا مطالعہ کر رہا ہوں - میرے ذرائع محدود اور بہترین وسائل مفقود ہیں - تاہم بعض تصنیفات سے مجھے بہت نفع ہوا - میں عنقریب الہلال کے باب " مذاکرۂ علمیہ " کو کچھہ عرصہ کیلیے اس موضوع کے ساتھہ مخصوص کردونگا - و ما توفیقی الا باللہ - اصل یہ ہے کہ کن کن کاموں کو انسان کرے اور کہاں جائے ؟ مرحوم طالب نے میری زبانی کہا ہے :

اکنوں ہجوم کار بود مانع وصال
گل پر شد آنچناں کہ در بوستاں گرفت !

(مذہب ڈارون)

مذہب ڈارون (Darvinism) سے مقصود خلقت عالم کا وہ نظریہ ہے، جو ڈاکٹر چارلس ڈارون (متوفی سنہ ۱۸۸۲) کی طرف منسوب ہے اور جس کو مذہب تحول (Metamor Phosis) اور مذہب تشو و ارتقا (Progress and Developmint) بھی کہتے ہیں -

اس نظریہ کا مقصد یہ ہے کہ دنیا کی ہر شے اور علی الخصوص تمام احیاء ارضیہ ایک ہی اصل یا معدودے چند اصلوں سے پیدا ہوئیں اور پھر مختلف قوانین طبیعیہ کے ماتحت اُن میں تغیرات و تحولات ہوتے رہے - یہاں تک کہ جسم حیوانی بتدریج ترقی کرتے کرتے انسان تک پہنچ گیا -

جسم حیوانی گویا نشو و ترقی کی ایک زنجیر ہے، جسکی آخری کڑی انسان کا وجود ہے :

هفصد و هفتاد قالب دیده ام

پس موجودات ارضیہ میں جسقدر انواع و اقسام نظر آ رہے ہیں یہ سب در اصل ایک ہی اصل سے مبدل و متغیر ہوے -

مسئلۂ تخلیق میں دوسرا مذہب، " مذہب انواع " ہے جو کہتا ہے کہ ہر حیوان کی نوع ابتدا ہی سے مستقل ہے اور ہر نوع اول مرتبہ جب مخلوق ہوئی، تو وہ ویسی ہی تھی، جیسی کہ آج پائی جاتی ہے -

احیاء ارضیہ کی ہم نے تخصیص اسلیے کی کہ سب سے پہلے ڈارون نے حیوانات کی انواع پر بحث کی تھی، ورنہ در اصل اس مذہب کا موضوع عام ہے اور جو لوگ اسکے قائل ہیں، وہ قانون ارتقاء کو تمام موجودات عالم پر جاری تسلیم کرتے ہیں -

اصلاً یہ نظریہ نیا نہیں ہے - حکماء یونان کے بعض غیر معروف مذاہب میں اسکے اشارے پائے جاتے ہیں - حکماے اسلام میں بھی متعدد مصنفین نے اسپر زور دیا، علی الخصوص ابن مسکویہ اور مصنفین رسائل اخوان الصفا نے - خود یورپ میں بھی ڈارون سے بہت پہلے بعض فرانسیسی اساتذۂ علم اس نظریہ پر کتابیں لکھہ چکے تھے - لامارک، و بفن، ہلیر وغیرہ نے نہایت صاف لفظوں میں نشو و ارتقا کو بیان کیا ہے -

لیکن ڈارون کی مزیت اور شرف اصلی یہ ہے کہ وہی پہلا شخص ہے، جس نے اس نظریہ کو قواعد علمیہ پر منطبق کیا اور اس طرح ترتیب و تدوین کی کہ علم تشریح، علم الحیوانات، علم وظائف الاعضا، علم آثار قدیمہ، علم طبقات الارض وغیرہ کے ستونوں پر اسکی چہتیں محکم و استوار ہو گئیں - حالانکہ اس سے پہلے صرف ہوا پر معلق تہیں -

البتہ اس حقیقت سے خود ڈارون اور اسکے مخصوص حامیوں کو بھی انکار نہ تھا کہ اس مذہب کی تاسیس و تدوین کے شرف میں ڈارون کے ساتھہ بعض دیگر اساتذۂ علم بھی حظ مساوی رکھتے ہیں - اور انکی تحقیقات بھی اس بارے میں اس درجہ قیمتی ہیں کہ اگر انکو الگ کر دیا جائے تو اس مذہب کی تکمیل کا موجودہ شیرازہ بالکل درہم برہم ہو جائے - ازانجملہ ایک ڈاکٹر رسل ویلیس بھی ہے، جس کے انتقال نے آج یورپ کے تمام علمی حلقوں کو سوگوار بنا دیا ہے -

(نوامیس اربعہ)

مذہب نشو و ارتقا کا اصل اساس یہ چار قوانین طبیعیہ ہیں :

(۱) تنازع البقاء - یعنی اسٹرگل فار اگزسٹنس
Struggle for Existence

(۲) انتخاب طبیعی - یعنی نیچرل سلیکشن
Natural Selection

اسي کا نتيجه قانون " بقاء اصلح " هے - يعني " سروائي ول اف دي فيٹسٹ " (Survival of the fittest)

(۳) قانون وراثت - يعني لا آف ان هيرې ٹنس Law of Inheritance

(۴) قانون مطابقة - يعني ٹيلي يو لوجي Teleology

(تشريح نواميس اربعهٔ اساسيه)

ليکن ڈاکٹر رسل ويلس کے مختصر حالات لکھتے ہوے ضرورت هے که کم از کم قارئين کرام اُن نواميس اساسيه پر ايک سرسري نظر ڈال ليں جو اس مذهب کا اصل اصول هيں کيونکه آگے چلکر وه پڑهيں گے که ڈاکٹر رسل کا بڑا کارنامه انهيں قوانين ميں سے ايک قانون کا کشف و مطالعه هے -

(تنازع البقاء)

" تنازع البقا " سے مقصود يه هے که تمام حيوانات ارضيه زنده رهنے اور زندگي کو قوي و صحيح کرنے کيليے باهم ايک دوسرے سے متنازع هيں - ان ميں سے هر وجود کوشش کرتا هے که اپنے تئيں باقي رکھے اور اپني تعداد اور قوت کو زياده کرے - اگر اسميں کوئي دوسرا وجود مزاحم هو تو اسے پامال کردے

" حيوانات " کي خصوصيت اس بنا پر کي گئي که سردست اس مسئله کو اصليت انواع حيوانيه کي حيثيت سے پيش کرنا هے ورنه دراصل يه ناموس فطرة عام هے اور " حيوانات ارضيه " کي جگه بہتر هے که " موجودات ارضيه " کا لفظ بولا جاے - سمندر کي موجيں جب کناروں سے ٹکراتي هيں اور واپس هوتے هوے اسکي هستي کا ايک بڑا حصه اپنے ساتهه ليجاتي هيں ' توکيا يه بهي اسي تنازع بقاء کي ايک مثال نهيں هوئي ؟

فطرة الهيه نے هستي اور وجود کے بقاء کي طلب هر شے ميں وديعت کي هے اور وه جب سے جهدگاه عالم ميں موجود هے ' صرف يهي کرتي آئي هے که اپنے تئيں باقي رکهنے کيليے هاتهه پانوں مارے اور خود کو هلاک و ضائع هونے سے بچاے - چونکه يه جد و جهد هر وجود ميں هے ' اسليے دنيا مجاهدات حيات اور طلب بقا کا ايک ميدان جنگ بن گئي هے ' جسميں ان گنت اور لا تحصى حريف باهم ايک دوسرے سے لڑ رهے هيں ' اور هر حريف دوسروں کو پامال کرنا اور صرف اپنے هي وجود کو باقي رکهنا چاهتا هے - يه تنازع ' وجود و حيات کي ابتدائي اور نام ترقي يافته صورتوں سے ليکر خلقت حيواني کي انتهائي صورتوں تک ميں موجود هے ' اور انسان ميں خاندانوں ' جماعتوں ' آباديوں ' قوموں اور ملکوں کي باهمي کشاکش بهي اسي ميں داخل هے -

پهر عالم اجسام سے باهر بهي يهي قانون کارفرما هے - اور جسطرح جسم اسکا ميدان کارزار هے ' اُسي طرح دماغ بهي معرکه گاه هے - اعتقادات و خيالات ' علوم و فنون ' اخلاق و عادات ' رسوم و اوضاع ' يه تمام چيزيں بهي اسي تنازع بقاء کے زير اثر اپني اپني هستي کے قيام کيليے ايک دوسرے سے لڑ رهي هيں اور چاهتي هيں که انکے سوا اور کوئي شے زنده و باقي نه رهے

(الانتخاب الطبيعي يا بقـاء الاصلـح)

دوسرا قانون " انتخاب طبيعي " هے - اور اسي کا عمل " بقاء اصلح " هے -

زندگي اور بقا کا يه تنازع ' اور جد و جهد حيات کا يه تصادم و تسابق ' جو تمام سطح ارضي ميں جاري هے ' بالآخر اس نتيجه تک پهنچتا هے که قوة قاهرهٔ فطرة اُن ميں سے اوفق و اصلح کو منتخب کرليتي اور اضعف و ادنی کو چهانٹ ديتي هے - يعني اس باهمي جنگ کا نتيجه يه نکلتا هے که ايک عرصے کے باهمي مقابلے اور جد و جهد کے بعد وهي زنده اور باقي رهتا هے ' جو اوروں سے زياده قوي ' زياده صحيح ' زياده صالح و سالم ' اور اسليے زندگي و بقا کا زياده مستحق هے - جنکے اندر ضعف و نقص هوتا هے اور صحت و صلاح سے محروم هوتے هيں ' وه رفته رفته اس جنگ و تنازع کي مقاومت سے عاجز آکر ضائع و هلاک اور نا بود و مفقود هو جاتے هيں -

يه قانون بهي عالمگير هے اور هر شے پر حاوي - جمادات و نباتات اور حيوانات ادنی و اعلی ' کوئي بهي اس سے خالي نهيں - جسمانيات و ذهنيات کے کسي عالم ميں نکل جاليے - هر جگه اُبهکر اُن رفتگان پيشين کے قبور و اموات نظر آئيں گي ' جو اپني جهد حيات ميں ناکام رهے ' اور ضعف نے قوت سے اور نقص نے صحت و صلاحيت سے بالآخر شکست کهائي -

" زندگي قوت اور موت ضعف هے "

(المطـابقـة)

وجود حيواني بيروني اثرات سے موثر هے - وه غذا جو وه کهاتا هے ' وه وسائل و ذرائع جنکے ذريعه اُسے غذا ميسر آتي هے ' وه آب و هوا جسميں وه نشو و نما پاتا هے ' وه تمام طرق معيشت و حيات جو اُسے حاصل هوتے هيں ؛ ان سب کے تاثر کيليے وه يکسر انفعال هے ' اور ان ميں سے هر شے اسکے جسم و اعضا پر اثر ڈالتي هے -

قانون مطابقة سے مقصود يه هے که يه اثرات جب بدلتے هيں اور ايک مدت مديد ان ميں گذر جاتي هے تو انکي وجه سے بهي وه اختلافات جسم و صورت و عمل پيدا هوجاتے هيں ' جنکي بنا پر هم ايک نوع حيواني کو دوسري نوع انساني سے الگ کرتے هيں -

مثلاً شير کے متعلق تم کو معلوم هے که وه ايک گوشت خور جانور هے - اسکا معده نهايت قوي و حار هے تاکه هر طرح کے گوشت کو هضم کرسکے - اسکے دانت بڑے اور تيز هيں تاکه پوري قوت سے سخت سے سخت حيوان کا گوشت چبا سکيں - انکے پنجے بڑے بڑے هيں تاکه اپنے شکار کو ايک هي وار ميں پهاڑ سکيں -

ليکن اگر يهي شير کسي ايسے ملک ميں نشو و نما پاتا جهاں گوشت ميسر نه آتا نه دانتوں سے چبايا جاے - جهاں وه گرم و خون آلود غذائيں نه ملتيں ' جنهيں قوي تر آلات هضم کے ذريعه هضم کيا جاے ' اور جهاں ايسے حيواني شکار نه ملتے ' جنکو خونخوار پنجوں سے پکڑ کے ٹکڑے ٹکڑے کيا جاے - ايک جنگل هوتا جسميں صرف اغذيهٔ نباتاني هوتيں ' سبز پتوں اور گهانس کي شاخوں کے سوا اور کوئي شے ميسر نه آتي ' اور شير کو ايک ايسے زمانهٔ ممتد تک جو اس انقلاب طبيعي کيليے ضروري هے ' وهاں رهنا پڑتا تو اسکي کيا حالت هوتي ؟ چند قرون استمراريه کے بعد اُسکا معده اور اسکے آلات هضم بالکل بدل جاتے ' اُسکي نسل سے بڑے بڑے تيز دانت لے ليے جاتے ' اور خونخوار پنجوں کي جگهه نرم و دوابي تلوے اور ملائم هتيلياں پيدا هوجاتيں !

کيوں ؟ اسليے که يه تمام آلات جسم صرف اسليے تهے که جس طرح کي غذا اُسے ميسر آتي تهي ' اسکے حصول کيليے اُن کي ضرورت تهي ' ليکن گهانس اور پتوں کے توڑنے ' چبانے ' اور هضم کرنے کيليے اب انکي ضرورت باقي نه رهي -

اُس صورت ميں شير کي موجوده شکل و هيئت سے بالکل ايک مختلف چيز همارے سامنے هوتي ' اور قياس سطحي کهتا که يه کوئي نوع خاص هے -

تھوڑي دير کيليے فرض کرو کہ اُس شير کو کوئي ايسي جگہ معيشت کيليے ملي ہوتي ' جہاں زمين ہر طرح کی غذاؤں سے خالي ہوتي اور اسے نا چار اپني غذا کيليے پاني ميں اُترنا پڑتا يا کسي نہر ميں سے گذرنا پڑتا ' تو اس صورت ميں ايک عرصے کے بعد يقيناً شير کي ايک ايسي نسل طيار ہو جاتي ' جسکے پاس تيز دانتوں اور خونخوار پنجوں کي جگہ پيرنے کے کيليے مناسب اعضا ہوتے -

گرم و سرد اور خشک و تر ممالک کے اختلافات مزر بوم کے ايسے ہزارہا اختلافات حيوانيہ پيش کيے هيں جو قانون مطابقة کی تائيد کرتے هيں - برفستاني ملکوں کے جانور منطقۂ حارہ کے قرب ميں آکر اپنے اُن تمام بڑے بڑے بالوں سے محروم ہوگئے جو فطرة نے اُس سرد ملک کي برف سے محفوظ رہنے کيليے انھيں عطا کيے تھے -

(الوراثہ)

يہ قانون طبيعي عام اور اسکا مقصود اسکے نام سے واضح ہے -

ہر شخص جانتا ہے کہ وہ تمام صفات عرضيہ جو والدين ميں بلحاظ احوال وسط (گرد و پيش) اور اثر معيشت و مرور و قوم سے پيدا ہوتے هيں ' وہ انکي اولاد ميں منتقل ہوتے هيں ' اور اسکا مشاہدہ هر روز هر شخص کرتا ہے -

ليکن مذهب نشو و ارتقا نے اسپر دوسري نظر ڈالي ہے کہ اثرات جو آبا و امہات سے اولاد ميں منتقل ہوتے هيں ' ان ميں ايک دور و تسلسل قائم ہوگيا ہے - يکے بعد ديگرے هر والدين اپنے والدين کے اثر کو قبول کرتے ' ساتھ هي ليے نئے اثرات خاص حاصل کرتے ' اور پھر اس مرکب و مجموعي اثر کو اپني اولاد کيلئے چھوڑ جاتے هيں - يہ سلسلہ برابر بڑھتا جاتا ہے اور اپنے نتائج تدريجي جمع کرتا جاتا ہے - يہاں تک کہ ايک زمانۂ ممتد کے بعد وہ تمام اختلافات عرضيہ ' اختلافات جوهريہ بن جاتے هيں ' اور ايک نئي نوع و قسم پيدا ہو جاتي ہے -

مثلاً کسي خاص نوع کو اپنے سامنے رکھو - اسکے ايک گروہ نے چند خاص اثرات حاصل کيے اور وہ انکے بعد انکي اولاد ميں بھي بر بناے قانون وراثت منتقل ہوے - يہ نسل اُن اثرات کے ساتھ اپني خاص خاص حالتوں ميں رہي اور اس طرح اور چند نئے اثرات بھي اُس نے قبول کرليے - اب انکي اولاد جو پيدا ہوئي ' اُسے نہ صرف اپنے اجداد هي کا اثر ورثے ميں ملا ' بلکہ وہ مجموعي اور مرکب اثر ملا ' جسميں ايک عنصر اثرات قديم اجداد کا ' اور ايک عنصر اثرات حديثۂ والدين کا تھا -

يہ نسل بھي پھيل گئي اور اپنے مخصوص حالات معيشت سے خاص خاص اثرات قبول کرتي رہي - اب اسکا ورثہ اسکے والدين و اجداد کے اثرات وراثہ کے ساتھ ' اسکے مخصوص اثرات سے ملکر مرکب ہوا ' اور اس سے جو نئي نسل پيدا ہوئي ' اسکے ورثے ميں يہ جديد مرکب اور مجموعۂ اثرات آيا -

اسي طرح نسلاً بعد نسل قانون وراثت کا دور قائم رهتا ہے اور اثرات معيشت و زندگی طرح طرح کے امتزاج و آميزش سے مرکب ہوتے اور قسم قسم کي صورتوں اور حالتوں ميں منتقل ہوتے رهتے هيں -

اب ديکھو کہ هزاروں اور لاکھوں برسوں کے اندر يہ اثر وراثت نئے نئے اثرات کے اضافہ و ترکيب کے بعد کس درجہ مختلف اور متغير ہوجاتا ہوگا ؟ اور وہ پہلا اثر وراثت جو کسي نوع کي اولين نسل نے اپنے آبا و اُمہات سے پايا تھا ' اُس حالت سے کس درجہ مختلف و متضاد ہوگا ' جو قرون مديدہ اور سنين متواليہ کے جلب و تاثر کے بعد آج اُسکي نسل ميں پائے جاتے هيں ؟

مذهب نشو و ارتقا کے حماة کہتے هيں کہ يہي حالت همارے نظريہ کي تصديق کرتي ہے - تم آج حيوانات کي جن اشکال کو مختلف نوعوں ميں ديکھتے اور تعبير کرتے هو ' انکا اختلاف نوعي در اصل انھي اثرات طبعيہ کا نتيجہ ہے جو بر بناے انفعال و استجلاب طبيعة حيواني ' اُس پر موثر ہوے ' اور پھر نسلاً بعد نسل نئے نئے اثرات سے مرکب ہو ہو کر قانون وراثت کي بنا پر منتقل ہوتے رہے - يہاں تک کہ ايک زمانۂ ممتد کے تغيرات سے اختلاف عرضي نے اختلاف جوهري کي سي صورت اختيار کرلي ' اور يہ اختلافات بڑھتے بڑھتے اسقدر بڑھے کہ ايک هي نوع سے مختلف انواع و اقسام پيدا ہوگئے -

يہ ضرور ہے کہ قانون وراثت کي بنا پر جو اختلافات پيدا ہوتے هيں ' وہ ابتدا ميں محض بسيط ہوتے هيں ' ليکن يہ ياد رکھنا چاهيے کہ مذهب ارتقا ميں هر تغير کيلئے ايک عظيم الشان امتداد وقت شرط ہے - اور هزاروں لاکھوں برسوں کے بعد اُن اختلافات بسيطہ کو اختلاف نوعي کا موجب بيان کيا جاتا ہے -

اس تمہيدي توضيح و تشريح کے بعد اب هم ڈاکٹر ولس کے حالات کي طرف متوجہ ہوتے هيں -

(نام ' نسب ' ولادت ' تعليم)

ڈاکٹر ولس کا پورا نام الفرڈ رسل ولس ہے - نسب کے متعلق اسقدر تقيني ہے کہ انکا باپ اسکاچ خاندان سے تھا -

الفرڈ رسل اسکا ساتواں بيٹا ہے - سنہ ۱۸۲۳ ع ميں اسک واقع مان ماؤتھ شاير ميں پيدا ہوا - ايام طفوليت يہيں گذارے ' اور يہيں اس ذوق تاريخ طبيعي کا آغاز ہوا جس نے آگے چلکے الفرڈ رسل کو ايک بہت بڑا طبيعي بنا ديا -

۴ - برس کي عمر ميں وہ اپنے گھر والوں کے ساتھ هر ٹفورڈ چلا گيا اور ايک مدرسہ ميں داخل ہوگيا -

هر ٹفورڈ ميں اسکي تعليم کے متعلق اهم ترين واقعہ يہ ہوا کہ اسکا باپ شہر کے کتبخانہ کا ناظم ہوگيا - ام سن ولس اپنے فرصت کے گھنٹے اس کتبخانہ کے ايک گوشہ ميں بيٹھکے يوں بسر کرتا کہ اٹھارويں صدي کے اعلی ذخيرۂ ادب کے ساتھ طبع آزمائي کرتا - ۱۶ - برس کي عمر ميں اس نے اسکول چھوڑ ديا اور اپنے بھائي جان کے ساتھ رہنے کے ليے لندن بھيجا گيا - جان ھمپسٹيڈ روڈ ميں ايک بلڈر (جہار ساز ' عمارت ساز ' معمار وغيرہ) کے يہاں کام سيکھتا تھا -

اگرچہ اسکے صرف چند ماہ وهاں بسر ہوے تا هم اُسکے خصائل پر اسکا بہت بڑا اثر پڑا - اسکا بھائي جان شام کو زيادہ تر ايوان علم (هال آف سائنس) ميں رهتا تھا - يہ هال ٹاٹنھم کورٹ روڈ ميں تھا اور ايک اولين علمي کلب کي حيثيت رکھتا تھا - اسکے بعد ميکنکس انسٹيٹيوٹ قائم ہوا جو گويا ترقي يافتہ دستکاروں کا ايک عمدہ مجمع تھا - يہاں کي معمولي نشستگاهوں کي فضائيں بھي رابرٹ ڈيل اوين کے اثر سے لبريز تھيں جو راہ اشتراکيت و اتحاد عمال (سوشيالزم) کے مشہور هموار کرنے والوں ميں سے تھا - يہي زمانہ تھا جب ولس نے اختصاص قوميت و ارض (لينڈ نيشنلائزيشن) اور اسي قسم کي ديگر تحريکوں ميں دلچسپي لينا شروع کي -

(آغاز شہرت)

ڈاکٹر ولس کي اصلي شہرت سب سے زيادہ ايک عالم الحيات اور مويد اصول ارتقا کي حيثيت سے ہے - اسکي زندگي کا مرکزي واقعہ اور اسکي شہرت کي سب سے زيادہ ديرپا بنياد يہ ہے کہ اُس نے مسئلۂ ارتقا کے اس عہد کے متعلق اپني اکتشافات سے راہ

تحقیق کھولی ' جو اصول انتخاب طبیعی کی بنا پر انواع طبیعیہ کے آغاز اور انکے ارتقا کا عہد ہے -

انیسویں صدی کے نصف اول تک انگلستان میں طبعییات نہایت کس مدیسی کے عالم میں تھے ' اور تاریخ طبیعی کے لیے مقبول عام تعلیم میں کوئی جگہ نہ تھی - اسلیے کم سن ویلس کیلیے ضرور ہوا کہ ان تحقیقات کے لیے اپنے آپ کو تیار کرے جو اسکو شہرت اور دولت کا ایک معتدل حصہ دلوا نے والی نہیں - اس نے اس میدان میں سب سے پہلا قدم سنہ ۱۸۳۷ کے موسم گرما میں رکھا ' جبکہ اسکا بڑا بھائی ولیم اسے اپنے ساتھہ لے گیا تھا تاکہ زمین کی پیمایش کے کام میں مدد دے -

ولیم اسوقت بیڈ فورڈ شائر میں پیمایش کا کام کرتا تھا - وہیں اس چودہ برس کے لڑکے کو بھی لگادیا - آئندہ سات برس تک یہ دونوں بھائی پیمایش کی تقریب سے جنوب انگلستان اور ویلز کے بڑے بڑے حصوں میں پھرتے رہے - اس گشت و سیاحت کی وجہ سے انکو زیادہ تر میدانوں میں رہنا پڑا اور اسطرح انہوں نے زمین کی مختلف سطحوں کا خوب مطالعہ کیا -

ایک دوست کے اتفاقیہ ریمارک سے ویلس کو جنگلی پھولوں کے متعلق بعض امور کے سمجھنے کی ترغیب ہوئی - اور وہ ایک حد تک اس ایک شلنگ کی کتاب کے لے لینے سے پوری ہو گئی جو انجمن اشاعت علوم مفیدہ نے شائع کی تھی - اس سے پتہ چلتا ہے کہ اسکی طبیعت آغاز عمر ہی سے اس قسم کے مطالعہ کے لیے پوری طرح طیار تھی -

(امیزن پر سفر)

۲۱ - برس کی عمر میں ویلس نے پیمایش کا کام چھوڑ دیا کیونکہ اسمیں زیادہ کامیابی کی امید نہ تھی اور لیسٹر کے ایک اسکول میں ملازم ہوگیا - اس نے پہلے پہل یہاں تحقیقات علم النفس میں دلچسپی لی اور یہیں اسے اسپریچولزم (روحانیات و استحضار ارواح) کی صحت کا یقین آگیا جو اسکی زندگی کا بہت بڑا واقعہ ہے - یہاں تک کہ وہ ایک پکا اسپریچولیسٹ (روحانی) ہوگیا -

یہیں اس سے اور مشہور طبیعی اور سفر نگار ' ڈاکٹر بیٹس ہنری والٹیر سے شناسائی ہوئی جو بعد میں ایک ایسے سفرنامہ کا مصنف ہوا ' جو انگریزی زبان میں آجکل بہترین سفرنامہ مانا جاتا ہے -

بیٹس ایک بہت بڑا عالم علم الزباب (Entomologist) تھا - ویلس ابھی تک صرف علم النباتات ہی پر قانع تھا مگر بیٹس کی مثال اور اسکے نشاط و شغف کار کو دیکھکے تتلی اور بھوروں (Beetles) کو جمع کرنا شروع کیا -

لیکن تھوڑے ہی عرصے کے بعد دونوں دوستوں کو معلوم ہو گیا کہ قدرت کے دریافت کرنے کے لیے انگلستان میں کافی میدان نہیں ہیں - پس ان دونوں نے اس امید پر کہ مصارف سفر ان اشیاء کی قیمت سے نکل آئینگے جو وہ جمع کرکے لائینگے ' گرم ممالک میں سفر کرنے اور اسی کے ساتھہ گرم ممالک کی زندگی کے متعلق علمی معلومات حاصل کرنے کا فیصلہ کرلیا -

سنہ ۱۸۴۸ ع میں وہ اس غرض سے پیرا گئے کہ وادی امیزن کی تفتیش کریں - وادی امیزن وہی مقام ہے ' جسکی طرف " وایج آف دی امیزن " کی اشاعت نے لوگوں کی توجہ مبذول کر دی تھی -

یہ دونوں چار برس تک باہر رہے - انکے تجارب و مشاہدات نے دو اول درجہ کی اہم کتابیں تیار کیں :

ایک " دریاے امیزن " مولفہ بیٹس مطبوعہ سنہ ۱۸۶۳ ع. اور دوسری " سفرنامہ امیزن و ریو نیگرو " مولفہ ویلس مطبوعہ سنہ ۱۸۵۳ ع -

اگرچہ موخر الذکر کتاب کی صرف پانچسو کاپیاں چھپوائی گئی تھیں مگر با ایں ہمہ کل کاپیاں کہیں دس برس میں جاکر فروخت ہوئیں !

تاہم انہوں نے اپنے مصنف کو طبیعیین کی مجلس میں روشناس کردیا ' اور ان مقامات کی تاریخ طبیعی میں ایک گراں بہا اضافہ تسلیم کی گئیں جن مقامات سے انمیں بحث کی گئی تھی -

اسکے بعد بیٹس اور ویلس علحدہ ہوگئے اور دونوں نے اپنے لیے مختلف میدان عمل انتخاب کیے -

ویلس نے جو اندوختہ اشیاء بھیجی نہیں وہ بہت تھیں اور گو ایک چالان جسمیں بہت سا سامان تھا ' راستہ ہی میں جہاز پر جلگیا مگر با ایں ہمہ ان اشیاء کی قیمت سے اسکے مصارف کی ادائگی کے بعد ایک معتدل رقم پس انداز بھی ہوگئی -

لندن میں مختصر قیام کے بعد جسکے اثناء میں اس نے علم الحیات کے متعلق اپنی معلومات کو وسیع کیا اور ڈارون اور ہکسلے کے حلقے کے اثرات قبول کیے ' وہ مشرق کی طرف روانہ ہوا - اس مرتبہ اس نے عزم کرلیا کہ وہ ملایا کے مجمع الجزائر کی ضرور تفتیش کریگا جو ایک طبیعی کیلیے بہت سے غیر پامال میدان تفتیش اپنے اندر رکھتے ہیں - یہ دوسرا سفر تھا جسکے اثنا میں اسے اپنے زندگی کے سب سے بڑے اکتشاف کا سراغ ملا -

(ملایا میں آغاز عمل)

سنہ ۱۸۵۴ ع کے آغاز میں ویلس سنگاپور روانہ ہوا - اور پورے آٹھہ برس اس نے ملایا کے مجمع الجزائر میں گشت لگایا - وہ ان مختلف اور عجیب و غریب اشکال حیات کا مطالعہ کرتا رہا جو اسے وہاں ملیں ' اور ان مسائل پر غور و خوض کرنے میں مصروف رہا جو ان اشکال حیات کی وجہ سے پیدا ہوتے تھے - اسکے مصارف ان اندوختہ اشیاء کی قیمت سے نکلتے رہتے تھے جو وہ وقتاً فوقتاً گھر بھیجتا رہتا تھا - اس نے ایک وافر سرمایہ معلومات کا جمع کر لیا اور اسکے بعد ہی بیش بہا اور اہم کتابوں کا ایک سلسلہ شروع ہوگیا -

اس سلسلے کا آغاز سنہ ۱۸۶۹ ع میں " سفرنامہ مجمع جزائر ملایا " سے ہوا تھا اور پھر " طبیعت ممالک حارہ " (مطبوعہ سنہ ۱۸۷۸ ع) " تقسیم حیوانات جغرافی " (مطبوعہ سنہ ۱۸۷۶ ع) کے بعد " حیات جزیرہ " (مطبوعہ سنہ ۱۸۸۰ ع) پر ختم ہوگیا -

ادھر علم الحیات کے متعلق یہ تمام کتابیں شائع ہوئیں اُدھر اسکا وہ اکتشاف عظیم جسکا ذکر آگے آئیگا ' اسکی غیر حاضری میں انگلستان کے علمی حلقوں کے آگے رونما ہوا - ان تازہ حالات نے نکانک اسکے آنے والے کارناموں اور چھپے ہوے کمالات کے چہرے سے نقاب الٹ دی - یہاں تک کہ جب سنہ ۱۸۶۲ میں وہ لندن واپس آیا ہے تو بزرگتر ڈارون کے علاوہ اپنے نام کو علمی دنیا کے اس گوشے سے اس گوشے تک مشہور پایا !!

ملایا کے مجمع الجزائر اور امیزن ویلی کی عجیب و غریب اشکال حیات میں کوئی شخص یہ غور کیے بغیر نہیں رہسکتا کہ یہ گوناگوں و بوقلموں انواع حیات کیونکر وجود میں آگئیں ' اور انہوں نے اپنے یہ عجیب و غریب خواص کیونکر حاصل کیے ؟ سنہ ۱۸۳۶ ع میں بیگل سے واپسی کے بعد جسوقت ڈارون ڈاون میں

اپنی سوال پر غور کر رہا تھا ، ٹھیک اسی زمانے میں ویلس بھی اپنی تنہا سیر و سیاحت کے اثنا میں اسی سوال پر سرگرم تفکر و تفحص تھا - ڈارون نے اپنے مخصوص صبر و تحمل کے ساتھہ ٢٠ - سال ایک نظریہ کی ترتیب میں صرف کیے جو اس سوال پر غور و فکر کا نتیجہ تھا - یہ نظریہ اسکے دل کے تاریک تجسس کدے میں بجلی کی سی روشنی اور بجلی ہی کی سی سرعت کے ساتھہ نمودار ہوا تھا ، جبکہ وہ مشہور مالتھس کا مقالہ " آبادی " کے عنوان پر سنہ ١٨٥٨ میں پڑھ رہا تھا - ایسا ہی حال ویلس کا بھی ہوا جبکہ وہ بخار کی شدت میں مبتلا تھا ، اور اسکی وجہ سے اپنے تمام اشغال علمیہ کے ترک کر دینے پر مجبور ہو گیا تھا - بیکاری اور علالت کی تکلیف دہ تاریکی میں یکایک علم کی مسرت اور خوشی کی ایک روشنی نظر آئی ، اور کسی چیز نے خود بخود " مالتھس " کے مقالات کی یاد پیدا کر دی - وہ گو انہیں بارہا پڑھ چکا تھا لیکن اس نے ایک تازہ ترین ذوق کے ساتھہ انکے صفحات پر نظر ڈالی اور اسی وقت اسکے قلب پر القاء علمی کا نزول شروع ہو گیا -

(یہاں یہ بتلا دینا ضروری ہے کہ مالتھس نے انسانی آبادی و عمرانی پر بحث کی ہے اور خاص طور پر اپنے مضمون میں ان اسباب و علل پر نظر ڈالی ہے جو انسان کی ابتدائی اقوام کی آبادی کو افزائش و ترقی سے روک دیتے ہیں - مثلاً جنگ ، متعدی امراض ، حوادث طبیعیہ ، قحط سالی ، وغیرہ وغیرہ)

(بقاء اصلح)

ویلس خود لکھتا ہے ، اور اس سے زیادہ بہتر کیا ہو اگر اسے دیکھنے کیلیے خود اسکی زبان آنکھہ کا کام دے ؟

" جبکہ میں مالتھس کا مطالعہ کر رہا تھا ، تو مجھے خیال ہوا کہ یہی اسباب عالم حیوانات میں بھی موثر و کار فرما ہیں - چونکہ حیوانات کی پیدایش انسان کی پیدایش سے زیادہ ہے اسلیے ان مہلک اسباب کی وجہ سے انکی بربادی بھی زیادہ وسیع و عظیم ہونی چاہیے تاکہ ہر نوع کی صرف مناسب اور ضروری تعداد ہی قدرت محفوظ رکھے -

حیوانات میں سلسلۂ توالد و تناسل برابر جاری ہے - اکثر جانوروں کو ہم دیکھتے ہیں کہ وہ ایک ہی وقت میں پانچ پانچ چھہ چھہ بچے جنتے ہیں - انسے آگے بڑھتے ہیں تو ایک ہی وقت میں بیس بیس انڈوں کو سیکتی ہوئی مرغیاں نظر آتی ہیں - اور ترقی کیجیے تو ایک ہی وقت میں سیکڑوں تک کی تعداد روح حیوانی کے ضعیف و کم اعضا مظاہر میں ملیگی -

یہ سلسلہ ایک ان گنت اور ما فوق التخمین زمانۂ ماضی سے جاری ہے پس اس کا نتیجہ تو یہ ہونا چاہیے تھا کہ اس وقت تک ان حیوانات کی کثرت سے تمام کرۂ ارضی چھپ گیا ہوتا اور انسان کو بسنے کیلیے جگہ نہ ملتی ؟

مگر ایسا نہیں ہے اور دیکھنے میں بھی سال بسال انکی افزایش نسل کا کوئی تدریجی ثبوت نظر نہیں آتا -

اسکا سبب یہی ہے کہ قدرت نے ہر طرح کے حیوانات کی ایک خاص تعداد ضروری سمجھی ہے اور اس سے زیادہ ہونے نہیں دیتی - اسباب موانع افزایش تعداد ہر موقعہ پر اپنا کام کرتے رہتے ہیں -

اسی طرح میں اپنے سلسلۂ غور و فکر میں منہمک ، قدم بڑھاتے آگے بڑھتا گیا - یہاں تک کہ میں ایک دوسری منزل تک پہنچا - میرے دل میں یہ سوال پیدا ہوا کہ اچھا ، بعض کیوں مر جاتے ہیں اور بعض کیوں زندہ رہتے ہیں ؟

کیا صرف موانع افزایش و ترقی نسل ہی کی وجہ سے ؟

لیکن وہ تو ہر وقت موجود نہیں ، اور پھر یہ بھی ہے کہ ایک ہی وقت میں زندگی اور موت ، دونوں برابر کام کرتے رہتے ہیں ؟

کیا ایسا تو نہیں کہ زندگی اور موت بھی کسی با قاعدہ اصول انتخاب کے ماتحت ہیں اور اچھے چن لیے جاتے ہیں اور ناقص کو ردی کرکے پھینک دیا جاتا ہے ؟

معاً یہ برق حقیقت میرے دماغ میں بجلی کی طرح کوندی کہ قدرت جو کچھہ کرتی ہے ، نسل اور اجسام کی ترقی و افزایش ہی کیلیے کرتی ہے ، وہ کوئی ایسا قانون وضع نہیں کر سکتی جس سے موانع افزایش نسل اسباب فراہم ہوں -

البتہ وہ نسل حیوانی کو بڑھانے کیلیے اور اسکی طاقت اور قواء نشو کی صحت و سلامتی کیلیے ، ایک اصول انتخاب نافذ کرتی ہے تاکہ ہر نسل میں ادنی مر جائیں اور صرف اعلی و اصلح ہی زندہ رہیں -

جو صحیح و صالح ہوگا ، وہی زندہ رہیگا - جو ضعف و نقص سے غیر صالح ہے ، اسکو ضائع ہی ہو جانا چاہیے تاکہ نسل اور حیات کی صحت و ترقی کو نقصان نہ پہنچائے -

اگر فطرۃ ایسا کر رہی ہے ، تو یہ ترقی و افزایش کو روکنا نہیں ہے ، بلکہ عین اسکی افزایش و ترقی کی حفاظت ہے

جراح سڑے گلے ہوئے عضو کو جسم سے الگ کر دیتا ہے - یہ جسم کا ایک شدید نقصان ہے - لیکن ایسا نقصان ہے کہ اگر یہ نقصان نہو تو پورے جسم کے نقصان سے ہمیں دو چار ہونا پڑے -

اس نظریہ کے کشف و حصول نے میری آنکھیں کھولدیں ، میں جو ابتک اپنے تمام مشاہدات حیوانیہ میں صرف سوال تھا - اب دیکھنے لگا تو ہر طرف میرے سامنے جواب و تشفی کی صدائیں موجود تھیں !

ایک مرتب سلسلہ میرے سامنے تھا جس کا مواد اگرچہ عام معلومات میں سے تھا ، لیکن نتائج بالکل نئے تھے !

دنیا میں تغیرات پیدا کرنے والی مختلف چیزیں ہیں - زمین اور اسکے اثرات ہیں ، سمندر اور اسکی موجیں ہیں - غذا اور اسکے انواع و اقسام ہیں ، موسم اور اسکے عجیب و غریب سرعت کے ساتھہ کام کرنے والے اثرات ہیں - جب یہ تمام تغیرات طاری ہوتے جیسا کہ ہمیشہ ہوتے رہتے ہیں ، تو مختلف انواع حیات میں بھی وہ تبدیلیاں ہوئیں جو تغیر شدہ حالات کے قبول کرنے کیلیے ضروری ہیں - پھر چونکہ محیط (١) کے تغیرات ہمیشہ سست رفتار ہوتے ہیں - انکی مثال گھڑی کی بڑی سوئی کی سی ہوتی ہے جسکے رفتار کو امتداد وقت کے بعد معلوم کرسکتے ہیں مگر دیکھہ نہیں سکتے ، اسلیے ضرور ہے کہ ہر نسل حیوانی ان تغیرات سے متاثر ہونے کیلیے بہت وقت لیتی ہوگی جو قانون " بقاء اصلح " کے نفاذ میں موثر ہیں -

تغیرات کی اس بطی السیر حالت سے قدرت پورا کام لے رہی ہے - اس طرح نظام حیوانی کے ہر حصے میں ٹھیک اسی طرح ترمیم و تعدیل ہو جاتی ہوگی جس طرح کی اسے مطلوب ہے - اور جن میں ترمیم نہونی ہوگی ، وہ اثناء ترمیم ہی میں مر جاتے ہونگے - اور اگر یہ سچ ہے تو بجاے " ہونگے " کے " ہو جاتے ہیں " کہنا چاہیے -

اسمیں یہ حکمت بھی مضمر ہے کہ اس طریق حفظ و ضیاع سے انواع جدیدہ میں ہر ایک نوع کے محدود خصائل ، اور دیگر انواع سے امتیازات ، واضح اور نمایاں ہو جاتے ہیں -

اسکے بعد میں نے اپنے تمام مطالعۂ حیوانات و اجسام حیۃ میں اسی قانون " بقاء اصلح " کی عینک آنکھوں پر چڑھا لی - اب میری مرئیات بالکل صاف اور غیر مشتبہ تھیں "

شذرات

آخری ہفتہ

سال کا آخری ہفتہ آگیا - آج نصف سے زیادہ دسمبر گذر چکا ہے اور عنقریب جنوری سے نیا سال شروع ہوجائیگا -

لیکن واقعات و حوادث کو دیکھتا ہوں تو صرف سنہ ۱۳ - کے دور ماہ و ایام ہی کا آخری ہفتہ در پیش نہیں ہے ' بلکہ مسلمانوں کے نئے دور تنبہ و بیداری کیلیے بھی ایک آخری اسبوع عمل سامنے آنے والا ہے ' جسکے بعد بالکل ایک نیا دور شروع ہوگا - کون کہہ سکتا ہے کہ وہ زندگی کی امیدوں اور ولولوں کا دور ہوگا ' یا بیداری کے بعد غفلت ' اور حرکت حیات کے بعد جمود ممات کا : واللہ یحیی و یمیت ' واللہ بما تعملون بصیر (۳ : ۱۵۰)

(حیات بعد الممات)

کم و بیش ڈیڑھ دو سال کا زمانہ گذرا ہے کہ ایک نئی حرکت مسلمانوں میں پیدا ہوئی - وہ جو سو رہے تھے ' انھوں نے آنکھیں کھولیں - وہ جو کروٹیں بدل رہے تھے ' اپنے اپنے بستروں پر اٹھکر بیٹھے ' اور وہ چند نفوس مہتدین جن کو دست ہدایت الہی نے بستروں سے اٹھا کر کھڑا کرچکا تھا ' بلا تامل چل پھرنے ہوے : فمنهم ظالم لنفسه ' ومنهم مقتصد ' ومنهم سابق بالخیرات باذن اللہ - ذلک هو الفضل الکبیر (۳۲ : ۳۱) یہ غفلت و بیداری کا ایک مقابلہ تھا - اور جیسا کہ ہمیشہ ہوا ہے اٹھانے والے کم اور ضعیف ' مگر سلانے والے بہت اور قوی تھے - پر خداے توانا کا فیصلہ ہوچکا تھا ' اور شیطان کا گھرانا غمگین تھا - اگرچہ ان صداؤں کی بہت تحقیر کی گئی ' اور پھر مقابلہ ' لیکن دونوں کا نتیجہ وہی نکلا جو ہمیشہ نکلا ہے - یعنی رات کی تاریکی نے بالآخر شکست کھائی ' سپیدۂ صبح کی نورانیت یکایک چمک اٹھی ' اور آفتاب ہشیاری و ولولۂ عمل ' مشرق حق و صداقت سے با ہزاران جلوہ تابی و درخشندگی طلوع ہوا : فسبحان اللہ حین تمسون وحین تصبحون ! (۳۰ : ۴۴)

یہ خیالات و اعتقادات کا وہ انقلاب تھا ' جسکا گذشتہ سال کے وسط میں ظہور ہوا ' اور پھر اسی سال رواں و مختتم کے آغاز میں مخالف امیدوں کو مٹاتا اور موافق توقعات کو متحیر کرتا ہوا دنیا کے سامنے نمایاں ہوگیا - حق و باطل کی معرکہ آرائی میں وہ عصاے موسی کا ایک ظہور ثعبانی تھا ' جس نے اگرچہ اپنے سامنے سحر و تخییل باطل کے ہزاروں خوفناک اژدھے دیکھے ' پر وہ نہ جھجکا ' اور تمام جادوگران سحر پرست حق کی عظمت سے لرزتے ہوے اور صداقت کے اعجاز سے کانپتے ہوے زمین پر گر گئے : فالقی السحرۃ سجدا ' قالوا آمنا برب هارون و موسی ! (۲۰ : ۷۳)

میرا مقصود اس تعبیر سے قوم کا نیا دور حسیات و تنبہات ہے جو اصولاً قومی افکار و اعمال کی ہر شاخ میں ظاہر ہوا ' اور جس کا ایک سب سے بڑا مظہر ' قوم کے سیاسی معتقدات کا تغیر ہے - میں اس تغیر کو کچھہ وقعت نہیں دیتا جو مسلم لیگ کے نظام کار اور تعین نصب العین میں ہوا ' کیونکہ وہ صرف کاغذ پر لکھنے کی چیز ہے - میں اس انقلاب کو دیکھتا ہوں جس نے چہل سالہ غفلت و ضلالت کے بعد اس چیز سے قوم کو آشنا کیا ' جو اصل الاصول اعمال اور حقیقۃ الحقائق سیاست ہے ' اور جو فی الحقیقت ایک اشرف و اعلی اساس شرعی و اسلامی ہے ' جس پر دیانۃ حقۂ الہیہ نے اپنے تمام احکام و اعمال کی بنیاد مقدس محکم و استوار کی ہے - یعنی استبداد و تقلید اشخاص کے شجرۂ ملعونہ و خبیثہ کی جگہ ' قوۂ جمہوریۃ امۃ کے شجرۂ زیتون مبارک کی تخم ریزی ' و ید اللہ علی الجماعۃ !

(المرشدون المفسدون)

اب تک مسلمانوں کی رہنمائی و دلالت کی باگ محض چند انسانوں کے ہاتھوں میں تھی ' اور انھوں نے اپنا ہاتھہ اس دست معفی و بالا کے آگے بیعت کیلیے بڑھا دیا تھا ' جس کو میں اپنی زبان میں قوۂ شیطانیہ کا سب سے بڑا مظہر کہتا ہوں ' کیونکہ حکومت و فرماں روائی حب استبداد اور غلامی کے ساتھہ جمع ہوجاتی ہے ' تو اس سے بڑھکر دنیا میں شیطان لعین و رجیم کا کوئی بھیس نہیں ہوتا - پس ہمارے تمام کام خواہ تعلیمی ہوں ' خواہ سیاسی ' کالجوں کے احاطوں کے اندر ہوں ' خواہ مجالس کے اسٹیجوں کے اوپر ' محض تماشے کی چند پتلیاں تھیں ' جنکی ڈور پردہ کے اندر بیٹھنے والے تماشا گر کے ہاتھوں میں تھی ' اور جس طرح وہ چاہتا تھا ' اپنا کھیل دکھلاتا تھا - یہ پتلیاں مختلف وضع کی اور مختلف قسم کی پٹاریوں میں رہنے والی تھیں - کوئی چاندی سونے کی تھی ' اور کوئی فیشن کی خوبصورت ڈبیا کے اندر رہنے والی - کوئی چپ کھڑی رہکر اپنے سحر سکوت سے دیکھنے والوں کو محو حیرت بناتی تھی ' اور کسی کی حرکت لب اپنے شان تکلم سے سحرکار و فریب نظارہ تھی - کسی کا رقص برق تمکین و شکیب تھا ' تو کسی کا نغمہ رہزن عقل و تقوی - نظارہ گیان مصر تماشا یہ سب کچھہ دیکھتے تھے اور زبان حال سے کہتے تھے :

> بہ تبسم ' بہ خموشی ' بہ تکلم ' بہ نگاہ '
> می تواں برد بہر شیوہ دل آساں از من !

قوم صرف اسلیے تھی تا کہ حکموں کے آگے جھکے ' جلوؤں کے سامنے سر بسجود ہو ' حرف سوال کا جواب حسب زر و سیم سے دے ' اور صرف لیڈروں کی گاڑیاں ہی کھینچتی رہے - عقل و فہم ' تدبر و تفکر ' فکر و راے ' اور اعتبار و اجتہاد ' وہ جرائم تھے جنکے کرنے کی کوئی شخص جرأت نہیں کرسکتا تھا - اعتراض گناہ تھا اور انکار احرام - دولت اور خطاب کی حکومت تھی ' اور اطاعت محض کے سوا ہر خیال و ہر قول بغاوت - ہر بڑا آدمی لیڈر تھا اور ہر چمکتی ہوئی چیز سونا - ہر لیڈر مستعفی ہونے کی دھمکی دیکر تمام قوم کو آہ و فغاں میں مبتلا کر دیسکتا تھا ' اور ہر استعفا اپنے پیچھے زرو لیوشنوں اور تلغرافات کا ایک پشتارہ رکھتا تھا - غرضکہ وہ امۃ مرحومہ اور ملۃ قرشۃ بیضاء ' جو توحید الہی کی محافظ ' انسان پرستی کیلیے پیام ہلاکت ' اور " ان الحکم الا للہ " کی پیغام بر تھی ' یکسر گرفتار تعبد ' و از فرق تا بقدم مبتلاے پرستش زید و عمر ہوگئی تھی : و یعبدون من دون اللہ ما لا یضرهم ولا ینفعهم ' و یقولون هؤلاء شفعاؤنا عند اللہ ' قل اتنبئون اللہ بما لا یعلم فی السماوات و الارض ' سبحانہ و تعالی عما یشرکون - (۱۹ : ۱۰)

(دور جدید)

لیکن اس طلسم سراے بوقلموں میں نہ تو بیداری کو قیام ہے اور نہ غفلت کیلیے استمرار - ہر شے کو کسی دوسری شے کیلیے جگہ خالی کرنی ہے - البتہ یہ توفیق الہی ہے کہ ضلالت کی عمر کم اور ہدایت کا دور ممتد ہو - پس توفیق الہی کی نسیم مقدس ایک طوفان ہلاکت بنکر چلی ' جس کے ہنگامے نے سوتوں کو جگا دیا ' ہشیاروں کو دوڑا دیا - غلامی کا درخت بھی اپنی جگہ سے ہلا ' اور تماشے کی پتلیاں بھی کاغذ کے پرزوں کی طرح ادھر ادھر اڑنے لگیں ' تا آنکہ حق اور باطل میں فیصلہ ہوگیا ' اور دنیا نے دیکھہ لیا کہ صداقت کی

کے ساتھ ہے اور ضلالت کا تیج کن کی زمینوں میں تھا ؟ و ان غي ذالک لآیات لکم ان کنتم مومنین (٥٠ : ٢)

اسکا نتیجہ یہ نکلا کہ قوم نے ان اشخاص و افراد کی غلامی سے نکلنے کیلیے ایک نئی جد و جہد شروع کردی ' جو خود بھی کسی شیطان کدۂ مخفي کي چوکھٹوں کے غلام تھے - اور ہر شخص کو نظر آگیا کہ لیڈر کے معنی رہنما کے ہیں ' نہ کہ آقا اور اربابا من دون اللہ کے ! اصل قوۃ کار و ارادہ ' جماعت اور مشورہ کی ہے نہ کہ افراد کی ' اور پالٹکس کے معنی یہ نہیں ہیں کہ ہندوستان یا انگلستان کے حکومت کدوں کے احکام و مرضات کی پرستش کی جاے ' بلکہ وہ صداقت اور خدمت ملک و ملت کا ایک فرض مقدس ہے جو قربانی و ایثار ' اور حق پرستی و اجتہاد فکری کے بغیر انجام نہیں دیا جاسکتا - اور یہ جو چند بڑے آدمیوں کا ایک مجمع ہے ' جو بلند نام و نمود اور زنجیر عزت و زخارف دنیوی میں گرفتار ہیں ' وہ صرف اغراض شخصیہ اور منافع ذاتیہ کا ایک کھیل ہے اور بس ! بل ھی فتنۃ و لکن اکثر الناس لا یعلمون (٣٩ : ٤٩)

جماعت اگر اپنے تئیں سمجھے اور اپنی قوت سے کام لے ' تو تاج و تخت اسکے آگے ٹہر نہیں سکتے - پھر چند افراد یا ایک شرذمۂ قلیلہ کی کیا حقیقت ہے ؟ مسلمانوں میں جماعت کی اصلی قوت کا ظہور تو نہ ہوا اور اسکے لیے ایک کامل مدت مطلوب ' تاہم بیداری ضرور ہوئی اور اپنی قوت کا احساس عام طور پر پیدا ہوچلا - یہ دیکھکر وہ تمام لوگ جو کل تک اپنی قوت پر نازاں اور اپنے مستبدانہ احکام پر مغرور تھے ' اپنے تئیں زندہ رکھنے کیلیے مجبور ہوے کہ نئی روش کے ساتھ دینے کا اعلان کریں - یہاں تک کہ مسلم لیگ کے جلسوں کی صدارت کیلیے لوگوں کو اعلان کرنا پڑا کہ وہ نئے مذہب کو قبول کرکے اسکی کرسی پر متمکن ہونگے - مسلمان مخالفت کا ارادہ نہ کریں !

پس نئی تحریک ایسے گروہ پر مشتمل ہوگئی ' جسمیں ایک جماعت تو موحدین مخلصین کی تھی ' دوسری منافقین مفسدین کی ' تیسری مولفۃ القلوب کی : و منھم من یومن بہ و منھم من لا یومن بہ ' و ربک اعلم بالمفسدین (١٠ : ٤٠)

(بعد از جنگ)

جبکہ توفیق الہی کی نصرت و رہنمائی سے ایسا ہوا تو ضلالت کا گھرانا اجڑ گیا ' اور غلامی کے مورث اعلی یعنی شیطان کی ذریت ماتم کرنے لگی - اس نے دیکھا کہ وہی لیگ جس کی پیدائش حکومت پرستی کے خمیر کی کثافت سے ہوئی تھی ' اب اسکے آگے صرف دو ہی راستے کھلے رہگئے ہیں - یا تو قوم سے الگ ہوکر اور صرف دو تین شخصوں کا ایک سازش کدہ بنکر رہجاے ' اور اس طرح اپنی موت کا اعلان کردے ' اور یا پھر زندہ رہے تو اپنی باگ حکومت غیر مسلم کی جگہ امۃ مرحومہ کے ہاتھوں میں دیدے -

یہ گروہ انقلاب وقت کے اس اثر سے مبہوت ہوگیا کہ لیگ کا وہی قائم مقام سکریٹری ' جو آغاز تحریک میں نئی تحریک کا اشد شدید مخالف تھا ' وہی لوگ جنکی آزادی و حریت صرف مسلم یونیورسٹی کے مسئلہ الحاق و عدم الحاق ہی تک محدود تھی ' وہی عام تعلیم یافتہ طبقہ جو اس تحریک کے داعیوں کو " علی گڈہ کا دشمن " سمجھکر آزردہ دل ہو جاتا تھا ' اب حریت کے دعووں سے خوش حال ہے اور ایک عام ہوا ایسی چل گئی ہے ' جس نے ہر شخص کو جام جدید کے نشہ سے سرمست کردیا ہے اور جس طرف کان لگا لیجیے ' نئے نغمے ہی کی صدائیں آرہی ہیں :

عالم تمام مذہب اشراقیاں گرفت !!

وہ دم بخود سا ہوگیا کیونکہ کوئی حیلۂ گفتگو اسکے لیے باقی نہیں رہا تھا ' پر اندر ہی اندر آتش نفاق کو سلگاتا اور حکومت کی ہواؤں سے چلی ہوئی ہواؤں سے اسکے شعلوں کو بھڑکاتا رہا ' یہاں تک کہ مسٹر محمد علی اور سید وزیر حسن انگلستان گئے ' اور رائٹ انریبل سید امیر علی سے مناقشہ پیدا ہوگیا - وہ کہ وقت کے منتظر تھے اور چاہتے تھے کہ کوئی فرصت ایسی ہاتھہ آجاے کہ پھر مسلمانوں کی غلامی کی " مسلمہ قومی پالیسی " کا پتلہ زندہ کرکے کھڑا کیا جاسکے ' اور پھر لیگ گورنمنٹ کے ہاتھہ میں دیدی جاے ' معاً اپنے اپنے ماتم کدوں سے نکلے اور چھپی ہوئی ڈوریوں میں مقناطیسی سرعت کے ساتھہ حرکت پیدا ہوگئی - سید امیر علی چونکہ جنگ طرابلس وغیرہ کے موقعوں پر بہت سے تار بھیج چکے تھے (جو اظہار آزادی کا سب سے زیادہ ارزاں میدان تھا ' کیونکہ اصلی امتحان ہندوستان کے سیاسی معاملات ہیں جن میں لب کشائی کرنے سے براہ راست برٹش گورنمنٹ پر چوٹ پڑتی ہے نہ کہ اٹلی اور بلقان کے معاملات) اسلیے انکی وقعت شخصی کو اور زیادہ نمایاں کرکے ' ایک ایسا آلہ بنایا گیا ' جسکے ذریعہ جماعت کی قوت کو پھر اشخاص کے ہاتھوں شکست دلائی جاے -

(حرکت ارتجاعیہ)

یہ ایک خالص ارتجاعی تحریک ہے جو تاریکی کی طالب اور روشنی سے نفور ہے ' اور جو صرف اسلیے ہے تا خدا کی خوشنودی کی راہ سے اسکے بندوں کو باز رکھے ' اور حکومت پرستی کے شیاطین الانس کے خونخوار پنجے پھر تیز ہو جائیں - غلامی اور حکام پرستی کا وہ شجرۂ ملعونہ و خبیثہ ' جس کی شاخیں خشک اور جسکی جڑ کھوکھلی ہو رہی ہے ' اسکو نہ دیکھنے تھے ' اور جب اسکے ہر جھڑنے والے زرد پتے پر ابلیس لعین روتا تھا ' تو نہ بھی اپنی صداے شیون اسکے ماتم میں ملا دیتے تھے : لیجعل اللہ ذالک حسرۃ فی قلوبھم - پس اب چاہتے ہیں کہ اپنے خبث نفاق کے آب نجس سے کفر پرستی کے اس نخل جہنمی کی دوبارہ آبیاری کریں ' اور دجال اعظم کی درخت اسکی سایہ دار شاخوں کے نیچے آکر پناہ لے : یریدون لیطفئوا نور اللہ بافواھھم ' واللہ متم نورہ و لو کرہ الکافرون -

(فریب کار)

میں شخصیات سے بکلی نفور و گریزاں ہوں ' اور دنیا جانتی ہے کہ حضرۃ ایزد سبحانہ و تعالی نے میرے قلم و زبان کی حرکت صرف اسی وقت کیلیے مقدر فرما دی ہے (والحمد للہ علی لطفہ و احسانہ) جبکہ کوئی حقیقی جماعتی و ملی مشکل درپیش ہوتی ہے - کتنے ہی مخاصمات و مناوشات شخصیہ ہیں جو ہمیشہ ہوتے رہتے ہیں لیکن الحمد للہ کہ وہ قلم کبھی بھی انکے تذکرہ سے آلودہ نہیں ہوتا ' جو صرف دعوۃ الہیہ کا داعی ' اور مخلص دل کے حقیقی جوش کا ترجمان ہے -

رائٹ انریبل سید امیر علی اور مسلم لیگ کا قصہ کئی ماہ سے درپیش ہے - میں نے اسپر اول روز ہی غور کیا لیکن مجھے زیادہ تر شخصی جھگڑا نظر آئی اور اسلیے سوا اس مختصر راے کے جو ایسو سی ایٹڈ پریس کے ذریعہ مشتہر ہوئی ' اور اسکی نسبت کچھہ نہ لکھا - میری خاموشی پر لوگوں نے اعتراض کیے ' بے شمار خطوط لکھے ' لیکن میرے کار و بار کا رشتہ ان صداؤں کے ہاتھہ نہیں ہے جو میرے وجود سے باہر اٹھتی ہیں -

پس میں چپ تھا اور گو قرائن و حالات حقیقت مخفیہ کی ترجمانی کر رہے تھے ' تاہم سمجھتا تھا کہ اصول کا وعظ اس سے بہت ارفع و اعلی ہے کہ خاص خاص جھگڑوں میں اپنے اس وقت کو ضائع کروں ' جو خدا ہی جانتا ہے کہ کن کن مصائب و مشکلات سے مجھے میسر آتا ہے - مجھے یہی چاہیے کہ صرف اپنے کام اور دعوت ہی میں سرگرم رہوں - بہت سے اخبارات اس راہ میں قدم رکھنے کے شائق ہیں ' ان معاملات کو بکلی انہی کیلیے چھوڑ دوں -

لیکن اب دیکھتا ہوں تو خاموشي سے غلط فائدہ اٹھایا جا رہا ہے اور اس مسئلہ کو ارتجاعیۃ اور تفرقہ کار کا ایک پورا آلہ بنا لیا گیا ہے - سازشیں ہو رہي ہیں ' راز دارانہ خطوط تقسیم کیے جا رہے ہیں - لیگ کے دفتروں میں نئے ممبروں کی درخواستیں بھجوائي جا رہي ہیں ' اور گویا شیاطین کی ایک بوري فوج ہے جو مسلح ہو رہي ہے - یہ حالت دیکھکر غیرت حقانیت و حریت ' اور جوش مقدس و مبارک حق و صداقت کا خون میري رگوں کے اندر کھولنے لگا ہے ' اور اسي کا نتیجہ ہے کہ اس مضمون کا لب و لہجہ اور انداز تحریر یقیناً زیادہ سخت اور گرم ہوگیا ہے جو ایک عرصے سے الہلال کي تحریرات میں تقریباً مفقود تھا -

میں اُن لوگوں سے ' جنکا گو میں نے تعین کے ساتھہ ذکر نہیں کیا ہے مگر جنکا ضمیر خود اندر سے شہادت دیگا کہ جہاں کہیں کفر پرستي و نفاق کا ذکر ہو ' اس ضمیر کا مرجع حقیقي اور اُس اشارے کے مشار الیہ وہي ہیں ' معذرت خواہ ہوں کہ اس مضمون کي سختي و آتشین انداز تحریر کیلیے مجھے معذور تصور کریں - میں انہیں یقین دلاتا ہوں ' کہ میں بہت صابر ' بہت متحمل ' اور بہت ضابط ہوں ' الا دو موقعہ ایسے ہیں ' جنکو دیکھکر میرے لیے محال قطعي ہوجاتا ہے کہ اپنے غیظ و غضب انساني کو ضبط کرسکوں -

ایک وہ موقعہ جب کسي امر دیني و شرعي کي توہین دیکھتا ہوں یا کوئی متفرنج و فرنگي مآب باوجود کمال جہل و ناداني سرگرم اجتہاد و تفقہ ہوتا ہے

دوسرا وہ ' جب علامي و اشخاص پرستي کے مناظر کثیفہ و خبیثہ میرے سامنے آتے ہیں ' اور اس وقت میرے دماغ کا جو کچھہ حال ہوتا ہے وہ ضبطۂ تحریر سے باہر ہے -

میں ادھر چند دنوں سے نئے حالات سن رہا ہوں اور خود بعض مقامي ریشہ دوانیاں میرے سامنے ہیں میں اب ضبط نہیں کرسکتا ' نہ تو تحریراً اور نہ قولاً - انشاء اللہ تعالی -

(اصل معاملہ)

اصل معاملہ یہ تھا کہ سید امیر علي بالقابہ مستعفي ہوگئے قصہ ایک تفرقے سے شروع ہوا جس کے محور ہز ہائنس سر آغا خاں تھے - اُسکے ساتھہ هي انہوں نے چند مطالبات کیے - جنکا خلاصہ یہ ہے کہ مسلمانوں کي سیاسي ہستي صرف انہي کے ہاتھہ میں دیدي جاے - لندن کي شاخ مسلم لیگ بالکل خود مختار ہو - اور مسلمانوں کي پالیسي وہ مرتب کرے ! !

استعفا تو اب خود هي انہوں نے واپس لے لیا ہے ' اور نہ لیتے تو جاتے کہاں ؟ مگر ہاں مطالبات کا مسئلہ لیگ کیلیے چھوڑ دیا ہے -

جو لوگ سید صاحب بالقابہ کے بعض مخصوص خصائص عالیہ سے واقف ہیں ' وہ اس لطیفہ سے خوب لطف اٹھائیں گے کہ خود مختاري اور علحدگي کے اِن مطالبات میں حضرۃ عالي ' روپیہ کو نہ بھولے اور با این همہ اسکي بھي خواہش ہے کہ اٹھارہ سو پاونڈ لندن لیگ کے حوالے کیے جائیں !

لیکن میں ہر اُس شخص سے جو خدا کو نہیں بھولا ہے ' اور جو ایک یوم عدالت پر ایمان رکھتا ہے جہاں اُس سے پوچھا جائیگا کہ اس نے امۃ مرحومہ کے ساتھہ کیسا سلوک کیا ہے ' اور جہاں یقیناً پریوي کونسل کے کسي عضو کی سفارش مقبول نہ ہوگي ' انصاف کا طالب ہوں کہ خدارا ان مطالبات پر غور کرے - مانا کہ سید امیر علي بڑے آدمي ہیں - تسلیم کیا کہ وہ اسپرٹ اف اسلام کے مصنف ہیں - یہ بھي سچ ہے کہ انہوں نے جنگ طرابلس میں بہت سے تلغرامات بھیجے اور مظالم بلقان کے خلاف احتجاج کیا ' لیکن کیا ان امور سے اُنھیں اس امر کا بھي حق حاصل ہو گیا ہے کہ وہ تن تنہا تمام قوم کي قسمت کے مالک ہو جائیں ' خود مسلمانوں کی راے ' اُنکا مشورہ ' اسکا اجتہاد فکر ' کوئي چیز نہو - آل انڈیا مسلم لیگ ایک عضو معطل بنکر رہجاے ' اسکے اجلاس ' اسکي کونسل ' اُسکے اعضاے خصوصي ' چند ناچنے والي پتلیاں ہوں ' اور ایک شخص انگلستان میں بیٹھکر (جو بغیر کسي کي اجازت کے کسي ڈنر میں شریک نہیں ہو سکتا) جو پالیسي انکي مرتب کردے ' اسي کے آگے سمعنا واطعنا کہکر سر بسجود ہو جائیں ؟

کون ؟ وہ مسلمان جنکو انکا پیغمبر برحق ' صاحب وحي ' مورد خطاب ما ینطق عن الهوی بھي یہ کہتا ہے کہ " انتم اعلم بامور دنیاکم "

یا للعجب ! پیغمبر اسلام (روحي فداہ) کو تو یہ حکم ہو کہ " وشاورهم في الامر " یعنی مسلمانوں سے مہمات امور میں مشورہ لو ' لیکن سید امیر علي تن تنہا مسلمانوں کي قسمت کے مالک کردیے جائیں ! فیا للبلاهۃ ویا للسفاهۃ ! ع

مدار روزگار سفلہ پرور را تماشا کن !

حال میں سید امیر علي کي بالقابہ ایک راز دارانہ گشتی خط شائع ہوا ہے جسمیں وہ " لنڈن ٹائمس " کي مدح و ستائش سے استدلال کرتے ہیں - انکا مقصود یہ ہے کہ جو شخص لنڈن " ٹائمس " کي بارگاہ قلم میں اس درجہ مقبول ہو ' ضرور ہے کہ انکو مسلمان بھي رو پیٹ کر منائیں اور ہاتھہ جوڑ کے کہیں کہ اپنا استعفا واپس لیلے -

میں نہیں سمجھتا کہ اس بارے میں کیا لکھوں اور اس شخص کو کیا کہوں جو لنڈن ٹائمس کي تعریف کو اپني فضیلت قرار دیتا ہے - ابوجہل زندہ ہوتا تو میں " ہسٹري آف دي سارا سین " کے مصنف سے پوچھتا کہ جس شخص کي ابوجہل تعریف کرے ' اسکے ایمان کي نسبت حضرت کي کیا راے ہے ؟

حقیقت یہ ہے کہ سید امیر علي بالقابہ نے خود هي ایک بہترین نقطۂ فیصلہ ہمارے حوالے کردیا - ارباب فکر اب خود فیصلہ کرلیں کہ لنڈن ٹائمس جس شخص کا مداح اور حامي ہو ' اسکا وجود بحیثیت مسلمانوں کے پالیٹکس کیلیے شہد ہے یا سم قاتل ؟

(آخري فیصلہ)

بہرحال جو کچھہ تمہارے جي میں آئے کرو - اگر تمہاري آنکھیں کھلي ہوئیں تو پچھلي تنبیہیں تمہارے لیے کافي تھیں ' مگر معلوم ہوتا ہے کہ پشت غفلت ایک اور ضرب محکم کي طلبگار ہے - اگر ایسا هي ہے تو بسم اللہ ' مگر یاد رہے کہ خداے قادر و توانا بھي اپنے کام سے غافل نہیں : و ما اللہ بغافل عما تعملون -

اگر حق سے منہ پڑا تو لیگ کا وجود مستحق حیات ہوگا ' اور اگر مشیت الہي اسکے خلاف ہوئي تو جس لیگ کو مسٹر امیر علي کے فرق استبداد پر نثار کر رہے ہو ' تہاں اسي کي ہستي اس احمق سے اہم و عظیم سمجھي ہے ؟ کل فاتحہ خیر نہ پڑھا تھا ' آج پڑھلیں گے - انشاء اللہ مسلمانوں کیلیے دوسري بہتر راہیں کھلي ہوئی ہیں اور وہ اور زیادہ انفع اور اصلح ہیں -

طلب اعانت

کچھہ عرصے سے کلکتہ میں ایک ترک خاندان مقیم ہے - میں سمجھتا ہوں کہ مسلمانوں سے اسکي خبرگیري و خدمت گذاري کي درخواست نامورزوں نہوگی -

جناب (حمدي بے) ایک مسن ترک ہیں ' جنکا بیان ہے کہ وہ سلانیک سے اُس وقت ہجرت پر مجبور ہوے جب ملاعنۂ صلیب نے اسپر قبضہ کیا - حکومت عثمانیہ لاکھوں مہاجرین کي اعانت کر رہي ہے مگر بہت سے مصیبت زدہ مصر اور ہندوستان چلے گئے کہ شاید ارباب غیرت و ہمت انکي تائید کریں - جناب ممدوح عربي اور فارسي سے بھي اچھي طرح واقف ہیں - شام میں عرصے تک رہچکے ہیں - انکے ساتھہ اُنکی حرم اور دو لڑکیا بھي ہیں -

لاکھوں مسلمانان ہند کي ہمت و غیرت سے کچھہ بعید نہیں کہ وہ ایک شریف عثماني خاندان کي خدمت گذاري کا سامان کردیں -

۱۸ محرم الحرام

صلح نامہ دولت علیہ و یونان

یا ایہا الذین آمنوا ! ان تطیعوا الذین کفروا یردوکم علی اعقابکم فتنقلبوا خاسرین - بل اللہ مولی کم و ہو خیر الناصرین ! (۱۴۸ : ۳)

جزیرہ نماے بلقان میں جنگ کے ہتھیار رکھدینے کے بعد صلح کے لیے مصادثات و معارضات کا جو سلسلہ شروع ہوا تھا ' اب انمیں سے ہر ایک گفتگو کامیابی کے ساتھہ ختم ہوچکی ہے ' اور اس مسیحی انسانیت نشی کے تماشے پر آخری پردہ گرا دیا گیا ہے ' جو پورے جوش کے ساتھہ بلقان میں کھیلا جا رہا تھا -

مگر تمام مفاوضات مصالحت میں اپنے اہتمام اور درمیانی حالات کے لحاظ سے دولت علیہ اور یونان کی گفتگو سب سے زیادہ ممتاز ہے - دولت علیہ کے جائز مطالبات مگر یونان کا انکار ' انکار پر اصرار ' اور موجی بیداری ' پھر انقطاع معارضت کا خدشہ ' بیم و امید اور یاس و رجاء کی جلد جلد تبدیلیاں ' اور بالاخر دفعۃً نصف شب کے بعد صلح نامہ پر دستخط ' یہ امور ایسے نہ تھے جو اس گفتگوے صلح میں خاص دلچسپی و جلب انظار و افکار پیدا نہ کرے - مگر یہ عجیب بات ہے کہ جسقدر یہ گفتگو دلچسپ و جالب انظار تھی ' اسی قدر اسکی تفصیل مستور و مخفی ہے -

ریوٹر ایجنسی نے جو خبر دی تھی ' وہ چند سطروں سے زیادہ نہ تھی ' اور اسکے بعد سے اسکے لب پر اسوقت تک مہر خاموشی لگ گئی ہے - یورپ کی ڈاک کے جرائد ایسے مواقع پر تفصیل کے عادی ہیں ' مگر جتنے اخبارات آئے کسی میں بھی خبر مصالحت اور چند نوٹوں سے زیادہ نہ تھا - تعجب تو یہ ہے کہ منچسٹر گارجین جسکو مشرق قریب کے معاملات سے خاص دلچسپی ہے ' اور جسکے مراسلہ نگارے اثناء جنگ میں نہایت طویل طویل تار بھیجے تھے ' اور نیر ایسٹ جسکا مقصد وجود ہی معاملات مشرق ہیں ' ان دونوں کے صفحات بھی مصالحت کی تفصیل سے خالی ہیں - ایسے مواقع پر امید کی نظریں عربی ڈاک کی طرف اٹھتی ہیں ' مگر یہاں بھی تفصیل کا قحط ہے ' سب سے زیادہ حیرت تو یہ ہے کہ انہوں نے جو کچھہ لکھا بھی ہے ' وہ جرائد عثمانیہ کی وساطت سے نہیں ' بلکہ فرانسیسی اخبارات کے حوالے سے !

بین الدول معاہدات و اتفاقات نقد و بحث کے لیے اپنے اندر ایک وسیع میدان رکھتے ہیں ' اور جو جرائد و مجلدات سیاسیہ اپنا منتہاے عمل صرف جمع اخبار و حوادث نہیں سمجھتے ' بلکہ اپنے پیش نظر ایک مقصد بلند یعنی قوم کی تربیت سیاسی بھی رکھتے ہیں ' انکا یہ فرض ہے کہ اتفاق یا معاہدہ کے تمام پہلوں پر پوری تفصیل کے ساتھہ بحث کریں - کیونکہ سلطنتوں کے باہمی تعلقات ' انکے حقوق و مراعات ' انکے مطالبات ' اور انکے مستقبل کے متعلق راے قایم کرنے کیلیے ان معاہدات و اتفاقات کا سامنے ہونا ضروری ہے - خصوصاً ایسی قوم میں جسکی قومی زبان کا خزانہ سیاسیات سے خالی ہو ' اور جسکے لغات اجنبیہ جاننے والے افراد کا دائرہ مطالعہ روایات و قصص تک محدود ہو -

اس معاہدہ پر ہم نے الہلال میں اب تک کوئی تفصیلی بحث نہیں کی ' کیونکہ ریوٹر ایجنسی نے جو کلمات معدودات زبان برق سے کہے تھے ' اسمیں اسدرجہ اختصار کی کوشش کی گئی تھی کہ وہ کسی تفصیلی بحث کی بنیاد نہیں بن سکتے تھے - مزید معلومات کے لیے عربی اور انگریزی ڈاک کا انتظار تھا ' لیکن چار ہفتوں سے زائد گذر نے کے بعد جو کچھہ آیا ہے وہ تشنہ کامان تفصیل کے لیے محض نا کافی ہے -

سوانح و حوادث پر جتنا زمانہ گزرتا جاتا ہے ' اتنے ہی وہ جرائد نگاری کے دائرہ سے نکلتے جاتے ہیں - پس بہتر ہے کہ واقعات کے اتنے پرانے ہونے سے پہلے کہ ان پر بحث تاریخ نگاری میں شمار کی جاے ' جو کچھہ لکھنا ہو لکھدیا جاے -

ہم نے " رفتار سیاست " میں خبر مصالحت ان الفاظ میں دی تھی :

" بالاخر دولت علیہ اور یونان میں صلح ہوگئی - صلحنامہ پر دستخط نصف شب کے بعد ہوے - نزاع انگیز امور طے نہ ہو سکے - اور یہ اس صلحنامہ کا مابہ الامتیاز وصف ہے کہ اہم امور کا تصفیہ ثالثی کے ہاتھہ میں دیدیا گیا "

یہ ایک اجمال تھا جسکا مبنی و اساس ریوٹر ایجنسی تھی - اسکی تفصیل اس تار کو سمجھنا چاہیے جو فرانس کے مشہور و معتبر اخبار ماتان کے مراسلہ نگار نے اسکو بھیجا تھا - یہ مراسلہ نگار تار دیتا ہے :

" ٹرکی اور یونان میں صلح ہوگئی - صلحنامہ پر نصف شب کے بعد دستخط ہوے اسکا خلاصہ یہ ہے :

(۱) جنگ سے پہلے جسقدر معاہدات و اتفاقات دولت علیہ اور یونان میں تھے ' وہ تمام پھر اپنی حالت سابقہ پر واپس آگئے -

(۲) گذشتہ حوادث جنگ اور انکے متعلقات و ضمنیات میں جن لوگوں کا ہاتھہ تھا ' انکو معاف کیا گیا

(۳) جو شہر کہ دولت عثمانیہ نے چھوڑ دیے ہیں ' انکے باشندے یونانی رعایا سمجھے جائینگے ' لیکن اگر تین برس کے بعد انہوں نے جنسیت عثمانیہ میں شامل ہونا چاہا ' اور ان شہروں سے چلے گئے تو وہ اس صورت میں یونانی رعایا نہ سمجھے جائینگے -

(۴) مذکورہ بالا شہروں کے باشندوں کی جائداد انکے پاس محفوظ رہیگی - انکے حقوق کا احترام کیا جائیگا ' اور کوئی شخص اپنے حق سے اسوقت تک محروم نہ کیا جائیگا ' جب تک کہ رفاہ عام کو اسکی ضرورت نہ ہوگی اس صورت میں حکومت مالک کو اسکا معاوضہ دیدیگی -

(۵) حکومت یونان جلالت مآب سلطان المعظم اور خاندان شاہی کی تمام جائدادوں کے احترام و رعایت کا وعدہ کرتی ہے - املاک سرکاری کا مسئلہ جو علحدہ فہرست میں بتفصیل مذکور ہیں ' ہیگ کی ثالثی کے سامنے پیش کیا جائیگا -

(۶) عثمانی قیدیوں کے مصارف کا مسئلہ بھی ثالثی کے سامنے پیش ہوگا - عثمانی افسروں کی تنخواہیں خود دولت عثمانیہ دیگی -

(۷) دخانی جہاز جو دولت عثمانیہ نے روک لیے تھے اور انکا تاوان جو انکے مالک مانگتے ہیں یہ دونوں امور ثالثی کے سامنے پیش ہونگے -

(۸) حکومت یونان اوقاف کا پورا احترام کریگی - یعنی وہ جائدادیں جو کسی دینی درسگاہ ' خانقاہ ' یا مسجد وغیرہ کے لیے موقوف ہیں - مگر انکے عشر لینے نہ لینے کو موقوف کردیگی -

مساجد و مدارس دینیہ وغیرہ کے لیے اگر مصارف کی دقت ہوگی تو خود حکومت یونان انکی مساعدت کریگی - مسئلہ اوقاف اس معاہدہ کے ساتھہ ملحق کردیا گیا ہے ' جو سب کمیٹی نے ترتیب دیا ہے -

سب سے اہم مسئلہ نو مفتوحہ مقامات کے عثمانیوں کی قومیت کا تھا ' اور اسکا جو کچھہ فیصلہ ہوا ہے وہ کسی طرح بھی تشفی بخش نہیں کہا جا سکتا - یونان نے انکو تین سال کی مہلت دی ہے - اس عرصہ میں وہ فیصلہ کرسکتے ہیں کہ آیا وہ یونانی ہوجائیں یا عثمانی رہیں ؟ اگر عثمانی جنسیت انکو عزیز و محبوب ہے تو انکو اپنے وطن محبوب ' اپنی جائداد اور اپنی وطن ' سب کو خیرباد کہکے کوچ کردینا چاہیے ' اور اگر انکو وطن اور اپنی املاک و جائداد عزیز و محبوب ہیں ' تو عثمانی قومیت سے دست بردار ہوجانا چاہیے - غرض یہ تین سال کی مہلت نہیں بلکہ ایک ابتلاء شدید ہے جسمیں وہ ڈالے گئے ہیں -

بالفاظ دیگر خود یونانی اگرچہ صدیوں تک عثمانی علم کے نیچے یونانی بنکے رہے ' مگر وہ اپنے اندلسی برادران دینی کے نقش قدم پر چلنا چاہتے ہیں ' اور اس ہجرت یا اختیار نصرانیت کی پالیسی پر عمل کرنا چاہتے ہیں جسکی تعریف تمام پر جوش نصرانی مورخین اندلس کرتے آئے ہیں - وہ نہیں چاہتے کہ انکے نو مفتوحہ مقامات میں ایک مسلمان بھی رہے - مدنیہ حدیثہ کی شرم سے وہ یہ تو نہیں کہتے کہ جسکو ہمارے ملک میں رہنا ہو عیسائی بنکے رہے ' بلکہ یہ کہتے ہیں کہ جسکو رہنا ہو وہ یونانی بنکے رہے - کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ یونانیت اور عیسائیت دو چیزیں نہیں ہیں - اور اگر بالفرض یونانیت قبول کرنے کے بعد کوئی شخص اپنا مذہب نہ بدلیگا ' تو اسکا بھی نتیجہ ہوگا کہ ملکی و قومی فرائض و واجبات تو سب کی طرح اس پر بھی عائد ہونگے ' اور اسے بجالانا پڑیگے ' مگر وہ قومی حقوق سے عملاً ہمیشہ محروم رہیگا -

اسکے بعد اوقاف کا نمبر ہے مگر نہ معلوم انکا کیا حشر ہوا ؟ کیونکہ وہ اس معاہدہ کے ساتھہ ملحق کر دیے گئے ہیں جو سب کمیٹی نے ترتیب دیا ہے ' اور اس معاہدہ کی نہ تفصیل آئی ہے اور نہ اجمال -

معاہد و معابد دینیہ اور انکے متعلق جائداد کے احترام اور بوقت ضرورت مساعدت کا وعدہ بھی کیا گیا ہے ' مگر جو لوگ تونس ' الجزائر ' بالعموم ' قازان ' اودہ ' اور برابر کے وعدوں کے حالات سے واقف ہیں ' وہ جانتے ہیں کہ اس قسم کے تمام عہد و پیمان مواعید عرقوب سے زیادہ نہیں !

مالی نقطہ نظر سے یہ صلحنامہ صلحنامہ نہیں ' بلکہ ثالثی نامہ ہے - کیونکہ املاک سرکاری ' عثمانی قیدیوں کے مصارف ' دخانی جہازوں کے معاوضے وغیرہ وغیرہ تمام امور کے متعلق صرف اتنا ہی طے ہوا ہے کہ ہیگ کی مجلس ثالثی کے ہاتھہ میں دیدیا جائے -

غرضکہ جیسا کہ ریوٹر ایجنسی نے اطلاع دی تھی ' تمام نزاع انگیز امور غیر منفصل ہی رہے ' اور تمام اہم امور ثالثی کے ہاتھہ ہی میں دیدیے گئے - پس اب سوال یہ ہے کہ با این ہمہ حالات دولت عثمانیہ نے کیوں منظور کی ؟ حالانکہ اثناء گفتگو میں جس استقامت و استقلال کا اظہار اس نے کیا تھا تو اس سے ' یہ امید تھی کہ وہ آخر وقت تک اپنے مطالبات پر مصر رہیگی -

نیرایسٹ اپنی ۱۴ نومبر کی اشاعت میں لکھتا ہے :

" دونوں سلطنتوں کی باہمی گفتگوے مصالحت میں اس موری تغیر کی وجہ رومانی وزیر داخلیہ کی مداخلت ہے - ایم ٹیک جونیسکیو (M. Take Jonescu) گذشتہ ہفتہ میں اتھینس پہنچے - وہ قسطنطنیہ میں ترکی وزیر داخلیہ طلعت بے سے ملنے آئے تھے ' اور یہ بیان کیا جاتا ہے کہ انہوں نے اس امر پر زور دیا کہ مناسب یہ ہے کہ بغیر کسی تاخیر کے صلح کرلیجائے -

۱۰ نومبر کو گفتگوے صلح پھر شروع ہوئی اور دوسرے دن ایک عہدنامہ مفاہمت کے اصول پر ترتیب دیا گیا ' جسکو رومانی وزیر داخلیہ نے تجویز یا پسند کیا ' نیز دونوں حکومتوں کے سامنے پیش کرنے کے لیے اس پر باقاعدہ دستخط بھی ہوے "

جو لوگ جنگ کی حالت سے ذرا بھی واقف ہیں وہ جانتے ہیں کہ آج کوئی بڑی سی بڑی سلطنت بھی دو تین ماہ تک جنگ بغیر مالی مشکلات کے جاری نہیں رکھسکتی ' پھر چہ جائیکہ دولت عثمانیہ جسکو ہمیشہ داخلی یا خارجی جنگوں سے سابقہ رہتا ہے اور جو دو سال سے مصروف جنگ ہے ' اور جسکے خزانہ کی رونق اجنبی سرمایہ داروں کی بدولت ہے ؟

پھر اگر جنگ چھڑتی تو اغلب یہ ہے کہ اقامت امن کے نام سے رومانیہ اپنی تازہ دم فوج لیکے میدان میں آجاتی ' اور اس صورت میں دولت عثمانیہ کو دو ایسے دشمنوں کا مقابلہ کرنا پڑتا جنمیں سے ایک تو بالکل تازہ دم ہوتا ' اور دوسرا گو ماندہ ہوتا مگر بہر حال دولت عثمانیہ سے کم - ظاہر ہے کہ ایسا مقابلہ کہاں تک صلاح اقدام ہے -

ایک اہم سوال ثالثی کے متعلق

کیا ثالثی میں دولت عثمانیہ کو کامیابی کی امید ہے ؟

اسکے جواب سے پہلے تعلقات دول کو سمجھہ لینا چاہیے - برطانیہ کے ساتھہ یونان کے جو تعلقات ہیں ' اسکا اندازہ اس واقعہ سے ہوسکتا ہے کہ جب جزیرہ کریٹ بین القومی حکومت میں تھا ' اسوقت برطانی جہاز نے اپنے سامنے اس پر یونانی علم بلند کرایا - فرانس سے یونان کے تعلقات یہ ہیں کہ فرانسیسی افسر یونانی فوج کی تنظیم و تربیت کے لیے آئے تھے ' اور اگر ادھر جرمنی سے تعلقات کی وجہ سے اسمیں کوئی فرق بھی آگیا ہوگا تاہم اسکی رخنہ بندی شاہ یونان کی آمد فرانس سے ہوگئی ہوگی - روس سے گو خاص تعلقات نہیں ' مگر اسکے دو حلیفوں سے تو خاص تعلقات ہیں ' اور اسکے علاوہ کم از کم دولت عثمانیہ سے تو بہر حال زیادہ تعلقات ہونگے - یہ تو مفاہمت ثلاثیہ کی حالت تھی ' اب رہا تحالف ثلاثی تو اسکے رکن اعظم یعنی جرمنی کے تعلقات کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ شاہنشاہ جرمنی نے شاہ یونان کو عقاب سیاہ کا تمغہ اور فیلڈ مارشل کا خطاب دیا - آسٹریا اور اطالیا سے بظاہر خاص تعلقات نہیں ہیں بلکہ عجب نہیں کہ البانیہ کی وجہ سے کچھہ چشمک بھی ہو ' کیونکہ یونان البانیہ کے متعلق اپنے مطامع سے ابھی تک بالکل دست بردار نہیں ہوا - مگر اس سے زیادہ یہ ممکن ہے کہ یہی البانیا تینوں سلطنتوں میں اتحاد کا باعث بھی ہوجاے اور دولت عثمانیہ کے مقابلہ میں اطالیا اور آسٹریا کی ہمدردی یونان کے ساتھہ ہو -

غرض کہ یورپ سے انصاف کی امید معلوم - البتہ اغراض و مصالح سے کچھہ توقع ہوسکتی ہے ' مگر انمیں بھی بظاہر کوئی سامان امید آفرینی و طمانیت بخشی کا نہیں ' اور اسلیے اس سوال کے جواب میں ہم انہیں الفاظ کا اعادہ کرنا چاہتے ہیں ' جو ہم نے خبر ثالثی پر لکھے تھے یعنے " ہرچند کہ جنگ اور گفتگوے صلح دونوں ختم ہوگئی ہیں ' مگر ابھی اس داستان الملک کو ختم نہ سمجھنا چاہیے ' بلکہ یورپ کی نصفت پروری کی حکایت سننے کے لیے تیار رہنا چاہیے - "

" فدا کاران السٹر "

ائر لینڈ هوم رول بل

السٹر کی طیاریاں

ایک خدا ' ایک بادشاہ ' اور ایک هی پارلیمنٹ !!

" السٹر کی قومی حکومت کا علم "

انگلستان ' یعنی وهی انگلستان ' جو هندوستا میں اں قوانین کا نافذ کنندہ هے ' جنکے ذریعہ زبانوں کو اعلان حق سے اور قلم کو طلب حقوق سے روکا جاتا هے ' جو چاهتا هے کہ انسان اسکی حکومت میں خاموش رهیں ' اور قلم معطل هوجائیں جسکی عدالت میں سب سے بڑا جرم یہ هے کہ سختی کو بقدر خاموشی کے جھیلا جاے ' اور تشدد کو اعتراض کے بعد قبول کیا جاے ' وهی انگلستان آجکل باشندگان هند کیلیے ایک دوسری صورت میں بھی نظارہ فرما هے ' جسکے خال و خط اس هیئت سے بالکل مختلف هیں ' جو هندوستان کے آئینہ کے حائط سیاست میں نظر آتے هیں -

" آئر لینڈ هوم رول بل " کی تاریخ الهلال کی گذشتہ اشاعات میں نکلتی رهی هے - صدیوں کی جد و جہد اور ظلم و خونریزی کے بعد اب وقت آیا کہ لبرل وزارت کے موجودہ اقتدار سے وہ متمتع هو تو رومن کیتھولک اور پروٹسٹنٹ نفرتوں کا خوابیدہ فتنہ جاگ اٹھا هے ' اور السٹر کا صوبہ نہیں چاهتا کہ اں انسانوں کو جو گو انھیں کی طرح انسان هیں ' مگر انکی طرح پروٹسٹنٹ نہیں ' اداری خود مختاری ملے -

لیکن وهاں کی تمام پبلک نے اپنے مطالبہ کے اظہار و اعلان کیلیے جو طریقہ اختیار کیا هے وہ هندوستان کے اں سیاسی حقوق طلبوں کیلیے ایک عجیب عبرت و بصیرت کا صفحہ هے ' جنکی زبانوں پر جرم بغاوت کا قفل چڑھا دیا جاتا هے -

تحریک السٹر بتدریج اپنی سیاسی شکل چھوڑ کے نیم فوجی شکل اختیار کر رهی هے - سر ایڈورڈ کرسن جو اس تحریک کا مشهور قائد هے ' قومی فدا کاروں کی فوج کی نقلبش کیلیے متصل دورے میں هے اس امر کا آخری اعلان کردیا گیا هے کہ اگر ڈبلن پارلیمنٹ بھیجدی گئی تو وہ اسکے روکنے کیلیے هر ممکن تدبیر حتی کہ قوت جنگ تک استعمال کرینگے - السٹر میں اب یہ خیال عالمگیر هو رها هے کہ تقریروں کا وقت گیا اب صرف عمل کا وقت هے -

صوبہ کے بڑے بڑے تاجر جنمیں سے اکثر السٹر یونیانسٹ کی کونسلوں کے ممبر بھی هیں ' بلووں اور خانہ جنگی کے خطرات کے لیے لوئیڈ کمپنی سے اپنی جائدادوں وغیرہ کا بیمہ کر رهے هیں - کیونکہ انکو یقین هے کہ اگر گورنمنٹ نے السٹر کو هوم رول پر مجبور کیا تو نہایت سنگین نتائج پیدا هونگے - بیمہ کے علاوہ ان خطرات کے لیے معمولی کار و باری احتیاطیں بھی کر رهے هیں -

سنگین نتائج کا خیال اب اسقدر یقین سے قریب هو رها هے کہ متوسط درجہ کے کار و باری لوگ بھی اپنی فکر میں هیں ' اور دریافت کرتے پھرتے هیں کہ انکی املاک کے لیے اسی قسم کے بیمہ کی شرح فیس کیا هوگی ؟

۲۸ - ستمبر کو " یوم السٹر " اور " دستخط معاهدہ " کی برسی السٹر کے تمام پروٹیسٹنٹ گرجوں میں مذهبی عبادات کے ذریعہ منائی گئی هے جس نے السٹر کی پروٹیسٹنٹ آبادی میں هوم رول کی مقاومت کی روح تازہ پیدا کردی هے -

السٹر میں یونیانسٹ طاقتوں کی فوجی تنظیم (ارگنایزیشن) نہایت سرگرمی و استقلال کے ساتھ جاری هے - وہ تمام ممبر جنھوں نے " معاهدہ السٹر " پر دستخط کیے تھے ' جوق در جوق " لشکر فدا کاران السٹر " میں داخل هونے کے لیے آ رهے هیں - یہ حالت صرف بیلفسٹ هی میں نہیں بلکہ تمام السٹر میں هے -

" لشکر فداکاران " سے مقصود قومی والنٹیروں کی وہ فوج هے جو اسلیے قائم کی گئی هے تاکہ حکومت کا مقابلہ کرے - اسکا انتظام ایک موقت گورنمنٹ کے هاتھ میں هے جو آجکل السٹر میں حکومت کر رهی هے -

" لشکر فداکاران السٹر " کے لیے ایک جمعیت ارباب شوری (Advisery Board) قائم هوگئی هے - اسکا مرکز بیلفسٹ کے قدیم ٹون هال میں هے - السٹر کے فداکاروں کی جتنی جمعیتیں هیں ' ان سے اس مرکز کے نہایت قریبی اور دائمی تعلقات رهینگے ' اور ان جمعیتوں اور مرکز میں تمام مراسلت بشرط ضرورت " السٹر ڈسپیچ رائڈنگ اور سگنلنگ کور " سے هالیگی تاکہ اهم و مخصوص مراسلات میں ڈاکخانہ کی وساطت هی نہ رهے -

" فدا کاران السٹر " کی تنظیم عملاً مکمل هو چکی هے ' گو ابھی اسمیں داخل هونے کے لیے لوگ برابر جوق در جوق چلے آرهے هیں - عام اسٹاف یا جمعیت ارباب شوری جسکے بعض ممبروں کے نام ظاهر نہیں کیے گئے هیں ' اشخاص ذیل سے مرکب هے :

جنرل افسر کمانڈنگ السٹر والنٹیر فورس ' چیف اسٹاف افیسر ' اسسٹنٹ کوارٹر ماسٹر جنرل ' کرنل آر - جی شارمین کرافورڈ ' کرنل آر - ایچ - ویلس سی - بی - ڈی - ایل ' کیپٹن جیمس کریگ ایم - پی ' کیپٹن اے - رنکرورڈ ڈی - سی - او ' کرنل ٹی - وی - پی - ایم - کبمن -

انتظام کے افسر انچارج کیپٹن ایف - هال هیں فوجی سکریٹری مسرس ٹی - ڈبلو - ڈی مانٹگومری ' مرپڈ کیمبل ' اور انڈورڈ سکلیٹر جے پی - هیں - یہ اس جمعیت کے صدر رهچکے هیں جو " جمعیت ارباب شوری " اور فدا کاروں کی مختلف جمعیتوں کے درمیان پیغامبری کے لیے مقرر کی گئی تھی -

کیپٹن فرنک هال نے اعلان کیا هے کہ " لشکر فدا کاران السٹر " کی تنظیم کے متعلق جو شخص کچھ دریافت کرنا چاهیگا یہ " جمعیت ارباب شوری " نہایت مسرت کے ساتھ اسکا جواب دیگی - جو شخص پرانے ٹون هال کے فوجی سکریٹری سے مراسلت کرنا چاهیگا اسکا جواب اسکے صوبہ کے سکریٹری یا اسکے ضلع کے وکیل کے متعلق کردیا جائیگا -

آجکی اشاعت کے ٹائٹل پیج پر جو تصویر دی گئی هے ' اسکو اس موقعہ پر دیکھ لیجیے - لشکر فداکاران السٹر قواعد جنگ میں مصروف هے -

مذاکرۂ علمیہ

مذہب نشو و ارتقا کا ایک صفحہ

ڈاکٹر رسل ویلس

ایک طبیعی کبھی، جو روحانی بھی تھا

غرضکہ اس طرح " بقاء اصلح " کا قانون ڈاکٹر ویلس پر منکشف ہوا اور وہ جوں جوں اسپر غور کرتا گیا، اتنی ہی اسکی صحت و حقیقت کا ادعان بڑھتا گیا - یہ انتخاب طبعی کی بنا پر آغاز انواع کا ایک ایسا نظریہ تھا جسکے تسلیم کیے بغیر چارہ نہ تھا - یہاں تک کہ اس نے اپنے تئیں تیار پایا کہ اس بارے میں علمی حلقوں سے خط و کتابت شروع کرے -

(ڈارون اور ویلس)

ڈاکٹر ویلس نے ایک مبسوط تحریر میں اس نظریہ کی تفصیل و تشریح کی اور چارلس ڈارون کے پاس بھیج دی -

ٹھیک اسی زمانے میں ڈارون بھی اسی نظریہ کا مطالعہ کر رہا تھا اور اس نقطہ تک پہنچ چکا تھا ۔ اس نے جب ڈاکٹر ویلس کی تحریر دیکھی تو اسکی فیاضی طبعی اور دریا دلی نے گوارا نہ کیا کہ اب اس نظریہ کی دریافت کو اپنی جانب منسوب کرے - اس نے دیکھا کہ اگر سر چشمۂ علم نے الہام میں ایک اور دماغ اس سے داری لے گیا ہے تو بہتر یہی ہے کہ یہ میدان اسی کے لیے چھوڑ دیا جائے -

یہاں تک کہ اس نے پورا ارادہ کرلیا کہ اس بارے میں صرف ڈاکٹر ویلس کی تحریر ملک میں شائع ہونے دے اور اپنی تحریر ہمیشہ کیلیے نذر گمنامی کردے

کچھ شک نہیں کہ یہ واقعہ تاریخ علم و ارباب علم کے مصالح و محاسن کا ایک نہایت پر اثر واقعہ ہے - ابھی کل کی بات ہے کہ قطب شمالی کے انکشاف کے متعلق ایک ہی وقت میں دو شخصوں کے اندر اس درجہ ادب سوز مناقشۂ و مجادلہ ہوا تھا، حتی کہ تدلل کے ذریعہ فیصلہ کرنے کی خواہش کی گئی تھی، اسکے مقابلے میں ڈارون کی یہ فیاض طبعی کس درجہ محترم ہے کہ خلقت انسانی کے ایک عظیم ترین نظریہ کے انکشاف کی دوامی عزت و شہرت سے وہ خود بخود دست بردار ہونے کیلیے طیار ہوگیا تھا،

لیکن ڈارون کے دوستوں نے اس ارادہ کی خبر پاتے ہی اسکا محاصرہ کرلیا اور سخت اصرار کیا کہ ایسا نہ کرے - علی الخصوص ہکر اور لائل نے اسے سمجھایا کہ ایسا کرنا انصاف اور حق کی دانستہ توہین کرنا ہے - اگر ایک ہی وقت میں دو شخص یکساں طور پر کسی اصول کی تحقیق تک پہنچے ہیں، تو دنیا اتنی تنگ نہیں ہے کہ اسمیں دو محققوں کی مساویانہ تعظیم کی گنجایش نہو -

بالاخر یہی قرار پایا کہ ڈارون اور ویلس، دونوں کے رسالے ایک ہی وقت میں شائع کیے جائیں -

چنانچہ مشہور مجمع علمی، لینین سوسائٹی کا جلسہ منعقد ہوا اور دونوں شخصوں کی تحریریں ایک وقت اسمیں پڑھکر سنائی گئیں -

لیکن ڈارون کی اخلاقی فیاضی کے تذکرہ میں ویلس کو بھی نہیں بھلایا جا سکتا - اسکے دل کی نیکی اور صداقت نے بھی اپنا بے نظیر جوہر ہر موقعہ پر ظاہر کیا - گو اسے حق حاصل تھا کہ وہ اس نظریہ کے کشف و تکمیل میں کم از کم اپنے حق مساوی کا ادعا کرتا، مگر اس نے پوری کشادہ دلی کے ساتھ ہمیشہ اعتراف کیا کہ تقدم و صداقت کشف اسکے معاصر ڈارون ہی کو حاصل ہے کیونکہ "اصل انسانی" کا وہی مصنف ہے -

با این ہمہ دنیا حقیقت کو نہیں بھلا سکتی - اگر ڈارون اپنے سفر میں ویلس کی دلالت سے احسان مند نہیں، تو ویلس بھی اپنی جادہ پیمائی علم میں اسکی منت پذیری سے آزاد ہے - یہ یقینی ہے کہ موجودہ عہد کی علمیہ اندار تحقیقات میں ہمیشہ اسکا نام ڈارون کے نام کے ساتھ زبانوں پر رہیگا -

وہ اپنے آخری سالوں میں نظریۂ ڈارون سے کسی قدر ہٹ گیا تھا - اس نے " مذہب ڈارون " (مطبوعۂ ١٨٨٩) میں ارتقاء انسانی کی تشریح کرتے ہوے اپنے تئیں گذشتہ شاہراہ سے بہت زیادہ بلندی پر الگ کر لیا ہے -

(بعض دیگر اشغال علمیہ)

ویلس کی زندگی کے آخری ایام اعمال ادبیہ میں صرف ہوے جسکی تفصیل کی یہاں چنداں ضرورت نہیں - اس نے ریاستہاے متحدہ امریکہ میں کئی کامیاب سفر کیے جہاں مذہب ڈارون اور اسکے ہمسار مواضع کے متعلق اسکے خطبات نے وقعت و احترام حاصل کیا -

مذکورہ بالا کتابوں میں اس نے ممالک حارہ کے ایام سفر کے نتائج جمع کیے ہیں، اور اسطرح علم الحیات اور خصوصاً حیوانات کی تقسیم اور مماثلات (جو حیوانات یا نباتات گرد و پیش کے اشیاء کی نقل کرتے ہیں اور جسکو اصطلاح میں Mimicry کہتے ہیں) کے متعلق گذشتہ معلومات میں گرانقدر اضافے کیے ہیں -

ان میدانوں کے علاوہ اس نے بعض دوسرے میدانوں میں بھی قدم رکھنا چاہا مگر بمشکل انمیں قابلیت دکھا سکا، اور سچ یہ ہے کہ جامعیت فن قدرت کی ایک بخشش ضرور ہے مگر اسکا کوئی قانون نہیں ہے - چونکہ اسمیں تبلیغ و اشاعت کی ایک حقیقی روح تھی، اسلیے ایک غیر مقبول قاعدہ کی تائید میں جسقدر وہ مسرور ہوتا تھا، اس سے زیادہ وہ کسی حالت میں خوش نہ ہوتا - اسکی کتاب " معجزات اور روحانیت حدیثہ " (مطبوعہ سنہ ١٨٧٤ع و ایضاً مع ملحقات سنہ ١٩٠١ع) نے اعلان کیا کہ وہ بہت سے ترقی یافتہ راسخین کے دعوں کو صحیح مانتا ہے اور ایک طبیعی کا روحانی ہونا خلاف عقل نہیں ہے - " لینڈ نیشنلیزیشن " (مطبوعہ سنہ ١٩٨٢ع)

جہاں تمام زمینوں کے سلطنت کی ملکیت ہونے کی بابت اس نے نہایت پر زور دعوی کیا ہے -

اس نے چیچک کے ٹیکے کے خلاف بھی لکھا اور خواہ مخواہ اپنے آپکو ان بے اندازہ اشخاص کے ساتھہ بحث میں الجھا دیا جو زمین کو اب تک چوڑا یا مسطح کہتے ہیں - "تعجب انگیز صدی" (مطبوعہ سنہ ۱۸۹۹ ع) - میں اس نے معلومات طبعیہ میں انیسوی صدی کے تقدمات اور طبیعی قوی پر اقتدار کی تفصیلات کیں - " طبیعت میں انسان کی جگہ " (مطبوعہ سنہ ۱۹۰۳ ع) جہیں اس نے ایک دیرینہ خیال کی تائید کرتے ہوے علمی دلائل قائم کیے ہیں - یعنی یہ کہ زمین ہی تمام کائنات کا مرکز ہے -

سنہ ۱۹۰۵ ع - میں اس نے اپنی دلچسپ اور خود نوشتہ سوانح عمری شائع کی -

(جشن پنجاہ سالہ)

زندہ شخص کا صرف دماغ ہی زندہ نہیں ہوتا - زندگی اسکے ہر عضو میں ہوتی ہے -

یہی حال زندہ اقوام کا بھی ہے - ہر قوم میں امجاد و ابطال اور رجال علم و فضل بمنزلۂ دماغ کے ہیں ' لیکن اگر وہ زندہ ہوے ہیں تو انکے ساتھہ تمام اعضاء جسم ملت ' یعنے عام افراد ملت بھی اپنے فرض حیات سے غافل نہیں ہوے -

سنہ ۱۸۹۰ میں انگلستان کی مجلس شاہی نے ڈارون اور ویلس کو باعتراف کشف نظریۂ ارتقا ' دو اول درجہ کے تمغے دیے ' جو فی الحقیقت سب سے بڑا اعتراف علم و خدمت علم تھا -

ڈارون اور ویلس میں جو مراسلات اقسام و انواع کے دوام و تغیرات کی نسبت ہوئی تھیں ' در اصل وہی بنیاد تھی جس سے مسئلۂ ارتقا کا اصلی حل آگے چلکر منکشف ہوا - سنہ ۱۹۰۸ میں اس مراسلۂ پر پورے پچاس سال گذر گئے تھے - لینین سوسائٹی لندن نے ان مراسلات کی پنجاہ سالہ سالگرہ کا ایک عظیم الشان جلسہ منعقد کیا اور اسمیں ویلس کو تمغہ پہنایا گیا -

اس جلسے میں ڈاکٹر جوزف ہوکر بھی شریک تھا - یہ وہی شخص ہے جس نے ڈارون کو مجبور کیا تھا کہ قانون بقاء اصلح کے متعلق اپنی تحریر شائع نہ کرے - اس نے اپنی تقریر میں اس نظریہ کی تاریخ کشف و تدوین پر روشنی ڈالتے ہوے بیان کیا کہ کس طرح ڈاکٹر ویلیس سے بالکل علحدہ و مستقل ڈارون نے اس نظریہ تک رسائی حاصل کی تھی ' اور پھر کس طرح دونوں میں اسکے متعلق مراسلت ہوئی تھی ؟ نیز یہ کہ ڈارون نے اس انکشاف کے ترک دعوی کا قطعی ارادہ کر لیا تھا ' مگر کن کن دقتوں اور مجبور کن التجاؤں کے بعد اسے اشاعت کیلیے مجبور کیا گیا ؟

اس جلسے میں ڈاکٹر ویلیس نے نہایت انکسار کے ساتھہ ظاہر کیا کہ اس نظریہ کے کشف میں اسے جو کچھہ حصہ ملا ہے ' وہ محض اسکی خوش قسمتی کا اتفاقی نتیجہ ہے جو ہر طرح عجیب و غریب تھا ورنہ در اصل ڈارون بیس سال پہلے اسکا دروازہ کھٹکھٹا چکا ہے - اس نے نہایت فیاضانہ جوش کے ساتھہ اعتراف کیا کہ اصل فضیلت " اصلیت نوع انسانی " کے مصنف ہی کیلیے ہے - اور وہ بالکل غیر مشترک ہے -

اصل یہ ہے کہ ڈارون نظریۂ ارتقا تک تو اپنے اوائل سیر و سیاحت ہی میں پہنچ گیا تھا ' لیکن دلائل و مشاہدات کی تکمیل کا انتظار تھا - بیس برس سے زیادہ زمانہ اسمیں بسر ہو گیا - اسی اثنا میں ڈاکٹر ویلس بھی اپنے سفر میں مستعدانہ کام فرما رہا - ڈارون نے جب دیکھا کہ اب اسقدر مواد جمع ہو گیا ہے جو اسکی پشت پناہی کے لیے کافی ہے تو وہ طیار ہوا کہ علمی دنیا کے سامنے سے پردہ ہٹا دے -

ڈاکٹر ویلس نے اپنے لیکچر میں لکھا ہے کہ اصل نظریۂ انتخاب طبیعی کے کشف کی پیدائش ایک گھنٹے سے زیادہ عمر کی نہیں ہے - ایک ہفتہ کے اندر اس نے مرتب کیا اور اسکے دوسرے ہی دن ایک مراسلے کی صورت میں ڈارون کے پاس بھیجدیا -

(روحانیات)

ڈاکٹر ویلس کی زندگی کا ایک نہایت اہم واقعہ اسپریچولیزم (مذہب روحانیات) کا بھی مسئلہ ہے - وہ نہ صرف اسکا معتقد ہی تھا ' بلکہ اپنی تمام زندگی میں روحانیات کا ایک حامی کبیر اور مرید شہیر رہا -

یورپ اور امریکہ کے موجودہ مذہب روحانیات ' اسکی صحت و عدم صحت ' اسکے دلائل و براہین ' مشاہدات و واردات ' نتائج و حوادث ' وغیرہ وغیرہ ' ایک موضوع مستقل ہے ' جس کو نہایت تفصیل سے قلمبند کرنا چاہیے - ویسی تفصیل تو سر دست مشکل ہے نہ وقت نہیں ' البتہ آئندہ اشاعات میں بسلسلۂ ڈاکٹر ویلس ایک اجمالی تذکرہ ضرور درج الہلال ہو گا - ڈاکٹر ویلس کے حالات بغیر اس تذکرہ کے مکمل نہیں ہوسکتے -

---

اعلان

منجانب رسپشن کمیٹی آل انڈیا محمڈن کانفرنس آگرہ

آل انڈیا محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس کے اجلاس بمقام آگرہ بپٹسٹ مشن اسکول کے احاطہ میں ۲۶ - ۲۷ - ۲۸ دسمبر سنہ ۱۹۱۳ع کو منعقد ہونگے اور قیام مہمانان کیواسطے میٹرو پول ہوٹل جو متصل مقام جلسہ مذکور ہے ' تجویز ہوا ہے - داخلہ فیس ممبری کے لیے پانچروپیہ ' اور وزیٹری کی دو روپیہ مقرر ہے - فیس مذکور صدر دفتر آل انڈیا محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس علیگڈہ کے پتہ سے بھیجنا چاہیے ' یا جلسہ کانفرنس میں اوس عہدہ دار کے حوالہ کرنی چاہیے جو جلسہ میں اسکام کیلیے منجانب اسٹینڈنگ کمیٹی مقرر کیے جائیں - اور جو ٹکٹ ممبری اور وزیٹری کے تقسیم کرینگے قیام و طعام کا انتظام ۲۵ دسمبر سنہ ۱۹۱۳ع کی صبح سے ۲۸ دسمبر سنہ ۱۹۱۳ع کی شام تک بشرح ذیل کیا گیا ہے :

(الف) بہ طرز انگریزی ... ۳ روپیہ ... یوم
(ب) بہ طرز ہندوستانی ... ۱ روپیہ ۸ آنہ ... یوم
(ج) ملازمان کیلیے ... ۸ آنہ ... یوم

نوٹ — فیس مقررہ میں مکان و فرنیچر ضروری روشنی گرم پانی شامل ہے - لیکن صبح کی چاہ وغیرہ شامل نہیں ہے - وہ ڈیوٹی شاپ سے جو ہوٹل و پنڈال کے متصل لگائی جائیگی قیمت ادا کرنے پر مل سکیگی - اسٹیشن سے جاے قیام تک سواری کا مہیا کرنا کمیٹی کے ذمہ ہوگا - ہر ایک گاڑی والے کے پاس ٹکٹ شرح کرایہ گاڑی کا موجود ہوگا - اسکے مطابق کرایہ ادا کرنا چاہیے -

جملہ خط و کتابت سیکرٹری کمیٹی اسلقبلی کے نام سے ہونی چاہیے - انکا دفتر گلاب خانہ آگرہ میں ہے ' اور جسقدر جلد ممکن ہو تشریف آوری کے ارادہ سے سیکرٹری مذکور کو غایت درجہ ۱۵ دسمبر تک مطلع کرنا چاہیے - تاکہ انتظام میں آسانی ہو -

خواجہ فیاض حسین
جائینٹ سکریٹری رسپشن کمیٹی آگرہ

اصطلاحات علمیہ

اسماء علوم

(از جناب مولوی ابوالمکارم فضل الوہاب صاحب سپرنٹنڈنٹ بیلی ہوسٹل - کلکتہ)

اصطلاحات علمیہ کے سلسلے میں مولوی صاحب ممدوح نے اسماء علوم کی ایک اور فہرست مدون فرمائی ہے، اور غالباً اس سے انکا مقصود یہ ہے کہ تمام مشہور و معروف و مروج علوم کے اسماء بھی مرتب ہو جائیں -

جناب ممدوح کا ذوق علمی و شوق خدمت لغۃ و علم مستحق صد تحسین ہے - اور امید ہے کہ وہ اس سلسلے کو جاری رکھیں گے -

البتہ بعض اسماء علوم جو انہوں نے وضع کیے ہیں، انکی نسبت مجھے چند امور عرض کرنا ہے - بالفعل بعجلت انکی فہرست کا پہلا نمبر درج کردیتا ہوں - دوسرے نمبر کے آخر میں جو کچھ عرض کرنا ہے، پیش کرونگا -

No.	English	عربی
1	Acoustics	علم الاصوات
2	Aerology	علم الهواء
3	Aeronautics	علم السفر في الهواء
4	Agriculture	علم الفلاحة
5	Amphibology	اشتباه الكلام
6	Analytics	علم البيان
7	Biography	تذكره
8	Caligraphy	علم الكتابة
9	Cardiology	علم القلب
10	Casuistry	علم الفقه
11	Chirography	علم الخط
12	Chirology	علم التكلم بالاشارات
13	Chirurgery	علم الجراحة
14	Chorography	علم آثار البلاد
15	Chromatics	علم الالوان
16	Chronology	علم تقويم التواريخ
17	Comparative Anatomy	علم التطبيق الاعضاء
18	Conchology	علم الاصداف
19	Craniology	علم الجمجمة
20	Divinity	علم اللاهوت
21	Demonology	علم الشياطين و الجن
22	Demology	علم اصطلاحات الممالك
23	Demography	
24	Diplomacy	
25	Doxology	سجله
26	Ecclesiology	علم بناء الكنائس
27	Eclectics	علم اصول التفضيل
28	Economics	علم الادارة
29	Education	التعليم
30	Erpetology	علم الهوام
31	Etymology	علم الصرف
32	Political Geography	جغرافية الملكية
33	Physical Geography	جغرافية الطبيعية
34	Glossology	علم الشرح الكلمات
35	Harmonics	علم القواعد الالحان
36	Heliography	علم ضوء الشمس
37	Hieroglyphics	علم قلم المصريين القديم
38	Homœpathy	علم تطبيب المثل بالمثل
39	Homiletics	فن الوعظ
40	Horticulture	علم فلاحة الجنينات
41	House-keeping	تدبير البيت
42	Hydraulics	فن رفع الماء
43	Hydrodynamics	
44	Hydrometry	فن وزن المياه
45	Hydropathy	علم مداواة بالماء
46	Hygrometry	علم رطوبة الهواء
47	Ichnograph	رسم قاعده بناء
48	Iconography / Iconology	علم الرسم و التصوير
49	Ideology	علم التصديقات
50	Jurisprudence	علم الفقه
51	Lexicography	علم اللغة
52	Lithography	علم الطبع بواسطة الحجر
53	Lithology	علم الطبع بالاحجار
54	Logarithm	علم نسبة الاعداد
55	Martyrology	تاريخ الشهداء
56	Mesmerism	علم المغناطيسية في الحيوانات
57	Mnemonics	علم الحافظة
58	Moral Philosophy	فلسفه اخلاقيه
59	Mysticism	تصوف
60	Mythology	اساطير الجاهليه
61	Natural Theology	علم الكلام الطبيعي
62	Navigation	الملاحة
63	Necromancy	السحر
64	Neology	القول بالعقل بدون الوحي
65	Rationalism	
66	Numismatics	فن تشخيص المسكوكات
67	Obstetric	فن القبالة
68	Oneiromancy	علم التعبير
69	Oratory	بلاغة
70	Osteogeny	علم تكوين العظام
71	Ourology / Ouroscopy	تفسره
72	Paleography	علم الخط القديم
73	Paleology	
74	Paleontology	فن المتحجرات
75	Palilogy	ترجيع الكلمة
76	Palmistry	علم الكف
77	Philology	علم الالفاظ
78	Photometry	علم درجات النور
79	Phraseology	عبارة - اصطلاح
80	Phonetics	علم الاصوات
81	Physic	علم الطب
82	Polemics	مباحثه
83	Politics	علم السياسة
84	Pomology	فن تربية النبات
85	Pyrotechnics	علم صناعة العاب البارود
86	Sarcology	علم اللحوم
87	Sculpture	فن النقش
88	Statics	علم الاثقال
89	Statistics	فن وضع الجوائز
90	Stenography	خط الاشارات
91	Symbology	فن التشبيه
92	Tautology	تكرير الالفاظ
93	Theosophy	الصوفيه
94	Therapeutics	علم الطب
95	Topography	علم البلدان
96	Toxicology	علم السموم
97	Tradition	الحديث

مراسلات

البصائر

ادارۂ سیرۃ نبوی

از جناب حکیم غلام غوث صاحب طبیب خانپور ریاست بہاولپور

ریا کو ارباب صفا شدید ترین شرک سے شمار کرتے ہیں اور ریا اوس حالت کو کہتے ہیں جبکہ انسان خدا کی مرضات کیلیے نہیں بلکہ انسانوں کو دکھانے کیلیے کام کرنے لگتا ہے - فی الحقیقت یہ شرک اعظم ہے کہ خدا سے زیادہ لوگوں کو عزیز تر سمجھنا لازمی ہو جاتا ہے ' اور خدا سے روگردانی کرکے لوگوں کی طرف دل کو رجوع کرنا پڑتا ہے - اسیطرح رسوخ پیدا کرنے یا کسی کو اسی بات سے خوش کرکے کام نکالنے میں تصنع یا مدح سرائی بھی ایک نوع کا شرک ہے ' کیونکہ اسکے لیے بھی ممدوح کو بڑھانا اور اوسکے اندر اپنی عظمت و جبروت کا خیال پیدا کرانا اور اپنے وجود میں عبودیت دیکھا کا اثر ڈالنا پڑتا ہے لہذا حدیث شریف میں ہے : احثوا التراب فی وجوه المداحین -

بروت صنم شود همچو زرر معلومست
که با که باختهٔ عشق در شب دیجور ؟

یہ سب کچھہ صحیح ہے مگر ساتھہ ہی اسکے کسی کے احسان کا شکر ادا نکرنا بھی ربسا ہی گناہ ہے - کیونکہ محسن کا مادۂ جود و احسان صورت حاصل کرنے سے بیکار ہوجاتا ہے - یعنی حوصلہ پست اور همت ٹوٹ جاتی ہے - حقیقت میں محسن کا شکر یہ خدا ہی کا شکریہ ہے - اگر خدا محسن کو نعمت نہ دیتا ' اگر نعمت دیتا مگر توفیق نہ دیتا تو احسان کہاں سے وقوع پذیر ہوتا ؟ من لم یحمد الناس لم یحمد الله -

حمد را با تو نسبتی ست درست
بر در هر که رفت ' بر در تست !

میں مدت سے (الهلال) کے مطالعہ سے مستفیض و مستفید ہوں - بے مبالغہ و تکلف اور بغیر تصنع و ریا و رنا ' مگر بطریق سپر و تشکر عرض کرتا ہوں کہ اسلامی قلوب کی زنگ خوردہ حالت کے لئے اگر کوئی صیقل ہے تو یہی الهلال ' اور حرارت افسردۂ مذہبی کے واسطے اگر کوئی آلہ نفس و دمیدنی ہے تو یہی الهلال !!

صاحب الهلال کی وسعت ارادہ و قوت عملی کو دیکھکر حیرت طاری ہوتی ہے - جب اس نفس نفیس سے ہدایت کی نسیم مقدس آتی ہے تو زمانۂ صحابہ کرام یاد آجاتا ہے - جسوقت اصلاح امور شرعی کیلیے کھڑا دیکھتے ہیں تو ائمۂ سلف کا نمونہ آنکھوں کے آگے پھر جاتا ہے - جب اس وجود با وجود کو آہ و بکا میں پاتے ہیں تو صوفیۂ صافیہ کی خوش بو آنے لگتی ہے - پھر لطف یہ کہ با ایں ہمہ کمالات و فضائل معروفہ ' طرز بیان کی بہار گل ہائے رنگا رنگ ہے - انشاء بلاغت سحر کار اور اعجاز بیان بین اعجاز ہے - و لله در ما قال :

لیس علی الله بمستنکر
ان یجمع العالم فی واحد !

صاحب الهلال کی مشکلات کا صحیح اندازہ تو کون کرسکتا ہے ؟ تاہم جانتا ہوں کہ انکو تدبیر امور اسلامیہ و تفکر اصلاح ملیہ نے گھیر لیا ہے اور ہر طرف سے مجبور و نعل در آتش کر رکھا ہے - لیکن کاش اونہیں یہ بھی معلوم ہوتا کہ ان کے کار ہائے نمایاں بہت کچھہ کام کر گذرے اور بہت کچھہ کر رہے ہیں - جناب مولانا کی محبت اب خدا و رسول اور اسلام کی محبت سمجھی جاتی ہے - صحیفۂ الهلال کی محبت قرآن و حدیث و آثار صحابہ کی محبت خیال کیجاتی ہے - سچ ہے :

حمد را با تو نسبتی ست درست
بر در هر که رفت ' بر در تست

حضرت مولانا ! روے سخن آپکی طرف ہے - آپکو یاد ہوگا کہ جس زمانہ میں جناب نے الندوہ کا اعلان شائع فرمایا تھا ' تو سب سے پہلے بندہ ہی نے لبیک و سعدیک پکار کر عرض کیا تھا کہ نہایت مبارک ارادہ ہے - خدا مبارک کرے اور برکت دے - ارادے کے پورا کرنے میں جلدی کیجیے :

تماشا کن جو بنیادش نہادی

نیز مشورہ کے طور پر لکھا تھا کہ الهلال سیاسی معاملات کیلیے کافی ہے - البیان کو (جسکا اب نام نامی البصائر ہے) مذہبی امور کیلیے رکھا جائے - مجھے یاد ہے کہ جناب نے میری التماس کو منظور فرمایا تھا -

آج الهلال میں ذکر مجالس مولد اور ادارۂ سیرۃ نبوی کا ارادہ و مضمون بشارت افروز و مسرت اندوز ہوا - جوش محبت کا توران اور شوق کا ہیجان یہاں تک پہونچا کہ کچھہ عرض کرنے کیلیے پھر مجبور ہوگیا - امید کہ اگر جوش جنون کار میں خلاف منشا و مصلحت کچھہ سرزد ہو ' تو معذور سمجھا جاؤنگا

شوق نشناسد همی هنگام را

میری راے میں اس مضمون کے لیے الهلال سے البصائر زیادہ موزوں ہے - دنیا کے نظام و قوام کیلیے تقسیم عمل ضروری ہے -

جیسا کہ رات اور دن - تدبیر معاشرت و تفکر آخرت - سکون و حرکت دن کے لیے ' آرام و مکان رات کے لیے - معاشرت کے لیے ساز و سامان ' آخرت کے لیے سرور و محبت - سونے کے لیے فرش ' حرکت کے لیے میدان - پس اسی بنا پر الهلال و البصائر کو بھی الگ الگ حصہ دیا جاے - سیاسی معاملات کے لیے الهلال اور دینی امور کیواسطے البصائر خاص ہونے چاہییں - گویا وہ دنیا میں موجب صلاح ' اور یہ آخرۃ میں سبب فلاح : ربنا آتنا فی الدنیا حسنة و فی الآخرۃ حسنة !!

بلکہ میرے نزدیک تو بہتر و بہتر ہے کہ افتتاح البصائر کا خطبات مجالس مولد ہی کے بنا پر سیرۃ نبوی سے کیا جاے ' تا کہ موجب نزول رحمت و باعث برکت ہو -

اگر اس تحریر سے جناب کا اتفاق ہوجائے تو نیک تفاؤل ہے - اس سے یہ غرض نہیں کہ الہلال کو دینی مضامین سے بالکل خالی کردیا جائے - بلکہ مقصود یہ ہے کہ الہلال میں اکثر مضامین سیاسی اور قلیل مذہبی ہوں - البصائر میں قاطبۃ امور دینیہ کی بحث ہو تاکہ :

درکفے جام شریعت درکفے سندان عشق

کی مثل صادق آجائے -

البصائر کو پرتو الکتاب کے لیے جلد کھڑا کیا جائے - کہ در انتظار مطالعہ طلوع البصائر چشم جہان رو بتاریکی می آرد - والسلام -

الهـــلال :

شیخ عبد الوہاب شعرانی المصری نے اپنی ایک کتاب میں اُن احسانات و نعائم الہیہ کو جمع کیا ہے' جو انپر حضرۃ حق سبحانہ نے مبذول فرمائیں - اسکا نام کتاب المنن ہے اور معروف و عام ہے - ملاحظہ فرمائی ہوگی - وہ لکھتے ہیں کہ ایک بہت بڑا احسان اللہ تعالی کا کسی بندے پر یہ ہے کہ اُسے ایسے احباب و رفقا میسر آئیں' جو اُسکے کاموں کو سمجھیں' اسکی جانفشانیوں اور محنتوں کی قدر کریں' وہ جس جام کیفیت و ذوق سے سرشار ہو' اسکا ایک ایک جرعہ اُسکی طرح' اسکے دوستوں کو بھی نصیب ہو' تا وہ اُس عالم سے بیخبر نہ رہیں' جسکی خبر پانے کیلیے کیف و حال شرط ہے' نہ کہ قیل و قال :

قـــدر ایں بادہ ندانی بخـــدا تا نچشی

میں کہتا ہوں کہ اگر علم و عمل' فضل و کمال' اور اہلیت و صلاحیت کے ساتھہ ارباب ذوق اور قدر شناساں کار کا میسر آنا ایک مخصوص احسان الہی ہے' تو پھر اُس شخص کیلیے آپ کیا کہتے ہیں جسے بغیر ہیچ گونہ اہلیت و صلاحیت' و بغیر حصول مقام علم و عمل' و خدمت حق و ملت' اس مقام رفیع و مرتبۂ جلیل سے حظ وافر نصیب ہو؟ غیر ازیں نہ ایں جا کار بہ فضل ست نہ باستحقاق :

بر من منگر' بر کرم خویش نگر!

اگر شیخ شعرانی پر اللہ تعالی کا یہ احسان تھا کہ انہیں ایسے احباب و رفقا ملے' جو انکے علم و فضل کے قدر فرما اور انکے عمل و تقوی کے مرتبہ شناس تھے' تو الحمد للہ کہ یہ عاجز اپنے ساتھہ اس سے بھی بڑھکر فضل الہی کی ایک بوالعجبی رکھتا ہے - یعنی با وجود جہل و بے مائگی' بندگان الہی مدحت طراز ہیں' اور با وجود بے عملی و سیہ کاری' مومنین مخلصین دوست دار!

نصیب ماست بہشت اے خدا شناس برو
کہ مستحق کرامت گنـــاہگارانند !

جناب کے رسائل و مکاتیب ہمیشہ جس حسن ظن کرہمانہ سے لبریز ہوتے ہیں' اسکو بھی اسی عالم کا نتیجہ سمجھتا ہوں - مگر حقیقت یہ ہے کہ اگر مالک کی نظر صرف اپنے کرم و فضل پر ہو تو غلام کو بھی چاہیے کہ ہمیشہ اپنے قصور و خطا پر نظر رکھے - الہلال کا تذکرہ فرماتے ہوے جن خدمات اور انکے نتائج کی طرف جناب نے اشارہ فرمایا ہے' اصل مقصد کو سامنے رکھکر دیکھیے تو وہ کیا حقیقت رکھتے ہیں؟ جس منزل کیلیے شبانہ روز پیہم سفر کی ضرورت ہو' وہاں اگر دو چار قدم آہستگی سے اٹھے بھی تو مستحق التفات نہیں - پس میری داستان اگر خود میری زبانی سننا چاہتے ہیں تو سن لیجیے - نہ تو علم و کمال میسر ہے اور نہ عمل و خدمت' نہ جامعیت ہے اور نہ فردیت' نہ تو ادعا ہے اور نہ انتظار مزد و تحسین - اپنی اصلیت و حالت سے باخبر اور اپنی بے مایگیوں سے نا واقف نہیں ہوں - ہاں صرف ایک چیز ہے کہ اُس کا ادعا ضرور ہے' اور صرف وہی ہے کہ اسکی استقامت و قرار کیلیے ہمہ وقت مضطر و بیقرار ہوں - یعنی اگر میرے ہاتھہ جام لبریز سے خالی ہیں تو دل تشنگ نہیں ہوں' کیونکہ حلق ذوقِ تشنگی سے بھی مالا مال ہے' اور اگر صداے سیرابی نہیں رکھتا تو ممگین نہیں' کیونکہ الحمد للہ کہ فغان و شیون' تشنگی کی صداقت سے خالی نہیں' اور میں سچ سچ کہتا ہوں کہ جہاں آگ نہیں جلتی وہاں دھواں بھی نہیں ہوتا' اور اگر دھواں اُٹھہ رہا ہے تو یقین کیجیے کہ آگ بھی ضرور موجود ہے :

در خرابات نہ دیدستی خراب
بادہ پنداری کہ پنہاں می زنم

(١) آپنے البصائر کا تذکرہ کرکے ایک ایسے تار کو چھیڑ دیا ہے جو اگر اپنا نوحۂ غم شروع کردے تو تعجب نہیں کہ تمام رات اسکے ایک ہی حرف ماتم میں ختم ہوجاے :

قدرے گرید و ہم بر سر افسانہ رود!

میرا موجودہ اعتقاد یہ ہے کہ زندگی صرف کام کرنے کیلیے ہے' یہاں تک کہ قلم و کاغذ ہی کی رفاقت میں پیام اجل کا بھی استقبال کرے - لیکن آپ جانتے ہیں کہ انسان اپنے دماغ اور ارادے کو تو سب کچھہ بنا دے سکتا ہے' پر اپنے جسم کو کیا کرے؟ بار بار اپنی حالت کا دکھڑا رونا ٹھیک نہیں' مگر البصائر کی اشاعت کا با وجود اعلان عام' اب تک وجود میں نہ آنا' ایک ایسا داغ خجالت ہے' جو مجبور کرتا ہے کہ کچھہ نہ کچھہ حق معذرت خواہی میں عرض حال کی اجازت پاؤں - میں فطرۃ کمزور جسم و قوی رکھتا ہوں - اسپر خود بھی صحت سے محروم اور پھر ایک ایسے دائم المرض بستر کا دائمی تیمار دار' جسکی تکلیفوں کے معائنہ کی طاقت کا رشتہ با وجود پیمان صبر و شکر' بسا اوقات ہاتھہ سے چھوٹ جاتا ہے اور علم اللہ' کہ اپنے دل میں اسکی ایک ایک صداے کرب کیلیے کئی کئی خونچکاں زخم رکھتا ہوں - لیکن انسان کہ بندۂ علائق و محبت ما سوی اللہ ہے' رونا جانتا ہے مگر کسی کے دکھہ کو دور نہیں کرسکتا - پھر بے شمار دیگر صدمات و مصائب مستمرہ ہیں جنکی تشریح لا حاصل ہے' اسپر مستزاد یہ کہ اپنے کاموں میں رفقاء کی اعانت سے بکلی محروم اور اپنے سفر میں یکۂ و تنہا چھوڑ دیا گیا ہوں - جو لوگ باہر سے میرے اچھے برے کاموں کو دیکھہ رہے ہیں' کاش میں انہیں دعوت دے سکتا کہ کبھی میرے بیت الحزن کی طرف بھی ایک مرتبہ قدم رنجہ فرمائیں' اور ایک شبانہ روز یہاں بسر کرکے دیکھیں کہ یہ سب کچھہ جو ہو رہا ہے' کیسی کیسی عزم شکن اور زہرہ گداز گرفتاریوں میں ہو رہا ہے؟ اور پھر اُس حسن و جمال کی بخشش تعبیر کو بھی دیکھیں کہ کیسی کچھہ سحر کار و عقل فراموش ہے جو اپنے ایک نگہ غلط انداز سے مسحور و بیخود کرکے جو کچھہ چاہتی ہے' جاندادگان نظارۂ جمال سے کرا لیتی ہے!

انما اشکو بثي و حزني الى الله و اعلم من الله ما لا تعلمون!

الى الله اشكـــوا ما ألاقى من الهـوى
بلبلى' ففي قلبـــي جوى و حريق!
كان فـؤادي فـــيه مـــور بقـــادح
و فيــه لهيـــب ســـاطع و بروق!
اذا ذكرتهـــا النفس' ماتت صبـــابة
لهـا زفـــرة قتـــالـــة و شهيـــق!
و قـــد صرت مجنوناً من الحب هائمـــاً
كانى عـــان في الـقيـــود وثيـــق!

اظل فی ریح العشق ما اطعم الکری
و للقلب مني رنة و خفوق !
یری حبها جسمي وقلبي و مهجتي
فلم یبق الا اعظم و عروق !

پھر اِن تمام موانع و علائق کے ساتھ اور تمام باتوں سے قطع نظر کیجیے - صرف ایک الہلال ہی کی تحریر و ترتیب ' و فکر تدوین و فراہمی جمیع جزئیات و متعلقات پر نظر ڈالیے کہ کس قدر محتاج اعانت و رفاقت ہوں اور پھر اس سے بکلی محروم ؟ اگر الہلال سے مقصود اردو پریس کی موجودہ نظیر کی کوئی چیز ہوتی تو شاید میں روز شام کو ایک مرتب و مدون الہلال پیش کردیتا - ایک لیڈنگ آرٹیکل اور چند نوٹ بسی نہ کسی طرح لکھ ڈالے اور باقی کیلیے خبریں اور مراسلات کاتب کے حوالہ کیں - پورا اخبار مرتب ہوگیا -

یہاں تقریباً ہر سطر ایڈیٹوریل ہے اور تقسیم ابواب و فصول مضامین ایک وقت میں متعدد افکار و اقلام کے محتاج - یورپ میں اس طرح کے رسائل جو نکلتے ہیں ' تو کم از کم انکے ادارۂ قلم تحریر (ایڈیٹوریل اسٹاف) میں ایک ایک باب کیلیے ایک ایک شخص مستقل مقرر ہوتا ہے ' جسے ہفتہ بھر سوا اپنے موضوع کے اور کسی چیز کی فکر نہیں ہوتی - مجھے ایک شخص بھی ابتک ایسا میسر نہوا ' جس کے سپرد کوئی ایک باب کردوں اور پھر بالکل مطمئن ہو جاؤں کہ میری شرکت وقت کی اُس میں کسی طرح احتیاج نہ ہوگی -

کہتے ہیں کہ محبت ' روپیہ ' اور تلاش ' ایسے اجزا ہیں جو اگر جمع ہو جائیں تو پھر کوئی شے نہیں جو میسر نہ آئے - مگر میرا تجربہ تو اس بارے میں اس سے بالکل مختلف ہے - معاوضۂ مالی کے لحاظ سے قصور نہیں کرتا ' اور شاید اردو پریس کے انتہائی پیمانۂ مالی سے بھی بلند ترکیلیے ہر وقت طیار ہوں - تلاش ابتدا سے جاری ہے اور محبت ' و خدمت و سلوک کی نسبت کیا کہوں ؟ یقین کیجیے کہ اگر کوئی ہوشیار ایک ادنی سی نظر التفات بھی رکھے تو میرا دل میرے پہلو میں نہیں بلکہ ہتیلی پر ہے :

گوہر دل بار نیساں را نمی افتد بدل
ورنہ من صد بار در راہ نثارش داشتم !

(۲) اس حالت کا نتیجہ یہ ہونا تھا کہ اسباب کو مہیا نہ پا کر ارادوں کو بھی خیرباد کہوں : لا یکلف اللہ نفساً الا وسعها - لیکن مشکل یہ ہے کہ اسباب ظاہری دماغ کے ارادے کو ضعیف کرسکتے ہیں ' مگر دل کے اٹھے ہوے جوش کو تو نہیں روک سکتے ؟ باہر کی دقتیں جتنی بڑھتی جاتی ہیں ' یقین فرمائیے کہ دل کا جوش بھی اتنا ہی زیادہ ہوتا جاتا ہے :

اذا ہي زادت في التوبي ' زاد في الهوى
فلا قلبه یسلو ولا هي ترحم !

تمام مجبوریوں کو دیکھتا ہوں لیکن ساتھ ہی یہ بھی جانتا ہوں کہ سمندر کی طغیانیاں ہمیشہ سے ایسی ہی رہی ہیں جیسی کہ اب ہیں - جو ڈوب گئے ' انکے ساتھ سمندر کو کوئی خاص دشمنی نہ تھی ' اور جو پیرکر کنارے تک پہنچ گئے ' انکے لیے سمندر نے اپنے خواص بدل نہیں دیے تھے - جو پیرنے والے تھے وہ ہاتھ پاؤں ہلاکے کسی نہ کسی طرح کنارے تک پہنچ ہی گئے ' اور جنکی ہمت نے جواب دیدیا وہ بالاخر نہنگ و ماہی کی غذا بننے کیلیے اسکے اندر ہی رہگئے - کام کرنے والوں کیلیے مصائب علائق و حیات انتہا نہیں ہو سکتے -

(۳) کسے معلوم ہے کہ کتنے ولولے ہیں جو اٹھتے ہیں اور انہیں دل سے زبان تک پہنچنے کی مہلت بھی نہیں دی جاتی کہ وقت دوسرا ' اور موسم موافق نہیں :

کہ اہل شوق عوام اند و گفتگو عربی ست

لیکن ایک مخصوص دینی رسالہ کے خیال کو ضبط نہ کرسکا کہ ضرورت اشد شدید نظر آئی - الہلال میں جب کبھی کسی دینی و علمی موضوع پر کچھہ لکھتا ہوں تو قلت ضخامت و تنوع مطالب کے خیال سے قدم قدم پر دامن قلم اولجھتا ہے اور مجبوراً ارادوں کو ملتوی کردینا پڑتا ہے - سب سے بڑی مقدم شے یہ ہے کہ قرآن حکیم کے متعلق بے اختیار جی چاہتا ہے کہ نہایت کثرت سے ہر پہلو پہ بحث کیجاے ' اور صدہا مباحث و معارف ہیں جو اسکے متعلق پیش نظر ہیں ' بلکہ بہت سے بصورت تحریر مدون بھی ہوچکے ہیں ' مگر انکی اشاعت کا کوئی ذریعہ نہیں -

ضرورت ہے کہ ایک ہی وقت میں قرآن حکیم کو مختلف اشکال بحث و معارف میں اس طرح پیش کیا جاے کہ اسکے جمال عظمت کا نظارہ عام ہو جاے

غرضکہ انہیں حالات کی بنا پر پہلے باسم البیان اور پھر البصائر اسکا اعلان کیا گیا -

ارباب تجربۂ و کار جانتے ہیں کہ اس قسم کے کاموں کیلیے تحریر مقالات و تالیف مضامین سے زیادہ صرف وقت کی چیز مخصوص ترتیب اور اسکی ذمہ داری ہوتی ہے - میں نے البصائر کا اعلان تو کردیا کہ کسی نہ کسی طرح اسکے لیے بھی وقت نکال لونگا - لیکن پھر اپنی حالت کو دیکھا تو معلوم ہوا کہ موجودہ اشغال نے جو حالت مصروفیت و انہماک کی کر رکھی ہے ' اب وہ اس آخری درجہ تک پہنچ گئی ہے کہ اگر تھوڑا سا بھی کام اپنے ذمہ اور لے لیا تو کام تو کسی نہ کسی طرح ہو رہیگا لیکن ساتھہ ہی رات کے چند گھنٹے جو آرام کے بمشکل میسر آجاتے ہیں ' اُسسے بھی محروم ہو جاونگا - و قال اللہ سبحانہ : ولا تلقوا بایدیکم الی التهلکة -

پس کسی قدر متوقف ہوا کہ اگر الہلال کیلیے نہیں تو کم از کم البصائر ہی کیلیے اتنی اعانت میسر آجاے کہ کم از کم اسکی ترتیب اور ذمہ داری ہی سے سبکدوش ہو جاؤں - اسی فکر و انتظار میں ادھر کئی مہینے صرف ہوگئے ' لیکن بالاخر نتیجہ یہی نکلا کہ اپنے سوا نہ کسی اور کا انتظار کیجیے ' اور نہ کسی دنیا کا امیدوار اپنے دل کو مفتون بنائیے !

(۴) یہی سبب ہے کہ البصائر کا اعلان الہلال میں روک دیا گیا کہ اس بارے میں احباب کرام سے میری شرمندگی حد تحمل سے گذر چکی تھی -

(۵) موجودہ حالت یہ ہے کہ سب سے پہلے احباب کرام سے بکمال اسف و ندامت خواستگار معافی ہوں کہ اشاعت البصائر کا اعلان ایفاے عہد سے قاصر رہا - اسکے بعد جو کچھہ عرض کرسکتا ہوں وہ یہ ہے کہ جن کاموں کا اُس مسبب الاسباب نے اس عاجز کی زبانی اعلان کرا دیا ہے ' یقین ہے کہ اُنکی تکمیل کی بھی توفیق مرحمت فرمائیگا ' اور مجھے اپنے بندوں کی نظروں میں شرمندہ و رسوا نہ کریگا - میں الحمد للہ کہ خود ہی اپنے کاموں کو انجام دے رہا ہوں اور دونگا - اسکے مصلح کارساز کے جو کرشمے دیکھہ رہا ہوں ' اُسکی دوسروں کو خبر نہو ' مگر دیکھنے والا تو منکر نہیں ہوسکتا - میں نے البصائر کا اعلان کیا ہے تو انشاء اللہ یہ اعلان کبھی ذلیل و شرمندہ نہوگا - بعدم تعیین وقت کے کہتا ہوں کہ جلد سے جلد البصائر کو جسکا اعلان ہوچکا ہے ' اور وہ بھی

جس کا اعلان نہیں ہوا ہے ' پیشکش ارباب ذوق و بصیرۃ کرونگا - یہ سچ ہے کہ بہ حسب ظاہر میری حالت مزید محنت و صرف دماغ کی امید نہیں دلاتی ' لیکن اگر دنیا کی نظر میرے ضعف و بے سروسامانی پر ہے ' تو میری نظر بھی کسی کی بخشش بے ساماں پر ہے - میری حالت کے دیکھنے والے مایوس ہوں ' پر میں جسے دیکھتا ہوں وہ اپنے دیکھنے والوں کو کبھی بھی مایوس نہیں کرتا ! و للہ در ما قال :

گرچہ خوردیم نسبتے ست بزرگ
ذرۂ آفتـــاب تـــابـــائیـــم !

اگر اُس رب کریم نے چاہا تو ددا کے صفحۂ اعمال میں ایک نئی نظیر کا اضافہ ہوگا اور خدا دکھلا دیگا کہ اگر اسکی مدد شامل حال ہو' تو ایک گرفتار مصائب و الودۂ علائق ہستی تن تنہا بہ یک وقت کتنے کام کرسکتی ہے ' اور پھر کس طرح اُن میں سے ہر ملم کو بہ جلوۂ خاص و بہ حسن اختصاص انجام دیتی ہے ؟

مبین حقیر گدایان عشق را ' کین قوم
شہان بے کمرو خسروان بے کلہ اند !

(۶) " ادارۂ سیرۃ نبوی " کی نسبت غالبا جناب نے یہ خیال فرمایا ہے کہ اس عاجز نے قائم کرنے کا ارادہ کیا ہے ' مگر اُس مضمون سے یہ مقصود نہ تھا - " ادارۂ سیرۃ " تو کئی سال سے تحت ادارۂ جنـاب مولانا شبلی قائم ہے اور سیرۂ کبیـر کی تدوین میں مصروف ' میرا مقصود صرف یہ تھا کہ عام رسائل و خطبات سیرۃ کے کام پر بھی توجہ کی جاے -

خود اس عاجز نے اپنی نسبت صرف اسقدر وعدہ کیا ہے کہ اگر ربیع الاول قادم تـک کسی بزرگ نے توجہ نہ فرمائی تو انشاء اللہ چند مقالات بطور خطبات سیرۃ لکھنے کی کوشش کرونگا - یہ خیال نہایت بہتر ہے کہ البصائر کا آغاز اسی سے ہو - و الا مر بیدہ سبحانہ -

(۷) آخر میں جناب کے اظہار حسن ظن و لطف و کرم کیلیے مکرر شکرگذار ہوں - نیز معافی خواہ کہ اس تقریب میں اپنی داستان غم چھیڑنی پڑی اور کئی کالم اسمیں ضائع کیے :

ہفت آسمـان بگردش و ما درمیـانہ ایم
غالب دگر مپرس کہ بر ما چہ می رود ؟

و افوض امری الی اللہ - ان اللہ بصیر بالعباد !

اعـانۂ مہـــاجـرین عثمـانیـہ

اسعد پاشا پرسیڈنٹ سوسائٹی نوآبادی مہاجرین اناطولیہ کا ایک تار ۳ - دسمبر سنہ ۱۹۱۳ کو موصول ہوا ' جس میں صاحب موصوف نے باحوصلہ مسلمانان ہند کے حوصلہ وہمت کا واسطہ دلاکر قوم سے اپیل امداد مالی کی بابت فرمائی ہے -

جناب کو یاد ہوگا کہ عند الملاقات آپ سے یہ طے پایا تھا کہ بلاد ہند کے دورہ میں جناب اور ہم سب مہاجرین کے امداد کیلیے چندہ کی تحریک کما ینبغی ملکر کرسکے -

مگر جو وقت اسکے لیے موضوع تھا وہ وقف پریشانی ہی رہا - اور ابتک حوادث زمانہ نے اسکی مہلت نہ دی کہ مسلمانان ہند کسی اور طرف اپنے خیالات کو منعطف کریں -

اس انتظـار نے بہت وقت ضایع کردیا ' اور اب وہ وقت آگیا کہ صدہا خـاندان ترک مہـاجرین کے مسلمانان ہنـد کے امداد و اعـانت کے بھروسہ پر ردالی خیموں میں بے سروسامانی سے موسمی شدت سرما کا مقابلہ کر رہے ہیں - ابتک انکو صرف شدت سرما ہی کا مقابلہ ہے - آیندہ جو وقت آنیوالا ہے وہ اس سے کہیں زیادہ سخت مشکل ہوگا - تقریباً اگلے مہینہ اوائل جنوری میں برف انکو اس قابل بھی نچھوڑیگی کہ کسی اعانت و امداد کے مستحق ہوں ' یا کسی کو انکے ساتھہ سلوک و اعانت کا موقع ملے - تعمیرات شروع ہوگئی اور تقریباً نصف تـک انجام بھی ہوچکی ہے -

اب اگر اسوقت انکو مالی امداد نہ پہنچی ' تو نصیب دشمناں انکو وہی روز بد دیکھنا ہوگا ' جو انسے پہلے برف باری کے نذر ہوجانے والے خاندانوں کو دیکھنا پڑا تھا -

مسلمانان ہند کی حمیت سے ہرگز اسکی امید نہیں کہ وہ اس الزام کو ا

نازت بکشم کہ نازکینی

کہکر اپنے سر لینے کے لیے تیار ہوں نہ انکے دلاے ہوے حوصلہ اور بڑھائی ہوئی ہمت پر بڑھکر خاندان ہاے ترک برف اور سرما کی بھینٹ چڑھجائیں - وہ تار یہ ہے :

Constantinople.

DR. ANSARI

COMRADE, DELHI.

Colony needs money badly send funds quickly

ESSAD

خاکسار مختار احمد - انصاری دہلی

آل انڈیا مسلم لیگ کا سالانہ اجلاس

اس سال آل انڈیا مسلم لیگ کا سالانہ اجلاس آگرہ میں بتاریخ ۲۹ - ۳۰ دسمبر سنہ ۱۹۱۳ع منعقد ہوگا - پہلا اجلاس گیارہ بجے دن سے شروع ہوگا -

دسمبر میں آگرہ کی آب و ہوا نہایت سرد ہوگی اسلیے چاہیے کہ موسم سرما کے کافی لباس و بستر کے ساتھہ تشریف لائیں -

ممبروں کے قیام و طعام کا انتظام میٹرو پول ہوٹل آگرہ میں کیا گیا ہے - ممبروں کی خوراک کی قیمت حسب ذیل ہوگی :-

انگریزی کھانا	۳ روپیہ	یومیہ
ہندوستانی کھانا	۲ روپیہ ۸ آنہ	یومیہ
ملازموں کا کھانا	۸ آنہ	یومیہ

لیکن اُنہیں ممبروں کے قیام وطعام کا انتظام ہمارے ذمہ ہوگا ' جو اپنی تشریف آوری سے ۲۰ دسمبر سنہ ۱۹۱۳ ع تـک ہمیں مطلع فرماویں -

کمیٹی نے ممبروں کے استقبال کا انتظام آگرہ فورٹ اور آگرہ سٹی اسٹیشنوں پر کیا ہے لہذا مناسب ہوگا کہ جناب انہیں دونوں اسٹیشنوں پر تشریف لائیں جہاں آپکو سواری اور والنٹیر ہر وقت مل سکینگے ' اسکے علاوہ اگر کسی اور اسٹیشن پر آپ اترنا چاہیں تو ۱۵ دسمبر سنہ ۱۹۱۳ ع سے قبل اپنے ارادہ سے مطلع فرماویں -

و زیٹروں سے حسب ذیل فیس داخلہ لیجائیگی :-

درجہ خاص	۱۰ روپیہ	دونوں دن کیلیے
درجہ اول	۵ روپیہ	دونوں دن کیلیے
درجہ دوم	۳ روپیہ	دونوں دن کیلیے
درجہ سوم	۲ روپیہ	دونوں دن کیلیے

سید نظام الدین شاہ

آنریری سیکریٹری رسپشن کمیٹی آل انڈیا مسلم لیگ

اطـلاع جـدیـد

چند صوبوں کے مسلمانوں کی خواہش سے اجلاس کی تاریخیں بدل دی گئیں اب ۲۹ - ۳۰ - کی جگہہ - ۳۰ - ۳۱ - دسمبر کو منعقد ہونگی -

یتیمـونکـي فـــریاد

حسیني یتیموں کي دل هلا دینے والي فریادیں اگرچه مومنین کے گوش دلمیں برابر آیا کرتي هیں اور کوئي وقت ان آوازوں کے لیے معین نہیں لیکن محرم کا زمانه جیسي خصوصیت کے ساتھه ان آهوں کي یاد تازه هونے کے لیے مخصوص هے ' اسکو مومنین کے قلوب هي خوب جانتے هیں - هر ایک دل میں ان کي اعانت و جاں نثاري کا ولوله ' اور هر زبان پر یالیتني کنت معهم فافوز فوزاً عظیماً کا نعره بلند هے ' اور هر آنکهه ان کربلائي مصیبت زده یتیموں کے لیے خوں کے آنسو رو رهي هے اور هر مومن ان کي همدردي رجاں نثاري کا موقع نه پانے سے مثل اپنے امام عصر عجل الله ظهوره کے اس حسرت و افسوس میں هزاروں حسرتوں کے ساتھه ان الفاظ کو اپني زبان پر جاري کررها هے که " گو همکو زمانے نے محروم کردیا اور هم ان بیکسوں کي امداد اپنی جان و مال سے نکرسکے لیکن جبتک زنده رهیں گے اسوقت تک اس حسرت میں رویا کرینگے " اور سچ بھي یہي هے که اب کوئي موقع بجز اس حسرت و افسوس کے باقی هي نہیں رها - مگر البته - هم آپ کو ایک ایسي صورت بتلائیں که جس سے فی الجمله آنسو پونچھه سکیں اور کسقدر اس حسرت و افسوس کي تلافي هوسکے - آل انڈیا شیعه کانفرنس کے دار الیتامی میں مصائب یتیمان حسین مظلوم پر رونیوالوں کے (۷۷) یتیم ایسے لا وارث و بیکس اور بے پدر و بے بس جمع هیں جو بے تامل ایتام آل محمد سے تعبیر کیے جا سکتے هیں - حسین مظلوم کے یتیموں پر رولیے اور انهیں کي یاد میں انکي اعانت کرکے آنسو پونچھیے -

جاڑے کا زمانه آگیا هے انکي بے سروساماني پر رحم کیجیے !

یتیموں کي تعداد یوماً فیوماً بڑھتي جاتي هے اور یہاں آمدني کي کوئي سبیل نظر نہیں آتي - اگر آپ حضرات زکواة ' فطره ' اور چرم قرباني اور چنگي فنڈ اور امام ضامن اور محرم کے منتي زیور اور فی مجلس ایک حصه کي قیمت اور ایسي هي ایسي سہل تدبیروں سے با قاعده اور مستقل اعانت فرماتے رهیں تو بہت کچھه امداد حاصل هوسکتي هے -

خداوند عالم آپکو اپنے بچوں کے سروںپر سلامت رکھے - آپ اس زمانے میں مجلسیں بھي منعقد کرینگے - اسیري یتیمان حسین کي یاد میں اپنے بچوں کو بیڑیاں اور زنجیریں اور طوق اور علي بلند اور چھلے پہنائینگے ' اور انهیں دیکھکر یتیمان حسین کي حالت زار کو یاد کرکے خون کے آنسو رولینگے - میں عرض کروں گا که ان چیزوں کا صحیح اور بہترین مصرف اس دار الیتامی کي اعانت اور دستگیري هے -

هیں یتیمان حسیني کے هم ادنی خادم
دم گریه تمهیں اي اهـل عزا یـاد رهے

الداعـــــــــــــي الی الـخیــــر
خادم ایتام السید علي غضنفر عفی عنه

آل انڈیا شیعه کانفرنس کا دار الیتامی
جسکي اعانت بلا تفریق تمام مسلمانان شیعه و سني کو کرني چاهیے

خطـــوط جهنـــم سے

اصل مصنف ان خطوں کا ایک جرمن فاضل هے - جس نے قلم سے جهنم کے ایسے حیرت انگیز اور پر تاثیر نقشے کھینچے که یورپ کی تمام زبانوں نے اسے اپني آغوش میں جگه دي -

یورپ کے بعض اعلی تعلیم یافته نے میرے اس ترجمے کي داد دي اور هندوستان کے بعض مشہور انشا پردازوں نے اس پر صاد کیا - بہر صورت کتاب قابل ملاحظه هے -

کل خطوط تیس هیں جو سلسله وار شایع هو رهے هیں - پورے مجموعے کي قیمت معه محصول ڈاک مبلغ ۴ - روپیه - ۱ - آنه هے - هر خط کي جدا گانه قیمت ۲ - آنه - محصول ڈاک کا اس کے علاوہ هے -

شرف الدین احمد
محله کھاري کنواں - رام پور اسٹیٹ - یو - پي

عالم اسلامی

عراق

مسئلۂ آبپاشی

معاصر عربی " المفید " نے جو بغداد سے نکلتا ہے ' اس سب سے بڑی تجویز کے متعلق بحث چھیڑی ہے جو دولت عثمانیہ عراق بلکہ تمام سلطنت میں جاری کرنا چاہتی ہے -

تجویز یہ ہے کہ (الدجلہ) کو پھر اسی حالت پر لے آیا جائے جو بابلی اور عربی تمدن کے زمانے میں تھی ' اور اس سے تمام ساحلوں اور ان ساحلوں سے قرب و جوار کی زمینوں کو سیراب کیا جائے تاکہ ان شہروں میں اسکی دیرینہ سرسبزی و آسودگی پھر واپس آجائے ' وہاں کے باشندے دولتمند ہوجائیں ' اور اپنی دولتمندی کی مساعدت سے جہل و ہلاکت کو دفع کرسکیں -

" دولت عثمانیہ آج سے نہیں بلکہ اسوقت سے جب کہ مرحوم ابو الاحرار مدحت پاشا بغداد کا والی تھا ' اس مفید و نافع تجویز کے اجرا کی فکر میں ہے - مگر وہ برابر فکر ہی میں رہی یہاں تک کہ دستور کا اعلان ہوا - اسوقت نظریں پھر ان طلائی نعمتوں اور الہی خیرات و برکات کی طرف متوجہ ہوئیں جو یہ عظیم الشان نہر (جس پر حکومت بابل اور دولت عباسیہ نے اپنے اپنے تمدنوں کی بنیاد رکھی تھی) بیکار بہا لیجاتی ہے - دولت عثمانیہ نے نقشوں کی تیاری کا کام سر ولیم کاکس ایک مشہور انگریز انجنیر کے متعلق کیا ولیم کاکس عراق کی پست و بلند اور آباد و ویران زمینوں میں پھرا - مختلف سطحوں اور آئندہ قابل زراعت زمین کی پیمایش کی - اور اسکے بعد ایک رپورٹ پیش کی جسمیں تفصیل کے ساتھ ان اعمال ہندسہ (انجنیرنگ ورکس) کا ذکر کیا تھا جنکی ان برباد شدہ نہروں کے دوبارہ اجراء میں ضرورت ہوگی -

اس رپورٹ سے معلوم ہوا کہ اس قسم کی زمینیں عراق میں مصر سے بھی بہت زیادہ ہیں -

ولیم کاکس نے تجویز کیا تھا کہ ایک بند اسطرح باندھا جائے کہ نہر فرات کا پانی بلند ہوکے نہر الدجلہ میں گرے - اس سے نہر الدجلہ دائمی جاری ہو جائیگی -

ان اعمال نظریہ اور مباحث و تحقیقات فنیہ کے بعد جب وہ عراق سے واپس آیا تو تنفیذ کی فکر دامنگیر ہوئی

ناظم پاشا نے جو اسوقت بغداد کے والی اور کمانڈر تھے ' باب عالی سے اس تجویز کی تکمیل کے واسطے مراسلت کی ' اور سر جیکسن اور دولت عثمانیہ میں ایسے شرائط کے ساتھ معاہدہ کرادیا جو دولت عثمانیہ کے خزانہ کے لیے سخت مضر تھے - باب عالی نے اس معاہدہ کو اس عذر کی بنا پر فسخ کرنا چاہا کہ یہ معاہدہ سر جیکسن اور ناظم پاشا میں ہوا نہ کہ باب عالی کے ساتھ ' مگر وہ کوشش کامیاب نہ ہوئی ' کیونکہ ناظم پاشا کو ایسے اختیارات دیدیے گئے تھے جنکی بنا پر انہیں معاہدہ پر دستخط کا حق حاصل تھا - اسکے علاوہ یہ بھی ظاہر ہے کہ اس قسم کا معاہدہ بغیر باب عالی کی موافقت کے پایہ تکمیل تک نہیں پہنچ سکتا تھا۔

اس معاہدہ سے خزانہ کو جسقدر نقصان پہنچیگا اسکا تخمینہ ڈھائی لاکھ پونڈ کیا جاتا ہے یعنے ساڑھے ۳۷ لاکھ روپیہ - کیونکہ خزانہ کو اس معاہدہ کی رو سے سر جیکسن کو ساڑھے چار لاکھ پونڈ دینا پڑیگا - حالانکہ واقف کاروں کا بیان ہے کہ موجودہ حالت میں اسکے لیے دو لاکھ پونڈ سے زیادہ کی ضرورت نہیں " -

اسکے بعد اخبار مذکور لکھتا ہے :

" ماضی پر تاسف و تحسر بیکار ہے - البتہ اسکا یہ فائدہ ہے کہ اس سے مستقبل کے لیے عبرت و بصیرت حاصل کیجائے - اس معاملہ کے متعلق میں نے جو کچھہ لکھا ہے وہ اسلیے ہے کہ مجھے معلوم ہوا ہے ' دولت عثمانیہ اسی سر جیکسن سے ایک اور معاہدہ بھی صقلاویہ تک نہر لیجانے کے لیے کرنے والی ہے - اس نہر کا مقصد یہ ہے کہ جب فرات میں طغیانی ہو تو اسمیں پانی اکٹھا جمع ہو جائے ' اور جب فرات میں پانی کم ہو جائے تو اس جمع شدہ پانی سے فائدہ اٹھایا جائے - غالباً یہ معاہدہ بھی اسیطرح ہوگا جسطرح کہ پہلا معاہدہ ہوا تھا - پس ممکن ہے کہ حکومت سونچے اور تحریر شرائط کی خدمت ایسے اشخاص کے متعلق کرے ' جو قابل اور مخلص ہوں ' تاکہ دانستہ یا نا دانستہ خزانہ خلافۂ اسلامیہ کو نقصان نہ پہنچے "

کانپور موسک (انگریزی ایڈیشن)

مصنفۂ مسٹر بی - کے - داس - گپتا - سب ایڈیٹر بنگالی -

مچھلی بازار کانپور کے واقعہ کی نہایت مشرح و مفصل حالات ' میونسپلٹی کی کارروائی ' مسجد کا انہدام ' واقعہ جانگاہ م - اگست ' ہندوستان میں اس کے متعلق شورش ' عدالت کی کارروائی ' اور آخر معاملات کا نپور پر حضور وایسرائے کا حکم - یہ تمام حالات نہایت تفصیل و تشریح سے جمع کیے ہیں -

مصنف نے حیثیت نامہ نگار بنگالی خود کانپور میں موجود تھے اور جو کچھہ انہوں نے لکھا ہے وہ (Man on the Spot) کا مصداق ہے - اسمیں بہت سے واقعات ایسے بھی ملینگے جن سے پبلک اب تک واقف نہیں - کتاب دو حصے میں شائع ہوئی ہے - اسکے نفع کا ایک حصہ مسلمانوں کے کسی قومی کام میں دیدیا جائیگا - یہ ایک ایسی کتاب ہے جسکو مسلمانوں کی موجودہ بیداری کی ایک موثر سرگزشت سمجھنا چاہیے - درمیان میں جابجا متعدد ہاف ٹون تصویریں بھی دی ہیں - تمام درخواستیں نشان دہل پر آنی چاہئیں -

قیمت ایک روپیہ المشتہر

بی - کے - داس - گپتا - بنگالی آفس - بہو بازار اسٹریٹ - کلکتہ

طب یونانی

دھلی طب یونانی کا گھر ہے ' اور ہندوستانی دوا خانہ کا نام خاص اور بہترین یونانی ادویہ کے لیے بہت مشہور ہوچکا ہے - جناب حاذق الملک حکیم محمد اجمل خاں صاحب اسی دوا خانہ کے پیٹرن ہیں - صدہا مفرد اور مرکب اصلی دوائیں مناسب قیمتوں سے اس دوا خانہ میں فروخت ہوتی ہیں - فہرست ادویہ مفت -

المشتہر

مینیجر ہندوستانی دوا خانہ دھلی

المسئلۃ والمناظرۃ

اہل سنت و شیعہ

و اعتصموا بحبل اللہ جمیعاً ولا تفرقوا و اذکروا نعمۃ اللہ علیکم اذ کنتم اعداء فالف بین قلوبکم فاصبحتم بنعمتہ اخوانا -

جناب مولوی شیخ فدا حسین صاحب پروفیسر دینیات شیعہ علیگڈہ کالج کا ایک مبسوط اور فاضلانہ مضمون یکم شوال مکرم کے الہلال میں شائع ہوا ہے جس کا مقصد اسقدر محمود و مسعود ہے کہ میں اوسپر جلدا بھی اظہار مسرت کروں بجا ہے - یہ تمنا میرے دلمیں مدتوں جوش مارتی رہی ہے - شیخ صاحب کا اس مقصد پر قلم اٹھانا صدرے صافی الضمیر سے نوارد ہے - فالحمد للہ علی ذالک -

لیکن اس اتحاد کے تحصیل کے مختلف طریقے ہیں - یہ اتفاق کیونکر ہو؟ اس سوال کے جواب میں افسوس کہ میں شیخ صاحب سے متفق الرای نہیں ہوں اور میری نیک نیتی اصرار کر رہی ہے کہ میں اونہیں مفید مشوروں سے مدد دوں - اونکا یہ احسان نظر انداز کردینے کے قابل نہیں ہے کہ انہوں نے اس مسئلہ کو معرض بحث میں لاکر اہل خرد کو اوس پر رائے زنی کا موقعہ دیا اور اسی کا مقتضی ہے کہ ہر شخص سچائی کے ساتھہ اسپر بحث کرکے اصل مقصود حاصل کرے -

اول یہ سمجھہ لینا ضروری ہے کہ اتفاق سے کونسا اتفاق مراد ہے؟ آیا دنیوی اتفاق - یعنی شیعہ اور سنی دونوں اپنی اپنی مذہبی حالت پر قائم رہکر اون اختلافات کو جو محض مذہبی ہیں، مذہب ہی کے دائرہ میں محدود رکھیں، اور تمدن و معاشرت کی راہ کو منازعت و جدال کی قزاقانہ دست درازیوں سے بچائیں -

یہ اتفاق تو نہایت ضروری ہے کہ بغیر اس کے کسی متمدن قوم کو چارۂ کار نہیں - ظاہر ہے کہ جب ایک کشتی میں مختلف اقوام کے افراد جمع ہوں اور وہ تباہی میں آجاے تو اوس وقت کشتی کی حالت سے بےخبر رہ کر مذہبی مباحثات شروع کردینا کسی طرح دانائی کا فعل نہوگا - بلکہ اوس حالت میں وہ سارے قصوں جھگڑونکو بالاے طاق رکھکر صرف اوس مصیبت کے دور کرنیمیں متفقہ مساعی سے کام لینگے جو اون سب پر یکساں وارد ہوئی ہے -

یا مجلس مناظرہ - فرض کیجیے کہ وہ خاص مذہبی بحث کی مجلس ہے جس میں مناظر اپنے حریف سے سرگرم گفتگو ہے - اس حالت میں اگر ایک شیر درندہ مجلس میں آ پہنچے تو پہلے اس نئی بلا کا دور کرنا ضروری ہوگا اور یہ لحاظ نہ کیا جائیگا کہ صرف ایک ہی طرف کے لوگ مدافعت کریں!

یہ اتفاق تو وہ ہے جو مدنیت و معاشرت نے ہمارے لیے لازم قرار دیا ہے لیکن جہاں تک خیال ہے، شیخ صاحب اس اتفاق کے درپے نہیں ہیں - بلکہ وہ مذہبی اختلافات کو نابود کرنا چاہتے ہیں، اور اسمیں شک نہیں کہ یہ اتفاق کا فرد اکمل ہے، اگر میسر آجاے تو منتشرہ قوت مجتمعہ ہوسکتی ہے، اور جس دن ہم اس اتفاق کی مبارک صورت دیکھیں گے، وہ ہمارے عروج حقیقی کے صبح کا یوم طلوع ہوگا-

میں نہایت خوشی کے ساتھہ مرحبا کہتا ہوں اوس شخص کو جس نے اس اتفاق کی آواز سنائی - صرف اس وجہ سے کہ مولوی شیخ فدا حسین صاحب اس اتفاق کی خواہش رکھتے ہیں، میں اونکو عزت کی نگاہ سے دیکھتا ہوں - اور چونکہ میں اونکا شریک ہوں اسلیے مجھپر فرض ہے کہ میں اونہیں مطلع کردوں کہ آنہوں نے اس اتفاق کے طرق تحصیل میں لغزش کی ہے، اور شیخ صاحب ایسے فاضل کی شان سے بعید ہے کہ وہ ایسے اعلی مقصد پر بحث کرنیکی حالت میں اختلاف مسائل کا اس طرح ذکر کریں، جس سے اپنے ہم مذہبوں کی کھلی طرفداری اور دوسرے گروہ کی قوت ادلہ سے چشم پوشی ظاہر ہوتی ہو - نیز اتفاق کے حامی کو ایسے الفاظ کا استعمال بھی روا نہیں جو کسی سینہ پر تیر دلدوز کیطرح زخم کرنے والے یا کسی قوم کو اشتعال دلانے والے ہوں، علی ہذا اونکو یہ بھی مناسب نہیں کہ وہ سنیونکو ہر طرح مجبور کریں، بلکہ اونکی اس روش سے خیال ہوسکتا ہے کہ کہیں وہ اتفاق کے پردہ میں اپنے مذہب کی ترویج تو نہیں چاہتے؟ کیونکہ اونکے طرز اتفاق کا ماحصل یہ ہے کہ شیعہ تو اپنے حال پر شیعہ رہیں مگر سنی شیعہ ہوجاویں، تبرا کہیں، عزا داری کریں، حتی کہ شیعوں کی ایک ایک رسم کی تقلید ہو، اور معہذا آپس میں جنگ و جدل بھی کریں، جب تو اتفاق ممکن ہے ورنہ نہیں!

اس موقعہ پر مناسب ہے کہ میں مولوی فدا حسین صاحب کے الفاظ بعینہا نقل کردوں - ملاحظہ ہو - فرماتے ہیں:

"میرا مطلب یہ نہیں کہ شیعہ اپنے اصول مذہبی سے دست بردار ہوجاویں (یعنی شیعہ تو اپنے حال پر شیعہ ہی رہیں، اسلیے کہ) ظاہر ہے کہ وہ مسئلۂ خلافت کو جزو دین، و مناط ایمان سمجھتے ہیں (پس اونکا اپنے مقام سے سرمو تجاوز کرنا ممکن نہیں) مگر اہل سنت مسئلۂ خلافت کو ایک امر دنیوی سے زیادہ وقعت نہیں دیتے (مطلب شیخ صاحب کا یہ ہوا کہ اہل سنت اپنے اصول مذہبی سے دست بردار ہوجاویں) میری راے یہ ہے کہ سنیونکو باستثناے خلفاء راشدین شیعوں کے ساتھہ ہر اوس شخص کے برا کہنے میں ہمدردی کرنا چاہیے جس سے شیعہ ناراض ہوں اور اپنی ناراضی اپنے طرز عمل سے شیعوں پر ظاہر کردیں (یعنی خلفاء راشدین کے سوا اور تمام صحابہ کرام رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین اور ازواج مطہرات اور اولیاء کرام اور ائمہ دین جس جس سے بھی شیعہ ناراض ہوں، سنی سب پر علی الاعلان تبرا کہکر شیعون کو راضی کریں غرض اپنے بزرگان دین و پیشوایان مذہب سب کو سنی گالیاں دیں مگر شیعون کو ضرور رضامند کریں) لہذا سنیون کو لازم ہے کہ قطعاً ان حرکات سے پرہیز کریں - اور شیعون کے ساتھہ عزا داری اور ہمدردی کیا کریں نہ صرف یہی بلکہ اس میں حصہ بھی لیا کریں"

مجھے تعجب ہے کہ الہلال کے فاضل مدیر نے کیوں نہ اس مضمون کے ہر پہلو پر نظر ڈالی - اور کسلیے اسپر پوری بحث نہ کی؟

رہا یہ ارشاد کہ سنی عزا داری میں شرکت و ہمدردی کریں تو خدا سنیون کو ایسی عزا داری سے محفوظ ہی رکھے - امام مظلوم علیہ السلام کی شہادت کی تاریخ اور رسم غلط سامان دیکھئے تو شادی رچی ہوئی ہے - باجے بج رہے ہیں، چراغاں ہو رہا ہے، ہجوم مچی ہوئی ہے، سارے عیش کے سامان جمع ہیں، میلے لگائے جاتے ہیں، آکھاڑے جماے جاتے ہیں، تعزیونمیں صنعتونکا مقابلہ ہے، عزا داری تھوڑی ہی ہے - ایک اچھی خاصی نمائش ہے - جشن ہے - تماشہ ہے - فتح یزید کی تصویر کھینچی جاتی ہے -

هم اس عزا داري کے روا دار نہیں - برا دران شیعه اور اون کے ساتهه بعض جاهل سني بهي ان حرکات میں شریک هوں' تو اونکي ان حرکات کو بهي نا پسندیدگي کي نظر سے دیکهتے هیں که یه بزید اور یزیدیوں کی متم کي نقل ہے جسکي صورت دیکهنا تک همیں کبهی گوارا نہیں - اگر حضرات شیعه انصاف کریں تو اونهیں بهي اس کا اعتراف کرنا پڑیگا -

البته امامین علیهما السلام کي شہادت کي مجلس خود هم بهي کرتے هیں - اونکي ارواح طیبه کے لیئے ایصال ثواب ' سبیلیں لگانا ' بهوکهوں کو کهلانا ' صدقه کرنا ' خیرات دینا ' معصوم هوکر آنکهوں سے آنسو بہانا ' همارے سعادتمندي ہے - پان چهوڑ دینا اور اوس سے تعبس تر دهندا یا کوٹه کهانا مفت کرم داشتن اور ایک فضول بات ہے - نه نہیں سے منقول نه ماثور - نه سنت نه مستحب -

شیخ صاحب نے سنیونکو مشورہ دیا ہے که وہ شیعوں سے اتفاق کرنیکے لیے آپس میں جنگ وجدل کریں - ملاحظه هوں شیخ صاحب کے الفاظ :

" اور بڑي مصیبت عظمي یه ہے که همیشه سے هوتا نه هو' مگر اس زمانه میں تو ضرور ناصبي سنیوں کے پردہ میں هیں (غالباً ناصبي کا لقب اون سنیوں کو عطا هوا ہے جو تعزیے نہیں بناتے)

بیچارے سنیوں نے اپني سادگي (یعني حماقت) سے بہت سے لوگوں کو جو در حقیقت ناصبي هیں ' سني سمجها- ان لوگوں کو سني بهي اپنے میں سے نکال ڈالیں اور مثل شیعوں کے انکي برائي کا اعلان کر دیں (تا که آپس میں خوب جوتي پیزار هو اور ان سے بیزاري ظاهر کر دیں) پهر دیکهیے شیعه ان کے ساتهه کیسي محبت کا برتاؤ کرتے هیں "

سبحان الله - کیا عمده مشورہ ہے ؟ اون سے جنگ کرلو اس امید موهوم پر که شیعوں سے اپنا مذهب چهوڑ دینے کے بعد اتفاق هو جائیگا !!

اسي اتفاق کي حمایت میں مسئلۂ خلافت کی بهي بحث چهیڑدي ہے جسمیں سنیوں کا پہلو کمزور دکهلا یا ہے - یہانتک که فرمایا ہے که :

" اهل سنت مسئله خلافت کو ضروریات دینیه اور اصول دین سے نہیں مانتے بلکه ایک امامت مسنونه سے زائد اوسکي وقعت نہیں کرتے "

جس مقصد سے یه کہا گیا ہے ' اوس کے لحاظ سے سنیوں کے مذهب و معتقدات پر ایک حد تک حمله ہے ' خاصکر جبکہ اسکے مقابل شیعوں کے جانب سے یہانتک زور دیا گیا هو که :

" ایک امام معصوم کا منتخب هونا ضروري تها جسے خود پرور- دگار عالم انتخاب فرماے - وہ ایسا نه کرتا تو لازم آتا که اوس نے ترک اصلح کیا - ان خیالات کیوجه سے شیعه انتخاب خدا وند کي ضرورت اور بضرورت عقل پسند کرنے پر مجبور هوگئے "

گذارش ہے که آپ کے نزدیک پروردگار عالم خاطی اور تارک اصلح هوا اور ضرور هوا - کیونکه اوس نے کسي امام معصوم کا انتخاب نہیں فرمایا - اگر فرمایا هو تو اپ کوئی آیت پیش کیجیے - مجهے اس وقت کسي مسئله میں خواہ مخواہ بحث چهیڑنا مقصود نہیں ہے - بلکه صرف یهه دکهلانا مد نظر ہے که شیخ صاحب غلط راہ چلے :

این رہ که تو مي روي به ترکستان ست -

یهه موقع اختلافي مسائل کي بحث چهیڑنے یا دل آزاري کرنے والے فقرے لکهنے کا نہیں تها - نه اس صورت سے اتفاق ممکن ہے که سنیوں کو شیعه هونے پر مجبور کیا جاے - اون کے مجبور هونے کي کوئي وجه ؟ هاں اتفاق کي یهه صورت تهي که آپ شیعوں کیطرف متوجه هوتے اور اون کو اون عقائد سے رجوع کرنے پر آماده کرتے جو سني شیعوں کے اتفاق کي راہ میں سخت حجاب واقع هوگئے هیں - زور دینے که شیعه تبرا سے مطلقا پرهیز کریں اور اوس کو حرام سمجهیں - بتلاتے که بد گوئي وسب و شتم خود انکے اصول و اخلاق کے بهی خلاف ہے -

محمد نعیم الدین عفي عنه ناظم انجمن اهلسنت و جماعت - مرادآباد

بقیه فهرست زر اعانۂ مسجد کانپور

جناب حکیم عبد الغفور صاحب ۴ روپیه - ۵ آنه - جناب عبد الکریم صاحب ۵ روپیه - جناب ڈاکٹر عبد القدوس صاحب ۲ روپیه - جناب منشي عزیز احمد صاحب ۱ روپیه - جناب منشي صدیق صاحب ۵ آنه - جناب شاہ مبین الحق صاحب ۹ آنه -

مولانا - السلام علیکم -

مبلغ ۵۰ - ۵ - ۹ بقیه مصیبت زدگان کانپور فنڈ کے تهے جو مسلمانان بریلی (جنکے اسماي گرامی درج ذیل هیں) سے وصول هوے تهے لہذا تار اور مني آرڈر فیس کے اخراجات کي وضع کرنے کے بعد مبلغ ۴۳ ساڑهے ۱۲ آنه روانه خدمت هیں - امید که بمد مصیبت زدگان کانپور درج الہلال معه فہرست کے فرمالیں -

بقدہ سابقه ۳ روپیه ۱ آنه - معرفت مولوي محمد خدا یار خاں صاحب شہر کہنه ۰ ۹ روپیه - ۱۰ آنه - معلوم الاسم ۱ روپیه - معرفت جناب عبد الرشید بیگ ومحمد نبی و عبد الشافي صاحبان طفلان خورد سال شہر کہنه - ۱۲ روپیه - اهلیه مولوي عبد الرحمان صاحب ۸ آنه - جناب فداء الله صاحب ۹ روپیه - جناب بہاالدین صاحب ۱۲ آنه - جناب حافظ محمد شفیق صاحب ۱۰ روپیه - جناب سوداگر چودهري عبد الکریم صاحب ۱ روپیه ۷ آنه - تہور حسین خانصاحب ۴ روپیه ۱۰ آنه - جناب نعیم الدین خانصاحب ۵ روپیه - جناب عبد السلام صاحب ۱ روپیه - جناب سمرو صاحب ۳ آنه - منشي عبد العزیز صاحب اڈیٹر ۳ روپیه - نہال الدین صاحب ۵ آنه - مفتي محمود الحسن صاحب ۸ آنه -

دینے والوں نے پیسه ' اپلا ' برتن اور غله تک دیا - اسلیے تفصیلی فہرست تیار نکر سکا- هاں اجمالي فہرست دینا بہت ضرور ہے تاکه چندہ دینے میں کسیکو اغماض نهو -

نام موضع	زر امانت		صدقه فطر		قیمت ظروف		میزان	
	آنه	روپیه	آنه	روپیه	آنه	روپیه	آنه	روپیه
پیوار	۱۴	۵۰	۱۵	۹	۹	۳	۶	۹۴
نهوره	۶	۱	۰	۰	۰	۰	۶	۱
ادهپا	۰	۰	۰	۱۳	۰	۰	۱۳	۰
بازید پور	۲	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۲
کسیجورا	۰	۳	۰	۰	۰	۰	۰	۳
بهرالواں	۵	۱۳	۰	۰	۰	۰	۵	۱۳
میزان							۱۴	۸۴

بذریعہ جناب وصی احمد صاحب - از موضع پروار
ڈاکخانہ پن پن ضلع پٹنہ ۰ ۸۳ ۱۴
بذریعہ مہدی حسن صاحب -
منجانب " ینگ مسلم فرینڈس " هزاري باغ ۰ ۳۰ ۰
جناب عبد الغفار صاحب - بسین برهما ۰ ۲ ۰
جناب شیخ امیر صاحب - ٹھیکہ دار
دهولد پوفا ۰ ۱ ۰
ایک همدرد قوم ۰ ۰ ۱
جناب محمد عبد الغفار خانصاحب - چهبرہ ۰ ۰ ۵۰
جناب محمد زاهد علي صاحب -
سرائے بهاگلپور ۰ ۴ ۹
جناب ضیا الحق صاحب - بہرنگر للگنڈہ ۰ ۹ ۱۷۱
جناب محمد ادریس صاحب - پہریا ۰ ۰ ۱۰
جناب امتیاز علي صاحب - هیڈ ماسٹر
ملیم آباد لکھنؤ ۰ ۰ ۳
جناب حافظ عبد الواحد صاحب -
کرو ندا - اعظم گڈھ ۰ ۰ ۳۰
خاتون وزیر النسا بیگم صاحبہ - مانگرول کاٹھیاوار ۰ ۰ ۵
جناب ولي محمد مومن صاحب - مانا بندر -
کاٹھیاوار ۰ ۰ ۲
جناب منشي محمد شریف صاحب - سرگپ ۰ ۰ ۹
جناب چودھري اشتیاق احمد صاحب بریلي ۶ ۱۲ ۴۴
جناب ڈاکٹر محمد حسن شاهجهاںپور ۰ ۰ ۴
ایک بزرگ از شاهجهاں پور ۰ ۰ ۲
بذریعہ مولوي عبد الکریم صاحب ادري - نارنهسہ ۰ ۰ ۱۳

مولوي محمد شهاب الدین صاحب - مانک تلہ
کلکتہ ۰ ۰ ۱۰
(اسکي تفصیل پہلے نمبر (۱) میں گذر چکي ہے)
بذریعہ عبد الحی خانصاحب - رائچپور ۰ ۰ ۱۰۵
مرزا حبیب احمد صاحب - حیدر آباد ۰ ۰ ۱
محمد قمر الدین صاحب - علیگڈھ ۰ ۷ ۱
عبد الصمد صاحب - گورکهپور ۰ ۱۲ ۲۳
ع - م بذریعہ ٹکٹ ڈاک ۶ ۱ ۱
محمد عبد الله صاحب - اعظم گڈھ ۰ ۰ ۳
حاجی محمد سردار خانصاحب محمد خانصاحب
سوداگر منڈلہ ۰ ۰ ۳۵
جناب ارمان صاحب بریلوي - از شاہ جہانپور ۰ ۶ ۲۰
" " " " ۰ ۱۴ ۷
جناب ابراهیم عبد الماجد صاحب - نئي بازار -
مولمین برهما - ۰ ۲ ۱۶۸
به تفصیل نمبر (۲)
مهر غلام محي الدین صاحب نلگنڈہ ۰ ۰ ۳
محمد طیب صاحب - نصیر گنج ۰ ۸ ۸
محمد اطہر صاحب - جهانسي ۰ ۰ ۳
محمد ولایت احمد صاحب - لاهرپور ۰ ۰ ۱۰

فہرس زر اعانۂ مہاجرین عثمانیہ

جناب محمد انور علي صاحب فاروقي
پوربهني دکن ۰ ۰ ۱۱
مولوي مشتاق حسین خانصاحب پیشکار -
رامپور ۰ ۰ ۸
ایک بزرگ از رامپور جونام ظاهر کرنا نہیں چاهتے ۰ ۰ ۸
جناب سید هاشم صاحب خضر پور ۰ ۰ ۵۰
ایک بزرگ از عیسی گڈھ براہ کوٹا ۰ ۰ ۵
جناب عزیز محمد خانصاحب - پربهني دکن ۰ ۰ ۴
جناب عبد الله شاہ صاحب - پٹیالہ ۰ ۰ ۵۰
جناب سلطان احمد خانصاحب - سیتاپور - ۰ ۰ ۱
بزرگان نرونڈا ضلع بہرائچ بذریعہ جناب شیخ
محمد حسین صاحب ۰ ۷ ۴۰
بذریعہ حکیم محمد اوصاف حسین صاحب -
مونڈا جاگیر - بریلی ۰ ۰ ۲۰
جناب سید احمد علي صاحب - ریلور - ۰ ۴ ۹
(نارتهہ ارکاٹ)

ایس - مہر بخش صاحب - دهاراوي -
بمبئي ۰ ۰ ۸
امیر الدین صاحب ۰ ۴ ۲
لطیف الدین احمد صاحب ۰ ۴ ۱
محمد یوسف رحمان محمد صاحب - ۰ ۱۱ ۶
اعظم گڈہ
بذریعہ عبدالخالق صاحب - گل امام -
ڈیرہ اسمعیل خاں ۰ ۰ ۳
نصیر الرحمن صاحب - بھرنگ گڈہ - ۰ ۰ ۵
عزیز محمد خانصاحب پربهني ۰ ۰ ۵
عبید الله خانصاحب - ٹونک ۰ ۰ ۱۹
حافظ احمد حسن صاحب قدوائی سیتاپور ۰ ۰ ۳
عبد القادر صاحب ٹکٹ کلکٹر - بڑودہ ۰ ۰ ۱
عبدالرزاق صاحب - نوادہ - گیا ۰ ۰ ۲
محمد اختر حسن خانصاحب - فتح گڈہ ۰ ۱۲ ۲
سید محمد علی صاحب محرر - دهوپل - ۰ ۰ ۲

مندرجۂ ذیل
شیخ کرامت سردار سینہ بگان قیمت کهال قرباني ۰ ۰ ۱
شیخ دین محمد میاں بگان قیمت کهال قرباني ۰ ۰ ۲
شیخ بهکاری مستري میاں بگان قیمت کهال قرباني ۰ ۰ ۴
حاجي شیر علیصاحب میاں بگان رکواا ۰ ۸ ۲
شیخ دولت مستري کانجہ گلي مانک تلہ ۰ ۸ ۰
محمد ابراهیم دوري ۰ ۰
نور الدین ۰ ۰ ۱
عبد القادر صاحب جوهري ۰ ۰ ۱۰
غلام دستگیر صاحب جوهري ۰ ۰ ۱۰
بني مرزا ۰ ۰ ۲

نام	روپیہ	آنہ	پائی
الہ الدین	۳	۰	۰
رحیم بخش	۱	۰	۰
جہلکے خاں دربان	۰	۸	۰
صاحب الدین درزی	۰	۸	۰
مولا بخش رولی والے	۲	۰	۰
احسانو دفتری	۱	۰	۰
فلم محمد	۱	۰	۰
مرکھن زھر باسی	۰	۸	۰
رزاق	۱	۰	۰
محمد الدین	۱	۰	۰
عبد الله	۱	۰	۰
پیر بہائی و مصاحب علی	۵	۰	۰
محمد سالم	۱	۰	۰
یوسف	۱	۰	۰
کرھون زھر باسی	۱	۰	۰
غلام حسین	۰	۸	۰
ابراھیم دوکاندار	۱	۰	۰
عمر قاسم	۲	۰	۰
سید عبد الغفور	۱	۰	۰
کولاجی زھر باسی	۲	۰	۰
ایک کوری سار	۰	۸	۰
لے حاجی	۰	۷	۰
کوالکو ابن	۲	۰	۰
مولکھن	۱	۰	۰
حاجی ماصن جهن	۵	۰	۰
محمد ابراھیم	۱	۰	۰
محمد یحیی	۰	۸	۳
عبد القاهر	۰	۸	۰
عبد الرحمان	۰	۸	۰
عبد الصمد	۱	۰	۰
محمد موسی	۰	۸	۰
محمود علی	۲	۰	۰
حاجی کورکرجی	۳	۰	۰
حاجی نور الدین	۱	۰	۰
حاجی داؤد ما ارکہوالی کنٹراکٹر	۵	۰	۰
عبد الغفور لیهذبن	۱	۰	۰
عبد الرحیم و سلیمان وغیرہ چھہ آدمی	۶	۰	۰
محمد جرجیس صاحب جوهری	۲	۰	۰
نبی بخش الہ بخش	۱	۰	۰
امیر جی جوهری	۱	۰	۰
منشی اسحاق صاحب	۱	۰	۰
دلدار خاں صاحب جوهری	۱	۰	۰
چرکت دوری	۱	۰	۰
بہادر خاں	۱	۰	۰
حسین بخشی قصاب	۱	۰	۰
دوسری جگہ کا چندہ وصول ہوا	۹	۱۲	۰
الہ دین خاں	۱	۰	۰
انتظام الدین	۱	۳	۰
کریم الدین	۱	۰	۰
منشی محمد اسحاق	۵	۰	۰
جہتر خاں	[illegible]	[illegible]	[illegible]
صوبہ الدین	۴	۰	۰
اکبر علی	[illegible]	[illegible]	۰
دادا بھائی	[illegible]	۰	۰
مراد علی	[illegible]	[illegible]	۰
صاحب علی	۱	۸	۰
محمد یسین	۱	۰	۰
مظہر علی	۰	۸	۰
بادشاہ میاں	۲	۰	۰
علی امام	۰	۴	۰
ایک خاتون	۲	۰	۰
قادر بخش مستری	۵	۰	۰
حاجی مہتاب الدین	۱	۰	۰
سلطان بخش مستری	۲	۰	۰
جھنگے خاں جھلم	۱	۰	۰
حسیلی	۰	۴	۰
بڑا خاں	۰	۴	۰
خواجہ خاں	۱	۰	۰
مرزا مظہر بیگ	۱	۰	۰
برکھو	۱	۰	۰
کللن خاں	۲	۰	۰
محمد بخش درزی	۱	۰	۰
محمد ابراھیم صاحب جوھری	۵	۰	۰
موسا بہائی	۰	۴	۰
منشی علی محمد دوکاندار	۱	۰	۰
سید اخلاق حسین صاحب جوھری	۵	۰	۰
مرزا دلاور علی صاحب جوھری	۱	۰	۰
محمد امین صاحب جوھری	۲	۰	۰
بشیر خاں جوھری	۰	۸	۰
ڈاکٹر عبد العزیز صاحب	۱	۰	۰
عبد الغفور صاحب سوداگر	۱	۰	۰
مولوی غلام مرتضی صاحب	۱	۰	۰
محمد بخش خانسامہ	۱	۰	۰
شیخ قربان علی	۱	۰	۰
ربوسی	۱	۰	۰
حاذق علی	۱	۰	۰
کرامت خاں	۱	۰	۰
رحمت الله	۱	۰	۰
علیم الله	۱	۰	۰
عبد الطیف	۱	۰	۰
عبد المجید	۲	۰	۰
یعقوب علی دربان	۱	۰	۰
فدا حسین	۱	۰	۰
ناصر علی	۱	۰	۰
محمد الله صاحب	۱	۰	۰
عطا محمد	۱	۰	۰

نوٹ — یہ فہرست عرصے سے کمپوز کی ہوئی پڑی تھی لیکن عدم گنجایش کی وجہ سے نکل نہ سکی اس ہفتے درج کردی جاتی ہے - آیندہ اشاعت میں مجموعی حساب کے بعد ہر مد کا میزان کل وغیرہ درج کر دیا جائیگا -

Printed & Published by A. K. Azad, at The Hilala Electrical Prtg. & Publg. House, 7/1 McLeod Street, Calcutta.

AL-HILAL
Proprietor & Chief Editor.
Abul Kalam Azad
7/1 McLeod Street,
CALCUTTA.

Yearly Subscription, Rs. 8
Half-yearly „ „ 4-12

الہلال

مسئول و خصوصی
سید ابو الکلام الدہلوی

مقام اشاعت
۷ - ۱ مکلوڈ اسٹریٹ
کلکتہ

قیمت
سالانہ ۸ روپیہ
ششماہی ۴ روپیہ ۱۲ آنہ

نمبر ۲۶ — کلکتہ : چہارشنبہ ۲۵ محرم الحرام ۱۳۳۲ ہجری — جلد ۳

Calcutta: Wednesday, December 24, 1913.

فہرست

تصاویر

جنوبی افریقہ

مجلس تفتیش کی ترکیب عمداً جسقدر ناقص رکھی گئی ہے اسکا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ اسکے ایک ممبر مسٹر ویلی بھی ہیں جو ان افواج کے لفٹنٹ کرنل تھے جنکے طرز عمل کی تحقیقات یہ مجلس کریگی ' نیز حال میں تین پونڈ ٹیکس کی علانیہ تائید بھی کرچکے ہیں - ظاہر ہے کہ ایسی مجلس پر جسمیں ایک طرف تو ایک فریق کی نیابت کا نام ہی نہ ہو ' دوسری طرف ایک فریق کا افسر بالا عضو مجلس ہو ' عدم طمانیت ایک متوقع بلکہ ناگزیر امر تھا - گذشتہ ہفتہ اس مجلس کے خلاف کیپ ٹاؤن ' جوہانسبرگ ' کمبرلی ' پورچف اسٹروم ' وغیرہ وغیرہ تمام ہندوستانیوں کے مرکزوں میں احتجاجی جلسے ہوے - ڈربن کے جلسے میں صدر نے مسٹر ویلی کی خبر عضویت مجلس پر سخت اعتراض کیا - کھیتوں اور کانوں میں ہندوستانیوں کے مصائب و مشکلات کی تحقیق اور مجلس تفتیش میں انکی کافی نیابت کے متعلق رزولیوشن پاس ہوے -

مگر جیسا کہ مسٹر گوکھلے کے نام نٹال انڈین ایسوسی ایشن کے تار سے معلوم ہوتا ہے ' کہ حکومت جنوبی افریقہ ان تمام احتجاجات و مطالبات کے جواب میں مہر بلب ہے - جسکے معنی یہ ہیں وہ اس صوماد و دعا اور شور و فغاں کو ایک مرغ بے بال و پر کی فغاں سنجی سمجھتی ہے اور اسلیے انکو کوئی وزن دینا نہیں چاہتی !

اگرچہ بظاہر رویٹر ایجنسی محض قاصد و خبر رساں ہے ' لیکن واقعہ یہ ہے کہ وہ ترویج کذب و خدع کا بھی کبھی کبھی آلہ بن جاتی ہے - اگر آپ وہ تار بھولگئے ہیں جو اس نے جنگ طرابلس و بلقان کے اثناء میں بھیجے تھے ' تو یقیناً ابھی وہ تار تو نہ بھولے ہونگے جو اس نے جنوبی افریقہ میں ہندوستانیوں کی بغاوت و سرکشی ' اور حملہ و قانون شکنی ' حکومت کے ناگزیر تدابیر حفظ امن و نظام ' اور مراسلہ نگار ڈیلی ٹیلیگراف کی شہادت برأت حکومت کے متعلق دیے تھے -

۱۷ - دسمبر کو اس نے ایک نیا شگوفہ کھلایا - جنوبی افریقہ میں دوبارہ اسٹرائک کے احتمال اور بشرط وقوع اسکی وسعت و حسن تنظیم کا ذکر کرتے ہوے اپنی لسان تلغرافی میں مسٹر گوکھلے کے تار اور اسکی غلط تفسیر کا اسطرح ذکر کیا ' جس سے ہر پڑھنے والے پر یہ اثر پڑتا تھا کہ اگر ابکی اسٹرائک ہوئی تو اسکا باعث مسٹر گوکھلے کا تار ہوگا -

مسٹر گوکھلے نے اسکی تردید شائع کی ہے - وہ کہتے ہیں کہ ان تاروں کے علاوہ جو بغرض استفسار حال بھیجے گئے ہیں ' ۱۹ کی صبح سے میں نے کوئی تار اس موضوع پر نہیں بھیجا - ۱۹ کو جو تار بھیجا ہے وہ نٹال انڈین ایسوسی ایشن کے تار کا جواب ہے - یہ تار بھی مسٹر گوکھلے نے شائع کردیا ہے - اسمیں انہوں نے آئندہ پالیسی کے متعلق اظہار تردد ' سختی عزم و تحوط کی تاکید ' اور سر بنجمن رابرٹسن سے ملنے کے بعد تار دینے کا وعدہ کیا ہے -

۱۸ - دسمبر کو مجلس تفتیش نے نشست شروع کی - جج سالومن نے کہا کہ " تحقیقات کو حتی الامکان مکمل بنانے کے لیے مجلس نے حکومت سے سفارش کی ہے کہ وہ مسٹر گاندھی ' پولک ' کیلن بیچ ' اور ان تمام اسٹرائک کے لیڈروں کو چھوڑ دیے ' جو اسوقت جیل میں ہیں - اگر یونین گورنمنٹ ' نٹال انڈین ایسوسی ایشن ' اور وہ تمام لوگ ' جنکو اس معاملہ سے دلچسپی ہے ' کونسل کے ذریعہ اپنے خیالات کا اظہار کریں ' تو اس سے کام بہت آسان ہوجائیگا - اگر حکومت ہند اپنا وکیل بھیجنا چاہتی ہے تو اسکو حق حاصل ہے " -

مجلس کا آئندہ اجلاس ۱۲ - جنوری کو ڈربن میں ہوگا -

غالباً یہ مجلس کی سفارش ہی تھی جسکی بناء پر مسٹر گاندھی ' پولک ' کیلن بیچ وغیرہ کو رہائی وعدہ پر چھوڑ دیا گیا ہے - اسٹیشن پر ان اسیران راہ شرف و انسانیت کے استقبال میں وہ تمام جوش و خروش دکھایا گیا ' جسکے نمونے ہم ہندوستان کے مسلمانوں میں ہر مدعی لیڈری کے استقبال میں دیکھتے ہیں - اس موقعہ پر جو امر قابل خصوصیت و قابل ذکر ہے وہ مسٹر گاندھی کا ثبات و استقلال ہے -

یہ مجسمہ شرف و فضل جب اپنے وطن عزیز کی مظلومیت کے ماتم اور اپنے اخوان وطن کے ساتھہ مساوات و ہمسری کے اظہار کے لیے مزدوروں کا لباس پہنے ہوے ڈربن کے جلسے میں آیا ' تو مجمع جسکی تعداد پانچ ہزار تھی ' یکسر جوش و خروش ہوگیا - مسٹر گاندھی ' پولک ' اور کیلن بیچ نے نہایت آتشیں تقریریں کی - ایک رزولیوشن مجلس تفتیش میں ہندوستانیوں کی عدم شرکت کے خلاف پاس ہوا - دوسرے رزولیوشن میں حکومت پر زور ڈالا گیا کہ وہ کمیشن میں ایسے یورپین اشخاص مقرر کرے ' جنہیں ہندوستانی بھی مانتے ہوں - آخر میں یہ طے ہوا ' کہ اگر یہ مطالبات پورے کیے جائیں ' تو معاوضت مجہول تا فیصلہ مجلس تفتیش ملتوی رکھی جائیگی ' ورنہ از سر نو زور و شور کے ساتھہ شروع کی جائیگی -

مسٹر گاندھی نے یہی خیالات رویٹر کے وکیل سے بھی ظاہر کیے ہیں -

اگر آپ دوق آشناے درد ہیں اور اس لذت کو ضائع کرنا نہیں چاہتے تو ضرور ہے کہ ناخن زخم کی خبر گیری کرتے رہیں ' ورنہ اگر زخم خشک ہوگیا تو نہ پھر وہ لذت درد ہوگی ' نہ وہ شورش جنوں -

مسٹر گاندھی کہ جامع شرائط و صفات قیادت ہیں ' اس نکتہ سے غافل نہیں - انہوں نے طے کرلیا ہے کہ اپنے وطن عزیز و محبوب کے ماتم میں مزدوروں کے لباس میں رہنے کے علاوہ ۲۴ گھنٹہ میں صرف ایک بار کھانا کھائینگے - ضاعف اللہ اقدامہ و عظم اجورہ و رزقنا من امثالہ -

تیسری ششماہی
کا
اختتام

الہلال کی تیسری جلد کا یہ آخری نمبر ہے - سال تمام کی تعطیل میں آیندہ نمبر نہیں نکلے گا - جن مشترکین کرام کا نیا سال اشتراک آیندہ جنوری سے شروع ہوگا ' براہ کرم وہ دفتر کو مطلع فرمائیں کہ آیندہ انکی خدمت میں وی - پی روانہ کیا جاے یا نہیں ؟ واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین -

اجتمـــاع عظيـــم

دعـوة و تبليــغ اســـلام

اجتماع - ٢١ - دسمبر - ٹون هال - كلكته

كنتم خير امة اخرجت للناس تامرون بالمعروف و تنهون عن المنكر و تومنون بالله ' و لو امن اهل الكتاب لكان خيراً لهم ' و منهم المومنون و اكثر هم الفاسقون - (٣ : ١٠٦)

تم دنيا كي تمام امتوں سے بہترين امت هو نه نيک کاموں کا حکم ديتے هو ' برائيوں سے روکتے هو ' اور الله پر ايمان رکهتے هو ' اور اگر اسي طرح يہود اور نصاري بهي سب کے سب ايمان لے آتے تو يه انکے حق ميں بہتر تها ' مگر ان ميں سے بعض ايمان لے آئے اور افسوس که اکثر مبتلا ے ضلالت هيں !

گذشته اشاعت ميں دعوة و تبليغ اسلام کے متعلق جس جلسے کے انعقاد کي خبر دي گئي تهي ' وه ٢١ - دسمبر کو بعد ظهر ٹون هال ميں منعقد هوا -

اعلان ميں دو بجے کا وقت مقرر کيا گيا تها ' مگر قبل اسکے که دو بجيں ' تمام هال حاضرين سے رک چکا تها ' اور ايک کرسي بهي خالي نه تهي جو تازه واردين کي منتظر هو -

تلاوت مقدسۂ قرآن کريم سے جلسه کا افتتاح هوا ' اور مسٹر سيد محمد شريف بيرسٹر ایٹ لا کي تحريک اور مسٹر محمد محسن سپرنٹنڈنٹ مشر بز کي تائيد سے جناب مولوي نجم الدين احمد صاحب ريٹائر ڈپٹي کلکٹر کلکته صدارت کيليے منتخب هوے -

جناب مولوي صاحب کي افتتاحي تقرير مختصر ' مگر جامع تهي - انهوں نے سب سے پہلے مسئلۂ اشاعت و تبليغ اسلام کي اهميت کي طرف حاضرين کو توجه دلائي ' پهر اسلام کي اس تبليغي قوة الهيه کي طرف اشاره کيا جو خود بخود بغير کسي خارجي سعي و کوشش کے اسکي صداقت کو مختلف شکلوں اور هيئتوں ميں پهيلاتي ' اور دنيا کے دور دراز حصوں سے اپني حقانيت کا اعتراف کراتي هے - انهوں نے کہا که اسلام انسانيت کي جسماني و معنوي اصلاح و فلاح کا ايک ايسا ساده و فطري دستور العمل هے جسکے اعتقاد و اعتراف کيليے کبهي بهي تلوار اور جبر کي ضرورت نہيں هوئي بلکه طبيعت بشري نے هميشه خود بخود اسکا استقبال کيا هے ' اور انسان خواه تمدن و علوم ميں کتنا هي ترقي کر جاے ' ليکن اسکي احتياجات حيات جسماني و روحاني اسے مجبور کرتي هيں که مذهبي صداقت کو تلاش کرے اور وه ايک هي هے : و ان الدين عند الله الاسلام !

اسکے بعد انهوں نے اس غفلت و سرشاري کي طرف توجه دلائي جو صديوں سے عالم اسلامي پر طاري هے اور جسکا حسرت انگيز نتيجه يه هے که جو قوم اصلاح عالم کيليے دنيا ميں آئي تهي ' وه خود اصلاح کي محتاج هو گئي هے ' اور جو هاته بلند کيے گئے تهے تا که تمام دنيا کيليے اشارۂ هدايت کا کام ديں ' وه

خواجه کمال الدين

بد بختانه خود دوسروں کے دست هدايت کا انتظار کر رهے هيں !

انهوں نے کہا که " غفلت انتہائي اور تاريکي شديد هے ' فرض بهلا ديا گيا اور مقصد گم هے ' ايسي حالت ميں انگلستان کے طبقۂ امرا ميں سے ايک صاحب فکر و فضل شخص کا ' يعنے لارڈ هيڈلي بالقابه کا مشرف به اسلام هونا ' يقيناً ايک ايسي خبر هے جو نه صرف اسلام کي تاثير صداقت و حقانيت هي کي ايک تازه ترين مثال هے بلکه صداقت کے اس قديمي اور دائمي معجزے کو بهي واضح کرتي هے که جس درجه حق کي معيت کيليے انسان مجبور هے ' اتنا هي حق اپنے کاروبار صداقت ميں انسان کي اعانت سے بے پروا هے ' اور وه اپنے اندر ايک ايسي قوت رکهتا هے جو خود هي نشو و نما پاتي هے -

" ميں اس پامال اور فرسوده اعتراض کي طرف متوجه نہونگا ' جس کا بار بار جواب ديا جا چکا هے ' اور جو اب هر صاحب فکر و علم کي نظر ميں اپنا اثر کهو چکا هے - يعني اسلام کي اشاعت بزور شمشير ' ليکن کم از کم ان معترضين کو سر دست يه ياد دلا دينا بہتر هوگا که لارڈ هيڈلے کو مجبور کرنے کيليے کوئي خون ريز تلوار نہيں چمکي تهي !

لارڈ موصوف انگلستان کے امراء ميں ايک صاحب فکر شخص هيں ' جو متصل تيس چاليس سال سے اسلام کا مطالعه کر رهے تهے - انهوں نے اعلان اسلام کے بعد جو تصريحات اپنے بارے ميں کي هيں ' اس سے انکے اس مقدس اجتہاد فکر کا اندازه کيا جا سکتا هے - پس هماري موجوده مسرت صرف اس بنا پر نہيں هے که حلقه بگوشان اسلام ميں ايک يورپين امير کا اضافه هوگيا ' بلکه صرف اسليے که ايک متلاشي روح بغير کسي خارجي تحريک و سعي کے محض اپنے طلب صادق اور جستجوے حقيقت سے منزل هدايت تک پہنچي ' اور ان تمام بيڑيوں کے توڑنے ميں کامياب هوئي جو سوسائٹي اور رسم و رواج کے تعبد کي انسان نے اپنے پانوں ميں پہن لي هے -

حضرات ! همارا فرض هے که هم اپنے مہمان کا خير مقدم بجا لائيں اور ساته هي جہاد حق اور ايثار و فدويت کي اس مثال عظيم کي وقعت کے اعتراف ميں تعمل نه کريں جو جناب خواجه کمال الدين بي - اے - مقيم لندن نے اس بارے ميں همارے سامنے پيش کي هے - جيسا که آپ تمام لوگوں پر واضح هے ' خواجه صاحب بغير کسي جماعتي اور قومي اعانت کے محض اپنے ذاتي ولوله و شوق سے انگلستان گئے ' اور اشاعت اسلام کا کام شروع کر ديا - کوئي کام جو اپنے اندر سچائي رکهتا هو ' کبهي بهي ضائع نہيں جاتا - چند ماه کے قيام کے بعد هي انهوں نے ثابت کر ديا هے که انکا سعي کس درجه بہترين توقعات کا مستحق هے - کچهه شبه نہيں که لارڈ هيڈلي جو عرصے سے اپنے اندر اسلام کي صداقت کا اعتراف رکهتے تهے ' ايک ايسے رفيق کے منتظر تهے ' جو انکے بعض شکوک کا ازاله کر دے ' اور

جسکي رفاقت اس جنگ عظیم میں انکے لیے معین و مددگار هو ' جو صداقت اور بلند رسم و رواج و تقلید ابا و اجداد میں انکے سامنے جبرها تهي - پس خواجه کمال الدین کے مشن کو خدا نے عین موقعه پر بهیجدیا تا که وہ اس خدمت کو انجام دے -

حضرات ! همارا مقدم فرض هے که اس موقعه پر هم سب خواجه صاحب کي اعانت کیلیے اٹهه کهڑے هوں ' اور انهیں اس مقدس راہ میں تنها نه چهوڑ دیں ' جو في الحقیقت هم سب کي راہ هے "

اسکے بعد پہلا رزولیوشن پیش کیا گیا :

" مسلمانان کلکته کا یه جلسه خواجه کمال الدین بي - اے - کا دلي شکریه ادا کرتا هے که وہ اسلام کو اقوام یورپ کے سامنے اسکي اصلي روشني میں پیش کررهے هیں ' اور جو غلط فهمیاں اور توهمات یورپ میں صدیوں سے قائم هیں ' اسکے استیصال کیلیے کوشش کررهے هیں نیز یه جلسه انهیں مبارک باد دیتا هے که انکي ابتدائي کوششوں کے نتائج نهایت امید افزا هیں "

ایڈیٹر الهلال نے اس رزولیوشن کو پیش کرتے هوے مسئلۂ اشاعت و تبلیغ اسلام کے موضوع پر کامل ایک گهنٹے تک تقریر کي ' اور بالتفصیل اُن تمام موانع کار کو بیان کیا ' جنکي وجه سے یه مسئلۂ باوجود ایک تسلیم کردہ اور ضروري العمل مسئله هونے کے ' اب تک هندوستان میں عملي نمونے پیش نه کرسکا -

تقریر کے آغاز میں انهوں نے کہا که :

" کاموں کیلیے وقت محدود ' لیکن ضرورتیں نهایت وسیع هوتي هیں - میں اگر مسئلۂ دعوت اسلام کي ضرورت و اهمیت کے متعلق کچهه عرض کرنا چاهوں تو یه خود ایک موضوع مستقل هے - اگر میں کهوں که اسلام کا اصل اساس اعلان حق اور امر بالمعروف هے تو اسکي تشریح و توضیح کیلیے کئي مبسوط تقریروں کا مجموعي وقت مطلوب هے - اگر آپکو یاد دلانا چاهوں که دنیا کي هر قوم اسلیے آئي تا که اپني هستي قائم کرے ' لیکن مسلمانوں کا ظهور صرف اسلیے هوا تا که دنیا کے تمام انسانوں کو حق و صداقت کے لیے ایک قوم بنا دیا جاے ' تو اس افسانے کیلیے بهي شب هاے طویل و روز هاے دراز چاهئیں :

فرصت دیدن گل آہ که بسیار کم ست
آرزوے دل مرغان چمن بسیار است

پس میں وقت کي ضرورت پر نظر رکهکر صرف ایک هي پہلو پر چند کلمات عرض کرنا چاهتا هوں ' یعنے " مسئلۂ تبلیغ اسلام کے وسائل عمل و موانع کار "

آج تقریباً یک قرن سے هندوستان کے اندر بار بار اسکا غلغله بلند هوچکا هے - بکثرت انجمنیں اس غرض سے قائم هوئیں ' اور متعدد اشخاص نے نهایت عظیم الشان اعلانات کے ساتهه انظار و قلوب کو اپني طرف متوجه کیا - با این همه اس مسئله کے ابتدائي عقدے بهي اب تک لاینحل هیں ' اور اجتماعي و مشترکه اعمال ملت کے اس عصر پر شور میں ایک انجمن ' ایک مدرسه ' ایک کانفرنس ' اور ایک مختصر سي جماعت بهي ایسي نهیں هے ' جسکي نسبت بغیر کسي شرمندگي کے دعوا کیا جاسکے که اُس نے اس مسئله کي حقیقت عملیه کو پالیا هے -

دنیا میں عمدہ افکار اور نیک ارادوں کي کبهي بهي کمي نهیں رهي - اصلي سوال عمل اور کار فرمائي کا هے - مسئلۂ اشاعت اسلام کي ضرورت مسلم و معروف هے - هر مسلمان کو اسکا اعتراف هے ' اور هر شخص چاهتا هے که اسکے بهترین نتائج اُسکے سامنے موجود هوں - لیکن دیکهنا یه هے که با این همه اعتراف و اذعان ' وہ کیا موانع کار هیں ' جنکي وجه سے اب تک سررشتۂ عمل تک همارے هاتهه نه پهنچ سکے "

اسکے بعد نهایت تفصیل کے ساتهه اُن تمام موانع کار کو ایک ایک کرکے بیان کیا ' اور چونکه مسئلۂ اشاعت اسلام پر ایک مبسوط مقالۂ افتتاحیه عنقریب الهلال میں لکهنا هے ' اسلیے اسکا اعادہ یہاں ضروري نهیں -

آخر میں مقرر نے کہا :

" یهي اسباب و موانع تهے ' جنکي وجه سے آج تک میں نے اس مسئلۂ کے متعلق کسي اعلان میں حصه نه لیا ' اور همیشه اسي پر نظر رکهي که جو لوگ گرمي کے متلاشي هیں انهیں پہلے ایندهن کي تلاش میں نکلنا چاهیے -

لوگوں نے مجهپر اعتراضات کیے ' اور کبهي غفلت ' اور کبهي اعراض کے الزام کا مورد قرار دیا - بعض نے کہا که میں سیاست کو مذهب پر ترجیح دیتا هوں ' اور بعض نے الزام کو اس حسن ظن بیجا کي آمیزش سے ممزوج کیا که جس کام کیلیے موزوں هوں ' اسے نهیں کرتا ' مگر جس کام کیلیے مصر هوں ' اسکے انهماک سے باز نهیں آتا -

لیکن اے حضرات ! ما لهم بذالک من علم ان یتبعون الا الظن ' و ان الظن لا یغني من الحق شیئا - وہ جس سیاست کو مذهب پر ترجیح دینے کا سوء ظن رکهتے هیں ' میں اُسے عین مذهب سمجهتا هوں ' پهر میں نهیں جانتا که میں جو کچهه کر رها هوں یه مذهب هے یا سیاست ' اور وہ که مجهے پالبتکس میں دیکهکر متاسف هیں ' اور چاهتے هیں که اس معرکه زار میں میرے حملوں سے امان پائیں ' اور اس لیے میري دیني قابلیتوں کے اعتراف میں نهایت فیاض هیں - افسوس که انکے لیے بهي میرے پاس کوئي تشفي نهیں ' کیونکه میں جو کچهه کر رها هوں ' اسکے لیے میرے پاس بصیرت موجود هے ' اور معترضین کو صرف یهي چاهیے که صبر کریں ' تا خدا کا هاتهه انهیں وہ دکهلا دے ' جو آج میں انهیں سمجها نهیں سکتا : و لو انهم صبروا ' حتی تخرج الیهم لکان خیراً لهم -

یه میرے اختیار میں تها که میں اشاعت اسلام کي اُن صداؤں میں حصه لیتا ' جو نهایت غلغله انداز اور موثر هیں لیکن اس سے زیادہ انکے اندر اور کچهه نهیں هے - بهت آساني سے ممکن تها که میں فوراً ایک انجمن کے قائم کردینے کا اعلان کردیتا ' اور ایک مشن امریکه کو ' ایک انگلینڈ کو ' اور ایک جاپان کو روانه کرنے کے خواب سے هر شخص مسرور هو جاتا لیکن میں نے اِن باتوں میں سے ایک بات بهي نهیں کي بلکه - کبهي اشاعت اسلام کا تذکرہ بهي نهیں کیا - یه صرف اسي لیے تها که اس مسئله کي حقیقت مجهپر منکشف تهي ' یه تمام موانع نظروں کے سامنے تهے ' اور میں جانتا تها که اس کام کیلیے علم اور ایثار ' یا دماغ اور دل ' دونوں کي ضرورت هے ' اور بدبختي یه هے که ان دونوں میں سے ایک شے بهي همارے پاس نهیں -

لیکن برادران ملت ! با وجود ان تمام حالات کے میں اب بالکل تیار هوں که اشاعت اسلام کي صدا بلند کروں ' اسلیے که اس تاریکي میں مجهے ایک روشني نظر آئي هے ' اور تاریکي جتني شدید هو ' اتني هي روشني کا چهرہ بهي زیادہ جمیل و محبوب هوتا هے - میں اهلیت اور صلاحیت کو بهي اپنے سامنے دیکهتا هوں ' اور ایثار و خلوص بهي که شرط اولین راہ تهي ' میرے سامنے موجود هے - یعني میں خواجه کمال الدین بي - اے - مقیم انگلستان کي نسبت کچهه کہنا چاهتا هوں "

اسکے بعد مقرر نے خواجه صاحب کے ضروري حالات به تفصیل بیان کیے ' اور کہا که سب سے بڑي توقع جو اس جهاد حق کے

واقعہ نے پیدا کر دی ہے ' وہ یہ ہے کہ بغیر کسی اعلان و اظہار کے ' بغیر کسی ادعاء مواعید کے ' اور بغیر کسی قومی اعانت کی طلب کے ' وہ خود بخود انگلستان چلے گئے - اپنا روپیہ صرف کیا اور مقیم ہوگئے ' اور حقیقت یہ ہے کہ یہ راہ بغیر ذاتی قربانی کے طے نہیں ہوسکتی ' اور محض انجمنوں کے غلغلے وہ کام نہیں کرسکتے ' جسکے لیے جاں نثار دلوں کے خاموش اضطراب کی ضرورت ہے :

آں را کہ خبر شد ' خبرش باز نیامد

اسکے بعد لارڈ ہیڈلے کا ذکر کرتے ہوے کہا کہ " صدر مجلس نے اپنی تقریر میں ایک اہم امر کی طرف اشارہ کیا ہے ' اور میں مزید توضیح کرونگا - اسلام اس سے بہت ارفع و اعلی ہے کہ وہ انسانوں کے اعتراف و انقیاد سے متاثر ہو - اگر ایک لارڈ ہیڈلے کی جگہ تمام یورپ اور امریکہ کے امرا اور صاحبان تاج و سریر اسکے آگے جھک جائیں ' تو اسکی عظمت و جبروت میں ایک ذرہ بھر اضافہ نہیں کر سکتے ' اور اگر تمام دنیا اس سے منحرف ہو جاے ' جب بھی اسکی صداقت کی عزت نقص و زوال سے مبرا و منزہ ہے - خدا کی صداقت انسانوں کی اعانت کی محتاج نہیں - اگر انسانوں کی زبانیں اسکا اعتراف نہ کریں ' تو وہ سمندر کے ہر قطرے اور خاک ارضی کے ایک ایک ذرہ سے گواہی دلا سکتا ہے :

گر من آلودہ دامنم ' چہ عجب ؟
ہمہ عالم گواہ عصمت اوست !

مسلمان خواب غفلت میں سرشار ہیں تو کیا دین حق کی اشاعت رک گئی ہے ؟ کون سا مشن ہے جو افریقہ کی وحشی آبادیوں میں کام کر رہا ہے ' اور کونسی تبلیغی مہم ہے جس نے اقصاے سوڈان اور شمالی نائجیریا کے تمام باشندوں کو اسلام کا حلقہ بگوش بنا دیا ہے ؟ کیا یہ صداقت کا اصلی معجزہ ' اور خدا کے ہاتھہ کی ایک قدوس نمایش نہیں ہے ؟

پس اگر لارڈ ہیڈلے یا بعض دیگر امراے مغرب اسلام قبول کرتے ہیں تو فی نفسہ پیروان اسلام میں چند افراد کا اضافہ کوئی ایسا واقعہ نہیں جو ہمارے لیے عجیب ہو - اس کاروبار کی تاریخ تو ابتدا ہی سے عجیب رہی ہے ' اور تاریخ اسلام کا پڑھنے والا ایسے ایسے عجیب منظروں کا خوگر ہے کہ اب دنیا میں اسکے لیے کوئی شے عجیب نہیں !

البتہ ہم لارڈ موصوف کو مبارک باد دیتے ہیں کہ وہ تلاش حق میں کامیاب ہوے ' جو روح انسانی کا ایک مقدس فرض ہے ' اور نہایت مسرت و ابتہاج سے ایک ایسے برادر دینی کا خیر مقدم بجا لاتے ہیں ' جس کی تلاش یکسر مجتہدانہ تھی ' اور جس نے بغیر کسی خارجی تحریک و اثر کے منزل ہدایت کو پا لیا ! '

تقریر کا اختتام ان کلمات پر تھا کہ :

" وقت آ گیا ہے کہ مسلمانان ہند وقت کی مساعدت ' موسم کی موافقت ' اسباب کی فراہمی ' اور توفیق الہی کی بخشش کے اس بہترین وقت کو سمجھیں ' اور خواجہ کمال الدین کو اس راہ میں تنہا نہ چھوڑیں - خدا کے کارزار ہماری اعانت کے محتاج نہیں - انتم الفقراء الی اللہ ' و اللہ ہو الغنی الحمید - اور ایثار و خلوص ایک طاقت ہے ' جسکی عزت کو خدا کبھی بھی شرمندۂ ناکامی نہیں کرتا ' اسکا وعدہ ہے کہ : انی لا اضیع عمل عامل منکم من ذکر و انثی - پس آج مسلمانان ہند خواہ اس مشن کی مدد کریں ' خواہ اسے تنہا چھوڑ دیں - اگر پیغام سچ ہے ' اور پیغام بر مخلص ' تو یاد رکھو کہ اسکی کامیابی بھی قطعی ہے - البتہ اگر تم نے اسکی اعانت و خدمت کی سعادت حاصل نہ کی ' تو یہ شرمندگی و رسوائی کا ایک داغ سیاہ ہوگا ' جو مسلمانان ہند کے چہروں پر ہمیشہ کیلیے لگ جائیگا - فبشر عبادی الذین یستمعون القول ' فیتبعون احسنہ ' اولئک الذین ھداھم اللہ ' و اولئک ھم اولوا الالباب "

(سید محمد توفیق بے)

اسی تجویز کے سلسلے میں حاضرین کے اصرار و اشتیاق سے جناب فاضل محترم ' سید محمد توفیق بے نے مسئلۂ اشاعت و تبلیغ اسلام پر فارسی میں تقریر کی -

سید موصوف ایک عثمانی اہل قلم ' اور انجمن اتحاد و ترقی کے فدا کار شرکا میں سے ہیں - سلطان عبدالحمید مخلوع کے زمانے میں بجرم حریت خواہی جلا وطن ہوے ' اور اُن مصائب و متاعب میں حصۂ کافی لیا ' جو راہ ملت پرستی کیلیے شرط کار ہیں - انقلاب دستوری کے بعد ایک عرصے تک مشہور ترکی اخبار (طنین) کے محررین میں شامل رہے ' اور آجکل (سبیل الرشاد) کے ایک ممتاز مقالہ نگار ہیں -

انکی تقریر نہایت موثر و دلنشیں تھی - انہوں اس تاسف کا اعتراف کیا کہ دولۂ عثمانیہ کو جنگی اشتغال و استغراق نے ہمیشہ اس خدمت جلیل و اقدم سے باز رکھا ' حالانکہ ہمارا فرض تھا کہ تیغ کے سایے اور خون کے سیلاب میں بھی اپنے اس فرض حقیقی کو فراموش نہ کرتے - تاہم وقت آگیا ہے کہ پچھلی غفلتوں کا کفارہ ہو - اسلام کی اصلی فتوحات اخلاقی و قلبی ہیں - دنیا میں آج قرآن کے سوا کوئی زندہ الہامی کتاب نہیں ' اور نہ کوئی زندہ مذہب موجود ہے - تمام مذاہب کے الہامی کتب کی زبانیں السنۂ میتہ (ڈیڈ لنگویجز) میں شمار کی جاتی ہیں - صرف قرآن کریم ہی کو یہ شرف حاصل ہے کہ اب تک اسکی زبان دنیا کے کروڑوں نفوس پر حاکم ' اور اسکے بیانات لاکھوں صفحات صدور پر منقش ہیں -

انہوں نے کہا کہ آج یورپ تعلیم اسلامی کیلیے تشنہ ہے مگر پانی پلانے والے بے خبر ہیں - خواجہ کمال الدین کے رسائل و مضامین میں نے پڑھے ہیں ' انکے خلوص و ایثار کی میرے دل میں بڑی عظمت ہے - بلا شبہ تمام عالم اسلامی کا فرض ہے کہ انکی مادی و معنوی اعانت کیلیے آمادہ ہوجاے - میں انشاء اللہ بلاد عثمانیہ میں بھی عنقریب اس مسئلۂ عظیم کی تحریک کرونگا ' اسکے بعد حسب ذیل دو تجویزیں بالترتیب منظور ہوئیں :

(۱)

" یہ جلسہ مبارکباد دیتا ہے لارڈ ہیڈلے کو کہ انہوں نے ایک عرصے کے مجتہدانہ غور و فکر کے بعد اسلام قبول کیا ' اور اسلام کے دائرۂ اخوت میں انکا خیر مقدم بجا لاتا ہے "

(۲)

" یہ جلسہ التجا کرتا ہے تمام مسلمانان ہند ' علی الخصوص مسلمانان کلکتہ سے ' کہ خواجہ کمال الدین مقیم ووکنگ لندن کی مادی و معنوی اعانت کیلیے مستعد ہوجائیں ' اس مقدس و اشرف کام میں ' جو انہوں نے کامل ایثار نفس اور خلوص و للہیت کے ساتھہ شروع کیا ہے "

آخر میں تجویز نمبر (۲) کی بنا پر ایک سب کمیٹی کی تحریک کی گئی ' جو ۲۵ ممبروں پر مشتمل ہو ' لیکن ممبروں کے انتخاب کو ایک دوسرے جلسے پر ملتوی رکھا گیا -

آخری تجویز یہ تھی کہ تمام تجاویز کی نقل خواجہ صاحب اور لارڈ ہیڈلے کیخدمت میں روانہ کر دی جاے -

ان تجویزوں کے متعلق ڈاکٹر عبد اللہ سہروردی ' مولوی محمد نسیم وکیل مونگیر ' مولوی واحد حسین بی - اے وکیل ہائی کورٹ کلکتہ ' نواب سلطان عالم صاحب اثرنی ' مولوی مجیب الرحمن صاحب ایڈیٹر " مسلمان " ' مولوی محمد اکرم صاحب ایڈیٹر محمدی وغیرہ بزرگوں نے اردو اور انگریزی میں تقریریں کیں -

۲۰ محرم الحرام

مستقبل بلاد عثمانیہ

حسنات و سئیات !

مسئلۂ عراق

عراق ایک سرسبز اور شاداب ملک ہے - اسکا چپہ چپہ بلکہ ذرہ ذرہ اپنے اندر قوت نمو کا ایک معنوی خزانہ رکھتا ہے بہار کے زمانے میں اسکی شادابی کا یہ عالم ہوتا ہے کہ ایک انچ زمین بھی سبزے سے خالی نہیں ہوتی - اسکی پیداوار صدہا قسم کے اجناس پر مشتمل ہے' اور استعداد کی یہ حالت ہے کہ بہت سی گراں بہا و کم قیمت اجناس تھوڑی سی کوشش سے پیدا ہوسکتی ہیں - مختصراً یہ کہ عراق کی سرزمین میں دولت و ثروت کا ایک گنج بیکراں مدفون ہے -

اور اگر آج آبپاشی کا عمدہ انتظام ہو جائے تو یہی سرزمین بلا مبالغہ و اغراق سیم و زر اگلنے لگے -

یہ بھی شومی قسمت یا جہل و غفلت کا ایک کرشمہ ہے کہ اس خزینۂ مدفون کے باوجود دولت عثمانیہ ہمیشہ تہیدست اور فارغ الجیب رہتی ہے' اور ایک ایسے سوال کے لیے فرنگی بنکوں کے آگے ہاتھ پھیلاتی ہے' جو اگر پورا بھی ہوگا تو اسطرح کہ غلامی کا کوئی نہ کوئی حلقہ تازہ زیب گردن ہوگا -

ترکوں کی خوش قسمتی سے انکی ایشیائی مقبوضات کا بیشتر حصہ سیر حاصل و کثیر الحصرات ہے' اسکی موجودہ پیداوار دنیا کے بازاروں میں بکسکتی ہیں' اور انمیں بہت ایسی چیزوں کا اضافہ ہوسکتا ہے جنکی آج ہر جگہ مانگ ہے -

مگر باشندے جاہل اور تہیدست' حکمراں بے توجہ ہیں' غیر ملکی سرمایہ دار وسائل سفر و نقل کی عدم موجودگی کیوجہ سے وہاں اپنا روپیہ نہیں لگاسکتے - نتیجہ یہ ہے کہ تمام دفینے سربستہ پڑے ہیں - اگر آج ان ممالک کی مدفون پیداوار منڈی میں آنے لگے تو یقیناً انکی اقتصادی حالت میں ایک انقلاب عظیم ہوجائے -

اس کا علاج جدید ریل اور اسکے وسیع خطوط ہیں -

آبپاشی عراق اور بغداد ریلوے ان تمام اعمال ہندسیہ (انجینیرنگ) میں سب سے زیادہ کامیاب اور نفع خیز ثابت ہونگے' جو کبھی ایشیائی ترکی میں انجام دیے جائیں -

مگر دونوں کاموں کے لیے واقف کار اشخاص اور سرمایہ کی ضرورت ہے' اور افسوس ہے کہ آج دولت عثمانیہ دونوں سے خالی ہے - پھر اگر اول الذکر نقص کی تلافی اس طرح کیجائے کہ اجنبی انجینیروں کی خدمات حاصل کرلی جائیں تو سرمایہ کا سوال باقی رہجاتا ہے - روپیہ کا قرض ملنا آسان نہیں اور خصوصاً ایسی حالت میں کہ دولت عثمانیہ جنگ کے زخموں سے چور ہو رہی ہو اور اسکی مقبوضات کا ایک معقول حصہ نکل چکا ہو -

غالباً بغداد ریلوے تو نہ رکیگی کیونکہ اسکی تیاری ترکوں پر موقوف نہیں - وہ اب جرمن ہاتھوں میں ہے اور انکے لیے روپیہ کی فراہمی کچھ بھی مشکل نہیں' لیکن سوال یہ ہے کہ کیا ترکوں کے حق میں یہ بغداد ریلوے واقعی بغداد ریلوے رہیگی ؟

البتہ عجب نہیں کہ عراق کا بحث ابھی عرصہ تک پورا نہیں ہوا رہے کیونکہ آبپاشی کے لیے روپیہ لگانے والا کوئی بھی نظر نہیں آتا - ممکن ہے کہ کوئی انگریزی سرمایہ دار اسکے لیے بڑھے تو یقیناً حکومت برطانیہ اسکو مدد دیگی' کیونکہ عراق عرصہ سے اسکی نظروں میں ہے اور برابر اپنے دسائس و مکائد میں مشغول ہے' مگر اسکے لیے دولت عثمانیہ کے ساتھ جرمنی کا راضی ہونا بھی ضروری ہے اور یہ ابھی یقینی نہیں -

(شام و حجاز)

شام کی سرسبزی کے متعلق کچھ کہنا فضول ہے - یہ تو وہ سرزمین ہے جسکو خداے قدیر و کریم نے ان امکنۂ الہیہ مخصوصہ میں شمار کیا ہے' جو اس نے بنی اسرائیل کو عطا کیں نہیں بارکنا حولہ -

حجاز بیشک ایک ریگزار اور بے برگ و گیاہ ہے' وہاں خام پیداوار کے یہ خیرات و حواصل نہیں - لیکن کیا ہر ملک کی دولتمندی اسکی خام پیداوار ہی پر موقوف ہے ؟ دولت و ثروت کا سرچشمہ خام پیداوار نہیں ہوتیں بلکہ مصنوعات ہیں' اور یورپ کے موجودہ تمول و اثراء کا بھی راز ہے - پس اگر حجاز کی سرزمین کے اندر روپیہ نہیں نکلسکتا' تو کون امر مانع ہے کہ اسکی سطح پر روپیہ پیدا بھی نہ کیا جاے ؟

اشخاص کی کثرت اور مشاغل کی قلت قدرتاً مزدوریوں کی ارزانی کا باعث ہوگی' اور اجرت کی کمی صنعت کی کامیابی کے لیے اولین فال نیک ہے - لیکن اگر یہ بھی فرض کرلیا جاے تو دولت عثمانیہ کی ضرورتوں کا انحصار روپیہ ہی میں نہیں ہے - وہ ایسے ہولناک و آرمند اعداء میں گھری ہوئی ہے جو بھوکے بھیڑیوں کی طرح شکار پر ٹوٹ پڑنے کے لیے اپنی فرصت کے منتظر ہیں - ظاہر ہے کہ انکے حملوں کو روپیہ نہیں روک سکتا بلکہ تلوار کے وار روکسکتے ہیں' پھر کون ہوگا جو سر کف بڑھیگا ؟

حجاز اگر چاندی اور سونے کے ٹکڑوں سے خلافت اسلامیہ کی مدد نہیں کرسکتا تو کچھ غم نہیں کہ وہ اپنے فرزندوں کے قوی و شدید بازؤں اور بے خوف و ہراس دلوں سے تو مدد کرسکتا ہے - اور یہ خدمت جلالت و شرف میں تمام خدمات سے کہیں زیادہ ہے -

لا یستوی القاعدون من المومنین غیر اولی الضرر و المجاهدون فی سبیل اللہ باموالهم و انفسهم ' فضل اللہ المجاهدین باموالهم و انفسهم علی القاعدین درجة (۴ : ۹۷)

شام و عراق اگر دو ایسے چشمے ہیں جہاں سے دولت عثمانیہ کے لیے سیم و زر کے فوارے نکلینگے' تو حجاز ایک آتشکدہ ہے جسکے شعلے تمام یورپ کو خاکستر کرنے کے لیے کافی ہیں' اور اگر دولت عثمانیہ نے انکو اپنے قبضۂ اقتدار میں کرلیا تو اسکے ہاتھ میں ہروقت اعداء خلافت کے لیے ایک خانماں سوز میگزین رہیگا -

(اصلی مصیبت)

یہ دولت عثمانیہ کے مقبوضات پر ایک اجمالی نظر تھی اس سے اندازہ ہوگیا ہوگا کہ ترکوں کی مصیبت یہ نہیں کہ انکے پاس کام کرنے کے لیے کوئی امید افزا میدان نہیں ہے' بلکہ یہ ہے کہ انکے یہاں کام کرنے والے اشخاص نہیں ہیں' اور یہ بدترین بد بختی ہے جو کسی قوم کیلیے ہوسکتی ہے -

لیکن اسکا علاج ترکوں سے باہر نہیں بلکہ خود انہی میں ہے' اور اگر وہ آج غفلت و اہمال کے خواب نوشیں سے بیدار ہوجائیں اور حالات سازگار ہوں' یعنی یورپ عوائق و موانع پیدا نہ کرے' تو چند دنوں کے اندر دولت عثمانیہ ایک وسیع و قوی' اور معمول سلطنت ہوسکتی ہے -

با این ہمہ اس راہ میں چند پتھر بھی ہیں' جنکی ٹھوکر سے بچنا بہت ضروری' مگر افسوس کہ بہت مشکل بھی ہے -

(شش صد سالہ غلطی)

ترک کا خمیر سپہگری ہے' اور اسی لیے وہ سپاہیانہ اوصاف کا بہترین پیکر ہے - جب وہ اپنے وطن صحراء تاتار سے نکلا تھا تو ہوتیں انکو اسطرح کمزور کردیتا کہ ایک طرف تو انکی مستقل ہستی باقی نہ رہتی' دوسری طرف اسکے ہاتھ میں آلہ عمل بن جاتیں' اور پھر جو قومیں اسوقت بے اعوان و انصار ترحش میں فرق تھیں' انکو یا تو مٹا دیتا یا انہیں اسطرح اپنا تمامی پھیلا دیتا کہ با الآخر اسی میں جذب ہوکر رہجاتیں -

مگر اس نے اپنی سپاہیانہ کم بینی و ترکانہ تغافل سے ان سانپوں کو اپنی آستین میں پلنے دیا - یہی ہیں جو آج اسکی موت کا باعث ہور ہے ہیں -

بہت سی ایسی قومیں تھیں جنکے حق میں یہ دونوں تدبیریں ناکام رہتیں - انکو اسطرح کمزور کرنا چاہئے تھا کہ ایک طرف تو انکی مستقل ہستی نہ رہتی اور دوسری طرف انکے ہاتھ میں خود بخود آلہ عمل بن جاتیں' مگر انکو مطیع و منقاد رکھنے کے لیے تدبیر و سیاست کے بدلے ہمیشہ شمشیر سے کام لیا گیا -

جن ممالک میں ترک گئے' انمیں کوئی ایسا مدنی و اجتماعی انقلاب پیدا نہیں کیا جس کی وجہ سے لوگ عہد ماضی کو بھول جائے' بلکہ اکثر کو بدستور رہنے دیا' اور مسیحی آبادیاں تو ہمیشہ مسیحی گورنروں کے ماتحت رہیں' جو گورنر نہ تھے' خود مختار پادشاہ تھے -

شط ؟ دجلہ " بغداد

ایک سپاہی کی حیثیت سے نکلا تھا' اور آج چھ سو برس گذرنے کے بعد بھی وہ " دنیا کا بہترین سپاہی ہے " یہ محض حوادث و انقلابات کی کرشمہ سازی تھی کہ تلوار کے قبضہ کے ساتھہ حکومت کی باگ بھی اسکے ہاتھہ آگئی - طبیعت اصلی کیونکر بدل سکتی ہے ؟ وہ اپنے مفتوحہ شہروں میں بھی رہا تو اسطرح رہا' گویا ایک اسلحہ بند سپاہی ہے جو جرس رحیل کے انتظار میں پا برکاب کھڑا ہے' اسلیے اس نے ایک مقدم کی طرح ملک اور اہل ملک میں انقلاب عام پیدا کرنے کی کبھی بھی کوشش نہ کی -

وہ سپاہی تھا اسلیے اس نے حیلہ و تدبیر اور دہاء و سیاست کے بدلے تلوار کی دھار پر اپنی حکومت کی بنیاد رکھی - اس نے اپنی رعایا کو اس طرح مطیع و منقاد رکھا کہ ہمیشہ انکے سر پر اپنی شمشیر علم کیے رہا - یہ نہیں کیا کہ انکو اسطرح ہر طرف سے گھیرتا کہ وہ با الآخر اپنے آپ کو اسکے ہاتھہ میں ڈالدیتے' پھر ایک طرف تو انکو اتنا کمزور کردیتا کہ وہ اپنی مستقل ہستی قائم نہ کرسکتے' اور دوسری طرف انکو اس طرح تیار کرتا کہ وہ اسکا آلۂ عمل بنکر رہتے -

صدہا قومیں اسکے زیر نگیں ہوئیں - انمیں سے بہت سی چھوٹی قوموں کو وہ اپنے اندر جذب کرسکتا تھا اور جو جذب نہ

غرض کہ وہ سپاہی تھے - تلوار کے زور سے حکومت لی تھی - اسی پر اسکی بنیاد رکھی اور جب تک انکی تلوار کا دور دورہ رہا' اسوقت تک انکی حکومت میں بھی فرق نہ آیا -

ترکوں کی مفتوح قوموں میں سے اکثر قومیں جنگی قومیں تھیں اسلیے جنگی قومی خصوصیات یعنی درشتی' تند خوئی' عدم انقیاد وغیرہ انمیں موجود تھے - ممکن تھا کہ وہ اسطرح رام ہو جاتے کہ تعلیم و تمدن کے مختلف اشغال کے انہماک سے انکے خصائص قومی بدل دے جاتے' لیکن یہ موقع شمشیر کے بدلے سیاست و تدبیر کا تھا اور' جس ہاتھہ کی انگلیاں آہنی قبضہ کی گرفت کی عادی ہو جاتی ہیں' وہ سیاست کے جال نہیں پھیلا سکتیں - ترکوں نے انکی تضعیف و تسخیر کی' تیغ استعمال کی جواب میں بھی تیغ نکلی' مگر نتیجہ یہ ہوا کہ فاتح و مفتوح ہمیشہ برسر پیکار رہنے لگے -

اس قسم کی دست و گریبانی کا نتیجہ ہمیشہ حکمراں قوم کے حق میں برا ہوا ہے - مفتوح کے دل میں فاتح کی طرف سے نفرت' جو قدرۃ پہلے سے موجود ہوتی ہے' اسکی جنگی قوت کے ساتھہ ملکر برابر قائم رہتی ہے - جب فاتح قوم کمزور ہوجاتی ہے' تو یہی دو چیزیں مفتوح قوم کو اسکے خلاف کھڑا کردیتی ہیں -

(اقوام عثمانیه)

آج ترکوں اور انکي زیر نگیں اقوام کي بعینه یهي حالت ہے - گو یه صحیح ہے که کردوں کے متعلق یوروپین ارباب قلم جسقدر لکهتے هیں' انمیں بڑا حصه متعصبانه اغراق کا بهي ہے' تاهم اس سے انکار نهیں کیا جاسکتا که وہ ایک جنگجو اور خونریز قوم ضرور ہے - ان میں ان خونیں اوصاف کے علاوہ سرکشي و عدم انقیاد بهي ہے اور اسکے ساتهه هي جب یه بهي بیان کردیا جاے که بادیه نشیں عربوں کي طرح ان کا مشغله محض باهمي جنگ و جدل اور تاخت و تاراج ہے تو پهر انکي اصلي تصویر سامنے آجاتي ہے -

مگر یاد رکهنا چاهیے که ان صفات کے لیے تفریق مذهب تو جنس کوئي شے نهیں - کرد جسطرح ارمنیوں کے حق میں خونریز و غارتگر هیں اسیطرح وہ ترک' عرب' بلکه خود کرد کے حق میں بهي هیں - جنگ کا هنگامه کارزار گرم هو تو اسکي نظر میں نصراني' ارمني مسلم' ترک' اور امت نبي عرب' تینوں ایک هي سطح پر هیں' تینوں کے قتل کرنے کے لیے اسکي تیغ یکساں سرعت کے ساتهه نیام سے نکلتي ہے - پس یه یورپ کا جهل یا تجاهل ہے که وہ ارمنیوں پر کردوں کي دست درازي کو حرارت ملي اور جوش اسلامي کي طرف منسوب کرتا ہے -

خیر' یه جمله معترضه تها ان کردوں نے سلطان عبد الحمید کے عهد میں ایک دفعه علم بغاوت بلند کیا - اسٹیم کا قاعده ہے که اگر اسکا کوئي مخرج پیدا نهیں کیا جاتا تو وہ جس ظرف میں هوتي ہے اسي پر اپنا عمل شروع کردیتي ہے - عبد الحمید داهی وقت تها - اس نے اس اسٹیم کو تلوار کي آب سے بجهانے کے بدلے اپنے هاتهوں میں لیلیا' اور بقول یورپ' اسکا رخ ارمنیوں کي طرف پهیر دیا - یورپ کا یه الزام صحیح هو یا نه هو' مگر یه واقعه ہے که پہلی بغاوت کے بعد پهر کردوں نے دوسري بغاوت نهیں کي -

اعلان دستور کے بعد انجمن اتحاد و ترقي نے بعض کارروائیاں محض یورپ کی خوشنودی و همدردي حاصل کرنے کے لیے کیں' حالانکه

ولن ترضی عنك الیهود ولن النصاری' حتی تتبع ملتهم' قل ان هدی الله هو الهدی !

پس اسکے هر فعل کے متعلق یه نهیں کہا جاسکتا که یه محض دولت عثمانیه هي کي ضرورت سے تها -

عهد دستور کا پهلا کارنامه کردوں کے سردار ابراهیم پاشا کي جلا وطني ہے - یورپ کا راضي هونا تو معلوم' مگر اس کارروائي سے انجمن اور کردوں کے جیسے کچهه تعلقات هوگئے' انکے نتائج قارئین جرائد سے مخفي نهیں - اگر انجمن اصلاح داخلي کي طرف متوجه هوئي تو صرف کردوں هي کي وجه سے اسکو سخت مصیبت کا سامنا هوگا - (لا قدر الله)

" تاج " آگره کا ایک ستون

جہاں دسمبر کے آخري هفته میں مسلمانوں کا تعلیمي و سیاسي اجتماع هوگا

(عرب)

مذهبي ارادتمندیوں سے قطع نظر عربي سرشت کا خمیر بعض بہترین صفات سے ہے - اس کا خون ایک طرف تو اسقدر گراں بها ہے که ایک شخص کي دیت میں قاتل کے سارے قبیلے کا خون ناکافي هوتا ہے' مگر دوسري طرف اس درجه ارزاں بهي ہے که میدان جنگ میں اسکے سیلاب بهه جاتے هیں' مگر اسکو اتني بهي تو پروا نهیں جتني پاني کے ایک مشکیزه کي هوتي ہے ؟

اگر ایک گم کرده راه مسافر اسکے دروازه پر آجاے تو اسکے لیے وہ اپني عزوجاه' مال و منال' بلکه دیده و دل تک فرش راه کردیتا ہے' اور اسطرح خدمت کرتا ہے گویا وہ صاحب خانه کا ایک غلام زرخرید ہے' لیکن ساتهه هي غیرت کا یه حال ہے که وہ اپنے همسروں سے ایک قدم بهي پیچهے چلنا گوارا نهیں کرتا -

وہ گلیم پشمیں بلکه بارها ریگ کے فرش پر بیٹهتا ہے' مگر اسکا دماغ همیشه عرش پر هوتا ہے' اور ایک سریر آراے سلطنت سے اپنے آپ کو کم نهیں سمجهتا -

متاعب و شدائد کے تحمل میں وہ نهایت بے جگر ہے - آفتاب کي تپش' باد گرم کے جهونکے' تشنگي کي شدت' ناقه کا ضعف' تیغ تیز کے وار' اور گولیوں کي بارش' غرضکه سخت سے سخت مصیبت وہ برداشت کرسکتا ہے' مگر ظلم و تعدي کے نام سے پهول کي ایک چهڑي بهی نهیں سهسکتا - اسوقت وہ غیظ و غضب سے ایک دہکتا آتشیں بنجاتا ہے' اور اسکي ایک اور صرف ایک هي خواهش یه هوتي ہے که اس هستي کو مٹا دے' جس نے ظلم کے لیے اپني انگلي کو بهي جنبش دي ہے !

قبیلے کے شیخ کے سامنے اسکی گردن همیشه جهکي رهتی ہے - اسکی ایک جنبش ابرو کسي کام کے هوجانے کے لیے کافي ہے' مگر یهی گردن جب کسی بڑے سے بڑے شاهنشاه کے آگے آتی ہے' تو برابر بلند رهتي ہے' اور بڑے سے بڑا فرمان بهي واجب الامتثال نهیں هوتا -

وہ آزاد ہے - آزادی پر مرتا ہے - جان دیسکتا ہے ' مگر حریت محبوبہ کو اپنے ہاتھہ سے نہیں دیسکتا -

غرضکہ وہ بالطبع دستوری و جمہوری ہے - اسی لیے آج تک اس پر کوئی غیر قوم حکومت نہ کرسکی ' بلکہ ہم قوم سلاطین میں بھی جب استبداد و شخصیت شروع ہوگئی ' تو وہ بھی اس پر حکمرانی نہ کرسکے -

(ترک و عرب)

ایک طرف تو عربوں کا یہ قومی کیرکٹر ہے ' دوسری طرف ترکوں نے سیاست و حکمرانی کی نہایت غلط راہ اختیار کی - مثلاً تمام ملکی عہدوں پر فوجی افسر بھیجے - ظاہر ہے کہ فوجی افسروں میں عموماً درشتی ' عجلت ' اور نا انجام اندیشی ہوتی ہے - وہ کسی کام کے لیے تدبیر و مصلحت فرمائی کے بدلے عموماً زور و طاقت کے استعمال کے عادی ہوتے ہیں - اس پر طرہ یہ کہ وہ سخت جابر اور رشوت ستاں ہوتے تھے ' اور شاید اسکے لیے وہ مجبور تھے - جب سال سال بھر تنخواہ نہ ملے ' تو مصارف کہاں سے آئیں ؟

پھر حفظ امن ' انسداد جرائم ' انتظام محاصل ' فراہمی وسائل سفر و نقل و اخبار و اعلام ' آرایش و ترقی شہر ' غرضکہ نہ نظم و نسق کے متعلق کوئی ایسا کام کیا ' جس سے عربوں کے دلوں پر انکی انتظامی قابلیت کا نقش بیٹھجاتا ' اور نہ علم و فضل ہی کے اعلی و ارفع نمونے پیش کیے جس سے عرب انکے دماغی تفوق و برتری کو تسلیم کرتے -

پس عربوں کے آئینہ اعتقاد میں ترکوں کی جو تصویر اتری ' اسکے خط و خیال صرف جور و ظلم ' سفاکی و خونریزی ' اور حرص و طمع تھی - اسی لیے عربوں کی نظروں میں ترک نہایت درجہ ممقوت و مبغوض تھے -

(حجاز)

یہاں تک تمام تر بحث عربی قوم سے تھی ' جو جزیرہ نمائے عرب کے علاوہ شام و عراق میں بھی آباد ہے ' مگر خود اس جزیرہ نما میں تو کچھہ اور ہی عالم ہے - ترکوں نے عرب پر استیلا کی بارہا کوشش کی ' اور قریباً ہمیشہ ناکام رہے - سب سے آخری سعی محمد علی پاشا موسس خاندان خدیو مصر کی - اسمیں اسقدر کامیابی ہوئی کہ یمن اور حجاز تابع ہوگئے ' مگر نجد پھر بھی خود مختار رہا -

یمن کے خضوع و اطاعت کا اندازہ ان لوگوں کو خوب ہوگا جنکی اخبار بینی کی تاریخ جنگ طرابلس سے پہلے شروع ہوتی ہے - رہا حجاز ' تو اسکے زیر نگیں ہونے کے یہ معنی ہیں کہ چند مقامات مکہ معظمہ ' مدینہ منورہ ' اور طائف میں محافظ فوج رہتی ہے ' اور دولت عثمانیہ کو جسقدر وصول ہوتا ہے اس سے کئی چند زیادہ اس پر صرف کرنا پڑتا ہے -

تمام عالم اسلامی کی طرح اب عرب بھی غفلت کے خواب نوشیں میں نہیں ' حوادث کے تازیانے انہیں جگا دیا ہے ' اور کروڑوں کے لیے سے صدیوں کے خوابیدہ ہاتھہ پیروں میں حرکت سی پیدا ہوچلی ہے -

لیکن افسوس کہ با خبر رہزن اس قافلہ کو لوٹنے کی تیاریاں کر رہے ہیں -

ترکوں کو صرف دعوی سلطنت ہی نہیں ہے بلکہ دعوی خلافت بھی ہے - اس شرف جلیل میں انکا رقیب اگر کوئی ہوسکتا ہے تو وہ عرب ہے - اور اگر عرب دعوی کریں تو یقیناً عالم اسلامی کا ایک حصہ انکے ساتھہ ہو -

پس اگر (خاکم بدہن) ایسا ہوا یہ آخری تیغ بھی ٹوٹ جائیگی ' اور پھر ہمیشہ کے لیے اسلام کا ہاتھہ خالی ہوجائیگا -

کچھہ بعید نہیں ہے کہ نادان دوستوں کے مشورے یا دوست نما دشمنوں کے اغواء سے وہ قوم یہ سب کچھہ کرگزرے ' جو ابھی نوگرفتار سیاست ہے اور اس عالم کے کاروبار سے ناواقف -

(مسئلۂ ارامنہ)

ارمنی اگر تنہا ہوں تو ترکوں کے لیے کوئی خطرہ نہیں ' کیونکہ جسقدر بھی وہ ہیں ' اسکے لیے کرد کافی ہیں - مگر وہ اپنی پشت پر یورپ کی دو عظیم الشان طاقتیں روس و انگلستان و رکھتے ہیں - انگلستان کی ہمدردی کا یہ عالم ہے اگر کسی ارمنی کے پیر میں کانٹے کے چبھنے کی خبر آتی ہی تو ہر انگریز اپنے دل میں اسکی خلش محسوس کرتا ہے ' اور انکی مظلومیت کی داستان تو خواہ کتنی ہی ناقابل اعتماد ہو ' مگر انگلستان بھر میں آگ لگا دینے کے لیے کافی ہے - ہر انگلشمین کی آنکھوں سے شرارے اور زبان سے شعلے نکلنے لگتے ہیں ' اور ظلم ! ظلم !! کی صدائے بازگشت سے تمام ملک گونج اٹھتا ہے -

ایشیاء میں روس کے کیا عزائم و مقاصد ہیں ؟ اسکی تفصیل کا یہ موقع نہیں - بہر حال ایشیاء کوچک عرصے سے اسکی نظر میں ہے اور اپنی فوج اتارنے کے لیے وہ کسی ادنی حیلے کا منتظر ہے - روس کے زیر علم ارمنیوں کی ایک کثیر تعداد ہے ' اور گو خود انکی حالت زبوں عثمانی ارمنیوں کے لیے اسدرجہ عبرت بخش و سبق آموز ہے کہ وہ روس کی حمایت میں آنے کے لیے تیار نہیں ' مگر با ایں ہمہ روس نے ارمنیوں کی حمایت کے لیے ایشیاء کوچک کو تاراج کرنے کی دھمکی دی ہے - ارباب نظر کا بیان ہے کہ ایک دن روسی فوج کا سیلاب آئیگا ' اور اسی راہ سے آئیگا - پس اگرچہ ارمنی خود خطرہ نہوں مگر شدید ترین خطرات کا سرچشمہ ضرور ہیں -

سب سے آخری سوال یہ ہے کہ آیندہ نظام حکومت کیا ہو ؟ عرب اور ارمنی لامرکزیت کے خواستگار ہیں ' اور ترک مرکزیت پسند کرتے ہیں - مرکزیت کا تجربہ ہوچکا ہے ' اور لامرکزیت کا تجربہ اگرچہ ابھی تک نہیں ہوا ' مگر قرائن و آثار سے اسکا انجام معلوم ہے -

---

مقالات

چه دیدم ؟

در هندوستان

از حضرة كاتب ادیب و دبیر محترم عثمانی ، السيد محمد توفیق بے - که از دو ماه بر سبیل سیاحت مشرف فرمائے سواد هند اند -

(سیاست برطانیه در هند)

اکثر بلاد اسلامیه که دور از هندوستان واقع اند ، باشندگان شان را از اوضاع و جریانهائے مختلفۂ متعدده هند ، چنانکه باید و شاید ، خبر و اطلاع درستی درکار نیست - آنچه در خصوص هندوستان می شنوند و واقف می گردند ، همۂ منابع آن اطلاعات از جرائد و صحائف فرنگ ، و بالخاصه انگلستان می باشد که مبنی بر حقائق و صحت نیست -

علت این را اگر بخواهیم دریابیم ، همانا خواهیم دید که خبر نگار هائے روز نامه هائے ایشان در هندوستان بسبب ندانستن زبان و عرف و عادات ، و عدم اختلاط با بومیان و اهل کشور ، هیچ وقت واقف از حقائق و حسیات عناصر و اقوام نمی شوند -

(سوء تفاهم و عدم طمانیة)

بلکه بعقیدۂ عاجزانه ام ، رؤساء و وزرائے انگلستان که خود را مالک رقاب اهل هند و صاحب الامر و النهی در هندوستان می شمرند ، آنان هم بخوبی و بدقت از حسیات و اخطار تبعه و رعایائے خود خبر ندارند - ازین جهت از روئے عقل و بصیرة ، حکومت در هندوستان با رعایائے خود تطبیق سیاست و تعقیب معاملاتے که باعث اطمینان و خوشنودی اهالی ملک باشد ، نمی کنند -

مسئلۂ مسجد مقدس کانپور ، اضطراب هندیهائے جنوبی افریقه ، عدم ممنونیت سکان ایالة بنگاله ، اضطرار صحف و مطبوعات ، و نتایج و اطراف امثال این مسائل مهمه ، دلیل و شاهد مدعا ست -

بعکس ، لوردها و ارباب سیاست انگلستان همیشه دربارۂ هندوستان اهمیت و اعتنا به راپورت ها و آراء مامورین سفید پوست (Englo-Indian) خود داده ، و بر طبق آن اسفارات خارج از صحت ، با اهل هند معامله و ترویج سیاست می نمایند که تمام عدم خوشنودی و طمانیة را سبب یگانه همین است - ازین جهت میان حکام و تبعه یک سوء تفاهم بسیار بدے جاری و حاصل شده است - حکام انگلیسی وطنیان را بعدم صداقت ، و بومیان حکومت را به نفهمیدن جریانها و عوامل و موثرات حقیقیه ، الزام می دارند !

(از ماست که بر ماست)

گذشته ازان ، یکی از غلطی ها و خطا هائے مامورین و حکام انگلیس این ست که براسطۂ اعداد قلیلی که به لقب هائے متنوعه و به عناوین شتی معنون و ملقب اند ، و همیشه چاپلوسی و تملق

حضرة کاتب خبیر ، السید محمد توفیق بے ، نزیل هند
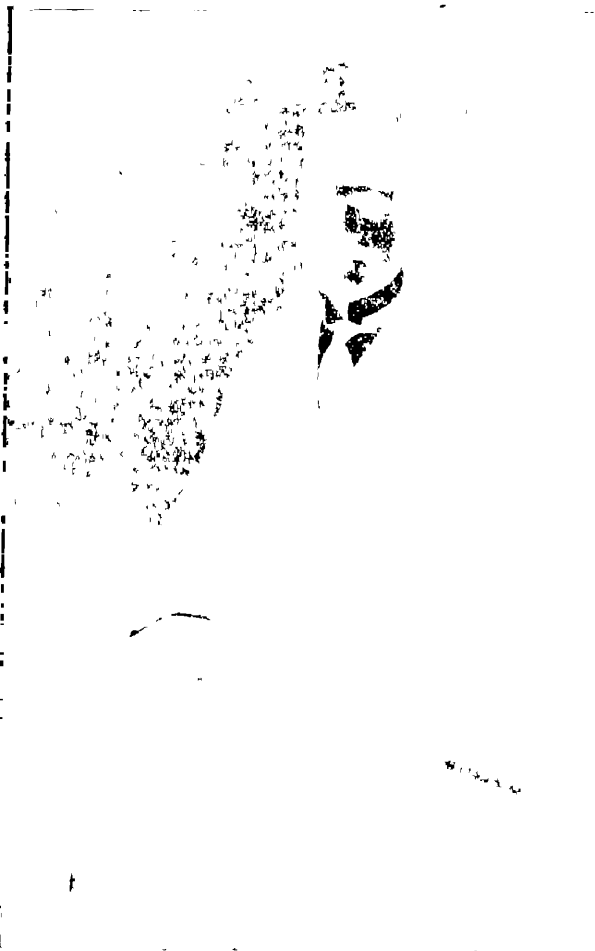
انگلیسیان را داب و عادت دیرینۂ مستمرۂ خود قرار داده ، حسیات و افکار تبعه و رعایا را فهمیده و یقین کرده ، سیاست خود شان را بران محور غلط دائر نموده اند - و نمی دانند که حسیات وطنیان را از اشخاص ملقب و متملق فهمیدن و بر آراء غیر صحیحه و نیات غیر صادقۂ آنها عمل کردن ، نتیجۂ وخیم دارد - زیرا که این متملقین و معرضین را با اهالی وطن مادةً و معناً هیچ گونه سروکارے و رابطۂ نبوده و نیست - و هیچ وقت اهل کشور به آراء و افکار این عدد قلیل معدود ، رفتار و حرکت نخواهند کرد -

(نهضۂ علمیۂ حاضرۂ هند)

بحمد الله ، درین آوان سعد و مبارک تمام مسلمانان عالم - لا سیما مسلمانان هندوستان - همه از خواب غفلت دیرینه برخاسته ، و دامن همت بکمر بسته ، شاهراه تعالی و ترقی را پیش گرفته عقب مقصد مشروعی می روند که نتیجه و ثمرۂ آن عائد بصوالح و مصالح خود شان ست -

آن روزے که مسلمانان جاهل ، واقف سیاست و اوضاع حالیۂ پولتیک نبودند ، گذشت - آن غیاهب و ظلمات ، و آن تیرگی و تاریکی ،

از پرتو تحصیل علوم و فنون عصریه ' و اشتمال علوم دینیهٔ اسلامیه ' لا سیما از حس غفلت و بے خبري دیرینه ' و طلوع آفتاب جهان تاب ملت پرستي و اسلام خواهي حقیقیه ' مبدل به نورانیت و درخشاني گردیده :

آن سبو بشکست و آن پیمانه ریخت !

امروز صدها مسلمانان مدوز الذکر ' عالم بانواع علوم و سیاست ' واراه افکار صحیحهٔ حریت و صداقت موجود اند - اکثرے ازیشان در ممالک فرنگ و مشرق سیاحت کرده و به مقتضیات عصر به واقف گشته اند - عمق را از سمین : صالح را از سقیم دریافته اند -

(صحیفهٔ الهـــلال)

مطبوعات اسلامیه و بیانات و مقالات شان دلیل معروضات عاجزانهٔ این بنده است - از جملهٔ آنها جریدهٔ فریدهٔ (الهلال) غراء معدوم است که یکی از صحیفهٔ مزینه و مرصع و معتبرهٔ عالم اسلامیه بشمار ست ' و صاحب فاضلش یکي از علما و فضلاے عصر مي باشد که في الحقیقت نه محض مسلمانان هند را ' بلکه بوجودش تمام عالم اسلامي را افتخار ست -

و همچنان روز نامه هاے (زمیندار) و (همدرد) و (کو مراد) وغیر ها همهٔ ناصح حکومت و صادق ملت خود مي باشند -

تمام مقالات و بیانات این جرائد و مجلات اسلامیه مبني بر صدق و راستي ' و مسلک شان راست و استوار ست -

ولے افسوس که حکومت محلیه را با این جرائد اسلامیه ارتباط و التلامي در میان نمي باشد - بجاے اینکه معتویات روز نامه هاے فوق را معبر حسنات و افکار تبعه دانسته ' و بموجب آن عمل کنند ' افسوس ست که روز بروز ' ساعت بساعت ' بر ضغط و تشدید ' و زجر و تهدید آن صحائف و مطبوعات همت گماشته اند - این تشدید و تضئیق از طرف دولت معدمهٔ انگلیس که خودش را یگانه حر و اراد و محافظ حریت و انسانیة ادعا مي دارد ' خیلے عجیب ست !

(یک منظر بسیار مدهش و محزن هند)

یکی دیگر انچه موجب تاسف و تاثر قلبي این مسافر عاجز گشته عدم رفق و رافت رؤساے مصادر ' و عدم استعمال رفاه و منفعت طبقهٔ فقرا و عامهٔ الناس است - هزارها مسلمانان در شهرها و قریه ها از بي نوائي و بے بضاعتي در کوچه و بازار خفته ' و روزانه بیک مشت نخود خام معدهٔ خود را سیر مي کنند - گویا این بے چارگان

السيد محمد توفيق بے مصري ے نائب قنصل عثمانيه بمبي - شمس العلما مولانا شبلي نعماني

از نسل بشر و از سلالهٔ انسان بشمار نیستند ! فیا للاسف و یا للعار !!

ازکثرت ضرائب مالیات و موارد ' اغلب مسلمانان هند معلوم بفقر و فاقه گشته و هیچ وقت امل به بختیاري و سعادت نیستند ! اگرچه بد بختانه داغ فقر و اسر ' نشان ناصیهٔ تما مسلمانان عالم گشته ' اما در ممالک عثمانیه و سائر بلاد اسلامیه حالت فقرا باین درجه نیست - عجب ست که دولة فخیمهٔ انگلیس که خود را همیشه اعدل و آزاد ترین دول کرهٔ ارضي مي شمرد ' وگاهے به حمایت غلامان ابیض و اسود در بحور و انهار مراقب ' وگاهے در ممالک مشرقیه در فکر اصلاح انسانیة و قیام امنیت و عدالت پیوسته مشغول سیاست بجلوه مي آید ' خود از رعایاے هندوستان تا این درجه غافل ' و ازین هزار ها افراد انسانیت که بظاهر در لسوت حریت حیات ملبوس و بباطن در اسر فقر و فاقه مقید اند ' به هیچ وجه متوجه اصلاح حال شان نیست ؟ ان هذا لشي عجاب !

بر اولیاء حکومت محلیه فرض و الزم ست که اندکے برفاه احوال فقراء هندوستان ساعد همت را بالا کنند - وگرنه با این اوضاع و اطوارے که دولة فخیمهٔ بریطانیه در هندوستان دارد ' بنام عدالت و حریت حق مداخله در شئون دول اسلامیه ندارد !

(بریطانیهٔ عظمی و عالم اسلامي)

دولت انگلیس اگر جداً رجال با سیاست با آگاه و خبیر داشت ' البته با دولة علیهٔ عثمانیهٔ و ایران ' و با کافهٔ مسلمین هند و ملحقاتش بخوبي و انسانیت معامله و رفتار مي نمود - بدین وسیله جذب قلوب و جلب افکار مسلمین را نموده ' یوماً فیوماً بر قدرت و قوتش مي افزود ' و هیچ وقت از هجوم المان (جرمني) یا روسیه بر هند نمي ترسید - مسلمانان صداقت شعار سینهٔ خود شان را براے حفاظت و دفاع از و سپر مي نمودند -

ولے هزاران افسوس ' بل صد هزار تاسف ' که دولة بریطانیهٔ عظمی به بد برسیدهٔ سوء سیاست ' و رهنمائي جناب (سر ادوارد گراے وزیر خارجیه) یوماً فیوماً نفوذ و اهمیت خود را درمیان تمام طبقات مسلمین ضائع و مفقود نموده است - اتفاق دولة انگلیس با روس که دشمن قدیم اوست ؛ درباره ایران ' و نیت تقسیم آن بلاد اسلامیه ' و با فرانسه و اسپین بر سر مراکش ' و با فرانسه و روس در معاضدت و معاونت ریاست هاے بالقان ' و ایجاد حروب بالقانیه ' و خونریزي بی جهت ' و قتل نفوس

و نہب اموال و هتک اعراض مسلمین ' در آخر کار موجب سلب اطمینان قلوب و توجه انظار مسلمین گشته -

حالی سبب بیداری و تیقظ اسلامیان ' و گرد اتفاق و اتحاد گشتن ایشان ' همانا معاملات حاضره و سیاست سقیمهٔ سر ادوارد گرالی می باشد -

با این حرکات مخالف عقل و حکمت ' دولت انگلیس هیچ وقتی خود را در آینده از هجمات آلمان و روس ایمن و آسوده نخواهد داشت - از بیم استیلاے آلمان و روس وقتے انگلیسیان آزاد و آرام خواهند شد که سینه ها و شمشیر هاے مسلمانان سپر آن گردد !

عسیٰ ان تکرهوا شیئاً و هو خیر لکم (حسبت شیئاً و غابت عنک اشیاء !)

(روابط اخوۃ مسلمانان هند و عثمانیه)

دیگر آنچه بسیار اسباب ممنونیت و تاثر خاطر گشته ' همانا فرط ارتباط و تعلق مسلمانان هندوستان ' و معاونت و یاری ایشان به مجاهدین و برادران عثمانی خود شان در انسانیان ست - جداً این حسیات و عواطف و علاقات در آینده مایهٔ هزاران امید واری ' و ملاح عالم اسلامی ' و تمرکز مرکز حقیقیهٔ خلافهٔ اسلامی است -

درین شکی نیست که مسلمانان عثمانیه هم به همین حسیات و علائق قلبیه مربوط اند دران سرزمین فردے ' و جریدهٔ نیست که همه آن از احساسات عمیمه و همدردی اخوان عزیز و محترم هند متشکر و متحسس نباشد -

این حسیات خود شان را در هنگام مواصلت و معاودت وفود طبیهٔ هلال احمر از هندوستان ' به برادران اسلامی خود ' مادتاً و معناً ابراز و اثبات نموده اند -

وفد هاے مذکوره را با اعلی حضرة سلطان المعظم ' و وزراے عظام ' رجال کبار ' جمیع طبقات ملت ' ملاقات حاصل شد - انواع عزت و اکرام و تعظیم و احترام ' در بارهٔ ایشان مجری و معمول گشت - از فداکاری و برادری ایشان تقدیم تشکرات بے غایات نمودند -

(ختم مقاله)

الله الحمد ' همه پیرو یکتا کیش و آئین ' و همه باهم در دیانت مبجلهٔ اسلامیه برادریم - آیهٔ کریمهٔ " انما المومنون اخوة " و کلمهٔ جلیلهٔ " لا اله الا الله محمد رسول الله " تمام مسلمانان را زیر یک کلمه و یک لواء الحمد جمع کرده است !

پس باید در تائید و تقویت این اخوة و تاکید این روابط جلیله همهٔ مسلمین مومنین بیش از بیش بکوشند ' تا از شر اعداء دین مقدسهٔ الهی بتوانیم ' در امان و محافظت زندگانی بمانیم -

این فدوی جان نثار که بغیر از خیرخواهی و خدمت اخوان مسلمین تا اکنون مسلکے و پیشهٔ تعقیب نه کرده ' و سالهاے دراز حبس و نفی و همه گونه متاعب و مصائب را در راه ملت پرستی و حریت خواهی متحمل گشته ' (و الحمد لله علی ذلک) بکمال سعی و جهد بتقویت این حسیات شریفه خواهم کوشید ' و حسیات و افکار محترمهٔ برادران هند خود را بذریعه قلم و مقالات خود به عثمانیان بخوبی خواهم فهمانید - همچنان افکار آن دیار را نیز بواسطهٔ مقالات معتبرهٔ اسلامیهٔ هند به مسلمانان هند معرفی خواهم نمود -

بدین مقالهٔ حقیرانهٔ خود در بارهٔ عرض تشکرات از اخوان دین ختم نموده ' سعادت و موفقیت ایشان را از درگاه ایزد متعال التماس می کنم -

و نیز کمال احترام و ثنا ' و بغایت ستایش وافر خود را ' با برادر با جان برابر محترم و غیور خودم (مولانا ابو الکلام آزاد) متع الله المسلمین بطول حیاته ' عرض و تقدیم نموده ' صحت و سلامتی حضرتش را از حضرة واهب العطایا مسئلت می نمایم !

" خذ ما صفا و دع ما کدر "

ش - م - توفیق

کاتب و مراسله نگار جریدهٔ اسلامیه " سبیل الرشاد " استانه علیه - نزیل کلکته

برید فرنگ

مسئلۂ شام

مطامع فرانسه در شام

سرزمین شام میں نئی ریلوے رعایت کے لیے فرانس کی موجودہ سرگرمیوں سے ان اطلاعات کی پورے طور پر تائید ہوتی ہے جو اس سرزمین میں فرانس کے اقتصادی مصالح کی اہمیت ' اور انکے حفظ و ترقی کے عزم کے متعلق چند ماہ ہوے ' موسیو پوانکارے رئیس جمہوریت فرانس نے کہے تھے -

یہ واقعہ ہے کہ شام میں صرف فرانس ہی کے مصالح غالب و بالا تر نہیں ہیں بلکہ کہنا چاہیے کہ اسکے وہی ایک ایسی یورپین قوم ہے ' جس نے اسکے اقتصادی سرچشموں کو آشکارا کیا ہے !

حجاز ریلوے اور اسکی موجودہ و آیندہ پیش نظر توسیع سے قطع نظر ' شام کے تمام ریلوے خطوط فرانسیسی ہیں - اسی طرح بیروت کا بندرگاہ ' نو اے کمپنی اور کیس کمپنی بھی فرانسیسی ہیں ' اور غیر فرانسیسی ناموں میں بیروت کی آب رسان کمپنی جو کبھی شام میں برطانیہ کے اقتصادی مصالح کی یادگار وحید تھی ' اب وہ بھی فرانسیسی ہاتھوں میں آ کے ختم ہوگئی ہے -

تعلیم کے میدان میں بھی فرانسیسی پیش پیش ہیں - اصلی مرکز یعنی بیروت کا امریکن کالج امریکہ کے بڑے بڑے دولتمندوں کی فیاضی اور صدر کی غیر معمولی سر گرمی کے باوجود ' اس یونیورسٹی سے پیچھے رہا جاتا ہے ' جسکو گورنمنٹ سے مدد بھی ملتی ہے ' اور جیسوئٹ فرقہ کے پادری چلا رہے ہیں - یہ فرانسیسی یونیورسٹی حال میں قانون اور انجنیری کا ایک ایک کالج کھول کے امریکن کالجوں سے آگے بڑھ گئی ہے - فرانس سے آئے ہوے مذہبی مناصب و مجالس کے سیلاب نے شام میں مزید فرانسیسی سرمایہ اور دماغوں کی آمد کا فیصلہ کردیا ہے - مگر حکومت فرانس کے لیے دماغوں اور سرمایہ کی یہ معقول مقدار تسلی بخش نہیں ہے ' اور اسلیے وہ نہایت زور کے ساتھ مشن لیک (Mission Lapue) کی تعلیمی سرگرمیوں کی مدد کر رہی ہے -

فرانس کی اخلاقی سرگرمیاں صرف شام ہی تک محدود نہیں ' بلکہ تمام مشرق ادنی کو اپنے آغوش میں لے رہی ہیں - اقتصادی میدان میں تو یہ حالت ہے کہ اسکا دعوی برتری و تفوق جس درجہ بھی ہو ' بالکل ظاہر و مدلل ہے -

شام کے ریلوے خطوط کا نقشہ درج ذیل ہے - اس سے فرانس کے اقتصادی مصالح کی اہمیت اور بالاتری و استحقاقی حقوق کے متعلق اسکے دعوے کی صحت کا اندازہ ہوجائیگا :

نام	کیلومیٹر
بیروت و دمشق لائن	۱۴۹
دمشق و مزریب لائن	۱۰۳
رایق و الیپو لائن	۳۳۱
حمص و طرابلس لائن	۱۰۲
بیت المقدس و یافا لائن	۸۷

بیروت ماملیتن لائن	۱۹
ما ملیتن و جبل لائن (جسکی تعمیر عنقریب دو ماہ میں شروع ہوگی)	۱۵
کل	۸۰۹

شام میں غیر فرانسیسی ریلوے خطوط صرف وہی ہیں ' جو حجاز ریلوے کے متعلق ہیں - اور وہ حسب ذیل ہیں

حیفا و دمشق لائن	۲۸۵
کیفا و عکوی لائن	۲۳
عفولی و بیت المقدس لائن (جو ابھی زیر تعمیر ہے اور جسمیں سے ۲۳ کیلومیٹر تیار ہوچکی ہے)	۱۲۰
	۲۵۸

ان دعوؤں کی بنا پر بالاخر حکومتی کو بھی ماننا پڑیگی - اس ابتدائی گفتگو سے قطع نظر جو شاہی عثمانی بنک اور قیج اور دسست بنک میں تعداد ریلوے کے متعلق ہوئی ہے اور جسپر یورپ کے پریس نے اسقدر انتقاد کیا ہے - الیپو سے مسکینی تک توسیع خط آہن کی رعایت کی حرکت بھی اس امر کی تصدیق ہوئی ہے کہ انشیائی ترکی میں اپنے اپنے حلقہائے اثر کے تعین کے متعلق جرمنی اور فرانس میں مفاہمت کا سلسلہ جاری ہے -

مربع ریلوے بھی جو بی ایچ - ڈی کے نام سے مشہور ہے ' الیپو برجک تک توسیع کا حق رکھتی ہے - مسکینی برجک سے جنوب میں سو میل پر واقع ہے ' اور غالباً یہ فرض کرنا بیجا نہیں کہ برجک جو ایشیائے کوچک کا ایک جزو ہے اور جرمنی کے حلقہ اثر میں واقع ہے ' مسکینی کا قائم مقام بنایا گیا ہے -

بیان کیا جاتا ہے کہ برطانوی قریب سیاست توسیع خط مسکینی کے ساتھ غیر ہمدردانہ رہی ہے ' لیکن اس امر کے باور کرنے کے لیے کہ اس رعایت کی تصدیق ہوگئی ہے ' اسباب موجود ہیں -

اس امر کے فرض کرنے کے بھی وجوہ موجود ہیں کہ ہر ایک ریلوے کی اسکیم عالم خیال سے عالم حقیقت میں داخل ہوگئی ہے اور حکومت عثمانیہ کو بالاخر خط وادی جردان Jordanvalley Trace کو منظور کرنا پڑا ہے -

مجھے کم و بیش مستند ذریعہ سے معلوم ہوا ہے کہ اس طرح کی ریلوے بنانے والی کمپنی نے ایک انجنیر کو جو ریجی کمپنی میں ملازم تھا ' حال میں یہاں مامور کیا ہے - بیان کیا جاتا ہے کہ اس زمانہ میں اسی قسم کی ایک تقرری پیرس میں بھی ہوئی ہے - یہ پیش بندانہ تقرریاں ضرور ایک خاص امر کی علامت قرار دیجا سکتی ہیں - کمپنی چاہتی ہے کہ جونہی ترکی اپنے بلقانی ہمسایوں کے ساتھ قطعی صلح کرلے ' فوراً ہی کام شروع کر دیا جائے -

خط وادی جردان کے متعلق سرکاری منظوری کے حصول کو اس طویل گفتگو کا خاتمہ فرض کیا جا سکتا ہے جو مربع کمپنی اور محکمۂ حجاز ریلوے کے درمیان اول الذکر شاخ کیفا و دیرا کے لیے کے متعلق ہو رہی تھی - واقعی مربع ریلوے کمپنی کے لیے شاخ کیفا و دیرا کے لینے کا سوال نہایت شدید اہمیت رکھتا ہے ' کیونکہ حجاز ریلوے کے شرح کرایہ کو معمولی کردینے سے دمشق و بیروت اور دمشق مزرب لائنیں لنگڑا رہی ہیں ' اور بالواسطہ بیروت کے پورٹ کمپنی کو بھی نقصان پہنچ رہا ہے -

دندانہ دار پہیوں والی ریلوے (Cog Wheel Railway) اپنے ڈھالوں راستوں کے ناگزیر صرف عظیم ' اور اس شکست و فرسودگی کے ساتھ جو ریلوے کے منقولہ و غیر منقولہ ذخیرے میں پیدا ہوتی ہے ' ایک ایسی لائن ہے جو اقتصادی حیثیت سے بھی بالکل ناقص ہے ' اور ایک ایسی سرکاری لائن کے مقابلہ میں شاید ہی کسی نے ثبات و پامردی کا فیصلہ کیا ہے ' جسے کوئی اپنا سرمایہ خطرہ میں ڈالنا نہو ' جیسے کہ حجاز ریلوے ہے -

اگر شاخ کیفا و دیرا بھی فرانس کے ہاتھ پہنچگئی تو پھر شام میں ریلوے کا موجودہ اور مجوزہ جال بتدریج عملاً بالکل فرانس کے ہاتھ میں چلا جائیگا - حجاز ریلوے کے مرکزی لائن کا وہ حصہ جو دمشق سے دیرا اور شام کے آگے مدینہ تک چلا گیا ہے ' شام میں معمولی تجارت کے بدلے زیادہ تر حاجیوں اور سپاہیوں کے لیجانے کے لیے ہوگا -

رہی شاخ عفولی و بیت المقدس جو ہنوز زیر تعمیر ہے تو اسکی قسمت میں بھی بالاخر فرانس ہی کے ہاتھ جانا ہے - اور غالباً مع اسکے متعلقہ لائن کے ' جو کیفا و ایکر کے درمیان میں ہے اور جسکے آئندہ ترکوں کے ہاتھ میں رہنے کے لیے (اگر فوجی اقتدار کی خیالی وجہ نہ ہوئی تو) کوئی اور معقول سبب نہ ہوگا -

ابھی یہ کہنا محض جرأت ہوگا کہ شام میں فرانس کی سیاسی سرگرمیاں اسکی اقتصادی سرگرمیوں کے ساتھ ساتھ جائینگی - بمشکل یہ امید کی جاسکتی ہے کہ مراکش میں عمل استعماری کے ساتھ ' جو ہنوز غیر مختتم ہے ' وہ شام میں ایک دوسری مہم استعماری میں اپنے آپ کو پھنسالیگا - اور خصوصاً بالفعل - کیونکہ فرانس کے متعلق شامی مسلمانوں کی رائے اچھی نہیں ' اور ممکن بغاوتوں کی پیش بندی کی ضرورت اور اپنے جرمن رقیب سے ' جو ایک موثر قرب میں یعنے الیگزنڈرٹا میں موجود ہے ' ممکن تصادم کے لیے تیاری ' ایک ایسی حالت ہے جو اسکی فوجی طاقت کے بیشتر حصہ کو اپنی طرف پھیر لیگی -

لیکن صورت معاملہ انگلستان کے حق میں اس سے بالکل مختلف ہے ' جسکو تمام آبادی کی ہمدردی حاصل ہے ' جسکے قدم مصر اور سینا میں کم و بیش استحکام کے ساتھ جمے ہوے ہیں ' اور جسکے ہاتھ میں مالٹہ ' قبرص ' اور اسکندریہ کی وجہ سے سمندر کی بھی کمان ہے - برطانی احتلال (Occupation) یا برطانی حمایت (Protection) شام کو سرسبزی کے اعلی درجہ پر پہنچا دیگا ' اور اقتصادی حیثیت سے فرانس فوائد اندوز ہوگا -

شام کے متعلق برطانی ارباب استعمار کی دلچسپیوں میں طویل جمود کے بعد اب ایک نمایاں حرکت ہوئی ہے - بیان کیا جاتا ہے کہ شام کی ترقی کے لیے مالی مجالس حکام (سنڈیکیٹس) زیر ترتیب ہیں - شمال لبنان میں تقسیم آب و آبپاشی کی اسکیم ' جو مشہور فرم سر جان جیکس لیمیٹڈ نے اپنے ہاتھ میں لی ہے ' اور فلسطین میں تیل نکالنے کا کام جو ایک برطانی مجلس حکام (سنڈیکیٹ) لیگی اور جس نے تلاش مقامات کا کام نہایت حوصلہ افزا نتائج کے ساتھ شروع کر دیا ہے ' ان دونوں کاموں کو ایسا ابتدائی تجربہ خیال کیا جاسکتا ہے ' جو اسلیے ہیں کہ بالاخر شام میں فرانس کے پہلو بہ پہلو برطانیہ کے اقتصادی مصالح کے پیدا کرنے کی طرف رہنمائی کریں -

شام میں سرمایہ لگانے کے لیے وسیع میدان ہیں ' اور برطانیہ اور فرانس دونوں کے سرمایہ دار طرفین کے فوائد کے لیے ان میدانوں میں کام کر سکتے ہیں -

(مراسلہ نگار لیر ایسٹ)

مذاكرۂ علمية

طبقــــات الارض

اسـتـدراک بر " تقـــدم علوم "

الہلال نمبر ٢٣ میں بسلسلۂ تقدم علوم و معارف " علم الانسان کے عنوان سے ایک مقالۂ مختصرہ شائع ہوا تھا ' جسمیں بر بنائے علم الارض (جیوا لوجی) تکوین زمین کے مختلف طبقات و مراتب کی طرف اشارہ کیا تھا - چونکہ مقصود اختصار تھا ' اسلیے پوری تشریح کے ساتھہ یہ موضوع بیان نہ کیا جاسکا ' اور اختصار بیان سے مطلب میں ایک حد تک خلط مبحث سا ہوگیا -

زمین کے طبقات کی تقسیم کئی حیثیتوں سے کی جاتی ہے - ایک تقسیم بلحاظ مختلف ادوار و ازمنۂ تکوین کے ہے - ایک بلحاظ طبقات و مدارج کے ' اور پھر تیسری تقسیم بلحاظ آثار حیات و نشو حیات کے -

ان میں سے ہر تقسیم مستقل ہے ' اور ہر قسم کے مختلف مدارج و ترتیبات ہیں -

اس مضمون کا اصل موضوع چونکہ طبقات الارض نہ تھا ' اسلیے صرف مختلف تقسیمات ارض کا حاصل اور خلاصہ بیان کردیا گیا - بہت ممکن ہے کہ بعض قارئین کرام پر معلومات ارض مشتبہ ہوجائیں ' اسلیے چاہتا ہوں کہ ایک مختصر تحریر طبقات الارض کے متعلق بھی شائع کردی جائے -

میں مولوی محمد قاسم صاحب عثمانی کا ممنون ہوں جنھوں نے چند مستند کتابوں کا مطالعہ کرکے اس تحریر کا مواد مہیا کردیا -

علماے ارض نے اب تک تین قسم کی زمینیں دریافت کی ہیں -

(١) Igneons (اگنینس) یہ زمین اگنینس اسوجہہ سے کہلاتی ہے کہ حرارت زمین کی تدریجی تبرید کے بعد سب سے پہلے بنی ہے - پس ہم اسکو " ارض آتشیں " یا " ارض ناریہ " کہہ سکتے ہیں -

نقشۂ طبقات الارض
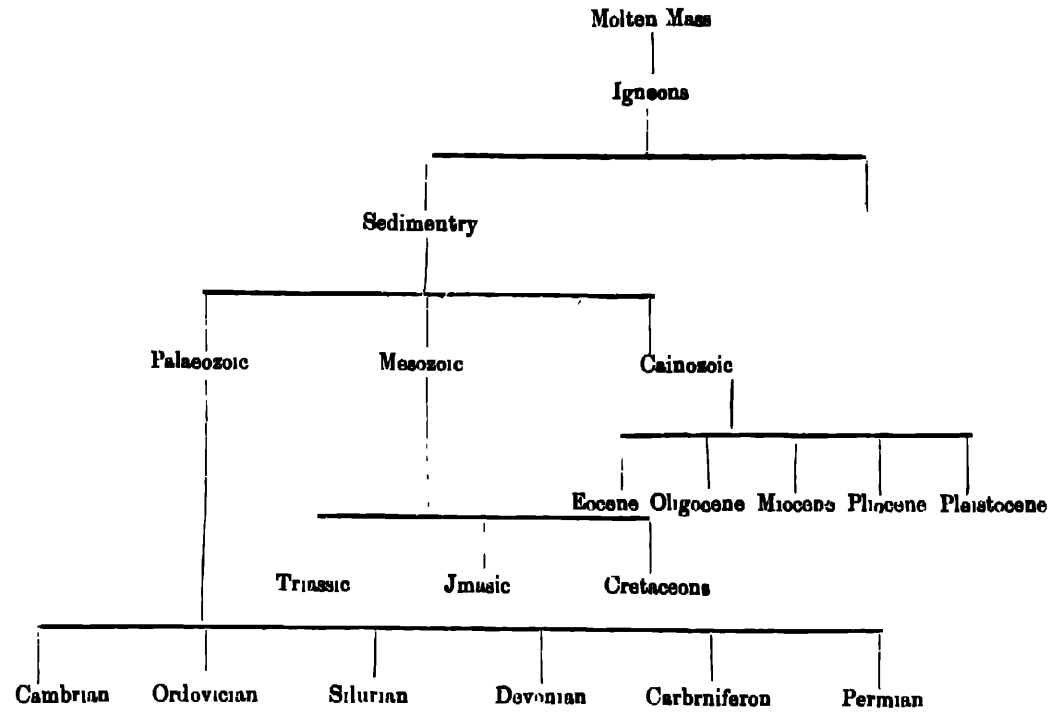
(٢) Sedimentry (سڈیمنٹری) جو شی کسی سیال چیز کے نیچے جم جاتی ہے ' اسے سی ڈی منٹ (Sediment) کہتے ہیں - چونکہ یہ زمین پانی کے نیچے صدہا قسم کی مختلف چیزوں کے بیٹھہ جانے سے بنی ہے ' اسلیے اسکا نام (Sedimentry) رکھا گیا -

(٣) Metamorphic تحول پذیر شے کو میٹا مورفک (Metomorphic) کہتے ہیں - مگر اس لفظ کا اطلاق علم الارض میں زمین کی اس تغیر شدہ صورت پر ہوتا ہے جو زمین کی حرارت یا اسکے دباؤ کی وجہ سے وقوع پذیر ہوئی ہے -

قسم سوم کی زمین یعنی میٹامورفک (Metomorphic) قسم اول (اگنینس Igneons) و قسم دوم (سی ڈی منٹری Sedimentry) سے پیدا ہوتی ہے -

قسم دوم (Sedimentry) کی تین قسمیں ہیں اور پھر ہر قسم کی تقسیم مختلف حیوانات کے وجود کے اعتبار سے مختلف طبقات یا ادوار میں کی گئی ہے -

(قسم دوم Sedementry کے اقسام ثلاثه)

(۱) Primory or Palæcozic - یه لفظ یونانی زبان کے دو الفاظ (Paleo) اور (Zoe) سے مرکب ہے Paleo بمعنی قدیم اور (Zoe) بمعنی زندگی - اس زمین کو Palaeozoic اسوجه سے کہتے ہیں که اس میں سب سے پہلے جاندار چیزوں کے آثار پائے جاتے ہیں - اس زمین کو Primory Rock بھی کہتے ہیں یعنی ابتدائی زمین - هم اپنی اصطلاح میں " حیات قدیم " یا " عہد اول " کہیں تو بہتر ہے -

(۲) Messziicor Secondory یه لفظ بھی یونانی زبان کے دو لفظوں Meso اور Zoo سے مرکب ہے - Meso بمعنی اوسط اور Zoe بمعنی حیات - اس زمین کو Mesozoic اس وجه سے کہتے ہیں که اس قسم کے زمین میں " حیات قدیم " کی ذی روح اشیاء سے نسبتاً زیاده مشہور تر جاندار آثار پائے جاتے ہیں - اس زمین کو Secondry یعنی دوسرے قسم کی زمین بھی کہتے ہیں - اسکا لفظی ترجمه " حیات اوسط " یا " عہد ثانی " ہے -

(۳) Cainozoic or Tertiary یه لفظ بھی یونانی کے دو الفاظ Cano اور Zoo سے مرکب ہے - Cano بمعنی نو ساخته یا جدید اور Zoe بمعنی حیات - اس زمین کو Canozoic اسلیئے کہتے ہیں که اس زمین میں موجوده ذی روح اشیاء کے آثار پائے جاتے ہیں - Tertiary بھی کہتے ہیں ' یعنی تیسرے قسم کی زمین -

(حیات قدیم یا عہد اول کے طبقات سته)

(۱) Cambarian اس طبقه ارض کا نام ہے جس میں شل Shell والے جانوروں کے آثار پائے جاتے ہیں - شل سے مراد وه جانور ہیں جسکے جسم پر خار دار اور سنگین جلد ہوتی ہے -

(وجه تسمیه) اس طبقه ارض کو Sedgwick نامی ایک عالم طبقات الارض نے ۱۸۳۶ میں دریافت کیا - ویلز کی زمین میں اس قسم کے جانوروں کے نشانات ملے - چونکه ویلز کو Cambaria بھی کہتے ہیں' اسلیے اس نے اس طبقه کا نام اسی سر زمین کے نام پر رکھا -

(۲) Ordovician اس طبقه ارض میں Cylindrical یعنی وه جانور جنکا جسم طول میں ہوتا ہے مثلاً مچھلی سانپ وغیره اور خار دار جانوروں کے نشانات ملتے ہیں -

(وجه تسمیه) Ordovices (اور ڈو ویسس) ایک فرقه کا نام ہے - جس جگه یه فرقه آباد تھا - اوسی جگه مسٹر - سی - لیپ ورتھه (C Lapworh) نے اس طبقه کو دریافت کیا ' اسلیے اس فرقه کے نام پر اس طبقه کا نام رکھا گیا -

(۳) Silurian اس طبقه میں مچھلیوں کے آثار ملتے ہیں - اس طبقۂ ارض کو Murchion نامی ایک ارضی نے سنه ۱۸۳۵ ع میں دریافت کیا - ویلز سلورس Silures کے ملک Siluria میں اس طبقه کے آثار پائے گئے تھے - پس اس محقق نے اسکا نام اسی ملک کے نام پر رکھدیا -

(۴) Devonian اس طبقه میں سیپ وغیره پائے جاتے ہیں - اس طبقه کے آثار Devonshire نامی برطانیه کے ایک صوبه میں پائے گئے تھے - پس اسکا نام بھی اسی صوبه کے نام پر رکھا گیا -

(۵) Carboniferons اس طبقه ارض میں رینگنے والے جانوروں کے نشانات ملتے ہیں -

چونکه اس طبقه میں کوئله Coal بہت پایا جاتا ہے اسلئیے اسکو Carboniferons کہتے ہیں یعنی " کوئله کا طبقه "

(۶) Permian یه حیات قدیم یا عہد اول کے اس آخری طبقه کا نام ہے جس میں رینگنے والے جانوروں کے نشانات ذات الثدی جانوروں کے مشابه ملتے ہیں - چونکه اس طبقه کی زمین ایشیا کے صوبه پرم میں پائی گئی اس لئیے اس طبقه کا نام Permian پرمین رکھا گیا -

(حیات اوسط یا عہد ثانی کے طبقات ثلاثه)

(۱) Triassic اس طبقه میں ذات الثدی جانوروں کے نشانات ملتے ہیں - یه طبقه پہلے تین الگ الگ طبقوں میں منقسم تھا - مگر جدید تحقیق کی بنا پر جرمنی کے علمائے ارض نے اسکا نام Triasic رکھا - یعنی " اتفاق ثلاثه " -

(۲) Jurassic - اس طبقه میں ان رینگنے والے جانوروں کے نشانات ملتے ہیں جو پرند کے مشابه ہوتے تھے -

چونکه اس طبقه کی زمین کوه جورا میں پائی گئی - اس لیے اس طبقه کا نام اسی پہاڑ کے نام پر رکھا گیا -

(۳) Cretaceons اس طبقه میں سب سے پہلے پرند کا نشان پایا جاتا ہے - چونکه اس طبقه میں سفید مٹی زیاده پائی جاتی ہے اس وجه سے اسکے Cretaceons کہتے ہیں ' یعنی " خاک سفید کا طبقه " -

(حیات جدیده یا عہد ثلاثه کے طبقات خمسه)

(۱) Eocene یه حیات جدیده یا عہد ثالث کا وه قدیم ترین طبقه ہے ' جس میں موجوده عہد کے نباتات کے نشانات ملتے ہیں -

چونکه موجوده عہد کی ذی روح اشیاء کے آثار اسی طبقه سے ملنا شروع ہوئے ' اس لیے اس طبقه کو Eocene کے نام سے موسوم کیا - یه لفظ یونانی زبان کے دو لفظوں سے مرکب ہے - اسکا لفظی ترجمه " صبح جدید " ہے -

(۲) Oligocene اس طبقه میں موجوده پالتو جانوروں کی نسل کے ابتدائی آثار پائے جاتے ہیں -

یه لفظ بھی یونانی کے دو لفظوں : Oligo اور Cene سے مرکب ہے - جنکے معنی علی الترتیب کم اور جدید کے ہے -

(۳) Miocene اس طبقه میں موجوده ذات الثدی جانوروں کے آثار ملتے ہیں - یه لفظ بھی یونانی کے دو الفاظ Mio اور Cene سے مرکب ہے - Cene کے معنی اوپر بیان ہوچکے ' Mio کے معنی کمتر یا مختصر تر کے ہیں -

(۴) Pliocene اس طبقه میں خار دار اور ذات الثدی' دونوں قسم کے جانوروں کے نشانات پائے جاتے ہیں -

Plio بمعنی بیش تر اور زیاده کے ہیں -

(۵) Pleiostocene یہی طبقه ہے که جس طبقے میں انسان کے آثار پائے جاتے ہیں - Pleisto کے معنی بالکل نئے کے ہیں -

المسئلة والمناظرة

طریق تسمیه و تذکرہ خوانین

(مسٹر عبدالوالي - بي - اے (علیگ) از مارو ہلکی)

الهلال کے پچھلے پرچه میں ح - الف بیگم صاحبه کے خط پر آپ کا طویل مگر دلچسپ نوٹ دیکھکر مجھے خوشي هوئي که آپ کي توجه مسئلۂ حقوق نسواں پر بھي هوئی - امید که یه توجه قایم رهیگي اور اسکے متعلق دلچسپ اور مفید خیالات دیکھنے میں آئینگے -

اسمیں کوئي شبهه نهیں که یورپ کي تهذیب یا عیسائي مذهب نے جو درجه عورت کا سوسائٹی میں قایم کیا هے وہ بہت کم هے به نسبت اسکے ' جو اسلام نے عورت کو دیا هے - اسنے خوش آیند الفاظ میں خوشامد کرکے اسکي اصلي آزادي چھین لي هے - اور یه سخت تعجب کي بات که دوجود اسقدر تعلیم اور روشن دماغي کے یورپ کي عورتوں نے اس زمانه سے بہت پیشتر آزادي حاصل کرنے میں جد و جہد کیوں نه کي -

یورپ اپني عورتوں کے ساتھه پیار کي باتیں کرتا هے' انکو نفیس اور پیاري جنس کہتا هے ' انکي عزت کرنیکا دعوی کرتا هے ' لیکن اگر پوچھا جاے که انکو کچھه بھي اقتصادي آزادي دینیکو طیار هے ؟ تو صاف انکار کر جائیگا -

یورپ کي عورت واقعي اپنے شوهر کي غلام هے - وہ اپني ملکیت کا حق کسي چیز پر بعد شادی کے محفوظ نہیں رکھه سکتي ' لیکن مسلم عورت اپنے والدین کا حصه پاتي هے - اپنے شوهر سے مهر لیتي هے ' اسلیے اقتصادي طور پر وہ بہت آزاد هے -

یورپ کی وہ عورت جسکو کسی وجهه سے شوهر نے طلاق دیدي هو' اسکے اگر کوئي دوسرا شوهر نه ملجاے تو سواے محتاج خانه کے دوسرا سہارا نہیں رکھتي ' لیکن مسلمان عورت طلاق کے بعد بھي اپني گذر کرسکتي هے -

دنیا میں اصلی آزادي اقتصادي آزادي هے که انسان اپني گذر اوقات کا کوئي ذریعه قائم کرے ' جو کچھه حقوق اور مطالبات هیں وہ اسکے بعد هیں - اگر یه آزادي انسان سے لیلو اور دنیا بهر کے حقوق دیدو تو سب خاک هیں - وہ غلام کا غلام هی بنا رهیگا -

آپ نے " آجکل کے متفرنجین مارقین " کو یه الزام دیا هے که وہ یورپ کي کورانه تقلید کرتے هیں - یه الزام بالکل ٹھیک هے ' مگر معاف فرمائیگا که اسي قسم کی تقلید کي جهلک " محترم جنس " کے الفاظ میں بھي نظر آتی هے ' جو آپ نے استعمال فرمائے هیں - میري سمجهه میں ابتک نہیں آیا که جنس اناث محترم جنس کیوں سمجھي جاے ؟ خاصکر ایسي حالت میں جبکه دوسري جنس کي فوقیت کے بھی آپ قائل هیں -

الهلال :

حقوق نسواں کا غلغله گذشته بیس برس کے اندر بہت بلند هوچکا هے ' اور گو تحقیق کے ساتھه بہت کم لکھا گیا هے مگر نفس موضوع سے سبھوں کو اتفاق هے - با ایں همه عمل و نتائج معدوم -

اگر آپ چاهیں تو میرے پاس ایک لمبي چوڑي فہرست ان تعلیم یافته لوگوں کي موجود هے ' جو باوجود ادعاء روشن خیالي و منور الفکري ' و با همۂ لوازم تهذیب جدید و تمدن فرنگ ' اپني زندگي کے اندر عورتوں کي غلامي و مملوکیت کے ایسے آثار مظلمه و محزنه رکھتے هیں که انسانیت کیلیے ماتم کبری ' اور اسلام کیلیے ننگ و عار هے !!

آپ کیا پنجاب کے اس نو بدعت پیرسٹر سے واقف نہیں هیں' جسنے با ایں همه مقاله نگاري و صحافي ' و طنطنۂ سفر فرنگ ' و دبدبۂ لیڈري و رهنمائی ' اپني مظلوم بیوي اور بچوں کو طعمۂ هلاکت بننے کیلیے چھوڑ دیا' اور خود ایک متمول بیوہ کی دولت حاصل کرکے پیوسته مشغول شرب خمر ' و علی الدوام مشغوف به تعطل و عیش کاري هے ؟

پھر وہ حر الفکر' منور الخیال' تعلیم یافته' تمدن پرست' آزاد عمل' ماتم گسار مظلومیت انسانیه' اور ناصر حقوق نسوانیه فرقه کہاں هے ' جو هندوستان کی عورتوں کو ظلم و جبر سے نجات دلانے کیلیے مبعوث هوا هے ؟ اور کہاں هے وہ نئی مهذب و آزاد سوسائٹی' جو دعوت پرست طبقه کے مظالم سے نفور' مغربي خواتین کي جلوہ آرائیوں پر متحسر' اور اسیر و نفقه اور حجاب نسواں پر همیشه مرثیه خواں هے ؟ اتامرون الناس بالبر و تنسون انفسکم ؟

آپ خوش هیں که میں مسئلۂ حقوق نسواں پر بھی متوجه هوا - گذارش هے که آپ تو مجھے برسوں سے جانتے اور میرے خیالات سے واقف هیں - میں اگر اس مسئله پر متوجه نه تھا ' تو یه کسی غفلت و اغماض کا نتیجه نه تھا ' اور نه اسکا که میرے دل میں اس جنس اشرف و اعلی کے مصائب کا کوئي درد نہیں - یه کیونکر ممکن هے ' جبکه یورپ کے ادعا اور نمونے کي بنا پر نہیں بلکه حضرۃ داعی اسلام کے اسوۂ حسنه کي بنا پر اس قول کو اپنے سامنے پاتا هوں که " خیارکم خیارکم لنسائکم " البته اسکے کچھه اور هي اسباب هیں - اصل یه هے که یه تمام منزلیں جو آپ حضرات کے سامنے هیں ' مجھے بھي پیش آچکی هیں ' فرق صرف اتنا هے که آپ اب تک انھی کو دیکھه رهے هیں اور میں الحمد لله آسے آگے بڑھچکا هوں :

راهے که خضر داشت ز سر چشمه دور بود

لب تشنگي ز راہ دگر بردہ ایم ما !

اگر عورتیں مظلوم هیں تو انھیں ڈرائنگ روم کي ادعائی مجلسوں سے حقوق نہیں ملسکتے - بلکه گھر کی عملی زندگي اور حسن معاشرت و سلوک کے نمونے پیش کیجیے - اسکا طریقه یه نہیں هے که صرف مضامین لکھتے رهیے یا ایک اخبار عورتوں کیلیے جاري کردیجیے - یه تو ابتدائی منزلیں نہیں - موجودہ منزل یه هے که همارے اندر نمونه پیدا هو' نیز ایک ایسی اخلاقی و ایمانی قوت ' جو ان ظالموں کو کوئی معاشرتی سزا دیسکے ' جو باوجود ادعاء حریت جدیدہ ' عورتوں کیلیے درندگی و وحوش سے بھی بدتر هیں -

یہی هے که توفیق الهي نے اصل منزل حقیقت دکھلا دي ' اور اس ایک هی سرچشمۂ مقصود تک پہنچا دیا جس سے اصلاح و فلاح ملت کی هر شاخ کی تشنگي دور هوسکتي هے - میں یه نہیں کہتا که تعلیم کیلیے کوشش کرو' میں اسکا وعظ نہیں کرتا که محاسن اخلاقي حاصل کرو' میري دعوت یه نہیں هے که پالیٹکس میں ترقي کرو ' اور یقیناً میں نے کبھي بھي بحث نه کی که عورتوں کو انکے طبیعي اور عقل و شرع کے بخشے هوے حقوق واپس کردو '

کیونکہ یہ میری وہ چھوٹی ہوئی منزلیں ہیں ' جنکو الحمد للہ میلوں اور کوسوں پیچھے چھوڑ آیا ہوں -

میری دعوت اب صرف ایک ہی ہے یعنے امر بالمعروف و النہی عن المنکر ' اور یقین کیجیے کہ آپ لوگوں کے پیش نظر کوئی بھی شے ایسی نہیں ہے جو اسمیں نہو - البتہ اسمیں جو کچھہ ہے ' وہ دوسری صداؤں کو میسر نہیں :

یک چراغ ست دریں خانہ کہ از پرتو آں
ہر کجا می نگری ' انجمنے ساختہ اند !

یہ کیا ہے کہ معلوم نہی ضرورت آشکارا ہے ' اعمال حسنہ کا جمال سب کو مرغوب ہے - اخلاق کی خوبیوں سے کسی کو انکار نہیں - بد عملی و فسق و فجور کی کوئی بھی تعریف نہیں کریگا - عورتوں کے حقوق پر ایک ہنگامۂ لسان و قلم برپا ہو چکا ہے - اصلاح اصلاح ! ترقی ترقی ! اور عمل عمل ! سب کی زبانوں پر ہے ' تاہم جو گرفتار جہل و غفلت ہیں ' انکی سرشاری جہالت بدستور ' جو مبتلاے فسق و فجور ہیں ' انکی جسارت و جرأت علی حالہا ' اور جو مبتلاے بد عملی و ترک اخلاق حسنہ ہیں ' انکی حالت بدسے بدتر ' کیا یہ اسی کا نتیجہ نہیں ہے کہ ہم میں دباؤ اور طاقت ناپید ہے ' اور کوئی قوت ایسی نہیں رہی جو ہمیں قول و عمل کی تطبیق پر مجبور کرے ؟

یہ دباؤ اور طاقت آج یورپ میں اجتماعی اور معاشری صورت میں ہے ' یعنے " سوسائٹی " اور اسکے اداب و رسوم (اتیکٹ) ایک ایسی طاقت رکھتے ہیں کہ ہر شخص خواہ کیسا ہی جری اور نڈر ہو ' لیکن اگر سوسائٹی میں کوئی ادنی سی جگہ بھی رکھتا ہے تو اسکے تحفظ کیلیے مجبور ہے کہ اپنے ظواہر اعمال میں کوئی بات ایسی نہونے دے جسکی بنا پر اپنے جگہ ضائع کردے -

مسلمانوں میں بھی چیز زیادہ قوت و اثر کے ساتھہ کارفرما تھی ' البتہ اسلام کی یہ خصوصیت ہے کہ وہ ہر انسانی اثر و عمل کو رشتۂ الہی سے وابستہ کردیتا ہے - یہی قوت ہے جس کو لسان شرع نے امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے لفظ سے تعبیر کیا ہے یعنی ہر مسلمان اسکے لیے مجبور تھا کہ وہ اعمال صحیحہ و حسنہ اختیار کرے ' اور اگر نہ کرے تو مسلمانوں کی سوسائٹی میں کسی عزت و وقار کے حاصل کرنے کا مستحق نہیں ہوتا تھا - یہ ایک احتساب عمومی کی قوت تھی جو ہر مرد کو دوسرے مرد کیلیے ایک قوۃ محتسبہ بنا دیتی تھی ' اور ممکن نہ تھا کہ اس احتساب عام سے کوئی بڑے سے بڑا فرد بھی بچ سکے -

پس آج اصلی ضرورت صرف اسکی ہے کہ قوم میں ایک ذہنی احتساب کی قوت پیدا کی جاے ' جو ہر عمل صالح و احسن کیلیے مقوم و مظہر ' اور ہر فعل زشت و بد کیلیے اپنے اندر ایک سخت معاشری سزا رکھتی ہو ' جب تک کہ ہماری سوسائٹی ایک ایسا قوی دباؤ پیدا نہ کریگی ' اس وقت تک محض دعوت و غلغلہ بیکار ہے

ایک شخص جو اپنی جانثار بیوی کیلیے خونخوار درندہ ہے ' ایک نا عاقبت اندیش جو اپنے ذاتی مصالح کیلیے یا اپنے بعض نادان اعزا کی پر معصیت خوشی کیلیے اپنے لڑکیوں کو ازدواج غیر مناسب کے ذریعہ قتل کر رہا ہے ' ایک نفس پرست جو اپنے گھر سے باہر کی زندگی میں حسن و جمال کی زیادہ بہتر نظیریں دیکھکر آمادہ ہو گیا ہے کہ اس عورت کی رفاقت ازدواجی سے اپنے تئیں آزاد کرالے ' جس بد بخت کے سامنے کوئی ایسی نظر فریب دنیا نہیں ہے ' میں آپسے پوچھتا ہوں کہ ایسا نہ کرنے کیلیے اسکے نفس شریر کو کیا مجبوری ہے ' جبکہ سوسائٹی ہر حال میں اسکی پرستش کیلیے طیار ہے ' اور اسکے لیے نور و ظلمت میں کوئی فرق نہیں ؟

جو لوگ کہ معصیت و بد اخلاقی اور ظلم و عدالت کشی کے مجسموں کو انکی سزا دینے کیلیے طیار نہیں ' انھیں کسی فرقے کی اعانت کرنے اور اسکے حقوق کی وکالت کا کیا حق ہے ؟

قوم میں صحیح دینی حسیات پیدا کیجیے ' امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی سنت رفتہ کو پھر زندہ کیجیے - اپنے اعمال کی بنیاد کسی قوم کی تقلید پر نہیں ' بلکہ خود اپنی تعلیمات صحیحہ پر رکھیے ' اور اپنے اندر اتنی قوت پیدا کیجیے کہ ہر تعلیم دعوے کے ساتھہ ہو اور ہر اعلان عمل کے بعد - جب تک کوئی ایسی تبدیلی پیدا نہوگی اس وقت تک محض ادعائی مباحث و ہنگامہ آرائیوں سے کچھہ حاصل نہیں ہو سکتا -

آخر میں آپنے ظاہر کیا ہے کہ متفرنجین ہند کو ملزم قرار دینے میں آپ میرے ساتھہ ہیں ' مگر " محترم جنس " کی ترکیب میں خود یورپ کا اتباع موجود ہے ' اور نیز یہ کہ جنس اناث کے احترام و شرف کا سبب سمجھہ میں بالکل نہیں آتا -

میں نے اگر جنس اناث کو " جنس محترم " لکھا تو یقین کیجیے کہ اس مرض تعبد و پرستش سے مرعوب ہوکر نہیں لکھا ' جو یورپ اپنی زندگی کے بیرونی مناظر میں ظاہر کرتا ہے - بلکہ میرے سامنے اسلام و داعی اسلام (علیہ الصلوۃ والسلام) کا اسوۂ حسنہ موجود ہے اور وہی مجبور کرتا ہے کہ فطرۃ انسانی کے اس اجمل ترین مظہر کے " احترام " کا اعتراف کروں -

" الرجال قوامون علی النسا " اسکے منافی نہیں ' بلکہ اسی کا نتیجہ ہے - فطرۃ نے عورت کے ذمے حفظ و تکثیر نوع انسانی کی خدمت اقدس و اعلی سپرد کی ' اور اسکا لازمی نتیجہ یہ تھا کہ مردوں کو اسکے مہام حیات اور ضروریات معیشت کے مراہم کرنے پر مجبور کیا جاتا - اس اختلاف حالت سے مردوں کو جسمانی قوت عورتوں کے مقابلے میں قدرتی طور پر زیادہ حاصل ہے : و للرجال علیہن درجۃ -

بہر حال اب اس مبحث نے جنسی مساوات و عدم مساوات کے موضوع بحث کی صورت اختیار کرلی ہے - بہتر ہے کہ چند دیگر مکاتیب و رسائل جو اس بارے میں آچکے ہیں ' پہلے شائع کردیے جائیں ' اسکے بعد بہ تفصیل اپنے خیالات شائع کروں -

دولت اسلامیہ کے ایک عضو مقطوع کا انجام

تخت البانیا پر ایک نصرانی شہزادہ

البانیوں کی قابلیت' یورپ کا اس سے مقصود' ایک بہترین انتظام کا ترک

انگلستان کی مایۂ ناز خدمت امن یعنی لندن کی مؤتمر السفراء کامیاب سمجھی جاتی ہے کو وہ جنگ کے اہوال و مظالم میں شمہ بھر بھی تخفیف نہ کرسکی - یہ کیوں ؟ اسلیے کہ اس نے طاقت کے عفریت یعنی دول یورپ کو دست و گریبان ہونے نہ دیا ' اور مسئلہ البانیا کی گرہ کو تیغ کی نوک سے بدلے قلم کی نوک سے سلجھا دیا - مگر کیا یہ صحیح ہے ؟ کیا انگلستان نے امن کی کوئی حقیقی خدمت کی ؟ یا صرف ہنگامی و فوری ؟ کیا فواء دول کا توازن برہم نہیں ہوگیا ؟ اور ہر سلطنت کو اپنی جنگی طاقت میں اضافہ کرنا پڑا ؟ اور کیا در حقیقت مسئلۂ البانیہ حسب دل خواہ حل ہوگیا ؟ ان سوالات کا جواب دینا اس شخص کے ذمے ہے جو مؤتمر السفراء (سفرا کی کانفرنس) پر ایک عام نظر ڈالنا چاہتا ہو -

مگر ہم اسوقت یہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ اس مؤتمر نے اسلام اور البانیا کے لیے کیا کیا' اور کیوں کیا ؟

اتحاد دول در حقیقت حکومت اسلامیہ کے لیے ایک پیغام مرگ تھا ' جو وقت کے آنے سے پہلے اسے پہنچا دیا گیا ہے - اس اتحاد نے یہ بتلا دیا کہ دول کی باہمی رقابت اور عداوت کا جو تنکا اس غریق بحر فنا کیلیے سہارا تھا ' وہ بھی اب بر سر زوال ہے' اور وہ وقت دور نہیں جب اس جسم کی جگہ سطح آب کے بدلے قعر دریا ہو' اور عرصہ کے منتظر حریفوں میں بصلح و آشتی تقسیم ہو جائے

اگر (خاکم بدہن) حکومت اسلامیہ کی تقسیم کے لیے کبھی آخری اتحاد ہوا تو اسکی تاریخ کا آغاز اسی مؤتمر سے ہوگا' اور اسکے مواد و منشا ہونے کا شرف انگلستان ہی کو حاصل ہوگا -

البانیا کے لیے اس مؤتمر نے کیا کیا' اور کیوں کیا ؟ اسکا جواب ہم انگلستان کے ایک مشہور کاتب سیاسی لوئس ولف کی زبان سے دینا چاہتے ہیں - کاتب مذکور نے البانیا کی حکمرانی پر ایک مضمون لکھا ہے جو گریفک کی تازہ اشاعت میں شائع ہوا ہے - اس مضمون میں ان تمام نقطوں پر بحث کی گئی ہے' جو ہم لکھنا چاہتے تھے - مضمون کے ترجمے کے بعد کسی ملاحظہ کی ضرورت نہ تھی' مگر بد قسمتی سے ہمارے ملک میں مقالات و رسائل کو ایک غلط انداز نظر سے زیادہ توجہ نصیب نہیں ہوتی' اور مقالات سیاسیہ تو شاید اس سے بھی محروم رہتے ہیں - اسلیے پہلے چند امور کی طرف قارئین کرام کی توجہ مبذول کر دینا ضروری ہے -

دنیا ہمیشہ یہ سمجھتی تھی کہ حقائق پر اقلیم و ملک کے تغیر کا اثر نہیں پڑتا' مگر یورپ کی سیاست نے ثابت کردیا کہ ایام کی طرح حقائق کی دنیا بھی ان تغیرات سے متاثر ہوتی ہے - یعنی اگر بلقان میں دو اور دو چار ہیں' تو ممکن ہے کہ وہ ہندوستان میں دو اور دو پانچ ہوں -

" وطن صرف اہل وطن کے لیے ہے " یہ وہ اصول ہے جسکی تبلیغ ہمیشہ دولت عثمانیہ کی عیسائی رعایا میں یورپ نے کی ہے - عثمانی مسیحی رعایا میں سے جب کبھی کسی فرقہ نے حریت و استقلال کا مطالبہ کیا ہے تو یورپ نے ہمیشہ اسکو مطالبۂ مشروع اور حق طبعی کا سوال قرار دیا ہے ' لیکن اگر یہی سوال ہندوستان ' مصر' یا مغرب اقصی کی سر زمین سے بلند ہوا تو وہ یکسر بغاوت اور جرم سمجھا گیا - نہ کہا ہے کہ جو شے ہندوستان میں بغاوت و سرکشی ہے ' وہی بلقان اور آرمینیہ میں مطالبۂ مشروع اور وحدات قومی کا ایک ثبوت طبیعی ہے ؟

انگلستان کو چونکہ دہاء و سیاست سے نصیب وافر ملا ہے اسلیے اس نے ہمیشہ ایسے مواقع پر دو جماعتیں کر دی ہیں' کارکن اور سرگرم جماعت کو فوضوی (انارکسٹ) قرار دیکے انکے ابادت و استیصال کے لیے قانون کی تیغ بے پناہ سے کام لیا ہے' اور دوسرے کو یہ تھپکے سمجھا دیا ہے کہ ابھی تم تیار نہیں ہو' جب وقت آئیگا تو ہم خود دیدینگے -

لیکن اگر البانیا کی خود مختاری کا وقت آگیا ہے جہانکی زندگی اب تک خانہ بدوشانہ اور قبیلہ وار ہے تو ہندوستان اور مصر میں کیوں خود مختاری کا وقت نہیں آتا ؟ حالانکہ یہ دونوں مقامات تہذیب و تمدن اور تعلیم و تربیت نیز ادارت و انتظام میں یقیناً البانیا سے بدرجہا بہتر ہیں -

یہ کیا اسلیے ہے کہ البانیا دولت عثمانیہ کا جزء ہے' اور یہ دونوں مقامات دولۂ برطانیہ کے اجزاء ہیں ؟

یورپ کی سیاست کا قوام دو جزوں سے ہے' ایک خود کامی اور دوسرا نفاق - اسکے جس عمل سیاسی کو دیکھو گے ' اسمیں یہ دونوں چیزیں ضرور موجود پاؤ گے - کسی قوم کو غلامی کی بیڑیوں سے آزاد کرنا ایک نہایت مقدس کام ہے مگر یورپ جب اسے انجام دیتا ہے تو وہ بھی خود غرضی و نفاق سے آلودہ ہوتا ہے - البانیا کو آزاد کرایا گیا ' مگر اسلیے نہیں کہ وہ ایک کامیاب و قوی سلطنت ہو بلکہ اسلیے کہ وہ ایک برزخ ہو جو سرویوں اور سلافیوں اور آسٹریا اور اطالیا میں حائل رہے اور انکو باہم ٹکرانے نہ دے !

گو یورپ کہتا ہے کہ اسکا دامن مذہبی تعصب کے کانٹوں میں الجھا ہوا نہیں ہے اور بعض سادہ لوح باور بھی کرلیتے ہیں ' مگر کیا کیجیے ' واقعات ہمیں عدم یقین پر مجبور کرتے ہیں - ہم جب کبھی یورپ کے اعمال سیاسیۂ کو دیکھتے ہیں تو صاف نظر آتا ہے کہ اسکا مقصد وحید محض اسلامی نفوذ و اقتدار کا مٹانا ' اور اسکی جگہ مسیحی مغربی اثر کو قائم کرنا ہے - یورپ نے ابتک عثمانی رعایا میں سے جن جن اقوام کو مثلاً بلغاریا ' یونان ' رومانیا کو آزاد کیا ہے' نہ انمیں تعلیم تھی نہ تمدن اور نہ اداری و سیاسی قابلیت' مگر با ایں ہمہ یورپ نے انہیں آزاد کرایا اور انتظام کے لیے اپنے یہاں کے اشخاص اور

حکمرانی کے لیے اپنے یہاں کے خاندانی شہزادے بھیجے اور اسطرح حکومت اسلامیہ کے اعضاء سے نئی مستقل عیسائی ریاستیں قائم کیں -

ہم یہ نہیں کہنا چاہتے کہ قرون مظلمہ کی طرح آج بھی یورپ اپنے اعمال میں نصرانیت پرست ہے' مگر یہ ہم جانتے ہیں کہ وہ اسلامی نفوذ کے مٹانے اور عیسائی نفوذ کی توسیع میں پوری طرح سرگرم ہے - پس یا تو یہ اسلیے ہے کہ یورپ آج بھی اسیطرح عیسائیت پرست ہے جسطرح کہ پہلے تھا مگر اپنے جوش ملی کو اس نے نفاق چھپایا ہے' یا وہ خود تو مسیحیت کی حلقہ بگوشی سے آزاد ہے' مگر اسکی سیاست آزاد نہیں -

اسکی تازہ ترین مثال البانیا ہے - البانیا کے لیے بہترین انتظام یہ تھا کہ کوئی امیر عبد الرحمن تلاش کیا جاتا ' اور چاہا جاتا تو عالیجا اسعد پاشا اس خدمت کو انجام دیسکتا ' مگر ایسا نہیں کیا گیا اور عیسائی شہزادہ یورپ سے بھیجا گیا ' تا کہ یہ زمین کا ٹکڑا جو ہلال کے نیچے سے نکل آیا ہے ' پوری طرح صلیب کے قبضے میں آجائے ' اور اسطرح عیسائی ریاستوں کی تعداد میں ایک اور اضافہ ہوجائے !

بہرحال مسٹر لوئس ولف لکھتے ہیں :

" بڑا اور درخشاں واقعات کے اس عہد میں زندہ رہنا ہر انسان کا طبیعی حق ہے "

یہ وہ فقرہ ہے' جو " ڈسرائیلی " نے مسز رجس ولیمس کو سنہ ۱۸۶۲ ع میں اسوقت لکھا تھا' جب یونانی لارڈ اسٹینلی کو اپنا بادشاہ بنانا چاہتے تھے -

اس عہد کو مطلب پرست بتانا کتنی سنگین غلطی ہے یہ ایک بے پایاں داستان ہے جسکے چھیڑنے کا یہ موقع نہیں - آجکل تو یہ حالت ہے کہ انجانوں کی طرح دفعۃ تخت الٹتے اور تاج ملتے ہیں !

سر اڈورڈ گرے اور وزارتہاے عظمی (چانسلرز) کے دوسرے بھیگے ہوے کملوں کے علی الرغم ' ابھی تک ہم اسی داستان بے پایاں کے عہد میں ہیں - اخبارات سرخیہاے سلطنت کی سرنگونی اور تاجہاے شاہی کی دربدر گری کی خبروں کے علاوہ دوسری خبروں میں بہت ہی کم دلچسپی لیتے ہیں مثال کے لیے ایک مختصر سے ہفتہ کی دو دہشت انگیز افواہیں ہیں - " بلغاری تخت کا انقلاب ' اور " دوسلڈم " کی امن پارک سے ایک اہم خبر" یعنی شاہ البانیا کا اعلان !

اگر مسٹر ڈزرئیلی اسوقت زندہ ہوتا ' تو جسطرح وہ لارڈ اسٹینلی پر ' جسکو اس کا باپ کتاب ازرق در جامہ Blue Book in breeches میں کہا کرتا تھا اور جس کے لیے تاج یونان کی حسرہ کن مہم کوئی دلکشی پیدا نہ کرسکی ' رحم اور رشک کرتا تھا ' اسطرح وہ شاہزادہ والڈ پر رشک کرتا ' جسکے حصے میں البانیا کا تخت آتا ہے ' اور اس حکمرانی البانیا کی طلائی فرصت پر پر جوش نظمیں لکھتا رہتا -

ڈزرئیلی سنہ ۱۸۳۰ ع میں رشید پاشا سے یانینا میں ملا تھا جسطرح کہ چند سال پہلے بائرن اسی شہر داستان میں علی اعظم سے ملا تھا اور ایک لحظے کے لیے قیام البانیا کا خیال خام رکھتا تھا - " ممکن ہے کہ ہوچکا ہوتا " اسکی کتاب کا یہ بڑا ہی کیا باب ہے ! یہ وہ دن تھے کہ یہ " عجیب و غریب بچہ " مشرق درخشاں میں الوری یا اسکندر کے طرز عمل کے دوبارہ جاری کرنے سے کہیں کم ' انگلستان کی وزارت عظمی کے خواب دیکھتا تھا !

والڈ کا شاہزادہ ولیم غالباً مدرسہ خیالیہ Romantic School کا متبع نہیں ' اور نہ پرسٹکیم میں اس قسم کے خیالات کی حوصلہ افزائی کی جاتی ہے -

پھر تخت البانیہ کی امیدواری کے لیے کیا شرائط ہیں ؟ یہ ایک راز سربستہ ہے' ابھی اسی دن ٹیمس کے ایک ظریف مراسلہ نگار نے مشورہ دیا تھا کہ پرنسیس میرکل " اسٹ ہومس " کی کامیابی نے دول میں یہ خیال پیدا کیا ہے کہ اسکا شوہر ان باہم جنگ آزما البانیوں میں اتحاد و اتفاق کے روشناس کرنے کے لیے بخوبی موزوں ہوگا -

پھر نوع یہ تاریخ کی عجیب و غریب بازگشت ہے - کیونکہ البانیا کی روایات (Tradition) کا آغاز کیڈ مس (Cadmus) اور ہارمونیا (Harmonia) کے قصے سے ہوتا ہے جنکے یہاں الیریا (Illyria) پیدا ہوا ' جو تمام البانیوں کا مورث اعلی ہے -

آیا ایک ایسے تجربہ کا اعادہ مناسب ہے جسکو خدا علم السیاسہ کے عہد طفلی میں کامیابی نہ دیسکے ؟ یہ ایک علحدہ سوال ہے -

درحقیقت سچ یہ ہے کہ شاہزادہ والڈ کا انتخاب نہیں ہوا ہے اور نہ وہ کسی خاص طریقہ پر البانیہ کی حکمرانی کے لیے تیار کیا گیا ہے ' بلکہ اسکا انتخاب محض اسلیے ہوا کہ یورپ کے طبقہ شاہزادگان میں وہ ایک ایسی ذات ہے جو یہ کوشش کرکے دیکھنا چاہتی ہے ' اور اسکے ساتھہ ہی یہ تو البانیا اور روما میں اسکے متعلق شکوک ہیں اور نہ وہ دول یورپ کی وسیع الاختلاف سرد مہریوں کے مقابلے ایسی کوئی نا انگیختگی رکھتا ہے - فہم و ہمت کا یہی ثبوت ہو سکتا ہے اور امید ہے کہ ایسا ہے - آخر رومانیا اور بلغاریا کے بادشاہوں کے متعلق بھی تو اچھہ زیادہ معلوم نہ تھا جو اسی منصب کے لیے انتخاب کیے گئے تھے' اور ابھی تک اپنے اپنے تاجوں کو سرفراز کیے ہوے ہیں ؟

تاہم البانیا کی قسمت کے متعلق پیشین گوئی کرنے میں ان گذشتہ مثالوں پر اعتماد مناسب نہیں - نہ ملک رومانیا اور بلغاریا بلکہ عثمانی شاہنشاہی کی تمام سرحدی جاگیروں سے بالکل مختلف ہے - تقسیم اقوام اجتماعی' اور نیز تاریخی حیثیت سے یہ ایک دوسری ہی دنیا کا قطعہ ہے - نہ تو سلافوں سے اسکو کوئی نسبی تعلق ہے اور نہ یونانیوں سے' اور نہ ترک ہی اسکو پوری طرح کبھی مطیع کرسکے - اجتماعی حیثیت سے نہ اب ایک عہد مبتذل میں ہے' البتہ یہ خیال کہ نہ کبھی وہاں ایک قوم ہوئی ہے اور نہ کبھی ہوگی' ضرور ایک مغالطہ ہے - ایک زمانے میں اسی طرح ایک قوم تھی جسطرح انگلستان انجوین بادشاہوں کے زمانے میں ایک تھا -

اسکے جاگیر دار نوابوں نے (Feudal Barons) بارہا بیرونی دشمنوں کے مقابلہ میں اپنے وطن عزیز کی متحدہ طور پر مدافعت کی' مثلا انکی جنگ زیر قیادت سکندر اعظم (یہ اسکندر مقدونی نہیں بلکہ اسکندر البانی ہے) - بارہا یہ بھی ہوا کہ خود انہیں سے کسی با شوکت و صولت شخص نے (جیسے محمد شوتی یا مشہور و معروف علی پاشا) بزور و جبر انمیں اتحاد قومی کی سی کیفیت پیدا کردی ' مگر یہ طریقہ اتحاد ہمیشہ داخلی رہا ' کبھی خارجی نہ ہوا ' یعنی اس شبیہ اتحاد کا مؤسس کبھی بھی غیر البانی ہاتھہ نہ ہوا -

بیشک یہ ممکن ہے کہ البانیا کو فتح کرکے مثلاً آسٹریا کا ایک صوبہ بنا دیا جائے ' جیسا کہ وہ کسی زمانے میں رومی سلطنت کا ایک صوبہ تھا ' مگر ایک بین القومی معاہدہ اور ایک اجنبی شاہزادے کے زیر حکومت اسکو ایک قوم بنانا ' ایک مشکوک

تجربہ ہے - جب یونانیوں' بلغاریوں' اور رومانیوں کے لیے یہ تدبیر اختیار کی گئی تھی ' تو وہ پھلتا پھلتا ترکی پاشاؤں کے ہاتھوں پسے چکے تھے جنکے زیر حکومت انھوں نے ایک اجتماعی و سیاسی یک جنسی اور اجنبی محکومی کی عادت اختیار کرلی تھی' مگر البانیا میں انمیں سے ایک بات بھی نہیں ہوئی ہے :

میں شاہزادہ وائد کے متعلق کوئی بری پیشینگوئی کرنا نہیں چاہتا ' مگر مجھے خوف ہے کہ البانیہ میں اسکا طرز عمل اسی پامال راستہ کو اختیار کریگا ' جو شاہ اوٹو نے یونان میں شاہزادہ کورا نے مولڈو و ایشیا میں' اور بیٹنمبرگ کے شاہزادہ اسکندر نے بلغاریا میں اختیار کیا تھا

سچ یہ ہے کہ سریرہاے سلطنت پر نئے حکمرانوں کے جوڑنے کا طریقہ بالکل نیم حکیمی ہے' اور کامیابی کی منزل تک پہنچنے کے لیے اسکو بہت سی ناکامیوں میں سے گزر کے جانا پڑتا ہے -

غالباً دول یورپ کا یہ خیال بیجا نہیں کہ ابتدا بہت جلد یورپ کے ذریعہ مہذب و منظم بنایا جا سکتا ہے - لیکن جب انکی ہر دلعزیز امیدیں ناکام ہونگی تو بالیقین ایک دوسرے نقشہ عمل کی آزمائش کرنا پڑیگی -

اخلاقی اور اجتماعی لحاظ سے البانی ایک یوروپین قوم نہیں ہیں - وہ بحیرہ ایڈریا تک (اسود) کے افغان ہیں - سیاسی حیثیت سے بھی وہ افغان ہیں ' کیونکہ انکے متعلق جو کچھہ چاہا جاتا ہے اسکا مقصد یہی ہے کہ وہ ایک درمیانی سلطنت کا کام دیں - یونانیوں اور سلاویوں کو ایڈریا تک سے روکیں ' اور اطالیا اور سرویا کے رقیبانہ حوصلوں کو ہمیشہ پس و پیش میں رکھیں - یہ نہیں کہ وہ خود ایک طاقتور اور آزاد قوم بنجائیں -

چونکہ یہ حالات ہیں تو البانیا کی حکومت کا مسئلہ اس طرح بہتر طور پر حل ہوتا کہ عبد الرحمن (امیر افغانستان) کی طرح کوئی وطنی شخص تلاش کیا جاتا جو افغانستان کے اور عبد الرحمن کے پر از فراست خیال کے ساتھہ حکمرانی کرتا -

مجھے تو یہ نظر آتا ہے کہ مسئلہ البانیا کا یہ حل نہایت ہی امید افزا ہوتا - شاید عبد الرحمن کا طرز حکومت ہمارے انسانیت پرست اور خیال پرستوں کو ناگوار معلوم ہو' مگر جیسا کہ علی پاشا نے ایک فرانسیسی تارک الدین ابراہیم افندی سے کہا تھا ' یہی ایک طریقہ ہے جس سے البانیا میں امن رہسکتا ہے اور البانیوں کو بین القومی فتنہ بننے سے بچایا جا سکتا ہے "

خطوط جهنم سے

اصل مصنف ان خطوں کا ایک جرمن فاضل ہے - جس نے قلم سے جہنم کے ایسے حیرت انگیز اور پر تاثیر نقشے کھینچے کہ یورپ کی تمام زبانوں نے اسے اپنی آغوش میں جگہہ دی -

یورپ کے بعض اعلے تعلیم یافتہ نے مجھے اس ترجمے کی داد دی اور ہندوستان کے بعض مشہور انشا پردازوں نے اس پر صاد کیا - بہر صورت کتاب قابل ملاحظہ ہے -

کل خطوط تیس ہیں جو سلسلہ وار شایع ہو رہے ہیں - پورے مجموعے کی قیمت معہ محصول ڈاک صلع ۴ - روپیہ - ۱ - آنہ ہے - ہر خط کی جدا گانہ قیمت ۲ - آنہ - محصول ڈاک کا اس کے علاوہ ہے -

شرف الدین احمد

محلہ کہاری کنواں - رام پور اسٹیٹ - یو - پی

محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس میں سر تھیوڈر ماریسن

محمڈن کالج علیگڈھہ کے سابق طلباء و دیگر بہی خواہان قوم اس خبر کو سنکر بہت خوش ہونگے کہ ہمارے کالج کے سابق پرنسپل سر تھیوڈر ماریسن - کے - سی - آئی - ای - جو بحیثیت ممبر شاہی کمیشن کے ہندوستان تشریف لائے ہوے ہیں - محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس کی شرکت اور اپنے پرانے شاگردوں اور احباب سے ملنے کے واسطے کانفرنس کے زمانہ میں آگرہ میں تشریف لائینگے - سر تھیوڈر ماریسن کو محمڈن کالج اور اوس کے طلباء کے ساتھہ جو دلچسپی اور ہمدردی ہے ' وہ ظاہر ہے - اون کا بڑے دن کے زمانہ میں کلکتہ سے آگرہ کے سفر کی تکلیف گوارا کرنا ہی اونکی دلچسپی کا بین ثبوت ہے - امید ہے کہ سر تھیوڈر ماریسن کی موجودگی کانفرنس میں ایک خاص دلچسپی پیدا کردیگی -

برادران کالج سے پوشیدہ نہیں ہے کہ اس زمانے میں کالج کے معاملات میں آجکل کچھہ پیچیدگیاں واقع ہوگئی ہیں - اونکے متعلق سابق طلبا کے کالج کو باہم مشورہ کرنے کی سخت ضرورت ہے ' اور کانفرنس کا زمانہ اس مشورہ کے واسطے بہترین موقعہ ہے - خاصکر تھیوڈر ماریسن کا اوس زمانہ میں آگرہ تشریف رکھنا اور شریک مشورہ ہونا ایک نعمت غیر مترقبہ ہے - جس سے فائدہ حاصل کرنا ہمارا فرض ہے - اسواسطے برادران کالج سے نہایت الحاح کے ساتھہ یہ استدعا ہے کہ وہ ضرور بالضرور اس موقعہ آگرہ تشریف لاکر کانفرنس میں شریک ہوں - اگر کالج کے سابق طلباء کثرت سے اس موقعہ پر تشریف لے آئے ' اور اونکی یہ خواہش ہوئی تو ہمارے خیال میں اس موقعہ پر کالج کے معاملات پر بحث کرنے کے واسطے سابق طلبا کے کالج کا ایک خاص جلسہ کرنا نہایت مفید ہوگا - بانی کالج علیہ الرحمہ کی زیادہ تر امیدیں کالج کے ہی طلبہ سے وابستہ تہیں - ہمکو امید ہے کہ ہمارے برادران کالج سرسید علیہ الرحمۃ کی ان امیدوں کو حتی الامکان ضرور پورا کردینگے ' اور اس نازک موقعہ پر اپنے پیارے کالج کو مشکلات سے بچانے کے واسطے پوری کوشش اور توجہ فرمائینگے -

خاکساران

سید نبی اللہ - بیرسٹر ایٹ لا لکھنو' احسان الحق - بیرسٹر ایٹ لا جالندھر' سردار علی - بی - اے - سکرٹری آل انڈیا اسوسی ایشن دہلی ' ظہور احمد - بیرسٹر ایٹ لا - الہ آباد ' عامر مصطفی خاں - علیگڈھہ ' محمد ہادی بی - اے - ایل ایل - بی - وکیل فیض آباد ' ناظر الدین حسن - بیرسٹر ایٹ لا لکھنو ' محمد یعقوب - وکیل مراد آباد ' رضا علی - وکیل مراد آباد -

باجلاس جناب قاضی عبد العزیز خان صاحب نائب تحصیلدار پشین ضلع کوئٹہ بلوچستان -

بمقدمہ اڈن مل موہن مل بذریعہ اڈن مل دکاندار بازار سرانان تحصیل پشین ضلع کوئٹہ ملک بلوچستان - مدعی بنام سلطان بخش ولد نا معلوم ذات ...ری ساکنہ بازار سرانان مدعا علیہ
دعوی مبلغ ۳۷ روپیہ - ۳ آنہ

مقدمہ مندرجہ صدر میں مدعا علیہ روپوش ہے اور باوجود تلاش کے کچھہ پتہ مدعا علیہ کا نہیں ملا اسلیے یہہ اشتہار دیا جاتا ہے کہ اگر مدعا علیہ صدر بتاریخ ۲۰ جنوری سنہ ۱۹۱۴ ع اصالتاً یا وکالتاً حاضر عدالت ہوکر پیروی مقدمہ نہیں کریگا - تو بموجب دفعہ (۱۰۰) ضابطہ دیوانی تجویز مقدمہ یکطرفہ عمل میں آویگی '

دستخط اور مہر عدالت سے آج بتاریخ ۱۱ ماہ دسمبر سنہ ۱۹۱۳ ع جاری ہوا ' (مہر عدالت)

مکتوب مدینۂ منورہ

مدینہ یونیورسٹی

جناب مخدومی مکرمی مولانا مولوی ابوالکلام صاحب مالک و ایڈیٹر اخبار الہلال کلکتہ - سلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ - آج اس امر کا ظہور ہوا جس کے لیے مدت سے قلوب مشتاق اور ابصار بر سر انتظار تھے - یعنی یونیورسٹی مدینہ منورہ کا سنگ بنیاد رکھا گیا - یہ تقریب بڑے جلوس اور رعب و دبدبہ اور آرائش کے ساتھ آج ادا کی گئی - جناب حسن بصری پاشا والی مدینہ اور جناب زبور پاشا شیخ الحرم' اور قاضی بلدہ' اور مفتی احناف و شافعیہ' اور تمام عمائد اور امراے مدینہ شریک جلسہ تھے - افواج ترکی مع بینڈ صف بستہ استادہ تھیں - تماشائیوں کی وہ کثرت تھی کہ تل رکھنے کی جگہ نہ تھی - جناب شیخ عبد العزیز صاحب جاوش نے منجانب اعلی حضرت سلطان المعظم ایک خطبہ فصیح و بلیغ بزبان عربی سنایا' جس میں اس یونیورسٹی کے مقاصد اور اغراض اور منافع اور فوائد بتفصیل بیان فرمائے' اسکے سننے سے تمام حاضرین خوشی کے مارے جامہ میں پھولے نہیں سماتے تھے - آخر سنگ بنیاد بڑے اہتمام اور شادمانی سے نصب کیا گیا جس کا مضمون یہ تھا کہ یہ مدرسۂ کلیہ اعلی حضرت سلطان محمد رشاد خاں خامس نے سنہ ۱۳۳۲ ہجری کے پہلے دن میں قائم کیا - تمام حاضرین نے حضرت سلطان المعظم کے طول عمر اور ازدیاد جاہ و اقبال کے لیے دعا کی - آمین کی آواز سے سارا میدان گونج گیا - منجملہ مسلمانان ہند جناب مولوی محبوب عالم صاحب مالک و اڈیٹر پیسہ اخبار لاہور شریک جلسہ تھے - اختتام جلسہ پر خاکسار نے اپنی کل خدمات لاینفہ بلا معاوضہ حسبۃ للہ اس یونیورسٹی کے نذر کیں - اللہ تعالی قبول فرمائے - (کثر اللہ امثالکم - الہلال)

اب آپ سے اور تمام اسلامی اخبارات ہند سے باادب یہ استدعا ہے کہ اس یونیورسٹی کی تائید کے لیے مہما امکن ہر ایک مسلمان باشندہ ہند کو تحریص اور ترغیب دلائیں - اسطرح تمام برادران اسلامی ساکنین ہند سے توقع ہے کہ وہ اس اسلامی یونیورسٹی کی دامے' درمے' سخنے و قدمے ہر طرح کی امداد سے دریغ نہ فرمائینگے - حق تعالی کی قدرت عجیب ہے کہ اسلام کے نشر کی ابتدا بھی اسی مدینہ مبارکہ سے ہوئی' اور اس آخری زمانہ میں علوم و معارف کی اشاعت بھی یہیں سے شروع ہوئی فقط -

آپکا نیازمند

(نواب) وقار نواز جنگ - از مدینہ منورہ

شہادۃ اعداء

بقیہ برید فرنگ

سرویرنکا ریپبل' ایم - مجاتوویچ M. Majatovitch جو صلح کانفرنس لندن اور قسطنطنیہ کے اجلاس میں شامل تھا' حسب ذیل خیالات کا ایک موقع پر اظہار کرتا ہے -

" سیاسی اغراض کیوجہ سے بلقانی ریاستوں نے ترکوں کو رنگ آمیزی کر کے انتہا درجہ کا ایشیائی ظالم ظاہر کیا ہے' انکو ہم نے اسطرح ظاہر کیا کہ یہ ظالم قوم کسی طرح یوروپین تہذیب کو قبول کرنیکی صلاحیت ہی نہیں رکھتی - اگر غیر متعصبانہ نظروں سے تاریخ کا مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ ترک یوروپین خصوصیات بمقابلہ ایشیائی خصوصیات کے زیادہ رکھتے ہیں - وہ ظالم ہرگز نہیں ہیں' بلکہ برخلاف اسکے انصاف اور حق پسندی کے دلی طرفدار اور پسند کرنیوالے ہیں - اسکے علاوہ اُنمیں اکثر وہ خوبیاں بھی ہیں جو قابل تعظیم ہیں -

ترکوں کی سلطنت کی عزت شان و شوکت کا آفتاب حقیقت میں اس شکست بلقان سے غروب نہیں ہوا ہے' بلکہ اس شکست میں ابھی قدرت کو ایک اہم تاریخی کام اس قوم سے لینا باقی ہے - ترکوں کی سلطنت ایک کڑی ہے جو یوروپ اور ایشیا کو ملاتی ہے' اور اسلام اور عیسائیت کو متحد کرتی ہے - اسی سلطنت کے ذریعہ سے مسیحیت اور اسلام ایک دوسرے سے مصافحہ کرینگے' اور علحدہ علحدہ ترقی کرینگے' اور اس علحدگی میں بھی ایک مشارکت و امداد ہوگی - "

مسٹر آرتھر فیلڈ Mr. Arthw Field جو عثمانی کمیٹی کے ایک رکن ہیں' برطانوی اور ترکی اتحاد کیلیے اپیل کرتے ہوئے کہتے ہیں :

" ترک ایک با مروت مخلص قوم ہے - ایسی قوم سے دول یوروپ کو اپنے قدیم معاہدہ توڑنے نہیں چاہئیں - بلکہ اُن معاہدوں کو مضبوط رشتوں سے اور زیادہ مستحکم کرنا چاہیے - ان عہد شکنیوں میں جو یوروپ نے ہمیشہ کی ہیں' ترکوں کے نقصان کا پہلو رکھا گیا ہے - برطانوی پالیسی کی بدل جانیسے جذبات اور نیک ارادوں کو سلطنت برطانیہ نے کھو دیا - انکا حصول صرف اسی صورت میں ہو سکتا ہے کہ برطانوی ترکوں کو اپنا دوست بنا لیں - "

PRINTED & PUBLISHED BY A. K. AZAD, AT THE HILALA ELECTRICAL PRTG. & PUBLG. HOUSE, 7/1 MCLEOD STREET, CALCUTTA

[۱۹]

[illegible]

ہندوستان میں نہ معلوم کتنے آدمی بخار میں مرجایا کرتے ہیں' اسکا بڑا سبب یہ بھی ہے کہ ان مقامات میں نہ تو دوا خانے ہیں اور نہ ڈاکٹر' اور نہ کوئی حکیمی اور مفید پیٹنٹ دوا ارزاں قیمت پر گھر بیٹھے بلا طبی مشورہ کے میسر آسکتی ہے - ہمنے خلق اللہ کی ضروریات کا خیال کرکے اس عرق کو سالہا سال کی کوشش اور صرف کثیر کے بعد ایجاد کیا ہے' اور فروخت کرنے کے قبل بذریعہ اشتہارات عام طور پر ہزارہا شیشیاں مفت تقسیم کردی ہیں تاکہ اسکے فوائد کا پورا اندازہ ہوجائے - مقام مسرت ہے کہ خدا کے فضل سے ہزاروں کی جانیں اسکی بدولت بچی ہیں اور ہم دعوے کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ ہمارے عرق کے استعمال سے ہر قسم کا بخار یعنی پرانا بخار - موسمی بخار - باری کا بخار - پھرکر آنے والا بخار - اور وہ بخار' جسمیں ورم جگر اور طحال بھی لاحق ہو' یا وہ بخار' جسمیں متلی اور قے بھی آتی ہو - سردی سے ہو یا گرمی سے - جنگلی بخار ہو - یا بخار میں درد سر بھی ہو - کالا بخار - یا آسامی بخار - زرد بخار ہو - بخار کے ساتھ کلتیاں بھی ہوگئی ہوں - اور اعضا کی کمزوری کی وجہ سے بخار آتا ہو - ان سب کو بحکم خدا دور کرتا ہے' اگر شفا پانے کے بعد بھی استعمال کیجائے تو بھوک بڑھ جاتی ہے' اور تمام اعضا میں خون صالح پیدا ہونے کی وجہ سے ایک قسم کا جوش اور بدن میں چستی و چالاکی آجاتی ہے' نیز اسکی سابق تندرستی ازسرنو آجاتی ہے - اگر بخار نہ آتا ہو اور ہاتھ پیر ٹوٹتے ہوں' بدن میں سستی اور طبیعت میں کاہلی رہتی ہو - کام کرنے کو جی نہ چاہتا ہو - کھانا دیر سے ہضم ہوتا ہو - تو یہ تمام شکایتیں بھی اسکے استعمال کرنے سے رفع ہوجاتی ہیں - اور چند روز کے استعمال سے تمام اعصاب مضبوط اور قوی ہو جاتے ہیں -

قیمت بڑی بوتل - ایک روپیہ - چار آنہ

" چھوٹی بوتل بارہ - آنہ

پرچہ ترکیب استعمال بوتل کے ہمراہ ملتا ہے

تمام دوکانداروں کے ہاں سے مل سکتی ہے

المشتہر ریورپرائٹر

ایم - ایس - عبد الغنی کیمسٹ ۲۲ و ۷۳

کولو ٹولہ اسٹریٹ - کلکتہ

---

[۲۰] ریویو اف ریلیجنز - یا مذاہب عالم پر نظر

اردو میں ہندوستان اور انگریزی میں یورپ امریکہ و جاپان وغیرہ ممالک میں زندہ مذہب اسلام کی صحیح تصویر پیش کرنے والا معصوم نبی علیہ السلام کی پاک تعلیم کے متعلق جو غلط فہمیاں پھیلائی گئی ہیں - ان کا دور کرنے والا اور مخالفین اسلام کے اعتراضات کا دندان شکن جواب دینے والا یہی ایک پرچہ ہے جس کو دوست دشمن سب [illegible] کرنے کے قابل سمجھا ہے - اس رسالے کے متعلق چند ایک رائوں کا اقتباس حسب ذیل ہے :-

الهیان [illegible] ریویو آف ریلیجنز ہی ایک پرچہ ہے جس کو خالص اخلاقی پرچہ کہنا صحیح ہے - عربی میں المنار اور اردو میں ریویو آف ریلیجنز سے بہتر پرچے کسی زبان میں شائع نہیں ہوتے اس کے [illegible] اور مضامین پر علم و فضل کو ناز ہے -

[illegible] پول - ریویو آف ریلیجنز کا پرچہ دلچسپ مضامین سے بھرا ہوا ہے - ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک کے متعلق جو جاہل عیسائی الزام لگایا کرتے ہیں ان کی تردید میں [illegible] ہی فاضلانہ مضمون اس میں لکھا گیا ہے - جس سے عمدہ مضمون آج تک ہماری نظر سے نہیں گذرا -

مسٹر [illegible] صاحب امریکہ - میں یقین کرتا ہوں کہ یہ رسالہ دنیا میں مذہبی خیال کو ایک خاص صورت دینے کے لیے ایک نہایت زبردست طاقت ہوگی - اور یہی رسالہ ان روکوں کے دور [illegible] ہوگا - جو جہالت سے سچائی کی راہ میں ڈالی گئی ہیں -

ریویو آف ریویو - لندن - مغربی ممالک کے باشندوں کو جو مذہب اسلام کے زندہ مذہب ہونے کے مضمون سے دلچسپی رکھتے ہوں چاہیے کہ ریویو آف ریلیجنز خریدیں -

وطن لاہور - یہ رسالہ [illegible] پایہ کا ہے - اس کی تحقیقات اسلام کے متعلق ایسی ہی فلسفیانہ اور عمیق ہوتی ہے - جیسی کہ اس زمانہ میں درکار ہے سالانہ قیمت انگریزی پرچہ ۴ روپیہ - اردو پرچہ ۲ روپیہ نمونہ کی قیمت انگریزی ۳ آنہ - اردو ۲ آنہ - تمام درخواستیں بنام مینیجر میگزین قادیان - ضلع گورداسپور آنی چاہئیں *

شرکۃ علمیہ

اسلامی دنیا کی سب سے بڑی ضرورت یہ ہے کہ (۱) مسلمان حقیقی اسلام کا معنی سمجھیں' اور اس کے پیرو بنیں - (۲) اسلامی تعلیمات نے علم و تمدن کے جو اصول مقرر کیے ہیں ان کو نمونۂ عمل بنائیں (۳) مذہبی و علمی و روحانی ترقیات کی راہ میں مصر، مہذب و متمدن دنیا کے روبرو اپنے آپ کو مشعل ہدایت بنا کر پیش کریں (۴) اپنی نظام اجتماع و قومیت متحدہ اسلامیہ کی ترقیوں کے لیے ان تمام ممالک سے جہاں جہاں مسلمان آباد ہیں علمی تعلقات پیدا کریں اور بڑھائیں -

ان اغراض کی تدریجی تکمیل کے لیے امرت سر (پنجاب) میں ایک مجلس قائم ہوئی ہے جس کا نام " شرکۃ علمیہ " ہے اور جس نے اپنے کام کی ابتدا بالفعل سنجیدہ و برگزیدہ علمی و مذہبی لٹریچر کی اشاعت سے کی ہے' اسلامی ممالک کے بیشتر مشاہیر و علما اس کے ممبر ہیں - ممبری کی فیس پانچ روپیہ سالانہ ہے' دوران سال میں جو کتابیں چھپیں ممبروں کو وہ سب مفت بہ اخذ محصول دی جاتی ہیں -

مجلس نے سب سے پہلے قرآن کریم کی علمی تحقیقات کی جانب توجہ کی ہے اور اس ذیل میں ایک نہایت مبسوط کتاب تالیف کرائی ہے جس کی پہلی جلد حال میں " محکمات " کے نام سے شائع ہوئی ہے' اور جس کی قیمت ایک روپیہ چار آنہ ہے - اصل کتاب (۷۰) جلدوں میں تمام ہوگی اس کتاب کی خصوصیت یہ ہے کہ متشابہات میں جو دور از کار احتمالات پیدا ہوگئے ہیں' علوم جدیدہ نے جن شکوک و شبہات کی گنجایشیں نکالی ہیں' مفسرین کے روایات و طرز استدلال نے قرآن کریم کو علمی دنیا کے جن ہولناک اعتراضات کا آماجگاہ بنا رکھا ہے' وہ تمام باتیں فلسفہ کی روشنی میں لائی گئی ہیں' اور سب کی حکیمانہ تحقیقات کی ہے -

دوسری کتاب " علم الحدیث " ہے جس کی پانچ جلدوں میں سے ہنوز پہلا حصہ شائع ہوا ہے' اور جس کی قیمت دس آنہ ہے - اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تعلیمات کو فلسفۂ جدیدہ کی روشنی میں لاکر ان پر ہر حیثیت سے بحث کی ہے' اور دکھایا ہے کہ یورپ کو آج جس فلسفۂ تاریخ پر ناز ہے اسلام اس کو نہایت شرح و بسط کے ساتھ ہزار برس پہلے مکمل کر چکا ہے -

پتہ یہ ہے : سکریٹری مجلس " شرکۃ علمیہ " معرفت نیشنل بینک آف انڈیا ' امرت سر' پنجاب

[۱۹]

[۲۳]

گھر بیٹھے عینک لیجیے

زندگی کا لطف آنکھوں کے دم تک پھر آپ اسکی حفاظت کیوں نہیں کرتے ؟ صرف اسلیے کہ قابل اعتماد عینک آسانی سے نہیں ملتی ؟ مگر اب تو یہ دقت نہیں ایک اطلاعی کارڈ پر ہمارا معالج چشم حاضر ہوگا بالکل نئے اصول پر امتحان لیجائیگی -

ایم - اے - احمد - اینڈ سن

نمبر ۱۵/۱ رپن اسٹریٹ - ڈاکخانہ ویلسلی - کلکتہ

عرق پودینہ

ہندوستان میں ایک نئی چیز بچے سے بڑھے تک کو یکساں فائدہ کرتا ہے ہر ایک اہل وعیال والے کو گھر میں رکھنا چاہیے - تازی ولایتی پودینہ کی ہری پتیوں سے یہ عرق بنا ہے - رنگ بھی پتوں کے ایسا سبز ہے - اور خوشبو بھی تازی پتیوں کی سی ہے - مندرجہ ذیل امراض کیواسطے نہایت مفید اور اکسیر ہے : بغم ہو جانا ' کھٹا ڈکار آنا - درد شکم - بدہضمی اور متلی - اشتہا کم ہونا ریاح کی علامت وغیرہ کو فوراً دور کرتا ہے -

قیمت فی شیشی ۸ - آنہ محصول ڈاک ۵ - آنہ

پوری حالت فہرست بلا قیمت منگواکر ملاحظہ کیجئے -

نوٹ — ہر جگہ میں ایجنٹ یا مشہور دوا فروش کے یہاں ملتا ہے -

[۱]

اصل عرق کافور

اس گرمی کے موسم میں کھانے پینے کے بے اعتدالی کیوجہ سے پتلے دست پیٹ میں درد اور قے اکثر ہوجاتے ہیں - اور اگر اسکی حفاظت نہیں ہوئی تو ہیضہ ہوجاتا ہے - بیماری ہو جانے سے سنبھالنا مشکل ہوتا ہے - اس سے بہتر ہے کہ ڈاکٹر برمن کا اصل عرق کافور ہمیشہ اپنے ساتھہ رکھو - ۳۰ برس سے تمام ہندوستان میں جاری ہے اور ہیضہ کی اس سے زیادہ مفید کوئی دوسری دوا نہیں ہے - مسافرت اور عورطن کا یہ ساتھی ہے -

قیمت فی شیشی ۴ - آنہ ڈاک محصول ایک سے چار شیشی تک ۵ - آنہ -

ڈاکٹر - ایس کے برمن نمبر ۵ تارا چند دت اسٹریٹ کلکتہ

[۱۸]